بسم اللہ الرحمن الرحیم
تبارک الذی نزل الفرقان علی عبدہ لیکون للعالمین نذیرا
معارف القرآن
جلد
فی تفسیر القرآن
اردو زبان میں عام فہم مختصر جامع حسین گلدستہ تفاسیر، تفسیر القرآن بالقرآن
تفسیر القرآن بالحدیث کا خصوصی اہتمام، آسان الفاظ میں احکام و مسائل، مستند اسباب نزول، ترتیب سورۃ
باعتبار تلاوت، ترتیب نزول، وجہ تسمیہ، مکی اور مدنی سورتوں کا بیان، موضوع سورۃ، ربط آیات، خلاصہ سور، خلاصہ رکوعات،
فضائل سور، فرق باطلہ کے شبہات اور ان کے ٹھوس جوابات کا قرآن و حدیث، مستند تفاسیر اور کتب فقہاء کی روشنی میں
اہتمام کیا گیا ہے اور اس کے علاوہ مباحث قابل دید ہیں۔
جلد 3
سورۃ آل عمران تا مائدہ مکمل
تفسیر:
حضرت مولانا عبدالقیوم قاسمی صاحب
مہتمم مدرسہ معارف اسلامیہ سعید آباد کراچی
ترجمہ:
حضرت مولانا صوفی عبدالحمید صاحب سواتی نور اللہ مرقدہ
تلمیذ رشید
امام اہلسنت حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر صاحب نور اللہ مرقدہ
القاسمی اکیڈمی مدرسہ معارف اسلامیہ کراچی
سعید آباد، کراچی

معارف الفرقان

فی تفسیر القرآن

جلد: 3 سورۃ الانعام تا سورۃ ابراہیم

اردو زبان میں عام فہم مختصر جامع حسین گلدستہ تفاسیر، تفسیر القرآن بالقرآن تفسیر القرآن بالحدیث کا خصوصی اہتمام، آسان الفاظ میں احکام ومسائل، مستند اسباب نزول، ترتیب سورۃ باعتبار تلاوت، ترتیب نزول، وجہ تسمیہ، مکی اور مدنی سورتوں کا بیان، موضوع سورۃ، ربط آیات، خلاصہ سور، خلاصہ رکوعات، فضائل سور، فرق باطلہ کے شبہات اور ان کے ٹھوس جوابات کا قرآن وحدیث، مستند تفاسیر اور کتب فقہاء کی روشنی میں اہتمام کیا گیا ہے اور اس کے علاوہ مباحث قابل دید ہیں۔

ترجمہ حضرت مولانا صوفی عبدالحمید صاحب سواتی نور اللہ مرقدہ

تفسیر حضرت مولانا عبدالقیوم قاسمی صاحب

تلمیذ رشید امام اہل السنت حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر صاحب نور اللہ مرقدہ

مہتمم مدرسہ معارف اسلامیہ سعید آباد کراچی

نام کتاب : تفسیر معارف الفرقان
تفسیر : حضرت مولانا عبدالقیوم قاسمی صاحب
ترجمہ : حضرت مولانا صوفی عبدالحمید صاحب سواتی نوراللہ مرقد
کمپوزنگ : عبدالقدوس خان
صفحات : 560
ناشر : القاسمی اکیڈمی، مدرسہ معارف اسلامیہ سعید آباد کراچی
رابطہ : 0334.3277892
اشاعت : پنجم

ملنے کے دیگر پتے

* اسلامی کتب خانہ علامہ بنوری ٹاؤن کراچی

حضرت مولانا مفتی محمد صادق صاحب۔ رابطہ نمبر 0301-7766937

* مکتبہ عمر فاروق فیصل کالونی کراچی۔
* قدیمی کتب خانہ آرام باغ کراچی
* مکتبہ حقانیہ ٹی بی ہسپتال روڈ ملتان
* مکتبہ امدادیہ ٹی بی ہسپتال روڈ ملتان
* مکتبہ نور علامہ بنوری ٹاؤن کراچی
* نور محمد کتب خانہ آرام باغ کراچی
* وحیدی کتب خانہ قصہ خوانی بازار پشاور
* دارالکتاب اردو بازار لاہور
* مکتبہ رحمانیہ اردو بازار لاہور
* دارالاشاعت اردو بازار کراچی
* مکتبہ رشیدیہ راجہ بازار راولپنڈی
* علمی کتاب گھر اردو بازار کراچی
* دارالایمان موتی محل کراچی
* مکتبہ زکریا لاہور

فہرست مضامین تفسیر معارف الفرقان : جلد 3

ختم شد

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سورۃ الانعام

نام اور کوائف:۔۔۔۔ اس سورۃ کا نام سورۃ الانعام ہے جو اس سورۃ کی آیت:۶ ۱۳۶: میں موجود "الانعام" سے ماخوذ ہے یہ سورۃ ترتیب تلاوت میں چھٹے نمبر پر ہے اور ترتیب نزول میں:۵۵: نمبر پر ہے جس میں:۲۰: رکوع:۱۶۵: آیات ہیں۔ یہ سورۃ مکی ہے اور یہ ان سورتوں میں سے ہے جو سب کی سب یک بار نازل ہوئی ہیں۔

وجہ تسمیہ:۔۔۔۔ الانعام "نعم" کی جمع ہے اور اس کا جمع الجمع "اناعیم" آتا ہے انعام کا اطلاق عام طور پر اونٹ گائے اور بھیڑ بکری پر کیا جاتا ہے، اور عام فہم اس کا معنی مویشی سے کیا جاتا ہے جنہیں عام طور پر لوگ پالتے ہیں اور ان سے مانوس ہوتے ہیں۔ بہر حال اس سورۃ کا نام انعام اس لئے ہے کہ اس میں مویشیوں کا تذکرہ ہے اور انکی حلت وحرمت کے مسائل بیان فرمائے ہیں۔

ربط آیات ❶ سورۃ مائدہ کے آخر میں شرک اعتقادی کی تردید اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی الوہیت کی نفی تھی۔ کما قال اللہ تعالیٰ: وَإِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ الخ اس سورۃ کے آخر میں بھی شرک اعتقادی کی تردید دلائل عقلیہ سے ہے "کما قال اللہ تعالیٰ: وَهُوَ الَّذِيْ جَعَلَكُمْ الخ ❷ سورۃ مائدہ کے شروع میں شرک فعلی کی تردید تھی "کما قال اللہ تعالیٰ: أُحِلَّتْ لَكُمْ الخ اس سورۃ کی ابتداء میں شرک اعتقادی کی تردید ہے "کما قال اللہ تعالیٰ: اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ الخ

❸ سورۃ مائدہ کے آخر میں شرک اعتقادی کی تردید تھی "کما قال اللہ تعالیٰ: وَإِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسَى الخ اس سورۃ کے آخر میں بھی شرک اعتقادی کی تردید ہے "کما قال اللہ تعالیٰ: قُلْ أَغَيْرَ اللّٰهِ أَبْغِيْ رَبًّا الخ

❹ سورۃ مائدہ کے شروع میں شرک فعلی کی تردید تھی "کما قال اللہ تعالیٰ: أُحِلَّتْ لَكُمْ الخ اس سورۃ کے آخر میں شرک اعتقادی کی تردید ہے۔ "کما قال اللہ تعالیٰ: قُلْ أَغَيْرَ اللّٰهِ أَبْغِيْ رَبًّا الخ

❺ سورۃ مائدہ کے آخر میں دلائل عقلی سے توحید خداوندی کا ذکر تھا اس سورۃ کے شروع میں دلائل عقلی سے توحید خداوندی کا ذکر ہے۔

سورۃ انعام سے کہف تک مرکزی مضمون :اس سورۃ انعام سے لے کر سورۃ کہف تک ربوبیت باری تعالیٰ کا ذکر ہے یعنی پیدا کرنے والا بھی اللہ تعالیٰ ہے، اور تربیت کرنے والا بھی وہی ہے اکثر مضامین اسی کے متعلق ہیں۔

موضوع سورۃ:۔۔۔۔ اصلاح المجوس والمشرکین فی ضمن علم المخاصمہ ووحدۃ ادیان انبیاء کرام علیہم السلام۔

خلاصہ سورۃ:۔۔۔۔ توحید خداوندی، اثبات قیامت ورسالت، صداقت قرآن، تذکیرات ثلاثہ، مستفیدین من القرآن وغیر مستفیدین کے نتائج، مجرمین کے لئے مہلت، منکرین رسالت، منکرین قرآن اور منکرین قیامت کے شبہات اور ان کے جوابات، دنیا کی ناپائیداری اور آخرت کی بقاء، آنحضرت ﷺ کے لئے تسلیات، مشرکین کے ساتھ طریق مناظرہ فرائض خاتم الانبیاء، نفی شفیع قہری، منافقین کے خباثت ونتائج، موحدین ومشرکین کے نتائج کا تفاوت، آنحضرت ﷺ کا معاندین سے سلوک، حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعوت اور ان کا استقلال، نتیجہ استقلال میں مختلف انبیاء کا تذکرہ، انعامات خداوندی، معاندین کا انجام وغیرہ۔

فضیلت سورۃ:۔۔۔۔ احادیث میں آیا ہے کہ جب یہ سورۃ نازل ہوئی تو ستر ہزار فرشتے اس کے ساتھ تسبیح وتحمید کرتے ہوئے آئے۔ (ابن کثیر، ص:۲۰۵، ج:۳ کبیر، ص:۲، ج۔۴)

علامہ قرطبی رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ یہ سورۃ اصول دین کا ماخذ ہے، علماء نے عقائد کے مسائل اکثر اسی سورۃ سے مرتب کئے ہیں۔ (قرطبی، ص: ۳۸۳ ج۔۶)

سُورَةُ الْاَنْعَامِ مَكِّيَّةٌ وَهِيَ مِائَةٌ وَّخَمْسٌ وَّسِتُّوْنَ اٰيَةً وَّعِشْرُوْنَ رُكُوْعًا

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم کرنے والا ہے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَجَعَلَ الظُّلُمٰتِ وَالنُّوْرَ ۬ؕ ثُمَّ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا

سب تعریفیں اللہ کیلئے ہیں جس نے پیدا کئے ہیں آسمان اور زمین اور جس نے بنائے ہیں اندھیرے اور اجالا اور پھر وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا ہے

بِرَبِّهِمْ یَعْدِلُوْنَ ۝۱ هُوَ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ مِّنْ طِیْنٍ ثُمَّ قَضٰۤی اَجَلًا ؕ وَاَجَلٌ مُّسَمًّی

اپنے رب کے ساتھ دوسروں کو برابر کرتے ہیں ﴿۱﴾ اللہ کی ذات وہی ہے جس نے تم کو مٹی سے پیدا کیا ہے مقرر کی اس نے ایک مدت اور ایک مدت مقرر ہے

عِنْدَهٗ ثُمَّ اَنْتُمْ تَمْتَرُوْنَ ۝۲ وَهُوَ اللّٰهُ فِی السَّمٰوٰتِ وَفِی الْاَرْضِ ؕ یَعْلَمُ سِرَّكُمْ وَجَهْرَكُمْ

اس کے پاس پھر تم شک کرتے ہو ﴿۲﴾ اور وہی اللہ ہے آسمانوں میں اور زمین میں وہ جانتا ہے تمہاری چھپی ہوئی باتوں کو اور ظاہر باتوں کو اور جانتا ہے

وَیَعْلَمُ مَا تَكْسِبُوْنَ ۝۳ وَمَا تَاْتِیْهِمْ مِّنْ اٰیَةٍ مِّنْ اٰیٰتِ رَبِّهِمْ اِلَّا كَانُوْا عَنْهَا مُعْرِضِیْنَ ۝۴

جو کچھ تم کیا کرتے ہو ﴿۳﴾ اور نہیں آئی ان کے پاس کوئی نشانی اپنے رب کی نشانیوں میں سے مگر وہ اس سے اعراض کرنے والے ہوتے ہیں ﴿۴﴾

فَقَدْ كَذَّبُوْا بِالْحَقِّ لَمَّا جَآءَهُمْ ؕ فَسَوْفَ یَاْتِیْهِمْ اَنْۢبٰٓؤُا مَا كَانُوْا بِهٖ یَسْتَهْزِءُوْنَ ۝۵ اَلَمْ یَرَوْا كَمْ

پس تحقیق جھٹلایا انہوں نے حق کو جب ان کے پاس آیا پس عنقریب آجائے گا ان کے پاس خبر (حقیقت) اس چیز کی کہ جس کے ساتھ یہ ٹھٹھہ کیا کرتے تھے ﴿۵﴾ کیا نہیں دیکھا

اَهْلَكْنَا مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنْ قَرْنٍ مَّكَّنّٰهُمْ فِی الْاَرْضِ مَا لَمْ نُمَكِّنْ لَّكُمْ وَاَرْسَلْنَا السَّمَآءَ

ان لوگوں نے کہ ان سے پہلے ہم نے کتنی ہی قومیں ہلاک کی کہ ہم نے ان کو ٹھکانا دیا تھا زمین میں کہ نہیں ٹھکانا دیا تم کو اور چھوڑا ہم نے ان پر آسمان

عَلَیْهِمْ مِّدْرَارًا ۪ وَّجَعَلْنَا الْاَنْهٰرَ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهِمْ فَاَهْلَكْنٰهُمْ بِذُنُوْبِهِمْ وَاَنْشَاْنَا

بارش برسانے والا اور بنائی ہم نے نہریں جو ان کے سامنے بہتی تھیں پس ہم نے ان کو ہلاک کیا ان کے گناہوں کی بدولت اور ہم نے پیدا کردیا ان کے بعد

مِنْ بَعْدِهِمْ قَرْنًا اٰخَرِیْنَ ۝۶ وَلَوْ نَزَّلْنَا عَلَیْكَ كِتٰبًا فِیْ قِرْطَاسٍ فَلَمَسُوْهُ بِاَیْدِیْهِمْ

دوسری قوموں کو ﴿۶﴾ اگر ہم نازل کریں آپ پر کتاب کاغذ پر لکھی ہوئی پس یہ اس کو اپنے ہاتھوں سے چھوئیں تو کہیں گے

لَقَالَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْۤا اِنْ هٰذَاۤ اِلَّا سِحْرٌ مُّبِیْنٌ ۝۷ وَقَالُوْا لَوْلَاۤ اُنْزِلَ عَلَیْهِ مَلَكٌ ؕ وَلَوْ اَنْزَلْنَا

وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا کہ نہیں ہے یہ مگر کھلا جادو ﴿۷﴾ اور کہتے ہیں یہ لوگ کہ کیوں نہ اتارا جاتا اس پر فرشتہ اور اگر ہم اتاریں

مَلَكًا لَّقُضِيَ الْاَمْرُ ثُمَّ لَا يُنْظَرُوْنَ ۝ وَلَوْ جَعَلْنٰهُ مَلَكًا لَّجَعَلْنٰهُ رَجُلًا وَّلَلَبَسْنَا عَلَيْهِمْ

فرشتے کو، البتہ فیصلہ کردیا جائے معاملے کا پھران کو مہلت نہ دی جائے ﴿۸﴾ اور اگر ہم اس کو بناتے فرشتہ البتہ ہم بناتے اس کو انسان کی صورت میں اور ہم ان پر

مَّا يَلْبِسُوْنَ ۝ وَلَقَدِ اسْتُهْزِئَ بِرُسُلٍ مِّنْ قَبْلِكَ فَحَاقَ بِالَّذِيْنَ سَخِرُوْا مِنْهُمْ مَّا كَانُوْا

ملتبس کردیں گے اس چیز کو کہ جس کے التباس میں یہ پڑے ہوئے ہیں ﴿۹﴾ البتہ تحقیق ٹھٹھہ کیا گیا رسولوں کے ساتھ آپ سے پہلے پس گھیر لیا ان لوگوں کو جنہوں نے ٹھٹھہ کیا تھا ان میں سے اس چیز نے

بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ۝

جس کے ساتھ وہ ٹھٹھہ کرتے تھے ﴿۱۰﴾

خلاصہ رکوع ❶ دعویٰ، توحید خداوندی پر تین عقلی دلائل، اعراض مشرکین، تکذیب مشرکین، تذکیر بایام اللہ سے تخویف دنیوی، ازالہ شبہ، مشرکین کا شکوہ، جواب شکوہ۔ ۱، ۲، تسلی خاتم الانبیاء۔ ماخذ آیات ا: تا ۱۰+

فَائِدَہ: توحید خداوندی کا اثبات شرک اعتقادی کی تردید بذریعہ دلائل عقلیہ، مجوس کا عقیدہ ہے کہ خالق دو ہیں۔

❶ خالق خیر: جسے یزدان کہتے ہیں۔ ❷ خالق شر: جسے اہرمن کہتے ہیں۔

تو اس سورۃ میں ان باطل خیالات کی تردید کی جائے گی، اور سبق توحید پختہ کرایا جائے گا۔ عقیدہ توحید میں پختگی کے لئے اتباع کتاب اللہ ضروری ہے اور جد الانبیاء سیدنا ابراہیم علیہ السلام کو نمونہ توحید پرستی میں پیش کیا جائے گا۔

﴿۱﴾ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ ... الخ دعویٰ: تمام تعریفیں اللہ ہی کے لائق ہیں۔ اَلَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ الخ توحید خداوندی پر عقلی دلیل۔ ❶ فرمایا! جس طرح اللہ تعالیٰ روحانیات کا خالق ہے اسی طرح مادیات کا بھی خالق ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اور جس نے روشنی اور اندھیرے کو بنایا یعنی دونوں کا خالق وہی ہے لہٰذا مجوس کا نظریہ غلط ہے پھر بھی ان لوگوں نے کافرانہ طریقہ اختیار کیا ہوا ہے کہ اللہ کے سوا دوسرے معبودان باطلہ کو برابری کا درجہ دے رہے ہیں یعنی اللہ کی عبادت میں دوسروں کو شریک ٹھہرا رہے ہیں۔ جبکہ سب کا خالق صرف اللہ ہی ہے تو تمام عبادتوں اور تعریفوں کا مستحق صرف اللہ ہی ہوا۔

﴿۲﴾ توحید خداوندی پر عقلی دلیل بذریعہ تذکیر بآلاء اللہ۔ ❷ اللہ تعالیٰ نے انسان کو مٹی کے نچوڑ سے بنایا اور پھر ایک مدت دنیا میں تمہارے رہنے کی مقرر فرمائی، پھر ایک وقت مرنے کا آئے گا جسے قیامت صغریٰ کہتے ہیں پھر اس کے بعد دوبارہ اٹھائے گا اسے قیامت کبریٰ کہتے ہیں پھر بھی تم شکوک وشبہات میں مبتلا ہو۔

﴿۳﴾ توحید خداوندی پر عقلی دلیل۔ ❸ معبود برحق اور خالق وہی ہے جو پوشیدہ اور ظاہری تمہارے احوال کو خوب جانتا ہے۔ اس کے سوا نہ کوئی معبود ہے اور نہ کوئی مسجود ہونے کا اہل ہے۔

فَائِدَہ: ... توحید باری تعالیٰ میں تینوں آیتوں کا مقصود مشترک ہے کہ عبادت کے لائق وہی ذات ہے جس میں یہ صفات ہوں کہ وہ خالق انفس وآفاق ہے اور عالم غیب وشہادت ہے اور آخری دونوں آیتوں میں بعث بعد الموت کی خبر بھی ہے اور اس کے امتناع اور محاسبہ پر تنبیہ بھی ہے جس سے شرک پر وعید ہے اور اس کا علم صرف اللہ کے ساتھ خاص ہے۔

﴿۴﴾ اعراض مشرکین: ... کہ ان کے پاس کوئی نشانی نہیں۔ "اٰيَة" سے مراد معجزہ بھی ہو سکتا ہے، اور قرآن کریم بھی۔ جب بھی انہیں کوئی صحیح بات سمجھائی گئی تو انہوں نے روگردانی اعراض اور تغافل کا برتاؤ کیا اور کسی بات سے متاثر نہیں ہوئے۔

﴿۵﴾ تکذیب مشرکین:۔۔۔۔ قرآن کریم حق تعالیٰ شانہ کی طرف سے انکی ہدایت کے لئے صحیح تعلیم ہے یہ اسکو جھٹلا رہے ہیں اس کا کوئی اثر قبول نہیں کرتے بلکہ الٹا اس کا مذاق اڑاتے ہیں حق کی تکذیب کرنے والوں کو قیامت کے دن پتہ چل جائے گا کہ یہ لوگ کس سلوک کے مستحق ہیں۔

﴿۶﴾ تذکیر بایام اللہ سے مشرکین کے لئے تخویف دنیوی:۔۔۔۔ کیا ان منکرین حق اور سچی کتاب کے ساتھ مذاق کرنے والوں نے یہ نہیں دیکھا کہ ہم نے بڑی بڑی طاقتور اور مال ومتاع سے بھرپور قوموں کو اسی جرم میں تباہ کردیا کہ وہ حق وصداقت کی مخالف تھیں۔ اور ہم نے انکی جگہ دوسرے لوگوں کو پیدا کیا۔ "قَرْنٍ" کا معنی "طائفۃ من الناس" یعنی لوگوں کا ایک گروہ جو ایک وقت میں ہو اور بعض نے اس کے معنی زمانہ کے بھی کیے ہیں۔

﴿۷﴾ ازالہ شبہ:۔۔۔۔ اگر یہ قرآن نوشتہ کی صورت میں ہوتا تو ہم مان لیتے "کما قال اللہ تعالیٰ: تُنَزِّلَ عَلَيْنَا كِتٰبًا نَّقْرَؤُهٗ (سورۃ اسراء ۹۳:) تو اللہ تعالیٰ نے ان کے اس شبہ اور عناد کا جواب دیا۔ اور اگر ہم کاغذ پر لکھا ہوا نوشتہ نازل کرتے یہ اپنے ہاتھوں سے چھو بھی لیتے تب بھی یہی کہتے کہ ہم پر جادو کیا گیا ہے اس وجہ سے ہمیں کتاب معلوم ہو رہی ہے۔

﴿۸﴾ مشرکین کا شکوہ: اگر آپ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں تو آسمان سے کوئی فرشتہ آپ کی تائید کے لئے کیوں نازل نہیں ہوتا؟ وَلَوْ اَنْزَلْنَا۔۔۔۔ الخ جواب شکوہ۔ ❶ اللہ فرماتے ہیں اور اگر ہم فرشتہ اتار دیں تو پھر بھی ایمان نہیں لائیں گے اب منہ مانگی نشانی کے بعد ایمان نہ لانا عذاب کا موجب ہے۔

﴿۹﴾ جواب شکوہ۔ ❷ بالفرض اگر فرشتہ آسمان سے نازل بھی ہوتا تو بھی انسانی شکل میں آتا اور تم اسے دیکھ بھال نہ سکتے یعنی فرق نہ کرسکتے تو پھر بھی یہی اعتراض کرتے کہ یہ انسان کیوں ہے؟ ﴿۱۰﴾ تسلی خاتم الانبیاء:۔۔۔۔ آپ ان کے استہزاء سے رنجیدہ اور ملول نہ ہوں، آپ سے پہلے بھی انبیاء علیہم السلام سے اس قسم کا بیہودہ مذاق کیا گیا ہے آخر وبال ان پر ہی پڑا ہے۔

قُلْ سِيْرُوْا فِى الْاَرْضِ ثُمَّ انْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِيْنَ ﴿۱۱﴾ قُلْ لِّمَنْ مَّا فِى السَّمٰوٰتِ

اے پیغمبر! آپ کہہ دیجئے چلو زمین میں پھر دیکھو کیسا ہوا انجام جھٹلانے والوں کا ﴿۱۱﴾ اے پیغمبر! آپ ان سے دریافت کریں کہ کس کیلئے ہے جو

وَالْاَرْضِ ؕ قُلْ لِّلّٰهِ ؕ كَتَبَ عَلٰى نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ ؕ لَيَجْمَعَنَّكُمْ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ لَا رَيْبَ فِيْهِ ؕ

کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے آپ کہہ دیجئے اللہ ہی کیلئے ہے اس نے لکھا ہے اپنے اوپر رحمت کو۔ البتہ وہ ضرور جمع کردے گا قیامت کے دن جس کے آنے میں شک نہیں ہے

اَلَّذِيْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ فَهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۲﴾ وَلَهٗ مَا سَكَنَ فِى الَّيْلِ وَالنَّهَارِ ؕ وَهُوَ

وہ لوگ جنہوں نے نقصان میں ڈالا اپنی جانوں کو پس وہ ایمان نہیں لاتے ﴿۱۲﴾ اور اسی کیلئے ہے جو ٹھہرا ہوا ہے رات میں اور دن میں اور وہی سننے والا ہے

السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ﴿۱۳﴾ قُلْ اَغَيْرَ اللّٰهِ اَتَّخِذُ وَلِيًّا فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَهُوَ يُطْعِمُ

اور سب کچھ جاننے والا ہے ﴿۱۳﴾ اے پیغمبر! آپ کہہ دیجئے کیا اللہ کے سوا میں کسی اور کو مددگار بناؤں جو کہ پیدا کرنے والا ہے آسمانوں اور زمینوں کا اور وہ کھلاتا ہے

وَلَا يُطْعَمُ ؕ قُلْ اِنِّىْٓ اُمِرْتُ اَنْ اَكُوْنَ اَوَّلَ مَنْ اَسْلَمَ وَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ﴿۱۴﴾

اور اس کو نہیں کھلایا جاتا آپ کہہ دیجئے بیشک مجھے حکم دیا گیا ہے کہ سب سے پہلے فرمانبرداری کرنے والا ہو جاؤں ان لوگوں میں سے جو فرمانبرداری کرنے والے ہیں اور نہ ہوں آپ شرک کرنے والوں سے ﴿۱۴﴾

قُلْ اِنِّیْۤ اَخَافُ اِنْ عَصَیْتُ رَبِّیْ عَذَابَ یَوْمٍ عَظِیْمٍ ﴿۱۵﴾ مَنْ یُّصْرَفْ عَنْهُ یَوْمَىِٕذٍ فَقَدْ

آپ کہہ دیجئے بیشک میں خوف کھاتا ہوں اگر میں نے نافرمانی کی اپنے پروردگار کی بڑے دن کے عذاب سے ﴿۱۵﴾ جس شخص سے پھیر دیا گیا اس عذاب کو اس دن پس بیشک اس نے اس پر

رَحِمَهٗ ؕ وَ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْمُبِیْنُ ﴿۱۶﴾ وَ اِنْ یَّمْسَسْكَ اللّٰهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهٗۤ اِلَّا هُوَ ؕ وَ

رحم فرمایا اور یہ کھلی کامیابی ہے ﴿۱۶﴾ اور اگر پہنچائے اللہ تعالیٰ آپ کو کوئی تکلیف پس نہیں ہے اس کو دور کرنے والا سوائے اس کے اور اگر وہ پہنچائے تجھ کو بھلائی پس وہ

اِنْ یَّمْسَسْكَ بِخَیْرٍ فَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ﴿۱۷﴾ وَ هُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهٖ ؕ وَ هُوَ الْحَكِیْمُ

ہر چیز پر قدرت رکھنے والا ہے ﴿۱۷﴾ اور وہی غالب ہے اپنے بندوں پر اور وہ حکمت والا اور (سب کی) خبر

الْخَبِیْرُ ﴿۱۸﴾ قُلْ اَیُّ شَیْءٍ اَكْبَرُ شَهَادَةً ؕ قُلِ اللّٰهُ ۙ شَهِیْدٌۢ بَیْنِیْ وَ بَیْنَكُمْ ۫ وَ اُوْحِیَ اِلَیَّ هٰذَا

رکھنے والا ہے ﴿۱۸﴾ اے پیغمبر! آپ کہہ دیجئے کون سی چیز بڑی ہے گواہی کے اعتبار سے پھر آپ کہہ دیں کہ اللہ ہی گواہ ہے میرے اور تمہارے درمیان اور وحی کیا

الْقُرْاٰنُ لِاُنْذِرَكُمْ بِهٖ وَ مَنْۢ بَلَغَ ؕ اَىِٕنَّكُمْ لَتَشْهَدُوْنَ اَنَّ مَعَ اللّٰهِ اٰلِهَةً اُخْرٰى ؕ قُلْ

گیا ہے میری طرف یہ قرآن تاکہ میں ڈراؤں تم کو اس کے ساتھ اور جس تک یہ پہنچے (اس کو بھی ڈراؤں) کیا تم اس بات کی گواہی دیتے ہو کہ اللہ کے ساتھ دوسرے بھی معبود ہیں۔ اے پیغمبر!

لَّاۤ اَشْهَدُ ۚ قُلْ اِنَّمَا هُوَ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ وَّ اِنَّنِیْ بَرِیْٓءٌ مِّمَّا تُشْرِكُوْنَ ﴿۱۹﴾ ۘ اَلَّذِیْنَ اٰتَیْنٰهُمُ الْكِتٰبَ

آپ کہہ دیجئے میں اس بات کی گواہی نہیں دیتا آپ کہہ دیجئے بیشک وہ ایک ہی معبود ہے اور میں بیزار ہوں ان چیزوں سے جن کو اس کے ساتھ تم شریک بناتے ہو ﴿۱۹﴾ اور وہ لوگ جن کو ہم

یَعْرِفُوْنَهٗ كَمَا یَعْرِفُوْنَ اَبْنَآءَهُمْ ۘ اَلَّذِیْنَ خَسِرُوْۤا اَنْفُسَهُمْ فَهُمْ لَا یُؤْمِنُوْنَ ﴿۲۰﴾ ع

نے کتاب دی ہے پہچانتے ہیں اس کو جس طرح کہ پہچانتے ہیں اپنے بیٹوں کو وہ لوگ جنہوں نے اپنے نفسوں کو خسارے میں ڈالا پس وہ ایمان نہیں لاتے ﴿۲۰﴾

ع۲ وقف لازم

جذبہ توحید

﴿۱۱﴾ قُلْ سِیْرُوْا ..... الخ ربط آیات:..... اوپر ذکر تھا کہ "كَمْ اَهْلَكْنَا مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنْ قَرْنٍ" آگے فرمایا "سِیْرُوْا فِی الْاَرْضِ" کہ یہ لوگ بھی یمن کو جاتے ہیں کبھی شام کو جاتے ہیں فرمایا چل پھر کر دیکھو کہ ان پر عذاب آیا ہے یا نہیں۔

خلاصہ رکوع ۲ تذکیر بایام اللہ سے مشرکین مکہ کی تخویف، دلیل عقلی الزامی بطور حجت، بشارت، تذکیر بما بعد الموت، توحید خداوندی پر عقلی دلیل کا تکرار برائے اتمام حجت، فریضہ خاتم الانبیاء، طریق تعلیم ۔۱، ۲، ۳، موانعات ۔۱، ۲، عذاب الٰہی سے نجات، مختاریت باری تعالیٰ، تتمہ ماقبل عظمت خداوندی، عود بمسئلہ توحید ورسالت، علت نزول قرآن، تنبیہ اہل کتاب۔ ماخذ آیات ۱۱: تا ۲۰+

تذکیر بایام اللہ سے مشرکین مکہ کو تخویف:..... فرمایا! تباہ شدہ قوموں کے کھنڈر جا کر دیکھو اور ان کے حالات سنو کہ دعوت الی اللہ دینے والوں کی تکذیب کے باعث کس طرح عذاب میں مبتلا کیے گئے، یہی حشر مشرکین مکہ کا ہوگا جو آنحضرت ﷺ کی ہنسی اڑاتے ہیں۔

﴿۱۲﴾ دلیل عقلی الزامی بطور حجت: یعنی آپ ان معاندین سے بطور الزام اور اتمام حجت کے پوچھو آسمان اور زمین میں جو کچھ ہے وہ کس کا ہے تو سب سے پہلے یہ خود جواب دیں گے کہ یہ سب کچھ اللہ کی ملک ہے، اگر بالفرض وہ کسی خوف اور ڈر کی وجہ

سے یا شرم وحیاء کی وجہ اس کا جواب نہ دیں۔ قُلْ لِلّٰهِ : تو پھر آپ کہہ دو سب کچھ اللہ ہی کا ہے تمہارے بت کسی چیز کے مالک نہیں۔
كَتَبَ عَلٰى.... الخ بشارت : اللہ تعالیٰ نے توبہ کرنے والوں کے لئے محض اپنے فضل وکرم سے اپنی ذات پر رحمت لازم کر رکھی ہے، اگر ان شرارتوں سے باز آجاؤ تو رحمت الٰہی تمہارا ساتھ دے گی، اس لئے وہ سزا دینے میں جلدی نہیں کرتا اس نے تختی پر یہ لکھ رکھا ہے کہ میری رحمت، میرے غضب پر غالب ہے وہ تختی عرش پر آویزاں ہے۔ ان سرکشوں پر حجت تمام ہونے کے باوجود سزا کا نہ دینا محض اسکی رحمت اور حلم ہے۔ لَيَجْمَعَنَّكُمْ.... الخ تذکیر بما بعد الموت : یقیناً وہ تم سب کو قیامت کے دن قبروں سے اٹھا کر جمع کرے گا جس دن کے آنے میں ذرا بھر بھی شک نہیں وہ بدنصیب لوگ ہیں جنہوں نے اپنی فطرت صحیح اور اپنی عقل سلیم کو ضائع کر کے اپنے آپ کو خسارے میں ڈال دیا ہے تو وہ ایمان کس طرح لائیں گے۔

﴿۱۳﴾ اثبات توحید پر عقلی دلیل کا تکرار برائے اتمام حجت:.... فرمایا اکل موجودات جن پر دن اور رات گزرتی ہے اور ان پر اثر انداز ہوتی ہے سب پر اسی کی ملک ہے زمانہ اور زمانیات اسی کے احاطۂ قدرت میں ہے۔

﴿۱۴﴾ فریضہ خاتم الانبیاء سے طریق تعلیم۔ ❶ جو لوگ مشرک تھے وہ اپنے شرک کو چھوڑنے کو تیار نہ تھے اور وہ چاہتے تھے کہ آنحضرت ﷺ دعوت توحید چھوڑ دیں اور ہمارے دین میں شامل ہو جائیں اور یہ کوئی نئی بات نہیں تھی بلکہ آنحضرت ﷺ سے پہلے جو انبیاء کرام علیہم السلام تشریف لائے تھے انکی امتوں نے بھی یہی بات کہی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کو حکم دیا کہ آپ ان سے فرما دیں کیا اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو اپنا ولی بنالوں؟ یہ کیسے ہو سکتا ہے؟

موانعات:.... مانع اول:.... "فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ" حالانکہ ساری کائنات کا خالق اور مالک اللہ ہی ہے آسمان وزمین کو وہی پیدا کرنے والا ہے یہ تو بڑی ناانصافی اور بغاوت کی بات ہے کہ اسکو چھوڑ کر کسی اور کو اپنا کارساز بنالوں۔

مانع دوم:.... "وَهُوَ يُطْعِمُ وَلَا يُطْعَمُ.... الخ" یعنی وہ سب کو کھلاتا ہے اور اسکو کھلایا نہیں جاتا، اس میں مشرکین کی بے وقوفی پر تنبیہ ہے کہ تم بھی اس کا دیا ہوا کھاتے ہو اور اس کے علاوہ جنکی پرستش کرتے ہو ان کی حاجتیں بھی وہی پوری فرماتا ہے اسکو چھوڑ کر کسی دوسرے کو کیسے معبود بنایا جا سکتا ہے وہ کھلاتا ہے اسکو کھلایا نہیں جاتا اسے کھانے کی حاجت نہیں باقی اس کے سوا سب حاجت مند ہیں۔ اس کے لئے طعام کی صفت سرے سے ثابت ہی نہیں ہے۔ قُلْ اِنِّيْٓ اُمِرْتُ.... الخ فریضہ خاتم الانبیاء سے طریق تعلیم۔ ❷.... مطلب یہ ہے کہ اللہ نے مجھ کو حکم دیا ہے کہ میں اس کا سب سے پہلا فرمانبردار بنوں اور مشرکوں کے گروہ میں شامل نہ ہوں۔

﴿۱۵﴾ قُلْ اِنِّيْٓ اَخَافُ.... الخ فریضہ خاتم الانبیاء سے طریق تعلیم۔ ❸.... یعنی اگر بالفرض میں اس کے حکم کی مخالفت کروں اور تمہارے کہنے سے تمہارا دین اختیار کروں تو اس صورت میں مجھے قیامت کے دن کا ڈر ہے جس کی مقدار پچاس ہزار برس ہے۔ الغرض اس قسم کی آیات سے آپ ﷺ کو خطاب کر کے دوسروں کو سنانا مقصود ہے۔

﴿۱۶﴾ عذاب الٰہی سے نجات : یعنی قیامت کے دن سے جس سے عذاب ٹل گیا اس نے بہت بڑی کامیاب حاصل کرلی۔

﴿۱۷﴾ مختاریت باری تعالیٰ : یعنی اللہ پاک اتنی زبردست طاقت والا ہے کہ اس کے علاوہ نہ کوئی مرض قحط اور افلاس اور دیگر مصائب کو دور کرنے والا ہے اور نہ کوئی اس کے فیصلہ کو روک سکتا ہے۔ "خیر" سے مراد صحت اور غناء وغیرہ ہے۔
اس آیت سے خوب واضح ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا نہ تو کوئی نفع پہنچا سکتا ہے اور نہ ضرر یہ سب اشیاء محض اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوتی ہیں چونکہ مشرکین عموماً اس خیال سے کہ فلاں سے مجھے ضرر پہنچے گا یا نفع، اس کو اس عقیدہ کے مطابق پکارا کرتے تھے، اس لیے

اللہ تعالیٰ نے اس کی بھی صاف ممانعت اور تردید کر دی ہے؛ (مسند احمد بحوالہ مشکوۃ: ج: ۲: ص: ۴۵۳: ترمذی: ج:۲: ص ۷۴: :اور ابن سنی ص۔ ۱۳۶) وغیرہ میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سوار تھا آپ نے ارشاد فرمایا کہ اے پیارے اللہ تعالیٰ کے حقوق کی پابندی کرو۔ اللہ تعالیٰ تمہاری محافظت کرے گا، جب بھی سوال کرنا ہو تو اللہ تعالیٰ ہی سے کرو، اگر اللہ تعالیٰ کی طرف سے تیرے لئے دکھ مقدر ہے تو تمام کائنات بھی جمع ہو کر اس کو نہیں ٹال سکتی اور اگر تیرے لئے آرام مقدر ہے تو تمام کائنات اس کو روک نہیں سکتی، قلم تقدیر جو کچھ لکھ چکا دبی ہو گا قلم خشک ہو گئے۔ اور تقدیر کے رجسٹر بھی لپیٹ لئے گئے ہیں۔ انتہی امام ترمذی فرماتے ہیں : **هذا حديث حسن صحيح**۔

اس صحیح حدیث سے بھی آفتاب نیم روز کی طرح یہ ثابت ہوا کہ نافع اور ضار اللہ تعالیٰ کے بغیر اور کوئی بھی نہیں وہی ہوتا ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے مقدر ہوتا ہے اور کائنات کا اس میں کچھ دخل اور بس نہیں عام اس سے کہ وہ انسان ہوں یا فرشتے جن ہوں یا کوئی اور مخلوق اس حدیث کے رواۃ کی توثیق کتب اسماء الرجال کے حوالہ سے (دل کا سرور دیکھیں" ص ۶۰ :۶۱) میں حضرت امام اہل سنتؒ لکھتے ہیں کہ الغرض اس روایت کا ایک ایک روای اپنی جگہ فنِ روایت کا امام ہے۔

﴿۱۸﴾ **تتمہ ما قبل عظمت خداندی** :اس میں اللہ پاک کی آخری شہنشاہی کا ذکر ہے کہ سارے بندے اسی کے زیر حکم ہیں سب پر اسی کا زور چلتا ہے سب چیزیں اس کے سامنے مقہور اور مجبور ہیں اسکی عظمت اور جلال اور علو اور قدرت کے سامنے سب کی گردنیں جھکی ہوئی ہیں "قاہر" اس کو کہتے ہیں جس کو اپنے ارادہ پورا کرنے سے کوئی چیز عاجز نہ کر سکے۔ "فوق" کے معنی بلند اور برتر کے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی فوقیت حسی اور مکانی نہیں کیونکہ وہ مکان اور جہت سے بالا اور برتر ہے اس آیت میں فوق سے فوقیت قہر اور غلبہ مراد ہے۔ جیسا کہ "فَوْقَ كُلِّ ذِيْ عِلْمٍ عَلِيْمٌ" میں فوقیت شان اور فوقیت مرتبہ مراد ہے۔

﴿۱۹﴾ **قُلْ اَيُّ شَيْءٍ**.... الخ **عود بمسئلہ توحید و رسالت۔ ربط آیات**:.... گزشتہ آیات میں توحید و رسالت کو فرداً بیان فرمایا، اب ان آیات میں توحید و رسالت کو اکھٹا بیان فرماتے ہیں اور آپ کی رسالت کا گواہ خود اللہ ہی ہے۔

شانِ نزول :مشرکین مکہ نے کہا اے محمد (ﷺ) ہم تو کسی کو نہیں دیکھتے کہ وہ آپ کو سچا جانے اور آپ کی نبوت کی گواہی دے۔ اور ہم علماء یہود و نصاریٰ سے بھی آپ کے متعلق دریافت کرتے ہیں تو وہ بھی آپ کی نبوت پر گواہی نہیں دیتے اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ (تفسیر منیر: ص:۱۵۶ :ج:۷، روح المعانی: ص:۱۴۹ :ج۔۷)

چنانچہ اللہ پاک نے فرمایا کہ آپ ان مشرکین سے پوچھئے کہ گواہی کے لحاظ سے کونسی چیز سب سے بڑھ کر ہے پھر آپ ہی جواب دیجئے کہ میرے اور تمہارے درمیان گواہ اللہ ہی ہے جس سے بڑھ کر کوئی گواہ نہیں اسکی گواہی یہی ہے کہ اس نے مجھ کو دلائل نبوت اور براہین رسالت دے کر بھیجا ہے اور من جملہ شواہد رسالت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے میرے اوپر قرآن کریم کو نازل کیا ہے، اور یہ میری نبوت پر گواہ ہے۔

لِاُنْذِرَكُمْ بِهٖ.... الخ **علت نزول قرآن**:.... اور یہ اس لئے نازل ہوا ہے تا کہ میں تمہیں عذاب الٰہی سے ڈراؤں اور جو توحید و رسالت کا منکر ہو اس پر عذاب نازل ہو گا۔ اس صاف اور صریح شہادت کے بعد تم لوگ خود ہی اس بات کی گواہی دو گے کہ اللہ کے ساتھ اور کوئی بھی معبود نہیں ہے، آپ کہہ دیجئے کہ میں تو یہ گواہی نہیں دے سکتا، آپ واضح الفاظ میں کہہ دیجئے معبود برحق اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں اور میں بری اور بیزار ہوں اس چیز سے جس کو تم خدا کا شریک ٹھہراتے ہو۔

﴿۲۰﴾ **تنبیہ اہل کتاب**:.... اہل کتاب مسئلہ توحید اور رسالت خاتم الانبیاء ﷺ کو خوب سمجھتے ہیں لیکن اپنی ضد باطنی سے اسکی تائید نہیں کرتے۔ تفصیل سورۃ بقرہ آیت:۱۴۶: کے ذیل میں دیکھیں۔

وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اَوْ كَذَّبَ بِاٰيٰتِهٖ ؕ اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿٢١﴾

اور اس سے بڑھ کر کون ظالم ہوسکتا ہے جو اللہ پر افترا باندھے یا جھٹلادے اس کی آیتوں کو بیشک نہیں فلاح پاتے ظلم کرنے والے ﴿۲۱﴾

وَيَوْمَ نَحْشُرُهُمْ جَمِيْعًا ثُمَّ نَقُوْلُ لِلَّذِيْنَ اَشْرَكُوْۤا اَيْنَ شُرَكَآؤُكُمُ الَّذِيْنَ كُنْتُمْ تَزْعُمُوْنَ ﴿٢٢﴾

اور جس دن ہم اکٹھا کریں گے ان سب کو پھر کہیں گے ہم ان لوگوں سے جنہوں نے شرک کیا۔ کہاں ہیں تمہارے وہ شریک جن کے بارے میں تم گمان کرتے تھے ﴿۲۲﴾

ثُمَّ لَمْ تَكُنْ فِتْنَتُهُمْ اِلَّاۤ اَنْ قَالُوْا وَاللّٰهِ رَبِّنَا مَا كُنَّا مُشْرِكِيْنَ ﴿٢٣﴾ اُنْظُرْ كَيْفَ كَذَبُوْا عَلٰۤى

پھر نہیں ہوگی ان کی آزمائش سوائے اس کے کہ وہ کہیں گے قسم ہے اللہ کی جو ہمارا پروردگار ہے نہیں تھے ہم شرک کرنے والوں میں ﴿۲۳﴾ دیکھو کیسا جھوٹ بولا ہے انہوں نے اپنی جانوں پر

اَنْفُسِهِمْ وَضَلَّ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ﴿٢٤﴾ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّسْتَمِعُ اِلَيْكَ ۚ وَجَعَلْنَا عَلٰى

اور گم ہوگئی ان سے وہ بات جس کو وہ افتراء کرتے تھے ﴿۲۴﴾ اور بعض ان میں سے وہ ہیں جو کان رکھتے ہیں آپ کی طرف اور ہم نے ان کے دلوں پر

قُلُوْبِهِمْ اَكِنَّةً اَنْ يَّفْقَهُوْهُ وَفِيْۤ اٰذَانِهِمْ وَقْرًا ؕ وَاِنْ يَّرَوْا كُلَّ اٰيَةٍ لَّا يُؤْمِنُوْا بِهَا ؕ

پردے ڈال دیئے ہیں اس بات سے کہ وہ اس کو سمجھیں اور ان کے کانوں میں بوجھ ہے اور اگر دیکھیں وہ ہر قسم کی نشانیوں کو تو نہیں ایمان لاتے اس کے ساتھ

حَتّٰۤى اِذَا جَآءُوْكَ يُجَادِلُوْنَكَ يَقُوْلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْۤا اِنْ هٰذَاۤ اِلَّاۤ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ ﴿٢٥﴾

یہاں تک کہ جب یہ آپ کے پاس آتے ہیں تو جھگڑا کرتے ہیں اور کہتے ہیں وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا نہیں ہے یہ مگر کہانیاں پہلے لوگوں کی ﴿۲۵﴾

وَهُمْ يَنْهَوْنَ عَنْهُ وَيَنْئَوْنَ عَنْهُ ۚ وَاِنْ يُّهْلِكُوْنَ اِلَّاۤ اَنْفُسَهُمْ وَمَا يَشْعُرُوْنَ ﴿٢٦﴾

اور یہ روکتے ہیں اس سے اور خود بھی دور ہوتے ہیں اس سے اور نہیں ہلاک کرتے یہ مگر اپنی جانوں کو اور نہیں سمجھتے یہ ﴿۲۶﴾

وَلَوْ تَرٰۤى اِذْ وُقِفُوْا عَلَى النَّارِ فَقَالُوْا يٰلَيْتَنَا نُرَدُّ وَلَا نُكَذِّبَ بِاٰيٰتِ رَبِّنَا وَنَكُوْنَ مِنَ

اور اگر آپ دیکھیں اس حالت کو جبکہ ان کو کھڑا کیا جائے گا آگ پر، تو کہیں گے اے کاش ہم لوٹائے جاتے دنیا کی طرف اور ہم نہ جھٹلاتے اپنے رب کی آیات کو اور ہم

الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿٢٧﴾ بَلْ بَدَا لَهُمْ مَّا كَانُوْا يُخْفُوْنَ مِنْ قَبْلُ ؕ وَلَوْ رُدُّوْا لَعَادُوْا لِمَا نُهُوْا عَنْهُ

ایمان والوں میں ہوتے ﴿۲۷﴾ (اس وقت کی یہ تمنا مفید نہیں ہوگی) بلکہ ظاہر ہوجائے گی ان کے سامنے وہ چیز جس کو اس سے پہلے وہ چھپاتے تھے اور اگر ان کو لوٹا دیا

وَاِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ﴿٢٨﴾ وَقَالُوْۤا اِنْ هِيَ اِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا وَمَا نَحْنُ بِمَبْعُوْثِيْنَ ﴿٢٩﴾ وَلَوْ

جائے تو پلٹ کر کریں گے وہی باتیں جن سے ان کو منع کیا گیا ہے اور بیشک یہ جھوٹے ہیں ﴿۲۸﴾ کہتے ہیں کہ نہیں ہے یہ مگر صرف ہماری دنیا کی زندگی اور نہیں ہیں ہم (دوبارہ زندہ کر کے) اٹھائے جانے والے ﴿۲۹﴾ اور اگر دیکھے

تَرٰۤى اِذْ وُقِفُوْا عَلٰى رَبِّهِمْ ؕ قَالَ اَلَيْسَ هٰذَا بِالْحَقِّ ؕ قَالُوْا بَلٰى وَرَبِّنَا ؕ قَالَ فَذُوْقُوا

تو جب ان کو کھڑا کیا جائے گا پروردگار کے سامنے تو فرمائے گا وہ کیا یہ بات سچ نہیں ہے تو کہیں گے کیوں نہیں اور ہمیں اپنے رب کی قسم تو فرمائے گا اللہ تعالیٰ پس چکھو

الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُوْنَ ﴿۳۰﴾

عذاب اس کے بدلے میں جو تم کفر کیا کرتے تھے ﴿۳۰﴾

﴿۲۱﴾ وَمَنْ اَظْلَمُ.... الخ ربط آیات : اوپر مشرکین کی بے انصافی کا ذکر تھا اب آگے فرمایا ہے کہ مشرک سے بڑھ کر کون ظالم ہوسکتا ہے۔

خلاصہ رکوع ۳ تنبیہ مشرکین، تذکیر بما بعد الموت، مطالبہ دلیل سے مشرکین کی تذلیل، مشرکین کی لایعنی معذرت، تردید دعویٰ مشرکین، کیفیت منکرین قرآن ۱۔ ۲، تذکیر بما بعد الموت، منکرین قرآن کی تمنا، عذاب الٰہی کا اظہار اور جواب تمنا، منکرین قیامت کا شکوہ اور جواب شکوہ، اقرار کفار، مکالمہ خداوندی سے نتیجہ۔ ماخذ آیات ۲۱ تا ۳۰ +

تنبیہ مشرکین : یہود و نصاریٰ اور مشرکین عرب طرح طرح سے اللہ وحدہ لاشریک پر جھوٹ باندھتے تھے۔ یہود و نصاریٰ کہتے تھے کہ ہم اللہ تعالیٰ کے بیٹے اور اس کے پیارے ہیں چند دن کے سوا ہمیں جہنم کی آگ نہیں چھوئے گی، اور عزیر علیہ السلام اور مسیح علیہ السلام خدا کے بیٹے ہیں، اور مشرکین کہتے تھے کہ بت اللہ کے شریک ہیں اللہ نے ہم کو انکی عبادت کا حکم دیا ہے اور فرشتے اللہ کی بیٹیاں ہیں اور اللہ نے سردار جنوں کی لڑکیوں سے شادی کی ہے اور اس نے بحیرہ اور سائبہ وغیرہ کو حرام کیا ہے۔ اور آیات قرآنیہ اور دلائل نبوت اور براہین رسالت کی تکذیب کرتے تھے، اور سب کو جھٹلاتے تھے، اللہ تعالیٰ نے ان سب فرقوں کے بارے میں فرمایا کہ یہ لوگ بڑے ظالم ہیں کہ اللہ پر جھوٹ باندھتے ہیں، اور آیات خداوندی کو جھٹلاتے ہیں، ان ظالموں کو عذاب الٰہی سے کبھی رستگاری نہ ہوگی۔

(معارف القرآن: ص: ۶۴۰ ج: ۲: حضرت کاندھلوی رحمہ اللہ)

﴿۲۲﴾ تذکیر بما بعد الموت : اللہ تعالیٰ قیامت کے دن سب مشرکوں کو جمع کریں گے۔ ثُمَّ نَقُوْلُ... الخ مطالبہ دلیل سے تذلیل مشرکین:.... پھر مشرکین سے کہیں گے جن کو تم خدا تعالیٰ کے شریک سمجھتے تھے وہ کہاں ہیں؟

﴿۲۳﴾ مشرکین کی لایعنی معذرت:.... عذر کریں گے کہ ہم نے کبھی شرک ہی نہیں کیا۔

﴿۲۴﴾ تردید دعویٰ مشرکین : جن چیزوں کو معبود ہونے کا دعویٰ تھا وہ سب غائب ہوجائیں گے ان کے کوئی کام بھی نہ آئے گا۔

سُؤَالٌ: اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کفار سے کلام کریں گے جبکہ دوسری آیت میں ہے "کما قال اللہ تعالیٰ: وَلَا يُكَلِّمُهُمْ" کہ اللہ تعالیٰ کلام نہیں کریں گے۔ جَوَابٌ: جو کلام بطور تشریف و اکرام کے ہوگا اس کی نفی ہے البتہ ڈانٹ کے طور پر کلام کریں گے لہٰذا کوئی تعارض نہیں۔

سُؤَالٌ: مشرکین تو قیامت کے منکر تھے پھر وہ اصنام کو شفیع یوم قیامت کیسے سمجھتے تھے؟ جَوَابٌ: کہتے تھے کہ پہلے تو قیامت ہوگی ہی نہیں اگر بالفرض ہوئی بھی تو یہ معبودان سفارش کریں گے۔ واللہ اعلم۔

﴿۲۵﴾ کیفیت منکرین قرآن ۱:.... چونکہ ان مشرکوں کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اور قرآن کریم سے کوئی حسن عقیدت نہیں تھی اس لئے کہ اگر قرآن کو سن بھی لیں تو ان پر کچھ اثر نہیں ہوتا کہتے ہیں "اِنْ هٰذَآ اِلَّآ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ" کہ یہ صرف پہلے لوگوں کی قصے کہانیاں ہیں۔

﴿۲۶﴾ کیفیت منکرین قرآن ۲ :.... یہ منکرین قرآن کریم کو ماننے سے اور دوسروں کو بھی اس پر ایمان لانے سے روکتے ہیں اور خود بھی قرآن کریم سے دور رہتے ہیں یہ مشرک اپنے آپ کو تباہ کر رہے ہیں اور انکو اپنی تباہی کا کوئی شعور اور احساس تک نہیں ہے۔

﴿۲۷﴾ تذکیر بما بعد الموت:.... کاش آپ انکی وہ کیفیت دیکھ سکتے جس وقت یہ منکرین جہنم کے کنارے پر کھڑے

کئے جائیں گے۔

فَقَالُوْا..... الخ **منکرین قرآن کی تمنا :** پھر یہ آرزو کریں گے کاش کہ ہمیں دنیا میں بھیجا جائے تا کہ ہم کتاب اللہ کی تصدیق کریں سبق توحید پختہ کر کے آئیں اور جزائے خیر پائیں۔

﴿۲۸﴾ **عذاب الٰہی کا اظہار اور جواب تمنا :** اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جن چیزوں کا دنیا میں یعنی عذاب الٰہی کا انکار کیا کرتے تھے اب وہ سامنے آگیا ہے آنکھوں سے مشاہدہ کرلیا ہے اب محض بھاگنے کے لئے یہ بھی انکا جھوٹ ہے انکو دنیا میں بھیج دیا جائے تو اقرار کریں گے بلکہ پھر شرک کے مرتکب ہوں گے اور قرآن کریم کی تکذیب کریں گے۔ اور یہ محض جان بچانے کے وعدے ہو رہے ہیں۔

﴿۲۹﴾ **منکرین قیامت کا شکوہ :**..... ان کا خیال ہے صرف دنیا ہی کی زندگی بسر کرنی ہے، اس کے بعد کچھ نہیں ہے۔

﴿۳۰﴾ **جواب شکوہ :**..... قیامت کے دن ان منکرین سے پوچھا جائے گا جب اللہ تعالیٰ کے سامنے کھڑے ہونگے کیا یہ دوبارہ زندہ ہونا حق ہے یا نہیں۔ **قَالُوْا بَلٰى** الخ **اقرار کفار :**..... تو اس وقت اقرار کریں گے کہ یہ زندگی برحق ہے۔

قَالَ..... الخ **مکالمہ خداوندی سے نتیجہ :**..... اللہ پاک فرمائیں گے لہٰذا اس کفر کی وجہ سے اب عذاب کا مزہ چکھو۔

قَدْ خَسِرَ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِلِقَآءِ اللّٰهِ ؕ حَتّٰٓى اِذَا جَآءَتْهُمُ السَّاعَةُ بَغْتَةً قَالُوْا يٰحَسْرَتَنَا

تحقیق خسارے میں پڑے وہ لوگ جنہوں نے جھٹلایا اللہ کی ملاقات کو یہاں تک کہ جب آپہنچی ان کے پاس قیامت اچانک تو پھر کہیں گے اے افسوس ہمارے اس پر

عَلٰى مَا فَرَّطْنَا فِيْهَا ۙ وَهُمْ يَحْمِلُوْنَ اَوْزَارَهُمْ عَلٰى ظُهُوْرِهِمْ ؕ اَلَا سَآءَ مَا يَزِرُوْنَ ﴿۳۱﴾

جو ہم نے کوتاہی کی ہے اس بارے میں اور وہ اٹھائیں گے اپنے بوجھوں کو اپنی پشتوں پر سنو، برا ہے وہ بوجھ جس کو وہ اٹھائیں گے ﴿۳۱﴾

وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا لَعِبٌ وَّلَهْوٌ ؕ وَلَلدَّارُ الْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لِّلَّذِيْنَ يَتَّقُوْنَ ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿۳۲﴾

اور نہیں ہے دنیا کی زندگی مگر کھیل اور دل بہلاوا اور البتہ آخرت کا گھر بہتر ہے ان لوگوں کیلئے جو ڈرتے ہیں، کیا تم سمجھتے نہیں ﴿۳۲﴾

قَدْ نَعْلَمُ اِنَّهٗ لَيَحْزُنُكَ الَّذِيْ يَقُوْلُوْنَ فَاِنَّهُمْ لَا يُكَذِّبُوْنَكَ وَلٰكِنَّ الظّٰلِمِيْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ

تحقیق ہم جانتے ہیں کہ بیشک آپ کو غم میں ڈالتی ہے وہ بات جو کہتے ہیں یہ لوگ پس بیشک وہ نہیں جھٹلاتے آپ کو لیکن ظالم لوگ اللہ کی آیتوں کے ساتھ

يَجْحَدُوْنَ ﴿۳۳﴾ وَلَقَدْ كُذِّبَتْ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِكَ فَصَبَرُوْا عَلٰى مَا كُذِّبُوْا وَاُوْذُوْا حَتّٰٓى

انکار کرتے ہیں ﴿۳۳﴾ تحقیق جھٹلائے گئے آپ سے پہلے بہت سے رسول، پس انہوں نے صبر کیا اس بات پر جو ان کی تکذیب کی گئی اور ان کو تکلیف پہنچائی گئی۔

اَتٰىهُمْ نَصْرُنَا ۚ وَلَا مُبَدِّلَ لِكَلِمٰتِ اللّٰهِ ۚ وَلَقَدْ جَآءَكَ مِنْ نَّبَاِى الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۳۴﴾

یہاں تک کہ آگئی ان کے پاس ہماری مدد اور نہیں ہے کوئی تبدیل کرنے والا اللہ کے کلمات کو اور البتہ آئے ہیں آپ کے پاس اللہ کے رسولوں کے کچھ حالات ﴿۳۴﴾

وَاِنْ كَانَ كَبُرَ عَلَيْكَ اِعْرَاضُهُمْ فَاِنِ اسْتَطَعْتَ اَنْ تَبْتَغِيَ نَفَقًا فِى الْاَرْضِ اَوْ سُلَّمًا

اگرچہ آپ پر شاق ہے ان لوگوں کا اعراض کرنا پس اگر آپ طاقت رکھتے ہیں کہ تلاش کرلیں سرنگ زمین میں یا کوئی سیڑھی لگالیں

فِي السَّمَآءِ فَتَأْتِيَهُم بِآيَةٍ ۚ وَلَوْ شَآءَ اللَّهُ لَجَمَعَهُمْ عَلَى الْهُدَىٰ ۚ فَلَا تَكُونَنَّ مِنَ الْجَاهِلِينَ ﴿٣٥﴾

آسمان میں پس لے آئیں ان کے پاس کوئی نشانی اور اگر اللہ چاہے تو جمع کرلے ان سب کو ہدایت پر پس آپ نہ ہوں نادانوں میں سے ﴿۳۵﴾

إِنَّمَا يَسْتَجِيبُ الَّذِينَ يَسْمَعُونَ ۘ وَالْمَوْتَىٰ يَبْعَثُهُمُ اللَّهُ ثُمَّ إِلَيْهِ يُرْجَعُونَ ﴿٣٦﴾

بیشک قبول کرتے ہیں وہ لوگ جو سنتے ہیں اور مردوں کو اٹھائے گا اللہ تعالیٰ، پھر اسی کی طرف وہ لوٹائے جائیں گے ﴿۳۶﴾

وَقَالُوا لَوْلَا نُزِّلَ عَلَيْهِ آيَةٌ مِّن رَّبِّهِ ۚ قُلْ إِنَّ اللَّهَ قَادِرٌ عَلَىٰ أَن يُنَزِّلَ آيَةً وَلَٰكِنَّ

اور کہا ان لوگوں نے کیوں نہیں اتاری جاتی اس پر کوئی نشانی اس کے رب کی طرف سے اے پیغمبر! آپ کہہ دیجئے کہ اللہ تعالیٰ قادر ہے اس بات پر

أَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُونَ ﴿٣٧﴾ وَمَا مِن دَابَّةٍ فِي الْأَرْضِ وَلَا طَائِرٍ يَطِيرُ بِجَنَاحَيْهِ إِلَّا أُمَمٌ

کہ نازل کرے کوئی نشانی لیکن ان میں سے اکثر ایسے ہیں جو علم نہیں رکھتے ﴿۳۷﴾ اور نہیں ہے کوئی چلنے پھرنے والا جانور زمین میں نہ کوئی پرندہ جو اڑتا ہے اپنے

أَمْثَالُكُم ۚ مَّا فَرَّطْنَا فِي الْكِتَابِ مِن شَيْءٍ ۚ ثُمَّ إِلَىٰ رَبِّهِمْ يُحْشَرُونَ ﴿٣٨﴾ وَالَّذِينَ كَذَّبُوا

بازوؤں (پروں) کے ساتھ مگر یہ بھی امتیں ہیں تمہاری طرح ہم نے نہیں کمی کی کتاب میں کسی چیز کی پھر اپنے رب کی طرف یہ سب اکٹھے کئے جائیں گے ﴿۳۸﴾ اور وہ لوگ جنہوں

بِآيَاتِنَا صُمٌّ وَبُكْمٌ فِي الظُّلُمَاتِ ۗ مَن يَشَإِ اللَّهُ يُضْلِلْهُ وَمَن يَشَأْ يَجْعَلْهُ عَلَىٰ صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ ﴿٣٩﴾

نے جھٹلایا ہماری آیتوں کو وہ بہرے اور گونگے ہیں اندھیروں میں (بھٹک رہے ہیں) جس کو اللہ چاہتا ہے گمراہ کردیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے ڈالدیتا ہے صراط مستقیم پر ﴿۳۹﴾

قُلْ أَرَأَيْتَكُمْ إِنْ أَتَاكُمْ عَذَابُ اللَّهِ أَوْ أَتَتْكُمُ السَّاعَةُ أَغَيْرَ اللَّهِ تَدْعُونَ إِن كُنتُمْ صَادِقِينَ ﴿٤٠﴾

اے پیغمبر! آپ کہہ دیجئے (اے لوگوں بتلاؤ اگر آجائے تمہارے پاس اللہ کا عذاب یا آجائے تمہارے پاس وہ گھڑی کیا اللہ کے سوا پکارو گے تم کسی کو اگر تم سچے ہو ﴿۴۰﴾

بَلْ إِيَّاهُ تَدْعُونَ فَيَكْشِفُ مَا تَدْعُونَ إِلَيْهِ إِن شَاءَ وَتَنسَوْنَ مَا تُشْرِكُونَ ﴿٤١﴾

بلکہ اسی کو پکارتے ہو تو وہ دور کردیتا ہے اس چیز کی طرف جس کی طرف تم بلاتے ہو اگر وہ چاہے اور تم بھول جاتے ہو جن کو تم اس کے ساتھ شریک بناتے ہو ﴿۴۱﴾

﴿۳۱﴾ قَدْ خَسِرَ الَّذِينَ ... الخ ربط آیات: ... اوپر تذکیر بمابعد الموت کا ذکر تھا اب آگے بھی اسی کے تتمہ کا ذکر ہے۔

خلاصہ رکوع ❹ تذکیر بمابعد الموت سے تتمہ ماسابق، دنیا کی بے ثباتی اور آخرت کی بقاء، تذکیر بایام اللہ سے تسلی خاتم الانبیاء، تکمیل وعدہ الٰہی، تنبیہ خاتم الانبیاء، ہدایت قبول کرنے والے، کفار کے فرمائشی معجزہ کا مطالبہ اور جواب مطالبہ، تمام مخلوق قیامت کے دن اللہ کے سامنے ہوگی، بے اعتدالیوں کا نتیجہ، طریق مناظرہ سے سوال، تتمہ ماسبق۔ ماخذ آیات ۳۱ تا ۴۱+

تذکیر بمابعد الموت سے تتمہ ماسابق: فرمایا! قیامت کے دن مکذبین اپنی کوتاہی پر خود دست حسرت ملیں گے۔

﴿۳۲﴾ دنیا کی بے ثباتی اور آخرت کی بقاء: ... دنیا کی زندگی تو کھیل اور تماشے کی طرح گزر جائے گی۔ دوسری زندگی آخرت کی جو دائمی ہے جو فقط خدا پرستوں کے لئے نافع ہوگی۔

مشرکین کا تکبر اور انکار صرف اللہ تعالیٰ کو الہ ماننے سے تھا

﴿۳۳﴾ تسلی خاتم الانبیاء۔ شان نزول :حاکم کی روایت میں ہے کہ ابوجہل نے آنحضرت ﷺ سے کہا کہ ہم آپ پر تہمت نہیں لگاتے اور نہ آپ کو جھٹلاتے ہیں ہم تو اس چیز کو جھٹلاتے ہیں "ما جئت به" جس کی آپ دعوت لے کر آئے ہیں اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ (ابن کثیر: ۲۱۶: ج: ۲ و قرطبی: ص: ۴۱۸ ج ۶)

اس آیت سے ثابت ہوا کہ ابوجہل وغیرہ مشرکین توحید خداوندی سے ویر تھا، نہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی اور نہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مکارم اخلاق سے۔ اب سوال یہ ہوتا ہے کہ آیات اللہ میں پورا قرآن کریم شامل ہے یا اس کا کچھ حصہ اور اگر اس کا کچھ حصہ ہے تو وہ کون سا تھا؟ تو اس کا جواب سورۃ یونس آیت ۱۵ میں موجود ہے ارشاد باری ہے۔ وَإِذَا تُتْلَىٰ عَلَيْهِمْ آيَاتُنَا بَيِّنَاتٍ قَالَ الَّذِينَ لَا يَرْجُونَ لِقَاءَنَا ائْتِ بِقُرْآنٍ غَيْرِ هَٰذَا أَوْ بَدِّلْهُ ۚ قُلْ مَا يَكُونُ لِي أَنْ أُبَدِّلَهُ مِنْ تِلْقَاءِ نَفْسِي ۖ إِنْ أَتَّبِعُ إِلَّا مَا يُوحَىٰ إِلَيَّ ۖ إِنِّي أَخَافُ إِنْ عَصَيْتُ رَبِّي عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيمٍ "۔ اور جب پڑھی جاتی ہیں ان کے سامنے ہماری واضح آیتیں تو کہتے ہیں وہ لوگ جن کو ہماری ملاقات کی امید نہیں ہے کہ لے آ کوئی قرآن اس کے سوا یا اس کو بدل ڈال تو (اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم) کہد دے کہ میرا کام نہیں کہ بدل ڈالوں اس کو اپنی طرف سے میں تو اتباع کرتا ہوں اسی حکم کا جو آئے میری طرف میں ڈرتا ہوں، اگر نافرمانی کروں اپنے رب کی، بڑے دن کے عذاب سے۔ اس آیت سے صاف واضح ہے کہ ان کا مطالبہ اسی قرآن کے متعلق تھا اور اس میں ذرا سی تبدیلی اور ترمیم کردی جائے۔ تو پھر تسلیم کرلیں گے۔ اب سوال یہ ہے کہ وہ کون سے مضمون کی تبدیلی چاہتے تھے تو قرآن کریم نے واضح الفاظ میں بیان کیا چنانچہ سورۃ ص : آیت ۵ میں موجود ہے کہ أَجَعَلَ الْآلِهَةَ إِلَٰهًا وَاحِدًا ۖ إِنَّ هَٰذَا لَشَيْءٌ عُجَابٌ : کیا اس پیغمبر نے کئی معبودوں کو صرف ایک معبود بنا دیا بیشک یہ بڑی عجیب بات ہے۔ اس آیت سے واضح ثابت ہوا کہ مشرکین کو قرآن کریم کے اس حصہ سے زیادہ اختلاف تھا جس میں صرف ایک اللہ کے تسلیم کرنے کا حکم ہے۔

چونکہ صرف ایک ہی الہ کو ماننا مشرکین عرب بلکہ تمام مشرک اقوام کے معتقدات کے خلاف تھا اس لئے انہوں نے اس سے انکار کرنے میں سر دھڑ کی بازی لگادی اور حضرت بلال ؓ ایسے ہی موقع پر مشرکوں کی انتہائی اذیت کو خندہ پیشانی اور بڑی بہادری سے برداشت کرتے ہوئے احد احد کہتے تھے یعنی الہ ایک اور صرف ایک ہی ہے۔ سورۃ الصافات آیت :۳۵ میں ہے "إِنَّهُمْ كَانُوا إِذَا قِيلَ لَهُمْ لَا إِلَٰهَ إِلَّا اللَّهُ يَسْتَكْبِرُونَ" ۔ ترجمہ: وہ تھے جب ان سے کہا جاتا کہ اللہ کے سوا کوئی الہ نہیں تو وہ غرور (اور انکار) کرتے تھے۔

اس آیت سے بھی معلوم ہوا کہ مشرکین کا تکبر اور انکار صرف اللہ تعالیٰ کو ایک الہ ماننے سے تھا، اس پر ان کو تعجب بھی ہوتا تھا ، اور اسی جزو کی ترمیم کا مطالبہ بھی پیش کیا تھا، جس کا جواب ابھی گزر چکا ہے آنحضرت ایک دفعہ سوق ذوالمجاز میں تبلیغ کے لیے تشریف لے گئے اور آپ نے مجمع میں گھس کر فرمایا : کہو "لَا إِلَٰهَ إِلَّا اللَّهُ" ابوجہل نے آپ پر مٹی پھینک دی اور لوگوں کو کہا اس کے فریب میں نہ آنا۔ (مسند احمد؛ ص: ۶۳ ج ۴)

آنحضرت ﷺ نے سوق ذوالمجاز میں ایک دفعہ ارشاد فرمایا "يأيها الناس قولوا لا اله الا الله تفلحوا" ۔ اے لوگو! "لَا إِلَٰهَ إِلَّا اللَّهُ" کہو تا کہ تم کامیاب ہو جاؤ تو ابولہب نے کہا" انه صابی کاذب "۔ (مستدرک، ص: ۱۵، ج: ۱) بے شک وہ بے دین جھوٹا ہے (العیاذ باللہ) یہی وہ ابوجہل ہے جو آپ ﷺ کو سچا مانتا تھا اور یہ بھی کہتا تھا کہ ہم آپ کو نہیں جھٹلاتے مگر جب وہ مسئلہ توحید سنتا تو وہ آپے سے باہر ہو جاتا بس یہی حال آج کے شرک کے شیدائیوں کا ہے کہ آپ ﷺ کو سچا بھی

مانتے ہیں اور عقیدت کا دم بھی بھرتے ہیں گویا کہ محبت کے صرف یہی ٹھیکیدار ہیں مگر جو مسئلہ آپ نے بیان فرمایا تھا اس کا انکار بھی ہے حالانکہ آنحضرت ﷺ اور حضرات صحابہ کرام نے تمام تکالیف برداشت کی صرف اللہ تعالیٰ کی الوہیت اور توحید خالص سنانے کی وجہ سے، توحید کا لطف بھی یہی ہے کہ اس کو صاف اور کھلے لفظوں میں بیان کیا جائے گو دنیا سب ناراض ہوتی ہے تو ہو جائے۔

توحید تو یہ ہے کہ خدا حشر میں کہہ دے ۔۔۔ یہ بندہ دو عالم سے خفاء میرے لیے ہے

﴿۳۴﴾ وَلَقَدْ كُذِّبَتْ ... الخ تذکیر بایام اللہ سے تسلی خاتم الانبیاء: اس آیت میں دو باتیں ہیں، پہلی بات یہ ہے کہ ان لوگوں نے بظاہر آپ کو جھٹلایا ہے اور تکلیف دی ہے یہ کوئی نئی بات نہیں، آپ سے پہلے انبیاء کرام علیہم السلام کے ساتھ بھی ایسا ہوا ہے۔ ان حضرات نے ان مصائب پر صبر کیا آپ بھی صبر کریں۔

دوسری بات: ان انبیاء کرام کے پاس ہماری مدد آئی انشاء اللہ آپ کے پاس بھی ہماری مدد آجائے گی۔

وَلَا مُبَدِّلَ لِكَلِمٰتِ اللّٰهِ: تکمیل وعدہ الٰہی: اور اللہ کے کلمات کو کوئی بدلنے والا نہیں۔ یہاں پر کلمات سے مراد اللہ تعالیٰ کے وعدے ہیں اور مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو اپنے انبیاء سے وعدے کیئے ہیں اسے کوئی بھی بدل نہیں سکتا اس کا وعدہ یہ ہے کہ "لَاَغْلِبَنَّ اَنَا وَرُسُلِيْ" (سورۃ المجادلہ آیت۔ ۱۲) میں اور میرے رسول غالب ہوں گے، حالات چاہے کیسے بھی حوصلہ شکن ہوں آخر میرے نبیوں کے مشن کو ہی کامیابی ہوگی۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی مدد کی خوشخبری انبیاء کرام علیہم السلام اور اہل ایمان کو بھی دی ہے۔ "اِنَّا لَنَنْصُرُ رُسُلَنَا وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَيَوْمَ يَقُوْمُ الْاَشْهَادُ" (سورۃ المومن آیت۔ ۵۱) بیشک ہم مدد کرتے ہیں اپنے رسولوں اور اہل ایمان کی دنیا میں بھی اور قیامت کے دن بھی۔ اللہ تعالیٰ کا یہی وعدہ یا کلمہ ہے جسے کوئی تبدیل نہیں کرسکتا وہ پورا ہو کر رہے گا مگر اس سے پہلے ہر قسم کی تکلیف کو برداشت کرنا ہوگا۔

﴿۳۵﴾ تنبیہ خاتم الانبیاء: اگر آپ کا خیال ہے کہ انہیں ضرور ہی خواہ مخواہ ہدایت ہو تو آپ کوشش کر کے دیکھئے مطلب یہ ہے کہ اگر آپ زمین میں نیچے اتر کر یا آسمان کے اوپر جا کر ان کا فرمائشی معجزہ لاسکتے ہیں تو آپ ایسا کر لیجئے، ان کی فرمائش کے مطابق معجزہ پیدا کرنا لازم نہیں ہے آپ کو اگر اصرار ہے تو آپ خود ہی فرمائشی معجزہ دکھا دیجئے لیکن اللہ کی چاہت کے بغیر تو کچھ ہو ہی نہیں سکتا اس لئے آپ صبر سے کام لیں اور تکوینی طور پر سب کو مسلمان ہونا بھی نہیں اس لئے اس فکر میں پڑنے کی ضرورت نہیں کہ سب مسلمان ہو جائیں۔ اور اگر اللہ چاہتا تو سب کو سیدھی راہ پر جمع کر دیتا۔ پس آپ نادانوں میں نہ ہو جائیں مطلب یہ ہے کہ جو کچھ ہے اللہ کی حکمت کے مطابق ہے آپ اللہ کی حکمت اور قضاء وقدر پر راضی رہیں۔

آنحضرت ﷺ مختار کل نہ تھے

مشرکین نے جب آنحضرت ﷺ سے فرمائشی اور نہ ماننے معجزات صادر کرنے کا مطالبہ کیا تو چونکہ آپ کے دل میں شفقت اور رحمت کوٹ کوٹ کر بھر دی گئی تھی اس لیے آپ نے دل میں یہ خیال کیا کہ اگر اللہ تعالیٰ اپنی قدرت کاملہ سے ان معجزات کو میرے ہاتھ پر صادر کر دے تو اس سے کیا چیز بعید ہے اور مشرکین بھی شاید ان مطلوبہ معجزات کو دیکھ کر ایمان لے آئیں۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے آپ کی صداقت پر اور بے شمار معجزات ظاہر کر دیئے تھے، کئی ایک مصلحتیں اور حکمتیں اس کی متقاضی تھیں کہ مشرکین کے فرمائشی معجزات پورے نہ کئے جائیں۔ اور آنحضرت ﷺ کے دل مبارک میں ان کے ظاہر ہونے کا خیال کبھی کبھار پیدا ہو جایا کرتا تھا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے بطور تنبیہ یہ آیت نازل فرمائی۔ یہ آیت بھی اس بات پر شاہد عدل ہے کہ حضرت محمد ﷺ مختار کل نہ تھے ورنہ اللہ تعالیٰ

کی طرف سے بطور وعظ اور محبت کے یہ تنبیہ نازل نہ ہوتی اور آپ ازخود ہی کفار کا یہ مطالبہ پورا کر دیتے۔

﴿۳۶﴾ہدایت کے قبول کرنے والے : وہی لوگ قبول کرتے ہیں (جو حق باتوں کو بقصد طلب حق) سنتے ہیں ان کو حق تعالیٰ ہدایت کی توفیق دے دیتے ہیں اور مردوں کو اللہ تعالیٰ (قبروں سے کامل حیات سے) زندہ کر کے اٹھائے گا۔

مسئلہ سماع موتی کی تشریح

اس مسئلہ کو سمجھنے سے پہلے دو تمہیدیں سمجھنی ضروری ہیں۔

❶ قبر اور برزخ کا معنی تو سورۃ بقرہ کی آیت: ۱۵۴: میں گزر چکا ہے البتہ یہاں روح کی حقیقت اور قبر کی راحت اور عذاب کے بارے میں جو اختلاف ہے اس کو پہلے سمجھنا ضروری ہے۔

روح کی حقیقت : روح کیا چیز ہے؟ اور اس کی حقیقت کیا ہے؟ اس بارے میں بڑا اختلاف رائے ہے کہا جاتا ہے کہ اس اختلاف کی تعداد سو اقوال تک جا پہنچتی ہے سلف نے اس قسم کی باتوں میں بحث کرنے سے سکوت اختیار کیا ہے البتہ مسئلہ سماع موتی کو سمجھانے کی غرض سے جمہور متکلمین کی رائے کو پیش کیا جاتا ہے۔

چنانچہ حضرت مولانا محمد عبد الرشید نعمانی ؒ لکھتے ہیں کہ :جمہور متکلمین کا بیان یہ ہے کہ روح ایک جسم لطیف ہے جو بدن میں اسی طرح گھسی ہوئی ہے جس طرح کہ شاخ سبز میں پانی ہوتا ہے۔ (لغات القرآن: ص ۱۰۴:۱۰۵:ج۔۳)

اور یہی لطیف چیز جو جسم میں پھیلی ہوئی ہوتی ہے اسی سے انسان اور دوسرے جانداروں کو حیات حاصل ہوتی ہے۔

❷ قبر کی راحت اور عذاب کے بارے میں آٹھ اقوال منقول ہیں:

① قبر میں راحت وعذاب اور سوال وجواب وغیرہ کچھ نہیں ہوتا کیونکہ جب میت میں حیات ہی نہیں ہوتی تو پھر یہ راحت وعذاب کیسے ہوسکتا ہے؟ یہ مسلک ملاحدہ، خوارج، کچھ معتزلہ اور بعض مرجیۂ وغیرہ کا ہے جس کے قائلین ضرار بن عمرو اور بشر بن المریسی وغیرہ ہیں۔ ② عذاب قبر اور راحت صرف بدن کو ہوتا ہے روح کا اس سے کوئی تعلق نہیں ہوتا یہ نظریہ محمد بن جریر کرامی، عبد اللہ بن کرام اور ابو الحسن الصالحی جو فرقہ صالحیہ کا سربراہ تھا ان کا ہے، علامہ شمس الدین خیالی ؒ لکھتے ہیں کہ اس نظریہ کے لوگ بالکل ہی احمق ہیں۔ ③ قبر میں عذاب اور راحت صرف روح کو ہوتا ہے کیونکہ بہت سارے جسم ریزہ ریزہ ہوجاتے ہیں اور بعضوں کو پرندے اور مچھلیاں وغیرہ کھا جاتی ہیں یہ مذہب علامہ ابن حزم ظاہری وغیرہ کا ہے اور یہی غلط نظریہ آج کل کے پنج پیری، مماتی، پتھریوں کا ہے اور یہ نظریہ صریح اور صحیح احادیث اور جمہور علماء ملت کے خلاف ہے۔ ④ قبر اور برزخ میں راحت اور عذاب روح اور بدن دونوں کو ہوتا ہے لیکن بدن عنصری اور مادی جسم کو نہیں ہوتا بلکہ بدن مثالی کو ہوتا ہے جو ان کے نزدیک بدن عنصری میں حلول کئے ہوئے ہے (حلول کو ایسے سمجھئے جیسے پانی میں چینی کو ملا دیا جائے چینی پانی میں خلط ملط ہو کر ایسے ہوجاتی ہے گویا کہ اس کا وجود ہی نہیں تھا) یہ مسلک بعض صوفیائے کرام کا ہے یہ مسلک اختیار کرنے کی ان کو یہ مجبوری پیش آئی جو جسم جل کر راکھ ہوجاتا ہے یا جس جسم کو جانور وغیرہ کھا جاتے ہیں ان کا وجود اکٹھا نہیں ہوتا تو انہوں نے قبر اور برزخ کی راحت وعذاب کے لئے بدن مثالی کو ایجاد کیا حالانکہ یہ نظریہ بھی غلط فہمی کی بنا پر وجود میں آیا ہے حقیقت یہ ہے کہ جب انسان اس دنیا سے چلا جاتا ہے اس کا معاملہ عالم آخرت والا ہوجاتا ہے اور عالم آخرت کی باتوں کو دنیا کی باتوں پر قیاس کر کے سمجھا نہیں جاسکتا۔ بعض حضرات حضرت تھانوی ؒ کے متعلق کہتے ہیں کہ وہ صرف جسم مثالی کے قائل تھے حالانکہ یہ نسبت ان کی طرف غلط کی گئی ہے حضرت تھانوی ؒ جسم مثالی کے ساتھ ساتھ بدن عنصری کے ساتھ حیات کے قائل تھے چنانچہ اس کی تفصیل حضرت تھانوی ؒ کی کتاب

انکشف: ص: ۵۵: پر موجود ہے دیکھ لی جائے۔ ⑤ بدن کے اوپر والے دھڑ میں روح ڈالی جاتی ہے اور بدن کا نچلہ حصہ روح سے محروم رہتا ہے مگر اس کے قائلین کا پتہ نہیں۔ ⑥ اگر جسم محفوظ ہو تو عذاب قبر یا آرام جسم اور روح دونوں کو ہوتا ہے جب جسم دنیوی محفوظ ہی نہ رہا تو جسم کے ساتھ روح کا تعلق ہی ختم ہو گیا لہٰذا راحت اور عذاب صرف روح کو ہوتا ہے یہ نظریہ مشہور صوفی امام عبداللہ بن اسعد یمنی الشافعی رحمۃ اللہ علیہ کا ہے۔ ⑦ قبر اور برزخ میں جب منکر نکیر کا سوال ہوتا ہے اس میں روح کو کلیۃً لوٹا دیا جاتا ہے جب سوال وجواب ہو جاتا ہے تو اس وقت روح کو علیین یا سجین میں پہنچا دیا جاتا ہے اور بدن کے ساتھ عام لوگوں کی روح کا تعلق باقی نہیں رہتا۔ البتہ حضرات انبیاء کرام علیہم السلام اس سے مستثنیٰ ہیں یہ نظریہ فتح الباری، عمدۃ القاری اور بعض دیگر کتب میں موجود ہے۔

⑧ قبر اور برزخ میں ثواب وعذاب جسم اور روح دونوں کو ہوتا ہے اور اسی دنیوی جسم کو ایک معمولی سی حیات حاصل ہوتی ہے جس کی وجہ سے وہ منکر نکیر کے سوال کا جواب دیتا ہے راحت وعذاب بھی محسوس کرتا ہے یہی مذہب جمہور اہل سنت والجماعت کا ہے اور یہی مذہب حق اور منصور ہے۔

اب اصل مسئلہ کی حقیقت کو سمجھیں! اس بات میں سب کا اتفاق ہے کہ زندہ انسان قریب سے سنتا ہے دور سے نہیں سنتا اور اس پر بھی سب کا اتفاق ہے کہ پتھر وغیرہ کا بت نہ قریب سے سنتا ہے اور نہ دور سے ان میں وجہ فرق یہی ہے کہ زندہ انسان کے ساتھ روح کا تعلق ہے اور بت کے ساتھ روح کا کوئی تعلق نہیں۔

اختلاف کا منشاء: اب اختلاف یہ ہے کہ قبر والے کو بت کے ساتھ ملایا جائے یا زندہ کے ساتھ، اگر قبر میں روح کا تعلق ثابت ہو جائے تو پھر اس کو زندہ کے ساتھ ملایا جائے، اور اگر روح کا تعلق ثابت نہ ہو تو پھر بت کے ساتھ ملایا جائے گا۔ اس سے معلوم ہوا کہ اس مسئلہ کا شرک کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہے۔ اگر یہ مان لیا جائے کہ قبر والا قریب سے سنتا ہے دور سے نہیں تو زیادہ سے زیادہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ وہ سننے میں زندہ آدمی کا شریک ہے یہ نہیں کہا جا سکتا کہ وہ خدا کا شریک ہے۔

منکرین سماع موتیٰ کا استدلال: ❶ قرآن کریم کی وہ آیات کریمات جن میں "مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ" کے عدم سماع اور غفلت وبے خبری کا ذکر موجود ہے مثلاً "وَالَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ مَا يَمْلِكُوْنَ مِنْ قِطْمِيْرٍ ۝ اِنْ تَدْعُوْهُمْ لَا يَسْمَعُوْا دُعَآءَكُمْ ۚ وَلَوْ سَمِعُوْا مَا اسْتَجَابُوْا لَكُمْ" (سورۃ فاطر آیت ۱۳، ۱۴)

ترجمہ: اور جن کو تم پکارتے ہو اس کے سوا وہ مالک نہیں کھجور کی گٹھلی کے ایک چھلکے کے۔ اگر تم انکو پکارو نہیں سنیں تمہاری پکار اور اگر سنیں پہنچیں نہیں تمہارے کام پر (ترجمہ شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ)

اور مثلاً "وَمَنْ اَضَلُّ مِمَّنْ يَّدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَنْ لَّا يَسْتَجِيْبُ لَهٗۤ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ وَهُمْ عَنْ دُعَآئِهِمْ غٰفِلُوْنَ" (سورۃ احقاف آیت۔ ۵)

ترجمہ: اور اس سے زیادہ گمراہ کون جو پکارے اللہ کے سوا ایسے کو کہ نہ پہنچے اسکی پکار کو دن قیامت تک۔ اور انکو خبر نہیں انکے پکارنے کی۔ (ترجمہ از شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ) وغیرہما من الآیات۔

جواب: علم سے معمولی رابطہ رکھنے والا طالب علم بھی بخوبی سمجھ سکتا ہے کہ اس مضمون کی آیات سے عدم سماع موتیٰ پر استدلال بالکل غلط ہے اور عدم سماع موتیٰ پر ان سے استدلال کرنا بالکل سینہ زوری اور محض کشید ہے۔ چونکہ "مِنْ دُوْنِهٖ" اور "مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ" کے جملے عام ہیں زندوں اور مردوں سب کو شامل ہیں۔ اگر بقول منکرین سماع موتیٰ ان آیات کریمات سے قبور کے پاس سے سماع موتیٰ کی نفی ثابت ہے تو بولنے والے کے آس پاس کے قریب زندوں کے بھی سماع کی نفی کریں کہ آخر وہ بھی "مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ" اور

"مِنۡ دُوۡنِہٖ" میں داخل ہیں پھر اسکی کیا وجہ ہے کہ زندے تو "مِنۡ دُوۡنِ اللّٰہِ" اور "مِنۡ دُوۡنِہٖ" کے افراد ومصداق ہو کر بھی سماع قریب سے متصف ہوں اور مردوں کے حصے میں صرف عدم سماع آئے گا؟

غرض کہ جس طرح "مِنۡ دُوۡنِ اللّٰہِ" اور "مِنۡ دُوۡنِہٖ" کا مصداق مردے ہیں اسی طرح زندے بھی ہیں۔ اگر قریب سے زندے سنتے ہیں تو "عند القبور" موتٰی کا سماع بھی ممکن بلکہ واقع ہے نگاہ ایک ہی پہلو پر نہ ہو دوسرا پہلو بھی پیش نظر رہے مگر۔

ڈرتا ہوں آسمان سے بجلی نہ گر پڑے
صیاد کی نگاہ سوئے آسماں نہیں

غرض یہ کہ اس مضمون کی جملہ آیات عدم سماع موتٰی سے قطعاً غیر متعلق ہیں اور ان سے یہ مسئلہ ثابت نہیں ہوتا۔

❷۔ وہ آیات کریمات جن میں مثلاً "فَاِنَّكَ لَا تُسۡمِعُ الۡمَوۡتٰى" (روم ۵۲:) البتہ تو نہیں سنا سکتا مردوں کو۔ (ترجمہ شیخ الہند)

اور مثلاً "اِنَّ اللّٰهَ يُسۡمِعُ مَنۡ يَّشَآءُ‌ ۚ وَمَاۤ اَنۡتَ بِمُسۡمِعٍ مَّنۡ فِى الۡقُبُوۡرِ" (سورۃ فاطر آیت۔ ۲۲)

ترجمہ: اللہ سناتا ہے جس کو چاہے اور تو نہیں سنانے والا قبر میں پڑے ہوؤں کو (ترجمہ شیخ الہند)

عدم سماع موتٰی کے قائل کہتے ہیں! حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بھی ان آیات سے عدم سماع موتٰی مراد لیا ہے؟

جواب: ❶ جمہور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی اس رائے سے اتفاق نہیں کیا کہ ان آیات سے عدم سماع موتٰی ثابت ہے بلکہ وہ سماع موتٰی کے قائل ہیں یعنی ان کے نزدیک ان آیات سے سماع موتٰی کی نفی ثابت نہیں چنانچہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔ "وقد خالفها الجمهور"۔ (فتح الباری: ص:۱۸۱: ج۔ ۳)

کہ جمہور نے اس میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی مخالفت کی ہے اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث کو قبول کیا ہے کیونکہ دوسروں کی روایات بھی ان کے موافق ہیں۔

جواب: ❷ تلخیص المفتاح، مختصر المعانی اور مطول وغیرہ میں ہے۔ تشبیہ کے چار ارکان ہیں۔ ایک مشبہ، ایک مشبہ بہ، ایک حرف تشبیہ اور ایک وجہ تشبیہ، کبھی حرف تشبیہ مذکور ہوتا ہے جیسے "زید کالاسد" اور کبھی محذوف ہوتا ہے جیسے "زید اسد"۔ شیخ جرجانی رحمہ اللہ اسرار البلاغۃ میں لکھتے ہیں جو اس فن کے امام اور بانی ہیں کہ وجہ تشبیہ مشبہ اور مشبہ بہ میں ایک ہوگا۔ جیسے ہم کہتے ہیں "زیدٌ کالاسد" تو ان دونوں میں وجہ تشبیہ شجاعت ہے۔

اب مسئلہ کی حقیقت کو سمجھنے کی کوشش کریں۔ اللہ تعالیٰ نے زندہ کافروں کو قرآن کریم میں دو چیزوں سے تشبیہ دی ہے۔ اول "صُمٌّۢ بُكۡمٌ عُمۡىٌ" سے دوسری موتٰی سے تو مشبہ زندہ کافر ہیں۔ اور مشبہ بہ "صُمٌّۢ بُكۡمٌ عُمۡىٌ" یا موتٰی ہیں۔

اب عدم سماع موتٰی کے قائلین کہتے ہیں کہ وجہ تشبیہ عدم سماع ہے اور ہم کہتے ہیں کہ وجہ تشبیہ عدم انتفاع ہے۔ کیونکہ اس میں شک نہیں کہ جب حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم آیات الٰہی سناتے تو مسلمان بھی سنتے اور کافر بھی لیکن مسلمان سن کر قبول کر لیتے اور کافر سن کر قبول نہ کرتے اور اگر مان لیا جائے کہ وجہ تشبیہ عدم سماع ہے تو مطلب ہوگا کہ زندہ کافر سنتے ہی نہ تھے، تو پھر ان کو کافر کہنا ہی درست نہیں کیونکہ جب ان تک آیات الٰہی پہنچی ہی نہیں اور نہ ان سے انکار ہوا، اور نہ ہی کفر تو اب انکو کافر کیسے کہا جائے گا؟ تو ان آیات کا مطلب یہ ہے کہ آپ نہیں سنا سکتے جیسا کہ "اِنَّكَ لَا تَهۡدِىۡ الخ" اس کا معنی یہ ہے کہ آپ ہدایت نہیں دے سکتے یہ تو مطلب نہیں کہ وہ ہدایت حاصل ہی نہیں کر سکتے "وَلٰـكِنَّ اللّٰهَ يَهۡدِىۡ مَنۡ يَّشَآءُ" اسی طرح ہے "اِنَّ اللّٰهَ يُسۡمِعُ مَنۡ يَّشَآءُ الخ"

الغرض زندہ کافروں اور مردوں میں وجہ تشبیہ عدم انتفاع اور عدم قبول ہے نہ کہ عدم سماع جیسا کہ بعض سطحی اذہان مغالطہ

کھاتے اور دیتے ہیں۔

تفسیر جلالین میں ہے "اِنَّمَا یَسْتَجِیْبُ" دُعَاءَ كَ اِلَى الْاِیْمَانِ "اَلَّذِیْنَ یَسْمَعُوْنَ" سِمَاعَ تَفَهُّمٍ وَّاعْتِبَارٍ "وَالْمَوْتٰی" اَیِ الْکُفَّارُ، شَبَّهَهُمْ بِهِمْ فِیْ عَدَمِ السِّمَاعِ "یَبْعَثُهُمُ اللّٰهُ" فِی الْاٰخِرَةِ۔ (تفسیر جلالین: ص ۱۱۴) یعنی وہ لوگ تیری دعوت الی الایمان کو قبول کرتے ہیں جو خوب سمجھ اور اعتبار کے ساتھ سنتے ہیں اور مردوں کو اللہ آخرت میں اٹھائے گا۔ کفار کو اللہ تعالیٰ نے مردوں سے تشبیہ اسی سماع کے نہ ہونے میں دی ہے۔

یہاں کفار سے مطلق سماع کی نفی نہیں بلکہ سماع تفہم واعتبار کی نفی ہے اور سماع تفہم واعتبار وہی ہوسکتا ہے جس پر ماننے اور قبول کرنے کا اثر مرتب ہو۔ طالب علم اس نکتہ کو ملحوظ رکھیں کہ جلالین میں وجہ تشبیہ فی عدم سماع (نکرہ) بلکہ عدم السماع معرف باللام ہے اور اس سے وہی سماع مراد ہے جس کو وہ خود پہلے سماع تفہم واعتبار کے الفاظ سے بیان کر چکے ہیں چنانچہ شیخ سلام اللہ صاحب دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فی عدم السماع کی تشریح یوں کرتے ہیں۔ "فِیْ عَدَمِ السِّمَاعِ اَیْ عَدَمَ السِّمَاعِ الَّذِیْ یَتَرَتَّبُ عَلَیْهِ الْاَثَرُ مِنَ الْاِجَابَةِ وَ کُفْرِ هَا"۔ (کمالین ہامش جلالین: ص۔ ۱۱۴)

یعنی انکو ایسا سماع نہیں جس پر ماننے اور نہ ماننے کا اثر مرتب ہو غرض یہ کہ اس آیت سے مطلق سماع کی نفی نہیں ہے، جیسا کہ جناب نیلوی نے سمجھی ہے۔ اس لئے کہ علم عربیت کے لحاظ سے مشبہ اور مشبہ بہ میں وجہ تشبیہ ایک ہوتی ہے جیسا کہ اوپر گزر چکا ہے۔ اور ان لوگوں کے قاعدہ کے مطابق اگر مردے مطلق سماع سے محروم ہیں تو زندہ کافروں کو بھی مطلق سماع سے محروم تصور کریں حالانکہ اس کا کوئی قائل نہیں۔

صاحب جلالین دوسرے مقام پر لکھتے ہیں: اَفَاَنْتَ تُسْمِعُ الصُّمَّ شَبَّهَهُمْ بِهِمْ فِیْ عَدَمِ الْاِنْتِفَاعِ بِمَا یُتْلٰی عَلَیْهِمْ: (جلالین۔ ۱۷۴) کیا تو بہروں کو سنا سکتا ہے اللہ تعالیٰ نے زندہ کافروں کو بہروں کے ساتھ اس بات میں تشبیہ دی ہے کہ جو کچھ ان پر پڑھا جاتا ہے اس سے، وہ انتفاع نہیں کرتے۔ یعنی وجہ تشبیہ ان میں عدم الانتفاع ہے جو وجہ تشبیہ زندہ کافروں اور مردوں میں ہے وہی زندہ کافروں اور بہروں میں ہے۔

دیکھئے یہ کتب بھی: ابن کثیر: ص۔ ۷۴ ۳ج ۳: فتح الباری: ص: ۷۷ ۳ج: ۳: فتاوی ابن تیمیہ: ص: ۲۹۸ ج: ۴: احکام القرآن: ص: ۹ ۳: بیان القرآن: ص: ۹۸: تفسیر حقانی: ص: ۲۶۱: ج: ۵: ص: ۱ ۳ج: ۶: جامع البیان: ص: ۳۴۳: مرقاۃ: ص: ۱۱: ج: ۸: روح البیان بحوالہ ندائے حق و مدارک التنزیل و مختصر الفتاویٰ: ص: ۹: ۱۷: و تہذیب الآثار طبری: ص: ۲۶۱: ج: ۱: مظہری: ص۔ ۱۳۰) ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ تناقض کے لئے آٹھ شرطیں ہیں تیسیر المنطق میں ہے "در تناقض هشت وحدت شرط دان، وحدت موضوع و محمول و مکان الخ" بیشک قرآن مقدم ہے لیکن خدا کے بندو! تناقض بھی تو ہو، قرآن کریم میں آتا ہے "لَاتُسْمِعُ الْمَوْتٰی" اس میں موضوع سنانے والا ہے اور حدیث میں موضوع "المیت" ہے تو تعارض کہاں ہے؟ نیز محمول میں بھی اتحاد نہیں کہ قرآن میں محمول ہے "لاتسمع" متعدی باب ہے۔ اور حدیث میں ہے "یسمع" تو تعارض کیسے رہا لہٰذا قرآن اور حدیث اپنے اپنے مقام پر برحق ہیں اللہ پاک سمجھنے کی توفیق دے۔

منکرین سماع موتیٰ کا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے قول کا سطحی سہارا

کہتے ہیں کہ غزوہ بدر میں جب ستر (۷۰) کافر مارے گئے تو تین دن بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے ارشاد فرمایا: کہ ان پھٹی ہوئی لاشوں کو گڑھے میں پھینک دیا جائے جب ان کو گڑھے میں پھینک دیا گیا رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے گڑھے پر

کھڑے ہو کر ارشاد فرمایا! کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے جو وعدہ مجھ سے فرمایا تھا وہ پورا ہو گیا، اللہ تعالیٰ نے ہمیں کامیابی عطا فرمائی اور تمہارے ساتھ جو عذاب کا وعدہ تھا وہ پورا ہو گیا یا نہیں؟ اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آیت "اِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰى" پڑھی، جس سے یہ تاثر دینے کی کوشش کی گئی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سماع موتی کے قائل نہیں تھے۔

جواب: حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا! "مَا اَنْتُمْ بِاَسْمَعَ لِمَا اَقُوْلُ مِنْهُمْ وَلٰكِنَّهُمْ لَا يَقْدِرُوْنَ اَنْ يُّجِيْبُوْا" (نہیں ہو تم زیادہ سننے والے اس کو جو میں کہتا ہوں ان سے لیکن یہ جواب دینے کی قوت نہیں رکھتے) یہ کلیب بدر والی حدیث حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مسلم: ص:۳۸۷: ج :۲: نسائی: ص: ۲۹۳: ج :۱: ابوداؤد طیالسی: ص:۹: تہذیب الآثار طبری :ص :۲۳۹ :ج :۱ :مسند احمد :ص: ۲۷ :ج:۱ مصنف ابن ابی شیبہ: ص:۳۷۹: ج:۴: پر ہے۔ یہی حدیث حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ سے صحیح بخاری :ص :۵۶۶ :ج: ۲ مسلم :ص: ۳۸۷: ج:۲: مسند احمد: ص:۲۹: ج:۴ پر ہے۔

یہی حدیث حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے طبرانی کبیر ص ۱۹۸ ج ۱۰، پر ہے "قال الهيثمي رجاله رجال صحيح" (مجمع الزوائد: ص:۹۱: ج :۶: باسناد صحیح :فتح الباری: ص:۵۰: ج ۸:) یہ تینوں صحابی بدری ہیں۔

حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ سے بخاری: ص:۱۸۳: ج:۱: ص:۵۶۷: ج:۲: ص:۵۷۴: ج :۲: نسائی: ص: ۲۹۳: ج:۱ پر ہے، حضرت انس رضی اللہ عنہ سے طبرانی کبیر: ص:۱۹۷: ج:۳: مجمع الزوائد: ص:۹۱: ج:۶: پر ہے۔ ان سب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اس حدیث کو ان الفاظ میں روایت کیا ہے۔ "اِنَّهُمْ لَيَسْمَعُوْنَ مَا اَقُوْلُ لَهُمْ" (یہ سنتے ہیں اس کو جو میں کہہ رہا ہوں)

منکرین سماع موتی کا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے قول کا سطحی سہارا

عدم سماع موتی کے قائلین کہتے ہیں کہ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے جب حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے یہی حدیث سنی تو فرمایا ایسا نہیں ہوگا کیونکہ "اِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰى" سے ٹکرا رہا ہے بلکہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے یوں فرمایا ہوگا "انهم يعلمون"۔

(بخاری: ص:۱۸۳: ج ۱)

اس سے بھی یہ تاثر دینا چاہتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سماع موتی کے قائل نہ تھیں۔

جواب: جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے کہ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں جمہور نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی مخالفت کی ہے یہ عبارت فتح الباری: ص:۱۸۱: ج:۳: پر بھی ہے اور بخاری کے حاشیہ: ص:۱۸۳: ج:۱: پر بھی ہے۔ معلوم ہوا کہ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا مماتیوں کی طرح یہ نہیں فرماتی تھیں کہ روح کا جسم سے کوئی تعلق نہیں بلکہ وہ ان کے علم کی قائل ہیں اور علم کا تعلق بھی حیات کے ساتھ ہے نہ کہ موت کے ساتھ، البتہ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی ایک روایت بھی ہے کہ "مَا اَنْتُمْ بِاَفْهَمَ مِنْهُمْ" (تم ان سے زیادہ نہیں سمجھے)۔ (فتح الباری: ص:۳۰۶: ج ۸)

اس سے ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے استدلال کیا ہے کہ گویا سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے پہلی بات سے رجوع فرمالیا ہے یہ بھی ذہن میں ہو کہ یہ واقعہ (بدر) دو ہجری کا ہے اس کے بعد حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ حجرہ مبارک میں دفن ہوئے تو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ اب میں پورے کپڑے وغیرہ سنبھال کر آتی تھی "حَيَاءً مِّنْ عُمَرَ" (حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے حیا کرتے ہوئے)

(مسند احمد: ص:۲۰۲: ج:۶: رجالہ رجال الصحیح مجمع الزوائد: ص:۳۷: ج ۹)

یہ عہد عثمانی کا واقعہ ہے جو بدر کے بہت بعد کا ہے، حضرت مولانا محمد امین اوکاڑوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ مماتی کہتے ہیں کہ یہ حدیث جس کا اوپر ذکر ہو چکا ہے جھوٹی ہے، جھوٹی ہونے کی دلیل یہ ہے کہ اماں جان (رضی اللہ عنہا) ایسی جاہلانہ بات نہیں کرسکتی جو نظر چھ

فٹ مٹی سے پار ہو سکتی ہے وہ دوپٹہ سے بھی پار ہو سکتی ہے۔ حضرت نے اس کا جواب یہ ارشاد فرمایا کہ لوہا کتنا موٹا ہو اس میں سے بجلی گزر جاتی ہے لیکن اگر درمیان میں پتلی سے لکڑی آ جائے تو بجلی اس لکڑی سے آگے نہیں گزرتی کیونکہ لکڑی میں روکنے کی صلاحیت اللہ نے رکھ دی ہے اسی طرح لباس میں نظر کو روکنے کی صلاحیت ہے۔ تفصیل کے لیے دیکھیں تسکین الاذ کیاء فی حیاۃ الانبیاء: ص۔ ۴۶۳۔

اور حضرت اوکاڑوی ؒ بھی اس حدیث پاک کو سمجھانے کے لئے یوں بھی فرماتے تھے کہ ایک چیز بڑی سخت چیز سے پار ہو جاتی ہے مگر نرم سے نہیں جیسے لوہے کے بڑے بڑے ستون ہوں بجلی کا کرنٹ ایک طرف سے دوسری جانب پہنچ جاتا ہے مگر تھوڑا سا ربڑ جو لوہے سے بہت ہی باریک اور نرم ہے اس سے کرنٹ پار نہیں ہوتا، اسی طرح خواب میں انسان دور دراز کے ملکوں کی سیر کرتے ہوئے لوگوں کو کپڑوں میں ملبوس دیکھتا ہے اب کوئی اعتراض نہیں کرتا کہ جو نگاہ اتنی دور تک خواب میں پہنچ چکی ہے وہ وہاں کے لوگوں کے کپڑوں کو کراس کر کے جسموں تک کیوں نہیں پہنچتی؟ (خطبات صفدر: ص ۵۰ ج ۳: بحوالہ الخیر: ص ۲۵ اپریل ۲۰۱۳ء)

نیز حضرت عائشہ ؓ سے اصحاب قبور کے بارے میں بصیغہ خطاب "اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ یَآاَھْلَ الْقُبُوْرِ" والی حدیث مروی ہے۔ (مسلم: ص: ۳۱۳ ج ۱) اس سے بھی حیات وسماع کا آپس میں تلازم ہوا ہے۔

پھر سیدنا معاویہ ؓ کے دور میں ۵۳ھ میں جب سیدہ عائشہ ؓ کے بھائی حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکر ؓ کا وصال ہوا تو سیدہ عائشہ ؓ اپنے بھائی کی قبر پر تشریف لے گئیں اور قبر پر کھڑے ہو کر انکو خطاب کر کے اشعار پڑھے ان واقعات سے جمہور اہل سنت والجماعت یہی کہتے ہیں کہ سیدہ عائشہ ؓ نے اپنے موقف سے رجوع فرما لیا تھا اور اگر کوئی آدمی ضد پر ہی اتر آئے تو بھی یہ ہی کہا جائے گا کہ سیدہ عائشہ ؓ کے ایسے اجتہادات جن میں انکا تفرد ہے اور جمہور صحابہ ؓ نے ان کو قبول نہیں فرمایا ان سے حجت لینا درست نہیں مثلاً سیدنا عائشہ ؓ "لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ" فرمانے سے منع فرماتی تھیں مگر سب صحابہ ؓ نے اس کو روایت کیا اور اب تک سب یہی کہتے ہیں "کہ فرما گئے یہ ہادی لا نبی بعدی"

اسی طرح صحیح مسلم شریف میں ہے سیدہ عائشہ ؓ سے صحابہ کرام ؓ نے مسجد میں نماز جنازہ کے پڑھنے کے مسئلہ میں شدید اختلاف کیا اور ان کی بات نہیں مانی اسی طرح سیدہ عائشہ ؓ ارضاع الکبیر کی قائل تھی دیگر صحابہ ؓ اس بارے میں ان سے مخالفت رکھتے تھے علماء نے بھی یہ لکھا ہے کہ یہ ایک لفظ کا جھگڑا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے یہ لفظ ارشاد فرمائے تھے "اِنَّھُمْ لَیَسْمَعُوْنَ" یا یہ ارشاد فرمائے تھے "اِنَّھُمْ یَعْلَمُوْنَ" اب ظاہر ہے کہ جو صحابہ موقع پر میدان بدر میں موجود تھے اور خود انہوں نے الفاظ مبارک نبی اقدس ﷺ سے سنے انکی روایت ہی کو صحیح مانا جائے گا کیونکہ سیدہ عائشہ ؓ اس وقت وہاں موجود ہی نہ تھیں۔

حضرت عائشہ ؓ نے سماع موتیٰ کے انکار سے رجوع کر لیا تھا اس کے مثبت اور مؤید روایات استاذ محترم امام اہل سنت شیخ الحدیث مولانا محمد سرفراز خان صفدر صاحب نے سماع موتیٰ: ص: ۲۹۴ تا ۳۱۰ تک تحریر فرمائی ہیں۔ دیکھ لیا جائے۔

منکرین سماع موتیٰ کی تاویلات اور ان کے جوابات

اعتراض: یہ کیا گیا ہے کہ بخاری ص ۹۸۱ ج ۲: پر ہے کہ "اِنَّھُمْ یَسْمَعُوْنَ الْاٰنَ" (بے شک وہ سنتے ہیں اب) اس سے معلوم ہوا کہ وہ صرف اسی وقت سن رہے تھے ان کا سماع دائمی نہیں تھا۔

جواب: ترمذی شریف میں ہے آنحضرت ﷺ ارشاد فرماتے ہیں دعویٰ نبوت سے پہلے مجھے ایک پتھر سلام کیا کرتا تھا "انی لاعرفه الاٰن" (بے شک میں پہچانتا ہوں اس کو اب) (ترمذی: ص: ۲۰۳، ج۔ ۲)

اس کا کوئی بھی یہ مطلب نہیں لیتا کہ حضرت پاک ﷺ نے وقتی طور پر پتھر کو پہچانا پھر ہمیشہ کے لئے بھول گئے، اسی طرح

مسند احمد: ص:۱۱۳ ج:۱ پر ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ایک شخص کے بارے میں فرمایا "ان هذا ليعذب الآن" (بے شک اس کو البتہ اب عذاب ہو رہا ہے) تو آج تک کسی نے یہ نہیں کہا کہ قبر میں عذاب دائمی نہیں بلکہ صرف اسی ایک شخص کو اور وہ بھی خاص اسی وقت عذاب ہوگا اور عذاب قبر کا مستقل انکار کر دے تو یہ جہالت ہے۔

قلیب بدر والی حدیث کی تاویل: اس میں تاویل یہ کی گئی ہے کہ بدر کے گڑھے والوں کا سن لینا یہ معجزہ ہے اور خرق عادت ہے۔

تاویل کا جواب: تو اس کا جواب یہ ہے کہ بخاری، مسلم، نسائی، ابن ابی شیبہ وغیرہ کتابوں میں باقاعدہ معجزات کا باب موجود ہے لیکن یہ حضرات اس حدیث کو "باب المعجزات" میں بالکل نہیں لائے یا تو "مغازی" میں لائے ہیں اور یا "کتاب الجنائز" میں البتہ صاحب مشکوٰۃ اس کو "باب المعجزات" میں لائے ہیں اس لئے نہیں کہ یہ سننا معجزہ ہے بلکہ اس لئے کہ صاحب مشکوٰۃ نے جو حدیث نقل کی ہے اس میں ایک زائد بات ہے کہ آنحضرت ﷺ نے غزوہ بدر سے پہلے ایک دن یہ پیشین گوئی فرمائی تھی کہ یہاں کل ابو جہل مرے گا یہاں عتبہ کی لاش ہوگی یہاں شیبہ کی لاش ہوگی اور اس پیشین گوئی کی وجہ سے اس کو "باب المعجزات" میں لائے ہیں۔

علامہ نووی رحمہ اللہ نے شرح مسلم میں: ص:۹۷ ج:۲ اور ملا علی قاری رحمہ اللہ نے: ص:۱۱ ج:۸ مرقاۃ پر اس کی پرزور تردید فرمائی ہے کہ یہ خرق عادت ہے ایسا نہیں اس پر سب سے بڑا اعتراض یہ ہوتا ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم یہ کہتے تھے کہ گڑھے والوں نے بطور خرق عادت سن لیا اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا خرق عادت کا بھی انکار کرتی تھیں اور خرق عادت سماع کو بھی قرآن کے خلاف سمجھتی تھیں۔

ان کو خرق عادت بنانے کے لئے قتادہ معتزلی کا قول پیش کیا جاتا ہے معتزلہ چونکہ عذاب و ثواب قبر کے قائل ہی نہیں اس لئے اس کا قول ہم پر حجت نہیں ہو سکتا اس کو بخاری نے "کتاب الجنائز" میں نقل بھی نہیں فرمایا۔ لیکن صاحب جواہر القرآن نے یہاں یہ زیادتی کی کہ قتادہ کی جگہ ابو قتادہ صحابی کا نام لکھ دیا عربی میں اور اردو ترجمہ میں بھی۔ دل چاہتا ہے تو کسی بدعتی کو صحابی بنا لیتے ہیں اور وسیلہ کی بحث میں حضرت بلال رضی اللہ عنہ بن حارث مزنی جلیل القدر صحابی کی صحابیت کا انکار کر دیا ہے حضرت ملا علی قاری فرماتے ہیں کہ اس کو خرق عادت پر محمول کرنا نص کے خلاف ہے کیونکہ "إِنَّهُ يَسْمَعُ قَرْعَ نِعَالِهِمْ" (بے شک وہ مردہ سنتا ہے ان کے جوتوں کی آواز) (بخاری: ص:۱۷۸ ج:۱، مسلم: ص:۳۸۶ ج:۲، ابن حبان: ص۔ ۱۹۸)

اس تخصیص کا رد کرتی ہے یہ حدیث حضرت انس رضی اللہ عنہ سے بخاری: ص:۱۷۸ ج:۱، ۱۸۳ ج:۱، مسلم: ۳۸۶ ج:۲، نسائی: ص: ۲۸۸ ج:۱، ابوداؤد: ص:۲۰۶، مسند احمد: ص:۱۳۶ ج:۳ پر ہے۔

مولوی محمد حسین صاحب نیلوی: نے اس متفق علیہ حدیث کو ضعیف قرار دیا ہے اور کہا ہے کہ اس کی سند میں عبد اللہ بن عبد الاعلیٰ اور سعید بن عروبہ ہے لیکن یاد رہے کہ نسائی اور مسند احمد اور مسلم کی سندوں میں ان دونوں میں سے کوئی راوی نہیں۔ حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث ابوداؤد: ص:۳۰۶ ج:۲، مسند احمد: ص:۲۹۵ ج:۴ پر ہے۔

یہی حدیث حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً مسند احمد: ص:۳۵۷ اور موقوفاً ابن ابی شیبہ: ص:۳۸۳ ج:۳ پر ہے۔

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ حدیث مرفوعاً مجمع الزوائد: ص:۵۴ ج:۳ پر ہے، علامہ ہیثمی فرماتے ہیں کہ "رجاله ثقات" اور موقوفاً تفسیر ابن کثیر: ص:۴۷ ج:۴ پر ہے۔ یہی حدیث حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے تہذیب الآثار طبری: ص:۲۵۴ پر ہے۔

تاویل از صاحب جواہر القرآن: اس کی تاویل جواہر القرآن والے نے یہ کی ہے کہ یہ سماع ابتدائے دفن کے ساتھ مختص ہے تاکہ اس حدیث میں اور قرآن کی آیتوں میں مطابقت پیدا ہو جائے جو عدم سماع پر دلالت کرتی ہے حالانکہ ملا علی قاری اس کی پہلے

ہی تردید فرما گئے ہیں کہ اس کو ابتدائے دفن کے ساتھ مختص کرنا ان نصوص کے خلاف ہے جس میں بصیغہ خطاب اہل قبور کو سلام کا حکم ہے اور یہ سلام کسی کے نزدیک بھی ابتدائے دفن کے ساتھ مختص نہیں ہے۔

آج کل بعض اس کی یہ بھی تاویل کرتے ہیں "اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ يَآاَهْلَ الْقُبُوْرِ" میں خطاب مقصود نہیں محض ان کے لئے دعا کرنا مقصود ہے۔ یہ تاویل نہیں بلکہ تحریف ہے کیونکہ دعا تو ہر جگہ سے ہوسکتی ہے لیکن یہ خطاب کا صیغہ پوری امت صرف قبر پر جا کر پڑھتی ہے پوری امت کے اجماع کے خلاف یہ تاویل کیوں کر گوارہ ہوسکتی ہے؟

نوٹ: جواہر القرآن کی یہ عبارت کہ مردہ کا جوتیوں کی آواز سننا ابتدائے دفن کے ساتھ خاص ہے آج کل کے مماتی اس بات کو کفر قرار دے رہے ہیں کیونکہ اس کی بنیاد یہ ہے کہ قبر میں سوال وجواب کے وقت روح لوٹا دی جاتی ہے لیکن آج کل کے مماتی یہ کہتے ہیں کہ موت کے وقت جو روح نکلی وہ قیامت سے پہلے بالکل لوٹائی نہیں جائے گی جو قیامت سے پہلے روح لوٹنے کا قائل ہو وہ کافر ہے۔

زندہ کافروں سے سماع نافع کی نفی ہے

اس پر سر دست دس آیات پیش خدمت ہیں ❶ "وَمَثَلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا كَمَثَلِ الَّذِيْ يَنْعِقُ بِمَا لَا يَسْمَعُ اِلَّا دُعَآءً وَّنِدَآءً صُمٌّۢ بُكْمٌ عُمْيٌ لَا يَعْقِلُوْنَ"۔ (سورۃ البقرہ آیت۔۱۷۱)

ترجمہ: اور مثال ان کافروں کی ایسی ہے جیسے پکارے کوئی شخص ایسی چیز کو جو کچھ نہ سنے سوائے پکارنے اور چلانے کے بہرے گونگے اندھے ہیں سو وہ کچھ نہیں سمجھے۔ ❷ "وَنَطْبَعُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ فَهُمْ لَا يَسْمَعُوْنَ"۔ (سورۃ اعراف آیت۔۱۰۰)

ترجمہ: اور ہم مہر کردیں ان کے دلوں پر پس وہ لوگ سنتے نہیں۔ ❸ "وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ قَالُوْا سَمِعْنَا وَهُمْ لَا يَسْمَعُوْنَ"۔ (سورۃ انفال آیت ۲۱): **ترجمہ:** اور ان جیسے مت ہو جنہوں نے کہا ہم نے سن لیا اور وہ سنتے نہیں۔ (شیخ الہند)

یہاں صاف طور پر فرمایا وہ کہہ رہے ہیں ہم نے سنا لیکن اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں انہوں نے نہیں سنا مراد یہی ہے کہ انہوں نے سن کر فائدہ نہیں اٹھایا۔ ❹ الَّذِيْنَ كَانَتْ اَعْيُنُهُمْ فِيْ غِطَآءٍ عَنْ ذِكْرِيْ وَكَانُوْا لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ سَمْعًا۔ (سورۃ کہف آیت۔۱۰۱) **ترجمہ:** وہ کہ جن کی آنکھوں میں پردے تھے میری یاد سے اور وہ نہیں سن سکتے تھے (ہماری آیات)

❺ "وَمَآ اَنْتَ بِهٰدِي الْعُمْيِ عَنْ ضَلٰلَتِهِمْ اِنْ تُسْمِعُ اِلَّا مَنْ يُّؤْمِنُ بِاٰيٰتِنَا فَهُمْ مُّسْلِمُوْنَ"۔ (نمل۔۸۱)

ترجمہ: اور نہ تو راہ سجھائے اندھوں کو ان کے بھٹکنے سے تو تو سنائے اسی کو جو یقین لائے ہماری باتوں پر سو وہ مسلمان ہوتے ہیں۔ (آیت ۵۲) ❻ فَاِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰى وَلَا تُسْمِعُ الصُّمَّ الدُّعَآءَ اِذَا وَلَّوْا مُدْبِرِيْنَ"۔ (سورہ روم آیت ۵۲)

ترجمہ: سو تو نہیں سنا سکتا مردوں کو اور نہیں سنا سکتا بہروں کو پکارنا جب کہ پھریں پیٹھ دے کر۔

❼ وَالَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ مَا يَمْلِكُوْنَ مِنْ قِطْمِيْرٍ"۔ (سورۃ فاطر آیت ۱۳): **ترجمہ:** اور جن کو تم پکارتے ہو اس کے سوائے وہ مالک نہیں کھجور کی گٹھلی کے ایک چھلکے کے۔ ❽ اِنْ تَدْعُوْهُمْ لَا يَسْمَعُوْا دُعَآءَكُمْ وَلَوْ سَمِعُوْا مَا اسْتَجَابُوْا لَكُمْ وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَكْفُرُوْنَ بِشِرْكِكُمْ وَلَا يُنَبِّئُكَ مِثْلُ خَبِيْرٍ"۔ (فاطر آیت۔۱۴)

ترجمہ: اگر تم ان کو پکارو سنیں نہیں تمہاری پکار اور اگر سنیں پہنچیں نہیں تمہارے کام پر اور قیامت کے دن منکر ہوئے تمہارے شریک ٹھہرانے سے اور نہ کوئی بتلائے گا تجھ کو جیسا بتلائے گا خبر رکھنے والا۔

نوٹ: اس آیت میں اکثر مفسرین نے یہاں بت بھی مراد لئے ہیں۔ (تفسیر حقانی، ص:۱۲۸، ج:۶، مواہب الرحمٰن، ص:۳۲۰، ج:۲۲، تفسیر حسینی، جلالین، ص:۳۶۵، ابن کثیر، فتح القدیر شوکانی، ص:۳۴۳، ج:۴، مظہری، ص:۵۰، ج:۸، بیضاوی، ص:۲۷۰، ج:۲، خازن، ص:

۳۰۰ج :۴مدارک: ص۰۰ ۴ج:۴ ترجمان القرآن: صدیق حسن: ص:۱۱۲ ج ۱۲)

نوٹ: صاحب جواہر القرآن نے روح المعانی اور قرطبی کی جو عبارت یہاں نقل کی ہے وہ نہایت ناقص ہے تاہم اس میں بھی بت مراد لئے ہیں البتہ ملائکہ اور جنات اور انبیاء کو بھی ملانے کی کوشش کی ہے اور عنوان غائبانہ پکار رکھا ہے جواہر القرآن :ص: ۹۷۲ : بلغۃ الحیران میں بھی: ص:۱۵۱ پر غائبانہ پکار کا ذکر ہے۔ کسی مسلمان مفسر نے آج تک اس آیت کی تفسیر یہ نہیں کی کہ اس آیت سے حضرات انبیاء ﷺ کا سماع عند القبور مراد ہے بلکہ کسی مفسر نے عام اہل القبور کے عدم سماع پر بھی اس سے دلیل نہیں لی اگر کوئی ہے تو پیش کی جائے؟

نوٹ: حضرت مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ عربی احکام القرآن میں اس آیت پر فرماتے ہیں کہ یہ آیت تینوں کے بارے میں ہے کیونکہ ان کے ساتھ روح کا کوئی تعلق نہیں اور اگر اس میں جن اور فرشتے اور دیگر لوگ بھی شامل کئے جائیں تو پھر اس میں دور سے پکارنا مراد ہے کیونکہ زندہ انسان اور فرشتے بالاتفاق قریب سے سنتے ہیں اور دور سے نہیں سنتے فرماتے ہیں اگر بالفرض اس سے اہل القبور ہی مراد لئے جائیں تو پھر بھی عام عدم سماع پر اس سے دلیل نہیں لی جاسکتی یہاں صرف یہ ہے "يَكْفُرُونَ بِشِرْكِكُمْ"

یہ حضرات ساری عمر شرک کی تردید کرتے رہے اگر ان کی قبروں پر شرک ہو تو ان کو اس سے کتنی تکلیف ہوگی اب ظاہر ہے کہ گناہ ان شرک کرنے والوں کا ہے نہ کہ انکا تو ان کے گناہوں کا دکھ ان کو کیوں دیا جائے اس لئے ان کو محفوظ کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ ان کے شرکیہ کاموں اور باتوں اور ان کے درمیان پردہ کر دیتے ہیں تاکہ نہ ان کو شرک کا علم ہو اور نہ ہی وہ پریشان ہوں اور یہ اللہ تعالیٰ کی قدرت اور رحمت کے عین مطابق ہے اس لیے یہاں شرکیہ باتوں کی نفی کی گئی ہے یہ کہیں نہیں کہ وہ کہیں گے کہ تم نے کب ہمیں سلام کیا تھا اور تم نے کب ہماری قبر پر قرآن پڑھا تھا وغیرہ۔

⑨ "وَمَآ اَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَّنْ فِي الْقُبُوْرِ اِنْ اَنْتَ اِلَّا نَذِيْرٌ" (سورۃ فاطر آیت۔ ۲۲) صاحب جواہر القرآن بھی: ص: ۹۷۳: پر یہی فرماتے ہیں کہ اس آیت میں زندوں سے مراد مؤمن اور مردوں سے مراد کافر ہیں اور مفسرین یہی لکھتے ہیں کہ یہاں سماع نافع کی نفی ہے۔ (تفسیر حقانی: ابن کثیر: ص:۵۵۲: ج:۳ قرطبی: ص:۳۴۵ ج:۱۴: طبری: کتاب الروح ابن قیم رحمہ اللہ ص:۵۷ : جلالین :۳۶۵ : والدر المنثور: ص:۲۴۹: ج:۵: مظہری: ص:۵۵۲: ج۔۸)

اِنْ اَنْتَ اِلَّا نَذِيْرٌ : آخر میں فرمایا کہ آپ تو محض ڈرانے والے ہیں کافر ڈرنے والا کچھ کر کے ڈرے گا یا کچھ سن کر آنحضرت ﷺ نے بھی "انا النذیر العریان" قبرستان میں جا کر نہیں فرمایا تھا اور نہ ہی آپ قبر والوں کو سنانے آئے تھے۔

⑩ كِتٰبٌ فُصِّلَتْ اٰيٰتُهٗ قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا لِّقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا فَاَعْرَضَ اَكْثَرُهُمْ فَهُمْ لَا يَسْمَعُوْنَ"۔

(حم سجدہ۔ ۳،۴)

ترجمہ: ایک کتاب ہے کہ جدا جدا کی ہیں اس کی آیتیں قرآن عربی زبان کا ایک سمجھ والے لوگوں کو خوشخبری سنانے والا ہے اور ڈرانے والا ہے، پر دھیان میں نہ لائے وہ بہت لوگ سو وہ نہیں سنتے۔ (از شیخ الہند رحمہ اللہ)

﴿۳۷﴾ **کفار کے فرمائشی معجزہ کا مطالبہ۔ قُلْ.... الخ جواب مطالبہ :** آپ فرما دیجئے کہ اللہ تعالیٰ کو بیشک پوری قدرت ہے اس پر کہ وہ ایسا ہی معجزہ نازل فرمادے مگر ان میں اکثر انجام سے بے خبر ہیں انجام یہ ہے کہ اگر ایمان نہ لائے تو سب ہلاک کر دیئے جائیں گے۔

معجزات

معجزہ کی تعریف: معجزہ اس خارق عادت اور لوگوں کو عاجز کر دینے والے کام کو کہتے ہیں جو اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے کسی نبی کے ہاتھوں ظاہر ہو۔ "المعجزة من العجز الذی هو ضد القدرة و فی التحقیق المعجز فاعل العجز فی غیره وهو الله سبحانه"۔ (مرقاۃ بھامش مشکوۃ: ج:۲:ص۔۵۳۰)

ترجمہ: معجزہ عجز سے ہے جو کہ قدرت کی ضد ہے اور حقیقت میں معجز عاجز کرنے والا ہے غیر کو اور وہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ ہیں۔

معجزات کا مقصد: معجزہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے نبی کی نبوت کے برحق ہونے کی ایک آسمانی دلیل ہوتی ہے۔ نبی کی نبوت کی اصل دلیل نبی کی ذات وصفات اور اس کی تعلیمات ہوتی ہیں انہی کو دیکھ کر سلیم الفطرت اور فہیم وذکی لوگ ایمان لے آتے ہیں عام لوگ جو ظاہری اور حسی نشانیوں سے متاثر ہوتے ہیں ان کے لیے اللہ تبارک وتعالیٰ معجزات کا انتظام فرماتے ہیں اور جن کے مقدر میں سوائے محرومی کے اور کچھ نہیں ہوتا وہ معجزات دیکھ کر بھی ایمان نہیں لاتے۔

معجزہ صرف پیغمبر کے لیے: اللہ تبارک وتعالیٰ نے لوگوں کو مغالطے سے بچانے کے لیے کسی جھوٹے مدعی کو کوئی معجزہ دیا، اور نہ ہی اس کی کوئی پیشن گوئی پوری ہونے دی یہی وجہ ہے کہ مرزا قادیانی کی کوئی پیش گوئی سچی ثابت نہیں ہوئی بلکہ اس کے خلاف واقع ہوا۔ دجال کے ہاتھوں پر اللہ تعالیٰ کئی خرق عادت کام ظاہر فرمائیں گے جیسا کہ دجال کے بیان میں لیکن وہ نبوت کا دعویٰ نہیں کرے گا بلکہ خدائی کا دعویٰ کرے گا اور کانے شخص کے خدائی کے دعویٰ کی حقیقت ہر انسان جانتا ہے۔

چنانچہ حدیث پاک میں ہے کہ: حضرت نواس بن سمعان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دن رسول اللہ ﷺ نے دجال کا ذکر فرمایا کہ دجال جوان ہوگا، اس کے بال گھونگریالے ہوں گے۔ دجال اس راستے سے نمودار ہوگا جو شام اور عراق کے درمیان واقع ہے اور دائیں بائیں فساد پھیلائے گا، اسے اللہ کے بندو! تم (اپنے دین پر) ثابت قدم رہنا۔ (راوی فرماتے ہیں) ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ وہ کتنے دن زمین پر رہے گا؟ آپ ﷺ نے فرمایا چالیس دن، اور ایک دن تو ایک سال کے برابر ہوگا اور ایک دن ایک مہینہ کے برابر اور ایک دن ایک ہفتہ کے برابر ہوگا لوگ اس پر ایمان لے آئیں گے، اور باقی دن تمہارے دنوں کے مطابق ہوں گے۔ وہ ایک قوم کے پاس پہنچے گا اور اس کو اپنی دعوت دے گا لوگ اس پر ایمان لے آئیں گے، پھر وہ بادل کو بارش برسانے کا حکم دے گا تو بادل بارش برسائے گا اور زمین کو سبزہ اگانے کا حکم دے گا تو زمین سبزہ اگائے گی، پھر جب شام کو اس قوم کے مویشی آئیں گے جو چرنے کے لیے صبح کے وقت جنگل وبیابان میں گئے تھے تو ان کے کوہان بڑے بڑے ہو جائیں گے اور ان کے تھن (دودھ کی زیادتی کی وجہ سے) بڑھ جائیں گے اور ان کی کوکھیں (خوب کھانے پینے کی وجہ سے) تن جائیں گی پھر اس کے بعد دجال ایک اور قوم کے پاس پہنچے گا اور ان کو اپنی دعوت دے گا لیکن اس قوم کے لوگ اس کی دعوت کو رد کر دیں گے اور وہ ان کے پاس سے چلا جائے گا پھر اس قوم کے لوگ قحط وخشک سالی اور تباہ حالی کا شکار ہو جائیں گے یہاں تک کہ وہ مال واسباب سے بالکل خالی ہاتھ ہو جائیں گے، اس کے بعد ایک ویرانہ پر سے گزرے گا اور اس کو حکم دے گا کہ وہ اپنے خزانوں کو نکال دے چنانچہ وہ خزانے اس طرح اس کے پیچھے پیچھے ہو لیں گے جس طرح شہد کی مکھیوں کے سردار ہوتے ہیں، پھر دجال ایک شخص کو جو کہ جوانی سے بھرپور ہوگا اپنی طرف بلائے گا اس پر تلوار کا ایسا ہاتھ مارے گا کہ اس کے دو ٹکڑے ہو جائیں گے جیسے کہ تیر نشانے پر پھینکا جاتا ہے، اس کے بعد دجال اس نوجوان کو بلائے گا چنانچہ وہ زندہ ہو کر دجال کی طرف متوجہ ہوگا اور اس وقت اس کا چہرہ نہایت ہی بشاش، روشن اور کھلا ہوا ہوگا۔

معجزات پر ایمان لانے کا حکم :انبیاء کرام علیہم السلام کے جو معجزات دلائل قطعیہ سے ثابت ہیں ان پر ایمان لانا فرض ہے، ایسے قطعی معجزات میں سے صرف ایک کے انکار سے بھی انسان دائرہ اسلام سے خارج ہو جاتا ہے، مثلاً کشتی نوح علیہ السلام کا معجزہ، صالح علیہ السلام کی اونٹنی کا معجزہ، ابراہیم علیہ السلام کے لیے آگ کو گلزار بنانے کا معجزہ، داؤد علیہ السلام کے لیے لوہے کو موم کی طرح نرم کرنے کا معجزہ، سلیمان علیہ السلام کو چرند پرند کی بولیاں سمجھنے کا معجزہ، انسانوں اور جنوں کو ان کے تابع کرنے کا معجزہ، مہینوں کا سفر گھنٹوں میں طے کرنے کا معجزہ، موسیٰ علیہ السلام کے لیے عصا اور ید بیضاء کا معجزہ، عیسیٰ علیہ السلام کو بغیر باپ پیدا کرنے کا معجزہ، پیدائش کے فوراً بعد کلام کرنے کا معجزہ، مٹی کے پرندے بنا کر انہیں زندہ کر کے اڑانے کا معجزہ، اندھے اور کوڑھی کو اچھا کرنے اور مردوں کو زندہ کرنے کا معجزہ، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے قرآن کریم کا معجزہ چودہ سو برس گزرنے کے بعد بھی کوئی اس کی نظیر پیش نہیں کر سکا۔ واقعہ اسراء کا معجزہ، آپ ﷺ کے مبارک ہاتھوں سے پھینکی جانے والی مٹی کو کافروں کی آنکھوں میں ڈال دینے کا معجزہ وغیرہ۔ انبیاء کرام علیہم السلام کے وہ برحق معجزات جو قطعی دلائل سے ثابت نہیں، ان کا انکار ضلالت و گمراہی ہے۔ ذیل کی آیات میں حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کے معجزات ملاحظہ فرمائیں۔

حضرت نوح علیہ السلام :چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے :"وَاصْنَعِ الْفُلْكَ بِأَعْيُنِنَا وَوَحْيِنَا وَلَا تُخَاطِبْنِي فِي الَّذِينَ ظَلَمُوا إِنَّهُمْ مُّغْرَقُونَ"۔ (هود :۳۷) ترجمہ :اور ہماری نگرانی اور ہماری وحی کی مدد سے کشتی بناؤ اور جو لوگ ظالم بن چکے ہیں ان کے بارے میں مجھ سے کوئی بات نہ کرنا، یہ اب غرق ہو کر رہیں گے۔

حضرت صالح علیہ السلام :"وَيٰقَوْمِ هٰذِهٖ نَاقَةُ اللّٰهِ لَكُمْ اٰيَةً فَذَرُوْهَا تَاْكُلْ فِيْۤ اَرْضِ اللّٰهِ وَلَا تَمَسُّوْهَا بِسُوْٓءٍ فَيَاْخُذَكُمْ عَذَابٌ قَرِيْبٌ"۔ (هود:۶۴) ترجمہ :اور اے میری قوم! یہ اللہ کی اونٹنی تمہارے لیے ایک نشانی بن کر آئی ہے، لہٰذا اس کو آزاد چھوڑ دو کہ یہ اللہ کی زمین میں کھاتی پھرے اور اس کو برے ارادے سے چھونا بھی نہیں کہیں ایسا نہ ہو کہ عنقریب آنے والا عذاب تمہیں آ پکڑے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام :"قُلْنَا يٰنَارُ كُوْنِيْ بَرْدًا وَّسَلٰمًا عَلٰۤى اِبْرٰهِيْمَ"۔ (الانبیاء :۶۹) ترجمہ :ہم نے کہا کہ اے آگ ٹھنڈی اور سلامتی والی ہو جا ابراہیم پر۔

حضرت داؤد علیہ السلام :"وَلَقَدْ اٰتَيْنَا دَاوٗدَ مِنَّا فَضْلًا ؕ يٰجِبَالُ اَوِّبِيْ مَعَهٗ وَالطَّيْرَ ۚ وَاَلَنَّا لَهُ الْحَدِيْدَ" (سباء :۱۰) ترجمہ :اور ہم نے داؤد کو اپنے پاس سے خاص فضل عطا کیا تھا، اے پہاڑو! تم بھی تسبیح میں ان کے ساتھ ہم آواز بن جاؤ اور اے پرندو! تم بھی اور ہم نے ان کے لیے لوہے کو نرم کر دیا تھا۔

حضرت سلیمان علیہ السلام :(۱) "عُلِّمْنَا مَنْطِقَ الطَّيْرِ"۔ (النمل :۱۶) ترجمہ :ہمیں پرندوں کی بولی سکھائی گئی ہے۔

(۲) "وَحُشِرَ لِسُلَيْمٰنَ جُنُوْدُهٗ مِنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ وَالطَّيْرِ فَهُمْ يُوْزَعُوْنَ"۔ (النمل :۱۷)

ترجمہ :اور سلیمان کے لیے ان کے سارے لشکر جمع کر دیئے گئے تھے جو جنات، انسانوں اور پرندوں پر مشتمل تھے چنانچہ انہیں قابو میں رکھا جاتا تھا۔ (۳) "وَاَسَلْنَا لَهٗ عَيْنَ الْقِطْرِ ؕ وَمِنَ الْجِنِّ مَنْ يَّعْمَلُ بَيْنَ يَدَيْهِ بِاِذْنِ رَبِّهٖ"۔ (سبا :۱۲)

ترجمہ :اور ہم نے ان کے لیے تانبے کا چشمہ بہا دیا تھا اور جنات میں سے کچھ وہ تھے جو اپنے رب کے حکم سے ان کے آگے کام کرتے تھے۔ (۴) "فَسَخَّرْنَا لَهُ الرِّيْحَ"۔ (ص :۳۶) ترجمہ :ہم نے ان کے لیے ہوا کو مسخر کر دیا تھا۔

(۵) "وَلِسُلَيْمٰنَ الرِّيْحَ غُدُوُّهَا شَهْرٌ وَّرَوَاحُهَا شَهْرٌ" (سبا :۱۲) ترجمہ :اور سلیمان کے لیے ہم نے ہوا کو تابع

بنادیا تھا، اس کا صبح کا سفر بھی ایک مہینے کی مسافت کا ہوتا تھا اور شام کا سفر بھی ایک مہینے کی مسافت کا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام: (۱) "وَاَنْ اَلْقِ عَصَاكَ فَلَمَّا رَاٰهَا تَهْتَزُّ كَاَنَّهَا جَآنٌّ وَّلّٰى مُدْبِرًا وَّلَمْ يُعَقِّبْ (القصص :۳۱) ترجمہ: اور یہ کہ اپنی لاٹھی نیچے ڈال دو، پھر ہوا یہ کہ جب انہوں نے اس لاٹھی کو دیکھا کہ وہ اس طرح حرکت کر رہی ہے جیسے سانپ ہو تو وہ پیٹھ پھیر کر بھاگے، اور مڑ کر بھی نہ دیکھا۔ (۲) "وَاضْمُمْ يَدَكَ اِلٰى جَنَاحِكَ تَخْرُجْ بَيْضَآءَ مِنْ غَيْرِ سُوْٓءٍ اٰيَةً اُخْرٰى (طٰہٰ :۲۲) ترجمہ: اور اپنے ہاتھ کو اپنی بغل میں دباؤ، وہ کسی بیماری کے بغیر سفید ہو کر نکلے گا، یہ (تمہاری نبوت کی) ایک اور نشانی ہے۔

حضرت مریم علیہا السلام: "قَالَتْ اَنّٰى يَكُوْنُ لِيْ غُلٰمٌ وَّلَمْ يَمْسَسْنِيْ بَشَرٌ وَّلَمْ اَكُ بَغِيًّا (۲۰) قَالَ كَذٰلِكِ ۚ قَالَ رَبُّكِ هُوَ عَلَيَّ هَيِّنٌ (مریم :۲۰۔۲۱) ترجمہ: مریم نے کہا میرے لڑکا کیسے ہو جائے گا جب کہ مجھے کسی بشر نے چھوا تک نہیں ہے، اور نہ ہی میں کوئی بدکار عورت ہوں، فرشتے نے کہا ایسے ہی ہو جائے گا، تمہارے رب نے فرمایا ہے کہ یہ میرے لیے ایک معمولی سی بات ہے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام: "وَاِذْ تَخْلُقُ مِنَ الطِّيْنِ كَهَيْـَٔةِ الطَّيْرِ بِاِذْنِيْ فَتَنْفُخُ فِيْهَا فَتَكُوْنُ طَيْرًا بِاِذْنِيْ وَتُبْرِئُ الْاَكْمَهَ وَالْاَبْرَصَ بِاِذْنِيْ ۚ وَاِذْ تُخْرِجُ الْمَوْتٰى بِاِذْنِيْ"۔ (المائدۃ :۱۱۰) ترجمہ: اور جب تم میرے حکم سے گارا لے کر اس سے پرندے کی جیسی شکل بناتے تھے، پھر اس میں پھونک مارتے تھے تو وہ میرے حکم سے پرندہ بن جاتا تھا، اور تم مادرزاد اندھے اور کوڑھی کو میرے حکم سے اچھا کر دیتے تھے اور جب تم میرے حکم سے مردوں کو زندہ نکال کر کھڑا کرتے تھے۔

معجزہ خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم: (۱) وَاِنْ كُنْتُمْ فِيْ رَيْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلٰى عَبْدِنَا فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ ۠ وَادْعُوْا شُهَدَآءَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ (۲۳) فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا وَلَنْ تَفْعَلُوْا فَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِيْ وَقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ ۚۖ اُعِدَّتْ لِلْكٰفِرِيْنَ (البقرۃ :۲۳۔۲۴) ترجمہ: اور اگر تم اس (قرآن) کے بارے میں ذرا بھی شک میں ہو جو ہم نے اپنے بندے پر اتارا ہے تو اس جیسی کوئی ایک سورت ہی بنا لاؤ، اور اگر سچے ہو تو اللہ کے سوا اپنے تمام مددگاروں کو بلا لو، پھر بھی اگر تم یہ کام نہ کر سکو اور یقیناً کبھی نہیں کر سکو گے تو ڈرو اس آگ سے جس کا ایندھن انسان اور پتھر ہوں گے وہ کافروں کے لیے تیار کی گئی ہے۔

(۲) سُبْحٰنَ الَّذِيْٓ اَسْرٰى بِعَبْدِهٖ لَيْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَى الْمَسْجِدِ الْاَقْصَا (الإسراء :۱)

ترجمہ: پاک ہے وہ ذات جو اپنے بندے کو راتوں رات مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک لے گئی۔

(۳) وَمَا رَمَيْتَ اِذْ رَمَيْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى (الانفال :۱۷) ترجمہ: اور جب تم نے ان پر مٹی پھینکی تھی تو وہ تم نے نہیں پھینکی تھی بلکہ وہ اللہ نے پھینکی تھی۔

معجزہ وہبی ہے کسبی نہیں: معجزہ کسی نبی اور رسول کے اپنے اختیار میں نہیں ہوتا کہ جب چاہے اسے ظاہر کر دیں، بلکہ اللہ تبارک وتعالیٰ کے اختیار میں ہوتا ہے، جب اللہ تعالیٰ چاہتے ہیں اور جو معجزہ چاہتے ہیں نبی کے ہاتھوں ظاہر فرما دیتے ہیں۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے بعض مرتبہ کفار کے مطالبے کے عین مطابق نبی کے ہاتھ پر معجزہ ظاہر فرمایا اور کافروں کی طرف سے جو مطالبہ ضد، ہٹ دھرمی اور کٹ حجتی کی بناء پر کیا گیا، اسے پورا نہیں فرمایا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: "وَيٰقَوْمِ هٰذِهٖ نَاقَةُ اللّٰهِ لَكُمْ اٰيَةً فَذَرُوْهَا (ھود :۶۴) ترجمہ: اور اے میری قوم یہ اللہ کی اونٹنی تمہارے لیے ایک نشانی بن کر آئی ہے، لہٰذا اس کو آزاد چھوڑ دو۔

مشرکین کے خاتم الانبیاء سے معجزات کے مطالبات اور جواب مطالبہ: ”وَقَالُوْا لَنْ نُّؤْمِنَ لَكَ حَتّٰى تَفْجُرَ لَنَا مِنَ الْاَرْضِ يَنْۢبُوْعًا ﴿۹۰﴾ اَوْ تَكُوْنَ لَكَ جَنَّةٌ مِّنْ نَّخِيْلٍ وَّعِنَبٍ فَتُفَجِّرَ الْاَنْهٰرَ خِلٰلَهَا تَفْجِيْرًا ۝ اَوْ تُسْقِطَ السَّمَآءَ كَمَا زَعَمْتَ عَلَيْنَا كِسَفًا اَوْ تَاْتِيَ بِاللّٰهِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ قَبِيْلًا ۝ اَوْ يَكُوْنَ لَكَ بَيْتٌ مِّنْ زُخْرُفٍ اَوْ تَرْقٰى فِي السَّمَآءِ ؕ وَلَنْ نُّؤْمِنَ لِرُقِيِّكَ حَتّٰى تُنَزِّلَ عَلَيْنَا كِتٰبًا نَّقْرَؤُهٗ ؕ قُلْ سُبْحَانَ رَبِّيْ هَلْ كُنْتُ اِلَّا بَشَرًا رَّسُوْلًا ۝

(بنی اسرائیل ۹۰-۹۳)

ترجمہ: اور کہتے ہیں کہ ہم تم پر اس وقت تک ایمان نہیں لائیں گے جب تک تم زمین کو پھاڑ کر ہمارے لیے ایک چشمہ نکال دو، یا تمہارے لیے کھجوروں اور انگوروں کا ایک باغ پیدا ہوجائے اور تم اس کے بیچ بیچ میں زمین کو پھاڑ کر نہریں جاری کر دو، یا جیسے تم دعوے کرتے ہو، آسمان کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے ہمارے اوپر گرا دو یا پھر اللہ اور فرشتوں کو ہمارے آمنے سامنے لے آؤ یا پھر تمہارے لیے سونے کا گھر پیدا ہوجائے، یا تم آسمان پر چڑھ جاؤ اور ہم تمہارے چڑھنے کو بھی اس وقت تک نہیں مانیں گے جب تک تم ہم پر ایسی کتاب نازل نہ کر دو جسے ہم پڑھ سکیں، (اے پیغمبر) کہہ دو کہ: سبحان اللہ! میں تو ایک بشر ہوں جسے پیغمبر بنا کر بھیجا گیا ہے، اس سے زیادہ کچھ نہیں۔

معجزات محمدی ﷺ کا ثبوت: عیسائی کہتے ہیں کہ ہم قرآن وسنت کے ذکر کردہ معجزات کو نہیں مانتے کیونکہ دنیا کی تاریخ میں ان کا ذکر نہیں ملتا۔ حضرت مولانا قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ اس کے جواب میں فرماتے ہیں:

”ان تمام وقائع اور مضامین کے استماع کے بعد شاید کسی کو شبہ ہو کہ معجزاتِ مرقومہ بالا کا جو من جملہ معجزاتِ محمدی ﷺ مذکور ہوئے کیا ثبوت ہے؟ اور ہم کو کیسے معلوم ہو کہ یہ معجزات ظہور میں آئے ہیں، تو اس کا جواب یہ ہے کہ ہم کو کیسے معلوم ہوا کہ دیگر انبیاء اور اوتاروں سے وہ معجزات و کرشموں پر ایمان ہے تو قرآن وحدیثِ محمدی ﷺ کے اعتماد پر معجزاتِ محمدی پر ایمان لانا واجب ہے، کیونکہ تورات وانجیل کی کسی کے پاس آج کوئی سند موجود نہیں یہ بھی معلوم نہیں کہ کس زمانے میں یہ کتابیں لکھی گئیں، اور کون اور کس قدر ان کتابوں کے راوی ہیں۔“

قرآن وسنت کا صحیح الاسناد ہونا مسلم ہے: اور قرآن وحدیث کی سند اور اسناد کا یہ حال ہے کہ یہاں سے لے کر رسول اللہ ﷺ تک راویوں کی تعداد معلوم، نسب اور سکونت معلوم، نام اور احوال معلوم۔ پھر تماشا ہے کہ تورات وانجیل تو معتبر ہوجائیں اور قرآن وحدیث کا اعتبار نہ ہو۔ اس سے بڑھ کر اور کیا ستم اور کونسی ناانصافی ہوگی؟ اگر تورات اور انجیل وغیرہ کتب مذاہب دیگر لائق اعتبار ہیں تو قرآن وحدیث کا اعتبار سب سے پہلے لازم ہے۔

معجزاتِ محمدی ﷺ کی افضلیت: آنحضرت ﷺ کی افضلیت کمالات ہی میں واجب التسلیم نہیں بلکہ معجزات میں بھی افضلیتِ محمدی واجب الایمان ہے، اور کیوں نہ ہو معجزات خود آثارِ کمالات ہوتے ہیں۔

اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ہاتھ سے بطور معجزہ مردے زندہ ہوئے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ہاتھ سے بے جان لاٹھی جاندار اژدہا کی شکل میں بن گئی تو ان معجزات کو رسول ﷺ کے طفیل سے کبھی کا پرانا کھجور کا سوکھا تنا زندہ ہوگیا۔

تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ ایک زمانہ تک رسول ﷺ جمعہ کے روز مسجد کے ایک ستون کے ساتھ جو کھجور کا تھا پشت لگا کر خطبہ پڑھا کرتے تھے، جب منبر بنایا گیا تو آپ ﷺ اس ستون کو چھوڑ کر منبر پر خطبہ پڑھنے کے لیے تشریف لائے، اس ستون میں سے رونے کی آواز آئی، آپ ﷺ منبر سے اتر کر اس ستون کے پاس تشریف لائے اور اپنے سینے سے لگایا اور ہاتھ پھیرا، وہ ستون اس طرح چپ ہوا جیسے روتا ہوا بچہ سسکتا سسکتا چپ ہوجاتا ہے اس واقعہ کو ہزاروں نے دیکھا، جمعہ کا دن تھا اور پھر وہ زمانہ تھا جس میں نماز سے زیادہ کسی اور چیز

کا اہتمام ہی نہ تھا خاص کر جمعہ کی نماز جس کے لیے اس قدر اہتمام شریعت میں کیا گیا ہے کہ اس سے زیادہ اور کسی چیز کا اہتمام نہیں۔

الغرض چھوٹے بڑے سب حاضر تھے، ایک دو اس وقت ہوتے تو احتمالِ دروغ یا وہم وغلط فہمی بھی تھا، ایسے مجمع کثیر میں ایسا واقعہ عجیب پیش آیا نہ احیائے موتی کو جو اعجازِ عیسوی تھا اس سے کچھ نسبت اور نہ عصائے موسوی کو کہ اژدہا بن جانے کو، جو معجزہ موسوی تھا اس سے کچھ مناسبت۔ مطلب اس کا یہ ہے تن بے جان اور جسم مردہ کو قبلِ موت روح سے تعلق تھا، ستونِ مذکورہ تو نہ کبھی روح سے تعلق تھا نہ حیاتِ معروف سے مطلب۔

مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''عصائے موسوی اگر اژدہا بن گیا اور اژدہا بن کر چلا، دوڑا تو یہ وہ کام ہے کہ جتنے سانپ ہیں سب ہی یہ کام کرتے ہیں، کچھ سانپوں کے مرتبہ سے بڑھ کر کوئی کام نہیں اور ستونِ محمدی اگر فراقِ محمدی میں رویا تو اس کا رونا محبت کمالِ محمدی پر دلالت کرتا ہے جو بجز مرتبہ حق الیقین متصور نہیں جو بنسبتِ کمالاتِ روحانی بجز اربابِ کمال یعنی اصحابِ بصیرت ومکاشفہ اور کسی کو میسر نہیں آسکتا اور ظاہر ہے کہ اس صورت میں معجزۂ موسوی کو معجزۂ احمدی کے سامنے کچھ نسبت باقی نہیں رہتی۔

اور سنیے! اگر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ہاں پتھر سے پانی نکلتا تھا تو حضرت محمد ﷺ کی انگشتانِ مبارک سے پانی کے چشمے جاری ہوئے تھے، اور ظاہر ہے کہ زمین پر رکھے ہوئے پتھر سے پانی کے چشمے کا بہنا اتنا عجیب نہیں جتنا گوشت و پوست سے پانی کا نکلنا عجیب ہے، کون نہیں جانتا کہ جتنی ندیاں اور نالے ہیں سب پہاڑوں اور پتھروں اور زمین سے نکلتے ہیں، پر کسی کے گوشت و پوست سے کسی نے ایک قطرہ پانی نکلتے نہیں دیکھا، علاوہ ازیں ایک پیالی پانی پر دستِ مبارک رکھ دینے سے انگشتانِ مبارک سے پانی کا نکلنا صاف اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ دست مبارک منبع البرکات ہے اور یہ جسم مبارک کی کرامات ہیں اور سنگِ موسوی سے زمین پر رکھ دینے کے بعد پانی کا نکلنا اگر دلالت کرتا ہے تو اتنی بات پر دلالت کرتا ہے خداوندِ عالم بڑا قادر ہے۔

اور سنیے! اگر باعجازِ حضرت یوشع علیہ السلام آفتاب دیر تک ایک جگہ ٹھہرا رہا یا کسی اور نبی کے لیے بعد غروب آفتاب لوٹ آیا تو اس کا ما حاصل بجز اس کے اور کیا ہوا کہ بجائے حرکت سکون عارض ہو گیا یا بجائے حرکتِ روزمرہ حرکتِ معکوس وقوع میں آئی، اور ظاہر ہے کہ یہ بات اتنی دشوار نہیں جتنی یہ بات دشوار ہے کہ چاند کے دو ٹکڑے ہو گئے، کیونکہ پھٹ جانا تو ہر جسم کے حق میں خلاف طبیعت ہے اور سکون کسی جسم کے حق میں بحیثیت جسمی خلاف طبیعت نہیں بلکہ حرکت ہی خلاف طبیعت ہے، یہی وجہ ہے کہ جیسے اجسام کے پھٹ جانے کے لیے اور اسباب کی ضرورت ہوتی ہے ایسے ہی حرکت کے لیے بھی اور اسباب کی ضرورت پڑتی ہے اور سکون کے لیے سبب کی ضرورت نہیں ہوتی۔'' (از رسائل قاسمی)

حضور ﷺ کے بعد کسی سے معجزہ کا مطالبہ کرنا: حضور اکرم ﷺ خاتم النبیین ہیں، آپ ﷺ کے بعد قیامت تک کوئی نبی نہیں آئے گا، حضور ﷺ کے بعد کوئی شخص کسی جھوٹے مدعی نبوت سے دلیل یا معجزے کا مطالبہ کرے تو وہ بھی دائرہ اسلام سے خارج ہو جائے گا، اس لیے کہ یہ مطالبہ عقیدہ ختم نبوت کے مترادف ہے، والّا فلا۔

ارہاص: جو خرق عادت کام نبی کی نبوت سے پہلے ظاہر ہو اس کو ارہاص کہا جاتا ہے، جیسا کہ واقعہ فیل کو نبی کریم ﷺ کے ارہاصات میں شمار کیا گیا ہے۔ ''أصحاب الفيل، الذين كانوا قد عزموا على هدم الكعبة كان هذا من باب الإرهاص لمبعث رسول الله صلى الله عليه وسلم'' ۔ (ابن کثیر: ج: ۴: ص۔ ۵۴۹)

یہ بات یاد رکھیں: لفظ معجزہ دراصل علم العقائد والوں کی اصطلاح ہے، ورنہ قرآن وحدیث میں اسے آیت، برہان، علامت اور دلیل سے تعبیر کیا گیا ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ''وَقَالُوْا لَوْلَا نُزِّلَ عَلَيْهِ اٰيَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ'' ۔ (الانعام۔ ۳۷) ترجمہ: اور وہ کہتے

ہیں کہ اس کے رب کی طرف سے اس پر کوئی نشانی کیوں نہیں نازل کی گئی۔

"یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَكُمْ بُرْهَانٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ"۔ (النساء۔ ۱۷۴) ترجمہ: اے لوگو! تمہارے پاس پروردگار کی طرف سے کھلی دلیل آچکی ہے۔

﴿۳۸﴾ تمام مخلوق قیامت کے دن اللہ کے سامنے ہونگے:۔۔۔ اور جتنے جاندار زمین پر چلنے والے ہیں اور پرندے اپنے دونوں بازوؤں سے اڑنے والے ہیں تمہاری طرح مختلف نوع خواص رکھتے ہیں اور ان کے احوال اور ارزاق بھی اسی طرح مقدر ہیں جس طرح تمہارے ارزاق وغیرہ مقدر ہیں ہم نے انکی تقدیر لکھنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی سب کے سب اپنے رب کے سامنے قیامت کے دن جمع کیئے جائیں گے۔

﴿۳۹﴾ بے اعتدالیوں کا نتیجہ۔۔۔۔ جو لوگ ہماری آیات کی تکذیب کرتے ہیں وہ تو حق سننے سے بہرے ہیں اور حق کہنے سے گونگے ہو رہے ہیں اسی وجہ سے طرح طرح کی ظلمتوں میں گرفتار ہیں جب سب قوی اپنی بے اعتدالیوں سے بے کار کر دیئے ہیں تو اب حق کی تصدیق اور قبول کرنے کا کیا ذریعہ ہوگا؟ اس لئے حضرات علماء کرام لکھتے ہیں! قرآن کریم کی تکذیب کرنے والے تین حجابات میں مبتلا ہیں اس لئے ھدایت نہیں پاسکتے۔ ❶ حجاب طبع۔ ❷ حجاب رسم۔ ❸ حجاب سؤ۔ تینوں کا خلاصہ یہ ہے کہ بعض اوقات انسانی طبیعت احکام الٰہی کے تسلیم کرنے سے گھبراتی ہے۔ اور بعض اوقات رسوم زمانہ حق ماننے سے باعث رکاوٹ بنتی ہیں۔ اور بعض اوقات راستہ غلط معلوم ہونے کی وجہ سے الٹا چلتا ہے اور یہ اللہ کے اختیار میں ہے کہ جس کو چاہے راہ راست سے دور پھینک دے اور بے راہ رکھے اور جسکو چاہے راہ راست پر ڈال دے اور راہ راست پر قائم رکھے۔

﴿۴۰﴾ طریق مناظرہ سے سوال:۔۔۔۔ تمہاری قوم پر آئندہ کوئی عذاب آجائے یا قیامت آنے والی ہے اس کے متعلق نجات پانے کا طریقہ اگر نبی آج بتلا رہا ہے تو یہ بھی معجزہ ہے یا نہیں؟ سچ سچ بتاؤ اس وقت کسے پکارو گے؟

﴿۴۱﴾ تتمہ ماسبق:۔۔۔ بلکہ اس وقت صرف اللہ تعالیٰ ہی کو پکارتے ہو اور وہی عذاب دور کرے گا۔ باقی سب معبودوں کو بھول جاؤ گے جیسا کہ روزمرہ کشتی وغیرہ میں خالص خدا کو پکارتے ہو لہٰذا ہر وقت اسی کو پکارا کرو اور غیر اللہ کو نظر انداز کرو پھر جب اسکی دعوت دی جاتی ہے تو انکار کیوں کرتے ہو؟

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَاۤ اِلٰۤى اُمَمٍ مِّنْ قَبْلِكَ فَاَخَذْنٰهُمْ بِالْبَاْسَآءِ وَالضَّرَّآءِ لَعَلَّهُمْ يَتَضَرَّعُوْنَ ﴿۴۲﴾ فَلَوْلَاۤ اِذْ

البتہ تحقیق ہم نے بھیجے آپ سے پہلے بہت سی امتوں کی طرف رسول۔ پس پکڑا ہم نے ان لوگوں کو سختی کے ساتھ اور تکلیف کے ساتھ تا کہ وہ گڑگڑائیں اور عاجزی کریں ﴿۴۲﴾ پس کیوں نہیں ہوا

جَآءَهُمْ بَاْسُنَا تَضَرَّعُوْا وَلٰكِنْ قَسَتْ قُلُوْبُهُمْ وَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۴۳﴾

اس طرح کہ جب آئی ان کے پاس ہماری گرفت تو وہ عاجزی کرتے لیکن ان کے دل سخت ہو گئے اور مزین کر دکھلائیں ان کو شیطان نے وہ باتیں جو وہ کرتے تھے ﴿۴۳﴾

فَلَمَّا نَسُوْا مَا ذُكِّرُوْا بِهٖ فَتَحْنَا عَلَيْهِمْ اَبْوَابَ كُلِّ شَيْءٍ ؕ حَتّٰۤى اِذَا فَرِحُوْا بِمَاۤ اُوْتُوْۤا

پس جب بھول گئے وہ اس بات کو جس کے ساتھ ان کو نصیحت اور یاد دہانی کرائی گئی تھی تو ہم نے کھول دیئے ان پر ہر قسم کی خوشحالی کے دروازے یہاں تک کہ جب وہ خوش ہو گئے

اَخَذْنٰهُمْ بَغْتَةً فَاِذَا هُمْ مُّبْلِسُوْنَ ﴿۴۴﴾ فَقُطِعَ دَابِرُ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا ؕ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ

اس چیز کے ساتھ جو ان کو دی گئی تو ہم نے ان کو اچانک پکڑ لیا پس وہ آس توڑ کر نا امید ہو گئے ﴿۴۴﴾ پس کاٹ ڈالی گئی جڑ ان لوگوں کی جنہوں نے ظلم کیا اور سب تعریفیں اللہ تعالیٰ کیلئے

الْعٰلَمِيْنَ ﴿۴۵﴾ قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ اَخَذَ اللّٰهُ سَمْعَكُمْ وَاَبْصَارَكُمْ وَخَتَمَ عَلٰى قُلُوْبِكُمْ

ہیں جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے ﴿۴۵﴾ اے پیغمبر! آپ کہہ دیجئے اے لوگو! بتلاؤ اگر اللہ تعالیٰ لے لے تمہارے کان اور تمہاری آنکھیں اور مہر لگا دے تمہارے دلوں پر

مَّنْ اِلٰهٌ غَيْرُ اللّٰهِ يَاْتِيْكُمْ بِهٖ ؕ اُنْظُرْ كَيْفَ نُصَرِّفُ الْاٰيٰتِ ثُمَّ هُمْ يَصْدِفُوْنَ ﴿۴۶﴾

تو کون ہے معبود اللہ کے سوا جو لائے تمہارے پاس اس چیز کو دیکھو کس طرح ہم طرح طرح سے پھیر پھیر کر بیان کرتے ہیں باتوں کو پھر یہ لوگ اعراض کرتے ہیں ﴿۴۶﴾

قُلْ اَرَءَيْتَكُمْ اِنْ اَتٰىكُمْ عَذَابُ اللّٰهِ بَغْتَةً اَوْ جَهْرَةً هَلْ يُهْلَكُ اِلَّا الْقَوْمُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿۴۷﴾

اے پیغمبر! آپ کہہ دیجئے اے لوگو! بتلاؤ اگر آجائے تمہارے پاس اللہ کا عذاب اچانک یا کھلے طور پر تو نہیں ہلاک کئے جائیں گے مگر وہ لوگ جو ظلم کرنے والے ہیں ﴿۴۷﴾

وَمَا نُرْسِلُ الْمُرْسَلِيْنَ اِلَّا مُبَشِّرِيْنَ وَمُنْذِرِيْنَ ۚ فَمَنْ اٰمَنَ وَاَصْلَحَ فَلَا خَوْفٌ

اور نہیں بھیجتے ہم رسولوں کو مگر خوشخبری سنانے والے اور ڈرانے والے پس جو کوئی ایمان لایا اور اس نے اصلاح کرلی پس نہیں ہے خوف ان پر

عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿۴۸﴾ وَالَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا يَمَسُّهُمُ الْعَذَابُ بِمَا كَانُوْا يَفْسُقُوْنَ ﴿۴۹﴾

اور نہ وہ غمگین ہوں گے ﴿۴۸﴾ اور وہ لوگ جنہوں نے جھٹلایا ہماری آیتوں کو پہنچے گا ان کو عذاب اس وجہ سے کہ وہ نافرمانی کیا کرتے تھے ﴿۴۹﴾

قُلْ لَّآ اَقُوْلُ لَكُمْ عِنْدِيْ خَزَآئِنُ اللّٰهِ وَلَآ اَعْلَمُ الْغَيْبَ وَلَآ اَقُوْلُ لَكُمْ اِنِّيْ مَلَكٌ ۚ

اے پیغمبر! آپ کہہ دیجئے اے لوگو! میں نہیں کہتا تم سے کہ میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں اور میں نہیں جانتا غیب اور میں نہیں کہتا تم سے کہ میں فرشتہ ہوں

اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا يُوْحٰٓى اِلَيَّ ؕ قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الْاَعْمٰى وَالْبَصِيْرُ ؕ اَفَلَا تَتَفَكَّرُوْنَ ﴿۵۰﴾ ع

میں نہیں پیروی کرتا مگر اس چیز کی جو میری طرف وحی کی جاتی ہے۔ اے پیغمبر! آپ کہہ دیجئے کیا برابر ہے اندھا اور دیکھنے والا کیا تم غور وفکر نہیں کرتے ﴿۵۰﴾

﴿۴۲﴾ وَلَقَدْ اَرْسَلْنَآ .... الخ ربط آیات : گزشتہ آیات میں عذاب آنے کا احتمال بیان ہوا تھا اب ان آیات میں یہ بتاتے ہیں کہ کافروں پر عذاب خداوندی کا نزول کوئی فرضی چیز نہیں بلکہ بار بار پہلی امتوں پر اس کا وقوع ہو چکا ہے کہ ہم نے پہلی امتوں کو تنبیہ کے لئے اولاً مصیبتوں میں مبتلا کیا تھا تاکہ وہ خدا تعالیٰ کی طرف رجوع کریں۔

خلاصہ رکوع ۵ تذکیر بایام اللہ سے تخویف دنیوی، مجرمین کے لئے تنبیہ، دستور خداوندی برائے استدراج، معاندین حق کا استیصال، ابطال شرک از طریق مناظرہ، فریضہ خاتم الانبیاء از طریق مناظرہ، انبیاء کی بعثت کا مقصد، اہل ایمان کا انجام اور مکذبین کا انجام، منصب رسالت کی حقیقت اور نفی علم غیب کلی از خاتم الانبیاء، ازالہ شبہ۔ ماخذ آیات ۴۲ تا ۵۰+

تذکیر بایام اللہ سے تخویف دنیوی:.... پہلی امتوں نے بھی اپنے اپنے انبیاء علیہم السلام کی تکذیب کی اور ان پر گرفت ہوئی تاکہ وہ عاجزی کریں یعنی اپنے کفر و تکذیب پر توبہ کریں۔

﴿۴۳﴾ مجرمین کے لئے تنبیہ:.... گرفت الٰہی پر نرم نہیں ہوئے بلکہ مخالفت پر شیطان نے اور زیادہ کمر بستہ کر دیا کہ جو تم

کر رہے ہو وہ بہت خوب ہے۔

﴿۴۴﴾ دستور خداوندی برائے استدراج: جب گرفت الٰہی پر بھی انہیں بارگاہ الٰہی کی طرف توجہ نہ ہوئی تو پھر انہیں استدراجا چھوڑ دیا گیا کہ انکی خواہش کے مطابق، اور یہ طریقہ ہماری حکمت کے بھی موافق تھا ہم نے ہر قسم کی عیش وآرام کے سامان کے دروازے کھول دیئے کہ انکی سختی اور بدحالی کو دور کر دیا جائے تاکہ مایوس العلاج مریض چندروزہ زندگی میں آرام پالیں اور اپنی مسرت بھری زندگی میں پورے ڈوب جائیں اور پھر انہیں ناگہانی عذاب میں مبتلا کیا گیا کہ انکو خبر بھی نہ ہوئی، اس ناگہانی عذاب میں حکمت یہ تھی کہ ان چیزوں کے چھوڑنے کا افسوس بہت زیادہ ہوگا اگر افلاس وتنگدستی کے عالم میں ان پر عذاب آتا تو انکو اس قدر صدمہ نہ ہوتا جس قدر ناگہانی عذاب پر صدمہ ہوگا۔ کیونکہ اب انکو معلوم ہوگیا کہ اب ہم کو کبھی راحت نصیب نہیں ہوگی۔

﴿۴۵﴾ معاندین حق کا استیصال: اگر مخالفت سے باز نہ آئیں گے تو اللہ کی زمین کو پاک کرنے کے لئے اور نبیوں کی مخالفت کرنے والوں کو ہلاک کرنا مجموعہ عالم پر اللہ تعالیٰ کا احسان ہے اس پر حمد اور شکر ادا کرنا ضروری ہے۔

﴿۴۶﴾ ابطال شرک از طریق مناظرہ: ایک تو تھی ہلاکت اب کہا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہاری شنوائی اور بینائیوں کو چھین لے اور تم کو اندھا بہرا کردے اور دلوں پر مہر لگادے۔ مطلب یہ ہے کہ ان تینوں اشرف الاعضاء پر مہر لگادے اور یہ بیکار ہوجائیں اور جسم کا سارا نظام درہم برہم ہوجائے تو بتلاؤ کہ اللہ کے سوا کونسا معبود ہے جو تم کو یہ چیزیں لے کردے دے؟

﴿۴۷﴾ فریضہ خاتم الانبیاء از طریق مناظرہ:۔۔۔ اگر تم نے اس قرآنی تعلیم کی قدر نہ کی تو ممکن ہے کہ تم پر فوری عذاب آجائے پہلے سے جس کی کوئی علامت اور نام ونشان بھی نہ ہو یا آنکھوں دیکھتے تم پر عذاب آجائے تو ظالموں کے سوا کون ہلاک ہوگا لہٰذا بہتر یہ ہے کہ عذاب آنے سے پہلے اپنے ظلم اور شرک سے توبہ کرلو۔

﴿۴۸﴾ انبیاء کی بعثت کا مقصد۔ فَمَنْ اٰمَنَ وَاَصْلَحَ الخ۔۔۔ اہل ایمان کا انجام:۔۔۔ بس جو لوگ ایمان لائے ہیں اور اپنی اصلاح کرلی ان پر نہ کوئی خوف اور غم ہوگا۔ ﴿۴۹﴾ مکذبین کا انجام۔

﴿۵۰﴾ منصب رسالت کی حقیقت اور نفی علم غیب کلی از خاتم الانبیاء ﷺ: آپ ان معاندین سے کہہ دیجئے جو قسم قسم کے معجزات کی فرمائش کرتے ہیں کہ میں تم سے یہ نہیں کہتا کہ میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں جن سے میں تمہاری حاجتوں کو پورا کرسکوں اور نہ میں غیب جانتا ہوں کہ تمہاری آئندہ کی باتوں کو فوراً بتادوں، (اگر کوئی علم غیب کا قائل ہے تو اس کے برعکس ایسی نص قطعی پیش کرتے) اور نہ یہ کہتا ہوں کہ میں فرشتہ ہوں بلکہ میں انسان ہوں مجھے انسانی لوازمات کی بھی ضرورت پڑتی ہے اس وجہ سے معاندین کہتے تھے "اَبَعَثَ اللّٰهُ بَشَرًا رَّسُوْلًا" کیا اللہ تعالیٰ انسان کو رسول بنا کر بھیجتا ہے رسول تو فرشتہ ہونا چاہیے، اللہ پاک نے فرمایا آپ فرمادیجئے نبوت کے لئے فرشتہ ہونا ضروری نہیں باوجود بشر ہونے کے میں اللہ کا رسول بھی ہوں اور مجھ پر وحی نازل ہوتی ہے۔

"قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوْحٰٓى اِلَىَّ ۔۔۔ الخ" میں تو صرف اس وحی کی پیروی کرتا ہوں جو مجھ پر نازل کی جاتی ہے اور دوسروں کو بھی اسی کی دعوت دیتا ہوں۔

قُلْ هَلْ يَسْتَوِى الْاَعْمٰى۔۔۔ الخ ازالہ شبہ:۔۔۔ اگر کوئی شخص اس پر یہ اعتراض کرے کہ پھر نبی بننے کا فائدہ ہی کیا ہوا؟ اس کا جواب دیا "هَلْ يَسْتَوِى الْاَعْمٰى وَالْبَصِيْرُ" کیا اندھا اور آنکھوں والا برابر ہوسکتے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ جو اللہ تعالیٰ کی مرضیات وتجلیات کے بلاواسطہ مشاہدہ سے محروم ہو اور اس کے مدمقابل جس کو یہ مشاہدہ حاصل ہو کیا یہ دونوں برابر ہوسکتے ہیں ظاہر ہے کہ نہیں ہوسکتے۔

مَا یُوْحٰی اِلَیَّ : نبی اور غیر نبی میں فرق ہے : نبی اور غیر نبی میں نوع اور خواص نوع سے ہٹ کر بڑا فرق ہے جو اہل علم پر مخفی نہیں۔ "اَفَلَا تَتَفَکَّرُوْنَ" کیا تم دھیان نہیں کرتے کہ حق اور باطل کا فرق تم پر واضح ہو جائے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بھی مختار کل نہیں ہیں: قرآن مجید کی آیات کثیرہ سے یہ مسئلہ ثابت ہوتا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خدائی اختیارات کے مالک نہیں ہیں، ان آیات میں سے ہم صرف تین آیات پر اکتفا کرتے ہیں :(۱) یہی آیت "قُلْ لَّآ اَقُوْلُ لَكُمْ عِنْدِیْ خَزَآئِنُ اللّٰهِ وَلَآ اَعْلَمُ الْغَیْبَ وَلَآ اَقُوْلُ لَكُمْ اِنِّیْ مَلَكٌ اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا یُوْحٰٓی اِلَیَّ" (الانعام :۵۰)

ترجمہ :"(اے پیغمبر) آپ کہہ دیجئے کہ نہ تو میں تم سے یہ کہتا ہوں کہ میرے پاس خدا تعالیٰ کے خزانے ہیں، اور نہ میں تمام غیبوں کو جانتا ہوں، اور نہ میں تم سے کہتا ہوں کہ میں فرشتہ ہوں، میں تو صرف جو کچھ میرے پاس وحی آتی ہے اس کا اتباع کرتا ہوں۔"

فائدہ :اس آیت پاک میں اللہ تعالیٰ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہلوا رہے ہیں کہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) اعلان کر دیں کہ میں اللہ تعالیٰ کے خزانوں کا مالک نہیں ہوں، میں تو وحیٔ الٰہی کا تابعدار ہوں، یعنی مالک اللہ ہے، میں مالک نہیں ہوں۔

(۲) "لَیْسَ لَكَ مِنَ الْاَمْرِ شَیْءٌ اَوْ یَتُوْبَ عَلَیْهِمْ اَوْ یُعَذِّبَهُمْ فَاِنَّهُمْ ظٰلِمُوْنَ" (آل عمران :۱۲۸)

ترجمہ :"(اے پیغمبر!) آپ کو کوئی دخل نہیں یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ ان پر یا تو متوجہ ہو جائے اور یا ان کو کوئی سزا دے دیں، کیونکہ وہ ظلم بھی بڑا کر رہے ہیں۔

مشرکین مکہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مقدس جماعت پر جو ظلم کیے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان پر بددعا کا ارادہ کیا یا بددعا شروع فرما دی، تو اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو روک دیا کہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) اس معاملہ میں دخل نہ دیں، کیونکہ یہ معاملہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے اختیار میں نہیں ہے، یہ معاملہ اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے، اس کی مرضی ان کو توبہ کی توفیق بخشے یا ان کو سزا دے، ھٰکذا قال المفسرون۔

اہل بدعت کے امام اعلیٰ حضرت احمد رضا خان بریلوی صاحب "لَیْسَ لَكَ مِنَ الْاَمْرِ شَیْءٌ" کا معنیٰ کرتے ہیں کہ :"یہ بات تمہارے ہاتھ نہیں!" اور شاہ عبدالقادر صاحب رحمہ اللہ اس کا ترجمہ کرتے ہیں کہ :"تیرا اختیار کچھ نہیں!" بہر حال اس آیت پاک سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مختار کل نہیں ہیں۔(۳) "اِنَّكَ لَا تَهْدِیْ مَنْ اَحْبَبْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ یَهْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ وَهُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِیْنَ" (القصص :۵۶) ترجمہ :"(اے پیغمبر!) آپ جس کو چاہیں ہدایت نہیں کر سکتے، بلکہ اللہ جس کو چاہے ہدایت کر دیتا ہے، اور ہدایت پانے والوں کا علم اسی کو ہے۔"

اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ ہدایت دینا صرف اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اختیار میں (ہدایت دینا) نہیں، بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا کام دعوت و تبلیغ کرنا ہے۔ یاد رہے اس آیت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے جس ہدایت کی نفی کی گئی ہے، اس سے مراد منزل مقصود تک پہنچا دینا ہے، کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کو سیدھی راہ دکھلانے کی وجہ سے ہادیٔ عالم ہیں۔ اس مسئلہ کی تحقیق میں آیات کثیرہ اور بے شمار احادیث صحیحہ پیش کی جا سکتی ہیں، لیکن ہم انہی تین آیات پر اکتفا کرتے ہیں، تاہم دو باتیں یاد رکھیں۔ اہل بدعت کے دینی رہنما: علامہ منظور فیضی اور ان کے اکابر اور اصاغر کی خدمت میں پیش کرتے ہیں، تاکہ وہ ان میں غور و فکر کریں۔

(۱) اہل سنت والجماعت کا اتفاق ہے کہ روز قیامت اللہ تعالیٰ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو شفاعت کبریٰ کا مقام عطا فرمائیں گے، اسی لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو "شفیع المذنبین" کہا جاتا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت برحق ہے، لیکن علامہ فیضی صاحب

کے دعویٰ کے مطابق اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم مختار کل ہیں تو شفاعت کا کیا مطلب؟ کیونکہ جو سفارش کرتا ہے وہ مختار کل نہیں ہوتا، اور جو مختار کل ہوتا ہے وہ شفاعت نہیں کرتا۔

(۲) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے من جملہ القاب میں سے ایک لقب ''عبد'' کا بھی ہے، جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سب سے زیادہ پسند تھا، کیا ہم علامہ فیضی صاحب سے پوچھ سکتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے القاب میں سے کوئی لقب ''مختار کل'' کا بھی پایا جاتا ہے؟ کیا ''عبد'' اور ''مختار کل'' آپس میں جمع ہو سکتے ہیں؟

وَاَنْذِرْ بِهِ الَّذِيْنَ يَخَافُوْنَ اَنْ يُّحْشَرُوْٓا اِلٰى رَبِّهِمْ لَيْسَ لَهُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ وَلِيٌّ وَّلَا

ڈرائیں آپ اس (قرآن) کے ذریعے ان لوگوں کو جو خوف کھاتے ہیں کہ ان کو اکٹھا کیا جائے گا ان کے رب کے پاس نہیں ہوگا ان کیلئے اس کے سوا کوئی کارساز

شَفِيْعٌ لَّعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ ﴿۵۱﴾ وَلَا تَطْرُدِ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ

اور نہ کوئی سفارش کرنے والا تاکہ یہ لوگ بچ جائیں ﴿۵۱﴾ اور نہ دھکیلیں آپ ان لوگوں کو جو پکارتے ہیں اپنے رب کو صبح اور شام وہ چاہتے ہیں اس کی رضا۔

يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ مَا عَلَيْكَ مِنْ حِسَابِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ وَّمَا مِنْ حِسَابِكَ عَلَيْهِمْ مِّنْ شَيْءٍ

آپ پر ان کا حساب نہیں ہے اور نہیں ہے آپ کے حساب میں سے ان پر کچھ۔ پس آپ ان کو دھکیل دیں تو ہو جائیں گے

فَتَطْرُدَهُمْ فَتَكُوْنَ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۵۲﴾ وَكَذٰلِكَ فَتَنَّا بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لِّيَقُوْلُوْٓا اَهٰٓؤُلَآءِ مَنَّ اللّٰهُ

آپ ناانصافوں میں سے ﴿۵۲﴾ اور اسی طرح ہم نے آزمایا ان میں سے بعض کو بعض کے ساتھ تاکہ یہ (آسودہ حال لوگ) کہیں کہ کیا یہ لوگ ہیں جن پر اللہ تعالیٰ

عَلَيْهِمْ مِّنْۢ بَيْنِنَا ؕ اَلَيْسَ اللّٰهُ بِاَعْلَمَ بِالشّٰكِرِيْنَ ﴿۵۳﴾ وَاِذَا جَآءَكَ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ

نے احسان کیا ہے ہمارے درمیان سے۔ کیا نہیں ہے اللہ تعالیٰ خوب جاننا شکر گزاروں کو ﴿۵۳﴾ اور جب آئیں آپ کے پاس وہ لوگ جو ایمان رکھتے ہیں

بِاٰيٰتِنَا فَقُلْ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ كَتَبَ رَبُّكُمْ عَلٰى نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ ۙ اَنَّهٗ مَنْ عَمِلَ مِنْكُمْ

ہماری آیتوں پر پس آپ کہہ دیں ان سے سلامتی ہو تم پر۔ لکھ دیا ہے تمہارے رب نے اپنے اوپر رحمت کو بیشک تم میں سے جو شخص کوئی برائی کرے گا

سُوْٓءًۢا بِجَهَالَةٍ ثُمَّ تَابَ مِنْۢ بَعْدِهٖ وَاَصْلَحَ ۙ فَاَنَّهٗ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۵۴﴾ وَكَذٰلِكَ نُفَصِّلُ

نادانی کے ساتھ پھر وہ توبہ کرے گا اس کے بعد اور اصلاح کرے گا پس اللہ تعالیٰ بخشنے والا اور مہربان ہے ﴿۵۴﴾ اور اسی طرح تفصیل سے بیان کرتے ہیں

الْاٰيٰتِ وَلِتَسْتَبِيْنَ سَبِيْلُ الْمُجْرِمِيْنَ ﴿۵۵﴾

آیتیں تاکہ واضح ہو جائے مجرموں کا راستہ ﴿۵۵﴾

﴿۵۱﴾ وَاَنْذِرْ بِهٖ ..... الخ ربط آیات : اوپر فرائض خاتم الانبیاء کا ذکر تھا اب آگے بھی فرائض خاتم الانبیاء کا ذکر ہے۔

خلاصہ رکوع ❻ ..... فریضہ خاتم الانبیاء، تنبیہ وتخصیص طالبین حق اور ممانعت اخراج مجلس خاتم الانبیاء، اہل کفر کا امتحان، بشارت مؤمنین، حکمت تفصیل آیات۔ ماخذ آیات ۵۱: تا ۵۵ +

فریضہ خاتم الانبیاء وتنبیہ۔ قرآن کریم کے ذریعہ سے مسلمانوں کو ڈراؤ تا کہ وہ اس پر عمل کر کے پرہیز گار بن جائیں۔
علامہ ابوسعود رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ "اَلَّذِیْنَ یَخَافُوْنَ" سے گنہگار مسلمان مراد نہیں بلکہ کافروں کا وہ گروہ مراد ہے جو حشر ونشر کو جائز اور ممکن سمجھتے تھے اور اس کے بارے میں متردد تھے البتہ وہ کافر جو قطعی طور پر حشر ونشر کے منکر تھے وہ مراد نہیں۔ (ابوسعود، ص:۱۵۴، ج۔۲)

﴿۵۲﴾ وَلَا تَطْرُدِ الَّذِیْنَ... الخ تنبیہ وتخصیص طالبین حق اور ممانعت اخراج از مجلس خاتم الانبیاء ﷺ۔

شان نزول: امام احمد طبرانی اور ابن ابی حاتم نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا قول بیان کیا ہے کہ ایک دفعہ قریش کے کچھ سردار آنحضرت ﷺ کی طرف سے گزرے اس وقت حضرت خباب رضی اللہ عنہ حضرت صہیب رضی اللہ عنہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ اور حضرت عمار رضی اللہ عنہ آنحضرت ﷺ کی خدمت اقدس میں موجود تھے، سرداران قریش کہنے لگے محمد ﷺ نے انہی لوگوں کا انتخاب فرمایا ہے، کیا اللہ پاک نے ہم لوگوں میں سے صرف انہی لوگوں کو اپنی نعمتوں سے سرفراز کیا ہے اگر آپ انکو اپنی مجلس سے نکال دیں تو ہم آپ کے ساتھی ہو جائیں گے اس پر "وَاَنْذِرْبِہٖ" سے "سَبِیْلُ الْمُجْرِمِیْنَ" تک آیات کا نزول ہوا۔
مسلم شریف کی روایت میں ہے کہ ان مشرکوں نے کہا انکو اپنے پاس سے ہٹا دو تا کہ ہمارے وقار میں فرق نہ آئے آنحضرت ﷺ کے دل میں بھی اس سے کچھ خیال آیا اور آپ نے کچھ سوچا، اس پر آیت ذیل نازل ہوئی۔
(مظہری، ص: ۲۴۰، ج:۳، قرطبی، ص:۹۶، ج۔۶)

فرمایا: وَلَا تَطْرُدِ الَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ رَبَّھُمْ بِالْغَدٰوۃِ وَالْعَشِیِّ: یعنی جو لوگ صبح شام اپنے رب کو پکارتے ہیں انکو (اپنے پاس سے) نہ نکالو۔ پکارنے سے مراد عبادت اور ذکر کرنا ہے، کریم کی عبادت اور یاد سے اس کے انعام کا فیضان مزید ہوتا ہے۔
یُرِیْدُوْنَ وَجْھَہٗ: جو خاص اسکی رضا مندی چاہتے ہیں اس میں اخراج کی ممانعت کی طرف اشارہ ہے کہ وہ خلوص کے ساتھ عبادت کرتے ہیں پس اخلاص کے ساتھ عبادت کرنا ممانعت اخراج کی علت ہوئی خلوص کے ساتھ عبادت کرنے کا تقاضا عزت ہے نہ کہ اخراج۔ (حاشیہ تفسیر مظہری، ص:۲۴۵، ج۔۳)
فائدہ: اس آیت سے معلوم ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مختار کل نہ تھے ورنہ یہ تنبیہ نازل نہ ہوتی۔

آنحضرت ﷺ کے حاضر ناظر ہونے پر اہل بدعت کا استدلال

مولوی محمد عمر صاحب بریلوی اس آیت میں آنحضرت ﷺ کے حاضر ناظر ہونے پر استدلال کرتے ہیں چنانچہ لکھتے ہیں اور نہ چھوڑئیے آپ (یارسول اللہ ﷺ) ان لوگوں کو جو خاص اسی کی رضا کے لئے اپنے رب کی صبح شام عبادت کرتے ہیں۔ اس میں نبی کریم ﷺ کو مؤمنین کے نہ چھوڑنے کا اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔ اب تم کہو نبی ﷺ ہمارے ساتھ نہیں ہیں تو تمہارا یہ کہنا ہم اپنے متعلق کیسے صحیح سمجھیں جب ہم مؤمن ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کو ہمارے نہ چھوڑنے کا ارشاد فرمایا ہے ہاں جو نبی ﷺ کے حاضر ناظر ہونے کے منکر ہیں ان کی یہی وجہ ہو سکتی ہے کہ وہ ایمان سے خالی ہیں لہٰذا ان کو حضور اکرم ﷺ کا ساتھ نہیں۔ (بلفظہ مقیاس حنفیت: ص۔ ۲۶۸)
جواب: حضرت امام اہل سنت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ: دین الٰہی کے اندر اگرچہ تحریف بہت لوگوں نے کی ہے مگر اس فن میں جو کمال اور فراست مولوی محمد عمر صاحب کو حاصل ہے وہ کسی اور کو ہرگز حاصل نہیں ہے بہرحال اوپر شان نزول کے ذیل میں بات واضح ہے کہ اس میں آپ ﷺ کو تنبیہ کی گئی ہے کہ آپ ہرگز ایسا نہ کریں، نہ تو اس آیت میں سب مؤمن مراد ہیں اور نہ ہر ایک کا ساتھ دینے کا ذکر ہے اور نہ حاضر وناظر کا اس میں سوال پیدا ہوتا ہے یہ صرف مولوی محمد عمر صاحب کی خانہ ساز اختراع اور تحریف ہے۔
اس مضمون کو اللہ تعالیٰ نے سورۃ کہف میں "وَاصْبِرْ نَفْسَکَ مَعَ الَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ" میں بیان کیا ہے اس آیت سے

آنحضرت ﷺ کے مختار کل ہونے کی صاف طور پر نفی ثابت ہوتی ہے جیسا کہ مخفی نہیں ہے باقی مولوی صاحب موصوف کو اللہ پاک سمجھ کی توفیق عطا کرے۔ واللہ اعلم

﴿۵۳﴾ وَ كَذٰلِكَ فَتَنَّا .... الخ اہل کفر کا امتحان:.... مطلب آیت کا یہ ہے کہ ہم نے مؤمنوں کو غریب اور کافروں کو امیر بنا رکھا ہے حالانکہ عقل کا تقاضا تو یہ تھا کہ مومن امیر ہوتے اور کافر غریب۔ مگر اللہ پاک نے اس کا برعکس کیا ہے اس میں کفار کا امتحان ہے تاکہ یہ مؤمنوں کے متعلق کہا کریں کہ یہ لوگ ہیں جن کو اللہ پاک نے ہم پر چن لیا ہے یعنی کیا ہم سب میں یہ فقراء اس قابل تھے اللہ نے ان پر احسان اور فضل کا معاملہ فرمایا اور ہم سب کو نظر انداز کر لیا۔'' کیا اللہ پاک شکر گزاروں سے بخوبی واقف نہیں؟ مطلب یہ ہے کہ جن میں شکر گزاری کی استعداد ہوتی ہے اللہ پاک ان لوگوں کو ایمان قبول کرنے کی توفیق عطا فرما دیتے ہیں۔

﴿۵۴﴾ وَاِذَا جَآءَكَ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ ... الخ بشارت مؤمنین : جن حضرات کا اوپر ذکر تھا کہ انہیں اپنے سے دور نہ کریں اس میں انکی دلداری کا حکم ہے آپ ان کے لئے سلامتی کی دعا کریں۔ بِجَهَالَةٍ:.... اس کا معنی نادانی ہے اس سے علمی جہالت مراد نہیں بلکہ عملی جہالت مراد ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ گناہ کو گناہ جانتے ہوئے گناہ کرنا اور اس کے مواخذہ پر نظر نہ رکھنا یہ ایک طرح سے جہالت نادانی اور حماقت ہے۔

﴿۵۵﴾ وَ كَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ ... الخ حکمت تفصیل آیات:.... مطلب یہ ہے کہ آیات بیان کرنے کے متعدد فوائد ہیں جن میں سے ایک یہ بھی ہے کہ آپ کو یہ معلوم ہو جائے کہ مجرمین کا راستہ کیا ہے یعنی ان کا انجام کیا ہونے والا ہے؟

قُلْ اِنِّيْ نُهِيْتُ اَنْ اَعْبُدَ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۭ قُلْ لَّآ اَتَّبِعُ اَهْوَآءَكُمْ ۙ قَدْ

اے پیغمبر! کہہ دیجئے بیشک مجھے روکا گیا ہے اس بات سے کہ میں ان کی عبادت کروں جن کو تم پکارتے ہو اللہ کے سوا۔ اے پیغمبر آپ کہہ دیجئے میں نہیں پیروی کرتا

ضَلَلْتُ اِذًا وَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُهْتَدِيْنَ ۝ قُلْ اِنِّيْ عَلٰي بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّيْ وَكَذَّبْتُمْ

تمہاری خواہشات کی میں تو اس وقت بہک جاؤں گا اور نہیں رہوں گا میں ہدایت پانے والوں میں سے ﴿۵۶﴾ اے پیغمبر! کہہ دیجئے بیشک میں کھلی دلیل پر ہوں

بِهٖ ۭ مَا عِنْدِيْ مَا تَسْتَعْجِلُوْنَ بِهٖ ۭ اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ ۭ يَقُصُّ الْحَقَّ وَهُوَ خَيْرُ

اپنے رب کی طرف سے اور تم نے اس کو جھٹلا دیا ہے نہیں ہے میرے پاس وہ بات جس کی تم طلب کرتے ہو نہیں ہے حکم مگر اللہ کیلئے وہ حق بیان کرتا ہے

الْفٰصِلِيْنَ ۝ قُلْ لَّوْ اَنَّ عِنْدِيْ مَا تَسْتَعْجِلُوْنَ بِهٖ لَقُضِيَ الْاَمْرُ بَيْنِيْ وَبَيْنَكُمْ ۭ وَاللّٰهُ

اور وہ بہتر فیصلہ کرنے والا ہے ﴿۵۷﴾ اے پیغمبر! آپ کہہ دیجئے اگر ہو میرے پاس وہ بات جس کی تم طلب کرتے ہو تو البتہ فیصلہ کر دیا جاتا معاملے کا میرے اور تمہارے درمیان

اَعْلَمُ بِالظّٰلِمِيْنَ ۝ وَعِنْدَهٗ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَآ اِلَّا هُوَ ۭ وَيَعْلَمُ مَا فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ ۭ

اور اللہ خوب جانتا ہے ظلم کرنے والوں کو ﴿۵۸﴾ اور اسی کے پاس ہیں چابیاں غیب کی نہیں جانتا ان کو اس کے سوا کوئی اور وہ جانتا ہے جو کچھ خشکی میں ہے اور دریا میں

وَمَا تَسْقُطُ مِنْ وَّرَقَةٍ اِلَّا يَعْلَمُهَا وَلَا حَبَّةٍ فِيْ ظُلُمٰتِ الْاَرْضِ وَلَا رَطْبٍ وَّلَا يَابِسٍ اِلَّا فِيْ

ہے اور جو گرتا ہے پتہ اس کو وہ جانتا ہے اور نہ کوئی دانہ زمین کی تاریکیوں میں اور نہ کوئی تر چیز اور نہ خشک چیز ہے مگر وہ

كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ ﴿۵۹﴾ وَهُوَ الَّذِيْ يَتَوَفّٰىكُمْ بِالَّيْلِ وَيَعْلَمُ مَا جَرَحْتُمْ بِالنَّهَارِ ثُمَّ يَبْعَثُكُمْ فِيْهِ

کتاب مبین میں درج ہے ﴿۵۹﴾ اور وہی ہے جو وفات دیتا ہے تم کو رات کے وقت اور جانتا ہے جو تم کماتے ہو دن کے وقت پھر اٹھاتا ہے تم کو اس کے اندر تا کہ پورا

لِيُقْضٰٓى اَجَلٌ مُّسَمًّى ۚ ثُمَّ اِلَيْهِ مَرْجِعُكُمْ ثُمَّ يُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۶۰﴾

کیا جائے مقررہ وقت۔ پھر اس کی طرف ہے تمہارا لوٹ کر جانا پھر وہ بتلا دے گا تم کو وہ کام جو تم کیا کرتے تھے ﴿۶۰﴾

﴿۵۶﴾ قُلْ اِنِّيْ نُهِيْتُ... الخ گمراہوں کی اتباع کی ممانعت۔ ربط آیات: گزشتہ آیات میں آپ کو حکم تھا کہ کافروں کی خاطر آپ مسلمانوں کو اپنی مجلس سے دور نہ کیجئے بلکہ انکی دل جوئی کے لئے ان کے لئے سلامتی کی دعا کرتے رہیں اب آگے ذکر ہے کہ آپ ان کو دوٹوک الفاظ میں کہہ دیں کہ میں تمہاری خواہش کی پیروی نہیں کرتا مجھ سے بے جا مطالبے مت کرو۔

خلاصہ رکوع ۷ توحید پر نقلی دلیل از خاتم الانبیاء طریق تعلیم۔ ۱۔ ۲۔ ۳۔ توحید پر عقلی دلیل، وقوع بعث، مجازات اعمال۔ ماخذ آیات ۵۶: تا ۶۰+

توحید پر نقلی دلیل از خاتم الانبیاء۔ ❶ اس آیت میں مخالفین توحید سے علی الاعلان حکم کیا گیا ہے کہ جن معبودان باطلہ کی تم عبادت کرتے ہو مجھے روکا گیا ہے۔ قُلْ لَّآ اَتَّبِعُ... الخ طریق تعلیم۔ ❷ کہ میں عقائد میں تمہاری اس قسم کی خواہشات فاسدہ کی پیروی نہیں کروں گا۔ قَدْ ضَلَلْتُ... الخ نتیجہ اتباع: کیونکہ اگر میں نے ایسا کیا تو میں بے راہ ہو جاؤں گا اور میں صحیح راہ چلنے والوں میں شامل نہ رہوں گا۔

﴿۵۷﴾ طریق تعلیم۔ ❸... آپ ان مکذبین سے کہہ دیجئے کہ میں اپنے رب کی بھیجی ہوئی روشن دلیل پر قائم ہوں اور وہ قرآن کریم کی شکل میں وحی ہے۔ وَكَذَّبْتُمْ بِهٖ: اور تم اس کی تکذیب کرتے ہو یعنی قرآن کریم کی یہ مطلب تو اس وقت ہوگا جب "بہ" کی ضمیر "بینۃ" کی طرف راجع ہو "ربی" کا لفظ اگرچہ مؤنث ہے لیکن معنوی اعتبار سے مذکر ہے یعنی برہان۔ اگر "بہ" کی ضمیر راجع "ربی" کی طرف ہو تو پھر معنی یہ ہوگا میرے رب کی تکذیب کرتے ہو دوسروں کو عبادت میں اس کا شریک بناتے ہو۔

مَا عِنْدِيْ مَا تَسْتَعْجِلُوْنَ بِهٖ: جس چیز کے جلدی آنے کی تم درخواست کر رہے ہو وہ میرے پاس نہیں اس سے مراد عذاب بھی ہو سکتا ہے۔ کیونکہ کافر کہتے تھے "اِنْ كَانَ هٰذَا هُوَ الْحَقَّ مِنْ عِنْدِكَ فَاَمْطِرْ عَلَيْنَا حِجَارَةً مِّنَ السَّمَآءِ اَوِ ائْتِنَا بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ" (انفال) یا اس سے مراد قیامت ہے اللہ نے فرمایا ہے "يَسْتَعْجِلُ بِهَا الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِهَا"۔ اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ: عذاب میں جلدی یا دیر اور قیامت کو لانے کے متعلق حکم بس اللہ پاک کے ہی اختیار میں ہے۔ اور وہی حق بات اور حقیقت کو بتاتا ہے اور تمہارے عذاب کا فیصلہ بھی اسی کے اختیار میں ہے۔

﴿۵۸﴾ طریق تعلیم: ❹... فرمایا: عذاب یا قیامت کے معاملے کا فیصلہ میرے اختیار میں ہوتا تو وہ کب کا ہو چکا ہوتا، وہ صرف حق تعالیٰ شانہ کے قبضہ قدرت میں ہے۔ ظالموں کے احوال وہ خوب جانتا ہے میں کچھ نہیں کہہ سکتا کہ اسکی مہلت میں کیا مصلحت ہے۔

ان آیات سے ثابت ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے احکام کے پابند تھے نشانات اور فیصلوں کا صادر اور ظاہر کرنا صرف اللہ تعالیٰ ہی کے قبضہ قدرت میں ہے نبی کا اسی میں کچھ بھی دخل نہیں ہوتا۔

مفاتح الغیب کا علم اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے

﴿۵۹﴾ توحید پر عقلی دلیل:... آیت کا مختصر مطلب یہ ہے کہ بر و بحر وغیرہ سارے جہان کے مخفی رازوں سے فقط وہی واقف

ہے وہی ہر شخص کی نیت اور عمل کو سمجھ سکتا ہے اور اسی کو معلوم ہے کہ کون سی قوم کب فنا ہو گی۔

عِنْدَهٗ : کی تقدیم مفید حصر ہے یعنی غیب کے خزانے اسی کے قبضہ میں ہیں کسی دوسرے کے اختیار میں نہیں ہیں۔

مَفَاتِحُ الْغَيْبِ : مفاتح جمع ہے اس کا واحد مَفْتَحْ (بفتح المیم) جس کا معنی خزانہ یا مِفْتَحْ (بکسر المیم) واحد ہے اس کا معنی ہے بند چیز کو کھولنے کا آلہ یعنی کنجی۔ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ: سے مراد علم خداوندی ہے جو ہر معلوم چیز تک پہنچے اور اسکی حقیقت کو پانے کا ذریعہ ہے۔ اور قبضہ میں ہونے کا معنی یہ ہے کہ اس کا علم ہر غیبی چیز کو اپنے احاطہ میں لئے ہوئے ہے گویا وہ غیبی چیز اس کے پاس موجود ہے غیب وہ چیز ہے جو ابھی تک عالم وجود میں نہیں آئی جیسے قیامت کے احوال وغیرہ۔ غیب وہ چیز بھی ہے جو موجود تو ہو گی مگر اللہ نے کسی کو اس سے واقف نہیں بنایا۔ جیسے شکم مادر میں بچہ ہے سعید ہو گا یا بد بخت یہ سب باتیں غیب میں داخل ہیں۔ لَا يَعْلَمُهَآ اِلَّا هُوَ: اوپر مفاتح الغیب کو اللہ کے لئے محدود کیا گیا تھا مگر اس آیت میں حصر کی صراحت کر دی گئی "ھا" ضمیر مغیبات کی طرف راجع ہے یعنی اللہ کے سوا ان غیبی امور کا علم کلی طور پر کسی کو نہیں وہی ان کے اوقات اور دیر یا جلدی آنے سے واقف ہے اور اسکی حکمت سے بھی وہی واقف ہے ہاں اگر اللہ خود کسی کو ان چیزوں کا کچھ علم عطا فرما دے تو دوسرا جان سکتا ہے یہ آیت دلالت کر رہی ہے کہ اللہ تمام چیزوں کو ان کے وجود سے پہلے ہی جانتا ہے۔

حضرت ابن عباس ؓ فرماتے ہیں "رطب" سے مراد پانی اور "یابس" سے مراد صحراء ہے۔ (مظہری: ص: ۲۴۵: ج ۳)

مطلب یہ ہے کہ خشکی اور تری کی تمام اشیاء کا علم اللہ پاک کو ہے۔ اس آیت میں صراحتاً تین امور واضح ہیں۔ ❶ نبی اللہ تعالیٰ کے خزانوں کا مالک اور مختار کل اور متصرف فی الامور نہیں ہوتا۔ ❷ یہ کہ نبی اور رسول عالم الغیب نہیں ہوتا کہ ہر ہر ذرہ اس کے علم میں ہو۔ ❸ یہ کہ نبی اور رسول ملک، فرشتہ اور نور نہیں ہوتا۔ اس آیت میں جن تین امور کی نفی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات سے بصراحت کی گئی ہے۔ انہی میں اہل بدعت حضرات ٹھوکریں کھا رہے ہیں اور ان کے اثبات کے در پے ہیں۔ مفتی احمد یار خان: جاء الحق ص: ۹۳ میں لکھتے ہیں کہ اس آیت میں ذاتی علم غیب کی نفی ہے عطائی کی نہیں۔

جواب: اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو شعر کی تعلیم عطاء ہی نہیں کی تفصیل سورۃ یٰسین میں آئے گی۔ اور سورۃ المؤمن آیت: ۷۸: میں ہے کہ ہم نے بعض رسولوں کے احوال آپ کو بتائے اور بعض کے احوال نہیں اس سے واضح ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو علم شعر اور حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوۃ والسلام کے تفصیلی حالات کا علم عطاء نہیں کیا۔

علم عطائی کے لئے غیر مستند تفاسیر سے استدلال درست نہیں ہے کیونکہ مفتی صاحب نے جاء الحق ۲: ۶۴۲ میں مطالبہ کیا ہے عقیدہ کے لئے آیت قطعی الدلالت ہو جس کے معنی میں چند احتمال نہ نکل سکتے ہوں اور حدیث ہو تو متواتر ہو لہذا علم عطائی کے لئے قطعی الدلالت آیت یا حدیث متواتر مطلوب ہے نہ کہ تفسیر صاوی اور جمل وغیرہ یہ غیر مستند تفاسیر ہیں۔ (تفصیل کے لئے دیکھیں ازالۃ الریب)

فیضی کا استدلال (۱) حضور ﷺ رات اور دن برابر دیکھتے تھے

نمبر ۲۳۔ اس نمبر میں علامہ فیضی صاحب لکھتے ہیں: "حضرت عبداللہ بن عباس صحابی رضی اللہ عنہما کا اعتقاد تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم رات اور دن میں برابر دیکھتے۔ عن ابن عباس قال: کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یریٰ باللیل فی الظلمۃ کما یریٰ بالنھار فی الضوء۔

ترجمہ: حضرت ابن عباس ؓ نے فرمایا: حضور علیہ الصلوۃ والسلام ہمیشہ رات کی تاریکی میں اسی طرح دیکھتے تھے جیسا کہ دن کی روشنی میں۔

اب جو لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر کو اپنے دیکھنے پر قیاس کرتے ہیں اور لکھتے ہیں کہ حضور کو دیوار کے پیچھے نظر نہیں آتا تھا، وہ اُمّ المومنین سیدہ عائشہ اور صحابی حضرت عبداللہ بن عباس کے نظریہ کے مخالف ہیں اور گستاخ صحابہ ہو کر بے دین ہیں۔"
(نظریات صحابہ ص ۳۴، ۳۵)

الجواب: علامہ صاحب ان دو روایتوں سے یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم دن رات میں اور روشنی و اندھیرے میں برابر دیکھتے تھے۔ اس بارے میں ہماری گزارش یہ ہے کہ بشرطِ صحتِ سند، اگر اللہ تعالیٰ نے بطور معجزہ کے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ خصوصیت عطا فرمادی تھی تو بلاوجہ کون انکار کرتا ہے؟ لیکن یہ معجزات اللہ تعالیٰ کا فعل ہوتے ہیں جیسا کہ اس سورۃ کی آیت ۳۷ میں معجزہ کی تعریف میں گزر چکا ہے تاہم بعض اوقات اللہ تعالیٰ اپنے نبیوں کے ہاتھ اپنی قدرت کو ظاہر فرماتے ہیں، جس کو شریعت میں "معجزہ" کہا جاتا ہے۔ معجزات، اللہ کے نبیوں کے اختیار میں نہیں ہوتے، بلکہ اللہ تعالیٰ کے حکم اور اللہ کی قدرت سے ظہور پذیر ہوتے ہیں۔ بہر حال ایسی چیزیں اللہ تعالیٰ کی مشیت اور اللہ تعالیٰ کی اطلاع پر موقوف ہوتی ہیں، اللہ تعالیٰ جب چاہتے ہیں تو اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اندھیرے کی، دور کی اور غائب کی باتیں دکھلادیتے ہیں یا بتلادیتے ہیں، اگر اللہ تعالیٰ کی مشیت بھی نہ ہو اور اطلاع بھی نہ ہو تو اللہ کا نبی از خود غیب اور دُور کی بات نہ دیکھ سکتا ہے، نہ بتا سکتا ہے، بہر حال یہ خرقِ عادت کام اللہ تعالیٰ کی مشیت اور اطلاع سے ہوتے ہیں، بغیر مشیت اور اطلاع کے ایسے کاموں کا ظہور ہرگز ہرگز نہیں ہوتا، اس مسلمہ حقیقت کو سمجھنے کے لیے مندرجہ ذیل امور میں غور فرمائیں:

(۱) ایک سفر میں سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا ہار گم ہو گیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہار کی تلاش میں وہاں ٹھہر گئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے صحابہ تلاش کرتے رہے، لیکن ہار نہ ملا، مایوسی کے عالم میں روانگی کے لیے اونٹ کو اٹھایا گیا تو ہار اُونٹ کے نیچے پڑا تھا۔ (بخاری شریف ج ۱: ص۔ ۴۸ ملخصاً)

اگر سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا یہ اعتقاد ہوتا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ اندھیرے اور تاریکی میں یکساں دیکھتے ہیں تو حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو کیوں نہ کہا کہ آپ تو سب کچھ جانتے اور دیکھتے ہیں، لہٰذا دیکھ کر بتائیں کہ ہار کہاں ہے؟ اگر حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ سب کچھ دیکھتے تھے تو تلاش کے لیے صحابہ کو کیوں بھیجا؟ اور خود کیوں ٹھہرے؟ اور صحابہ بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم پر تلاش کرنے لگے، یہ نہیں کہا کہ یا رسول اللہ! آپ تو سب کچھ جانتے اور دیکھتے ہیں، خود دیکھ لیں، تلاش کی کیا ضرورت ہے؟ معلوم ہوتا ہے کہ پس پردہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بغیر اطلاع خداوندی کے نہ سب کچھ جانتے تھے اور نہ سب کچھ دیکھتے تھے، ہاں! اللہ تعالیٰ اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بعض اوقات غیب کی اور دور کی باتیں بتلادیتے تھے اور بعض اوقات دکھلا بھی دیتے تھے، اور ایسی باتیں معجزات کی قسم سے ہیں۔

۲) ایک حدیث میں ہے کہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو نعلین مبارک پہن کر نماز پڑھا رہے تھے، اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی جوتیاں پہنے ہوئے تھے، دورانِ نماز آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی نعلین مبارک اُتار دیں تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بھی جوتیاں اُتار دیں، نماز کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ سے پوچھا کہ: تم نے جوتیاں کیوں اُتاریں؟ انہوں نے کہا کہ: آپ کو دیکھ کر! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، میرے پاس تو جبریل آیا اور آکر کہا کہ آپ کی نعلیں میں قذر ہے: "أَنَّ فِيهِمَا قَذَرًا" اس لیے میں نے اپنی نعلین اُتار دی۔ (ابوداؤد، دارمی، بحوالہ مشکوٰۃ شریف ص۔ ۷۳)

جب تک حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی نعلین مبارک میں موجود قذر کا علم نہ تھا تو آپ اس میں نماز پڑھتے رہے، اور جب جبریل علیہ السلام کے بتانے سے آپ کو معلوم ہو گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نعلین مبارک کو اُتار دیا۔

۳) حدیث کی کتابوں میں بکثرت یہ واقعات موجود ہیں کہ کوئی شخص آپ کے دروازہ پر آیا اور دروازہ کھٹکھٹایا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اندر سے پوچھا کہ : "من دق الباب؟"
اسی طرح اگر کسی شخص نے امام کے پیچھے کچھ پڑھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ : کس نے پڑھا؟ اس قسم کے سوالات سے معلوم ہوتا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہر وقت ہر شخص کو جانتے اور دیکھتے نہیں تھے، ورنہ پوچھنے کی کیا ضرورت تھی؟ ہاں معجزہ کے طور پر اللہ تعالیٰ بعض اوقات آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بعض باتیں دکھا یا بتا بھی دیتے تھے۔
۴) حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرامؓ کو روزہ اور افطار کے متعلق ہدایات فرماتے ہیں کہ : "صوموا الرؤيته وأفطروا الرؤيته۔" (مشکوٰۃ ص ۱۷۶) ترجمہ : "چاند دیکھ کر روزہ رکھو اور چاند دیکھ کر افطار کرو۔"
اگر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ سب کچھ دیکھتے تھے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم رمضان اور عید کے چاند کو بھی دیکھتے ہوں گے، پھر صحابہ کو چاند دیکھنے کا حکم کیوں فرما رہے ہیں؟
۵) حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگوں کے موقع پر بعض صحابہ کو دشمن کے حالات معلوم کرنے کے لیے بھیجا، مثلاً جنگِ بدر میں، بسبسؓ، عدیؓ کو ابوسفیان کے قافلہ کے حالات معلوم کرنے کے لیے بھیجا، اور غزوۂ خندق کے دوران حالات کا جائزہ لینے کے لیے حضرت حذیفہؓ کو بھیجا۔
اگر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ سب کچھ دیکھتے تھے تو حالات کا جائزہ لینے کے لیے صحابہ کرامؓ کو بھیجنے کی کیا ضرورت تھی؟
۶) قالت عائشة رضي الله عنها : الأحدثكم عني وعن رسول الله صلى الله عليه وسلم ؟ قلنا : بلى! قال : قالت : لما كانت ليلتي التي كان النبي صلى الله عليه وسلم فيها عندي انقلب فوضع رداءهٗ وخلع نعليه فوضعها عند رجليه و بسط طرف ازاره على فراشه فاضطجع فلم يلبث الا ريثما ظن ان قد رقدت فأخذ رداءهٗ رُويدًا، وانتعل رُويدا و فتح الباب رُويدًا، فخرج ثم اجافه رُويدًا، فجعلت درعي في رأسي و اختمرت و تقنعت ازاري ثم انطلقت على اثره حتىٰ جاء البقيع فقام فأطال القيام ثم رفع يديه ثلث مرات ثم انحرف فانحرفت فأسرع فأسرعت فهرول فهرولت فاحضر فاحضرت فسبقته فدخلت فليس الا ان اضطجعت فدخل فقال : مالك يا عائش حشيًا رابيةً ! قالت : قلت : لاشيء! قال : لتخبريني أوليخبرني اللطيف الخبير! قالت : قلت : يارسول الله! بأبي أنت و أمي، فأخبرته. قال : فأنت السواد الذي رأيت أمامي؟ قلت : نعم! فلهدني في صدري لهدة أوجعتني ثم قال : أظننت أن يحيف الله عليك ورسوله؟ قالت : مهما يكتم الناس يعلمه الله نعم ! قال : ان جبريل عليه السلام أتاني حين رأيت فناداني فأخفاهٗ منك فاجبته فاخفيته منك ولم يكن يدخل عليك وقد وضعت ثيابك و ظننت ان قد رقدت فكرهت أن أوقظك وخشيت أن تستوحشي فقال : ان ربك يأمرك أن تأتي أهل البقيع فتستغفر لهم۔ (مسلم شریف ج ۱ : ص ۳۱۳، ۳۱۴)
ترجمہ : "سیدہ عائشہ صدیقہؓ نے لوگوں کو کہا کہ : میں تمہیں اپنی اور اللہ کے رسول کی ایک بات نہ سناؤں؟ راوی کہتا ہے : ہم نے کہا کیوں نہیں ایسی ضرور سنائیے! تو فرمایا کہ : جس رات آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی میرے پاس رات ٹھہرنے کی باری تھی تو آپ تشریف لائے، بستر پر بیٹھے اپنی چادر رکھ دی اور نعلین مبارک اُتاری اور پاؤں کے پاس رکھ دی، اور اپنی چادر سے ایک کنارے کو

اپنے بستر پر بچھا دیا اور لیٹ گئے، پس اتنی دیر لیٹے رہے کہ حتیٰ کہ آپ نے گمان کیا کہ میں سو گئی ہوں (حالانکہ میں جاگ رہی تھی)، پس آپ نے اپنی چادر کو آہستہ سے اٹھایا، اور آہستہ سے جوتی پہنی اور آہستہ سے دروازہ کھولا پھر باہر تشریف لے گئے اور آہستہ سے دروازہ بند کر دیا، (کیونکہ میں سب کچھ دیکھ رہی تھی) پھر میں نے اپنا دوپٹہ اٹھایا، سر پر رکھا، جسم پر لپیٹا، اور پردہ والی چادر پہنی اور آپ کے پیچھے چل پڑی، حتیٰ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جنت البقیع کے قبرستان میں آئے اور لمبا قیام فرمایا، پھر دعا کے لیے تین بار ہاتھ اٹھائے پھر واپس لوٹے، (اس کا مطلب یہ ہے کہ ہاتھ تین بار اٹھائے یعنی ہر دعا کے الفاظ تین بار دہرائے) اور میں بھی واپس لوٹی، آپ تیز چلے، میں بھی تیز چلی، آپ دوڑے میں بھی دوڑی، آپ گھر حاضر ہوئے میں بھی حاضر ہوئی، البتہ میں سبقت کر گئی اور آپ سے پہلے گھر میں داخل ہوئی، میں اپنے بستر پر لیٹی ہی تھی کہ آپ تشریف لائے، آپ نے (محبت سے) کہا: اے عائش! تجھے کیا ہے؟ میں نے کہا: کچھ نہیں! آپ نے فرمایا: مجھے بتا دے، ورنہ اللہ لطیف خبیر مجھے بتا دے گا! تو میں نے کہا: میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں! پس ساری بات میں نے آپ کو بتا دی، آپ نے فرمایا کہ: میرے آگے جو شخص تھا وہ تو تھی؟ میں نے کہا: جی ہاں وہ میں تھی۔ پھر آپ نے (محبت سے) مجھے سینہ میں مکا مارا جس سے مجھے تکلیف ہوئی، پھر آپ نے فرمایا: کیا تیرا یہ گمان ہے کہ اللہ اور اس کا رسول تجھ پر زیادتی کریں گے؟ سیدہ نے کہا کہ: لوگ جس چیز کو چھپاتے ہیں اللہ اس کو جانتا ہے، فرمایا: جی ہاں! آپ نے فرمایا کہ: میرے پاس جبریل آیا اور مجھے تم سے مخفی طور پر بلایا اور میں نے بھی مخفی طور پر اس کو جواب دیا، اور ویسے بھی جب تو سونے کے لیے اپنا دوپٹہ وغیرہ اتار دے تو جبریل حیا کی وجہ سے اندر داخل نہیں ہوتا، اور میں نے یہ گمان کیا کہ تو سو چکی ہے اور تجھے نیند سے جگانا مجھے پسند بھی نہ آیا، اور یہ بھی خطرہ تھا کہ میرے چلے جانے کے بعد تو اکیلے رہ جانے کی وحشت محسوس کرے (اس لیے نہ تجھے جگایا اور نہ بتایا) اور جبریل علیہ السلام نے مجھے کہا کہ تیرا رب تجھے حکم کرتا ہے کہ آپ جنت البقیع میں تشریف لے جائیں اور ان کے لیے دعا استغفار کریں۔"

قارئین کرام! آپ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی عنہا کی روایت کردہ حدیث کو بار بار پڑھیں اور ایک ایک جملہ میں غور فرمائیں، اس حدیث پاک کا ایک ایک جملہ علامہ صاحب کے من گھڑت "نظریات صحابہ" کی پُرزور تردید بلکہ مذمت کرتا ہے، پھر یہ صحیح حدیث سیدہ عائشہؓ سے مروی ہے، اور علامہ صاحب نے اپنے رسالہ میں بہت سے غلط اور شرکیہ نظریات سیدہ عائشہؓ کی طرف منسوب کر دیئے ہیں، لہٰذا مناسب ہے کہ خود عائشہ صدیقہؓ کی حدیث سے من گھڑت "نظریات صحابہ" کی حقیقت کھول دی جائے۔

۱) علامہ صاحب نے سیدہ عائشہ صدیقہؓ کا یہ اعتقاد بتایا کہ ان کے نزدیک حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سب کچھ جانتے تھے، اور ہمیشہ اندھیرے اور اجالے میں برابر دیکھتے تھے، حالانکہ اس حدیث میں سیدہ عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ میں ویسے لیٹی ہوئی تھی، سوئی ہوئی نہ تھی، لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے سویا ہوا سمجھا، اسی لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سب کچھ آہستہ کیا تا کہ میری نیند میں خلل نہ آئے، غور کا مقام ہے کہ سیدہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ہیں اور آپ ان کو دیکھ رہے ہیں، اس کے باوجود حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان کو نیند میں گمان کرتے ہیں، حالانکہ سیدہ جاگ رہی تھیں۔ اب فیصلہ تم خود کرو کہ سیدہؓ کا کیا اعتقاد تھا؟ کیا اب بھی علامہ یہی کہیں گے کہ عائشہ صدیقہؓ کا اعتقاد تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سب کچھ جانتے ہیں؟ اور سیدہ عائشہؓ کا یہ اعتقاد تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ اجالے اور اندھیرے کو میرے جاگنے کا علم نہ ہو سکا، آپ مجھے سوتا سمجھتے رہے، میں جاگ رہی تھی۔

۲) سیدہؓ فرماتی ہیں: حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی میرے پاس ٹھہرنے کی باری تھی، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے، تھوڑی دیر لیٹ کر اٹھے اور چلے گئے اور مجھے نہ بتایا کہ مجھے اکیلا رہ جانے کی وحشت نہ ہو، سیدہ کی یہ سب باتیں مسئلہ حاضر و

ناظر کی دھجیاں اُڑا رہی ہیں، اگر سیدہ رضی اللہ عنہا آپ کو ہر جگہ حاضر و ناظر سمجھتیں تو ایسی باتیں بالکل نہ کرتیں، پس معلوم ہوا کہ سیدہ رضی اللہ عنہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ہر جگہ حاضر و ناظر نہیں سمجھتی تھیں۔

۳) حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب جنت البقیع سے واپس آئے تو اپنے آگے ایک شخص کو دیکھا، لیکن پہچان نہ سکے کہ کون ہے، اسی لیے سیدہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ: میرے آگے جو شخص تھا وہ تو ہے؟ سیدہ نے فرمایا: جی ہاں! وہ میں ہی تھی۔ اگر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ اندھیرے اور اُجالے اور نزدیک و دور سے یکساں دیکھتے تھے تو یہ نہ فرماتے کہ: میرے آگے والا شخص تو تھی؟

مذکورہ بالا دلائل کے پیش نظر یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ ہمیشہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اندھیرے میں اور اجالے میں برابر نہ دیکھتے تھے، البتہ بعض اوقات بطور معجزہ ایسی باتیں ظہور پذیر ہوتی تھیں۔

باقی علامہ صاحب نے "ہمیشہ" کا لفظ "کان رسول اللہ یری" سے اخذ کیا، کیونکہ "کان یریٰ" ماضی استمراری ہے اور یہ دوام واستمرار پر دلالت کرتا ہے، اس لیے علامہ صاحب نے اس کا ترجمہ "ہمیشہ دیکھنے" سے کیا ہے، علامہ صاحب کو معلوم ہونا چاہیے کہ ماضی استمراری ہمیشہ دوام واستمرار پر دلالت نہیں کرتا، کیونکہ حدیث میں "کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یصلی فی نعالہ" یہاں "کان یصلی" ماضی استمراری ہے، کیا علامہ صاحب اس کا یہ معنیٰ گوارا کرلیں گے کہ "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ نعلین مبارک میں نماز پڑھتے تھے"؟ نہیں نہیں! ہرگز نہیں! لہٰذا علامہ صاحب کا لفظ "کان" کو دیکھ کر "ہمیشہ" والا معنیٰ کرنا غلط ہے۔

فیضی کا استدلال: ۲ نمبر ۲۲۔ اس نمبر میں علامہ فیضی صاحب لکھتے ہیں: "اُمّ المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا اعتقاد تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہر شخص کے اعمال بھی جانتے ہیں اور ستاروں کی تعداد سے بھی باخبر ہیں، اُمّ المؤمنین عائشہ صدیقہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ: آسمان کے تاروں کے برابر کس کی نیکیاں ہیں؟ حضور نے فرمایا: وہ عمر کی نیکیاں ہیں، تو میں نے کہا: ابوبکر کی نیکیاں کہاں گئیں؟ فرمایا کہ: عمر کی تمام نیکیاں ابوبکر کی ایک نیکی کے برابر ہیں۔" (نظریات صحابہ ۳۶،۳۵)

الجواب: علامہ صاحب نے سیدہ عائشہ صدیقہ کی طرف جس شرکیہ اور غلط نظریہ کی نسبت کی ہے، اس کی پُرزور تردید بلکہ مذمت خود سیدہ کی زبانی حدیث مسلم سے سابق نمبر ۲۳ میں ہو چکی ہے، لیکن مزید ایک حدیث سنتے جائیے، سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: "ومن زعم انه یخبر بما یکون فی غد فقد اعظم علی الله الفریة والله یقول: قل لا یعلم من فی السمٰوٰت والأرض الغیب الا الله۔" (مسلم شریف ج۱: ص ۹۸)

"جو شخص یہ عقیدہ رکھتا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کل کی باتیں جانتے اور بتاتے ہیں تو اس نے اللہ تعالیٰ پر بہت بڑا بہتان اور جھوٹ باندھا، کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ: زمین و آسمان میں رہنے والا کوئی شخص غیب نہیں جانتا سوائے اللہ تعالیٰ کے۔"

قارئین کرام! ایک طرف خود سیدہ رضی اللہ عنہا کا فیصلہ ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق علم غیب کا عقیدہ رکھنے والا شخص جھوٹا اور مفتری ہے، کیونکہ علم غیب اللہ تعالیٰ کا خاصہ ہے، اور ادھر علامہ صاحب کو بھی دیکھئے کیسی دیدہ دلیری سے لکھتے ہیں کہ: "اُمّ المؤمنین کا اعتقاد تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہر شخص کے اعمال بھی جانتے ہیں اور ستاروں کی تعداد سے بھی باخبر ہیں۔" فیصلہ آپ کے ہاتھ میں ہے کہ سیدہ رضی اللہ عنہا کس شخص کو کذاب، جھوٹا اور مفتری فرما رہی ہیں؟ اسی شخص کو نا! جو یہ کہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سب کچھ جانتے ہیں اور عالم الغیب ہیں۔

علامہ صاحب کو انتباہ: علامہ صاحب، خدارا! سیدہ عائشہ صدیقہ طاہرہ رضی اللہ عنہا پر بہتان طرازی اور الزام تراشی نہ کیجئے، ہمیشہ سے اس مقدس و مطہرہ خاتون پر بہتان کھڑا کرنے والوں کا انجام عبرتناک ہوتا چلا آرہا ہے، لہٰذا خدا کا خوف کھائیں، اپنے رب کے حضور معافی مانگیں، اور غلط نظریات سے توبہ تائب ہو جائیں، ورنہ آپ کا انجام وہی ہوگا جو آپ سے پہلے بہتان طرازوں کا ہو چکا ہے۔

سیدہ عائشہ صدیقہؓ کی روایت کا صحیح مطلب: سیدہ رضی اللہ عنہا کا سوال کہ اتنی نیکیاں کس کی ہوں گی جتنے آسمان پر ستارے ہیں؟ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان کہ: ہاں عمر کی! اس سوال و جواب کا مقصد مبالغہ ہے، یعنی جس طرح آسمان پر ستارے کثیر ہیں اور بے شمار ہیں، اسی طرح حضرت عمرؓ کی نیکیاں کثیر اور بے شمار ہیں۔

اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم آسمان کے ستاروں کی تعداد کو بھی جانتے تھے، اور عمر کی نیکیوں کو بھی جانتے تھے، کسی مفسر، کسی فقیہ اور کسی شارح حدیث نے یہ مطلب بیان نہیں کیا، اگر علامہ صاحب میں ہمت ہے تو کسی ایک عالم دین کا نام پیش کریں کہ کس نے یہ مطلب بیان کیا ہے، کاش! کہ علامہ صاحب "دلائل الخیرات" پڑھ لیتے تو حدیث کا یہ من گھڑت مطلب ہرگز بیان نہ کرتے، صاحب "دلائل الخیرات" رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

"اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ عَدَدَ قَطْرِ الْاَمْطَارِ اللّٰهم صل على سيدنا و مولانا محمد عَدَدَ اَوْرَاقِ الْاَشْجَارِ۔ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ عَدَدَ دَوَآبِّ الْقِفَارِ۔ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ عَدَدَ دَوَآبِّ الْبِحَارِ۔ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ عَدَدَ مِيَاهِ الْبِحَارِ۔"

ترجمہ: "اے اللہ! ہمارے سردار اور ہمارے آقا حضرت محمد پر اتنی رحمتیں نازل فرما جتنی بارشوں کے قطرے ہیں، اور جتنے درختوں کے پتے ہیں اور جتنے جنگلی جانور ہیں، اور جتنے دریاؤں کے جانور ہیں اور جتنا دریاؤں کا پانی ہے۔"

کیا علامہ صاحب اس سے یہ نتیجہ اخذ کریں گے کہ صاحب "دلائل الخیرات" بارش کے قطرات کو جانتے ہیں اور درختوں کے پتوں کو بھی جانتے تھے، اور جنگل و دریاؤں کے جانوروں کو بھی جانتے تھے؟ اور اب بھی جو لوگ "دلائل الخیرات" کو بطور وظیفہ پڑھتے ہیں وہ لوگ مذکورہ درود بھی پڑھتے ہیں، کیا وہ بھی ان سب چیزوں کی تعداد کو جانتے ہیں؟ نہیں انہیں! بلکہ ہرگز نہیں! مطلب صرف مبالغہ کرنا ہے کہ جس طرح بارش کے قطرات بے شمار ہیں، درختوں کے پتے بے شمار ہیں، جنگلوں اور دریاؤں کے جانور بے شمار ہیں، اسی طرح ہمارے سردار اور آقا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی اے اللہ! بے شمار رحمتیں نازل فرما۔

پس ثابت ہوا کہ سیدہ کے سوال اور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے جواب سے مقصد مبالغہ ہے، یعنی جس طرح آسمان کے ستارے بے شمار ہیں، اسی طرح حضرت عمرؓ کی نیکیاں بھی بے شمار ہیں۔

﴿۶۰﴾ يَتَوَفّٰكُمْ ... الخ وقوع بعث: "توفی" کے لغوی معنی ہے کسی چیز کو پورے طور سے قبض کر لینا یا "توفی" سے بطور استعارہ موت مراد ہوتی ہے یہاں نیند مراد ہے کیونکہ نیند بھی ایک قسم کی وفات (موت) ہے۔

فرمایا: وہ اللہ تعالیٰ تمہارے شب و روز کے واقعات پر پورا قابض ہے یعنی اللہ تعالیٰ رات کے سوتے وقت تمہاری روح نفسانی کو جس سے احساس و ادراک وغیرہ ہوتا ہے ایک گونہ قبض و معطل کر دیتا ہے اور جو کچھ تم دن میں کرتے ہو اس کو ہمیشہ سے جانتے ہو پھر اس سونے کے بعد تم کو جگا دیتا ہے۔ "لِيُقْضٰى اَجَلٌ مُّسَمًّى" تاکہ اس سونے جاگنے کے دوران دنیوی زندگی تمام کر دی جائے۔

ثُمَّ اِلَيْهِ مَرْجِعُكُمْ: دنیوی زندگی کے بعد اسی اللہ کی طرف مر کر تم کو جانا ہے۔

ثُمَّ يُنَبِّئُكُمْ الخ مجازات اعمال: پھر کچھ برزخ میں اور پورا پورا قیامت میں تم کو بتایا جائے گا کیونکہ وہ سب کے اعمال کا محافظ ہے اس آیت میں کمال قدرت کو واضح کیا گیا ہے۔

وَهُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهٖ وَيُرْسِلُ عَلَيْكُمْ حَفَظَةً ؕ حَتّٰۤى اِذَا جَآءَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ

اور وہی اللہ کی ذات غالب ہے اپنے بندوں پر بھیجتا ہے وہ تمہارے اوپر نگران فرشتے یہاں تک کہ جب تم میں سے کسی کے پاس موت کا وقت پہنچتا ہے تو وفات

تَوَفَّتْهُ رُسُلُنَا وَهُمْ لَا يُفَرِّطُونَ ﴿٦١﴾ ثُمَّ رُدُّوٓا إِلَى اللَّهِ مَوْلَىٰهُمُ الْحَقِّ ۚ أَلَا لَهُ الْحُكْمُ وَهُوَ

دیتے ہیں اس کو ہمارے بھیجے ہوئے فرشتے اور ذرہ بھر بھی کوتاہی نہیں کرتے ﴿۶۱﴾ پھر لوٹائے جاتے ہیں وہ لوگ اللہ کی طرف جو ان کا سچا آقا ہے۔ سنو اسی کیلئے حکم

أَسْرَعُ الْحَاسِبِينَ ﴿٦٢﴾ قُلْ مَن يُنَجِّيكُم مِّن ظُلُمَاتِ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ تَدْعُونَهُ تَضَرُّعًا

ہے اور وہی ہے جلد حساب لینے والا ﴿۶۲﴾ اے پیغمبر! آپ کہہ دیجئے کون ہے جو تم کو بچاتا ہے خشکی اور سمندروں کے اندھیروں میں جس کو تم پکارتے ہو عاجزی سے

وَخُفْيَةً لَّئِنْ أَنجَانَا مِنْ هَٰذِهِ لَنَكُونَنَّ مِنَ الشَّاكِرِينَ ﴿٦٣﴾ قُلِ اللَّهُ يُنَجِّيكُم مِّنْهَا وَمِن

اور پوشیدہ (اور کہتے ہو) اگر اس نے بچالیا اس (مصیبت) سے تو البتہ ہو جائیں گے ہم شکر گزاروں میں سے ﴿۶۳﴾ اے پیغمبر! آپ کہہ دیجئے اللہ ہی ہے جو تم کو

كُلِّ كَرْبٍ ثُمَّ أَنتُمْ تُشْرِكُونَ ﴿٦٤﴾ قُلْ هُوَ الْقَادِرُ عَلَىٰٓ أَن يَبْعَثَ عَلَيْكُمْ عَذَابًا مِّن

بچاتا ہے اس سے اور ہر قسم کی تکلیفوں سے پھر تم شرک کرتے ہو ﴿۶۴﴾ اے پیغمبر! آپ کہہ دیں وہ اللہ تعالیٰ قادر ہے اس بات پر کہ بھیج دے تم پر عذاب

فَوْقِكُمْ أَوْ مِن تَحْتِ أَرْجُلِكُمْ أَوْ يَلْبِسَكُمْ شِيَعًا وَيُذِيقَ بَعْضَكُم بَأْسَ بَعْضٍ ۗ

تمہارے اوپر سے یا تمہارے پاؤں کے نیچے سے یا تم کو خلط ملط کردے مختلف فرقوں میں اور چکھائے تم میں سے بعض کو بعض کی لڑائی کا مزہ۔

انظُرْ كَيْفَ نُصَرِّفُ الْآيَاتِ لَعَلَّهُمْ يَفْقَهُونَ ﴿٦٥﴾ وَكَذَّبَ بِهِ قَوْمُكَ وَهُوَ الْحَقُّ ۚ قُل

دیکھو کس طرح ہم پھیر پھیر کر بیان کرتے ہیں آیتوں کو تاکہ یہ لوگ سمجھ جائیں ﴿۶۵﴾ اور جھٹلایا ہے اس (قرآن) کو تیری قوم نے حالانکہ وہ حق ہے

لَّسْتُ عَلَيْكُم بِوَكِيلٍ ﴿٦٦﴾ لِّكُلِّ نَبَإٍ مُّسْتَقَرٌّ ۚ وَسَوْفَ تَعْلَمُونَ ﴿٦٧﴾ وَإِذَا رَأَيْتَ الَّذِينَ

اے پیغمبر! آپ کہہ دیجئے میں تم پر نگہبان نہیں ہوں ﴿۶۶﴾ ہر خبر کیلئے ایک وقت مقرر ہے اور عنقریب تم جان لوگے ﴿۶۷﴾ اور جب دیکھیں آپ ان لوگوں کو جو

يَخُوضُونَ فِيٓ آيَاتِنَا فَأَعْرِضْ عَنْهُمْ حَتَّىٰ يَخُوضُوا فِي حَدِيثٍ غَيْرِهِ ۚ وَإِمَّا يُنسِيَنَّكَ

عیب جوئی کرتے ہیں ہماری آیتوں میں پس آپ اعراض کریں ان سے یہاں تک کہ وہ گھس جائیں کسی اور بات میں اور وہ بھلادے آپ کو شیطان پس آپ نہ

الشَّيْطَانُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرَىٰ مَعَ الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ ﴿٦٨﴾ وَمَا عَلَى الَّذِينَ يَتَّقُونَ

بیٹھیں یاد آجانے کے بعد ظلم کرنے والی قوم کے ساتھ ﴿۶۸﴾ اور نہیں ہے بچنے والے لوگوں پر کافروں کے حساب میں سے

مِنْ حِسَابِهِم مِّن شَيْءٍ وَلَٰكِن ذِكْرَىٰ لَعَلَّهُمْ يَتَّقُونَ ﴿٦٩﴾ وَذَرِ الَّذِينَ اتَّخَذُوا دِينَهُمْ

کچھ مگر نصیحت تاکہ وہ بچ جائیں ﴿۶۹﴾ اور آپ چھوڑ دیں ان لوگوں کو جنہوں نے اپنے دین کو کھیل تماشہ بنایا ہے اور دھوکہ میں ڈالا ہے

لَعِبًا وَلَهْوًا وَغَرَّتْهُمُ الْحَيَاةُ الدُّنْيَا ۚ وَذَكِّرْ بِهِ أَن تُبْسَلَ نَفْسٌ بِمَا كَسَبَتْ لَيْسَ

ان کو دنیا کی زندگی نے، اور آپ نصیحت کریں اس (قرآن) کے ساتھ اس وجہ سے کہیں گرفتار نہ کیا جائے کوئی نفس اپنی کمائی کے ساتھ نہیں ہوگا

لَهَا مِنْ دُوْنِ اللهِ وَلِيٌّ وَّلَا شَفِيْعٌ ۚ وَاِنْ تَعْدِلْ كُلَّ عَدْلٍ لَّا يُؤْخَذْ مِنْهَا ۗ اُولٰٓئِكَ

اس کیلئے اللہ کے سوا کوئی حمایتی اور نہ کوئی سفارش کرنے والا اور اگر وہ کردے گا ہر قسم کا فدیہ تو نہیں لیا جائے گا اس سے یہی لوگ ہیں جن کو گرفتار کیا گیا ہے اس کے

الَّذِيْنَ اُبْسِلُوْا بِمَا كَسَبُوْا ۚ لَهُمْ شَرَابٌ مِّنْ حَمِيْمٍ وَّعَذَابٌ اَلِيْمٌۢ بِمَا كَانُوْا يَكْفُرُوْنَ ﴿٧٠﴾

بدلے جو انہوں نے کمایا۔ ان کے لئے پینا ہوگا کھولتے ہوئے پانی سے اور دردناک عذاب ہوگا اس وجہ سے کہ وہ کفر کیا کرتے تھے ﴿۷۰﴾

﴿۶۱﴾ وَهُوَ الْقَاهِرُ ....الخ ربط آیات:.... گزشتہ آیات میں وقوع بعث کا ذکر تھا اب ان آیات میں کمال قدرت اور موت و بعث کا اور حساب کا ذکر فرماتے ہیں۔

خلاصہ رکوع ❽ غلبہ الٰہی، محافظت باری تعالیٰ، طریق مناظرہ توحید پر استدلال، فریضہ خاتم الانبیاء سے سوال کا جواب متعین، مشرک کا مزاج، تذکیر بایام اللہ سے مشرکین کی تخویف دنیوی، مکذبین عذاب قیامت، وقت عذاب، مخالفین کی مجلس میں بیٹھنے کی ممانعت، تعمیم بعد التخصیص۔ ماخذ آیات ۶۱: تا ۷۰ +

غلبہ الٰہی:... فرمایا! وہ اللہ اپنے بندوں پر غالب ہے۔ وَيُرْسِلُ عَلَيْكُمْ .... الخ محافظت باری تعالیٰ:... اور وہ تم پر نگہبان فرشتے بھیجتا ہے۔ جو تمہاری زندگی کے تمام اعمال لکھتے ہیں اور تمہاری جان کی حفاظت اور نگہبانی کرتے ہیں اور تم ساری زندگی حق تعالیٰ شانہ کی نگرانی میں رہتے ہو۔

اقسام ملائکہ اور روح قبض کرنے کا طریقہ

حضرات مفسرین کرام رحمہم اللہ فرماتے ہیں فرشتے تین قسم کے ہیں:

❶ ... وہ فرشتے جو انسانی حفاظت پر مامور ہیں اور انکو مضرتوں سے بچاتے ہیں۔ فرمایا! "لَهٗ مُعَقِّبٰتٌ مِّنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهٖ يَحْفَظُوْنَهٗ مِنْ اَمْرِ اللهِ"۔ ❷ وہ فرشتے جو انسان کے اعمال کی حفاظت اور کتابت کرتے ہیں۔ فرمایا "وَاِنَّ عَلَيْكُمْ لَحٰفِظِيْنَ كِرَامًا كَاتِبِيْنَ"۔ ❸ وہ فرشتے جو انسان کی روح نکالنے کے لئے مقرر کیے گئے ہیں اس قسم کے فرشتوں کے سردار کا نام حضرت عزرائیل علیہ السلام ہے۔ باقی اس کے مددگار و معین ہیں۔ قرآن کریم میں ایک مقام پر موت کی نسبت ملک الموت کی طرف ہے اور ایک مقام پر دیگر فرشتوں کی طرف ہے اور ایک مقام پر حق تعالیٰ شانہ کی طرف ہے کسی میں کوئی تعارض نہیں حقیقت میں سب کو موت دینے والا اللہ ہی ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ ملک الموت کا تسلط زمین کی تمام چیزوں پر اسی طرح ہے جس طرح اپنے ہاتھ میں پکڑی ہوئی چیز پر ہوتا ہے۔ تمام جانوں کو وہ خود ہی قبض کرتا ہے مگر اس کے ساتھ رحمت اور عذاب کے فرشتے ہوتے ہیں پاک روح کو قبض کرنے کے بعد رحمت کے فرشتوں کو دے دیتا ہے اور ناپاک روح کو عذاب کے فرشتوں کے سپرد کر دیتا ہے۔

حضرت یعقوب علیہ السلام کے سوال کے جواب میں ملک الموت نے کہا کہ اللہ نے دنیا کو میرا تابع بنا دیا ہے جس طرح تمہارے سامنے طشت رکھا ہو اور تم اس میں سے جس کنارے سے چاہو (پھل یا کھانا وغیرہ) لے سکتے ہو اسی طرح دنیا میرے لئے ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے سوال کے جواب میں عزرائیل علیہ السلام نے کہا کہ میں روحوں کو "باذن اللہ" پکارتا ہوں اور وہ تمام روحیں میری چٹکی میں آجاتی ہیں۔ اشعث بن اسلم نے کہا کہ ملک الموت کے سامنے زمین ہموار شکل میں تشت کی طرح کردی گئی ہے جس

جگہ سے چاہتے ہیں وہ روح کو پکڑ لیتے ہیں۔

حضرت قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ احادیث اور آثار صحابہ رضی اللہ عنہم کی روشنی میں اس مسئلہ کی تحقیق یہ ہے کہ جس طرح محسوسات میں سورج کا تعلق ایک وقت میں ہر چیز سے برابر ہے اسی طرح ملک الموت کا تمام زمین اور اطراف زمین والوں سے برابر کا تعلق ہے۔ (محصلہ تفسیر مظہری: ص: ۲۴۸، ج۔ ۳)

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مؤمن بندے کا جب دنیا سے تعلق ختم ہوتا ہے تو آخرت سامنے آرہی ہوتی ہے تو سورج جیسے گورے چہروں والے فرشتے اس کے پاس اتر کر آتے ہیں جنت کا کفن اور خوشبو ان کے ساتھ ہوتی ہے آکر درازی نگاہ کے فاصلہ پر بیٹھ جاتے ہیں پھر ملک الموت آکر مرنے والے کے سرہانے بیٹھ جاتا ہے اور کہتا ہے اے پاکیزہ روح اللہ کی مغفرت اور رضامندی کی طرف نکل کر چل روح فوراً اس طرح بہتی نکل آتی ہے جس طرح مشک کے اندر سے پانی کا قطرہ نکل آتا ہے۔ موت کا فرشتہ اسکو لے کر فوراً اوپر والے فرشتوں کے سپرد کر دیتا ہے پل بھر بھی اپنے ہاتھ میں نہیں روکتا فرشتے اسی بہشتی کفن اور خوشبو میں روح کو لپیٹ دیتے ہیں۔ اسی حدیث میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کافر کے متعلق ارشاد فرمایا کہ سیاہ ملائکہ ٹاٹ لئے درازی نظر کے فاصلہ پر آکر بیٹھ جاتے ہیں پھر ملک الموت آکر اس کے سرہانے بیٹھ جاتا ہے اور روح کو قبض کر کے فوراً عذاب کے سیاہ رو فرشتوں کے سپرد کر دیتا ہے پل بھر بھی اپنے ہاتھ میں نہیں رکھتا۔

جعفر بن محمد نے فرمایا مجھے اطلاع ملی ہے کہ ملک الموت نماز کے اوقات پر (مسجدوں میں) لوگوں کی تلاش کرتا ہے پھر مرنے کے وقت آکر دیکھتا ہے اگر مرنے والا پانچوں نمازوں کی پابندی رکھنے والوں میں سے ہوتا ہے تو ملک الموت اس کے قریب آکر شیطانوں کو بھگا دیتا ہے اور مرنے والے کو "لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ" کی تلقین کرتا ہے۔ ادائیگی فرض میں کوتاہی نہ کرنے کا مطلب یہ ہے کہ سستی اور تاخیر نہیں کرتے فرشتے بغیر اذن الٰہی کے روحوں کو قبض کرنے کی قدرت نہیں رکھتے۔ (مظہری: ص: ۲۴۸، ج۔ ۳)

﴿۶۲﴾ **تذکیر بما بعد الموت :** محاسبہ اعمال میں قیامت کے دن تاخیر ممکن نہیں ہوگی سب بندے اپنے مالک حقیقی کے پاس لائے جائیں گے اور اس کے فیصلہ میں کوئی دخل دینے والا نہیں ہوگا اور جن لوگوں کا حساب لیا جائے گا ان کے مختلف احوال اور مختلف اعمال ہوں گے کسی کا حساب جلدی اور کسی کا دیر میں ختم ہوگا لیکن اگر اللہ پاک سب ہی کا حساب ذرا سی دیر میں فرمانا چاہیں تو فرما سکتے ہیں۔

﴿۶۳﴾ **طریق مناظرہ سے توحید پر استدلال :** تفصیل آیت میں موجود ہے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ "ظُلُمٰتِ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ" سے شدائد یعنی سختیاں اور مشکلات و مصائب مراد ہیں جب انسان سختیوں میں مبتلا ہو جاتا ہے تو پھر اسی کے دروازے پر آجاتا ہے۔ مشکل وقت میں عاجزی کے ساتھ پوشیدہ طور پر اللہ کو پکارتا ہے۔ اگر ہمیں اس مصیبت سے نجات دے دے تو ہم ضرور بالضرور شکر گزاروں میں سے ہو جائیں گے۔ یعنی آئندہ ہمیشہ شکر میں لگے رہیں گے۔

﴿۶۴﴾ **فریضہ خاتم الانبیاء سے سوال کا جواب متعین :** تو پھر آپ خود ہی کہہ دیجئے اللہ ہی تم کو نجات دیتا ہے بلکہ ہر غم سے نجات دیتا ہے۔ ثُمَّ اَنْتُمْ... الخ **مشرک کا مزاج :** پھر بھی تم شرک کرنے لگتے ہو جو کہ اعلیٰ درجے کی ناحق شناسی ہے۔

﴿۶۵﴾ **تذکیر بایام اللہ سے مشرکین کی تخویف دنیوی :**... اللہ پاک اس بات پر بھی قادر ہے کہ تم پر اوپر سے کوئی عذاب نازل کر دے جیسے قوم عاد، اور قوم لوط اور اصحاب الفیل کے ساتھ کیا۔ "اَوْ مِنْ تَحْتِ اَرْجُلِكُمْ" جیسے قوم نوح کے ساتھ کیا زمین

کے اندر سے چشمہ جاری کر کے پانی کے طوفان سے سب کو غرق کر دیا یا جیسے فرعون اور اس کے لشکر کو غرق کر دیا۔ یا جیسے قارون کو زمین میں دھنسا دیا۔ اَوْ يَلْبِسَكُمْ شِيَعًا ۔۔۔۔ الخ یا تم کو خلط ملط کر دے مختلف فرقوں میں اور ایک کو دوسرے کی لڑائی کا مزہ چکھا دے۔ تفسیر مظہری میں ہے اس آیت کی آخری تعبیر ہجرت سے ۳۵ سال کے بعد نظروں کے سامنے آ گئی جب جنگ جمل و صفین میں مسلمان باہم لڑائی میں مبتلا ہو گئے۔ حضرت سعد بن وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ قبیلہ بنی معاویہ کی مسجد پر گزرے، وہاں آپ نے دو رکعت نماز پڑھی اور ہم نے بھی آپ کے ساتھ نماز پڑھی آپ نے لمبی دعا کی اور اس کے بعد فرمایا کہ میں نے اپنے رب سے تین چیزوں کا سوال کیا، مجھے دو چیزیں عطا فرما دیں اور ایک کی قبولیت سے منع فرمایا۔ میں نے اپنے رب سے سوال کیا کہ میری امت کو قحط سے ہلاک نہ فرمانا دعا قبول ہو گئی اور میں نے یہ سوال کیا کہ میری امت کو غرق کر کے ہلاک نہ فرمانا، میری یہ دعا بھی قبول ہو گئی، اور میں نے سوال کیا کہ آپس میں انکی لڑائی نہ ہو تو اس بات کو قبول کرنے سے منع فرما دیا۔

(معالم التنزیل: ص:۸۶: ص:۲۹۰: مظہری: ص:۲۵۱: ج:۳ و مشکوٰۃ: ص:۵۱۲: ج۔۲)

جنگ جمل اور صفین کا تحقیقی جائزہ

مناظر اسلام حضرت علامہ محمد عبدالستار صاحب تونسوی رحمۃ اللہ علیہ کے رسالہ شان حیدر کرار سے بطور فائدہ کے اہل علم کے لئے جنگ جمل اور صفین کا تحقیقی جائزہ لکھا جاتا ہے۔

جنگ جمل:۔۔۔ لوگوں نے اس لڑائی کے واقعہ میں بہت بے جا اور غیر ثابت باتیں بیان کی ہیں۔

اصل واقعہ اس طرح ہے کہ جس وقت حضرت عثمان رضی اللہ عنہ مدینہ طیبہ میں شہید ہوئے ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا حج کو گئی ہوئی تھیں۔

حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ دونوں حضرات مدینہ طیبہ میں بلوائیوں باغیوں کی ناشائستہ ظالمانہ حرکات دیکھ کر ام المؤمنین کی خدمت میں مکہ مکرمہ پہنچے سارا واقعہ ان سے بیان کیا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ شہید کر دیئے گئے اور اس وقت مدینہ میں فتنہ برپا ہے آپ ام المؤمنین ہیں ایسی تدبیر کریں کہ یہ فتنہ فساد کسی طرح رفع دفع ہو جائے۔ ابھی تک قاتلان عثمان رضی اللہ عنہ سے قصاص نہیں لیا گیا جس وجہ سے بلوائیوں باغیوں کا زور بڑھتا جا رہا ہے۔ ام المؤمنین طیبہ طاہرہ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے جھگڑے میں پڑنے سے تامل فرمایا بالآخر مسلمانوں کی اصلاح و خیر خواہی کے پیش نظر یہ مشورہ طے پایا کہ جب تک بلوائیوں کا زور نہ توڑا جائے مدینہ منورہ جانا مناسب نہیں اور کسی تدبیر سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ان مفسدوں کے گروہ سے علیحدہ کر کے آپس میں اتحاد و اتفاق کر کے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا قصاص لیا جائے اور ان مفسد باغیوں کی سرکوبی کی جائے۔ چنانچہ اس مشورہ کے مطابق بصرہ کی طرف روانگی ہوئی۔

بلوائیوں نے اس کی خبر پا کر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے سامنے بہت رنگ آمیزی کے ساتھ بیان کیا اور کہا کہ یہ لوگ آپ کو خلافت سے معزول کرنے کے درپے ہیں۔ بہر حال ان حضرات کا اصل حال حضرت علی رضی اللہ عنہ تک نہ پہنچنے دیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی بصرہ کی طرف روانہ ہوئے۔ حضرات حسنین رضی اللہ عنہما اور عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اور عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ اس فوج کشی کے خلاف تھے۔ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ کی فوج بصرہ کے قریب پہنچی تو آپ نے حضرت قعقاع رضی اللہ عنہ صحابی کو قاصد بنا کر حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ و زبیر رضی اللہ عنہ کے پاس بھیجا۔ حضرت قعقاع رضی اللہ عنہ نے پہلے حضرت ام المومنین رضی اللہ عنہا سے رابطہ قائم کیا تو انہوں نے صاف فرما دیا کہ میرا مقصود صرف اصلاح ہے کسی طرح یہ فتنہ فساد دور ہو اور امن قائم ہو جائے۔ پھر حضرت قعقاع رضی اللہ عنہ نے حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ و زبیر رضی اللہ عنہ سے ملاقات کی ان دونوں نے فرمایا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قاتلوں سے قصاص لیے بغیر امن نہیں ہو سکتا۔ حضرت قعقاع رضی اللہ عنہ نے کہا کہ یہ مقصود اس کے بغیر حاصل نہیں ہو سکتا کہ

سب مسلمان متفق ہو جائیں، لہٰذا آپ لوگوں کو چاہیے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مل جائیں اور باہم متفق ہو کر اس کی تدبیر کریں۔ یہ رائے حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ وزبیر رضی اللہ عنہ نے پسند کی۔ اور حضرت قعقاع رضی اللہ عنہ صلح کی خوش خبری لے کر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس گئے وہ بھی بہت خوش ہوئے۔

اس کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کی ملاقات کا وقت مقرر ہوا کہ جس میں بلوائیوں کا کوئی آدمی شریک نہ ہوگا۔ بلوائیوں کو یہ امر سخت ناگوار گزرا عبداللہ بن سبا یہودی جو بلوائیوں میں تھا اس کے اشارہ پر رات کو حضرت ام المؤمنین اور حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ وزبیر رضی اللہ عنہ کی جماعت پر حملہ کر کے یہ مشہور کیا اس فریق نے بدعہدی کی ہے جس کے بعد دونوں فریق میں یہ خیال بیٹھ گیا کہ دوسرے فریق نے بدعہدی کی ہے۔ حالانکہ یہ سارا فتنہ باغیوں نے کیا تھا کسی فریق کا کوئی قصور اور بددیانتی نہ تھی، بڑی جنگ برپا ہوئی حتیٰ کہ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ وزبیر رضی اللہ عنہ بھی اسی جنگ میں شہید ہو گئے "اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ" حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ تو میدان جنگ میں شہید ہوئے۔ مگر حضرت زبیر رضی اللہ عنہ جنگ سے کنارہ کش ہو کر جا رہے تھے کہ راستہ میں ان کو ابن جرموز نے شہید کر دیا اور شہید کر کے بامید انعام حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس آیا۔ مگر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس کو جہنم کی بشارت دی۔ ابن جرموز نے کہا آپ نے خوب انعام دیا۔ تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کیا کروں مجھ سے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا۔ یَا عَلِیُّ بَشِّرْ قَاتِلَ ابْنِ صَفِیَّۃَ بِالنَّارِ: اے علی! میری پھوپھی صفیہ کے بیٹے زبیر کو جو شخص قتل کرے تم اس کو دوزخ کی بشارت سنانا۔

(حضرت زبیر رضی اللہ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پھوپھی زاد بھائی تھے اور حضرت علی کے بھی) یہ سن کر ابن جرموز نے خودکشی کر لی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بلند آواز سے تکبیر پڑھی اور کہا دیکھو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے جو فرمایا تھا وہ کتنا سچ ہوا۔ اور جنگ کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ کا گزر حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کی لاش مبارک پر ہوا تو آپ ان کو دیکھ کر بیٹھ گئے اور فرمایا ابو محمد (طلحہ) اس حالت میں پڑے ہیں کاش میں آج سے بیس برس پہلے مر گیا ہوتا۔ اور حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کے اس ہاتھ کو لے کر بار بار چومتے تھے کہ جس ہاتھ سے حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ جنگ احد میں آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت فرمائی تھی اور ان کا وہ ہاتھ تیروں کی بارش سے ڈھال کا کام دے کر شل ہو گیا تھا۔

جنگ صفین

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی جماعت کو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی جماعت سے یہ لڑائی پیش آئی۔ اس لڑائی کی بنیاد یہ تھی کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قاتلین سے قصاص طلب کرتے تھے جو کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی فوج میں گھسے ہوئے تھے۔ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ بلوائیوں کی قوت زیادہ ہے ابھی ان سے قصاص نہیں لیا جا سکتا۔ اسی بات میں اس قدر طول ہوا کہ بلوائیوں اور باغیوں کے سازش و شرارت سے مسلمانوں کے دو گروہوں میں لڑائی کی نوبت آ گئی۔ اس لڑائی میں نہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے مقابل والوں کی تکفیر و تفسیق کی نہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے۔ یہ بالکل بہتان و افترا ہے اور کذب حق نما ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ پر لعنت کا حکم دیا تھا، خود سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔

❶ ..."جَعْفَرَ عَنْ اَبِیْہِ اَنَّ عَلِیًّا عَلَیْہِ السَّلَامُ کَانَ یَقُوْلُ لِاَھْلِ حَرْبِہٖ اِنَّا لَمْ نُقَاتِلْھُمْ عَلَی التَّکْفِیْرِ لَھُمْ وَلَمْ نُقَاتِلْھُمْ عَلَی التَّکْفِیْرِ لَنَا وَلٰکِنَّا رَاَیْنَا اَنَّا عَلٰی حَقٍّ وَّرَاَوْا اَنَّھُمْ عَلٰی حَقٍّ"۔ (قرب الاسناد شیعہ، ص۔ ۴۵)

امام محمد باقر سے روایت ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے محاربین (اہل جمل وصفین) کے متعلق فرمایا کہ ہم نے ان کو کافر سمجھ کر ان سے لڑائی نہیں کی اور نہ وہ ہم کو کافر سمجھتے تھے لیکن ہم اپنے آپ کو حق پر سمجھتے تھے اور وہ اپنے آپ کو حق پر سمجھتے تھے۔

❷ ... جَعْفَرَ عَنْ اَبِیْہِ اَنَّ عَلِیًّا عَلَیْہِ السَّلَامُ لَمْ یَکُنْ یَنْسِبُ اَحَدًا مِّنْ اَھْلِ حَرْبِہٖ اِلَی الشِّرْکِ وَلَا اِلَی النِّفَاقِ وَلٰکِنْ یَقُوْلُ ھُمْ اِخْوَانُنَا بَغَوْا عَلَیْنَا"۔ (قرب الاسناد شیعہ ص۔ ۴۵)

حضرت علی علیہ السلام اپنے محاربین سے کسی ایک کو بھی نہ مشرک کہتے تھے نہ منافق لیکن فرماتے تھے وہ ہمارے بھائی ہیں ہمارے خلاف بغاوت کی۔

۳ ...مِنْ كِتَابٍ لَّهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ كَتَبَهُ إِلَى أَهْلِ الْأَمْصَارِ يَقُصُّ فِيهِ مَا جَرَى بَيْنَهُ وَبَيْنَ أَهْلِ صِفِّينَ ۔ وَكَانَ بَدْءُ أَمْرِنَا أَنَّا الْتَقَيْنَا وَالْقَوْمُ مِنْ أَهْلِ الشَّامِ وَالظَّاهِرُ أَنَّ رَبَّنَا وَاحِدٌ، وَنَبِيَّنَا وَاحِدٌ وَدَعْوَتُنَا فِي الْإِسْلَامِ وَاحِدَةٌ، وَلَا نَسْتَزِيدُهُمْ فِي الْإِيمَانِ بِاللهِ وَالتَّصْدِيقِ بِرَسُولِهِ وَلَا يَسْتَزِيدُونَنَا، الْأَمْرُ وَاحِدٌ إِلَّا مَا اخْتَلَفْنَا فِيهِ مِنْ دَمِ عُثْمَانَ وَنَحْنُ مِنْهُ بَرَاءٌ۔ (نہج البلاغہ: ص:۴۴۸، رقم۔۵۸)

جناب امیر المؤمنین کے فرمان سے ہے جس کو آپ نے تمام شہروں میں روانہ فرمایا۔ اس فرمان میں جناب امیر رضی اللہ عنہ ان واقعات کو بیان فرماتے ہیں جو ان کے اور اہل صفین کے درمیان واقع ہوئے اور ابتداء یہ ہوئی کہ ہم میں اور اہل شام میں جنگ ہوئی اور ظاہر ہے کہ ہمارا اور ان کا رب ایک اور ہمارا اور ان کا نبی ایک اور ہماری اور ان کی دعوت اسلام میں ایک ہے نہ ہم ایمان باللہ اور تصدیق بالرسول میں ان سے زیادہ ہیں اور نہ وہ ہم سے زیادہ پس دین کا معاملہ ہمارا اور ان کا ایک ہے صرف خون عثمان رضی اللہ عنہ کے معاملہ میں ہمارا اور ان کا اختلاف ہو گیا حالانکہ میں اس سے پاک صاف ہوں۔

منصف مزاج دیانت دار حق طلب حضرات غور فرمائیں کہ شیعہ کتابوں میں خود سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے کس قدر صراحت کے ساتھ یہ بات ثابت ہے کہ جنگ جمل و صفین والوں میں سے بوجہ ان لڑائیوں کے نہ کوئی کافر ہے نہ منافق بلکہ غلط فہمی کی وجہ سے لڑائی کی نوبت آئی ہر ایک فریق اپنے کو حق پر سمجھ کر دوسری فریق کی اصلاح چاہتا تھا۔

مقدمہ ابن خلدون میں ہے کہ اس پر بھی سب کا اتفاق تھا کہ چونکہ فریقین صاحب اجتہاد تھے اس لیے ہر دو فریق گناہ و گرفت سے پاک و بری تھے۔ ایک مرتبہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا گیا کہ جنگ جمل و صفین کے مقتولین کی نسبت آپ کا کیا خیال ہے کہ وہ ناجی ہیں یا قابل گرفت۔ آپ نے جواب دیا کہ قسم بخدا ان لڑائیوں میں جو بھی مرا وہ جنتی ہے بشرطیکہ اس کا دل پاک ہو۔ گویا آپ فریقین کے مقتولین کے بارے میں حکم لگا رہے تھے۔ طبری و دیگر مؤرخین نے یہ الفاظ نقل کیے ہیں۔ بہر حال یہ وہ بزرگ ہیں جن کی عدالت ہر شک و شبہ اور طعن و تشنیع سے مبرا اور پاک ہے۔ یہی وہ حضرات ہیں جن کے اقوال و افعال شریعت میں سند ہیں اور اھل السنۃ والجماعۃ کا ان کی عدالت پر فیصلہ ہے۔ (مقدمہ ابن خالدون: ص۔۲۴۲)

قَالَ عَلِيٌّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَتْلَايَ وَقَتْلَى مُعَاوِيَةَ فِي الْجَنَّةِ (سیر اعلام النبلاء للذہبی: ج ۳، ص: ۹۵ تذکرہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ)

سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا میری طرف والے مقتول اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف والے مقتول بہشت میں ہوں گے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جنگ جمل کے بعد سیدہ طیبہ طاہرہ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے متعلق فرمایا "وَلَهَا بَعْدُ حُرْمَتُهَا الْأُولَى" (نہج البلاغہ: ج ۲، ص ۶۳) ان کے لیے جنگ جمل کے بعد بھی وہی پہلی عزت و عظمت ہے۔

اہل السنۃ والجماعۃ نے اتفاق کیا ہے کہ جو اختلاف درمیان صحابہ رضی اللہ عنہم واقع ہوا ہے اس سے اپنے آپ کو محفوظ رکھنا واجب ہے اور ان کو برا کہنے سے پرہیز کرنا چاہیے بلکہ ان کی صفات جمیلہ و اخلاق حمیدہ کا بیان کرنا لازم ہے۔ (غنیۃ الطالبین اردو ترجمہ: ص۔۱۳۵)

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں لکھا "أَمَّا شَرَفُكَ فِي الْإِسْلَامِ وَقَرَابَتُكَ مِنَ النَّبِيِّ فَلَسْتُ أَدْفَعُهُ"۔ (شرح نہج البلاغہ ص ۱۲، ۱۱۱ دره نجفیہ)

آپ کی جو بزرگی اسلام میں ہے اور آپ کی جو قرابت نبی علیہ السلام سے ہے میں اس کا منکر نہیں ہوں۔ اہل سنت کا اجماعی عقیدہ ہے

کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی شان حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے بہت بلند و بالا ہے۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ میں اختلاف کے دوران ایک عیسائی بادشاہ کے مدینہ منورہ پر حملہ کرنے کی افواہ پہنچی تو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے فوراً اس عیسائی بادشاہ کو خط لکھا کہ اے رومی کتے! تو ہماری آپس کی لڑائی سے فائدہ نہیں اٹھا سکتا جس وقت مدینہ کی طرف رخ کریگا تو خدا کی قسم علی رضی اللہ عنہ کے لشکر سے جو پہلا سپاہی تیری سرکوبی کے لئے نکلے گا وہ معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ ہوگا۔ اس خط کے جانے سے عیسائی کی ہمت پست ہوگئی۔ (طبری)

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے ضرار بن ضمرہ کو کہا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی صفات اور خوبیاں بیان کرو تو اس نے بہت سی خوبیاں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بیان کیں۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سننے کے بعد رونے لگے۔

رَحِمَ اللّٰهُ اَبَا الْحَسَنِ كَانَ وَاللّٰهِ كَذَالِكَ (شرح نہج البلاغۃ درہ نجفیہ: ص۔۳)

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی صفات سننے کے بعد حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ رو پڑے اور فرمایا اللہ تعالیٰ ابوالحسن پر رحم فرمائیں قسم بخدا وہ انہی صفات کے مالک تھے۔ "فَبَكىٰ مُعَاوِيَةُ حَتّٰى اِخْضَلَّتْ لِحْيَتُه" (درہ نجفیہ: ص۔۳۶۰)

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اتنا روئے کہ آپ کی ڈاڑھی تر ہوگئی۔ اسی طرح حضرت علی رضی اللہ عنہ سے منقول ہے جو کہ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ نے ازالۃ الخفا میں نقل کیا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا اے لوگو! معاویہ رضی اللہ عنہ کی حکومت کو برا نہ سمجھو۔ خدا کی قسم جب وہ نہ رہیں گے تو دنیا میں سخت بدامنی پھیلے گی۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد حضرت حسن و حسین رضی اللہ عنہما نے جناب معاویہ رضی اللہ عنہ سے پوری مصالحت کر کے مجمع عام میں بیعت کی چنانچہ شیعہ کتاب میں ثابت ہے۔ "فَقَالَ يَاحَسَنُ قُمْ فَبَايِعْ فَقَامَ فَبَايَعَ۔ ثُمَّ قَالَ لِلْحُسَيْنِ عَلَيْهِ السَّلَامُ قُمْ فَبَايِعْ فَقَامَ فَبَايَعَ"۔ (رجال کشی: ص۔۷۲)

پھر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا اے حسن بیعت کرو تو آپ نے اٹھ کر بیعت کرلی۔ پھر حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو کہا تو انہوں نے اٹھ کر حضرت معاویہ سے بیعت کرلی۔ بہرحال ان جنگوں کے بعد بھی سیدنا علی رضی اللہ عنہ اور حضرات حسنین رضی اللہ عنہما اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا ام المؤمنین اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ ایک دوسرے کو پہلے کی طرح صحیح مؤمن سمجھتے تھے اور ایک دوسرے کے حق میں اچھے کلمات کہتے تھے کوئی کسی کو کافر منافق اور مجرم نہ سمجھتا تھا۔ جس طرح کہ قرآن میں بھی ثابت ہے۔ "وَاِنْ طَآئِفَتٰنِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اقْتَتَلُوْا فَاَصْلِحُوْا بَيْنَهُمَا" (پ۲۶: ع۱۳) ترجمہ: اور اگر مؤمنین کے دو گروہوں میں جنگ و قتال ہو تو ان میں اصلاح کرو۔

یہ آیت صراحۃً دلالت کرتی ہے کہ مؤمنوں کے دو گروہ باہم جنگ اور لڑائی کرنے کے باوجود پھر بھی مؤمن رہتے ہیں اور ان کی اصلاح اور باہمی مصالحت کی کوشش دین و ایمان کا تقاضا و منشا ہے کسی کو کافر نہ سمجھنا چاہیے۔ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی پیر محبوب سبحانی رحمہ اللہ نے غنیۃ الطالبین میں فرمایا ہے۔ "اور جو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے علی رضی اللہ عنہ سے جنگ کی وہ جنگ اس لیے کی کہ وہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قاتل مانگتے تھے اور قاتل حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لشکر میں تھے پس ہر شخص نے قدر ہمت خود اچھی تاویل کی ہے اور بعد وفات حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور ترک خلافت حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی خلافت برحق اور درست تھی"۔ (غنیۃ الطالبین: ص۔۱۴۳)

نیز انہوں نے یہ حدیث نقل فرمائی ہے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تحقیق خداوند تعالیٰ نے مجھے برگزیدہ کیا اور میرے لیے میرے یاروں کو پسند فرمایا اور ان کو میرا مددگار بنایا اور بعض کے ساتھ میرا رشتہ پیدا کیا۔ آخر زمانہ میں ایک جماعت پیدا ہوگی جو ان کا رتبہ کم کرے گی۔ پس تم خبردار ہو کہ انکے ساتھ تم کھانے میں شامل مت ہو۔ اور آگاہ ہو جاؤ ان کے ساتھ مناکحت مت کرو اور خبردار ہو جاؤ ان کے ساتھ نماز مت پڑھو ان کے جنازے کی بھی نماز مت پڑھو کیونکہ ان پر خدا کی لعنت ہوتی ہے۔

(غنیۃ الطالبین اردو ترجمہ: ص۔۱۳۵)

اسی طرح ازالۃ الخفاء ج۱: ص: ۳۰۷ پر بھی اس روایت کا مضمون موجود ہے۔ حضرت امام ابوزرعہؒ نے فرمایا "اِذَا رَاَيْتَ

الرَّجُلَ يَنْتَقِصُ اَحَدًا مِّنْ اَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاعْلَمْ اَنَّهٗ زِنْدِيْقٌ "۔ ترجمہ: جب تو کبھی کسی آدمی کو دیکھے کہ وہ نبی علیہ السلام کے کسی ایک صحابی کی تنقیص اور عیب جوئی کرتا ہے تو یقین کرلے کہ یہ شخص بے دین ہے۔

صحابہ کرام کی بدگوئی کرنے والے کے لیے امام ابوزرعہ کا فیصلہ

امام ابوزرعہ رحمۃ اللہ علیہ ۲۶۴ھ میں فوت ہوئے۔ (اصابہ ج:۱ص۔۱۸) فرماتے ہیں کہ وہ لوگ جو سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی محبت میں غلو اور زیادتی کرکے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے حق میں بدظنی یا بدگوئی کرتے ہیں اپنی عاقبت کی فکر کریں اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے حق میں بدگوئی کرکے بے دینی کا شکار نہ ہوں بلکہ توبہ واستغفار کرکے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو راضی وخوش کرکے اپنی عاقبت سنوار لیں۔ واللہ اعلم۔

فتنوں کی اقسام

ہر دور میں فتنوں کی مختلف صورتیں رہی ہیں، لیکن بنیادی طور پر فتنے دو قسم کے ہوتے ہیں: (۱) عملی فتنے۔ (۲) علمی فتنے۔

عملی فتنے: گناہوں کی مختلف قسمیں ہوتی ہیں جو امت میں عام ہوجاتی ہیں، زنا اور شراب کی کثرت، سودخوری اور رشوت ستانی، بے حیائی وعریانی، رقص وسرور، اس کے نتیجے میں استبداد (ظلم) کذب وافتراء بدعہدی وبدمعاملگی وغیرہ، یہ اخلاقی بیماریاں جو معاشرے میں پیدا ہوجاتی ہیں اور ان کے مختلف اور متنوع وجوہ اسباب ہوتے ہیں، بہر صورت ان بداخلاقیوں اور بداعمالیوں کے اثرات نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج وغیرہ سارے ہی اعمال صالحہ پر پڑتے ہیں، جتنی ان برائیوں میں کثرت وہمہ گیری پیدا ہوتی ہے اتنی ہی ان نیکیوں میں ضعف واضمحلال اور کمی آجاتی ہے۔ عملی فتنوں کا بہترین علاج اس وقت تبلیغی جماعت ہے جو بےلوث دینی خدمت سرانجام دے رہی ہے۔

علمی فتنے: علمی فتنے وہ ہوتے ہیں جو علوم وفنون کی راہ سے آتے ہیں تاریخ اسلام میں ان علمی فتنوں کی مختلف صورتیں رہی ہیں، بہر صورت ان علمی فتنوں کا اثر براہِ راست اعتقاد پر پڑتا ہے، ان فتنوں میں سے ایک زیادہ خطرناک فتنہ (اسماعیلی فرقہ) کا تھا جو قرامطہ کے دور میں ابھرا اور خوب پھلا پھولا، اس فتنہ کا سب سے بڑا اور برا نتیجہ یہ نکلا کہ دین میں الحاد وتحریف کا دروازہ کھل گیا اور اسلامی حقائق "ضروریاتِ دین، متواترات اسلام، بنیادی عقائد واعمال، مجمع علیہ شعائر اسلام" میں تاویلوں اور تحریفوں کے دروازے کھل گئے (اور اسی کے نتیجہ میں نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج اور دیگر شعائر اسلام ان کے مذہب سے نکالے گئے)

اس آخری دور میں یہ فتنہ بہت بڑے پیمانے پر تمام اسلامی ممالک میں یورپ سے درآمد ہونا شروع ہوا، اور مستشرقین یورپ نے تو اس کو ایسا اپنا نصب العین بنالیا کہ درس وتدریس، تصنیف وتالیف، نشرواشاعت، تحقیق وریسرچ غرض ہر دلکش اور پرفریب عنوان سے اس کے پیچھے پڑگئے اپنی زندگیاں اس کے لیے وقف کردیں، اور اسلام سے انتقام لینے کا اس کو ایک "کارگرترین حربہ" قرار دے لیا، یہاں تک کہ جو طلبہ اسلامی ممالک سے پی ایچ ڈی کی ڈگریاں حاصل کرنے کی غرض سے یورپین ممالک کا سفر کرتے ہیں ان درسگاہوں میں ان طلباء سے "اسلامی موضوعات" پر ایسے "مقالات ومضامین" لکھواتے ہیں کہ وہ مسلمان طلبہ بھی اسلامی معتقدات کے بارے میں کم ازکم "تشکیک" کے اندر ضرور مبتلا ہوجاتے ہیں، یہ وہ دردناک داستانیں ہیں جن کی تفصیل کے لیے بے پایاں دفتر درکار ہیں۔

مجمع الزوائد میں حافظ نورالدین ہیثمی نے بحوالہ "معجم طبرانی" ایک حدیث بروایت عصمہ بن قیس سلمی صحابی نقل کی ہے:

اِنْ كَانَ يَتَعَوَّذُ مِنْ فِتْنَةِ الْمَشْرِقِ قِيْلَ فَكَيْفَ فِتْنَةُ الْمَغْرِبِ؛ قَالَ تِلْكَ اَعْظَمُ وَاَعْظَمُ۔

ترجمہ: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فتنہ مشرق سے پناہ مانگا کرتے تھے، آپ سے دریافت کیا گیا کہ مغرب میں بھی فتنہ ہوگا؟ آپ نے فرمایا کہ وہ تو بہت ہی بڑا ہے، بہت ہی بڑا ہے۔

یقین سے تو نہیں کہا جاسکتا کہ آپ ﷺ کی مراد فتنہ مغرب سے کیا ہے؟ ہوسکتا ہے کہ سقوط اندلس کی طرف اشارہ ہو کہ وہاں اسلام کا پورا بیڑا ہی غرق ہو گیا، اور نام کا مسلمان بھی کوئی اس ملک میں نہ رہا، تمام ملک پر کفر کا استیلاء ہو گیا، لیکن ہوسکتا ہے کہ بلاد مغرب کے اس فتنہ میں استشراق کی طرف بھی اشارہ ہو کہ الحاد و تحریف کا یہ فتنہ مغربی دروازوں سے ہی تمام دنیا کے مسلمان ملکوں میں داخل ہوگا جو سب فتنوں سے زیادہ خطرناک اور عالمگیر ہوگا۔ بہر حال الفاظ حدیث کے عموم میں تو یہ داخل ہے ہی۔

مسلمانوں کے زوال کا سبب آپس کے اختلافات: اس آیت میں قہر الٰہی کے نازل ہونے کی تین شکلیں ذکر کی گئیں ہیں:

(۱) آسمانی عذاب مثلاً پتھر برسنا۔ (۲) زمینی عذاب زلزلے آنا اور زمین میں دھنس جانا۔ (۳) باہمی گروہ بندی، قتل و قتال اور جنگ و جدال، چنانچہ یہاں ارشاد ہے: ''قُلْ هُوَ الْقَادِرُ عَلَىٰ أَنْ يَبْعَثَ عَلَيْكُمْ عَذَابًا مِنْ فَوْقِكُمْ أَوْ مِنْ تَحْتِ أَرْجُلِكُمْ أَوْ يَلْبِسَكُمْ شِيَعًا وَيُذِيقَ بَعْضَكُمْ بَأْسَ بَعْضٍ ۗ انْظُرْ كَيْفَ نُصَرِّفُ الْآيَاتِ لَعَلَّهُمْ يَفْقَهُونَ (الانعام: ۶۵)

ترجمہ: آپ کہہ دیجئے اس پر وہی قادر ہے کہ تم پر کوئی عذاب تمہارے اوپر سے بھیج دے یا تمہارے پاؤں تلے سے یا تم کو گروہ گروہ کر کے سب کو بھڑا دے اور تمہارے ایک کو دوسرے سے لڑائی کا مزہ چکھا دے، آپ دیکھیے تو سہی ہم کس طرح مختلف پہلوؤں سے دلائل بیان کرتے ہیں شاید وہ سمجھ جائیں۔

احادیث طیبہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اس امت پر پہلی دو قسم کے عام عذاب اس طرح نازل نہیں ہوں گے کہ بعض پہلی امتوں کی طرح نیست و نابود کر دی جائے۔ البتہ تیسری قسم کے عذاب میں یہ امت مبتلا ہوگی، چنانچہ آج یہ امت بالخصوص ہمارا ملک اس عذاب کی لپیٹ میں ہے، طبقاتی منافرت، صوبائی عصبیت اور لسانی منافرت کا دیو پوری قوم کو نگل رہا ہے، بھائی بھائی کے خون کا پیاسا ہے، افراتفری اور بے اعتمادی کی بدبودار فضا میں دم گھٹ رہا ہے۔

بدقسمتی سے عالم اسلام کی زمام قیادت کافی عرصہ سے دین بیزار اور بددین قوموں کے ہاتھوں میں ہے، جن کے یہاں (الا ماشاء اللہ) دین و دیانت نام کی کوئی چیز ہے ہی نہیں اور شرم و حیا، عفت و عصمت، غیرت و حمیت کا لفظ ان کی لغت سے خارج ہے، ان کے نزدیک فکر و فن اور دغا فریب کا نام سیاست ہے، انسانیت کشی کے اسباب و وسائل کا نام ترقی ہے، فواحش و منکرات کا نام آرٹ ہے، مرد و زن کے غیر فطری اختلاط کا نام روشن خیالی اور خوش اخلاقی ہے، پردہ دری اور عریانی کا نام ثقافت ہے اور پسماندہ ممالک ان کی اندھی تقلید اور نقالی کو فخر سمجھتے ہیں، اس لیے آج سارے عالم میں فتنوں کا دور دورہ ہے، اور یہ شاید دجال اکبر کے دجالی فتنہ کی تیاری ہو رہی ہو، خصوصاً عالم اسلام پر معصیت، ہر فتنہ اور ہر برائی کی آماجگاہ بنا ہوا ہے۔

اہل علم و قلم حضرات کا فتنہ: افسوس کہ ہم ایک ایسے دور سے گزر رہے ہیں جس میں ارباب علم اپنے علمی تقاضوں کو نہیں پورا کر رہے ہیں، اور ارباب جہل علمی مسائل میں دخل دے رہے ہیں۔ ہر صاحب قلم صاحب عالم بننے کا مدعی ہے، کتابوں کے اردو تراجم نے اس فتنے کو اور وسعت دی ہے اردو تراجم جہاں ایک اصلاحی مفید خدمت انجام دے سکتے تھے، افسوس کہ عصر حاضر میں ''وَإِثْمُهُمَا أَكْبَرُ مِنْ نَفْعِهِمَا'' کا مصداق بنتے جا رہے ہیں جن کا ضرر و نقصان فائدہ و نفع سے کہیں بڑھ گیا ہے۔

دور حاضر جہاں مختلف فتنوں کی آماجگاہ ہے، وہاں قلم کا فتنہ شاید سب سے گوئے سبقت لے جا رہا ہے، ایک حدیث میں جسے درمنثور میں بحوالہ ''مسند احمد'' الادب المفرد للبخاری اور مستدرک للحاکم بروایت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے ذکر کیا گیا ہے، آنحضرت ﷺ نے قیامت سے پہلے کے چھے فتنوں کا ذکر فرمایا ہے جن میں سے ایک ''فشو القلم'' یعنی قلم کا طوفان ہے اس

حدیث کی روشنی میں آج طوفان قلم کی فتنہ سامانی کا اندازہ ہر عاقل کرسکتا ہے۔

علمی میدان میں ان حضرات کا دائرہ نہ صرف بہت محدود وتنگ ہے بلکہ ہے ہی نہیں، اردو کے تراجم سے کچھ سطحی معلومات حاصل کر کے ہر شخص دور حاضر کا مجتہد بنتا جارہا ہے اور "اِعْجَابُ كُلِّ ذِىْ رَأْيٍ بِرَأْيِهٖ" (ہر شخص اپنی رائے کو پسند کرتا ہے) اس فتنے نے "کریلا اور پھر نیم چڑھا" والی مثل صادق کردی ہے، اور ناشرین نے محض تجارتی مصالح کے خیال سے سستے داموں عالم نما جاہلوں سے تراجم کرا کر فتنہ کو اور بڑھا دیا ہے۔ غرض کہ فتنوں کا دور ہے ہر طرح کے فتنے اور ہر طرف سے فتنے ہی فتنے نظر آتے ہیں۔ ایسے فتنوں کے سدباب کے لیے علماء حق کا میدان عمل میں آنا ضروری ہے تا کہ علمی اور قلمی فتنوں کی روک تھام ؟ ہوسکے۔

﴿۶۶﴾ **مکذبین عذاب قیامت:۔۔۔۔** آپ کی قوم قریش یا دیگر عرب بھی اس عذاب کی تکذیب کرتے ہیں اور اس کے واقع نہ ہونے کے معتقد ہیں حالانکہ وہ یقینی ہے۔ قُلْ لَّسْتُ عَلَيْكُمْ۔۔۔۔ الخ **ازالہ شبہ:۔۔۔۔** جب اس عذاب کے واقع ہونے کی خبر دی گئی تو کہنے لگے وہ کب ہوگا؟ تو اس کا جواب دیا کہ میں تم پر اس عذاب کے واقع کرنے پر متعین نہیں کیا گیا کہ مجھ کو مفصل اطلاع ہو یا میرے اختیار میں ہو۔ ﴿۶۷﴾ **وقت عذاب :** البتہ ہر خبر کی ایک میعاد ہوا کرتی ہے لہٰذا ان جھٹلانے والوں کو بھی ایک میعاد ہے جب وہ آئیگی تب خود ہی اس کی تکذیب کا مزہ چکھ لیں گے۔

﴿۶۸﴾ **مخالفین قرآن کی مجلس میں بیٹھنے کی ممانعت:۔۔۔۔** ان بے سمجھ مخالفین قرآن کے ساتھ ہرگز مت بیٹھا کرو جبکہ وہ اپنی بے سمجھی سے قرآن کی کسی بات پر اعتراض کررہے ہوں اگر اٹھنا بھول جائے تو یاد آنے کے بعد فوراً اٹھ جاؤ۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہر مقام پر حاضر وناظر نہ ہونے پر نص صریح

اس آیت سے صاف طور پر یہ معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خلاف شرع مجالس میں شریک اور حاضر ہونے کی قطعاً اجازت نہیں ہے۔ یہ بھی ملاحظہ فرمائیے کہ خلاف شرع مجالس میں کتنی توسیع ہے شاب کی مجلس، زنا کی مجلس، قرآن کریم سے استہزا اور مقابلہ کی مجلس، گانے بجانے کی مجلس، غیبت اور چغلی کی مجلس، ڈاڑھی تراشنے کی مجلس، جوابازی کی مجلس، ننگے ناچنے کی مجلس، ہزار ہا ایسی مجالس ہیں جن میں ہمارے جیسا گنہگار انسان بھی شریک ہونا ہرگز گوارہ نہیں کرتا چہ جائیکہ ایسی ناپاک اور غیر شرعی مجالس میں خدا تعالیٰ کے نیک اور بزرگ بندوں کو حاضر وناظر سمجھا جائے اور خصوصاً فخر موجودات، سردار رسل امام الانبیاء خاتم النبیین حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو (نعوذ باللہ تعالیٰ) اللہ تعالیٰ ایسے گندگی بھرے عقیدہ سے محفوظ فرمائے۔ (آمین)

﴿۶۹﴾ **حکم احتیاط:۔۔۔** معاندین دین تک بات پہنچانا ضروری ہے۔ پرہیزگاروں پر اتنا ہی فرض ہے کہ ان معاندین حق کو یہ بات پہنچادیں اس سے زیادہ اور کوئی ذمہ داری نہیں ہے۔

﴿۷۰﴾ **تعمیم بعد التخصیص:۔۔۔۔** جو لوگ قرآن کریم کو دستور العمل نہیں مانتے اور اپنے دین ومسلک کو کھیل اور تماشہ بنا رکھا ہے ان سے علیحدہ ہو جاؤ ہاں دلالت علی الخیر کرتے رہنا چاہئے اور نیکی کی راہ سمجھانے سے باز نہیں آنا چاہیے۔

قُلْ اَنَدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَنْفَعُنَا وَلَا يَضُرُّنَا وَنُرَدُّ عَلٰۤى اَعْقَابِنَا بَعْدَ اِذْ هَدٰىنَا اللّٰهُ

اے پیغمبر! آپ کہہ دیجئے کیا ہم پکاریں اللہ کے سوا ان کو نہ ہمیں نفع پہنچا سکتے ہیں اور نہ نقصان دے سکتے ہیں اور ہم پلٹا دیئے جائیں الٹے پاؤں

كَالَّذِى اسْتَهْوَتْهُ الشَّيٰطِيْنُ فِى الْاَرْضِ حَيْرَانَ لَهٗۤ اَصْحٰبٌ يَّدْعُوْنَهٗۤ اِلَى الْهُدَى

بعد اس کے کہ اللہ نے ہمیں ہدایت دی ہے (اس) اس شخص کی طرح جس کو گمراہ کیا ہے شیطانوں نے زمین میں وہ حیران (متردد) ہے اس کے ساتھی اس کو بلا رہے

ائْتِنَا ؕ قُلْ اِنَّ هُدَى اللّٰهِ هُوَ الْهُدٰى ؕ وَاُمِرْنَا لِنُسْلِمَ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۷۱﴾ وَاَنْ اَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ

میں ہدایت کی طرف کہ ہماری طرف چلا آ کہ پیغمبر! آپ کہہ دیجئے بیشک اللہ کی ہدایت ہے یہی ہدایت ہے اور ہمیں حکم دیا گیا ہے کہ ہم فرمانبرداری کریں رب العالمین کی ﴿۷۱﴾ اور یہ بھی حکم دیا گیا ہے کہ

وَاتَّقُوْهُ ؕ وَهُوَ الَّذِيْٓ اِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ ﴿۷۲﴾ وَهُوَ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ ؕ وَيَوْمَ

قائم کرو نماز کو اور ڈرتے رہو اس سے اور وہی ذات ہے جس کی طرف تم سب اکٹھے کئے جاؤ گے ﴿۷۲﴾ اور وہ وہی ہے جس نے پیدا کیا ہے آسمانوں کو اور زمین کو حق کے ساتھ اور جس دن

يَقُوْلُ كُنْ فَيَكُوْنُ ؕ قَوْلُهُ الْحَقُّ ؕ وَلَهُ الْمُلْكُ يَوْمَ يُنْفَخُ فِي الصُّوْرِ ؕ عٰلِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ ؕ

وہ کہے گا ہو جا پس وہ (حشر) ہو جائے گا اس کی بات برحق ہے اور اسی کیلئے ہے بادشاہی جس دن کہ پھونکا جائے گا صور میں وہ جاننے والا ہے چھپی بات کو اور کھلی بات

وَهُوَ الْحَكِيْمُ الْخَبِيْرُ ﴿۷۳﴾ وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهِيْمُ لِاَبِيْهِ اٰزَرَ اَتَتَّخِذُ اَصْنَامًا اٰلِهَةً ۚ اِنِّيْٓ اَرٰىكَ

اور حکمت والا ہے اور ہر چیز کی خبر رکھنے والا ہے ﴿۷۳﴾ (اس واقعہ کو یاد کرو) جب ابراہیم علیہ السلام نے اپنے باپ آزر سے کہا کیا تو بتوں کو معبود بناتا ہے؟ بیشک

وَقَوْمَكَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿۷۴﴾ وَكَذٰلِكَ نُرِيْٓ اِبْرٰهِيْمَ مَلَكُوْتَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلِيَكُوْنَ

میں تجھے اور تیری قوم کو کھلی گمراہی میں دیکھتا ہوں ﴿۷۴﴾ اور اسی طرح ہم دکھاتے ہیں ابراہیم علیہ السلام کو بادشاہی آسمانوں کی اور زمین کی تاکہ ہو جائیں وہ یقین

مِنَ الْمُوْقِنِيْنَ ﴿۷۵﴾ فَلَمَّا جَنَّ عَلَيْهِ الَّيْلُ رَاٰ كَوْكَبًا ۚ قَالَ هٰذَا رَبِّيْ ۚ فَلَمَّآ اَفَلَ قَالَ لَآ اُحِبُّ

رکھنے والوں میں ﴿۷۵﴾ جب تاریک ہو گئی ان پر رات پس دیکھا انہوں نے ستارے کو تو کہنے لگے کیا یہ ہے میرا رب، جب وہ غائب ہو گیا تو کہا (ابراہیم علیہ السلام نے) میں نہیں پسند کرتا

الْاٰفِلِيْنَ ﴿۷۶﴾ فَلَمَّا رَاَ الْقَمَرَ بَازِغًا قَالَ هٰذَا رَبِّيْ ۚ فَلَمَّآ اَفَلَ قَالَ لَئِنْ لَّمْ يَهْدِنِيْ رَبِّيْ

غائب ہو جانے والوں کو ﴿۷۶﴾ پھر جب انہوں نے دیکھا چاند کو چمکتا ہوا تو کہنے لگے کیا یہ ہے میرا رب، جب وہ غروب ہو گیا تو کہنے لگے اگر نہ ہدایت دے گا

لَاَكُوْنَنَّ مِنَ الْقَوْمِ الضَّآلِّيْنَ ﴿۷۷﴾ فَلَمَّا رَاَ الشَّمْسَ بَازِغَةً قَالَ هٰذَا رَبِّيْ هٰذَآ اَكْبَرُ ۚ فَلَمَّآ

مجھ کو میرا پروردگار تو البتہ میں ہو جاؤں گا گمراہ لوگوں میں سے ﴿۷۷﴾ پھر جب دیکھا سورج کو چمکتا ہوا تو کہنے لگے کیا یہ ہے میرا رب؟ یہ بڑا ہے جب وہ بھی غائب

اَفَلَتْ قَالَ يٰقَوْمِ اِنِّيْ بَرِيْٓءٌ مِّمَّا تُشْرِكُوْنَ ﴿۷۸﴾ اِنِّيْ وَجَّهْتُ وَجْهِيَ لِلَّذِيْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ

ہو گیا تو کہنے لگا اے میری قوم کے لوگو! میں بیزار ہوں ان چیزوں سے جن کو تم شریک بناتے ہو ﴿۷۸﴾ تحقیق میں نے متوجہ کر لیا ہے اپنے کو (یعنی جسم و جان کو) اس ذات کی طرف جس نے پیدا کیا ہے آسمانوں کو

وَالْاَرْضَ حَنِيْفًا وَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ﴿۷۹﴾ وَحَآجَّهٗ قَوْمُهٗ ؕ قَالَ اَتُحَآجُّوْٓنِّيْ فِي اللّٰهِ وَقَدْ

اور زمین کو اور میں حنیف (یکسو ہونے والا) ہوں اور نہیں ہوں میں شرک کرنے والوں میں سے ﴿۷۹﴾ اور جھگڑا کیا اس (ابراہیم علیہ السلام) سے ان کی قوم نے ابراہیم علیہ السلام نے کہا

هَدٰىنِ ؕ وَلَآ اَخَافُ مَا تُشْرِكُوْنَ بِهٖٓ اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ رَبِّيْ شَيْـًٔا ؕ وَسِعَ رَبِّيْ كُلَّ شَيْءٍ عِلْمًا ؕ

کیا تم جھگڑا کرتے ہو میرے ساتھ اللہ کے بارے میں اور بیشک اس (اللہ) نے مجھے ہدایت دی ہے اور میں نہیں خوف کھاتا ان چیزوں سے جن کو تم اس کے ساتھ شریک بناتے ہو مگر

أَفَلَا تَتَذَكَّرُونَ ﴿٨٠﴾ وَكَيْفَ أَخَافُ مَا أَشْرَكْتُمْ وَلَا تَخَافُونَ أَنَّكُمْ أَشْرَكْتُم بِاللَّهِ مَا لَمْ

یہ کہ میرا رب جو چاہے (وہی ہوتا ہے) میرے رب کا علم ہر چیز پر وسیع ہے کیا تم نصیحت نہیں پکڑتے ﴿۸۰﴾ اور میں کیسے خوف کھاؤں گا ان چیزوں سے جن کو تم شریک بناتے ہو

يُنَزِّلْ بِهِ عَلَيْكُمْ سُلْطَانًا فَأَيُّ الْفَرِيقَيْنِ أَحَقُّ بِالْأَمْنِ إِن كُنتُمْ تَعْلَمُونَ ﴿٨١﴾ الَّذِينَ

اور تم خوف نہیں کھاتے کہ تم شریک بناتے ہو اللہ تعالیٰ کے ساتھ ان چیزوں کو جن کے بارے میں اس نے تمہارے اوپر کوئی دلیل نازل نہیں کی پس دونوں فریقوں میں کون زیادہ مستحق ہے اس کا اگر تم کچھ سمجھ رکھتے ہو ﴿۸۱﴾ جو لوگ

آمَنُوا وَلَمْ يَلْبِسُوا إِيمَانَهُم بِظُلْمٍ أُولَٰئِكَ لَهُمُ الْأَمْنُ وَهُم مُّهْتَدُونَ ﴿٨٢﴾

جو ایمان لائے اور نہیں ملایا انہوں نے اپنے ایمانوں کو ظلم (شرک) کے ساتھ یہی لوگ ہیں جن کیلئے امن ہوگا اور یہی لوگ ہیں ہدایت پانے والے ﴿۸۲﴾

ع ۱۵ | ۹

﴿۷۱﴾ قُلْ أَنَدْعُوا مِن دُونِ اللَّهِ ۔۔۔ الخ ربط آیات : اوپر دلائل عقلی سے توحید خداوندی کا ذکر تھا اب دلائل عقلی اور نقلی سے توحید خداوندی کا ذکر ہے۔

خلاصہ رکوع ۹ ۔۔۔ مشرکین کے ساتھ طریق مناظرہ، اصول کامیابی، تذکیر بما بعد الموت، تذکیر بالآء اللہ سے توحید خداوندی پر عقلی دلیل، حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعوت توحید برائے والد اور قوم، حضرت ابراہیم علیہ السلام کی علمی بصیرت، حضرت ابراہیم کا اپنے والد اور قوم سے ربوبیت باری تعالیٰ کے متعلق تفصیلی مکالمہ اعتقادی شرک کی نفی، قوم کا رویہ، حضرت ابراہیم علیہ السلام کا استقلال، مؤمنین کی کامیابی۔ ماخذ آیات ۷۱ تا ۸۲+

قُلْ أَنَدْعُوا : مشرکین کے ساتھ طریق مناظرہ:۔۔۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ حق تعالیٰ شانہ نے اس آیت میں بطور تمثیل کے ایک شخص کی حالت کو بیان فرمایا ہے جو صحیح راستہ سے بھٹک گیا ہو اور جو لوگ اس کے ساتھ ہوں اسے صحیح راستہ کی طرف بلا رہے ہوں اور جنگل میں جہاں وہ راستہ گم کر چکا ہے وہاں شیاطین بھی موجود ہوں۔ انہوں نے اسکو پریشان کر رکھا ہے وہ اسے اپنی خواہشوں پر چلانا چاہتے ہوں اس حالت میں وہ حیران کھڑا ہے اگر وہ شیاطین کی طرف جاتا ہے تو وہ ہلاکت میں پڑتا ہے اور اگر اپنے ساتھیوں کی آواز پر جاتا ہے تو ہدایت پا جاتا ہے اور شیاطین سے محفوظ ہو جاتا ہے۔ اہل ایمان کو کافروں نے واپس گمراہی کی طرف لوٹ جانے کی دعوت دی اور بت پرستی کی ترغیب دی مسلمانوں کو اللہ پاک نے حکم دیا کہ تم انکو جواب دیدو کیا اللہ کو چھوڑ کر جو پوری طرح نفع وضرر کا مالک ہے ہم انکو پکاریں جو کچھ بھی نفع وضرر نہیں دے سکتے اور کیا اللہ کی طرف سے ہدایت مل جانے کے بعد الٹے پاؤں واپس ہو جائیں ایسا نہیں ہوگا۔ قُلْ إِنَّ هُدَى اللَّهِ هُوَ الْهُدَىٰ : آپ فرما دیجئے کہ بلاشبہ اللہ کی ہدایت ہی ہدایت ہے۔ جب ہمیں اللہ پاک نے ہدایت کی نعمت سے نوازا تو پھر کفر وشرک کی طرف کیوں جائیں؟

﴿۷۲﴾ اصول کامیابی:۔۔۔ اس آیت میں نماز اور تقویٰ کو اختیار کرنے کا حکم دیا گیا ہے نماز کے ذریعہ سے حق تعالیٰ شانہ سے تمام حاجات طلب کی جاتی ہیں کیونکہ دعا کی عمدہ سے عمدہ صورت نماز ہے جس میں سورۃ فاتحہ درخواست ہے۔ حجۃ الاسلام مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک رسالہ میں لکھا ہے کہ نماز صرف فاتحہ کا نام ہے۔ اور تقویٰ اختیار کرنے کا حکم ہے جو تمام اعمال کی بنیاد ہے۔

﴿۷۳﴾ تذکیر بالآء اللہ سے توحید خداوندی پر عقلی دلیل : آسمان وزمین کو پیدا فرمایا ہے یہ اللہ تعالیٰ کی توحید پر دلیل ہے کیونکہ وہ ان کا خالق ہے۔ يَقُولُ الخ تذکیر بما بعد الموت : اوپر جو تُحْشَرُونَ میں حشر کی خبر دی ہے اسکو بھی کچھ بعید نہ سمجھو کیونکہ وہ قدرت الٰہیہ کے سامنے اس قدر آسان ہے کہ جس وقت اللہ تعالیٰ اتنا کہہ دیگا کہ حشر تو ہو جا حشر فوراً ہو جائے گا۔ اس آیت میں نفخ صور کا ذکر ہے،

صور پھونکے جانے میں تاخیر کا ہونا اسکی حکمت کے مطابق ہے جب اسکی حکمت کا تقاضا ہوگا صور پھونکنے کا حکم فرمادے گا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعوت توحید برائے والد اور قوم

﴿۷۴﴾ ربط آیات:۔۔۔۔ مولانا شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں جس کا حاصل یہ ہے کہ گزشتہ آیات میں توحید کا اثبات اور شرک کی نفی تھی، اب یہاں سے موحد اعظم حضرت ابراہیم علیہ السلام کے واقعہ سے اسی کی تاکید مقصود ہے اور ضمناً مسلمانوں کو سمجھانا ہے کہ مکذبین اور معاندین کو کس طرح نصیحت کی جائے اور بات کو سلجھایا جائے اور کس طرح ان سے بیزاری اور علیحدگی کا اظہار کیا جائے اور کس طرح ایک خدا پرست مؤمن کو حق تعالیٰ پر ایمان رکھنا ہے اور اسی پر بھروسہ کر کے صرف اسی کی تابع داری کرنی ہے۔

علماء انساب نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے باپ کا نام "تارخ" لکھا ہے ممکن ہے "تارخ" نام اور "آزر" لقب ہو۔ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ نے مجاہد رحمہ اللہ وغیرہ سے نقل کیا ہے کہ "آزر" بت کا نام تھا شاید اس بت کی خدمت میں زیادہ رہنے سے خود ان کا لقب "آزر" پڑ گیا ہو۔ واللہ علم۔ (ابن کثیر: ص: ۱۴۹ ج۔ ۳)

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے باپ سے خطاب کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ میں دیکھتا ہوں کہ تو اور تیری قوم صریح گمراہی میں ہیں، اور اس سے زیادہ صریح وصاف گمراہی کیا ہوگی کہ اکرم المخلوقات انسان اپنے ہاتھ سے تراشے ہوئے پتھروں کو خدائی کا درجہ دے کر ان کے سامنے سربسجود ہو جائے اور انہی سے مرادیں مانگنے لگے۔ (تفسیر عثمانی: ص۔ ۱۷۶)

﴿۷۵﴾ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی علمی بصیرت:۔۔۔۔ اس آیت میں حق تعالیٰ شانہ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ایک خاص شان اور علم وبصیرت میں اعلیٰ مقام کا ذکر فرمایا ہے کہ ہم نے ابراہیم علیہ السلام کو آسمانوں اور زمین کی مخلوقات کے عجائب کو اس طرح دکھلا دیا کہ انکو چیزوں کی حقیقت واشگاف طور پر معلوم ہوں اور ان کا یقین مکمل ہو جائے، اسی کا نتیجہ جو بعد کی آیات میں ایک عجیب طرح کے مناظرہ کی شکل میں آگے مذکور ہے۔

مولوی محمد عمر کا حضرت ابراہیم علیہ السلام کے واقعہ سے علم غیب پر استدلال

مولوی محمد عمر صاحب لکھتے ہیں "وَ كَذٰلِكَ نُرِيْٓ اِبْرٰهِيْمَ مَلَكُوْتَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ" اور ایسے ہی ہم نے ابراہیم علیہ السلام کو زمین وآسمان کی بادشاہیاں دکھادیں) ابراہیم علیہ السلام کے متعلق تو اللہ تعالیٰ زمین وآسمان کے علوم غیبیہ عطا کرنے کا ارشاد فرمائیں اور تم یہ عقیدہ رکھو کہ غیب کا علم خدا کے سوا دوسرے کے واسطے تسلیم کرنا شرک ہے الخ (بلفظہ مقیاس: ص۔ ۳۲۲)

جواب: مولوی محمد عمر صاحب نے اس مقام پر بھی اپنی عادت مالوفہ کے مطابق عجیب وغریب سگوفے کھلائے ہیں اور عالم سکر میں خدا جانے کیا کہہ گئے ہیں۔

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ وَ كَذٰلِكَ نُرِيْٓ اِبْرٰهِيْمَ۔۔۔۔ الخ کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں "اَيْ نُبَيِّنُ لَهٗ وَجْهَ الدَّلَالَةِ فِيْ نَظْرِهٖ اِلٰى خَلْقِهِمَا عَلٰى وَحْدَانِيَّةِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ فِيْ مُلْكِهٖ وَخَلْقِهٖ وَاَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ غَيْرُهٗ وَلَا رَبَّ سِوَاهُ" كَقَوْلِهٖ "قُلِ انْظُرُوْا مَاذَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ" وَقَوْلُهٗ "اَوَلَمْ يَنْظُرُوْا فِيْ مَلَكُوْتِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ"۔ (ابن کثیر: ص: ۱۵۰، ج۔ ۳)

ترجمہ: یعنی ہم نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اپنی توحید پر دلیل پیش کرنے کے لئے یہ بات بتائی کی وہ آسمان وزمین کی خلقت کو ملاحظہ کر کے یہ پیش کر سکیں کہ اللہ تعالیٰ ہی مالک اور خالق ہے اور وہی الٰہ اور رب ہے اس کے بغیر اور کوئی نہیں جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ آپ ان سے فرمادیجئے کہ تم آسمانوں اور زمین کو دیکھو کہ ان میں کیا کچھ دلائل موجود ہیں اور نیز فرمایا کہ ان لوگوں نے نہ دیکھا کہ جو کچھ آسمانوں اور زمین کے عجائبات میں؟ اللہ تعالیٰ نے اس میں یہ بیان فرمایا ہے کہ ہم حضرت ابراہیم علیہ السلام کو

علویات اور سفلیات کے نہایت محکم اور عجیب اور غریب نظام ترکیبی کی گہرائیوں پر مطلع کر دیا تا کہ اسے دیکھ کر خدا تعالیٰ کے وجود اور وحدانیت وغیرہ پر اور تمام مخلوقات سماوی و ارضی کے محکومانہ عجز و بے چارگی پر استدلال کر سکیں اور اپنی قوم کے عقیدۂ کواکب پرستی وہیاکل سازی کو علیٰ وجہ البصیرت رد کر سکیں اور خود بھی حق الیقین کے اعلیٰ مرتبے پر فائز ہوں۔

چنانچہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ستارے، چاند اور سورج ایک ایک کو سامنے رکھ کر اپنی قوم کی تردید کی اور "فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ" کی توحید کا اعلانیہ اقرار فرما کر حجت قائم کر دی جس کو اللہ تعالیٰ نے "وَتِلْكَ حُجَّتُنَآ اٰتَيْنٰهَآ اِبْرٰهِيْمَ عَلٰى قَوْمِهٖ" سے تعبیر فرمایا ہے کہ یہ ہماری دلیل ہے جو ہم نے قوم کے مقابلہ میں حضرت ابراہیم (علیہ السلام) کو دی۔

الغرض اس آیت سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے عالم الغیب عالم ماکان وما یکون پر استدلال کرنا مولوی محمد عمر صاحب ہی کا کام ہے، وہ تو ماشاء اللہ "اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ" سے بھی علم غیب پر استدلال کیا کرتے ہیں، ان کے دعاوی بھی عجیب ہوتے ہیں اور ان کے دلائل بھی نرالے ہوتے ہیں اور رہی دعویٰ و دلیل میں مطابقت تو بغیر اس کے اور کیا کیا جا سکتا ہے کہ

ع رکھ لیا ہے نام اس کا آسماں تحریر میں

باقی حضرت معاذ رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی مرفوع حدیثیں جن میں اس کا ذکر آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جب حضرت ابراہیم علیہ السلام پر آسمانوں اور زمین کے عجائبات پیش کئے تو انہوں نے عرش تک تمام آسمانوں کی چیزیں اور اسی طرح زمینوں کی چیزیں ملاحظہ کر لیں اور سب کا علم ان کو ہو گیا تو ان کے متعلق حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ لکھتے ہیں ا"ولکن لایصح اسنادھما" (ابن کثیر: ص: ۲۵۰ ج۔ ۳) لیکن ان کی اسناد صحیح نہیں ہے۔ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے ایک موقوف اثر آتا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے تمام مخلوقات کے اعمال معلوم کر لیئے تھے اور کوئی چیز ان پر مخفی نہیں رہی تھی مگر اس کی سند میں العوفی ہے، امام احمد رحمہ اللہ، ابوزرعہ رحمہ اللہ، ابوحاتم رحمہ اللہ، امام نسائی رحمہ اللہ، ابن حبان رحمہ اللہ، ابوداؤد رحمہ اللہ، اور ساجی رحمہ اللہ وغیرہ وہ سب اس کو ضعیف کہتے ہیں اور یہ غالی شیعہ بھی تھا۔ (تہذیب التہذیب ص ۲۲۵، ۲۲۶)

یہی وہ روایتیں ہیں جن سے مفتی احمد یار خان صاحب نے اپنے باطل مدعیٰ پر استدلال کیا ہے۔ (دیکھئے جاء الحق: ص ۵۸، ۵۹) اگر مولوی محمد عمر صاحب وغیرہ اس آیت سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لئے علم غیب ثابت کرتے ہیں تو "اَوَلَمْ يَنْظُرُوْا فِيْ مَلَكُوْتِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ" کی آیت سے تمام انسانوں کے لئے علم غیب ثابت کرنا ہوگا اور کچھ بعید نہیں کہ مولوی صاحب ایسا کہہ کر، کر بھی دیں کیونکہ وہ تو ماشاء اللہ تعالیٰ سب کچھ ثابت کر سکتے ہیں یہ الگ بات ہے کہ کوئی دلیل ان کا ساتھ نہ دے اور وہی دلیل اہل حق کی دلیل بن جائے۔ (ازالۃ الریب ص ۱۶۶ تا ۱۶۸)

﴿۵﴾ فَلَمَّا جَنَّ عَلَيْهِ الَّيْلُ.... الخ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا اپنے والد اور قوم سے ربوبیت باری تعالیٰ کے متعلق تفصیلی مکالمہ: یہاں سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اس گفتگو کا ذکر ہے جو انہوں نے قوم کی ایک بت پرستی کو رد کرنے اور ان کو لاجواب کرنے کے لئے فرمائی تھی۔ مولانا حفظ الرحمٰن سیوہاروی رحمہ اللہ قصص القرآن میں لکھتے ہیں: ان دو آیات (یعنی ۷۴، ۷۵) سے حسب ذیل نتائج ظاہر ہوتے ہیں۔

❶ ... رؤیت کواکب کا یہ معاملہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ ایسے زمانہ میں پیش آیا ہے جبکہ وہ اپنے والد اور قوم کے ساتھ تبلیغ حق کے مناظرہ میں مصروف تھے۔ اس لئے پہلی آیت کے بعد دوسری آیت کو "وکذالک" سے شروع کرنا یہی معنی رکھتا ہے۔ پھر تیسری آیت کے شروع میں "فلما" کی "ف" یہ ظاہر کرتی ہے کہ یہ دوسری آیت سے وابستہ ہے اور اس طرح ان تینوں

آیات کا سلسلہ ایک دوسرے کے ساتھ مربوط ہے۔

❷ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو جس طرح اصنام پرستی کے مقابلہ میں روشن دلائل عطا فرمائے تا کہ آزر اور قوم کو لاجواب کر سکیں اور راہ ہدیت دکھائیں۔ اسی طرح کواکب پرستی کے مقابلہ میں بھی اس نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آسمانوں اور زمین کا مشاہدہ کرایا تا کہ وہ مخلوق کی حقیقت سے آگاہ ہو جائیں۔ اور حق الیقین کا درجہ حاصل ہو جائے اور پھر وہ کواکب پرستی کے رد میں بہترین دلائل دے سکیں۔ اور اس سلسلہ میں بھی قوم کو حق کی راہ دکھلا کر ان کی غلط روش کے متعلق لاجواب بنا سکیں یہ تو آیات کا سباق تھا اور اب آیات کی تفسیر ملاحظہ فرمائیں پھر سیاق کی طرف نظر کریں گے۔

﴿۷۶﴾ قَالَ هٰذَا رَبِّیْ: جب ایسا ہوا کہ اس پر رات کی تاریکی چھا گئی تو اس نے (آسمان پر) ایک ستارہ (چمکتا ہوا) دیکھا اس نے کہا کیا یہ میرا پروردگار ہے۔ مطلب یہ تھا کہ تمہارے خیالات وعقائد کی رو سے یہی میرا اور تمہارا رب یعنی پالنے والا ہے اب تھوڑی دیر میں اسکی حقیقت دیکھ لینا چنانچہ کچھ دیر کے بعد وہ غروب ہو گیا تو حضرت ابراہیم علیہ السلام کو قوم پر حجت قائم کرنے کا واضح موقع ہاتھ آیا اور فرمایا کہ "لَآ اُحِبُّ الْاٰفِلِیْنَ" مطلب یہ ہے کہ میں غروب ہو جانے والی چیزوں سے محبت نہیں رکھتا کہ جس کو خدایا معبود بنایا جائے۔ ﴿۷۷﴾ پھر جب چاند کو دیکھا تو اس کے متعلق بھی یہ کہا۔

﴿۷۸﴾ پھر جب سورج کو جھلکتا ہوا دیکھا تو اس کے متعلق بھی یہی ارشاد فرمایا۔ اور یہی آیات کا سیاق ہے جس پر انہوں نے قوم پر آخری حجت پوری کرنے کے لئے ایک اصل حقیقت کو واضح فرمایا "یٰقَوْمِ اِنِّیْ بَرِیْٓءٌ مِّمَّا تُشْرِكُوْنَ" یعنی میں اس شرکیہ عقیدوں سے بیزار ہوں۔ اس آیت سے معلوم ہوا رؤیت کواکب کا معاملہ قوم سے ضرور وابستہ تھا اس لئے تیسری مرتبہ اپنے ذات سے خطاب کرنے کے بجائے فوراً قوم سے خطاب شروع کر دیا۔

﴿۷۹﴾ قولی فعلی اعتقادی شرک کی نفی : اس آیت میں حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی طرف سے قولی فعلی اور اعتقادی شرک کی نفی فرمائی ہے۔

﴿۸۰﴾ قوم کا رویہ:۔۔۔ اور قوم نے بھی یہ سب کچھ سن کر دلیل سے جواب دینے کی بجائے لڑنا جھگڑنا شروع کر دیا۔

﴿۸۱﴾ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا استقلال:۔۔۔ فرمایا: میں ان چیزوں سے جن کو تم استحقاق عبادت میں شریک بناتے ہو میں ان سے نہیں ڈرتا کہ وہ کوئی مجھے صدمہ پہنچا سکیں کیونکہ ان میں خود صفت قدرت مفقود ہے۔ اور اگر کسی چیز میں ہو بھی تو استقلال قدرت مفقود ہے۔ ہاں اگر میرا رب کوئی امر چاہے تو وہ الگ معاملہ ہے۔ اور تم اللہ کے ساتھ ایسی چیزوں کو شریک ٹھہراتے ہو جن کے معبود ہونے پر تمہارے پاس کوئی دلیل نہیں اب تم خود ہی سوچ کر بتاؤ ان دو جماعتوں میں سے یعنی مشرکین اور مؤحدین میں سے کون اس کا زیادہ مستحق ہے جو آخرت میں حاصل ہوگا۔

﴿۸۲﴾ مؤمنین کی کامیابی:۔۔۔ قیامت کے دن صرف مؤحدین امن میں ہوں گے کیونکہ دنیا میں وہی راہ راست پر چل رہے تھے۔ اور آیت میں ظلم سے مراد شرک ہے یعنی جو لوگ اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات میں کسی کو شریک نہ ٹھہرائے وہ عذاب سے مامون اور ہدایت یافتہ ہے۔

وَتِلْكَ حُجَّتُنَآ اٰتَيْنٰهَآ اِبْرٰهِيْمَ عَلٰى قَوْمِهٖ ۭ نَرْفَعُ دَرَجٰتٍ مَّنْ نَّشَاۗءُ ۭ اِنَّ رَبَّكَ حَكِيْمٌ عَلِيْمٌ ۝

اور یہ ایک ہماری دلیل ہے جو ہم نے ابراہیم (علیہ السلام) کو ان کی قوم کے مقابلے میں دی ہم بلند کرتے ہیں درجے جس کے چاہیں بیشک تیرا پروردگار حکمت والا اور جاننے والا ہے ﴿۸۳﴾

وَوَهَبْنَا لَهُ إِسْحَٰقَ وَيَعْقُوبَ ۚ كُلًّا هَدَيْنَا ۚ وَنُوحًا هَدَيْنَا مِن قَبْلُ ۖ وَمِن ذُرِّيَّتِهِ

اور ہم نے بخشا اس (ابراہیم علیہ السلام) کو اسحاق (جیسا بیٹا) اور یعقوب (جیسا پوتا) جس کو ہم نے ہدایت دی اور نوح (علیہ السلام) کو ہم نے ہدایت دی اور اس سے پہلے اور اس کی

دَاوُۥدَ وَسُلَيْمَٰنَ وَأَيُّوبَ وَيُوسُفَ وَمُوسَىٰ وَهَٰرُونَ ۚ وَكَذَٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِينَ ﴿٨٤﴾ وَزَكَرِيَّا

اولاد میں سے حضرت داؤد، سلیمان اور ایوب، یوسف، موسیٰ اور ہارون (علیہم السلام) کو اور ہم اسی طرح بدلہ دیتے ہیں نیکی کرنے والوں کو ﴿۸۴﴾ اور زکریا اور

وَيَحْيَىٰ وَعِيسَىٰ وَإِلْيَاسَ ۖ كُلٌّ مِّنَ الصَّٰلِحِينَ ﴿٨٥﴾ وَإِسْمَٰعِيلَ وَالْيَسَعَ وَيُونُسَ وَلُوطًا ۚ وَكُلًّا

یحییٰ اور عیسیٰ اور الیاس (علیہم السلام) کو یہ سب نیکوکاروں میں سے تھے ﴿۸۵﴾ اور اسماعیل اور یسع اور یونس اور لوط (علیہم السلام) کو اور سب کو ہم نے فضیلت بخشی

فَضَّلْنَا عَلَى الْعَٰلَمِينَ ﴿٨٦﴾ وَمِنْ ءَابَآئِهِمْ وَذُرِّيَّٰتِهِمْ وَإِخْوَٰنِهِمْ ۖ وَاجْتَبَيْنَٰهُمْ وَهَدَيْنَٰهُمْ إِلَىٰ

تمام جہان والوں پر ﴿۸۶﴾ اور ان کے آباؤ اجداد میں سے اور ان کی اولادوں اور بھائیوں میں سے ہم نے انہیں منتخب کیا اور ان کو

صِرَٰطٍ مُّسْتَقِيمٍ ﴿٨٧﴾ ذَٰلِكَ هُدَى اللَّهِ يَهْدِي بِهِۦ مَن يَشَآءُ مِنْ عِبَادِهِۦ ۚ وَلَوْ أَشْرَكُوا

سیدھے راستے کی ہدایت دی ﴿۸۷﴾ یہی ہے اللہ کی ہدایت وہ ہدایت دیتا ہے اس کے ساتھ جس کو چاہے اپنے بندوں میں سے اور اگر یہ بھی شرک کرتے

لَحَبِطَ عَنْهُم مَّا كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴿٨٨﴾ أُولَٰٓئِكَ الَّذِينَ ءَاتَيْنَٰهُمُ الْكِتَٰبَ وَالْحُكْمَ وَالنُّبُوَّةَ ۚ فَإِن

تو البتہ ضائع ہو جاتے ان کا وہ کام جو وہ کیا کرتے تھے ﴿۸۸﴾ یہی لوگ ہیں جن کو دی ہے ہم نے کتاب اور حکم اور نبوت پس اگر کفر کریں اس کے ساتھ وہ (مکے والے)

يَكْفُرْ بِهَا هَٰٓؤُلَآءِ فَقَدْ وَكَّلْنَا بِهَا قَوْمًا لَّيْسُوا بِهَا بِكَٰفِرِينَ ﴿٨٩﴾ أُولَٰٓئِكَ الَّذِينَ هَدَى اللَّهُ

پس بیشک مقرر کیا ہے ہم نے اس کے ساتھ ان لوگوں کو جو اس کے ساتھ کفر کرنے والے نہیں ہیں ﴿۸۹﴾ یہی وہ لوگ ہیں جن کو اللہ نے ہدایت دی ہے

فَبِهُدَىٰهُمُ اقْتَدِهْ ۗ قُل لَّآ أَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ أَجْرًا ۖ إِنْ هُوَ إِلَّا ذِكْرَىٰ لِلْعَٰلَمِينَ ﴿٩٠﴾

پس تو بھی ان کی ہدایت کے راستے پر چل۔ اے پیغمبر! آپ کہہ دیجئے میں نہیں مانگتا تم سے اس پر کوئی بدلہ نہیں ہے یہ مگر نصیحت سب جہان والوں کیلئے ﴿۹۰﴾

اٹھارہ انبیاء علیہم السلام کی فہرست

﴿۸۳﴾ وَتِلْكَ حُجَّتُنَا...... الخ ربط آیات : گزشتہ آیات میں توحید کا اثبات اور رسالت کی تائید تھی اب آگے بھی مسئلہ توحید کی مزید تقویت وتائید کے لئے اٹھارہ انبیاء کرام علیہم السلام کا ذکر ہے۔

خلاصہ رکوع ۱۵ تقویت حجت ابراہیمیہ، فضل اضافی، بیان نبوت، تسلی خاتم الانبیاء ہدایت یافتہ جماعت کی اقتداء کا حکم۔ ماخذ آیات ۸۳ تا ۹۰ +

تقویت حجت ابراہیمیہ :...... اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اس گفتگو کو قوم کے مقابلہ میں اپنی جانب سے حجت قرار دیا وہ یقیناً اعلیٰ درجے کے تھے ہم جس کو چاہتے ہیں علمی وعملی مرتبوں میں بڑھا دیتے ہیں چنانچہ سب انبیاء کو رفعت درجات عطا فرمائے۔ اور انہیں میں سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو رتبہ رسالت بہت بلند اور ارفع دیا ہے۔

ع ۱۶ ۸

﴿۸۴﴾ وَوَهَبْنَا لَهٗ.... الخ فضل اضافی : یہاں سے چھ آیات تک حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لئے فضل اضافی کا ذکر ہے جس میں اٹھارہ انبیاء کی فہرست شمار کی گئی ہے جن میں سے بعض حضرت ابراہیم علیہ السلام کے آباء واجداد ہیں اور اکثر انکی اولاد ہے اور بعض ان کے بھائی بھتیجے ہیں ان آیتوں میں ایک طرف تو ان حضرات کا ہدایت پر ہونا صالحین میں سے ہونا، صراط مستقیم پر ہونا بیان فرمایا گیا، اور یہ بتایا گیا کہ انکو اللہ تعالیٰ نے ہی اپنے دین کی خدمت کے لئے منتخب اور قبول فرمالیا ہے۔

اور دوسری طرف یہ بتلادیا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اللہ کی راہ میں اپنے باپ برادری اور وطن کو چھوڑ دیا تھا انکو اپنی برادری سے بہتر برادری اور اپنے وطن سے بہتر وطن عطا فرمایا اور یہ شرف عظیم بھی عطا فرمایا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بعد جتنے انبیاء اور رسول مبعوث فرمائے گئے وہ سب انکی اولاد میں ہیں۔ ایک شاخ جو حضرت اسحاق علیہ السلام سے چلی اس میں تمام انبیاء بنی اسرائیل آئے۔ اور دوسری شاخ جو حضرت اسماعیل علیہ السلام سے چلی اس میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پیدا ہوئے۔ اور یہ سب حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد ہیں۔

ان اٹھارہ انبیاء علیہم السلام میں جنکی فہرست آیات مذکورہ میں دی گئی ہے ایک حضرت نوح علیہ السلام ہیں جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے جد امجد ہیں باقی سب انکی اولاد میں ہیں۔

سؤال: ❶ حضرت عیسیٰ علیہ السلام تو بغیر باپ کے پیدا ہوئے ہیں۔ وہ انکی اولاد میں کیسے داخل ہیں؟

جواب: علماء کرام اور فقہاء کرام رحمہم اللہ فرماتے ہیں اولاد میں پوتے اور نواسے دونوں قسم کے شامل ہوتے ہیں اس سے استدلال کیا ہے کہ حضرت حسن و حسین رضی اللہ عنہما آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد میں داخل ہیں۔

سؤال: ❷ حضرت لوط علیہ السلام بھی آپ کی اولاد میں نہیں بلکہ بھتیجے ہیں؟ **جواب:** واضح ہے کہ عرف میں چچا کو باپ اور بھتیجے کو بیٹا کہنا بہت متعارف ہے لہذا کوئی اعتراض نہیں وارد ہوتا۔ (محصلہ معارف القرآن: ص: ۸۹ ج: سوم ش، د)

فائدہ: صرف پچیس پیغمبروں کے نام قرآن کریم نے بتائے ہیں بقیہ حضرات "الانبیاء" "النبیین" اور "الرسل" میں اجمالاً بیان کیے گئے ہیں ان میں اٹھارہ حضرات کے نام اسی رکوع میں مذکور ہیں۔

﴿۸۷﴾ وَمِنْ اٰبَآئِهِمْ وَذُرِّیّٰتِهِمْ وَاِخْوَانِهِمْ.... الخ ان اکابرین انبیاء کرام علیہم السلام کے ناموں کے بعد دوسروں کا ذکر "مِنْ اٰبَآئِهِمْ الخ" میں اجمالاً کیا ہے گویا کہ تمام پیغمبروں کا بیان کردیا گیا ہے۔ اور اگلی آیت میں ارشاد فرمایا ہے "وَلَوْ اَشْرَكُوْا لَحَبِطَ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ ﴿۸۸﴾" اور اگر وہ لوگ بھی شرک کرتے تو البتہ ضائع ہو جاتا جو کچھ انہوں نے کیا تھا۔

اس آیت سے واضح معلوم ہوا کہ شرک کتنی مضر اور بری چیز ہے کہ اگر بالفرض خدا تعالیٰ کے پیغمبروں سے بھی اس کا صدور ہوتا تو ان کے اعمال بھی بالکل ضائع ہو جاتے تو ان کی کوئی بھی نیکی کا کام مفید نہ ہو سکتا۔ (العیاذ باللہ)

اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کرتے ہوئے سورۃ زمر میں ارشاد فرمایا "وَلَقَدْ اُوْحِیَ اِلَیْكَ وَاِلَی الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِكَ ۚ لَئِنْ اَشْرَكْتَ لَیَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ وَلَتَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِیْنَ ﴿۶۵﴾" ترجمہ: اور البتہ تحقیق حکم دیا جا چکا ہے تجھ کو اور تجھ سے اگلوں کو کہ اگر تو نے شرک کیا تو اکارت ہو جائیں گے تیرے عمل اور تو ہو جائے گا نقصان اٹھانے والا۔ آپ جانتے ہیں کہ نبی کا ہر کام مقبول خدا ہوتا ہی ہے بالفاظ دیگر نبی کے ایک عمل کا اور امت کے سارے اعمال کا بھی موازنہ کیا جائے تو میرا اور میرے تمام اکابر کا یہ اعتقاد ہے کہ نبی کا ایک ہی عمل تمام امت کے عمل سے بڑھ جائے گا مگر یہاں ہمارا ارشاد خداوندی یہ ہے کہ اگر بالفرض آپ سے بھی شرک صادر ہو جائے تو آپ کے اعمال بھی اکارت ہو جائیں گے (نبی سے شرک کا صدور امر محال ہے صرف امت کو سمجھانے کے لیے اللہ تعالیٰ نے یہ ارشاد فرمایا ہے) الغرض مشرک سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ کا باغی اور نافرمان دوسرا کوئی نہیں ہوسکتا۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے آپ ﷺ سے دریافت کیا کہ سب سے بڑا گناہ کونسا ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: "اَنْ تَجْعَلَ لِلّٰهِ نِدًّا وَّھُوَ خَلَقَکُمْ"۔ (بخاری: ص:۱۰۷، ج ۲، مسلم: ص:۶۳، ج۔۱) کہ سب سے بڑا گناہ یہ ہے کہ تو اللہ تعالیٰ کا شریک ٹھہرائے، حالانکہ اس نے تجھے پیدا کیا۔ سورۃ مائدہ میں گزر چکا ہے کہ جس نے اللہ تعالیٰ کا شریک ٹھہرایا اس پر جنت حرام کر دی گئی ہے اور اس کا ٹھکانہ دوزخ ہے اور اس کی کوئی مدد بھی نہیں کر سکے گا۔

﴿۸۹﴾ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ .... الخ بیان نبوت :اس آیت میں حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کو بارگاہ الٰہی سے جو نبوت کا انعام میں ملا اس کا ذکر ہے۔

فَاِنْ يَّكْفُرْ بِهَا : تسلی خاتم الانبیاء :قیام دین خدائی کے انتظام کے لئے آنحضرت ﷺ کے لئے تسلی کا مضمون ہے کہ اگر یہ مکہ کے لوگ آپ کی نبوت کا انکار کریں تو آپ غم نہ کریں کیونکہ ہم نے آپ کی دعوت وہدایت کو ماننے اور اپنانے کے لئے ایک بڑی قوم کو مقدر کر رکھا ہے۔ وہ کفر وانکار کے پاس نہ جائیں گے۔ اس میں آپ کے عہد مبارک کے مہاجرین وانصار بھی داخل ہیں اور قیامت تک آنے والے مسلمان بھی اور یہ دین سب کے لئے مایہ فخر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انکو مقام مدح میں ذکر فرمایا ہے۔

﴿۹۰﴾ مذکورین ہدایت یافتہ جماعت کی اقتداء کا حکم:.... آنحضرت ﷺ کو انہی مقدس بزرگوں کی سیرت اور ہدایت کا اتباع کرنا چاہیے جیسے انہوں نے صبر سے کام لیا آپ بھی انہی کے طریقہ پر صبر کیجئے۔

قُلْ لَّآ اَسْئَلُكُمْ.... الخ طریق تبلیغ:.... اور انہیں فرما دیجئے کہ میں اعلان حق (یعنی تبلیغ قرآن) پر تم سے کسی مزدوری کا خواہاں نہیں ہوں۔ یہ قرآن تو ایک نصیحت ہے جس کے پالینے سے تمہارا نفع ہے اور نہ ماننے سے تمہارا نقصان ہے۔

وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖٓ اِذْ قَالُوْا مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ عَلٰى بَشَرٍ مِّنْ شَيْءٍ ۭ قُلْ مَنْ اَنْزَلَ

اور نہیں قدر کی ان لوگوں نے اللہ کی جیسا کہ اس کا حق ہے قدر کرنے کا۔ جبکہ انہوں نے کہا اللہ تعالیٰ نے انسان پر کوئی چیز نہیں اتاری۔ اے پیغمبر! آپ کہہ دیجئے کس

الْكِتٰبَ الَّذِيْ جَاۗءَ بِهٖ مُوْسٰي نُوْرًا وَّهُدًى لِّلنَّاسِ تَجْعَلُوْنَهٗ قَرَاطِيْسَ تُبْدُوْنَهَا

نے اتاری ہے وہ کتاب جس کو لائے تھے موسیٰ (علیہ السلام) جس میں نور اور ہدایت تھی لوگوں کے لئے تم اس کو ورق ورق کرتے ہو تم اس (کے کچھ حصہ)

وَتُخْفُوْنَ كَثِيْرًا ۚ وَعُلِّمْتُمْ مَّا لَمْ تَعْلَمُوْٓا اَنْتُمْ وَلَآ اٰبَاۗؤُكُمْ ۭ قُلِ اللّٰهُ ۙ ثُمَّ ذَرْهُمْ فِيْ

کو ظاہر کرتے ہو اور چھپاتے ہو بہت سا حصہ۔ اور تم کو سکھلائی گئی وہ چیز جو تم نہیں جانتے تھے اور نہ تمہارے آباؤ اجداد اے پیغمبر! آپ کہہ دیجئے کہ اللہ ہی نے

خَوْضِهِمْ يَلْعَبُوْنَ ۝ وَهٰذَا كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ مُبٰرَكٌ مُّصَدِّقُ الَّذِيْ بَيْنَ يَدَيْهِ وَلِتُنْذِرَ

(اتاری ہے وہ کتاب) پھر چھوڑ دیں آپ ان کو اپنے باطل (خیالات) ہی میں وہ کھیلتے رہیں گے ﴿۹۱﴾ اور یہ کتاب (قرآن) جس کو ہم نے نازل کیا ہے برکت والی ہے اور تصدیق کرنے والی ہے

اُمَّ الْقُرٰى وَمَنْ حَوْلَهَا ۭ وَالَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ وَهُمْ عَلٰي صَلَاتِهِمْ

اس چیز کو جو اس سے پہلے ہے اور تا کہ آپ ڈرا دیں ام القریٰ والوں کو اور اس کے اردگرد والوں کو اور وہ لوگ جو ایمان لاتے ہیں آخرت پر، وہ ایمان لاتے ہیں اس کتاب پر

يُحَافِظُوْنَ ۝ وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَي اللّٰهِ كَذِبًا اَوْ قَالَ اُوْحِيَ اِلَيَّ وَلَمْ يُوْحَ

وہ اپنی نمازوں کی حفاظت کرتے ہیں ﴿۹۲﴾ اور اس سے بڑھ کر کون ظالم ہوگا جس نے افتراء باندھا اللہ پر جھوٹ یا اس نے کہا کہ میری طرف وحی کی گئی ہے حالانکہ اس کی طرف کوئی

اِلَيْهِ شَيْءٌ وَّمَنْ قَالَ سَاُنْزِلُ مِثْلَ مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ ۭ وَلَوْ تَرٰٓى اِذِ الظّٰلِمُوْنَ فِيْ غَمَرٰتِ

چھوڑ دی نہ کی گئی ہو اور (اس سے بڑھ کر کون ظالم ہوگا) جس نے کہا کہ میں اتارتا ہوں اس کی مثل جس کو اللہ نے اتارا ہے اور (اے مخاطب) اگر آپ دیکھتے ہیں جبکہ ظالم موت

الْمَوْتِ وَالْمَلٰۗىِٕكَةُ بَاسِطُوْٓا اَيْدِيْهِمْ ۚ اَخْرِجُوْٓا اَنْفُسَكُمْ ۭ اَلْيَوْمَ تُجْزَوْنَ عَذَابَ الْهُوْنِ بِمَا

کی سختیوں میں مبتلا ہوں اور فرشتے اپنے ہاتھوں کی طرف پھیلائے ہوئے ہوں گے اور ان سے کہیں گے کہ نکالو اپنی جانوں کو آج تمہیں بدلہ دیا جائے گا ذلت کے عذاب کا اس وجہ سے کہ تم کہتے تھے

كُنْتُمْ تَقُوْلُوْنَ عَلَي اللّٰهِ غَيْرَ الْحَقِّ وَكُنْتُمْ عَنْ اٰيٰتِهٖ تَسْتَكْبِرُوْنَ ۝۹۳ وَلَقَدْ جِئْتُمُوْنَا

اللہ پر جھوٹی بات اور تھے تم اس کی آیتوں سے تکبر کرتے ﴿۹۳﴾ البتہ تحقیق آئے ہو تم ہمارے پاس

فُرَادٰى كَمَا خَلَقْنٰكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ وَّتَرَكْتُمْ مَّا خَوَّلْنٰكُمْ وَرَاۗءَ ظُهُوْرِكُمْ ۚ وَمَا نَرٰى مَعَكُمْ شُفَعَاۗءَكُمُ

تنہا جیسا کہ ہم نے تمہیں پہلی مرتبہ پیدا کیا تھا اور چھوڑ دیا تم نے جو کچھ ہم نے تمہیں دیا تھا پشتوں کے پیچھے اور ہم نہیں دیکھتے تمہارے ساتھ تمہارے وہ سفارشی جن کے

الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ اَنَّهُمْ فِيْكُمْ شُرَكٰۗؤُا ۭ لَقَدْ تَّقَطَّعَ بَيْنَكُمْ وَضَلَّ عَنْكُمْ مَّا كُنْتُمْ تَزْعُمُوْنَ ۝۹۴

متعلق تم گمان کرتے تھے کہ وہ تمہارے شریک ہیں تحقیق منقطع ہو جائے گی (وہ بات) جو تمہارے درمیان ہے اور گم ہو جائے گی تم سے (وہ بات) جس کو تم گمان کرتے تھے ﴿۹۴﴾

ع ۱۷

﴿۹۱﴾ وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ ۔۔۔ الخ ربط آیات: اوپر اٹھارہ انبیاء ﷺ کے نام اور ان کے طریق ہدایت کا ذکر تھا اب آگے فرمایا کہ انکے طریق ہدایت کی پیروی کرو۔

خلاصہ رکوع ⓫ ۔۔۔ کفار کی ناقدرشناسی، کفار کا شکوہ اور جواب شکوہ، کیفیت کتاب، کیفیت یہود، تعلیم بدولت خاتم الانبیاء، صداقت قرآن، مستفیدین قرآن کے اوصاف، تنبیہ مجرمین، کیفیت مجرمین، سبب عذاب، تذکیر بما بعد الموت سے کیفیت منکرین قیامت۔ ماخذ آیات ۹۱ تا ۹۴ +

وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ ۔۔۔ الخ کفار کی ناقدرشناسی۔ شان نزول: ابن ابی حاتم نے سعید بن جبیر ؒ کی مرسل روایت نقل کی ہے کہ ایک یہودی جس کا نام مالک بن صیف تھا مناظرہ کرنے کے لئے آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا، اور جھگڑا بازی کرنے لگا، آنحضرت ﷺ نے اس سے فرمایا میں تجھے اس خدا کی قسم دے کر پوچھتا ہوں جس نے موسیٰ پر توریت نازل فرمائی تھی کیا توریت میں یہ بات تم لکھی ہوئی نہیں پاتے ہو کہ موٹے عالم کو اللہ پسند نہیں فرماتا؟ مالک موٹا تھا یہ سن کر غضبناک ہو گیا اور بولا خدا کی قسم اللہ نے کسی انسان پر کوئی حکم نہیں اتارا اس کے ساتھیوں نے جو یہ بات سنی تو بولے ارے ارے کیا موسیٰ علیہ السلام پر بھی کچھ نہیں اتارا اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ (مظہری ص ۲۶۶ ج ۳)

اس آیت میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ مالک بن صیف کے کہنے میں صرف پیغمبر کی توہین نہیں بلکہ خدا کی بھی توہین ہے اسلئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖٓ کہ انہوں نے قدر نہیں کی اللہ کی جیسا کہ اسکے قدر کرنے کا حق ہے۔

اِذْ قَالُوْا مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ ۔۔۔ الخ شکوہ کفار: کہا کہ اللہ نے کسی بشر پر کوئی چیز نازل ہی نہیں کی اس میں رب کی توہین ہے کہ نعوذ باللہ اللہ پر جھوٹ ہے قُلْ مَنْ اَنْزَلَ الْكِتٰبَ ۔۔۔ الخ جواب شکوہ: کہ وہ کتاب جو موسیٰ لے کر آئے وہ کس نے نازل کی ہے موسیٰ بشر تھے یا نہ تھے ان پر تورات اتری تھی یا نہیں اتری تھی؟ نُوْرًا وَّهُدًى ۔۔۔ الخ کیفیت کتاب: کتاب نور بھی

تھی ہدایت بھی تھی۔ تَجْعَلُوْنَهٗ.... الخ کیفیت یہود :"قَرَاطِيْسَ" یہ جمع ہے "قرطاس" کی "قرطاس" کے لفظی معنی ہیں کاغذ اب یہاں پر معنی ہے ٹکڑے ٹکڑے کہ وہ جس کو تم نے ٹکڑے ٹکڑے کر دیا وہ کیسے؟ وہ یوں کہ اس کتاب کے قراطیس کے کچھ حصے کو تم ظاہر کرتے ہو جو تمہارے مطلب کے لئے مفید ہیں۔ "وَتُخْفُوْنَ كَثِيْرًا" اور بہت سی چیزوں کو تم مخفی رکھتے ہو جو تمہارے خواہشات کے خلاف ہیں یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت محمد ﷺ کی تعریف اور آیت رجم وغیرہ کو چھپاتے ہو حالانکہ یہ چیزیں توراۃ میں موجود ہیں۔ وَعُلِّمْتُمْ مَّا لَمْ تَعْلَمُوْٓا.... الخ تعلیم بدولت خاتم الانبیاء :اکثر مفسرین کا قول ہے کہ اس آیت میں خطاب یہود کو ہے کہ جو علم تمہیں توراۃ کے ذریعہ دیا گیا تھا اس سے زیادہ علم حضرت محمد ﷺ کی زبانی تم کو دیا گیا ہے۔ یا اس کا مطلب یہ ہے کہ جو عبارت توراۃ کی تمہارے آباء واجداد کے لئے غیر واضح تھی اس کو آنحضرت ﷺ کی زبانی کھول دیا گیا ہے۔

(مظہری: ص: ۲۶۷، ج۔ ۳)

قُلِ اللّٰهُ :اس جملہ کا تعلق "قُلْ مَنْ اَنْزَلَ الْكِتٰبَ" سے ہے۔ جب یہودی لاجواب ہو گئے تو آنحضرت ﷺ کو حق تعالیٰ شانہٗ نے حکم دیا کہ آپ خود کہہ دیں کہ توراۃ اللہ نے نازل فرمائی ہے۔ اس جملہ سے سابق سوال کا جواب خود بخود متعین ہے۔ "فِيْ خَوْضِهِمْ" سے مراد یہود کے باطل افکار ہیں۔ (روح المعانی: ص: ۲۸۹، ج۔ ۷)

﴿۹۲﴾ وَهٰذَا كِتٰبٌ :صداقت قرآن :اس کتاب سے مراد قرآن کریم ہے جو کثیر المنافع کتاب ہے۔ "الَّذِيْ بَيْنَ يَدَيْهِ" سے مراد توراۃ ہے۔ "اُمَّ الْقُرٰى" سے مکہ، "مَنْ حَوْلَهَا" سے پوری دنیا کے اطراف کے رہنے والے ہیں۔

مکہ کو "اُمَّ الْقُرٰى" کہنے کی وجہ یہ ہے کہ اسی جگہ سے ساری دنیا کو پھیلایا گیا ہے۔ یا یہ وجہ ہے کہ دنیا کی تمام بستیوں کے باشندوں کا یہ قبلہ اور مقام حج ہے۔ (روح المعانی: ص: ۲۹۰، ج، مظہری: ص: ۲۶۷، ج۔ ۳)

وَالَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ.... الخ مستفیدین من القرآن کے اوصاف :تفصیل آیت میں موجود ہے۔

﴿۹۳﴾ تنبیہ مجرمین یعنی مدعیان نبوت:.... اس آیت میں ظلم کے تین درجے بیان کئے گئے ہیں!

پہلا افتراء، مطلق نبوت یا خاص نبوت کا منکر ہو جیسے مالک بن صیف کے متعلق گزر چکا ہے۔ دوسرا، غیر نبی نبوت کا دعویٰ کرے کہ مجھ پر وحی نازل ہوتی ہے حالانکہ اس پر نازل نہیں ہوتی۔ تیسرا، کوئی شخص دعویٰ کرے کہ میں بھی محمد (ﷺ) جیسا کلام بنا سکتا ہوں اور کتاب نازل کر سکتا ہوں۔ آنحضرت ﷺ حق تعالیٰ شانہ کے فضل وکرم اور احسان سے مذکورہ تمام ظلمتوں سے پاک اور صاف ہیں۔

شان نزول:.... وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى الخ مالک بن صیف یہود مذکور کے بارے میں نازل ہوئی۔

اَوْ قَالَ اُوْحِيَ اِلَيَّ وَلَمْ يُوْحَ اِلَيْهِ شَيْءٌ :مسیلمہ کذاب کے بارے میں نازل ہوئی جس نے نبوت کا دعویٰ کیا تھا یہ شخص کاہن تھا اور کاہنوں کی طرح کچھ مسجع فقرے بولتا تھا اور کہتا تھا کہ میرے پاس وحی آتی ہے۔ ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ نے عکرمہ رحمۃ اللہ علیہ کا بھی بیان نقل کیا ہے کہ آنحضرت ﷺ کی خدمت میں اس نے دو قاصد بھیجے تھے حضور اکرم ﷺ نے قاصدوں سے دریافت کیا کہ کیا تم مسیلمہ کو نبی مانتے ہو؟ قاصدوں نے کہا جی ہاں حضور ﷺ نے فرمایا اگر قاصدوں کو قتل نہ کرنے کا دستور نہ ہوتا تو میں تم دونوں کی گردن اڑا دیتا۔ (مظہری: ص: ۲۶۸، ج۔ ۳)

وَمَنْ قَالَ سَاُنْزِلُ.... الخ عبداللہ بن سعد بن ابی سرح کاتب کے بارے میں نازل ہوئی جو وحی لکھا کرتا تھا جب آیت "وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ طِيْنٍ" (المؤمنون آیت۔ ۱۲) نازل ہوئی آپ لکھوا رہے تھے آنحضرت ﷺ آیت کا آخر کلمہ یعنی "فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخٰلِقِيْنَ" زبان سے ظاہر فرما دیں عبداللہ بن ابی سرح کی زبان بے کلام کے تتمہ کے

طور پر یہی الفاظ جاری ہوئے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ ہاں یہی الفاظ نازل ہوئے ہیں لکھو۔ یہ کمبخت مرتد ہو گیا، اور کہنے لگا کہ اگر محمد پر وحی اترتی ہے تو مجھ پر بھی وحی اترتی ہے محمد (ﷺ) خود قرآن گھڑتے ہیں میں ایسا قرآن بنا سکتا ہوں مرتد ہو کر مدینہ سے روانہ ہوا مکہ میں قریش سے جاملا۔ علامہ بغوی رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ فتح مکہ سے پہلے جب آنحضرت ﷺ "مر الظہران" میں فروکش تھے عبداللہ دوبارہ اسلام لے آیا تھا۔ (معالم التنزیل ص:۹۵، ج۔۲)

تفسیر مظہری میں ہے کہ پھر آخر عمر تک اسلام پر قائم رہا حتیٰ کہ سجدہ کی حالت میں عبداللہ کا انتقال ہوا۔ (مظہری، ص:۲۶۹، ج۔۳)

وَلَوْ تَرٰٓى اِذِ الظّٰلِمُوْنَ.... الخ کیفیت مجرمین "تَرٰٓى" کا خطاب آنحضرت ﷺ کو ہے۔ اور رؤیت سے مراد قلبی چنانچہ امام ابوعبداللہ الحسین بن احمد المعروف ابن خالویہ المتوفی ۳۷۰ھ لکھتے ہیں "وکل ما فی القرآن من الم تر فمعناہ الم تخبر الم تعلم لیس من رؤیہ العین (سورۃ من القرآن ص۔۷۵) یعنی جہاں کہیں بھی قرآن کریم میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کر کے یہ فرمایا گیا ہے کہ "الم تر" تو اس سے آنکھوں کے ساتھ دیکھنا مراد نہیں ہے بلکہ اس سے دل کی رؤیت اور علم مراد ہے اور رؤیت سے مراد رؤیت قلبی ہے نہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا حاضر و ناظر ہونا اس پر تفصیلی بحث سورۃ بقرۃ آیت: ۲۴۳ کے ذیل میں گزر چکی ہے۔ "الظّٰلِمُوْنَ" سے مراد یہودی اور نبوت کے جھوٹے دعویدار اور کلام اللہ سے استہزا کرنے والے ہیں۔ (مظہری: ۲۶۹، ج۳) بِمَا كُنْتُمْ تَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ غَيْرَ الْحَقِّ.... الخ سبب عذاب:۔۔۔۔ مطلب یہ ہے کہ تم اللہ تعالیٰ کی طرف اولاد کی نسبت کرتے ہو اور مخلوق کو اس کا شریک ٹھہراتے ہو۔ نبوت کا جھوٹا دعویٰ کرتے ہو اور باوجود وحی نہ آنے کے کہتے ہو کہ ہمارے پاس وحی آتی ہے۔ اور تم قرآنی آیات یا دلائل توحید سے تکبر کرتے تھے۔

﴿۹۴﴾ تذکیر بما بعد الموت سے مجرمین کی کیفیت قیامت:۔۔۔۔ یعنی تم قیامت کے دن ہمارے پاس جزا و سزا کے لئے اکیلے آؤ گے نہ مال نہ اولاد نہ دوست و احباب نہ وہ بت جنکو تم اپنے خیال میں اپنا سفارشی سمجھتے تھے کوئی بھی ساتھ نہ ہوگا۔

كَمَا خَلَقْنٰكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ.... الخ مطلب یہ ہے کہ جس طرح تم کو پہلی مرتبہ برہنہ اور غیر مختون حالت میں پیدا کیا گیا تھا اسی حالت میں تم ہمارے پاس آؤ گے۔ اور جو کچھ مال اولاد خدام اور جو مقام و مرتبہ ہم نے تم کو عطا کیا تھا وہ اپنے پیچھے چھوڑ آئے اور ذرہ برابر ساتھ نہیں لائے۔ آیت کا مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ہمارے پاس نامرادی کی حالت میں روز پیدائش کی طرح خالی ہاتھ آ گئے اپنا اصل سرمایہ یعنی عمر برباد کر چکے اور ہمارا دیا ہوا مال و متاع دنیا میں چھوڑ چکے کچھ بھی آخرت کے لئے نہیں بھیجا اور جن بتوں کو شفیع ہونے کا گمان کرتے تھے وہ آخرت کے دن کام نہیں آئیں گے۔

اِنَّ اللّٰهَ فَالِقُ الْحَبِّ وَالنَّوٰى ؕ يُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَمُخْرِجُ الْمَيِّتِ مِنَ الْحَيِّ ؕ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ

بیشک اللہ تعالیٰ پھاڑ کر نکالتا ہے دانے اور گٹھلیوں کو نکالتا ہے وہ جاندار چیز کو بے جان سے اور نکالتا ہے وہ مردہ کو زندہ سے یہی ہے اللہ تعالیٰ،

فَاَنّٰى تُؤْفَكُوْنَ ﴿۹۵﴾ فَالِقُ الْاِصْبَاحِ ۚ وَجَعَلَ الَّيْلَ سَكَنًا وَّالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ حُسْبَانًا ؕ ذٰلِكَ

تم کدھر پھرے جاتے ہو ﴿۹۵﴾ وہ پھاڑ کر نکالنے والا ہے صبح کا اور اس نے بنایا رات کو سکون کا ذریعہ اور سورج اور چاند کو حساب کیلئے یہ اندازہ رکھا ہوا ہے اس کا

تَقْدِيْرُ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ ﴿۹۶﴾ وَهُوَ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ النُّجُوْمَ لِتَهْتَدُوْا بِهَا فِيْ ظُلُمٰتِ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ ؕ

جو غالب اور سب کچھ جاننے والا ہے ﴿۹۶﴾ اور وہ وہی ہے جس نے بنایا تمہارے لئے ستاروں کو تا کہ تم راہ پاؤ ان کے ذریعے جنگل اور دریا کی تاریکیوں میں۔

قَدْ فَصَّلْنَا الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ﴿۹۷﴾ وَهُوَ الَّذِيْٓ اَنْشَاَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ فَمُسْتَقَرٌّ

تحقیق ہم نے تفصیل سے بیان کردی ہیں آیتیں ان لوگوں کیلئے جو جانتے ہیں ﴿۹۷﴾ اور وہ وہی ذات ہے جس نے پیدا کیا ہے تم کو ایک ہی جان سے پس تمہارے لئے ایک قرارگاہ ہے

وَّمُسْتَوْدَعٌ ۭ قَدْ فَصَّلْنَا الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّفْقَهُوْنَ ﴿۹۸﴾ وَهُوَ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَاۗءِ مَاۗءً ۚ

اور دوسری امانت سپرد کرنے کی جگہ۔ تحقیق ہم نے تفصیل سے بیان کی ہیں آیتیں ان لوگوں کیلئے جو سمجھ رکھتے ہیں ﴿۹۸﴾ اور وہ وہی ذات ہے جس نے اتارا آسمان کی طرف سے پانی

فَاَخْرَجْنَا بِهٖ نَبَاتَ كُلِّ شَيْءٍ فَاَخْرَجْنَا مِنْهُ خَضِرًا نُّخْرِجُ مِنْهُ حَبًّا مُّتَرَاكِبًا ۚ وَ

پس نکالے ہم نے اس کے ذریعہ ہر قسم کے پودے اور نکالا ہم نے اس سے سبزہ جس سے نکالتے ہیں دانے تہ بہ تہ (اوپر نیچے چڑھے ہوئے) اور کھجوروں میں

مِنَ النَّخْلِ مِنْ طَلْعِهَا قِنْوَانٌ دَانِيَةٌ وَّجَنّٰتٍ مِّنْ اَعْنَابٍ وَّالزَّيْتُوْنَ وَالرُّمَّانَ

سے بھی ان کی شاخوں سے گچھے جھکے ہوئے اور باغات اور انگور اور زیتون اور انار کے جو ملتے جلتے ہیں اور جو نہیں ملتے (جدا جدا) اس کے پھل کی طرف دیکھو

مُشْتَبِهًا وَّغَيْرَ مُتَشَابِهٍ ۭ اُنْظُرُوْٓا اِلٰى ثَمَرِهٖٓ اِذَآ اَثْمَرَ وَيَنْعِهٖ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكُمْ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ

جب وہ پھل دیتا ہے اور اس کے (پکنے کی طرف دیکھو) بیشک البتہ اس میں نشانیاں ہیں ان لوگوں کیلئے جو

يُّؤْمِنُوْنَ ﴿۹۹﴾ وَجَعَلُوْا لِلّٰهِ شُرَكَاۗءَ الْجِنَّ وَخَلَقَهُمْ وَخَرَقُوْا لَهٗ بَنِيْنَ وَبَنٰتٍۢ بِغَيْرِ عِلْمٍ ۭ

ایمان لاتے ہیں ﴿۹۹﴾ اور انہوں نے جنات کو اللہ کے شریک بنائے۔ حالانکہ اللہ نے ان کو پیدا کیا ہے اور انہوں نے گھڑے اس کیلئے بیٹے اور بیٹیاں جہالت سے پاک ہے اس کی ذات اور بلند و برتر ہے

سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا يَصِفُوْنَ ﴿۱۰۰﴾ ع

ان چیزوں سے جن کو یہ لوگ بیان کرتے ہیں ﴿۱۰۰﴾

ع ۱۲/۶ ۱۸

قدرت کے کرشموں کی تفصیل

﴿۹۵﴾ اِنَّ اللّٰهَ فٰلِقُ الْحَبِّ .... الخ ربط آیات: اوپر شرک کا رد تھا اب یہاں سے توحید کے اثبات کے لئے اللہ تعالیٰ کی قدرت کے کرشموں کی تفصیلات اور عقلی دلائل کا ذکر ہے۔

خلاصہ رکوع ⓬ ... تذکیر بالآ اللہ سے توحید خداوندی پر عقلی دلائل، ابطال شرک و اثبات توحید سے کیفیت مشرکین۔ ماخذ آیات ۹۵: تا ۱۰۰+

توحید خداوندی پر عقلی دلیل۔ ❶ اللہ تعالیٰ کے صفات میں سے سب سے پہلی صفت "خلق" ہے جس میں کسی کو اختلاف نہیں اللہ کو خالق مشرکین بھی تسلیم کرتے تھے۔ دوسری صفت تدبیر: اس میں لوگوں کا اختلاف ہے اس صفت میں غیر اللہ کی طرف نسبتیں کرتے ہیں اب ان آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے چھوٹی چھوٹی تدبیروں کے واقعات بیان فرمائے ہیں اور اس آیت میں ارضی تدبیروں کا ذکر فرمایا ہے۔ جو اللہ تعالیٰ کی توحید پر دلیل ہیں۔

﴿۹۶﴾ دلیل عقلی۔ ❷ اس آیت میں سماوی تدبیروں کا ذکر فرمایا ہے یہ سب اللہ کی توحید پر واضح دلیل ہیں۔

﴿۹۷﴾ دلیل عقلی۔ ❸ اس آیت میں ستاروں کی تخلیق اور ان کے فوائد کا ذکر فرمایا ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے کتاب بدا الخلق میں لکھا ہے کہ حق تعالیٰ شانہ نے ستاروں کو تین فوائد کے لئے پیدا فرمایا ہے۔ جس نے اس کے علاوہ کوئی چیز حاصل کرنے کی کوشش کی اس نے اپنے آپ کو تھکا دیا۔ یعنی وہ ایک لایعنی چیز کے پیچھے پڑا۔ ایک فائدہ : تو یہ ہے کہ "لِتَهْتَدُوْا بِهَا فِيْ ظُلُمٰتِ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ" تا کہ ان کے ذریعے سے جنگل اور دریا کے اندھیروں میں راستہ معلوم کرسکو۔ دوسرا فائدہ : یہ ہے کہ آسمان دنیا کی زینت کے لئے بنایا ہے۔ تیسرا فائدہ : یہ ہے کہ شیطانوں کو رجم کرنے کے لئے بنایا ہے اور ان کی یہ غرض نہیں کہ تم انکو خدا بنالو۔ (بخاری مع فتح الباری: ص:۲۲۶: ج۔۶)

﴿۹۸﴾ دلیل عقلی۔ ❹ تمہارا معبود بھی وہی ہے (فَمُسْتَقَرٌّ وَّمُسْتَوْدَعٌ) پھر ایک ٹھکانہ ہے یعنی زمین اور ایک امانت رکھے جانے کی جگہ ہے یعنی قبر۔ تو جس شخص کی پیدائش تمہارے سامنے ہوتی ہے اور مر کر یہیں دفن ہوتا ہے اسکو کیسے خدا بنالیتے ہو؟

ایک تفسیر یہ بھی ہے کہ "مستقر" سے مراد مادر رحم اور "مستودع" سے باپ کی پشت۔ اور ایک تفسیر یہ بھی ہے کہ "مستقر" سے مادر رحم اور "مستودع" سے مراد زمین ہے۔ واللہ اعلم۔ الغرض چاند ستارے وغیرہ سب چیزیں اللہ تعالیٰ کی تدبیر کے پابند ہیں۔

﴿۹۹﴾ دلیل عقلی۔ ❺ اسی کی قدرت اور تدبیر کا یہ کرشمہ ہے کہ پہلے تمہیں بنایا۔ رہنے کے لئے ٹھکانا عطا فرمایا کھانے پینے کی اشیاء پیدا کرنے کے لئے آسمان سے پانی نازل فرمایا پھر اس سے طرح طرح کا رزق ہم نے پہنچایا یہ ساری چیزیں ایمان داروں کے لئے موجب ہدایت بن سکتی ہے۔ ﴿۱۰۰﴾ ابطال شرک و اثبات توحید سے کیفیت مشرکین : ان نہ قدر ناشناسوں نے اب تک بھی خدا تعالیٰ کی قدر نہیں پہچانی جو چیز اسکی بارگاہ میں بدترین سمجھی جاتی ہے یعنی اس کے لئے بیٹے اور بیٹیوں کا ثابت کرنا یہ انہیں چیزوں کو اسکی طرف منسوب کرتے ہیں۔

بَدِيْعُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ اَنّٰى يَكُوْنُ لَهٗ وَلَدٌ وَّلَمْ تَكُنْ لَّهٗ صَاحِبَةٌ ؕ وَخَلَقَ كُلَّ شَيْءٍ ۚ وَهُوَ

اللہ تعالیٰ ایجاد کرنے والا ہے آسمانوں اور زمین کا کیسے ہوسکتا ہے اس کا بیٹا حالانکہ نہیں ہے اس کی کوئی بیوی اور اس نے پیدا کی ہے ہر چیز

بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ﴿۱۰۱﴾ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ ۚ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ فَاعْبُدُوْهُ ۚ وَهُوَ

اور وہ ہر چیز کو جاننے والا ہے ﴿۱۰۱﴾ یہ ہے اللہ تمہارا پروردگار نہیں ہے کوئی عبادت کے لائق اس کے سوا پیدا کرنے والا ہے ہر چیز کا۔ پس تم اس ہی کی عبادت کرو اور وہ ہر چیز کا

عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ وَّكِيْلٌ ﴿۱۰۲﴾ لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ ؗ وَهُوَ يُدْرِكُ الْاَبْصَارَ ۚ وَهُوَ اللَّطِيْفُ الْخَبِيْرُ ﴿۱۰۳﴾

کار ساز ہے ﴿۱۰۲﴾ نہیں پاسکتیں اس کو آنکھیں اور وہ پاتا ہے آنکھوں کو اور وہ نہایت ہی باریک بین اور خبر رکھنے والا ہے ﴿۱۰۳﴾

قَدْ جَآءَكُمْ بَصَآئِرُ مِنْ رَّبِّكُمْ ۚ فَمَنْ اَبْصَرَ فَلِنَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ عَمِيَ فَعَلَيْهَا ؕ وَمَاۤ اَنَا

تحقیق آچکی ہیں تمہارے پاس بصیرت کی باتیں تمہارے رب کی طرف سے جس نے دیکھا (بصیرت کی باتوں کو) پس اپنے نفس کے فائدے کیلئے اور جو اندھا رہا پس اس پر پڑے گا اس کا

عَلَيْكُمْ بِحَفِيْظٍ ﴿۱۰۴﴾ وَكَذٰلِكَ نُصَرِّفُ الْاٰيٰتِ وَلِيَقُوْلُوْا دَرَسْتَ وَلِنُبَيِّنَهٗ لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ﴿۱۰۵﴾

وبال اور نہیں ہوں میں تم پر نگہبان ﴿۱۰۴﴾ اور اسی طرح ہم پھیر پھیر کر بیان کرتے ہیں دلائل اور تا کہ یہ لوگ کہیں آپ نے پڑھا ہے اور تا کہ ہم بیان کریں اس کو ان لوگوں کیلئے جو دانشور ہیں ﴿۱۰۵﴾

اِتَّبِعْ مَآ اُوْحِيَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ ۚ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ وَاَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِكِيْنَ ﴿۱۰۶﴾ وَلَوْ شَآءَ

اے پیغمبر! آپ پیروی کریں اس چیز کی جو وحی کی گئی ہے آپ کی طرف آپ کے پروردگار کی جانب سے نہیں ہے کوئی عبادت کے لائق اس کے سوا اور آپ اعراض کریں شرک کرنے والوں سے ﴿۱۰۶﴾ اور اگر اللہ تعالیٰ

اللّٰهُ مَآ اَشْرَكُوْا ۭ وَمَا جَعَلْنٰكَ عَلَيْهِمْ حَفِيْظًا ۚ وَمَآ اَنْتَ عَلَيْهِمْ بِوَكِيْلٍ ﴿۱۰۷﴾ وَلَا تَسُبُّوا

چاہتا تو یہ شرک نہ کرتے اور نہیں بنایا ہم نے تمہیں ان پر نگہبان اور نہیں ہیں آپ ان پر وکیل ﴿۱۰۷﴾ اور اے اہل ایمان تم برا نہ کہو ان کو

الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَيَسُبُّوا اللّٰهَ عَدْوًاۢ بِغَيْرِ عِلْمٍ ۭ كَذٰلِكَ زَيَّنَّا لِكُلِّ اُمَّةٍ عَمَلَهُمْ

جن کی یہ لوگ پرستش کرتے ہیں اللہ کے سوا۔ پس وہ برا کہنے لگیں گے اللہ تعالیٰ کو تجاوز کرتے ہوئے نادانی سے۔ اسی طرح ہم نے مزین کیا ہے ہر امت کیلئے

ثُمَّ اِلٰى رَبِّهِمْ مَّرْجِعُهُمْ فَيُنَبِّئُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۰۸﴾ وَاَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ

ان کا عمل پھر ان کا اپنے رب کی طرف ہی لوٹ کر جانا ہے پس وہ بتلادے گا ان کو جو کچھ وہ کیا کرتے تھے ﴿۱۰۸﴾ اور قسمیں اٹھائیں ان لوگوں نے اللہ کے نام کی پختہ

اَيْمَانِهِمْ لَئِنْ جَآءَتْهُمْ اٰيَةٌ لَّيُؤْمِنُنَّ بِهَا ۭ قُلْ اِنَّمَا الْاٰيٰتُ عِنْدَ اللّٰهِ وَمَا

قسمیں کہ اگر آئے گی ان کے پاس کوئی نشانی تو ضرور اس پر ایمان لائیں گے اے پیغمبر! آپ کہہ دیجئے بیشک نشانیاں اللہ کے پاس ہیں اور (اے ایمان والو!) تم کو کیا

يُشْعِرُكُمْ ۙ اَنَّهَآ اِذَا جَآءَتْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۰۹﴾ وَنُقَلِّبُ اَفْـِٕدَتَهُمْ وَاَبْصَارَهُمْ كَمَا لَمْ

معلوم کہ جب وہ نشانیاں آجائیں تو یہ لوگ ایمان ہی لے آئیں گے اور ہم پلٹتے ہیں ان کے دلوں کو اور ان کی آنکھوں کو اسی طرح کہ جس طرح وہ نہیں ایمان

يُؤْمِنُوْا بِهٖٓ اَوَّلَ مَرَّةٍ وَّنَذَرُهُمْ فِيْ طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُوْنَ ﴿۱۱۰﴾ ع

لائے اس پر پہلی مرتبہ اور ہم چھوڑتے ہیں ان کو وہ اپنی سرکشی میں بھٹک رہے ہیں ﴿۱۱۰﴾

﴿۱۰۱﴾ بَدِيْعُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ۔۔۔۔ الخ ربط آیات: اوپر تذکیر بالآء اللہ سے توحید خداوندی کے عقلی دلائل کا ذکر تھا اب آگے بھی توحید خداوندی کا ذکر ہے۔

خلاصہ رکوع ۱۳ ۔۔۔۔ عقلی دلیل۔ ۶ نفی اولاد، صفت خلق کی تشریح، گزشتہ دلائل کا نتیجہ، رویت الٰہی، تفاوت فریقین سے تسلی خاتم الانبیاء، شفقت خداوندی، توحید پر دلیل وحی، وجہ اعراض سے تسلی خاتم الانبیاء، طریق تبلیغ، دعوت الی التوحید میں معبودان باطلہ کی مذمت میں دلخراش الفاظ کی ممانعت، تذکیر بما بعد الموت، منکرین رسالت کا فرمائشی معجزہ کا مطالبہ اور جواب مطالبہ اجمالی، معاندین کا انجام دنیوی۔ ماخذ آیات ۱۰۱ تا ۱۱۰+

توحید خداوندی پر عقلی دلیل۔ ۶ آسمان وزمین کا موجد اللہ ہی ہے۔ اَنّٰى يَكُوْنُ لَهٗ۔۔۔۔ الخ اللہ تعالیٰ سے اولاد کی نفی:۔۔۔۔ اللہ کے لئے اولاد کہاں ہوسکتی ہے؟ حالانکہ اسکی تو بیوی نہیں جو اولاد کے لئے موقوف علیہ ہے اور جب موقوف علیہ نہیں تو اولاد کی بدرجہ اولیٰ نفی ہوگئی۔ وَخَلَقَ۔۔۔۔ الخ صفت خلق کی تشریح ۔۔۔۔ اور اللہ نے جیسے ان لوگوں کو پیدا کیا اسی طرح زمین وآسمان اور ہر چیز کو پیدا کیا ہے۔ جس طرح وہ صفت خالقیت میں یکتا ہے اسی طرح اس میں بھی یکتا ہے کہ وہ ہر چیز کو خوب

جانتا ہے ازلاً بھی ابداً بھی اس وصف میں اس کا کوئی شریک نہیں۔

اہل بدعت کا شاہ اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ کی تقویۃ الایمان کی عبارت پر اعتراض اور اس کا جواب

حضرت شاہ اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب تقویۃ الایمان میں یہ لکھا ہے کہ ساری مخلوق اللہ کے ہاں چوڑھے چمار کی حیثیت رکھتی ہے اس عبارت کو لے کر اہل بدعت آج تک برستے ہیں اور اعتراض کرتے ہیں کہ اس میں دیکھو! آنحضرت ﷺ بھی اور دیگر انبیاء بھی داخل ہیں انکی توہین ہوتی ہے اور توہین کرنے والا کافر اور مرتد ہے۔

اس کا تفصیلی جواب استاذ محترم حضرت مولانا محمد سرفراز خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے عبارات اکابر میں کتب عقائد کے حوالہ جات سے دیا ہے۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ ایک ہوتا ہے اجمال اور ایک ہوتی ہے تفصیل۔ اجمال کا حکم اور ہے اور تفصیل کا حکم اور ہے۔

اجمال یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز کا خالق ہے یہ درست ہے اور تفصیل یہ ہے کہ ہر ایک چیز کا نام لے کر وضاحت کی جائے تو یہ جائز نہیں چنانچہ علامہ خیالی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ "وَلَا شَكَّ فِي صِحَّةِ إِطْلَاقِ مِثْلِ خَالِقِ كُلِّ شَيْءٍ وَيَلْزَمُهُ خَالِقُ الْقِرَدَةِ وَالْخَنَازِيرِ مَعَ عَدَمِ جَوَازِ إِطْلَاقِ اللَّازِمِ"۔ (الخیالی: ص ۹۷، طبع مجتبائی دہلی)

ترجمہ: اور اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ پر خالق کل شی کا اطلاق جائز ہے اور اس سے یہ لازم آتا ہے کہ وہ بندروں اور خنزیروں کا خالق بھی ہے حالانکہ اس لازم کا اطلاق جائز نہیں ہے۔ حضرت استاذ محترم فرماتے ہیں معلوم ہوا کہ بعض اوقات اجمال وابہام کا حکم تفصیل وتفسیر کے حکم سے متفاوت ہوتا ہے اس لئے اجمال پر تفصیل کا حکم لگانا اور خواہ مخواہ دوسروں کو معاذ اللہ تعالیٰ حضرات انبیاء کرام اور اولیائے عظام علیہم السلام کی توہین کا مرتکب قرار دینا اور عامۃ المسلمین کو ان سے متنفر کرنا سراسر ظلم اور بددیانتی ہے۔

(عبارت اکابر: ص ۸۱ تا ۸۲)

﴿۱۰۲﴾ **ذٰلِكُمُ اللّٰهُ.... الخ گزشتہ دلائل کا نتیجہ:** یہ ذات جس کے اوپر صفات کمال بیان کئے گئے ہیں یہ ہے اللہ تمہارا رب اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔

﴿۱۰۳﴾ **لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ.... الخ رؤیت الٰہی....** اسے آنکھیں نہیں دیکھ سکتیں اور وہ آنکھوں کو دیکھ سکتا ہے، اہل حق کا عقیدہ یہ ہے کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کا دیدار ہوگا۔ قرآن کریم حدیث پاک اور اجماع امت سے ثابت ہے۔ قرآن کریم کی سورت قیامہ میں ہے۔ "وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ نَّاضِرَةٌ اِلٰى رَبِّهَا نَاظِرَةٌ"۔ (آیت ۲۲، ۲۳)

اس دن بہت سے چہرے تروتازہ ہونگے اور اپنے رب کی طرف دیکھ رہے ہونگے۔ اور حدیث پاک میں آتا ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے آنحضرت ﷺ سے پوچھا "هَلْ نَرٰى رَبَّنَا يَوْمَ الْقِيَامَةِ" کیا ہم قیامت کے دن اپنے رب کو دیکھیں گے؟ تو آنحضرت نے فرمایا کہ یہ بتاؤ چودھویں رات کا چاند ہو بادل بھی نہ ہوں دھند بھی نہ ہو کوئی آڑ پردہ بھی نہ ہو وہ تمہیں نظر آتا ہے یا نہیں کہنے لگے نظر آتا ہے۔ پھر آپ نے پوچھا یہ بتاؤ کہ دن میں سورج سر پر ہو آفتاب نیم روز بادل نہیں دھند نہیں تمہیں نظر آتا ہے یا نہیں۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا نظر آتا ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا ایسے ہی تم اپنے رب کو دیکھو گے اور اس پر اہل حق کا اجماع بھی ہے۔

معتزلہ نے اس آیت سے استدلال کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا دیدار محال ہے۔ مگر انکا یہ استدلال پکڑنا درست نہیں ہے۔ کیونکہ اس آیت میں ادارک کی نفی صراحتاً ہے رؤیت کی نفی کا ذکر ہی نہیں۔

ادراک اور رؤیت میں فرق:۔۔۔۔ رؤیت کا معنی ہے دیکھنا۔ ادراک کا معنی ہے کسی چیز کی حقیقت کا پالینا اور اسکو ہر طرف سے گھیر لینا یا کامل طور پر کسی چیز تک پہنچنا یعنی پورے طور پر اس چیز کو پالینا رؤیت اور ادراک میں تلازم نہیں ہے اللہ پاک نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے قصے میں ذکر فرمایا۔ "فَلَمَّا تَرَآءَ الْجَمْعٰنِ قَالَ اَصْحٰبُ مُوْسٰى اِنَّا لَمُدْرَكُوْنَ ۝ قَالَ كَلَّا"۔ (سورۃ الشعراء آیت ۶۱، ۶۲) یعنی جب دونوں گروہوں کو دیکھ لیا۔ تو موسیٰ علیہ السلام کے ساتھیوں نے کہا اب یقیناً ہم تک یہ پہنچ جائیں گے، (یعنی ہم پکڑے جائیں گے) موسیٰ علیہ السلام نے کہا۔ ہرگز نہیں یہ تم کو نہیں پاسکتے۔ اس آیت میں طرفین سے رؤیت ہونے کا ثبوت ہے مگر ادراک کی پرزور نفی ہے۔ (تفسیر مظہری، ص: ۲۷۴، ج ۳) الغرض اس آیت مبارکہ میں ادراک کی نفی ہے۔ جسکا مطلب ہے تمام اطراف سے احاطہ کرنا کہ ہم حق تعالیٰ کی ذات کو اور اسکی صفات کو اپنی آنکھوں سے تمام اطراف سے احاطہ نہیں کر سکتے۔ باقی اس سے یہ نہیں سمجھا جاسکتا کہ ہم اللہ تعالیٰ کو دیکھ نہیں سکتے۔ لہٰذا معتزلہ کا استدلال غلط ہے۔

﴿۱۰۴﴾ تفاوت فریقین سے تسلی خاتم الانبیاء:۔۔۔ توحید خداوندی کے دلائل تمہیں سمجھا دیئے گئے جو انسان کے دل میں بصیرت پیدا کرتے ہیں جو ان سے فائدہ اٹھائے گا۔ اس کا نفع خود ہی پائے گا اور اب بھی جو نور ھدایت سے اندھا رہ جائے گا۔ اس کی مضرت اسی پر پڑے گی۔ ﴿۱۰۵﴾ شفقت خداوندی۔۔۔۔ ایک ہی مضمون توحید کو مختلف عنوانات اور متعدد دلائل سے اس لئے پیش کیا گیا ہے تا کہ وہ سمجھ لیں کہ یہ باتیں خدا تعالیٰ کی طرف سے پڑھائی جارہی ہیں ورنہ ایک امی (ﷺ) جس نے کسی استاد کے سامنے زانوئے ادب تہ نہ کیا ہو وہ ایسے دلائل و براہین کا بے دھڑک تانتا کیسے باندھ سکتا ہے جس کے مقابلہ سے بڑے بڑے فصحاء اور بلغاء عاجز آجائیں۔ ﴿۱۰۶﴾ توحید پر دلیل وحی۔۔۔۔ آپ ﷺ کو حکم ہے کہ آپ قرآن کریم کی اتباع کئے جائیے کوئی مانے یا نہ مانے اور یہ اعتقاد رکھیں کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور ان بدنصیب مشرکوں کی پروانہ کیجئے۔

﴿۱۰۷﴾ وجہ اعراض سے تسلی خاتم الانبیاء:۔۔۔ اگر زبردستی سے شرک چھڑوا کر انہیں توحید کا پابند بنانا ہوتا تو انکو انکار کی مجال نہ تھی آپ ﷺ نے حق تبلیغ ادا کر دیا اس کے سوا اور کوئی ذمہ داری آپ پر نہیں آپ تسلی رکھیں۔ اور ان کا شرک نہ چھوڑنا محض بدعنوانیوں کی وجہ سے ہے۔

﴿۱۰۸﴾ دعوت الی التوحید میں معبودان باطلہ کی مذمت کے لئے دلخراش الفاظ کی ممانعت: جن چیزوں کو ان مشرکین نے معبود بنا رکھا ہے ان کے ساتھ بے عزتی سے پیش نہ آؤ ورنہ وہ تمہارے خدائے قدوس برحق وحدہ لاشریک لہ سے بے عزتی سے پیش آئیں گے جہالت کی وجہ سے۔ البتہ دلائل سے انکی تردید کرنے کی اجازت ہے اور انکی خوب بے بسی بیان کرو۔

حضرات علماء کرام نے اس سے یہ مسئلہ مستنبط کیا ہے کہ جو کام خود کرنا جائز نہیں اس کا سبب بننا بھی جائز نہیں "كَذٰلِكَ زَيَّنَّا لِكُلِّ اُمَّةٍ عَمَلَهُمْ" اسی طرح ہم نے ہر امت کے لئے ان کے عمل کو مزین کر دیا۔ قرآن کریم میں کہیں تزیین کی نسبت حق تعالیٰ شانہ کی طرف ہے اور کہیں تزیین کی نسبت شیطان کی طرف ہے جیسے "زَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ اَعْمَالَهُمْ" اللہ تعالیٰ کی طرف نسبت کا مطلب یہ ہے کہ "اَللّٰهُ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ" کہ وہ ہر چیز کا خالق ہے شیطان کی طرف نسبت کا مطلب یہ ہے کہ وہ کسب پر آمادہ کرتا اور ترغیب دیتا ہے۔ ثُمَّ اِلٰى رَبِّهِمْ۔۔۔۔ الخ تذکیر بما بعد الموت:۔۔۔۔ پھر ان کو اپنے رب کے پاس جانا ہے۔

﴿۱۰۹﴾ منکرین کا فرمائشی معجزہ کا مطالبہ:۔۔۔۔ مشرکین مکہ کہتے ہیں کہ اگر کوئی ایسا معجزہ دکھایا جائے جس سے ہماری تسلی طبع ہو جائے تو ہم مان جائیں۔ قُلْ اِنَّمَا الْاٰيٰتُ۔۔۔۔ الخ جواب مطالبہ اجمالی خدا تعالیٰ جانتا ہے کہ اگر معجزہ دکھایا بھی جائے گا تو بھی نہیں مانیں گے اس لئے معجزہ دکھانا فضول ہے۔ اَنَّهَاۤ اِذَا جَآءَتْ لَا يُؤْمِنُوْنَ : بعض علماء کے نزدیک "لا" زائدہ

ہے جیسے آیت "وَحَرٰمٌ عَلٰی قَرْیَۃٍ اَھْلَکْنٰھَا اَنَّھُمْ لَا یَرْجِعُوْنَ"۔ (سورۃ الانبیاء آیت ۹۵) میں "لا" زائدہ ہے۔

اس وقت ترجمہ اس طرح ہوگا تم کو کیا معلوم کہ ظہور معجزہ کے بعد وہ ایمان لے آئیں گے۔ بعض اہل علم کے نزدیک "انہا" کا معنی "لعلھا" ہے یعنی تم کو کیا معلوم کہ ظہور معجزہ کے بعد مشرکوں کی کیا رفتار ہے شاید وہ ایمان نہ لائیں۔ (مظہری ص ۲۷۸: ج ۳)

﴿۱۱۰﴾ معاندین کا انجام دنیوی:۔۔۔۔ اور ان کے ایمان نہ لانے کی وجہ سے ہم بھی ان کے دلوں کو حق طلبی کے قصد سے اور ان کی نگاہوں کو حق بینی کی نظر سے پھیر دیں گے اور یہ لوگ بد باطنی کے باعث گمراہ رہیں گے، اور ہم انکو انکی سرکشی میں رہنے دیں گے راہ حق پر نہیں چلائیں گے، معجزات مطلوبہ کے سامنے آنے کے بعد بھی ایمان نہیں لائیں گے۔ جس طرح پہلی دفعہ کھلے ہوئے محسوس معجزات پر ایمان نہیں لائے مثلاً معجزہ شق القمر وغیرہ دیکھنے کے بعد بھی ایمان نہیں لائے۔

وَلَوْ اَنَّنَا نَزَّلْنَآ اِلَیْھِمُ الْمَلٰٓئِکَۃَ وَکَلَّمَھُمُ الْمَوْتٰی وَحَشَرْنَا عَلَیْھِمْ کُلَّ شَیْءٍ

اور اگر نازل کریں ہم ان کی طرف فرشتوں کو اور کلام کریں ان سے مرنے والے اور زندہ کر کے دکھائیں ہم ہر چیز کو ان کے سامنے نہیں ایمان لائیں گے

قُبُلًا مَّا کَانُوْا لِیُؤْمِنُوْٓا اِلَّآ اَنْ یَّشَآءَ اللّٰہُ وَلٰکِنَّ اَکْثَرَھُمْ یَجْھَلُوْنَ ﴿۱۱۱﴾ وَکَذٰلِکَ

یہ لوگ مگر یہ کہ اللہ چاہے لیکن اکثر ان میں سے جاہل ہیں ﴿۱۱۱﴾ اور اسی طرح ہم نے

جَعَلْنَا لِکُلِّ نَبِیٍّ عَدُوًّا شَیٰطِیْنَ الْاِنْسِ وَالْجِنِّ یُوْحِیْ بَعْضُھُمْ اِلٰی بَعْضٍ زُخْرُفَ

بنایا ہے ہر نبی کیلئے دشمن شیاطین انسانوں اور جنوں میں وہ سکھاتے ہیں بعض کو ملمع کی ہوئی بات اور فریب دینے والی بات اور اگر چاہے

الْقَوْلِ غُرُوْرًا ۭ وَلَوْ شَآءَ رَبُّکَ مَا فَعَلُوْہُ فَذَرْھُمْ وَمَا یَفْتَرُوْنَ ﴿۱۱۲﴾ وَلِتَصْغٰٓی

تیرا پروردگار نہ کریں یہ اس بات کو پس چھوڑ دیں ان کو اور ان باتوں کو جن کو یہ افتراء کرتے ہیں ﴿۱۱۲﴾ اور تاکہ مائل ہوں اس کی طرف

اِلَیْہِ اَفْئِدَۃُ الَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَۃِ وَلِیَرْضَوْہُ وَلِیَقْتَرِفُوْا مَا ھُمْ مُّقْتَرِفُوْنَ ﴿۱۱۳﴾

ان لوگوں کے دل جو نہیں ایمان رکھتے آخرت پر تاکہ اس کو پسند کریں اور تاکہ وہ کمائیں جو کچھ وہ کمانے والے ہیں ﴿۱۱۳﴾

اَفَغَیْرَ اللّٰہِ اَبْتَغِیْ حَکَمًا وَّھُوَ الَّذِیْٓ اَنْزَلَ اِلَیْکُمُ الْکِتٰبَ مُفَصَّلًا ۭ وَالَّذِیْنَ اٰتَیْنٰھُمُ

کیا میں اس کے علاوہ کسی دوسرے کو فیصلہ کرنے والا تلاش کروں۔ حالانکہ وہی اللہ ہے جس نے آپ کی طرف ایک مفصل کتاب نازل فرمائیں اور وہ لوگ جن کو ہم نے کتاب دی

الْکِتٰبَ یَعْلَمُوْنَ اَنَّہٗ مُنَزَّلٌ مِّنْ رَّبِّکَ بِالْحَقِّ فَلَا تَکُوْنَنَّ مِنَ الْمُمْتَرِیْنَ ﴿۱۱۴﴾

ہے وہ جانتے ہیں کہ یہ اتاری ہوئی ہے تیرے رب کی طرف سے حق کے ساتھ پس نہ ہوں آپ شک کرنے والوں میں ﴿۱۱۴﴾

وَتَمَّتْ کَلِمَتُ رَبِّکَ صِدْقًا وَّعَدْلًا ۭ لَا مُبَدِّلَ لِکَلِمٰتِہٖ ۚ وَھُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ ﴿۱۱۵﴾ وَاِنْ

اور پوری ہوگئی ہے بات تیرے پروردگار کی سچائی اور انصاف کے ساتھ نہیں ہے کوئی تبدیل کرنے والا اس کے کلمات کو اور وہ سننے والا اور جاننے والا ہے ﴿۱۱۵﴾ اور اگر آپ

تُطِعْ اَكْثَرَ مَنْ فِي الْاَرْضِ يُضِلُّوْكَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۭ اِنْ يَّتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ

اطاعت کریں گے ان لوگوں کی جو اکثر ہیں زمین میں تو بہکا دیں گے آپ کو اللہ کے راستے سے اور نہیں اتباع کرتے وہ (اکثر لوگ)

وَاِنْ هُمْ اِلَّا يَخْرُصُوْنَ ﴿١١٦﴾ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ اَعْلَمُ مَنْ يَّضِلُّ عَنْ سَبِيْلِهٖ ۚ وَهُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِيْنَ ﴿١١٧﴾

مگر گمان کی اور نہیں وہ مگر اٹکل دوڑاتے ﴿۱۱۶﴾ بیشک تیرا پروردگار خوب جانتا ہے اس شخص کو جو بہک گیا ہے اس کے راستہ سے اور وہ خوب جانتا ہے راہ راست پر چلنے والوں کو ﴿۱۱۷﴾

فَكُلُوْا مِمَّا ذُكِرَ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ اِنْ كُنْتُمْ بِاٰيٰتِهٖ مُؤْمِنِيْنَ ﴿١١٨﴾ وَمَا لَكُمْ اَلَّا تَاْكُلُوْا مِمَّا

پس کھاؤ اس میں سے جس پر اللہ کا نام ذکر کیا گیا ہے اگر تم اس کی آیتوں پر ایمان رکھنے والے ہو ﴿۱۱۸﴾ اور کیا ہے تم کو کہ تم نہیں کھاتے اس چیز کو

ذُكِرَ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ وَقَدْ فَصَّلَ لَكُمْ مَّا حَرَّمَ عَلَيْكُمْ اِلَّا مَا اضْطُرِرْتُمْ اِلَيْهِ ۭ

جس پر اللہ کا نام ذکر کیا گیا ہے اور تحقیق تفصیل سے بیان کیا ہے اس نے تمہارے لئے ان چیزوں کو جو اس نے تم پر حرام قرار دی ہیں مگر جب تم مجبور کر دیئے جاؤ

وَاِنَّ كَثِيْرًا لَّيُضِلُّوْنَ بِاَهْوَاۗىِٕهِمْ بِغَيْرِ عِلْمٍ ۭ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ اَعْلَمُ بِالْمُعْتَدِيْنَ ﴿١١٩﴾

اس چیز پر اور بیشک بہت سے لوگ البتہ گمراہ کرتے ہیں اپنی خواہشات کے ساتھ بغیر علم کے بیشک تیرا پروردگار خوب جانتا ہے ان لوگوں کو جو تعدی کرنے والے ہیں ﴿۱۱۹﴾

وَذَرُوْا ظَاهِرَ الْاِثْمِ وَبَاطِنَهٗ ۭ اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْسِبُوْنَ الْاِثْمَ سَيُجْزَوْنَ بِمَا كَانُوْا

اور چھوڑ دو کھلے گناہ کو اور چھپے ہوئے گناہ کو بیشک جو لوگ کماتے ہیں گناہ عنقریب ان کو بدلہ دیا جائے گا اس کا

يَقْتَرِفُوْنَ ﴿١٢٠﴾ وَلَا تَاْكُلُوْا مِمَّا لَمْ يُذْكَرِ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ وَاِنَّهٗ لَفِسْقٌ ۭ وَاِنَّ الشَّيٰطِيْنَ

جو وہ کماتے ہیں ﴿۱۲۰﴾ اور نہ کھاؤ اس میں سے جس پر اللہ کا نام نہیں ذکر کیا گیا اور بیشک یہ فسق ہے اور بیشک شیاطین البتہ ڈالتے ہیں اپنے دوستوں کی طرف

لَيُوْحُوْنَ اِلٰٓى اَوْلِيٰۗـــِٕــهِمْ لِيُجَادِلُوْكُمْ ۚ وَاِنْ اَطَعْتُمُوْهُمْ اِنَّكُمْ لَمُشْرِكُوْنَ ﴿١٢١﴾

(ایسے باطل خیالات) تاکہ وہ جھگڑا کریں تمہارے ساتھ اور اگر تم ان کی بات مانو گے تو بیشک تم بھی البتہ شرک کرنے والے بن جاؤ گے ﴿۱۲۱﴾

﴿۱۱۱﴾ وَلَوْ اَنَّنَا نَزَّلْنَآ اِلَيْهِمُ الْمَلٰۗىِٕكَةَ ... الخ جواب مطالبہ تفصیلی۔ ربط آیات: اوپر ذکر تھا کہ کفار مکہ نے مضبوط قسمیں کھائیں کہ اگر ان کے پاس کوئی نشانی آجائیں تو وہ ایمان لائیں گے "وَاَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ الخ" اب آگے فرماتے ہیں کہ وہ اس دعویٰ میں جھوٹے ہیں یہ ان کا دعویٰ انصاف اور حق پر مبنی نہیں محض ضد کی بناء پر ایسا کہتے ہیں کیونکہ اگر ہم انکی طرف فرشتے نازل کرتے اور مردے ان سے باتیں کرتے اور مردوں کو ان کے سامنے لاکر کھڑا کر دیں یہ ایمان نہیں لاتے۔

خلاصہ رکوع ⑭ ... جواب مطالبہ تفصیلی، تسلی خاتم الانبیاء واقسام عوام الناس، حکمت۔۱، ۲، منکرین رسالت کی تجویز اور اس کا جواب، کمالات قرآن۔۱، ۲، ۳، ۴، ۵، ۶، تنبیہ و تسلی خاتم الانبیاء، تحریمات عباد کا بیان، تحریمات الٰہیہ کا بیان۔ ماخذ آیات ۱۱۱: تا ۱۲۱+

وَكَلَّمَهُمُ الْمَوْتٰى ، مردوں کے کلام کرنے سے مراد یہ ہے کہ مردے ان سے آپ کی نبوت کی تصدیق کر دیں۔

(تفسیر ابن کثیر: ص: ۲۷۴، ج ۳)

ع ۱۴

قُبُلاً : یا تو مصدر ہے بمعنی سامنے آنا۔ یا "قَبِیْلٌ" کی جمع اور "قبیلٌ" یا "قبیلۃٌ" کی جمع ہے یعنی جماعت یا صفت مشبہ کا صیغہ ہے بمعنی کفیل یعنی جو کچھ انکو جنت کی بشارت اور دوزخ سے تخویف کی گئی ہے اس سب کی کفیل اور ذمہ دار ہیں۔
(روح المعانی، ص:۴۳ سو ج:۸، معالم التنزیل، ص:۱۰۲، ج۔۲)

مَا كَانُوْا لِيُؤْمِنُوْٓا : کا یہ مطلب ہے کہ چونکہ ان کے کافر ہونے کا ازل میں فیصلہ ہو چکا ہے اور ان کا مبداء تعین اللہ کے اسم "مضل" پر تو ہے اس لئے وہ ایمان نہیں لائیں گے۔ (تفسیر مظہری، ص:۲۷۸، ج۔۳) اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ : کا یہ مطلب ہے کہ اگر ان کے ازل میں مؤمن ہونے کا فیصلہ ہو چکا ہے اور اللہ کی ازلی مشیت کا اقتضاء ہے تو وہ مؤمن ہو جائیں گے ورنہ اور کسی صورت ایمان نہیں لائیں گے۔ (تفسیر مظہری، ص:۲۷۸، ج۔۳)

﴿۱۱۲﴾ تسلی خاتم الانبیاء واقسام عوام الناس:۔۔۔ ہر ایک نبی کے دشمن ہوتے آئے ہیں لہذا آپ تسلی رکھیں یہ کوئی نیا عجوبہ نہیں۔ نبی کے مبعوث ہونے کے بعد آدمی دو قسم کے ہو جاتے ہیں۔ ایک وہ لوگ جن کی طبیعتوں کے موافق نبی کی تعلیم ہوتی ہے اور دوسرے وہ جن کی طبیعتوں کے موافق نہیں ہوتی عادات پر زد پڑتی ہے ایسے لوگ مخالف ہو جاتے ہیں صحیح تعلیم پر یقین پیدا ہو جانا سعادت ہے اور اس کی مخالفت کرنا شیطنت ہے اس کام کو بعض انسان اپنا مقصد بنا لیتے ہیں وہ شیاطین الانس کہلاتے ہیں۔

وَلَوْ شَآءَ رَبُّكَ۔۔۔۔ الخ حکمت۔ ❶ اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو انکو زبردستی روک سکتا تھا اور ان لوگوں کو ایسے امور پر قدرت ہی نہ دیتا مگر اس میں اس کی حکمت ہے۔ "فَذَرْهُمْ وَمَا يَفْتَرُوْنَ" یہ بھی اپنے دل کا ابال نکال لیں۔

﴿۱۱۳﴾ وَلِتَصْغٰٓى اِلَيْهِ۔۔۔۔ الخ حکمت۔ ❷ اور وہ شیاطین ان کافر آدمیوں کو اس لئے وسوسے میں ڈالتے تھے تا کہ ان لوگوں کے دل فریب آمیز باتوں کی طرف مائل ہوں جو آخرت پر ایمان نہیں رکھتے۔ ظاہر ہے کہ جو آخرت پر ایمان رکھنے والے ہیں وہ تو شیطان کے بہکاوے میں نہیں آئیں گے۔ انہیں تو آخرت کی فکر ہوگی کہ اللہ کی بارگاہ میں پیش ہو کر حساب دینا ہے البتہ جنہیں آخرت کے محاسبے پر یقین نہیں ہے وہی ایسی ملمع شدہ باتوں کی طرف مائل ہوتے ہیں۔ وَلِيَرْضَوْهُ اور تا کہ وہ ایسے دھوکے فریب کی باتوں کو ہی پسند کرتے رہیں۔ انہیں اس طرف لگا رہنے دیں "وَلِيَقْتَرِفُوْا مَا هُمْ مُّقْتَرِفُوْنَ" اور وہ جو کچھ برا بھلا کماتے ہیں انہیں کمانے دیں۔ قیامت کے دن انکی ساری کمائی سامنے آجائے گی اور انہیں ہر بات کا جواب دینا پڑے گا۔ اللہ نے آنحضرت ﷺ کو تسلی دی کہ زیادہ دل برداشتہ نہ ہوں۔ انہیں ان کے حال پر رہنے دیں۔

﴿۱۱۴﴾ اَفَغَيْرَ اللّٰهِ۔۔۔۔ الخ منکرین رسالت کی تجویز اور اس کا جواب۔ شان نزول۔۔۔۔ مشرکین مکہ نے آنحضرت ﷺ کی رسالت پر ایمان لانے کے متعلق ایک تجویز پیش کی تھی۔ کہتے تھے کہ اگر آپ اپنے دعویٰ میں سچے ہیں کہ آپ اللہ کے برحق رسول ہیں تو اس کا فیصلہ کسی معتبر آدمی سے کروا لیتے ہیں پھر جو وہ فیصلہ کرے ہم دونوں فریق اسے تسلیم کرلیں گے۔ اس کام کے لئے وہ ولید بن مغیرہ کا نام تجویز کرتے تھے جو کہ بڑا تجربہ کار، دولت مند اور دشمن رسول شخص تھا یہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کا باپ تھا بڑا جہاں گشت اور جہاں دیدہ آدمی تھا بڑے بڑے لوگوں سے ملاقات رکھتا تھا۔ لوگ اکثر اپنے معاملات کے فیصلے اس سے کرواتے تھے۔ مشرکین مکہ طائف کے بڑے سردار عروہ بن مسعود ثقفی کا نام بھی پیش کرتے تھے کہ اسے حکم تسلیم کرلیں۔ وہ یہ بھی کہتے کہ اگر یہود ونصاریٰ کا کوئی بڑا عالم آپ کی نبوت کی تصدیق کر دے تو ہم پھر بھی مان جائیں گے اللہ تعالیٰ نے اسی کا جواب دیا ہے۔
(معالم العرفان فی دروس القرآن، ص:۵۵ سو ج۔۷)

وَهُوَ الَّذِيْٓ۔۔۔۔ الخ کمالات قرآن : حالانکہ وہ ایسا ہے کہ اس نے ایک کتاب جو اپنے اعجاز میں کامل ہے تمہارے

پاس بھیج دی ہے اس کتاب کا۔ ❶ کمال تو یہ ہے کہ اپنے اعجاز میں کامل ہے۔ ❷ تنزیل من اللہ ہے۔

مُفَصَّلاً : کمال۔ ❸ اس کے مضامین دین کے باب میں خوب صاف صاف تفصیلاً بیان کئے گئے ہیں۔

وَالَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ.... الخ کمال۔ ❹ چنانچہ جن لوگوں کو ہم نے کتاب (یعنی توراۃ، وانجیل) دی ہے۔ وہ اس بات کو یقین کے ساتھ جانتے ہیں کہ یہ قرآن آپ کے رب کی طرف سے نازل ہوا ہے۔ اس کے متعلق کتب سابقہ میں خبر دی گئی تھی جو اس کے مہتم بالشان ہونے کی دلیل ہے۔ فَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُمْتَرِيْنَ: اس کا مطلب یہ ہے کہ اس کتاب کے منزل من اللہ ہونے میں کسی قسم کا شک وشبہ نہیں ہونا چاہیے۔ ظاہر ہے کہ آنحضرت ﷺ کو تو کوئی تردد نہیں ہوسکتا تھا کیونکہ خود ان پر کتاب نازل ہو رہی تھی تاہم باقی مؤمنوں کو یہ بات سمجھائی گئی ہے کہ یہ اللہ کا سچا کلام ہے اس کا فیصلہ آخری ہے لہٰذا کسی سردار یا عالم یا دانشور کو اس معاملہ میں منصف نہیں بنایا جاسکتا۔

﴿۱۱۵﴾ وَتَمَّتْ.... الخ کمال۔ ❺ آپ کے رب کا ہر کلام واقعیت اور اعتدال کے اعتبار سے بھی کامل ہے۔

صِدْقًا وَّعَدْلًا: صدق اور عدل کے ساتھ۔ امام رازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ تکمیل کلمہ کے لئے دو لفظ صدق اور عدل آئے ہیں۔ اور ان دونوں کا مصداق الگ الگ ہے قرآن کریم میں ماضی اور مستقبل کے متعلق بہت سی خبریں دی گئی ہیں جہاں تک ان خبروں کا تعلق ہے یہ صدق یعنی سچائی پر مبنی ہیں۔ اس لحاظ سے یہاں پر صدق کا لفظ استعمال ہوا ہے اور ''عدل'' کا لفظ اس لئے استعمال کیا ہے کہ قرآن کریم کا ایک معتدبہ حصہ احکام پر مشتمل ہے اور ہر انسان احکام کا مکلف ہے اس لئے فرمایا کہ یہ احکام عدل پر مبنی ہیں لہٰذا ان پر عمل کرنے کے لئے کسی قسم کا تردد نہیں ہونا چاہیے بلکہ اللہ پاک نے بنی نوع انسان کی بہتری کے لئے نازل فرمائے ہیں۔

لَا مُبَدِّلَ لِكَلِمٰتِهٖ : کمال۔ ❻ اللہ تعالیٰ کے کلمات کو کوئی تبدیل نہیں کرسکتا اس کا مطلب یہ ہے کہ قرآن کریم کے حقائق کو کوئی شخص غلط ثابت نہیں کرسکتا۔ یہ الگ بات ہے کہ اپنا ہی دماغ ٹیڑھا ہو تو ہر چیز ٹیڑھی نظر آتی ہے۔ جس طرح بھینگے آدمی کو ایک کے بجائے دو چیزیں نظر آتی ہیں یا صفراوی آدمی کو ہر چیز زرد نظر آتی ہے اسی طرح قلب وذہن کے مریض کو اللہ کے کلام میں خامی نظر آتی ہے حقیقت میں اس میں کوئی خامی نہیں۔

﴿۱۱۶﴾ وَاِنْ تُطِعْ اَكْثَرَ...الخ تنبیہ خاتم الانبیاء: اگر بالفرض آپ ان کا کہنا ماننے لگیں تو وہ آپ کو اللہ کی راہ سے بے راہ کردیں گے کیونکہ وہ خود گمراہ ہیں۔ اِنْ يَّتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ: وہ محض بے اصل خیالات پر چلتے ہیں۔ اس آیت میں قلت کثرت کا مسئلہ بیان فرمایا ہے محض اکثریت کی بنیاد پر حق وباطل کی پہچان نہیں کی جاسکتی کیونکہ اکثریت کا حال یہ ہے کہ وہ تو عقائد میں محض گمان کا اتباع کرتے ہیں اور اقوال اور اعمال میں اٹکل پچو کی باتیں کرتے ہیں۔

فَائِدَہ: مفسرین کرام رحمہم اللہ فرماتے ہیں کہ گمان دو قسم کا ہوتا ہے ایک تو حسن ظن یعنی اچھا گمان ہے اسکی بنیاد کسی دلیل پر نہیں ہوتی بلکہ محض اٹکل دوڑانے والی بات ہوتی ہے۔ البتہ گمان کی دوسری قسم وہ ہوتی ہے جسکی بنیاد دلیل پر ہوتی ہے مجتہدین اسی گمان کے تحت مسائل کا حل پیش کرتے ہیں ان کا ہر فتویٰ مستند الی الدلیل ہوتا ہے وہ ہر حل صحیح دلیل سے اخذ کر کے بتاتے ہیں اس کے برخلاف کفر شرک بدعت وغیرہ اٹکل پچو کی باتوں سے رائج کیے جاتے ہیں اسمبلیوں میں قوانین کثرت رائے سے منظور ہوتے ہیں، جو کہ حق کے سراسر خلاف ہے یہ بھی محض گمان ہوتا ہے جسکی کوئی قطعی دلیل نہیں ہوتی۔ (معالم العرفان فی دروس القرآن، ص: ۶۲ سو ج ۔ ۷)

﴿۱۱۷﴾ تسلی خاتم الانبیاء:.... اللہ تعالیٰ گمراہوں کو بھی جانتا ہے جو اس کے بتائے ہوئے راستے سے بے راہ ہو جاتے ہیں اور ہدایت یافتہ طبقہ کو بھی اچھی طرح پہچانتا ہے۔ ہر ایک کو اس کے استحقاق کے مطابق بدلہ دے گا۔

﴿۱۱۸﴾ تحریمات عباد کا بیان:۔۔۔ امام ابوداؤد اور امام ترمذیؒ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی روایت سے لکھا ہے کہ کچھ لوگ خدمت گرامی میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ کیا وجہ ہے کہ جس کو ہم خود قتل کریں اس کو کھائیں اور جس کو اللہ بغیر ہمارے ذبح کئے مار ڈالے اسکو نہ کھائیں اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ (روح المعانی: ص:۵۸ ج:۸: منیر: ص:۱۷: ج۔۸)

فَكُلُوا مِمَّا ذُكِرَ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ : اس میں "فاء" سببیہ ہے اوپر گمراہ کفار کے اتباع سے منع کیا گیا تھا، اس ممانعت پر یہ حکم متفرع ہے یعنی حرام کو حلال اور حلال کو حرام قرار دینے میں کافروں کے خیالات پر نہ چلو جو مردار کو حلال اور ذبیحہ کو حرام قرار دیتے ہیں۔

اِنْ كُنْتُمْ بِاٰيٰتِهٖ مُؤْمِنِيْنَ اگر تم اللہ کی آیات پر ایمان رکھنے والے ہو۔ کیونکہ اللہ پر ایمان رکھنے کا تو تقاضا یہ ہے کہ جس چیز کو اللہ نے حلال قرار دیا ہے اسکو مباح سمجھا جائے اور جس کو حرام قرار دیا اس سے پرہیز کیا جائے۔ (روح المعانی ص۵۹ ج۸ مظہری ص۸۱ ج۔۳)

﴿۱۱۹﴾ تحریمات عباد کی تردید : "وَمَا لَكُمْ" "ما" استفہامیہ مبتدا اور "لکم" خبر ہے معنی یہ ہے کیا وجہ ہے کہ تم وہ چیز نہ کھاؤ جس پر اللہ کا نام لیا گیا ہو "وَقَدْ فَصَّلَ لَكُمْ مَّا حَرَّمَ عَلَيْكُمْ الخ" حالانکہ وہ واضح کر چکا ہے جو کچھ اس نے تم پر حرام کیا ہے۔ یعنی محرمات کی تفصیل اسی سورۃ کی (آیت ۔۱۴۵) "قُلْ لَّآ اَجِدُ فِيْ مَآ اُوْحِيَ اِلَيَّ مُحَرَّمًا الخ" میں دیکھ لیں۔

اِلَّا مَا اضْطُرِرْتُمْ اِلَيْهِ : مگر وہ چیز جسکی طرف تم مجبور ہو جاؤ یعنی محرمات جنکی تفصیل گزر چکی ہے جن کو ہر وقت کھانا حرام کر دیا ہے ماسوا مجبوری کے اس وقت محض جان بچانے کے لئے کھا سکتے ہو۔

﴿۱۲۰﴾ وَذَرُوْا ظَاهِرَ الْاِثْمِ وَبَاطِنَهٗ۔۔۔ الخ ترک معصیت کا حکم:۔۔۔ ظاہری گناہ کا معنی یہ ہے کہ جو زبان اور عمل سے ہو۔ باطنی گناہ یہ ہے کہ اپنے دل میں کفر، شرک حسد، تکبر بغض کینہ رکھے، اور ظاہری کا ایک معنی یہ کرتے ہیں کہ وہ گناہ جو کھلے طور پر کیا جائے مثلاً کان، ناک، آنکھ زبان ہاتھ پاؤں وغیرہ سے اور باطنی جو چھپ کر کیا جائے جیسے زنا وغیرہ۔

(معالم التنزیل: ص:۱۵۴: ج:۲: بحر محیط: ص:۲۱۲: ج۔۴)

حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ کافروں کے بہکانے پر نہ ظاہر میں عمل کرو نہ دل میں شبہ رکھو۔ (موضح القرآن)

﴿۱۲۱﴾ وَلَا تَاْكُلُوْا مِمَّا لَمْ يُذْكَرِ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ ۔۔۔ الخ تحریمات الٰہیہ کا بیان : جس پر اللہ کا نام ذکر نہیں کیا گیا اسکو مت کھاؤ وہ حرام ہے البتہ مِمَّا ذُكِرَ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ میں ذبح اختیاری اور ذبح اضطراری یعنی تیر، باز اور کتے کا شکار جبکہ اس کو چھوڑنے کے وقت بسم اللہ پڑھی جائے اور ذکر حقیقی و ذکر حکمی سب داخل ہے۔ پس امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک جس پر بسم اللہ سہواً ترک کر دی جائے وہ حکماً مِمَّا ذُكِرَ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ میں داخل ہے، البتہ عمداً ترک کرنے سے امام صاحبؒ کے نزدیک حرام ہوتا ہے۔ (معارف القرآن، ص:۴۳۴ ج: سوم، ش، د)

اَوَمَنْ كَانَ مَيْتًا فَاَحْيَيْنٰهُ وَجَعَلْنَا لَهٗ نُوْرًا يَّمْشِيْ بِهٖ فِي النَّاسِ كَمَنْ مَّثَلُهٗ

بھلا وہ شخص جو مردہ تھا پھر ہم نے اس کو زندہ کیا (ایمان کی دولت عطا کی) ہم نے اس کو روشنی دی اس روشنی کے ساتھ وہ چلتا ہے لوگوں میں تو کیا وہ شخص

فِي الظُّلُمٰتِ لَيْسَ بِخَارِجٍ مِّنْهَا ۭ كَذٰلِكَ زُيِّنَ لِلْكٰفِرِيْنَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۲۲﴾

اس کی طرح ہوگا جو اندھیروں میں ہوگا اور نہیں وہ نکلنے والا ان اندھیروں سے اسی طرح مزین کیا گیا ہے کافروں کیلئے جو وہ کرتے ہیں ﴿۱۲۲﴾

وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَا فِيْ كُلِّ قَرْيَةٍ اَكٰبِرَ مُجْرِمِيْهَا لِيَمْكُرُوْا فِيْهَا ۭ وَمَا يَمْكُرُوْنَ اِلَّا بِاَنْفُسِهِمْ

اور اسی طرح ہم نے بنا دیئے ہیں ہر بستی میں اس کے بڑے مجرم تاکہ وہ مکاریاں کریں اس میں اور نہیں وہ مکاری کرتے مگر اپنے نفسوں کے ساتھ

وَمَا يَشْعُرُوْنَ ﴿١٢٣﴾ وَإِذَا جَآءَتْهُمْ اٰيَةٌ قَالُوْا لَنْ نُّؤْمِنَ حَتّٰى نُؤْتٰى مِثْلَ مَآ اُوْتِيَ

اور وہ سمجھتے نہیں ﴿۱۲۳﴾ اور جب آجاتی ہے ان کے پاس کوئی نشانی تو کہتے ہیں کہ ہرگز ایمان نہیں لائیں گے ہم یہاں تک کہ ہمیں بھی دی جائے وہ چیز جو

رُسُلُ اللّٰهِ ۘؔ اَللّٰهُ اَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسٰلَتَهٗ ؕ سَيُصِيْبُ الَّذِيْنَ اَجْرَمُوْا صَغَارٌ

اللہ کے رسولوں کو دی گئی ہے اللہ خوب جانتا ہے کہ کس موقع پر وہ اپنے پیغام کو رکھتا ہے عنقریب پہنچے گی ان لوگوں کو جنہوں نے جرم کئے

عِنْدَ اللّٰهِ وَعَذَابٌ شَدِيْدٌۢ بِمَا كَانُوْا يَمْكُرُوْنَ ﴿١٢٤﴾ فَمَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ اَنْ يَّهْدِيَهٗ يَشْرَحْ

ذلت اللہ کے نزدیک اور عذاب شدید اس وجہ سے کہ وہ مکر کرتے تھے ﴿۱۲۴﴾ پس وہ شخص کہ اللہ تعالیٰ ارادہ کرتا ہے کہ اس کو راہ راست دکھائے

صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ ۚ وَمَنْ يُّرِدْ اَنْ يُّضِلَّهٗ يَجْعَلْ صَدْرَهٗ ضَيِّقًا حَرَجًا كَاَنَّمَا يَصَّعَّدُ فِي

کھول دیتا ہے اس کے سینے کو اسلام کیلئے اور وہ شخص کہ اللہ تعالیٰ ارادہ کرتا ہے کہ اس کو گمراہ کردے تو وہ اس کے سینے کو تنگ کردیتا ہے بہت زیادہ تنگ گویا کہ وہ شخص چڑھتا ہے

السَّمَآءِ ؕ كَذٰلِكَ يَجْعَلُ اللّٰهُ الرِّجْسَ عَلَى الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿١٢٥﴾ وَهٰذَا صِرَاطُ رَبِّكَ

آسمان پر اس طریقے سے اللہ تعالیٰ کردیتا ہے گندگی ان لوگوں پر جو ایمان نہیں لاتے ﴿۱۲۵﴾ اور یہ راستہ ہے تیرے رب کا سیدھا

مُسْتَقِيْمًا ؕ قَدْ فَصَّلْنَا الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّذَّكَّرُوْنَ ﴿١٢٦﴾ لَهُمْ دَارُ السَّلٰمِ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَهُوَ وَلِيُّهُمْ

تحقیق ہم نے تفصیل کے ساتھ بیان کی ہیں آیات ان لوگوں کیلئے جو نصیحت حاصل کرتے ہیں ﴿۱۲۶﴾ ان لوگوں کیلئے سلامتی کا گھر ہے ان کے رب کے پاس اور وہی ان کا کارساز

بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿١٢٧﴾ وَيَوْمَ يَحْشُرُهُمْ جَمِيْعًا ۚ يٰمَعْشَرَ الْجِنِّ قَدِ اسْتَكْثَرْتُمْ مِّنَ

ہے اس وجہ سے جو کچھ وہ عمل کرتے ہیں ﴿۱۲۷﴾ اور اس دن کا خیال کرو جس دن اکٹھا کرے گا اللہ ان سب کو اور فرمائے گا اے جنات کے گروہ! تحقیق تم نے

الْاِنْسِ ۚ وَقَالَ اَوْلِيٰٓؤُهُمْ مِّنَ الْاِنْسِ رَبَّنَا اسْتَمْتَعَ بَعْضُنَا بِبَعْضٍ وَّبَلَغْنَآ اَجَلَنَا الَّذِيْٓ

بہت زیادہ کرلئے گمراہ انسان اور کہیں گے ان کے رفیق انسانوں میں سے اے ہمارے پروردگار فائدہ اٹھایا ہمارے بعض نے بعض سے اور پہنچے ہم اس مدت تک جو تو نے ہمارے

اَجَّلْتَ لَنَا ۚ قَالَ النَّارُ مَثْوٰىكُمْ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ ۗ اِنَّ رَبَّكَ حَكِيْمٌ عَلِيْمٌ ﴿١٢٨﴾

لئے مقرر فرمائی تھی اللہ فرمائے گا کہ دوزخ کی آگ تمہارا ٹھکانہ ہے وہ اس میں ہمیشہ رہنے والے ہوں گے مگر جو اللہ چاہے بیشک تیرا پروردگار حکمت والا اور سب کچھ جاننے والا ہے ﴿۱۲۸﴾

وَكَذٰلِكَ نُوَلِّيْ بَعْضَ الظّٰلِمِيْنَ بَعْضًۢا بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ﴿١٢٩﴾ ع

اور اس طرح ہم ملادیں گے بعض ظالموں کو بعض کے ساتھ اس وجہ سے جو کچھ وہ اعمال کرتے تھے ﴿۱۲۹﴾

﴿۱۲۲﴾ اَوَمَنْ كَانَ مَيْتًا.... الخ ربط آیات :اوپر دو گروہوں کا ذکر تھا ایک "وَهُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِيْنَ" اور دوسرا "اَعْلَمُ بِالْمُعْتَدِيْنَ" اب آگے بھی ان دو گروہوں کا ذکر ہے۔

خلاصہ رکوع ⑮ .... تفاوت مؤمن وکافر، کفار کی تدابیر، کفار کا گستاخانہ مطالبہ، جواب مطالبہ اور اس کا انجام عدالی تقسیم وانشرح

قلب برائے مستفیدین، وتنبیہ محرومین، طریق اسلام، نتائج مستفیدین، مجرمین کے نتائج، کفار کا باہمی تعلق۔ ماخذ آیات ۱۲۲ تا ۱۲۹+

تفاوت مؤمن وکافر : مطلب یہ ہے کہ وہ شخص جو پہلے مردہ یعنی کافر تھا، پھر ہم نے اسکو زندہ کردیا یعنی مسلمان بنادیا، اور ہم نے اسکو ایک ایسا نور یعنی ایمان دیدیا جسکو لئے ہوئے وہ لوگوں میں پھرتا ہے، اس شخص کے برابر ہوسکتا ہے جسکی مثال ایسی ہی ہے کہ وہ قسم قسم کی اندھیروں میں گھیرا ہوا ہے جس سے نکلنے نہیں پاتا۔ یعنی کفر کی اندھیروں میں مبتلا ہے۔ وہ خود ہی اپنے نفع نقصان کو نہیں پہچانتا، اور ہلاکت سے نہیں بچ سکتا دوسروں کو کیا نفع پہنچا سکتا ہے۔ اس آیت میں "نُوْرًا يَّمْشِيْ بِهٖ فِي النَّاسِ" فرما کر اس طرف بھی ہدایت کردی گئی ہے کہ نور ایمان صرف کسی مسجد یا خانقاہ یا گوشہ وحجرہ کے ساتھ مخصوص نہیں جسکو اللہ تعالیٰ نے یہ نور دیا ہے وہ اس کو لے کر ساری دنیا میں پھرتا ہے۔ خود کو بھی فائدہ پہنچاتا ہے اور دوسروں کو بھی فائدہ دیتا ہے۔ نور کسی ظلمت سے دب نہیں سکتا جیسے ایک معمولی ٹمٹماتا ہوا چراغ ہو تو وہ کبھی کسی اندھیرے سے مغلوب نہیں ہوتا بلکہ اپنی حد تک روشنی پھیلاتا ہے وہ چراغ ہی چراغ نہیں جو اندھیرے سے مغلوب ہو جائے۔ (معارف القرآن: ص: ۴۳۹، ج: سوم، ش، د)

﴿۱۲۳﴾ کفار کی تدابیر : جس طرح ہم نے مکہ میں بڑے لوگوں کو مجرم بنادیا، اسی طرح ہر ملک کے بڑے بڑے شہروں میں بڑے بڑے مجرم تعلیم حق کے مخالف پیدا ہوتے رہے ایسے لوگ جو کچھ تدابیر دین اسلام کے خلاف کرتے ہیں اس میں اپنا ہی نقصان کر بیٹھتے ہیں اللہ تعالیٰ کا کیا بگاڑ سکتے ہیں۔

﴿۱۲۴﴾ کفار کا گستاخانہ مطالبہ : جب کبھی کوئی حکم آتا ہے کہتے ہیں کہ ہم تو ماننے کے لئے تیار نہیں ہیں جب تک کہ ہمارے ہاں بھی وحی نہ آئے۔ اَللّٰهُ اَعْلَمُ.... الخ جواب مطالبہ : یہ لوگ نہیں سمجھتے کہ وحی کے نزول کے لئے خاص محل ہوتا ہے اور اس استعداد حقیقی کو فقط اللہ تعالیٰ ہی جان سکتا ہے۔ سَيُصِيْبُ.... الخ انجام : اس قسم کی بے جوڑ باتیں کر کے توحید اور رسالت سے انکار کرنے والوں کا انجام ذلت اور رسوائی کے سوا اور کیا ہوسکتا ہے۔

﴿۱۲۵﴾ خدائی تقسیم وانشرح قلب برائے مستفیدین : اللہ تعالیٰ جس شخص کو ہدایت دینا چاہے اس کا سینہ اسلام کے لئے کھول دیتا ہے اس کے دل میں اسلام کی طرف سے کوئی شک اور شبہ باقی نہیں رہتا اور وہ سچے دل سے پورے اخلاص کے ساتھ اسلام قبول کرلیتا ہے۔ وَمَنْ يُّرِدْ.... الخ تنبیہ محرومین : اور جسکو اللہ تعالیٰ گمراہی میں رکھنا چاہتا ہے اس کے سینہ کو اسلام کی دعوت قبول کرنے سے تنگ کردیتا ہے جیسے وہ بڑی مصیبت کے ساتھ آسمان پر چڑھ رہا ہو۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے آیت مذکورہ تلاوت کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ جب نور سینہ میں داخل ہوتا ہے تو سینہ کھل جاتا ہے عرض کیا یا رسول اللہ اسکی کوئی علامت ونشانی ہے جس کے ذریعہ سے اسکو پہچان لیا جائے؟ آپ نے فرمایا ہاں اسکی نشانی یہ ہے کہ بندہ (دنیا) سے دور رہے اور دار الخلود (یعنی ہمیشہ رہنے کی جگہ) کی طرف رجوع کرے اور موت سے پہلے اسکی تیاری کرے۔ (مشکوٰۃ ص۔۴۴۶)

سینہ کی تنگی بتاتے ہوئے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جب اللہ کا ذکر کیا جائے تو دل میں انقباض ہونے لگے اور گھبراہٹ محسوس ہو اور اگر بتوں کی عبادت کا ذکر آئے تو دل میں خوشی کی کیفیت طاری ہو۔ (معالم التنزیل ص۱۰۶، ج۔۲)

الرِّجْسَ : حضرات مفسرین اس کے کئی معانی نقل فرماتے ہیں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس سے مراد شیطان ہے اسکو اللہ تعالیٰ بندے پر مسلط کردیتا ہے۔ حضرت مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جس میں کوئی خیر نہ ہو وہ "رجس" ہے۔ حضرت عطاء رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس سے مراد عذاب ہے۔ زجاج رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ اس سے مراد دنیا میں لعنت اور آخرت میں عذاب ہوگا۔ یہ سب معانی مراد ہوسکتے ہیں۔ (معالم التنزیل، ص: ۱۰۷، ج: ۲، مظہری، ص: ۲۸۷، ج: ۳، قرطبی، ص: ۷۳، ج۔۷)

مطلب یہ ہے کہ جس طرح اللہ پاک گمراہ شخص کا سینہ تنگ کر دیتا ہے اسی طرح ان لوگوں پر ''رجس'' کا عذاب ڈالدیتے ہیں جنہیں ایمان نہیں لانا ہوتا۔

﴿۱۲۶﴾ طریق اسلام :سیدھا راستہ وہی ہے جو آپ کو بتلایا جا چکا ہے یہی اسلام کا راستہ ہے البتہ پند ونصیحت کی قبولیت کی استعداد جس میں ہوگی وہی نفع پائے گا۔ ﴿۱۲۷﴾ نتائج مستفیدین۔۔۔۔ اسی جماعت کے لئے سلامتی کا گھر ہے جو اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے والی ہے ان کے اعمال صالحہ کی برکت سے اللہ تعالیٰ ان کا ولی اور کارساز ہے۔ اس آیت میں جنت کو ''دار السلام'' کہا گیا ہے چونکہ وہاں ہر طرح کے مصائب اور تکالیف سے سلامتی ہوگی نہ جسمانی کوئی تکلیف ہوگی نہ روحانی نہ آپس میں بغض ہوگا نہ کینہ ہوگا نہ حسد ہوگا۔ نہ دشمنی ہوگی اور نہ نعمتوں کے کم ہونے یا چھننے کا خطرہ ہوگا جنت میں داخل ہو جائے گا امن وامان کی حالت میں اھل جنت کو اللہ کی طرف سے سلام آئے گا۔ سَلٰمٌ قَوْلًا مِّنْ رَّبٍّ رَّحِيْمٍ :علامہ شمس الدین خیالی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جنت کو دار السلام اس لئے فرمایا ہے کہ جو شخص جنت میں داخل ہوگا کبھی اس سے جنت کو سلب نہیں کیا جائے گا کسی قسم کا خطرہ نہ ہوگا۔ الغرض جنت دار السلام ہے وہاں سلامتی ہی سلامتی ہے۔ (اللہ پاک ہم سب کو نصیب کرے آمین)

﴿۱۲۸﴾ مجرمین کے نتائج:۔۔۔۔ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ تمام جنوں اور انسانوں کو جمع کرے گا۔ فرمائے گا اے جنات کی جماعت! تم نے انسانوں میں سے کثیر تعداد کو اپنا تابع کر لیا اور انسانوں میں جو ان کے دوست تھے وہ کہیں گے کہ اے ہمارے رب! ہم میں سے بعض نے بعض سے نفع حاصل کیا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ انسان جنات سے اور جنات انسانوں سے منتفع ہوئے۔

علامہ آلوسی رحمہ اللہ نے حضرت حسن بصری رحمہ اللہ اور ابن جریج رحمہ اللہ وغیرہ سے نقل کیا ہے کہ انسانوں کا جنات سے نفع حاصل کرنا یوں تھا کہ جب ان میں سے کوئی شخص سفر پر جاتا اور جنات کا خوف ہوتا تو جس منزل پر اترتا تو یوں کہتا ''اعوذ بسید هذا الوادی'' کہ میں اس وادی کے سردار کی پناہ لیتا ہوں۔ اللہ کی پناہ لینے کی بجائے شیاطین کی پناہ لیتے رہے۔

اور شیاطین کا انسانوں سے نفع حاصل کرنا یہ تھا کہ جب یہ لوگ ''اعوذ بسید هذا الوادی'' کہتے تھے تو جنات خوش ہوتے اور کہتے تھے یہ خدا کو چھوڑ کر ہم سے پناہ لینے لگ گئے ہیں۔ انسانوں کا گروہ آپس میں ایک دوسری سے نفع حاصل کرنے کے بعد کہے گا کہ ''وَبَلَغْنَآ اَجَلَنَا الَّذِيْٓ اَجَّلْتَ لَنَا'' (اور ہم پہنچ گئے اس مقرر معیاد کو جو ہمارے لئے آپ نے مقرر فرمائی تھی) اس اجل یعنی مقررہ میعاد سے بعض حضرات نے موت اور بعض نے قیامت کا دن مراد لیا ہے، انسان کا گروہ بطور اقرار جرم کہے گا جس میں اظہار ندامت بھی ہے کہ ہم نے ایسا کیوں کیا، حسرت بھی ہے کہ اگر ایسا نہ کرتے تو اچھا ہوتا۔ (روح المعانی: ص ۲۷۵ ج ۸)

خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ :(یہ لوگ دوزخ میں ہمیشہ رہیں گے) ''اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ'' (مگر جو اللہ چاہے)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا آیت میں وہ قوم مستثنیٰ کی گئی ہے جن کے متعلق اللہ تعالیٰ پہلے سے جانتا ہے کہ وہ مسلمان ہو جائیں گے اور دوزخ سے انکو نکال دیا جائے گا اس مطلب پر ''ماشاء'' میں ''ما'' بمعنی ''من'' ہوگا۔ تفسیر مظہری کے حاشیہ میں ہے کہ شاید حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی مراد یہ ہے کہ جن لوگوں کو پیغمبروں کی دعوت نہیں پہنچی لیکن اللہ جانتا تھا کہ اگر انکو دعوت پہنچتی تو وہ ضرور ایمان لے آتے تو ایسے لوگوں کو دوزخ سے (کبھی) نکال لیا جائے گا لیکن اگر اللہ کے علم میں یہ بات تھی کہ دعوت پہنچنے کے بعد بھی ایمان نہ لائیں گے تو ایسے لوگوں کو ہمیشہ کے لئے دوزخ میں رکھا جائیگا۔ (مظہری: ص ۲۸۸، ج ۳)

تمام اہل سنت والجماعت کا اس پر اجماع ہے کہ اہل ایمان کا ثواب۔ اور کافروں کا عذاب دائمی اور ابدی ہے اھل ایمان ہمیشہ جنت میں رہیں گے اور کافر ہمیشہ ہمیشہ کے لئے دوزخ میں رہیں گے اور فرقہ جہمیہ کا مذہب یہ ہے کہ چند روز کے بعد جنت اور

جہنم دونوں فناء ہوجائیں گے ابن تیمیہ حنبلی رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے شاگرد خاص ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب یہ ہے کہ جنت کا ثواب تو ہمیشہ رہے گا مگر دوزخ کا عذاب ایک مدت کے بعد ختم ہوجائے گا یہ ان کا قول سراسر شاذ ہے اور اھل سنت کے اجماع کے خلاف ہے قرآن کریم اور صریح احادیث کے بھی خلاف ہے۔ (محصلہ معارف القرآن: ص: ۲۰، ج: سوم، ش، د)

﴿۱۲۹﴾ وَ كَذٰلِكَ نُوَلِّيْ بَعْضَ الظّٰلِمِيْنَ.... الخ کفار کا باہمی تعلق: حضرت قتادہ رحمۃ اللہ علیہ نے اس کا ترجمہ کیا ہے کہ "ہم ظالموں کو آپس میں ایک دوسرے کا دوست بناتے ہیں" یہ معنیٰ بھی صحیح ہیں دنیا میں ہر وقت اسکا مظاہرہ ہو رہا ہے اور اسی دوستی کی وجہ سے آپس میں مل کر اسلام اور اھل اسلام کی دشمنی میں ایک دوسرے کی معاونت کرتے رہتے ہیں۔

اور بعض حضرات نے "نُوَلِّيْ" کا ترجمہ یہ کیا ہے کہ "ظالموں کو ایک دوسرے سے قریب کردیں گے" یعنی قیامت کے دن ایک ہی قسم کے لوگوں کی جماعتیں بنادی جائیں گی پھر یہ جماعتیں دوزخ میں چلی جائیں گی۔ آیت کا ایک معنیٰ یہ بھی لکھا ہے کہ ہم بعض ظالموں کو بعض دوسرے ظالموں پر مسلط کردیتے ہیں اور ایک ظالم کو دوسرے ظالم کے ہاتھ سے سزا دلوا دیتے ہیں۔

(معالم التنزیل: ص: ۱۰۸، ج۔ ۲)

بعض روایات میں آیا ہے جو ظالم کی مدد کرتے ہے اللہ اس پر ظالم کو مسلط کردیتا ہے۔ جب ابن ملجم کی ضرب سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شہادت کا وقت آیا اور لوگوں نے درخواست کی کہ امیر المومنین کسی کو اپنی جگہ خلیفہ بنا دیجئے تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا اگر اللہ تعالیٰ تمہارے اندر خیر کو دیکھے گا تو تمہارا حاکم نیکوں کو کردیگا حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا اللہ نے ہمارے اندر نیکی دیکھی تھی تو ابوبکر رضی اللہ عنہ کو حاکم بنایا تھا روایت میں آیا ہے کہ ظالم زمین پر اللہ کا قہر ہے ظالم کے ذریعہ سے اللہ لوگوں کو سزا دیتا ہے پھر اس ظالم کو سزا دیتا ہے۔

(مظہری: ص: ۲۸۹، ج۔ ۳)

يٰمَعْشَرَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ اَلَمْ يَاْتِكُمْ رُسُلٌ مِّنْكُمْ يَقُصُّوْنَ عَلَيْكُمْ اٰيٰتِيْ وَيُنْذِرُوْنَكُمْ

(اللہ فرمائے گا) اے جنوں اور انسانوں کی جماعت کیا نہیں آئے تھے تمہارے پاس رسول تم میں سے جو بیان کرتے تھے تم پر میری آیتیں اور ڈراتے تھے تم کو اس دن کی ملاقات سے

لِقَآءَ يَوْمِكُمْ هٰذَا ؕ قَالُوْا شَهِدْنَا عَلٰۤى اَنْفُسِنَا وَغَرَّتْهُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا وَشَهِدُوْا عَلٰۤى

تو کہیں گے وہ (جواب میں) ہم گواہی دیتے ہیں اپنے نفسوں پر (کہ ہم مجرم ہیں) اور دھوکہ دیا ان کو دنیا کی زندگی نے اور وہ گواہی دیں گے اپنے نفسوں پر کہ بیشک وہ

اَنْفُسِهِمْ اَنَّهُمْ كَانُوْا كٰفِرِيْنَ ۝۱۳۰ ذٰلِكَ اَنْ لَّمْ يَكُنْ رَّبُّكَ مُهْلِكَ الْقُرٰى بِظُلْمٍ وَّاَهْلُهَا

کفر کرنے والے تھے ﴿۱۳۰﴾ یہ (رسولوں کا بھیجنا) اس وجہ سے ہے کہ نہیں ہے تیرا پروردگار ہلاک کرنے والا بستیوں کو ظلم کے ساتھ درانحالیکہ وہاں کے رہنے والے

غٰفِلُوْنَ ۝۱۳۱ وَلِكُلٍّ دَرَجٰتٌ مِّمَّا عَمِلُوْا ؕ وَمَا رَبُّكَ بِغَافِلٍ عَمَّا يَعْمَلُوْنَ ۝۱۳۲ وَرَبُّكَ الْغَنِيُّ

لوگ غافل ہوں ﴿۱۳۱﴾ ہر ایک کیلئے درجہ ہے اس سے جو اس نے عمل کیا اور نہیں ہے تیرا رب غافل ان کاموں سے جو یہ کرتے ہیں ﴿۱۳۲﴾ اور تیرا پروردگار بے نیاز اور

ذُو الرَّحْمَةِ ؕ اِنْ يَّشَاْ يُذْهِبْكُمْ وَيَسْتَخْلِفْ مِنْۢ بَعْدِكُمْ مَّا يَشَآءُ كَمَاۤ اَنْشَاَكُمْ مِّنْ ذُرِّيَّةِ

رحمت والا ہے اگر چاہے تو تمہیں لے جائے اور تمہارا جانشین بنائے تمہارے بعد جس کو چاہے جیسا کہ اس نے اٹھایا ہے تم کو

قَوْمٍ اٰخَرِيْنَ ﴿١٣٣﴾ اِنَّ مَا تُوْعَدُوْنَ لَاٰتٍ ۙ وَّمَآ اَنْتُمْ بِمُعْجِزِيْنَ ﴿١٣٤﴾ قُلْ يٰقَوْمِ اعْمَلُوْا

دوسری قوم کی اولاد سے ﴿۱۳۳﴾ بیشک وہ چیز جس کا تم سے وعدہ کیا گیا ہے ضرور آنے والی ہے اور تم عاجز کرنے والے نہیں ہو ﴿۱۳۴﴾ اے پیغمبر! آپ کہہ دیجئے اے لوگو عمل کرو

عَلٰى مَكَانَتِكُمْ اِنِّىْ عَامِلٌ ۚ فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ۙ مَنْ تَكُوْنُ لَهٗ عَاقِبَةُ الدَّارِ ؕ اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ

اپنی جگہ پر میں بھی عمل کرنے والا ہوں پس عنقریب تم جان لوگے کہ کس کیلئے ہے آخرت کا گھر بیشک یہ (یقینی بات ہے) کہ نہیں فلاح پاتے

الظّٰلِمُوْنَ ﴿١٣٥﴾ وَجَعَلُوْا لِلّٰهِ مِمَّا ذَرَاَ مِنَ الْحَرْثِ وَالْاَنْعَامِ نَصِيْبًا فَقَالُوْا هٰذَا لِلّٰهِ بِزَعْمِهِمْ

ظلم کرنے والے ﴿۱۳۵﴾ اور ٹھہرایا ان لوگوں نے اللہ کیلئے اس میں سے جو پیدا کیے ہیں اللہ نے کھیتی اور مویشی ایک حصہ پھر انہوں نے کہا یہ اللہ کا حصہ ہے اپنے خیال سے

وَهٰذَا لِشُرَكَآئِنَا ۚ فَمَا كَانَ لِشُرَكَآئِهِمْ فَلَا يَصِلُ اِلَى اللّٰهِ ۚ وَمَا كَانَ لِلّٰهِ فَهُوَ يَصِلُ

اور یہ ہمارے شریکوں کیلئے پس وہ حصہ جو ان کے شریکوں کا ہوتا ہے پس وہ نہیں پہنچتا اللہ کی طرف اور جو اللہ کا حصہ ہوتا ہے پس وہ پہنچتا ہے ان کے شریکوں

اِلٰى شُرَكَآئِهِمْ ؕ سَآءَ مَا يَحْكُمُوْنَ ﴿١٣٦﴾ وَكَذٰلِكَ زَيَّنَ لِكَثِيْرٍ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ قَتْلَ اَوْلَادِهِمْ

کی طرف بہت برا ہے جو وہ فیصلہ کرتے ہیں ﴿۱۳۶﴾ اور اسی طرح مزین کیا ہے بہت سے مشرکین کیلئے ان کی اولادوں کا قتل کرنے ان کے شریکوں نے

شُرَكَآؤُهُمْ لِيُرْدُوْهُمْ وَلِيَلْبِسُوْا عَلَيْهِمْ دِيْنَهُمْ ؕ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَا فَعَلُوْهُ فَذَرْهُمْ

تا کہ ان کو ہلاک کردیں اور تا کہ ان پر التباس ڈال دیں ان کے دین میں اور اگر اللہ چاہتا تو یہ لوگ یہ کام نہ کرتے پس چھوڑ دیں آپ ان کو اور ان باتوں کو

وَمَا يَفْتَرُوْنَ ﴿١٣٧﴾ وَقَالُوْا هٰذِهٖٓ اَنْعَامٌ وَّحَرْثٌ حِجْرٌ ۖ لَّا يَطْعَمُهَآ اِلَّا مَنْ نَّشَآءُ بِزَعْمِهِمْ

جن کو یہ افتراء کرتے تھے ﴿۱۳۷﴾ اور کہا (مشرکوں نے) یہ مویشی اور یہ کھیتی ممنوع ہیں۔ نہیں کھائے گا اس کو مگر وہ جس کو ہم چاہیں اپنے خیال کے مطابق اور کچھ مویشی

وَاَنْعَامٌ حُرِّمَتْ ظُهُوْرُهَا وَاَنْعَامٌ لَّا يَذْكُرُوْنَ اسْمَ اللّٰهِ عَلَيْهَا افْتِرَآءً عَلَيْهِ ؕ سَيَجْزِيْهِمْ

ہیں جن کی پشتوں پر سواری کو حرام قرار دیا گیا ہے اور کچھ مویشی ایسے ہیں کہ جن پر وہ اللہ کا نام نہیں ذکر کرتے اللہ پر افتراء کرتے ہوئے ضرور ان کو بدلہ دے گا اللہ ان باتوں کا

بِمَا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ﴿١٣٨﴾ وَقَالُوْا مَا فِىْ بُطُوْنِ هٰذِهِ الْاَنْعَامِ خَالِصَةٌ لِّذُكُوْرِنَا وَمُحَرَّمٌ

جو کچھ وہ جھوٹ باندھتے تھے ﴿۱۳۸﴾ اور کہا انہوں نے جو ان جانوروں کے پیٹ میں ہے وہ خالص ہے ہمارے مردوں کیلئے اور حرام ہے ہماری عورتوں پر اور اگر وہ مردہ ہو

عَلٰٓى اَزْوَاجِنَا ۚ وَاِنْ يَّكُنْ مَّيْتَةً فَهُمْ فِيْهِ شُرَكَآءُ ؕ سَيَجْزِيْهِمْ وَصْفَهُمْ ؕ اِنَّهٗ حَكِيْمٌ

پس وہ سب اس میں شریک ہوتے ہیں ضرور اللہ بدلہ دے گا ان کو اس بیان کا بیشک وہ حکمت والا اور سب کچھ

عَلِيْمٌ ﴿١٣٩﴾ قَدْ خَسِرَ الَّذِيْنَ قَتَلُوْٓا اَوْلَادَهُمْ سَفَهًاۢ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَّحَرَّمُوْا مَا رَزَقَهُمُ اللّٰهُ

جاننے والا ہے ﴿۱۳۹﴾ بتحقیق نقصان میں پڑے وہ لوگ جنہوں نے قتل کیا اپنی اولادوں کو بیوقوفی سے بغیر علم کے اور انہوں نے حرام ٹھہرایا اس چیز کو جو

افۡتِرَآءً عَلَى اللّٰهِ ؕ قَدۡ ضَلُّوۡا وَمَا كَانُوۡا مُهۡتَدِيۡنَ ﴿۱۴۰﴾

اللہ نے ان کو دی تھی افتراء کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ پر تحقیق گمراہ ہوئے وہ لوگ اور نہیں وہ ہدایت پانے والے ﴿۱۴۰﴾

﴿۱۳۰﴾ یٰمَعۡشَرَ الۡجِنِّ وَالۡاِنۡسِ۔۔۔۔ الخ ربط آیات :اوپر ذکر تھا جنوں اور انسانوں کے گمراہ کرنے کا، اب یہاں ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا ان کے پاس کوئی مبلغ نہیں پہنچے کہ ان کے سامنے عقائد واعمال بیان کرتے، فرمایا کہ ضرور آئے ہیں۔

خلاصہ رکوع ۱۶ جن وانس کی سرزنش، اسباب گمراہی، حکمت ارسال رسل، متقین اور مجرمین کے نتائج میں تفاوت، تخویف دنیوی، معاندین کے لئے آخری فیصلہ، ابطال رسوم جاہلیت یعنی نیازات غیر اللہ کا بیان۔ ۱، ۲، ۳، ۴، ۵، ۶، قتل اولاد کی حماقت۔ ماخذ آیات ۱۳۰ تا ۱۴۰+

یٰمَعۡشَرَ الۡجِنِّ۔۔۔۔ الخ جن وانسان کی سرزنش : جمہور ائمہ سلف اور خلف کا مذہب یہ ہے کہ رسول صرف انسانوں میں سے آتے ہیں کیونکہ انسان کی استعداد اعلیٰ ہے جنات سے اور نبوت ورسالت کا اعلیٰ مرتبہ جنات کے شان کے لائق نہیں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول صرف اولاد آدم سے آتے ہیں البتہ منذرین یعنی مبلغین اور واعظین جنات میں سے بھی آتے ہیں جیسا کہ جنات کے بارے میں ارشاد ہے۔ "وَلَّوۡا اِلٰى قَوۡمِهِمۡ مُّنۡذِرِيۡنَ"۔ (الاحقاف۔۲۹)

(تفسیر قرطبی: ص:۸۶، ج:۷، ابن کثیر: ص:۲۹۳، ج:۳)

سُؤَالٌ: اس آیت سے معلوم ہوتا ہے جنات میں سے بھی رسول آئے ہیں کیونکہ ظاہراً اس آیت :"یٰمَعۡشَرَ الۡجِنِّ وَالۡاِنۡسِ اَلَمۡ يَاۡتِكُمۡ رُسُلٌ مِّنۡكُمۡ" سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ جنوں اور انسانوں دونوں میں سے رسول آتے ہیں۔

جَوَابٌ: قیامت کے دن یہ خطاب مجموعہ جن وانس کو ہوگا یعنی مجموعہ مکلفین کو خطاب ہوگا، ہر جماعت سے علیحدہ علیحدہ اور الگ الگ خطاب نہیں ہوگا مطلب یہ ہے کہ تمہارے مجموعہ میں رب نے پیغمبر بھیجے ہیں۔ (روح المعانی: ص:۲۸، ج:۸، تفسیر منیر: ص:۲۷، ج:۸)

یہاں ایک اور اشکال ہوتا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام سے پہلے دو ہزار سال سے اس دنیا میں جنات موجود تھے تو نبوت کا سلسلہ تو حضرت آدم علیہ السلام سے شروع ہوا ہے تو اس سے پہلے انکی اصلاح کون کرتا تھا؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ آکام الجان فی احکام المرجان، کے مصنف لکھتے ہیں کہ اس زمانہ میں اللہ تعالیٰ نے کچھ فرشتوں کو انکی اصلاح کے لئے بھیجا تھا اور ایک فرشتہ کا نام اسماعیل بھی نقل کرتے ہیں۔ وَغَرَّتۡهُمُ الۡحَيٰوةُ الدُّنۡيَا۔۔۔۔ الخ اسباب گمراہی۔ تفصیل آیت میں موجود ہے۔

﴿۱۳۱﴾ حکمت ارسال رسل:۔۔۔۔ یہ بھی اللہ تعالیٰ کی مہربانی ہے کہ غلطی کا احساس کرائے بغیر سزا نہیں دیتا۔

﴿۱۳۲﴾ متبعین اور مجرمین کے نتائج کا تفاوت :ہر ایک نیک وبد کے اعمال کا اپنا اپنا درجہ ہے اللہ تعالیٰ ہر شخص کے حالات سے خوب واقف ہے۔ ﴿۱۳۳﴾ تخویف دنیوی۔۔۔۔ اے مئویدین شرک! خدا تعالیٰ تم سے بے پرواہ ہے اگر چاہے تو تمہارے جڑ اکھاڑ پھینکے اور تمہاری جگہ دوسری قوم کو آباد کردے۔

﴿۱۳۴﴾ تخویف اخروی۔۔۔۔ شرک کی سزا کا وقت یقیناً آنے والا ہے تم اس سے بچ نہیں سکتے۔

﴿۱۳۵﴾ معاندین کے لئے آخری فیصلہ۔۔۔۔ آپ کہہ دیجئے اے میری قوم تم اپنی حالت پر عمل کرتے رہو میں بھی عمل کر رہا ہوں آئندہ جلدی ہی تم کو معلوم ہوجائے گا کہ اس عالم کا انجام کار کس کے لئے نافع ہوگا۔

یہاں ایک شبہ پڑتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کافروں کو کفر کرنے کی اجازت دی ہے "اعۡمَلُوۡا عَلٰى مَكَانَتِكُمۡ" فرمایا ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ امر کی بہت سی قسمیں ہیں ایک امر توبیخ ہوتا ہے اور ایک امر تہدید و وعید ہوتا ہے اور ایک امر تکلیف ہوتا ہے اور ایک امر تعجیز ہوتا ہے۔ امر تکلیف کا مطلب یہ ہے کہ آمر مامور بہ کے وقوع پر راضی ہوتا ہے جیسے "وَاَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ" اور امر تہدید و وعید کا مطلب یہ ہے کہ کرو جو کرتے ہو اس میں آمر مامور بہ کے وقوع پر راضی نہیں ہوتا۔ یہاں امر تہدید و وعید ہے اس پر قرینہ "فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ" ہے کہ عنقریب جان لو گے۔

﴿۱۳۶﴾ وَجَعَلُوْا لِلّٰهِ.... الخ ابطال رسوم جاہلیت۔ ربط آیات.... گزشتہ آیت میں تھا اے کافر و اور مشرکو! اگر تم اپنی اصلاح پر آمادہ نہیں ہو تو تم اللہ تعالیٰ کی حق تلفی کئے جاؤ تم اپنا انجام دیکھ لو گے، اب یہاں سے ذکر ہے کہ اللہ تعالیٰ کی حق تلفی میں جن اعتقادی و عملی رسومات یعنی نیازات غیر اللہ میں مبتلا تھے ان کا کچھ ذکر ہے۔ اور ان کا رد بھی ہے۔

نیازات غیر اللہ کا بیان

رسم اول.... یہ تھی کہ علامہ بغوی رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ نے لکھا ہے مشرکوں کا دستور تھا کہ اپنی کھیتوں باغوں کے پھلوں مویشیوں کے بچوں اور تمام مالوں میں ایک حصہ اللہ کا اور ایک حصہ بتوں کا مقرر کرتے تھے۔ خدا کا حصہ تو مہمانوں اور مسکینوں پر صرف کرتے تھے اور بتوں کا حصہ نوکروں چاکروں اور خدمت گاروں کے صرف میں لاتے تھے اور خدا کے حصہ میں سے اگر کچھ بتوں کے حصہ میں شامل ہو جاتا تو پرواہ نہیں کرتے تھے اور کہتے تھے کہ خدا محتاج نہیں اسکو اسکی کوئی ضرورت نہیں لیکن اگر بتوں کے حصہ میں سے کچھ خدا کے حصہ میں شامل ہو جاتا تو فوراً نکال کر بتوں کے حصہ میں ملا دیتے اور کہہ دیتے یہ حاجتمند ہیں پھر خدا کے حصہ کی اگر کوئی چیز تلف یا کم ہو جاتی تو انکو پرواہ بھی نہ ہوتی اور بتوں کے حصہ کی کوئی چیز تلف یا کم ہو جاتی تو فوراً اس کے عوض پوری کر دیتے۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ (معالم التنزیل: ص: ۱۰۰، ج: ۲: خازن: ص: ۵۹: ج۔ ۲)

فَقَالُوْا هٰذَا لِلّٰهِ بِزَعْمِهِمْ : اور بزعم خود کہتے ہیں یہ حصہ تو اللہ کا ہے یعنی اللہ نے انکو حکم نہیں دیا اور نہ یہ تقسیم شریعت خداوندی میں آئی بلکہ انکی خود ساختہ ہے۔

رسم دوم : "وکذٰلك" یہ مفعول محذوف کی صفت ہے یعنی جس طرح کھیتی اور چوپایوں کی تقسیم کو ان کے معبودوں نے انکی نظر میں مستحسن بنا دیا ہے اسی طرح قتل اولاد کو بھی پسندیدہ فعل بنا دیا ہے۔ شُرَكَآؤُهُمْ سے مجاہد کے نزدیک شیاطین مراد ہیں جنھوں نے مشرکوں کے لئے اس بات کو پسندیدہ فعل بنا دیا تھا کہ ناداری کے اندیشہ سے لڑکیوں کو زندہ دفن کر دیں۔ (معالم التنزیل ص ۱۱۱ ج۔ ۲)

اور شیاطین کو شرکاء اس لئے بھی کہا کہ اللہ کی طرح انہوں نے اللہ کے حکم کے علاوہ شیطانوں کا حکم مانا۔ "شُرَكَآؤُهُمْ" ایک وجہ کہنے کی یہ بھی ہے کہ بغیر کسی دلیل کے انہوں نے شیطانوں کو معبود مطاع بنا رکھا ہے۔ (مظہری: ص: ۲۹۲: ج۔ ۳)

لِيُرْدُوْهُمْ.... الخ تا کہ انہیں ہلاکت میں مبتلاء کر دے یعنی پیرو کار پھلنے پھولنے نہ پائیں دین کے معاملات میں اس قدر خلط ملط کر دیا جائے کہ حق و باطل اور نیازات الٰہیہ کے حصہ کی اہمیت کو نہ پہچان سکیں۔

زکوٰۃ اور مشرکین عرب

اس آیت سے واضح معلوم ہوا کہ اہل جاہلیت زمین کی پیداوار اور جانوروں سے اللہ تعالیٰ کے لیے ایک حصہ مقرر کرتے تھے اور اس کے ساتھ غیروں کے لیے بھی حصہ مقرر کرتے تھے کسی درجہ تک ان میں زکوٰۃ کا تصور درجہ عبادت تک موجود تھا مگر یہ چیز مشرکین کے لیے مفید ثابت نہ ہو سکی ایمان سے محروم ہونے کی وجہ سے مشرک ٹھہرے لیکن بزعم خود مسلمانوں میں بھی آج کل اس کی کمی نہیں ہے زکوٰۃ بھی دیتے ہیں اور گیارہویں اور بزرگوں کے نذرانے بھی ادا کرتے رہتے ہیں۔ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی لکھتے ہیں: "وکانت فیهم الزکوٰۃ"۔ (حجۃ اللہ البالغہ: ص ۱۳۷: ج: ۱) یعنی مشرکین عرب زکوٰۃ کے بھی قائل تھے۔

عقیقہ اور مشرکین: مشرکین شرک کی حالت میں بچوں کا عقیقہ بھی کیا کرتے تھے۔ (مستدرک، ص:۲۲۸:ج ۴) قال الحاکم والذھبی صحیح۔

عمرہ بھی کرتے تھے: چنانچہ حضرت ثمامہ بن اثال نے حالت کفر میں عمرہ کا احرام باندھا تھا اور اسلام لانے کے بعد آنحضرت ﷺ سے انہوں نے دریافت کیا تو آپ نے فرمایا عمرہ پورا کرو۔ (نسائی: ص:۲۳:ج:۱)

اعتکاف بھی بیٹھا کرتے تھے: چنانچہ حضرت عمر فرماتے ہیں میں نے آنحضرت ﷺ سے سوال کیا کہ میں نے ایام جاہلیت میں اعتکاف کی نذر مانی تھی کہ میں مسجد میں اعتکاف بیٹھوں گا لیکن بیٹھ نہیں سکا آپ نے فرمایا نذر پوری کرو۔ (بخاری: ص:۲۷۴:ج ا: و مسلم: ص ۵۰ ج۔۲) حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں کہ وہ مسجد میں اعتکاف بیٹھا کرتے تھے۔
(حجۃ اللہ البالغہ: ص ۱۲۷ ج۔۱)

جنابت کا غسل بھی کیا کرتے تھے: چنانچہ جنگ بدر میں جب مشرکین کو شکست ہوئی تو حضرت ابوسفیان نے جبکہ وہ اسلام نہ لائے تھے یہ منت مانی تھی کہ ہم اپنے مقتولین کا جب تک بدلہ نہ لیں لیں گے میں جنابت کا غسل نہ کروں گا۔
(سیرت النبی شبلی: ص:۳۴۷:ج۔۱)

حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں کہ غسل جنابت ختنہ اور دیگر خصائل فطرت پر وہ کاربند تھے۔ (حجۃ اللہ البالغہ: ص:۱۳۷:ج۔۱) اور خطیب قسطلانی لکھتے ہیں کہ وہ بیت اللہ کا حج اور ختنہ اور غسل جنابت کیا کرتے تھے۔ (مواہب لدنیہ: ص:۸۹:ج۔۲)

خطوط کی ابتداء میں بھی "باسمك اللھم" لکھا کرتے تھے۔ (بخاری: ص:۳۷۹:ج۔۱)

حافظ ابن کثیر نے بھی اس کی تصریح کی ہے۔ (البدایہ والنہایہ: ص:۹۷:ج۔۳) بلکہ جو کتبات عہد قدیم کے آج کل برآمد ہوتے ہیں ان میں بعض پر بسم اللہ وغیرہ کے الفاظ نمایاں طور پر لکھے پائے جاتے ہیں ایک کتبہ پر یہ لکھا ہوا تھا "بسم اللہ ھذا ما بناہ شمریر عش للسیدۃ الشمس"۔ ترجمہ: خدا تعالیٰ کے نام سے یہ وہ یادگار ہے جو شمریر عش نے سورج دیبی کے لیے بنائی ہے۔ (ملوک الارض حمزہ اصفہانی: ص ۱۰۱: طبع کلکتہ)

مردوں کو قبروں میں دفن کرتے تھے: چنانچہ بخاری شریف: ص:۶۱:ج۔۱: میں موجود ہے جہاں مسجد نبوی کی تعمیر ہوئی وہاں مشرکین کی قبریں تھیں جن کو اکھاڑا گیا تھا۔ نکاح کا صحیح اور مروج طریقہ بھی ان میں رائج تھا۔ (بخاری: ص:۷۶۹:ج۔۲)

مشرکین سر کے بالوں میں مانگ بھی نکالا کرتے تھے: چنانچہ صحیح مسلم: ص:۲۵۷:ج ۲، مشکوٰۃ: ص: ۲۸۰: میں دیکھیں۔

سلام کرنے کا طریقہ: اسلام نے سلام کہنے کا جو طریقہ بتلایا ہے اس کا ثبوت بھی اہل جاہلیت سے ملتا ہے چنانچہ حضرت ابوذر جب اسلام لانے کی غرض سے آنحضرت ﷺ کی مجلس میں حاضر ہوئے تو السلام علیک یارسول اللہ کہا۔ (مسلم: ص: ۲۹۶: ج۔۲) ایام جاہلیت کے شعراء کے کلام میں کثرت سے سلام کا رواج پایا جاتا ہے۔

اہل جاہلیت زیر ناف بال دور کرتے تھے: اور وہ بغل کے بال بھی صاف کرتے تھے اور ناخن بھی کٹواتے تھے وعلی ھذا القیاس خصائل فطرت کی بہت سے چیزوں پر کاربند تھے۔ (ہامش حجۃ اللہ البالغہ: ص:۱۳۱:ج:۲: طبع بریلی) اور حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں کہ وہ خصائل فطرت کے پابند تھے۔ (حجۃ اللہ البالغہ: ص ۱۲۶: ج۔۱)

حکیم ابن حزام نے زمانہ جاہلیت میں سو غلام آزاد کئے تھے اور سو اونٹ محتاج لوگوں میں تقسیم کئے تھے "وساق فی الجاھلیۃ مائۃ بدنۃ" اور سو بدنہ چلایا تھا۔ (اونٹ اور گائے وغیرہ کا مکہ مکرمہ میں قربانی کرنا شرع میں بدنہ کہلاتا ہے) چنانچہ قرشی

لکھتے ہیں بدہ شتر وگاؤ قربانی کہ بمکہ قربانی کنند۔ (صراح: ص ۴۹۴:)

عرب میں شرک کا بانی عمرو بن لحی ہے

عمرو بن لحی جس نے عرب میں شرک کی ترویج واشاعت کی تھی بسااوقات ایام حج میں دس ہزار اونٹ ذبح کرتا تھا اور دس ہزار سوٹ سالانہ مستحق لوگوں کو پہنا تا تھا گھی اور شہد ڈال کر عمدہ قسم کا حلوہ لوگوں کو کھلایا کرتا تھا اور ستو گھول گھول کر لوگوں کو پلایا کرتا تھا۔ (البدایہ والنہایہ: ص ۱۸۷: ج ۲:)

اہل جاہلیت میں شریف خاندان کی عورتیں زنا کو حقارت کی نظر سے دیکھتی تھیں چنانچہ جب حضرت ہندہ اسلام لانے کی غرض سے آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی تو آپ ﷺ نے چند شرائط بتلائی ایک شرط یہ تھیں کہ زنا نہ کرنا حضرت ہندہ نے جواب دیا" اوتزنی الحرۃ لقد کنا نستحی من ذلك فی الجاهلية فكيف فی الاسلام"۔ (المستدرک: ص ۶۷: ج ۴، البدایہ: ص ۱۹: ج ۴، کتاب الاعتبار: ص ۲۲۵) ترجمہ: کیا شریف عورتیں بھی زنا کرتی ہیں؟ ہم تو زمانہ جاہلیت میں بھی زنا سے شرم کرتی تھیں تو اسلام میں ہم اس کا کیسے ارتکاب کر سکتی ہیں؟ زمانہ جاہلیت میں لوگوں کے نام عبداللہ وغیرہ بھی ہوتے تھے چنانچہ آنحضرت ﷺ کے والد ماجد کا نام عبداللہ تھا عبداللہ بن جدعان نامی ایک کافر تھا۔ (مسلم: ص ۱۱۵: ج ۱، ابوعوانہ: ص ۱۰۰: ج ۱)

حضرت ابوبکر کا نام زمانہ جاہلیت میں عبداللہ رکھا گیا تھا۔ (مستدرک: ص ۷۷: ج ۳) حضرت حارث بن ہشام کے دادا کا نام جنہوں نے زمانہ اسلام بھی نہیں پایا تھا۔ عبداللہ تھا۔ (مستدرک: ص ۲۷۷: ج ۳)

اس کے علاوہ بھی مشرکین میں کئی ایک عمدہ خصلتیں موجود تھیں، آنحضرت ﷺ کو جب نبوت اور رسالت عطاء ہوئی تو آپ نے حضرت خدیجہ کے سامنے اس کا ذکر کیا اور فرمانے لگے کہ مجھے اپنی جان پر خوف محسوس ہوتا ہے اس کے جواب میں حضرت خدیجہ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کبھی آپ کو غم زدہ نہیں کرے گا اس لئے کہ آپ صلہ رحمی کرتے ہیں، عیال دار لوگوں کا بوجھ اٹھاتے ہیں، محتاج لوگوں کی اعانت کرتے ہیں، مہمان نوازی کرتے ہیں، اور مصیبتوں میں لوگوں کے کام آتے ہیں۔ (بخاری شریف: ص ۳: ج ۱) اس سے اندازہ ہوسکتا ہے کہ زمانہ جاہلیت میں ان چیزوں کی کیسی قدر کیجاتی تھی۔

الغرض مشرکین مکہ میں بہت ساری خوبیاں پائی جاتی تھی وہ فرشتوں پر بھی ایمان رکھتے تھے کراماً کاتبین کے بھی قائل تھے۔ وغیرہ وغیرہ، مذکورہ تمام خوبیوں کے باوجود مشرکین ایمان سے محروم ہونے کی وجہ سے مشرک ٹھہرے نہ کہ مذکورہ احکامات کے ترک کرنے کی وجہ سے یا انکار کی وجہ سے مشرک ٹھہرے بلکہ ان احکام کا تو ابھی تک نزول بھی نہیں ہوا تھا مثلاً جہاد کی فرضیت سن دو ہجری میں ہوئی اور اسی سال رمضان کے روزے بھی فرض ہوئے اور البدایہ والنہایہ: ص ۵۵: ج ۳ میں حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں صدقہ فطر اور نماز عید وغیرہ کا حکم بھی اسی سال ہوا۔ (سیرت النبی: ص ۳۰۹: ج ۱)

وراثت کا حکم نیز مسلمان مرد کا کافر عورت سے اور مشرکہ عورت کا مسلمان مرد سے نکاح کا حرام ہونا وغیرہ سن تین ہجری کو نازل ہوئے۔ (سیرت النبی: ص ۵۶: ج ۱) صلوٰۃ کسوف سن دس ہجری کو پڑھی گئی جس سال آپ کے فرزند حضرت ابراہیم کی وفات ہوئی بخاری: ص ۱۴۲: ج ۱، مسلم: ص ۲۹۷: ج ۱، وابوعوانہ: ص ۷۱: ج ۲: اور ان کی وفات ۲۹ شوال سن دس ہجری کو ہوئی تھی۔ (فتح الملہم: ص ۵۲: ج ۴ :) اور سود کی حرمت بھی سن دس ہجری کو بیان کی گئی۔ (سیرت النبی: ص ۵۱۸: ج ۱) شراب کی حرمت سن تین ہجری کے بعد ہوئی۔ جمعہ کی نماز سن ایک کو مدینہ میں نازل ہوئی۔ (طبری: ص ۱۳۵۶)

حضرت خدیجہ کی وفات سن دس نبوت میں واقع ہوئی اور ان کو بلا نماز جنازہ دفن کیا گیا کیونکہ ابھی نماز جنازہ کا حکم بھی نازل نہ ہوا تھا۔ (سیرت النبی: ص: ۲۳۱: ج ا:، بحوالہ طبقات ابن سعد) بلکہ پانچ نمازیں بھی شب معراج میں فرض ہوئی ہیں اس میں اختلاف ہے کہ معراج کس سن میں واقع ہوئی بعض محدثین ومؤرخین ۹ میں معراج تسلیم کرتے ہیں۔

اور حافظ ابن حجر اور امام نووی سن ۹ :میں مانتے ہیں۔ (فتح الباری: ص: ۱۵۵: ج ۷:، نووی: ص: ۹۱: ج ۱) صحیح تحقیق یہ ہے کہ معراج دس نبوت کے بعد ہوئی اس کی دلیل یہ ہے کہ امام نووی شرح مسلم :ص: ۴۰۰: ج ۱:میں نقل کرتے ہیں کہ جب آنحضرت ﷺ کی عمر مبارک ۴۹ :سال ۸ :ماہ اور گیارہ دن کی ہوئی تو ابوطالب کی وفات ہوئی اور تین دن بعد حضرت خدیجہ کی وفات ہوں تو اس لحاظ سے وفات حضرت خدیجہ سن دس نبوت کو ٹھہری۔ اور ابوعوانہ میں موجود ہے "وقد کانت خدیجة توفیت قبل ان یفرض من الصلوٰۃ"۔ (ابوعوانہ: ص: ۱۱۲: ج ۱) کہ حضرت خدیجہ کی وفات فرضیت نماز سے قبل واقع ہوئی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم اور پانچ نمازیں بھی ابتداء میں دو رکعت سے زائد نہ تھی جب مدینہ طیبہ کی طرف ہجرت ہوئی تو اس وقت بجائے دو کے اقامت میں چار رکعتیں اور سفر میں دو ہی رکعتیں باقی رکھی گئی۔ (نسائی: ص: ۵۳: ج ۱)

اذان کا حکم بھی مدینہ طیبہ میں نازل ہوا تھا مسلم: ص: ۶۴: ج ۱: زکوٰۃ اگرچہ مکہ میں فرض ہو چکی تھی لیکن زکوٰۃ کا نصاب مدینہ طیبہ میں مقرر کیا گیا۔ (تفسیر ابن کثیر: ص: ۳۹۴: ج ۴) حج کی فرضیت بھی بعض کے نزدیک سن ۶ ہجری میں اور بعض کے نزدیک سن ۹ ہجری میں ہوئی "وھو الصحیح"۔ (زاد المعاد: ص: ۱۸۰: ج ۱)

الغرض مذکورہ احکام میں سے کسی حکم کے چھوڑنے پر شرک کا فتویٰ نہیں لگ سکتا شرک کی علت اللہ تعالیٰ کی الوہیت میں غیر اللہ کو شریک بنانا ہے اللہ تعالیٰ شرک کی حقیقت کو سمجھنے کی توفیق عطاء فرمائے۔ (گلدستہ توحید ماخوذ از باب ہشتم)

﴿۱۳۸﴾ وَقَالُوا هٰذِهٖۤ اَنْعَامٌ وَّحَرْثٌ حِجْرٌ :رسم سوم: عملی شرک کی بعض صورتیں ❶ انعام سے مراد مجاہد کا قول ہے کہ بحیرہ، سائبہ، وصیلہ اور حام ہے۔ (خازن: ص: ۶۵: ج ۲)

حَرْثٌ ❷ وہ کچھ کھیت بتوں کے نام وقف کر دیتے اور کہتے کہ اس کا اصل مصرف فقط مرد ہیں عورتوں کو اس میں سے کچھ دینا اور نہ دینا ہماری مرضی پر ہے انکو مطالبہ کا حق نہیں۔ اس طرح کا عمل مویشی جانوروں میں کرتے تھے کہ بعض کو مردوں کے لئے مخصوص قرار دیتے تھے۔

حِجْرٌ:۔ مصدر ہے اس کا اطلاق جمع اور مذکر مؤنث سب پر یکساں ہوتا ہے۔ حجر کے معنی حرام کے ہیں۔ کھیتی کا کچھ حصہ ایسا ہوتا تھا جس کا استعمال وہ اپنے لئے حرام کر لیتے تھے اور بحیرہ وغیرہ جانوروں کو بتوں کے نام پر چھوڑتے تھے اور کہتے تھے کہ یہ کام اللہ کی خوشنودی کے لئے ہے اس میں بتوں کا حصہ یہ تھا کہ عبادت انکی تھی اور اللہ کا حصہ یہ تھا کہ اسکو اللہ کی خوشنودی سمجھتے تھے۔

وَاَنْعَامٌ حُرِّمَتْ ظُهُوْرُهَا :رسم چہارم:.... جن مویشی کو بتوں کے نام پر چھوڑ دیتے ان پر سواری اور بار برداری کو حرام سمجھتے تھے۔ (روح المعانی: ص: ۸۷: ۳ج ۸)

وَاَنْعَامٌ لَّا يَذْكُرُوْنَ اسْمَ اللّٰهِ عَلَيْهَا :رسم پنجم:.... بعض مخصوص جانور تھے جن پر کسی موقع میں بھی اللہ کا نام نہ لیتے تھے نہ دودھ کا لنے کے وقت نہ سوار ہوتے وقت نہ ذبح کرنے کے وقت۔ بلکہ بتوں کے نام پر ذبح کرتے تھے۔
(ابن کثیر: ص: ۲۹۹: ج ۳: روح المعانی: ص: ۸۷: ۳ج ۸)

﴿۱۳۹﴾ کھانے میں مرد وزن کی تخصیص اور ان کا انجام۔ هٰذِهِ الْاَنْعَامِ خَالِصَةٌ لِّذُكُوْرِنَا الخ رسم ششم :یہ تھی کہ

جن جانوروں کا نام بحیرہ یا سائبہ رکھ کر بتوں کے نام پر چھوڑتے ان کے ذبح کے وقت اگر بچہ پیٹ سے زندہ نکلتا تو اسکو بھی ذبح کر لیتے مگر اسکو صرف مردوں کے لئے حلال اور عورتوں کے لئے حرام سمجھتے تھے اور اگر بچہ مردہ نکلتا تو وہ سب کے لئے حلال ہوتا تھا۔

(کشاف: ص: ۱۷: ج: ۲: بحر محیط: ص: ۲۳۱: ج: ۴: خازن: ص: ۶۵: ج: ۲)

سَيَجْزِيهِمْ وَصْفَهُمْ: مطلب یہ ہے کہ حلت وحرمت کے مذکورہ احکام کی جو نسبت یہ اللہ کی طرف کرتے ہیں اسکی سزا اللہ انکو دے گا۔ (کشاف: ص: ۲۷: ج: ۲: مظہری: ص: ۲۹۳: ج: ۳: روح المعانی: ص: ۸۹: ج: ۸)

﴿۱۴۰﴾ قتل اولاد کی حماقت: ۔۔۔ یہ ان کی سنگدلی اور بے رحمی کا نتیجہ تھا اور خدا تعالیٰ کے دئے ہوئے رزق کی تحریم یہ سب انکی گمراہی کی علامتیں ہیں۔

وَهُوَ الَّذِي أَنْشَأَ جَنَّاتٍ مَعْرُوشَاتٍ وَغَيْرَ مَعْرُوشَاتٍ وَالنَّخْلَ وَالزَّرْعَ مُخْتَلِفًا أُكُلُهُ

اور اللہ تعالیٰ کی ذات وہی ہے جس نے پیدا کئے ہیں باغات جن کو چھتریوں پر چڑھایا جاتا ہے اور وہ جو چھتریوں پر نہیں چڑھائے جاتے اور پیدا کیا

وَالزَّيْتُونَ وَالرُّمَّانَ مُتَشَابِهًا وَغَيْرَ مُتَشَابِهٍ كُلُوا مِنْ ثَمَرِهِ إِذَا أَثْمَرَ وَآتُوا حَقَّهُ

اس نے کھجوروں اور کھیتی کو جن کے پھل مختلف ہیں اور زیتون اور انار کو جو ایک دوسرے کے ساتھ ملتے جلتے ہیں اور ایک دوسرے کے ساتھ نہیں ملتے اس کے پھل سے کھاؤ

يَوْمَ حَصَادِهِ وَلَا تُسْرِفُوا إِنَّهُ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِينَ ﴿۱۴۱﴾ وَمِنَ الْأَنْعَامِ حَمُولَةً وَفَرْشًا

جس وقت کہ وہ پھل دے اور اس کا حق ادا کرو اس کے کاٹنے کے دن اور اسراف مت کرو بیشک وہ (اللہ تعالیٰ) نہیں پسند کرتا اسراف کرنے والوں کو ﴿۱۴۱﴾ اور (اس نے پیدا کئے ہیں) مویشیوں میں

كُلُوا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللَّهُ وَلَا تَتَّبِعُوا خُطُوَاتِ الشَّيْطَانِ إِنَّهُ لَكُمْ عَدُوٌّ مُبِينٌ ﴿۱۴۲﴾ ثَمَانِيَةَ

سے بار برداری کرنے والے اور زمین کے ساتھ لگے ہوئے کھاؤ اس چیز میں سے جو اللہ نے تم کو رزق دیا ہے اور نہ پیروی کرو شیطان کے قدموں کی بیشک وہ تمہارے لئے کھلا دشمن ہے ﴿۱۴۲﴾ آٹھ جوڑے

أَزْوَاجٍ مِنَ الضَّأْنِ اثْنَيْنِ وَمِنَ الْمَعْزِ اثْنَيْنِ قُلْ آلذَّكَرَيْنِ حَرَّمَ أَمِ الْأُنْثَيَيْنِ

(اللہ نے تمہارے فائدے کیلئے پیدا کئے ہیں) بھیڑوں میں سے دو (نر اور مادہ) اور بکریوں میں دو (نر اور مادہ) اے پیغمبر! آپ کہہ دیجئے (ان لوگوں سے) کیا اللہ نے

أَمَّا اشْتَمَلَتْ عَلَيْهِ أَرْحَامُ الْأُنْثَيَيْنِ نَبِّئُونِي بِعِلْمٍ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ ﴿۱۴۳﴾ وَمِنَ الْإِبِلِ

دونوں حرام قرار دیئے ہیں یا دونوں مادہ یا جس پر مادہ کا رحم مشتمل ہے؟ مجھے علم کے ساتھ بتلاؤ اگر تم سچے ہو ﴿۱۴۳﴾ اور (اس نے پیدا کیا) اونٹوں میں سے دو (نر اور مادہ)

اثْنَيْنِ وَمِنَ الْبَقَرِ اثْنَيْنِ قُلْ آلذَّكَرَيْنِ حَرَّمَ أَمِ الْأُنْثَيَيْنِ أَمَّا اشْتَمَلَتْ

اور گائے (بھینس) میں سے دو (نر اور مادہ) آپ کہہ دیجئے کیا اللہ نے دونوں نر حرام قرار دیئے ہیں یا دونوں مادہ یا جس پر مادہ کا رحم مشتمل ہے؟

عَلَيْهِ أَرْحَامُ الْأُنْثَيَيْنِ أَمْ كُنْتُمْ شُهَدَاءَ إِذْ وَصَّاكُمُ اللَّهُ بِهَذَا فَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنِ

یا تم حاضر تھے جب اللہ نے تم کو اس کا حکم دیا تھا، پس کون زیادہ ظالم ہوگا اس سے جس نے افتراء باندھا اللہ پر جھوٹ، تاکہ گمراہ کرے لوگوں کو

افۡتَرٰی عَلَی اللّٰهِ كَذِبًا لِّيُضِلَّ النَّاسَ بِغَيۡرِ عِلۡمٍ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهۡدِى الۡقَوۡمَ الظّٰلِمِيۡنَ ﴿۱۴۴﴾

بغیر علم کے بیشک اللہ تعالیٰ نہیں ہدایت دیتا ان لوگوں کو جو ظلم کرنے والے ہیں ﴿۱۴۴﴾

﴿۱۴۱﴾ وَهُوَ الَّذِیۡۤ ... الخ ربط آیات: اوپر مشرکوں کی باطل رسموں نیازات غیر اللہ کا بیان اور ان پر رد تھا اب آگے اسی رد کی کچھ تفصیل ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اللہ کی پیدا کی ہوئی چیزوں کی حلت اور حرمت کا اختیار صرف اللہ پاک کو ہے۔

خلاصہ رکوع ۱۰ .... تذکیر باٰلاء اللہ سے توحید خداوندی پر عقلی دلائل، نیازات غیر اللہ کی تردید، تحریمات عباد کی تردید، آٹھ حلال جانوروں کے اقسام، اور مشرکین سے طریق مناظرہ، علمی دلیل کا مطالبہ، مطالبہ دلیل وحی، مشرکین پر تنبیہ۔ ماخذ آیات ۱۴۱: تا ۱۴۴ +

تذکیر باٰلاء اللہ سے توحید خداوندی پر عقلی دلائل:.... فرمایا! تمام میوہ جات تمہارے لئے حلال ہیں بشرطیکہ اللہ تعالیٰ کے نام پر ہوں مساکین کا حق ادا کرو اور اسراف نہ کرو یعنی غیر اللہ کے نام پر نیاز مت دو۔

حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جو زمین اپنے ملک میں ہو اور اس میں خراج نہ آتا ہو اس زمین میں اللہ تعالیٰ کا حق ہے اگر پانی دینے سے ہو تو بیسواں حصہ اور اگر بن پانی دئے ہو تو دسواں حصہ۔ (موضح القرآن)

﴿۱۴۲﴾ تحریمات عباد کی تردید:.... اللہ تعالیٰ نے مویشی پیدا کئے بعض بوجھ اٹھانے کے لئے، اور بعض لٹا کر ذبح کر کے کھانے کے لئے تاکہ اللہ تعالیٰ کا رزق کھاؤ اسی کے مطیع ہو کر رہو اور دشمن خدا یعنی شیطان کے نقش قدم پر نہ چلو کہ غیر اللہ کے نام پر انہیں دے کر حرام مت قرار دو۔ اس لئے کہ وہ تمہارا دشمن ہے۔

﴿۱۴۳﴾ ثَمٰنِيَةَ اَزۡوَاجٍ .... الخ حلال مویشیوں کے اقسام:.... حلال جانوروں کی آٹھ قسمیں ہیں۔

قُلۡ ءٰٓالذَّكَرَيۡنِ: مشرکین سے طریق مناظرہ:.... آپ ان سے کہہ دیجئے یہ تو بتلاؤ کہ کیا اللہ تعالیٰ نے ان دونوں جانوروں کے دونوں نروں کو حرام کہا ہے؟ یا دونوں مادہ کو حرام کہا ہے؟ یا اس بچہ کو جس کو دونوں مادہ (بھیڑ اور بکری) اپنے پیٹ میں لئے ہوئے ہوں؟ نَبِّـُٔوۡنِیۡ: مطالبہ علمی دلیل:.... وہ بچہ نر ہو یا مادہ یعنی تم جو مختلف صورتوں سے تحریم کے مدعی ہو تو کیا تحریم اللہ تعالیٰ نے فرمائی ہے؟ اگر تم اپنے دعویٰ میں سچے ہو تو مجھے دلیل سے بتاؤ۔

﴿۱۴۴﴾ بڑے قد والے حلال مویشیوں کا بیان:.... تفصیل آیت میں موجود ہے۔

اَمۡ كُنۡتُمۡ شُهَدَآءَ: دلیل وحی کا مطالبہ:.... کیا! تم موجود تھے جس وقت اللہ تعالیٰ نے تمہیں انکی حلت اور حرمت کا حکم دیا تھا؟ پس اس سے بڑھ کر کون ظالم ہے جو اللہ پر جھوٹ باندھے کبھی نر کو اور کبھی مادہ کو حرام ٹھہرا کر اللہ کی طرف نسبت کرے۔ تاکہ لوگوں کو بغیر تحقیق کے گمراہ کرے بے شک اللہ ظالموں کو ہدایت نہیں کرتا مطلب یہ ہے کہ جو ظلم پر کمربستہ ہو جاتے ہیں اور روشن دلائل سے آنکھیں بند کرتے ہیں اسے حق تعالیٰ حق سمجھنے کی توفیق نہیں دیتے۔

فَمَنۡ اَظۡلَمُ: مشرکین پر تنبیہ:.... تو اس سے زیادہ کون ظالم ہوگا۔ دونوں آیات کا خلاصہ یہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان جانوروں کو تمہارے کھانے اور نفع کے لئے پیدا کیا ہے اور ان آٹھ قسموں میں سے کسی چیز کو حرام نہیں کیا انکو اور نہ انکی اولاد کو بلکہ سب کو بنی آدم کے نفع کے لئے پیدا کیا کہ انکو کھاؤ اور ان پر سوار ہو اور بوجھ لادو اور ان کا دودھ پیؤ ان سے طرح طرح کے نفع حاصل کرو پھر کیا وجہ ہے کہ تم بعض جانوروں کو بحیرہ، سائبہ اور وصیلہ ٹھہرا کر حرام قرار دیتے ہو۔ اور ان جانوروں کی حرمت کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف کرتے ہو یہ سب جھوٹ اور ظلم ہے۔

قُلْ لَّآ اَجِدُ فِىْ مَآ اُوْحِىَ اِلَىَّ مُحَرَّمًا عَلٰى طَاعِمٍ يَّطْعَمُهٗٓ اِلَّآ اَنْ يَّكُوْنَ مَيْتَةً اَوْ دَمًا

اے پیغمبر! آپ کہہ دیجئے نہیں پاتا میں اس چیز میں جو وحی کی گئی ہے میری طرف کسی چیز کو حرام کھانے والے پر جو اس کو کھائے مگر یہ کہ وہ مردار ہو

مَّسْفُوْحًا اَوْ لَحْمَ خِنْزِيْرٍ فَاِنَّهٗ رِجْسٌ اَوْ فِسْقًا اُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهٖ ۚ فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ

یا بہتا ہوا خون یا خنزیر کا گوشت ہو پس وہ ناپاک ہے یا دہ ناجائز اور گناہ ہو جس پر پکارا گیا ہو اللہ کے سوا کسی اور کا نام پس جو شخص مجبور ہو گیا اس میں نہ وہ سرکشی کرنے والا ہو اور نہ حد سے بڑھنے والا

وَّلَا عَادٍ فَاِنَّ رَبَّكَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿١٤٥﴾ وَعَلَى الَّذِيْنَ هَادُوْا حَرَّمْنَا كُلَّ ذِىْ ظُفُرٍ ۚ

پس بیشک تیرا پروردگار بخشش کرنے والا اور مہربان ہے ﴿۱۴۵﴾ اور ان لوگوں پر جو یہودی ہوئے حرام کر دیا ہم نے ہر ناخن والا جانور اور گائے اور

وَمِنَ الْبَقَرِ وَالْغَنَمِ حَرَّمْنَا عَلَيْهِمْ شُحُوْمَهُمَآ اِلَّا مَا حَمَلَتْ ظُهُوْرُهُمَآ اَوِ الْحَوَايَآ

بھیڑ بکریوں میں سے حرام قرار دیں ہم نے ان پر ان کی چربی مگر وہ جو لگی ہو ان کی پشتوں کے ساتھ یا آنتوں کے ساتھ یا جو ہڈی کے ساتھ ملی ہوئی ہو یہ ہم نے

اَوْ مَا اخْتَلَطَ بِعَظْمٍ ۭ ذٰلِكَ جَزَيْنٰهُمْ بِبَغْيِهِمْ ښ وَاِنَّا لَصٰدِقُوْنَ ﴿١٤٦﴾ فَاِنْ كَذَّبُوْكَ فَقُلْ رَّبُّكُمْ

سزا دی ان کو ان کی سرکشی کی وجہ سے اور بیشک ہم سچ کہتے ہیں ﴿۱۴۶﴾ پس اگر جھٹلائیں آپ کو اے پیغمبر! تو آپ کہہ دیجئے تمہارا پروردگار

ذُوْ رَحْمَةٍ وَّاسِعَةٍ ۚ وَلَا يُرَدُّ بَاْسُهٗ عَنِ الْقَوْمِ الْمُجْرِمِيْنَ ﴿١٤٧﴾ سَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا

بڑی وسیع رحمت والا ہے اور نہیں لوٹایا جاتا اس عذاب کو ان لوگوں سے جو مجرم ہیں ﴿۱۴۷﴾ کہیں گے وہ لوگ جنہوں نے شرک کیا اگر اللہ چاہتا تو

لَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَآ اَشْرَكْنَا وَلَآ اٰبَاۤؤُنَا وَلَا حَرَّمْنَا مِنْ شَيْءٍ ۭ كَذٰلِكَ كَذَّبَ الَّذِيْنَ مِنْ

ہم شرک نہ کرتے اور نہ ہمارے باپ دادا اور نہ ہم حرام ٹھہراتے کسی چیز کو اسی طرح جھٹلایا ہے ان لوگوں نے جو ان سے پہلے گزرے ہیں یہاں تک کہ

قَبْلِهِمْ حَتّٰى ذَاقُوْا بَاْسَنَا ۭ قُلْ هَلْ عِنْدَكُمْ مِّنْ عِلْمٍ فَتُخْرِجُوْهُ لَنَا ۭ اِنْ تَتَّبِعُوْنَ اِلَّا

چکھا انہوں نے ہمارے عذاب کا مزا۔ اے پیغمبر! آپ کہہ دیں کیا تمہارے پاس کوئی علم ہے پس نکالو اس کو ہمارے سامنے تم نہیں پیروی کرتے مگر گمان کی اور

الظَّنَّ وَاِنْ اَنْتُمْ اِلَّا تَخْرُصُوْنَ ﴿١٤٨﴾ قُلْ فَلِلّٰهِ الْحُجَّةُ الْبَالِغَةُ ۚ فَلَوْ شَآءَ لَهَدٰىكُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴿١٤٩﴾

تم نہیں مگر اٹکل دوڑاتے ﴿۱۴۸﴾ اے پیغمبر! آپ کہہ دیجئے پس اللہ ہی کیلئے ہے دلیل کامل پس اگر چاہے اللہ تو ہدایت دے تم سب کو ﴿۱۴۹﴾

قُلْ هَلُمَّ شُهَدَآءَكُمُ الَّذِيْنَ يَشْهَدُوْنَ اَنَّ اللّٰهَ حَرَّمَ هٰذَا ۚ فَاِنْ شَهِدُوْا فَلَا تَشْهَدْ

اے پیغمبر! آپ کہہ دیجئے لاؤ اپنے گواہ جو گواہی دیں کہ بیشک اللہ تعالیٰ نے ان چیزوں کو حرام قرار دیا ہے پس اگر وہ گواہی دیں پس آپ نہ ان کے ساتھ گواہی دیں

مَعَهُمْ ۚ وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَالَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ وَهُمْ

اور نہ پیروی کریں ان لوگوں کی خواہشات کی جنہوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا اور وہ لوگ جو آخرت پر ایمان نہیں رکھتے اور اپنے رب کے ساتھ

بِرَبِّهِمْ يَعْدِلُونَ ﴿۱۵۰﴾

دوسروں کو برابر کرتے ہیں ﴿۱۵۰﴾

حرام اشیاء کا ذکر جن کو مشرکین عرب حلال سمجھتے تھے

﴿۱۴۵﴾ قُلْ لَّآ اَجِدُ ... الخ ربط آیات: اوپر ان حلال چیزوں کا ذکر تھا جن کو اہل جاہلیت اپنے خیال میں حرام سمجھتے تھے اب ان آیات میں ان حرام چیزوں کا ذکر ہے جن کو مشرکین عرب حلال سمجھتے تھے اور وہ اللہ کے نزدیک حرام ہیں۔

خلاصہ رکوع ۱۸ ... تحریمات الٰہیہ کا بیان، یہود کے لئے بعض اشیاء کی حرمت، تسلی خاتم الانبیاء، مشرکین کا شکوہ، جواب شکوہ، مشرکین سے دلیل کا مطالبہ، دلیل نقلی کا مطالبہ۔ ماخذ آیات ۱۴۵: تا ۱۵۰+

تحریمات الٰہیہ کا بیان : ماکولات میں محرمات اسلامیہ یہ ہیں ان اشیاء کی حرمت بنی اسماعیل اور بنی اسرائیل دونوں میں یکساں تھی، اور یہ حصر اضافی بنسبت بھیمۃ الانعام کے ہے اور انکی آٹھ قسمیں وہی ہیں جو ذکر ہو چکیں کتا، شیر باز وغیرہ اگرچہ حرام ہیں لیکن بھیمۃ الانعام میں سے نہیں ہیں۔ آیت میں مذکورہ تحریمات کی تفصیل سورۃ بقرہ میں دیکھیں۔

﴿۱۴۶﴾ یہود کے لئے بعض اشیاء کی حرمت: ... یہ چیزیں فطرت انسانی کے لئے مضر ہونے کے لحاظ سے حرام نہیں تھیں بلکہ محض بنی اسرائیل کی تعدی کی وجہ سے سزا کے طور پر حرام کی گئی تھیں، بنی اسماعیل پر یہ چیزیں حرام نہیں ہیں۔

﴿۱۴۷﴾ تسلی خاتم الانبیاء: ... آپ ﷺ کے لئے تسلی ہے کہ اگر اب بھی تکذیب سے باز نہ آئیں تو انہیں کہہ دو کہ اللہ تعالیٰ کا عذاب مجرموں سے ٹلا نہیں کرتا۔ حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ فرماتے ہیں صرف رحمت الٰہی سے تم بچے ہو ورنہ عذاب آ گیا ہوتا۔

﴿۱۴۸﴾ مشرکین کا شکوہ: ... کہ اگر ہمارے کام اللہ کو پسند نہ ہوتے تو ہم کو کیوں کرنے دیتا؟ كَذٰلِكَ كَذَّبَ ... الخ جواب شکوہ: ... فرمایا کہ تم سے اگلوں کو گناہ پر کیوں پکڑا معلوم ہوا کہ وہ بھی ایک مدت تک ناپسند کام کرتے تھے اور اللہ تعالیٰ نہ پکڑتا تھا بالآخر پکڑ لیا۔ (موضح القرآن) قُلْ هَلْ عِنْدَكُمْ ... الخ مشرکین سے دلیل کا مطالبہ: تحلیل اور تحریم والے تمہارے مقدمہ پر کوئی دلیل ہے تو اس کو ہمارے سامنے ظاہر کرو حقیقت یہ ہے کہ تمہارے پاس کچھ بھی نہیں تم محض خیالی باتوں پر چلتے ہو۔

﴿۱۴۹﴾ تتمہ ماسبق: ... اللہ تعالیٰ کی طرف سے تم پر اتمام حجت ہو چکا ہے کہ تم غلط راستے پر جا رہے ہو ہاں اگر وہ جبراً چاہتا تو کوئی بھی گمراہ نہ رہتا۔

﴿۱۵۰﴾ دلیل نقلی کا مطالبہ: ... کیا تم اپنے طرز عمل پر کوئی شہادت پیش کر سکتے ہو؟ یہ لوگ اللہ تعالیٰ کی حلت اور حرمت کے پابند نہیں بلکہ غیر اللہ کی حلت وحرمت اختراعی کو معمول بہ بناتے ہیں۔

قُلْ تَعَالَوْا اَتْلُ مَا حَرَّمَ رَبُّكُمْ عَلَيْكُمْ اَلَّا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْـًٔا وَّبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا

اے پیغمبر! آپ کہہ دیجئے آؤ میں پڑھ کر سناؤں تمہیں وہ چیزیں جو حرام قرار دی ہیں تمہارے پروردگار نے تم پر وہ یہ ہیں کہ تم نہ شریک ٹھہراؤ اس کیساتھ

وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَوْلَادَكُمْ مِّنْ اِمْلَاقٍ نَحْنُ نَرْزُقُكُمْ وَاِيَّاهُمْ وَلَا تَقْرَبُوا الْفَوَاحِشَ

کسی چیز کو اور والدین کے ساتھ احسان کرو اور نہ قتل کرو اپنی اولادوں کو مفلسی سے ہم تمہیں روزی دیتے ہیں اور انہیں بھی اور نہ قریب جاؤ بے حیائی کی باتوں کے

مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ ۚ وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِي حَرَّمَ اللَّهُ إِلَّا بِالْحَقِّ ۚ ذَٰلِكُمْ

جو ظاہر ہوں ان میں سے اور جو پوشیدہ ہوں اور نہ قتل کرو اس جان کو جس کو اللہ نے حرام قرار دیا ہے مگر حق کے ساتھ ان باتوں کا اللہ نے تاکیدی حکم

وَصَّاكُم بِهِ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُونَ ﴿١٥١﴾ وَلَا تَقْرَبُوا مَالَ الْيَتِيمِ إِلَّا بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ حَتَّىٰ

دیا ہے تم کو تاکہ تم سمجھ جاؤ ﴿۱۵۱﴾ اور نہ قریب جاؤ یتیم کے مال کے مگر اس طریقے سے جو بہتر ہے یہاں تک کہ پہنچ جائے اپنی قوت تک اور

يَبْلُغَ أَشُدَّهُ ۖ وَأَوْفُوا الْكَيْلَ وَالْمِيزَانَ بِالْقِسْطِ ۖ لَا نُكَلِّفُ نَفْسًا إِلَّا وُسْعَهَا ۖ وَإِذَا قُلْتُمْ

پورا کرو ناپ اور تول کو انصاف کے ساتھ ہم نہیں تکلیف دیتے کسی نفس کو مگر اس کی طاقت کے مطابق اور جب تم بات کرو تو انصاف سے کرو۔

فَاعْدِلُوا وَلَوْ كَانَ ذَا قُرْبَىٰ ۖ وَبِعَهْدِ اللَّهِ أَوْفُوا ۚ ذَٰلِكُمْ وَصَّاكُم بِهِ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ ﴿١٥٢﴾

اگرچہ قرابتداری ہی کیوں نہ ہوں اور اللہ تعالیٰ کے عہد کو پورا کرو یہ وہ چیز ہے جس کا اللہ نے تمہیں تاکیدی حکم دیا ہے تاکہ تم نصیحت حاصل کرو ﴿۱۵۲﴾

وَأَنَّ هَٰذَا صِرَاطِي مُسْتَقِيمًا فَاتَّبِعُوهُ ۖ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَن سَبِيلِهِ ۚ

اور بیشک یہ (قرآن کریم کا بیان کردہ راستہ) میرا سیدھا راستہ ہے پس اس کا اتباع کرو اور نہ پیروی کرو مختلف راستوں کی پس وہ تم کو جدا کر دیں گے اس کے راستے سے اس بات کا

ذَٰلِكُمْ وَصَّاكُم بِهِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ ﴿١٥٣﴾ ثُمَّ آتَيْنَا مُوسَى الْكِتَابَ تَمَامًا عَلَى الَّذِي أَحْسَنَ

اللہ نے تمہیں تاکیدی حکم دیا ہے تاکہ بچ جاؤ ﴿۱۵۳﴾ (آپ ہماری طرف سے کہہ دیجئے) پھر ہم نے دی موسیٰ علیہ السلام کو کتاب پورا کرنے کیلئے نعمت کو اس شخص پر

وَتَفْصِيلًا لِّكُلِّ شَيْءٍ وَهُدًى وَرَحْمَةً لَّعَلَّهُم بِلِقَاءِ رَبِّهِمْ يُؤْمِنُونَ ﴿١٥٤﴾

جس نے اچھا کام کیا اور تفصیل ہر چیز کیلئے اور ہدایت اور رحمت تاکہ یہ لوگ اپنے رب کی ملاقات کے ساتھ ایمان لائیں ﴿۱۵۴﴾

﴿۱۵۱۔۱۵۲﴾ قُلْ تَعَالَوْا .... الخ ربط آیات: اوپر محرمات حسیہ کا ذکر تھا جیسے میتہ چربی وغیرہ اب یہاں سے محرمات معنویہ کی فہرست بیان کرتے ہیں جس کا تعلق بندے کے اقوال وافعال سے ہے۔

خلاصہ رکوع ⑲ .... تحریمات الٰہیہ کا بیان، قانون عام، صراط مستقیم کی تشریح، دلیل نقلی برائے اتمام النعامات۔

ماخذ آیات ۱۵۱: تا ۱۵۴+

تحریمات الٰہیہ کا بیان: ان تین آیات میں اللہ تعالیٰ نے دس چیزوں کا ذکر فرمایا ہے جن میں اللہ تعالیٰ نے معاش اور معاد کی صدہا حکمتیں رکھی ہیں۔ ❶ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو۔ حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دیہاتی آیا اور اس نے کہا حضرت مجھے کوئی عمل بتلایئے جس کے کرنے سے میں جنت میں داخل ہوسکوں آنحضرت ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو وَلَا تُشْرِكُوا بِهِ شَيْئًا اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی چیز کو بھی شریک نہ ٹھراؤ۔

(بخاری: ص: ۱۸۷: ج: ۱: ومسلم: ص: ۳۱: وابوعوانہ: ص: ۴: ج۔ ۱)

❷ والدین کے ساتھ حسن سلوک کرو اور ان سے برائی کے ساتھ مت پیش آؤ۔ ❸ اپنی اولاد کو تنگ دستی اور بھوک کی وجہ

سے قتل مت کرو۔ ④ بے حیائیوں کے قریب نہ جاؤ خواہ ظاہر ہو یا پوشیدہ۔ ⑤ کسی کو ناحق قتل مت کرو۔
⑥ یتیموں کے مال میں ناحق تصرف مت کرو۔ ⑦ ناپ تول میں کمی مت کرو۔ ⑧ ناانصافی کی بات مت کرو ہمیشہ انصاف کا دامن تھام کر رکھو۔ ⑨ اللہ تعالیٰ کے عہد کو پورا کرو خلاف عہد کوئی کام نہ کرو۔
﴿۱۵۳﴾ ⑩ قانون عام:.... صراط مستقیم کی پیروی میں سیدھے راستہ سے مت ہٹو۔ هٰذَا صِرَاطِي مُسْتَقِيمًا: میں "صراط" سے وہ تمام اعمال مراد ہیں جو معین آخرت اور مفید مقصود ہوں۔ (معارف القرآن: ص ۵۸: ج: ۳ حضرت کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ)
اور "لَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ" صراط مستقیم کی تشریح:.... میں وہ تمام اعمال مراد ہیں جو مانع عن الآخرت یا مضر آخرت ہوں گویا کہ یہ آیت تمام شریعت کا نچوڑ اور خلاصہ ہے۔

نکتہ: اس رکوع میں یہاں تک تین آیتیں ہیں اور ہر آیت کے ختم پر حق تعالیٰ شانہ نے ارشاد فرمایا "ذٰلِكُمْ وَصّٰكُمْ بِهٖ" لیکن پہلی آیت کے آخر میں فرمایا "ذٰلِكُمْ وَصّٰكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ" اور دوسری آیت کے آخر میں فرمایا "ذٰلِكُمْ وَصّٰكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ" اور اس تیسری آیت کے آخر میں فرمایا "ذٰلِكُمْ وَصّٰكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ"
اب سوال یہ ہے کہ یہ عنوانات تبدیل کر کے کونسے نکتہ کی طرف اشارہ ہے؟

تو اس کا جواب یہ ہے کہ پہلی آیت میں جن پانچ امور کا ذکر ہے ان میں بجز احسان والدین، اعتقادی امور کا ذکر ہے اس لئے اعتقادی امور کی غلطی پر متنبہ کرنے کے لئے "لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ" فرمایا کیونکہ اعتقادیات کا تعلق زیادہ تر عقل سے ہے اور دوسری آیت میں مخاطبین کی کسی اعتقادی غلطی کا ذکر نہ تھا بلکہ وہ احکام عمل کے متعلق ہیں جن میں وہ سہواً تغافل کرتے تھے اس لئے وہاں "تَذَكَّرُوْنَ" کا لفظ مناسب ہوا، اور تیسری آیت میں کسی خاص حکم کا بیان نہیں بلکہ حکم عام ہے یعنی صراط مستقیم کی اتباع کا حکم ہے اس لیے وہاں "تَتَّقُوْنَ" کا لفظ مناسب ہوا کیونکہ تقویٰ بھی شرعاً عام ہے جس کا تعلق عقائد اور اعمال سب سے یکساں ہے۔
(معارف القرآن: ص: ۵۹: ج: ۳: مولانا کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ)

تلاش حق

حق اور باطل کی پہچان اور صراط مستقیم: اس وقت چونکہ امت مسلمہ میں بہت سارے فرقے اور مختلف خیال کے لوگ پائے جاتے ہیں۔ اس لیے عوام کی بہت بڑی اکثریت نہایت پریشان ہے کہ ہر جماعت اور ہر شخص یہ دعویٰ کرتا ہے کہ وہ حق پر ہے، اور اس کے دلائل بھی قرآن وسنت پر مبنی ہیں، تو ہم کس طرف جائیں؟؟ ادھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی پیش گوئی فرمائی ہے کہ:
"بنی اسرائیل میں بہتر (۷۲) فرقے ہوئے اور میری امت میں تہتر (۷۳) فرقے ہوں گے، ان میں سے ایک ہی فرقہ حق پر ہوگا، باقی سارے کے سارے دوزخ میں جائیں گے، صحابہ رضی اللہ عنہم نے سوال کیا یا رسول اللہ! وہ کون سا فرقہ ہوگا؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "مَا أَنَا عَلَيْهِ وَأَصْحَابِي" جس راستے پر میں اور میرے صحابہ رضی اللہ عنہم ہیں۔" اس راستے پر چلنے والے جنت میں جائیں گے، وہی "فرقہ ناجیہ" ہے۔

حق پر کون ہے؟ اگر کوئی شخص اس سوال کا جواب حاصل کرنا چاہتا ہے اور انصاف کے ساتھ حق کا راستہ ڈھونڈنا چاہتا ہے تو اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اس کو سورۃ فاتحہ میں یہ راستہ دکھا دیا ہے، جس کی مختصر تشریح فاتحہ میں گزر چکی ہے البتہ یہاں سے کچھ تفصیلاً عرض کیا جاتا ہے کہ وہ سورت جو قرآن پاک کے لیے افتتاح اور باب (دروازے) کی حیثیت رکھتی ہے، اس سورت میں روزانہ ہر نماز کی ہر رکعت میں "اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ (۵)" کہہ کر دعا کی جاتی ہے کہ اللہ! ہمیں سیدھا راستہ دکھا دیجئے، اور سیدھے راستے کی تفسیر بھی قرآن نے بتلائی "صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ ۔ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ (الفاتحہ ۷)" ان

لوگوں کا راستہ جن پر آپ نے انعام فرمایا نہ کہ ان لوگوں کا راستہ جن پر آپ کا غصہ نازل ہوا اور نہ ان کا جو گمراہ ہو گئے۔

قرآن پاک کی تفسیر کے بارے میں یہ اصول حضرات مفسرین نے لکھا ہے کہ "اِنَّ الْقُرآنَ یُفَسِّرُ بَعضُهٗ بَعضًا" یعنی سب سے پہلے قرآن پاک کی تفسیر خود قرآن کرتا ہے، اگر کہیں اجمال ہے تو اس کی تفصیل خود قرآن پاک میں ہے، تو اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں ہی صراط مستقیم کی وضاحت ایک تو منعم علیہ کے راستے سے بتلائی، اور دوسرا یہاں سورۃ انعام میں فرمایا: "وَاَنَّ هٰذَا صِرَاطِیْ مُسْتَقِیْمًا فَاتَّبِعُوْهُ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِیْلِهٖ (الانعام ۱۵۳)

ترجمہ: "یہ ہمارا راستہ صراط مستقیم ہے تم اس راستہ کی اتباع کرو، اس کے علاوہ دیگر راستوں کے پیچھے نہ چلو، ورنہ تم سیدھے راستہ سے بھٹک جاؤ گے۔

صراط مستقیم کی حقیقت کیا ہے؟ صراط مستقیم کیا ہے؟ اس بات کو سمجھنے کے لیے یہ ضروری ہے کہ ہم قرآن پاک کی آیات مبارکہ اور پوری اقوام عالم کی تاریخ پر نظر ڈالیں، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ہدایت کا جو ذریعہ بتایا ہے، اور ہدایت کا راستہ جس کو "صراط مستقیم" کہا جاتا ہے، ہدایت کا یہ راستہ دو عناصر سے مرکب ہے، اور دونوں کے مجموعہ پر چلنے والا "صراط مستقیم" پر چلنے والا سمجھا جائے گا۔

(۱) ایک رجال اللہ، (۲) دوسرا کتاب اللہ۔ رجال اللہ سے مراد اللہ تعالیٰ کے وہ خاص بندے ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے انسانیت کی ہدایت کے لیے چن لیا ہے، ان میں سب سے پہلا نمبر انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کا، اس کے بعد انبیاء کرام کے وارثین علماء کرام، اولیاء عظام یہ سب اس میں داخل ہیں، اور دوسرا عنصر کتاب اللہ ہے، کہ اللہ تعالیٰ نے رجال اللہ کے ساتھ ساتھ کتابوں کا سلسلہ بھی جاری فرمایا، ہم اگر تعبیر بدلنا چاہیں تو یوں کہہ سکتے ہیں کہ رجال اللہ سے مراد "شخصیتِ مقدسہ" ہیں اور کتاب اللہ سے مراد قانون اور شریعت ہے، تو دوران سبق کہیں "شخصیت مقدسہ" کا لفظ استعمال ہوگا کہیں رجال اللہ کا، ان دونوں اصطلاحوں کو لے کر ہم چلیں گے۔

ہدایت کا پہلا عنصر: صراط مستقیم کو اللہ تعالیٰ نے جن دو عناصر سے مرکب فرمایا ان میں سے "رجال اللہ" کا عنصر ہونا خود قرآن مجید میں مختلف مقامات پر بیان فرمایا۔ اس پر پانچ دلائل قرآنی اور ایک حدیث نبوی ﷺ اور ایک اکابر کا مقولہ پیش خدمت ہے:

دلیل نمبر ۱۔ فرمایا ﴿وَاَصْلِحْ وَلَا تَتَّبِعْ سَبِیْلَ الْمُفْسِدِیْنَ﴾۔ (الاعراف ۱۴۲) ترجمہ: اور تمام معاملات درست رکھنا اور مفسد لوگوں کے پیچھے نہ چلنا۔ دلیل نمبر ۲۔ سورت توبہ میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: "یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَكُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ (التوبہ ۱۱۹) ترجمہ: "اے ایمان والو! تقویٰ اختیار کرو اور صادقین کی معیت اختیار کرو۔ تو یہاں آیت مبارکہ میں صادقین کی معیت سے مراد "رجال اللہ" کی معیت ہے۔"

دلیل نمبر ۳۔ فرمایا ﴿وَلَا تَتَّبِعٰٓنِّ سَبِیْلَ الَّذِیْنَ لَا یَعْلَمُوْنَ﴾ (یونس ۸۹)

ان لوگوں کا راستہ اختیار مت کرو جو علم نہیں رکھتے۔ دلیل نمبر ۴۔ سورۃ لقمان میں فرمایا ﴿وَاتَّبِعْ سَبِیْلَ مَنْ اَنَابَ اِلَیَّ﴾ (لقمان ۱۵) کہ تم ان لوگوں کے راستے کی اتباع کرو جو ہماری طرف رجوع کرنے والے اور انابت اختیار کرنے والے ہیں۔

چنانچہ قرآن مجید کی ان آیات میں جن لوگوں کے راستے کی اتباع کا حکم فرمایا گیا انہیں "رجال اللہ" سے تعبیر کیا جاتا ہے اور احادیث مبارکہ میں بھی "شخصیات مقدسہ اور رجال اللہ" یعنی اللہ کے خاص بندوں کو ہدایت کا مرکز قرار دیا گیا ہے۔

حدیث شریف سے دلیل عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِیهِ سَمِعْتُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ یَقُوْلُ

سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ . يَقُولُ "إِنَّ اللّٰهَ لَا يَقْبِضُ الْعِلْمَ انْتِزَاعًا يَنْتَزِعُهُ مِنَ النَّاسِ وَلٰكِنْ يَقْبِضُ الْعِلْمَ بِقَبْضِ الْعُلَمَاءِ حَتّٰى إِذَا لَمْ يَتْرُكْ عَالِمًا اتَّخَذَ النَّاسُ رُءُوسًا جُهَّالًا فَسُئِلُوا فَأَفْتَوْا بِغَيْرِ عِلْمٍ فَضَلُّوا وَأَضَلُّوا"۔ (صحیح مسلم: ج:۸: ص۔۶۰)

ترجمہ: ”حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ میں نے اللہ کے رسول ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا کہ اللہ تعالیٰ اس علم کو چھین کر ختم نہیں فرمائیں گے کہ بندوں سے اس علم کو چھین لیں، بلکہ اللہ تعالیٰ اس علم کو علماء کے اٹھانے کے ساتھ ختم فرمائیں گے، یہاں تک کہ جب کسی عالم کو باقی نہیں چھوڑیں گے تو لوگ جاہل لوگوں کو اپنا پیشوا بنالیں گے، ان سے مسائل دریافت کریں گے (ان سے رہنمائی لیں گے) وہ بغیر علم کے (رہنمائی کریں گے)، فتوے دیں گے، خود بھی گمراہ ہوں گے دوسروں کو بھی گمراہ کریں گے۔“ تو حدیث میں بھی رجال اللہ کو، اللہ کے خاص بندوں کو جن کو علماء سے تعبیر فرمایا گیا، ہدایت کا ایک عنصر اور مرکز قرار دیا گیا ہے۔

گمراہ کن پیشوا: سنن ابی داوٗد کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”وَإِنَّمَا أَخَافُ عَلٰى أُمَّتِي الْأَئِمَّةَ الْمُضِلِّينَ وَإِذَا وُضِعَ السَّيْفُ فِي أُمَّتِي لَمْ يُرْفَعْ عَنْهَا إِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ“۔

(سنن أبی داوٗد: ج:۴: ص۔۱۵۷)

ترجمہ: ”مجھے اپنی امت کے بارے میں گمراہ کرنے والے مقتداؤں سے خوف ہے، اور جب میری امت میں ایک مرتبہ تلوار اٹھ جائے تو وہ قیامت تک ان میں اسی طرح چلتی رہے گی۔“ یہاں بھی جن ”ائمہ مُضلّین“ سے آنحضرت ﷺ نے ڈرایا ان سے مراد دو قسم کے اشخاص ہیں: (۱) وہ عالم جو غیر مستند ہو، جس کی کوئی سند نہ ہو۔ (۲) وہ عابد جو عبادت گزار ہے علم رکھنے والا نہیں ہے، یعنی جاہل عابد، یہ دو قسم کے افراد ائمہ مضلّین سے ہیں۔ چنانچہ حضرات اسلاف کا یہ مقولہ مشہور ہے: ”اِحْذَرُوا عَنِ النَّاسِ صِنْفَيْنِ عَالِمٍ قَدْ فَتَنَتْهُ الْهَوَاءُ وَعَابِدٍ قَدْ أَعْمَتْهُ الدُّنْيَا“۔ لوگوں میں سے دو قسم کے لوگوں سے بہت بچو، ایک وہ عالم جس کو اس کی خواہش نفس نے فتنہ میں مبتلا کر دیا ہو، اور دوسرا وہ عبادت گزار جس کو اس کی دنیا نے اندھا بنا دیا ہو۔ تو حضرات اسلاف کی یہ بات ہمیشہ مشہور رہی۔ چنانچہ ہدایت کا یہ عنصر یعنی اللہ کے خاص بندے یعنی ”رجال اللہ“ شروع سے (جب سے اللہ تعالیٰ نے ہدایت کا سلسلہ شروع فرمایا ہے) قیامت تک ہمیشہ موجود رہے گا، اور ان ہی کو ”منعم علیہ“ سے تعبیر فرمایا:

دلیل نمبر ۵: وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا (النساء:۶۹)

ترجمہ: ”اور جو لوگ اللہ اور رسول کی اطاعت کریں گے تو وہ لوگ ان لوگوں کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ نے انعام فرمایا یعنی انبیاء، صدیقین، شہدا اور صالحین، اور ان لوگوں کی رفاقت بہت ہی اچھی ہے۔“ تو رجال اللہ پر اللہ تعالیٰ نے انعام فرمایا ہے اور ان کی چار اصناف ذکر فرمائیں (۱) انبیاء (۲) صدیقین (۳) شہداء اور (۴) صالحین۔

ہدایت کا دوسرا عنصر کتاب اللہ: لیکن رجال اللہ کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ کی یہ عادت مبارکہ ہے کہ ہدایت کی تکمیل کے لیے کتاب اللہ بھی ضروری ہے، کتاب اللہ سے مراد قانون، مسائل اور شریعت ہے، اس کو ہم یوں بھی کہہ سکتے ہیں کہ ہر کتاب کے ساتھ معلّم ضروری ہے اور ہر معلّم کے پڑھانے کے لیے کتاب اور نصاب ضروری ہے، تو استاد کو ”رجال اللہ“ کہا جائے گا اور اس کے نصاب کو ”کتاب اللہ“ کہا جائے گا۔

ان دونوں عناصر سے مل کر ہدایت مکمل ہوگی، اگر ان دونوں عناصر کے ساتھ نہیں ملے تو پھر وہ انسان راہ راست سے ہٹ جائے گا، چنانچہ قرآن کریم میں اللہ نے ”کتاب اللہ اور رجال اللہ“ یعنی شخصیات مقدسہ اور قانون دونوں کو اختیار کرنے والے کو راہ اعتدال پر بتلایا، چنانچہ سورۃ حدید میں فرمایا: ”لَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَیِّنٰتِ وَاَنْزَلْنَا مَعَھُمُ الْکِتٰبَ وَالْمِیْزَانَ لِیَقُوْمَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ“۔ (الحدید :۲۵) ترجمہ: ”ہم نے اپنے رسول بھیجے دلائل کے ساتھ، اور ہم نے ان رسولوں کے ساتھ ساتھ کتاب بھی اتاری، میزان اتارا تاکہ لوگ انصاف کے ساتھ قائم رہیں“ اللہ نے رسولوں کے ساتھ کتاب کے نازل کرنے کا ذکر بھی فرمایا اور ان دونوں کا امتزاج اور، ان دونوں سے مرکب ہونا ہدایت کی تکمیل کے لیے ضروری ہے۔

﴿۱۵۴﴾ دلیل نقلی برائے اتمام انعامات:۔۔۔ گزشتہ آیات میں جن احکام اور وصیتوں کا ذکر فرمایا ہے اب انکی مزید تاکید کے لئے فرماتے ہیں کہ احکام یعنی تحریمات غیر اللہ کے غلط اور نیاز ات غیر اللہ کی حرام ہونے کا ذکر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے توراۃ میں بھی تھا۔ جن کی پابندی ضروری ہے تاکہ وہ رب کی ملاقات پر ایمان لائیں اور جزاو سزائے اعمال کی فکر کریں۔

نوٹ: اس آیت میں ”کل“ کا لفظ موجود ہے اس سے رضا خانی آنحضرت ﷺ کے لئے علم غیب کلی پر استدلال کرتے ہیں اس پر تفصیلی گفتگو ہم نے سورۃ یوسف کے آخر میں لکھدی ہے دیکھیں۔

وَهٰذَا كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ مُبٰرَكٌ فَاتَّبِعُوْهُ وَاتَّقُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ﴿۱۵۵﴾ اَنْ تَقُوْلُوْٓا اِنَّمَآ اُنْزِلَ

اور یہ کتاب (قرآن کریم) اس کو ہم نے نازل کیا ہے برکت والی ہے اس کا اتباع کرو اور ڈرتے رہو تاکہ تم پر رحم کیا جائے ﴿۱۵۵﴾ اس لئے تاکہ تم یہ نہ کہو کہ بیشک اتاری گئی ہیں

الْكِتٰبُ عَلٰى طَآئِفَتَيْنِ مِنْ قَبْلِنَا ۖ وَاِنْ كُنَّا عَنْ دِرَاسَتِهِمْ لَغٰفِلِيْنَ ﴿۱۵۶﴾ اَوْ تَقُوْلُوْا لَوْ اَنَّآ

کتابیں دو گروہوں پر ہم سے پہلے اور بیشک تھے ہم ان کے پڑھنے پڑھانے سے بے خبر ﴿۱۵۶﴾ یا تم یہ کہو کہ اگر اتاری جاتی ہمارے اوپر

اُنْزِلَ عَلَيْنَا الْكِتٰبُ لَكُنَّآ اَهْدٰى مِنْهُمْ ۚ فَقَدْ جَآءَكُمْ بَيِّنَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَهُدًى

وہ کتاب تو ہم ہوتے زیادہ ہدایت والے ان لوگوں سے پس تحقیق آگئی ہے تمہارے پاس کھلی دلیل تمہارے پروردگار کی طرف سے اور ہدایت اور رحمت۔ پس اس سے

وَّرَحْمَةٌ ۚ فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ كَذَّبَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَصَدَفَ عَنْهَا ۗ سَنَجْزِى الَّذِيْنَ

بڑا ظالم کون ہے جو جھٹلاتا ہے اللہ کی آیتوں کو اور اعراض کرتا ہے ان سے ہم ضرور بدلہ دیں گے ان لوگوں کو جو اعراض کرتے ہیں

يَصْدِفُوْنَ عَنْ اٰيٰتِنَا سُوْٓءَ الْعَذَابِ بِمَا كَانُوْا يَصْدِفُوْنَ ﴿۱۵۷﴾ هَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّآ اَنْ

ہماری آیتوں سے سخت عذاب اس وجہ سے کہ وہ اعراض کرتے تھے ﴿۱۵۷﴾ نہیں انتظار کرتے یہ لوگ مگر اس بات کا کہ

تَاْتِيَهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ اَوْ يَاْتِىَ رَبُّكَ اَوْ يَاْتِىَ بَعْضُ اٰيٰتِ رَبِّكَ ۗ يَوْمَ يَاْتِىْ بَعْضُ اٰيٰتِ رَبِّكَ

آجائیں ان کے پاس فرشتے یا آجائے (ان کے پاس) تیرا رب یا آجائیں تیرے پروردگار کی بعض نشانیاں جس دن آئیں گی تیرے رب کی بعض نشانیاں تو نہیں فائدہ دے گا

لَا يَنْفَعُ نَفْسًا اِيْمَانُهَا لَمْ تَكُنْ اٰمَنَتْ مِنْ قَبْلُ اَوْ كَسَبَتْ فِىْٓ اِيْمَانِهَا

کسی نفس کو اس کا ایمان جو کہ پہلے ایمان نہیں لایا تھا اس نے اپنے ایمان میں کوئی نیکی نہیں کمائی تھی۔ اے پیغمبر! آپ کہہ دیجئے

خَيْرًا ۗ قُلِ انْتَظِرُوْٓا اِنَّا مُنْتَظِرُوْنَ ۝ اِنَّ الَّذِيْنَ فَرَّقُوْا دِيْنَهُمْ وَكَانُوْا شِيَعًا

انتظار کرو بیشک ہم بھی انتظار کرنے والے ہیں ﴿۱۵۸﴾ تحقیق وہ لوگ جنہوں نے جدا جدا کیا ہے اپنے دین کو اور وہ مختلف گروہوں میں بٹ گئے ہیں

لَّسْتَ مِنْهُمْ فِيْ شَيْءٍ ۭ اِنَّمَآ اَمْرُهُمْ اِلَى اللّٰهِ ثُمَّ يُنَبِّئُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَفْعَلُوْنَ ۝

آپ کو ان میں سے کسی سے کچھ واسطہ نہیں ہے بیشک ان کا معاملہ اللہ کے سپرد ہے پھر وہ اللہ ان کو بتلادے گا جو کچھ وہ کیا کرتے تھے ﴿۱۵۹﴾

مَنْ جَاۗءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشْرُ اَمْثَالِهَا ۚ وَمَنْ جَاۗءَ بِالسَّيِّئَةِ فَلَا يُجْزٰٓى اِلَّا

جو شخص لایا ایک نیکی پس اس کیلئے دس گنا اجر ہے اور جو شخص لاتا ہے برائی پس نہیں بدلہ دیا جاتا مگر اس کے مثل، اور ان پر ظلم

مِثْلَهَا وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ۝ قُلْ اِنَّنِيْ هَدٰىنِيْ رَبِّيْٓ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ڬ

نہیں کیا جائے گا ﴿۱۶۰﴾ اے پیغمبر! کہہ دیجئے بیشک مجھے ہدایت دی ہے میری پروردگار نے سیدھے راستے کی

دِيْنًا قِيَمًا مِّلَّةَ اِبْرٰهِيْمَ حَنِيْفًا ۚ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ۝ قُلْ اِنَّ صَلَاتِيْ

وہ دین ہے مستحکم اور ملت ہے ابراہیم علیہ السلام کی جو یکسو تھے اور نہیں تھے شرک کرنے والوں میں سے ﴿۱۶۱﴾ آپ کہہ دیجئے بیشک میری نماز اور میری قربانی

وَنُسُكِيْ وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِيْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ لَا شَرِيْكَ لَهٗ ۚ وَبِذٰلِكَ اُمِرْتُ

اور میری زندگی اور میری موت اللہ کے لئے ہے جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے ﴿۱۶۲﴾ کوئی اس کا شریک نہیں ہے اور مجھے اسی بات کا حکم دیا گیا ہے

وَاَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِيْنَ ۝ قُلْ اَغَيْرَ اللّٰهِ اَبْغِيْ رَبًّا وَّهُوَ رَبُّ كُلِّ شَيْءٍ ۭ وَلَا تَكْسِبُ

اور میں سب سے پہلے فرمانبرداری کرنے والا ہوں ﴿۱۶۳﴾ اے پیغمبر! آپ کہہ دیجئے کہ کیا اللہ کے سوا میں کسی اور کو رب تلاش کروں حالانکہ وہی رب ہے ہر چیز کا اور نہیں کماتا کوئی

كُلُّ نَفْسٍ اِلَّا عَلَيْهَا ۚ وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى ۚ ثُمَّ اِلٰى رَبِّكُمْ مَّرْجِعُكُمْ

شخص مگر اسی پر پڑتی ہے اس کی ذمہ داری اور نہیں اٹھائے گا کوئی بوجھ اٹھانے والا کسی دوسرے شخص کا بوجھ پھر تمہارے رب کی طرف لوٹ کر جانا ہے

فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ فِيْهِ تَخْتَلِفُوْنَ ۝ وَهُوَ الَّذِيْ جَعَلَكُمْ خَلٰۗىِٕفَ الْاَرْضِ

پس وہ تم کو بتادے گا جن باتوں میں تم اختلاف کرتے تھے ﴿۱۶۴﴾ اور وہی ذات ہے جس نے بنایا تمہیں زمین میں نائب اور بلند کیا ہے

وَرَفَعَ بَعْضَكُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجٰتٍ لِّيَبْلُوَكُمْ فِيْ مَآ اٰتٰىكُمْ ۭ اِنَّ رَبَّكَ سَرِيْعُ الْعِقَابِ ڮ

تم میں سے بعض کو بعض پر درجے کے لحاظ سے تاکہ آزمائے تمہیں اس چیز میں جو اس نے تمہیں دی ہے بیشک تیرا پروردگار جلد سزا دینے والا ہے

وَاِنَّهٗ لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝

اور بیشک وہ البتہ بخشش کرنے والا مہربان ہے ﴿۱۶۵﴾

قرآن کریم تمام کتب آسمانی سے بڑھ کر برکت والا ہے

﴿۱۵۵﴾ وَهٰذَا كِتٰبٌ.... الخ ربط آیات :اوپر توراۃ کا ذکر تھا جس میں احکام شرعیہ کی تفصیل درج ہے یہاں سے قرآن کریم کا ذکر ہے کیونکہ مشرکین مکہ بہانہ کر سکتے تھے کہ سابقہ کتب تو یہود ونصاریٰ پر اتری ہیں ہمیں ان کا کیا علم تو اس بہانہ کو ختم کرنے کے لئے اللہ پاک نے قرآن کریم کو نازل فرمایا جس میں عرب براہ راست مخاطب ہیں۔

خلاصہ رکوع ۲۰ .... صداقت قرآن، حکمت نزول قرآن، نزول قرآن کا مقصد، دفع عذر۔۱، ۲، تنبیہ برعدم ایمان، دین حق میں تفریق سے ترہیب، دستور خداوندی، فرائض خاتم الانبیاء سے اعلانات ثلاثہ، مع خلاصہ اعلانات، اعلان سوم تردید شرک، تذکیر بالآء اللہ سے ترہیب وترغیب۔ ماخذ آیات ۱۵۵: تا ۱۶۵+

صداقت قرآن:.... فرمایا اس قرآن کریم بابرکت کتاب کی اتباع کرو تا کہ تم میں برکت کا رنگ آئے۔

لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ :حکمت نزول قرآن:.... تا کہ تم رحم کئے جاؤ۔

﴿۱۵۶﴾ نزول قرآن کا مقصد دفع عذر۔ ❶ خطاب مکہ والوں کو ہے کہ قیامت کے دن یہ عذر نہ کرنے پاؤ کہ یہود ونصاریٰ کو کتاب اللہ دی گئی تھی اور ہم عبرانی اور سریانی زبان سے ناواقف تھے اس لئے اللہ تعالیٰ کی سنت معلوم نہ کر سکے۔

﴿۱۵۷﴾ دفع عذر۔ ❷ یا قیامت کے دن یہ کہنے لگو کہ اگر ہم پر کتاب نازل کی جاتی تو ہم یہود ونصاریٰ سے زیادہ ہدایت پر ہوتے اللہ تعالیٰ نے تمہارے دونوں عذر ختم کرنے کے لئے ایک کتاب قرآن کریم کو نازل کیا جو سابقہ کتب الٰہیہ سے بہتر اور برتر ہے تا کہ تمہارے پاس کوئی عذر باقی نہ رہے۔ اب اگر اس کتاب سے اعراض کرو گے تو سخت سزا پاؤ گے۔

﴿۱۵۸﴾ تنبیہ برعدم ایمان : آنحضرت ﷺ کی معرفت سے جو مکہ والوں کو احکام مل رہے ہیں انکو نہیں مانتے یہ چاہتے ہیں کہ فرشتے ان کے پاس آئیں۔ اس سے مراد موت کے یا عذاب کے یا وہ فرشتے ہیں جو روبرو آ کر آنحضرت ﷺ کی صداقت اور قرآن کریم کی حقانیت کی شہادت دیں۔ یا خود خدا تعالیٰ براہ راست سمجھائے کہ یہ ہمارے رسول ہیں اور یہ ہماری کتاب ہے۔ یا ایسی خطرناک نشانی نظر آئے جس کے باعث یہ لوگ ماننے پر مجبور ہو جائیں، "بَعْضُ اٰیٰتِ رَبِّكَ" سے مراد جمہور مفسرین کے نزدیک سورج کا مغرب سے طلوع ہونا ہے۔ اور یہ تفسیر احادیث صحیح سے ثابت ہے۔ تو اس وقت یہ لوگ مجبور ہو کر ایمان لائیں گے مگر ایمان فائدہ نہیں دے گا۔ اور جو شخص اس نشانی کے ظاہر ہونے سے پہلے ایمان تو لا چکا تھا مگر اعمال صالح نہ کیئے تھے تو اس وقت اسکا اعمال صالح کرنا اور توبہ کرنا قبول نہ ہوگا۔ البتہ جو لوگ ایمان کے ساتھ پہلے اعمال صالحہ کرتے تھے ان کے اعمال صالحہ قبول ہوں گے۔

(خازن: ص: ۳۷، ج: ۲، ابن کثیر: ص: ۲۴ سو ج۔ ۳)

ان نشانیوں کے ظاہر ہو جانے کے بعد ایمان، ایمان بالغیب، نہیں رہے گا۔ بلکہ ایمان بالمشاہدہ، ہو جائے گا۔ اور اللہ تعالیٰ ایمان بالغیب چاہتے ہیں۔ (روح المعانی: ص: ۲۴ ہو ج: ۸، خازن: ص: ۳۷، ج۔ ۲)

قُلِ انْتَظِرُوْٓا اِنَّا مُنْتَظِرُوْنَ : فریضہ خاتم الانبیاء سے دھمکی : آپ کہہ دیجئے (اے مکہ والو) تم انتظار رکھو ہم بھی بلاشبہ منتظر ہیں یہ اہل مکہ کو عذاب کی دھمکی ہے یعنی اس وقت ہم کو کامیابی حاصل ہوگی اور تم عذاب میں مبتلا ہو گے۔ (مظہری ص: ۱۴۰ سو ج ۳)

﴿۱۵۹﴾ دین حق میں تفریق سے ترہیب:.... جو لوگ ایک صحیح مسلک دین الٰہی کو چھوڑ کر مختلف فرقے بن گئے ہیں ان کا فیصلہ اللہ تعالیٰ ہی کرے گا آپ بری الذمہ ہیں۔

مولانا محمد ادریس کاندھلوی ﷫ معارف القرآن میں لکھتے ہیں کہ اس آیت کے عموم میں یہود ونصاریٰ اور مشرکین کے علاوہ

مدعیان اسلام میں سے اہل بدعت خوارج اور روافض اور قدریہ اور مرجیہ وغیرہ بھی داخل ہیں جو "ما انا علیہ و اصحابی" کے طریقہ سے ہٹے ہوئے ہیں۔ اور ائمہ مجتہدین کا اختلاف اس میں داخل نہیں ان کا اختلاف اختلاف رحمت ہے جس طرح تمام صحابہ رضی اللہ عنہم اصول دین میں متفق تھے اور فروع میں مختلف تھے اسی طرح ائمہ مجتہدین اصول دین میں متفق ہیں اور فروع میں مختلف ہیں۔ البتہ غیر مقلدین کا گروہ اس آیت کا مصداق ہوسکتا ہے۔ اس لئے کہ ہر ایک غیر مقلد ایک مستقل مجتہد بنا ہوا ہے اور ہر مسئلہ میں جدا مذہب رکھتا ہے ائمہ اربعہ کا اختلاف تو چار تک محدود تھا اور ان مدعیان عمل بالحدیث کے اختلاف اور افتراق کی کوئی حد ہی نہیں ہر غیر مقلد اپنی جگہ امام اور مجتہد ہے ہر دوسرے کی تقلید شرک سمجھتا ہے اور اپنے ظلوم وجہول نفس کی تقلید شخصی کو توحید سمجھتا ہے۔ الغرض آپ ان تمام اھل ہواء سے بری الذمہ ہیں۔ (معارف القرآن، ص: ۶۴، ج۔۳)

﴿۱۶۰﴾ **دستور خداوندی :** قانون جزاء کا ضابطہ ہر شخص کو اپنے اپنے نیک وبد اعمال کا معین شدہ بدلہ ملے گا کسی پر ظلم نہیں ہوگا۔

﴿۱۶۱﴾ **فریضہ خاتم الانبیاء سے اعلان اول: برأت شرک:**۔۔۔ آپ ان سے فرما دیجئے میرا مسلک حضرت ابراہیم علیہ السلام والا ہے جو تمہارے بھی متفق علیہ امام ہیں وہ موحد اور خدا پرست تھے شرک سے بیزار تھے۔

﴿۱۶۲﴾ **اعلان دوم : خلاصہ دین:**۔۔۔ صراط مستقیم یہ ہے کہ سب سے تعلق توڑا اور صرف ایک اللہ وحدہ لاشریک سے رشتہ جوڑا اپنی زندگی اور موت بلکہ ہر عمل حیات اسی کے لئے وقف کر دیا۔ ﴿۱۶۳﴾ **خلاصہ اعلانات ماسبق:**۔۔۔ استحقاق عبادت یا تصرفات ربوبیت میں کوئی شریک نہیں اور مجھ کو اسی دین حنیف پر رہنے کا حکم ہے اور اسکی فرمانبرداری کا حلقہ گلے میں میں نے ڈال لیا ہے اور تمہیں بھی اسی کی دعوت دیتا ہوں اس سے تم کو سمجھ لینا چاہیے کہ میں تمہارا خیر خواہ ہوں۔

﴿۱۶۴﴾ **اعلان سوم : تردید شرک:**۔۔۔ علامہ بغوی رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ کفار قریش آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کرتے تھے کہ آپ ہمارے مذہب کی طرف لوٹ آئیے۔ اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ آپ ان سے کہہ دیجئے! کیا تم چاہتے ہو کہ اس رب العالمین سے تعلق توڑ کر غیر سے جوڑوں اگر تمہیں مجھ سے یہ اختلاف باقی ہے تو اللہ تعالیٰ کے ہاں چل کر اس کا فیصلہ ہوجائے گا۔ وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰی : مطلب یہ ہے کہ گناہگار نفس کے گناہوں کا بوجھ کوئی اپنے اوپر نہیں اٹھائے گا۔

﴿۱۶۵﴾ **تذکیر بالآء اللہ سے ترہیب وترغیب:**۔۔۔ شیخ الاسلام مولانا شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ اس کے عطا کردہ اختیارات سے بھرپور کام لے کر کیسے کیسے حاکمانہ تصرفات کرتے ہو، یا تم کو باہم ایک دوسرے کا نائب بنایا کہ ایک قوم جاتی ہے تو دوسری قوم اسکی جانشین ہوتی ہے۔ "وَرَفَعَ بَعْضَكُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجٰتٍ" اللہ تعالیٰ نے تمہارے آپس میں بحد فرق مدارج رکھے ہیں چنانچہ شکل وصورت، رنگت، لہجہ، اخلاق وملکات، محاسن ومساوی، رزق، دولت، عزت وجاہ وغیرہ میں افراد انسانی کے بیشمار درجات ہیں۔

لِیَبْلُوَكُمْ۔۔۔ الخ یعنی ظاہر ہوجائے کہ ان حالات میں کون شخص کہاں تک حق تعالیٰ شانہ کا حکم مانتا ہے۔ حضرات مفسرین فرماتے ہیں کہ "فِیْ مَآ اٰتٰكُمْ" سے وہ مختلف احوال ودرجات مراد لیے ہیں جن میں حسب استعداد ولیاقت کو رکھا گیا ہے اس تقدیر پر آزمائش کا حاصل یہ ہوگا کہ مثلاً غنی حالت غناء میں رہ کر کہاں تک شکر کرتا ہے۔ اور فقیر حالت فقر میں کس حد تک صبر کا ثبوت دیتا ہے۔ قس علیٰ ھذا۔

بہرحال اس آزمائش میں جو بالکل نالائق ثابت ہوا حق تعالیٰ اس کے حق میں سریع العقاب اور جس سے قدرے کوتاہی رہ گئی اس کے حق میں غفور اور جو پورا اترا اس کے لئے رحیم ہے۔ (عثمانی، ص: ۱۹۴، ج۔۱)

تفسیر مظہری میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مغفرت اور رحمت کی نسبت براہ راست اپنی ذات کی طرف مبالغہ کے صیغہ اور لام تاکید کے ساتھ کی ہے اس سے اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ اللہ تعالیٰ بذات خود تو رحیم و غفور ہے لیکن صفت ربوبیت کا تقاضا ہے کہ مجموعہ کا نظم درست ہو اس لئے مشرکوں کا عذاب دینے والا بھی ہے۔ اسکی رحمت کثیر ہے۔ اور عذاب قلیل ہے اور وہ بیشتر درگزر فرماتا ہے۔ (مظہری ص ۲۲ سوج ۳)

تمت سورۃ الانعام بعون اللہ تعالیٰ نظر ثانی مکۃ المکرمہ میں ہوئی

اللہ پاک قبولیت سے نوازے۔ ﴿آمین﴾

وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ اجمعین
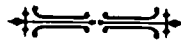
بسم اللہ الرحمن الرحیم

سورۃ الاعراف

نام اور کوائف اور وجہ تسمیہ: اس سورۃ کا نام سورۃ اعراف ہے جو اس سورۃ کی آیت ۴۶ اور ۴۸ میں اعراف کا لفظ ہے اسی سے یہ نام ماخوذ ہے، چونکہ اعراف عُرْفٌ کی جمع ہے لغت میں اس کے معنی اونچی جگہ، اور قرآن کریم کی زبان میں جنت و جہنم کے درمیان ایک اونچی جگہ ہے اس کا ذکر ہے اس مناسبت پر نام رکھا ہے۔ یہ سورۃ ترتیب تلاوت میں یہ ساتویں سورۃ ہے اور ترتیب نزول میں: ۹ ۳ نمبر پر ہے اس میں کل رکوع: ۲۴: آیات: ۲۰۶ ہیں۔

اور یہ سورۃ مکی ہے مگر "وَسْئَلْهُمْ عَنِ الْقَرْيَةِ" (آیت۔ ۱۶۳) سے لے کر "وَاِذْ نَتَقْنَا الْجَبَلَ" (آیت۔ ۱۷۱) تک آیات مدینہ منورہ میں نازل ہوئیں ہیں۔ (منیر: ص ۱۳۳: ج ۸: قرطبی: ص ۱۴۴: ج ۷: کشاف: ص ۸۵: ج ۲)

ربط آیات ① گزشتہ سورۃ کے آخر میں نزول قرآن اور اتباع قرآن کا ذکر تھا "کما قال تعالیٰ: "وَهٰذَا كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ مُبٰرَكٌ فَاتَّبِعُوْهُ" اور اس سورۃ کے شروع میں بھی نزول قرآن اور اتباع قرآن کا حکم ہے "كِتٰبٌ اُنْزِلَ اِلَيْكَ الخ

② گزشتہ سورۃ کی ابتداء میں دلائل عقلیہ کے ساتھ توحید خداوندی کا ذکر تھا "کما قال تعالیٰ: خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ الخ اس سورۃ کی ابتدا میں بھی دلائل عقلیہ کے ساتھ توحید خداوندی کا ذکر ہے "کما قال تعالیٰ: وَلَقَدْ خَلَقْنٰكُمْ ثُمَّ صَوَّرْنٰكُمْ الخ ③ گزشتہ سورۃ کے آخر میں آنحضرت ﷺ کے فرائض منصبی کا ذکر تھا "کما قال تعالیٰ: قُلْ اِنَّ صَلَاتِيْ الخ اس سورۃ کے آخر میں بھی آنحضرت ﷺ کے فرائض منصبی کا ذکر ہے "کما قال تعالیٰ: وَاذْكُرْ رَّبَّكَ الخ

④ گزشتہ سورۃ کی ابتداء میں مشرکین کے خبائث ونتائج کا ذکر تھا "کما قال تعالیٰ: ثُمَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ يَعْدِلُوْنَ" تو اس سورۃ کے آخر میں بھی مشرکین کے خبائث ونتائج کا ذکر ہے "کما قال تعالیٰ: اَيُشْرِكُوْنَ مَا لَا يَخْلُقُ شَيْئًا" الخ

⑤ اس سورۃ کے شروع میں صداقت قرآن کا ذکر ہے "کما قال تعالیٰ: كِتٰبٌ اُنْزِلَ الخ اور اس سورۃ کے آخر میں بھی صداقت قرآن کا ذکر ہے "کما قال تعالیٰ: قُلْ اِنَّمَآ اَتَّبِعُ مَا يُوْحٰٓى الخ

موضوع سورۃ: امام الاولیاء حضرت مولانا احمد علی لاہوری رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ سورۃ بقرہ میں یہود کو دعوت الی الکتاب دی گئی تھی سورۃ آل عمران میں نصاریٰ کو دعوت الی التوحید دی گئی تھی۔ سورہ نساء اور مائدہ میں اصلاح عرب پیش نظر تھی سورۃ انعام میں اصلاح مجوس مقصود تھی اور سورۃ اعراف میں بقیہ اقوام عالم کو دعوت الی القرآن دی جاتی ہے۔

خلاصہ سورۃ: دلائل ثلاثہ یعنی دلیل عقلی، نقلی اور وحی سے توحید خداوندی کا اثبات۔ اور زیادہ تر بحث رسالت اور آخرت سے ہے اور لوح محفوظ کی ترتیب میں بھی یہ سورۃ، سورۃ الانعام کے بعد ہے۔ واللہ اعلم۔

فضیلت سورۃ: جو شخص سورۃ اعراف کی تلاوت کرے گا حق تعالیٰ شانہ قیامت کے دن اس کے اور شیطان کے درمیان پردہ حائل کر دیگا اور حضرت آدم علیہ السلام اس کی شفاعت کریں گے۔ (تفسیر مظہری)

سُوْرَةُ الْاَعْرَافِ مَكِّيَّةٌ وَهِيَ مِائَتَانِ وَسِتُّ اٰيَاتٍ | بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ | اٰيَاتُهَا ۲۰۶ رُكُوْعَاتُهَا ۲۴

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان اور نہایت رحم کرنے والا ہے

الٓمّٓصٓ ۚ كِتٰبٌ اُنْزِلَ اِلَيْكَ فَلَا يَكُنْ فِيْ صَدْرِكَ حَرَجٌ مِّنْهُ لِتُنْذِرَ بِهٖ وَ

المص (۱) یہ ایک کتاب ہے اتاری گئی ہے آپ کی طرف پس نہ ہو آپ کے سینے میں تنگی اس سے تا کہ آپ ڈرائیں اس کے ساتھ اور نصیحت ہو

ذِكْرٰى لِلْمُؤْمِنِيْنَ ۝ اِتَّبِعُوْا مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَلَا تَتَّبِعُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ

یہ ایمان والوں کیلئے ﴿۲﴾ (اے لوگو) اتباع کرو اس کی جو اتاری گئی ہے تمہاری طرف سے تمہارے پروردگار کی جانب سے اور نہ اتباع کرو اس کے سوا دوسرے رفیقوں کی۔

اَوْلِيَآءَ ۗ قَلِيْلًا مَّا تَذَكَّرُوْنَ ۝ وَكَمْ مِّنْ قَرْيَةٍ اَهْلَكْنٰهَا فَجَآءَهَا بَاْسُنَا بَيَاتًا اَوْ

تم بہت کم نصیحت حاصل کرتے ہو ﴿۳﴾ اور بہت سی بستیاں جن کو ہم نے ہلاک کیا پس آیا ان کے پاس ہمارا عذاب رات کے وقت یا دوپہر کے

هُمْ قَآئِلُوْنَ ۝ فَمَا كَانَ دَعْوٰىهُمْ اِذْ جَآءَهُمْ بَاْسُنَآ اِلَّآ اَنْ قَالُوْٓا اِنَّا كُنَّا ظٰلِمِيْنَ ۝

وقت قیلولہ کررہے تھے ﴿۴﴾ پس نہیں تھی ان کی پکار جس وقت آئی ان کے پاس ہماری گرفت مگر یہ کہ انہوں نے کہا بیشک تھے ہم ظلم کرنے والے ﴿۵﴾

فَلَنَسْـَٔلَنَّ الَّذِيْنَ اُرْسِلَ اِلَيْهِمْ وَلَنَسْـَٔلَنَّ الْمُرْسَلِيْنَ ۝ فَلَنَقُصَّنَّ عَلَيْهِمْ

پس ہم ضرور پوچھیں گے ان لوگوں سے کہ جن کی طرف رسول بھیجے گئے اور ہم ضرور سوال کریں گے رسولوں سے بھی ﴿۶﴾ پھر ہم بیان کریں گے ان پر علم کے ساتھ

بِعِلْمٍ وَّمَا كُنَّا غَآئِبِيْنَ ۝ وَالْوَزْنُ يَوْمَئِذِ ِۨالْحَقُّ ۚ فَمَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِيْنُهٗ فَاُولٰٓئِكَ

اور ہم غائب نہ تھے ﴿۷﴾ اور (اعمال کا) وزن کیا جانا اس دن برحق ہے پس جس شخص کے اعمالنامے بھاری ہوں گے پس

هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝ وَمَنْ خَفَّتْ مَوَازِيْنُهٗ فَاُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ بِمَا

یہی لوگ ہیں فلاح پانے والے ﴿۸﴾ اور جس کے اعمال نامے ہلکے ہوں گے یہ وہی لوگ ہیں جنہوں نے اپنے نفسوں کو خسارے میں ڈالا۔ اس واسطے کہ وہ ہماری آیتوں

كَانُوْا بِاٰيٰتِنَا يَظْلِمُوْنَ ۝ وَلَقَدْ مَكَّنّٰكُمْ فِى الْاَرْضِ وَجَعَلْنَا لَكُمْ فِيْهَا مَعَايِشَ ۗ

کے ساتھ ظلم کرتے تھے ﴿۹﴾ اور البتہ تحقیق ہم نے جگہ دی تم کو زمین میں اور بنائے ہیں ہم نے تمہارے اس زمین میں معیشت کے سامان بہت

قَلِيْلًا مَّا تَشْكُرُوْنَ ۝

کم ہی تم شکر یہ ادا کرتے ہو ﴿۱۰﴾

ع-۸

خلاصہ رکوع ❶ صداقت قرآن، نزول کتاب کا مقصد و فریضہ خاتم الانبیاء، فریضہ امت محمدیہ، تذکیر بایام اللہ سے تخویف دنیوی، مجرمین کا اقرار، تذکیر بما بعد الموت سے تخویف اخروی، میزان عمل کی حقانیت، اہل ایمان کی کامیابی اور مجرمین کی ناکامی، تذکیر بالآء اللہ سے نعمت تربیت اور نعمت معیشت کا بیان۔ ماخذ آیات ۱: تا ۱۰+

﴿۱﴾ الٓمّٓصٓ : سورۃ بقرہ کے شروع میں حروف مقطعات کے متعلق مفسرین کے اقوال گزر چکے ہیں سب سے زیادہ اور راجح قول یہ ہے کہ یہ متشابہات میں سے ہیں ان کے معانی اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا یہ اللہ تعالیٰ کے اسرار اور رموز ہیں جن کا علم حق تعالیٰ شانہ کو ہے اور بعض مفسرین اس طرف گئے ہیں کہ "الٓمّٓصٓ" اس سورۃ کا نام ہے جیسا کہ سورۃ بقرہ کے شروع میں حروف مقطعات کی بحث میں گزر چکا ہے۔

شان نزول: الکونین... آنحضرت ﷺ جب مکہ مکرمہ میں تشریف فرما تھے، کفار کا غلبہ تھا، اور مسلمان تھوڑے اور کمزور تھے، احکام الٰہی کے نزول کا زور تھا، توحید و رسالت اور قیامت کے مسائل کو دلائل قاہرہ سے بیان کیا جاتا تھا، جس سے مشرکین کی دشمنی

اور عداوت دن بدن بڑھتی جاتی تھی، اس سے آنحضرت ﷺ کو طبعی طور پر گرانی پیش آتی تھی تو اس پر یہ آیتیں نازل ہوئیں۔

(معارف القرآن: ص: ، ج: م، ک، د)

﴿۲﴾ صداقت قرآن: فرمایا: یہ کتاب آپ کی طرف نازل کی گئی ہے اللہ تعالیٰ کی توجہات اور عنایات آپ کے ساتھ ہیں۔

لِتُنْذِرَ بِهٖ... الخ نزول کتاب کا مقصد و فریضہ خاتم الانبیاء: آپ اس کی تبلیغ کریں لوگوں کے نہ ماننے کی وجہ سے آپ کے سینہ میں تنگی نہ ہونے پائے ان معاندین اور احمقوں کے طعن و تشنیع اور بے ہودہ سوالات سے آپ کی طبعیت منقبض نہ ہو بلکہ پورے شرح صدر اور اطمینان اور قوت و جرأت سے فریضہ تبلیغ میں ہمہ تن مشغول ہو جائیے۔ آپ کا کام فقط ڈرانا ہے اور مومنین تو اس سے یقیناً نصیحت پالیں گے۔

﴿۳﴾ فریضہ امت محمدیہ (ﷺ) اے بنی آدم اس منزل من اللہ تعلیم کو مان جاؤ میں تمہارا خیر خواہ ہوں اللہ پاک کو چھوڑ کر دوسروں کی تابعداری نہ کرو، جو تم کو گمراہ کرتے ہیں جیسے شیاطین الجن والانس، مگر تم اس مشفقانہ نصیحت پر کم دھیان کرتے ہو۔

﴿۴﴾ تذکیر بایام اللہ سے تخویف دنیوی:... اس سے پہلے کتنی بستیاں ایسی گزری ہیں جنہوں نے انبیاء کرام کی نصیحتوں سے اعراض کیا اور ان کی تکذیب کی اور اپنے دوستوں کی اتباع کی تو عذاب الٰہی نے رات کے وقت یا دوپہر کو آ کر انہیں تباہ کر دیا۔ اے مشرکین مکہ اگر تم بھی باز نہ آئے شرک و کفر سے تو تمہارا حشر بھی یہی ہوگا۔

﴿۵﴾ مجرمین کا اقرار:... جب عذاب الٰہی آیا تو انہوں نے اپنے جرم کا اقرار کیا کہ ہم نے انبیاء و رسل کی مخالفت کر کے خود اپنی جانوں پر ظلم کیا۔

﴿۶﴾ تذکیر بما بعد الموت سے تخویف اخروی: قیامت کے دن امتوں سے سوال ہوگا کہ تمہارے پاس رسول بھیجے گئے کیا تم نے پیغمبروں کی دعوت کو قبول کیا تھا یا نہیں اور ہماری نازل کردہ ہدایت اور نصیحت کو مانا تھا یا نہیں؟" کما قال تعالیٰ: مَاذَآ اَجَبْتُمُ الْمُرْسَلِيْنَ" اور رسولوں سے بھی سوال ہوگا کہ تم نے اپنی امتوں کو پیغام پہنچایا تھا یا نہیں انہوں نے مانا تھا یا نہیں؟" کما قال تعالیٰ: يَوْمَ يَجْمَعُ اللّٰهُ الرُّسُلَ فَيَقُوْلُ مَاذَآ اُجِبْتُمْ"۔ اور ان دونوں سے سوال کا مقصود کافروں کو توبیخ اور سرزنش ہوگی اتمام حجت کے لئے تاکہ وہ خود اپنے منہ سے جرم کا اقرار کریں اور خود ذلیل و رسوا ہوں۔ اور انبیاء کی عظمت و شان ظاہر ہو اور انبیاء کے جواب کے بعد ان پر اللہ کے حجت پوری ہو ورنہ اللہ تعالیٰ تو عالم الغیب ہے اس کو پوچھنے کی کیا ضرورت ہے؟

﴿۷﴾ بیان خداوندی: پھر ہم ان کو علم تفصیلی کی بنا پر سارے واقعات بیان فرمائیں گے۔

(روح المعانی: ص: ۴۵۰، ج: ۸: مظہری: ص ۳۲۶، ج ۳: خازن: ص: ۸۷، ج ۲: مدارک: ص ۷۷، ج ۲)

﴿۸۔۹﴾ میزان عمل کی حقانیت: اور اس دن یعنی قیامت کے دن اعمال کا وزن ایک امر واقعی اور غیر مشتبہ حقیقت ہے۔

فَمَنْ ثَقُلَتْ... الخ اہل ایمان کی کامیابی: پھر جس کا پلہ بھاری ہوگا تو وہی لوگ کامیاب ہونے والے ہیں یعنی مؤمنین۔

وَمَنْ خَفَّتْ... الخ مجرمین کی ناکامی: اور وہ لوگ جن کا پلہ ہلکا ہوگا تو یہ لوگ وہی ہیں جنہوں نے اپنے آپ کو خسارہ میں ڈال لیا بہ سبب اس کے یہ لوگ ہماری آیتوں کے ساتھ غیر منصفانہ برتاؤ کیا کرتے تھے، پھر ان دونوں سے سوالوں کے بعد اتمام حجت کے لئے اس دن اعمال ظاہرہ اور باطنہ کا وزن ہوگا۔ حکیم الامت حضرت مولانا محمد اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: کہ میزان میں ایمان اور کفر کا وزن کیا جائے گا اور اسی وزن میں ایک پلہ خالی رہے گا اور ایک پلے میں اگر وہ مؤمن ہے تو ایمان اور اگر وہ کافر ہے تو کفر رکھا جائے گا۔ جب اس تول سے مؤمن اور کافر متمیز ہو جائیں گے تو پھر خاص مؤمنین کے لئے ایک پلے میں ان کی حسنات اور دوسرے

پلے میں ان کی سیئات رکھ کر ان اعمال کا وزن ہوگا اور جیسا کہ در منثور میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے اگر حسنات غالب ہوئیں تو جنت۔ اور اگر سیئات غالب ہوئیں تو دوزخ۔ اور اگر دونوں برابر ہوئے تو اعراف اس کے لئے تجویز ہوگی، پھر خواہ شفاعت سے قبل، خواہ سزا کے بعد مغفرت ہو جائے گی۔ (ترجمہ تفسیر اختصار شدہ بیان القرآن: ج ۱: ص۔ ۱۳۶)

سورہ انبیاء میں میزان عمل کے بارہ میں ہے۔ "وَنَضَعُ الْمَوَازِيْنَ الْقِسْطَ لِيَوْمِ الْقِيٰمَةِ فَلَا تُظْلَمُ نَفْسٌ شَيْئًا وَإِنْ كَانَ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ اَتَيْنَا بِهَا وَكَفٰى بِنَا حٰسِبِيْنَ"۔ (الانبیاء۔ ۴۷)

ترجمہ: اور وہاں قیامت کے روز ہم میزان عدل قائم کریں گے اور سب کے اعمال کا وزن کریں گے سو کسی پر اصلاً ظلم نہ ہوگا اور اگر کسی کا عمل رائی کے برابر بھی ہوگا تو ہم اس کو وہاں حاضر کر دیں گے، ہم حساب لینے والے کافی ہیں۔ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں (اس آیت میں) موازین (جمع) کا صیغہ لانا یا تو اس وجہ سے ہے کہ ہر شخص کے لئے جدا میزان عمل ہوگا، یا چونکہ ایک ہی میزان میں بہت سے لوگوں کے اعمال کا وزن ہوگا۔ اس لئے وہ ایک قائم مقام متعددہ کے ہوگا۔

(اختصار شدہ بیان القرآن: ص۔ ۱۹۴)

سورۃ القارعہ میں میزان عمل کا اس طرح ذکر فرمایا گیا ہے۔ "فَاَمَّا مَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِيْنُهٗ فَهُوَ فِيْ عِيْشَةٍ رَّاضِيَةٍ"۔ (۷۶)

ترجمہ: وزن اعمال کے بعد جس کا پلہ بھاری ہوگا وہ خاطر خواہ آرام میں ہوگا۔ یعنی ناجی ہوگا۔

ترازو کی وسعت: علامہ قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد الباری میں لکھا ہے! کہ قیامت کے دن ایک ترازو لایا جائے گا اور اس کو نصب کیا جائے گا، اس کا دایاں پلڑا جنت کے سامنے ہوگا اور بایاں پلڑا جہنم کے سامنے ہوگا، اور وہ ترازو اتنے بڑے حجم کا ہوگا کہ آسمان اور زمین اور "ما فیہا" کو اکٹھا کر کے اس کے ایک پلڑے میں رکھا جائے تو یہ سب کچھ اس میں سما جائے، لیکن باوجود اتنے بڑے ہونے کے وہ حساس اتنا ہوگا کہ روئی کے برابر دانے کا اضافہ اگر کسی ایک جانب ہو جائے تو وہ جھک جائے گا۔

علامہ قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک اثر نقل کیا ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام نے رب تعالیٰ سے عرض کیا کہ "ربی ارنی المیزان" اے اللہ مجھے میزان دکھلا تو اللہ تعالیٰ نے ان کی اس عرض کو منظور کیا اور ان کو میزان دکھایا جب حضرت داؤد علیہ السلام نے میزان دیکھا تو اس کے حجم سے وہ بے ہوش ہو گئے کہ اے اللہ اتنا بڑا ترازو ہے اور جب ہوش میں آ گئے تو اللہ تعالیٰ سے عرض کیا اے پروردگار! کس بندے کی اتنی طاقت ہے کہ وہ اس ترازو کو اعمال سے بھر دے تو اللہ رب العزت نے فرمایا کہ اے داؤد جب میں کسی بندے سے راضی ہوتا ہوں اور وہ صرف ایک کھجور میری رضا کے لئے کسی کو دیتا ہے تو میں اس ایک کھجور کے ثواب کو اتنا بڑھا دیتا ہوں کہ اس ترازو کو بھر دیتا ہوں اور فرمایا کہ جب بندہ ایک مرتبہ "اشھدان لا الہ الا اللہ واشھدان محمدا رسول اللہ" اخلاص کے ساتھ پڑھے تو میں اس ترازو کو بھر دیتا ہوں۔ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: يُوْضَعُ الْمِيْزَانُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وُزِنَ فِيْهِ السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ لَوَسِعَتْ فَتَقُوْلُ الْمَلٰئِكَةُ يَارَبِّ لِمَنْ يَّزِنُ هٰذَا؛ فَيَقُوْلُ اللّٰهُ لِمَنْ شِئْتُ مِنْ خَلْقِيْ فَتَقُوْلُ الْمَلٰئِكَةُ سُبْحَانَكَ مَا عَبَدْنَاكَ حَقَّ عِبَادَتِكَ وَيُوْضَعُ الصِّرَاطُ مِثْلَ حَدِّ الْمُوْسٰى فَتَقُوْلُ الْمَلٰئِكَةُ مَنْ تُجِيْزُ عَلٰى هٰذَا؛ فَيَقُوْلُ مَنْ شِئْتُ مِنْ خَلْقِيْ فَيَقُوْلُوْنَ سُبْحَانَكَ مَا عَبَدْنَاكَ حَقَّ عِبَادَتِكَ"۔ (مستدرک حاکم: ص: ۵۹۶: ج۔ ۴)

ترجمہ: قیامت کے دن ترازو نصب کیا جائے گا (یہ ترازو اتنی بڑی ہوگی کہ) اگر اس میں آسمان اور زمین کا وزن کیا جائے تو بھی یہ وسیع رہے فرشتے کہیں گے یا رب یہ کس کے اعمال تولے گی؟ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے اپنی مخلوق میں سے جس کے اعمال کا وزن چاہوں گا، اس وقت فرشتے عرض کریں گے "سُبْحَانَكَ مَا عَبَدْنَاكَ حَقَّ عِبَادَتِكَ" اس کے بعد استرے کے دھار کے مثل پل

صراط نصب کی جائے گی، ملائکہ عرض کریں گے کہ اس پر سے کون گزر سکے گا؟ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے اپنی مخلوق میں جس کے لئے چاہوں گا۔ وہ کہیں گے "سُبْحَانَكَ مَا عَبَدْنَاكَ حَقَّ عِبَادَتِكَ" آپ کی ذات پاکیزہ ہے ہم نے آپ کی عبادت اس طرح سے نہیں کی جس طرح سے کرنے کا حق ہے۔

میزان کے ذمہ دار : حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ قیامت کے دن میزان کے ذمہ دار حضرت جبریل علیہ السلام ہونگے۔

(البدور السافرہ: ص۔ ۹۱۵)

سعادت یا بدبختی کا اعلان

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: إِنَّ مَلَكًا مُوَكَّلٌ الْمِيزَانَ فَيُؤْتَى بِابْنِ آدَمَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَيُوقَفُ بَيْنَ كَفَّتَيِ الْمِيزَانِ فَإِنْ ثَقُلَ مِيزَانُهُ نَادَى الْمَلَكُ بِصَوْتٍ يَسْمَعُ الْخَلَائِقُ سَعِدَ فُلَانُ بْنُ فُلَانٍ سَعَادَةً لَا يَشْقَى بَعْدَهَا أَبَدًا وَإِنْ خَفَّتْ مِيزَانُهُ نَادَى الْمَلَكُ بِصَوْتٍ يَسْمَعُ الْخَلَائِقُ شَقِيَ فُلَانٌ شَقَاوَةً لَا يَسْعَدُ بَعْدَهَا أَبَدًا"۔ (الدر المنثور: ص: ۴۱۹: ج۔ ۳)

ترجمہ: انسان کو روزِ قیامت پیش کیا جائے گا اور میزان کے دونوں پلڑوں کے درمیان کھڑا کیا جائے گا، اس میزان پر ایک فرشتہ کو مقرر کیا جائے گا، اگر اس کا میزان بھاری ہوگا تو وہ فرشتہ ایسی آواز سے پکارے گا جس کو تمام مخلوق سنے گی "سَعِدَ فُلَانُ بْنُ فُلَانٍ سَعَادَةً لَا يَشْقَى بَعْدَهَا أَبَدًا" (فلاں شخص ایسی سعادت پر فائز ہو گیا جس کے بعد وہ کبھی بدبخت نہیں ہوگا) اور اگر اس کا میزان ہلکا ہو گیا تو وہ فرشتہ ایسی آواز سے ندا کرے گا جس کو تمام مخلوقات سنیں گی " شقی فلان شقاوۃ لا یسعد بعدھا ابداً" (فلاں ایسا بدبخت ہوا کہ پھر کبھی سعادت مند نہ ہوگا)

کافروں کا میزان پر جھگڑا

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ کافر لوگوں کو روزِ قیامت میزان پر پیش کیا جائے گا تو وہ اس کے پاس باہمی خوب جھگڑا کریں گے۔

فائدہ: ان کا جھگڑا یہ ہوگا کہ اس کو اس نفاق، کفر، اور شرک پر فلاں شخص نے مجبور کیا تھا، یا فلاں شخص نے راہنمائی کی تھی، یا یہ جھگڑا کریں گے کہ ہمارے پاس کوئی شخص دعوت اسلام دینے والا نہیں آیا، جبکہ وہ اس وقت جھوٹ پر ہونگے یا وہ اپنے اعمال بد کا ہی سرے سے انکار کریں گے پھر ان کے خلاف ان کے اعضاء گواہی دیں گے۔ (البدور السافرہ: ص۔ ۹۲۲)

ایک آنسو سے جہنم کا بجھ جانا : آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک شخص بیٹھا رو رہا تھا کہ حضرت جبریل علیہ السلام نازل ہوئے حضرت جبریل علیہ السلام نے پوچھا یہ کون ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا فلاں شخص ہے حضرت جبریل علیہ السلام نے فرمایا ہم انسان کے سب اعمال کا وزن کریں گے مگر رونے کا وزن نہیں کر سکیں گے، کیونکہ اللہ تعالیٰ ایک آنسو سے جہنم کے کئی سمندر بجھا دیں گے۔

(الدر المنثور: ص: ۲۰۷: ج۔ ۴)

آنسوں کا وزن نہیں ہو سکتا : حضرت مسلم بن یسار رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کوئی آنکھ آنسوں میں نہیں ڈبڈباتی مگر اللہ تعالیٰ اس کے جسم کو جہنم پر حرام کر دیتے ہیں، وہ اس کے بعد کوئی ایسا گناہ نہ کرے جو جہنم کو لازم کر دے۔ اور جو قطرہ انسان کے رخسار پر بہتا ہے، اس کے چہرے کو ذلت اور رسوائی نہیں پہنچے گی، اگر امتوں میں رونے والا کسی امت میں رو

دے تو اس پوری امت پر رحمت کر دی جائے، ہر چیز کی ایک مقدار اور وزن ہے، سوائے آنسوؤں کے، کہ اس سے جہنم کے دریا بجھائے جائیں گے۔ (بیہقی: ص ۴۹۴، ج۔۱)

اہل حق اور معتزلہ کا اختلاف : میزان کے بارہ میں اہل حق کا موقف یہ ہے کہ قیامت کے دن ترازو قائم ہوگا، معتزلہ کہتے ہیں کہ میزان سے مراد ترازو نہیں ہے، بلکہ صرف عدل مراد ہے، اللہ تعالیٰ قیامت کے دن عدل کرے گا۔ یعنی اس دن نہایت جچے تلے فیصلے ہونگے اور اس دن اعمال کا فیصلہ انصاف کے ساتھ ہوگا، اس دن کوئی ترازو قائم نہ ہوگا۔

چنانچہ معتزلہ اپنے وزن اعمال کے انکار کے سلسلہ میں تو یہ دلیل دیتے ہیں کہ وزن کی ضرورت اسے پیش آتی ہے جسے معلوم نہ ہو، اللہ تعالیٰ کو تو سب کچھ معلوم ہے لہٰذا اگر مان لیا جائے کہ اللہ تعالیٰ لوگوں کے اعمال کا وزن کرینگے تو اس سے نعوذ باللہ اللہ تعالیٰ کی جہالت لازم آتی ہے اس کے جواب میں اہل سنت فرماتے ہیں کہ یہ اعتراض غلط ہے، اس لئے کہ وزن اعمال سے اللہ تعالیٰ کی جہالت لازم نہیں آتی کیونکہ وزن اعمال اللہ تعالیٰ کی معلومات کے لئے نہیں ہوگا بلکہ بندہ کی جہالت اور لاعلمی دور کرنے کے لئے ہوگا، کیونکہ انسان جاہل ہے اور وہ نہیں جانتا کہ میری نیکیاں کتنی ہیں اور بدیاں کتنی ہیں، تو اس کی جہالت کو ظاہر کرنے کے لئے ترازو قائم ہوگا، تو میزان اللہ تعالیٰ کے لئے نہیں بلکہ انسان کی جہالت کو دور کرنے کے لئے قائم کیا جائے گا۔

اس کی مثال یوں سمجھئے جیسے ایک استاد اپنے کسی شاگرد کو لوگوں کے سامنے کھڑا کر کے اس سے سوالات کرتا ہے، حالانکہ خود استاد کو اپنے شاگرد کی حیثیت معلوم ہوتی ہے، لیکن وہ لوگوں پر اس کی حیثیت ظاہر کرنے کے لئے اس سے سوال و جواب کرتا ہے، اسی طرح اللہ تعالیٰ لوگوں کے اعمال کا وزن کرینگے، اس کا مقصد ان کی مقدار معلوم کرنا نہیں ہوگا، بلکہ ایک تو اس شخص پر اتمام حجت کرنا ہوگی کہ تمہیں تمہارے ان جرائم کی سزا دی جا رہی ہے جو تمہارے سامنے ترازو پر تولے گئے۔ دوسرا لوگوں پر یہ ظاہر کرنا مقصود ہوگا کہ جس شخص کو جہنم میں بھیجا جا رہا ہے، اس کے ساتھ کوئی ناانصافی نہیں کی گئی بلکہ یہ اس کے اعمال کا نتیجہ ہے، جس کی وجہ سے اسکے لئے جہنم کا فیصلہ کیا گیا ہے۔

معتزلہ یہ کہتے ہیں کہ اعمال کا تعلق اعراض سے ہے، جن کا اپنا کوئی وجود نہیں اسلئے ان کو کیسے تولا جا سکتا ہے؟ کیونکہ وزن تو جواہر کا ہوتا ہے نہ کہ اعراض کا؟

پہلا جواب: تو یہ ہے جو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ قیامت کے دن جو چیز ترازو میں رکھی جائے گی وہ اعمال ہونگے جن کو اللہ تعالیٰ اجساد بنا دے گا یعنی قیامت کے دن اعمال کو قابل وزن جواہر بنا دیا جائے گا۔

(فتح الباری: ص ۴۶۲، ج: ۱۳: تفسیر البغوی: ص۔ ۱۲۴)

دوسرا جواب: شیخ الاسلام حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: کہ اس جہان میں بہت سے اعراض ایسے ہیں جن کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے، مثلاً: محکمہ موسمیات گرمی اور سردی کا درجہ بتلاتے ہیں کہ اتنے درجے کی گرمی اور اتنے درجے کی سردی ہے، 'مقیاس الحرارت' اور 'مقیاس البرودت' وغیرہ، اسی طرح بدن کا بخار تھرما میٹر سے معلوم کیا جا سکتا ہے، اب اگر تمہارے پاس ایسے آلات ہیں جن سے گرمی، سردی اور ہوا وغیرہ (اعراض) کا اندازہ لگ سکتا ہے، تو اگر اللہ تعالیٰ کے پاس ایسے آلات ہوں جس سے بندوں کے اعمال کے اوزان اور درجات و مراتب کا تفاوت معلوم ہو جائے تو اس میں کیا مشکل ہے؟ (تفسیر عثمانی: ص۔ ۴۴۸)

تیسرا جواب: حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں! کہ ان رجسٹروں کو تولا جائے گا جس میں اس کی نیکیاں اور بدیاں لکھی ہونگی۔ (فتح الباری: ص ۴۶۲، ج۔۱۳)

حدیث بطاقہ مشہور ہے حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ حق تعالیٰ شانہ

قیامت کے دن میری امت میں سے ایک شخص کو منتخب فرما کر تمام دنیا کے سامنے بلائیں گے اور اس کے سامنے ننانوے دفتر اعمال کے کھولیں گے ہر دفتر اتنا بڑا ہو گا کہ منتہائے نظر تک (یعنی جہاں تک نگاہ جا سکے وہاں تک) پھیلا ہوا ہو گا اس کے بعد اس سے سوال کیا جائے گا کہ ان اعمالناموں میں سے تو کسی چیز کا انکار کرتا ہے؟ کیا میرے ان فرشتوں نے جو اعمال لکھنے پر متعین تھے تجھ پر کچھ ظلم کیا ہے؟ (کہ کوئی گناہ بغیر کئے ہوئے لکھ لیا ہو یا کرنے سے زیادہ لکھ لیا ہو) وہ عرض کرے گا نہیں (نہ انکار کی گنجائش ہے نہ فرشتوں نے ظلم کیا پھر ارشاد ہو گا تیرے پاس ان بداعمالیوں کا کوئی عذر ہے وہ عرض کرے گا کوئی عذر بھی نہیں۔

ارشاد ہو گا اچھا تیری ایک نیکی ہمارے پاس ہے آج تجھ پر کوئی ظلم نہیں ہو گا پھر ایک کاغذ کا ایک پرزہ نکالا جائے گا۔ جس میں "اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ" لکھا ہوا ہو گا ارشاد ہو گا کہ جا اس کو تلوا لے وہ عرض کرے گا اتنے دفتروں کے مقابلے میں یہ پرزہ کیا کام دے گا؟ ارشاد ہو گا آج تجھ پر ظلم نہیں ہو گا پھر ان سب دفتروں کو ایک پلڑے میں رکھ دیا جائے گا اور دوسری جانب وہ پرزہ ہو گا تو دفتروں والا پلڑا اڑنے لگے گا اس پرزے کے وزن کے مقابلے میں پس بات یہ ہے کہ اللہ کے نام سے کوئی چیز وزنی نہیں۔ (ترمذی، ج:۱، ص ۲۰۶۲ : رقم الحدیث ۲۶۳۹)

﴿۱۰﴾ **تذکیر بالآء اللہ سے نعمت تربیت اور نعمت معیشت کا بیان :** ہم نے تمہیں زمین میں ٹھہرایا نعمت معیشت اور زندگی بسر کرنے کے لئے سارے اسباب جمع کر دیئے لیکن تم میں قبول حق اور شکر گزاری کا مادہ بہت ہی کم ہے۔ اس کی شکر گزاری یہ ہے کہ دونوں عظیم نعمتوں مال اور اقتدار کو صحیح مصرف میں لاؤ۔

وَلَقَدْ خَلَقْنٰكُمْ ثُمَّ صَوَّرْنٰكُمْ ثُمَّ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ ۖ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ

اور البتہ تحقیق ہم نے پیدا کیا ہے تم کو پھر صورتیں بنائی ہیں تمہاری پھر کہا ہم نے فرشتوں سے کہ سجدہ کرو آدم علیہ السلام کو پس سجدہ کیا انہوں نے مگر ابلیس نہ تھا

اِبْلِيْسَ ۭ لَمْ يَكُنْ مِّنَ السّٰجِدِيْنَ ﴿۱۱﴾ قَالَ مَا مَنَعَكَ اَلَّا تَسْجُدَ اِذْ اَمَرْتُكَ ۭ قَالَ اَنَا خَيْرٌ

وہ سجدہ کرنے والوں میں سے ﴿۱۱﴾ فرمایا رب تعالیٰ نے کہ کس چیز نے روکا تجھ کو کہ تو نے سجدہ نہ کیا جبکہ میں نے تمہیں حکم دیا تھا تو شیطان نے کہا

مِّنْهُ ۚ خَلَقْتَنِيْ مِنْ نَّارٍ وَّخَلَقْتَهٗ مِنْ طِيْنٍ ﴿۱۲﴾ قَالَ فَاهْبِطْ مِنْهَا فَمَا يَكُوْنُ لَكَ

میں بہتر ہوں اس سے پیدا کیا تو نے مجھ کو آگ سے اور پیدا کیا ہے تو نے اس کو مٹی سے ﴿۱۲﴾ فرمایا اللہ تعالیٰ نے اتر جاؤ یہاں سے پس نہیں لائق تمہارے لئے کہ تم تکبر کرتے

اَنْ تَتَكَبَّرَ فِيْهَا فَاخْرُجْ اِنَّكَ مِنَ الصّٰغِرِيْنَ ﴿۱۳﴾ قَالَ اَنْظِرْنِيْٓ اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ ﴿۱۴﴾

اس میں پس نکل جاؤ بیشک تم ذلیلوں میں سے ہو ﴿۱۳﴾ کہا (شیطان) نے مہلت دے مجھے اس دن تک جب یہ دوبارہ اٹھائے جائیں گے ﴿۱۴﴾

قَالَ اِنَّكَ مِنَ الْمُنْظَرِيْنَ ﴿۱۵﴾ قَالَ فَبِمَآ اَغْوَيْتَنِيْ لَاَقْعُدَنَّ لَهُمْ صِرَاطَكَ الْمُسْتَقِيْمَ ﴿۱۶﴾

فرمایا (اللہ تعالیٰ نے) بیشک تو مہلت دیئے ہوؤں میں سے ہے ﴿۱۵﴾ کہا (ابلیس نے) پس اس وجہ سے کہ تو نے مجھے گمراہ ٹھہرایا ہے میں ضرور بیٹھوں گا ان کیلئے تیرے سیدھے راستے میں ﴿۱۶﴾

ثُمَّ لَاٰتِيَنَّهُمْ مِّنْۢ بَيْنِ اَيْدِيْهِمْ وَمِنْ خَلْفِهِمْ وَعَنْ اَيْمَانِهِمْ وَعَنْ شَمَآئِلِهِمْ ۭ

پھر آؤں گا ان کے پاس آگے سے اور پیچھے سے اور دائیں اور بائیں سے اور نہ پائے گا تو ان میں سے

وَلَا تَجِدُ اَكْثَرَهُمْ شٰكِرِيْنَ ﴿۱۷﴾ قَالَ اخْرُجْ مِنْهَا مَذْءُوْمًا مَّدْحُوْرًا ؕ لَمَنْ تَبِعَكَ مِنْهُمْ لَاَمْلَئَنَّ

اکثروں کو شکر گزار ﴿۱۷﴾ فرمایا (رب تعالیٰ نے) نکل جاؤ یہاں سے مذمت کئے ہوئے اور دھکیلے ہوئے البتہ جو تیری پیروی کرے گا ان میں سے

جَهَنَّمَ مِنْكُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴿۱۸﴾ وَيٰٓاٰدَمُ اسْكُنْ اَنْتَ وَزَوْجُكَ الْجَنَّةَ فَكُلَا مِنْ حَيْثُ شِئْتُمَا

تو میں بھر دوں گا جہنم کو تم سب سے ﴿۱۸﴾ اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے اے آدم علیہ السلام رہو تم اور تمہاری بیوی جنت میں پس کھاؤ جہاں سے تم چاہو اور نہ قریب جانا

وَلَا تَقْرَبَا هٰذِهِ الشَّجَرَةَ فَتَكُوْنَا مِنَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۱۹﴾ فَوَسْوَسَ لَهُمَا الشَّيْطٰنُ لِيُبْدِيَ

اس درخت کے پاس پس ہو جاؤ گے تم زیادتی کرنے والوں میں سے ﴿۱۹﴾ پس وسوسہ ڈالا ان دونوں کیلئے شیطان نے تاکہ ظاہر کر دے

لَهُمَا مَا وٗرِيَ عَنْهُمَا مِنْ سَوْاٰتِهِمَا وَقَالَ مَا نَهٰىكُمَا رَبُّكُمَا عَنْ هٰذِهِ الشَّجَرَةِ اِلَّآ اَنْ

ان دونوں کیلئے وہ چیز جو چھپائی گئی ہے ان دونوں سے ان کی شرمگاہوں میں سے اور کہا (شیطان نے) نہیں منع کیا تم کو تمہارے رب نے اس درخت سے

تَكُوْنَا مَلَكَيْنِ اَوْ تَكُوْنَا مِنَ الْخٰلِدِيْنَ ﴿۲۰﴾ وَقَاسَمَهُمَآ اِنِّيْ لَكُمَا لَمِنَ النّٰصِحِيْنَ ﴿۲۱﴾

مگر اس لئے کہ کہیں ہو جاؤ تم فرشتے یا ہو جاؤ تم ہمیشہ رہنے والوں میں سے ﴿۲۰﴾ اور قسم اٹھائی اس نے ان دونوں کے سامنے کہ میں تمہارے لئے خیر خواہوں میں سے ہوں ﴿۲۱﴾

فَدَلّٰىهُمَا بِغُرُوْرٍ ۚ فَلَمَّا ذَاقَا الشَّجَرَةَ بَدَتْ لَهُمَا سَوْاٰتُهُمَا وَطَفِقَا يَخْصِفٰنِ عَلَيْهِمَا

پھر اتارا شیطان نے ان دونوں کو دھوکے کے ساتھ پس جب چکھا ان دونوں نے درخت کو ظاہر ہو گئیں ان دونوں کیلئے ان کی شرمگاہیں اور شروع کیا ان دونوں نے

مِنْ وَّرَقِ الْجَنَّةِ ؕ وَنَادٰىهُمَا رَبُّهُمَآ اَلَمْ اَنْهَكُمَا عَنْ تِلْكُمَا الشَّجَرَةِ وَاَقُلْ لَّكُمَآ

کہ ٹانکنے (جوڑنے) لگے اپنے جسموں پر جنت کے پتوں سے اور پکارا ان دونوں کو (ان کے پروردگار نے) کیا میں نے تم کو منع نہیں کیا تھا اس درخت سے اور کیا

اِنَّ الشَّيْطٰنَ لَكُمَا عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ﴿۲۲﴾ قَالَا رَبَّنَا ظَلَمْنَآ اَنْفُسَنَا ٜ وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا

میں نے تم کو نہیں کہا تھا کہ بیشک شیطان تمہارے لئے کھلا دشمن ہے ﴿۲۲﴾ کہا ان دونوں (آدم اور حوا) نے اے ہمارے پروردگار ہم نے زیادتی کی ہے اپنی جانوں پر اور اگر تو ہمیں نہیں بخشے گا

لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ﴿۲۳﴾ قَالَ اهْبِطُوْا بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ ۚ وَلَكُمْ فِي الْاَرْضِ

اور ہم پر رحم نہیں کرے گا تو یقیناً ہم نقصان اٹھانے والوں میں سے ہو جائیں گے ﴿۲۳﴾ فرمایا (اللہ تعالیٰ نے) اتر جاؤ بعض تمہارے بعض کے دشمن ہوں گے اور تمہارے لئے زمین میں ٹھکانہ ہے

مُسْتَقَرٌّ وَّمَتَاعٌ اِلٰى حِيْنٍ ﴿۲۴﴾ قَالَ فِيْهَا تَحْيَوْنَ وَفِيْهَا تَمُوْتُوْنَ وَمِنْهَا تُخْرَجُوْنَ ﴿۲۵﴾

اور نفع اٹھانے کا سامان ہے ایک وقت تک ﴿۲۴﴾ فرمایا (اللہ تعالیٰ) نے تم اسی زمین میں زندہ رہو گے اسی میں تم مرو گے اور اسی سے تم دوبارہ نکالے جاؤ گے ﴿۲۵﴾

﴿۱۱﴾ وَلَقَدْ خَلَقْنٰكُمْ ثُمَّ صَوَّرْنٰكُمْ الخ ربط آیات: اوپر ترہیب کے بعد پھر نعمتوں کا ذکر کیا جو قبول حق کیلئے ترغیب ہے "خَلَقْنٰكُمْ" میں نعمت تربیت اور اقتدار و حکومت کا ذکر تھا اب آگے "قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ" میں نعمت اکرام۔ تیسری

نعمت کی تفصیل بیان کرتے ہوئے ابلیس کے قصہ میں انسانوں کے لئے اس کی دائمی دشمنی کا ذکر کیا ہے۔

خلاصہ رکوع ۲ نعمت ایجاد، نعمت اکرام، مکالمہ خداوندی، جواب مکالمہ، اعزاز آدم، حکم خداوندی مطالبہ ابلیس، جواب مطالبہ، ابلیس کی سرکشی، ابلیس کے حملہ کا طریقہ، ابلیس کے لئے جنت سے نکلنے کا حکم، وسوسہ ابلیس کی تشریح شیطان کی اظہار خیر خواہی، شیطان کی مقصد میں کامیابی ونتیجہ، نداء خداوندی، حضرت آدم اور حضرت حوا کے توبہ کے کلمات حاکمانہ جواب برائے خروج جنت، عارضی حیات۔ ماخذ آیات ۱۱ : تا ۲۵+

وَلَقَدْ خَلَقْنٰكُمْ الخ نعمت ایجاد :اور ہم نے تم کو یعنی تمہارے باپ آدم علیہ السلام کو بنایا پھر ہم نے تمہاری صورت بنائی یعنی تمہارے باپ آدم کی شکل وصورت بنائی۔ پھر یہی شکل وصورت اولاد آدم میں چلی آرہی ہے۔ ثُمَّ قُلْنَا... الخ نعمت اکرام : پھر ہم نے تمام فرشتوں کو حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ کرنے کا حکم دیا پس سب نے سجدہ کیا مگر ابلیس نے نہیں کیا اور سجدہ کرنے والوں میں شامل نہ ہوا۔

﴿۱۲﴾ مکالمہ خداوندی :جب ابلیس سے سجدہ نہ کرنے کے بارے میں پوچھا گیا۔ قَالَ اَنَا الخ جواب مکالمہ :تو اس نے یہ پہلا استدلال بطور مقدمہ کے پیش کیا کہ مجھے آگ سے پیدا کیا گیا اور اس کو خاک سے پیدا کیا گیا ہے۔ دو اور مقدمہ ہیں جن کا ذکر نہیں کیا وہ یہ ہیں کہ آگ نورانی ہونے کی وجہ سے خاک سے افضل ہے۔ دوسرا مقدمہ کہ افضل کا سجدہ کرنا غیر افضل کو نامناسب ہے۔ ان دونوں مقدمات کو ملا کر شیطان نے اپنے سجدہ نہ کرنے کی یہ دلیل بنائی کہ میں چونکہ افضل ہوں اس لئے میں غیر افضل کو سجدہ نہیں کرسکتا۔ مگر پہلے استدلالی مقدمہ کے سوا باقی دونوں مقدمات غلط ہیں کیونکہ آگ کا خاک پر افضل ہونا ایک جزوی فضیلت ہے کلی فضیلت نہیں ہے۔ اور یہ بھی غلط کہ میں افضل ہوں اور حضرت آدم مفضول ہیں اس لئے سجدہ تعظیم نامناسب ہے بعض اوقات مصلحتوں کی وجہ سے اس کے خلاف ہوتا ہے کہ اگر مفضول کو امیر بنا دیا جائے تو اس کی تعظیم ضروری ہے اور حضرت آدم علیہ السلام تو خلیفۃ اللہ ہیں یہ شیطان کی کھلی نافرمانی ہے۔ ﴿۱۳﴾ حکم خداوندی : تفصیل اس آیت کی اور اگلی آیات کی آیات میں واضح ہے۔ ﴿۱۴﴾ مطالبہ ابلیس۔ ﴿۱۵﴾ جواب مطالبہ۔ ﴿۱۶﴾ ابلیس کی سرکشی۔ ﴿۱۷﴾ ابلیس کے حملہ کا طریقہ۔

﴿۱۸﴾ ابلیس کیلئے جنت سے نکلنے کا حکم :فرمایا! تو یہاں سے ذلیل ومردود ہو کر نکل جا بنی آدم میں جو تیری پیروی کریگا تو میں یقیناً تم سب سے دوزخ کو بھر دوں گا۔ ابلیس نے جو اولاد آدم کو بہکانے کا کہا ہے یہ اس نے انسانی کمزور بدن کو دیکھ کر کہا تو حق تعالیٰ نے فرمایا تو کر جو تیرا جی چاہے میں سب سے بے نیاز ہوں نہ کسی کے راہ راست پر آنے سے میرا کوئی فائدہ ہے نہ گمراہ ہونے سے کوئی نقصان ہے میں تجھ سے اور تیرے پیروکاروں سے جہنم کو بھر دوں گا۔

﴿۱۹﴾ اعزاز آدم : تفصیل آیت میں موجود ہے۔ ﴿۲۰﴾ وسوسہ ابلیس کی تشریح :وسوسہ کا حاصل یہ تھا کہ اس درخت کے کھانے سے فرشتہ بننے کی یا دائمی زندگی کی قوت پیدا ہو جاتی ہے مگر شروع میں آپ کا وجود اس طاقتور غذا کا متحمل نہ تھا اس لئے منع کر دیا تھا۔ اب آپ کے قویٰ متحمل ہو گئے ہیں اب وہ ممانعت باقی نہیں رہی۔ (معارف القرآن ،ص ۵۳۱، ج ۳، م، ش، د)

اس کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ حضرت آدم علیہ السلام نے سمجھا کہ نہی سے نہی تنزیہی مراد ہے جو جواز کے ساتھ جمع ہوسکتی ہے نہ کہ نہی تحریمی۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ اس کا حکم منسوخ ہو چکا ہے جس کے ناسخ کا علم نہیں۔ تیسری وجہ یہ ہے کہ شاید اس خاص درخت سے منع فرمایا ہے نہ کہ اس کے جمیع اجناس سے۔ واللہ اعلم

﴿۲۱﴾ شیطان کی اظہار خیر خواہی ، تفصیل آیت میں موجود ہے۔ ﴿۲۲﴾ شیطان کی مقصد میں کامیابی :چنانچہ ان دونوں میاں بیوی کو فریب آمیز باتوں سے دھوکہ دے کر مائل کر ہی لیا۔ فَلَمَّا ذَاقَا الشَّجَرَةَ الخ شیطان کی کامیابی کا نتیجہ۔

وَنَادٰىهُمَا الخ ندا خداوندی: ان کے رب نے ان کو پکارا۔
﴿۲۳﴾ حضرت آدم وحواء کے توبہ کے کلمات۔ ﴿۲۴﴾ حاکمانہ جواب برائے خروج جنت: مطلب آیت سورۃ بقرہ (آیت ۳۶:) کے ذیل میں دیکھیں۔
﴿۲۵﴾ عارضی حیات: زمین حیات متعارضہ کا مرکز ہے قبر اور برزخ حیات متعارضہ کا تتمہ یا آخرت کا مقدمہ ہے۔ واللہ اعلم

يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ قَدْ اَنْزَلْنَا عَلَيْكُمْ لِبَاسًا يُّوَارِيْ سَوْاٰتِكُمْ وَرِيْشًا ۭ وَلِبَاسُ التَّقْوٰى ۙ ذٰلِكَ خَيْرٌ

اے اولاد آدم! تحقیق ہم نے اتارا ہے تمہارے لئے لباس جو ڈھانپتا ہے تمہارے اعضائے مستورہ کو اور تمہارے لئے زینت کا ذریعہ ہے اور تقویٰ کا لباس ہی بہتر ہے

ذٰلِكَ مِنْ اٰيٰتِ اللّٰهِ لَعَلَّهُمْ يَذَّكَّرُوْنَ ﴿۲۶﴾ يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ لَا يَفْتِنَنَّكُمُ الشَّيْطٰنُ كَمَآ اَخْرَجَ

یہ اللہ تعالیٰ کی آیات میں سے ہے تاکہ یہ لوگ نصیحت حاصل کریں ﴿۲۶﴾ اے اولاد آدم نہ فتنے میں ڈالے تم کو شیطان جیسا کہ اس نے نکالا تمہارے ماں باپ کو جنت سے وہ اتارتا تھا

اَبَوَيْكُمْ مِّنَ الْجَنَّةِ يَنْزِعُ عَنْهُمَا لِبَاسَهُمَا لِيُرِيَهُمَا سَوْاٰتِهِمَا ۭ اِنَّهٗ يَرٰىكُمْ هُوَ وَقَبِيْلُهٗ

ان کا لباس تاکہ دکھائے ان کو ان کے اعضائے مستورہ۔ بیشک دیکھتا ہے تم کو وہ اور اس کا قبیلہ جہاں تم ان کو نہیں

مِنْ حَيْثُ لَا تَرَوْنَهُمْ ۭ اِنَّا جَعَلْنَا الشَّيٰطِيْنَ اَوْلِيَاۗءَ لِلَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۲۷﴾ وَاِذَا فَعَلُوْا

دیکھتے۔ بیشک ہم نے بنا دیا ہے شیطان کو رفیق ان لوگوں کیلئے جو ایمان نہیں لائے ﴿۲۷﴾ اور جب کرتے ہیں (یہ منکر لوگ)

فَاحِشَةً قَالُوْا وَجَدْنَا عَلَيْهَآ اٰبَاۗءَنَا وَاللّٰهُ اَمَرَنَا بِهَا ۭ قُلْ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَاْمُرُ بِالْفَحْشَاۗءِ ۭ

کوئی بے حیائی کا کام تو کہتے ہیں کہ پایا ہم نے اس پر اپنے آباؤ اجداد کو اور اللہ نے ہمیں اس کا حکم دیا ہے اے پیغمبر! آپ کہہ دیجئے بیشک اللہ تعالیٰ نہیں حکم دیتا کسی بے حیائی کی

اَتَقُوْلُوْنَ عَلَي اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۲۸﴾ قُلْ اَمَرَ رَبِّيْ بِالْقِسْطِ ۣ وَاَقِيْمُوْا وُجُوْهَكُمْ عِنْدَ

بات کا کیا تم کہتے ہو وہ بات اللہ پر جو تم نہیں جانتے ﴿۲۸﴾ اے پیغمبر! آپ کہہ دیجئے حکم دیا ہے میرے پروردگار نے انصاف کا اور یہ کہ قائم کرو اپنے چہروں کو (اللہ کیلئے)

كُلِّ مَسْجِدٍ وَّادْعُوْهُ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ڛ كَمَا بَدَاَكُمْ تَعُوْدُوْنَ ﴿۲۹﴾ ۭ فَرِيْقًا هَدٰى

ہر نماز کے وقت اور پکارو اسی کو اس حال میں کہ خالص اس کی اطاعت کرنے والے ہو جیسا کہ اس نے تمہیں پیدا کیا ہے اسی طرح تم دوبارہ لوٹو گے ﴿۲۹﴾ ایک فرقے کو اس نے ہدایت

وَفَرِيْقًا حَقَّ عَلَيْهِمُ الضَّلٰلَةُ ۭ اِنَّهُمُ اتَّخَذُوا الشَّيٰطِيْنَ اَوْلِيَاۗءَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَيَحْسَبُوْنَ

دی ہے اور ایک فرقہ ایسا ہے جس پر گمراہی کی بات ثابت ہو چکی ہے بیشک انہوں نے بنا لیا ہے شیطان کو اپنا ساتھی اللہ کے سوا اور گمان کرتے ہیں کہ

اَنَّهُمْ مُّهْتَدُوْنَ ﴿۳۰﴾ يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ خُذُوْا زِيْنَتَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ وَّكُلُوْا وَاشْرَبُوْا

وہ ہدایت یافتہ ہیں ﴿۳۰﴾ اے اولاد آدم! اختیار کرو اپنی زینت ہر نماز کے وقت اور کھاؤ اور پیو اور اسراف نہ کرو بیشک اللہ تعالیٰ

وَلَا تُسْرِفُوْا ۚ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِيْنَ ﴿۳۱﴾ ع

اسراف کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا ﴿۳۱﴾

﴿۲۶﴾ یٰبَنِیٓ اٰدَمَ ۔۔۔ الخ ربط آیات :اوپر بھی شیطان کی عداوت کا ذکر تھا اب بھی شیطان کی عداوت کا ذکر ہے۔

خلاصہ رکوع ❸ تذکیر بالآء اللہ سے بنی آدم پر انعامات، لباس تقویٰ کی تشریح، شیطان سے بچنے کا حکم، منکرین توحید کی رسم بد کی تردید، فرائض خاتم الانبیاء سے لباس تقویٰ کے مقدمات کی تشریح، تذکیر بما بعد الموت، جزاو سزا کا محل۔ ماخذ آیات ۲۶ تا ۳۱+

تذکیر بالآء اللہ سے بنی آدم پر انعامات :فرمایا! جس طرح ہم نے شرم گاہ کو ڈھانکنے کے لیے لباس نازل کیا ہے اسی طرح لباس تقویٰ بھی نازل فرمایا ہے اور "اَنْزَلْنَا" سے یہ مراد نہیں ہے کہ براہ راست لباس آسمان سے اترا ہے بلکہ مراد یہ ہے کہ اسباب سماوی اور نظام علوی کے زیر اثر ہم نے لباس پیدا کیا ہے۔ رِیْشًا :یعنی عمدہ لباس۔ وَلِبَاسُ التَّقْوٰی الخ لباس تقویٰ کی تشریح :لباس تقویٰ سے کیا مراد ہے؟ اس کے متعلق مختلف اقوال ہیں ❶ لباس تقویٰ ایمان ہے۔ ❷ حیاء ہے کیونکہ حیاء موجب تقویٰ ہے۔ ❸ عمل صالح لباس تقویٰ ہے۔ ❹ خشیۃ اللہ لباس تقویٰ ہے۔ ❺ پاکدامنی یعنی صاحب تقویٰ کے لئے پاکدامنی سب سے خوبصورت لباس ہے۔ (مظہری :ص :۳۸ ج ۳ :۳ معالم التنزیل :ص :۱۲۹ ج :۲ :روح المعانی :ص :۸۰ ج ۸)

اٰیٰتِ :سے مراد وہ احکام خداوندی یا وہ نشانیاں ہیں جو اللہ کی رحمت اور مہربانی پر دلالت کرتی ہے۔ یاد رکھنے سے مراد یہ ہے کہ اللہ کی نعمتوں کا اقرار کرنا اور برائیوں سے بچا رہنا ہے۔ (مظہری :ص :۳۸ ج ۳ :روح المعانی :ص :۸۰ ج ۸)

﴿۲۷﴾ شیطان سے بچنے کا حکم :اس آیت میں اولاد آدم کو شیطان کے دھوکہ سے بچنے کا حکم ہے کیونکہ اس کا کنبہ (یعنی جنات) تمہیں ایسی جگہ سے دیکھتے ہیں کہ تم انہیں نہیں دیکھ سکتے تو اس سے اللہ ہی محفوظ رکھے تو حفاظت ہو سکتی ہے۔ اور جو لوگ ہدایت الٰہیہ کو دستور العمل نہیں بناتے وہ شیطان کے رنگ میں زنگ آلود ہو جاتے ہیں اور شیطان ان پر مسلط ہو جاتا ہے۔ حقیقت میں اللہ تعالیٰ نے شیطان سے دشمنی پیدا کرنے کے لئے انداز اختیار کیا ہے کہ وہ اپنے دشمن کو سمجھے۔ فرض کریں آپ کے والدین کسی کے گھر میں ہوں اور کوئی شخص کہے کہ ان کو گھر سے نکال دو تو جب آپ سنیں گے تو یقیناً غصہ آئے گا اور اگر کوئی شخص یہ کہے کہ صرف ان کو نکلنا نہیں ہے بلکہ ان کا لباس بھی اتار دو پھر تو ایسا غصہ آئے گا جو قابل برداشت بھی نہیں اس کے لئے تو جان بھی قربان کر دے گا، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں یہ تمہارا ایسا دشمن ہے۔ پھر سوال ہوتا ہے کہ جب شیطان اتنا بڑا دشمن ہے تو اللہ تعالیٰ نے ایسے بدبخت کو پیدا کیوں کیا ہے؟ تو اس کا ایک جواب یہ ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کو زمین کے اوپر باطل کی طرف بلانے والا کوئی مخالف نہ ہوتا پھر اجر و انعام کیسے ملتا، انعام تب دیا جاتا ہے کہ جبکہ مخالف دعوت دی جا رہی ہو اور بندہ اس سے کنارہ کش رہے گا تو شاباش اور انعام کا مستحق ہوگا۔ اس کی مثال یوں سمجھیں کہ عود ایک لکڑی ہے اس کی خوشبو کا اس وقت پتہ چلے گا جب آگ جلائے ایسے ہی جب شیطان ہوگا تو اعمال بد اور صالح کے اجر کا پتہ چلے گا۔ اور اس کا دوسرا جواب یہ ہے کہ اگر شیطان دنیا میں نہ پھرتا تو انسان گناہ کرتا تو اس کی معافی کے چانس ختم ہو جاتے کہ اس نے خود برائی کا ارتکاب کیا ہے اب اس بدبخت کے ہونے کا یہ فائدہ ہے کہ کہا جائے گا کہ اس نے ورغلایا ہے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن جس کو معاف کرنا چاہیں تو اس کی گناہوں کا بوجھ اس کے سر پر ڈال دیں گے کہ میرے ان بندوں کو شیطان نے بہکایا تھا۔ قرآن کریم میں غور کرنے سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ جہاں بھی اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوبوں کا تذکرہ کیا ہے اور ان سے کوئی اونچی نیچی بات ہوگی تو اس کو شیطان کی طرف نسبت کی، داستان آدم علیہ السلام میں فرمایا "فَاَزَلَّهُمَا الشَّيْطٰنُ عَنْهَا" (البقرۃ۔ ۳۶) وغیرہ اس آیت سے واضح ہے کہ لغزش حضرت آدم علیہ السلام سے ہوئی مگر مورد الزام شیطان کو ٹھہرایا گیا ہے۔

﴿۲۸﴾ منکرین توحید کی رسم بد کی تردید :وہ (شیطان کے دوست) جب کوئی گناہ کرتے ہیں۔ فَاحِشَةً :سے مراد

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ اور مجاہد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک برہنہ کعبۃ اللہ کا طواف کرنا ہے بظاہر لفظ "فاحشہ" کے اندر ہر کبیرہ گناہ داخل ہے۔ (مظہری: ص: ۳۳۹ ج: ۳، خازن: ص: ۸۷، ج: ۲) یعنی جب وہ حد سے زیادہ کوئی بری حرکت کرتے ہیں اور انکو منع کیا جاتا۔

قَالُوْا وَجَدْنَا ۔۔۔الخ دلیل اول: تو وہ کہتے کہ ہمارے باپ دادا یوں ہی کیا کرتے تھے۔

وَاللّٰهُ اَمَرَنَا ۔۔۔الخ دلیل دوم: اور اللہ تعالیٰ نے بھی یہی حکم دیا ہے لہٰذا یہ عمل صحیح ہے انکی پہلی فاسد دلیل اور تاویل کا جواب دوسرے مقام پر دیا ہے "اَوَلَوْ كَانَ اٰبَآؤُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ شَيْئًا وَّلَا يَهْتَدُوْنَ" (سورۃ مائدہ آیت ۱۰۴) کیا اگرچہ ان کے بڑے نہ کچھ سمجھ رکھتے ہوں اور نہ ہدایت رکھتے ہوں۔ اور دوسری فاسد باطل تاویل اور دلیل کہ اللہ پاک نے حکم دیا ہے اس کا جواب "اِنَّ اللّٰهَ لَا يَاْمُرُ" الخ سے دیا۔

﴿۲۹﴾ فرائض خاتم الانبیاء سے لباس تقویٰ کے مقدمات کی تشریح ❶ اللہ تعالیٰ انصاف کا حکم دیتا ہے۔ افراط وتفریط سے بچنے کی ہدایت دیتا ہے پھر بھلا فواحش کا حکم کیسے دیتا ہے؟

وَاَقِيْمُوْا وُجُوْهَكُمْ ❷ حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے اس کا مطلب یہ بیان فرمایا ہے کہ اپنی عبادت میں سیدھے رہو جو راستہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے اس سے ٹیڑھے ترچھے مت چلو۔ (ابن کثیر: ص: ۴۵۰ ج: ۳)

وَادْعُوْهُ ۔۔۔الخ ❸ اخلاص اطاعت ہو۔

عبادت کی مقبولیت تین چیزوں پر موقوف ہے

❶ ۔۔۔ انبیاء کے مشروع طریق پر ہو اسکا ذکر "وَاَقِيْمُوْا وُجُوْهَكُمْ" میں بیان فرمایا ہے۔

❷ ۔۔۔ اخلاص، اس کا ذکر "وَادْعُوْهُ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ" میں بیان فرمایا ہے۔ ❸ ۔۔۔ ایمان

الغرض اس آیت میں اوامر شرعیہ کی تمام انواع کی طرف اشارہ کر دیا ہے جو بندوں کے معاملات سے متعلق ہیں وہ سب "بِالْقِسْطِ" میں آ گئیں۔ كَمَا بَدَاَكُمْ ۔۔۔الخ تذکیر بما بعد الموت: انسان کو اعتدال استقامت اور اخلاص کی راہ اس لیے اختیار کرنی چاہئے کیونکہ موت کے بعد دوسری زندگی ملنے والی ہے جس پر پہلی زندگی کے نتائج مرتب ہوں گے اس کی فکر ضروری ہے۔

﴿۳۰﴾ جزا وسزا کا محل: ایک جماعت کو تو دنیا میں ہدایت نصیب ہوتی ہے ان کو اس وقت جزا ملے گی اور دوسری جماعت نے چونکہ خدا تعالیٰ سے تعلق توڑ کر شیطان سے رشتہ جوڑ رکھا ہے اس لئے وہ گمراہ ہے اور ان کو اس وقت سزا ملے گی۔

﴿۳۱﴾ نماز کے وقت زینت کا حکم: اے اولاد آدم (جب برہنہ طواف کا فحش اور مذموم عند اللہ ہونا معلوم ہو گیا تو) تم ہر نماز کے وقت آراستہ ہو کر آؤ جس طرح لباس کا چھوڑنا ضلالت شیطانیہ ہے اسی طرح حلال ماکولات ومشروبات کا حرام سمجھ کر چھوڑ دینا بھی ضلالت شیطانیہ ہے اس سے بھی باز آؤ۔ باجماع اہل تفسیر "زینت" سے مراد وہ لباس ہے جس سے ستر عورت ہو جائے۔

(ابن کثیر: ص: ۴۷۰ ج: ۳، روح المعانی: ص: ۸۷، ج: ۸، مظہری: ص: ۳۴۱ ج: ۳، تفسیر منیر: ص: ۱۸۲، ج: ۸)

ننگے سر نماز کا مسئلہ

آج کل غیر مقلدین نے ننگے سر نماز پڑھنا اپنا شعار بنا رکھا ہے حالانکہ یہ قرآن وسنت اور عقل کے بھی خلاف ہے۔

اولاً: قرآن کریم کے اس لئے خلاف ہے کہ قرآن کریم میں ہے "خذوا زينتكم عند كل مسجد" یعنی تم مسجد کی حاضری کے وقت اپنا لباس پہن لیا کرو۔ یہ آیت اگرچہ عبارۃ النص کے اس پر دلالت کرتی ہے کہ نماز میں ستر عورت فرض ہے مگر بطور دلالت النص کے زینت کا لفظ بتا رہا ہے کہ نماز کے دوران سر پر کپڑا ہونے کی حالت میں پڑھنا اولیٰ ہے کیونکہ ننگے سر کے بجائے ٹوپی یا پگڑی کے ساتھ نماز پڑھنے میں زیادہ زینت ہے۔ اور سر پر ٹوپی یا پگڑی زینت میں داخل ہے۔ جیسا کہ فتاویٰ ستاریہ کے حوالہ سے آگے آ رہا ہے۔

ثانیاً: سنت کے بھی خلاف ہے وہ اس طرح کہ شمائل ترمذی میں امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے آنحضرت ﷺ کے عمامہ کے بارے میں پانچ احادیث نقل فرمائی ہیں:۔ ❶۔۔۔ "عَنْ جَابِرٍ قَالَ دَخَلَ النَّبِیُّ ﷺ مَکَّۃَ یَوْمَ الْفَتْحِ وَعَلَیْہِ عِمَامَۃٌ سَوْدَاءُ"۔
(شمائل ترمذی: ص۔ ۹۴)

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ فتح مکہ کے دن جب شہر میں داخل ہوئے تو حضور ﷺ کے سر مبارک پر سیاہ عمامہ تھا۔ ❷۔۔۔ عمرو بن حریث رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور اقدس ﷺ کے سر مبارک پر سیاہ عمامہ دیکھا۔

❸۔۔۔ عمرو بن حریث رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے ایک مرتبہ خطبہ پڑھا اور آپ ﷺ کے سر مبارک پر سیاہ عمامہ تھا۔ ❹۔۔۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ جب عمامہ باندھتے تو اس کے شملہ کو اپنے دونوں مونڈھوں کے درمیان یعنی پچھلی جانب ڈال دیتے تھے۔ نافع یہ کہتے ہیں کہ میں نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کو ایسے ہی کرتے دیکھا۔ عبیداللہ جو نافع کے شاگرد ہیں وہ کہتے ہیں کہ میں نے اپنے زمانہ میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پوتے قاسم بن محمد کو اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پوتے سالم بن عبداللہ کو ایسے ہی کرتے دیکھا۔ ❺۔۔۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ حضور اقدس ﷺ نے ایک مرتبہ خطبہ پڑھا اور آپ کے سر مبارک پر سیاہ عمامہ تھا یا چکنی پٹی تھی۔ (شمائل ترمذی: ص۔ ۹۴)

ان تمام احادیث سے معلوم ہوا کہ سر پر پگڑی باندھنا آنحضرت ﷺ کی سنت مستمرہ تھی نہ کہ سر سے ننگے ہو کر نماز پڑھنا۔ چنانچہ شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا رحمۃ اللہ علیہ شرح شمائل میں لکھتے ہیں کہ امام نووی رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کیا جاتا ہے کہ حضور ﷺ کے دو عمامے تھے ایک چھوٹا چھ ہاتھ کا مناوی رحمۃ اللہ علیہ کے قول کے مطابق۔ اور سات ہاتھ کا ملا علی رحمۃ اللہ علیہ کے قول کے موافق ایک بڑا بارہ ہاتھ کا۔ صاحب مدخل نے حضور ﷺ کے عمامہ کی مقدار سات ہاتھ بتائی ہے۔۔۔ عمامہ کا باندھنا سنت مستمرہ نبی اکرم ﷺ سے عمامہ باندھنے کا حکم بھی نقل کیا گیا ہے چنانچہ ارشاد ہے کہ عمامہ باندھا کرو اس سے حلم میں بڑھ جاؤ گے۔ (فتح الباری) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے کسی نے پوچھا کیا عمامہ باندھنا سنت ہے انہوں نے فرمایا ہاں سنت ہے۔ (عینی) ایک حدیث میں آیا ہے عمامہ باندھا کرو عمامہ اسلام کا نشان ہے اور مسلمان اور کافر میں فرق کرنے والا ہے۔ (عینی)۔ (بحوالہ شرح شمائل ترمذی: ص۔ ۹۳)

ایک حدیث پاک میں ہے کہ پگڑی کے ساتھ دو رکعتیں بغیر پگڑی کے ستر رکعت سے افضل ہیں۔ (کنز العمال: ص ۱۳۳؛ ج ۱۵)

ایک اور روایت میں ہے نفل یا فرض نماز پگڑی کے ساتھ بغیر پگڑی کے پچیس نمازوں کے برابر ہے اور پگڑی کے ساتھ جمعہ بغیر پگڑی کے ستر جمعوں کے برابر ہے۔ (کنز العمال: ص ۱۳۳؛ ج۔ ۱۵)

نیز فرمایا کہ تم مسجدوں میں خود اتار کر اور کپڑا اوڑھ کر آؤ۔ (کنز العمال: ص ۱۳۳؛ ج۔ ۱۵)

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ صحابہ کرام کی قوم پگڑی اور ٹوپی پر سجدہ کرتی تھی۔ (بخاری: ص۔ ۵۶)

یہاں یہ بات بھی یاد رکھنی ضروری ہے کہ اس مسئلہ میں اختلاف ہے کہ پگڑی کے پیچ پر سجدہ مکروہ ہے یا نہیں۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے استاد ابن ابی شیبہ رحمۃ اللہ علیہ نے پہلے عدم کراہۃ کا باب باندھا ہے اور اس میں عبدالرحمٰن بن یزید، سعید بن المسیب، حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ، حضرت بکر، حضرت مکحول، امام زہری، ابن ابی اوفی رضی اللہ عنہ سے جواز کی روایت نقل کی ہیں اور پھر اس کے بعد کراہۃ کا باب باندھا ہے اور درج ذیل روایات نقل کی ہیں۔ ❶۔۔۔ "عَنْ عُبَادَۃَ بْنِ الصَّامِتِ اَنَّہٗ کَانَ اِذَا قَامَ اِلَی الصَّلٰوۃِ حَسَرَ الْعِمَامَۃَ عَنْ جَبْھَتِہٖ"۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ص ۳۰۰؛ ج۔ ۱)

ترجمہ: حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ جب نماز کی طرف کھڑے ہوتے تو اپنی پیشانی سے پگڑی کو دور کر لیتے۔

۲... "عَنْ عَلِیٍّ قَالَ اِذَا صَلّٰی اَحَدُکُمْ فَلْیَحْسِرِ الْعِمَامَةَ عَنْ جَبْهَتِهٖ"۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ص ۳۰۰ ج۔۱)

ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی نماز پڑھے تو پگڑی کو پیشانی سے دور کرلے۔

۳... "کَانَ ابْنُ عُمَرَ لَا یَسْجُدُ عَلٰی کَوْرِ الْعِمَامَةِ"۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ص ۳۰۰ ج۔۱)

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ پگڑی کے پیچ پر سجدہ نہیں کرتے تھے۔ ۴... "عَنْ مُحَمَّدٍ قَالَ اَصَابَتْنِیْ شَجَّةٌ فَعَصَبْتُ عَلَیْهَا عِصَابَةً فَسَاَلْتُ اَبَا عُبَیْدَةَ اَسْجُدُ عَلَیْهَا قَالَ لَا"۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ص ۳۰۰ ج۔۱)

ترجمہ: حضرت محمد بن سیرین رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میرا سر زخمی ہو گیا میں نے حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ سے مسئلہ پوچھا کہ کیا میں اس پٹی پر سجدہ کرلوں تو انہوں نے فرمایا نہیں۔

۵... "عَنْ عَیَاضِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ الْقُرَشِیِّ قَالَ رَاٰی النَّبِیُّ ﷺ رَجُلًا یَسْجُدُ عَلٰی کَوْرِ الْعِمَامَةِ فَاَوْمَاَ بِیَدِهٖ اَنِ ارْفَعْ عِمَامَتَكَ فَاَوْمَاَ اِلٰی جَبْهَتِهٖ"۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ص ۳۰۰ ج۔۱)

ترجمہ: حضرت عیاض بن عبداللہ قرشی فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے ایک شخص کو اپنی پگڑی کے پیچ پر سجدہ کرتے ہوئے دیکھا تو اپنی پیشانی کی طرف اپنے ہاتھ سے اشارہ کرکے فرمایا کہ اپنی پگڑی کو اونچا کرلے۔

۶... "عَنْ اِبْرَاهِیْمَ اَنَّهٗ کَانَ یُحِبُّ الْمُعْتَمَّ اَنْ یُنَحِّیَ کَوْرَ الْعِمَامَةِ مِنْ جَبْهَتِهٖ"۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ص ۳۰۰ ج۔۱)

ترجمہ: حضرت ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ پگڑی باندھنے والے کیلئے پسند کرتے تھے کہ وہ اپنی پگڑی کے پیچ کو اپنی پیشانی سے دور کرلے۔

۷... "عَنْ مُحَمَّدٍ اَنَّهٗ کَرِهَ السُّجُوْدَ عَلٰی کَوْرِ الْعِمَامَةِ"۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ص ۳۰۱ ج۔۱)

ترجمہ: حضرت محمد بن سیرین رحمۃ اللہ علیہ پگڑی کے پیچ پر سجدہ کو مکروہ سمجھتے تھے۔ ۸... "عَنْ هِشَامٍ عَنْ اَبِیْهِ فِی الْمُعْتَمِّ قَالَ یُمَکِّنُ جَبْهَتَهٗ مِنَ الْاَرْضِ"۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ص ۳۰۱: ج۔۱)

ترجمہ: حضرت ہشام اپنے والد عروہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کرتے ہیں کہ: پگڑی باندھنے والے کے بارے میں فرماتے تھے کہ وہ اپنی پیشانی کو زمین پر لگائے رکھے۔ ۹... "اَنَّ عُمَرَ بْنَ عَبْدِ الْعَزِیْزِ قَالَ لِرَجُلٍ لَعَلَّكَ فِیْمَنْ یَّسْجُدُ عَلٰی کَوْرِ الْعِمَامَةِ"۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ص ۳۰۱ ج۔۱) ترجمہ: حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے ایک شخص کو (انکار کے طور پر) فرمایا کہ شاید تو ان لوگوں میں سے ہے جو پگڑی کے پیچ پر سجدہ کرتے ہیں۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام جب اللہ تعالیٰ سے ہمکلام ہوئے تو ان کے سر پر اون کی ٹوپی تھی۔ (ترمذی شریف: ص ۳۰۴ ج۔۱)

ابو کبشہ انماری کہتے ہیں کہ حضور ﷺ کے صحابہ کرام کی ٹوپیاں گول اور سروں سے چپکی ہوتی تھیں۔ (ترمذی شریف ص ۳۰۸ ج۔۱)

حضرت رکانہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو سنا فرماتے تھے کہ ہمارے اور مشرکین کے درمیان (ظاہری) فرق ٹوپیوں پر پگڑیاں باندھنا ہے۔ (ترمذی شریف ص۔۳۰۸)

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ اکثر سر پر کپڑا رکھتے تھے گویا آپ کا کپڑا تیلی کا کپڑا ہے۔ (شمائل ترمذی ص۔۸)

ان روایات اور ان جیسی بہت سی اور روایات سے سر ڈھانپنے کا مسئلہ معلوم ہوتا ہے اور پوری امت ان روایات پر عمل کرتی آئی ہے۔

ثالثاً: اور عقل کے بھی خلاف ہے محض انگریز کی اتباع میں فیشن محسوس ہوتا ہے جیسے دنیا میں کسی صاحب وجاہت کے پاس

ننگے سر جانا عقلمندی کے خلاف ہے اسی طرح احکم الحاکمین کے سامنے ننگے سر کھڑے ہونا عقل اور بصیرت سے محرومی کی نشانی ہے۔ حتیٰ کہ غیر مقلدین کے شیخ الاسلام مولوی ثناء اللہ امرتسری لکھتے ہیں کہ نماز کا مسنون طریقہ وہی ہے جو آنحضرت ﷺ سے بالدوام ثابت ہے یعنی بدن پر کپڑا اور سر ڈھکا ہوا پگڑی سے یا ٹوپی سے۔ (فتاویٰ ثنائیہ: ص: ۵۲۵: ج۔۱)

غرباء اہل حدیث کے مولوی عبدالغفار صاحب لکھتے ہیں کہ ٹوپی یا عمامہ کے ساتھ نماز پڑھنا اولیٰ اور افضل ہے کیونکہ ٹوپی اور عمامہ باعث زیب وزینت ہے۔ (فتاویٰ ستاریہ: ص: ۵۹: ج۔۳) اور دیگر غیر مقلدین کے مندرجہ ذیل فتاویٰ جات کے صفحات دیکھئے۔ ا۔ مولوی اسماعیل سلفی (فتاویٰ علمائے حدیث: ص: ۸۸: ج۔۴)۔ ۲۔ داؤد غزنوی۔ ۳۔ میاں نذیر حسین۔ ۴۔ مولوی ابوسعید شرف الدین۔ عبدالمجید سوہدروی وغیرہ بھی ننگے سر نماز کو ناپسند کرتے تھے۔ (ملاحظہ ہو فتاویٰ علمائے حدیث: ص: ۲۹۰، ۲۹۱، ۲۸۱: ج: ا۔ فتاویٰ نذیریہ: ص: ۲۴۰: ج۔۱)

مسائل ستر

نماز میں مرد کے لئے ناف کے نیچے سے لے کر گھٹنوں کے نیچے تک ستر ہے ناف ستر میں داخل نہیں جبکہ گھٹنے ستر میں داخل ہیں اتنا بدن نماز میں ڈھکنا فرض ہے اس کے سوا اور بدن کھلا ہو تو نماز ہو جائے گی لیکن بلا ضرورت بس اتنے ہی پر اکتفاء کرنا مکروہ ہے عورت کا چہرہ اور دونوں ہتھیلیاں اور دونوں پاؤں کے سوا باقی تمام بدن ستر ہے۔

مسئلہ: نماز میں اپنا ستر دوسرے لوگوں سے چھپانا بالاتفاق فرض ہے اور اپنے آپ سے چھپانا فرض نہیں لہذا اگر لمبا کرتا پہن کر بغیر شلوار کے نماز پڑھے اور کرتہ ایسا ہو کہ اگر اس کے گریبان میں جھانکے تو اپنا ستر نظر آئے تو نماز فاسد نہ ہوگی (لیکن قصداً اس میں سے اپنے ستر کی طرف نظر کرنا مکروہ تحریمی ہے)

مسئلہ: ایسا باریک لباس پہننا جس میں سے کھال کی رنگت نظر آتی ہو حرام ہے اور اس سے نماز بھی نہیں ہوتی۔ اسی طرح عورت اگر باریک چادر یا دوپٹہ اوڑھ کر نماز پڑھے جس میں سے بالوں کی سیاہی چمکتی ہو تو اس سے نماز درست نہیں ہوتی۔

مسئلہ: موٹا کپڑا جس سے بدن کا رنگ نظر نہ آتا ہو مگر بدن سے ایسے چپکا ہوا ہو کہ دیکھنے سے اعضائے بدن کی ہیئت معلوم ہوتی ہو ایسے کپڑے سے نماز ہو جائے گی مگر مکروہ ہے۔ **مسئلہ:** نماز میں تھوڑا سا ستر کھل جانا معاف ہے اسلئے کہ اسمیں حرج ہے اور بہت کھل جانا حرج میں شمار نہیں ہوتا اسلئے معاف نہیں اور اس سے نماز فاسد ہو جائے گی۔

مسئلہ: چوتھائی اور اس سے زیادہ بہت میں داخل ہے اور چوتھائی سے کم تھوڑے میں داخل ہے چوتھائی یا زیادہ ستر کا کھل جانا نماز کو اس وقت فاسد کرتا ہے جبکہ ایک رکن یعنی تین بار سبحان اللہ کہنے کی مقدار کھلا رہے۔

تنبیہ: چوتھائی سے اعضائے ستر میں سے ہر عضو کی اپنی چوتھائی مراد ہے اور یہ اس وقت ہے جب صرف ایک عضو کا حصہ کھلا ہو۔ اگر ایک عضو میں سے کئی جگہ تھوڑا تھوڑا کھلا ہو تو اسکو جمع کریں گے اور چوتھائی کا اعتبار کریں گے اور اگر دو یا زیادہ اعضاء میں سے کھلا ہو تو کھلے حصے کو جمع کر کے ان میں سب سے چھوٹے عضو کا اعتبار کریں گے۔

نماز میں مکروہات کا بیان

حضرات فقہائے کرام نے فقہی کتابوں میں نماز کے مکروہات سے متعلق جو تفصیل ذکر فرمائی ہے ان میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ بعض مکروہات کا تعلق لباس اور بعض کا تعلق جاندار کی تصویر، بعض کا تعلق دلی تشویش، بعض کا تعلق قرأت قرآن کریم، بعض کا تعلق جگہ، بعض کا تعلق نماز کے دوران عمل قلیل اور بعض کا تعلق جماعت کے تقاضے کے خلاف کرنے سے ہے۔

ذیل میں ان مکروہات کی ترتیب کے ساتھ تفصیل تحریر کی جاتی ہے تا کہ اس کو یاد رکھنے میں سہولت ہو:

لباس سے متعلق مکروہات: ● حالت نماز میں کپڑے کا خلاف دستور پہننا یعنی جو طریقہ اس کے پہننے کا ہو اور جس طریقے سے اس کو اہل تہذیب پہنتے ہوں اس کے خلاف اس کا استعمال مکروہ تحریمی ہے مثلاً کوئی شخص چادر اوڑھے اور اس کا کنارہ شانہ پر نہ ڈالے یا کرتہ پہنے اور آستینوں میں ہاتھ نہ ڈالے اس سے نماز مکروہ ہو جاتی ہے۔ ● کندھے پر رومال ڈال کر نماز پڑھنا مکروہ تحریمی ہے یعنی جب کہ اس کو لپیٹے نہیں۔ ● بہت برے اور میلے کچیلے کپڑے پہن کر نماز پڑھنا مکروہ تنزیہی ہے اور دوسرے کپڑے نہ ہوں تو جائز ہے۔

● مردوں کے لیے برہنہ سر نماز پڑھنا مکروہ ہے ہاں اگر تذلل اور خشوع کی نیت ہے تو کچھ مضائقہ نہیں لیکن بہتر یہ ہے کہ سر ڈھانپ کر نماز پڑھے اور دل کے ساتھ خشوع وخضوع کرے۔ ● عمامہ یا رومال اس طرح باندھنا کہ درمیان میں سر کھلا رہے مکروہ تحریمی ہے نماز کے علاوہ بھی اس طرح عمامہ باندھنا مکروہ تحریمی ہے۔ ● نماز میں ناک اور منہ ڈھانپ لینا مکروہ تحریمی ہے۔

● کسی کے پاس کرتہ موجود ہو اور وہ صرف شلوار یا تہہ بند باندھ کر نماز پڑھے تو مکروہ تحریمی ہے۔ ● سجدہ میں جاتے وقت کپڑا اسمیٹنا یا شلوار کے پائنچے اوپر اٹھانا مکروہ تحریمی ہے۔ ● ایسا چست لباس مثلاً چست پتلون یا پاجامہ جس سے مخفی اعضاء کی شکل نظر آئے اور اوپر سے کوئی چادر بھی نہ اوڑھی ہو جس میں وہ اعضاء چھپ گئے ہوں تو ایسے لباس میں نماز پڑھنا مکروہ تحریمی ہے۔

● نماز پڑھنے کے لیے آستین کو چڑھانا مکروہ تحریمی ہے خواہ کہنیوں تک ہو یا اس سے نیچے ہو اگر نماز شروع کرنے سے پہلے کسی کام کے لیے یا وضو کرنے کے آستین چڑھائی تھی اور اسی طرح نماز پڑھنے لگا تو یہ بعض کے نزدیک مکروہ تحریمی ہے اور بعض کے نزدیک نہیں ہے۔

اگر آستین چڑھائی ہوئی تھی اور نماز میں جلدی ہونے کی وجہ سے آستین نہ اتاری تب بھی یہی حکم ہے اور افضل یہ ہے کہ نماز کے اندر عمل قلیل سے آستین اتار لے۔ اگر ایسی قمیض یا کرتہ وغیرہ پہن کر نماز پڑھی جس کی آستین کہنیوں سے اوپر تک ہی ہو تو اس صورت میں بھی کراہت تحریمی ہے۔

جاندار کی تصویر سے متعلق مکروہات: ● جس چادر پر جاندار کی تصویر بنی ہو اس پر نماز ہو جاتی ہے لیکن تصویر پر سجدہ نہ کرے۔ اور تصویر دار جائے نماز رکھنا مکروہ ہے۔ ● اگر تصویر سر کے اوپر ہو یعنی چھت میں یا چھت گری میں تصویر بنی ہوئی ہے یا آگے کی طرف ہو یا دائیں بائیں طرف ہو یا پیچھے کی طرف ہو تو نماز مکروہ ہے اور اگر پیر کے نیچے ہو تو نماز مکروہ نہیں لیکن اگر بہت چھوٹی تصویر ہو کہ اگر زمین پر رکھ دیں تو کھڑے ہو کر دکھائی نہ دے یا پوری تصویر نہ ہو بلکہ سر کٹا ہوا ہو اور منہ مٹا ہوا ہو تو اس میں کچھ حرج نہیں ایسی تصویر سے کسی صورت میں نماز مکروہ نہیں ہوتی چاہے جس طرف ہو۔ ● جاندار کی تصویر والا کپڑا پہن کر نماز پڑھنا مکروہ تحریمی ہے۔ ● درخت یا مکان وغیرہ کسی بے جان چیز کا نقشہ بنا ہو تو مکروہ نہیں ہے۔

قلبی تشویش سے متعلق مکروہات: ● جس وقت پیشاب پاخانہ زور کا لگا ہو، ایسے وقت نماز پڑھنا مکروہ تحریمی ہے لیکن اگر وقت کے نکل جانے کا اندیشہ ہو تو ایسے ہی پڑھ لے۔ ● جب بھوک بہت لگی ہو اور کھانا تیار ہو تو پہلے کھانا کھالے تب نماز پڑھ لے بغیر کھانا کھائے نماز پڑھنا مکروہ ہے۔ البتہ اگر وقت تنگ ہونے لگے تو پہلے نماز پڑھ لے۔ ● آنکھیں بند کر کے نماز پڑھنا بہتر نہیں ہے، لیکن اگر آنکھیں بند کرنے سے نماز میں دل خوب لگے تو بند کر کے پڑھنے میں برائی نہیں۔ ● جس جگہ یہ ڈر ہو کہ کوئی نماز میں ہنسائے گا یا خیال بٹ جائے گا اور نماز میں بھول چوک ہو جائے گی، ایسی جگہ نماز پڑھنا مکروہ ہے۔

مواعظ ونصائح

ظاہری لباس کا اہتمام اور مجلس امام ابوحنیفہؒ کا واقعہ: ایک دن حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ مسجد میں بیٹھے اپنے طلبہ کو درس دے رہے تھے۔ اس روز ان کے گھٹنے میں درد تھا، لہٰذا انہوں نے دیوار سے ٹیک لگا کر ٹانگ کو پھیلا لیا تھا۔

اس موقع پر وہاں ایک شخص آیا جو حسین لباس پہنے ہوئے تھا۔ سر پر خوبصورت عمامہ تھا۔ باوقار چال اور رعب دار شخصیت تھی۔

طلبہ اس کو دیکھ کر ایک طرف ہو گئے اور وہ حضرت امام ابوحنیفہؒ کے پاس بیٹھ گیا۔ آپ نے جب اس کی ظاہری ہیئت اور بارعب شخصیت دیکھی تو اس طرح بے تکلف بیٹھے رہنا مناسب نہ سمجھا۔ آپ نے اپنی ٹانگ سکیڑ لی اور اس کی خاطر گھٹنے کے درد کو برداشت کیا۔

امام ابوحنیفہؒ نے اپنا درس جاری رکھا اور وہ شخص بھی آپ کا درس سننے لگا جب درس ختم ہوتو طلبہ نے سوالات پوچھنے شروع کیے۔

اس شخص نے بھی سوال کے لیے ہاتھ اٹھایا۔ امام صاحبؒ نے اس کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا ”جی فرمائیں آپ کا کیا سوال ہے؟“ مغرب کا وقت کب شروع ہوتا ہے؟ آپ نے فرمایا: ”جب سورج غروب ہو جائے۔“

وہ کہنے لگا: ”اگر رات ہو جائے اور پھر سورج نہ ڈوبے تو ہمیں کیا کرنا چاہیے؟“ یہ سن کر امام صاحبؒ نے دل میں کہا: ”اب تو ابوحنیفہ اپنی ٹانگ پھیلا سکتا ہے۔“ اور آپ نے اپنی ٹانگ اسی طرح پھیلا لی۔ آپ نے اس احمقانہ سوال کا کوئی جواب نہیں دیا اور خاموش رہے سوچیے ہمارے پیارے رسول اللہ ان باتوں کا بہت خیال رکھتے تھے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا لباس: آپ کے پاس ایک خوبصورت جوڑا تھا جس کو آپ جمعہ و عیدین کے دنوں میں پہنتے تھے ایک اور جوڑا تھا جو قبائلی وفود کے استقبال کے موقع پر پہنتے تھے۔ آپ لباس کی خوبصورتی اور بدن کی خوشبو کا خاص خیال رکھتے تھے اور عطر کا استعمال بہت پسند فرماتے تھے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشبو: حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ ”رسول اللہ ﷺ کا بدن کھلے رنگ کا تھا اور چلتے تھے تو نپے تلے قدموں سے، اور آپ کی ہتھیلی مجھے ریشم اور مخمل سے بھی نرم محسوس ہوئی، اور آپ کے بدن کی خوشبو مشک و عنبر سے بھی زیادہ اچھی لگی، آپ کا ہاتھ اس قدر خوشبودار ہوتا تھا جیسے ابھی عطار کی عطردانی سے نکلا ہو۔ جب آپ تشریف لا رہے ہوتے تھے تو ہم دور سے ہی آپ کے بدن اور کپڑوں کی خوشبو سے آپ کو پہچان لیتے تھے۔“

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ انور: حضرت انسؓ یہ بھی فرماتے تھے کہ ”رسول اللہ ﷺ کو اگر کوئی خوشبو پیش کرتا تھا تو آپ کبھی رد نہیں فرماتے تھے۔ آپ کا چہرہ انتہائی حسین تھا، ایسا روشن جیسے آفتاب۔ اور جب آپ خوش ہوتے تھے تو آپ کا چہرہ انور چمک اٹھتا تھا جیسے چاند کا ٹکڑا ہو۔“ حضرت جابر بن سمرہؓ فرماتے ہیں کہ ”میں نے ایک مرتبہ چاندنی رات میں آپ کو دیکھا، اس وقت آپ سرخ دھاریوں والا جوڑا پہنے ہوئے تھے۔ آپ اس وقت مجھے چاند سے بھی زیادہ خوبصورت نظر آ رہے تھے۔“

زیب و زینت کا اہتمام کی تاکید: آپ سب مسلمانوں کو بھی ظاہری زیب و زینت کا اہتمام رکھنے کی تاکید فرماتے تھے۔

حضرت ابوالاحوصؓ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ وہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو اس وقت وہ خراب کپڑے پہنے ہوئے تھے۔

رسول اللہ ﷺ نے ان سے پوچھا: ”کیا تمہارے پاس کچھ مال و دولت ہے؟“ میں نے کہا: ”جی ہاں ہے“۔ آپ نے پوچھا: کیا کیا مال ہے؟ میں نے کہا: ”اونٹ ہیں، گائے بکریاں ہیں، گھوڑے اور غلام ہیں۔“ آپ نے فرمایا: ”جب اللہ تعالیٰ

نے تمہیں اتنا مال دیا ہے تو اس کے انعام واکرام کا اثر تم پر نظر آنا چاہیے۔"
رسول اللہ ﷺ فرماتے تھے: جس کو اللہ تعالیٰ اپنی نعمت سے نوازے تو اللہ تعالیٰ یہ بھی پسند فرماتا ہے کہ اس کی نعمت کا اثر اپنے بندہ پر نظر آئے۔ حضرت جابر بن عبداللہؓ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ ہم سے ملنے ہمارے گھر تشریف لائے تو وہاں دیکھا کہ ایک شخص کے بال بکھرے ہوئے اور پراگندہ ہیں۔ اس کو دیکھ کر آپ نے فرمایا کہ "اس کو کوئی ایسی چیز نہیں ملی جس سے یہ اپنے بال سنوار لیتا؟" اسی طرح آپ نے ایک دوسرے شخص کو میلے کپڑوں میں دیکھا تو فرمایا "کیا اس کو پانی نہیں ملا کہ اس سے اپنے کپڑے دھولیتا؟" آپ فرماتے تھے کہ "جس کے سر پر بال ہوں تو اس کو چاہیے کہ ان کو سنوار کر رکھے"۔
الغرض آپ لوگوں کو ہمیشہ عمدہ لباس، اچھی شکل وصورت اور خوشبو کے استعمال کی ترغیب فرماتے رہتے تھے۔ آپ لوگوں سے اکثر فرماتے تھے کہ "اللہ تعالیٰ خود جمیل اور جمال کو پسند فرماتا ہے۔" (مسلم: ج:۱: ص ۶۵۷: رقم الحدیث ۹۱)

قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِيْنَةَ اللّٰهِ الَّتِيْٓ اَخْرَجَ لِعِبَادِهٖ وَالطَّيِّبٰتِ مِنَ الرِّزْقِ ۭ قُلْ هِىَ لِلَّذِيْنَ
اے پیغمبر! آپ کہہ دیجئے کس نے حرام قرار دیا ہے اللہ کی زینت کو جو اس نے نکالی ہے اپنے بندوں کیلئے اور پاکیزہ چیزیں روزی سے۔ آپ کہہ دیجئے یہ چیزیں ان کیلئے
اٰمَنُوْا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا خَالِصَةً يَّوْمَ الْقِيٰمَةِ ۭ كَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ۝۳۲
ہیں جو ایمان لائے دنیا کی زندگی میں اور یہ خالص ہوں گی ان کیلئے قیامت کے دن۔ اسی طرح ہم تفصیل سے بیان کرتے ہیں آیتیں ان لوگوں کیلئے جو علم رکھتے ہیں ﴿۳۲﴾
قُلْ اِنَّمَا حَرَّمَ رَبِّيَ الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ وَالْاِثْمَ وَالْبَغْيَ بِغَيْرِ الْحَقِّ
اے پیغمبر! آپ کہہ دیجئے بیشک حرام قرار دیا ہے میرے پروردگار نے بے حیائی کی باتوں کو جو ظاہر ہوں ان میں سے یا پوشیدہ اور گناہ اور ناحق سرکشی (کو حرام قرار دیا ہے)
وَاَنْ تُشْرِكُوْا بِاللّٰهِ مَا لَمْ يُنَزِّلْ بِهٖ سُلْطٰنًا وَّاَنْ تَقُوْلُوْا عَلَي اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ۝۳۳
اور یہ کہ تم شریک بناؤ اللہ تعالیٰ کے ساتھ ایسی چیزوں کو جن کے بارے میں اس نے کوئی دلیل نہیں اتاری اور یہ کہ تم کہو اللہ پر وہ بات جو تم نہیں جانتے ﴿۳۳﴾
وَلِكُلِّ اُمَّةٍ اَجَلٌ ۚ فَاِذَا جَاۗءَ اَجَلُهُمْ لَا يَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَةً وَّلَا يَسْتَقْدِمُوْنَ ۝۳۴ يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ
اور ہر ایک امت کیلئے ایک وقت مقرر ہے جب آ جائے گا ان کا وعدہ تو نہیں پیچھے ہٹیں گے اس سے ایک گھڑی اور نہ آگے ہوں گے ﴿۳۴﴾ اے اولاد آدم! جب آئیں گے
اِمَّا يَاْتِيَنَّكُمْ رُسُلٌ مِّنْكُمْ يَقُصُّوْنَ عَلَيْكُمْ اٰيٰتِيْ ۙ فَمَنِ اتَّقٰى وَاَصْلَحَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ
تمہارے پاس رسول تم میں سے بیان کریں گے تم پر میری آیتیں پس جو شخص بچ گیا اور اس نے اصلاح کی پس نہیں خوف ہوگا
وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ۝۳۵ وَالَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَاسْتَكْبَرُوْا عَنْهَآ اُولٰۗىِٕكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ
ان پر اور نہ وہ غمگین ہوں گے ﴿۳۵﴾ اور وہ لوگ جنہوں نے جھٹلایا ہماری آیتوں کو اور تکبر کیا ان سے یہی لوگ ہیں دوزخ والے
فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ۝۳۶ فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰي عَلَي اللّٰهِ كَذِبًا اَوْ كَذَّبَ بِاٰيٰتِهٖ ۭ اُولٰۗىِٕكَ يَنَالُهُمْ
وہ اس میں ہمیشہ رہنے والے ہوں گے ﴿۳۶﴾ پس کون زیادہ ظالم ہے اس شخص سے جو اللہ پر جھوٹ باندھتا ہے یا اس کی آیتوں کو جھٹلاتا ہے یہی لوگ ہیں جن کو پہنچے گا ان کا حصہ

نَصِيبُهُم مِّنَ الْكِتَابِ ۖ حَتَّىٰ إِذَا جَاءَتْهُمْ رُسُلُنَا يَتَوَفَّوْنَهُمْ قَالُوا أَيْنَ مَا كُنتُمْ تَدْعُونَ

جو کتاب میں لکھا ہوا ہے یہاں تک کہ جب آ جائیں ان کے پاس ہمارے بھیجے ہوئے فرشتے جو ان کو وفات دیتے ہیں (ان کی جانیں قبض کرتے ہیں) تو وہ کہیں گے تم کہاں تھے

مِن دُونِ اللَّهِ ۖ قَالُوا ضَلُّوا عَنَّا وَشَهِدُوا عَلَىٰ أَنفُسِهِمْ أَنَّهُمْ كَانُوا كَافِرِينَ ﴿٣٧﴾

کس کو پکارتے تھے اللہ کے سوا۔ وہ کہیں گے وہ ہم سے گم ہو گئے ہیں اور گواہی دیں گے اپنے نفسوں پر کہ بیشک تھے وہ کفر کرنے والے ﴿۳۷﴾

قَالَ ادْخُلُوا فِي أُمَمٍ قَدْ خَلَتْ مِن قَبْلِكُم مِّنَ الْجِنِّ وَالْإِنسِ فِي النَّارِ ۖ كُلَّمَا دَخَلَتْ

فرمائے گا (اللہ تعالیٰ) ان سے داخل ہو جاؤ دوزخ میں ان امتوں میں شامل ہو کر جو تم سے پہلے گزری ہیں جنوں اور انسانوں میں سے جب بھی داخل ہو گی

أُمَّةٌ لَّعَنَتْ أُخْتَهَا ۖ حَتَّىٰ إِذَا ادَّارَكُوا فِيهَا جَمِيعًا قَالَتْ أُخْرَاهُمْ لِأُولَاهُمْ رَبَّنَا هَٰؤُلَاءِ أَضَلُّونَا

ایک امت تو دوسری پر لعنت کرے گی یہاں تک کہ جب سارے اس میں جمع ہو جائیں گے تو پچھلے کہیں گے پہلوں سے اے ہمارے پروردگار انہوں نے ہمیں گمراہ کیا لهذا

فَآتِهِمْ عَذَابًا ضِعْفًا مِّنَ النَّارِ ۖ قَالَ لِكُلٍّ ضِعْفٌ وَلَٰكِن لَّا تَعْلَمُونَ ﴿٣٨﴾ وَقَالَتْ

تو ان کو دگنا عذاب دے دوزخ میں فرمائے گا (اللہ تعالیٰ) تم میں سے ہر ایک کیلئے دگنا ہے لیکن تم نہیں جانتے ﴿۳۸﴾ اور کہیں گے پہلے

أُولَاهُمْ لِأُخْرَاهُمْ فَمَا كَانَ لَكُمْ عَلَيْنَا مِن فَضْلٍ فَذُوقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنتُمْ تَكْسِبُونَ ﴿٣٩﴾

پچھلوں سے پس نہ ہوئی تمہارے لئے ہمارے مقابلے میں کچھ بڑائی۔ پس چکھو عذاب اس کے سبب جو تم کماتے تھے ﴿۳۹﴾

﴿۳۲﴾ قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِينَةَ اللهِ... الخ ربط آیات: اوپر تحریمات عباد کی تردید تھی کہ مشرکین بیت اللہ کا طواف لباس اتار کر کرتے تھے، اور ان دنوں میں گوشت انڈے نہ کھاتے تھے۔ کہ ہم رب کی عبادت کرتے ہیں، اب بھی تحریمات عباد کی تردید ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ کس نے اللہ کی زینت حرام کی ہے۔

خلاصہ رکوع ❹ فرائض خاتم الانبیاء سے تحریمات عباد کی تردید، تحریمات الٰہیہ کا بیان، ازالہ شبہ، ارسال انبیاء کا مقصد، مکذبین کا انجام اخروی، مکذبین کے لئے زجر، مکالمہ خداوندی برائے نتیجہ اخروی، متبوعین کا مکالمہ، جواب ربانی، جواب تابعین۔ ماخذ آیات ۳۲ تا ۳۹+

فرائض خاتم الانبیاء ﷺ سے تحریمات عباد کی تردید: فرمایا آپ ان سے دریافت کیجئے! آخر یہ تو بتاؤ کہ اللہ تعالیٰ نے جو زینت کا لباس اپنے بندوں کے لئے پیدا کیا ہے اور پاکیزہ اور ستھری روزی اور کھانے پینے کی چیزیں پیدا کی ہیں اپنے بندوں کیلئے نہ کہ غیر اللہ کے نام پر دینے کیلئے مگر ان سے پوچھئے کہ ان چیزوں کو کس نے حرام کر دیا؟ قُلْ هِيَ الخ آپ فرما دیجئے اللہ تعالیٰ کی پیدا کی ہوئی زینت اور عمدہ رزق دراصل دنیا میں بھی مؤمنوں ہی کیلئے ہے نہ کہ غیر اللہ کیلئے اور کافر بالتبع نفع اٹھاتے ہیں۔

﴿۳۳﴾ تحریمات الٰہیہ کا بیان: یہ چیزیں قطعاً حرام ہیں۔ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ الخ ایک تفسیر یہ ہے "ما ظهر" سے برہنہ طواف کرنا مراد ہے اور "وما بطن" سے زنا مراد ہے۔ دوسری تفسیر یہ ہے کہ "ما ظهر" سے علانیہ زنا مراد ہے اور "ما بطن" سے پوشیدہ زنا کرنا مراد ہے تیسری تفسیر یہ ہے "ما ظهر" مردوں کا عورتوں کے ساتھ طواف کرنا مراد ہے اور "ما بطن" سے عورتوں کا رات کو برہنہ طواف کرنا مراد ہے۔ (روح المعانی: ص ۱۹۱: ج ۸)

﴿۳۴﴾ازالہ شبہ : کہ پھر یہ مرتکب مناہی زندہ کیوں ہیں گرفت کیوں نہیں ہوتی ؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ ہر ایک کی موت وحیات کا ایک وقت متعین ہے جس کسی کا وقت پورا ہوگا وہ فنا ہوجائے گا۔

﴿۳۵﴾ارسال انبیاء کا مقصد : اولاد آدم کو خطاب فرمایا کہ جب ایسا ہو کہ میرے رسول تمہارے پاس آئیں اور وہ تم کو میرے احکام سنائیں اور وہ رسول بھی تم میں سے ہوں تو جوان کا کہا مانے گا اور ان کی تکذیب نہیں کرے گا اور اپنی اصلاح اور درستی کرلے گا تو پھر وہ اپنے باپ کی میراث جنت کو حاصل کرلے گا۔ چنانچہ یہ ارسال رسل کا سلسلہ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم تک حسب وعدہ جاری رہا یہ خطاب یا تو عالم ارواح میں کیا گیا جیسا کہ بعض نے کہا اور یا یہ خطاب حضرت آدم کے زمین پر اترآنے کے بعد کیا گیا جیسا کہ ظاہر یہی ہے۔ (کشف الرحمٰن)

قادیانیوں کا مرزے کی نبوت پر استدلال ❶

اس آیت سے مرزائیوں نے مرزے کی نبوت پر استدلال کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بھی رسول آسکتے ہیں۔

تو اس کا ایک جواب : یہ ہے کہ یہ خطاب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کو نہیں بلکہ اس خطاب کا تعلق حضرت آدم علیہ السلام کے قصہ سے ہے اور یہ اس وقت کا حکم ہے جب دنیا کی ابتداء تھی اور زمین پر کوئی نبی مبعوث نہیں ہوا تھا جیسا کہ ابن جریر رحمہ اللہ نے ابو یسار سلمی رحمہ اللہ سے نقل کیا ہے کہ یہ خطاب یعنی "یٰبَنِیْۤ اٰدَمَ اِمَّا یَاْتِیَنَّكُمْ رُسُلٌ مِّنْكُمْ" الخ کل اولاد آدم کو ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے آدم اور انکی ذریت کو اپنے دست قدرت میں لیکر عالم ارواح میں فرمایا تھا۔ (روح المعانی، ج: ۸، ص۔ ۴۹۴)

اس کا دوسرا جواب : یہ ہے جب سے اولاد آدم چلی اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو نبوت دی پھر یہ سلسلہ چلتا رہا حتی کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام تشریف لائے ان کی زبان پر حق تعالیٰ شانہ نے اعلان کروایا کہ "مُبَشِّرًۢا بِرَسُوْلٍ یَّاْتِیْ مِنْۢ بَعْدِی اسْمُهٗۤ اَحْمَدُ" میں اپنے بعد ایک رسول کی بشارت سناتا ہوں جن کا نام احمد ہوگا جب وہ دنیا میں تشریف لائے تو حق تعالیٰ نے فرمایا "مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَاۤ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِیّٖنَ" تو اس میں اولاد آدم آپ سے پہلے کے ہیں وہ مراد ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کے اولاد آدم کو خطاب نہیں ہے۔

آپ پر نبوت ورسالت کے ملنے کا دروازہ ہمیشہ کے لئے بند ہوچکا ہے۔ جیسا کہ آیات قرآنیہ اور احادیث متواترہ سے روز روشن کی طرح واضح ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد قیامت تک کوئی نبی مبعوث نہ ہوگا۔ ختم نبوت کا مسئلہ قطعی اور یقینی ہے "لا شك فیه"۔

مرزائیوں کا استدلال ❷

کہ نبوت ایک نعمت ہے امت محمدیہ باوجود خیر الامم ہونے کے اس نعمت سے کیسے محروم رہے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ تشریعی نبوت سب سے ہی اعلیٰ اور اکمل نعمت ہے تو جب سابقہ امتوں کو تشریعی نبی اور رسول ملتے رہے تو یہ امت تشریعی نبوت ورسالت کی نعمت سے کیونکر محروم رہے جب کہ مرزے کے نزدیک بھی خاتم النبیین کے بعد نبوت تشریعی کا دروازہ بند ہے کہ خاتم الانبیاء کے بعد قیامت تک نہ کوئی جدید شریعت آسکتی ہے اور نہ کوئی صاحب کتاب رسول آسکتا ہے۔ صرف غیر تشریعی نبوت کا دروازہ کھلا ہے۔ تو پھر مرزائیوں کو چاہئے کہ کھل کر اعلان کریں کہ تشریعی نبوت کا دروازہ بھی کھلا ہے۔ پھر ظلی اور بروزی نبوت کا نام لینے کی ضرورت کیا ہے؟ (تفصیل سورۃ فاتحہ میں دیکھیں)

﴿۳۶﴾ مکذبین کا انجام اخروی : اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل کردہ احکام کی تکذیب کرنے والے ہمیشہ دوزخ میں رہیں گے۔

﴿۳۷﴾ مکذبین کے لئے زجر: "افْتَرٰی عَلَی اللّٰهِ" کا مطلب یہ ہے کہ اللہ کے لئے شریک اور بیوی بچے قرار دیتے ہیں۔ اور اسکی آیات کی تکذیب کا مطلب یہ ہے کہ جو احکام اللہ کی طرف سے نہیں ہیں انکی نسبت اللہ کی طرف کرتے ہیں اور جو حقیقۃً اللہ تعالیٰ کے احکام ہیں انکو نہیں مانتے۔ وَشَهِدُوْا... الخ اور اپنے کافر ہونے کا اقرار کرنے لگیں گے، اور بعض آیات میں جو آیا ہے کہ وہ اپنے کفر اور شرک کا انکار کریں گے، وہ اس آیت کے منافی نہیں اس لیے کہ قیامت کے دن مختلف مواقع اور مختلف احوال ہونگے۔ کسی جگہ انکار کریں گے اور کسی جگہ اقرار کریں گے۔ (محصلہ معارف القرآن: ص ۱۴۰: ج ۳ کاندھلوی ﷫)

﴿۳۸﴾ مکالمہ خداوندی برائے نتیجہ اخروی: اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ تم سب دوزخ میں داخل ہو جاؤ جب ایک امت داخل ہوگی تو دوسری پر لعنت کرے گی۔ یعنی یہودی یہودیوں پر لعنت کریں گے عیسائی عیسائیوں پر، مجوسی مجوسیوں پر، غرض اس مصیبت میں ایک دوسرے کی ہمدردی کی بجائے ایک دوسرے پر لعنت کریں گے۔ جب سب دوزخ میں گر جائیں گے، تو ان کے پچھلے جو بعد میں داخل ہوئے یعنی عوام الناس پہلوں سے کہیں گے یعنی سرداروں سے جن کی اتباع کرتے تھے۔

قَالَتْ اُخْرٰىهُمْ... الخ متبوعین کا مکالمہ: اے ہمارے رب انہوں نے ہمیں گمراہ کیا تھا، ہم انہیں بڑا سمجھتے تھے ہمیں کیا خبر تھی کہ یہ خود بھی گمراہ ہیں اور ہمیں بھی گمراہ کر رہے ہیں اور یہی ہماری گمراہی کا سبب ہیں۔ فَاٰتِهِمْ... الخ مطالبہ: پس تو انہیں آگ کا دگنا عذاب دے۔ قَالَ لِكُلٍّ... الخ جواب ربانی: اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ دونوں کو دگنا عذاب ہے لیکن تم نہیں جانتے۔

پہلی جماعت کو اس لیے دگنا عذاب ہے کہ وہ خود گمراہ ہوئے، اور دوسروں کے لیے گمراہی کی راہ ڈالی، اور پچھلی جماعت کو اس لیے دگنا عذاب ہے کہ وہ خود بھی گمراہ ہوئے باوجود اس کے کہ ان کے پاس انبیاء کرام اور ان کے وارثوں نے براہین قاطعہ سے تم پر حق کا حق ہونا اور باطل کا باطل ہونا واضح کر دیا پھر بھی تم نے گمراہوں کا اتباع کیا، اور تم نے اہل حق کو چھوڑ دیا۔ اور دوسری وجہ یہ ہے کہ تم پچھلے لوگوں کے حال سے متنبہ نہ ہوئے بلکہ تم نے انکی اندھا دھند تقلید کی اور عبرت حاصل نہ کی۔ (معارف القرآن: ص ۱۵۰: ج ۳ کاندھلوی ﷫)

﴿۳۹﴾ تابعین کا جواب مکالمہ: اور اس پر پہلے لوگ پچھلوں سے کہیں گے بس اب تم کو ہم پر کوئی فضیلت نہ رہی کہ ہمارے مقابلہ میں عذاب کم دیا جائے لہٰذا تم اس کمائی کی پاداش میں جو کمایا کرتے تھے دگنے عذاب کا مزہ چکھتے رہو بہر حال ہر شخص اپنے اپنے کرتوتوں کا مزہ چکھے گا کوئی فریق نہیں بچ سکے گا۔

اِنَّ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَاسْتَكْبَرُوْا عَنْهَا لَا تُفَتَّحُ لَهُمْ اَبْوَابُ السَّمَآءِ وَلَا يَدْخُلُوْنَ

بیشک جن لوگوں نے جھٹلایا ہماری آیتوں کو اور تکبر کیا ان سے نہیں کھولے جائیں گے ان کیلئے آسمان کے دروازے سے اور نہیں داخل ہوں گے

الْجَنَّةَ حَتّٰى يَلِجَ الْجَمَلُ فِيْ سَمِّ الْخِيَاطِ ۭ وَكَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُجْرِمِيْنَ ۝۴۰ لَهُمْ مِّنْ جَهَنَّمَ

وہ جنت میں یہاں تک کہ داخل ہو جائے اونٹ سوئی کے ناکے میں اور اسی طریقے سے ہم بدلہ دیتے ہیں مجرموں کو ﴿۴۰﴾ ان کیلئے جہنم میں

مِهَادٌ وَّمِنْ فَوْقِهِمْ غَوَاشٍ ۭ وَكَذٰلِكَ نَجْزِي الظّٰلِمِيْنَ ۝۴۱ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا

بچھونے ہوں گے اور اوپر سے اوڑھنے کیلئے بھی اور اسی طرح ہم بدلہ دیتے ہیں ظلم کرنے والوں کو ﴿۴۱﴾ اور وہ لوگ جو ایمان لائے اور جنہوں نے اچھے اعمال

الصّٰلِحٰتِ لَا نُكَلِّفُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَآ ۡ اُولٰۗىِٕكَ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ۝۴۲

انجام دیئے ہم نہیں تکلیف دیتے کسی نفس کو مگر اس کی طاقت کے مطابق یہی لوگ ہیں جنت والے وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے ﴿۴۲﴾

وَنَزَعْنَا مَا فِي صُدُورِهِم مِّنْ غِلٍّ تَجْرِي مِن تَحْتِهِمُ الْأَنْهَارُ ۖ وَقَالُوا الْحَمْدُ لِلَّهِ

اور نکال لیں گے ہم جو کچھ ان کے سینوں میں ہوگا کدورت سے جاری ہوں گی ان کے سامنے نہریں اور وہ کہیں گے الحمدللہ یعنی سب تعریفیں اللہ کیلئے

الَّذِي هَدَانَا لِهَٰذَا وَمَا كُنَّا لِنَهْتَدِيَ لَوْلَا أَنْ هَدَانَا اللَّهُ ۖ لَقَدْ جَاءَتْ رُسُلُ رَبِّنَا بِالْحَقِّ ۖ

ہیں جس نے ہماری راہنمائی کی اس مقام تک اور نہیں تھے ہم ہدایت پانے والے اگر اللہ تعالیٰ ہمیں ہدایت نہ کرتا البتہ تحقیق آئے ہیں ہمارے رب کے رسول ٹھیک بات لے

وَنُودُوا أَن تِلْكُمُ الْجَنَّةُ أُورِثْتُمُوهَا بِمَا كُنتُمْ تَعْمَلُونَ ﴿٤٣﴾ وَنَادَىٰ أَصْحَابُ الْجَنَّةِ

کر اور ان کو پکارا جائے گا (اور کہا جائے گا) کہ یہ ہے وہ جنت جو تم کو وراثت میں دی گئی ہے اس کے بدلے میں تم جو کچھ کام کرتے تھے ﴿۴۳﴾ اور پکاریں گے جنت والے

أَصْحَابَ النَّارِ أَن قَدْ وَجَدْنَا مَا وَعَدَنَا رَبُّنَا حَقًّا فَهَلْ وَجَدتُّم مَّا وَعَدَ رَبُّكُمْ

دوزخ والوں کو (اور کہیں گے) کہ بیشک ہم نے پایا ہے اس چیز کو سچا جو وعدہ کیا ہمارے رب نے ہم سے پس کیا پایا تم نے اس چیز کو سچا جو وعدہ کیا تھا تمہارے پروردگار نے

حَقًّا ۖ قَالُوا نَعَمْ ۚ فَأَذَّنَ مُؤَذِّنٌ بَيْنَهُمْ أَن لَّعْنَةُ اللَّهِ عَلَى الظَّالِمِينَ ﴿٤٤﴾ الَّذِينَ يَصُدُّونَ

تم سے وہ کہیں گے ہاں اعلان کرے گا ایک اعلان کرنے والا ان کے درمیان کہ اللہ کی لعنت ہو ظلم کرنے والوں پر ﴿۴۴﴾ وہ جو روکتے تھے اللہ کے راستے سے اور تلاش

عَن سَبِيلِ اللَّهِ وَيَبْغُونَهَا عِوَجًا وَهُم بِالْآخِرَةِ كَافِرُونَ ﴿٤٥﴾ وَبَيْنَهُمَا حِجَابٌ ۚ وَعَلَى الْأَعْرَافِ

کرتے تھے اس میں کجی اور وہ آخرت کے منکر تھے ﴿۴۵﴾ اور ان دونوں کے درمیان ایک پردہ ہوگا اور اعراف کے اوپر کچھ مرد ہوں گے

رِجَالٌ يَعْرِفُونَ كُلًّا بِسِيمَاهُمْ ۚ وَنَادَوْا أَصْحَابَ الْجَنَّةِ أَن سَلَامٌ عَلَيْكُمْ ۚ لَمْ يَدْخُلُوهَا

جو پہچانیں گے ہر ایک کو ان کی نشانیوں سے اور پکاریں گے وہ جنت والوں کو کہ سلامتی ہو تم پر وہ ابھی داخل نہیں ہوئے ہوں گے

وَهُمْ يَطْمَعُونَ ﴿٤٦﴾ وَإِذَا صُرِفَتْ أَبْصَارُهُمْ تِلْقَاءَ أَصْحَابِ النَّارِ قَالُوا رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا

اور وہ امید رکھتے ہوں گے ﴿۴۶﴾ اور جب پھیری جائیں گی ان کی نگاہیں دوزخ والوں کی طرف تو کہیں گے کہ اے ہمارے پروردگار نہ ٹھہرا ہم کو ان لوگوں

مَعَ الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ ﴿٤٧﴾

کے ساتھ جو ظلم کرنے والے ہیں ﴿۴۷﴾

﴿۴۰﴾ إِنَّ الَّذِينَ كَذَّبُوا ۔۔۔ الخ ربط آیات۔ ❶ ۔۔۔ اوپر تابعین اور متبوعین کے مکالمہ کا ذکر تھا" کما قال تعالیٰ قَالَتْ أُخْرَاهُمْ لِأُولَاهُمْ الخ اب یہاں سے اصحاب الجنہ واصحاب النار کے مکالمہ کا ذکر ہے" کما قال تعالیٰ وَنَادَىٰ أَصْحَابُ الْجَنَّةِ أَصْحَابَ النَّارِ الخ

❷ ۔۔۔ اوپر اہل ایمان اور کفار کا ذکر تھا، اب اہل ایمان کے لئے جزا اور کفار کے لئے سزا کا ذکر ہے۔

خلاصہ رکوع ❺: وقوع موت، نتیجہ مجرمین، بشارت، جملہ معترضہ، جنتیوں کی کیفیت قلبی، اصحاب جنت اور اصحاب نار کا

مکالمہ، اہل نار سے مکالمہ، جواب مکالمہ، ظالموں کے اوصاف داستان اعراف، اصحاب اعراف کا دوزخیوں کو دیکھ کر دعا کرنا۔ ماخذ آیات ۴۰ تا ۴۷+

وقوع موت سے اہل حق کی حیات بعد الممات پر دلیل۔۔۔ مطلب آیت کا یہ ہے کہ اطاعت احکام الٰہی سے انکار کرنا لباس تقویٰ سے نفرت کے قائم مقام ہے ایسے لوگ نتائج حسنہ تقویٰ سے محروم رکھے جائیں گے یعنی انکی زندگی میں ان کے اعمال وافعال آسمان پر نہیں چڑھیں گے اور انکو کوئی شرف قبولیت حاصل نہ ہوگا، حدیث پاک میں ہے آنحضرت ﷺ نے مؤمن اور کافر کی موت کا تذکرہ کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ جب ملک الموت مؤمن کی روح قبض کرتے ہیں تو وہ ایسی آسانی سے نکل آتی ہے جیسے (پانی کا) بہتا ہوا قطرہ مشکیزہ سے باہر آجاتا ہے جب وہ اسی روح کو لے لیتے ہیں تو ان کے پاس جو دوسرے فرشتے جنتی کفن اور جنتی خوشبو لئے ہوئے بیٹھے ہوتے ہیں پل بھر بھی ان کے ہاتھ میں اس کی روح کو نہیں چھوڑتے پھر وہ اسے جنتی کفن اور جنت کی خوشبو میں رکھ کر آسمان کی طرف لے کر چل دیتے ہیں، جب اس روح کو لے کر آسمان کی طرف چڑھنے لگتے ہیں تو فرشتوں کی جس جماعت پر ان کا گزر ہوتا ہے، وہ کہتے ہیں کہ یہ کون پاکیزہ روح ہے؟

وہ اس کا اچھے سے اچھا نام لے کر جواب دیتے ہیں جس سے وہ دنیا میں بلایا جاتا تھا کہ یہ فلاں بن فلاں ہے۔ اسی طرح پہلے آسمان تک پہنچ جاتے ہیں اور آسمان کا دروازہ کھلواتے ہیں حتیٰ کہ ساتویں آسمان تک پہنچ جاتے ہیں، ہر آسمان کے مقرب فرشتے دوسرے آسمان تک رخصت کرتے ہیں، جب ساتویں آسمان تک پہنچ جاتے ہیں، تو اللہ فرماتے ہیں میرے بندہ کی کتاب علیین میں لکھ دو، اور اسے زمین پر واپس لے جاؤ کیونکہ میں نے انکو زمین ہی سے پیدا کیا ہے اور اسی میں اسکو لوٹا دوں گا، اور اسی سے اسکو دوبارہ نکالوں گا چنانچہ اسکی روح اس کے جسم میں واپس کردی جاتی ہے (اس کے بعد قبر میں جو سوال وجواب ہوگا اور صحیح جواب کے بعد قبر میں جو اس کا اکرام ہوگا اس کا تذکرہ فرمایا) پھر کافر کی موت کا تذکرہ فرمایا۔

اور فرمایا بلاشبہ جب کافر بندہ دنیا سے جانے اور آخرت کا رخ کرنے کو ہوتا ہے تو سیاہ چہروں والے فرشتے آسمان سے اس کے پاس آتے ہیں، جن کے پاس ٹاٹ ہوتے ہیں اور اس سے اتنی دور بیٹھ جاتے ہیں، جہاں تک اسکی نظر پہنچتی ہے، پھر ملک الموت تشریف لاتے ہیں، حتیٰ کہ اس کے سر کے پاس بیٹھ جاتے ہیں، پھر کہتے ہیں کہ اے خبیث جان! اللہ کی ناراضگی کی طرف نکل، ملک الموت کا یہ فرمان سن کر روح، اس کے جسم میں ادھر ادھر بھاگی پھرتی ہے، لہذا ملک الموت اسکی روح کو جسم سے اس طرح نکالتے ہیں جیسے بوٹیاں بھوننے کی سیخ بھیگے ہوئے اون سے صاف کی جاتی ہے (یعنی کافر کی روح کو جسم سے زبردستی اس طرح نکالتے ہیں جیسے بھیگا ہوا اون کانٹے دار سیخ پر لپیٹا ہوا ہو اور اسکو زور سے کھینچا جائے) پھر اسکی روح کو ملک الموت (اپنے ہاتھ میں) لے لیتے ہیں۔

پھر فرشتے اس کی روح کو بدبودار ٹاٹوں میں لپیٹ کر آسمان کی طرف چڑھتے ہیں، اور فرشتوں کی جس جماعت پر بھی پہنچتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ یہ کون خبیث روح ہے؟ وہ اس کا برے سے برا نام لے کر کہتے ہیں جس سے وہ دنیا میں بلایا جاتا تھا کہ فلاں بن فلاں ہے حتیٰ کہ وہ اسے لے کر قریب والے آسمان تک پہنچتے ہیں اور دروازہ کھلوانا چاہتے ہیں مگر اس کے لئے دروازہ نہیں کھولا جاتا۔

لَا تُفَتَّحُ لَهُمْ أَبْوَابُ السَّمَاءِ : کا مطلب یہی ہے کہ کفار کی ارواح کو آسمان کی طرف فرشتے لے جاتے ہیں تو ان کے لئے دروازے نہیں کھولے جاتے، اور ان کو وہیں سے پھینک دیا جاتا ہے۔ (مفصل حدیث مشکوۃ المصابیح : ص ۱۴۲:۱۴۳ ج ۱: پر موجود ہے) یہ حدیث حیات بعد الممات پر اہل حق کی کھلی دلیل ہے۔

وَلَا يَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ حَتَّىٰ يَلِجَ الْجَمَلُ فِي سَمِّ الْخِيَاطِ... الخ یہ تعلیق بالمحال کے طور پر فرمایا ہے مطلب یہ ہے کہ نہ اونٹ سوئی کے ناکہ میں داخل ہوسکتا ہے اور نہ یہ لوگ جنت میں داخل ہوسکتے ہیں۔ (انوار البیان: ص ۲۶۰ ج ۳)

﴿۴۱﴾ نتیجہ مجرمین : بے انصافوں کو ایسی ہی سزا ملا کرتی ہے کہ ان کا اوڑھنا بچھونا سب ہی آگ ہوگا گویا کہ یہ لباس التقویٰ سے اعراض کرنے والوں کی سزا ہے۔

﴿۴۲﴾ بشارت : اس آیت میں لباس التقویٰ سے ملبوس جماعت کی جزاء خیر کا ذکر ہے۔

لَا نُكَلِّفُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَآ : جملہ معترضہ : مطلب یہ ہے کہ آدمی سے عمل صالح اسی قدر مطلوب ہے جتنا اسکی قدرت اور طاقت میں ہو اس سے زائد کا مطالبہ نہیں کیا جا رہا ہے۔

﴿۴۳﴾ جنتیوں کی کیفیت قلبی : اہل جنت کی ایک خاص نعمت کا تذکرہ فرمایا ہے وہ یہ کہ دنیا میں ان کے دلوں میں جو تھوڑا بہت کینہ تھا آپس میں کدورت تھی وہ نکال دی جائے گی اور پکار کر کہا جائے گا کہ یہ تمہارے سابقہ اعمال کی جزا ہے اور وہ اقرار کریں گے کہ واقعی ہمیں انبیاء علیہم السلام نے صحیح راہ دکھائی تھی۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ نیک لوگوں کے دلوں میں بھی باہم خفگی اور رنجش ہوگی لیکن جنت کے قریب پہنچ کر سب کے دل صاف ہو جائیں گے۔ حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا کہ میں اور عثمان اور طلحہ اور زبیر رضی اللہ عنہم ان لوگوں میں سے ہیں جنہیں جنت کے وارث فرمایا یعنی آدم کی میراث پائی۔

(مظہری: ص ۳۵۱؛ ج ۳؛ روح المعانی: ص ۵۰۲؛ ج ۸؛ ابن کثیر: ص ۵۶؛ ج ۳؛ بحر محیط: ص ۲۹۸؛ ج ۴؛ خازن: ص ۹۴؛ ج ۲)

﴿۴۴﴾ اصحاب جنت اور اصحاب نار کا مکالمہ : اور اہل جنت اہل نار سے پکار پکار کر کہیں گے ہمارے پروردگار نے جو ہم سے وعدہ کیا تھا ہم نے اس کو بالکل حق پایا اور وہ واقعے کے مطابق نکلا اور جو کچھ اللہ کے نبیوں نے فرمایا تھا وہ حرف بحرف صحیح نکلا اور نیک اعمال کے صلہ میں ہم کو جنت مل گئی۔ فَهَلْ وَجَدْتُّمْ ... الخ اہل نار سے مکالمہ : مگر تم بتاؤ تمہارے رب نے تم سے جو وعدہ کیا تھا تم نے بھی اس کو واقعے کے مطابق پایا اور تم کو جہنم میں جانا پڑا۔ قَالُوْا نَعَمْ ... الخ جواب مکالمہ : اہل جہنم کہیں گے ہاں سچا پایا اور وہی ہوا جو خدا کے پیغمبروں نے کہا تھا جب کوئی پکارنے والا خاص فرشتہ ان اہل جنت اور اہل جہنم کے مابین پکار کر کہے گا کہ اللہ تعالیٰ کی پھٹکار ہو ان ظالمین پر۔ قیامت کے دن اسباب لباس تقویٰ سے انکار کرنے والے کا بھی مان جائیں گے کہ قصور واقعی ہمارا ہی تھا ورنہ انبیاء علیہم السلام کی تعلیم بالکل درست تھی۔ ﴿۴۵﴾ ظالموں کے اوصاف ا۔ ۲۔ ۳۔ تفصیل آیت میں موجود ہے۔

﴿۴۶﴾ داستان اعراف : یہاں سے ایک تیسری جماعت کا ذکر ہے جنہیں اعراف میں ٹھہرنے کا حکم ہوگا۔ جنت اور دوزخ کے درمیان ایک دیوار حائل ہے جسکا نام اعراف ہے جس کا خاصہ یہ ہوگا کہ جنت کا اثر دوزخ تک اور دوزخ کا اثر جنت تک نہیں پہنچنے دے گی کیونکہ اگر اہل جنت کو نار کا کوئی اثر پہنچے تو ان کے لئے باعث ایذاء ہے اور اگر اہل جنت کا کوئی اثر اہل دوزخ تک پہنچے تو ان کے عذاب اور مصیبت میں کمی آ جائے، اس لئے درمیان میں ایک پردہ قائم کر دیا گیا کہ ادھر کا اثر ادھر نہ پہنچ سکے۔

اعراف کو اعراف کہنے کی وجہ یہ ہے کہ اہل اعراف ہر شخص کو اوپر سے دیکھ کر پہچان لیں گے کہ یہ جنتی ہے اور یہ دوزخی ہے۔

(ابن کثیر: ص ۵۸؛ ج ۳؛ خازن: ص ۹۶؛ ج ۲؛ بحر محیط: ص ۱۰۱؛ ج ۳)

حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ سے کسی نے پوچھا کہ اصحاب اعراف کون ہیں؟ فرمایا وہ لوگ ہیں جن کی نیکیاں اور برائیاں برابر ہیں برائیوں نے جنت میں جانے سے روکا۔ اور نیکیوں نے جہنم کی آگ سے بچایا۔ سو وہ اس دیوار پر ٹھہریں گے جب تک کہ اللہ تعالیٰ ان کے حق میں فیصلہ نہ کرے۔ (ابن کثیر: ص ۵۸؛ ج ۳؛ خازن: ص ۹۶؛ ج ۲؛ منیر: ص ۲۱۶؛ ج ۸)

جمہور سلف اور خلف کا مذہب بھی یہی ہے۔ (تفصیل کے لئے قرطبی دیکھیں)

يَعْرِفُوْنَ...الخ وہ ہر ایک کو علامتوں سے پہچانتے ہوں گے یعنی اہل جنت کے چہروں پر نورانیت اور اہل دوزخ کے چہروں پر ظلمت اور کدورت ہوگی جیسا کہ دوسری آیت میں ہے "وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ مُّسْفِرَةٌ ضَاحِكَةٌ مُّسْتَبْشِرَةٌ" (سورۃ عبس آیت ۳۸، ۳۹) اور یہ اہل اعراف اہل جنت کو پکار کر سلام کریں گے ابھی یہ اہل اعراف جنت میں داخل نہیں ہوئے ہونگے، اور اس کے امیدوار ہونگے چنانچہ احادیث میں آیا ہے کہ ان کی امید پوری کردی جائے گی اور جنت میں جانے کا حکم ہوجائے گا۔

﴿۴۷﴾ اصحاب اعراف کا دوزخیوں کو دیکھ کر دعا کرنا: اصحاب اعراف جب اہل دوزخ کو دیکھیں گے تو اس وقت حق تعالیٰ شانہ سے درخواست کریں گے کہ ہمیں کافروں کے ساتھ دوزخی نہ بنا دیجئے۔

وَنَادٰٓى اَصْحٰبُ الْاَعْرَافِ رِجَالًا يَّعْرِفُوْنَهُمْ بِسِيْمٰهُمْ قَالُوْا مَآ اَغْنٰى عَنْكُمْ جَمْعُكُمْ وَمَا

اور پکاریں گے اعراف والے ان کو جن کو پہچانیں گے ان کی نشانیوں سے اور کہیں گے نہ بچایا تم کو تمہاری جماعتوں نے اور جو کچھ

كُنْتُمْ تَسْتَكْبِرُوْنَ ﴿۴۸﴾ اَهٰٓؤُلَآءِ الَّذِيْنَ اَقْسَمْتُمْ لَا يَنَالُهُمُ اللّٰهُ بِرَحْمَةٍ ؕ اُدْخُلُوا الْجَنَّةَ لَا خَوْفٌ

تم تکبر کرتے تھے ﴿۴۸﴾ کیا یہ وہ لوگ ہیں کہ تم قسمیں اٹھاتے تھے کہ ان کو اللہ تعالیٰ رحمت نہیں پہنچائے گا (ان سے تو کہا گیا ہے) داخل ہوجاؤ جنت میں نہ تم پر خوف ہوگا

عَلَيْكُمْ وَلَآ اَنْتُمْ تَحْزَنُوْنَ ﴿۴۹﴾ وَنَادٰٓى اَصْحٰبُ النَّارِ اَصْحٰبَ الْجَنَّةِ اَنْ اَفِيْضُوْا عَلَيْنَا

اور نہ غمگین ہوں گے ﴿۴۹﴾ اور پکاریں گے دوزخ والے جنت والوں کو کہ بہا دو ہمارے اوپر تھوڑا سا پانی یا جو کچھ اللہ نے تمہیں روزی دی ہے

مِنَ الْمَآءِ اَوْ مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ ؕ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ حَرَّمَهُمَا عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ﴿۵۰﴾ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا

اس میں سے تو کہیں گے (جنت والے) بیشک اللہ نے ان دونوں چیزوں کو حرام کر دیا ہے کفر کرنے والوں پر ﴿۵۰﴾ جنہوں نے ٹھہرایا اپنے دین کو

دِيْنَهُمْ لَهْوًا وَّلَعِبًا وَّغَرَّتْهُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا ۚ فَالْيَوْمَ نَنْسٰىهُمْ كَمَا نَسُوْا لِقَآءَ يَوْمِهِمْ هٰذَا ۙ

کھیل اور تماشہ اور دھوکہ دیا ان کو دنیا کی زندگی نے پس آج ہم ان کو فراموش کردیں گے جیسا کہ انہوں نے فراموش کیا اس دن کی ملاقات کو اور جیسا کہ

وَمَا كَانُوْا بِاٰيٰتِنَا يَجْحَدُوْنَ ﴿۵۱﴾ وَلَقَدْ جِئْنٰهُمْ بِكِتٰبٍ فَصَّلْنٰهُ عَلٰى عِلْمٍ هُدًى

وہ ہماری آیتوں کا انکار کرتے تھے ﴿۵۱﴾ اور البتہ ہم لائے ہیں ان کے پاس ایک کتاب جس کو ہم نے تفصیل سے بیان کیا ہے علم کے ساتھ وہ ہدایت اور

وَّرَحْمَةً لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ﴿۵۲﴾ هَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّا تَاْوِيْلَهٗ ؕ يَوْمَ يَاْتِيْ تَاْوِيْلُهٗ يَقُوْلُ الَّذِيْنَ

رحمت ہے ان لوگوں کیلئے جو ایمان لاتے ہیں ﴿۵۲﴾ یہ منکرین نہیں انتظار کرتے مگر اس کے مصداق ظاہر ہونے کا جس دن اس کا مصداق آجائے گا تو کہیں گے وہ لوگ جنہوں

نَسُوْهُ مِنْ قَبْلُ قَدْ جَآءَتْ رُسُلُ رَبِّنَا بِالْحَقِّ ۚ فَهَلْ لَّنَا مِنْ شُفَعَآءَ فَيَشْفَعُوْا لَنَآ

نے اس کو فراموش کیا تھا اس سے پہلے بیشک لائے تھے ہمارے رب کے رسول سچی بات سو اب کوئی ہماری سفارش کریں ہمارے لئے یا

اَوْ نُرَدُّ فَنَعْمَلَ غَيْرَ الَّذِيْ كُنَّا نَعْمَلُ ؕ قَدْ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ وَضَلَّ عَنْهُمْ

ہم کو لوٹا دیا جائے (دنیا کی طرف) پھر ہم عمل کریں اس کے سوا جو ہم عمل کیا کرتے تھے بیشک ان لوگوں نے اپنی جانوں کو نقصان میں ڈالا اور گم ہوجائیں گی ان سے

مَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ﴿۵۳﴾

وہ باتیں جو وہ افتراء کیا کرتے تھے ﴿۵۳﴾

اصحاب اعراف کی پکار

﴿۴۸﴾ وَنَادٰۤى اَصْحٰبُ الْاَعْرَافِ ...الخ ربط آیات :اوپر اصحاب الجنہ کی پکار کا ذکر تھا" کما قال تعالیٰ وَنَادٰۤى اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ ...الخ اب اصحاب اعراف کی پکار کا ذکر ہے" کما قال تعالیٰ وَنَادٰۤى اَصْحٰبُ الْاَعْرَافِ ...الخ

خلاصہ رکوع ۶ اصحاب اعراف کا کفار سے مکالمہ، بقیہ مکالمہ، اصحاب اعراف کے لئے جنت میں جانے کا حکم، اصحاب نار کا اصحاب جنت سے دست سوال اور اس کا جواب، دین کا مذاق اڑانے کے اسباب۔ا۔ ۲۔سلوک الٰہی، صداقت قرآن تذکیر بما بعد الموت سے تخویف اخروی۔ ماخذ آیات ۴۸ تا ۵۳+

اصحاب اعراف کا کفار سے مکالمہ :مطلب آیت کا یہ ہے کہ اعراف والے ان کافروں سے کلام کریں گے جو دنیا میں بڑے مانے جاتے تھے۔ "جَمْعُكُمْ" سے مراد قوم برادری اولاد اور مددگاروں کے جتھوں کی کثرت اور مال جمع کرنا، اور جو تم دنیا میں تکبر کرتے تھے اور انبیاء کرام کی اتباع سے اعراض کرتے تھے اب تمہاری برادری کچھ کام نہ آئی۔

﴿۴۹﴾ بقیہ مکالمہ :اس کے بعد اہل اعراف ان غریب مسلمانوں کی طرف اشارہ کریں گے جو جنت میں ہوں گے اور یہ کہیں گے کہ کیا یہ غریب مسلمان وہی نہیں ہیں جنہیں تم دنیا میں حقیر سمجھتے تھے اور ان کے بارے میں قسمیں کھاتے تھے کہ اللہ کی رحمت ان لوگوں کو نہیں پہنچے گی۔ اب دیکھو ان پر اللہ کی رحمت کیسے برس رہی ہے؟ اُدْخُلُوا ...الخ اصحاب اعراف کے لئے جنت میں جانے کا حکم : کہ تم سب جنت میں داخل ہو جاؤ تم پر نہ کسی قسم کا خوف ہے اور نہ تم غمگین ہو نگے۔

﴿۵۰﴾ اصحاب نار کا اصحاب جنت سے دست سوال :دوزخ والے بھوک اور پیاس سے بدحواس ہو کر جنت والوں کو پکاریں گے کہ اللہ کے لئے ہم پر کوئی قطرہ پانی بہادو اس چیز میں سے جو اللہ نے تمہیں رزق دیا ہے جن فقراء مؤمنین سے دنیا میں کلام کرنا توہین سمجھتے تھے آخرت میں ان کے سامنے دست سوال دراز کریں گے۔ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ الخ جواب سوال :اہل جنت کہیں گے اللہ تعالیٰ نے ان دونوں چیزوں کو کافروں پر حرام کیا ہے۔

﴿۵۱﴾ دین کا مذاق اڑانے کے اسباب ❶ یہ کافر تو وہی ہیں جنہوں نے اپنے دین کو کھیل اور تماشا بنا رکھا ہے اور دنیوی زندگی نے ان کو دھوکہ میں ڈال رکھا تھا اللہ تعالیٰ جنت والوں کی تصدیق فرمائے گا۔ فَالْيَوْمَ نَنْسٰىهُمْ الخ سلوک الٰہی :سو آج ہم انہیں بھلا دیں گے جس طرح انہوں نے اس دن کی ملاقات کو بھلا دیا تھا۔ اللہ تعالیٰ نسیان سے منزہ ہے یہاں (مجازاً) اسکو اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کر دیا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ آج ہم انکو اپنی رحمت سے نظر انداز کر دیں گے، بھول جانا کنایہ ہے بے التفاتی اور بے توجہی سے اور اسکی راحت و آرام کی خبر نہ لینے سے ورنہ نسیان کے حقیقی معنی جناب باری تعالیٰ میں مقصود نہیں ہو سکتے۔

الغرض یہ لوگ ہماری نعمتوں میں مست ہو کر ہم کو اور ہمارے احکام کو بھول گئے اور ان کا خیال نہ رکھا اسی طرح آج ہم بھی ان کا خیال نہیں رکھیں گے۔ وَمَا كَانُوْا ...الخ ۲۔ اور جیسا کہ یہ لوگ ہماری آیتوں انکار کرتے تھے اسی طرح آج ہم بھی انکی درخواست قبول کرنے سے انکار کرتے ہیں، ان کا انکار کسی شبہ کی بنیاد پر نہ تھا بلکہ ضد اور عناد کی بنیاد پر تھا۔

(معارف القرآن، ص ۲۶۱، ج ۳، سوم، ک، د)

﴿۵۲﴾ صداقت قرآن : ہم نے اپنے پورے علم کی بنا پر کتاب نازل فرمائی جس میں کسی سہو اور خطاء کا احتمال بھی نہیں اور یہ ہادی اور رحمت ایمانداروں ہی کے لئے ہے مطلب یہ ہے کہ جن کے دل و دماغ ہدایت قبول کرنے کے لئے صاف ہیں ان کے لئے یہ کتاب سراپا ہدایت ہے۔

﴿۵۳﴾ هَلْ يَنْظُرُوْنَ : تذکیر بما بعد الموت سے تخویف اخروی : یعنی قرآن پر ایمان لانے کے لئے انکو اور کسی بات کا انتظار نہیں ہے۔ "تَأْوِيْلَهٗ" یعنی قرآن نے جو وعدہ و وعید بیان کیا ہے اور جس نتیجہ اور انجام کی صراحت کی ہے اس کے سامنے آنے کے منتظر ہیں۔ مجاہد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا "تاویل" سے مراد سزا جزا ہے۔ (معالم التنزیل: ص ۱۳۷؛ ج ۲؛ قرطبی: ص ۱۹۵؛ ج ۷)

يَوْمَ يَأْتِيْ تَأْوِيْلُهٗ : یعنی مرنے کے دن یا قیامت کے دن جب سزا جزا یا نتیجہ سامنے آ جائے گا۔ "نَسُوْهُ" یعنی انہوں نے اسکو ایسا چھوڑ دیا تھا۔ جیسے کوئی بھولنے والا چھوڑ دیتا ہے اور اس پر ایمان نہیں لاتے۔ قَدْ جَآءَتْ : یعنی ان پر پیغمبروں کی سچائی کھل جائے گی اس لئے پیغمبروں کی صداقت کا اقرار کریں گے مگر اس وقت یہ اقرار بیکار ہوگا۔

فَهَلْ لَّنَا الخ بس اب کوئی ہے جو ہماری سفارش کر دے۔ اَوْ نُرَدُّ فَنَعْمَلَ غَيْرَ الَّذِيْ كُنَّا نَعْمَلُ : یا ہم پھر واپس بھیجے جاسکتے ہیں تاکہ ہم لوگ ان اعمال کے جن کو ہم کیا کرتے تھے برخلاف دوسرے اعمال کریں۔ یعنی شرک و معصیت کو چھوڑ کر اللہ کی توحید کا اقرار کریں "قَدْ خَسِرُوْٓا" انہوں نے اپنی عمریں کفر میں گزار دیں۔ اس لئے ان کو خسارہ ہوگا۔ مَا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ : جو کچھ خود افترا کرتے تھے وہ سب کچھ گم ہو جائے گا۔

اِنَّ رَبَّكُمُ اللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ

بیشک تمہارا پروردگار وہ اللہ ہے جس نے پیدا کیا آسمانوں اور زمین کو چھ دن میں پھر وہ مستوی ہوا عرش پر، وہ ڈھانپ دیتا ہے رات کو

يُغْشِي الَّيْلَ النَّهَارَ يَطْلُبُهٗ حَثِيْثًا ۙ وَّالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ وَالنُّجُوْمَ مُسَخَّرٰتٍۢ بِاَمْرِهٖ

دن پر طلب کرتا ہے وہ اس کو تیزی سے دوڑاتا ہے اور سورج اور چاند کو ستارے مسخر ہیں اس کے حکم کے ساتھ سنو اسی کا کام ہے پیدا کرنا

اَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْاَمْرُ ۭ تَبٰرَكَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ اُدْعُوْا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّخُفْيَةً ۭ

اور حکم دینا بڑی حکمت والی ہے وہ ذات اللہ تعالیٰ کی جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے ﴿۵۴﴾ پکارو اپنے پروردگار کو گڑگڑا کر اور چپکے چپکے

اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ ۝ وَلَا تُفْسِدُوْا فِي الْاَرْضِ بَعْدَ اِصْلَاحِهَا وَادْعُوْهُ خَوْفًا

بیشک وہ نہیں پسند کرتا تعدی کرنے والوں کو ﴿۵۵﴾ اور نہ فساد کرو زمین میں اس کی اصلاح کے بعد اور اسی کو پکارو اس سے ڈرتے رہو

وَّطَمَعًا ۭ اِنَّ رَحْمَتَ اللّٰهِ قَرِيْبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِيْنَ ۝ وَهُوَ الَّذِيْ يُرْسِلُ الرِّيٰحَ بُشْرًۢا

اور اسی سے امید رکھتے ہوئے بیشک اللہ کی رحمت قریب ہے نیکی کرنے والوں کے ﴿۵۶﴾ اور وہی ذات ہے جو چلاتا ہے ہواؤں کو خوشخبری دینے والی

بَيْنَ يَدَيْ رَحْمَتِهٖ ۭ حَتّٰٓي اِذَآ اَقَلَّتْ سَحَابًا ثِقَالًا سُقْنٰهُ لِبَلَدٍ مَّيِّتٍ فَاَنْزَلْنَا بِهِ

اس کی باران رحمت سے پہلے یہاں تک کہ جب وہ اٹھاتی ہیں بوجھل بادلوں کو تو ہم چلاتے ہیں اس کو مردہ شہر (خشک بستی) کی طرف پس ہم اتارتے ہیں

الْمَآءَ فَاَخْرَجْنَا بِهٖ مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ ؕ كَذٰلِكَ نُخْرِجُ الْمَوْتٰى لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ﴿۵۷﴾

اس سے پانی پھر ہم نکالتے ہیں اس پانی کے ساتھ ہر قسم کے پھل اسی طرح ہم زندہ کریں گے مردوں کو تاکہ تم نصیحت پکڑو ﴿۵۷﴾ اور

وَالْبَلَدُ الطَّيِّبُ يَخْرُجُ نَبَاتُهٗ بِاِذْنِ رَبِّهٖ ۚ وَالَّذِيْ خَبُثَ لَا يَخْرُجُ اِلَّا نَكِدًا ؕ كَذٰلِكَ

جو شہر پاکیزہ ہوتا ہے نکلتے ہیں اس کے پودے اپنے رب کے حکم سے اور جو خراب ہوتا ہے نہیں نکلتے اس کے پودے مگر ناقص۔ اسی طریقے سے ہم پھیر پھیر کر

نُصَرِّفُ الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّشْكُرُوْنَ ﴿۵۸﴾

بیان کرتے ہیں آیتوں کو ان لوگوں کیلئے جو شکر ادا کرتے ہیں ﴿۵۸﴾

﴿۵۴﴾ اِنَّ رَبَّكُمُ اللّٰهُ الَّذِيْ ...الخ ربط آیات: اوپر ذکر تھا کہ کافر کہیں گے کہ ہمارے لئے کوئی سفارشی ہیں جن کو ہم نے شریک بنا رکھا تھا لیکن وہ کون ہیں جن کا ذکر "وَضَلَّ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ" میں آچکا ہے۔ اب فرمایا اللہ کے سوا کوئی سفارشی نہیں یہ سب کچھ اللہ نے بنایا، دلائل توحید پیش کیئے ہیں کسی خود ساختہ معبود کو کوئی اختیار حاصل نہیں ہے۔

خلاصہ رکوع ۷: تعارف خداوندی، تصرفات سے توحید پر عقلی دلیل، طریق دعا، فساد فی الارض کی ممانعت تذکیر بالآء اللہ سے توحید خداوندی کا اثبات و اثبات بعث بعد الموت، طیب الاستعداد اور فاسد الاستعداد کی مثال۔ ماخذ آیات ۵۴ تا ۵۸+

اِنَّ رَبَّكُمُ اللّٰهُ ...الخ تعارف خداوندی۔ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ ...الخ تصرفات سے توحید پر عقلی دلیل: فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ الخ یعنی آسمانوں اور زمین کو چھ دن میں پیدا کیا۔ دنیا کے انہی چھ دنوں کے برابر وقت میں یا آخرت کے چھ دنوں کے برابر مقدار میں۔ آخرت کا ہر دن دنیا کے ہزار برس کے برابر ہوگا۔ سعید بن جبیر رحمۃ اللہ نے فرمایا اللہ تعالیٰ سارے آسمان اور زمین ایک آن اور ایک پل میں پیدا کر سکتا تھا مگر لوگوں کو ہر کام میں آہستہ روی اور ہر عمل کو دھیرے انجام دینے کی تعلیم کے لئے اس نے اس کائنات ارضی و سماوی کو چھ دن کے وقفے میں بنایا۔

استوی علی العرش کا مطلب

ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ: علامہ بغوی رحمۃ اللہ نے لکھا ہے کہ معتزلہ کے نزدیک "استویٰ" سے مراد غلبہ پانا تسلط جمانا ہے۔ اہل سنت کہتے ہیں کہ عرش پر استویٰ اللہ تعالیٰ کی ایک صفت ہے جو بے کیف ہے (یعنی اسکی کیفیت حالت، ہیئت وضع نہیں سمجھی جاسکتی) اس پر ایمان لانا واجب ہے اور اس کا علم اللہ پر چھوڑ دینا چاہیئے۔ ایک شخص نے حضرت امام مالک بن انس رضی اللہ عنہ سے "اَلرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰى" کی کیفیت پوچھی امام صاحب نے کچھ دیر سر جھکا لیا، پھر فرمایا "استویٰ" کا معنی معلوم ہے اور کیفیت مجہول ناقابل فہم ہے اس پر ایمان رکھنا واجب ہے اور اسکو پوچھنا بدعت ہے (خلاف سنت اور اختراع نفسانی) اور میرے خیال میں تو گمراہی ہے پھر آپ نے حکم دے کر اس شخص کو مجلس سے نکلوا دیا۔ (معالم التنزیل ص ۱۳۷ ج ۲، مظہری ۵۹ ص ج ۳)

مُسَخَّرٰتٍ بِاَمْرِهٖ ؕ اَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْاَمْرُ: یاد رکھو اللہ ہی کے لئے خاص ہے خالق اور حاکم ہونا یعنی وہی سب کا خالق ہے اس کے سوا کوئی خالق نہیں اور حکومت بھی اسی کی ہے اسی کے ہاتھ میں حکم ہے جیسا چاہتا ہے حکم دیتا ہے کوئی اس سے پرسش نہیں کرسکتا۔

تسخیر کائنات کا مطلب

تسخیر کائنات کا مطلب تو یہ ہوتا ہے کہ حق تعالیٰ نے جو کائنات کا نظام مقرر فرمایا ہے اس میں انسان تصرف کرسکتا یا وہ نظام

ع ۱۴ ۵ ۷

انسان کے اختیار واقتدار میں آجائے اور حسب منشاء جب چاہیں چھوٹے بڑے کرسکیں، زیادہ سے زیادہ بات اتنی ہے کہ جو ماضی میں اس کائنات سے فائدہ نہ اٹھا سکے آج عقلی ترقی کے مراحل میں اتنے آگے بڑھ گئے ہیں کہ ان کے ذریعہ اتنے عظیم فوائد حاصل کیے جارہے ہیں جن کا تصور بھی کچھ عرصہ پہلے نہ کرسکتے تھے ان قرآنی تعبیرات پر ذرا بھی کوئی غور کرے تو بات صاف اور واضح ہو جاتی ہے، حق تعالیٰ کا ارشاد ہے "وسخر لکم الشمس والقمر" تمہارے لیے یا تمہارے فائدے کے لیے یا تمہارے کاموں کے لیے چاند اور سورج کی تسخیر فرمادی، یہ نہیں فرمایا "سخرتم الشمس و القمر" کہ تم نے چاند اور سورج کو مسخر کردیا، دراصل تسخیر کرنے والی حق تعالیٰ کی ذات قدسی صفات ہے، یہ موجودہ کائنات جس مقصد کے لیے تسخیر کی گئی ہے موجودہ انسانی معلومات کا قرآنی تعبیرات وکلمات کا واضح مفہوم بھی یہی ہے۔

عقل انسانی قدرت خداوندی کی حیرت انگیز تخلیق : بلاشبہ عقل کی یہ ترقی اور کائناتی فضا میں رسائی فوق العادۃ ترقی ہے کہ ایک مشینی ایجاد یعنی خلائی جہاز اور قمری گاڑی کو لاکھوں میل فضا پر پہنچا دینا اور پھر لاکھوں میل کے فاصلے سے زمین کے ساتھ اس کا ربط قائم رکھنا اور زمین پر سائنس دانوں کا اس پر کنٹرول کرنا، ہر خرابی کی اصلاح کرنا اور ہر سیکنڈ پر اس کی کیفیت سے باخبر رہنا اور زمین پر اس کی مختلف کیفیات کی تصویروں کا کھینچتے رہنا وغیرہ وغیرہ نہایت ہی حیرت افزاء انسانی ترقی ہے لیکن یہ سب کچھ کارفرمائی اس عقل انسانی کی ہے جو حق تعالیٰ کی مخلوق ہے اور قدرت الٰہی کی حیرت انگیز تخلیق ہے کہ انسانی عقل میں کتنی بڑی حیرت انگیز ترقی کی صلاحیت واہلیت ودیعت فرمائی ہے۔

انسان کا چاند پر پہنچنا : دنیا میں اس خبر کا چرچا ہو چکا ہے کہ روس کا راکٹ کرہ قمر پر پہنچ گیا ہے، ٹیلی ویژن سے تصویریں لے لی گئی ہیں اور اب یہ کوشش جاری ہے کہ آئندہ ان خودکار راکٹوں کے ذریعہ انسان کو بھی چاند تک پہنچایا جائے، بلاشبہ یہ ایک حیرت انگیز کارنامہ ہے اور سائنس کی قابل فخر ترقی ہے، لیکن کرہ ارض کے سب سے زیادہ قریب کرہ تک خلائی جہاز بھیجنا رب العالمین کی اس حیرت افزاء وسعت کائنات کی نسبت سے کیا حیثیت رکھتا ہے؟ باقی سیاروں کے کرات تک انسان کب تک پہنچ جائے گا اور ان سے بھی دور ستاروں پر کب تک؟ جن کی روشنی بھی (فی سیکنڈ روشنی کی رفتار سے ایک لاکھ چھیاسی ہزار میل فی سیکنڈ ہے) ہزاروں سال بلکہ بعض ستاروں کی لاکھوں برس میں پہنچتی ہے: "العظمۃ اللہ العظیم ولہ الکبریاء فی السموات و الارض"۔ عظمت خدائے عظیم ہی کے لیے ہے اور اسی کے لیے ہے ساری بڑائی آسمانوں اور زمین میں۔

جدید طبعیات کی تحقیقات میں بطلیموس اور فیثاغورث کے قدیم نظامات فلکیات مشاہدہ سے غلط ثابت ہو چکے ہیں، ان نظاموں کی بنیاد اس نظریہ پر تھی کہ سبع سیارات سات آسمانوں میں جڑے ہوئے ہیں، اسی نظریہ پر ان کی خاص تفصیلات مرتب کی گئی تھیں قرآن حکیم نے تو صرف یہ فرمایا تھا کہ اس عالم سے قریب تر آسمان کی زینت ان ستاروں سے کی گئی ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ تمام ستارے آسمان کے نیچے ہیں، عوام یا خواص نے غلطی سے یہ سمجھ لیا تھا شاید اسلام بھی وہی کچھ کہتا ہے جو ہیئت افلاک کے قدیم نظریات میں بیان کیا گیا ہے اور جب یہ قدیم نظریات غلط ثابت ہوئے تو لوگوں کے اعتقاد ڈگمگانے لگے جیسے طبعیات کی ان جدید تحقیقات نے اسلام کے پیش کردہ حقائق کو غلط ثابت کردیا ہو لیکن حقیقت یہ ہے کہ ان نظامات سے اسلام کا کوئی تعلق نہیں تھا۔

الحمدللہ! اسلام اپنی جگہ قائم ہے قدیم نظریہ ہیئت غلط ثابت ہو یا جدید، تحقیقات کائنات کے متعلق اسلام نے قرآن حکیم میں جتنی تفصیل بھی کی ہے وہ اپنی جگہ بالکل اٹل ہے، سائنس کا یہ دعویٰ قابل قبول نہیں کہ آسمان کا وجود نہیں ہے اس دعوی پر اس کے سوا کوئی دلیل نہیں کہ ان فلکی کرات کے درمیان کوئی چیز حائل نہیں ہے اس سے یہ تو ثابت ہوتا ہے کہ ان علوم کی پرواز ابھی اتنی بلند نہیں

ہوئی کہ آسمانوں تک رسائی ہو جائے، ماہرین سائنس کی عقل و تحقیق اور ان کے علوم ابھی ان کرات ہی کے گرد گھوم رہے ہیں۔

ان جدید تحقیقات سے اگر کوئی بے نقاب ہوئی ہے تو وہ صرف اس قدر ہے کہ ہیئت افلاک اور سیارات کا پرانا نقشہ غلط تھا اور جیسا کہ بیان کیا جا چکا ہے ہے اسلام اور قرآن حکیم کا اس سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

قرآن حکیم اور وحی الٰہی کا منصب ان حقائق کو بیان کرنا ہے جہاں عقل کی رسائی نہیں ہوتی، عقل کی سرحد جہاں ختم ہو جاتی ہے وہاں سے نبوت اور وحی کی حد شروع ہوتی ہے۔ قرآن کریم اگر ان حقائق کائنات کی طرف کبھی کبھی اشارہ کرتا ہے تو اس کا مقصد محض تذکیر و موعظت ہے یا صرف ان عقدوں کی گرہ کشائی جہاں عقل انسانی ٹھوکر لگتی ہے اور اس کی بصیرت گرہ کھاتی ہے۔

اسی لیے وہ سلسلہ بیان میں ضرورت اور موقع کی مناسبت سے ان اسرار و حقائق کے تذکرہ اور ان کی طرف اشارہ میں بھی کسی تکوینی حقیقت کی پوری تفصیل پیش کرنے کے بجائے اس کے صرف انہی پہلوؤں کو نمایاں کرتا ہے جن سے تذکیر و موعظت اور انسان کی عبرت پذیری اور بصیرت اندوزی کا مقصد حاصل ہو، ذات الٰہی کا عرفان اور اس کی صفات کمال کی معرفت حاصل کرنے کے لیے عقل وفکر کی راہ ہموار ہو جائے۔

اس لیے علم کائنات اور اس کے اسرار کے انکشاف ہی کو، جو درحقیقت ایمان و معرفت کا وسیلہ ہیں، حیات انسانی کا مقصد وحید بنا لینا اور اصل مقصد کو نظر انداز کر کے وسیلہ ہی کو مقصدی حیثیت دے دینا نہ انسان کے لیے مفید ہے نہ صحت عقل کے مطابق ہے اور نہ اسلام ہی اس کی اجازت دیتا ہے۔ انسان کی بقا اور اس کی ضروریات کا نہ ان علوم وفنون پر انحصار ہے اس لیے کہ وہ ان کے بغیر بھی زندہ رہا اور معاشرتی آسودگی حاصل کرتا رہا ہے اور نہ قرین عقل و دانش ہی ہے کہ وہ اشرف و اکرم مخلوق، جس کے لیے یہ کائنات مسخر کی گئی ہے جس میں قدرت کی بخشی ہوئی تسخیر و تصرف کائنات کی صلاحیتیں ظاہر ہو کر اس کے اشرف خلائق ہونے کی شہادت دیتی رہیں ہیں اپنے سے فروتر اور مسخر مخلوق کے احوال و خواص کے علم ہی کو اپنی مقصد زندگی بنا لے اس لیے اسلام نے اس کو یہ نصب العین دیا ہے کہ وہ کائنات مخلوق کو اپنے فکر و نظر کا مرکز و محور بنانے کے بجائے خالق کائنات سے ربط و قرب کو مطلوب و مقصود بنائے اور تکوینیات کے ان علوم کو بھی انسانی زندگی کے اسی اعلیٰ ترین نصب العین تک پہنچنے کا وسیلہ بنائے۔

عقیدہ مختارِ کل کی مختصر تحقیق: سارے اختیارات کا مالک صرف اور صرف اللہ تعالیٰ ہے قرآن مجید کی سینکڑوں آیات میں سے صرف تین آیات آپ کی خدمت میں پیش کی جا رہی ہیں، جن سے ثابت ہوتا ہے کہ سارے اختیارات صرف اللہ تعالیٰ ہی کے پاس ہیں، اور ان اختیارات میں اس کا کوئی شریک نہیں ہے۔

۱) "قُلِ اللّٰهُمَّ مٰلِكَ الْمُلْكِ تُؤْتِي الْمُلْكَ مَنْ تَشَآءُ وَتَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَآءُ، وَتُعِزُّ مَنْ تَشَآءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَآءُ، بِيَدِكَ الْخَيْرُ، اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۔ تُوْلِجُ الَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَتُوْلِجُ النَّهَارَ فِي الَّيْلِ، وَتُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَتُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ، وَتَرْزُقُ مَنْ تَشَآءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ ۔" (آل عمران: ۲۷)

ترجمہ: "(اے پیغمبر!) آپ یوں کہئے کہ اے اللہ! مالک تمام ملک کے، آپ جس کو چاہیں عطاء کر دیتے ہیں، اور جس کو آپ چاہیں لے لیتے ہیں، اور جس کو آپ چاہیں غالب کر دیتے ہیں، اور جس کو آپ چاہیں پست کر دیتے ہیں، آپ ہی کے اختیار میں ہے سب بھلائی، بلاشبہ آپ ہر چیز پر قدرت رکھنے والے ہیں۔ آپ رات کو دن میں داخل کر دیتے ہیں، اور دن کو رات میں داخل کر دیتے ہیں، اور آپ ہر جاندار چیز کو بے جان چیز سے نکال لیتے ہیں، اور بے جان چیز کو جاندار چیز سے نکال لیتے ہیں، اور آپ جس کو چاہتے ہیں بے شمار رزق عطا فرماتے ہیں۔"

۲) "اَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْاَمْرُ، تَبٰرَكَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ۔" (الاعراف :۵۴) ترجمہ :یادرکھو اللہ تعالیٰ ہی کے لیے خاص ہے خالق ہونا اور حاکم ہونا۔"

۳) "مَا يَفْتَحِ اللّٰهُ لِلنَّاسِ مِنْ رَّحْمَةٍ فَلَا مُمْسِكَ لَهَا، وَمَا يُمْسِكْ فَلَا مُرْسِلَ لَهٗ مِنْ بَعْدِهٖ، وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ" (فاطر :۲) ترجمہ :"اللہ تعالیٰ جو رحمت لوگوں کے لیے کھول دے سو اس کا کوئی بند کرنے والا نہیں، اور جس کو بند کر دے سو اس کے بعد اس کا کوئی جاری کرنے والا نہیں، اور وہی غالب حکمت والا ہے۔"

فائدہ :ان تینوں آیات کا ایک ایک لفظ شہادت دے رہا ہے کہ کائنات کے سارے اختیارات صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کے پاس ہیں، اور وہ اکیلا اس کارخانہ قدرت کو چلانے والا ہے، وہی خالق ہے، وہی مالک ہے اور وہی مدبر کائنات ہے، اس کے کاموں میں اس کا کوئی شریک اور ساجھی نہیں ہے، وہ وحدہٗ لاشریک ہے، اس نے تمام اختیارات اپنے پاس رکھے ہیں، اس نے اپنے اختیارات اپنے پیاروں میں تقسیم نہیں کیے، بلکہ اس کے پیارے بھی اس کے حکم کے پابند اور تابع ہیں۔

﴿۵۵﴾ طریق دعا :اس آیت میں دو امر صراحت سے بیان ہوئے ہیں ایک "تَضَرُّعًا" اور دوسرا "خُفْيَةً" اس میں اللہ تعالیٰ نے دعا کا ادب بتایا ہے کہ دعا عاجزی اور فروتنی کے ساتھ ہو اور آہستہ آہستہ ہو کیونکہ اللہ تعالیٰ حد سے تجاوز کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔ اور تجاوز کی مد میں وہ سب چیزیں داخل ہیں جو عادتاً یا شرعاً محال ہوں جن کو کوئی مانگے یا معاصی اور لغو چیزیں طلب کرے یا کوئی ایسا سوال کرے جو اسکی شان کے مناسب نہ ہو اور ایسے مقام پر جہاں شرعاً ثابت نہیں بلند آواز سے ذکر اور دعا کرے یہ سب امور اعتداء فی الدعاء میں داخل ہیں۔

معلوم ہوا کہ دعا میں اخفاء بنسبت جہر کے اولیٰ ہے اللہ تعالیٰ نے حضرت زکریا علیہ السلام کے اوصاف بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا! "اِذْ نَادٰى رَبَّهٗ نِدَآءً خَفِيًّا" کہ اس نے اپنے پروردگار کو آہستہ اور چپکے سے پکارا۔ حضرت عطاء رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ آمین دعا ہے (بخاری شریف) اور سب کو معلوم ہے کہ دعا کو آہستہ بہتر ہے، اس لئے حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں : کہ نماز میں آمین آہستہ کہنا بہتر ہے اور جمہور صحابہ رضی اللہ عنہم اور تابعین کا یہی مذہب ہے کیونکہ دعا میں اخفاء اقرب الی الادب ہے۔

آج کل ائمہ جس انداز سے دعاء مانگتے ہیں اس کو دعا مانگنا ہی نہیں کہا جاسکتا بلکہ پڑھنا کہنا چاہئے کیونکہ اکثر ائمہ کو یہ بھی معلوم نہیں کہ ان عربی کلمات کا معنیٰ اور مفہوم کیا ہے۔ مقتدی تو ویسے ہی بے خبر ہوتے ہیں دعا کی جو حقیقت ہے وہ یہاں نہیں پائی جاتی کیونکہ دعا پڑھی نہیں جاتی بلکہ مانگی جاتی ہے اس کے لئے ضروری ہے کہ دعا ڈھنگ سے مانگی جائے ہاں اگر کسی شخص کو معنیٰ اور مفہوم بھی معلوم ہے اگر اس میں عاجزی اور انکساری نہ ہو تو یہ دعا نرا ایک مطالبہ رہ جاتا ہے جس کا کسی بندے کو حق نہیں۔

آہستہ دعا کے فوائد

حافظ ابن قیم رحمہ اللہ آہستہ دعا کرنے کے بارے میں دس فوائد اور حکمتیں بیان کرتے ہیں جن کا نہایت مختصر خلاصہ یہ ہے

❶... آہستہ دعا کرنا ایمان کی بڑی عظمت ہے (اعظم ایمانا) ❷... اس سے ادب کا بہت بڑا پہلو نمایاں ہوتا ہے (اعظم فی الادب) ❸... عاجزی اور خشوع میں یہ بہت بڑا دخل رکھتا ہے۔ ❹... اخلاص میں اس کا بہت بڑا دخل ہے۔ ❺... اس سے اللہ تعالیٰ کے معاملہ میں جمعیت قلب ہوتی ہے۔ ❻... آہستہ دعا کرنے والے کا اللہ تعالیٰ کے ساتھ قرب کا تعلق نمایاں ہوتا ہے۔ ❼... یہ دوام طلب کی طرف بہت داعی ہے۔ (ادعیٰ الی دوام الطلب) ❽... یہ خشوع کو قطع کرنے والے اسباب اور مشوشات سے بعید تر ہے۔ ❾... حاسد کے مکر سے بعید تر ہے۔ ❿... دعا چونکہ ذکر ہے اور اس کا اخفاء اللہ تعالیٰ

کے ارشاد سے ثابت ہے لہٰذا دعا بھی آہستہ ہو۔ (محصلہ بدائع الفوائد: ص ٦ تا ۹؛ ج ۳؛ بحوالہ حکم الذکر بالجہر: ص۔ ٦۵)
اور حضرت حسن بصری رحمہ اللہ کا قول ہے کہ علانیہ اور جہراً دعا کرنے میں اور آہستہ پست آواز سے کرنے میں ستر درجہ فضیلت کا فرق ہے۔

اقسام ذکر

حضرت قاضی صاحب رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ ذکر تین قسم پر ہے ❶۔۔۔ بلند آواز سے چیخ کر۔ یہ عام صورتوں میں باجماع علماء مکروہ ہے ہاں خاص صورتوں میں اگر مصلحت یا دانش کا تقاضا ہو تو درست (بلکہ ضروری) ہے اور اخفاء سے افضل ہے جیسے اذان کہنی اور حج میں لبیک پڑھنی ہو۔ شاید چشتی صوفیہ نے مبتدی کو جہری ذکر کی تلقین اسی مصلحت ہی کے تحت کی ہے۔ شیطان کو بھگانا غفلت دور کرنا نسیان کو زائل کرنا دل میں گرمی پیدا کرنا آتش محبت کو ریاضت کے ذریعہ سے تیز کرنا اور دوسرے فوائد اس سے وابستہ ہیں لیکن ریاکاری اور شہرت طلبی سے اجتناب ضروری ہے۔
❷۔۔۔ زبان سے چپکے چپکے ذکر کرنا۔ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے کہ ہمیشہ اللہ کے ذکر سے تیری زبان تروتازہ رہے۔ (رواہ ترمذی وابن ماجہ) اس حدیث میں یہی ذکر مراد ہے۔ ❸۔۔۔ بغیر زبان کے صرف قلبی اور روحی اور نفسی ذکر کرنا۔ یہی ذکر خفی ہے جسکو اعمال نامے لکھنے والے فرشتے بھی نہیں سن پاتے۔ ابویعلی نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت سے لکھا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ وہ ذکر خفی جس کو اعمال ناموں کے لکھنے والے فرشتے بھی نہیں سن پاتے (ذکر جلی سے) ستر ہزار درجہ فضیلت رکھتا ہے۔

جب قیامت کا دن ہوگا اور اللہ حساب کے لئے سب لوگوں کو جمع کرے گا اور فرشتے اعمال نامے اور تمسکات لے کر حاضر ہونگے تو اللہ ان سے فرمائیں گے کہ دیکھو اس بندے کی کوئی چیز رہ تو نہیں گئی۔ فرشتے عرض کریں گے ہم کو جو کچھ معلوم ہوا اور ہماری نگرانی میں جو کچھ ہوا ہم نے سب کا احاطہ کرلیا اور لکھ لیا کوئی بات نہیں چھوڑی اللہ فرماتے ہیں اسکی ایک نیکی ایسی بھی ہے جسکا تمکو علم نہیں میں تمکو بتاتا ہوں وہ نیکی ذکر خفی ہے حضرت قاضی صاحب رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس ذکر کا سلسلہ نہیں ٹوٹتا اور نہ اسمیں کوئی سستی آتی ہے یعنی ذکر قلبی ہمہ اوقات جاری رہ سکتا ہے۔ (مظہری: ص: ٦۲ ج۔ ۳)

ذکر جہر وخفی کی بہترین تحقیق

حضرت مرزا مظہر جان جاناں کا مکتوب گرامی

حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ ثمرات الاوراق یعنی کشکول میں لکھتے ہیں کہ: یہ مکتوب فارسی میں تھا ہمارے محترم عزیز مولوی سید حسن صاحب مرحوم نے اس کا سلیس اردو میں ترجمہ کردیا تاکہ عوام کے لئے مفید ہو
مکتوب۔۔۔ بعد حمد وصلوٰۃ مخفی نماند کہ طائفہ از فقہاء حنفیہ در انکار ذکر جہر غلو نمودہ فتوٰی بحرمت دادند وبعضے از محدثین اثبات مشروعیۃ ذکر جہر نمود در پے فضل جہر بر خفی افتادند وہر دو فریق براہ افراط وتفریط رفتند واز مبحث انصاف سخن نہ گفتند وایں مقام تنقیح میخواہد ومحاکمہ می طلبد باید دانست کہ معنی لفظ ذکر کہ عبارت از یاد کردن داست منحصر است برسہ یکے ذکر لسانی است بے ضمیمہ وآگاہی قلب وایں معنی از اعتبار ساقط است وداخل اقسام غفلت۔ دوم ذکر قلبی است بے حرکت لسانی وایں معنی در اصطلاح صوفیاء محرم است

بلا کر خفی وبنائے مرا کبات ایں قوم بر آنست ومعمول است در جمیع طریق وآں بر دو وجه است یا حضور ذات بحت مذکور است بے ملاحظه صفت ویا بملاحظۂ صفات او وایں دو وجه ماخوذ است از آیت "واذکر ربك فی نفسك تضرعا وخیفة ودون الجهر من القول بالغدو والاصال" دویم احضار مذکور بملاحظه منسوبات او از آلاء ونعماء وایں طریق استدلال است از اثر بموثر وایں معنی در لسان شرع معبر بفکر است ومفید است زیادت یقین را کتاب وسنت از فضائل آں مملو است۔ وقسم سوم از اقسام ثلاثه ذکر لسانی است یاذکر قلبی معاً وایں اکمل اقسام ذکر است وایں نیز دو وجه دارد و یکے اکتفا ذاکر است در ذکر کردن بر اسماع نفس خود وهمیں است ذکر خفی در زبان شرع ماخوذ است از آیه "ادعوا ربکم تضرعاً وخیفه انه لایحب المعتدین" دویم اسماع غیر است که در شرع مسمی بجهر است ودر مواقع خاص افضل است از خفی نه مطلقاً بنا بر حکمتے چنانچه اذان وقرأة بجهر در صلوٰة جهریه که ایقاظ نائمین وتنبیه غافلین از اں منظور است وحکمتے که در ذکر خفی است سلامت نفس است از فساد سمعه وریا که مانع است قبول عمل را وفضل ذکر خفی بر ذکر جهر بنصوص کتاب وسنت ثابت است مطلقاً بلکه از فحوائے حدیث "انکم لا تدعون اصم ولا غالباً" منع جهر معلوم می شود وذکر جهر با کیفیات مخصوصه ونیز مراقبات یا اطوار معموله که در قرون متاخره رواج یافته از کتاب وسنت ماخوذ نیست بلکه حضرات مشائخ بطریق الهام واعلام از مبداء فیض اخذ نموده اند وشرع از اں ساکت است وداخل دائره اباحت وفائده مادر اں تحقیق وانکار آں ضرورة وظاهر است آنچه از کتاب وسنت ثابت بود افضل است از غیر آں اگرچه مباح باشد ومفید بود وتعلیم کلمه طیبه از آنحضرت علی ابن ابی طالب ﷺ بجهر که از حدیث شداد ابن اوس ثابت شده است بجهر متوسط خواهد بودنه بجهر کذائی چرا که در اول ایں حدیث است که آنحضرت ﷺ به بستن در امر نمود بعد از اں تعلیم ذکر فرمود بایں معنی مشعر است باخفاء فی الجمله وگفتگو در جواز وعدم جواز جهر نیست بلکه در فضل یکے بر دیگر است پس دعوئ فضل ذکر جهر مطلقاً وذکر خفی انکار نصوص است وانکار جمیع اقسام ذکر جهر نیز همچنیں چرا که در جهر در بعض مواقع غیر مشروع است واثبات مسنونیه ذکر خفی بمعنی مراقبات معموله ونیز اثبات مشروعیه ذکر جهر یکه در متاخرین مروج است فضولے است چه جائے اثبات فضل آں وآنچه ابنائے بشر مکابره مے نماید از طرفین مقبول نیست ولائق التفات نه وافراط وتفریط مستقبح است واعتدال مستحسن وخیر الکلام ماقل ودل۔ والسلام علیٰ من اتبع الهدیٰ والزم متابعة المصطفیٰ علیه التحیة والثنا۔

ترجمہ:۔۔۔ بعد حمد صلوٰۃ کے یہ بات معلوم ہونی چاہئے کہ مذہب حنفی کے فقہاء کی ایک جماعت نے ذکر جہر کے انکار میں غلو کر کے اس کی حرمت کا فتویٰ دیدیا ہے، اور بعض علماء محدثین نے ذکر جہر کے جواز کو ثابت کیا ہے، اور اس کی کوشش کی ہے کہ ذکر جہر کو ذکر خفی سے افضل ثابت کریں، یہ دونوں جماعتیں افراط وتفریط (بے اعتدالی) کے راستہ پر ہیں اور اس مبحث میں انہوں نے انصاف کی گفتگو نہیں کی یہ مبحث وضاحت کی محتاج ہے، اور یہ مباحثہ قول فیصل کا طالب ہے (لہٰذا اس کو بیان کیا جاتا ہے) یہ بات معلوم ہونی چاہئے کہ ذکر کے معنی یاد کرنے کے ہیں اور اس کی تین قسمیں ہیں۔

اول: صرف زبان کا ذکر بلا توجہ دل، ظاہر ہے کہ یہ ذکر نا قابل اعتبار ہے اور غفلت عن الذکر کے اقسام ہی میں داخل ہے۔

دوم: ذکر قلبی بلاحرکت زبان اور اس کو صوفیاء کی اصطلاح میں ذکر خفی کہتے ہیں اور صوفیاء کے تمام مراقبوں کی بنیاد یہی ذکر خفی ہے اور جملہ طریقوں میں صوفیاء علیہم الرحمۃ کے یہ ذکر رائج ہے اور اس ذکر کی دو صورتیں ہیں۔

اول: دل میں صرف ذات حق تعالیٰ کا دھیان ہو اور صفات حق میں سے کسی صفت کا دھیان نہ کیا جائے۔

دوم: ذات حق کے دھیان کے ساتھ صفات حق سبحانہ تعالیٰ میں سے کسی صفت کا بھی دھیان دل میں بوقت ذکر کیا جائے یہ دونوں صورتیں آیت کریمہ سے ماخوذ ہیں "وَاذْكُرْ رَّبَّكَ فِي نَفْسِكَ تَضَرُّعًا وَّخِيْفَةً وَّدُوْنَ الْجَهْرِ مِنَ الْقَوْلِ بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ" دوم ذات حق کا دھیان کیا جائے اور اس کے ساتھ ان نعمتوں اور احسانات کا بھی دھیان ہو کہ جو بندوں پر حق تعالیٰ فرماتے ہیں اور ذکر کا یہ طریق استدلال ہے اثر سے مؤثر کی طرف (مطلب یہ ہے کہ اس ذکر کی صورت ایسی ہے کہ جیسے ہم کسی نشان کو خیال کر کے صاحب خیال کو معلوم کریں) اور اس ذکر کو اصطلاح شریعت میں فکر کہتے ہیں اور یہ ذکر جس کا دوسرا نام فکر ہے زیادتی ایمان کیلئے فائدہ مند ہے اور قرآن کریم اور احادیث صحیحہ اس کے فضائل سے لبریز ہیں۔

اور تیسری قسم: ذکر کی زبان سے یاد حق کرنا ہے اس طور سے کہ دل میں بھی حق تعالیٰ کی یاد ہو۔ اور یہ ذکر تمام اقسام ذکر میں سب سے کامل ہے۔

اور اس ذکر کی دو صورتیں ہوتی ہیں۔ اول: ذکر کرنے والا اپنے آپ کو سنانے پر اکتفاء کرے (زیادہ آواز سے ذکر نہ کرے) اس کو شریعت میں ذکر خفی کہتے ہیں اور آیہ کریمہ سے ماخوذ ہے "**ادعوا ربکم تضرعاً**" یعنی پکارو اپنے رب کو تضرع کے ساتھ۔

دوم: اتنا زور سے ذکر کرے کہ دوسرا شخص بھی سن سکے اس کو شریعت میں ذکر جہر کہتے ہیں اور یہ ذکر جہر خاص خاص صورتوں میں ذکر خفی سے بھی افضل ہے مطلقاً افضل نہیں اور یہ فضیلت بھی کسی حکمت الٰہی کی وجہ سے ہے جیسے کہ اذان اور قراۃ قرآن کریم جہری نمازوں میں کہ سونے والوں کو بیدار کرنے اور غافلوں کی تنبیہ کی وجہ سے جاری کیا گیا۔

اور ذکر خفی میں حکمت یہ ہے کہ انسان ذاکر کی طبعیت ریاء اور شہرت کے عیب سے محفوظ رہتی ہے اور یہ دونوں عیب عمل صالح کو مقبول ہونے سے روکتے ہیں۔ ذکر خفی کی فضیلت ذکر جہر پر حدیثوں اور آیات قرآن سے ثابت ہے بلکہ حدیث "**انکم لا تدعون اصم ولا غائبا**" (یعنی بے شک تم کسی بہرے یا غائب ذات کو نہیں پکارتے ہو) ذکر جہر کی ممانعت سمجھ میں آتی ہے، ذکر جہر مخصوص کیفیات کے ساتھ اسی طرح مراقبہ مقررہ طریقوں پر کہ قرون متاخرہ (اور آخری زمانہ صالحین) میں رائج ہو گئے ہیں، حدیث و قرآن سے نہیں لیے گئے بلکہ بزرگان دین نے الہام الٰہی اور مبدأ فیض کے اشارے سے ان کو لیا اور جاری کیا ہے اور شریعت اس مسئلہ میں ساکت ہے (یعنی نہ انکار کرتی ہے اور نہ اثبات) اور طرح کا فائدہ باطنی بھی اس جہر میں پایا جاتا ہے اور اس سے انکار کرنے کی کوئی حاجت بھی نہیں ہاں یہ ظاہر ہے کہ جو چیز قرآن و حدیث سے ثابت ہوئی ہو وہ افضل ہے اس سے جو اس کے علاوہ ثابت ہو۔ خواہ وہ شئی جائز اور فائدہ مند ہی کیوں نہ ہو۔

اور نبی کریم ﷺ کا حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو کلمہ طیبہ کی تعلیم جہر کے ساتھ کی روایت حضرت شداد بن اوس رضی اللہ عنہ سے ثابت ہے وہ جہر معتدل متوسط ہے نہ جہر مفرط جیسا کہ اسی حدیث کے شروع میں ہے کہ آنحضرت ﷺ نے اول حضرت علی کو دروازہ بند کرنے کا حکم دیا پھر ذکر بجہر کی تعلیم فرمائی اس سے معلوم ہوا کہ فی الجملہ اخفاء مطلوب تھا۔ اور کلام جہر کے جائز اور ناجائز ہونے میں نہیں بلکہ افضل وغیر افضل میں (سو فیصلہ اس میں یہ ہے کہ یہ) دعویٰ کرنا کہ ذکر جہر مطلقاً ذکر خفی سے افضل ہے اس میں صریح آیات و دلائل شرعی کا انکار ہے (لہذا یہ قول درست نہ ہوا) اور اسی طرح ذکر خفی کو مطلقاً افضل قرار دینا بھی انکار نصوص ہے اور اسی طرح ذکر جہر کی

تمام اقسام کا انکار بھی خلاف نصوص ہے کیونکہ جہر بعض جگہ تو جائز بھی نہیں (جیسے قرأۃ سری نمازوں میں) اور یہ دعویٰ کرنا کہ ذکر خفی مسنون ہے اور مراد ذکر خفی سے وہ مراقبے لئے جائیں کہ صوفیہ میں رائج ہیں۔ اور یا اس ذکر جہر کو مشروع قرار دینا کہ صوفیہ متاخرین نے رواج دیا ہے یعنی جس میں جہر مفرط ہو فضول ہے چہ جائے کہ اس کو افضل قرار دیا جائے، اور یہ جو بعض نوجوان مکابرہ اور بحث جانبین سے کرتے ہیں مقبول اور قابل التفات نہیں اور افراط وتفریط بری شئے ہے اور میانہ روی بہتر ہے اور بہتر گفتگو وہ ہے کہ تھوڑی ہو اور پوری بات سمجھادے۔ اور سلام ہو اس پر کہ ہدایت کی پیروی کی اس نے اور لازم پکڑا پیروی نبی کریم ﷺ کو۔ فقط۔

خلاصہ کلام: اگرچہ آواز سے ذکر کرنا ممنوع نہیں ہے مگر یہ شرط ضروری ہے کہ ضرورت سے زائد آواز بلند نہ کرے جس سے عاجزی اور تضرع کی کیفیت فوت ہو جائے جیسا کہ اس سورۃ کے آخر میں آرہا ہے۔ حضرت مولانا مفتی محمد شفیع معارف القرآن: ص: ۱۶۶ ج: ۴ میں لکھتے ہیں کہ: صرف زبانی ذکر بھی ثواب اور فائدہ سے خالی نہیں کیونکہ بعض اوقات یہ زبانی ذکر ہی قلبی ذکر کا ذریعہ اور سبب بن جاتا ہے زبان سے کہتے کہتے قلب بھی متاثر ہونے لگتا ہے اور کم از کم ایک عضو تو ذکر میں مشغول ہے ہی وہ بھی ثواب سے خالی نہیں اسلئے جن لوگوں کو ذکر وتسبیح میں دل جمی اور دھیان اور استحضار نہیں ہوتا وہ بھی ایسے ذکر کو بے فائدہ سمجھ کر چھوڑیں نہیں جاری رکھیں اور استحضار کی کوشش کرتے رہیں۔ اور بندہ ناچیز عبدالقیوم قاسمی کے نزدیک بھی حضرت مظہر جان جاناں کی تحقیق عمدہ ہے اور مفتی صاحبؒ کی تحقیق اس پر نور علی نور ہے اس پر عمل کرنا آسان ہے ورنہ پریشانی ہے اللہ تعالیٰ اپنے اکابر کے دامن کے ساتھ وابستہ رکھے۔ آمین

اذان سے قبل درود وسلام کی ایجاد

یہ مسئلہ سورہ مائدہ میں بقدر ضرورت گزر چکا ہے تاہم اس آیت کی مناسبت سے اختصاراً پیش خدمت ہے اذان سے پہلے بلند سے آواز درود شریف پڑھنا رافضیوں کی ایجاد ہے۔

شیخ الصوفیہ امام عبدالوہاب الشعرانی الشافعی رحمہ اللہ المتوفی ۹۷۳ھ لکھتے ہیں کہ ہمارے شیخ نے فرمایا کہ آجکل مؤذن جس طرح سلام پڑھتے ہیں یہ طریقہ نہ تو آنحضرت ﷺ کی زندگی میں تھا اور نہ حضرات خلفاء راشدین کے زمانہ میں بلکہ اسکی ایجاد مصر میں رافضیوں کے دور حکومت میں ہوئی۔ (کشف الغمہ: ص: ۱۴۷، ج: ۱، طبع مصر)

تاریخ الخلفاء سیوطی رحمہ اللہ: ص: ۳۰۴، ترجمہ تحت المتوکل علی اللہ ابو عبداللہ: درمختار: ص: ۶۴: اور طحطاوی: ۱۰۴: میں اسکی تصریح موجود ہے کہ یہ بدعت شعبان: ۷۹۱: میں جاری ہوئی۔

اصل واقعہ یوں پیش آیا کہ ایک جاہل صوفی نے یہ طریقہ خواب میں دیکھا (حالانکہ مدار شریعت خوابوں پر نہیں اور نہ وہ شرعاً حجت ہیں) تو مصر کے ایک ظالم اور راشی حاکم کے سامنے اس کو پیش کیا اس بے دین نے نہ آؤ دیکھا نہ تاؤ فوراً قانوناً یہ بدعت جاری کردی۔

چنانچہ مؤرخ اسلام علامہ مقریزی رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ وہ جاہل صوفی قاہرہ کے محتسب کے پاس گیا جو اس وقت نجم الدین محمد الطبندی تھا جو ایک جاہل شیخ تھا قضا اور محاسبہ میں بد اخلاق تھا ایک ایک درہم پر جان دیتا تھا اور کمینگی اور بے حیائی کا پتلہ تھا حرام اور رشوت لینے سے دریغ نہیں کرتا تھا اور کسی مؤمن کی قرابت اور ذمہ کا اسکو پاس نہ تھا گناہوں پر بڑا حریص تھا اور اس کا جسم حرام سے پلا ہوا تھا اس کے نزدیک علم کا کمال بس دستار وجبہ تھا اور وہ یہ سمجھتا تھا کہ رضائے الٰہی اللہ تعالیٰ کے بندوں کو کوڑے لگانے

اور عہدہ قضا پر برابر چمٹے رہنے میں ہے اس کی جہالتوں کے قصے اور اس کے گندے افعال کی کہانیاں ملک میں مشہور تھیں۔
(الابداع فی مضار الابتداع: ص ۱۶۱؛ طبع مصر: بحوالہ حکم الذکر بالجہر: ص ۱۲۲ تا ۱۲۳)

اہل بدعت کا اقرار صلوٰۃ والسلام قبل الاذان و بعد الاذان آنحضرت ﷺ اور خلفاء راشدین کے عہد میں نہیں تھا

چنانچہ مولوی فیض احمد اویسی بریلوی بہاولپوری اپنی کتاب زیارات بغداد وعراق کے: ص ۱۹: پر لکھتا ہے اذان کے ساتھ قبل اذان یا بعد اذان موذن جو سلام پڑھتے ہیں عہد نبوی اور زمانہ خلفاء راشدین میں نہ پڑھا جاتا تھا اور اپنی دوسری کتاب اذان کے وقت "الصلوٰۃ والسلام علیك یارسول الله" کا ثبوت کے: ص ۵: پر لکھتا ہے قبل اذان صلوٰۃ وسلام پڑھنے کی ضرورت بھی ہے وہ اس لئے لاؤڈ سپیکر کی خرابی معلوم کرنے کے لئے ہیلو، ہیلو، ون، ٹو، تھری، کہتے ہیں پھر مساجد میں ان کا رواج بلکہ اب تو مساجد کا لازمی جز سمجھا جا رہا ہے تو ہمارے اہل سنت نے انگریزی الفاظ کو مٹا کر درود شریف کا ورد کیا تا کہ لاؤڈ سپیکر کی نبض کا پتہ بھی چل جائے۔ (مطبوعہ مکتبہ اویسیہ بہاولپور)

اس سے واضح معلوم ہوتا ہے کہ ان کے اندر عشق رسول نہیں ہے محض حضور پاک ﷺ کے درود وسلام کو لاؤڈ سپیکر کی نبض معلوم کرنے کے لئے استعمال کیا جاتا ہے اور متبعین رسول کو گستاخ رسول کے القابات سے نوازا جاتا ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ دنیا کائنات میں ان سے بڑھ کر کوئی گستاخ رسول نہیں۔ اس پر تفصیلی گفتگو سورۃ انشراح میں آئے گی۔

اِنَّهٗ لَا یُحِبُّ الْمُعْتَدِیْنَ: بعض علماء نے لکھا ہے "معتدین" سے مراد وہ لوگ ہیں جو ایسی بیکار دعائیں کرتے ہیں جن کا ہونا نہ عقل میں آتا ہے نہ ضابطۂ قدرت میں جیسے منازل انبیاء کی طلب، آسمان پر پہنچ جانے کی دعاء۔ مرنے سے پہلے جنت میں پہنچ جانے کا سوال۔

﴿۵۶﴾ وَلَا تُفْسِدُوْا فِی الْاَرْضِ ۔الخ فساد فی الارض کی ممانعت:۔۔۔ عطیہ رحمہ اللہ نے اس آیت کے مطلب کی توضیح اس طرح کی کہ اللہ کی نافرمانی نہ کرو ورنہ اللہ تعالیٰ بارش روک لے گا اور تمہارے گناہوں کے سبب کھیتی کو تباہ کر دے گا (اور اس طرح سے زمین میں بگاڑ پیدا ہو جائے گا) اس توضیح پر "بَعْدَ اِصْلَاحِهَا" کا مطلب یہ ہوگا کہ جب اللہ نے بارش اور سبزی سے زمین کی درستی کر دی تو اس کے بعد اس کی تباہی نہ کرو۔ وَادْعُوْهُ خَوْفًا وَّطَمَعًا اور پکارو اس کو ڈر اور توقع سے۔ مطلب یہ ہے کہ خوف اور رجاء کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی عبادت میں مشغول رہو، نہ اس کی رحمت سے مایوس ہو اور نہ اس کے عذاب سے مامون اور بے فکر ہو کر گناہوں پر دلیر بنو۔ شیخ الاسلام مولانا شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہاں "وَادْعُوْهُ" میں دعاء سے عبادت مراد لیجائے جیسا کہ صلوٰۃ تہجد کے بارہ میں۔ "تَتَجَافٰی جُنُوْبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ یَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ خَوْفًا وَّطَمَعًا"۔

﴿۵۷﴾ تذکیر بآلاء اللہ سے توحید خداوندی کا اثبات واثبات بعث بعد الموت: بارش سے پہلے اللہ تعالیٰ ہی ٹھنڈی ٹھنڈی ہوائیں چلاتا ہے جو بارش کی آمد آمد کی خوشخبری لوگوں کو پہنچاتی ہیں جس طرح ہم اپنی قدرت کاملہ سے مردہ زمین کو زندہ اور سرسبز کر سکتے ہیں اسی طرح ہم قیامت کے دن تم کو بھی زمین سے دوبارہ زندہ کرنے پر قادر ہیں۔

﴿۵۸﴾ طیب الاستعداد وفاسد الاستعداد کی مثال: پاکیزہ زمین سے مؤمن کا دل مراد ہے اور ناکارہ زمین سے کافر کا دل مراد ہے اور قرآن کریم بمنزلہ باران رحمت اور آب حیات ہے، یہ بارش جو مومن کی زمین دل پر برسی تو اس سے طرح طرح کے ثمرات اور برکات کا ظہور ہوا، اس نے قرآن کریم کے مواعظ سے خوب فائدہ اٹھایا، اور کافر کی زمین دل شور کے تھی اس نے باران ہدایت کا کوئی اثر قبول نہیں کیا، بلکہ اس میں سے کفر اور الحاد کے کانٹے اور جھاڑ نکلے۔ (خازن: ص ۱۰۶؛ ج۔۲)

لَقَدۡ اَرۡسَلۡنَا نُوۡحًا اِلٰی قَوۡمِهٖ فَقَالَ یٰقَوۡمِ اعۡبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمۡ مِّنۡ اِلٰهٍ غَیۡرُهٗ ؕ اِنِّیۡۤ اَخَافُ

البتہ تحقیق ہم نے بھیجا نوح علیہ السلام کو رسول بنا کر ان کی قوم کی طرف پس کہا انہوں نے اے میری قوم، عبادت کرو اللہ تعالیٰ کی نہیں ہے تمہارے لئے اس کے سوا

عَلَیۡكُمۡ عَذَابَ یَوۡمٍ عَظِیۡمٍ ﴿۵۹﴾ قَالَ الۡمَلَاُ مِنۡ قَوۡمِهٖۤ اِنَّا لَنَرٰىكَ فِیۡ ضَلٰلٍ مُّبِیۡنٍ ﴿۶۰﴾

کوئی معبود بیشک میں خوف کھاتا ہوں تم پر بڑے دن کے عذاب سے ﴿۵۹﴾ ان کی قوم میں سے سرداروں نے کہا بیشک ہم دیکھتے ہیں تم کو کھلی گمراہی میں ﴿۶۰﴾

قَالَ یٰقَوۡمِ لَیۡسَ بِیۡ ضَلٰلَةٌ وَّلٰكِنِّیۡ رَسُوۡلٌ مِّنۡ رَّبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ ﴿۶۱﴾ اُبَلِّغُكُمۡ رِسٰلٰتِ رَبِّیۡ

کہا انہوں نے اے میری قوم نہیں ہے مجھ میں کسی قسم کی گمراہی بلکہ میں تو بھیجا ہوا (رسول) ہوں رب العالمین کی طرف سے ﴿۶۱﴾ میں پہنچاتا ہوں تم تک اپنے رب کے پیغام

وَاَنۡصَحُ لَكُمۡ وَاَعۡلَمُ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا تَعۡلَمُوۡنَ ﴿۶۲﴾ اَوَعَجِبۡتُمۡ اَنۡ جَآءَكُمۡ ذِكۡرٌ مِّنۡ

اور میں تمہاری خیر خواہی کرتا ہوں اور جانتا ہوں اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو تم نہیں جانتے ﴿۶۲﴾ کیا تم نے تعجب کیا ہے اس بات پر کہ آئی ہے تمہارے پاس

رَّبِّكُمۡ عَلٰی رَجُلٍ مِّنۡكُمۡ لِیُنۡذِرَكُمۡ وَلِتَتَّقُوۡا وَلَعَلَّكُمۡ تُرۡحَمُوۡنَ ﴿۶۳﴾ فَكَذَّبُوۡهُ فَاَنۡجَیۡنٰهُ

نصیحت تمہارے پروردگار کی جانب سے ایک مرد پر تم میں سے تاکہ وہ تمکو ڈرا دے اور تاکہ تم بچ جاؤ اور تاکہ تم پر رحم کیا جائے ﴿۶۳﴾ پس جھٹلایا ان لوگوں نے نوح علیہ السلام

وَالَّذِیۡنَ مَعَهٗ فِی الۡفُلۡكِ وَاَغۡرَقۡنَا الَّذِیۡنَ كَذَّبُوۡا بِاٰیٰتِنَا ؕ اِنَّهُمۡ كَانُوۡا قَوۡمًا عَمِیۡنَ ﴿۶۴﴾

کو پھر ہم نے بچالیا اس کو اور ان لوگوں کو جو اس کے ساتھ تھے کشتی میں اور ہم نے غرق کر دیا ان لوگوں کو جنہوں نے جھٹلایا تھا ہماری آیتوں کو بے شک وہ لوگ اندھے تھے ﴿۶۴﴾

ع ۸ / ۱۵

داستان حضرت نوح علیہ السلام

﴿۵۹﴾ لَقَدۡ اَرۡسَلۡنَا نُوۡحًا اِلٰی قَوۡمِهٖ ... الخ ربط آیات ❶ ... اوپر توحید خداوندی کا ذکر دلائل عقلیہ کے ساتھ تھا "کما قال تعالیٰ اِنَّ رَبَّكُمُ اللّٰهُ الَّذِیۡ۔ الخ اب دلائل نقلیہ کے ساتھ توحید خداوندی کا ذکر ہے" کما قال تعالیٰ لَقَدۡ اَرۡسَلۡنَا نُوۡحًا الخ ❷ ... اوپر تذکیر بآلاء اللہ کا ذکر تھا اب تذکیر بایام اللہ کا ذکر ہے۔ ❸ ... اوپر دو قسم کی زمینوں کا ذکر تھا ایک بلد طیب اور ایک بلد خبیث بارش کے اثرات دونوں زمینوں پر مرتب ہوتے ہیں اب آگے فرماتے ہیں وحی الٰہی نازل ہوئی اس وحی کے آنے کے بعد دو طبقے بنے ایک ماننے والا، اور ایک نہ ماننے والا۔ ماننے والے کی مد میں حضرت نوح علیہ السلام ہیں اور نہ ماننے والوں کی مد میں انکی نافرمان قوم ہے۔

خلاصہ رکوع ❶ ... حضرت نوح علیہ السلام کی رسالت اور انکی دعوت، حضرت نوح کی ہمدردی، قوم کے سرداروں کا مکالمہ، جواب مکالمہ، فرائض نوح، سبب تکذیب وبشریت نوح، حضرت نوح اور متبعین کی نجات اور مخالفین کا انجام۔ ماخذ آیات ۵۹: تا ۶۴ +

تمہید: ... حضرت آدم علیہ السلام کے بعد ایک طویل زمانہ ایسا گزرا کہ ساری اولاد آدم کلمہ توحید پر قائم تھی بت پرستی کی ابتداء یوں ہوئی کہ بعض بزرگوں کی وفات کے بعد جن کے نام ود، سواع، یغوث، یعوق، اور نسر۔ یہ ہیں کون تھے؟ یہ حضرت نوح علیہ السلام کے زمانہ کے نیک اور صالح انسان تھے جن کی پرستش کی جاتی تھی (بخاری: ص: ۷۳۲: ج۔ ۲)

لوگ انکی تصویریں بنا کر سامنے رکھ کر عبادت کرتے تھے کچھ عرصے کے بعد خود انکی عبادت شروع ہوگئی یہاں سے قبر پرستی اور بت پرستی کی وبا پھیل گئی تو اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السلام کو بھیجا۔ یہ بھی یاد رکھیں کہ دنیا میں سب سے پہلا شرک خدا تعالیٰ کے نیک بندوں اور ان کی قبروں سے شروع کیا گیا۔ اور لطف کی بات یہ ہے کہ وہ بھی محض تقرب خداوندی اور رضائے الٰہی کی تحصیل کی غرض سے وہ ایسا کرتے تھے اور یہی کچھ آج بھی ہو رہا ہے اور اس شرک کی ترویج واشاعت میں بڑے بڑے فرزانے بھی دیوانے ہوتے جارہے ہیں۔ خرد کا نام جنون رکھ دیا، جنوں کا خرد جو چاہے آپ کا حسن کرشمہ ساز کرے۔

لَقَدْ اَرْسَلْنَا ... الخ حضرت نوح علیہ السلام کی رسالت۔ حضرت نوح علیہ السلام کو اپنی امت کی طرف پیغام الٰہی دے کر بھیجا گیا تھا۔ **فَقَالَ یٰقَوْمِ** ... الخ دعوت حضرت نوح علیہ السلام ... اے میری قوم اللہ کی عبادت کرو تمہارا اس کے سوا کوئی الٰہ نہیں۔ اور اللہ تعالیٰ نے ہر پیغمبر کو یہ حکم دیا کہ تم یہ اعلان کر دو کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی بھی الٰہ نہیں جب وہ الٰہ ہی نہیں تو ان کی عبادت کیسے؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ حضرت نوح علیہ السلام نے اپنے بیٹے کو یہ وصیت کی تھی کہ "لا الہ الا اللہ" پر سختی سے کاربند رہنا کیونکہ اگر سات آسمان اور سات زمین ترازو کے ایک پلڑے میں رکھی جائیں تو "لا الہ الا اللہ" دوسرے پلڑے میں رکھا جائے تو "لا الہ الا اللہ" وزنی ثابت ہوگا۔ (ادب المفرد: ص۸۰ والترغیب والترھیب: ص۴۴۰ ج: ۲ وقال ابن کثیر اسنادہ صحیح)

اِنِّیْۤ اَخَافُ ... الخ حضرت نوح علیہ السلام کی ہمدردی: تفصیل آیت میں موجود ہے۔

فائدہ: کشتی نوح کا ذکر سورہ ہود میں آئے گا۔ اور طوفان میں اہل کشتی کے علاوہ باقی سب کا غرق ہو جانا سورہ نوح میں مذکور ہے۔

﴿۶۰﴾ **قوم کے سرداروں کا مکالمہ:** گمراہ قوم نے عناد اور ضد سے الٹا ان پر گمراہی کا حکم لگایا۔

﴿۶۱﴾ **جواب مکالمہ:** میں گمراہ نہیں ہوں بلکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے بھیجا ہوا ہوں۔

﴿۶۲﴾ **حضرت نوح علیہ السلام کے فرائض:** کہ میں اپنے رب کے پیغامات پہنچانے کے لئے آیا ہوں۔

﴿۶۳﴾ **سبب تکذیب وبشریت نوح علیہ السلام** کیا تمہیں اس بات پر تعجب ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تم ہی میں سے ایک شخص پر تمہارے لئے نصیحت کی بات لے آیا وہ بات یہ ہے وَاعْبُدُوا اللّٰهَ الخ

﴿۶۴﴾ **تکذیب نوح علیہ السلام** پس وہ لوگ انکی تکذیب ہی کرتے رہے۔

فَاَنْجَیْنٰهُ الخ حضرت نوح علیہ السلام اور متبعین کی نجات۔ **وَاَغْرَقْنَا** ... الخ مخالفین کا انجام: حضرت نوح علیہ السلام کو انہوں نے ہمیشہ جھٹلایا اور احکام الٰہی کی تکذیب کی اس جرم میں غرق کئے گئے۔ اس آیت میں معاندین قرآن کے لئے عبرت کا سبق ہے کہ اگر تم بھی قرآن کریم اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب سے باز نہیں آؤ گے تو تم بھی اسی طرح بارگاہ الٰہی سے مردود قرار دیئے جاؤ گے۔

وَاِلٰى عَادٍ اَخَاهُمْ هُوْدًا ۗ قَالَ یٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَیْرُهٗ ۭ

اور قوم عاد کی طرف ان کے بھائی ہود کو (ہم نے رسول بنا کر بھیجا) آپ نے کہا اے میری قوم عبادت کرو اللہ کی نہیں ہے تمہارے لئے اس کے سوا

اَفَلَا تَتَّقُوْنَ ﴿۶۵﴾ قَالَ الْمَلَاُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖۤ اِنَّا لَنَرٰىكَ فِیْ سَفَاهَةٍ وَّاِنَّا لَنَظُنُّكَ

کوئی معبود کیا تم ڈرتے نہیں ﴿۶۵﴾ کہا ان سرداروں نے جنہوں نے کفر کیا تھا ان کی قوم میں سے ہم خیال کرتے ہیں تم کو بیوقوفی میں اور ہم گمان کرتے ہیں

مِنَ الْكٰذِبِیْنَ ﴿۶۶﴾ قَالَ یٰقَوْمِ لَیْسَ بِیْ سَفَاهَةٌ وَّلٰكِنِّیْ رَسُوْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِیْنَ ﴿۶۷﴾

تیرے بارے میں کہ تو جھوٹا ہے ﴿۶۶﴾ کہا ہود علیہ السلام نے اے میری قوم کے لوگو نہیں ہے میرے اندر کسی قسم کی بیوقوفی لیکن میں بھیجا ہوا (رسول) ہوں رب العالمین کی طرف سے ﴿۶۷﴾

أُبَلِّغُكُمْ رِسٰلٰتِ رَبِّيْ وَاَنَا لَكُمْ نَاصِحٌ اَمِيْنٌ ﴿۶۸﴾ اَوَعَجِبْتُمْ اَنْ جَآءَكُمْ ذِكْرٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ

میں پہنچاتا ہوں تم تک اپنے رب کے پیغامات اور میں تمہارے لئے خیر خواہ ہوں اور امانت والا ہوں ﴿۶۸﴾ کیا تم کو تعجب ہوا ہے اس بات پر کہ آئی ہے تمہارے پاس

عَلٰى رَجُلٍ مِّنْكُمْ لِيُنْذِرَكُمْ ؕ وَاذْكُرُوْٓا اِذْ جَعَلَكُمْ خُلَفَآءَ مِنْۢ بَعْدِ قَوْمِ نُوْحٍ

نصیحت تمہارے رب کی طرف سے تاکہ وہ تم کو ڈرائے اور یاد کرو جبکہ تم کو اللہ تعالیٰ نے نوح علیہ السلام کی قوم کے بعد خلیفہ بنایا اور

وَّزَادَكُمْ فِى الْخَلْقِ بَصْۜطَةً ۚ فَاذْكُرُوْٓا اٰلَآءَ اللّٰهِ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴿۶۹﴾ قَالُوْٓا

زیادہ کیا تمہارے جسموں میں پھیلاؤ پس یاد کرو اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو تاکہ تم فلاح پا جاؤ ﴿۶۹﴾ کہا ان لوگوں (ہود علیہ السلام کی قوم) نے

اَجِئْتَنَا لِنَعْبُدَ اللّٰهَ وَحْدَهٗ وَنَذَرَ مَا كَانَ يَعْبُدُ اٰبَآؤُنَا ۚ فَاْتِنَا بِمَا تَعِدُنَآ اِنْ كُنْتَ

کیا تو آیا ہے ہمارے پاس اس مقصد کیلئے کہ ہم عبادت کریں اکیلے اللہ کی اور چھوڑ دیں ہم اس چیز کو جس کی عبادت کرتے تھے ہمارے آباؤ اجداد پس لاؤ ہمارے پاس

مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ﴿۷۰﴾ قَالَ قَدْ وَقَعَ عَلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ رِجْسٌ وَّغَضَبٌ ؕ اَتُجَادِلُوْنَنِيْ

جس چیز کا تم وعدہ کرتے ہو اگر تم سچے ہو ﴿۷۰﴾ کہا (ہود علیہ السلام نے) تحقیق ثابت ہو چکا ہے تم پر تمہارے رب کی طرف سے عذاب اور غضب کیا تم جھگڑا کرتے ہو میرے ساتھ ان ناموں

فِيْٓ اَسْمَآءٍ سَمَّيْتُمُوْهَآ اَنْتُمْ وَاٰبَآؤُكُمْ مَّا نَزَّلَ اللّٰهُ بِهَا مِنْ سُلْطٰنٍ ؕ فَانْتَظِرُوْٓا اِنِّيْ

میں جن کو تم نے رکھ لیا ہے اور تمہارے آباؤ اجداد نے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے بارے میں کوئی سند نہیں اتاری پس انتظار کرو میں بھی تمہارے ساتھ انتظار

مَعَكُمْ مِّنَ الْمُنْتَظِرِيْنَ ﴿۷۱﴾ فَاَنْجَيْنٰهُ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗ بِرَحْمَةٍ مِّنَّا وَقَطَعْنَا دَابِرَ الَّذِيْنَ

کرنے والوں میں ہوں ﴿۷۱﴾ پس ہم نے بچالیا اس کو اور ان لوگوں کو جو اس کے ساتھ تھے اپنی مہربانی سے کاٹ دی اور ہم نے جڑ ان لوگوں کی جنہوں نے جھٹلایا

كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَمَا كَانُوْا مُؤْمِنِيْنَ ﴿۷۲﴾ ع

ہماری آیتوں کو اور نہیں تھے وہ ایمان لانے والے ﴿۷۲﴾

﴿۶۵﴾ وَاِلٰى عَادٍ اَخَاهُمْ هُوْدًا ... الخ ربط آیات۔ ❶ ... اوپر دلیل نقلی سے توحید خداوندی کا ذکر تھا اب بھی دلیل نقلیہ سے توحید خداوندی کا ذکر ہے۔ ❷ --- اوپر آنحضرت ﷺ کے لئے تسلی کا مضمون تھا حضرت نوح علیہ السلام کے واقعہ کے ضمن میں، اب تسلی کا مضمون ہے حضرت ہود علیہ السلام کے واقعہ کے ضمن میں۔ ❸ --- اوپر مشرکین کے لئے تخویف تھی امم سابقین کے ضمن میں۔ اب بھی مشرکین کے لئے تخویف ہے امم سابقین کے ضمن میں۔ ❹ ... اوپر آنحضرت ﷺ کی رسالت کا ذکر تھا بذکر اخبار الماضیہ اب بھی یہی ہے۔ ❺ ... اوپر صداقت قرآن کا ذکر تھا بذکر اخبار الماضیہ اب بھی اسی کا ذکر ہے۔

خلاصہ رکوع ❾ ... حضرت ہود علیہ السلام کی نبوت کا اثبات اور انکی دعوت، حضرت ہود اور قوم ہود کا باہمی مکالمہ، قوم کا عناد، قوم کی دھمکی، جواب دھمکی، حضرت ہود علیہ السلام کے فرائض، حضرت ہود کی بشریت، متبعین کی نجات اور مخالفین کا انجام، سبب تکذیب۔

ماخذ آیات ۶۵: تا ۷۲ +

حضرت ہود علیہ السلام اور انکی قوم کا تعارف

عاد اصل میں ایک شخص کا نام ہے جو حضرت نوح علیہ السلام کی پانچویں نسل اور ان کے بیٹے سام کی اولاد میں سے ہے پھر اس شخص کی اولاد اور پوری قوم عاد کے نام سے مشہور ہوگئی قرآن کریم میں عاد کے ساتھ کہیں لفظ "عَادَ ِالْاُوْلٰی" اور کہیں "اِرَمَ ذَاتِ الْعِمَادِ" بھی آیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ قوم عاد کو ارم بھی کہا جاتا ہے اور عاد اولیٰ کے مقابلہ میں کوئی عاد ثانیہ بھی ہے۔ اسکی تحقیق میں زیادہ مشہور قول یہ ہے کہ عاد کے دادا کا نام ارم ہے اس کے ایک بیٹے یعنی عوص کا بیٹا عاد اول ہے اور ارم کے دوسرے بیٹے جو کا بیٹا ثمود ہے یہ عاد ثانی کہلاتا ہے۔ عاد اول کی اولاد عاد اولیٰ بھی کہلاتی ہے اور ثمود یعنی عاد ثانی کی اولاد ثمود اور عاد ثانیہ کہلاتی ہے۔

قوم عاد جو یمن میں رہتی تھی اس میں بت پرستی پھیل گئی تھی۔ روزی دینے بارش برسانے تندرست کرنے اور مختلف حاجتوں کے لئے الگ الگ دیوتا بنا رکھے تھے جن کی پرستش کرتے تھے قوم عاد کے واقعہ میں مشرکین مکہ اور مخالفین قرآن کے لئے عبرت ہے کہ وہ بھی اپنے وقت کے نبی اور احکام الٰہی سے انکار کے باعث تباہ ہوگئے تھے اس سے تم کو عبرت حاصل ہونی چاہئے۔

﴿۶۵﴾ حضرت ہود علیہ السلام کی نبوت کا اثبات اور انکی دعوت: قوم عاد کی طرف ہود علیہ السلام پیغام عبودیت لائے۔

﴿۶۶﴾ قوم کے با اثر سرداروں کا ہود علیہ السلام سے مکالمہ: تفصیل آیت میں موجود ہے۔

﴿۶۷﴾ جواب مکالمہ: میں بے وقوف نہیں ہوں بلکہ اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں۔

﴿۶۸﴾ حضرت ہود علیہ السلام کے فرائض: کہ میں اپنے رب کے احکام پہنچانے کے لئے آیا ہوں۔

﴿۶۹﴾ سبب تکذیب اور بشریت ہود علیہ السلام... کیا تم اس بات سے تعجب کرتے ہو کہ تمہارے پروردگار کی طرف سے تمہارے پاس ایک ایسے شخص کی معرفت جو تمہاری ہی جنس کا (بشر) ہے کوئی نصیحت کی بات آ گئی (وہ نصیحت کی بات وہی ہے جو مذکور ہوئی: "یقوم اعبدوا اللہ... الی قولہ... افلا تتقون" تا کہ وہ شخص تم کو (عذاب الٰہی سے) ڈراوے۔

(معارف القرآن: ص ۵۹۸: ج۔ ۳)

﴿۷۰﴾ قوم کا عناد: کہنے لگے کیا آپ چاہتے ہیں کہ باپ دادا کے معبودوں کو چھوڑ کر ایک خدا کی عبادت شروع کر دیں ہم اس کے لئے تیار نہیں۔ فَاْتِنَا بِمَا تَعِدُنَآ ... الخ قوم کی دھمکی۔

﴿۷۱﴾ جواب دھمکی: فرمایا! تمہارے رب کی طرف سے عذاب اور غضب کا فیصلہ تمہارے حق میں ہو چکا ہے اچھا تم بھی منتظر رہو میں بھی اس فیصلہ کے نافذ ہونے کا منتظر ہوں۔ ﴿۷۲﴾ حضرت ہود علیہ السلام اور متبعین کی نجات: حضرت ہود علیہ السلام اور ان پر ایمان لانے والوں کو ہم نے نجات دی۔ وَقَطَعْنَا... الخ مخالفین کا انجام: اور منکرین آیات ربانی کی جڑ کاٹ دی گئی۔

وَاِلٰی ثَمُوْدَ اَخَاهُمْ صٰلِحًا ۘ قَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ؕ قَدْ جَآءَتْكُمْ

اور قوم ثمود کی طرف ان کے بھائی صالح علیہ السلام کو ہم نے رسول بنا کر بھیجا انہوں نے کہا اے میری قوم کے لوگو! اللہ کی عبادت کرو نہیں ہے تمہارے لئے اس کے سوا کوئی الہ تحقیق

بَيِّنَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ ؕ هٰذِهٖ نَاقَةُ اللّٰهِ لَكُمْ اٰيَةً فَذَرُوْهَا تَاْكُلْ فِيْٓ اَرْضِ اللّٰهِ وَلَا تَمَسُّوْهَا

آئی ہے تمہارے پاس کھلی دلیل تمہارے رب کی طرف سے یہ اونٹنی ہے اللہ کی تمہارے لئے نشانی ہے پس چھوڑ دو اس کو یہ کھائے اللہ کی زمین میں اور نہ ہاتھ لگاؤ اس کو برائی سے پس پکڑے گا

بِسُوْٓءٍ فَيَاْخُذَكُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۷۳﴾ وَاذْكُرُوْٓا اِذْ جَعَلَكُمْ خُلَفَآءَ مِنْۢ بَعْدِ عَادٍ وَّبَوَّاَكُمْ

تم کو درد ناک عذاب ﴿۷۳﴾ اور یاد کرو جبکہ اللہ نے تم کو نائب بنایا قوم عاد کے بعد زمین میں اور ٹھکانا دیا تم کو زمین میں کہ بناتے ہو

فِى الْاَرْضِ تَتَّخِذُوْنَ مِنْ سُهُوْلِهَا قُصُوْرًا وَّتَنْحِتُوْنَ الْجِبَالَ بُيُوْتًا ۚ فَاذْكُرُوْٓا اٰلَآءَ

تم اس کی نرم جگہوں میں محلات اور تراشتے ہو پہاڑوں میں گھروں کو۔ پس یاد کرو اللہ کی نعمتوں کو اور

اللّٰهِ وَلَا تَعْثَوْا فِى الْاَرْضِ مُفْسِدِيْنَ ﴿۷۴﴾ قَالَ الْمَلَاُ الَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ

نہ چلو زمین میں فساد کرتے ہوئے ﴿۷۴﴾ کہا ان سرداروں نے جنہوں نے تکبر کیا صالح علیہ السلام کی قوم میں سے ان لوگوں سے جو کمزور خیال کیے جاتے تھے

لِلَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْا لِمَنْ اٰمَنَ مِنْهُمْ اَتَعْلَمُوْنَ اَنَّ صٰلِحًا مُّرْسَلٌ مِّنْ رَّبِّهٖ ؕ

اور جو ان میں سے ایمان لائے تھے کیا تم جانتے ہو کہ صالح علیہ السلام خدا کی جانب سے بھیجا ہوا رسول ہے؟ انہوں نے کہا کہ ہم تو اس چیز پر ایمان رکھنے والے ہیں جس کے ساتھ

قَالُوْٓا اِنَّا بِمَآ اُرْسِلَ بِهٖ مُؤْمِنُوْنَ ﴿۷۵﴾ قَالَ الَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْٓا اِنَّا بِالَّذِيْٓ اٰمَنْتُمْ بِهٖ كٰفِرُوْنَ ﴿۷۶﴾

اس صالح علیہ السلام کو بھیجا گیا ہے ﴿۷۵﴾ کہا ان لوگوں نے جنہوں نے تکبر کیا تھا کہ بیشک ہم انکار کرنے والے ہیں اس چیز کا جس پر تم ایمان لائے ہو ﴿۷۶﴾

فَعَقَرُوا النَّاقَةَ وَعَتَوْا عَنْ اَمْرِ رَبِّهِمْ وَقَالُوْا يٰصٰلِحُ ائْتِنَا بِمَا تَعِدُنَآ اِنْ كُنْتَ

پھر ان لوگوں نے اونٹنی کے پاؤں کاٹ دیئے اور سرکشی اختیار کی اپنے رب کے حکم سے اور کہنے لگے اے صالح علیہ السلام لے آ تو ہمارے پاس جس سے تو ہمیں ڈراتا ہے

مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۷۷﴾ فَاَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ فَاَصْبَحُوْا فِىْ دَارِهِمْ جٰثِمِيْنَ ﴿۷۸﴾ فَتَوَلّٰى عَنْهُمْ

اگر تو رسولوں میں سے ہے ﴿۷۷﴾ پس پکڑا ان کو زلزلے نے پھر ہو گئے وہ اپنے گھروں میں زمین پر گھٹنے ٹیک کر گرنے والے ﴿۷۸﴾ پھر صالح علیہ السلام وہاں سے پلٹے

وَقَالَ يٰقَوْمِ لَقَدْ اَبْلَغْتُكُمْ رِسَالَةَ رَبِّىْ وَنَصَحْتُ لَكُمْ وَلٰكِنْ لَّا تُحِبُّوْنَ النّٰصِحِيْنَ ﴿۷۹﴾

اور انہوں نے کہا اے میری قوم کے لوگو! تحقیق میں نے پہنچا دیا ہے تم تک اپنے رب کا پیغام اور میں نے تمہارے حق میں خیر خواہی کی ہے مگر تم نہیں پسند کرتے خیر خواہی کرنے والوں کو ﴿۷۹﴾

وَلُوْطًا اِذْ قَالَ لِقَوْمِهٖٓ اَتَاْتُوْنَ الْفَاحِشَةَ مَا سَبَقَكُمْ بِهَا مِنْ اَحَدٍ مِّنَ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۸۰﴾

(اور ہم نے) لوط (علیہ السلام) کو رسول بنا کر بھیجا جب کہا انہوں نے اپنی قوم سے (اے لوگو) کیا تم بے حیائی کا ایسا کام کرتے ہو جو تم سے پہلے کسی نہیں کیا جہان والوں میں سے ﴿۸۰﴾

اِنَّكُمْ لَتَاْتُوْنَ الرِّجَالَ شَهْوَةً مِّنْ دُوْنِ النِّسَآءِ ۭ بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ مُّسْرِفُوْنَ ﴿۸۱﴾ وَمَا كَانَ جَوَابَ

بیشک تم دوڑتے ہو مردوں پر شہوت رانی کرتے ہوئے عورتوں کو چھوڑ کر بلکہ (حقیقت یہ ہے) کہ تم لوگ حد سے گزرنے والے ہو ﴿۸۱﴾ اور نہیں تھا

قَوْمِهٖٓ اِلَّآ اَنْ قَالُوْٓا اَخْرِجُوْهُمْ مِّنْ قَرْيَتِكُمْ ۚ اِنَّهُمْ اُنَاسٌ يَّتَطَهَّرُوْنَ ﴿۸۲﴾ فَاَنْجَيْنٰهُ

جواب ان کی قوم کا مگر یہ کہ انہوں نے کہا نکال دو ان کو اپنی بستی سے بیشک یہ لوگ ہیں جو پاک بنتے ہیں ﴿۸۲﴾ پس ہم نے نجات دی لوط علیہ السلام اور ان کے

وَاَهْلَهٗٓ اِلَّا امْرَاَتَهٗ ۖ كَانَتْ مِنَ الْغٰبِرِيْنَ ﴿۸۳﴾ وَاَمْطَرْنَا عَلَيْهِمْ مَّطَرًا ۖ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ

گھر والوں کو مگر اس کی بیوی کو کہ تھی وہ پیچھے رہنے والوں میں سے ﴿۸۳﴾ اور برسائی ہم نے ان پر (ایک خاص قسم کی) بارش پس دیکھو کیسا

عَاقِبَةُ الْمُجْرِمِيْنَ ﴿۸۴﴾

انجام ہوا مجرموں کا (گنہگاروں) کا ﴿۸۴﴾

ع ۱۰ ۱۷

حضرت صالح علیہ السلام اور ان کی قوم کا تعارف

﴿۷۳﴾ وَاِلٰى ثَمُوْدَ اَخَاهُمْ صٰلِحًا ...الخ ربط آیات :اس رکوع کا ربط ماقبل کے ساتھ انہی پانچ طریق پر ہے جو اوپر گزر چکے ہیں۔ واللہ اعلم۔

خلاصہ رکوع ۱۰: حضرت صالح علیہ السلام کی رسالت کا اثبات، حضرت صالح علیہ السلام کی دعوت، قوم کا مطالبہ معجزہ، تشریح معجزہ، فرائض قوم برائے حقوق ناقہ۔ ۱۔ ۲۔ قوم ثمود کیلئے انعامات اور ان کے فرائض، قوم کے سرداروں کا عناد، سرداران قوم کا کمزور افراد سے سوال، جواب سوال، متکبرین کی ہٹ دھرمی، قوم کی گستاخی و بے باکی، جواب مطالبہ وانجام، حضرت صالح کا اظہار افسوس، حضرت لوط علیہ السلام کی رسالت کا اثبات، حضرت لوط کی تبلیغ، حضرت لوط علیہ السلام کا قوم سے باہمی مکالمہ، متبعین اور مخالفین کا انجام۔ ماخذ آیات ۷۳: تا ۸۴+

حضرت صالح علیہ السلام شمال عرب کے ایک قدیم ترین پیغمبر کا نام ہے جن کا زمانہ حضرت ہود علیہ السلام کے بعد کا ہے توریت میں ایک نام ان سے ملتا ہوا سلح آتا ہے، اگر انہیں کو صالح فرض کیا جائے تو سلسلۂ نسب یوں ٹھہرتا ہے۔

صالح بن ارفخشد بن سام بن نوح مزار مبارک جزیرہ نمائے سینا کے مشرقی کنارے پر وادی سیر میں نبی صالح کے نام سے آج بھی زیارت گاہ خلائق ہے آپ کی قوم یعنی قوم ثمود عرب کے شمالی و غربی علاقہ وادی القریٰ میں آباد تھی اور اپنے زمانے کی بڑی متمدن اور ترقی یافتہ قوم تھی۔ (محصلہ اعلام القرآن مولانا عبدالماجد دریا آبادی)

وَاِلٰى ثَمُوْدَ الخ اثبات رسالت حضرت صالح علیہ السلام۔ قَالَ يٰقَوْمِ ...الخ حضرت صالح علیہ السلام کی دعوت : انہوں نے قوم کو عبادت الٰہی کی طرف دعوت دی۔ قَدْ جَآءَتْكُمْ ...الخ قوم کا مطالبہ معجزہ :انہوں نے ایک خاص معجزہ کی درخواست کی تھی کہ اس پتھر سے ایک اونٹنی پیدا ہو تو ایمان لائیں گے۔ هٰذِهٖ نَاقَةُ اللّٰهِ ...الخ تشریح معجزہ :یہ اونٹنی ہے اللہ کی جو تمہارے لئے دلیل ہے "هٰذِهٖ نَاقَةُ اللّٰهِ" میں "نَاقَةُ" کی اللہ کی طرف اضافت تشریف وتکریم کے لئے ہے جیسے مسجد حرام کو بیت اللہ کہتے ہیں۔ فَذَرُوْهَا ...الخ فرائض قوم برائے حقوق ناقہ ۱ وَلَا تَمَسُّوْهَا ...الخ ۲ فَيَاْخُذَكُمْ ...الخ معجزہ کی توہین کا نتیجہ۔

﴿۷۴﴾ تذکیر بالآء اللہ سے قوم ثمود کیلئے انعامات اور ان کے فرائض :اللہ تعالیٰ کا احسان یاد کرو کہ قوم عاد کو تباہ کر کے ان کی جگہ تمہیں آباد کیا اس سے سرکشی کر کے مفسد نہ بنو۔

﴿۷۵﴾ قوم کے سرداروں کا عناد : سرداران قوم انکار کرتے ہیں۔ اور فطرہ سلیمہ والے مساکین دعوت حق پر لبیک کہتے ہیں۔ اَتَعْلَمُوْنَ ...الخ سرداران قوم کا کمزور افراد سے سوال۔ قَالُوْٓا الخ جواب سوال۔

﴿۷۶﴾ متکبرین کی ہٹ دھرمی :متکبر کہنے لگے ہم تو اس دعوت کا انکار کرتے ہیں۔
﴿۷۷﴾ قوم کی گستاخی و بے باکی :حضرت صالح علیہ السلام نے لوگوں سے فرمایا یہ اونٹنی بطور معجزہ ظاہر ہوئی ہے اسکو ہاتھ نہ لگانا جہاں سے مباح گھاس چرے اور پانی پینے کے گھاٹ پر ایک دن تو سارے جانور پئیں اور ایک دن اس اونٹنی کے لئے مقرر تھا۔ جس دن یہ اونٹنی پانی پینے کے لئے آتی تھی اس دن کسی اور جانور کو نہ پینے دیتی تھی۔ آخر بدھ کے دن قدار بن سالف نے جو پستہ قد نیلی آنکھوں والا سرخ رنگت کا شخص تھا اسکی کونچیں کاٹ دیں، حضرت صالح علیہ السلام نے فرمایا کہ لوگو تمہاری زندگی صرف تین دن کی رہ گئی ہے پہلے دن چہرے سب کے زرد، اور دوسرے دن سرخ، اور تیسرے دن سیاہ ہو جائیں گے، اور چوتھے دن سب روسیاہ ہلاک کر دیئے جائیں گے، چنانچہ ایسا ہی ہوا اور حضرت صالح علیہ السلام مع ایک سو دس آدمیوں کے جو ان پر ایمان لائے تھے قوم کی سرکشی اور شرارت اور اس نافرمانی کی سزا میں اس ہلاکت پر علم ہوتے ہوئے باہر ہو گئے جب آسمان سے ہولناک گونج کی آواز جس سے زمین تک دہل گئی سب کو ہلاک کر چکی تو یہ مع اپنے ہمراہوں کے اس وادی میں پھر آ بسے۔ (تفسیر میرٹھی)
فائدہ : اس آیت میں اونٹنی کو قتل کرنے کی سب کے طرف نسبت اس لئے کی گئی ہے کہ چونکہ سب اس فعل پر راضی تھے۔
(بیان القرآن)
﴿۷۸﴾ جواب مطالبہ وانجام :اوپر ذکر تھا کہ قوم نے عذاب الٰہی کا مطالبہ کیا اس آیت میں اس عذاب الٰہی کا ذکر ہے۔
فائدہ : دوسری آیت میں "صیحہ" یعنی فرشتہ کے نعرہ سے ہلاک ہونا آیا ہے بعض نے کہا اوپر سے "صیحہ" نیچے سے زلزلہ آیا تھا اور بعض نے کہا کہ "صیحہ" سے مراد قلب کی حرکت ہے جو "صیحہ" کے خوف سے پیدا ہوئی تھی۔
(بیان القرآن: ص: ۲۵، ج۔ ۴)
﴿۷۹﴾ حضرت صالح علیہ السلام کا اظہار افسوس :حضرت صالح علیہ السلام نے ان پر اظہار افسوس کیا اور فرمایا کہ میں نے تو تمہیں احکام الٰہی پہنچا دیئے تھے اور تمہاری خیر خواہی کر دی تھی۔ لیکن تم نے قدر نہ کی۔ الغرض قوم صالح علیہ السلام اپنے وقت کے نبی اور احکام الٰہی کی مخالفت کے باعث تباہ ہو گئی۔ "فَاعْتَبِرُوْا يٰٓاُولِي الْاَبْصَارِ"۔

حضرت لوط علیہ السلام کا مختصر تعارف

حضرت لوط بن حاران بن تارخ (آزر) اللہ کے پیغمبر برحق حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بھتیجے تھے جب حضرت ابراہیم علیہ السلام ہجرت کرکے عراق یا شام کو چلے گئے تو آپ بھی اس ملک میں ہجرت گزین ہو گئے جسے اب شرق یردن کہتے ہیں، آپ کی نافرمان و جرم پیشہ امت علاوہ بے دینی کے طرح طرح کی بداخلاقیوں اور بدکرداریوں میں مبتلا تھی۔ آخر فرشتوں کے ذریعے عذاب الٰہی آیا اور وہ بستی الٹ دی گئی ان بستیوں کے نام سدوم اور عمورہ منقول ہیں۔ آپ کی صاحبزادیاں عذاب الٰہی سے محفوظ آپ کے ساتھ ہی رہیں، آپ کی بیوی نافرمانوں سے ملی ہوئی تھی اور اس کا بھی انجام وہ ہوا جو ساری قوم کا ہوا۔ (محصلہ اعلام القرآن علامہ دریا آبادی)
﴿۸۰﴾ حضرت لوط علیہ السلام کی رسالت۔ اِذْ قَالَ لِقَوْمِهٖ الخ حضرت لوط علیہ السلام کی تبلیغ :فرمایا اے قوم بری مرض میں مبتلا ہوئی اور اپنے وقت کے نبی اور احکام الٰہی کی مخالفت کی۔
﴿۸۱﴾ تشریح اور قوم کے کردار پر فہمائش :فرمایا! اس بے حیائی کے کام کو چھوڑ دو یہ لوگ لواطت کے عادی تھے اور اس برائی کا ارتکاب بقول عمرو بن دینار پہلے کسی نے نہیں کیا۔ (روح المعانی، ص ۱۶۶، ج۔ ۸)
ایک تفسیر یہ بھی ہے قوم لوط پہلے یہ برا فعل عورتوں کے ساتھ کرتے تھے پھر مردوں کے ساتھ کرنا شروع کر دیا تھا۔ (روح المعانی، ص۔)

بَلْ اَنْتُمْ الخ کی تفسیر کا حاصل یہ ہے کہ بعض معاصی میں تقلید آباء واجداد وغیرہ سے دھوکا ہوجاتا ہے اس میں تو یہ بھی نہیں اور بعض آیتوں میں جو "تجھلون" آیا ہے اس سے شبہ نہ ہو کہ ان کو اس کی قباحت معلوم نہ تھی کیونکہ وہاں جہل سے مراد یہ نہیں بلکہ مراد یہ ہے کہ تم کو اس کا انجام بدیعنی عذاب معلوم نہیں۔ واللہ اعلم

﴿۸۲﴾ قوم لوط علیہ السلام کی ڈھٹائی :اس بے حیائی کے کام کو چھوڑنے کی بجائے حضرت لوط علیہ السلام اور اس کی جماعت حق کے مخالف ہوگئے۔

﴿۸۳﴾ حضرت لوط علیہ السلام اور متبعین کی نجات :حضرت لوط علیہ السلام اپنے مخلص متبعین کے ساتھ نجات پا گئے۔

فَائِدَہ: حضرت لوط علیہ السلام کی بیوی کافرہ تھی اور اس کا نام واہلہ یا والہہ تھا۔ (روح المعانی :ص :۵۶۸:ج ـ۸)

سُوَال:اس زمانہ میں عورتوں کو بھی ہلاک کیا گیا یہ کیوں؟

جَوَاب: وہ مشرک تھی اگر شبہ کیا جائے کہ اگر بعض مرد اور بعض عورتیں اس خبث کا ارتکاب نہ کرتے ہوں ان کے عذاب میں کیا دخل ہے؟ جواب یہ ہے کہ نکیر نہ کرنا اور معاونت بھی مثل اصل فعل کی پیدا ہوتا ہے۔ (بیان القرآن)

﴿۸۴﴾ کیفیت عذاب :نافرمان عذاب الٰہی کا شکار ہوگئے۔ اور تمام کفار پر پتھروں کی بارش برسی۔ بعض کہتے ہیں کہ آگ اور گندھک برسی۔ اور بعض کا قول ہے کی مقیمین اور موجود لوگ زمین میں دھنسا دیئے گئے اور مسافروں پر پتھر برسے۔ (تفسیر میرٹھی)

قرآن کریم میں حضرت لوط کی قوم پر چار قسم کے عذابوں کا ذکر آیا ہے:

❶ ... "وَاَمْطَرْنَا عَلَيْهِمْ مَّطَرًا"۔ ❷ ... "فَطَمَسْنَآ اَعْيُنَهُمْ"۔ ❸ ... "جَعَلْنَا عَالِيَهَا سَافِلَهَا"۔ ❹ ... "صیحہ" کا لفظ سورۃ حجر میں آیا ہے۔

وَاِلٰى مَدْيَنَ اَخَاهُمْ شُعَيْبًا ۗ قَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ۗ قَدْ جَآءَ

اور مدین کی طرف ان کے بھائی شعیب علیہ السلام کو ہم نے رسول بنا کر بھیجا انہوں نے کہا اے میری قوم کے لوگو عبادت کرو اللہ کی نہیں ہے تمہارے لئے اس کے سوا کوئی الٰہ۔ تحقیق آئی ہے تمہارے

تْكُمْ بَيِّنَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ فَاَوْفُوا الْكَيْلَ وَالْمِيْزَانَ وَلَا تَبْخَسُوا النَّاسَ اَشْيَآءَهُمْ وَلَا تُفْسِدُوْا

پاس کھلی نشانی تمہارے رب کی طرف سے پس پورا کرو ماپ اور تول اور نہ گھٹاؤ لوگوں سے ان کی چیزوں کو اور نہ فساد کرو

فِى الْاَرْضِ بَعْدَ اِصْلَاحِهَا ۗ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۸۵﴾ وَلَا تَقْعُدُوْا بِكُلِّ

زمین میں اس کی اصلاح کے بعد۔ یہ بات تمہارے لئے بہتر ہے اگر تم ایمان والے ہو﴿۸۵﴾ اور نہ بیٹھو ہر راستے میں کہ ڈراتے ہو

صِرَاطٍ تُوْعِدُوْنَ وَتَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ مَنْ اٰمَنَ بِهٖ وَتَبْغُوْنَهَا عِوَجًا ۚ

تم لوگوں کو اور روکتے ہو اللہ کے راستے سے جو ایمان لاتا ہے اس پر اور تلاش کرتے ہو تم اس راستے میں کجی اور یاد کرو جب تم تھوڑے تھے

وَاذْكُرُوْٓا اِذْ كُنْتُمْ قَلِيْلًا فَكَثَّرَكُمْ ۠ وَانْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُفْسِدِيْنَ ﴿۸۶﴾ وَاِنْ كَانَ

تعداد میں پس اللہ نے تمہیں زیادہ کر دیا اور دیکھو کیسے ہوا انجام فساد کرنے والوں کا﴿۸۶﴾ اور اگر تم میں سے ایک گروہ ایمان لایا ہے

طَآئِفَةٌ مِّنْكُمْ اٰمَنُوْا بِالَّذِيْٓ اُرْسِلْتُ بِهٖ وَطَآئِفَةٌ لَّمْ يُؤْمِنُوْا فَاصْبِرُوْا حَتّٰى يَحْكُمَ

اس چیز پر جس کے ساتھ میں بھیجا گیا ہوں اور ایک گروہ ایسا ہے جو ایمان نہیں لایا پس صبر کرو یہاں تک کہ فیصلہ کر دے اللہ تعالیٰ ہمارے درمیان اور وہ

اللّٰهُ بَيْنَنَا ۚ وَهُوَ خَيْرُ الْحٰكِمِيْنَ ﴿۸۷﴾

سب سے بہتر فیصلہ کرنے والا ہے ﴿۸۷﴾

قَالَ الْمَلَاُ الَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ لَنُخْرِجَنَّكَ يٰشُعَيْبُ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَكَ مِنْ

کہا ان سرداروں نے جنہوں نے تکبر کیا شعیب (علیہ السلام) کی قوم سے کہ ہم ضرور نکال دیں گے تم کو اے شعیب اور ان لوگوں کو جو تیرے ساتھ ایمان لائے ہیں اپنی بستی سے یا یہ

قَرْيَتِنَآ اَوْ لَتَعُوْدُنَّ فِيْ مِلَّتِنَا ۚ قَالَ اَوَلَوْ كُنَّا كٰرِهِيْنَ ﴿۸۸﴾ قَدِ افْتَرَيْنَا عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا

کہ تم پلٹ آؤ ہمارے دین میں۔ کہا شعیب علیہ السلام نے اگرچہ ہم ناپسند کرنے والے ہوں (تمہارے دین کو)؟ ﴿۸۸﴾ بیشک ہم نے اللہ پر جھوٹ باندھا اگر ہم لوٹیں گے

اِنْ عُدْنَا فِيْ مِلَّتِكُمْ بَعْدَ اِذْ نَجّٰىنَا اللّٰهُ مِنْهَا ۭ وَمَا يَكُوْنُ لَنَآ اَنْ نَّعُوْدَ فِيْهَآ اِلَّآ

تمہاری ملت میں بعد اس کے اللہ نے ہمیں بچایا ہے اس سے اور نہیں ہمارے لئے ہم لوٹیں اس میں مگر یہ کہ چاہے اللہ ہمارا پروردگار، وسیع ہے

اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ رَبُّنَا ۭ وَسِعَ رَبُّنَا كُلَّ شَيْءٍ عِلْمًا ۭ عَلَى اللّٰهِ تَوَكَّلْنَا ۭ رَبَّنَا افْتَحْ

ہمارا پروردگار ہر چیز پر علم کے اعتبار سے۔ ہم اللہ کی ذات پر ہی بھروسہ رکھتے ہیں۔ اے ہمارے پروردگار! فیصلہ کر دے

بَيْنَنَا وَبَيْنَ قَوْمِنَا بِالْحَقِّ وَاَنْتَ خَيْرُ الْفٰتِحِيْنَ ﴿۸۹﴾ وَقَالَ الْمَلَاُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ

ہمارے اور ہماری قوم کے درمیان حق کے ساتھ اور تو بہتر فیصلہ کرنے والا ہے ﴿۸۹﴾ اور کہا سرداروں نے جنہوں نے کفر کیا شعیب علیہ السلام کی قوم سے اگر تم نے

قَوْمِهٖ لَىِٕنِ اتَّبَعْتُمْ شُعَيْبًا اِنَّكُمْ اِذًا لَّخٰسِرُوْنَ ﴿۹۰﴾ فَاَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ فَاَصْبَحُوْا فِيْ

شعیب کی پیروی کی تو بیشک اس وقت تم نقصان اٹھانے والے ہوگے ﴿۹۰﴾ پھر پکڑا ان کو زلزلے نے پس ہوگئے اپنے

دَارِهِمْ جٰثِمِيْنَ ﴿۹۱﴾ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا شُعَيْبًا كَاَنْ لَّمْ يَغْنَوْا فِيْهَا ۚ اَلَّذِيْنَ كَذَّبُوْا شُعَيْبًا

گھروں میں اوندھے منہ ﴿۹۱﴾ وہ لوگ جنہوں نے جھٹلایا تھا شعیب (علیہ السلام) کو ایسے نابود ہوگئے گویا وہ ان بستیوں میں بسنے والے ہی نہ تھے وہ لوگ جنہوں نے جھٹلایا

كَانُوْا هُمُ الْخٰسِرِيْنَ ﴿۹۲﴾ فَتَوَلّٰى عَنْهُمْ وَقَالَ يٰقَوْمِ لَقَدْ اَبْلَغْتُكُمْ رِسٰلٰتِ رَبِّيْ وَنَصَحْتُ

شعیب کو وہی تھے نقصان اٹھانے والے ﴿۹۲﴾ پس پلٹے (شعیب علیہ السلام) ان لوگوں سے اور آپ نے کہا اے میری قوم کے لوگو! بیشک میں نے تمہیں پہنچا دیئے اپنے رب کے

لَكُمْ ۚ فَكَيْفَ اٰسٰى عَلٰى قَوْمٍ كٰفِرِيْنَ ﴿۹۳﴾

پیغام اور میں نے تمہاری خیر خواہی کی۔ پس کیسے افسوس کروں میں ان لوگوں پر جو کفر کرنے والے ہیں ﴿۹۳﴾

حضرت شعیب علیہ السلام کی دعوت وتبلیغ

﴿۸۵﴾ وَاِلٰی مَدْیَنَ اَخَاھُمْ شُعَیْبًا ...الخ ربط آیات اس رکوع کا ربط گزشتہ رکوع کے ساتھ حسب سابق طریق پر ہے۔

خلاصہ رکوع ⓫ حضرت شعیب علیہ السلام کی رسالت کا اثبات اور انکی دعوت، حضرت شعیب علیہ السلام کی صداقت کی دلیل، فرائض قوم، راستہ پر بیٹھنے کی ممانعت، تذکیر نعمت سے ترہیب، فریقین کے نتائج کا تفاوت، سرداروں کی دھمکی، جواب شعیب، حضرت شعیب کی دعا، سرداروں کا عوام الناس سے مکالمہ، گرفت خداوندی، کیفیت مکذبین، اظہار افسوس کیسے کرو۔ ماخذ آیات ۸۵: تا ۹۳+

حضرت شعیب علیہ السلام کا مختصر تعارف

نسب نامہ ہماری تفسیروں میں یوں درج ہے۔ شعیب بن میکیل بن یشجر بن مدین بن ابراہیم علیہ السلام حضرت ابراہیم خلیل اللہ کی تیسری زوجہ محترمہ کا نام بی بی قتورہ تھا، ان کے بطن سے ایک صاحبزادہ مدین نامی تھے جب شہر آباد ہونے لگا تو قدیم دستور کے مطابق انہی کے نام سے موسوم ہوا، مدین کا محل وقوع بحر احمر کا ساحل تھا کوہ طور کے جنوب ومشرق میں، آپ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے سسر تھے آپ کی صاحبزادی بی بی صفورا ان کے عقد میں تھیں۔

اہل مدین ایک تجارت پیشہ قوم تھی آپ کی تبلیغ کا خلاصہ دعوت توحید کے بعد یہی تھا کہ کاروبار میں پوری دیانت اختیار کرو اور ہر قسم کی خیانت سے بچو، قوم نے آپ کی بات نہ سنی اور بالآخر عذاب سے ہلاک ہوئی، اہل کتاب ہی کی کتابوں میں بعض فاضلوں کا قول نقل ہوا ہے کہ حضرت کا نام "جوباب" تھا جو عربی املا میں آ کر "شعیب ہو گیا" اور "یترو محض" ایک تعظیمی لقب تھا۔ (محصلہ اعلام القرآن)

وَاِلٰی مَدْیَنَ : حضرت شعیب علیہ السلام کی رسالت۔ قَالَ یٰقَوْمِ : حضرت شعیب علیہ السلام کی دعوت۔

قَدْ جَآءَتْکُمْ : صداقت کی دلیل : میرے نبی ہونے پر واضح دلیل معجزہ ہے۔ علامہ آلوسی رحمہ اللہ لکھتے ہیں اس معجزہ کا ذکر قرآن کریم میں نہیں ہے۔ (روح المعانی: ص: ۵۷۵: ج۔۸) وَلَا تَبْخَسُوا ...الخ فرائض قوم : اور لوگوں کا ان چیزوں میں نقصان مت کیا کرو جیسا کہ تمہاری عادت ہے اور زمین میں تعلیم توحید اور بعثت انبیاء کے بعد فساد برپا نہیں کرنا کیونکہ ان کی خلاف ورزی موجب فساد ہے۔

﴿۸۶﴾ وَلَا تَقْعُدُوْا ...الخ راستے پر بیٹھنے کی ممانعت : مطلب یہ ہے کہ یہ لوگ کفر کے ساتھ ساتھ لوگوں کو گمراہ کرنے میں بھی مبتلا تھے اور سڑکوں پر بیٹھ کر آنے والوں کو بہکاتے کہ شعیب علیہ السلام پر ایمان نہ لانا ورنہ ہم تمہیں مار ڈالیں گے۔ (التفسیر المیسر: ص: ۱۶۱: طبع مدینہ منورہ) وَاذْکُرُوْا : تذکیر نعمت سے ترغیب : اور اس حال کو یاد کرو جبکہ تم شمار میں یا مال میں کم تھے پھر اللہ تعالیٰ نے تم کو شمار اور مال میں زیادہ کر دیا یہ ترغیب ہے ایمان لانے پر۔ وَانْظُرُوْا ...الخ ترہیب : اور دیکھ لو کیا برا انجام ہوا فساد ظلم شرک وکفر کرنے والوں کا جیسے قوم عاد، ثمود، نوح، کا ہوا۔

﴿۸۷﴾ فریقین کے نتائج کا تفاوت : یعنی اللہ تعالیٰ ہمارے اور تمہارے درمیان عملی فیصلہ کرے گا کہ عذاب نازل کر کے اہل ایمان کو نجات دے گا، اور کفار کو ہلاک کرے گا۔ اور وہ سب سے بہتر فیصلہ کرنے والا ہے اس کا انتظار کرو۔

﴿۸۸﴾ سرداروں کی دھمکی : اسکی قوم میں سے تکبر کرنے والے سرداروں نے کہا، یا تو واپس ہمارے دین میں آ جاؤ، تو ہم کچھ نہ کہیں گے ورنہ ہم تمہیں نکال دیں گے، یہ اس لئے انہوں نے کہا کہ بعثت سے قبل ان کے سکوت سے وہ لوگ سمجھتے تھے کہ ان کا

اعتقاد بھی ہمارا جیسا ہوگا۔ اور مؤمنین سے اس لئے کہی کہ وہ ایمان قبول کرنے سے پہلے اسی طریق کفر پر تھے۔

قَالَ اَوَلَوْ كُنَّا ...الخ جواب حضرت شعیب علیہ السلام... کہا کیا ہم تمہارے مذہب میں آجائیں گو ہم اس کو قابل نفرت اور مکروہ سمجھتے ہیں اور ہم دلیل بصیرت پر ہیں اور اس کے باطل ہونے پر دلیل قائم ہے ہم اس کو کیسے مانیں؟

﴿۸۹﴾ ہم تو اللہ تعالیٰ پر بڑی جھوٹی تہمت لگانے والے ہو جائیں گے اگر اللہ نہ کرے ہم تمہارے مذہب میں آجائیں بعد اس کے کہ اللہ تعالیٰ نے ہم کو اس غلط مذہب سے نجات دی ہے، کیونکہ اولاً تو مطلقاً کفر کو دین حق سمجھنا ہی اللہ تعالیٰ پر تہمت لگانا ہے کہ یہ دین معاذ اللہ اللہ تعالیٰ کو پسند ہے۔

خصوصاً مؤمن کا کافر ہونا چونکہ بعد علم وقبول دلیل حق کے ہے اور زیادہ تہمت ہے ایک تو وہی تہمت دوسری وہ تہمت کہ اللہ نے جو مجھ کو دلیل کا علم دیا تھا جس کو میں حق سمجھتا تھا وہ علم غلط دیا تھا اور شعیب علیہ السلام نے لفظ "عود" یا تغلیباً دوسروں کے اعتبار سے یا ان کے گمان کو فرض کر کے یا مشاکلۃً برتا۔ (بیان القرآن)

اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ : مگر اللہ تعالیٰ جو ہمارا پروردگار اور مالک ہے اسی کو ہمارا مرتد ہونا منظور ہو اور اسی کی مصلحت کا تقاضا ہو تو بات دوسری ہے، ہمارے پروردگار کے علم نے ہر چیز کا احاطہ کر رکھا ہے، مگر ہم اللہ ہی پر بھروسہ رکھتے ہیں اور بھروسہ کر کے یہ امید کرتے ہیں کہ وہ ہم کو دین حق پر ثابت رکھے۔ اس سے شبہ نہ کیا جائے کہ حضرت شعیب علیہ السلام کو اپنے خاتمہ کا علم نہیں تھا اس لئے کہا۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس میں اظہار عجز اور تفویض الی المالک ہے جو عین کمال نبوت ہے۔

رَبَّنَا افْتَحْ ...الخ حضرت شعیب علیہ السلام کی دعا : اے ہمارے پروردگار ہمارے اور ہماری اس قوم کے درمیان ٹھیک ٹھیک فیصلہ فرمادے تا کہ حق واضح ہو جائے اور تو تمام فیصلہ کرنے والوں سے بہتر فیصلہ کرنے والا ہے۔

﴿۹۰﴾ سرداروں کا عوام الناس سے کلام : جب شعیب علیہ السلام کی قوم کے مفسد سرداروں نے انکی مؤثر تقریریں سنی تو انکو اندیشہ ہوا کہ کہیں سننے والوں پر اس کا اثر نہ ہو جائے تو انہوں نے کفار سے کہا کہ اگر تم حضرت شعیب علیہ السلام کی راہ پر چلے تو بڑا نقصان اٹھاؤ گے دین کا بھی اور دنیا کا بھی۔ دین کا اس لئے کہ وہ باپ دادا کے مذہب کو چھوڑنا خسارہ سمجھتے تھے۔ اور دنیا کا بھی اس لئے کہ پورا ناپنے میں بچت کم ہوگی۔ لہٰذا اپنے آپ کو نقصان سے بچانے کے لئے کفر پر مضبوطی سے جے رہو۔

﴿۹۱﴾ گرفت خداوندی : معاندین زلزلہ کے عذاب میں مبتلا ہو گئے، جو حضرت شعیب علیہ السلام اور اہل ایمان کو ان کے گھروں سے نکالنے پر تیار تھے۔

﴿۹۲﴾ کیفیت مکذبین : وہ خود ایسے برباد ہوئے کہ گویا کہ کبھی وہ ان گھروں میں بسے ہی نہ تھے جو حضرت شعیب علیہ السلام اور انکی اتباع کرنے والوں کو خسارے والے بتلاتے تھے۔ مگر خود خسارے میں مبتلا ہو گئے۔

علامہ آلوسی رحمہ اللہ لکھتے ہیں احضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ان پر شدید گرمی مسلط ہوئی کہ گھر میں بھی چین نہ آتا تھا اس میں ایک بدلی آئی جس میں ٹھنڈی ہوا تھی یہ لوگ اس کے سایہ میں سب میدان میں جمع ہو گئے اس وقت اس میں آگ برسی اور زمین میں بھی زلزلہ آیا سب جل گئے۔ (روح المعانی، ص ۱۰،۱۱ ج۔۹)

اس صورت میں "دار" سے مراد مطلق ارض ہوگا جیسے دار السلام اور دار الحرب۔

حضرات مفسرین لکھتے ہیں کہ ان پر تین قسم کے عذاب جمع ہوئے۔ ❶ ایک تو اوپر سے آگ کی چنگاریاں اور شعلے گرنے لگے۔ ❷ آسمان سے ایک "رعد" کڑک پیدا ہوئی۔ ❸ اور ان کے قدموں تلے زمین سے ایک شدید زلزلہ پیدا ہوا کہ انکی جانیں نکل گئیں اور بے

جان ہو کر رہ گئے اور اپنے گھروں میں ڈھیر ہو گئے گویا یہاں بسے ہی نہیں تھے۔ (ابن کثیر: ص: ۲۸۳: ج: ۳: تفسیر منیر: ص: ۹: ج۔ ۹)

﴿۹۳﴾ اظہار افسوس کیسے کروں؟: حضرت شعیب علیہ السلام نے بطور حسرت کے خطاب کر کے فرمایا! اے میری قوم میں نے تو تمہیں احکام الٰہی پہنچا دیئے تھے تمہاری خیر خواہی کے لئے مگر افسوس تم نے انکی مخالفت کی اور یہ سزا پائی۔ تو میں تمہاری اس بد انجامی کو دیکھ کر کیوں افسوس کروں؟

وَمَآ اَرْسَلْنَا فِیْ قَرْیَةٍ مِّنْ نَّبِیٍّ اِلَّآ اَخَذْنَآ اَهْلَهَا بِالْبَاْسَآءِ وَالضَّرَّآءِ لَعَلَّهُمْ

اور نہیں بھیجا ہم نے کسی بستی میں کوئی نبی مگر یہ کہ ہم نے پکڑا وہاں کے رہنے والوں کے ساتھ بد حالی اور تکلیف کے تا کہ یہ لوگ عاجزی کریں

یَضَّرَّعُوْنَ ﴿۹۴﴾ ثُمَّ بَدَّلْنَا مَكَانَ السَّیِّئَةِ الْحَسَنَةَ حَتّٰی عَفَوْا وَّقَالُوْا قَدْ مَسَّ اٰبَآءَنَا الضَّرَّآءُ

اور گڑگڑائیں ﴿۹۴﴾ پھر ہم نے تبدیل کر دیا برائی کی جگہ پر بھلائی کو یہاں تک کہ وہ لوگ بڑھ گئے اور انہوں نے کہا تحقیق پہنچی ہے ہمارے باپ دادوں کو تکلیف

وَالسَّرَّآءُ فَاَخَذْنٰهُمْ بَغْتَةً وَّهُمْ لَا یَشْعُرُوْنَ ﴿۹۵﴾ وَلَوْ اَنَّ اَهْلَ الْقُرٰٓی اٰمَنُوْا وَاتَّقَوْا

اور خوشی پس پکڑا ہم نے ان کو اچانک اور وہ بے خبر تھے ﴿۹۵﴾ اور اگر بستیوں کے رہنے والے ایمان لاتے اور تقویٰ کی راہ اختیار کرتے تو البتہ

لَفَتَحْنَا عَلَیْهِمْ بَرَكٰتٍ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ وَلٰكِنْ كَذَّبُوْا فَاَخَذْنٰهُمْ بِمَا كَانُوْا یَكْسِبُوْنَ ﴿۹۶﴾

ہم کھول دیتے ان پر برکتیں آسمان کی طرف سے اور زمین سے لیکن انہوں نے جھٹلایا پس پکڑا ہم نے ان کو ان کے کاموں کے بدلے جو وہ کماتے تھے ﴿۹۶﴾

اَفَاَمِنَ اَهْلُ الْقُرٰٓی اَنْ یَّاْتِیَهُمْ بَاْسُنَا بَیَاتًا وَّهُمْ نَآئِمُوْنَ ﴿۹۷﴾ اَوَاَمِنَ اَهْلُ الْقُرٰٓی

کیا بے فکر (نڈر) ہو گئے ہیں بستیوں کے رہنے والے اس بات سے کہ آ جائے ان کے پاس ہماری گرفت رات کے وقت اور وہ سوئے ہوئے ہوں ﴿۹۷﴾ کیا بے فکر (نڈر) ہو گئے

اَنْ یَّاْتِیَهُمْ بَاْسُنَا ضُحًی وَّهُمْ یَلْعَبُوْنَ ﴿۹۸﴾ اَفَاَمِنُوْا مَكْرَ اللّٰهِ فَلَا یَاْمَنُ مَكْرَ اللّٰهِ اِلَّا

ہیں بستیوں کے رہنے والے اس بات سے کہ آ جائے ان کے پاس ہماری گرفت دوپہر کے وقت اور وہ کھیل میں مشغول ہوں ﴿۹۸﴾ کیا بے فکر ہو گئے ہیں یہ لوگ اللہ کی

الْقَوْمُ الْخٰسِرُوْنَ ﴿۹۹﴾

مخفی تدبیر سے پس نہیں بے فکر ہوتے اللہ کی مخفی تدبیر سے مگر وہی جو نقصان اٹھانے والے ہیں ﴿۹۹﴾

﴿۹۴﴾ وَمَآ اَرْسَلْنَا فِیْ قَرْیَةٍ ... الخ ربط آیات: اوپر چند واقعات اللہ نے پیغمبروں کے نام لے کر اور انکی قوموں کے نام لے کر بتائے نوح علیہ السلام اور انکی قوم۔ ہود علیہ السلام اور انکی قوم۔ صالح علیہ السلام اور انکی قوم، لوط علیہ السلام اور انکی قوم۔ شعیب علیہ السلام اور انکی قوم۔ اب یہاں سے اجمالاً فرمایا کہ ہم نے اور پیغمبر بھیجے مختلف بستیوں کی طرف ہم نے لوگوں کو مالی پریشانیوں میں بھی مبتلا کیا اور بدنی میں بھی تا کہ وہ گڑگڑائیں اور رجوع کریں لیکن جس طرح اور قوموں نے نافرمانی کی اس طرح انہوں نے بھی نافرمانی کی۔ الغرض پہلے واقعات تفصیلی تھے اب اجمالی ہیں۔

خلاصہ رکوع ۱۲ تذکیر بایام اللہ سے قانون الٰہی برائے امتحان، خوشحالی، ترغیب ایمان، موجودہ کفار کے لئے درس عبرت۔ ۱۔ ۲۔ ناگہانی عذاب سے غفلت۔ ماخذ آیات ۹۴: تا ۹۹ +

تذکیر بایام اللہ سے قانون الٰہی برائے امتحان : اور ہم نے کسی بستی اور شہر میں کبھی کوئی نبی نہیں بھیجا مگر یہ کہ ہم نے شروع شروع ان کے انکار اور نبی کی تکذیب کرنے پر ان بستی والوں کو فقر و تنگدستی اور مختلف قسم کے امتحانات مثلاً امراض و آلام میں مبتلا کیا تا کہ وہ عاجزی کریں رسول کی تکذیب سے باز آجائیں اور ڈر کر گریہ وزاری کریں۔

﴿۹۵﴾ خوشحالی : جب انہوں نے تنبیہات کا اثر قبول نہیں کیا تو خوشحالی بھیجی تا کہ احسانات سے متاثر ہو کر کچھ شرمائیں اور اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہوں یا عیش و ثروت کے نشہ میں چور ہو کر بالکل غافل ہو جائیں اور سخت عذاب کے مستحق ہو جائیں۔

حضرات مفسرین فرماتے ہیں کہ جب بندوں کو گناہوں کی سزا پہنچتی رہے تو امید ہے کہ توبہ کرلیں اور جب گناہ راس آ گیا تو یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے بہت بڑی آزمائش ہے پھر ہلاکت کا ڈر ہے، جیسے کسی نے زہر کھالیا اگر اگل دے تو امید ہے کہ بچ جائے اور اگر وہ ہضم ہوگئی تو بس پھر کام تمام ہوگیا۔

﴿۹۶﴾ ترغیب ایمان : اگر یہ بستیوں والے ہمارے احکام مان جاتے اور ایمان و تقویٰ اختیار کرتے تو ہم زمین آسمان سے رحمتوں اور برکتوں کے دروازے کھول دیتے اور وہ بے شمار رزق پاتے۔

وَلٰكِنْ كَذَّبُوْا۔۔۔ الخ عدم قبول ایمان کا نتیجہ : لیکن ان لوگوں نے اپنے شامت اعمال کی وجہ سے مہلک سزا پائی۔

﴿۹۷﴾ موجودہ کفار کے لئے درس عبرت ❶ ۔۔۔ اب یہاں سے موجودہ کفار کو عبرت دلاتے ہیں کہ کیا یہ مذکورہ واقعات کو سن کر بھی آنحضرت ﷺ پر ایمان نہیں لاتے اور قرآن کریم کی مخالفت پر تلے ہوئے ہیں ممکن ہے کہ ہمارا عذاب رات کو سوتے وقت تم پر آجائے۔

﴿۹۸﴾ درس عبرت۔ ❷ ۔۔۔ موجودہ کفار اس بات سے بے فکر ہو گئے ہیں کہ ان گزشتہ کفار کی طرح ان پر ہمارا عذاب چاشت کے وقت کڑکے اور وہ اس وقت اپنے سہو غفلت میں ہوں۔ ﴿۹۹﴾ ناگہانی عذاب سے غفلت : کیا اللہ تعالیٰ کی اس ناگہانی پکڑ سے جس کا اوپر ذکر ہو چکا ہے بے فکر ہو چکے ہیں، اللہ تعالیٰ کی پکڑ سے سوا کم بختوں کے کوئی بے فکر نہیں ہو سکتا۔

اَوَلَمْ يَهْدِ لِلَّذِيْنَ يَرِثُوْنَ الْاَرْضَ مِنْۢ بَعْدِ اَهْلِهَآ اَنْ لَّوْ نَشَآءُ اَصَبْنٰهُمْ بِذُنُوْبِهِمْ ۚ

کیا نہیں واضح ہوا ان لوگوں کیلئے جو وارث ہوتے ہیں زمین کے اس کے اہل کے ہلاک ہونے کے بعد کہ اگر ہم چاہیں تو ان کو مبتلائے مصیبت کر دیں ان کے گناہوں کی وجہ سے اور

وَنَطْبَعُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ فَهُمْ لَا يَسْمَعُوْنَ ۝۱۰۰ تِلْكَ الْقُرٰى نَقُصُّ عَلَيْكَ مِنْ اَنْۢبَآئِهَا ۚ

ہم مہر کر دیں انکے دلوں پر پس وہ لوگ نہیں سنتے ﴿۱۰۰﴾ یہ بستیاں ہیں ہم بیان کرتے ہیں تجھ پر ان کے کچھ حالات اور البتہ تحقیق ان کے پاس ان کے

وَلَقَدْ جَآءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ ۚ فَمَا كَانُوْا لِيُؤْمِنُوْا بِمَا كَذَّبُوْا مِنْ قَبْلُ ۭ كَذٰلِكَ يَطْبَعُ اللّٰهُ

رسول کی واضح باتیں لے کر آئے پس نہیں تھے وہ لوگ کہ ایمان لاتے اس چیز پر جس کو انہوں نے پہلے ہی جھٹلا دیا تھا۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ مہر کر دیتا ہے

عَلٰى قُلُوْبِ الْكٰفِرِيْنَ ۝۱۰۱ وَمَا وَجَدْنَا لِاَكْثَرِهِمْ مِّنْ عَهْدٍ ۚ وَاِنْ وَّجَدْنَآ اَكْثَرَهُمْ لَفٰسِقِيْنَ ۝۱۰۲

کافروں کے دلوں پر ﴿۱۰۱﴾ اور نہیں پایا ہم نے ان میں سے اکثروں کیلئے کوئی عہد اور بیشک پایا ہے ہم نے ان میں سے اکثروں کو نافرمان ﴿۱۰۲﴾

ثُمَّ بَعَثْنَا مِنْۢ بَعْدِهِمْ مُّوْسٰى بِاٰيٰتِنَآ اِلٰى فِرْعَوْنَ وَمَلَا۟ئِهٖ فَظَلَمُوْا بِهَا ۚ فَانْظُرْ كَيْفَ

پھر بھیجا ہم نے ان (انبیاء اور ان کی قوموں) کے بعد موسیٰ علیہ السلام کو اپنی نشانیوں کے ساتھ فرعون اور اس کے سر برآوردہ لوگوں کے پاس پس انہوں نے ظلم کیا ان (نشانیوں)

كَانَ عَاقِبَةُ الْمُفْسِدِيْنَ ﴿١٠٣﴾ وَقَالَ مُوْسٰى يٰفِرْعَوْنُ اِنِّيْ رَسُوْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿١٠٤﴾

کے ساتھ پس دیکھو کیسا انجام ہوا فساد کرنے والوں کا ﴿۱۰۳﴾ اور کہا موسیٰ علیہ السلام نے اے فرعون اے بے شک میں بھیجا ہوا ہوں رب العالمین کی طرف سے ﴿۱۰۴﴾

حَقِيْقٌ عَلٰٓى اَنْ لَّآ اَقُوْلَ عَلَى اللّٰهِ اِلَّا الْحَقَّ ؕ قَدْ جِئْتُكُمْ بِبَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ فَاَرْسِلْ مَعِيَ

اور میں سزاوار ہوں اس بات کا کہ میں نہ کہوں اللہ پر مگر حق۔ تحقیق میں لایا ہوں تمہارے پاس کھلی نشانی تمہارے رب کی طرف سے پس چھوڑ دو میرے ساتھ

بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ﴿١٠٥﴾ قَالَ اِنْ كُنْتَ جِئْتَ بِاٰيَةٍ فَاْتِ بِهَآ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ﴿١٠٦﴾

بنی اسرائیل کو ﴿۱۰۵﴾ کہا فرعون نے اگر تو لایا ہے کوئی نشانی تو لا اس کو اگر تو سچا ہے ﴿۱۰۶﴾

فَاَلْقٰى عَصَاهُ فَاِذَا هِيَ ثُعْبَانٌ مُّبِيْنٌ ﴿١٠٧﴾ وَّنَزَعَ يَدَهٗ فَاِذَا هِيَ بَيْضَآءُ لِلنّٰظِرِيْنَ ﴿١٠٨﴾

پس ڈالا موسیٰ علیہ السلام نے اپنی لاٹھی کو پس اچانک وہ بڑا اژدھا بن گیا ﴿۱۰۷﴾ اور نکالا انہوں نے اپنی ہاتھ کو پس اچانک وہ سفید تھا دیکھنے والوں کیلئے ﴿۱۰۸﴾

﴿۱۰۰﴾ اَوَلَمْ يَهْدِ لِلَّذِيْنَ ... الخ ربط آیات: اوپر مجرمین کے تفصیلی اور اجمالی واقعات بیان ہوئے اب ان واقعات کے بعد اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ کیا ان واقعات کے بعد یہ بات ان پر واضح نہیں ہوئی کہ اگر ہم چاہیں تو انہیں بھی عذاب میں مبتلا کر دیں۔

خلاصہ رکوع ۱۳ تذکیر بایام اللہ سے مقام عبرت برائے مشرکین مکہ، تسلی خاتم الانبیاء سے مضمون سابق کا خلاصہ، حق عبودیت میں بے وفائی کرنے کا بیان، بعثت موسوی، موسیٰ کا دربار فرعون میں اظہار رسالت، فرعون سے مطالبہ، فرعون کا معجزہ کا مطالبہ معجزات موسوی۔ ماخذ آیات ۱۰۰: تا ۱۰۸ +

تذکیر بایام اللہ سے مقام عبرت برائے مشرکین مکہ: اور کیا ان لوگوں کو جو اس زمین پر سابق باشندوں کی جگہ رہتے ہیں ان واقعات میں ابھی تک نہیں بتائے جس پر ہم چاہیں تو ان کو پکڑ لیں ان کے گناہوں پر اور ہم نے مہر کر دی ان کے دلوں پر بس وہ نہیں سنتے۔ اس آیت کے آخری حصہ میں اس بات کی تصریح ہے کہ کافر نہیں سنتے، کیا اس کا یہی مطلب ہے کہ سچ مچ حقیقتاً کافر دنیا میں نہیں سنتے؟ کون مسلمان اس ظاہری مفہوم سے دھوکہ کھا سکتا ہے یہ ایک واضح حقیقت ہے کہ کفار اپنے سر میں لگے ہوئے حسی کانوں سے سنتے تھے اور سنتے ہیں لیکن انہوں نے اس کو قبول نہ کیا اور گوش دل سے نہ سنا اور انہیں ایسے تسلیم کرنے اور اس پر ایمان لانے کی توفیق نہ ہوئی تو سنا ان سنا برابر ہے اب اگر قرآن کریم کے صحیح مطلب اور مراد سے چشم پوشی کر کے کوئی شخص اس دعویٰ پر مصر رہے کہ اس دنیا میں زندہ رہ کر بھی کافر مطلقاً اور قطعاً قرآن کریم نہیں سنتے تھے اور "فَهُمْ لَا يَسْمَعُوْنَ" اس کی قطعی اور یقینی دلیل ہے تو ایسے ضدی انسان کو بھلا دنیا میں کون سمجھا سکتا ہے؟ اور اس کا علاج بھی کیا ہے؟ حضرات مفسرین کی تفاسیر میں آپ کو ملے گا۔ "لَا يَسْمَعُوْنَ سِمَاعَ قُبُوْلٍ" کہیں ملے گا "لَا يَسْمَعُوْنَ سِمَاعَ اِنْتِفَاعٍ" کہیں ملے گا "لَا يَسْمَعُوْنَ سِمَاعَ تَدَبُّرٍ" (جلالین) اور کہیں ملے گا "لَا يَسْمَعُوْنَ سِمَاعَ تَفَهُّمٍ" الغرض ان میں نفی قبولیت اور نفع کی نفی ہے محض سماع کی نفی نہیں قرآن کریم میں آتا ہے کہ زندہ کافروں کو نہیں سنا سکتے اس کا مطلب یہ ہے کہ ایسا سنانا کہ اسکو قبول کریں اور نفع حاصل ہو ایسا نہیں سنا سکتے اسی معنی میں، انکو "صُمٌّ بُكْمٌ عُمْيٌ" کہا ہے۔

﴿۱۰۱﴾ تسلی خاتم الانبیاء سے مضمون سابق کا خلاصہ: اب یہاں سے آنحضرت ﷺ کی تسلی کے لئے فرماتے ہیں جو تمام گزشتہ مضمون کا خلاصہ ہے یہ مذکورہ بستیاں یعنی قوم نوح اور عاد و ثمود اور قوم لوط شعیب کی جن کا اوپر ذکر ہوا اور آگے ہو گا جیسے احقاف

اور حجر اور مؤتفکات وغیرہ۔ "مِنْ اَنْبَآئِهَا" علامہ آلوسی رحمۃ اللہ فرماتے ہیں کہ "مِنْ" تبعیضیہ ہے اسکی خبروں میں سے بعض خبریں ہم بیان کرتے ہیں۔ (روح المعانی: ص: ۲۳، ج: ۰۰) اس آیت سے امام الانبیاء حضرت محمد ﷺ سے علم غیب کی کلی نفی کی واضح دلیل ہے۔ فتدبر

حق عبودیت میں بے وفائی کرنے کا بیان: ہم نے انکو اللہ تعالیٰ کی عبودیت سے بے وفائی کرنے والا ہی پایا۔

داستان حضرت موسیٰ علیہ السلام اور فرعون

﴿۱۰۳﴾ بعثت موسوی۔ ربط آیات: گزشتہ رکوعات میں پانچ پیغمبروں کے قصے بیان ہوئے اور ان کے بعد نتیجہ اور خلاصہ یہ بتلایا کہ مکذبین کے متعلق سنت الٰہی کیا ہے ان پانچ قصوں کے بعد چھٹا قصہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا بیان کرتے ہیں جو ان سب انبیاء کے بعد تشریف لائے یہ قصہ بظاہر ایک قصہ ہے مگر اپنے اندر بہت سی عبرتوں کو لیے ہوئے ہے اور یہ قصہ بنسبت اور قصوں کے زیادہ تفصیل سے بیان کیا گیا ہے چنانچہ اس مقام پر یہ قصہ نصف پارہ تک چلا گیا ہے اور یہ قصہ متعدد مطالب اور مختلف مقاصد کے بیان کرنے کے لئے قرآن کریم کی متعدد جگہ پر آیا ہے اور اس کی تفصیل کی وجہ یہ ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے معجزات انبیاء سابقین کے معجزات سے زیادہ قوی ہیں اور نہایت عظیم اور عجیب ہیں جن سے سحر اور معجزہ کا فرق خوب واضح ہو جاتا ہے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا واقعہ بھی تذکیر بایام اللہ کے ضمن میں بیان ہوگا چونکہ عرب میں یہود و نصاریٰ آباد ہیں اس لئے موسیٰ علیہ السلام کے تفصیلی واقعات کی تصدیق ان سے ہو سکتی ہے لہٰذا ان کا واقعہ مفصل بیان ہوا ہے۔ واللہ اعلم بہر حال حضرت موسیٰ سے بھی وہی سلوک ہوا جو پہلی امتیں اپنے اپنے نبیوں سے کرتی چلی آئی ہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا دربار فرعون میں اظہار رسالت: حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرعون کے سامنے اعلان کیا کہ میں اللہ تعالیٰ کا بھیجا ہوا پیغمبر ہوں۔

﴿۱۰۵﴾ فرعون سے مطالبہ: میری شان یہی ہے کہ جو بات اللہ تعالیٰ کے متعلق کہوں کا سچ ہی کہوں گا میں یہ کہتا ہوں کہ بنی اسرائیل کو مصر سے جانے کی اجازت دیدے۔ ﴿۱۰۶﴾ فرعون کا معجزہ کا مطالبہ: فرعون نے کہا کہ کوئی نشانی دکھا۔

﴿۱۰۷،۱۰۸﴾ معجزات موسوی ❶ موسیٰ علیہ السلام نے دو معجزے دکھائے ایک عصا کا۔ ❷ ید بیضاء اگر فرعون کو عقل ہوتی تو سمجھ جاتا کہ یہ کام انسانی طاقت سے نہیں ہو رہا۔ بلکہ خدائی طاقت سے ہو رہا ہے۔

ازالہ تعارض: اس مقام پر "ثُعْبَانٌ مُّبِيْنٌ" کے الفاظ ہیں اور قرآن کریم میں دوسرے مقام پر "كَاَنَّهَا جَآنٌّ وَّلّٰى مُدْبِرًا" کے الفاظ ہیں۔ "ثعبان" کے معنی اژدہا اور "جان" کے معنی پتلا سانپ تو اژدہا اور ہے پتلا سانپ اور ہے تو اس میں بظاہر تعارض معلوم ہوتا ہے؟ تو حضرات مفسرین اس کے جواب میں فرماتے ہیں پہلی بات یہ ہے کہ کوئی تعارض نہیں کیونکہ تعارض کے لئے وحدت مکان شرط ہے وحدت زمان بھی شرط ہے جہاں پتلا سانپ بنا تھا وہ جگہ بھی اور ہے اور وقت بھی اور ہے۔

جب موسیٰ علیہ السلام کو نبوت ملی تھی کوہ طور پر تو وہاں جب لاٹھی پھینکی تو وہاں "كَاَنَّهَا جَآنٌّ وَّلّٰى مُدْبِرًا" تو وہ جگہ وادی طویٰ تھی اور یہ فرعون کا دربار ہے وہ زمانہ اور ہے اور یہ جگہ اور ہے تو جب مکان بھی اور ہوا اور زمانہ بھی اور ہو تو تعارض نہ ہوا۔

دوسری بات یہ ہے کہ جس وقت حضرت موسیٰ علیہ السلام اس لاٹھی کو پھینکتے تھے تو اول مرحلے میں وہ سانپ ہوتی پھر بڑھتے بڑھتے اژدہا بن جاتی تو پہلا منٹ اور وقت ہے دوسرا تیسرا منٹ اور وقت ہے اس میں بھی کوئی تعارض نہیں۔ تیسری بات یہ ہے کہ ہوتا تو اژدہا ہی تھا لیکن سرعت تیز رفتاری میں "كَاَنَّهَا جَآنٌّ" گویا وہ پتلا سانپ ہے۔ (روح المعانی: ص: ۱۱، ج: ۹)

فائدہ: امام الاولیاء شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد لاہوری رحمۃ اللہ لکھتے ہیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی امت دو قسم پر ہے۔ ❶ امت دعوت یعنی فرعون اور بقیہ قبطی قوم۔

② امت اجابت یعنی بنی اسرائیل تیرہویں رکوع کے وسط سے لے کر سولہویں رکوع کی آیت "فَانْتَقَمْنَا مِنْهُمْ" تک امت دعوت کا ذکر ہے اور اس کے بعد انیسویں رکوع کے آخر تک امت اجابت کا ذکر ہے دوسری قسم کی امت بھی قدر ناشناسی کے ارتکاب کی وجہ سے تکالیف میں مبتلا ہوئی ہے۔ واللہ اعلم

قَالَ الْمَلَاُ مِنْ قَوْمِ فِرْعَوْنَ اِنَّ هٰذَا لَسٰحِرٌ عَلِيْمٌ ﴿۱۰۹﴾ يُّرِيْدُ اَنْ يُّخْرِجَكُمْ مِّنْ

کہا سر برآوردہ لوگوں نے فرعون کی قوم سے بیشک یہ (موسیٰ علیہ السلام) البتہ بڑا جادو جاننے والا جادوگر ہے ﴿۱۰۹﴾ یہ چاہتا ہے کہ تم کو نکال دے تمہاری زمین سے۔ پس

اَرْضِكُمْ فَمَاذَا تَاْمُرُوْنَ ﴿۱۱۰﴾ قَالُوْٓا اَرْجِهْ وَاَخَاهُ وَاَرْسِلْ فِي الْمَدَآئِنِ حٰشِرِيْنَ ﴿۱۱۱﴾

تم کیا مشورہ دیتے ہو ﴿۱۱۰﴾ انہوں نے کہا مہلت دے دے اس کو اور اس کے بھائی کو اور آدمیوں کو بھیج دے مختلف شہروں میں کہ وہ اکٹھا کرنے والے ہوں ﴿۱۱۱﴾

يَاْتُوْكَ بِكُلِّ سٰحِرٍ عَلِيْمٍ ﴿۱۱۲﴾ وَجَآءَ السَّحَرَةُ فِرْعَوْنَ قَالُوْٓا اِنَّ لَنَا لَاَجْرًا اِنْ كُنَّا نَحْنُ الْغٰلِبِيْنَ ﴿۱۱۳﴾

جو لائیں تیرے پاس ہر علم والے جادوگر کو ﴿۱۱۲﴾ چنانچہ آگئے جادوگر فرعون کے پاس تو انہوں نے کہا کہ بیشک ہمارے لئے اجر ہوگا اگر ہم غالب آئے ﴿۱۱۳﴾

قَالَ نَعَمْ وَاِنَّكُمْ لَمِنَ الْمُقَرَّبِيْنَ ﴿۱۱۴﴾ قَالُوْا يٰمُوْسٰٓى اِمَّآ اَنْ تُلْقِيَ وَاِمَّآ اَنْ نَّكُوْنَ

تو فرعون نے کہا ہاں یقیناً تم البتہ مقربین میں سے ہو جاؤ گے ﴿۱۱۴﴾ ان لوگوں نے موسیٰ علیہ السلام سے کہا اے موسیٰ! یا تو تم ڈالو، یا ہم ہوں پہلے ڈالنے

نَحْنُ الْمُلْقِيْنَ ﴿۱۱۵﴾ قَالَ اَلْقُوْا ۚ فَلَمَّآ اَلْقَوْا سَحَرُوْٓا اَعْيُنَ النَّاسِ وَاسْتَرْهَبُوْهُمْ وَجَآءُوْ

والے ﴿۱۱۵﴾ موسیٰ علیہ السلام نے کہا تم ڈالو تو جب انہوں نے ڈالا تو انہوں نے سحر کر دیا لوگوں کی آنکھوں میں اور خوفزدہ کر دیا ان کو اور لائے وہ

بِسِحْرٍ عَظِيْمٍ ﴿۱۱۶﴾ وَاَوْحَيْنَآ اِلٰى مُوْسٰٓى اَنْ اَلْقِ عَصَاكَ ۚ فَاِذَا هِيَ تَلْقَفُ مَا يَاْفِكُوْنَ ﴿۱۱۷﴾

بہت بڑا جادو ﴿۱۱۶﴾ اور ادھر ہم نے وحی کی موسیٰ علیہ السلام کی طرف کہ ڈال دو تم اپنی لاٹھی کو پس وہ تیزی سے نگلتی ہے اس چیز کو جس کو وہ بناتے ہیں ﴿۱۱۷﴾

فَوَقَعَ الْحَقُّ وَبَطَلَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۱۸﴾ فَغُلِبُوْا هُنَالِكَ وَانْقَلَبُوْا صٰغِرِيْنَ ﴿۱۱۹﴾ وَاُلْقِيَ

پس ثابت ہو گیا حق اور باطل ہو گئی وہ بات جو وہ کرتے تھے ﴿۱۱۸﴾ اس موقع پر وہ مغلوب کر دیئے گئے اور لوٹے ذلیل ہو کر ﴿۱۱۹﴾ اور ڈالدئے گئے

السَّحَرَةُ سٰجِدِيْنَ ﴿۱۲۰﴾ قَالُوْٓا اٰمَنَّا بِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۲۱﴾ رَبِّ مُوْسٰى وَهٰرُوْنَ ﴿۱۲۲﴾ قَالَ فِرْعَوْنُ

جادوگر سجدے میں ﴿۱۲۰﴾ انہوں نے کہا ہم ایمان لائے رب العالمین پر ﴿۱۲۱﴾ جو کہ رب ہے موسیٰ اور ہارون (علیہما السلام) کا ﴿۱۲۲﴾ کہا فرعون نے کیا تم

اٰمَنْتُمْ بِهٖ قَبْلَ اَنْ اٰذَنَ لَكُمْ ۚ اِنَّ هٰذَا لَمَكْرٌ مَّكَرْتُمُوْهُ فِي الْمَدِيْنَةِ لِتُخْرِجُوْا مِنْهَآ

ایمان لائے اس پر میری اجازت کے بغیر بیشک یہ ایک داؤ ہے جو تم نے شہر میں کھیلا ہے تا کہ تم نکالو اس کے ذریعے اس کے رہنے والوں کو

اَهْلَهَا ۚ فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ﴿۱۲۳﴾ لَاُقَطِّعَنَّ اَيْدِيَكُمْ وَاَرْجُلَكُمْ مِّنْ خِلَافٍ ثُمَّ

پس عنقریب تم جان لو گے ﴿۱۲۳﴾ میں ضرور کاٹ دوں گا تمہارے ایک طرف کے ہاتھ اور دوسری طرف کے پاؤں پھر تم سب کو

لَأُصَلِّبَنَّكُمْ أَجْمَعِينَ ﴿۱۲۴﴾ قَالُوٓا إِنَّآ إِلَىٰ رَبِّنَا مُنقَلِبُونَ ﴿۱۲۵﴾ وَمَا تَنقِمُ مِنَّآ إِلَّآ أَنْ ءَامَنَّا

سولی پر لٹکا دوں گا ﴿۱۲۴﴾ انہوں نے کہا بیشک ہم اپنے رب کی طرف پلٹ کر جانے والے ہیں ﴿۱۲۵﴾ اور تمہیں تو عیب پاتا ہم میں سوائے اس کے کہ

بِـَٔايَٰتِ رَبِّنَا لَمَّا جَآءَتْنَا ۚ رَبَّنَآ أَفْرِغْ عَلَيْنَا صَبْرًا وَتَوَفَّنَا مُسْلِمِينَ ﴿۱۲۶﴾

ہم ایمان لائے ہیں اپنے رب کی آیتوں پر جب وہ ہمارے پاس آ چکیں اے ہمارے پروردگار ڈال دے ہم پر صبر اور وفات دے ہمیں فرمانبرداری کی حالت میں ﴿۱۲۶﴾

﴿۱۰۹﴾ وَقَالَ الْمَلَأُ مِن قَوْمِ فِرْعَوْنَ... الخ ربط آیات: فرعون نے جب یہ دونوں معجزے دیکھے تو گھبرا گیا اور مشورہ کے لئے اپنی قوم کے سرداروں کو بلایا، اور پوچھا کہ اب کیا کرنا چاہئے لوگوں نے یہ خیال کر کے موسیٰ علیہ السلام سے جو کرشمہ ظاہر ہوا ہے وہ کوئی شعبدہ یا جادو ہے اس لیے مشورہ دیا کہ مقابلے کے لئے جادوگروں کو جمع کیا جائے تا کہ جادو کا مقابلہ جادو سے کیا جائے۔

خلاصہ رکوع ⑭ سرداروں کا موسیٰ علیہ السلام پر الزام۔ ۱، ۲ درباریوں کا متفقہ مشورہ برائے برآمد ساحرین، ساحرین کا فرعون کی دربار میں حاضری، ساحرین کا مطالبہ، جواب مطالبہ، ساحرین کا حضرت موسیٰ علیہ السلام سے مکالمہ، حکم خداوندی برائے تردید سحر، غلبہ حق فرعونیوں کی ناکامی، ساحرین کا اظہار ایمان کے لئے سجدہ، ساحرین کا قبولیت ایمان، فرعون کا ساحرین سے مکالمہ اور اپنی بہادری کا اظہار، فرعون کی دھمکی، تفصیل دھمکی، جواب دھمکی، اقرار جرم، مناجات ساحرین۔ (ماخذ آیات ۱۰۹: تا ۱۲۶+)

سرداروں کا موسیٰ علیہ السلام پر الزام ① کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام جادوگر ہے اور یہ قاعدہ ہے کہ معجزہ اس چیز کا دیا جاتا ہے جس فن میں اس زمانہ کے لوگوں کو کمال ہو۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں چونکہ جادو کا زیادہ زور تھا اس لئے معجزہ بھی اسی کا دیا گیا تا کہ جادو کے فن میں انتہائی کمال رکھنے والے سمجھ لیں کہ یہ کام انسانی طاقت سے نہیں ہو رہا، بلکہ خدا تعالیٰ کی غیبی طاقت سے ہو رہا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آئندہ "وَأُلْقِيَ السَّحَرَةُ سَٰجِدِينَ" کا نتیجہ نکل رہا ہے فرعونیوں نے معجزے دیکھ کر کہا یہ بڑا جادوگر ہے۔

اس قصہ کے ذکر کرنے سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی نبوت و رسالت کا اثبات مقصود ہے اور فرعون کے دعوے الوہیت کا ابطال مطلوب ہے کہ فرعون کا دعویٰ "فَقَالَ أَنَا رَبُّكُمُ الْأَعْلَىٰ" بالکل غلط تھا کیونکہ اگر وہ خدا ہوتا تو موسیٰ علیہ السلام سے کیوں ڈرتا اور جادوگروں سے کیوں مدد چاہتا۔ الغرض فرعون موسیٰ علیہ السلام کے دونوں معجزات کو دیکھ کر گھبرا گیا اور اپنی قوم کے سرداروں کو بلا کر مشورہ کیا۔

﴿۱۱۰﴾ الزام ② موسیٰ علیہ السلام صرف اپنے دعوے نبوت و رسالت پر ہی اکتفا نہیں کرنا چاہتے بلکہ وہ اپنے سحر کے زور پر تمہیں تمہارے ملک سے نکالنا چاہتے ہیں خود بادشاہ بننا چاہتے ہیں۔ فَمَاذَا تَأْمُرُونَ: بس اب تم بتاؤ بادشاہ کو (اس کے مشورے دینے پر) کیا مشورہ دیں کہ یہ شخص اپنے مقصد میں ناکام ہو جائے اور جو تم مشورہ دو گے بادشاہ اس پر عمل کرے گا۔

﴿۱۱۱﴾ درباریوں کا متفقہ مشورہ برائے برآمد ساحرین: انہوں نے کہا کہ بڑے بڑے جادوگروں کو مقابلہ کیلئے بلایا جائے۔

﴿۱۱۲﴾ بقیہ مشورہ: تا کہ اکٹھا کرنے والے ہر ایک بڑے جادوگر کو بلائیں۔

﴿۱۱۳﴾: ساحرین کا فرعون کے دربار میں حاضری: فرعون کے پاس جادوگر آ گئے۔

قَالُوٓا إِنَّ لَنَا الخ ساحرین کا مطالبہ: غالب آنے کی صورت میں فرعون سے حق الخدمت کا استفسار کر رہے ہیں۔

﴿۱۱۴﴾ جواب مطالبہ: فرعون نے کہا ہاں تمہیں اپنا مقرب بنالوں گا اس گفتگو کے بعد ایک دن مقابلہ کے لئے طے ہو گیا۔

﴿۱۱۵﴾ ساحرین کا موسیٰ علیہ السلام سے مکالمہ: جب وقت مقابلہ آیا تو ساحروں نے موسیٰ علیہ السلام سے عرض کیا کہ آپ اپنا کمال

دکھائیں یا ہمارا کمال پہلے دیکھ لیں، ان کا خیال تھا کہ جب ہم سب ملکر اپنی لاٹھیاں ڈالیں گے تو موسیٰ علیہ السلام گنگ رہ جائیں گے۔

﴿۱۱۶﴾ جواب موسیٰ علیہ السلام حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا تم ہی پیش قدمی کرو کیونکہ موسیٰ علیہ السلام کو یقین کامل تھا کہ غلبہ اللہ کے رسول کو ہوگا خواہ ابتداء کسی کی جانب سے بھی ہو۔ جادو کسی حال میں بھی معجزہ پر غالب نہیں آسکتا تم اپنے دل کی حسرت پوری کرلو۔ تو انہوں نے لوگوں کو ڈرا دیا کہا جاتا ہے کہ تیس ہزار جادوگر تھے۔

﴿۱۱۷﴾ حکم خداوندی برائے سحر تردید : حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے لاٹھی پھینکی وہ اژدھا بن گئی اور ان سانپوں کو نگل گئی۔ ﴿۱۱۸﴾ غلبہ حق : پس بفضلہ تعالیٰ حق غالب آیا اور باطل نے شکست کھائی حاضرین نے بچشم دیکھ لیا کہ نبی کا معجزہ سحر عظیم کو کس طرح سے یک لخت نگل گیا۔ ﴿۱۱۹﴾ فرعونیوں کی ناکامی : فرعون کی تمام قوم کا غرور خاک میں مل گیا اور وہ ذلیل ہو گئے۔

﴿۱۲۰﴾ ساحرین کا اظہار ایمان کے لئے سجدہ : جادوگروں نے بوقت مقابلہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ادب کو ملحوظ رکھا تھا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کو لاٹھی ڈالنے میں اختیار دیا تھا اس ادب کی برکت سے حق تعالیٰ شانہ نے انکی دستگیری فرمائی گویا کہ ان کے سر پکڑ کر توفیق خداوندی نے سجدہ میں ڈال دیئے جادوگر سمجھ گئے تھے کہ یہ انسانی طاقت نہیں ہے، ورنہ اس جیسی طاقت میں ہم سے زیادہ باکمال کوئی نہیں ہے۔ وَاُلْقِیَ السَّحَرَةُ : کے الفاظ اس بات پر دلالت کررہے ہیں کہ ان پر کوئی غیبی طور پر کوئی خاص حالت اور خاص کیفیت طاری ہوئی کہ جس کے بعد بجز خضوع اور اسلام لانے کے کوئی چارہ نہ رہا۔ ابھی نبی کے مقابلہ میں کھڑے تھے ایک گھڑی نہ گزری کہ سجدہ میں گرے اور سر اٹھانے سے پہلے ولی کامل اور عارف باللہ بن گئے اور سجدہ ہی کی حالت میں انکو جنت اور جہنم دکھلادی گئی۔ (ابن کثیر: ص: ۹۳ سوج۔ ۳)

﴿۱۲۱﴾ ساحرین کا قبولیت ایمان : حق تعالیٰ شانہ کی محبت میں سرشار ہو کر کہنے لگے ہم رب العالمین کو مانتے ہیں جس نے موسیٰ علیہ السلام کو یہ کمال دیا ہے۔ ﴿۱۲۲﴾ رَبِّ مُوْسٰى وَهٰرُوْنَ : تمثیل ایمان : "رب" کے بعد موسیٰ اور ہارون کا لفظ اس لئے بڑھایا تاکہ قوم فرعون میں کسی کو یہ وہم نہ ہو کہ انہوں نے یہ سجدہ فرعون کو کیا ہے کیونکہ فرعون بھی اپنے آپ کو رب اعلیٰ کہتا تھا۔

﴿۱۲۳﴾ فرعون کا ساحرین سے مکالمہ اور اپنی بہادری کا اظہار : جب فرعون نے اپنے دام فریب کو تار تار ہوتے دیکھا تو وہ بہادر بن کر کہنے لگا تم نے میرے پوچھے بغیر رائے تبدیل کرلی معلوم ہوتا ہے کہ یہ میرے خلاف ایک سازش ہے، جس میں تم بھی شریک ہو۔ فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ : فرعون کی دھمکی : لہٰذا عنقریب تم کو اس کا نتیجہ معلوم ہو جائے گا، یہ فرعون کا صریح جھوٹ تھا موسیٰ علیہ السلام تو ابھی مدین سے آئے تھے اور سیدھے فرعون کے پاس گئے اور اسکو حق کی دعوت دی اور معجزہ ظاہر فرمایا وہ تو ان جادوگروں کو پہچانتے بھی بھی نہ تھے اور ان میں سے پہلے کسی کو دیکھا یہ سب کچھ فرعون نے اپنے کمزوری پر پردہ پوشی کرنے کے لئے کہا تھا۔ ﴿۱۲۴﴾ تفصیل دھمکی : میں تمہیں یہ سخت ترین سزا دوں گا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ اور کلبی رحمۃ اللہ اور سدی سے منقول ہے کہ فرعون نے انکے ہاتھ پاؤں کٹوا کر ان کو سولی پر چڑھا دیا اور بعض علماء کہتے ہیں کہ فرعون انکے عذاب دینے پر قدرت نہ پاسکا کیونکہ خدا تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے یہ وعدہ کیا تھا۔ "فَلَا يَصِلُوْنَ اِلَيْكُمَا بِاٰيٰتِنَآ اَنْتُمَا وَمَنِ اتَّبَعَكُمَا الْغٰلِبُوْنَ"۔ (سورۃ القصص۔ ۳۵)

یعنی فرعون والے تم دونوں بھائیوں پر دست درازی نہیں کرسکیں گے، ہماری نشانیاں لے کر جاؤ تم دونوں اور تمہاری پیرو کار غالب رہیں گے۔ (روح المعانی، ج: ۹، ص۔ ۲۵)

﴿۱۲۵﴾ جواب دھمکی : جادوگروں نے کہا کچھ پرواہ نہیں ہے اگر مار ڈالو گے تو ہم اپنے رب کے ہاں پہنچ جائیں گے۔

﴿۱۲۶﴾ اقرار جرم مناجات ساحرین: ہمارا جرم یہی تو ہے کہ ہم نے اپنے رب کے احکام (آیات) کے سامنے سر تسلیم خم کیا ہے۔ حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلوی رحمہ اللہ معارف القرآن میں لکھتے ہیں کہ اس آیت میں "اَنْزِلْ عَلَيْنَا صَبْرًا" کی بجائے "اَفْرِغْ عَلَيْنَا صَبْرًا" کہا ہے اسکی وجہ یہ ہے کہ لفظ "افرغ" "انزل" کے بنسبت زیادہ بلیغ ہے اس لیے کہ "انزل" کے معنی اتارنے کے ہیں اور "افرغ" کے معنی برتن سے اس طرح پانی بہادینے کے ہیں کہ برتن میں کچھ نہ رہے اور "علیٰ" کا لفظ استعلاء اور احاطہ کے لئے ہے۔

پس مطلب یہ ہوگا کہ ہم پر صبر کامل کا ایسا پانی بہادے کہ جو سر سے پیر تک ہمارے تمام بدن پر سے گزر جائے، اور کوئی حصہ بدن کا ایسا نہ رہ جائے کہ جس میں بے صبری کی کوئی کدورت باقی رہ جائے، اور سر سے پیر تک صبر کے پانی میں ایسے نہا جائیں کہ کوئی جگہ خشک نہ رہ جائے اور صبر اگرچہ بندہ کا فعل ہے مگر حق تعالیٰ سے درخواست کرنے میں اشارہ اس طرف ہے کہ بندے کے افعال کا خالق بھی حق تعالیٰ ہی ہے اور "وَتَوَفَّنَا مُسْلِمِيْنَ" میں اشارہ اس طرف ہے کہ اصل اعتبار خاتمہ کا ہے۔

وَقَالَ الْمَلَاُ مِنْ قَوْمِ فِرْعَوْنَ اَتَذَرُ مُوْسٰى وَقَوْمَهٗ لِيُفْسِدُوْا فِى الْاَرْضِ وَيَذَرَكَ

اور کہا سرداروں نے فرعون کی قوم سے کیا تو چھوڑتا ہے موسیٰ (علیہ السلام) اور اس کی قوم کو تا کہ وہ فساد کریں زمین میں اور وہ چھوڑیں تجھے اور تیرے مقرر کردہ معبودوں کو

وَاٰلِهَتَكَ ۭ قَالَ سَنُقَتِّلُ اَبْنَآءَهُمْ وَنَسْتَحْيٖ نِسَآءَهُمْ ۚ وَاِنَّا فَوْقَهُمْ قٰهِرُوْنَ ﴿۱۲۷﴾

تو کہا (فرعون) نے ہم ضرور قتل کریں گے ان کے بیٹوں کو اور زندہ رکھیں گے ان کی عورتوں کو اور بیشک ہم ان پر غالب ہیں ﴿۱۲۷﴾

قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهِ اسْتَعِيْنُوْا بِاللّٰهِ وَاصْبِرُوْا ۚ اِنَّ الْاَرْضَ لِلّٰهِ ۟ۙ يُوْرِثُهَا مَنْ يَّشَآءُ مِنْ

کہا موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم کے لوگوں سے مدد مانگو اللہ تعالیٰ سے اور صبر کرو بیشک زمین اللہ تعالیٰ کی ہے وہ وارث بناتا ہے اس کا جسے چاہے

عِبَادِهٖ ۭ وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِيْنَ ﴿۱۲۸﴾ قَالُوْۤا اُوْذِيْنَا مِنْ قَبْلِ اَنْ تَاْتِيَنَا وَمِنْۢ بَعْدِ مَا جِئْتَنَا ۭ

اپنے بندوں میں سے اور اچھا انجام ہے متقیوں کے لئے ﴿۱۲۸﴾ کہا انہوں نے (موسیٰ علیہ السلام کی قوم) نے ہمیں تکالیف دی گئی ہیں تیرے آنے سے پہلے بھی اور اس کے بعد بھی جب تو ہمارے پاس آیا ہے

قَالَ عَسٰى رَبُّكُمْ اَنْ يُّهْلِكَ عَدُوَّكُمْ وَيَسْتَخْلِفَكُمْ فِى الْاَرْضِ فَيَنْظُرَ كَيْفَ تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۲۹﴾

کہا (موسیٰ علیہ السلام) نے امید ہے کہ تمہارا پروردگار ہلاک کرے گا تمہارے دشمن کو اور خلیفہ بنائے گا تمہیں زمین میں پھر وہ دیکھے گا تم کیسے کام کرتے ہو ﴿۱۲۹﴾

﴿۱۲۷﴾ وَقَالَ الْمَلَاُ مِنْ قَوْمِ... الخ ربط آیات: پہلے تھا جو جادوگر مسلمان ہوئے تھے ان کو فرعون نے کہا کہ میں تم کو سولی پر چڑھاؤں گا اس پر فرعون کی قوم کے سرداروں نے کہا کہ ان کو سزا دیتا ہے اور جو اصل دشمن ہیں موسیٰ علیہ السلام اور اسکی قوم انکو یوں چھوڑتا ہے تا کہ وہ زمین میں فساد کریں۔ حالانکہ انہوں نے تجھے اور تیرے الٰہ کو چھوڑ رکھا ہے فرعون دہری تھا اور صانع عالم کا منکر تھا اور تاثیر کواکب کا قائل تھا خود چاند اور سورج اور ستاروں کو پوجتا تھا اور لوگوں سے اپنی عبادت کرواتا تھا۔

خلاصہ رکوع ⑮: فرعون کے سرداروں کا فرعون سے مکالمہ، فرعون کا جواب مکالمہ، بنی اسرائیل کو موسیٰ علیہ السلام کی طرف سے تسلی، شکایات قوم، جواب شکایات۔ ماخذ آیات ۱۲۷: تا ۱۲۹+

فرعون کے سرداروں کا فرعون سے مکالمہ :اور جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کا یہ عظیم معجزہ منظر عام پر ظاہر ہوا اور ساحرین ایمان لائے اور بعض دوسرے لوگ بھی آپ پر ایمان لائے اس وقت فرعون کی قوم کے سرداروں نے کہا کہ کیا آپ موسیٰ علیہ السلام اور ان کی پوری قوم کو آزاد چھوڑ دیں گے؟ تاکہ زمین میں یہ فساد کرتے پھریں اور موسیٰ علیہ السلام آپ کو اور آپ کے تجویز کردہ معبودوں کو چھوڑ دیں۔

اٰلِهَتَكَ: سے مراد یہ ہے کہ فرعون نے اپنے فوٹو تصویریں لوگوں کو دی تھیں کہ میں تمہارا رب اعلیٰ ہوں میری موجودگی میں تم مجھے سجدہ کرو اور میری غیر حاضری میں انکو میرے نائب سمجھو۔ (محصلہ بیان القرآن)

ارکان سلطنت نے فرعون کو مشورہ دیا کہ حضرت موسیٰ اور انکی قوم کا انسداد ضروری ہے۔ قَالَ سَنُقَتِّلُ ... الخ فرعون کا جواب مکالمہ :فرعون نے یہ سزا تجویز کی کہ آئندہ ہم ان کے (نوزائیدہ) لڑکے ذبح کرتے جائیں گے تا کہ نسل قوم کی افزائش رک جائے۔ (سَنُقَتِّلُ) باب تفعیل تکثیر کے لیے ہے یعنی ہم ان کے بہت بچوں کو قتل کردیں گے۔ (نستحی) اور ان کی لڑکیوں کو زندہ چھوڑ دیں گے جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی پیدائش سے پہلے کرتے تھے اور ہم ان پر غالب ہیں اور ہم ان پر زبردست ہیں۔

﴿۱۲۸﴾ قَالُوْا مُوْسٰى الخ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے دور میں جب فرعون نے دوبارہ قتل کا سلسلہ شروع کیا تو بنی اسرائیل نے اپنا دکھ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے بیان کیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا قوم کو تسلی :پھر عرصہ دراز کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام جب پیغام رسالت لے کر آئے ساحروں سے مقابلہ ہوا تو حسب سابق فرعون نے اپنا حکم جاری کیا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس ابتلا پر اپنی قوم کو صبر کی تلقین کی اور کامیابی کی خوشخبری سنائی کہ عنقریب تم زمین مصر کے وارث بنادیئے جاؤ گے اگرچہ اس وقت ایک نافرمان شخص قابض ہے۔

﴿۱۲۹﴾ شکایات قوم :حضرت موسیٰ علیہ السلام کی خوشخبری کو نہ سمجھ سکے اور شکایات کا سلسلہ شروع کیا اور بولے۔

❶ آپ کے آنے سے پہلے بھی۔ ❷ اور آپ کے بعد بھی جب کہ آپ ہمارے پاس آئے تھے ہمیں تکلیف دی گئی ہے کہ اب ہم میں صبر کی طاقت نہیں رہی۔ قَالَ عَسٰى رَبُّكُمْ ... الخ جواب شکایات :حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دوبارہ کامیابی اور سرفرازی کا وعدہ یاد دلایا۔ ❶ اللہ تعالیٰ دشمن کو ہلاک کرے گا۔ ❷ اور تمہیں زمین میں خلیفہ بنائے گا۔ فَيَنْظُرَ كَيْفَ تَعْمَلُوْنَ: پھر وہ تمہارا طرز عمل دیکھیں گے اس آیت میں انعامات کے شکر پر ابھارا جارہا ہے۔

(ابن کثیر: ص:۹۵ ،ج۔۳)

اہل بدعت کا دعویٰ اللہ تعالیٰ حاضر وناظر نہیں اور اسکی تردید

یہاں ایک بحث کو بھی سمجھ لیں۔ اہل بدعت کا دعویٰ یہ ہے "حاضر وناظر" تو اللہ تعالیٰ کی صفت ہی نہیں ہوسکتی کسی اور کو شریک ماننا شرک' کیسے ہوا؟ بلکہ حاضر ناظر ہونا تو مخلوق کی صفت ہے اور خصوصاً حضرت محمد ﷺ کی۔ اس دعوے کی یہ دلیل پیش کرتے ہیں۔

اول : تو اللہ تعالیٰ کے ننانوے نام ہیں ان ناموں میں "حاضر وناظر" کا کوئی نام نہیں آتا۔ دوسرے "حاضر" اسکو کہتے ہیں جو پہلے نہ ہو اور پھر آجائے اور یہ معنیٰ تو اللہ تعالیٰ کی شان کے لائق نہیں۔ اور "ناظر" اسکو کہتے ہیں جو اپنی آنکھوں سے دیکھے جب اللہ تعالیٰ کی جسمانی آنکھوں ہی نہیں تو وہ ناظر کیسے ہوا؟ بلکہ "حاضر وناظر" تو جناب حضرت محمد ﷺ اور دیگر بزرگان دین تھے جو پہلے نہ تھے اور پھر دنیا میں تشریف لائے اور اپنی حسی آنکھوں سے دیکھا بھی کرتے تھے لہذا یہی "حاضر وناظر" ٹھہرے۔ (جاء الحق وغیرہ)

اس کا ایک جواب :یہ ہے کہ علامہ خازن رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ تمام علماء کا اتفاق ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سب نام صرف یہی

ننانوے نہیں ہیں بلکہ ان کے علاوہ بھی ہیں۔امام رازی رحمۃ اللہ علیہ تفسیر کبیر میں لکھتے ہیں! اللہ تعالیٰ کے ایک ہزار ایک نام مشہور ہیں جو کتاب وسنت میں پائے جاتے ہیں۔حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے پانچ ہزار نام ہیں جو قرآن کریم، صحیح احادیث اور سابق آسمانی کتابوں میں نازل کئے گئے ہیں لہٰذا اللہ تعالیٰ کے نام انھی ننانوے میں منحصر نہیں تو ان کا یہ سوال کہ ہمیں ان ناموں میں حاضر وناظر کے نام نہیں مل سکے" باطل ہے۔اس کا دوسرا جواب: یہ ہے کہ مشکوٰۃ شریف میں "الشھید" کا معنی بین السطور "الحاضر" لکھا ہے۔اسی طرح "بصیر" کا معنی دیکھنے والا یعنی ناظر تو "شھید" اور "بصیر" دونوں اللہ تعالیٰ کی صفتیں ہیں جس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے لئے حاضر وناظر کا لفظ استعمال کرنا درست ہے۔ (مشکوٰۃ: ص:۱۹۹؛ قدیمی کتب خانہ کراچی)

اس کا تیسرا جواب: یہ ہے کہ اسی آیت میں ہے "فَيَنْظُرَ كَيْفَ تَعْمَلُوْنَ" (پھر وہ نظر کرے تم کیسا کام کرتے ہو۔) اگر نظر کرنا اسی کا کام ہے جو جسمانی آنکھیں رکھتا ہو تو بتائیں آیت میں "فینظر" (یعنی خدا نظر کرے) کے کیا معنی ہوئے؟ سورۃ یونس کی آیت نمبر: ۱۴۔میں ہے "لِنَنْظُرَ كَيْفَ تَعْمَلُوْنَ" مسند طیالسی میں حدیث ہے جس کے الفاظ ہیں "فَيَنْظُرَ كَيْفَ تَعْمَلُوْنَ"۔

اس کا چوتھا جواب: گھر کی گواہی۔۔۔ چنانچہ جامع الفتاویٰ المعروف انوار شریعت ص:۲۴۹؛ ج:۱۰: پر موجود ہے ہر آن اور ہر وقت حاضر ناظر خداوند کریم "لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُوْلَدْ" کا خاصہ ہے اور وہ ذات "لا یزال لیس کمثله شئ" ہے اور اس کے صفات بھی "لَيْسَ كَمِثْلِهٖ" ہیں اور اسی طرح کے صفات ذاتیہ ہیں کسی انبیاء اولیاء عظام کو شریک کرنا ویسا ہی سمجھنا اور اس پر اعتقاد کرنا صریح کفر ہے۔یہ کتاب پانچ حضرات کی افادات ہے: احمد رضا خان، حامد رضا خان، نعیم الدین مراد آبادی سردار احمد لائل پوری، نظام الدین ملتانی اور اس کے مرتب کرنے والے کا نام محمد اسلم علوی قادری رضوی ہے۔ناشر سنی دار الاشاعت ڈجکوٹ روڈ لائل پور۔موجودہ نام (فیصل آباد)

اس سے روز روشن کی طرح عیاں ہوا کہ ان مولویوں کے نزدیک بھی اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی اور کے متعلق حاضر وناظر کا عقیدہ کفریہ ہے اور یہ بات قرآن وحدیث سے واضح طور پر ثابت ہو چکی ہے کہ اللہ تعالیٰ نظر کرتا ہے اور دیکھتا ہے مگر یہ بات الگ ہے کہ وہ کس طرح نظر کرتا ہے تو ظاہر ہے کہ وہ اپنی شان کے لائق نظر کرتا ہے۔لہٰذا اہل بدعت کا اعتراض اور دعویٰ درست نہیں نیز اللہ تعالیٰ کے لیے حاضر کا یہ معنی جو مفتی احمد یار نے کیا ہے درست نہیں جب یہ لفظ اللہ تعالیٰ کے لیے مستعمل ہوگا تو یہ معنی مراد نہیں ہوگا بلکہ وہ معنی مراد ہوگا جو اللہ کی شان کے لائق ہے کہ وہ اپنے علم محیط کے اعتبار سے حاضر وناظر ہے۔اس پر مزید تفصیل سورۃ یونس آیت: ۱۴: میں آئے گی۔

وَلَقَدْ اَخَذْنَآ اٰلَ فِرْعَوْنَ بِالسِّنِيْنَ وَنَقْصٍ مِّنَ الثَّمَرٰتِ لَعَلَّهُمْ يَذَّكَّرُوْنَ ﴿۱۳۰﴾

اور البتہ تحقیق ہم نے پکڑا آل فرعون کو قحطوں کے ساتھ اور پھلوں کی کمی کے ساتھ تاکہ وہ نصیحت پکڑیں ﴿۱۳۰﴾

فَاِذَا جَآءَتْهُمُ الْحَسَنَةُ قَالُوْا لَنَا هٰذِهٖ ۚ وَاِنْ تُصِبْهُمْ سَيِّئَةٌ يَّطَّيَّرُوْا بِمُوْسٰى

پس جب آئی تھی ان کے پاس بھلائی تو کہتے تھے یہ ہمارے لائق ہے اور اگر پہنچتی تھی ان کو برائی تو سگون لیتے موسیٰ علیہ السلام

وَمَنْ مَّعَهٗ ۗ اَلَآ اِنَّمَا طٰٓئِرُهُمْ عِنْدَ اللّٰهِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۱۳۱﴾ وَقَالُوْا مَهْمَا تَاْتِنَا

اور ان کے ساتھیوں کے ساتھ سن لو بیشک ان کا سگون اللہ کے پاس ہے لیکن اکثر ان میں سے ایسے ہیں جو نہیں جانتے ﴿۱۳۱﴾ اور کہتے تھے جب بھی تم لاؤ گے

بِهٖ مِنْ اٰيَةٍ لِّتَسْحَرَنَا بِهَا ۙ فَمَا نَحْنُ لَكَ بِمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۳۲﴾ فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمُ الطُّوْفَانَ

ہمارے پاس کوئی نشانی تاکہ تم سحر کرو ہم پر اس کے ساتھ نہیں ہم تجھ پر ایمان لانے والے ﴿۱۳۲﴾ پھر ہم نے بھیجا ان پر طوفان اور ٹڈی دل

وَالْجَرَادَ وَالْقُمَّلَ وَالضَّفَادِعَ وَالدَّمَ اٰيٰتٍ مُّفَصَّلٰتٍ فَاسْتَكْبَرُوْا وَكَانُوْا قَوْمًا مُّجْرِمِيْنَ ﴿۱۳۳﴾

اور گھن اور مینڈک اور خون جدا جدا نشانیاں۔ پس تکبر کیا ان لوگوں نے اور تھے وہ مجرم ﴿۱۳۳﴾

وَلَمَّا وَقَعَ عَلَيْهِمُ الرِّجْزُ قَالُوْا يٰمُوْسَى ادْعُ لَنَا رَبَّكَ بِمَا عَهِدَ عِنْدَكَ ۚ لَئِنْ

اور جب واقع ہوتا ان پر عذاب تو کہتے اے موسیٰ (علیہ السلام) دعا کر ہمارے لئے اپنے پروردگار سے جو کچھ اس نے تمہارے ساتھ عہد کر رکھا ہے

كَشَفْتَ عَنَّا الرِّجْزَ لَنُؤْمِنَنَّ لَكَ وَلَنُرْسِلَنَّ مَعَكَ بَنِيْٓ اِسْرَاۗءِيْلَ ﴿۱۳۴﴾ فَلَمَّا كَشَفْنَا

اگر تو کھول دے گا (دور کریگا) ہم سے عذاب تو ہم ضرور ایمان لائیں گے تجھ پر اور ضرور بھیج دیں گے تمہارے ساتھ بنی اسرائیل کو ﴿۱۳۴﴾ پھر جب ہم نے اٹھا دیا

عَنْهُمُ الرِّجْزَ اِلٰٓى اَجَلٍ هُمْ بٰلِغُوْهُ اِذَا هُمْ يَنْكُثُوْنَ ﴿۱۳۵﴾ فَانْتَقَمْنَا مِنْهُمْ فَاَغْرَقْنٰهُمْ

ان سے عذاب کو ایک مدت تک جس تک وہ پہنچنے والے تھے تو اچانک وہ عہد کو توڑتے تھے ﴿۱۳۵﴾ پھر ہم نے انتقام لیا ان سے پس ہم نے ان کو غرق کر دیا دریا میں

فِي الْيَمِّ بِاَنَّهُمْ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَكَانُوْا عَنْهَا غٰفِلِيْنَ ﴿۱۳۶﴾ وَاَوْرَثْنَا الْقَوْمَ الَّذِيْنَ

اس وجہ سے کہ وہ جھٹلاتے تھے ہماری آیتوں کو اور وہ ان آیتوں سے غفلت برتنے والے تھے ﴿۱۳۶﴾ اور ہم نے وارث کیا ان لوگوں کو جو کمزور خیال کئے جاتے تھے

كَانُوْا يُسْتَضْعَفُوْنَ مَشَارِقَ الْاَرْضِ وَمَغَارِبَهَا الَّتِيْ بٰرَكْنَا فِيْهَا ۭ وَتَمَّتْ كَلِمَتُ

اس سرزمین کے مشرق اور مغرب کے اطراف کا۔ جس زمین میں ہم نے برکتیں رکھی ہیں اور پوری ہوگئی بات تیرے رب کی

رَبِّكَ الْحُسْنٰى عَلٰي بَنِيْٓ اِسْرَاۗءِيْلَ ڏ بِمَا صَبَرُوْا ۭ وَدَمَّرْنَا مَا كَانَ يَصْنَعُ فِرْعَوْنُ

بھلی بنی اسرائیل پر اس وجہ سے کہ انہوں نے صبر کیا اور ملیا میٹ کردیا ہم نے اس چیز کو جو فرعون اور اس کی قوم

وَقَوْمُهٗ وَمَا كَانُوْا يَعْرِشُوْنَ ﴿۱۳۷﴾ وَجٰوَزْنَا بِبَنِيْٓ اِسْرَاۗءِيْلَ الْبَحْرَ فَاَتَوْا عَلٰي قَوْمٍ يَّعْكُفُوْنَ

بناتی تھی اور جس کو وہ چڑھاتے تھے ﴿۱۳۷﴾ اور ہم نے اتارا بنی اسرائیل کو دریا سے پار پس پہنچے وہ ایک قوم کے پاس جو جھکے ہوئے تھے

عَلٰٓي اَصْنَامٍ لَّهُمْ ۚ قَالُوْا يٰمُوْسَى اجْعَلْ لَّنَآ اِلٰهًا كَمَا لَهُمْ اٰلِهَةٌ ۭ قَالَ اِنَّكُمْ

اپنے بتوں پر بنی اسرائیل نے کہا اے موسیٰ (علیہ السلام) آپ بنا دیں ہمارے لئے بھی کوئی الٰہ جیسا کہ ان کیلئے الٰہ ہے کہا موسیٰ (علیہ السلام نے)

قَوْمٌ تَجْهَلُوْنَ ﴿۱۳۸﴾ اِنَّ هٰٓؤُلَاۗءِ مُتَبَّرٌ مَّا هُمْ فِيْهِ وَبٰطِلٌ مَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۳۹﴾ قَالَ اَغَيْرَ اللّٰهِ

بیشک تم لوگ جاہل ہو ﴿۱۳۸﴾ تحقیق یہ تباہ ہونے والی ہے وہ چیز جس میں یہ لگے ہوئے ہیں اور باطل ہے وہ جو یہ عمل کر رہے ہیں ﴿۱۳۹﴾ کہا موسیٰ (علیہ السلام نے) کیا اللہ

اَبْغِيْكُمْ اِلٰهًا وَّهُوَ فَضَّلَكُمْ عَلَي الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۴۰﴾ وَاِذْ اَنْجَيْنٰكُمْ مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ

کے سوا میں تلاش کروں تمہارے لئے کوئی الٰہ حالانکہ اس نے تمہیں فضیلت دی ہے تمام جہانوں والوں پر ﴿۱۴۰﴾ اور وہ وقت بھی یاد کرو جبکہ ہم نے تم کو نجات دی آل فرعون سے

يَسُوْمُوْنَكُمْ سُوْٓءَ الْعَذَابِ ۚ يُقَتِّلُوْنَ اَبْنَآءَكُمْ وَيَسْتَحْيُوْنَ نِسَآءَكُمْ ۭ وَفِيْ ذٰلِكُمْ بَلَاۗءٌ

وہ پہنچاتے تھے تم کو برا عذاب وہ قتل کرتے تھے تمہارے بیٹوں کو اور زندہ چھوڑتے تھے تمہاری عورتوں کو اور اس بات میں تمہارے لئے آزمائش تھی

مِّنْ رَّبِّكُمْ عَظِيْمٌ ﴿۱۴۱﴾

تمہارے رب کی جانب سے بہت بڑی ﴿۱۴۱﴾

وَلَقَدْ اَخَذْنَآ... الخ ربط آیات : گزشتہ آیت میں حق تعالیٰ نے دشمنوں کو ہلاک کرنے کا وعدہ فرمایا تھا، اب ان آیات میں مصیبتوں اور آفتوں کا بیان ہے جو یکے بعد دیگرے آئیں۔ اور ان آفتوں کو سات معجزات کہتے ہیں جیسا کہ آگے آرہا ہے۔

خلاصہ رکوع ۱۶ فرعونیوں کا امتحان، آل فرعون کا سگون، جواب سگون، ایمان لانے سے انکار، آل فرعون کا وعدہ ایمان، اور درخواست دعا، بار بار عہد شکنی سے انتقام الٰہی، خلافت ارضی کی تبدیلی قوم فرعون کی تباہی، جاہل قوم کا مطالبہ جواب مطالبہ، تتمہ جواب مطالبہ، تنبیہ موسیٰ علیہ السلام، انعامات الٰہیہ۔ ماخذ آیات ۱۳۰: تا ۱۴۱+

فرعونیوں کا امتحان : جب فرعون اور اس کے متبعین نے مخالفت کی کمر باندھی تو حق تعالیٰ شانہ نے اسکو اور اسکی قوم کو ان آفتوں میں مبتلا کیا۔ ❶ قحط سالی۔ ❷ پھلوں کی پیداوار میں کمی تا کہ حق بات کو سمجھ کر ایمان قبول کرلیں۔

﴿۱۳۱﴾ **فَاِذَا جَآءَتْهُمُ الْحَسَنَةُ... الخ آل فرعون کا شگون** : جب فرعونیوں کو آرام ملتا تو وہ اپنی خوبی بیان کرتے کہ ہم اس کے مستحق تھے بجائے شکر کرنے کے اس نعمت کو اپنی خوش بختی سمجھتے اور جب تکلیف پہنچتی تو موسیٰ علیہ السلام اور اس کی قوم سے بدفالی پکڑتے کہ تکلیف ان کے باعث ہوتی ہے۔ **اَلَآ اِنَّمَا طٰۗىِٕرُهُمْ... الخ جواب شگون** : اللہ تعالیٰ نے فرمایا یہ تکلیفیں ان کے برے اعمال کی نحوست ہیں موسیٰ علیہ السلام کا اس میں کوئی دخل نہیں وہ اللہ کے مقبول بندے ہیں۔

﴿۱۳۲﴾ **انکار ایمان** : یہ لوگ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے معجزات کو جادو سمجھتے تھے اور بطور مذاق کے کہتے تھے کہ ہم ان پر ایمان نہیں لائیں گے۔ اس لئے ان پر اللہ تعالیٰ نے دوسرے عذاب نازل کیئے جنکی تفصیل اگلی آیت میں موجود ہے۔

﴿۱۳۳﴾ **فرعونیوں کے لئے عذاب الٰہی**: طوفان، ایک ہفتہ تک مسلسل بارش ہوتی رہی جس سے مال اور کھیتیوں کی تباہی کا اندیشہ ہوگیا۔ امام راغب اصفہانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ا ہر وہ حادثہ جو انسان کو گھیرے طوفان ہے۔ اس آیت میں اسی معنی پر محمول ہے ویسے اس کا استعمال اس پانی کے لئے کہ انتہائی کثرت میں متعارف ہوگیا ہے کیونکہ نوح علیہ السلام کی قوم کو حادثہ پہنچا تھا وہ پانی ہی کا حادثہ تھا۔ علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ حضرت عطاء رحمۃ اللہ علیہ اور مجاہد رحمۃ اللہ علیہ سے موت کے معنی مروی ہیں اور موت ہی کی تفسیر ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مرفوعاً نقل کی ہے اور وہب بن منبہ رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ یمنی زبان میں اس کا معنی طاعون کے ہیں اور ابو قلابہ سے مروی ہے کہ اس سے چیچک مراد ہے اور قوم فرعون پر سب سے پہلے یہی عذاب بھیجا گیا تھا، یہ دونوں باتیں حدیث مرفوع سے ملتی ہیں۔ (روح المعانی، ص:۸۰ ج۔۹)

اور ٹڈیاں جنہوں نے ان کے کھیتوں کو خراب کر ڈالا۔ جوئیں جو مکانوں اور کھانے کی چیزوں میں بھر گئیں۔ مینڈک اس قدر پیدا کر دیئے کہ ہر کھانے اور برتن میں مینڈک نظر آتے تھے اور خون کا عذاب۔ قبطیوں کے حق میں تمام ملک کا پانی خون بنا دیا۔ الغرض ان پر ہم نے سات عذاب مسلط کیے جو اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانیاں تھیں جس میں جادو کا کوئی شائبہ نہ تھا۔

حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ موضح القرآن میں لکھتے ہیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا فرعون سے چالیس برس تک مقابلہ رہا کہ بنی

اسرائیل کو اپنے وطن جانے دے اس نے نہ مانا انکی بددعا سے یہ عذاب نازل ہوئے۔ یہ سات بلائیں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے سات معجزے تھے اور آٹھواں معجزہ عصا اور نواں معجزہ ید بیضا ہے یہ سات ملکر آیات تسعہ کہلاتے ہیں۔

﴿۱۳۴﴾ **عذاب ٹالنے کے لئے آل فرعون کا وعدہ ایمان** :جب مذکورہ بالا عذابوں میں سے کوئی نازل ہوتا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام سے دعا کراتے اور وعدہ کرتے کہ اگر یہ عذاب ٹل گیا تو ہم ضرور ایمان لائیں گے اور بنی اسرائیل کو آپ کے ساتھ بھیج دیں گے۔

﴿۱۳۵﴾ **بدعہدی** :جب عذاب ٹل جاتا تو وہ وعدہ خلافی کرتے۔

﴿۱۳۶﴾ **بار بار عہد شکنی سے انتقام الٰہی** :جب وہ مذکورہ تنبیہات کے بعد بھی سرکشی سے باز نہ آئے اور برابر بدعہدی کی تو ہم نے انکے لئے دائمی عذاب اور ابدی ہلاکت کا ارادہ کرلیا اور انکو دریا قلزم میں غرق کردیا۔

﴿۱۳۷﴾ **بنی اسرائیل کی خلافت ارضی اور قوم فرعون کی تباہی** :اب یہاں سے امت اجابت کا ذکر شروع ہوا ہے۔ اس برکت والی زمین سے مصر کی زمین مراد ہے۔ یعنی فرعونیوں کو غرق کرکے ہم نے بنی اسرائیل کو زمین کا وارث بنادیا۔ جو ہم نے ان سے وعدہ کیا تھا وہ پورا کردیا۔ اور بعض مفسرین فرماتے ہیں کہ "**مشارق الارض و مغاربها**" سے زمین شام کے مشرقی اور مغربی حصے مراد ہیں۔ (معالم التنزیل: ص:۱۶۲: ج:۲: حاشیہ الجمل علی جلالین: ص:۱۸۴: ج:۲: روح المعانی: ص:۵۲: ج:۹)

فرعونیوں سے نجات :بنی اسرائیل کے جاہل لوگوں کا مطالبہ بیان کیا جارہا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جب بنی اسرائیل کو سمندر سے بخیریت پار کروالیا اور فرعون وہیں غرق ہوگیا قبطیوں کی غلامی سے آزاد ہوگئے، تو ان کا گزر ایک ایسی قوم پر ہوا جو بتوں کو لئے بیٹھی تھی۔ بعض مفسرین فرماتے ہیں کہ وہ کنعانی تھے یا قبیلہ لخم کے لوگ تھے گائے جیسے جانور کا بت بنا ہوا تھا۔ (اس لئے بعد میں اس کے مشابہ ایک گوسالہ کی پرستش میں وہ مبتلا ہوگئے)۔

(ابن کثیر: ص:۱۰۴: ج:۲: خازن: ص:۱۳۳: ج:۲: تفسیر منیر: ص:۶۷: ج:۹: ابوسعود: ص:۱۲۹: ج:۲: روح المعانی: ص:۵۷: ج:۹)

قَالُوْا يٰمُوْسَى الخ جاہل قوم کا مطالبہ :کہنے لگے اے موسیٰ ! ہمارے لئے ایک خدا بنا دو، جیسے ان لوگوں کے خدا ہیں۔ **قَالَ اِنَّكُمْ... الخ جواب مطالبہ** :حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا تم بڑے ہی جاہل لوگ ہو، اللہ تعالیٰ کی عظمت کو بھول بیٹھے ہو وہ ایسی باتوں سے منزہ ہے کہ کوئی اس کا شریک و مثل ہوسکے۔

﴿۱۳۹﴾ **تتمہ کا جواب مطالبہ** :ان کا مذہب بھی باطل اور عمل بھی باطل ہے۔

﴿۱۴۰﴾ **تنبیہ** :کیا اللہ کے سوا کسی اور کو تمہارا معبود تجویز کروں حالانکہ اس نے اس زمانہ کے اعتبار سے جہان والوں پر تمہیں فضیلت دی ہے۔

﴿۱۴۱﴾ **انعامات الٰہیہ** :حضرت موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کو اللہ تعالیٰ کی نعمتیں یاد دلارہے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے تم کو فرعون کی قید سے چھٹکارا عطا فرمایا اور تمہارے دشمنوں کو تمہارے سامنے برباد کیا۔ اس کے سوا کون عبادت کے لائق ہے اسکی پوری تفصیل سورۃ بقرہ میں گزرچکی ہے۔ البتہ یہاں ایک بات یہ یاد رکھیں کہ یہاں فرمایا کہ وہ تمہارے لڑکوں کو قتل کرتا تھا اور تمہاری عورتوں کو زندہ چھوڑتا تھا یہ کیوں کہا ہے؟ تو اس کی وجہ یہ ہے کہ اگر کسی کو یوں کہیں کہ تمہارے معصوم بیٹوں کو مارتا تھا تو طبیعت میں غصہ زیادہ آتا ہے کہ اچھا وہ معصوموں کو قتل کرتا تھا اسی طرح اگر یوں کہیں کہ اس نے تمہاری معصوم بچی کو زندہ رکھا تو اتنا غصہ نہیں آتا اور اگر کہیں کہ اس نے تمہاری عورتوں کو زندہ رکھا تو عورت کی عزت، حرمت، عصمت، اور غیرت فوراً آپ کے ذہن میں آتی ہے کہ

ہماری عورتوں کو اس نے زندہ رکھا اپنی خدمت کے لئے۔

وَوٰعَدْنَا مُوْسٰى ثَلٰثِيْنَ لَيْلَةً وَّاَتْمَمْنٰهَا بِعَشْرٍ فَتَمَّ مِيْقَاتُ رَبِّهٖٓ اَرْبَعِيْنَ لَيْلَةً ۚ

اور وعدہ کیا ہم نے موسیٰ (علیہ السلام) سے تیس راتوں کا اور پورا کیا ہم نے ان کو دس کے ساتھ پس پوری ہوگئی مدت اس کے پروردگار کی چالیس راتیں

وَقَالَ مُوْسٰى لِاَخِيْهِ هٰرُوْنَ اخْلُفْنِيْ فِيْ قَوْمِيْ وَاَصْلِحْ وَلَا تَتَّبِعْ سَبِيْلَ الْمُفْسِدِيْنَ ﴿۱۴۲﴾

اور کہا موسیٰ علیہ السلام نے اپنے بھائی ہارون (علیہ السلام) سے کہ تم میرے خلیفہ بن جاؤ میری قوم میں اور اصلاح کرتے رہنا اور نہ پیروی کرنا مفسدوں کے راستے کی ﴿۱۴۲﴾

وَلَمَّا جَآءَ مُوْسٰى لِمِيْقَاتِنَا وَكَلَّمَهٗ رَبُّهٗ ۙ قَالَ رَبِّ اَرِنِيْٓ اَنْظُرْ اِلَيْكَ ۭ قَالَ لَنْ تَرٰىنِيْ

اور جب آئے موسیٰ (علیہ السلام) ہمارے وعدے کے وقت پر اور کلام کی ان کے ساتھ ان کے پروردگار نے تو کہا موسیٰ (علیہ السلام) نے اے میرے پروردگار دکھا تو مجھ کو تاکہ میں دیکھوں تیرے طرف فرمایا

وَلٰكِنِ انْظُرْ اِلَى الْجَبَلِ فَاِنِ اسْتَقَرَّ مَكَانَهٗ فَسَوْفَ تَرٰىنِيْ ۚ فَلَمَّا تَجَلّٰى رَبُّهٗ لِلْجَبَلِ

(اللہ تعالیٰ نے) تو ہرگز نہیں دیکھ سکے گا مجھ لیکن دیکھ پہاڑ کی طرف اگر وہ ٹھہرا رہا اپنی جگہ پر تو پھر تو مجھے دیکھ سکے گا پس جس وقت تجلی فرمائی اس کے پروردگار نے پہاڑ پر تو کر دیا

جَعَلَهٗ دَكًّا وَّخَرَّ مُوْسٰى صَعِقًا ۚ فَلَمَّآ اَفَاقَ قَالَ سُبْحٰنَكَ تُبْتُ اِلَيْكَ وَاَنَا اَوَّلُ

اس کو ریزہ ریزہ اور گر پڑے موسیٰ (علیہ السلام) بیہوش ہو کر۔ جب ہوش میں آئے تو انہوں نے کہا پاک ہے تیری ذات میں توبہ کرتا ہوں تیرے سامنے اور میں

الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۴۳﴾ قَالَ يٰمُوْسٰٓى اِنِّي اصْطَفَيْتُكَ عَلَى النَّاسِ بِرِسٰلٰتِيْ وَبِكَلَامِيْ ۡ ۖ فَخُذْ

سب سے پہلے یقین لانے والوں میں ہوں ﴿۱۴۳﴾ فرمایا (اللہ تعالیٰ نے) اے موسیٰ (علیہ السلام) بیشک میں نے تمہیں منتخب کیا ہے لوگوں پر اپنے پیغام کے ساتھ اور اپنے کلام

مَآ اٰتَيْتُكَ وَكُنْ مِّنَ الشّٰكِرِيْنَ ﴿۱۴۴﴾ وَكَتَبْنَا لَهٗ فِي الْاَلْوَاحِ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ مَّوْعِظَةً

کے ساتھ پس لے لو جو میں نے تم کو دیا ہے اور ہو جاؤ شکر کرنے والوں میں سے ﴿۱۴۴﴾ اور لکھ دی ہم نے موسیٰ (علیہ السلام) کیلئے تختیوں میں ہر قسم کی نصیحت اور تفصیل ہر چیز کیلئے اور ہم نے کہا آپ پکڑ لیں

وَّتَفْصِيْلًا لِّكُلِّ شَيْءٍ ۚ فَخُذْهَا بِقُوَّةٍ وَّاْمُرْ قَوْمَكَ يَاْخُذُوْا بِاَحْسَنِهَا ۭ سَاُورِيْكُمْ

ان کو مضبوطی سے اور حکم دیں اپنی قوم کو کہ وہ پکڑیں اس کی بہتر باتوں کو میں عنقریب دکھاؤں گا تم کو نافرمانوں

دَارَ الْفٰسِقِيْنَ ﴿۱۴۵﴾ سَاَصْرِفُ عَنْ اٰيٰتِيَ الَّذِيْنَ يَتَكَبَّرُوْنَ فِي الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ ۭ

کا گھر ﴿۱۴۵﴾ میں پھیر دوں گا اپنی آیتوں سے ان لوگوں کو جو تکبر کرتے ہیں زمین میں ناحق

وَاِنْ يَّرَوْا كُلَّ اٰيَةٍ لَّا يُؤْمِنُوْا بِهَا ۚ وَاِنْ يَّرَوْا سَبِيْلَ الرُّشْدِ لَا يَتَّخِذُوْهُ سَبِيْلًا ۚ

اور اگر وہ دیکھیں سب نشانیاں تو ایمان نہیں لاتے ان کے ساتھ اور اگر دیکھتے ہیں ہدایت کے راستے کو تو نہیں بناتے اس کو راستہ اور اگر دیکھتے ہیں

وَاِنْ يَّرَوْا سَبِيْلَ الْغَيِّ يَتَّخِذُوْهُ سَبِيْلًا ۭ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَكَانُوْا

گمراہی کے راستے کو تو اس کو پکڑ لیتے ہیں راستہ یہ بات اس لئے کہ بیشک انہوں نے جھٹلایا ہماری آیتوں کو اور وہ تھے ان سے غفلت

عَنْهَا غٰفِلِيْنَ ۝ وَالَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَلِقَآءِ الْاٰخِرَةِ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ هَلْ يُجْزَوْنَ

برتنے والے ﴿۱۴۶﴾ اور وہ لوگ جنہوں نے جھٹلایا ہماری آیتوں اور آخرت کی ملاقات کو تو ضائع ہوگئے ان کے اعمال نہیں بدلہ دیئے جائیں گے

اِلَّا مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝

وہ مگر اسی کا جو وہ عمل کرتے تھے ﴿۱۴۷﴾

﴿۱۴۲﴾ وَوٰعَدْنَا مُوْسٰى... الخ ربط آیات: بقیہ داستان حضرت موسیٰ علیہ السلام۔

خلاصہ رکوع ⑰ توراۃ دینے کا وعدہ، تتمہ وعدہ، نیابت موسیٰ، کوہ طور پر آمد، حضرت موسیٰ کی درخواست، جواب درخواست، طریق نظر، تجلی الٰہی سے کیفیت موسیٰ، عجز موسیٰ، انتخاب موسیٰ برائے نبوت، حکم خداوندی برائے توراۃ، مضمون توراۃ، کیفیت منکرین آیات الٰہی، نتیجہ منکرین۔ ماخذ آیات ۱۴۲: تا ۱۴۷ +

توراۃ دینے کا وعدہ: جب بنی اسرائیل سب پریشانیوں سے مطمئن ہوگئے تو موسیٰ علیہ السلام سے شریعت کی درخواست کی کہ اب اطمینان دل کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے احکامات پر عمل کریں گے۔ وعدہ خداوندی کے مطابق حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنی امت اجابت کے لئے توراۃ لینے کے لئے کوہ طور پر تشریف لے گئے۔ وَاَتْمَمْنٰهَا... الخ تتمہ وعدہ: اور ان دس راتوں کو تتمہ بنا دیا۔

وَقَالَ مُوْسٰى لِاَخِيْهِ... الخ نیابت موسیٰ علیہ السلام... اپنے بھائی ھارون کو اپنا جانشین بنایا، اور حالات کو بہترین رکھنے کی وصیت کی تا کہ فسادات نہ پیدا ہوں۔ یہ بات بطور تذکیر کے ہے ورنہ حضرت ھارون علیہ السلام خود نبی تھے۔ اور وجاہت وجلالت والے نبی تھے۔ (تفسیر منیر: ص: ۸۴: ج۔ ۹)

﴿۱۴۳﴾ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی کوہ طور پر آمد: جب حضرت موسیٰ علیہ السلام وعدہ گاہ پر آئے اور آپ کو اللہ پاک سے تکلم کا شرف حاصل ہوا۔ قَالَ رَبِّ... الخ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی درخواست: اے اللہ! میں تجھے دیکھنا چاہتا ہوں۔ قَالَ لَنْ تَرٰىنِيْ... الخ جواب درخواست: اللہ پاک نے فرمایا کہ آپ مجھے ہرگز نہیں دیکھ سکتے یعنی دنیا میں کیونکہ یہ آنکھیں تاب جمال نہیں لاسکتی۔ (کمافی المشکوۃ) لَنْ تَرٰىنِيْ: سے معتزلہ نے استدلال کیا ہے کہ دنیا میں یا آخرت میں رؤیت باری تعالیٰ ممکن نہیں ہے جب کہ اھل حق کا عقیدہ یہ ہے کہ اھل ایمان کو آخرت میں دیدار خداوندی ہوگا، چنانچہ اس بارے میں متواتر احادیث مروی ہیں اور کفار کو دیدار خداوندی حاصل نہ ہوگا۔ جیسا کہ فرمایا" كَلَّآ اِنَّهُمْ عَنْ رَّبِّهِمْ يَوْمَئِذٍ لَّمَحْجُوْبُوْنَ" اور اس آیت میں نفی دنیا کی ہے نہ کہ آخرت کی۔ چونکہ دنیا کی چیزوں کا حکم اور ہے اور آخرت کی چیزوں کا حکم اور ہے۔ اور دنیا کو آخرت پر قیاس کرنا نری جہالت ہے رؤیت باری تعالیٰ کے مسئلہ پر سورۃ انعام کی آیت: ۱۰۳:"لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ" میں کافی بحث گزر چکی ہے وہاں دیکھ لیں۔

وَلٰكِنِ انْظُرْ... الخ طریق نظر: لیکن تمہاری تشفی کے لئے تجویز کرتا ہوں کہ تم اس پہاڑ کی طرف دیکھتے رہو ہم اس پر ایک جھلک ڈالتے ہیں اگر یہ اپنی جگہ پر قرار رہا تو پھر تم بھی دیکھ سکو گے۔ فَلَمَّا تَجَلّٰى الخ تجلی الٰہی سے کیفیت موسیٰ: علیہ السلام اللہ تعالیٰ نے اس پہاڑ پر تجلی ڈالی تو اس پہاڑ کے پرخچے اڑ گئے، اور حضرت موسیٰ علیہ السلام بے ہوش ہو کر گر پڑے، پھر جب افاقہ ہوا تو عرض کیا بے شک آپ کی ذات ان آنکھوں کی برداشت سے منزہ اور رفیع ہے۔ "قَالَ سُبْحٰنَكَ... الخ عجز موسیٰ علیہ السلام... میں آپ کی دربار عالیہ میں اپنی مشفقانہ درخواست سے معذرت کرتا ہوں اور آپ کے ارشاد "لَنْ تَرٰىنِيْ" پر سب سے پہلے میں یقین کرتا ہوں۔

﴿۱۴۴﴾ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا انتخاب برائے نبوت: حضرت موسیٰ علیہ السلام سے خطاب ہے کہ ہم نے تم کو رسالت اور کلام

کے لئے سب لوگوں میں سے چن لیا ہے۔(اس زمانہ کے لوگوں کے اعتبار سے) اور جو میں نے تمہیں کلام کا شرف بخشا ہے۔ فَخُذْ... الخ حکم خداوندی برائے توراۃ: توراۃ دی ہے اسکو لے لو اور شکر ادا کرو۔

﴿۱۴۵﴾ وَكَتَبْنَا لَهُ فِي الْأَلْوَاحِ ... الخ مضمون توراۃ: ان تختیوں میں توراۃ لکھی ہوئی تھی جن میں حلال و حرام مواعظ اور احکام تفصیل سے لکھے ہوئے تھے۔ فرمایا! قوت کے ساتھ لو یعنی طاعت کا عزم مصمم کر کے لو اور اپنی قوم کو بھی حکم دیں کہ وہ اس پر اچھی طرح عمل کریں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے حکم کے ساتھ قوت کا لفظ ہے اور قوم موسیٰ کے ساتھ احسن کا لفظ ہے یعنی حضرت موسیٰ علیہ السلام کو تاکید ہے کہ سب سے پہلے تم اس پر سختی سے عمل کرو اور تمہاری قوم بھی احسن طریق سے عمل کرے۔ اور عنقریب تم میری مخالفت کرنے والے اور میری طاعت سے سرتابی کرنے والے کا انجام دیکھ لو گے۔

دَارَ الْفٰسِقِيْنَ: اسکی تین تفسیریں ہیں ❶... اس سے مراد مصر ہے بنی اسرائیل اس میں دوبارہ لوٹ آئے تھے۔ جہاں فرعون، ھامان، اور قارون جیسے فاسق رہتے تھے۔ اور اس مصر میں ان کا اقتدار تھا۔ ❷... اس سے مراد شام کا علاقہ ہے کیونکہ وہاں جو لوگ رہتے تھے وہ نافرمان تھے عنقریب ان پر تمہاری فتح ہوگی۔ ❸... اس سے مراد جہنم ہے کہ دنیا میں کام کر لو عنقریب اس میں داخل ہو گے۔ (معالم التنزیل: ص: ۱۶۷: ص: ۲: بحر المحیط: ص: ۳۸۹ ج: ۴: مظہری: ص: ۴۹۰ ج۔ ۳)

سَاَصْرِفُ... الخ کیفیت منکرین آیات الٰہی: انفسی و آفاقی آیات پر غور کرنے اور ان سے عبرت اندوز ہونے سے پھیر دوں گا۔ یا اپنی نازل کردہ آیات اور معجزات کو باطل کرنے اور نور الٰہی کو پھونکیں مار کر بجھانے سے روک دوں گا۔ مطلب یہ ہے کہ اپنی آیات کا بول بالا کر دوں گا اور ان کی تکذیب کرنے والوں کو ہلاک کر دوں گا جیسے فرعون اور اس کے ساتھیوں کو ہلاک کر دیا اللہ تعالیٰ اپنے نور کو پورے طور پر پھیلا کے رہے گا، خواہ کافروں کو گوارہ نہ ہو یا یہ مطلب ہے کہ چونکہ ان کو حق سے عناد ہے اس لئے انکو ہدایت سے محروم رکھونگا، اور قرآنی آیات کو قبول کرنے، اور ان پر ایمان لانے سے پھیر دوں گا۔ دوسری آیت میں بھی اسی طرح کا مضمون آیا ہے۔ فرمایا۔ "فَلَمَّا زَاغُوْا اَزَاغَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ" کذا قال ابن عباس رضی اللہ عنہ و سفیان رحمہ اللہ "ساصرف" کی تشریح اس طرح کی ہے کہ قرآن کو سمجھنے اور اس کے عجائب کو جاننے سے روک دوں گا۔ (مظہری: ص: ۴۰۹ ج۔ ۳) ﴿۱۴۷﴾ نتیجہ منکرین۔

وَاتَّخَذَ قَوْمُ مُوْسٰى مِنْۢ بَعْدِهٖ مِنْ حُلِيِّهِمْ عِجْلًا جَسَدًا لَّهٗ خُوَارٌ ؕ اَلَمْ يَرَوْا اَنَّهٗ

اور بنا لیا موسیٰ علیہ السلام کی قوم نے ان کے بعد اپنے زیورات سے ایک بچھڑا وہ ایک جسم تھا جس کیلئے گائے کی آواز تھی کیا انہوں نے نہیں دیکھا کہ بیشک وہ کلام نہیں کرتا ان سے

لَا يُكَلِّمُهُمْ وَلَا يَهْدِيْهِمْ سَبِيْلًا ۘ اِتَّخَذُوْهُ وَكَانُوْا ظٰلِمِيْنَ ﴿۱۴۸﴾ وَلَمَّا سُقِطَ

اور نہ ان کی رہنمائی کرتا ہے انہوں نے اس کو معبود بنا لیا اور تھے وہ ظلم کرنے والے ﴿۱۴۸﴾ اور جب وہ لوگ نادم ہوئے

فِيْۤ اَيْدِيْهِمْ وَرَاَوْا اَنَّهُمْ قَدْ ضَلُّوْا ۙ قَالُوْا لَئِنْ لَّمْ يَرْحَمْنَا رَبُّنَا وَيَغْفِرْ لَنَا لَنَكُوْنَنَّ

اور دیکھا انہوں نے کہ بیشک وہ گمراہ ہو چکے ہیں تو کہنے لگے اگر نہیں رحم کرے گا ہم پر ہمارا پروردگار اور اگر ہمیں نہیں بخشے گا تو البتہ ہو جائیں گے

مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ﴿۱۴۹﴾ وَلَمَّا رَجَعَ مُوْسٰۤى اِلٰى قَوْمِهٖ غَضْبَانَ اَسِفًا ۙ قَالَ بِئْسَمَا خَلَفْتُمُوْنِيْ

ہم نقصان اٹھانے والوں میں ﴿۱۴۹﴾ اور جب لوٹے موسیٰ علیہ السلام اپنی قوم کے پاس غصے میں اور غمزدہ تو کہنے لگے بہت بری خلافت کی ہے تم نے میرے بعد کیا تم نے جلد بازی

مِنۢ بَعۡدِيٓۚ أَعَجِلۡتُمۡ أَمۡرَ رَبِّكُمۡۖ وَأَلۡقَى ٱلۡأَلۡوَاحَ وَأَخَذَ بِرَأۡسِ أَخِيهِ يَجُرُّهُۥٓ إِلَيۡهِۚ

کی اپنے رب کے حکم سے اور ڈالدیا موسیٰ علیہ السلام نے تختیوں کو اور پکڑ لیا اپنے بھائی کے سر کو،اس کو اپنی طرف کھینچنے لگے

قَالَ ٱبۡنَ أُمَّ إِنَّ ٱلۡقَوۡمَ ٱسۡتَضۡعَفُونِي وَكَادُواْ يَقۡتُلُونَنِي فَلَا تُشۡمِتۡ بِيَ ٱلۡأَعۡدَآءَ

تو کہا اس نے اے میری ماں کے بیٹے! بیشک قوم نے مجھے کمزور خیال کیا اور قریب تھا کہ وہ مجھے قتل کر ڈالتے پس نہ خوش کر تو میرے ساتھ دشمنوں کو

وَلَا تَجۡعَلۡنِي مَعَ ٱلۡقَوۡمِ ٱلظَّٰلِمِينَ ﴿١٥٠﴾ قَالَ رَبِّ ٱغۡفِرۡ لِي وَلِأَخِي وَأَدۡخِلۡنَا فِي رَحۡمَتِكَۖ

اور نہ ٹھہرا تو مجھے ظالم لوگوں کے ساتھ ﴿۱۵۰﴾ موسیٰ علیہ السلام نے کہا اے پروردگار معاف کردے مجھے اور میرے بھائی کو اور داخل کر ہمیں اپنی رحمت میں

وَأَنتَ أَرۡحَمُ ٱلرَّٰحِمِينَ ﴿١٥١﴾

اور تو سب سے بڑھ کر رحم کرنے والا ہے ﴿۱۵۱﴾

﴿۱۴۸﴾ وَٱتَّخَذَ قَوۡمُ مُوسَىٰ ... الخ

خلاصہ رکوع ⑱ بنی اسرائیل کی حماقت، سامری کا کارنامہ، کیفیت عجل، بنی اسرائیل کی ندامت، بنی اسرائیل کا اقرار گمراہی، حضرت موسیٰ علیہ السلام کی کوہ طور سے واپسی، حضرت ہارون سے مکالمہ، جواب مکالمہ، حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دعا۔

ماخذ آیات ۱۴۸ تا ۱۵۱+

بنی اسرائیل کی حماقت: قوم موسیٰ یعنی بنی اسرائیل نے "مِنۢ بَعۡدِهِۦ" یعنی جب موسیٰ علیہ السلام کوہ طور کی طرف مقرر کردہ وقت پر (مناجات کرنے اور کتاب لینے کے لئے) چلے گئے اور تیس دن کے بعد چلہ کا چوتھا عشرہ شروع ہو گیا۔ قوم نے سامری کے کردار سے خوب حماقت کا اظہار کیا۔ مِنۡ حُلِيِّهِمۡ: سامری کا کارنامہ: یعنی اس نے زیور کا جو بنی اسرائیل نے شادی کے بہانہ سے مصر سے نکلتے وقت قبطیوں سے بطور عاریت کے لیئے تھے، اور نکلنے کے بعد انھی کے پاس رہ گئے تھے "مِنۡ حُلِيِّهِمۡ" میں اضافت قبضہ پر دلالت کر رہی ہے یعنی وہ زیورات جو انکے قبضہ میں تھے یا ملکیت کو ظاہر کر رہی ہے کیونکہ قوم فرعون کے غرق ہونے کے بعد بنی اسرائیل اس زیور کے مالک ہو گئے تھے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ و قتادہ رحمۃ اللہ علیہ اور اہل تفسیر کی ایک جماعت کا قول ہے کہ یہ بچھڑا سامری نے بنایا تھا، اور حضرت جبرائیل علیہ السلام کے نشان قدم کی خاک اسکے منہ میں ڈالدی تھی جسکی وجہ سے وہ گوشت اور خون والا جسم بن گیا تھا، سامری کے قول کو نقل کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے "بَصُرۡتُ بِمَا لَمۡ يَبۡصُرُواْ بِهِۦ فَقَبَضۡتُ قَبۡضَةً مِّنۡ أَثَرِ ٱلرَّسُولِ فَنَبَذۡتُهَا" ... الخ

ترکیب: عِجۡلًا: یہ پہلا مفعول ہے دوسرا مفعول محذوف ہے یعنی بنا لیا بچھڑے کو معبود "جَسَدًا" یہ "عِجۡلًا" سے بدل ہے۔ أَلَمۡ يَرَوۡاْ ... الخ کیفیت عجل۔

﴿۱۴۹﴾ بنی اسرائیل کی ندامت: اور جب بنی اسرائیل اپنے فعل پر نادم ہوئے اور جذبہ توحید جو مضمر تھا وہ غالب سمجھ میں آگیا کہ واقعی ہم گمراہ ہو گئے ہیں۔ قَالُواْ لَئِن ... الخ بنی اسرائیل کا اقرار گمراہی: تو کہنے لگے اگر اللہ ہم پر رحم نہ کرے اور مغفرت نہ فرمائے تو ہم بڑے گھاٹے میں رہیں گے اور ہلاک ہو جائیں گے چنانچہ انہوں نے گناہ کا اعتراف کر لیا اور خدا تعالیٰ کے سامنے زاری کی۔

﴿۱۵۰﴾ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی کوہ طور سے واپسی: موسیٰ علیہ السلام نے واپس آ کر قوم کو ڈانٹا۔

قَالَ بِئْسَمَا ... الخ حضرت ہارون علیہ السلام سے مکالمہ: اپنے جانشین حضرت ھارون علیہ السلام کو زیادہ سزا کا مستحق خیال کیا کیونکہ ان کو ذمہ دار بنا گئے تھے۔ وَاَلْقَى الْاَلْوَاحَ ... الخ اس کا معنی ہے جلدی سے تختیاں ایک طرف رکھیں یہاں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا غصہ اللہ تعالیٰ کی توحید کی وجہ سے تھا بھائی کی توہین کرنی مقصود بالذات نہیں تھی۔ (روح المعانی: ص: ۹۲: ج: ۹: مظہری: ص: ۴۱۲ : ج۔ ۳)

قَالَ ابْنَ اُمَّ ... الخ حضرت ہارون علیہ السلام کا جواب مکالمہ اور معذرت: انہوں نے اپنی مجبوری اور معذرت پیش کی۔ حضرت ہارون علیہ السلام حضرت موسیٰ علیہ السلام سے تین سال بڑے تھے "ابن ام" اس لئے کہا کہ حضرت ھارون علیہ السلام حضرت موسیٰ علیہ السلام کے حقیقی بھائی تھے۔ لیکن حضرت موسیٰ علیہ السلام کے دل میں نرمی پیدا کرنے اور اپنی محبت قلبی کا مظاہرہ کرنے کیلئے "میری ماں کے بیٹے" کے الفاظ سے ذکر کیا تا کہ یہ الفاظ اثر انداز ہوں اور موسیٰ علیہ السلام کو رحم آجائے جب موسیٰ کو بھائی کی بے قصوری ثابت ہوگئی تو ان کو چھوڑ دیا۔

﴿۱۵۱﴾ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دعا: جب حضرت موسیٰ نے اپنے بھائی کو بے قصور پایا تو اپنے اور اپنے بھائی کے لئے بخشش کی دعا کی۔ اس آیت میں استغفار کا طریقہ بتایا ہے کہ پہلے اپنی ذات کیلئے استغفار کی جائے تا کہ اپنے نفس کو پاک سمجھنے کا شبہ باقی نہ رہے پھر دوسروں کے لئے استغفار کی دعا کی جائے۔ جیسا کہ نماز جنازہ میں آتا ہے "اللّٰھم اغفر لحینا و میتنا الخ" اسمیں زندوں کا ذکر مردوں سے پہلے آیا ہے کیونکہ دعا کرنے والا زندہ ہوتا ہے۔

اِنَّ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوا الْعِجْلَ سَيَنَالُهُمْ غَضَبٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَذِلَّةٌ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۭ وَكَذٰلِكَ

بیشک وہ لوگ جنہوں نے بنا لیا بچھڑے کو معبود یقیناً پہنچے گا ان کو غضب ان کے رب کی طرف سے اور ذلت دنیا کی زندگی میں اور اسی طریقے سے ہم سزا دیتے ہیں

نَجْزِي الْمُفْتَرِيْنَ ﴿۱۵۲﴾ وَالَّذِيْنَ عَمِلُوا السَّيِّاٰتِ ثُمَّ تَابُوْا مِنْۢ بَعْدِهَا وَاٰمَنُوْٓا ۡ اِنَّ

افتراء کرنے والوں کو ﴿۱۵۲﴾ اور وہ لوگ جنہوں نے برے کام کئے پھر توبہ کی انہوں نے اس کے بعد اور ایمان لائے،

رَبَّكَ مِنْۢ بَعْدِهَا لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۵۳﴾ وَلَمَّا سَكَتَ عَنْ مُّوْسَى الْغَضَبُ اَخَذَ الْاَلْوَاحَ ښ

بیشک تیرے پروردگار اس کے بعد البتہ بخشش کرنے والا اور مہربان ہے ﴿۱۵۳﴾ اور جب تھم گیا موسیٰ علیہ السلام سے غصہ تو پکڑ لیا انہوں نے تختیوں کو اور ان تختیوں میں

وَفِيْ نُسْخَتِهَا هُدًى وَّرَحْمَةٌ لِّلَّذِيْنَ هُمْ لِرَبِّهِمْ يَرْهَبُوْنَ ﴿۱۵۴﴾ وَاخْتَارَ مُوْسٰى قَوْمَهٗ

لکھی ہوئی تھی ہدایت اور رحمت ان لوگوں کیلئے جو اپنے پروردگار سے ڈرتے ہیں ﴿۱۵۴﴾ اور منتخب کئے موسیٰ (علیہ السلام) نے

سَبْعِيْنَ رَجُلًا لِّمِيْقَاتِنَا ۚ فَلَمَّآ اَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ قَالَ رَبِّ لَوْ شِئْتَ اَهْلَكْتَهُمْ مِّنْ

اپنی قوم میں سے ستر آدمی ہمارے وعدے کے وقت پر لانے کیلئے پس جب پکڑا ان کو زلزلے نے تو کہا موسیٰ (علیہ السلام) نے اے پروردگار اگر تو چاہتا تو ان کو ہلاک کر دیتا

قَبْلُ وَاِيَّايَ ۭ اَتُهْلِكُنَا بِمَا فَعَلَ السُّفَهَاۗءُ مِنَّا ۚ اِنْ هِىَ اِلَّا فِتْنَتُكَ ۭ تُضِلُّ بِهَا مَنْ

اس سے پہلے ہی اور مجھے بھی، کیا تو ہلاک کرتا ہے ہمیں اس چیز کے ساتھ جو کی ہے ہم میں سے بعض بیوقوفوں نے نہیں ہے یہ مگر تیری آزمائش تو گمراہ کرتا ہے اس کے ساتھ جس کو چاہے

تَشَاۗءُ وَتَهْدِيْ مَنْ تَشَاۗءُ ۭ اَنْتَ وَلِيُّنَا فَاغْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا وَاَنْتَ خَيْرُ الْغٰفِرِيْنَ ﴿۱۵۵﴾

اور راہ راست دکھاتا ہے جس کو چاہے تو ہی ہمارا کارساز ہے پس بخش دے ہمیں اور رحم فرما ہم پر اور تو سب سے بہتر بخشش کرنے والا ہے ﴿۱۵۵﴾

وَاكْتُبْ لَنَا فِي هَٰذِهِ الدُّنْيَا حَسَنَةً وَفِي الْآخِرَةِ إِنَّا هُدْنَا إِلَيْكَ ۚ قَالَ عَذَابِي أُصِيبُ

اور لکھدے ہمارے لئے اس دنیا کی زندگی میں بھلائی اور آخرت کی زندگی میں بھی، بیشک ہم نے رجوع کیا ہے تیری طرف فرمایا (اللہ تعالیٰ نے) میرا عذاب پہنچتا ہے

بِهِ مَنْ أَشَاءُ ۖ وَرَحْمَتِي وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ ۚ فَسَأَكْتُبُهَا لِلَّذِينَ يَتَّقُونَ وَيُؤْتُونَ الزَّكَاةَ

اس کو جس کو میں چاہوں اور میری رحمت وسیع ہے ہر چیز پر پس میں لکھ دوں گا اس (رحمت) کو ان لوگوں کیلئے جو ڈرتے ہیں اور جو زکوٰۃ ادا کرتے ہیں

وَالَّذِينَ هُمْ بِآيَاتِنَا يُؤْمِنُونَ ﴿١٥٦﴾ الَّذِينَ يَتَّبِعُونَ الرَّسُولَ النَّبِيَّ الْأُمِّيَّ الَّذِي

اور وہ جو ہماری آیتوں پر ایمان رکھتے ہیں ﴿۱۵۶﴾ وہ لوگ جو اتباع کرتے ہیں اس رسول کا جو نبی امی ہے وہ جس کو پاتے ہیں لکھا ہوا

يَجِدُونَهُ مَكْتُوبًا عِنْدَهُمْ فِي التَّوْرَاةِ وَالْإِنْجِيلِ يَأْمُرُهُمْ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَاهُمْ

اپنے پاس تورات اور انجیل میں اور وہ حکم دیتا ہے ان کو معروف کا اور منع کرتا ہے ان کو منکر سے اور وہ حلال قرار دیتا ہے

عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبَاتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبَائِثَ وَيَضَعُ عَنْهُمْ إِصْرَهُمْ

ان کیلئے پاک چیزوں کو اور حرام قرار دیتا ہے ان پر ناپاک چیزوں کو اور اتارتا ہے ان سے ان کے بوجھ اور طوق

وَالْأَغْلَالَ الَّتِي كَانَتْ عَلَيْهِمْ ۚ فَالَّذِينَ آمَنُوا بِهِ وَعَزَّرُوهُ وَنَصَرُوهُ وَاتَّبَعُوا النُّورَ الَّذِي

جو ان پر پڑے ہوئے ہیں پس جو لوگ ایمان لائے اس نبی پر اور اس کی تائید کی اور اس کی مدد کی اور اس نور کا اتباع کیا جو اس کے ساتھ نازل کیا گیا ہے

أُنْزِلَ مَعَهُ ۙ أُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ﴿١٥٧﴾

یہی لوگ ہیں فلاح پانے والے ﴿۱۵۷﴾

ع ۱۹

﴿۱۵۲﴾ إِنَّ الَّذِينَ اتَّخَذُوا الْعِجْلَ ۔۔۔ الخ

خلاصہ رکوع ۱۹ مستحقین عذاب الٰہی، تائبین کے لئے بشارت، حضرت موسیٰ علیہ السلام کے غصے کے تھمنے کا بیان، ستر افراد کا انتخاب، موسیٰ علیہ السلام کی بقیہ دعا، اتباع محمدی (ﷺ) میں کامیابی، اوصاف محمدیہ (ﷺ)۔ ماخذ آیات ۱۵۲: تا ۱۵۷+

مستحقین عذاب الٰہی : گوسالہ پرستی کی سزا میں اللہ کا جو غضب بنی اسرائیل پر نازل ہوا وہ یہ تھا کہ ان کی توبہ اس وقت تک قبول نہیں ہوئی کہ بحکم خدا آپس میں ایک دوسرے کو قتل نہ کر ڈالیں جیسا کہ سورۃ بقرہ میں گزر چکا ہے کہ خدا کی بارگاہ میں یوں توبہ پیش کرو کہ تم باہم اپنی جانوں کو قتل کر ڈالو یں خدا اسی میں تمہاری بہتری جانتا ہے، اور جب انہوں نے ایسا کیا تو ان کی توبہ قبول کر لی گئی وہ تو رب رحیم ہے لیکن دنیا میں انھیں ذلت وخواری نصیب ہوئی۔

﴿۱۵۳﴾ **تائبین کے لئے بشارت :** ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے سوال کیا گیا ایک ایسے شخص کے بارے میں کہ کسی عورت سے زنا کرے پھر اس سے نکاح کرلے تو اسکے بارے میں کیا حکم ہوگا؟ تو اس آیت کی تلاوت کی کہ "جن لوگوں نے برے کام کئے پھر توبہ کرلی ایمان لائے اور رستے پر آ گئے تو اللہ تعالیٰ اس کے بعد بھی بخشنے والا اور رحیم ہے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے دس بار اسکی تلاوت کی۔ (تفسیر منیر، ص:۱۰۷، ج:۱۰؛ ابن کثیر، ص:۱۰۳، ج:۳)

﴿۱۵۴﴾ موسیٰ علیہ السلام کے غصے کے تھمنے کا بیان : حضرت موسیٰ علیہ السلام کا جب غصہ تھم گیا تو توراۃ کو اٹھایا۔ وَفِيْ نُسْخَتِهَا الخ مضمون توراۃ۔

﴿۱۵۵﴾ ستر افراد کا انتخاب : ان آیات میں میقات توبہ و معذرت کا ذکر ہے کہ موسیٰ نے ستر آدمیوں کو منتخب کیا کہ وہ کوہ طور پر حاضر ہوں اور عبادت عجل سے معذرت کریں جب یہ لوگ کوہ طور پر پہنچے تو ایک ابر نمودار ہوا جس نے سارے پہاڑ کو ڈھانپ لیا سب سے پہلے اس ابر میں موسیٰ علیہ السلام داخل ہوئے اور قوم سے کہا کہ تم قریب آجاؤ اس وقت اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام سے کلام کیا جب موسیٰ علیہ السلام نے اللہ کے کلام اور پیغام سے انکو خبر دار کیا۔

تو یہ کہنے لگے اے موسیٰ (علیہ السلام) ہمیں تو یقین نہیں آتا کہ حقیقت میں خدا تم سے باتیں کر رہا ہے اس کہنے پر ان پر ایک بجلی گری جس کی وجہ سب مر کر رہ گئے۔ موسیٰ علیہ السلام نے جب یہ دیکھا کہ یہ سب عذاب الٰہی میں پکڑے گئے تو نہایت عاجزی سے ان کے رہائی کی درخواست کی اس پر اللہ تعالیٰ نے انکو دوبارہ زندگی عطا فرمائی۔ (تفسیر کبیر)

بعض علماء اس طرف گئے ہیں کہ یہ واقعہ بھی میقات اول ہی کا ہے اور اسی کا بقیہ اور تتمہ ہے۔ اور یہ قصہ اسی وقت کا ہے جب موسیٰ علیہ السلام توریت لینے کے لئے گئے تھے تو اس وقت ستر لوگوں کو اپنے ہمراہ لے گئے تھے کہ یہ بھی خدا کا کلام سنیں اور واپس آ کر بنی اسرائیل کے سامنے شہادت دیں مگر جب ان لوگوں نے وہاں جا کر یہ گستاخی کی کہ "لَنْ نُّؤْمِنَ لَكَ حَتّٰى نَرَى اللّٰهَ جَهْرَةً" کہا تو منجانب اللہ انکو ایک صاعقہ نے پکڑ لیا بعد میں موسیٰ علیہ السلام کی دعا سے معافی ہوئی۔

اور سورہ نساء کی یہ آیت "فَقَالُوْٓا اَرِنَا اللّٰهَ جَهْرَةً فَاَخَذَتْهُمُ الصّٰعِقَةُ بِظُلْمِهِمْ ۚ ثُمَّ اتَّخَذُوا الْعِجْلَ مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَتْهُمُ الْبَيِّنٰتُ" صراحۃً اس پر دلالت کرتی ہے کہ گوسالہ پرستی اس واقعہ کے بعد ہوئی ﴿۱۵۶﴾ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بقیہ دعا : حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے لئے رحمت کی دعا کی۔ اس پر نزول رحمت کے شرائط بتلائے گئے۔

وَرَحْمَتِيْ وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ : اور میری رحمت ایسے عام ہے کہ تمام اشیاء کو محیط ہے پھر بھی بہت سی مخلوق مثلاً سرکش و معاند لوگ اس کے مستحق نہیں مگر ان پر بھی ایک گونہ رحمت ہے پس جب میری رحمت غیر مستحقین کے لئے عام ہے تو وہ رحمت ان لوگوں کے نام تو کامل طور پر ضرور ہی لکھوں گا جو کہ اس کے حسب وعدہ مستحق بھی ہیں۔ تو شیطان نے کہا اللہ تعالیٰ کی رحمت تمام اشیاء کو محیط ہے تو اس میں بھی داخل ہوں۔ لہٰذا قیامت کے دن اللہ تعالیٰ میرے ساتھ رحمت والا معاملہ فرمائیں گے تو اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت کا وعدہ ان لوگوں کے ساتھ کیا جو تقویٰ اختیار کرتے ہیں اور زکوۃ دیتے ہیں اور اللہ کی آیات پر ایمان لاتے ہیں۔

لِلَّذِيْنَ يَتَّقُوْنَ ... الخ اس سے یہود و نصاریٰ بھی دخول جنت پر استدلال کر سکتے تھے تو حق تعالیٰ شانہ نے ان کا استدلال باطل کرنے کیلئے فرمایا! "بِاٰيٰتِنَا يُؤْمِنُوْنَ" کہ دخول جنت ان لوگوں کیلئے ہے جو ہماری آیتوں پر ایمان رکھتے ہیں، یہود و نصاریٰ قرآن کریم پر ایمان نہیں رکھتے اس لئے جنت میں داخل نہیں ہونگے۔

﴿۱۵۷﴾ اتباع محمدی (صلی اللہ علیہ وسلم) میں کامیابی : انہی شرائط میں سے سید المرسلین خاتم النبیین علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اتباع بھی ہے اور ایمان بالقرآن بھی ہے۔ النَّبِيَّ الْاُمِّيَّ : اوصاف محمدیہ (صلی اللہ علیہ وسلم) : رسول (اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا ہم امی گروہ ہیں نہ لکھتے ہیں نہ حساب دان ہیں۔ رواہ البخاری و مسلم عن ابن عمر رضی اللہ عنہ۔ امی کا وصف ذکر کرنے سے اس بات پر تنبیہ فرمائی کہ باوجودیکہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم لکھے پڑھے نہیں اس حالت میں ان کا علمی کمال اعلیٰ ترین معجزہ ہے۔ بعض علماء نے کہا امی امت کی طرف منسوب ہے آپ کی امت کثیر ہونے والی تھی اس لئے آپ کو امی فرمایا حضرت انس رضی اللہ عنہ کی راویت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "قیامت کے دن میرے تابع تمام انبیاء سے زائد ہونگے اور میں بھی سب سے پہلے جنت کا دروازہ کھٹ کھٹاؤں گا۔ (رواہ مسلم بحوالہ مظہری ص ۱۶۲ ج ۳)

یَجِدُوْنَهٗ جس کو بنی اسرائیل پاتے ہیں "مکتوبا" لکھا ہوا نام بھی اور خصوصی صفات بھی۔ حضرت انس ﷛ کی روایت ہے کہ ایک یہودی لڑکا رسول اللہ (ﷺ) کی خدمت کیا کرتا تھا وہ بیمار ہو گیا، رسول اللہ ﷺ اسکے پاس تشریف لے گئے اس کا باپ اس کے سرہانے توراۃ پڑھ رہا تھا، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا یہودی میں تجھے اس اللہ کی قسم دیتا ہوں جس نے موسیٰ ؑ پر توراۃ اتاری تھی اور پوچھتا ہوں کیا تجھے توراۃ میں میرے اوصاف اور حالات اور مقام خروج (بعثت) کا ذکر ملتا ہے؟ یہودی نے کہا نہیں لڑکے نے کہا کیوں نہیں؟ (ضرور موجود ہے) خدا کی قسم یا رسول اللہ ﷺ ہم آپ ﷺ کے اوصاف خصوصیات اور مقام خروج کا ذکر توراۃ میں پاتے ہیں اور میں شہادت دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور بلاشبہ آپ اللہ کے رسول ہیں رسول اللہ ﷺ نے (صحابہ سے فرمایا اس (یہودی) کو اس کے سرہانے سے اٹھاؤ اور اپنے بھائی کی خود کفالت کرو۔ (مظہری: ص:۱۶۰ ج۔۳)

اعلان نبوت سے قبل صدیق اکبر ؓ کی شیخ یمنی سے ملاقات

چند واقعات: سب انبیاء علیہم السلام دنیا میں پہلے آئے ان کے تذکرے بعد میں ہوئے مگر ہمارے نبی حضرت محمد ﷺ آئے بعد میں لیکن تذکرے پہلے شروع ہو گئے چنانچہ۔ اس پر قرآن کریم کی یہی آیت مبارکہ شاہد ہے فرمایا "اَلنَّبِیَّ الْاُمِّیَّ الَّذِیْ یَجِدُوْنَهٗ مَكْتُوْبًا عِنْدَهُمْ فِی التَّوْرٰىةِ وَالْاِنْجِیْلِ"

ترجمہ: نبی امی جسے (علماء یہود و نصاریٰ) پاتے ہیں لکھا ہوا اپنے یہاں تورات و انجیل میں اس کے علاوہ مختلف واقعات ایسے ہیں جن کے احاطہ کے لیے دفاتر چاہیں۔ مگر یہاں بطور نمونہ شیخین سیدنا صدیق اکبر ؓ اور سیدنا عمر ؓ سے دو واقعے نقل کرتا ہوں۔

واقعہ نمبر ۱: امام الاولیاء مرشد العلماء حضرت مولانا احمد علی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ ارشد حضرت مولانا مفتی بشیر احمد پسروری رحمۃ اللہ علیہ نے تفسیر عزیزی کے حوالہ سے نقل کیا ہے کہ سیدنا صدیق اکبر ؓ ارشاد فرماتے ہیں: ابھی رحمت اللعالمین سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ نے اعلان نبوت نہیں فرمایا تھا۔ میں یمن میں تجارت کی غرض سے گیا وہاں معلوم ہوا کہ یہاں ایک عمر رسیدہ بزرگ آسمانی کتب کے عالم رہتے ہیں۔

میرے دل میں خیال آیا کہ ان کی زیارت کے لیے حاضری دوں۔ جب ان کی خدمت میں پہنچا تو دیکھا وہ شیخ نحیف وضعیف اور کمزور ہیں۔ ان کی آنکھوں کی بینائی اور کانوں کی شنوائی ختم ہے۔ ان کے بھنوؤں کے بال ان کے چہرے پر پڑ رہے ہیں۔ سیدنا صدیق اکبر ؓ فرماتے ہیں کہ میں نے قریب جا کر بلند آواز سے سلام کیا انہوں نے میرے سلام کا جواب دیکر پوچھا کہ تم کون ہو میں نے بتایا کہ مکۃ المکرمہ سے آیا ہوں پوچھا کیا نام ہے؟ میں نے بتایا کہ عبداللہ۔ انہوں نے کہا باپ کا کیا نام ہے؟ میں نے بتایا کہ ابو قحافہ عثمان بن عامر۔ انہوں نے اپنی آنکھوں سے بال ہٹا کر مجھے قریب کر کے غور سے دیکھا اور کہا کہ کیا تم ابوبکر ہو؟ جو بنو تیم کے قبیلہ سے ہے۔ سیدنا صدیق ؓ فرماتے ہیں میں نے عرض کی جی ہاں! میں وہی ہوں پھر انہوں نے کہا کہ اگر عیب نہ محسوس کرو تو پیٹ سے کپڑا ہٹاؤ ناف کے اوپر ایک سیاہ تل کا نشان ہے میں وہ دیکھنا چاہتا ہوں سیدنا صدیق اکبر ؓ فرماتے ہیں انہوں نے تل دیکھا اور فرط محبت میں ان کی آنکھوں میں آنسو آگے اور فرمایا الحمد للہ۔

حضرت صدیق فرماتے ہیں میں نے عرض کی شیخ میں آپ کی زیارت کے لیے آیا ہوں اور آپ مجھے دیکھ کر بے تاب ہو رہے ہیں۔ یہ کیا سبب ہے۔ انہوں نے فرمایا۔ ابوبکر۔ میرا نام (شیخ) ازدیمنی ہے میں تورات، انجیل، زبور اور آسمانی کتب کا عالم ہوں میری عمر اس وقت تین سو نوے سال ہے۔ میں نے آسمانی کتابوں میں پڑھا تھا کہ عرب کی دھرتی پر اللہ کا آخری نبی اور لاڈلا رسول

آئے گا۔اس کا نام محمد ہوگا۔اس کے باپ کا نام عبداللہ ہوگا۔اس کی ماں کا نام آمنہ ہوگا۔
دادا کا نام عبدالمطلب ہوگا۔
ان کا قبیلہ بنو قریش اور خاندان بنو ہاشم ہوگا۔ان کا مولد مکۃ المکرمہ۔اوران کا مدفن مدینہ طیبہ ہوگا۔شیخ ازدیمنی نے پھر کہا۔
اے ابوبکر! ان آسمانی کتابوں میں یہ بھی لکھا ہوا ہے کہ سب سے پہلے جو شخص اس آخری نبی پر ایمان لائے گا۔اس کا نام عبداللہ ہوگا۔اس کے باپ کا نام ابوقحافہ عثمان بن عامر ہوگا۔اس کی ماں کا نام ام الخیر سلمہ بنت صخر ہوگا۔اس کی کنیت ابوبکر ہوگی۔اس کے لقب صدیق وعتیق ہوں گے۔یہ شخص اس آخری نبی ﷺ کے ساتھ ہجرت کرے گا اور یہ شخص اس نبی کے اعلان نبوت سے پہلے یمن کی طرف تجارت کی غرض سے آئے گا۔پھر شیخ ازدیمنی نے کہا۔اے ابوبکر تو گواہ ہو جا کہ میں اسی آخر الزمان نبی محمد ﷺ پر ایمان لاچکا ہوں اس محبوب نبی ﷺ کو میری طرف سے سلام عرض کرنا۔اور کہہ دینا کہ آپ کے یار ابوبکر صدیق کو دیکھ کر آپ ﷺ کی نبوت پر یقین کر چکا ہوں۔
پھر شیخ ازدیمنی نے چند عربی اشعار پڑھے جن کا مطلب یہ تھا کہ اے ابوبکر میں تجھے نصیحت و وصیت کرتا ہوں۔اس محبوب نبی کے لیے ہر قسم کی قربانی دینا۔ان پر ایمان لانا اے ابوبکر صدیق خدا تمہارے حال پر رحم کرے اس وقت کیا حال ہوگا جس وقت تجھے اور محبوب نبی کو اہل مکہ نکال دیں گے اور تو اس نبی کو لے کر کئی ہزار فٹ کی بلند پہاڑی پر جائے گا۔
سیدنا صدیق اکبر کہتے ہیں کہ اس شیخ کی گفتگو سے مجھے یقین ہو چکا تھا کہ میں محبوب کبریا ﷺ کی ہجرت کا ساتھی بنوں گا۔
حضرت صدیقؓ فرماتے ہیں میں جب واپس مکہ آیا تو آپ ﷺ کی نبوت کے چرچے شروع ہو چکے تھے تمام اہل مکہ مخالف تھے۔میں سب سے اول خدمت اقدس میں حاضر ہوا۔کلمہ پڑھا۔آپ ﷺ کی نبوت کی تصدیق کی۔
پھر میں نے پوچھا کہ اللہ کے رسول اگر کوئی شخص آپ ﷺ کی نبوت کی دلیل طلب کرے تو میں کیا کہوں۔
آپ ﷺ نے فرمایا ابوبکر یمن کے تین سو نوے سالہ بوڑھے شیخ ازدیمنی سے تمہاری ملاقات اور میرے نام سلام میری نبوت کی دلیل ہے (سبحان اللہ)
سیدنا صدیقؓ فرماتے ہیں میں نے عرض کی اللہ کے رسول میری ملاقات کی آپ کو کس نے خبر دی ہے۔
آپ ﷺ نے فرمایا ابوبکر مجھے اس اللہ علیم وخبیر نے خبر دی ہے۔جس نے مجھے سچا رسول بنا کر بھیجا ہے۔
اس واقعہ سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ امم سابقہ اور کتب سابقہ میں محبوب کبریا ﷺ کے تذکرہ کے ساتھ ان کی مقدس جماعت حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کا ذکر بھی ہے جب کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ ذَٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرَاةِ وَمَثَلُهُمْ فِي الْإِنجِيلِ۔ ترجمہ صحابہ کا حال تورات وانجیل میں بھی ہے۔

واقعہ ۲:۔ ھامہ جن کی حضور ﷺ سے ملاقات :

ایسے ہی مراد پیغمبر داماد حیدر، فاتح عرب وعجم سیدنا فاروق اعظمؓ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں اللہ کے رسول ﷺ کے ساتھ پہاڑی تہامہ پر کھڑا تھا کہ اچانک ایک شخص آیا جس کے ہاتھ میں لاٹھی تھی وہ نہایت نحیف وضعیف کمزور آدمی تھا۔اس نے رسول اللہ ﷺ کو سلام پیش کیا۔تو آپ ﷺ نے فرمایا تیری آواز اور تیرے انداز سے معلوم ہوتا ہے تو کوئی جن ہے۔
اس نے عرض کی اللہ کے رسول واقعی میں جن ہوں۔
آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا تیرا نام کیا ہے؟ اس نے کہا ہامہ۔آپ ﷺ نے فرمایا تیرے باپ کا نام کیا ہے؟ اس نے

کہا۔ رحیم۔ آپ نے فرمایا تیرے دادا کا نام کیا ہے؟ اس نے کہا لَاآقِیس۔ آپ ﷺ نے فرمایا تیرے پر دادا کا نام کیا ہے؟ اس نے کہا۔ ابلیس (یعنی شیطان) آپ ﷺ نے فرمایا تیری عمر کتنی ہے؟

اس نے کہا۔ جس وقت آدم کے دو بیٹے ہابیل وقابیل لڑے تھے اس وقت میں بچہ تھا پہاڑوں پر دوڑتا تھا۔ لوگوں کے دلوں میں وساوس ڈالتا تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا اس وقت تیرا یہ حال تھا تو اب کیا کرتا ہوگا اس نے کہا محبوب ﷺ مجھے ملامت نہ کیجئے میں نے شیث علیہ السلام نبی کے ہاتھ پر کلمہ پڑھا۔ نوح علیہ السلام کے ساتھ کشتی میں رہا۔ ابراہیم علیہ السلام کا زمانہ دیکھا۔ موسیٰ کلیم علیہ السلام سے میں نے تورات سیکھی۔ داؤد نبی سے زبور کے سبق پڑھے عیسیٰ بن مریم کی زیارت کی تو انہوں نے فرمایا تھا کہ ایک آخر الزماں نبی ﷺ آئیں گے اور تیری ان سے ملاقات ہو تو میرا اسلام عرض کرنا اے اللہ کے محبوب ﷺ میں انبیاء کے سلام کے تحفے لے کر آیا ہوں۔

سیدنا عمرؓ فرماتے ہیں اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو کچھ سورتوں کی تعلیم دی۔ پھر وہ جن چلا گیا۔

سیدنا عمرؓ آنحضرت ﷺ کے وصال کے بعد فرمایا کرتے تھے کہ اللہ کے نبی ﷺ تو ہماری آنکھوں سے اوجھل ہو گئے ہیں۔ (یعنی اللہ کو پیارے ہو گئے ہیں) مگر اس جن کا پتہ نہیں کہ زندہ ہے یا مر گیا ہے۔ (اس واقعہ کو بھی شاہ عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کی تفسیر عزیزی سے نقل کیا گیا ہے) المختصر یہ ماننا پڑا کہ ہر نبی پہلے آیا تذکرے بعد میں ہوئے محبوب کبریا ﷺ آئے تو سب سے آخر میں مگر آپ ﷺ کے تذکرے سب سے پہلے تھے۔

ہوتا نہ تیرا نور گر، کچھ بھی نہ ہوتا جلوہ گر تیرے سبب سے یہ سب بنا، صل علیٰ محمد
آپ اگر مقصود نہ ہوتے، کون و مکاں موجود نہ ہوتے اور مسجود نہ ہوتے آدم صلی اللہ علیہ وسلم

اہل بدعت کا حلت وحرمت پر استدلال اور اس کی تردید

وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبٰتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبٰٓئِثَ ... الخ اہل بدعت نے استدلال پکڑا ہے کہ آنحضرت ﷺ ''مختار'' نبی ہیں۔ آپ رافع البلاء مشکل کشا، لوگوں کے بوجھوں کو اتارنے والے ہیں۔ اور آنحضرت ﷺ حلال وحرام فرمانے والے ہیں۔ (نور ہدایت: ص۔ ۷۰)

تو اس کا جواب: یہ ہے کہ یہ آیت سورۃ اعراف کی ہے جو مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی ہے۔ (تفسیر اتقان: ج:۱: ص۔ ۱۸)

اگر آیت کا یہی مطلب ہے کہ آنحضرت ﷺ کو حلال اور حرام کرنے کا اختیار ہے تو پھر سورۃ التحریم' جو مدینہ طیبہ میں نازل ہوئی ہے اس میں اس کے خلاف کیوں ہے؟ فرمایا! ''يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَآ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكَ'' الخ اے نبی! تو کیوں حرام کرتا ہے اس چیز کو جو اللہ تعالیٰ نے آپ کیلئے حلال کی ہے۔ اہل بدعت کے اس مطلب سے اس آیت کا اس سے صریح تعارض لازم آتا ہے لہٰذا اس کا وہ مطلب اور معنی بالکل مردود اور ناقابل قبول ہے۔

تمام اہل سنت والجماعت کا اشیاء کی حلت وحرمت میں تحقیقی مسلک یہ ہے کہ یہ تنہا اللہ تعالیٰ کے اختیار کی چیز ہے وہ اسمیں منفرد ہے۔ اور یہ خالص اس کا حق ہے کسی دوسرے کو اسمیں کسی قسم کا دخل نہیں ہے۔ نہ بالذات کسی کو یہ اختیار حاصل ہے اور نہ اختیار کسی کو اللہ تعالیٰ نے سپرد کیا ہے۔

رہا حکم رسول، حکم اہل اجماع اور حکم مجتہد : تو وہ صرف اللہ تعالیٰ کے حکم کا مظہر اور کاشف ہوتا ہے۔ مطلب یہ ہے

آنحضرت ﷺ کا کسی چیز کو حلال یا حرام کہنا اس بات کی قطعی نشانی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس چیز کو حلال یا حرام فرمایا ہے ۔ نہ یہ کہ انکو اختیار حاصل ہے ۔ مجتہدین بھی صرف اس چیز کے حلال و حرام ہونے کو ظاہر اور پیش کرتے ہیں قرآن و سنت کی روشنی میں لہذا نبی ﷺ کی طرف حلت و حرمت کی نسبت کرنا درست نہیں ہے ۔

وَيَضَعُ ۔۔۔ الخ اور ان لوگوں پر جو پہلے شرائع کے بوجھ اور طوق لئے ہوئے تھے یعنی ان پر احکام شدید تھے ان کو دور کرتے ہیں ۔

قُلْ يَآيُّهَا النَّاسُ اِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعَا الَّذِيْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ

اے پیغمبر! کہہ دیجئے اے لوگو! بیشک میں اللہ کا رسول ہوں تم سب کی طرف، وہ اللہ جس کیلئے ہے حکومت آسمانوں اور زمین کی اس کے سوا

لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ الَّذِيْ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ

کوئی عبادت کا مستحق نہیں وہ زندہ کرتا ہے اور مارتا ہے پس ایمان لاؤ اللہ پر اور اس کے رسول پر جو نبی امی ہے وہ خود بھی ایمان رکھتا ہے اللہ پر

وَكَلِمٰتِهٖ وَاتَّبِعُوْهُ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ﴿۱۵۸﴾ وَمِنْ قَوْمِ مُوْسٰٓى اُمَّةٌ يَّهْدُوْنَ بِالْحَقِّ وَبِهٖ

اور اس کے کلمات پر اور اس کا اتباع کرو تاکہ تم ہدایت پا جاؤ ﴿۱۵۸﴾ اور موسیٰ علیہ السلام کی قوم میں سے ایک امت ایسی ہے جو راہنمائی کرتے ہیں حق کے ساتھ

يَعْدِلُوْنَ ﴿۱۵۹﴾ وَقَطَّعْنٰهُمُ اثْنَتَيْ عَشْرَةَ اَسْبَاطًا اُمَمًا ۚ وَاَوْحَيْنَآ اِلٰى مُوْسٰٓى اِذِ اسْتَسْقٰهُ

اور اسی حق کے ساتھ انصاف کرتے ہیں ﴿۱۵۹﴾ اور ہم نے جدا کر دیا ان کو بارہ قبیلوں اور جماعتوں میں اور وحی کی ہم نے موسیٰ (علیہ السلام) کی طرف جبکہ آپ سے پانی مانگا

قَوْمُهٗٓ اَنِ اضْرِبْ بِّعَصَاكَ الْحَجَرَ ۚ فَانْۢبَجَسَتْ مِنْهُ اثْنَتَا عَشْرَةَ عَيْنًا ۭ قَدْ عَلِمَ كُلُّ

آپ کی قوم نے کہ مارو اپنی لاٹھی کے ساتھ پتھر کو پس پھوٹ پڑے اس سے بارہ چشمے تحقیق پہچان لیا ہر ایک قبیلے نے اپنے گھاٹ کو

اُنَاسٍ مَّشْرَبَهُمْ ۭ وَظَلَّلْنَا عَلَيْهِمُ الْغَمَامَ وَاَنْزَلْنَا عَلَيْهِمُ الْمَنَّ وَالسَّلْوٰى ۭ كُلُوْا مِنْ

اور ہم نے سایہ کیا ان پر بادلوں کا اور اتارا ہم نے ان پر من و سلویٰ (اور ہم نے کہا) کھاؤ پاکیزہ چیزیں جو ہم نے رزق دیا ہے

طَيِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ ۭ وَمَا ظَلَمُوْنَا وَلٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ﴿۱۶۰﴾ وَاِذْ قِيْلَ لَهُمُ اسْكُنُوْا

تم کو اور انہوں نے نہیں ظلم کیا ہم پر لیکن وہ اپنی جانوں پر ظلم کرتے تھے ﴿۱۶۰﴾ اور اس (واقعہ کو یاد کرو) جب کہا گیا ان (بنی اسرائیل)

هٰذِهِ الْقَرْيَةَ وَكُلُوْا مِنْهَا حَيْثُ شِئْتُمْ وَقُوْلُوْا حِطَّةٌ وَّادْخُلُوا الْبَابَ سُجَّدًا نَّغْفِرْ

سے رہائش پذیر ہوں اس بستی میں اور کھاؤ اس سے جہاں چاہو تم اور کہو حطۃ (معافی) اور داخل ہو دروازے سے سجدہ کرتے ہوئے ہم بخش دیں گے تمہاری خطائیں

لَكُمْ خَطِيْٓـٰٔتِكُمْ ۭ سَنَزِيْدُ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۱۶۱﴾ فَبَدَّلَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْهُمْ قَوْلًا غَيْرَ الَّذِيْ قِيْلَ لَهُمْ

اور ضرور زیادہ کریں گے ہم نیکی کرنے والوں کیلئے ﴿۱۶۱﴾ پس تبدیل کر دی ان لوگوں نے جنہوں نے ظلم کیا ان میں سے بات کو اس کے سوا جو ان کو کہی گئی تھی پس

فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِجْزًا مِّنَ السَّمَاۗءِ بِمَا كَانُوْا يَظْلِمُوْنَ ﴿۱۶۲﴾

بھیجا ہم نے ان پر عذاب آسمان سے اس وجہ سے کہ تھے وہ ظلم کرتے ﴿۱۶۲﴾

خاتم الانبیاء ﷺ کی بعثت عامہ کا ذکر

﴿۱۵۸﴾ قُلۡ یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ...الخ ربط آیات : گزشتہ آیت میں نبی آخر الزمان کی بشارت کا ذکر تھا۔ اب اس آیت میں اس نبی امی کی عمومی بعثت کا ذکر ہے۔

خلاصہ رکوع ۲۰ بعثت عمومی کا بیان، ختم نبوت پر دلیل آفاقی، حصر الالوہیت، تصرف باری تعالیٰ، اصول کامیابی، فرائض مومنین، حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم میں سے امت دعوت کا بیان، اصلاحی اور انتظامی امور کیلئے بنی اسرائیل بارہ قبیلوں میں تقسیم، بنی اسرائیل کو قروی زندگی گزارنے کا حکم۔ ماخذ آیات ۱۵۸ تا ۱۶۲+

قُلۡ یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ الخ بعثت عمومی کا بیان۔ الَّذِیۡ لَهٗ مُلۡکُ السَّمٰوٰتِ...الخ ختم نبوت پر دلیل آفاقی : حضرت محمد رسول اللہ ﷺ اس ذات کی طرف سے رسول بنا کر بھیجے گئے ہیں جس کی بادشاہی آسمانوں اور زمین میں ہے یعنی جس طرح اللہ تعالیٰ شہنشاہ مطلق ہے اسی طرح آپ اس کے رسول مطلق ہیں قیامت تک اب ہدایت اور اصول کامیابی کی صورت یہ ہے کہ آپ کی جامع ترین عالمگیر صداقت کی پیروی کی جائے اور قیامت تک آنے والوں تمام انسانوں اور جنوں کی ذمہ داری ہے آپ پر ایمان لانا اور یہ تمام انبیاء پر ایمان لانے کے مترادف ہے الغرض آنحضرت ﷺ کی نبوت و رسالت تمام انسانوں اور جنوں اور جملہ مکلف مخلوق کے لئے ہے۔ مستدرک حاکم کی روایت میں ہے کہ ارسلت الی الاحمر والاسود قال مجاهد الانس والجن (مستدرک ج ص) قال الحاکم رحمہ اللہ والذهبی رحمہ اللہ صحیح علی شرطها۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میں سرخ سیاہ مخلوق کی طرف رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں۔ حضرت مجاہد فرماتے ہیں یعنی انسانوں اور جنوں کی طرف اور سورۃ فرقان میں ہے کہ "لِیَکُوۡنَ لِلۡعٰلَمِیۡنَ نَذِیۡرًا" آپ ﷺ کی رسالت تمام عالمین کے لئے ہے اس میں سب مخلوق داخل ہیں کوئی بھی خارج نہیں۔

فَائِدَہ : نبی اور رسول میں فرق : نبی خاص ہے بشر کے ساتھ اور رسول عام ہے بشر بھی ہوتا ہے اور فرشتے بھی جیسا کہ قرآنی آیات سے واضح ہے۔

لَاۤ اِلٰهَ الخ حصر الوہیت۔ یُحۡیٖ الخ تصرف باری تعالیٰ۔ فَاٰمِنُوۡا الخ اصول کامیابی۔ وَاتَّبِعُوۡهُ...الخ فرائض مؤمنین۔﴿۱۵۹﴾ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم میں سے امت دعوت کا بیان۔

﴿۱۶۰﴾ اصلاحی اور انتظامی امور کیلئے بنی اسرائیل کی بارہ قبیلوں میں تقسیم والانعام ❶ نگران کو بارہ خاندانوں اور قبیلوں میں تقسیم کر کے ہر ایک جماعت پر ایک سردار نگرانی کے لئے مقرر کر دیا۔ اَوۡحَیۡنَاۤ الخ انعام۔ ❷ قوم موسیٰ کا پانی کا مطالبہ : جب قوم نے پانی مانگا تو اللہ تعالیٰ نے وحی کی اور پانی کے حصول کے طریقہ بتایا۔ اَنِ اضۡرِبۡ...الخ طریق حصول پانی۔ قَدۡ عَلِمَ...الخ معرفت مشرب۔ وَظَلَّلۡنَا...الخ انعام۔ ❸ سایہ کا انتظام۔

وَاَنۡزَلۡنَا الخ انعام۔ ❹ من اور سلویٰ کا نزول۔ کُلُوۡا الخ فرائض بنی اسرائیل۔ وَمَا ظَلَمُوۡنَا الخ قوم کی نافرمانی۔ اکثر ان میں سے اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کی قدر نا آشنا ہیں۔ نعمتیں استعمال کرتے ہیں اور نافرمانی سے بھی باز نہیں آتے۔

﴿۱۶۱﴾ بنی اسرائیل کو قروی زندگی گزارنے کا حکم : پہلے بدوی زندگی میں (جس کا تفصیلی ذکر سورۃ بقرہ میں آچکا ہے) ناکام ہوئے تھے اب یہ قریہ کی زندگی پیش آئی ہے۔

﴿۱۶۲﴾ بنی اسرائیل کی سرکشی۔ فَاَرۡسَلۡنَا...الخ نتیجہ سرکشی۔

وَسْئَلْهُمْ عَنِ الْقَرْيَةِ الَّتِىْ كَانَتْ حَاضِرَةَ الْبَحْرِ ۘ اِذْ يَعْدُوْنَ فِى السَّبْتِ اِذْ تَاْتِيْهِمْ

اور پوچھیں آپ سے ان بستی کا حال جو دریا کے کنارے پر تھی جبکہ یہ لوگ تعدی کرتے تھے ہفتے کے دن، آتی تھیں ان کے پاس ان کی مچھلیاں جس دن وہ ہفتہ کرتے تھے

حِيْتَانُهُمْ يَوْمَ سَبْتِهِمْ شُرَّعًا وَّيَوْمَ لَا يَسْبِتُوْنَ ۙ لَا تَاْتِيْهِمْ ۛ كَذٰلِكَ ۛ نَبْلُوْهُمْ بِمَا كَانُوْا

پانی کے اوپر تیرتی ہوئی اور جس دن ہفتہ نہیں کرتے تھے مچھلیاں نہیں آتی تھیں ان کے پاس اس طرح ہم نے آزمایا ان کو اس وجہ سے کہ

يَفْسُقُوْنَ ﴿۱۶۳﴾ وَاِذْ قَالَتْ اُمَّةٌ مِّنْهُمْ لِمَ تَعِظُوْنَ قَوْمًا ۙ اللّٰهُ مُهْلِكُهُمْ اَوْ مُعَذِّبُهُمْ

وہ نافرمانی کرتے تھے ﴿۱۶۳﴾ اور جب کہا ایک امت نے ان میں سے کیوں نصیحت کرتے ہو تم ان لوگوں کو کہ اللہ ان کو ہلاک کرنا چاہتا ہے یا ان کو سزا دینا چاہتا ہے

عَذَابًا شَدِيْدًا ۭ قَالُوْا مَعْذِرَةً اِلٰى رَبِّكُمْ وَلَعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ ﴿۱۶۴﴾ فَلَمَّا نَسُوْا مَا ذُكِّرُوْا بِهٖٓ اَنْجَيْنَا

سخت سزا تو انہوں نے کہا کہ الزام اتارنے کیلئے تمہارے پروردگار کے سامنے اور شاید کہ یہ ڈر جائیں ﴿۱۶۴﴾ جبکہ انہوں نے فراموش کردیا اس بات کو جس کے ساتھ ان کو نصیحت

الَّذِيْنَ يَنْهَوْنَ عَنِ السُّوْۗءِ وَاَخَذْنَا الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا بِعَذَابٍۢ بَىِٕيْسٍۢ بِمَا كَانُوْا يَفْسُقُوْنَ ﴿۱۶۵﴾

کی گئی تھی۔ تو ہم نے نجات دی ان لوگوں کو جو منع کرتے تھے برائی سے اور پکڑ لیا ہم نے ان لوگوں کو جنہوں نے ظلم کیا سخت عذاب میں اس وجہ سے کہ وہ نافرمانی کرتے تھے ﴿۱۶۵﴾

فَلَمَّا عَتَوْا عَنْ مَّا نُهُوْا عَنْهُ قُلْنَا لَهُمْ كُوْنُوْا قِرَدَةً خٰسِـِٕيْنَ ﴿۱۶۶﴾ وَاِذْ تَاَذَّنَ رَبُّكَ لَيَبْعَثَنَّ

پھر جب وہ سرکشی میں بڑھ گئے جس سے ان کو منع کیا گیا تھا تو ہم نے کہا ان کو بندر ہو جاؤ ذلیل ﴿۱۶۶﴾ اور (اس وقت کو دھیان میں لاؤ) جب خبردار کیا

عَلَيْهِمْ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ مَنْ يَّسُوْمُهُمْ سُوْۗءَ الْعَذَابِ ۭ اِنَّ رَبَّكَ لَسَرِيْعُ الْعِقَابِ ښ وَ

تیرے پروردگار نے کہ وہ ضرور بھیجے گا ان (یہود) پر قیامت کے دن تک ایسے لوگوں کو جو ان کو سزا دیں گے برے طریقے سے بیشک تیرا پروردگار جلد سزا دینے والا

اِنَّهٗ لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۶۷﴾ وَقَطَّعْنٰهُمْ فِى الْاَرْضِ اُمَمًا ۚ مِنْهُمُ الصّٰلِحُوْنَ وَمِنْهُمْ دُوْنَ

اور بہت بخشش کرنے والا مہربان ہے ﴿۱۶۷﴾ اور ہم نے جدا جدا کردیا ان کو زمین میں مختلف فرقوں میں بعض ان میں سے نیک ہیں اور بعض ان میں سے اس کے سوا

ذٰلِكَ ۡ وَبَلَوْنٰهُمْ بِالْحَسَنٰتِ وَالسَّيِّاٰتِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ﴿۱۶۸﴾ فَخَلَفَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ وَّرِثُوا

(دوسری طرح) ہیں اور ہم نے آزمایا ان کو نیکیوں کے ساتھ اور برائیوں کے ساتھ تاکہ یہ لوگ واپس لوٹ جائیں ﴿۱۶۸﴾ پھر آئے ان کے پیچھے نالائق جو وارث ہوئے کتاب کے۔ لیتے ہیں

الْكِتٰبَ يَاْخُذُوْنَ عَرَضَ هٰذَا الْاَدْنٰى وَيَقُوْلُوْنَ سَيُغْفَرُ لَنَا ۚ وَاِنْ يَّاْتِهِمْ عَرَضٌ

اس حقیر دنیا کا سامان اور کہتے ہیں کہ ہمیں معاف کردیا جائے گا اور اگر آئیں ان کے اسباب (سامان) اس جیسے

مِّثْلُهٗ يَاْخُذُوْهُ ۭ اَلَمْ يُؤْخَذْ عَلَيْهِمْ مِّيْثَاقُ الْكِتٰبِ اَنْ لَّا يَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ اِلَّا الْحَقَّ

تو اس کو لے لیتے ہیں کیا ان سے پختہ عہد نہیں لیا گیا تھا کتاب میں کہ نہ کہیں اللہ پر کوئی بات مگر جو سچ ہو اور پڑھا

وَدَرَسُوْا مَا فِيْهِ ؕ وَالدَّارُ الْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لِّلَّذِيْنَ يَتَّقُوْنَ ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿١٦٩﴾ وَالَّذِيْنَ

انہوں نے جو کچھ اس میں لکھا تھا اور آخرت کا گھر بہتر ہے ان لوگوں کیلئے جو ڈرتے ہیں کیا تم عقل نہیں رکھتے ﴿۱۶۹﴾ اور وہ لوگ جو

يُمَسِّكُوْنَ بِالْكِتٰبِ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ ؕ اِنَّا لَا نُضِيْعُ اَجْرَ الْمُصْلِحِيْنَ ﴿١٧٠﴾ وَاِذْ نَتَقْنَا

مضبوطی سے پکڑتے ہیں کتاب کو اور قائم رکھتے ہیں نماز کو۔ بیشک ہم نہیں ضائع کرتے نیکی (اصلاح) کرنے والوں کا اجر ﴿۱۷۰﴾ اور (اس واقعہ کو بھی یاد کرو)

الْجَبَلَ فَوْقَهُمْ كَاَنَّهٗ ظُلَّةٌ وَّظَنُّوْۤا اَنَّهٗ وَاقِعٌۢ بِهِمْ ۚ خُذُوْا مَاۤ اٰتَيْنٰكُمْ بِقُوَّةٍ وَّاذْكُرُوْا

جب ہم نے اکھاڑا پہاڑ کو ان کے اوپر گویا سایبان تھا اور گمان کیا انہوں نے کہ وہ ان پر پڑنے والا ہے اور ان سے کہا گیا کہ پکڑلو جو چیز ہم نے تمہیں

مَا فِيْهِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ﴿١٧١﴾

دی ہے مضبوطی سے اور یاد کرو جو کچھ اس میں ہے تاکہ تم بچ جاؤ ﴿۱۷۱﴾

ع ۲۱ / ۱۱

﴿۱۶۳﴾ وَسْـَٔلْهُمْ عَنِ الْقَرْيَةِ ... الخ ربط آیات : گزشتہ آیات میں بنی اسرائیل کے لئے انعامات اور ان کی خباثت کو بیان کیا۔ اب ان آیتوں میں بنی اسرائیل کے آباء واجداد کی کفران نعمت اور انکی سرکشی اور تمرد کا ایک قصہ ذکر کرتے ہیں۔

خلاصہ رکوع ۲۱ داستان اصحاب سبت، اصحاب سبت کی آزمائش واقسام اور باہمی مکالمہ، بنی اسرائیل کا انجام، یہود کی متفرق جماعتیں اور انکی آزمائش، یہود کے نااہل علماء کا حال، قانون الٰہی کی پابندی کرنے والوں کے لئے اعلان، پہاڑ کا سروں پر معلق کرنے کا بیان۔ ماخذ آیات ۱۶۳: تا ۱۷۱+

داستان اصحاب سبت : اس آیت میں ہے کہ "ان بستی والوں سے پوچھو جو سمندر کے کنارے رہتے تھے" جس بستی کا ذکر اس آیت میں ہے اس کا نام ابن عباس رضی اللہ عنہ سے ایلہ منقول ہے۔ جو مدین اور طور کے درمیان واقع ہے۔

اِذْ يَعْدُوْنَ فِي السَّبْتِ ... الخ اہل سبت کی آزمائش : اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ یوم سبت کے بارے میں حکم خداوندی کی مخالفت کرتے تھے اور اس دن مچھلیاں آزادی کے ساتھ چڑھ آتی تھیں اور پانی پر پھیل جاتی تھیں اور جب ہفتہ کا دن نہیں ہوتا تھا تو پانی کے اوپر تک ہرگز نہیں آتیں یہ ہم نے کیوں کیا؟ صرف اس لئے کہ انکی فرمانبرداری کو آزمائیں کہ شکار کی مخالفت والے روز تو مچھلیاں خلاف توقع زد میں رہتی اور جن دنوں شکار حلال ہے چھپ جاتیں۔ یہ ایک آزمائش تھی کیونکہ وہ طاعت اللہ سے کوتاہی کرتے تھے۔ اور اللہ تعالیٰ کی حرمت کو توڑنے کیلئے مختلف طریقوں سے حیلے ڈھونڈھتے اور ممنوع کام کا ارتکاب کرنے کے لئے چور دروازے سے گھسنا چاہا۔

﴿۱۶۴۔۱۶۵﴾ اہل سبت کے اقسام : تینوں آیتوں کا حاصل مطلب یہ ہے کہ اس بستی کے آدمی بھی تین فریق ہوگئے۔ ایک فریق : تو وہ جو کہ ہفتہ کے دن شکار کرتا تھا دوسرا فریق : وہ جوان کو اس برے عمل سے منع کرتا تھا حتی کے جب وہ نہ مانے تو شہر کے اندر دیوار قائم کر کے اپنا ٹکڑا الگ کرلیا۔ تیسرا فریق: وہ ہے کہ جو نہ شکار کرتا تھا اور نہ شکار والوں کو منع کرتا تھا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے معلوم نہیں کہ جو فرقہ ساکت رہا اور خاموشی اختیار کی اسکے ساتھ کیا معاملہ ہوا۔

حضرت عکرمہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا وہ ہلاک نہیں ہوا۔ کیونکہ اس نے ان نافرمانوں کے فسق اور معصیت کو برا جانا اور انکی مخالفت کی اسی وجہ سے یہ کہا لِمَ تَعِظُوْنَ قَوْمًا الخ ابن عباس رضی اللہ عنہ کو عکرمہ کا یہ قول پسند آیا اور خوش ہو کر انکو ایک خلعت پہنایا۔

(مظہری، ص: ۲۲۳ ۔ قرطبی، ص: ۲۷۰، ج ۔ ۸)

امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں "وَاَخَذْنَا الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا" سے اور "وَلَقَدْ عَلِمْتُمُ الَّذِيْنَ اعْتَدَوْا مِنْكُمْ فِي السَّبْتِ" سے بظاہر یہی معلوم ہوتا ہے کہ صرف فرقہ عادیہ اور عاصیہ ہلاک ہوا باقی فرقے ہلاک نہیں ہوئے۔ (قرطبی: ص ۳۰۷، ج ۷)

اور علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے درمنثور میں روایت نقل فرمائی ہے کہ یہ نافرمان تین دن کے بعد سب مر گئے اور انکی نسل نہیں چلی۔

﴿۱۶۶﴾ **بنی اسرائیل کا دنیوی انجام :** اپنی حرکتوں کی وجہ سے دنیا میں بندر بنا دیئے گئے، اور بنی اسرائیل کو کہہ دیا گیا تھا کہ اگر تم نے نافرمانی اختیار کی تو اللہ تعالیٰ تمہیں ہمیشہ ذلیل و رسوا غیر اقوام کا محکوم رکھے گا چنانچہ مدت سے یہودی کسی نہ کسی سلطنت کے محکوم و مقہور ہی چلے آئے ہیں، اور اب جو یہود کی ظاہری حکومت قائم ہے، اور عیسائی حکومتیں اسکی مدد کر رہی ہیں تو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اب قرب قیامت کا زمانہ ہے اور اگر باز آجاؤ گے تو وہ غفور رحیم ہے سابقہ غلطیاں معاف فرما دے گا۔

﴿۱۶۷﴾ **انجام اخروی۔**

﴿۱۶۸﴾ **یہود کی متفرق جماعتیں اور آزمائش :** ہم نے بنی اسرائیل کو کئی طرح سے آزمایا لیکن ان میں صرف ایک مختصر سی جماعت صالح اور باخدا نظر آئی۔ یہ لوگ زیادہ تر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانے سے پہلے تھے اور بعض ان میں برعکس تھے جنہوں نے دین موسوی کو بدل دیا تھا۔ تنبیہ کے لئے ہم نے انکو آزمایا تا کہ راحت کی حالت میں خدا کا شکر کریں اور مصیبت کے وقت اللہ سے ڈریں یہ تو ان کے سلف کا حال ہوا۔

﴿۱۶۹﴾ **یہود کے نااہل علماء کا حال :** پھر ان سلف کے بعد ایسے نالائق پیدا ہوئے جو توراۃ کے وارث ہوئے یعنی توراۃ کے عالم کہلائے جو دیدہ دانستہ قانون الٰہی کو فروخت کرنے لگے، اس دنیا کے خسیس مال و متاع کو حاصل کرنے کے لئے یہ عقیدہ رکھتے تھے کہ ہماری یقیناً مغفرت ہوگی، اور ان کا گمان یہ تھا کہ ہم ابناء اللہ اور احباء اللہ ہیں، اور اسکے مقبول بندے ہیں، ہمارے دن رات کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔ اور حرام مال لینے پر دلیر بے دھڑک تھے، اور اللہ سے باطل امیدیں لگائے بیٹھے تھے، کیا ان رشوت خوروں سے توراۃ میں عہد نہیں لیا گیا تھا، کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سوائے حق کے کوئی بات منسوب نہ کریں۔ حالانکہ ان لوگوں کو بخوبی علم ہے کہ اللہ کے کلام میں تحریف کفر ہے اور معصیت خداوندی کو حقیر سمجھنا یہ ایک مستقل کفر ہے۔ پھر یہ کہنا اللہ معاف کر دے گا یہ اللہ پر بہتان باندھنا ہے نجات تو صرف متقین کو ملے گی۔

﴿۱۷۰﴾ **قانون الٰہی کی پابندی کرنے والوں کیلئے اعلان :** نجات تو ان لوگوں کا حق ہے جو قانون الٰہی کو معمول بہ بناتے ہیں عبادت الٰہی سے جی نہیں چراتے جیسے عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ وغیرہ۔

﴿۱۷۱﴾ **پہاڑ کا سروں پر معلق کرنے کا بیان :** "وَاِذْ نَتَقْنَا" یہاں "اذکرو" محذوف ہے "اذ" کا اسی محذوف سے تعلق ہے "نَتَقَ" کا لغوی معنی کھینچنا یہاں مراد ہے اکھاڑ کر اوپر اٹھانا "فوقھم" بنی اسرائیل کے اوپر۔ بنی اسرائیل نے توراۃ کے احکام کو شدت و سختی کی وجہ سے قبول کرنے سے انکار کر دیا تھا تو اللہ نے پہاڑ کو زمین سے اکھاڑ کر ان کے سر کے اوپر معلق کر دیا تا کہ ڈر کر قبول کر لیں "خُذُوْا" اور ان سے کہدیا کہ توراۃ کے احکام کو قبول کرو ورنہ پہاڑ تمہارے اوپر گرا دیا جائے گا۔ "بِقُوَّةٍ" کوشش کے ساتھ اور احکام توراۃ کو برداشت کرنے کے پختہ ارادہ کے ساتھ۔

وَاِذْ اَخَذَ رَبُّكَ مِنْۢ بَنِيْٓ اٰدَمَ مِنْ ظُهُوْرِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَاَشْهَدَهُمْ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ ۚ اَلَسْتُ

اور (اس وقت کو دھیان میں لاؤ) جبکہ نکالا تیرے پروردگار نے بنی آدم کی پشتوں سے ان کی اولاد کو اور ان کو گواہ بنایا ان کی جانوں پر (اور یہ فرمایا) کیا میں نہیں ہوں

بِرَبِّكُمْ ۖ قَالُوا بَلَىٰ ۛ شَهِدْنَا ۛ أَن تَقُولُوا يَوْمَ الْقِيَامَةِ إِنَّا كُنَّا عَنْ هَٰذَا غَافِلِينَ ﴿١٧٢﴾

تمہارا پروردگار؟ تو انہوں نے کہا کیوں نہیں ہم گواہی دیتے ہیں (یہ عہد اس لئے لیا) کہ تم یہ نہ کہو قیامت کے دن بیشک تھے ہم اس سے غافل ﴿۱۷۲﴾

أَوْ تَقُولُوا إِنَّمَا أَشْرَكَ آبَاؤُنَا مِن قَبْلُ وَكُنَّا ذُرِّيَّةً مِّن بَعْدِهِمْ ۖ أَفَتُهْلِكُنَا بِمَا

یا یہ نہ کہو کہ بیشک شرک کیا ہے ہمارے آباؤ اجداد نے اس سے پہلے اور ہم تھے ان کی اولاد بعد میں آنے والے تو کیا تو ہمیں ہلاک کرے گا اس کے بدلے میں

فَعَلَ الْمُبْطِلُونَ ﴿١٧٣﴾ وَكَذَٰلِكَ نُفَصِّلُ الْآيَاتِ وَلَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ ﴿١٧٤﴾ وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَأَ

جو کیا باطل پرستوں نے ﴿۱۷۳﴾ اور اسی طرح ہم تفصیل سے بیان کرتے ہیں آیتوں کو اور تاکہ یہ لوگ باز آجائیں ﴿۱۷۴﴾ (اے پیغمبر) آپ پڑھ کر سنائیں ان لوگوں کو خبر

الَّذِي آتَيْنَاهُ آيَاتِنَا فَانسَلَخَ مِنْهَا فَأَتْبَعَهُ الشَّيْطَانُ فَكَانَ مِنَ الْغَاوِينَ ﴿١٧٥﴾ وَلَوْ شِئْنَا

اس شخص کی جس کو دی تھی ہم نے اپنی آیتیں پس وہ ان آیتوں سے نکل گیا اور اس کا پیچھا شیطان نے کیا پس ہو گیا وہ گمراہوں میں سے ﴿۱۷۵﴾ اور اگر ہم چاہتے تو البتہ اس کو

لَرَفَعْنَاهُ بِهَا وَلَٰكِنَّهُ أَخْلَدَ إِلَى الْأَرْضِ وَاتَّبَعَ هَوَاهُ ۚ فَمَثَلُهُ كَمَثَلِ الْكَلْبِ إِن

بلند کرتے ان آیتوں کی بدولت لیکن وہ تو جھک گیا زمین کی طرف اور پیروی کی اس نے اپنی خواہش کی۔ پس اس کی مثال کتے جیسی ہے اگر تو اس پر حملہ کرے

تَحْمِلْ عَلَيْهِ يَلْهَثْ أَوْ تَتْرُكْهُ يَلْهَث ۚ ذَّٰلِكَ مَثَلُ الْقَوْمِ الَّذِينَ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا ۚ

(ڈانٹ پلائے) تو وہ ہانپتا ہے یا اگر چھوڑ دے اس کو تب بھی ہانپتا ہے یہ مثال ان لوگوں کی جنہوں نے جھٹلایا ہماری آیتوں کو پس آپ بیان کر دیں

فَاقْصُصِ الْقَصَصَ لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُونَ ﴿١٧٦﴾ سَاءَ مَثَلًا الْقَوْمُ الَّذِينَ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا

حالات تاکہ یہ لوگ غور و فکر کریں ﴿۱۷۶﴾ بری ہے مثال اس قوم کی جنہوں نے جھٹلایا ہماری آیتوں کو اور جو اپنی ہی جانوں پر

وَأَنفُسَهُمْ كَانُوا يَظْلِمُونَ ﴿١٧٧﴾ مَن يَهْدِ اللَّهُ فَهُوَ الْمُهْتَدِي ۖ وَمَن يُضْلِلْ فَأُولَٰئِكَ

ظلم کرتے تھے ﴿۱۷۷﴾ جس کو اللہ تعالیٰ ہدایت دے پس وہی ہدایت پانے والا ہے اور جس کو اللہ تعالیٰ گمراہ کر دے پس یہی لوگ ہیں

هُمُ الْخَاسِرُونَ ﴿١٧٨﴾ وَلَقَدْ ذَرَأْنَا لِجَهَنَّمَ كَثِيرًا مِّنَ الْجِنِّ وَالْإِنسِ ۖ لَهُمْ قُلُوبٌ لَّا يَفْقَهُونَ

نقصان اٹھانے والے ﴿۱۷۸﴾ اور البتہ تحقیق پیدا کئے ہم نے جہنم کیلئے بہت سے جنوں میں سے اور انسانوں میں سے ان کیلئے دل ہیں کہ نہیں سمجھتے ان کے ساتھ اور ان کیلئے

بِهَا وَلَهُمْ أَعْيُنٌ لَّا يُبْصِرُونَ بِهَا وَلَهُمْ آذَانٌ لَّا يَسْمَعُونَ بِهَا ۚ أُولَٰئِكَ كَالْأَنْعَامِ

آنکھیں ہیں کہ نہیں دیکھتے ان کے ساتھ اور ان کیلئے کان ہیں نہیں سنتے ان کے ساتھ، یہ لوگ جانوروں کی طرح بلکہ ان سے

بَلْ هُمْ أَضَلُّ ۚ أُولَٰئِكَ هُمُ الْغَافِلُونَ ﴿١٧٩﴾ وَلِلَّهِ الْأَسْمَاءُ الْحُسْنَىٰ فَادْعُوهُ بِهَا ۖ وَذَرُوا

بھی زیادہ گمراہ یہی لوگ غافل ﴿۱۷۹﴾ اور اللہ تعالیٰ کیلئے ہیں نام اچھے پس پکارو اس کو ان ناموں کے ذریعے اور چھوڑ دو ان لوگوں کو

الَّذِیْنَ یُلْحِدُوْنَ فِیْۤ اَسْمَآىِٕهٖ ؕ سَیُجْزَوْنَ مَا كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ ﴿۱۸۰﴾ وَ مِمَّنْ خَلَقْنَاۤ اُمَّةٌ

جو ٹیڑھا چلتے ہیں اس کے ناموں میں عنقریب ان کو بدلہ دیا جائے گا اس کو جو کچھ وہ کام کررہے تھے ﴿۱۸۰﴾ اوران لوگوں میں سے جن کو ہم نے پیدا کیا ہے ایک امت

یَّهْدُوْنَ بِالْحَقِّ وَ بِهٖ یَعْدِلُوْنَ ﴿۱۸۱﴾

ایسی ہے جو راہ بتلاتی ہے حق کے ساتھ اور اسی کے ساتھ وہ انصاف کرتے ہیں ﴿۱۸۱﴾

عالم ارواح میں وعدہ الوہیت

﴿۱۷۲﴾ وَاِذْ اَخَذَ رَبُّكَ مِنْۢ بَنِیْۤ اٰدَمَ... الخ ربط آیات : سبق الغایات اور بیان القرآن میں لکھا ہے اس کا حاصل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انبیاء کے واقعات بیان کئے حضرت نوح علیہ السلام سے حضرت موسیٰ علیہ السلام تک اور انہوں نے لوگوں کو دعوت الی التوحید کی طرف بلایا، اب آگے فرماتے ہیں کہ پیغمبروں نے جو توحید کا سبق پیش کیا تھا اس کا لوگوں نے عالم ارواح میں اقرار کیا تھا، ہم صرف تجھے رب مانیں گے، اب اس نے اس وعدہ کی یاد دہانی کرائی ہے اس کا ذکر ہے۔

خلاصہ رکوع ۲۲ عالم ارواح میں اولاد آدم سے عمومی وعدہ الوہیت، حکمت اقرار۔۱۔۲۔ شفقت خداوندی، مقصد تفصیل آیات، تذکیر بایام اللہ سے فریضہ خاتم الانبیاء، حصر الہدایت باری تعالیٰ، غرض تخلیق جہنم، ازالہ شبہ، اہل ایمان کو تنبیہ، امت محمدیہ کی فضیلت۔ ماخذ آیات ۱۷۲: تا ۱۸۱+

عالم ارواح میں اولاد آدم سے عمومی وعدہ الوہیت : اولاد آدم کو ان کی پشت سے اور ان کی اولاد کو ان کی پشت سے نکالا، اور سب کو عالم ارواح میں جمع کیا، اور ان سب کو خود انہی کی ذات پر گواہ بنایا فرمایا! کیا میں تمہارا پروردگار نہیں ہوں؟ تو ان سب نے جواب دیا کہ آپ ہم سب کے پروردگار ہیں اور ہم سب آپ کی ربوبیت پر گواہی دیتے ہیں۔

فائدہ : مقام میثاق میں اختلاف ہے عرفات کے پہلو میں وادی نعمان میں۔ ۲ جنت کے نزول کے بعد ہندوستان کی زمین میں۔ ۳ مکہ اور طائف کے درمیان۔ (معالم التنزیل، ص:۱۷۸، ج:۲) اَوْ تَقُوْلُوْۤا الخ حکمت اقرار۔ ۱ تاکہ قیامت کے دن اگر تمہارے شرک کی وجہ سے تم کو سزا دی جائے تو یوں نہ کہنے لگو کہ ہم تو آپ کی توحید و ربوبیت سے بالکل بے خبر تھے۔

﴿۱۷۳﴾ حکمت اقرار۔ ۲ یا یہ عذر قیامت کے دن نہ کرو کہ ہمیں توحید کی دعوت براہ راست ملی ہی نہ تھی ماں باپ مشرک تھے انہوں نے شرک ہی سکھلایا۔ ﴿۱۷۴﴾ شفقت خداوندی : ہم انکو گزشتہ واقعات تفصیل کے ساتھ اس لئے سنا رہے ہیں کہ یہ سمجھ کر اپنی اصلاح کرلیں۔ ﴿۱۷۵﴾ مقصد تفصیل آیات تذکیر بایام اللہ سے فریضہ خاتم الانبیاء۔

شان نزول : اس آیت کے شان نزول میں مفسرین نے مختلف روایتیں نقل کی ہیں، اکثر مفسرین کے نزدیک اس آیت میں بنی اسرائیل کے ایک شخص کا حال مذکور ہے جس کا نام بلعم بن باعوراً تھا جو مستجاب الدعوات تھا آخر میں اس نے ایک عورت کے اغواء اور مال و دولت کے لالچ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام سے سرکشی کی جس سے وہ مردود ہو گیا ساری کرامتیں اس کی چھن گئیں اور اسکی زبان کتے کی طرح باہر نکل آئی اور دنیا میں ذلیل اور آخرت میں عذاب عظیم کا مستحق ہوا۔

(خازن، ص:۱۵۸، مظہری، ص:۴۰۴، ج:۳، معالم التنزیل، ص:۱۷۸، ج:۲، روح المعانی، ص:۱۴۸، ج:۹، قرطبی، ص:۲۸۰، ج:۷)

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ مشہور یہی ہے کہ یہ آیت بلعم بن باعوراً کے بارے میں نازل ہوئی۔ (ابن کثیر، ص:۲۵۱، ج:۳، مستدرک حاکم، ص:۵۴، ج:۳، کتاب التفسیر، درمنثور، ص:۲۶۵، ج:۳، حاکم کی سند صحیح ہے حاشیہ مستدرک حاکم، ص:۵۶، ج:۳)

اور یہی مناسب ہے کیونکہ اس سے مقصود بنی اسرائیل کو سنانا ہے کہ ایک ایسا عالم اور صاحب تصرف درویش نبی کی مخالفت سے مردود ہو گیا پس تم نبی کی مخالفت نہ کرو ورنہ تمہارا حال بھی یہی ہوگا۔

عبرت :اس واقعہ میں علماء کرام کے لئے خاص تنبیہ اور عبرت ہے کہ جسکو خدا تعالیٰ علم اور ہدایت سے نوازے اسے چاہئے کہ نفسانی خواہش کی ہرگز اتباع نہ کرے اور یہ آیت اپنے عموم کے لحاظ سے ہر ہوا پرست عالم کو شامل ہے ہر عالم کو اس سے سبق و عبرت لینی چاہئے اور خدا سے پناہ مانگنی چاہئے۔ دنیا کی طرف مائل ہونے والوں کی مثال :اگر وہ سیدھا ہو کر چلتا اور ہم اس سے راضی ہو جاتے تو احکام الٰہی کی تعمیل کی برکت سے اسے بہت بڑے مرتبہ پر پہنچا دیتے لیکن وہ پستی کی طرف جا گرا یعنی خواہشات نفسانی کے پیچھے لگ گیا ایسے شخص کی مثال کتے کی سی ہے الخ۔

﴿۱۷۷﴾ تتمہ مثال ما سبق : مشرک اور ظالموں کی کیسی بری مثال ہے اس داستان میں یہودیوں کے لئے خصوصی طور پر نصیحت اور عبرت حاصل کرنے کا موقعہ ہے کیونکہ انہیں بنی اسرائیل کے پرانے واقعات معلوم تھے، اور اس میں مشرکین مکہ کے لئے بھی سامان عبرت اور نصیحت ہے اور یہ واقعات آنحضرت ﷺ کو کسی انسان نے نہیں بتائے بلکہ آپ نے وحی الٰہی کے ذریعے لوگوں کو بتائے ہیں۔ الحاصل :اس میں یہود کے ساتھ ساتھ مشرکین مکہ کو بھی ایمان لانے کی طرف یہ واقعات مجبور کر رہے ہیں جو کہ آپ کی دعوت کا عین منشاء ہے۔

﴿۱۷۸﴾ حصر الہدایت باری تعالیٰ : ہدایت فقط اللہ تعالیٰ کے دروازے اور اس کے راضی کرنے سے ہی مل سکتی ہے۔

﴿۱۷۹﴾ غرض تخلیق جہنم : جو لوگ آیات الٰہیہ کی طرف توجہ نہیں کرتے وہ حیوانات سے بھی بدتر ہیں حالانکہ حیوانات تو اپنا فرض منصبی ادا کر رہے ہیں اور یہ لوگ اپنے فرض سے غافل ہیں، اس لئے ایسے لوگوں کے لئے جہنم کو پیدا کیا گیا ہے۔

کفار سماع قبول سے محروم تھے

شیخ الاسلام مولانا شبیر احمد عثمانی لکھتے ہیں کہ دل، کان، آنکھ سب کچھ موجود ہیں لیکن نہ دل سے آیت اللہ میں غور کرتے ہیں نہ قدرت کے نشانات کا بنظر تعمق و اعتبار مطالعہ کرتے ہیں اور نہ خدائی باتوں کو بسمع قبول سنتے ہیں جس طرح چوپائے جانوروں کے تمام اوقات صرف کھانے پینے اور بہیمی جذبات کے دائرہ میں محدود ہوتے ہیں یہی حال ان کا ہے کہ دل و دماغ ہاتھ پاؤں کان، آنکھ غرض خدا کی دی ہوئی سب قوتیں محض دنیوی لذائذ اور مادی خواہشات کی تحصیل و تکمیل کے لئے وقف ہیں انسانی کمالات اور ملکوتی خصال کے اکتساب سے کوئی سروکار نہیں۔

﴿۱۸۰﴾ ازالہ شبہ بذریعہ شان نزول : مسلمانوں میں سے ایک شخص دعا میں "یا رحمٰن، یا رحیم" کہہ رہا تھا مکہ مکرمہ کے ایک مشرک نے سن لیا تو کہنے لگا کہ محمد ﷺ اور انکے ساتھی یوں کہتے ہیں کہ ہم ایک رب کی عبادت کرتے ہیں حالانکہ یہ شخص ایسے الفاظ کہہ رہا ہے جن سے دو رب کا پکارنا سمجھ میں آرہا ہے اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ (مظہری، ص:۴۳۶، ج:۳، قرطبی، ص:۲۸۵، ج:۷)

فَادْعُوْهُ بِهَا : یعنی اللہ کو ان ناموں سے موسوم کرو۔ اللہ تعالیٰ کو اسماء حسنیٰ کے ذریعہ پکارنا۔ ان اسماء کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنا اور ان اسماء کے توسل سے اللہ تعالیٰ سے دعا مانگنا یہ سب "فَادْعُوْهُ بِهَا" کے عموم میں داخل ہے۔ بخاری شریف میں ہے اللہ تعالیٰ کے ایک کم سو یعنی ننانوے نام ہیں جو شخص انہیں یاد کرے گا ضرور جنت میں داخل ہوگا۔ (بخاری، ص:۹۴۱، ج:۲)

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ نے لکھا ہے بعض حضرات نے قرآن و سنت سے اللہ تعالیٰ کے ایک ہزار نام نکالے ہیں۔

(ابن کثیر، ص:۲۴۲، ج:۳، مطبع بیروت)

وَذَرُوا الَّذِيْنَ يُلْحِدُوْنَ... الخ اسماء الٰہیہ میں الحاد کرنے کا مطلب : یہ ہے کہ کافر لوگ اللہ کے ناموں میں لات کا لفظ بھی شریک کردیتے کہ لات کو اللہ کا مؤنث بناتے اور عزیٰ کو عزیز کا یہ دونوں نام مشرکین کے پاس ان کے مؤنث خداؤں کے تھے۔ الحاد : کے معنی تکذیب کے ہیں اور کلام عرب میں اعتدال سے ہٹنے کو کہتے ہیں "لحد" بمعنی قبر اسی سے ہے کیونکہ قبلہ کی طرف سے رخ پھیر کر بنائی جاتی ہے۔ (ابن کثیر : ص: ۲۶۹ ج ۔ ۳)

آیت ۱۸۱: امت محمدیہ کی فضیلت : ہماری پیدا کردہ قوموں میں سے بعض قومیں قولاً وعملاً حق پر قائم ہیں، اور حق بولتی ہیں۔ اور حق کی طرف بلاتی ہیں اور حق کا فیصلہ کرتی ہیں۔ اس امت سے امت محمدیہ مراد ہے۔

آنحضرت ﷺ جب اس آیت کو تلاوت فرماتے تو کہتے کہ یہ تم ہو اور جو تم سے پہلے قوم گزری ہے وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم ہے یہ لوگ بھی دوسروں کو حق کی طرف بلاتے تھے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا میری امت میں سے ایک قوم حق پر قائم رہے گی یہاں تک کے حضرت عیسیٰ علیہ السلام نزول فرمائیں گے۔ (ابن کثیر : ص: ۲۶۹ ج ۳)

وَالَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا سَنَسْتَدْرِجُهُمْ مِّنْ حَيْثُ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝ وَاُمْلِيْ لَهُمْ ؕ اِنَّ

اور وہ لوگ جنہوں نے جھٹلایا ہماری آیتوں کو ہم عنقریب آہستہ ان کو پکڑیں گے ایسی جگہ سے جہاں ان کو خبر بھی نہ ہوگی ﴿۱۸۲﴾ اور میں مہلت دیتا ہوں ان کو بیشک میری

كَيْدِيْ مَتِيْنٌ ۝ اَوَلَمْ يَتَفَكَّرُوْا ٜ مَا بِصَاحِبِهِمْ مِّنْ جِنَّةٍ ؕ اِنْ هُوَ اِلَّا نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ۝

تدبیر مضبوط ہے ﴿۱۸۳﴾ کیا انہوں نے غور نہیں کیا کہ ان کے صاحب میں کوئی جنون نہیں ہے وہ تو ڈرانے والے ہیں کھول کر ﴿۱۸۴﴾

اَوَلَمْ يَنْظُرُوْا فِيْ مَلَكُوْتِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا خَلَقَ اللّٰهُ مِنْ شَيْءٍ ۙ وَّاَنْ عَسٰٓى

کیا انہوں نے نہیں دیکھا آسمانوں اور زمین کی سلطنت میں اور جو چیز بھی اللہ نے پیدا کی ہے اور شاید کہ ان کے وعدے کا وقت قریب ہو

اَنْ يَّكُوْنَ قَدِ اقْتَرَبَ اَجَلُهُمْ ۚ فَبِاَيِّ حَدِيْثٍۢ بَعْدَهٗ يُؤْمِنُوْنَ ۝ مَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَلَا

پس کس بات پر اس (قرآن) کے بعد یہ لوگ ایمان لائیں گے ﴿۱۸۵﴾ جس کو اللہ تعالیٰ گمراہ کردے اس کو کوئی ہدایت دینے والا نہیں

هَادِيَ لَهٗ ؕ وَيَذَرُهُمْ فِيْ طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُوْنَ ۝ يَسْــَٔلُوْنَكَ عَنِ السَّاعَةِ اَيَّانَ

اور وہ اللہ چھوڑتا ہے ان کو اپنی سرکشی میں یہ سرگرداں رہتے ہیں ﴿۱۸۶﴾ یہ لوگ آپ سے سوال کرتے ہیں قیامت کے بارے میں کہ

مُرْسٰىهَا ۭ قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ رَبِّيْ ۚ لَا يُجَلِّيْهَا لِوَقْتِهَآ اِلَّا هُوَ ؔ ثَقُلَتْ فِي السَّمٰوٰتِ

کب ہوگا اس کا قائم ہونا آپ کہہ دیجئے (اے پیغمبر) بیشک اس کا علم میرے رب کے پاس ہے نہیں ظاہر کرے گا اس کو اس کے وقت پر مگر وہی یہ بھاری ہے آسمانوں

وَالْاَرْضِ ۭ لَا تَاْتِيْكُمْ اِلَّا بَغْتَةً ۭ يَسْــَٔلُوْنَكَ كَاَنَّكَ حَفِيٌّ عَنْهَا ۭ قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ اللّٰهِ

اور زمین میں نہیں آئے گی تمہارے پاس مگر اچانک۔ یہ لوگ آپ سے سوال کرتے ہیں گویا کہ آپ اس کی کھوج میں لگے ہوئے ہیں اے پیغمبر! آپ کہہ دیں کہ اس کا علم اللہ کے

وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝ قُلْ لَّآ اَمْلِكُ لِنَفْسِيْ نَفْعًا وَّلَا ضَرًّا اِلَّا مَا شَاۗءَ اللّٰهُ ؕ

پاس ہے لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے ﴿۱۸۷﴾ اے پیغمبر! آپ کہہ دیجئے نہیں مالک میں اپنے نفس کیلئے نفع کا اور نہ نقصان کا۔ مگر جو اللہ چاہے

وَلَوْ كُنْتُ أَعْلَمُ الْغَيْبَ لَاسْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَيْرِ ۚ وَمَا مَسَّنِيَ السُّوءُ ۚ إِنْ أَنَا

اور اگر میں غیب جانتا ہوتا تو زیادہ کرتا بھلائی سے اور نہ پہنچتی مجھے کوئی برائی نہیں ہوں میں مگر ڈر سنانے والا

إِلَّا نَذِيرٌ وَبَشِيرٌ لِقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ ﴿۱۸۸﴾

اور خوشخبری دینے والا ان لوگوں کیلئے جو ایمان رکھتے ہیں ﴿۱۸۸﴾

﴿۱۸۲﴾ وَالَّذِينَ كَذَّبُوا ... الخ ربط آیات : گزشتہ آیت "سَيُجْزَوْنَ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ" میں ملحدین کی سزا کا ذکر تھا ان آیات میں یہ بتلایا کہ جو لوگ حق جل شانہ کے نزدیک مبغوض ہوں یہ ضروری نہیں کہ انہیں فوراً عذاب دیا جائے بلکہ بطور استدراج انکو مہلت ملتی ہے۔

خلاصہ رکوع ۲۳ مجرمین کے لئے مہلت، تتمہ ماسبق، مشرکین کے لئے دعوت فکر سے اثبات رسالت خاتم الانبیاء، حاکمیت باری تعالیٰ سے توحید خداوندی پر عقلی دلیل، حصر الھدایت باری وتسلی خاتم الانبیاء، منکرین قیامت کا شبہ اور اس کے جواب کی تفصیل، آنحضرت ﷺ سے مختار کل اور علم غیب کلی کی نفی۔ ماخذ آیات ۱۸۲ تا ۱۸۸ +

مجرمین کے لئے مہلت : استدراج کے معنی بتدریج یعنی درجہ بدرجہ اور آہستہ پکڑنے کے ہیں کہ بتدریج انکو ہلاکت کی طرف لے جایا جائے۔ امام قشیری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ نعمت عطاء کرنا اور شکر کا بھلا دینا یہ استدراج ہے۔ مطلب آیت کا یہ ہے کہ ہم انکو دنیاوی نعمتوں سے خوب نوازتے ہیں جب وہ ان نعمتوں میں خوب مست ہو جاتے ہیں تب یک لخت پکڑتے ہیں اور غفلت کی حالت میں انکو ہلاک کر دیں گے۔

﴿۱۸۳﴾ تتمہ ماسبق : ہم انکی شرارتوں پر فوراً گرفت نہیں کرتے بلکہ مہلت دیتے ہیں، دل کھول کر دنیا کے مزے اڑالیں اور جرم کا پیمانہ لبریز ہو جائے "إِنَّ كَيْدِي مَتِينٌ" یعنی میری گرفت سخت ہے۔

﴿۱۸۴﴾ مشرکین کے لئے دعوت فکر سے اثبات رسالت خاتم الانبیاء : وہ داعی الی التوحید شخص کو نعوذ باللہ مجنوں تصور کرتے ہیں حالانکہ آپ ان کے حالت حاضرہ سے باخبر ہیں اور ان کیلئے سب سے بڑے خیر خواہ اور ہمدرد ہیں اور انکو بڑے نتائج سے مطلع کرتے ہیں۔ یہ تو آنحضرت ﷺ کے دور رس عقل کی دلیل ہے یا جنون ہے یہ خود ہی فیصلہ کر کے فیصلہ کریں۔

﴿۱۸۵﴾ حاکمیت باری سے توحید خداوندی پر عقلی دلیل : کیا ان لوگوں نے استدلال اور غور و فکر کی نظر سے نہیں دیکھا یہ سب ان گنت چیزیں اپنے بنانے والے کی ہمہ گیر قدرت اور توحید پر دلالت کر رہی ہیں۔

اور انکو اپنے گرد و پیش کو دیکھنا چاہئے تا کہ واضح ہو جائے کہ آنحضرت ﷺ جس چیز کی دعوت دے رہے ہیں وہ صحیح ہے۔ اور شاید کہ ان لوگوں کی اجل قریب آ گئی ہو اگر یہ غور کرتے اور طلب حق کی طرف تیزی سے بڑھتے اور ایسی چیزوں کی طرف توجہ کرتے جو مرنے سے پہلے انکی نجات کا باعث ہو جاتیں۔ فَبِأَيِّ حَدِيثٍ بَعْدَهُ ... الخ انہوں نے قرآن کریم کو نہ مانا جو علم و حکمت سے بھرا ہوا ہے اور معجزہ ہے تو اس کے بعد اور کونسی بات پر یقین کریں گے۔

﴿۱۸۶﴾ حصر الھدایت باری تعالیٰ : جس کو اللہ تعالیٰ گمراہ چھوڑ دے اسکو راہ پر لانے والا کوئی نہیں خواہ وہ کتنی نشانیاں دیکھے کچھ فائدہ نہیں۔ وَيَذَرُهُمْ فِي طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُونَ ، تسلی خاتم الانبیاء : اور اللہ تعالیٰ ان کو گمراہی میں بھٹکتے ہوئے چھوڑ دیتا ہے تا کہ ایک دفعہ پوری سزا دیدے۔

﴿۱۸۷﴾ ربط آیات :اوپر "عَسٰٓى اَنْ يَّكُوْنَ قَدِ اقْتَرَبَ اَجَلُهُمْ" میں انفرادی قیامت کا ذکر تھا، حدیث میں ہے "من مات فقد قامت قیامته" جو شخص مر گیا اسکی قیامت قائم ہوگئی۔ اب ان آیات میں مجموعۂ عالم کی قیامت کا ذکر ہے۔

منکرین قیامت کا شکوہ : منکرین قیامت نے قیامت کے وقت کا سوال کیا؟

قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا ... الخ جواب شکوہ ونفی علم قیامت از خاتم الانبیاء : کہ آپ کے فرائض میں وقت بتلانا داخل نہیں ہے بلکہ اس میں کامیابی کی راہ بتلانا آپ کا کام ہے۔ آپ کہدیں کہ اس کا علم اللہ تعالیٰ کے پاس ہے۔

يَسْـَٔلُوْنَكَ كَاَنَّكَ حَفِيٌّ عَنْهَا :اصرار مبالغہ کے لئے سوال : "حفی" بروزن "فعیل" تحقیقات کرنے والا "حفی الشئی" اس چیز کی پوری تفتیش کی۔ "حفی" سے اس جگہ مراد ہے عالم ہونا کیونکہ کسی چیز کی پوری تحقیقات اور کامل تفتیش کرنے والا اس سے واقف ہوجاتا ہے اور اس چیز کا پورا پورا علم اس کو حاصل ہوجاتا ہے۔ علمی تحقیقات کے مفہوم کو ظاہر کرنے کے لئے۔

بعض اہل تفسیر نے لکھا ہے کہ "عنها" کا تعلق "یسئلونك" سے ہے یعنی وہ لوگ آپ سے قیامت کے متعلق پوچھتے ہیں گویا آپ قیامت کا پورا علم رکھتے ہیں۔ بعض اہل تفسیر کے نزدیک "حفی حفاوة" سے مشتق ہے "حفاوة" کا معنی شفقت ومہربانی، کیونکہ قریش نے آنحضرت ﷺ سے کہا تھا کہ ہماری آپ سے قرابت داری ہے ہمیں آپ بتادیجئے کہ قیامت کب آئے گی؟

اس صورت میں مطلب یہ ہوگا وہ آپ سے قیامت کے متعلق (خصوصی) سوال کرتے ہیں گویا آپ قرابداری کی وجہ سے خصوصیت کے ساتھ ان کو بتادیں گے کہ قیامت کب آئے گی۔ يَسْـَٔلُوْنَكَ :دوبارہ ذکر کیا ہے کلام میں زور پیدا کرنے کے لئے قیامت کا تعیینی علم صرف اللہ تعالیٰ کے لئے خاص ہے مخلوق میں سے کسی کو بھی عطا نہیں کیا۔ (مظہری: ص: ۱۴۴ ج۔ ۳)

خاتم الانبیاء سے علم غیب کی نفی

آج بھی ایک نادان جاہل گروہ جو مدعیان اسلام ہونے کا دعویٰ کرتا ہے جو صرف وہم وگمان ہی نہیں بلکہ نہایت بلند آہنگی کے ساتھ یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ کو یقیناً قیامت کے وقت خاص کا علم تھا؟ ہم ارباب بصیرت کے لیے اس آیت سے ہمارے عقیدے اور دعویٰ پر جو روشن ثبوت ملتا ہے اس کو حاضر خدمت کرتے ہیں اس کی تفصیل یہ ہے۔

اس آیت کا پہلا جزو "يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ السَّاعَةِ اَيَّانَ مُرْسٰىهَا قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ اللّٰهِ" ہمارے دعویٰ پر ایک مستقل دلیل ہے جس کا ترجمہ یہ ہے کہ لوگ آپ سے قیامت کے بارے میں سوال کرتے ہیں کہ کب آئے گی؟ (جواب) آپ فرمادیجئے کہ اس کا علم بس اللہ ہی کو ہے۔

دوسرا جزو "لَا يُجَلِّيْهَا لِوَقْتِهَآ اِلَّا هُوَ" اس کا مطلب حسب تصریح مفسرین یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ خود ہی اس کو یعنی قیامت کو اس کے آنے کے وقت پر خود ہی ظاہر کرے گا اور اس کے آنے سے پہلے یہ خفا مستمر رہے گا۔ تیسرا جزو "ثَقُلَتْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ" اکثر مفسرین نے ثقلت کی تفسیر کی ہے یعنی قیامت اپنی ہولنا کی وجہ سے اہل ارض وسماء پر بہت شاق ہے۔

چوتھا جزو "لَا تَاْتِيْكُمْ اِلَّا بَغْتَةً" اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ قیامت اچانک ہی آئے گی یعنی مخلوق کو اس سے پہلے اس کی اطلاع نہیں ہے۔ پانچواں جزو "يَسْـَٔلُوْنَكَ كَاَنَّكَ حَفِيٌّ عَنْهَا" یہ لوگ آپ سے سوال کرتے ہیں کہ اس طرح کہ گویا آپ یعنی قیامت کے وقت خاص کا علم رکھتے ہیں۔ چھٹا جزو "قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ اللّٰهِ" اس میں علم قیامت کا اللہ تعالیٰ کے خاص ہونے کا نہایت صفائی سے اعلان کیا گیا ہے۔ الغرض :اس آیت سے واضح ثابت ہوا کہ قیامت کے وقت کا علم اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے، باقی اگر کوئی شخص آنحضرت ﷺ کے متعلق دعویٰ کرتا ہے یا کسی آسمانی یا زمینی مخلوق کے متعلق دعویٰ کرتا ہے تو اس کا

دعویٰ اس آیت کی روشنی میں مردود ہے۔ اللہ تعالیٰ حق سمجھنے کی توفیق عطاء فرمائے۔

﴿۱۸۸﴾ **خاتم الانبیاء سے مختار کل کی نفی اور نفی علم غیب کلی :** میں اپنے ذاتی حالات مستقبلہ کو بھی نہیں جانتا۔ میرا کام تو انذار و تبشیر ہے۔

اہل بدعت کا علم غیب پر استدلال اور اس کا جواب

مولوی محمد عمر مقیاس حنفیت میں لکھتا ہے آپ نے چونکہ استکثار خیر کیا اور اجتناب سوء سے موصوف رہے لہٰذا آپ کو علم غیب حاصل ہوا۔ (ملخص مقیاس حنفیت: ص: ۱۴۳: طبع المقیاس پبلشرز: ۳۰ دربار مارکیٹ لاہور)

مطلب یہ ہے کہ آپ ﷺ سے بڑھ کر کس نے خیر حاصل کی تو معلوم ہوا کہ آپ علم غیب جانتے تھے؟

تو اس کا جواب : یہ ہے کہ یہاں خیر کا تقابل بدی اور شر سے نہیں یہاں تقابل "سوء" سے ہے معنی یہ ہے کہ اگر مجھے غیب ہوتا تو میں اپنے لئے تکلیف سے بچنے کا انتظام پہلے سے کر لیتا، اسکی تفصیل یہ ہے کہ اس آیت میں خیر سے مراد مال فتح تجارت میں نفع وغیرہ ہے ان امور کا علم آنحضرت ﷺ کو اخیر زمانہ حیات تک حاصل نہیں تھا، اس عدم علم کی وجہ سے آپ کے منصب رفیع پر کوئی اثر بھی نہیں پڑتا جیسا کہ علامہ آلوسی نے روح المعانی میں تصریح کی ہے۔

اور "سوء" سے مراد فقر ضرر بھوک، قحط گرانی اور تجارت وغیرہ میں خسارہ مراد ہے اور اس قسم کے "سوء" سے آنحضرت ﷺ ساری زندگی محفوظ نہیں رہے۔ دشمنوں کی طرف سے آپ کا دانت مبارک شہید ہوا، چہرہ مبارک زخمی ہوا۔ یہود کی طرف سے آپ کو زہر دیا گیا جو آپ کی وفات کا ظاہری سبب بنا۔ (مستدرک: ص: ۲۱۹: ج۔ ۳)

آپ پر لبید بن عاصم کی طرف سے جادو کیا گیا، بیر ذَرْوَانَ کا واقعہ وغیرہ وغیرہ صحیح واقعات اس "سوء" کے ثبوت پر شاہد عدل ہیں اور یہی حال آپ کے فقر و فاقہ کا تھا جس کے ثبوت کے لئے اتنا ثبوت ہی کافی ہے جس وقت آپ نے وصال فرمایا تو آپ کی زرہ مبارک چند صاع جو کے بدلے ایک یہودی کے ہاں رہن رکھی ہوئی تھی۔ (بخاری: ص: ۶۲۳: ج: ۱: مسلم: ص: ۳۱: ج۔ ۲)

جس کو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے آپ کی وفات کے بعد چھڑایا تھا بہر حال یہ حقیقت بالکل نا قابل انکار ہے کہ اخیر زمانہ حیات تک بھی عدم استکثار اور اس سوء کے باب میں آپ کا وہی حال رہا جو پہلے تھا پس معلوم ہوا کہ اس آخر وقت تک بھی آپ کو ان غیوب کا پورا علم عطا نہیں فرمایا گیا تھا، جو استکثار خیر اور اجتناب عن السوء میں عادتاً مؤثر ہوتے ہیں، اور یہ ایک ایسی روشن حقیقت ہے جس کا انکار خالص جہالت اور بے دینی ہے، بشرطیکہ ایمان و بصیرت کی دولت حاصل ہو ورنہ صرف نام کے اسلام اور زبانی حق پرستی سے کیا بنتا ہے؟

هُوَ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّجَعَلَ مِنْهَا زَوْجَهَا لِيَسْكُنَ اِلَيْهَا ۚ فَلَمَّا

اللہ کی ذات وہ ہے جس نے پیدا کیا ہے تم کو ایک جان سے اور بنایا ہے اس سے اس کا جوڑا تا کہ سکون پکڑے اس کی طرف۔ پھر جب مرد

تَغَشّٰىهَا حَمَلَتْ حَمْلًا خَفِيْفًا فَمَرَّتْ بِهٖ ۚ فَلَمَّآ اَثْقَلَتْ دَّعَوَا اللّٰهَ رَبَّهُمَا لَئِنْ

نے ڈھانپا اس عورت کو تو حمل ٹھہرا اس عورت کو ہلکا سا پھر وہ اس کو لے کر چلتی پھرتی رہی جب وہ بوجھل ہو گئی تو پکارا ان دونوں نے اپنے پروردگار کو کہ اگر تو

اٰتَيْتَنَا صَالِحًا لَّنَكُوْنَنَّ مِنَ الشّٰكِرِيْنَ ۝ فَلَمَّآ اٰتٰىهُمَا صَالِحًا جَعَلَا لَهٗ شُرَكَآءَ فِيْمَآ اٰتٰىهُمَا

دے گا ہمیں اچھا بھلا بچہ تو ہم ضرور ہوں گے شکر گزاروں میں سے ﴿۱۸۹﴾ پس جبکہ دیا ان کو اچھا بھلا بچہ، ٹھہرائے ان دونوں نے اس کیلئے شریک اس میں جو اللہ نے ان کو دیا تھا

فَتَعٰلَى اللّٰهُ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴿۱۹۰﴾ اَيُشْرِكُوْنَ مَا لَا يَخْلُقُ شَيْـًٔا وَّهُمْ يُخْلَقُوْنَ ﴿۱۹۱﴾ وَلَا

پس بلند ہے اللہ تعالیٰ کی ذات ان چیزوں سے جن کو یہ لوگ شریک بناتے ہیں ﴿۱۹۰﴾ کیا یہ شریک بناتے ہیں ان کو نہیں پیدا کرتے کسی چیز کو اور وہ خود پیدا کئے جاتے ہیں ﴿۱۹۱﴾ اور نہیں

يَسْتَطِيْعُوْنَ لَهُمْ نَصْرًا وَّلَآ اَنْفُسَهُمْ يَنْصُرُوْنَ ﴿۱۹۲﴾ وَاِنْ تَدْعُوْهُمْ اِلَى الْهُدٰى

طاقت رکھتے وہ ان کیلئے مدد کی اور نہ وہ اپنی جانوں کی مدد کرسکتے ہیں ﴿۱۹۲﴾ اور اگر پکارو تم ان کو ہدایت کی طرف تو وہ نہیں پیروی کرتے

لَا يَتَّبِعُوْكُمْ ۭ سَوَاۗءٌ عَلَيْكُمْ اَدَعَوْتُمُوْهُمْ اَمْ اَنْتُمْ صَامِتُوْنَ ﴿۱۹۳﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ

تمہاری برابر ہے تم پر کہ تم ان کو پکارو یا خاموش رہو ﴿۱۹۳﴾ بیشک وہ لوگ جو پکارتے ہیں اللہ کے سوا دوسروں کو وہ تو

مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ عِبَادٌ اَمْثَالُكُمْ فَادْعُوْهُمْ فَلْيَسْتَجِيْبُوْا لَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۱۹۴﴾ اَلَهُمْ

بندے ہیں تمہارے جیسے پس پکارو ان کو چاہئے کہ وہ قبول کریں تمہاری پکار کو اگر تم سچے ہو ﴿۱۹۴﴾ کیا ان کیلئے پاؤں ہیں

اَرْجُلٌ يَّمْشُوْنَ بِهَآ ۡ اَمْ لَهُمْ اَيْدٍ يَّبْطِشُوْنَ بِهَآ ۡ اَمْ لَهُمْ اَعْيُنٌ يُّبْصِرُوْنَ بِهَآ ۡ

جن کے ساتھ وہ چلتے ہیں یا ان کیلئے ہاتھ ہیں جن کے ساتھ وہ پکڑتے ہیں یا ان کی آنکھیں ہیں جن کے ساتھ وہ دیکھتے ہیں یا ان کے کان ہیں جن کے ساتھ وہ سنتے ہیں

اَمْ لَهُمْ اٰذَانٌ يَّسْمَعُوْنَ بِهَا ۭ قُلِ ادْعُوْا شُرَكَاۗءَكُمْ ثُمَّ كِيْدُوْنِ فَلَا تُنْظِرُوْنِ ﴿۱۹۵﴾ اِنَّ وَلِيّٖۦ

اے پیغمبر! آپ کہہ دیجئے پکارو اپنے شریکوں کو پھر تم جو تدبیر میرے خلاف کرسکتے ہو کر گزرو اور پھر مہلت بھی نہ دو ﴿۱۹۵﴾ بیشک میرا کارساز اللہ ہے جس نے اتاری ہے

اللّٰهُ الَّذِيْ نَزَّلَ الْكِتٰبَ ڮ وَهُوَ يَتَوَلَّى الصّٰلِحِيْنَ ﴿۱۹۶﴾ وَالَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ

کتاب اور وہ کارسازی کرتا ہے نیکو کاروں کی ﴿۱۹۶﴾ اور وہ جن کو تم پکارتے ہو اس کے سوا نہیں طاقت رکھتے تمہاری مدد کی

لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ نَصْرَكُمْ وَلَآ اَنْفُسَهُمْ يَنْصُرُوْنَ ﴿۱۹۷﴾ وَاِنْ تَدْعُوْهُمْ اِلَى الْهُدٰى لَا يَسْمَعُوْا ۭ

اور نہ اپنی جانوں کی مدد کرسکتے ہیں ﴿۱۹۷﴾ اور اگر تم انہیں پکارو ہدایت کی طرف تو سنتے نہیں

وَتَرٰىهُمْ يَنْظُرُوْنَ اِلَيْكَ وَهُمْ لَا يُبْصِرُوْنَ ﴿۱۹۸﴾ خُذِ الْعَفْوَ وَاْمُرْ بِالْعُرْفِ

اور تم دیکھو گے ان کو کہ تک رہے ہیں تمہاری طرف حالانکہ وہ نہیں دیکھتے ﴿۱۹۸﴾ آپ عادت ڈالیں درگزر کرنے کی اور حکم دیں نیک کام کرنے کا

وَاَعْرِضْ عَنِ الْجٰهِلِيْنَ ﴿۱۹۹﴾ وَاِمَّا يَنْزَغَنَّكَ مِنَ الشَّيْطٰنِ نَزْغٌ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ ۭ اِنَّهٗ

اور کنارہ کشی اختیار کریں جاہلوں سے ﴿۱۹۹﴾ اور اگر ابھارے تجھ کو شیطان کیطرف سے چھیڑ چھاڑ پس آپ اللہ کے ساتھ پناہ مانگیں بیشک وہ سننے والا اور

سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿۲۰۰﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا اِذَا مَسَّهُمْ طٰۗىِٕفٌ مِّنَ الشَّيْطٰنِ تَذَكَّرُوْا فَاِذَا

جاننے والا ہے ﴿۲۰۰﴾ بیشک وہ لوگ جو ڈرتے ہیں جبکہ پہنچتا ہے ان کو خیال شیطان کی طرف سے وہ یاد کرتے ہیں پس اچانک

هُمْ مُّبْصِرُوْنَ ﴿۲۰۱﴾ وَاِخْوَانُهُمْ يَمُدُّوْنَهُمْ فِي الْغَيِّ ثُمَّ لَا يُقْصِرُوْنَ ﴿۲۰۲﴾ وَاِذَا لَمْ

وہ بصیرت (سمجھ) والے ہوتے ہیں ﴿۲۰۱﴾ اور ان کے بھائی (شیاطین) کھینچتے ہیں ان کو گمراہی میں پھر وہ کوتاہی نہیں کرتے ﴿۲۰۲﴾ اور جب آپ نہ

تَاْتِهِمْ بِاٰيَةٍ قَالُوْا لَوْلَا اجْتَبَيْتَهَا ۚ قُلْ اِنَّمَآ اَتَّبِعُ مَا يُوْحٰٓى اِلَيَّ مِنْ رَّبِّيْ ۚ هٰذَا بَصَآئِرُ

لائیں ان کے پاس کوئی نشانی تو کہتے ہیں کیوں نہیں چھن کر لایا تو اس نشانی کو اے پیغمبر! آپ کہہ دیجئے بیشک میں پیروی کرتا ہوں اس بات کی جو وحی کی جاتی ہے میرے طرف میرے

مِنْ رَّبِّكُمْ وَهُدًى وَّرَحْمَةٌ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ﴿۲۰۳﴾ وَاِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا

پروردگار کی جانب سے یہ (قرآن کی باتیں) بصیرت کی باتیں ہیں تمہارے رب کی طرف سے اور ہدایت ہے اور رحمت ہے ان لوگوں کیلئے جو مومن ہیں ﴿۲۰۳﴾ اور جب قرآن

لَهٗ وَاَنْصِتُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ﴿۲۰۴﴾ وَاذْكُرْ رَّبَّكَ فِيْ نَفْسِكَ تَضَرُّعًا وَّخِيْفَةً وَّدُوْنَ

پڑھا جائے پس کان لگا کر سنو اور خاموش رہو تا کہ تم پر رحم کیا جائے ﴿۲۰۴﴾ اور یاد کریں آپ اپنے رب کو جی میں عاجزی کرتے ہوئے اور ڈرتے ہوئے

الْجَهْرِ مِنَ الْقَوْلِ بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ وَلَا تَكُنْ مِّنَ الْغٰفِلِيْنَ ﴿۲۰۵﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ عِنْدَ

اور بلند آواز سے کم، صبح کے وقت اور پچھلے پہر اور نہ ہوں آپ غافلوں میں سے ﴿۲۰۵﴾ بیشک وہ لوگ جو تیرے پروردگار کے پاس ہیں وہ

رَبِّكَ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِهٖ وَيُسَبِّحُوْنَهٗ وَلَهٗ يَسْجُدُوْنَ ﴿۲۰۶﴾ السجدۃ الثالثۃ السجدۃ ۲۴ ع ۱۸ ۱۴

نہیں تکبر کرتے اس کی عبادت سے اور اس کی تسبیح کرتے ہیں اور اسی کیلئے سجدہ ریز ہوتے ہیں ﴿۲۰۶﴾

﴿۱۸۹﴾ **هُوَ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ... الخ ربط آیات :** اوپر ذکر تھا کہ میں اپنی جان کے لئے بھی نفع و نقصان کا مالک نہیں ہوں، آگے توحید کا مسئلہ بتاتے ہیں کہ پیدا کرنے والا بھی وہی، حاجتیں پوری کرنے والا بھی وہی غیروں کے پاس کچھ بھی نہیں ہے سارے رکوع میں توحید کا اثبات اور کفر و شرک کا رد ہے۔

خلاصہ رکوع ۲۴ تذکیر بالآء اللہ سے توحید خداوندی پر عقلی دلیل، شرک کا طریقہ، معبودان باطلہ کا عجز و تنبیہ مشرکین، ۱، ۲، ۳، ۴، سماعت سے معذرت، تبلیغ دین کیلئے آداب فرائض خاتم الانبیاء شیطان سے بچنے کا طریقہ، معبودان باطلہ کو چیلنج، اولیاء اللہ کا وصف، اولیاء شیطان کا وصف، آداب تلاوت قرآن، اثبات ذکر قلبی۔ ماخذ آیات ۱۸۹: تا ۲۰۶ +

هُوَ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ الخ تذکیر بالآء اللہ سے توحید خداوندی پر عقلی دلیل : محقق مفسرین کی رائے یہ ہے کہ ابتداء آیت میں حضرت آدم اور حواء کا ذکر تھا بطور تمہید "فَلَمَّا تَغَشّٰهَا" الخ سے مراد مرد و عورت کا ذکر ہے کیونکہ حضرت آدم اور حضرت حواء کے ذکر سے مقصود تھا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کاملہ سے آدمیوں میں نر اور مادہ کو پیدا کیا تا کہ ایک دوسرے سے مانوس ہوں اور پر سکون رہیں آپس میں محبت اور ہمدردی کے تعلقات ہوں۔ بہت سے مرد عورتوں کیلئے مصیبت بن جاتے ہیں اور بہت سی عورتیں مردوں کیلئے سوہان روح بن جاتی ہیں یہ ازدواجی زندگی کے خلاف ہے۔ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ عورت مرد کے سامنے عاجز بنی رہے اور اسکی زیادتیوں کی طرف نظر نہ کرے تو گزارہ چل سکتا ہے۔ الغرض یہاں مطلق مرد و عورت کا حال بتلانا مقصود ہے۔

شرک کا طریقہ : جب اللہ نے انکو صحیح سالم بیٹا دیا تو وہ اللہ کا شریک بنانے لگے کسی نے کواکب کو مؤثر مانا اور کسی نے

بتوں کو وغیرہ وغیرہ اور کسی نے بچے کا نام عبد العزیٰ اور عبد مناف، عبد شمس اور کسی نے عبد المسیح اور کسی نے عبد النبی اور کسی نے عبد الرسول اور کسی نے بندہ علی رکھا جیسا کہ آج کل بدعتی حضرات نام رکھتے ہیں، حالانکہ اللہ تعالیٰ ان شریکوں سے برتر ہے۔

مگر بعض مفسرین نے یہاں حضرت آدم اور حواء کا واقعہ بیان کرتے ہیں وہ اس طرح کہ حضرت حواء کے کئی بچے مر چکے تھے اس کے بعد وہ حاملہ ہوئیں تو شیطان نے ان سے آکر کہا کہ اس کا نام عبد الحارث رکھو تو یہ زندہ رہے گا۔ حضرت حواء نے حضرت آدم کو راضی کیا اور بچہ کا نام عبد الحارث رکھا اور حارث ابلیس کا نام تھا اور بظاہر حضرت حواء کو اسکی خبر نہ تھی اور نہ یہ خبر تھی کہ یہ مشورہ دینے والا شیطان ہے اور نہ اس قسم کا مکر حضرت حواء اور آدم نے سنا تھا، یہ پہلا موقع تھا۔

یہ روایت ترمذی میں موجود ہے مگر حضرات محدثین فرماتے ہیں کہ یہ روایت ضعیف ہے۔ متعدد وجوہ سے معلول ہے۔ اگر یہ واقعہ صحیح بھی ہو تب بھی اس سے شرک فی التسمیہ لازم آتا ہے۔ حقیقۃً شرک لازم نہیں آتا البتہ ایسا نام رکھنا یہ نبی کی شان رفیع کے مناسب نہیں، جس سے شرک کی بو آتی ہو۔ (خازن: ص: ۱۶۷: ج: ۲: مظہری: ص: ۴۴۲: ج: ۳: منیر: ص: ۲۰۲: ج۔ ۹)

الغرض اس سے مراد مطلق مرد و عورت لیا جائے تو بہتر ہے جسکی تفصیل اوپر آچکی ہے۔

﴿۱۹۱﴾ معبودان باطلہ کا عجز و تنبیہ مشرکین ❶ عاجز و بیکس محض اور مخلوق ہستیوں کو شریک خدا بناتے ہیں۔ جو خود پیدا کئے جاتے ہیں۔ ﴿۱۹۲۔ ۱۹۳﴾ وَلَا يَسْتَطِيعُونَ۔ ❷ اور بت طاقت نہیں رکھتے "لَهُمْ نَصْرًا" ان مشرکوں کی مدد کرنے کی جو انکے پجاری ہیں "وَلَا أَنْفُسَهُمْ يَنْصُرُونَ" اور نہ اپنی مدد کرسکتے ہیں کہ نامناسب ناگوار چیز کو رفع کرسکیں مثلاً اگر کوئی انکو توڑے تو اپنے آپ کو محفوظ نہیں رکھ سکتے۔ وَإِنْ تَدْعُوهُمْ إِلَى الْهُدَىٰ۔ ❸ اور اگر تم مشرکوں کو اسلام کی طرف بلاؤ، بعض علماء کے نزدیک "تَدْعُوهُمْ" سے خطاب مشرکوں کو ہے اور "هُمْ" ضمیر بتوں کی طرف راجع ہے یعنی اے مشرکو! اگر تم بتوں کو بلاؤ کہ وہ تم کو ہدایت کا راستہ بتلادیں تو وہ تمہارے کہنے پر عمل نہیں کرسکتے یعنی تم کو راستہ نہیں بتلاسکتے۔

(مظہری: ص: ۴۴۴: ج: ۳: روح المعانی: ص: ۱۹۰: ج: ۹: بحر محیط: ص: ۴۴۱: ج: ۴: کشاف: ص: ۱۸۸: ج۔ ۲)

﴿۱۹۴﴾ مشرکین کو چیلنج: "عِبَادٌ أَمْثَالُكُمْ" وہ تمہاری طرح عاجز بندے ہیں۔ بندے سے مراد یہ ہے کہ وہ تمہاری طرح خدا کی مخلوق اور مملوک ہیں۔ اور ایک مماثل اور مساوی دوسرے مماثل اور مساوی کے حق میں معبود نہیں ہوسکتا۔ اور اگر تمہارا گمان ہے کہ وہ تم سے افضل اور اکمل ہیں تو پھر ان معبودوں کو پکارو وہ تمہاری پکار کا جواب دیں۔ وہ تو ان کمالات سے بھی عاری ہیں جو کہ ایک معمولی انسان کو حاصل ہوتے ہیں۔

﴿۱۹۵﴾ تنبیہات مشرکین: ۴: ۳: ۲: ۱۔ ایسے لولے اور لنگڑوں اور اندھوں اور بہروں کو خدا بنانا اعلیٰ درجے کی حماقت ہے۔ لہٰذا تمہارا بتوں کے آگے جھکنا جو تم سے بہت کمتر اور عاجز ہیں کمال درجے کی بے وقوفی ہے۔ ثُمَّ كِيدُونِ: تاکید برائے چیلنج پھر تم اور تمہارے معبود جس قدر ہوسکے میرے خلاف تدبیریں کرو اور قطعاً مجھے مہلت نہ دو چونکہ میرا اعتماد اللہ پر ہے اسلئے مجھے تمہاری کوئی پرواہ نہیں۔

﴿۱۹۶﴾ کارساز مطلق: میرا دوست اور حامی و مددگار فقط اللہ تعالیٰ ہے جس نے قرآن نازل فرمایا اور نیکوکاروں کی حمایت اس کا شیوہ ہے۔ مشرکین کے لئے تنبیہ معبودان باطلہ کا عجز: میرے معبود کے سوا جن کو تم بلاتے ہو وہ نہ تمہاری مدد کرسکتے ہیں اور نہ اپنے آپ کو بچاسکتے ہیں۔ ﴿۱۹۸﴾ سماعت سے معذور: اگر کسی نیکی کی راہ پر انکو بلائیں تو سننے ہی نہ پائیں۔ ﴿۱۹۹﴾ تبلیغ دین کے آداب و فرائض خاتم الانبیاء: ان جاہلوں سے اعراض کیجئے اور ان کی پرواہ نہ کیجئے البتہ نیکی کا

پیغام پہنچاتے رہیئے۔﴿۲۰۰﴾ شیطان سے بچنے کا طریقہ : شیطان جب غصہ دلائے تو اس سے بچنے کا طریقہ بیان کیا گیا ہے۔اس وقت "اعوذ باللہ السمیع العلیم من الشیطن الرجیم" پڑھنا زیادہ محبوب ہے۔

﴿۲۰۱﴾ اولیاء اللہ کا وصف : مطلب یہ ہے کہ مومن کو گناہ کا خیال آتا ہے تو خدا کو یاد کر کے اس خیال سے باز آجاتا ہے اور شیطانی وسوسہ اسکے دل سے نکل جاتا ہے۔

﴿۲۰۲﴾ اولیاء شیطان کا وصف : یعنی کفار کا انکے برادران یعنی شیاطین جب انکے ساتھ لگ جاتے ہیں تو انکو خوب اپنے قابو میں کر لیتے ہیں اور ہمیشہ انکو مصیبت میں مبتلا رکھتے ہیں۔

﴿۲۰۳﴾ مشرکین کا شکوہ و مطالبہ : "بِاٰيَةٍ" آیت سے مراد قرآن مجید کی آیات یا کافروں کا طلب کیا ہوا معجزہ۔کلبی کا بیان ہے کہ مکہ والے محض ضد اور دشمنی کے زیر اثر رسول ﷺ سے آیات کے طلب گار ہوتے تھے اور جب آیات (کے ظہور یا نزول) میں دیر ہو جاتی تو کہتے آپ نے (حسب سابق) خود اپنی طرف سے کیوں نہ بنالیں۔قُلْ اِنَّمَآ اَتَّبِعُ ...الخ جواب شکوہ : کہ آپ کہہ دیجئے میں از خود آیات نہیں بناتا اپنی طرف سے آیات طلب نہیں کرتا۔جو رب کی طرف سے بھیجدی جاتی ہیں ان کی اتباع کرتا ہوں۔ (خازن: ص: ۱۷۳: ج: ۲: معالم التنزیل: ص: ۱۸۹: ج۔ ۲)

﴿۲۰۴﴾ وَاِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ ...الخ آداب تلاوت قرآن : اور آپ ان سے کہہ دیجئے کہ جب قرآن کریم پڑھا جایا کرے تو اس کی طرف کان لگایا کرو اور خاموش رہا کرو امید ہے کہ تم پر رحمت ہو۔

ترک قرأت خلف الامام

جمہور سلف و خلف کا متفقہ فیصلہ ہے کہ اس آیت میں حق تعالیٰ شانہ نے مسئلہ قرأت خلف الامام کو واضح و اشگاف اور آشکار فرمایا ہے اور اس کے بارے میں صاف حکم صادر فرمایا ہے یعنی امام اور مقتدی دونوں کا کام اور وظیفہ الگ الگ متعین فرمایا ہے کہ جب قرآن کریم پڑھا جائے امام قرأت کرے تو تم مقتدیوں کا وظیفہ صرف اور صرف یہ ہے کہ نہایت توجہ کے ساتھ قرآن کریم کی طرف کان لگائیں اور خاموش رہیں امام کا کام قرأت کرنا اور مقتدیوں کا وظیفہ خاموشی کے ساتھ توجہ سے سننا ہے۔

اس آیت کی تفسیر صحابہ کرام سے

❶ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے (ایک دفعہ) نماز پڑھی اور چند آدمیوں کو انہوں نے امام کے ساتھ قرأت کرتے ہوئے سنا جب نماز سے فارغ ہوئے تو فرمایا کہ کیا اب بھی وقت نہیں کہ تم سمجھ بوجھ اور عقل و خرد سے کام لو جب قرآن کریم کی تلاوت ہو رہی ہو تو اسکی طرف کان لگاؤ اور خاموش رہو جیسا کہ اللہ نے تمہیں اس کا حکم دیا ہے۔

(تفسیر ابن جریر: ص: ۱۰۳: ج: ۹: ابن کثیر: ص: ۲۵۹: ج: ۳: معالم التنزیل: ص: ۱۸۹: ج۔ ۲)

❷ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اس آیت کا شان نزول فرض نماز کے متعلق ہے۔

(تفسیر ابن کثیر: ص: ۲۶۰: ج: ۲: ابن جریر: ص: ۱۰۳: ج: ۹: کتاب القرأت: ص: ۸۸: روح المعانی: ص: ۱۵۰: ج۔ ۹)

❸ حضرت مقداد بن اسود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے کچھ لوگوں کو امام کے ساتھ پڑھتے ہوئے سنا آپ نے ان لوگوں کو فرمایا کہ کیا ابھی وقت نہیں آیا کہ تم عقل و دانش سے کام لو۔جب قرآن کریم پڑھا جائے تو اس کی طرف کان لگاؤ اور خاموش رہو جیسا کہ حق تعالیٰ کا حکم ہے۔ (مظہری: ص: ۴۵۰: ج۔ ۳)

تابعین کی تفسیر

❶ حضرت مجاہد فرماتے ہیں یہ آیت نماز کے متعلق نازل ہوئی ہے۔ (تفسیر ابن جریر، ص:۱۰۳، ج:۹، تفسیر ابن کثیر، ص:۶۰۲، ج۔۳)

❷ سعید بن جبیر رحمۃ اللہ علیہ حضرت ضحاک رحمۃ اللہ علیہ ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ، قتادہ رحمۃ اللہ علیہ شعبی، سدی عبدالرحمن بن زید بن اسلم فرماتے ہیں کہ یہ آیت نماز کے متعلق نازل ہوئی ہے۔ (ابن کثیر: ص:۲۱۱، ج۔۳)

❸ حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کا قول شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے اس پر اجماع نقل کیا ہے اس آیت کا شان نزول نماز ہے۔ (فتاویٰ ابن تیمیہ، ص:۱۶۸، ج۔۲)

الغرض حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے لے کر آلوسی رحمۃ اللہ علیہ کی تفسیر تک تمام تفاسیر میں یہی بات ہے کہ اس آیت کا نزول صرف نماز ہے۔ اور یہ تفسیر مرجوح ہے کہ یہ آیت کفار ومشرکین کے بارے میں نازل ہوئی ہے کہ انکو حکم دیا گیا ہے کہ وہ قرآن کریم کو پوری توجہ اور خاموشی سے سنیں اور شور وغل نہ مچائیں اگر بالفرض والمحال یہ بات مان لی جائے کہ یہ آیت کفار ومشرکین کے بارے میں نازل ہوئی ہے تو کیا یہ کہنا صحیح ہوگا کہ کفار کو تو شور غل کرنے سے منع کیا گیا ہے اور مسلمانوں کیلئے جائز ہے کہ وہ خوب شور وغل کریں۔

نیز اگر یہ کہا جائے کہ یہ آیت کفار کے متعلق نازل ہوئی ہے تو یہ بھی درست نہیں پھر تو قرآن کریم کا نزول محصور اور مسدود ہو گیا اس لئے یہ بات درست نہیں ہے اسکی مثال دیکھئے قرآن کریم میں حضرت زید بن حارثہ کا ذکر ہے قرآن کریم نے حکم دیا کہ آنحضرت ﷺ تم میں سے کسی بالغ مرد کے باپ نہیں اس آیت کا سبب گو خاص ہے لیکن حکم خاص نہیں بلکہ عام ہے اس آیت کی رو سے جیسا کہ زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو حضور پاک ﷺ کا نسبی بیٹا کہنا جائز نہیں اسی طرح دوسرے اشخاص کو بھی نسبی بیٹا کہنا جائز نہیں ہے۔

تو کیا غیر مقلدین حضرات اس آیت کا مطلب یہی لیں گے کہ صرف حضرت زید رضی اللہ عنہ کو حضور ﷺ کا نسبی بیٹا کہنا جائز نہیں اور باقی دوسرے افراد کو حضور کا نسبی بیٹا کہنا جائز ہے۔ اللہ پاک سمجھنے کی توفیق دے۔

فریق مخالف کی دلیل اور اس کے مسکت جوابات سورۃ فاتحہ کے ذیل میں دیکھیں۔

نماز میں قرأت سے متعلق مکروہات

● دوسری رکعت کو پہلی رکعت سے تین آیتوں سے زیادہ لمبا کرنا مکروہ تنزیہی ہے جن سورتوں کا پڑھنا سنت سے ثابت ہے ان میں مکروہ نہیں۔ ● ابھی سورت پوری ختم نہیں ہوئی ایک دو کلمے رہ گئے تھے کہ جلدی کے مارے رکوع میں چلا گیا اور سورت کو رکوع میں جا کر ختم کیا تو نماز مکروہ ہوئی۔ ● آیتوں یا سورتوں یا سبحان اللہ وغیرہ کو انگلیوں پر یا تسبیح ہاتھ میں لے کر گننا نماز کے اندر مکروہ تنزیہی ہے، خواہ فرض نماز ہو یا نفل نماز اگر گننے کی ضرورت ہو جیسے صلوٰۃ التسبیح میں ضرورت ہوتی ہے تو انگلیوں کے سرے یعنی پوروں کو دبا کر شمار کرے۔

جگہ سے متعلق مکروہات ● صرف امام کا بلا ضرورت کسی اونچے مقام پر کھڑے ہونا جس کی بلندی ایک ہاتھ (ڈیڑھ فٹ) یا اس سے زیادہ ہو مکروہ تنزیہی ہے اگر امام کے ساتھ چند مقتدی بھی ہوں تو مکروہ نہیں اگر صرف ایک مقتدی ہے تو مکروہ ہے اور بعض نے کہا ہے کہ اگر بلندی ایک ہاتھ (ڈیڑھ فٹ) سے کم ہو اور سرسری نظر سے اس کی اونچائی ممتاز معلوم ہوتی ہو تب بھی مکروہ ہے۔

● تمام مقتدیوں کا امام سے بلا ضرورت کسی اونچے مقام پر کھڑے ہونا مکروہ تنزیہی ہے۔ ہاں اگر کوئی ضرورت ہو مثلاً جماعت زیادہ ہو اور جگہ کافی نہ ہو تو مکروہ نہیں اسی طرح اگر بعض مقتدی امام کے برابر ہوں اور بعض اونچی جگہ پر ہوں تب بھی جائز ہے۔

● امام کا محراب میں کھڑا ہونا مکروہ تنزیہی ہے ہاں اگر محراب سے باہر کھڑا ہو مگر سجدہ محراب میں ہو تو مکروہ نہیں۔
● اگر سجدہ کی جگہ پیر سے اونچی ہو جیسے کوئی دہلیز پر سجدہ کرلے تو دیکھو کتنی اونچی ہے اگر ایک بالشت سے زیادہ اونچی ہو تو نماز درست نہیں ہے اگر ایک بالشت یا اس سے کم ہے تو نماز درست ہے لیکن بلا ضرورت ایسا کرنا مکروہ ہے۔ ● اگر کوئی آگے بیٹھا باتیں کر رہا ہو یا کسی اور کام میں لگا ہوا ہو تو اس کے پیچھے اس کی پیٹھ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنا مکروہ نہیں ہے لیکن اگر بیٹھنے والے کو اس سے تکلیف ہو اور وہ اس رک جانے سے گھبرائے تو ایسی حالت میں کسی کے پیچھے نماز نہ پڑھے یا وہ اتنی زور سے باتیں کر رہا ہو کہ نماز میں بھول جانے کا ڈر ہو تو وہاں نماز نہیں پڑھنا چاہیے یہ مکروہ ہے اور کسی کے منہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنا مکروہ تحریمی ہے۔

بلا ضرورت عملِ قلیل کرنے سے متعلق مکروہات: ● بلا ضرورت نماز میں تھوکنا اور ناک صاف کرنا مکروہ ہے اور اگر ضرورت پڑے تو درست ہے۔ جیسے کسی کو کھانسی آئی اور منہ میں بلغم آ گیا تو اپنے بائیں طرف تھوک دے (جب میدان میں نماز پڑھ رہا ہو) یا کپڑے میں لے کر مل ڈالے اور داہنی جانب اور قبلے کی جانب نہ تھوکے۔

● نماز میں کھٹمل نے کاٹ لیا تو اس کو پکڑ کو چھوڑ دے نماز پڑھنے میں مارنا اچھا نہیں ہے۔ اور اگر کھٹمل نے ابھی کاٹا نہیں ہے تو اس کو نہ پکڑے بلا کاٹے پکڑنا بھی مکروہ ہے۔ ● فرض نمازوں میں بلا ضرورت دیوار وغیرہ یا کسی چیز کے سہارے پر کھڑا ہونا مکروہ ہے۔ ● اپنے کپڑے یا بدن یا زیور سے کھیلنا، کنکریوں کو ہٹانا مکروہ تحریمی ہے۔ البتہ اگر کنکریوں کی وجہ سے سجدہ نہ کر سکے تو ایک مرتبہ ہاتھ سے برابر کر دینا اور ہٹانا درست ہے۔ ● نماز میں انگلیاں چٹخانا اور کولہے پر ہاتھ رکھنا اور دائیں بائیں منہ موڑ کر دیکھنا یا اوپر کی طرف آنکھیں اٹھا کر دیکھنا یہ سب مکروہ تحریمی ہے۔ البتہ اگر کن انکھیوں سے کچھ دیکھے اور گردن نہ پھیرے تو اس طرح کرنا مکروہ تو نہیں لیکن بلا ضرورت شدیدہ ایسا کرنا اچھا نہیں ہے۔

● نماز میں انگڑائی لینا مکروہ تنزیہی ہے۔ نماز میں چارزانوں بیٹھنا مکروہ تنزیہی ہے۔ جبکہ پیر کھڑے رکھ کر بیٹھنا یا کتے کی طرح بیٹھنا مکروہ تحریمی ہے ہاں دکھ، بیماری کی وجہ سے جس طرح بیٹھ سکے بیٹھے۔ اس وقت کچھ مکروہ نہیں۔ ● سلام کے جواب میں ہاتھ اٹھانا اور ہاتھ سے سلام کا جواب دینا مکروہ تنزیہی ہے اور اگر زبان سے جواب دیا تو نماز ٹوٹ گئی۔ ● نماز میں ادھر ادھر سے اپنے کپڑے کو سمیٹنا اور سنبھالنا کہ مٹی سے نہ بھرنے پائے مکروہ تحریمی ہے۔

ان امور کا بیان جو نماز میں مکروہ نہیں ہیں: درج ذیل امور نماز میں مکروہ نہیں ہیں: (۱) کن انکھیوں سے ادھر ادھر دیکھنا بشرطیکہ چہرہ نہ پھرے۔ (۲) ایسی حالت میں نماز پڑھنا کہ قرآن کریم سامنے ہو۔ (۳) ایسے آدمی کی پشت کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنا کہ جو بیٹھا ہوا باتیں کر رہا ہو۔ (۴) ایسی حالت میں نماز پڑھنا کہ سامنے چراغ یا دیا رکھا ہوا ہو۔ (۵) نوافل میں ایک ہی سورت کو دو رکعتوں میں پڑھنا۔ (۶) نماز سے فارغ ہونے کے بعد اپنی پیشانی سے گھاس پھونس اور مٹی کو جھاڑ دینا۔ چہرے اور پیشانی پر مٹی اور گھاس وغیرہ لگا ہوا ہو اور اس سے نماز میں تشویش ہو رہی ہو تو دوران نماز ہی اس کا صاف کرنا مکروہ نہیں ہے۔

(۷) نماز کے دوران سانپ یا بچھو کو مار ڈالنا جبکہ ان کے ڈس لینے کا خطرہ ہو لیکن سانپ بچھو مارنے میں اگر عمل کثیر ہو گیا تو نماز ٹوٹ جائے گی۔ اگرچہ مکروہ نہ ہونے کی وجہ سے گناہ نہ ہوگا۔ (۸) رکوع یا سجدے سے اٹھتے ہوئے اپنے کپڑے کو ایک ہاتھ سے ٹھیک کر لینا تا کہ وہ جسم سے نہ چپکے۔ (۹) ایسی جائے نماز، چٹائی یا قالین پر سجدہ کرنا جس پر کسی جاندار کی تصویر بنی ہوئی ہو۔ بشرطیکہ تصویر پر سجدہ نہ کرے۔ (۱۰) ایسی حالت میں نماز پڑھنا کہ سامنے تلوار لٹکی ہوئی ہو۔ (۱۱) نماز میں ایک ہاتھ سے موبائل گھنٹی بند کر سکتے ہیں۔

نماز کے لیے سترہ کے احکام

قَالَ رَسُوْلُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم : اِذَا صَلّٰی اَحَدُکُمْ فَلْیُصَلِّ اِلٰی سُتْرَۃٍ وَلْیَدْنُ مِنْهَا۔

(رواہ ابوداؤد: ج:۱: ص ۹۹ ۳۱: رقم الحدیث ۶۹۸)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص نماز پڑھنے کا ارادہ کرے تو اسے چاہیے کہ سترہ کی حالت میں نماز پڑھے اور اس کے قریب کھڑا ہو۔

● امام اور منفرد کو جب کہ گھر میں یا میدان میں نماز پڑھ رہے ہوں مستحب ہے کہ اپنی ابرو کے سامنے خواہ دائیں جانب یا بائیں جانب کوئی ایسی چیز کھڑی کر لے جو ایک ہاتھ یا اس سے اونچی اور ایک انگلی کے برابر موٹی ہو اسے فقہی اصطلاح میں "سترہ" کہا جاتا ہے۔ ہاں اگر مسجد میں نماز پڑھ رہے ہوں یا ایسے مقام میں جہاں لوگوں کا نمازی کے سامنے سے گزر نہ ہوتا ہو تو کچھ ضرورت نہیں اور امام کا سترہ تمام مقتدیوں کی طرف سے کافی ہے سترہ قائم ہوجانے کے بعد سترہ کے آگے سے گزرنا گناہ نہیں ہے لیکن اگر سترہ اور نمازی کے درمیان سے کوئی شخص نکلے گا تو وہ گناہگار ہوگا۔ اگر لکڑی لاٹھی وغیرہ کا گاڑنا ممکن نہ ہو تو اس کو زمین پر رکھدے اور سامنے لمبائی میں رکھے چوڑائی میں نہ رکھے۔

نمازی کے آگے سے گزرنا: ● اگر کوئی شخص اتنی چھوٹی مسجد یا صحن میں نماز پڑھ رہا ہو جس کا کل رقبہ ۱۶۰۰ ہاتھ (۳۳۴.۴۵۱ مربع میٹر) سے کم ہے تو نمازی کے سامنے سے گزرنا مطلقاً ناجائز ہے خواہ قریب سے گزرے یا دور سے۔ ایسی مسجد اصطلاح میں مسجد صغیر کہلاتی ہے۔ البتہ اگر کھلی فضا میں یا ۳۳۴.۴۵۱ مربع میٹر یا اس سے بڑی مسجد، بڑے ہال یا بڑے صحن میں نماز پڑھ رہا ہو تو نمازی سے اتنے فاصلے پر گزرنا جائز ہے کہ نمازی کی نظر جب سجدہ کی جگہ پر ہو تو گزرنے پر نظر نہ پڑے اس کا عام اندازہ یہ ہے کہ نمازی کے کھڑے ہونے کی جگہ سے دو صف (تقریباً آٹھ فٹ یعنی ۲.۴۴ میٹر) چھوڑ کر آگے سے گزر سکتا ہے۔ ایسی مسجد اصطلاح میں مسجد کبیر کہلاتی ہے۔

● چبوترہ یا تخت وغیرہ یا اونچی جگہ پر نماز پڑھنے والے کے آگے سے گزرنا جب کہ گزرنے والے کا کوئی عضو نمازی کے کسی عضو کے سامنے ہوتا ہو تو بھی گزرنا مکروہ تحریمی ہے البتہ وہ جگہ اتنی بلند ہو کہ نمازی کے قدم گزرنے والے کے سر سے اونچے ہوں یعنی وہ جگہ گزرنے والے کے قد سے اونچی ہو تو مکروہ نہیں۔

اسی طرح اگر نماز پڑھنے والا نیچے ہو اور سامنے سے گزرنے والا کسی اونچی جگہ پر ہو لیکن گزرنے والے کے پاؤں بھی اگر نمازی کے سر کے سامنے ہوتے ہوں تو گزرنا جائز نہیں۔

● اگر اگلی صف میں خالی جگہ چھوڑ کر کوئی شخص پیچھے صف میں کھڑا ہو گیا تو بعد میں آنے والے شخص کے لیے جائز ہے کہ وہ اگر کوئی اور جگہ نہ پائے تو نمازی کے سامنے سے گزر کر اگلی صف میں جگہ کو پر کرے۔

● جو شخص نمازی کے بالکل سامنے بیٹھا ہو وہ دائیں بائیں کو ہو کر نکل سکتا ہے جو منع ہے وہ نمازی کے سامنے سے آر پار ہوتا ہو۔

● اگر کوئی اکیلا شخص نمازی کے سامنے سے گزرنا چاہتا ہے اور اس کے پاس کوئی ایسی چیز ہو جو سترہ کے قابل ہو مثلاً کرسی وغیرہ تو اسے نمازی کے سامنے رکھ کر اس کے پرے سے گزر جائے اور پھر اس چیز کو اٹھالے۔ ● نمازی کے سامنے کوئی شخص پیٹھ کیے بیٹھا ہو تو بیٹھے ہوئے شخص کے سامنے سے اور لوگ گزر سکتے ہیں اور بیٹھا ہوا شخص بمنزلہ سترہ کے ہے۔

﴿۲۰۵۔۲۰۶﴾ اثبات ذکر قلبی: اس سے پہلی آیات میں قرآن مجید کو بصائر اور ہدایت و رحمت بتایا اور قرآن کریم کا ادب سمجھایا کہ جب قرآن پڑھا جائے تو دھیان سے سنو اور چپ رہو۔ اب یہاں سے ذکر کا بیان ہے فرمایا اے بندہ! اپنے پروردگار کو قلب میں یعنی دل میں یاد کر آزاری اور عاجزی سے جس میں تیری عبدیت اور بندگی اور خاکساری کا ظہور ہو اور بغیر آواز بلند کے ذکر خاص طور پر صبح شام اور اہل غفلت میں شمار مت ہو۔ صبح شام کا خصوصی ذکر اس لیے کیا گیا کہ یہ فراغت کے اوقات ہیں۔ ان اوقات میں دل کی توجہ ذکر کی طرف زیادہ ہوتی ہے۔ اور بعض حضرات نے فرمایا کہ ان اوقات میں فرشتوں کا آنا جانا ہوتا ہے ایک جماعت آتی ہے دوسری جاتی ہے اس لئے ان اوقات کو خاص طور سے ذکر کرنے کا فرمایا۔ اور بعض حضرات نے فرمایا اس سے دوام ذکر مراد ہے کہ ہر وقت ذکر کرو اور غافلوں میں سے نہ ہو جاؤ، غفلت ایک قسم کا تکبر ہے اور طالبان قرب خداوندی اس سے اجتناب کرتے ہیں۔ اور ملاء اعلیٰ کے فرشتے باوجود مقرب خداوندی کے اللہ تعالیٰ کی عبادت اور بندگی سے تکبر نہیں کرتے بلکہ دن رات اسکی تسبیح و تقدیس میں لگے رہتے ہیں اور اس کے سامنے سجدہ ریز ہوتے ہیں۔

ذکر بالجہر اور بالسر کی تعریف

۱: جہر کی تعریف: وحد الجهر على ما ذكره ابن حجر الهيثمي فى المنهج القويم ان يكون بحيث يسمع غيره والا سرار بحيث يسمع نفسه و عند الحنفية فى رواية ادنى الجهر اسماع نفسه و ادنى المخافتة تصحيح الحروف وهو قول الكرخى رحمه الله و فى كتاب الامام محمد اشارة اليه والاصح كما فى المحيط قول الشيخين الهندوانى والفضلى وهو الذى عليه الاكثر ادنى الجهر اسماع غيره و ادنى المخافتة اسماع نفسه الخ (روح المعانی: ص:۱۳۹، ج۔۸)

اور جہر کی حد جیسا کہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے (اپنی کتاب) منہج القویم میں ذکر کی ہے ادنیٰ جہر یہ ہے کہ غیر کو سنا سکے، اور سر کی حد یہ ہے کہ خود اپنے نفس کو سنا سکے، اور احناف کی ایک روایت میں یہ ہے کہ ادنیٰ جہر یہ ہے کہ خود اپنے نفس کو سنائے، اور ادنیٰ سر یہ ہے کہ حروف کی تصحیح کرے، اور امام کرخی رحمہ اللہ کا یہی قول ہے اور امام محمد رحمہ اللہ کی کتاب میں بھی اس کی طرف اشارہ ہے اور صحیح جس پر اکثر احناف رحمہم اللہ ہیں امام ہندوانی رحمہ اللہ امام فضلی رحمہ اللہ کا وہ قول ہے جو محیط میں درج ہے کہ ادنیٰ جہر غیر کو سنانا، اور ادنیٰ سر اپنے نفس کو سنانا ہے۔

حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا استدلال ہے: حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے اس آیت کریمہ سے ذکر بالجہر کے بدعت ہونے پر استدلال کیا ہے چنانچہ ابوحنیفہ ثانی زین العابدین بن ابراہیم بن نجیم المصری الحنفی رحمہ اللہ (المتوفی ۹۷۰ھ) تحریر فرماتے ہیں "فقال ابو حنيفه رحمه الله رفع الصوت بالذكر بدعة و يخالف الامر من قوله تعالى: وَاذْكُرْ رَّبَّكَ فِيْ نَفْسِكَ تَضَرُّعًا وَّخِيْفَةً وَّدُوْنَ الْجَهْرِ مِنَ الْقَوْلِ" فيقتصر على مورد الشرع الخ (البحر الرائق، ص:۱۵۹، ج:۱، طبع مصر)

پس امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے فرمایا کہ بلند آواز سے ذکر کرنا بدعت ہے، اور اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کے مخالف ہے کہ تو اپنے رب کا اپنے دل میں ذکر کر عاجزی سے ڈرتے ہوئے اور ایسی آواز سے جو کہ پکار کر بولنے سے کم ہو پس جہر وہاں بند ہوگا جہاں شریعت نے حکم دیا ہے۔

جواب: سورۃ اعراف کی آیت ۵۵ میں ذکر جہر اور خفی کی تحقیق حضرت مظہر جان جاناں کے مکتوب کے حوالہ سے لکھ چکا ہوں اور حضرت مفتی محمد شفیع کی تحقیق کو ملاحظہ کرنا بھی ضروری ہے۔ البتہ یہاں اتنی بات یاد رکھنا ضروری ہے کہ حضرت امام ابوحنیفہ

رحمۃ اللہ علیہ مطلق ذکر بالجہر کو بدعت نہیں کہتے جیسا کہ اوپر علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ کے حوالہ سے اکثر احناف کا قول گزر چکا ہے مگر ان کا یہ اختلاف عیدالفطر کے دن عیدگاہ کی طرف جاتے ہوئے تکبیر بالجہر اور تکبیر بالسر کہنے میں ہے۔

حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا استدلال اسی آیت کریمہ اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت سے ہے، اور صاحبین جہراً تکبیر کے قائل ہیں اور ان کا استدلال حضرت حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی روایت سے ہے تو یہ اختلاف عیدالفطر کے راستے میں جہراً تکبیر کہنے کا ہے نہ کہ عام ذکر کے بارے میں۔

چنانچہ علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت کا جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ میں کہتا ہوں کہ صاحب بزازیہ کا کلام اس مقام میں مضطرب ہے کبھی تو ذکر بالجہر کو حرام کہتے ہیں، اور کبھی جائز کہتے ہیں اور فتاویٰ خیریہ : ص:۱۸۱: باب الکراھیۃ والاستحسان میں ہے کہ حدیث میں ایسا ثبوت بھی آیا ہے جو طلب جہر کا چاہتا ہے مثلاً یہ کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اگر کسی نے میرا ذکر جماعت میں کیا تو میں اس کا بہترین جماعت میں ذکر کرتا ہوں۔ (رواہ الشیخان)

اور اسی سلسلہ میں ایسی حدیثیں بھی ہیں جو آہستہ ذکر کا تقاضہ کرتی ہیں اور ان میں یوں تطبیق دی جاتی ہے کہ یہ مختلف اشخاص کے مختلف احوال پر محمول ہیں جیسا کہ بلند آواز سے اور آہستہ قرآۃ کرنے والی حدیثوں کو اسی طرح جمع کیا گیا ہے کہ بہترین ذکر وہی ہے جو آہستہ کیا گیا ہو یہ محمول ہے اس پر جہاں ریاکاری کا خوف ہو یا نمازی یا سونے والوں کی اذیت کا اندیشہ ہو پس اگر ان چیزوں سے خالی ہو تو بعض اہل علم نے کہا ہے کہ جہر افضل ہے کیونکہ اس میں عمل زیادہ اور اس کا فائدہ سامعین تک متعدی ہے اور یہ طریقہ ذاکر کے دل کو بیدار کرتا ہے اور وہ دل جمی کے ساتھ ذکر کرے گا، اور اپنے کان اس کی طرف متوجہ کرے گا، اور نیند کو دور بھگائے گا، اور نشاط میں اضافہ ہوگا (ملخصاً) اور ان کی پوری عبارت کیلئے وہیں مراجعت کرلیں۔

اور حموی رحمۃ اللہ علیہ کے حاشیہ میں امام شعرانی رحمۃ اللہ علیہ نے نقل کیا ہے کہ وہ سلفاً وخلفاً کے علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ مساجد وغیرہ میں جماعتی ہیئت میں ذکر کرنا مستحب ہے مگر انکے جہر سے کسی سونے والے یا نمازی یا تلاوت کرنے والے کو تشویش ہو تو درست نہیں۔

(شامی: ص:۶۱۸: ج:۱: طبع مصر)

استاذ محترم حضرت مولانا محمد سرفراز خان صاحب صفدر رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب اخفاء الذکر: ص:۶۹: میں لکھتے ہیں کہ: ہم نے حکم الذکر بالجہر میں تصریح کی ہے کہ اپنے مقام پر ذکر بالجہر جائز ہے اس کا کوئی منکر نہیں وہ یہ کہ کسی کی نماز، نیند، مطالعہ اور آرام وغیرہ میں خلل نہ پڑتا ہو۔ اسی کتاب کے: ص:۷۳: میں لکھتے ہیں کہ: تیسری بات علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ لکھی ہے کہ اس سے جہر مفرط مراد ہے اور ہمارا بھی اسی پر صاد ہے اور ہم نے خود علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ سے جہر اور سر کا بحوالہ معنی عرض کردیا ہے اور جس جہر سے کسی کی نیند یا نماز یا مطالعہ یا آرام وغیرہ میں خلل آتا ہو وہی ممنوع ہے۔ (ص۔۷۴)

حضرت استاذ محترم نے اہل بدعت کے مروجہ ذکر بالجہر کی تردید میں حکم الذکر بالجہر اور اخفاء الذکر کے نام سے مولوی غلام رسول سعیدی کی تصنیف ذکر بالجہر کے رد میں دو تحقیقی کتب تصنیف فرمائیں ہیں اور ان کتب میں حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا موقف بھی پیش فرمایا جب بعض حضرات نے مطلق ذکر بالجہر کے بدعت ہونے پر حضرت کی تصنیفات سے حوالے پیش کرنے شروع کئے تو حضرت نے مدرسہ نصرۃ العلوم میں ایک استفسار کا جواب فتاویٰ رشیدیہ کے حوالہ سے تحریر کروایا۔

ذکر جہر اور خفی دونوں حدیث سے جائز معلوم ہوتے ہیں امام صاحب نے جہر کو بدعت اس موقعہ پر فرمایا ہے جہاں ذکر کا موقعہ نہیں ہے اور آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام، سے وہاں جہر ثابت نہیں جیسا کہ عیدالفطر کی نماز کو جاتے ہیں اور مطلقاً جہر کو منع نہیں فرمایا ذکر

ہر طرح درست ہے۔(فتویٰ رشیدیہ حصہ دوم: ص۔ ۱۳۵) فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔ محمد اقبال: ۲: ربیع الاول ۱۴۱۳ھ/: ۱۶ اگست ۱۹۹۲ء نائب مفتی مدرسہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ۔

حضرت گنگوہی سے سوال کیا گیا ذکر جہر افضل ہے یا خفی بادلائل ارقام فرمادیں؟ حضرت نے جواب میں ارشاد فرمایا: الجواب دونوں میں فضیلت ہے من وجہ کسی وجہ سے جہر افضل ہے اور بعض وجہ سے خفی افضل ہے اور دلیل یہ ہے کہ حق تعالیٰ نے مطلق ذکر کا حکم فرمایا ہے "اذ کرو الله ذ کرًا کثیرًا" مطلق فرد میں جو ہو مامور ہے اور فضائل خارجی مختلف ہوتے ہی باعتبار ذکر اور وقت اور کیفیت اور ثمرات کے فقط: واللہ تعالیٰ اعلم کتبہ الاحقر رشید احمد گنگوہی عفی عنہ فتاویٰ رشیدیہ: ص ۸۷۔ ۸۸ حصہ اول کتاب التصوف۔

حضرت گنگوہی فتاوی رشیدیہ حصہ سوم میں لکھتے ہیں کہ ذکر جہر خواہ کوئی ذکر ہو، امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک سوائے ان مواقع کے کہ ثبوت جہر نص ہے وہاں مکروہ ہے اور صاحبین اور دیگر فقہاء و محدثین جائز کہتے ہیں اور مشرب ہمارے مشائخ کا اختیار مذہب صاحبین علیہما الرحمۃ ہے والسلام مورخہ ۱۶: ربیع الثانی ۱۳۱۲ھ: ص ۱۰۴ = اور بندہ ناچیز بھی اپنے اکابر مشائخ کے طریقہ کا پابند ہے۔

قطب الاقطاب، ریحانۃ الہند، ہمارے شیخ المشائخ حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریاؒ مہاجر مدنی فضائل ذکر میں لکھتے ہیں کہ: بعض لوگ پکار کر ذکر کرنے کو بدعت اور ناجائز بتاتے ہیں یہ خیال حدیث پر نظر کی کمی کی وجہ سے پیدا ہوگیا ہے، مولانا عبدالحیؒ صاحب نے ایک رسالہ سباحۃ الفکر اسی مسئلہ پر تصنیف فرمایا ہے۔ جس میں تقریباً پچاس حدیثیں ایسی ذکر فرمائی ہیں جس سے جہر (پکار کر) ثابت ہوتا ہے، البتہ یہ ضروری امر ہے کہ شرائط کے ساتھ اپنی حدود کے اندر رہے کسی اذیت کا سبب نہ ہو۔

(فضائل اعمال از باب فضائل ذکر باب اول: ص ۵۰۱ = طبع کتب خانہ فیضی لاہور)

اکابرین مفسرین سے دون الجہر کی تعیین

علامہ نسفی رحمہ اللہ "دُوْنَ الْجَهْرِ" کا معنی لکھتے ہیں: وَدُوْنَ الْجَهْرِ مِنَ الْقَوْلِ وَ مُتَكَلِّمًا كَلَامًا دُوْنَ الْجَهْرِ لِاَنَّ الْاِخْفَاءَ اَدْخَلُ فِي الْاِخْلَاصِ اَقْرَبُ اِلٰى حُسْنِ التَّفَكُّرِ۔ (تفسیر مدارک: ص: ۹۲: ج۔ ۲)

اور جہر سے کم قول کا یہ مطلب ہے کہ ایسا کلام ہو جس میں جہر نہ ہو کیونکہ اخفاء کا اخلاص میں زیادہ دخل ہے اور عمدہ طریقہ سے فکر کرنے کے بھی زیادہ قریب ہے۔

اور امام فخر الدین الرازی الشافعی رحمہ اللہ "دُوْنَ الْجَهْرِ" کا معنی تحریر فرماتے ہیں کہ: "وَدُوْنَ الْجَهْرِ مِنَ الْقَوْلِ الْمَعْنٰى اَنْ يُّذْكِرَ رَبَّهٗ عَلٰى وَجْهٍ يُّسْمِعُ نَفْسَهٗ فَاِنَّ الْمُرَادَ حُصُوْلُ الذِّكْرِ اللِّسَانِيِّ وَالذِّكْرُ اللِّسَانِيُّ اِذَا كَانَ بِحَيْثُ يُسْمِعُ نَفْسَهٗ فَاِنَّهٗ يَتَاَثَّرُ الْخَيَالُ مِنْ ذٰلِكَ وَتَاَثُّرُ الْخَيَالِ يُوْجِبُ قُوَّةً فِي الذِّكْرِ الْقَلْبِيِّ الرُّوْحَانِيِّ اھ

(تفسیر کبیر: ص: ۱۰۸: ج: ۱۵: طبع مصر)

"وَدُوْنَ الْجَهْرِ مِنَ الْقَوْلِ" کا معنی یہ ہے کہ اپنے رب کو اس طرح یاد کر کہ اپنے نفس کو سنا سکے کیونکہ مراد تو یہ ہے زبانی ذکر حاصل ہو اور زبانی ذکر جب اس طرح ہو کہ اپنے نفس کو سنا سکے تو اس ذکر سے خیال متاثر ہوگا اور خیال کا متاثر ہونا قلبی و روحانی ذکر کی قوت کا موجب ہے۔ حضرت تھانوی رحمہ اللہ لکھتے ہیں "وَدُوْنَ الْجَهْرِ" کا مطلب یہ ہے زور کی آواز کی نسبت کم آواز کے ساتھ یعنی دل اور ہیبت میں تذلل اور خوف ہو اور آواز کے اعتبار سے جہر مفرط نہ ہو یا تو بالکل آہستہ ہو یعنی مع حرکت لسانی کے اور یا جہر معتدل ہو۔

(بیان القرآن)

حاصل کلام: ذکر کے مروجہ طرق نقشبندی، چشتی، قادری، سہروردی سب شریعت حقہ سے ثابت ہیں اور اشخاص کے مختلف

احوال کے پیش نظر ذکر بالجہر اور ذکر خفی دونوں مطلوب ہیں اور دونوں قسموں میں افراط وتفریط ممنوع ہے اور ہمارے اکابر کے معمولات میں دونوں قسمیں رہیں ہیں مگر اہل بدعت چونکہ جہر مفرط کے قائل ہیں اور روزانہ اس کا مشاہدہ اہل انصاف کرتے رہتے ہیں اس کے خلاف شرع ہونے میں کوئی شک نہیں ہے۔

بلکہ مولوی احمد رضا خان بریلوی ایک سوال کے جواب میں لکھتے ہیں بے شک ایسی صورت میں اسے جہر سے منع کرنا جائز ہی نہیں بلکہ واجب ہے کہ نہی عن المنکر ہے الخ۔ (فتاویٰ رضویہ؛ ص:۶۱۹؛ ج۔۳)

مسئلہ: ❶ اس آیت کے آخر میں حضرت امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک پڑھنے اور سننے والے دونوں پر سجدہ واجب ہے۔ البتہ حضرت امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک سنت ہے۔

مسئلہ: ❷ تلاوت کرنے والا آیت سجدہ آہستہ پڑھے تاکہ سب پر سجدہ لازم نہ آئے ہاں اگر حاضرین سننے کیلئے بیٹھے ہیں تو بلند آواز سے پڑھے۔

مسئلہ: ❸ سجدہ تلاوت کرے تو اس میں تکبیر تحریمہ کی طرح ہاتھ اٹھانا نہیں ہے بلکہ اللہ اکبر کہتا ہوا سجدہ میں چلا جائے اور ایک سجدہ کر کے تکبیر کہتے ہوئے سر اٹھائے اس میں تشہد اور سلام نہیں ہے۔

مسئلہ: ❹ سجدہ تلاوت کی آیت کا ترجمہ کرنے اور سننے سے بھی سجدہ واجب ہو جاتا ہے۔

(خیر الفتاویٰ؛ ص:۶۵۳؛ ج۔۲)

سجدۂ تلاوت کے تفصیلی احکام

عَنِ ابنِ عُمَرَ رضی اللہُ عَنہُمَا اَنَّہ قَالَ کَانَ رَسُوْلُ اللہِ صلی اللہُ علیہ وسلم یَقْرَأُ عَلَیْنَا القُرْآنَ فَاِذَا مَرَّ بِالسَّجْدَةِ کَبَّرَ وَ سَجَدَ وَ سَجَدْنَا مَعَہٗ (رواہ ابوداؤد؛ ج:۱؛ ص ۵۳ ۱۴۱۳؛ رقم الحدیث)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا ارشاد ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم (نماز میں) ہمارے سامنے قرآن کریم کی تلاوت فرماتے تھے، آپ جب بھی کسی آیت سجدہ کو پڑھتے تو تکبیر کہتے ہوئے سجدہ کرتے تھے اور ہم بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سجدہ کرتے۔

سجدۂ تلاوت کا مطلب: قرآن کریم میں کل چودہ سجدۂ تلاوت ہیں۔ جہاں جہاں قرآن مجید کے کنارے پر سجدۂ لکھا ہوتا ہے اس آیت کو پڑھ کر سجدہ کرنا واجب ہوتا ہے۔ اور اسی کو سجدۂ تلاوت کہتے ہیں: قرآن مجید میں سجدہ تلاوت کے مقام وہ چودہ مقامات یہ ہیں: ۱۔سورۃ الاعراف ۲۔سورۃ الرّعد ۳۔سورۃ النّحل ۴۔سورۃ بنی اسرائیل ۵۔سورۃ مریم ۶۔سورۃ الحج میں پہلا سجدہ ۷۔سورۃ الفرقان ۸۔سورۃ النّمل ۹۔سورۃ الٓمّ السّجدہ ۱۰۔سورۃ ص ۱۱۔سورۃ حٰمٓ السّجدہ ۱۲۔سورۃ النّجم ۱۳۔سورۃ الانشقاق ۱۴۔سورۃ العلق۔

سجدۂ تلاوت کب واجب ہوتا ہے: مندرجہ ذیل صورتوں میں سے کوئی ایک صورت بھی پائی جائے تو سجدۂ تلاوت کرنا واجب ہوتا ہے۔

پہلی صورت: جب کوئی شخص آیت سجدہ تلاوت کرے خواہ وہ آیت جس نے تلاوت کی ہے خود سنے یا نہ سنے سجدہ تلاوت واجب ہو جاتا ہے جیسے بہرا۔ یاد رہے کہ سجدۂ تلاوت واجب ہونے کے لیے پوری آیت کا تلاوت کرنا ضروری نہیں ہے اگر کسی شخص نے آیت میں سجدہ والا لفظ اور اس کے ساتھ کم از کم ایک لفظ پہلے کا یا بعد کا ملا کر پڑھ لیا تو سجدۂ تلاوت واجب ہو گیا۔

چنانچہ اگر کسی شخص نے خود سجدے والا لفظ نہیں پڑھا، اگرچہ باقی ساری آیتیں پڑھ لیں یا خود سجدہ والا لفظ تو پڑھا مگر اس کے

ساتھ پہلے یا بعد کا لفظ نہیں پڑھا تو سجدہ واجب نہیں ہوگا۔

دوسری صورت: اگر کسی شخص نے آیتِ سجدہ سن لی تو اس پر بھی "سجدہ تلاوت" واجب ہے۔ خواہ اس نے جان بوجھ کر سنی یا بغیر ارادہ کے کان میں آواز آ گئی۔

تیسری صورت: اگر کوئی شخص جماعت کی نماز میں شریک ہے اور امام نے سجدہ کی آیت تلاوت کی تو امام کی طرح مقتدی پر بھی سجدۂ تلاوت واجب ہو جاتا ہے خواہ مقتدی نے امام سے وہ آیت سنی ہو یا نہ سنی ہو، نماز خواہ جہری ہو یا سری کیونکہ مقتدی امام کے تابع ہوتا ہے۔

خلاصہ: سجدۂ تلاوت تین صورتوں میں واجب ہوتا ہے۔(۱) پڑھنا (۲) سننا (۳) کسی کی اقتداء میں ہونا۔

جن صورتوں میں سجدۂ تلاوت واجب نہیں ہوتا: درج ذیل صورتوں میں سجدۂ تلاوت واجب نہیں ہوتا: (۱) مقتدی اگر اونچی آواز سے آیتِ سجدہ تلاوت کرے (یعنی نماز کے اندر) تو نہ خود اس مقتدی پر سجدہ واجب ہوتا ہے نہ امام پر اور نہ نماز میں شریک دوسرے مقتدیوں پر۔

البتہ وہ لوگ جو مقتدی کے ساتھ اس نماز میں شریک نہیں ہیں (خواہ وہ سرے سے نماز ہی نہ پڑھ رہے ہوں یا کوئی دوسری نماز ادا کر رہے ہوں) اگر وہ آیتِ سجدہ سن لی تو ان پر سجدہ واجب ہو جائے گا۔

(۲) حائضہ اور نفاس والی عورت اگر آیتِ سجدہ سن لے یا تلاوت کرے (اگرچہ اس کے لیے تلاوت کرنا جائز نہیں تھا) تو اس پر سجدہ واجب نہیں ہوتا۔ البتہ جنبی (آدمی یا عورت) اگر آیت سجدہ سن لے یا پڑھ لے (اگرچہ اس کے لیے پڑھنا جائز نہیں ہے) تو اس پر سجدہ واجب ہو جاتا ہے۔(۳) غیر مکلف (نابالغ، مجنون، کافر) اور نائم (سونے والا) پر سجدہ تلاوت واجب نہیں ہوتا۔

(۴) آدمی کے علاوہ کسی دوسرے جاندار (مثلاً طوطا وغیرہ) سے آیتِ سجدہ سننے سے سجدہ واجب نہیں ہوتا۔

(۵) کسی بھی ایسے آلہ کے ذریعے آیتِ سجدہ سننے سے جو آلہ آواز کی حکایت اور نقل کر رہا ہو سجدہ واجب نہیں ہوتا جیسے ریڈیو، ٹیپ ریکارڈ، یا سی ڈی یا موبائل پر آیت سجدہ سننا۔

یہ مسئلہ اس صورت میں ہے جب ریڈیو وغیرہ پر تلاوت براہ راست نہ ہو لیکن اگر ریڈیو وغیرہ پر براہ راست تلاوت نشر ہو رہی ہو جیسے حرم کی تراویح براہ راست نشر ہوتی ہے تو آیت سجدہ سننے پر سجدہ واجب ہوگا۔ البتہ وہ آلات جو آواز کی حکایت اور نقل کی بجائے اسی آواز کو بلند کرتے ہیں جیسے الہ مکبّر الصوت (لاؤڈ اسپیکر) ان سے اگر آیت سجدہ سن لے تو سجدہ واجب ہو جاتا ہے۔

سجدۂ تلاوت کے وجوب کی نوعیت: آیتِ سجدہ کے نماز کی حالت میں یا نماز سے باہر تلاوت کرنے کی صورت میں اس کے وجوب کی نوعیت میں بڑا فرق پڑتا ہے۔ اگر آیتِ سجدہ نماز سے باہر تلاوت کی تو اس کے وجوب میں کافی وسعت ہے۔ فوراً ادا کرنا ضروری نہیں ہے۔ لہٰذا کوئی شخص سجدۂ مؤخر کردے تو گناہ گار نہ ہوگا البتہ ایسا کرنا مکروہ تنزیہی ہے۔

اور اگر آیتِ سجدہ نماز کی حالت میں تلاوت کی تو فوراً سجدہ کرنا ضروری ہے اگر فوراً سجدہ نہ کیا تو یہ شخص گناہگار ہوگا۔

فوراً کی مقدار یہ ہے کہ آیتِ سجدہ تلاوت کرنے کے بعد سجدہ کرنے میں اتنی تاخیر نہ کرے جس میں آدمی تین آیتوں سے زیادہ تلاوت کر سکتا ہو۔ اگر اتنی تاخیر ہو گئی جس میں تین آیتوں سے زیادہ تلاوت ہو سکتی ہو تو یہ شخص تاخیر کی وجہ سے گناہگار ہوگا اور یہ سجدہ قضاء ہو جائے گا۔ اب اگر یہ شخص نماز کی حالت میں ہے تو اس شخص پر نماز کے دوران اس سجدہ کی قضاء واجب ہے اگر اس شخص نے

نماز کی حالت میں سجدے کی قضاء نہ کی اور نماز مکمل کر لی تو یہ سجدہ ہمیشہ کے لیے اس کے ذمہ واجب رہے گا جس کی قضاء کی کوئی صورت نہیں ہے۔ اب سوائے توبہ واستغفار کے کوئی چارہ نہیں ہے۔

اگر نماز کی حالت میں آیتِ سجدہ تلاوت کی اور فوراً کی مقدار (تین سے زیادہ آیتوں کی تلاوت کی بقدر) سے پہلے رکوع کر لیا اور اس میں سجدۂ تلاوت کی نیت کر لی تو سجدہ ادا ہو جائے گا۔ اگر فوراً کی مقدار سے پہلے سجدۂ نماز ادا کر لیا تو بھی سجدۂ تلاوت ادا ہو جائے گا خواہ نماز کے سجدے میں سجدۂ تلاوت کی نیت کرے یا نہیں کرے۔ خلاصہ یہ ہے کہ رکوع میں "سجدہ تلاوت" ادا ہونے کے لیے نیت شرط ہے مگر سجدے میں بغیر نیت کے بھی سجدہ تلاوت ادا ہو جاتا ہے۔

سجدۂ تلاوت ادا کرنے کی کیفیت: سجدۂ تلاوت ادا کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ تکبیر کہتا ہوا سجدے میں چلا جائے اور کم از کم تین دفعہ "سُبْحَانَ رَبِّيَ الْاَعْلٰى" پڑھے اور تکبیر کہتا ہوا سجدے سے اٹھ جائے۔ سجدہ کے بعد تشہد اور سلام وغیرہ کچھ نہ پڑھے۔

سجدۂ تلاوت میں زمین پر پیشانی لگانا، یا اس کے قائم مقام رکوع یا مریض کا اشارہ کرنا "رکن" ہے۔ دو تکبیریں کہنا "سنت" ہے اور سجدے کے لیے کھڑا ہونا "مستحب" ہے اور سجدۂ تلاوت کے لیے وہی شرائط ہیں جو نماز کے لیے ہیں سوائے تکبیر تحریمہ کے جو کہ نماز میں شرط ہے لیکن سجدۂ تلاوت میں نہیں۔

آیت سجدہ کئی بار تلاوت کرنا: آیتِ سجدہ کو کئی بار تلاوت کرنے کی عقلی طور پر چار صورتیں ہو سکتی ہیں: (۱) ایک ہی جگہ بیٹھے بیٹھے ایک ہی آیتِ سجدہ بار بار تلاوت کرتا رہے اس صورت میں اتحادِ مجلس بھی ہے اور اتحادِ آیت بھی۔ (۲) ایک ہی جگہ بیٹھے بیٹھے مختلف آیاتِ سجدہ تلاوت کرتا رہے اس صورت میں اتحادِ مجلس تو ہے مگر اتحادِ آیت نہیں۔ (۳) مختلف نشستوں میں ایک ہی آیت سجدہ بار بار تلاوت کرتا رہے اس صورت میں اتحادِ آیت تو ہے مگر اتحادِ مجلس نہیں۔ (۴) مختلف نشستوں میں مختلف آیاتِ سجدہ تلاوت کرتا رہے اس صورت میں اتحادِ مجلس ہے نہ اتحادِ آیت۔

سجدۂ تلاوت واجب ہونے کا اصول: ان مختلف عقلی صورتوں میں سجدۂ تلاوت واجب ہونے کا اصول یہ ہے کہ وہ صورت جس میں اتحادِ مجلس اور اتحادِ آیت دونوں بیک وقت پائی جائیں تو اس میں سجدۂ تلاوت میں تداخل ہو جائے گا۔ اگر صرف اتحادِ مجلس ہو اتحادِ آیت نہ ہو۔ یا اس کے برعکس اتحادِ آیت تو ہو مگر اتحادِ مجلس نہ ہو، یا اتحادِ آیت اور اتحادِ مجلس دونوں نہ ہوں تو جتنی بار آیت سجدہ تلاوت کرے گا اتنے ہی سجدے واجب ہوں گے تداخل ہو کر ایک ہی سجدہ واجب نہ ہوگا۔

اصول کی تشریح: اس ضابطے اور اصول کی تشریح یہ ہے کہ اگر تلاوت کرنے والا ایک ہی نشست میں بیٹھے بیٹھے ایک ہی آیت بار بار تلاوت کرے تو اس صورت میں ایک ہی سجدہ تلاوت واجب ہوگا۔ لیکن اگر تلاوت کرنے والے کی نشست تبدیل ہوتی رہی تو اس آیت میں جتنی بار بھی آیت سجدہ تلاوت کرے گا اتنے ہی سجدے واجب ہوں گے۔

چنانچہ اس اصول کی روشنی میں اگر ہم اوپر ذکر کردہ چاروں عقلی صورتوں کا جائزہ لیں تو صرف پہلی صورت میں ایک ہی سجدہ واجب ہوگا۔ باقی تینوں صورتوں میں جتنی آیاتِ سجدہ تلاوت کرے گا اتنے ہی سجدے واجب ہوں گے۔ وجہ تھوڑے سے غور وفکر سے صاف معلوم ہو رہی ہے۔

یاد رہے کہ اوپر تحریر کردہ تفصیل تلاوت کرنے والے قاری کے بارے میں ہے۔ بعینہٖ یہی تفصیل سامع (قرآنِ کریم کی تلاوت سننے والے) کے بارے میں ہے۔ چنانچہ اگر سامع کی صورت میں اتحادِ مجلس (ایک ہی نشست) اور اتحادِ آیت (ایک ہی آیت سجدہ) پائی جائے تو اس پر سامع کی وجہ سے ایک ہی سجدہ واجب ہوگا۔ چاہے تلاوت کرنے والے کی نشست اور مجلس بدلتی

رہے جس کے نتیجے میں تلاوت کرنے والے پر مختلف سجدے واجب ہوتے رہیں۔

سجدۂ تلاوت سے متعلق اصول: اگر کوئی شخص مباح اوقات میں آیتِ سجدہ تلاوت کرے اور مکروہ اوقات میں سجدہ کرے تو یہ سجدہ ادا نہ ہوگا۔ اور اگر کوئی شخص مکروہ اوقات میں آیتِ سجدہ تلاوت کرے اور مکروہ اوقات یا مباح اوقات میں سجدہ کرلے تو سجدہ ادا ہوجائے گا۔

وجہ صاف ظاہر ہے کہ پہلی صورت میں سجدہ کامل واجب ہوا تھا اور ادائیگی (ناقص وقت کی وجہ) ناقص ہورہی ہے جب کہ دوسری صورت میں وجوب ناقص ہوا ہے اور اس کی ادائیگی بھی ناقص ہورہی ہے یا کامل وقت میں ہورہی ہے۔

بحمد اللہ تعالیٰ سورۃ اعراف کی مختصر تفسیر ختم ہوئی۔

اللہ تعالیٰ قبولیت عامہ نصیب کرے میرے اور میرے تمام اساتذہ ومشائخ

والدین اور احباب کے لئے ذخیرۂ آخرت بنائے۔ ﴿آمین﴾

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ محمد وآلہ واصحابہ اجمعین
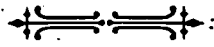
بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

سورۃ الانفال

نام اور کوائف وجہ تسمیہ: سورۃ انفال مدنی ہے اور اس سورۃ کی پہلی آیت میں انفال کا لفظ موجود ہے۔ یہ نام اسی سے ماخوذ ہے اور اس کو انفال اس لیے کہتے ہیں کہ انفال زائد چیز کو کہتے ہیں اور یہ غنیمت کے لیے بولا جاتا ہے کیونکہ جہاد میں اصل مقصود اعلاکلمۃ اللہ ہوتا ہے اور مال غنیمت زائد ہوتا ہے۔ اور ترتیب تلاوت میں یہ قرآن کریم کی آٹھویں سورۃ ہے اور ترتیب نزول میں ۸۸ ویں نمبر پر ہے جس میں کل رکوع ۱۰: آیات: ۷۵ ہیں۔

ربط آیات ❶ سورۃ اعراف کے آخر میں فرائض مؤمنین کا ذکر تھا۔ "کما قال تعالی: اِنَّ الَّذِیۡنَ اتَّقَوۡا ... الخ اس سورۃ کی ابتداء میں بھی فرائض مومنین کا ذکر ہے۔ "کما قال اللہ تعالی: فَاتَّقُوا اللّٰہَ"۔

❷ سورۃ اعراف کی ابتداء میں فرائض مومنین کا ذکر تھا۔ "کما قال اللہ تعالی: اِتَّبِعُوۡا مَاۤ اُنۡزِلَ اِلَیۡکُمۡ مِّنۡ رَّبِّکُمۡ الخ... ❸ سورۃ اعراف کے آخر میں اوصاف ونتائج مؤمنین کا ذکر تھا" کما قال اللہ تعالی: اِنَّ الَّذِیۡنَ اتَّقَوۡا ... الخ اور اس سورۃ کے ابتداء اور آخر میں بھی اوصاف ونتائج مؤمنین کا ذکر ہے" کما قال اللہ تعالی: اِنَّمَا الۡمُؤۡمِنُوۡنَ الَّذِیۡنَ اِذَا ذُکِرَ اللّٰہُ ... الخ اور آخر سورۃ میں ہے۔ "اِنَّ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَ ہَاجَرُوۡا ... الخ

گزشتہ سورتوں سے ربط: امام الاولیاء حضرت مولانا احمد علی لاہوری رحمۃ اللہ فرماتے ہیں یہاں تک تمام اقوام عالم کے لئے مسلمانوں نے تبلیغ کی اس کا ذکر تھا سورۃ بقرہ میں یہود کو۔ سورۃ ال عمران میں نصاری کو۔ سورۃ نساء اور مائدہ میں عرب کو۔ سورۃ انعام میں مجوس کو سورۃ اعراف میں بقیہ اقوام عالم کو۔ اور اس سورۃ انفال میں قانون جنگ کو بیان کیا گیا ہے۔

موضوع سورۃ: غزوہ بدر کی داستان کی ضمن میں تسلی خاتم الانبیاء ومؤمنین اور احکام ضروریہ للمؤمنین۔

جامعیت قانون: قانون وہ جامع ہوتا ہے جو اپنے متبعین کو جلب نفع اور دفع ضرر کے راستے بتائے۔ لہٰذا تبلیغ کے ذریعہ سے غیر مسلموں کو مسلمان بنانے کا طریقہ بتایا گیا ہے کہ مسلمان انتہائی محبت والفت ہمدردی اور دلسوزی اور وسعت ظرفی اور موعظۂ حسنہ سے دین اسلام سمجھائیں بالآخر نتیجہ یہی ہوگا کہ بعض غیر مسلم اپنے مذہب سے علیحدہ ہو کر اسلام میں داخل ہو جائیں گے، بعض ایسے بھی ہونگے جنکی قسمت پر تالا لگا ہوگا، اور دنیا کا یہ قانون ہے کہ مذہب خواہ کتنا ہی غلط اور غیر معقول ہو انسان اسپر جان دینا اپنی سعادت سمجھتا ہے اسلئے ممکن ہے کہ ایسے واقعات بھی پیش آئیں کہ غیر مسلم اپنے مذہب کی حفاظت کیلئے مسلمانوں پر حملہ کرنے کیلئے تیار ہو جائیں اس وقت مسلمانوں کے سامنے تین صورتیں ہونگی ❶ بھاگ کر جان بچائیں۔ ❷ یا بعض ہندوں کے اصول کے مطابق خاموش ہو کر مار کھاتے رہیں یہاں تک کہ مارنے والا تھک جائے اور مارنا چھوڑ دے۔ ❸ یا ڈٹ کا مقابلہ کریں۔

اگر باطل پرست اپنے جھوٹے مذہب پر جان دینے کیلئے تیار ہو سکتے ہیں تو مسلمانوں کو اپنے سچے آسمانی یعنی خدائی مذہب پر بطریق اولیٰ جان دینے کیلئے سر بکف رہنا چاہئے۔ پہلی دو صورتیں حریت غیرت اور شجاعت کے خلاف ہیں۔ لہٰذا مسلمانوں کیلئے فقط تیسری راہ عمل ہے کیونکہ مذہب جذبات حریت وغیرت کا مربی ہے نہ کہ اس کا فنا کرنیوالا۔

قانون جنگ کے دفعات

سورۃ انفال قانون جنگ کے اس حصہ پر مشتمل ہے جو دفع ضرر سے تعلق رکھتا ہے۔ یعنی اس سورت میں بتایا گیا ہے کہ اگر دشمن مقابلہ کرنا چاہے تو مسلمانوں کے اصول جنگ کیا ہونگے؟ ان اصول کو تیرہ دفعات میں بیان کیا گیا ہے۔ اور دنیا کا کوئی قانون جنگ

ان تیرہ دفعات سے باہر نہیں جاسکتا۔

ابتداء دفعات : دفعات قانون کی ابتداء دوسرے رکوع کی آیت "یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا لَقِیْتُمْ" ...الخ سے ہوگی۔اس سے پہلے ڈیڑھ رکوع میں تمہید ہے جسمیں بیان کیا گیا ہے کہ صحابہ کرام کو مال غنیمت میں اختلاف نہیں کرنا چاہیئے اسکی تقسیم اللہ تعالیٰ کی مرضی کے مطابق رسول اللہ ﷺ کرینگے۔جتنا مال ملے اسی پر قناعت کرو اور اپنے حقوق نہ جتلاؤ۔

خلاصہ سورۃ :نصرت بدر کی حکمتوں کا بیان، تقسیم غنائم میں منازعت کی ممانعت، قرآن کریم سے استفادہ کرنے والے اور نہ کرنے والوں کے نتائج، تذکیرات ثلاثہ، جہاد کی ترغیب، ہجرت کی ترغیب، منکرین کے شبہات و جوابات، منافقین کے خبائث و نتائج، انفاق فی سبیل اللہ کی ترغیب۔وغیرہ واللہ اعلم

اصحاب ثلاثہ کے ایمان کے لیے آسان ضابطہ:سورۃ انفال اور سورۃ توبہ میں اکثر و بیشتر اصحاب محمد ﷺ کے ایمان وایقان اور ان کے لئے جنت اور مغفرت کے وعدہ کا ذکر ہے، اصحاب ثلاثہ کے حقیقی ایمان کے ثبوت کے لئے ایک آسان ضابطہ تحریر کیا جاتا ہے، ہر ایک مسلمان اس کو یاد رکھے تو اہل تشیع میں سے کوئی بھی اس کو پریشان نہیں کرسکتا، اہل تشیع عموماً یہ سوال کرتے رہتے ہیں کہ تم سنی اصحاب ثلاثہ کا ایمان صراحتاً قرآن کریم سے ثابت کرو تو یاد رکھیں کہ قرآن کریم کوئی تاریخ کی کتاب نہیں ہے کہ ہر ایک کے ساتھ ان کے نام کو بیان کرے قرآن کریم میں صرف چند انبیاء کرام علیہم السلام اور ان کے چند مخالفین کے نام ذکر کئے ہیں باقی عام طور پر جماعت کے خطاب میں جمع کے صیغے میں ان کا تذکرہ کیا ہے، اگر ایسا ضروری ہوتا تو تم بھی حضرت علی، حضرت حسن، حضرت حسین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا ایمان باظہار اسماء صراحتاً قرآن کریم سے ثابت نہیں کرسکتے۔

نیز اگر ایسا ضروری تھا تو پھر آنحضرت ﷺ کے والدین کا نام بھی بصراحت قرآن کریم میں نہیں ہے تو کیا یہ کہا جائے گا کہ آنحضرت ﷺ کے والدین ہی نہیں تھے (العیاذ باللہ) الحمدللہ قرآن کریم ناطق کتاب ہے ایمان اصحاب ثلاثہ پر نہایت صفائی سے فیصلہ دیا ہے اور مقابل کے لیے کوئی حجت باقی نہیں چھوڑی آپ اس سورۃ انفال اور توبہ میں معمولی غور کریں گے تو گزشتہ سورتوں میں اور آئندہ کی سورتوں میں بھی متنازع فیہ مسئلہ کا تصفیہ آسانی سے ہوجائے گا اور ادھر ادھر کی روایات میں جانے کی ضرورت بھی نہیں پڑے گی اور ہم نے بقدر ضرورت وضاحت بھی کردی ہے۔

سُوْرَةُ الْاَنْفَالِ مَدَنِيَّةٌ وَّهِيَ — بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ — خَمْسٌ وَّسَبْعُوْنَ اٰيَةً وَّعَشَرُ رُكُوْعَاتٍ

شروع کرتا ہوں اللہ تعالیٰ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم کرنے والا ہے

يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْاَنْفَالِ ۭ قُلِ الْاَنْفَالُ لِلّٰهِ وَالرَّسُوْلِ ۚ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَصْلِحُوْا ذَاتَ

سوال کرتے ہیں آپ سے غنیمت کے بارے میں آپ کہہ دیجئے کہ غنیمتیں اللہ اور رسول کے لئے ہیں پس ڈرو اللہ تعالیٰ سے اور درست کرو اپنے درمیان

بَيْنِكُمْ ۠ وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗٓ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ① اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اِذَا

کے معاملات کو اور فرمانبرداری کرو اللہ کی اور فرمانبرداری کرو اس کے رسول کی اگر تم ایمان رکھتے ہو (۱) بیشک ایمان والے وہ لوگ ہیں کہ جب اللہ کا ذکر کیا جاتا ہے

ذُكِرَ اللّٰهُ وَجِلَتْ قُلُوْبُهُمْ وَاِذَا تُلِيَتْ عَلَيْهِمْ اٰيٰتُهٗ زَادَتْهُمْ اِيْمَانًا وَّعَلٰي رَبِّهِمْ

تو ان کے دل ڈر جاتے ہیں اور جب پڑھی جاتی ہیں اس کی آیتیں تو زیادہ ہوتا ہے ان کا ایمان اور وہ اپنے پروردگار

يَتَوَكَّلُوْنَ ۝ الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ۝ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ

پر بھروسہ رکھتے ہیں ﴿۲﴾ وہ لوگ جو قائم کرتے ہیں نماز کو اور جو ہم نے روزی دے اس میں سے خرچ کرتے ہیں ﴿۳﴾ یہی لوگ ایمان والے ہیں صحیح

حَقًّا ؕ لَهُمْ دَرَجٰتٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَمَغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِيْمٌ ۝ كَمَآ اَخْرَجَكَ رَبُّكَ مِنْ

ان کے واسطے درجے ہیں ان کے رب کے ہاں اور بخشش ہے اور عزت والی روزی ہے ﴿۴﴾ جس طرح کہ نکالا تجھ کو تیرے پروردگار نے تیرے

بَيْتِكَ بِالْحَقِّ وَاِنَّ فَرِيْقًا مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ لَكٰرِهُوْنَ ۝ يُجَادِلُوْنَكَ فِي الْحَقِّ بَعْدَ مَا تَبَيَّنَ

گھر سے حق کے ساتھ اور بیشک ایک گروہ ایمان والوں میں سے اس کو ناپسند کرتا تھا ﴿۵﴾ وہ جھگڑتے ہیں آپ کے ساتھ حق بات میں بعد اس کے کہ بات واضح ہو چکی ہے

كَاَنَّمَا يُسَاقُوْنَ اِلَى الْمَوْتِ وَهُمْ يَنْظُرُوْنَ ۝ وَاِذْ يَعِدُكُمُ اللّٰهُ اِحْدَى الطَّآئِفَتَيْنِ

گویا کہ وہ چلائے جا رہے ہیں موت کی طرف اور وہ (اپنی آنکھوں سے) دیکھ رہے ہیں ﴿۶﴾ اور (اس وقت کو یاد کرو) جب وعدہ کیا تمہارے ساتھ اللہ نے دو گروہوں

اَنَّهَا لَكُمْ وَتَوَدُّوْنَ اَنَّ غَيْرَ ذَاتِ الشَّوْكَةِ تَكُوْنُ لَكُمْ وَيُرِيْدُ اللّٰهُ اَنْ يُّحِقَّ الْحَقَّ

میں سے ایک کا کہ وہ تمہارے ہاتھ لگے گا اور تم پسند کرتے تھے جو کانٹے والا نہ ہو وہ تمہیں مل جائے اور اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ ثابت کردے حق کو اپنے کلمات کے ساتھ

بِكَلِمٰتِهٖ وَيَقْطَعَ دَابِرَ الْكٰفِرِيْنَ ۝ لِيُحِقَّ الْحَقَّ وَيُبْطِلَ الْبَاطِلَ وَلَوْ كَرِهَ

اور کاٹ دے جڑ کافروں کی ﴿۷﴾ تاکہ ثابت کردے حق کو اور باطل کر دے باطل کو اگرچہ

الْمُجْرِمُوْنَ ۝ اِذْ تَسْتَغِيْثُوْنَ رَبَّكُمْ فَاسْتَجَابَ لَكُمْ اَنِّيْ مُمِدُّكُمْ بِاَلْفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ

مجرم ناپسند کرتے ہیں ﴿۸﴾ جبکہ تم فریاد کرتے تھے اپنے پروردگار سے پس وہ پہنچا تمہاری فریاد کو (اس نے فرمایا) بیشک میں تمہیں مدد بھیجوں گا ایک ہزار فرشتوں کی

مُرْدِفِيْنَ ۝ وَمَا جَعَلَهُ اللّٰهُ اِلَّا بُشْرٰى وَلِتَطْمَئِنَّ بِهٖ قُلُوْبُكُمْ ۚ وَمَا النَّصْرُ اِلَّا مِنْ

لگاتار (آگے پیچھے) آنے والے ﴿۹﴾ اور نہیں بنایا اللہ تعالیٰ نے اس (نزول ملائکہ) کو مگر خوشخبری اور تاکہ تمہارے دل مطمئن ہوں اس کے ساتھ اور نہیں مدد مگر اللہ تعالیٰ کی طرف

عِنْدِ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ۝

سے بیشک اللہ تعالیٰ غالب اور حکمت والا ہے ﴿۱۰﴾

ع ۱ | ۱۵

خلاصہ رکوع ① تمہید، فریضہ خاتم الانبیاء، فرائض مؤمنین ۔۱۔۲۔۳۔۴۔ اوصاف مؤمنین ۔۱۔۲۔۳۔۴۔۵۔ حاملین اوصاف مذکورہ کے نتائج، غزوہ بدر کے لئے صحابہ کرام سے باہم مشورہ وخروج، اللہ تعالیٰ کی اور صحابہ کرامؓ کی چاہت ۔۱۔۲۔۳۔ آنحضرت ﷺ اور صحابہ کرام کی دعا، اجابت دعا، حکمت اجابت دعا۔ ماخذ آیات ۱: تا ۱۰+

شان نزول ۔ حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بدر میں جو اموال غنیمت حاصل ہوئے تھے، ان کے بارے میں مسلمانوں میں اختلاف ہوا، انہوں نے آنحضرت ﷺ سے سوال کیا کہ یہ کس طرح تقسیم کئے جائیں؟

ان کے بارے میں مہاجرین کا فیصلہ معتبر ہوگا، یا انصار کا یا دونوں جماعتوں کا اس پر آیت نازل ہوئی۔

(روح المعانی: ص: ۲۱۳؛ ج: ۹؛ اعراب القرآن الکریم: ص: ۱۰۱؛ تفسیر منیر: ص: ۲۴۲؛ ج۔ ۹)

تمہید: آپ سے مال غنائم کی تقسیم کا حکم دریافت کرتے ہیں؟ قُلِ الْاَنْفَالُ... الخ فریضہ خاتم الانبیاء: آپ ان سے کہہ دیجئے کہ یہ مال غنیمت اللہ اور اللہ کے رسول کا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ غنائم کا فیصلہ وہی ہے جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی طرف سے صادر ہو یعنی اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق رسول ﷺ تقسیم فرمائیں گے۔ اس بارے میں کسی کی رائے کو کوئی دخل نہیں۔ چنانچہ "وَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ... الخ (آیت۔ ۴۱) میں طریقہ تقسیم ذکر فرمایا ہے۔

فَائِدَہ: انفال کی نفل جمع ہے جس سے مراد مال غنیمت ہے نفل دراصل زائد چیز کو کہتے ہیں۔ اور نفل کو نفل اس لئے کہتے ہیں کہ وہ اصل فرض سے زائد ہے اور غنیمت کو نفل اسلئے کہا گیا ہے کہ وہ اللہ کی طرف سے فضل اور عطیہ ہے، مال غنیمت پہلی امتوں پر حلال نہ تھا اس امت پر بطور فضل وزیادت کے حلال کر دیا گیا، غنیمت اس مال کو کہتے ہیں جو جہاد میں کافروں سے حاصل ہوا ہو۔

فَاتَّقُوا اللّٰهَ.... الخ فرائض مؤمنین:۔ ❶ اللہ سے ڈرو یعنی اس میں تمام حقوق اللہ کی نگہداشت کی طرف مکمل اشارہ فرما دیا۔ ❷ آپس کے تعلقات کو درست رکھو۔ ❸ ❹ مال غنیمت ہو یا اور معاملات ہوں تم ان میں اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو۔ ان تینوں باتوں پر عمل کرنے سے آخرت کی کامیابی حاصل ہوگی۔ "اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ" میں حرف "اِنْ" شک کے لیے نہیں بلکہ جوش دلانے اور برانگیختہ کرنے کے لئے ہے کہ جب تم مؤمن ہو تو تقویٰ کی راہ اختیار کرو اور رسول کی اطاعت کرو۔

استخراج مسائل:۔ ❶ جو حضرات مذکورہ بالا صفات کے حامل ہونگے ان کے سامنے دنیا کی کوئی کفریہ طاقت دم نہیں مار سکے گی۔ ❷ اس آیت میں مجاہدین اور سپاہیوں میں اخلاص کامل پیدا کرنے کے لئے کوئی کسر نہیں چھوڑی گئی۔ واللہ اعلم۔

﴿۲۔۳﴾ اوصاف مؤمنین ❶ جب اللہ کا ذکر کیا جاتا ہے تو ان کے دل خوف زدہ ہو جاتے ہیں یعنی ان کے دلوں پر اللہ کی عظمت اور ہیبت چھا جاتی ہے فرائض کی ادائیگی کیلئے۔ (ابن کثیر؛ ص: ۶۸ ج۔ ۴)

استخراج مسائل: مجاہد ساری دنیا پر اللہ کے دین کو غالب کرنے کیلئے نکلتا ہے، اگر اس کے دل میں اللہ کی عظمت اور احکام الٰہی کے نفاذ کی عظمت نہیں ہوگی تو اعلاء کلمۃ اللہ کا مقصد فوت ہو جائے گا۔ ❷ جب ان پر اللہ تعالیٰ کی آیات سنائی جاتی ہیں تو ان کے سننے سے ان کا ایمان بڑھ جاتا ہے یعنی ایمان میں ترقی ہو جاتی ہے۔ یا انوار و برکات سے ان کے باطن میں نور یقین زیادہ ہو جاتا ہے۔ اور ظاہر میں اطاعت اور اعمال صالحہ کی زیادتی ہو جاتی ہے، یا یہ مطلب ہے کہ جب اہل ایمان کے سامنے قرآن کریم کو پڑھا جاتا ہے تو ان کے دل فراخ ہو جاتے ہیں اور عالم غیب کا نور اس میں چمکنے لگتا ہے۔ ❸ اپنے رب پر توکل کرتے ہیں اور غیر اللہ سے نظریں اٹھ جاتی ہیں۔ ❹ وہ نماز قائم کرتے ہیں۔ ❺ جو کچھ ہم نے دیا ہے اس میں سے خرچ کرتے ہیں۔

مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ: کے عموم میں سب کچھ داخل ہے یہ لفظ زکوٰۃ مفروضہ اور صدقات واجبہ اور نافلہ سب کو شامل ہے۔ مذکورۃ الصدر خوبیوں والے سچے مؤمن ہیں ان کے لیے رزق کریم ہے۔

﴿۴﴾ حاملین اوصاف مذکورہ کے نتائج۔ سچے مؤمن ہونے کا اولاً خطاب حضرات صحابہ کو ہے ثانیاً پھر امت مسلمہ کو ہے۔ ﴿۵۔۶﴾ ربط آیات: اوپر کفار کے مقابلہ کے لئے کامیابی کے مدار اعظم کا ذکر تھا، اب آگے کامیابی کے واقعات کی مثال ذکر کر کے اپنے انعامات یاد دلاتے ہیں۔

غزوہ بدر کے خروج کے لیے مشورہ: "كَمَآ اَخْرَجَكَ"... الخ لفظ "كَمَا" تشبیہ کیلئے نہیں بلکہ بیان سبب کے لئے استعمال ہوا ہے، اور یہاں لفظ "نَصَرَكَ" محذوف ہے اور آیت کے معنی یہ ہونگے کہ غزوہ بدر میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے خاص آپکی

نصرت ہوئی اس کا سبب یہ تھا کہ اس جہاد میں آپ نے جو کچھ کیا کسی اپنی خواہش اور رائے سے نہیں بلکہ خالص حکم ربی کے تابع ہو کر کیا۔ اسی حکم پر آپ اپنے گھر سے نکلے اطاعت حق کا نتیجہ یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے آپکی مدد و نصرت فرمائی۔ لفظ "اَخۡرَجَكَ" میں اسی طرف اشارہ ہے کہ آنحضرت ﷺ کا جہاد کیلئے نکلنا در حقیقت اللہ تعالیٰ کا نکالنا تھا۔ مِنۢ بَيۡتِكَ۔ جمہور مفسرین کے نزدیک اس گھر سے مراد مدینہ طیبہ کا گھر یا خود مدینہ طیبہ ہے جس میں آپ ہجرت کے بعد مقیم رہے۔ واقعۂ بدر ہجرت کے دوسرے سال پیش آیا۔ "بِالۡحَقِّ" اس ساری کاروائی کا مقصد احقاق حق اور ابطال باطل ہے۔ دوسری حکومتوں کی طرح ملک گیری کی ہوس یا بادشاہوں کا غصہ اس کا سبب نہیں۔ وَاِنَّ فَرِيۡقًا مِّنَ الۡمُؤۡمِنِيۡنَ لَكٰرِهُوۡنَ : وجہ کراہت قلت جماعت اور سامانِ جہاد : یعنی ایک جماعت مسلمانوں کی اس جہاد کو گراں سمجھتی تھی اور ناپسند کرتی تھی صحابہ کرام کو یہ گرانی کیوں پیش آئی۔ اسکو سمجھنے کیلئے نیز آئندہ آنیوالی دوسری آیات کو پوری طرح سمجھنے کیلئے غزوہ بدر کے مختصر حالات و اسباب سمجھیں

مختصر داستانِ بدر

آنحضرت ﷺ کو مدینہ طیبہ میں یہ خبر ملی کہ ابوسفیان ایک تجارتی قافلے کے ساتھ ملک شام سے مال تجارت لیکر مکہ معظمہ کی طرف جا رہا ہے، اس تجارتی مال میں تمام قریش مکہ شریک تھے۔ جسکی مالیت پچاس ہزار دینار تھی۔ اسکی حفاظت اور کاروبار کیلئے قریش کے ستر جوان اور سردار ساتھ تھے۔ گویا کہ وہ قریش مکہ کی ایک تجارتی کمپنی تھی، قریش کی سب سے بڑی طاقت یہی تجارت اور تجارتی سرمایہ تھا، جسکے بل بوتے پر انہوں نے آنحضرت ﷺ اور آپکے ساتھیوں کو تنگ کر کے مکہ چھوڑنے پر مجبور کر دیا تھا۔ سفر شام سے اس تجارتی قافلے کی واپسی کی اطلاع آنحضرت ﷺ کو ملی، آپ نے قریش کی اس طاقت کو توڑنے کیلئے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مشورہ کیا، رمضان المبارک کا مہینہ تھا پہلے سے کسی جنگ کی تیاری نہ تھی، بعض حضرات نے تو چستی اور ہمت کا اظہار کیا، مگر بعض نے کچھ پس و پیش کی کیونکہ آپ ﷺ نے سب کے ذمہ اس جہاد کی شرکت کو ضروری قرار نہیں دیا تھا، اور ان لوگوں کو بھی اطمینان تھا، کہ یہ تجارتی قافلہ کوئی جنگی لشکر نہیں جسکے مقابلے میں آنحضرت ﷺ اور آپکے ساتھیوں کو زیادہ لشکر کی ضرورت پڑے۔

بیر سقاء پر پہنچ کر لشکر کی تعداد شمار کی گئی تو تین سو تیرہ تھے، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ کل سترہ اونٹ تھے۔ ہر تین آدمی کیلئے ایک اونٹ تھا، جس پر وہ باری باری سوار ہوتے، خود آنحضرت ﷺ کے ساتھ دو آدمی شریک تھے۔ حضرت ابولبابہ رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ۔ جب ابوسفیان کا قافلہ ملک شام کے مشہور مقام عین زرقاء پر پہنچا، تو اس کو کسی نے اطلاع کر دی کہ آنحضرت ﷺ آپکے قافلے کا تعاقب کرینگے۔ ابوسفیان نے حدود حجاز میں داخل ہوتے ہوئے احتیاطی تدابیر اختیار کی اور ایک ہوشیار مستعد آدمی ضمضم بن عمر کو بیس مثقال سونے پر راضی کر کے تیز رفتار سواری پر روانہ کیا، کہ مکہ میں خبر پہنچادو کہ قافلے کو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے خطرہ ہے، اس نے اس زمانہ کی خاص رسم کے مطابق خطرہ کا اعلان کرنے کیلئے اپنی اونٹنی کے ناک کان کاٹ دیئے، اور اپنے کپڑے آگے پیچھے سے پھاڑ ڈالے، اور کجاوا کو الٹا کر کے اونٹنی کی پشت پر رکھ دیا، جب اس شان سے مکہ میں داخل ہوا، تو پورے مکہ میں ہلچل مچ گئی، اور تمام قریشی مدافعت کیلئے تیار ہو گئے۔ اسطرح اس لشکر میں ایک ہزار جوان، دو سو گھوڑے چھ زرہیں اور گانے والی لونڈیاں لیکر بدر کی طرف نکل پڑے۔

ادھر آنحضرت ﷺ نے بدر کے قریب پہنچ کر آپ نے دو شخصوں کو ابوسفیان کے قافلے کی خبر لینے کے لئے بھیجا۔ مخبروں نے یہ خبر پہنچائی کہ ابوسفیان کا قافلہ آنحضرت ﷺ کے تعاقب کی خبر پا کر ساحل سمندر سے گزر رہا ہے، اور اسکی حفاظت کے لئے ایک ہزار جوانوں کا لشکر جنگ کیلئے آ رہا ہے۔ اسوقت آنحضرت ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مشورہ فرمایا کہ اس آنیوالے لشکر سے جنگ

کرنی ہے یا نہیں؟ حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ اور بعض دیگر حضرات نے عرض کیا کہ ہم انکے مقابلے کی طاقت نہیں رکھتے، اور نہ ہی ہم اس غرض سے آئے، اسپر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ پھر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے، اور تعمیل حکم کا اظہار کیا۔ پھر حضرت مقداد رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے، اور عرض کیا یا رسول اللہ جو کچھ آپ کو اللہ تعالیٰ کا حکم ملا ہے، آپ اسکو جاری کریں، ہم آپکے ساتھ ہیں، اللہ کی قسم ہم آپ کو وہ جواب نہیں دیں گے، جو بنی اسرائیل نے موسیٰ علیہ السلام کو دیا تھا۔ "فَاذْهَبْ اَنْتَ وَرَبُّكَ فَقَاتِلَآ اِنَّا هٰهُنَا قٰعِدُوْنَ" اگر آپ ہمیں ملک حبشہ کے مقام برک الغماد تک بھی لے جائینگے، تو ہم آپکے ساتھ جنگ کیلئے چلیں گے، آنحضرت ﷺ خوش ہوئے اور انکو دعائیں دیں۔

مگر ابھی تک انصار کی طرف سے موافقت میں کوئی آواز نہ اٹھی۔ اسلئے آپ نے پھر مجمع کو خطاب کر کے فرمایا کہ لوگو مجھے مشورہ دو اس جہاد میں اقدام کریں یا نہیں؟ اس خطاب کا روئے سخن انصار کی طرف تھا، حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ انصاری سمجھ گئے، اور عرض کیا یا رسول اللہ کیا آپ ہم سے پوچھنا چاہتے ہیں؟ آپ نے فرمایا ہاں سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ ہم آپ پر ایمان لائے ہیں، اور اسکی شہادت دی ہے، کہ جو کچھ آپ فرماتے ہیں، وہ برحق ہے ہم آپ سے عہد و پیمان کئے ہوئے ہیں، کہ ہر حال میں آپکی اطاعت کریں گے، لہٰذا ہمیں اللہ کے نام پر جہاں چاہیں لے چلیں، آنحضرت ﷺ یہ سن کر بہت خوش ہوئے، اور قافلے کو حکم دیا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ سے وعدہ فرمایا ہے کہ ان دونوں جماعتوں میں سے ایک جماعت پر ہمارا غلبہ ہوگا دونوں جماعتوں سے مراد ایک ابوسفیان کا تجارتی قافلہ اور دوسرا مکہ سے آنیوالا لشکر ہے پھر فرمایا خدا کی قسم گویا میں اپنی آنکھوں سے مشرکین کی قتل گاہ کو دیکھ رہا ہوں۔

پہلی آیت میں ارشاد فرمایا تھا کہ "وَاِنَّ فَرِيْقًا مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ لَكٰرِهُوْنَ" یعنی ایک جماعت مسلمانوں کی اس جہاد کو بھاری سمجھ رہی تھی۔ اس سے اشارہ اس حال کی طرف ہے جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مشورہ لینے کے وقت بعض صحابہ کرام کی طرف سے ظاہر ہوا کہ انہوں نے جہاد سے پست ہمتی کا اظہار کیا بوجہ قلت عدد سامان اور تعداد کے، اور اسی واقعہ کا بیان دوسری آیت میں ہے "يُجَادِلُوْنَكَ فِي الْحَقِّ بَعْدَ مَا تَبَيَّنَ كَاَنَّمَا يُسَاقُوْنَ اِلَى الْمَوْتِ وَهُمْ يَنْظُرُوْنَ" یعنی یہ لوگ آپ سے اپنے بچنے کیلئے بطور مشورہ کے اس طرح مجادلہ اور اختلاف کر رہے تھے گویا کہ انکو موت کی طرف کھینچا جا رہا ہے جسکو وہ اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں۔

صحابہ کرام کی اگرچہ حکم عدولی نہ تھی بلکہ مشورہ کے جواب میں اپنی قلت تعداد اور ضعف اور پست ہمتی کا اظہار کیا تھا۔ مگر رسول اللہ ﷺ کے ساتھیوں سے ایسی رائے کا اظہار بھی انکے مقام بلند کے اعتبار سے اللہ تعالیٰ کے نزدیک ناپسند تھا اسلئے ناراضگی کے الفاظ سے اسکو بیان فرمایا گیا۔

﴿۷﴾ اللہ کی اور صحابہ کرام کی چاہت : خدا تعالیٰ کا یہ وعدہ تھا کہ یا تو ابوسفیان کے قافلہ کو پالو گے یا ابوجہل کے جنگی لشکر سے مڈبھیڑ ہوگی تم چاہتے ہو کہ قافلہ ہی ہاتھ آئے؟ "يُرِيْدُ اللّٰهُ ... الخ" اللہ کی چاہت ❶ اپنے احکام سے حق کو عملاً ثابت کر دے اس طریقہ پر کہ ان کو غلبہ دیدے۔ احکام سے مراد تو احکام شرعیہ ہیں جن کا مصداق آنحضرت ﷺ کا صحابہ کرام کو بدر کی طرف جانے کا حکم ہے یا احکام تکوینیہ ہیں یعنی کفار پر غلبہ وغیرہ۔ ❷ اور اللہ تعالیٰ چاہتا تھا کہ کفار کی کمر توڑ دے مطلب یہ ہے کہ جب بڑے بڑے مارے جائیں تو قوت اور زور ختم ہو جائے گا۔

﴿۸﴾ ❸ : تا کہ حق بلند ہو اور باطل برباد ہو جائے چنانچہ یہی ہوا۔ بدر میں قریش کے ستر سردار مارے گئے، جن میں ابوجہل بھی تھا، اور ستر ہی قید ہوئے۔ اسطرح کفر کی کمر ٹوٹ گئی، اور مشرکین مکہ کی بنیادیں ہل گئیں۔

﴿۹﴾ دعا : جبکہ تم اپنے رب سے اپنی کمزوری (یعنی تعداد اور سامان جنگ کی قلت اور دشمن کی کثرت کو دیکھ کر اللہ تعالیٰ سے فریاد کر رہے تھے یہ فریاد کرنیوالے اصل میں نبی پاک ﷺ تھے تمام صحابہ اس پر آمین کہہ رہے تھے اسلئے پوری جماعت کی طرف

منسوب کیا گیا۔ فَاسْتَجَابَ لَكُمْ :اجابت دعا : کہ میں تمہاری مدد کیلئے پے درپے ایک ہزار فرشتے بھیج رہا ہوں۔

﴿۱۰﴾ حکمت اجابت دعا :ایک ہزار فرشتوں کا وعدہ تمہاری تشفی کیلئے تھا، ورنہ کفار کی تباہی کیلئے اس کا ارادہ ہی کافی تھا۔ اس جگہ فرشتوں کی تعداد ایک ہزار منقول ہے سورۂ آل عمران میں تین ہزار اور پانچ ہزار ذکر کی گئی ہے، اس کا سبب دراصل تین مختلف وعدے ہیں جو مختلف حالات میں کئے گئے ہیں:

پہلا وعدہ :ایک ہزار فرشتوں کا ہوا جس کا سبب آنحضرت ﷺ کی دعا اور عام مسلمانوں کی فریاد تھی۔

دوسرا وعدہ :جو تین ہزار فرشتوں کا ہے یہ اسوقت کیا گیا تھا جب مسلمانوں کو خبر ملی کہ قریش مکہ کیلئے ایک اور کمک آرہی ہے جس سے مسلمانوں میں اضطراب پیدا ہوا۔ سورۃ آل عمران کی آیت "اَلَنْ يَّكْفِيَكُمْ ...الخ نازل ہوئی جس میں تین ہزار فرشتوں کا وعدہ کیا گیا۔ اور تیسرا وعدہ : پانچ ہزار کا اس شرط کے ساتھ مشروط تھا۔ اگر دشمن نے یک بار حملہ کردیا تو پانچ ہزار فرشتوں کی مدد پہنچ جائے گی "بِخَمْسَةِ اٰلٰفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ مُسَوِّمِيْنَ" یہاں یہ بات بھی قابل نظر ہے کہ ان تین آیتوں میں ملائکہ کی تین جماعتوں کے بھیجنے کا وعدہ ہے اور ہر جماعت کے ساتھ ایک خاص صفت کا ذکر ہے۔

اس سورہ انفال میں ایک ہزار کا وعدہ ہے اس میں تو ملائکہ کی صفت "مُرْدِفِيْنَ" بیان فرمائی جسکے معنی ہیں پیچھے لگانے والے، اس میں شاید اس طرف اشارہ کردیا گیا کہ ان فرشتوں کے پیچھے دوسرے بھی آنے والے ہیں۔

اور سورۂ آل عمران کی پہلی آیت میں ملائکہ کی صفت "مُنْزَلِيْنَ" ارشاد فرمائی یعنی یہ فرشتے آسمان سے اتارے جائیں گے اس میں اشارہ خاص اہمیت کی طرف ہے کہ زمین میں جو فرشتے پہلے سے موجود ہیں ان سے کام لینے کے بجائے خاص اہتمام کے ساتھ یہ فرشتے آسمان سے اسی کام کیلئے بھیجے جائیں گے۔

اور آل عمران کی دوسری آیت جس میں پانچ ہزار کا ذکر ہے اسمیں ملائکہ کی صفت "مُسَوِّمِيْنَ" ارشاد فرمائی ہے کہ وہ ایک خاص لباس اور علامت کے ساتھ ہونگے؟ جیسا کہ روایات حدیث میں ہے کہ بدر میں نازل ہونیوالے فرشتوں کے عمامے سفید اور غزوۂ حنین میں مدد کیلئے آنیوالے فرشتوں کی عمامے سرخ تھے۔ (معارف القرآن)

اِذْ يُغَشِّيْكُمُ النُّعَاسَ اَمَنَةً مِّنْهُ وَيُنَزِّلُ عَلَيْكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ مَآءً لِّيُطَهِّرَكُمْ بِهٖ وَ

(اس وقت کو یاد کرو) جبکہ وہ ڈالتا تھا تمہارے اوپر اونگھ امن دلانے کیلئے اپنی طرف سے اور اتارا تھا تمہارے اوپر آسمان کی طرف سے پانی تا کہ پاک کردے تم کو اس کے ساتھ

يُذْهِبَ عَنْكُمْ رِجْزَ الشَّيْطٰنِ وَلِيَرْبِطَ عَلٰى قُلُوْبِكُمْ وَيُثَبِّتَ بِهِ الْاَقْدَامَ ﴿۱۱﴾ اِذْ يُوْحِيْ

اور دور کردے تم سے وسوسہ شیطان کا اور تا کہ مضبوط کردے تمہارے دلوں کو اور ثابت کردے تمہارے قدموں کو ﴿۱۱﴾ (اس بات کو دھیان میں لاؤ) جب

رَبُّكَ اِلَى الْمَلٰٓئِكَةِ اَنِّيْ مَعَكُمْ فَثَبِّتُوا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ؕ سَاُلْقِيْ فِيْ قُلُوْبِ الَّذِيْنَ

حکم بھیجا تھا تیرے پروردگار نے فرشتوں کو کہ بیشک میں تمہارے ساتھ ہوں پس ثابت رکھو ان لوگوں کو جو ایمان لائے۔ میں ڈالوں گا کفر کرنے والوں کے

كَفَرُوا الرُّعْبَ فَاضْرِبُوْا فَوْقَ الْاَعْنَاقِ وَاضْرِبُوْا مِنْهُمْ كُلَّ بَنَانٍ ﴿۱۲﴾

دلوں میں رعب پس مارو (ان کی) گردنوں پر اور مارو ان میں سے ہر پور پور پر ﴿۱۲﴾

ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ شَآقُّوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ۚ وَمَنْ يُّشَاقِقِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَاِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ

یہ اس وجہ سے کہ انہوں نے مخالفت کی اللہ اور اس کے رسول کی اور جو شخص مخالفت کرے گا اللہ اور اس کے رسول کی تو بیشک اللہ تعالیٰ

الْعِقَابِ ⑬ ذٰلِكُمْ فَذُوْقُوْهُ وَاَنَّ لِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابَ النَّارِ ⑭ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا

سخت سزا دینے والا ہے ﴿۱۳﴾ یہ بات تم نے دیکھ لی۔ پس چکھو اس کو اور بیشک کافروں کیلئے دوزخ کا عذاب ہے ﴿۱۴﴾ اے ایمان والو! جب تمہاری ٹکر

اِذَا لَقِيْتُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا زَحْفًا فَلَا تُوَلُّوْهُمُ الْاَدْبَارَ ۚ ⑮ وَمَنْ يُّوَلِّهِمْ يَوْمَئِذٍ دُبُرَهٗٓ

ہو ان لوگوں سے جنہوں نے کفر کیا لڑائی میں پس نہ پھیرو ان کی طرف پشتیں ﴿۱۵﴾ اور جو پھیرے گا اس دن اپنی پشت سوائے اس کے کہ وہ پینترا

اِلَّا مُتَحَرِّفًا لِّقِتَالٍ اَوْ مُتَحَيِّزًا اِلٰى فِئَةٍ فَقَدْ بَآءَ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَمَاْوٰىهُ جَهَنَّمُ ۭ

بدلتا ہے لڑائی کیلئے یا ٹھکانہ پکڑتا ہے ایک گروہ کی طرف پس بیشک وہ لوٹا اللہ کا غضب لے کر اور اس کا ٹھکانہ جہنم ہے وہ بہت بری جگہ ہے

وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ⑯ فَلَمْ تَقْتُلُوْهُمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ قَتَلَهُمْ ۠ وَمَا رَمَيْتَ اِذْ رَمَيْتَ

لوٹ کر جانے کی ﴿۱۶﴾ (حقیقت یہ ہے کہ) تم نے قتل نہیں کیا ان کافروں کو بلکہ اللہ نے ان کو قتل کیا ہے اور (اے پیغمبر) آپ نے مٹھی بھر سنگریزے

وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى ۚ وَلِيُبْلِيَ الْمُؤْمِنِيْنَ مِنْهُ بَلَاۗءً حَسَنًا ۭ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ⑰

مارے ان پر جبکہ آپ نے پھینکے تھے لیکن اللہ نے ان کو پھینکا ہے اور تاکہ وہ (اللہ تعالیٰ) آزمائے ایمان والوں کو اپنی طرف سے اچھی طرح آزمانا بیشک اللہ تعالیٰ (ہر آواز کو) سنتا ہے (اور ہر چیز کو) جاننے والا ہے ﴿۱۷﴾

ذٰلِكُمْ وَاَنَّ اللّٰهَ مُوْهِنُ كَيْدِ الْكٰفِرِيْنَ ⑱ اِنْ تَسْتَفْتِحُوْا فَقَدْ جَآءَكُمُ الْفَتْحُ ۚ وَاِنْ تَنْتَهُوْا

یہ بات تو ہو چکی ہے اور بیشک اللہ تعالیٰ کمزور کرنے والا ہے کافروں کی تدبیر کو ﴿۱۸﴾ (اے کفر کرنے والو) اگر تم فیصلہ چاہو پس بیشک آگیا ہے تمہارے پاس فیصلہ اور اگر تم باز آجاؤ

فَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ۚ وَاِنْ تَعُوْدُوْا نَعُدْ ۚ وَلَنْ تُغْنِيَ عَنْكُمْ فِئَتُكُمْ شَيْئًا وَّلَوْ كَثُرَتْ ۙ

(کفر اور شرک سے) پس وہ بہتر ہے تمہارے لئے اور اگر تم پلٹ کر آؤ گے (لڑنے کیلئے) تو ہم بھی پلٹ کر مقابلہ کریں گے اور ہرگز کام نہ دیگا تم کو تمہارا گروہ کچھ بھی اگرچہ وہ زیادہ

وَاَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُؤْمِنِيْنَ ⑲ ع

ہی کیوں نہ ہوں اور بیشک اللہ تعالیٰ ایمان والوں کے ساتھ ہے ﴿۱۹﴾

﴿۱۱﴾ اِذْ يُغَشِّيْكُمُ النُّعَاسَ ... الخ ربط آیات: بقیہ داستان بدر۔

خلاصہ رکوع ❷: علاج پریشانی، ملائکہ کو حکم برائے امداد مجاہدین، کفار کی سزا دنیوی، اخروی سزا کی اطلاع، دفعات قانون جنگ، پہلا دفعہ صف قتال میں استقامت، میدان جنگ سے پھرنے کی دو صورتیں، تاثیر قدرت الٰہی، کفار کی ناکامی، کفار قریش کا فریقین کے مابین فیصلہ کا مطالبہ۔ ماخذ آیات ۱۱ تا ۱۹ +

علاج پریشانی: باوجود اسقدر خطرناک مقام جنگ ہونیکے تمہاری نصرت فرمائی (۱) تمہیں اونگھ آرہی تھی اطمینان قلب اور

دماغی سکون کی دلیل ہے (۲) اور تمہارے پاس پانی نہیں تھا۔ کیونکہ بدر کے پانی پر کفار قابض تھے۔ اللہ تعالیٰ نے آسمان سے مینہ برسایا اور مسلمانوں کی ساری ضرورتیں پوری ہوگئیں پیا، نہائے، وضو کیا، جانوروں کو پلایا، مشکیزے بھر لئے ریتلا میدان جم گیا۔

فائدہ: علامہ قرطبیؒ فرماتے ہیں اونگھ کے دو فائدے ہیں (۱) حضرات صحابہ کرامؓ کو آرام دے کر اگلے دن کی لڑائی کے لئے قوت فراہم کردی۔ (۲) صحابہ کرام کے دلوں نے کفار کا رعب دور کردیا امن اور چین عطا فرمادیا (قرطبی)

﴿۱۲﴾ ملائکہ کو حکم برائے امداد مجاہدین: اللہ تعالیٰ نے اس خدمت پر مامور کیا۔ فرشتوں کا دلوں کو مضبوط کرنے کے بارے میں کئی اقوال ہیں (۱) تم بھی کفار سے لڑو (بحر محیط) (۲) مجاہدین کے دلوں میں ایسی باتیں القاء کرتے جن سے مسلمانوں کے دل مضبوط ہوتے (بحر محیط) ﴿۱۳﴾ کفار کی سزا دنیوی: کفار کو یہ سزا اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی مخالفت کے باعث ملی جو شخص یہ جرم کریگا سخت سزا پائے گا۔ ﴿۱۴﴾ اخروی سزا کی اطلاع: یہ مزہ دنیا میں چکھ لو اور آخرت کی سزا ابھی باقی ہے۔

دفعات قانون جنگ

﴿۱۵﴾ پہلا دفعہ: صف قتال میں استقامت: میدان جنگ میں جاؤ تو پیٹھ نہ پھرنے پائے۔

﴿۱۶﴾ میدان جنگ سے پھرنے کی دو صورتیں ہیں ❶ ایک تو یہ ہے کہ لڑائی کا داؤ ہو مثلاً پیچھے ہٹ کر دشمن کو آگے آنے کا موقع دینا، یا اس کو مطمئن کرنے کی غرض سے پیچھے ہٹنا اور پھر ایک دم حملہ کرنا وغیرہ۔ ❷ دوسری صورت یہ ہے کہ مثلاً کوئی شخص مسلمانوں میں سے لڑتے لڑتے آگے بڑھ گیا اور اس کی جماعت پیچھے رہ گئی یہ چاہتا ہے کہ اپنی جماعت سے مل جائے اور اس لئے پیچھے ہٹ جائے۔ اگر کوئی شخص ان دو صورتوں کے علاوہ پیٹھ پھیرے گا تو غضب الٰہی اور جہنم کا مستحق ہوگا۔

﴿۱۷﴾ تاثیر قدرت الٰہی: غزوہ بدر میں حضور ﷺ نے کفار کے لشکر کی طرف ایک مٹھی کنکریاں پھینکیں اور تین مرتبہ "شاھت الوجوہ" فرمایا اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کاملہ سے وہ ریزے کفار کے آنکھوں پر پہنچائے جسکی وجہ سے وہ آنکھیں ملنے لگے۔ ادھر سے مسلمانوں نے کفار پر دھاوا بول دیا۔

﴿۱۸﴾ کفار کی ناکامی: یہ بات تو ہو چکی یعنی اسوقت بھی خدا نے کفار مکہ کے سب منصوبے خاک میں ملا دیئے۔ اور آئندہ بھی انکی تدبیروں کو کمزور کردیا جائے گا۔

فائدہ: کفار کو کمزور کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کفار کے دلوں میں رعب ڈال دیتا ہے جس سے ان کی وحدت ٹوٹ جاتی ہے اور وہ بکھر جاتے ہیں اور ان کے ارادوں میں اختلاف ڈال دیا جاتا ہے۔

﴿۱۹﴾ کفار قریش کا فریقین کے مابین فیصلہ کا مطالبہ: کفار مکہ ہجرت سے پہلے حضور ﷺ کو کہا کرتے تھے "مَتٰی هٰذَا الْفَتْحُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ" یعنی ہمارے تمہارے درمیان یہ فیصلہ کب ہوگا۔ سو پورا فیصلہ تو قیامت کے دن ہوگا۔ مگر ایک طرح کا فیصلہ آج میدان بدر میں بھی تم نے دیکھ لیا کہ کیسے خارق عادت طریق سے تمکو کمزور مسلمانوں کے ہاتھوں سے سزا ملی۔ اب اگر نبی علیہ السلام کی مخالفت اور کفر شرک سے باز آجاؤ تو تمہارے لئے دنیا و آخرت کی بہتری ہے ورنہ اگر پھر اسی طرح لڑائی کرو گے تو ہم بھی پھر اسی طرح مسلمانوں کی مدد کرینگے اور انجام کار تم ذلیل وخوار ہوگے جب خدا کی تائید مسلمانوں کے ساتھ ہے تمہارے جتھے اور جماعتیں خواہ کتنی ہی تعداد میں ہوں کچھ کام نہ آئیں گے۔

بعض روایت میں ہے کہ ابو جہل وغیرہ نے مکہ سے روانگی کے وقت کعبہ کے پردے کو پکڑ کر دعا کی تھی کہ خداوندا دونوں فریقوں میں جو اعلیٰ و اکرم ہو اسے فتح دے اور فساد مچانے والوں کو مغلوب کر۔ "فَقَدْ جَآءَكُمُ الْفَتْحُ" میں اس کا بھی جواب ہوگیا۔ جو

واقعی اعلیٰ و افضل تھے انکو فتح مل گئی اور مفسد ذلیل و خوار ہوئے۔ (تفسیر عثمانی)

يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَلَا تَوَلَّوْا عَنْهُ وَأَنْتُمْ تَسْمَعُونَ ﴿٢٠﴾

اے ایمان والو! اطاعت کرو اللہ کی اور اس کے رسول کی اور مت پھرو اس سے اور تم سنتے ہو ﴿۲۰﴾

وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ قَالُوا سَمِعْنَا وَهُمْ لَا يَسْمَعُونَ ﴿٢١﴾ إِنَّ شَرَّ الدَّوَابِّ

اور نہ ہو ان لوگوں کی طرح جنہوں نے کہا کہ ہم نے سن لیا۔حالانکہ وہ نہیں سنتے ﴿۲۱﴾ بیشک بد ترین جانور اللہ کے نزدیک بہرے اور

عِنْدَ اللَّهِ الصُّمُّ الْبُكْمُ الَّذِينَ لَا يَعْقِلُونَ ﴿٢٢﴾ وَلَوْ عَلِمَ اللَّهُ فِيهِمْ خَيْرًا لَأَسْمَعَهُمْ

گونگے وہ لوگ ہیں جو عقل نہیں رکھتے ﴿۲۲﴾ اور اگر اللہ جانتا ان کے اندر بہتری کو تو ان کو سناتا اور اگر ان کو سناتا

وَلَوْ أَسْمَعَهُمْ لَتَوَلَّوْا وَهُمْ مُعْرِضُونَ ﴿٢٣﴾ يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اسْتَجِيبُوا لِلَّهِ وَ

ایسی حالت میں روگردانی کرتے اور وہ اعراض کرنے والے ہوتے ﴿۲۳﴾ اے ایمان والو! حکم مانو اللہ کا اور رسول کا جبکہ وہ تمہیں بلائے

لِلرَّسُولِ إِذَا دَعَاكُمْ لِمَا يُحْيِيكُمْ وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ يَحُولُ بَيْنَ الْمَرْءِ وَقَلْبِهِ

اس چیز کی طرف جو تم کو زندگی بخشی ہے اور جان لو کہ بیشک اللہ تعالیٰ آڑے آتا ہے انسان اور اس کے دل کے درمیان اور (جان لو)

وَأَنَّهُ إِلَيْهِ تُحْشَرُونَ ﴿٢٤﴾ وَاتَّقُوا فِتْنَةً لَا تُصِيبَنَّ الَّذِينَ ظَلَمُوا مِنْكُمْ خَاصَّةً

کہ بیشک تم سب اسی کی طرف اکٹھے کئے جاؤ گے ﴿۲۴﴾ اور بچو اس فتنے سے کہ نہ پہنچے گا (صرف) ان لوگوں کو جنہوں نے ظلم کیا تم میں سے خاص طور پر

وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ ﴿٢٥﴾ وَاذْكُرُوا إِذْ أَنْتُمْ قَلِيلٌ مُسْتَضْعَفُونَ فِي

اور جان لو کہ بیشک اللہ تعالیٰ سخت گرفت والا ہے ﴿۲۵﴾ اور یاد کرو (اس نعمت کو) جب تم تھوڑے تھے اور کمزور سمجھے جاتے تھے زمین میں

الْأَرْضِ تَخَافُونَ أَنْ يَتَخَطَّفَكُمُ النَّاسُ فَآوَاكُمْ وَأَيَّدَكُمْ بِنَصْرِهِ وَرَزَقَكُمْ

تم ڈرتے تھے کہ اچک لیں گے لوگ پھر ٹھکانہ دیا تم کو اور اس نے تمہاری تائید کی اپنی مدد سے اور روزی دی تم کو پاک چیزوں سے تاکہ تم

مِنَ الطَّيِّبَاتِ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ ﴿٢٦﴾ يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَخُونُوا اللَّهَ وَالرَّسُولَ

(اللہ کی نعمتوں کا) شکریہ ادا کرو ﴿۲۶﴾ اے ایمان والو! مت خیانت کرو اللہ تعالیٰ سے اور رسول سے اور

وَتَخُونُوا أَمَانَاتِكُمْ وَأَنْتُمْ تَعْلَمُونَ ﴿٢٧﴾ وَاعْلَمُوا أَنَّمَا أَمْوَالُكُمْ وَأَوْلَادُكُمْ

مت خیانت کرو اپنی امانتوں سے اور تم جانتے ہو ﴿۲۷﴾ اور جان لو کہ بیشک تمہارے مال اور اولاد میں آزمائش ہے

فِتْنَةٌ وَأَنَّ اللَّهَ عِنْدَهُ أَجْرٌ عَظِيمٌ ﴿٢٨﴾

اور بیشک اللہ کے پاس اجر عظیم ہے ﴿۲۸﴾

﴿۲۰﴾ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا.... الخ

خلاصہ رکوع ۳ دوسرا دفعہ مکمل اطاعت، تنبیہ مؤمنین، مثال بدترین خلائق، خیر سے خالی لوگوں کا حال، تیسرا دفعہ اطاعت میں حیات ابدی ہے، ترک جہاد کے گناہ سے بچنے کا حکم، تذکیر انعامات خداوندی، چوتھا دفعہ ادائے فرض میں خیانت کی ممانعت، قانون سابق کا تتمہ۔ ماخذ آیات ۲۰: تا ۲۸+

دوسرا دفعہ مکمل اطاعت : مولانا شبیر احمد عثمانی ؒ یہ ربط لکھتے ہیں کہ پہلے فرمایا تھا کہ اللہ ایمان والوں کے ساتھ ہے۔ اب ایمان والوں کو ہدایت فرماتے ہیں کہ ان کا معاملہ خدا اور رسول کے ساتھ کیسا ہونا چاہیئے جس سے وہ خدا کی حمایت ونصرت کے مستحق ہوں۔ پس بتلا دیا کہ ایک مومن صادق کا کام یہ ہے کہ وہ ہمہ تن خدا اور رسول کا فرمانبردار رہو۔ احوال وحوادث خواہ کتنا ہی اس کا منہ پھیرنا چاہیں مگر جب وہ خدا کے احکام تسلیم کر چکا ہے تو قولاً فعلاً کسی حال میں بھی ان سے منہ نہ پھیرے۔

﴿۲۱﴾ تنبیہ مؤمنین : اطاعت میں یہود ومشرکین اور منافقین مدینہ کی طرح زبانی جمع خرچ ہی نہ ہو بلکہ عمل کر کے دکھاؤ۔ یہود نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہا تھا "سَمِعْنَا وَعَصَیْنَا"۔ مشرکین مکہ کا قول آگے آتا ہے "قَدْ سَمِعْنَا لَوْ نَشَآءُ لَقُلْنَا مِثْلَ هٰذَآ" (آیت ۳۱) یعنی آپ جو قرآن سناتے ہیں بس ہم نے سن لیا اگر ہم چاہیں تو اس جیسا کلام بنا کر لائیں۔ منافقین مدینہ کا کردار یہ تھا کہ آنحضرت ﷺ اور مسلمانوں کے سامنے اقرار کیا اور دل سے منکر رہے۔

کفار سماع نافع سے محروم تھے

اس آیت میں کافروں کے لیے سماع بھی ثابت ہے اور سماع کی نفی بھی ہے جس کا مطلب اس کے سوا اور کیا ہو سکتا ہے کہ اگرچہ کافر زبان سے تو کہتے ہیں کہ ہم نے سن لیا لیکن وہ سننا ہی کیا ہے جس کو آدمی قبول نہ کرے اور ماننے پر آمادہ نہ ہو اب اگر کوئی شخص "وھم لا یسمعون" کے ظاہری مفہوم پر ہی ڈٹ جائے اور لوگوں کو یہ باور کرانے کے درپے ہو کہ زندہ کافر بھی نہیں سنتے تو یہ اس کی کوئی دینی خدمت نہ ہوگی اور نہ قرآن فہمی اور دین شناسی ہوگی اللہ تعالیٰ سوء فہم اور تعصب اور تحرب سے بچائے۔

﴿۲۲﴾ مثال بدترین خلائق : سننے کے بعد سمجھ کر عمل نہ کرنا انسانیت نہیں ہے یہ حیوانیت ہے بلکہ حیوانوں سے بھی بدتر، کیونکہ وہ بھی کچھ نہ کچھ تو حکم کی تعمیل کر دیتے ہیں۔ یہ معاندین حق تو اندھے اور بہرے ہیں

﴿۲۳﴾ خیر سے خالی لوگوں کا حال : اللہ تعالیٰ نے ان مخالفین کے دلوں میں ہدایت قبول کرنے کی لیاقت وصلاحیت ہی نہیں رکھی ان کے شامت اعمال کی وجہ سے پھر غضب یہ ہے کہ انہوں نے توجہ بھی نہیں کی پس یہ اس قدر گر چکے ہیں کہ اگر ان کو کوئی بات سمجھائی جائے تو بھی منہ پھیر کر چل دیتے ہیں۔

﴿۲۴﴾ تیسرا دفعہ اطاعت میں حیات ابدی ہے : اے مسلمانو اللہ اور اس کے رسول کی آواز جہاد پر لبیک کہو اس میں تمہارے لیے بھلائی ہے دنیا کی زندگی میں تسلی واطمینان حاصل ہوگا اور آخرت میں حیات ابدی کا خصوصی پیغام ہے۔ اللہ اور اس کے رسول کے حکم کو پورا کرنے میں دیر نہ کرو، کہیں اللہ تعالیٰ عمل کرنے سے دل کو پھیر نہ دیں کیونکہ دل اسی کے قبضہ قدرت میں ہے اللہ تعالیٰ کا دستور یہ ہے کہ وہ ابتداً کسی بندہ کا دل اپنی رحمت واسعہ سے عمل کرنے سے نہیں روکتا۔ ہاں جب بندے میں سستی اور کاہلی آجائے یا حق پرستی کو چھوڑ کر ضد وعناد میں آجائے تو اس وقت دلوں پر مہر لگا دیتا ہے۔

﴿۲۵﴾ ترک جہاد کے گناہ سے بچنے کا حکم : تفسیر مظہری میں ہے کہ اس فتنہ سے مراد ترک جہاد کا گناہ ہے خصوصاً اس وقت جبکہ امیر المؤمنین کی طرف سے جہاد کی دعوت عام مسلمانوں کو دے دی جائے۔ (مظہری، ص۹۰ ج۴)

اور اسلامی شعائر کی حفاظت اس پر موقوف ہے کیونکہ اس وقت ترک جہاد کا وبا صرف تارکین جہاد پر نہیں بلکہ پورے مسلمانوں پر پڑتا ہے کفار کے غلبہ کے سبب عورتیں بچے بوڑھے اور بہت سے بے گناہ مسلمان قتل وغارت کا شکار ہو جاتے ہیں ان کے جان و مال خطرہ میں پڑ جاتے ہیں۔ اس صورت میں عذاب سے مراد دنیوی مصائب اور تکلیفیں ہوں گی اور قرینہ اس تفسیر کا یہ ہے کہ گزشتہ آیات میں بھی ترک جہاد کرنے والوں پر ملامت کی گئی ہے۔ آیت نمبر ۱۵ دیکھیں۔

﴿۲۶﴾ **تذکیر انعامات خداوندی** : احکام الٰہیہ کی اطاعت کو آسان کرنے اور اس کی ترغیب دینے کیلئے مسلمانوں کی گزشتہ خستہ حالی کو اپنے فضل وکرم سے تبدیل کر کے انکو قوت واطمینان عطا کرنے کا ذکر فرمایا ہے۔ اے مسلمانو تم مکہ میں قوت و تعداد میں کمزور تھے اللہ تعالیٰ نے تمہیں مدینہ منورہ میں ٹھکانہ دیا اور قوت وفتح کے ساتھ مال ودولت عطا فرمایا تاکہ تم شکر کرو۔ آئندہ بھی جب تک اطاعت کرتے رہو گے اللہ تعالیٰ کی نعمتیں نازل ہوتی رہیں گی۔

﴿۲۷﴾ **چوتھا دفعہ ادائے فرض میں خیانت کی ممانعت** : مسلمانوں کو حکم ہے کہ اللہ تعالیٰ کے حقوق میں یا آپس میں بندوں کے حقوق میں خیانت نہ کریں۔ "وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ" اور اس خیانت کی برائی اور اس کے وبال کو تم جانتے ہو پھر اس پر اقدام کرنا قرین دانشمندی نہیں۔

شان نزول : یہ آیت ابولبابہ انصاری رضی اللہ عنہ کے بارے میں نازل ہوئی یہود بنی قریظہ نے جب حضور پرنور ﷺ سے صلح کی درخواست کی تو اس بات میں یہود نے ابولبابہ رضی اللہ عنہ سے مشورہ کیا اور پوچھا کہ آنحضرت ﷺ ہمارے ساتھ کیا معاملہ کریں گے چونکہ انکے مال وعیال اس وقت ان کے پاس تھے، اس لئے بمقتضائے بشریت ابولبابہ رضی اللہ عنہ نے انگلی سے حلق کی طرف اشارہ کیا یعنی تم سب کو قتل کر ڈالیں گے۔ ابولبابہ رضی اللہ عنہ یہ اشارہ کر تو گزرے مگر فوراً خیال آیا کہ میں نے خدا اور رسول ﷺ کے ساتھ خیانت کی واپس آ کر اپنے آپ کو مسجد نبوی کے ایک ستون سے باندھ دیا اور عہد کیا کہ نہ کچھ کھاؤں گا اور نہ پیوں گا حتی کہ موت آجائے۔ یا اللہ تعالیٰ میری توبہ قبول کر لے۔ (قرطبی، ص: ۳۹۶ ج۔۷)

سات آٹھ دن یونہی بندھے رہے فاقہ سے غشی طاری ہوگئی آخر بشارت پہنچی کہ حق تعالیٰ نے تمہاری توبہ قبول کرلی ہے اس پر کہا خدا کی قسم جب تک رسول اللہ ﷺ اپنے دست مبارک سے میری رسی نہ کھولیں گے اس وقت تک میں اپنے آپ کو نہ کھولوں گا آپ تشریف لائے اور خود اپنے دست مبارک سے انکو کھولا رضی اللہ عنہ وارضاہ۔ (تفسیر درمنثور، ج: ۳، ص: ۱۷۸؛ اسباب النزول، ص: ۱۳۴؛ تفسیر منیر، ص: ۲۹۶، ج۔۹)

﴿۲۸﴾ **قانون سابق کا تتمہ** : یعنی تمہارے مال اور اولاد کی محبت باعث خیانت ہونے نہ پائے کیونکہ یہ چیزیں فتنہ ہیں لہٰذا ان عارضی ناپائیدار اور امتحانی چیزوں میں پھنس کر اللہ تعالیٰ کے اجر عظیم کو ضائع نہ کر دیا جائے۔ فتنہ کے معنیٰ امتحان کے بھی آتے ہیں اور عذاب کے بھی اور ایسی چیزوں کو بھی فتنہ کہا جاتا ہے جو عذاب کا سبب بنیں۔ قرآن کریم میں مختلف آیتوں میں ان تینوں معنیٰ کے لئے لفظ "فتنہ" استعمال ہوا ہے۔ یہاں تینوں معنیٰ کی گنجائش ہے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ تَتَّقُوا اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّكُمْ فُرْقَانًا وَّيُكَفِّرْ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ؕ

اے ایمان والو اگر تم اللہ سے ڈرتے رہو گے تو بنا دے وہ تمہارے لئے فیصلہ کن بات اور دور کر دے گا تم سے تمہاری برائیاں

وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ۝۲۹ وَاِذْ يَمْكُرُ بِكَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِيُثْبِتُوْكَ اَوْ يَقْتُلُوْكَ

اور معاف کر دے گا تمہارے گناہ اور اللہ تعالیٰ بڑے فضل والا ہے ﴿۲۹﴾ اور اس وقت کو یاد کرو جبکہ خفیہ تدبیر کر رہے تھے آپ کے متعلق کافر لوگ تا کہ آپ کو قید کرلیں یا قتل کر دیں

أَوْ يُخْرِجُوكَ ۚ وَيَمْكُرُونَ وَيَمْكُرُ اللَّهُ ۖ وَاللَّهُ خَيْرُ الْمَاكِرِينَ ﴿٣٠﴾ وَإِذَا تُتْلَىٰ عَلَيْهِمْ آيَاتُنَا

یا آپ کو (ملک سے) باہر نکال دیں اور وہ بھی مخفی تدبیر کرتے تھے اور اللہ بھی مخفی تدبیر کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ سب سے بہتر مخفی تدبیر کرنے والا ہے ﴿۳۰﴾ اور جب ان پر پڑھی جاتی ہیں

قَالُوا قَدْ سَمِعْنَا لَوْ نَشَاءُ لَقُلْنَا مِثْلَ هَٰذَا ۙ إِنْ هَٰذَا إِلَّا أَسَاطِيرُ الْأَوَّلِينَ ﴿٣١﴾

ہماری آیتیں تو کہتے ہیں ہم نے سن لیا اگر ہم چاہیں تو ہم بھی اس جیسا کلام کہہ دیں نہیں ہے یہ مگر قصے کہانیاں پہلے لوگوں کی ﴿۳۱﴾

وَإِذْ قَالُوا اللَّهُمَّ إِنْ كَانَ هَٰذَا هُوَ الْحَقَّ مِنْ عِنْدِكَ فَأَمْطِرْ عَلَيْنَا حِجَارَةً مِنَ السَّمَاءِ

اور (وہ بات بھی قابل توجہ ہے) جب کہا انہوں نے اے اللہ! اگر یہ بات حق ہے تیری طرف سے تو پھر برسا دے ہم پر پتھر آسمان سے یا لے آ ہمارے پاس

أَوِ ائْتِنَا بِعَذَابٍ أَلِيمٍ ﴿٣٢﴾ وَمَا كَانَ اللَّهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَأَنْتَ فِيهِمْ ۚ وَمَا كَانَ اللَّهُ

کوئی درد ناک عذاب ﴿۳۲﴾ اور نہیں ہے اللہ تعالیٰ کہ سزا دے ان کو جبکہ آپ

مُعَذِّبَهُمْ وَهُمْ يَسْتَغْفِرُونَ ﴿٣٣﴾ وَمَا لَهُمْ أَلَّا يُعَذِّبَهُمُ اللَّهُ وَهُمْ يَصُدُّونَ عَنِ

ان میں موجود ہیں اور نہیں اللہ تعالیٰ ان کو سزا دینے والا جبکہ وہ بخشش مانگتے رہیں گے ﴿۳۳﴾ اور کیا وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کو سزا نہ دے جبکہ وہ روکتے ہیں مسجد حرام سے اور نہیں ہیں

الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَمَا كَانُوا أَوْلِيَاءَهُ ۚ إِنْ أَوْلِيَاؤُهُ إِلَّا الْمُتَّقُونَ وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُونَ ﴿٣٤﴾

یہ متولی اس کے۔ در حقیقت نہیں ہیں اس کے متولی مگر وہ جو متقی ہیں لیکن ان میں سے اکثر ایسے ہیں جو نہیں جانتے ﴿۳۴﴾

وَمَا كَانَ صَلَاتُهُمْ عِنْدَ الْبَيْتِ إِلَّا مُكَاءً وَتَصْدِيَةً ۚ فَذُوقُوا الْعَذَابَ بِمَا

اور نہیں ان (مشرکین مکہ) کی نمازیں بیت اللہ شریف کے پاس مگر سیٹیاں بجانا اور تالیاں پیٹنا (فرمایا اللہ تعالیٰ نے) پس چکھو سزا اس کے بدلے

كُنْتُمْ تَكْفُرُونَ ﴿٣٥﴾ إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا يُنْفِقُونَ أَمْوَالَهُمْ لِيَصُدُّوا عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ ۚ

جو کچھ تم کفر کرتے تھے ﴿۳۵﴾ بیشک وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا وہ خرچ کرتے ہیں اپنے مالوں کو تاکہ روکیں اللہ کے راستے سے پس وہ خرچ کریں گے

فَسَيُنْفِقُونَهَا ثُمَّ تَكُونُ عَلَيْهِمْ حَسْرَةً ثُمَّ يُغْلَبُونَ ۗ وَالَّذِينَ كَفَرُوا إِلَىٰ

پھر ہوں گے (وہ مال) ان پر حسرت کا باعث پھر یہ (بالآخر) مغلوب ہوں گے اور وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا ان کو جہنم کی

جَهَنَّمَ يُحْشَرُونَ ﴿٣٦﴾ لِيَمِيزَ اللَّهُ الْخَبِيثَ مِنَ الطَّيِّبِ وَيَجْعَلَ الْخَبِيثَ بَعْضَهُ

طرف اکٹھا کیا جائے گا ﴿۳۶﴾ تاکہ اللہ تعالیٰ جدا کر دے خبیث کو پاک سے اور رکھے خبیث کے بعض کو بعض پر

عَلَىٰ بَعْضٍ فَيَرْكُمَهُ جَمِيعًا فَيَجْعَلَهُ فِي جَهَنَّمَ ۚ أُولَٰئِكَ هُمُ الْخَاسِرُونَ ﴿٣٧﴾

پس اکٹھا کرے گا ان سب کو پس کر دے گا ان کو جہنم میں یہی لوگ ہیں نقصان اٹھانے والے ﴿۳۷﴾

ع ۱۸

﴿۲۹﴾ یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا.... الخ ربط آیات :اوپر ذکر تھا کہ بدر کے موقع پر اسلئے کامیابی ہوئی کہ تقویٰ کو اختیار کیا تھا، آگے حکم ہے آئندہ اگر ایسا کرو گے تو تم ہی کو غلبہ ہوگا۔

خلاصہ رکوع ۞ پانچواں دفعہ حصول فرقان کے لئے التزام تقویٰ، تدبیرات کفار برائے قتل خاتم الانبیاء، تفصیل ذمائم کفار، مشرکین کا مطالبہ، موانع عذاب، مقتضیاب عذاب الٰہی۔ ۱، ۲، ہدایت سے خالی ہونے کے کا نتیجہ، تذکیر بما بعد الموت سے تخویف اخروی۔ ماخذ آیات ۲۹: تا ۳۷+

پانچواں دفعہ حصول فرقان کے لئے التزام تقویٰ :مطلب یہ ہے کہ اگر تقویٰ اختیار کرو گے مال و اولاد کی خاطر خیانت نہیں کرو گے اور انہیں جہاد میں رکاوٹ کا باعث بھی نہیں بننے دو گے۔ تو اللہ تعالیٰ ایسی تمیز عطا فرمائے گا جس سے تم ہر معاملہ میں مفید اور مضر کو سمجھ سکو گے۔

﴿۳۰﴾ تدبیرات کفار برائے قتل خاتم الانبیاء۔ ربط آیات :اوپر ذکر تھا کہ جب تم کمزور تھے اور لوگ تمہیں اچک لینے کی کوشش کرتے تھے۔ آگے اس کے متعلق فرمایا ہے۔ قریش نے جب دیکھا کہ صحابہ رفتہ رفتہ ہجرت کر کے مدینہ چلے گئے اور رسول اللہ ﷺ بھی آج کل میں جانے والے ہیں تو مشورہ کے لیے دار الندوہ میں حسب ذیل سرداران قریش جمع ہوئے۔ عتبہ بن ربیعہ شیبہ بن ربیعہ، ابوسفیان بن حرب، طعیمہ بن عدی، جبیر بن مطعم، حارث بن عامر، نضر بن حارث، ابوالبختری بن ہشام، رزمعہ بن الاسود، حکیم بن حزام، ابوجہل بن ہشام، امیہ بن خلف وغیرہ ابلیس لعین ایک بوڑھے شخص کی شکل میں نمودار ہوا، اور دروازے پر کھڑا ہوگیا، لوگوں نے دریافت کیا کہ آپ کون ہیں؟ کہا بخدا میں ایک شخص نجدی ہوں تمہاری گفتگو سننا چاہتا ہوں اگر اجازت ہو تو اپنی رائے اور مشورہ سے میں تمہاری امداد کروں گا۔ لوگوں نے اندر آنے کی اجازت دی، اور گفتگو شروع ہوئی کسی نے کہا کہ آپ کو کسی بند کوٹھڑی میں قید کر دیا جائے۔ شیخ نجدی نے کہا یہ رائے درست نہیں اس لئے کہ اس کے اصحاب نے اگر کہیں سن لیا تو تم پر ٹوٹ پڑیں گے اور انکو چھڑا کر لے جائیں گے۔ کسی نے کہا آپ کو جلاوطن کر دیا جائے۔ شیخ نجدی نے کہا کہ یہ رائے تو بالکل ہی غلط ہے کیا تم کو اس کے کلام کی خوبی اور شیرینی اور دل آویزی اور دلوں میں اس کا چھا جانا معلوم نہیں اگر ان کو یہاں سے نکال دیا گیا تو ممکن ہے کہ دوسرے شہر والے ان کا کلام سن کر ان پر ایمان لے آئیں اور پھر سب مل کر ہم پر حملہ آور ہوں۔

ابوجہل نے کہا میری رائے یہ ہے کہ نہ تو ان کو قید کیا جائے اور نہ جلاوطن کیا جائے۔ بلکہ ہر قبیلہ میں سے ایک نوجوان منتخب کیا جائے، اور پھر سب مل کر دفعۃً محمد ﷺ کو قتل کر ڈالیں اس طرح محمد ﷺ کا خون تمام قبائل میں تقسیم ہو جائے گا، اور بنی عبد مناف تمام قبائل سے نہ لڑ سکیں گے مجبوراً خون بہا اور دیت پر معاملہ ختم ہو جائے گا۔ شیخ نجدی نے کہا واللہ رائے تو بس یہی ہے، اور حاضرین جلسہ نے بھی اس رائے کو بہت پسند کیا۔ (طبقات ابن سعد: ص: ۱۵۲؛ ج۔۱)

اور یہ بھی طے پایا کہ یہ کام اسی شب میں انجام کو پہنچا دیا جائے۔ ادھر جلسہ برخاست ہوا اور ادھر جبریل امین وحی ربانی لیکر پہنچے۔ چنانچہ جب رات کا وقت آیا اور تاریکی چھا گئی تو قریش نے حسب قرارداد آ کر آپ کے مکان کو گھیر لیا کہ جب آپ سو جائیں تو آپ پر حملہ کریں آپ نے لوگوں کی امانتیں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے سپرد کیں کہ صبح کو یہ امانتیں لوگوں تک پہنچا دینا، ابوجہل لعین باہر کھڑا ہوا ہنس ہنس کر لوگوں سے کہہ رہا تھا کہ محمد ﷺ کا زعم یہ ہے کہ اگر تم ان کا اتباع کرو گے، تو دنیا میں عرب و عجم کے بادشاہ بنو گے، اور مرنے کے بعد تم کو بہشت بریں ملے گی، اور ان پر ایمان نہ لاؤ گے، تو دنیا میں ان کے متبعین کے ہاتھ سے قتل ہو جاؤ گے، اور مرنے کے بعد جہنم میں جلو گے آنحضرت ﷺ گھر میں ایک مشت خاک لیے ہوئے، برآمد ہوئے اور فرمایا کہ ہاں میں یہی کہتا ہوں، اور تو

بھی ایک انہی میں سے ہے کہ دنیا میں میرے اصحاب کے ہاتھ سے قتل ہوگا، اور مرنے کے بعد جہنم میں جلے گا، اور اس مشت خاک پر سورۃ یٰسین کی شروع کی آیتیں "فَأَغْشَيْنٰهُمْ فَهُمْ لَا يُبْصِرُوْنَ" تک پڑھ کر ان کے سروں پر ڈال دی۔ اللہ نے انکو آنکھوں پر پردہ ڈال دیا، اور آپ ان کے سامنے سے گزر گئے اور کسی کو نظر نہ آئے۔ (عیون الاثر: ص ۱۷۷: تا ۱۷۹ ج ۱)

سفر ہجرت میں آنحضرت ﷺ نے اونٹنی خریدی تھی

معجم طبرانی میں حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا بہتر ہے کہ اگر آپ قیمۃ لینا چاہیں قیمۃ لے لیں۔ (فتح الباری: ص: ۱۸۳، ج ۷)

مطلب یہ ہے کہ میری ذاتی خواہش کچھ نہیں میری ہر خواہش اور ہر میلان آپ کے اشارہ کے تابع ہے، اس مقام پر بعض لوگوں کو یہ شبہ پیش آیا ہے کہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اس اونٹنی کی قیمت سے کہیں زائد آپ کی ذات بابرکت پر خرچ کیا، اور آپ نے اس کو قبول فرمایا چنانچہ صحیح بخاری میں ہے جس قدر ابو بکر رضی اللہ عنہ نے اپنی جان اور مال سے مجھ پر احسان کیا اتنا کسی نے نہیں کیا، اور ترمذی میں ہے جس شخص نے میرے ساتھ جو احسان کیا ہے میں نے اس کی مکافات کردی ہے سوائے ابو بکر رضی اللہ عنہ کے، کہ اس کے احسانات کا بدلہ قیامت کے دن اللہ ہی دے گا، اس لئے شبہ ہوا کہ اس وقت آپ نے اونٹنی قیمت دینے میں کیوں اسرار فرمایا؟

جواب: یہ ہے کہ ہجرت ایک عظیم عبادت ہے جس کو حق تعالیٰ نے بعد ایمان کے ذکر فرمایا ہے اس لئے آپ اس عبادت عظمیٰ میں کسی کو شریک نہیں کرنا چاہتے تھے، آپ یہ چاہتے تھے کہ خدا کی راہ میں ہجرت صرف اپنی ہی جان و مال سے ہو۔

(سہیلی روض الانف: ص ۳: ج ۲: زرقانی شرح مواہب: ص: ۲۷۳: ج ۱)

﴿۳۱﴾ **تفصیل ذمائم کفار** : قبیلہ بنی عبد الدار میں سے ایک شخص نضر بن حارث تھا یہ بھی رسول اللہ ﷺ سے بہت زیادہ دشمنی رکھتا تھا مشرکین مکہ قرآن مجید سنتے تھے اور اس کے مقابلے میں کوئی ایک آیت لانے سے بھی عاجز تھے اس کی فصاحت و بلاغت کا مقابلہ نہیں کر سکتے تھے جب ان کو چیلنج کیا گیا تو اس کے مقابلے میں ایک سورۃ بنا کر لاؤ تو عاجز رہ گئے لیکن نضر بن حارث نے "کھسیانی بلی کھمبا نوچے" کے طریقے پر خفت مٹانے کے لئے یوں کہا "لو نشاء لقلنا مثل ھذا" "اگر ہم چاہیں تو ایسا کلام کہہ دیں" مطلب یہ تھا کہ یہ بات نہیں کہ ہم عاجز ہیں کہہ تو سکتے ہیں لیکن کہتے نہیں ہمیں کوئی مجبوری نہیں ہے کہ مقابلے کے لئے ہم اس جیسا کلام بنا کر لائیں اور مزید اس نے یہ بھی کہا "ان ھذا الا اساطیر الاولین" کہ یہ جو محمد ﷺ سناتے ہیں پہلے لوگوں کی باتیں ہیں جو ان کے مکتوب سے ملتی ہیں اس کے کہنے کا مقصد یہ تھا کہ یہ کوئی اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل شدہ کلام نہیں ہے پہلے لوگوں کی باتیں ہیں جو محمد ﷺ نے یاد کرلی ہیں انہی کو سناتے رہتے تھے۔ (معالم التنزیل: ص: ۲۰۶، ج ۲)

﴿۳۲﴾ **مشرکین کا مطالبہ** : اس آیت میں مشرکین مکہ کے انتہائی جہل وشقاوت وعناد کا اظہار ہے۔ چنانچہ یہ دعا ابو جہل نے مکہ سے نکلتے وقت کی آخر کار جو منہ مانگا اس کا نمونہ بدر میں دیکھ لیا خود جہنم رسید ہوا (۶۹) سرداروں کے ساتھ اور ستر سردار ذلت و رسوائی سے گرفتار ہوئے۔ اسی طرح اللہ پاک نے ہمیشہ کے لئے جڑ کاٹ دی۔ اگرچہ قوم لوط کی طرح پتھر نہیں برسائے مگر ایک مٹھی سنگریزے جو اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد ﷺ کے ہاتھ سے پھینکے تھے، وہ آسمانی سنگباری کا ایک چھوٹا سا نمونہ تھا۔ (تفسیر عثمانی)

﴿۳۳﴾ **مانع عذاب وجود خاتم الانبیاء** : حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ مکہ میں آنحضرت ﷺ کے قدم مبارک سے عذاب اٹک رہا تھا اب ان پر عذاب آیا اسی طرح جب تک گنہگار نادم رہے اور توبہ کرتے رہے تو پکڑے نہیں جاتے۔ اگرچہ بڑے سے بڑا گناہ کیا ہو۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا گنہگاروں کو دو چیزیں پناہ دیتی ہیں ایک آنحضرت ﷺ کا وجود مبارک اور

دوسرا استغفار۔

﴿۳۴﴾ مقتضیاتِ عذاب۔ ❶ کیا وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کو سزا نہ دے یعنی قریش مکہ اپنے آپ کو اولادِ ابراہیم سمجھ کر کعبہ کے متولی سمجھتے تھے اور مسلمانوں کو مسجد حرام میں نہیں آنے دیتے تھے۔ اور یہی چیز مقتضائے عذاب ہے حالانکہ اس بات کا حق ان کو ہرگز حاصل نہیں ہے بلکہ وہ لوگ تو متولی بننے کے اہل بھی نہیں ہیں۔ اِنْ اَوْلِيَآؤُهٗ... الخ مستحقین مسجد حرام: اللہ پاک نے فرمایا کہ اولادِ ابراہیم میں جو پرہیزگار ہیں اسی کو حق ہے اور بے انصافوں کو کوئی حق نہیں ہے۔

فائدہ: آنحضرت ﷺ کی وفات کے بعد مسجد حرام کے متولی حضرات خلفاء راشدین رضوان اللہ علیہم اجمعین تھے اور قرآن کریم ان کے متقین ہونے پر شہادت دے رہا ہے اب جو ان کو متقی نہ مانے بلکہ ان کو منافق کہے وہ اپنے انجام کا خود فیصلہ کر لے۔

﴿۳۵﴾ مقتضیاتِ عذاب۔ ❷ پرہیزگاروں کو مسجد میں آنے نہیں دیتے اور خود وہاں یہ لغو حرکتیں کرتے ہیں انکی لغو حرکتوں کو صلوٰۃ سے تعبیر فرمایا جیسے آج بہت سی قومیں گھنٹیاں اور ناقوس بجانے کو بڑی عبادت سمجھتے ہیں۔ اور بعض فرماتے ہیں کہ سیٹیاں اور تالیاں بجانا مسلمانوں کی عبادت میں خلل ڈالنے کے لئے ہوتا تھا یا ہنسی مذاق کے لئے ایسا کرتے تھے۔ (کذا فی تفسیر نیشاپوری)

فَذُوْقُوا الْعَذَابَ یہاں عذاب سے مراد یا عذاب سیف ہے جیسے بدر وغیرہ میں ہوا کہ ان کو تلواروں سے کاٹا جائے اور ان کے خلاف جنگ کی جائے یا عذاب آخرت ہے۔ (کبیر: ص: ۱۵۰ ج: ۱۵: طبع دار الفکر: روح المعانی: ص: ۲۶۸: ج: ۹)

﴿۳۶﴾ ہدایت سے خالی ہونے کا نتیجہ: یہ سب کچھ نورِ ہدایت کے نہ ہونے کا نتیجہ ہے کہ اپنے مال کو بے جا یعنی دین اسلام کے خلاف صرف کر رہے ہیں قیامت کے دن موجب حسرت و ندامت اور عذاب ہوگا۔ "ثُمَّ يُغْلَبُوْنَ" پھر قیامت کے دن مغلوبیت حسرت کا اظہار کریں گے یعنی ایک تو مال کے ضائع ہونے کا اور دوسرا ان کے مغلوب ہونے کا۔ اقتصادی جنگ: کفار کا ہمیشہ سے دستور ہے کہ وہ اسلام اور اہل اسلام کے خلاف اقتصادی جنگ کو جاری رکھا ہے کہ انہوں نے اپنا مال اسلام اور اہل اسلام کو نقصان پہنچانے کے لئے بھرپور خرچ کیا ہے اور کر رہے ہیں جس کی نظیر موجودہ دور میں افغانستان ہے یہاں امریکہ اور اس کے حواری کیا کچھ نہیں کر رہے سب کچھ پورے دنیا کے سامنے ہے۔ (بالآخر اب امریکہ ذلیل ہو کر افغانستان چھوڑ گیا ہے۔ الحمد للہ)

﴿۳۷﴾ تذکیر بما بعد الموت سے تخویف اخروی: اب تو انہیں نورِ ہدایت نہ پانے کے باعث کافر اور مسلم میں تمیز نہیں ہے قیامت کے دن تمیز کرا کے انکو جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔

قُلْ لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِنْ يَّنْتَهُوْا يُغْفَرْ لَهُمْ مَّا قَدْ سَلَفَ ۚ وَاِنْ يَّعُوْدُوْا

(اے پیغمبر) آپ کہہ دیں ان لوگوں سے جنہوں نے کفر کیا اگر وہ باز آجائیں تو معاف کر دیا جائے گا جو پہلے ہو چکا ہے اور اگر پلٹ کر کریں گے

فَقَدْ مَضَتْ سُنَّتُ الْاَوَّلِيْنَ ۝۳۸ وَقَاتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ وَّيَكُوْنَ

(وہی بات) پس تحقیق گزر چکا ہے دستور پہلے لوگوں کا ﴿۳۸﴾ اور (اے اہل ایمان) لڑو ان (کفر و شرک کرنیوالوں) سے یہاں تک کہ نہ رہے

الدِّيْنُ كُلُّهٗ لِلّٰهِ ۚ فَاِنِ انْتَهَوْا فَاِنَّ اللّٰهَ بِمَا يَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ۝۳۹ وَاِنْ تَوَلَّوْا

فساد اور ہو جائے اطاعت سب کی سب اللہ کیلئے پھر اگر یہ لوگ باز آجائیں تو بیشک اللہ تعالیٰ جو کچھ وہ کام کرتے ہیں اسے دیکھتا ہے ﴿۳۹﴾ اور اگر وہ روگردانی کریں

فَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ مَوْلٰىكُمْ ۭ نِعْمَ الْمَوْلٰى وَنِعْمَ النَّصِيْرُ ۝۴۰

تو جان لو کہ بیشک اللہ تمہارا آقا ہے وہ بہتر آقا ہے اور بہتر مددگار ﴿۴۰﴾

﴿۳۸﴾ قُلْ لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا ...الخ ربط آیات۔ ❶ گزشتہ آیات میں کفار کے خسران اور نقصان کا بیان تھا اب ان آیات میں خسارہ اور نقصان سے نکلنے کا راستہ بتاتے ہیں کہ کفر وعداوت چھوڑ دو اور اسلام میں داخل ہو جاؤ۔ تو گزشتہ تمام گناہ بخش دیئے جائیں گے۔

❷ گزشتہ آیات میں کفار کے اقوال کفریہ اور اعمال کفریہ کا بیان تھا، اب ان آیات میں بینات کے سننے کے بعد کفار کی دو حالتیں ہیں یا تو اسلام قبول کریں گے یا اپنے کفر اور عناد میں قائم رہیں گے۔

خلاصہ رکوع ❺ معاندین حق کو دعوت اسلام کی ترغیب وترہیب اور اس کے نتائج، چھٹا دفعہ غایت قتال، کفار کے مقابلہ میں حکم استقلال، ساتواں دفعہ قانون تقسیم غنائم، یوم بدر کی تفصیلات، مقام بدر میں فرشتوں کا محل وقوع، العام۔۱۔۲۔۳۔۴۔ ماخذ آیات ۳۸ تا ۴۴+

معاندین حق کو دعوت اسلام کی ترغیب وترہیب اور اس کے نتائج :مطلب آیت کا یہ ہے کہ معاندین حق سے کہہ دیں کہ اگر اب بھی باز آجائیں یعنی اسلام قبول کرلیں تو وہ سب گناہ معاف ہو جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ اپنے حقوق کو معاف کر دے گا۔ اور حقوق العباد معاف نہ ہونگے۔ حدیث میں ہے کہ "اَلْاِسْلَامُ يَهْدِمُ مَا كَانَ قَبْلَهٗ" یعنی اسلام سے پہلے کیئے ہوئے گناہ اسلام لانے سے مٹ جاتے ہیں۔ اور اگر باز نہ آئیں تو پہلی امتوں کی طرح ان پر عذاب آئے گا۔

﴿۳۹﴾ چھٹا دفعہ غایت قتال :وفاداران مملکت الٰہی (مؤمنین) اس وقت تک تلوار نیام میں نہیں ڈالیں گے جب تک باغیوں (کفار) کی قوت کو پاش پاش نہ کردیں علَم توحید کے سامنے سرنگوں نہ کرلیں۔ اور توحید کا پھریرا ساری دنیا میں لہرانے نہ لگ جائے۔ پھر اگر یہ کفار مکہ کفر سے باز آجائیں تو ان کے ظاہری اسلام کو قبول کرلو دل کا حال مت ٹٹولو کیونکہ اگر یہ دل سے ایمان نہیں لائیں گے تو اللہ تعالیٰ ان کے اعمال کو خوب دیکھتے ہیں۔ فتنہ سے مراد شرک اور کفر ہے۔ (معالم التنزیل :ص ۲۰۹ ج:۲ :)

﴿۴۰﴾ کفار کے مقابلہ میں حکم استقلال :اگر وہ اپنی شرارت بغاوت سے باز نہ آئیں یعنی اسلام قبول نہ کریں اور مسلمانوں کے مقابلہ میں جمے رہیں تو تم بھی ان کے مقابلہ میں جمے رہو یقین رکھو اللہ تمہارا حامی ومددگار ہے۔ تم کو غلبہ اور عزت دے گا اور انکو مغلوب کرے گا، اور ان کے مال ودولت کا تمہیں مالک بنائے گا۔ جسکی تقسیم کا طریقہ آئندہ آیت میں موجود ہے۔

الحمدللہ نویں پارہ کی تفسیر مکمل ہوئی۔ "وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ محمد وآلہ واصحابہ اجمعین" نظر ثانی مسجد نبوی ﷺ میں ہوئی بروز جمعۃ المبارک بوقت انتظار نماز جمعہ۔

وَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِّنْ شَيْءٍ فَاَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهٗ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى

اور اچھے طریقے سے جان لو کہ بیشک جو تم نے حاصل کیا غنیمت میں پس بیشک اللہ تعالیٰ کیلئے ہے اس کا پانچواں حصہ اور اللہ کے رسول کیلئے اور اللہ کے

وَالْمَسٰكِيْنِ وَابْنِ السَّبِيْلِ اِنْ كُنْتُمْ اٰمَنْتُمْ بِاللّٰهِ وَمَآ اَنْزَلْنَا عَلٰى عَبْدِنَا يَوْمَ

رسول کے قرابتداروں کیلئے اور یتیموں کیلئے اور مسکینوں کیلئے اور مسافروں کیلئے اگر تم ایمان رکھتے ہو اللہ پر اور اس چیز پر جس کو ہم نے اتارا اپنے بندے پر فیصلے کے دن

الْفُرْقَانِ يَوْمَ الْتَقَى الْجَمْعٰنِ ۭ وَاللّٰهُ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۴۱﴾ اِذْ اَنْتُمْ بِالْعُدْوَةِ

جس دن کہ دو جماعتیں آپس میں ملیں اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قدرت رکھنے والا ہے ﴿۴۱﴾ اور جس وقت تھے تم ادھر والے

الدُّنْيَا وَهُمْ بِالْعُدْوَةِ الْقُصْوٰى وَالرَّكْبُ اَسْفَلَ مِنْكُمْ ۚ وَلَوْ تَوَاعَدْتُّمْ لَاخْتَلَفْتُمْ

کنارے پر اور وہ (کافر) پرلے کنارے پر تھے اور قافلہ نیچے کی طرف اتر گیا تھا تم سے اور اگر تم آپس میں وعدہ کرتے تو خلاف کرتے

فِي الْمِيْعٰدِ ۙ وَلٰكِنْ لِّيَقْضِيَ اللّٰهُ اَمْرًا كَانَ مَفْعُوْلًا ۙ لِّيَهْلِكَ مَنْ هَلَكَ عَنْۢ بَيِّنَةٍ وَّ

وعدے میں لیکن تا کہ اللہ تعالیٰ فیصلہ کرے اس بات کا جو طے شدہ ہے تا کہ ہلاک ہو جو ہلاک ہوتا ہے کھلی دلیل کے بعد اور زندہ رہے جو زندہ

يَحْيٰى مَنْ حَيَّ عَنْۢ بَيِّنَةٍ ۗ وَاِنَّ اللّٰهَ لَسَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿٤٢﴾ اِذْ يُرِيْكَهُمُ اللّٰهُ فِيْ مَنَامِكَ

رہتا ہے کھلی دلیل کے بعد۔ اور بیشک اللہ تعالیٰ سننے والا جاننے والا ہے ﴿۴۲﴾ جب وہ دکھاتا تھا تمہیں ان لوگوں کو آپ کے خواب میں

قَلِيْلًا ۗ وَلَوْ اَرٰىكَهُمْ كَثِيْرًا لَّفَشِلْتُمْ وَلَتَنَازَعْتُمْ فِي الْاَمْرِ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ سَلَّمَ ۗ اِنَّهٗ

تھوڑے کر کے اور دکھاتا تمہیں وہ زیادہ تو تم کمزور ہو جاتے اور جھگڑا کرتے معاملہ میں لیکن اللہ نے بچا لیا بیشک وہ سینوں

عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ﴿٤٣﴾ وَاِذْ يُرِيْكُمُوْهُمْ اِذِ الْتَقَيْتُمْ فِيْٓ اَعْيُنِكُمْ قَلِيْلًا وَّيُقَلِّلُكُمْ

کے رازوں کو جاننے والا ہے ﴿۴۳﴾ اور جبکہ دکھاتا تھا تم کو وہ تمہاری آنکھوں میں تھوڑے جبکہ تم نے ٹکر لی، اور تمہیں تھوڑا کر کے دکھاتا تھا

فِيْٓ اَعْيُنِهِمْ لِيَقْضِيَ اللّٰهُ اَمْرًا كَانَ مَفْعُوْلًا ۗ وَاِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ ﴿٤٤﴾

ان کی آنکھوں میں تا کہ فیصلہ کرے اللہ تعالیٰ اس بات کا جو طے شدہ ہے اور اللہ ہی کی طرف لوٹائے جاتے ہیں تمام معاملات ﴿۴۴﴾

﴿۴۱﴾ **ساتواں دفعہ قانون تقسیم غنائم** : کفار سے لڑائی میں جو مال غنیمت وصول ہوا اس کو یوں تقسیم کرو۔ اس کا پانچوں حصہ اللہ تعالیٰ کی نیاز ہے جسے اللہ تعالیٰ کی نیابت کے طور پر پیغمبر ﷺ وصول کر کے پانچ جگہ خرچ کر سکتے ہیں۔ ❶ اپنی ذات پر۔ ❷ اپنے ان قرابت داروں پر (بنی ہاشم و بنی مطلب) جنہوں نے ہمیشہ اللہ تعالیٰ کے کام میں آپکی مدد و نصرت کی اور اسلام کی خاطر یا محض قرابت کی وجہ سے آپ کا ساتھ دیا۔ اور مدز کوۃ سے ان کے لئے لینا حرام ہوا۔ ❸ یتیموں پر۔ ❹ حاجتمند مسلمانوں پر۔ ❺ مسافروں پر۔ پھر غنیمت میں چار حصے باقی ہیں۔ وہ لشکر پر تقسیم کیے جائیں۔ سوار کو دو حصے اور پیدل کو ایک حصہ، آنحضرت ﷺ کی وفات کے بعد خمس کے پانچ مصارف میں سے حنفیہ کے نزدیک صرف تین آخری باقی رہ گئے ہیں کیونکہ حضور ﷺ کی رحلت کے بعد حضور ﷺ کی ذات کا خرچ نہیں رہا۔ اور نہ اہل قرابت کا وہ حصہ رہا جو انکو حضور ﷺ کی نصرت قدیمہ کی بناء پر ملتا تھا، اور وفات نبی کے بعد نصرت باقی نہیں اس وجہ سے وہ حصہ ساقط ہو گیا۔ البتہ مساکین اور حاجت مندوں کا جو حصہ ہے اس میں سب حضور کے قرابت دار مساکین اور اہل حاجت کو مقدم رکھا جانا چاہئے۔ بعض علماء کے نزدیک حضور ﷺ کے بعد امیر المؤمنین کو اپنے مصارف کے لئے خمس الخمس ملنا چاہئے۔ واللہ اعلم

﴿۴۲﴾ **یوم بدر کی تفصیلات** : سورۃ کے شروع سے غزوہ بدر اور اس کے انعامات کا ذکر چلا آ رہا ہے انہیں انعامات میں سے اب گویا یہاں سے ان کے تتمہ کا ذکر ہے۔

اِذْ اَنْتُمْ : مقام بدر میں فریقین کا محل وقوع انعام ❶ یعنی اے مسلمانو تم میدان جنگ کے "بِالْعُدْوَةِ الدُّنْيَا"

نزدیک کے کنارہ پر تھے یعنی جو مدینہ منورہ کے قریب تھا۔ "وَهُمْ بِالْعُدْوَةِ الْقُصْوٰى" اور کافر پرلے کنارہ پر تھے جو مدینہ سے بعید تھا۔ "وَالرَّكْبُ اَسْفَلَ مِنْكُمْ" اور قریش کا قافلہ جس کے لئے مسلمان آئے تھے وہ نشیب میں تھا۔

وَلَوْ تَوَاعَدْتُّمْ ...الخ انعام۔ ❷ اور اگر تم مشرکین سے آپس میں لڑائی کا وعدہ کر لیتے تو وعدہ پورا کرنے میں اختلاف کرتے۔ مسلمان تو اپنی قلت اور ان کی کثرت کے باعث مقابلہ کرنے سے ڈرتے اور کافر تم سے مقابلہ کرنے سے ڈرتے تھے کیونکہ ان کے دل میں آنحضرت ﷺ کی ہیبت بیٹھی ہوئی تھی۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ نے بغیر دونوں فریق کے جنگ کرادی جو کہ اللہ تعالیٰ کا ارادہ تھا کہ کفر کا زور ٹوٹے اور اسلام عزت پائے اس لئے اس نے تم کو بغیر وعدہ کے ایک دوسرے سے لڑا دیا، تا کہ اس کے بعد جو ہلاک ہو وہ حجت قائم ہونے کے بعد ہلاک ہو کیونکہ وہ نشانیوں کو اپنی آنکھوں سے دیکھ چکا ہے۔ اور جو زندہ رہے وہ بھی حجت قائم ہونے کے بعد زندہ رہے اللہ سب کے احوال اور باتوں کو سننے والا ہے الغرض اس فتح کے بعد کافروں پر صدق پیغمبر کھل گیا۔ جو مرا وہ بھی یقین جان کر مرا اور جو جیتا رہا وہ بھی حق پہچان کرتا کہ اللہ کا الزام پورا ہو۔ (موضح القرآن)

﴿۴۳﴾ انعام ❸ بدر کی لڑائی سے چند دن پہلے آپ ﷺ نے خواب دیکھا کہ تھوڑے سے لوگ ہیں جن سے ہم لڑ رہے ہیں تو اس سے مسلمانوں کی ہمتیں بلند ہوئیں۔ سُؤَال: نبی کا خواب تو سچا ہوتا ہے آپ نے خواب میں کفار کو کم دیکھا حالانکہ کفار مسلمانوں سے تین گنا زیادہ تھے۔ (حاشیہ جلالین: ص۔۱۵۱) جَوَاب: خواب کی حقیقت اور ہوتی ہے اور صورت اور ہوتی ہے قلت سے مراد شکست تھی عادۃً قلت والوں کی شکست ہوتی ہے۔ (ص:۴۲، ۱ج:۳ مطبع دار الفکر وغیرہ)

﴿۴۴﴾ انعام ❹ میدان جنگ میں فریقین کا عجیب منظر۔ چنانچہ جب مسلمان اپنے دشمنوں سے لڑنے کے لئے مقابل ہوئے اور دونوں صفوں کا آمنا سامنا ہوا تو حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اپنے ساتھ والے صحابی سے کہنے لگے کہ شاید کافروں کی تعداد ستر ہے اس صحابی نے کہا میرے خیال میں سو کے قریب ہیں حالانکہ وہ تو نو سو پچاس تھے کفار تعداد میں کم اس لئے دکھلائے گئے تا کہ نبی کا خواب سچا ہو اور اسکو مسلمان حالت بیداری میں دیکھ کر تصدیق کریں، اور انکی جرأت و ہمت بڑھ جائے۔ اور کافروں کو مسلمانوں کی تعداد کم نظر آنے لگے۔ اس لئے کم دکھائی تا کہ کافر لڑائی پر دلیر ہوں، اگر اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو انکی آنکھوں میں زیادہ دکھاتا تو ان کے ستر آدمی قتل نہ ہوتے وہ ڈر کر سب بھاگ جاتے۔ اور یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانیوں میں سے ہے۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا لَقِيْتُمْ فِئَةً فَاثْبُتُوْا وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴿۴۵﴾

اے ایمان والو! جب تمہاری ٹکر ہو کسی دشمن کے گروہ سے پس ثابت قدم رہو اور ذکر کرو اللہ کا کثرت سے تا کہ تم فلاح پا جاؤ ﴿۴۵﴾

وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَا تَنَازَعُوْا فَتَفْشَلُوْا وَتَذْهَبَ رِيْحُكُمْ وَاصْبِرُوْا ؕ اِنَّ اللّٰهَ

اور فرمانبرداری کرو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی اور آپس میں جھگڑا نہ کرو پس کمزور ہو جاؤ گے اور تمہاری ہوا اکھڑ جائے گی اور صبر کرو بیشک اللہ تعالیٰ

مَعَ الصّٰبِرِيْنَ ﴿۴۶﴾ وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ خَرَجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ بَطَرًا وَّرِئَآءَ النَّاسِ

صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے ﴿۴۶﴾ اور اے اہل ایمان نہ ہو تم ان لوگوں کی طرح جو نکلے اپنے گھروں سے اکڑتے ہوئے اور لوگوں کو دکھانے کیلئے اور وہ روکتے تھے

وَيَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ بِمَا يَعْمَلُوْنَ مُحِيْطٌ ﴿۴۷﴾ وَاِذْ زَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ

اللہ کے راستے سے اور اللہ تعالیٰ احاطہ کرنے والا ہے جو کچھ وہ کام کرتے ہیں ﴿۴۷﴾ اور وہ وقت بھی قابل ذکر ہے جب مزین کیا ان کیلئے شیطان نے

أَعْمَالَهُمْ وَقَالَ لَا غَالِبَ لَكُمُ الْيَوْمَ مِنَ النَّاسِ وَإِنِّي جَارٌ لَّكُمْ فَلَمَّا تَرَاءَتِ

ان کے اعمال کو اور کہا اس نے نہیں غالب آنے والا آج کے دن تم پر کوئی بھی لوگوں میں سے اور بیشک میں تمہارا حمایتی ہوں پھر جب آمنے سامنے

الْفِئَتَانِ نَكَصَ عَلَىٰ عَقِبَيْهِ وَقَالَ إِنِّي بَرِيءٌ مِّنكُمْ إِنِّي أَرَىٰ مَا لَا تَرَوْنَ

ہوئے دو گروہ، پلٹ گیا وہ الٹے پاؤں اور کہا میں تو بیزار ہوں تم سے بیشک میں دیکھتا ہوں جو تم نہیں دیکھتے میں ڈرتا ہوں

إِنِّي أَخَافُ اللَّهَ ۚ وَاللَّهُ شَدِيدُ الْعِقَابِ ﴿٤٨﴾

اللہ سے اور اللہ تعالیٰ بہت سخت سزا دینے والا ہے ﴿۴۸﴾

﴿۴۵﴾ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا ... الخ ربط آیات: اوپر سے بدر کے واقعات اور جہاد وقتال کے احکام کا ذکر چلا آرہا ہے اب ان آیات میں مسلمانوں کو جہاد کے ظاہری اور باطنی آداب کی تعلیم دی جاتی ہے کہ جہاد وقتال کے وقت ان امور کو خاص طور پر خیال رکھو۔

خلاصہ رکوع ۶ آٹھواں دفعہ جہاد وقتال میں آداب ظاہری وباطنی کی مسلمانوں کو تعلیم، نواں دفعہ تمام امور میں اطاعت، کفار مکہ کو شیطان کا دھوکہ۔ ماخذ آیات ۴۵: تا ۴۸+

آٹھواں دفعہ جہاد وقتال کے آداب ظاہری وباطنی کو مسلمانوں کی تعلیم: وہ چھ ہیں۔ ❶ ثابت قدم رہو، یعنی بھاگو مت۔ ❷ مقابلہ کے وقت بھی اللہ تعالیٰ کا خوب کثرت سے ذکر کرو کیونکہ ذکر سے ثبات وطمانیت قلب پیدا ہوتی ہے "أَلَا بِذِكْرِ اللَّهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوبُ" (سورۃ الرعد ۲۸:) جب ثبات قدم وثبات ذکر جمع ہوں تو کامیابی غالب ہے۔

﴿۴۶_۴۷﴾ **نواں دفعہ تمام امور میں اطاعت** ❸ تمام امور میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کا لحاظ رکھو کہ کوئی کاروائی خلاف شرع نہ ہو۔ ❹ اپنے امام سے اور باہم بھی نزاع مت کرو بلکہ اتحاد رکھو کیونکہ باہم نااتفاقی کی وجہ سے تمہارے رعب وہیبت میں فرق آجائے گا، دشمن امید کرنے لگیں گے اور تمہاری قوتیں منتشر ہو جائیں گیں، ایک کو دوسرے پر اعتماد نہیں رہے گا۔ پھر اکیلا آدمی کیا کر سکتا ہے۔؟۔ ❺ اگر کوئی امر ناگوار پیش آئے تو اس پر صبر کرو صابرین کیساتھ معیت الٰہی ہے۔ جو کہ موجب نصرت ہے۔ ❻ جہاد میں نیت خالص اعلاء کلمۃ اللہ کی رکھو تفاخر اور نمائش سے دور رہو۔ ورنہ کفار بدر کی طرح ساری شیخی خاک میں مل جائے گی۔

چنانچہ کفار بدر کو جام شراب کی جگہ موت کا پیالہ پینا پڑا محفل سرور ونشاط کی جگہ نوحہ وماتم کی صفیں بدر سے مکہ مکرمہ تک بچھ گئیں جو تفاخر ونمائش میں خرچ کرنا چاہتے تھے وہ مسلمانوں کا لقمہ غنیمت بنا مسلمانوں کی خلوص نیت سے ایمان وتوحید کے دائمی غلبہ کا بنیادی پتھر بدر کے میدان میں نصب ہو گیا گویا ایک طرح چھوٹے سے قطعہ زمین میں خدا تعالیٰ نے زمین کی ملک واقوام کی قسمتوں کا فیصلہ کر دیا۔ بہرحال یاد رکھنا چاہئے کہ جہاد محض ہنگامہ گشت وخون کا نام نہیں بلکہ عظیم الشان عبادت ہے۔ عبادت پر اترا دے یا دکھاوے کو کرے تو قبول نہیں لہٰذا تم فخر وغرور اور ریاء ونمائش میں کفار کی چال مت چلو۔

﴿۴۸﴾ **کفار مکہ کو شیطان کا دھوکہ**: جب کافروں کا لشکر لڑائی کو نکلا تو راستے میں ایک بوڑھا شخص ملا اور کہا کہ میں بھی مسلمانوں کا جانی دشمن اور جنگ کا بڑا ماہر ہوں تمہاری حمایت کو آیا ہوں پھر جب میدان کارزار گرم ہوا تو مسلمانوں کی جانب سے

جبریل ومیکائیل اور دیگر فرشتوں کو لڑتے دیکھا تو ابوجہل سے ہاتھ چھڑا کر بھاگ گیا یہ شیطان تھا۔ (تفصیل کے لیے کبیر دیکھیں)

إِذْ يَقُولُ الْمُنَافِقُونَ وَالَّذِينَ فِي قُلُوبِهِم مَّرَضٌ غَرَّ هَٰؤُلَاءِ دِينُهُمْ ۗ وَمَن

جب کہتے تھے منافق اور وہ لوگ جن کے دلوں میں بیماری ہے دھوکا دیا ہے ان (مسلمانوں) کو ان کے دین نے اور جو شخص

يَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ فَإِنَّ اللَّهَ عَزِيزٌ حَكِيمٌ ﴿٤٩﴾ وَلَوْ تَرَىٰ إِذْ يَتَوَفَّى الَّذِينَ كَفَرُوا ۙ الْمَلَائِكَةُ

بھروسہ کرے گا اللہ تعالیٰ پر تو بے شک اللہ تعالیٰ زبردست اور حکمت والا ہے ﴿۴۹﴾ اور اگر دیکھے تو (اے مخاطب) جبکہ وفات دیتے ہیں کافروں کو فرشتے

يَضْرِبُونَ وُجُوهَهُمْ وَأَدْبَارَهُمْ وَذُوقُوا عَذَابَ الْحَرِيقِ ﴿٥٠﴾ ذَٰلِكَ بِمَا قَدَّمَتْ

تو مارتے ہیں ان کے مونہوں اور ان کی پشتوں پر اور (کہتے ہیں) چکھو جلانے والا عذاب ﴿۵۰﴾ یہ وہ ہے جو تمہارے ہاتھوں نے آگے بھیجا

أَيْدِيكُمْ وَأَنَّ اللَّهَ لَيْسَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيدِ ﴿٥١﴾ كَدَأْبِ آلِ فِرْعَوْنَ ۙ وَالَّذِينَ مِن قَبْلِهِمْ ۚ

اور بیشک اللہ تعالیٰ ذرہ بھر بھی ظلم نہیں کرتا بندوں پر ﴿۵۱﴾ ان کی عادت مثل آل فرعون کی عادت کے ہے اور ان لوگوں کی جو پہلے گزرے ہیں ان سے

كَفَرُوا بِآيَاتِ اللَّهِ فَأَخَذَهُمُ اللَّهُ بِذُنُوبِهِمْ ۗ إِنَّ اللَّهَ قَوِيٌّ شَدِيدُ الْعِقَابِ ﴿٥٢﴾

کفر کیا انہوں نے اللہ کی آیتوں کے ساتھ پس پکڑا ان کو اللہ تعالیٰ نے ان کے گناہوں کے بدلے بیشک اللہ تعالیٰ قوی (زوروالا) اور سخت سزا دینے والا ہے ﴿۵۲﴾

ذَٰلِكَ بِأَنَّ اللَّهَ لَمْ يَكُ مُغَيِّرًا نِّعْمَةً أَنْعَمَهَا عَلَىٰ قَوْمٍ حَتَّىٰ يُغَيِّرُوا مَا

یہ اس وجہ سے کہ اللہ تعالیٰ نہیں بدلنے والا کسی نعمت کو جو اس نے انعام کی ہو کسی قوم پر یہاں تک کہ وہ خود تبدیلی پیدا کریں جو کہ ان کے نفسوں میں ہے اور بیشک اللہ تعالیٰ

بِأَنفُسِهِمْ ۙ وَأَنَّ اللَّهَ سَمِيعٌ عَلِيمٌ ﴿٥٣﴾ كَدَأْبِ آلِ فِرْعَوْنَ ۙ وَالَّذِينَ مِن قَبْلِهِمْ ۚ كَذَّبُوا

سننے والا اور جاننے والا ہے ﴿۵۳﴾ ان کی عادت مثل آل فرعون کی ہے اور ان لوگوں کی طرح جو ان سے پہلے گزرے ہیں جھٹلایا انہوں نے اپنے رب کی

بِآيَاتِ رَبِّهِمْ فَأَهْلَكْنَاهُم بِذُنُوبِهِمْ وَأَغْرَقْنَا آلَ فِرْعَوْنَ ۚ وَكُلٌّ كَانُوا ظَالِمِينَ ﴿٥٤﴾

آیتوں کو پس ہم نے ہلاک کیا ان کو جو ان کے گناہوں کے بدلے اور ہم نے غرق کر دیا آل فرعون کو اور تھے یہ سب کے سب ظلم کرنے والے ﴿۵۴﴾

إِنَّ شَرَّ الدَّوَابِّ عِندَ اللَّهِ الَّذِينَ كَفَرُوا فَهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ ﴿٥٥﴾ الَّذِينَ عَاهَدتَّ

بیشک سب جانداروں میں برے اللہ کے نزدیک وہ لوگ ہیں جنہوں نے کفر کیا۔ پس وہ ایمان نہیں لائے ﴿۵۵﴾ وہ لوگ جن سے آپ نے معاہدہ کیا ہے

مِنْهُمْ ثُمَّ يَنقُضُونَ عَهْدَهُمْ فِي كُلِّ مَرَّةٍ وَهُمْ لَا يَتَّقُونَ ﴿٥٦﴾ فَإِمَّا تَثْقَفَنَّهُمْ

ان میں سے پھر وہ توڑتے ہیں اپنے عہد کو ہر مرتبہ اور وہ نہیں ڈرتے ﴿۵۶﴾ پس اگر آپ قابو پالیں ان پر

فِي الْحَرْبِ فَشَرِّدْ بِهِم مَّنْ خَلْفَهُمْ لَعَلَّهُمْ يَذَّكَّرُونَ ﴿٥٧﴾ وَإِمَّا تَخَافَنَّ مِن قَوْمٍ

لڑائی میں پس (ان کو عبرتناک سزا دے کر) بھگا دیں ان کو جو ان کے پیچھے ہیں تاکہ وہ نصیحت پکڑیں ﴿۵۷﴾ اور اگر آپ خوف کھائیں کسی قوم کی طرف سے

ع ۷

خِيَانَةً فَانْبِذْ اِلَيْهِمْ عَلٰى سَوَآءٍ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْخَآئِنِيْنَ ﴿۵۸﴾

خیانت کا پس پھینک دیں ان کی طرف (انکے عہد کو) برابر سرابر، بیشک اللہ تعالیٰ نہیں پسند کرتا خیانت کرنے والوں کو ﴿۵۸﴾

﴿۴۹﴾ اِذْ يَقُوْلُ الْمُنٰفِقُوْنَ ....الخ ربط آیات ❶ اوپر کفار کی خباثات کا ذکر تھا اب منافقین کی خباثات کا ذکر ہے۔ ❷ اوپر سے بدر کا قصہ چلا آرہا تھا یہ آیت بھی بدر کے متعلق ہے۔

خلاصہ رکوع ❸ منافقین کا مسلمانوں پر طنز، جواب طنز، کفار کے برزخی عذاب اور اس کا سبب تذکیر بایام اللہ سے مشرکین کے لئے تخویف اجمالی، تخویف تفصیلی، قانون خداوندی، مذموم اوصاف اہل کتاب۔۱۔۲۔ قانون جہاد، عہد شکنی کا خطرہ۔

ماخذ آیات ۴۹ تا ۵۸ +

منافقین کا مسلمانوں پر طنز :ان کا طنز یہ تھا کہ صحابہ رضی اللہ عنہم تعداد میں تھوڑے ہیں مگر اپنے سے تین گنا تعداد سے جنگ کرنے کے لئے آمادہ ہوگئے۔ تو ان لوگوں نے کہا کہ انہیں اپنے دین پر بڑا غرور ہے یہ سمجھتے ہیں کہ ہم چونکہ حق پر ہیں اس لئے غالب ہوکر رہیں گے یہ اپنے اس گھمنڈ کیوجہ سے یہ بھی نہیں دیکھتے کہ ہم کس سے لڑ رہے ہیں اور کس سے مقابلہ ہورہا ہے؟

وَمَنْ يَّتَوَكَّلْ ....الخ جواب طنز :اللہ تعالیٰ نے انکے جواب میں فرمایا کہ جو شخص اللہ پر بھروسہ کرے تو بلاشبہ غالب ہے وہ توکل کرنے والوں کو ضرور غلبہ دے گا جو اس سے مدد طلب کریگا خواہ اسکی تعداد تھوڑی ہو وہ اسکی مدد فرمائے گا وہ حکیم بھی ہے وہ اپنی حکمت کے مطابق مدد و نصرت فرماتا ہے۔

﴿۵۰۔۵۱﴾ ربط آیات :۔ گزشتہ آیات میں کفار کی دنیوی رسوائی و مغلوبیت کا ذکر تھا جو انکو پہلی بار دنیا کی زندگی میں پیش آئی اب برزخی ذلت اور اسکی علت اور سبب کو بیان کرتے ہیں۔ کفار کے لئے اخروی عذاب :"ادبار" سے مراد کفار کی سرینیں ہیں۔ (روح المعانی: ص:۲۹۸: ج:۱۰: ابن کثیر: ص:۵۲۰: ج۔۴)

اور بعض حضرات کہتے ہیں اس سے مراد کفار کی پشتیں ہیں جن پر فرشتے مارتے ہیں۔ (قرطبی: ص:۳۰ ج۔۸)

یہ عذاب دوزخ کے عذاب کا مقدمہ ہے مطلب یہ ہے کہ انکی جان کنی کی حالت نہایت قابل عبرت ہے اگر آپ انکی اس حالت کو دیکھیں تو بڑا ہی تعجب کریں گے۔

نکتہ :اس آیت میں حق تعالیٰ نے یہ خبر دی ہے کہ فرشتے کافر کی روح نکالتے وقت اس کے منہ پر اسکی دُبُر پر یعنی سرین پر آگ کے گرز مارتے ہیں جس سے معلوم ہوا کہ کافر کا منہ اور اسکی دُبُر دونوں ایک ہی حکم میں ہیں اس لئے کہ عطف کیلئے معطوف اور معطوف علیہ میں مناسبت ضروری ہے اور یہاں مناسبت یہ ہے کہ جس طرح دُبُر سے حسی اور ظاہری نجاست خارج ہوتی ہے اسی طرح کافروں کے منہ سے بھی کلمات کفریہ نکلتے ہیں جو نجاست معنویہ ہیں اسی وجہ سے مشرکین کو نجس کہا گیا" کما قال تعالیٰ :اِنَّمَا الْمُشْرِكُوْنَ نَجَسٌ" بلکہ زبان سے جو کلمہ معصیت کا نکلتا ہے وہ نجاست کا حکم رکھتا ہے اسی وجہ سے فقہاء کرام نے جھوٹ بولنے اور غیبت کرنے کے بعد وضو کو مستحب لکھا ہے۔ (دیکھو فتح القدیر شرح ہدایہ)

اب آگے اس عذاب کی علت اور سبب بیان کرتے ہیں کہ یہ سب کچھ تمہارے ہاتھوں کے کرتوتوں کیوجہ سے ہوگا۔ ایک سزا تو قبض روح کیوقت ہے اور قبر میں جانے کے بعد جو عذاب ہوگا وہ اسکے علاوہ ہے۔

﴿۵۲﴾ تذکیر بایام اللہ سے مشرکین کے لئے تخویف اجمالی : دین حق اور نبی حق کی عداوت اور تکذیب میں مشرکین عرب کا وہی طریقہ ہے جو فرعونیوں کا موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ تھا۔ جیسے ان سے پہلے قوم عاد و ثمود کا اپنے پیغمبروں کے ساتھ تھا اللہ کی

نشانیوں کو نہ مانا اللہ تعالیٰ نے قیامت سے پہلے انکو گرفتار کرلیا اور یہی حال کفار مقتولین بدر کا ہوا۔ دنیا میں قتل ہوئے اور قید کے عذاب میں گرفتار ہوئے۔ یہ عذاب انکو انکے جرائم کیوجہ سے ملا۔

﴿۵۳﴾ قانون خداوندی : اللہ تعالیٰ کا قانون ہے کہ جب کسی کو نعمت عطا کرتا ہے تو اسکو اسوقت تک نہیں بدلتا جب تک کہ وہ اپنے ذاتی اعمال کو نہ بدلے۔ اللہ تعالیٰ نے اول مکہ والوں کو یہ نعمت دی کہ انکو بھوک سے کھانا دیا۔ خوف سے امن میں رکھا اور انکی عقل وفہم قبول حق کی استعداد عطا کی جب ان لوگوں نے اللہ تعالیٰ کی ناشکری کی تو اللہ تعالیٰ نے یہ ساری نعمتیں چھین لیں۔ یہاں تک کہ یہ نعمتیں انصار مدینہ میں چلی گئیں اور یہ مکہ والے لوگ نور ہدایت سے محروم ہوگئے۔

﴿۵۴﴾ كَدَاْبِ اٰلِ فِرْعَوْنَ ... الخ تخویف مشرکین تفصیلی۔ سؤال: یہاں "كَدَاْبِ اٰلِ فِرْعَوْنَ" کا تکرار ہے اور تکرار اچھا نہیں ہوتا؟ جواب: یہ تکرار نہیں بلکہ دونوں میں فرق ہے لفظی بھی اور معنوی بھی۔ لفظی فرق یہ ہے کہ اوپر "كَدَاْبِ اٰلِ فِرْعَوْنَ وَالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ كَفَرُوْا" ... الخ تھا اور اس آیت میں ہے "كَدَاْبِ اٰلِ فِرْعَوْنَ وَالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ" ... الخ معنوی فرق یہ ہے کہ پہلی آیت میں اجمال ہے اور دوسری آیت میں تفصیل ہے کہ ان کو ہلاک کیا اور غرق کیا۔ (جمل: ص:۲۵۱: ج۔۲) وَكُلٌّ كَانُوْا ظٰلِمِيْنَ :جب انہوں نے اللہ تعالیٰ سے بغاوت اور شرارت کر کے اپنی جانوں پر ظلم کئے تب برباد ہوئے ورنہ اللہ تعالیٰ کو کسی سے ذاتی عداوت نہیں۔

﴿۵۵ تا ۵۸﴾ اِنَّ شَرَّ الدَّوَآبِّ عِنْدَ اللّٰهِ ... الخ مذموم اوصاف اہل کتاب۔

ربط آیات : اوپر کی آیت میں یہاں تک کفار مشرکین کے احوال وقتال کا بیان تھا۔ اب آگے کفار اہل کتاب کے احوال وقتال اور انکی عادت خبیثہ کا بیان ہے۔

اور ایسوں سے کیا معاملہ کرنا چاہئے اس کا ارشاد ہے سب جانوروں سے بدترین اللہ کے نزدیک وہ لوگ ہیں جن میں دو وصف ہیں اول : کہ وہ کفر پر مصر ہیں علم الٰہی میں ہے کہ ایسے لوگ ایمان نہیں لائیں گے۔ دوم : یہ وہ اپنے عہد کو توڑ ڈالتے ہیں اور یہی حال بدعہدی اور غداری میں فرعونیوں کا تھا "کما فی قولہ تعالیٰ : وَلَمَّا وَقَعَ عَلَيْهِمُ الرِّجْزُ قَالُوْا يٰمُوْسَى ادْعُ لَنَا رَبَّكَ (الی قولہ) اِذَا هُمْ يَنْكُثُوْنَ (اعراف: رکوع۔۱۶)

فَاِمَّا تَثْقَفَنَّهُمْ ... الخ قانون جہاد : حضور ﷺ کے زمانہ مبارک میں یہود بنی قریظہ کی کیفیت بیان کی جارہی ہے کہ اگر وہ کہیں جنگ میں ہاتھ آجائیں تو ان کو ایسی سزا دی جائے کہ جس کو سن کر انکے بعد کفار بھی پریشان ہوجائیں، تاکہ وہ لوگ سمجھ جائیں کہ یہ نقض عہد کا وبال ہے، اور ہمیں ایسا نہیں کرنا چاہئے۔ یہ حکم اسوقت ہے جب عہد کو علانیہ توڑ ڈالا ہو، اور اگر ایک قوم نے علانیہ دغابازی وعہد شکنی نہیں کی ہاں آثار وقرائن بتارہے ہیں کہ عہد شکنی پر آمادہ ہیں تو آپ کو اجازت ہے کہ مصلحت سمجھیں تو ان کا عہد واپس کردیں۔ اور معاہدہ سے دست برداری کی اطلاع کر کے مناسب کاروائی کریں، اور بغیر واضح اور صاف اطلاع کے لڑنا خیانت ہے۔

اور آیت میں جو "فَشَرِّدْ" اور "فَانْبِذْ" کا خطاب خاص کیا گیا ہے اسی طرح مسئلہ صلح میں "فَاجْنَحْ لَهَا" کا اس میں اشارہ ہے کہ عہد کا حل وعقد امام کی رائے پر ہے عوام کو اسمیں دخل نہیں دینا چاہئے۔ اور نبذ عہد میں جو خوف کی قید لگائی بناء علی الغالب ہے کہ اکثر ایسی صورت میں زائد حاجت ہوگی پس اگر بغیر خوف قیامت کے بھی نبذ عہد میں مصلحت ہو تو جائز ہے۔ (کذا فی الہدایہ)

اور اگر انہوں نے عہد کو توڑ دیا ہے اور اس نقض عہد کی شہرت بھی ہوگئی ہو تو پھر اطلاع کی ضرورت نہیں جیسا کہ حضور پرنور ﷺ نے مکہ والوں سے بغیر اطلاع کے جنگ فرمائی کیونکہ انہوں نے علانیہ عہد کو توڑا تھا۔ (روح المعانی ص ۳۰۶ ج ۱۰)

وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا سَبَقُوا ۚ إِنَّهُمْ لَا يُعْجِزُونَ ﴿٥٩﴾ وَأَعِدُّوا لَهُم مَّا اسْتَطَعْتُم

اور نہ خیال کریں وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا کہ وہ سبقت لے کر جائیں گے (بھاگ جائیں گے) بیشک وہ نہیں عاجز کر سکتے ﴿۵۹﴾ اور (اے ایمان والو) تیاری کرو ان (دشمنوں) کے مقابلے

مِّن قُوَّةٍ وَمِن رِّبَاطِ الْخَيْلِ تُرْهِبُونَ بِهِ عَدُوَّ اللَّهِ وَعَدُوَّكُمْ وَآخَرِينَ مِن دُونِهِمْ

میں جو کر سکتے ہو طاقت سے اور باندھے ہوئے گھوڑوں سے کہ اس کے ساتھ تم ڈراسکو اللہ کے دشمنوں کو اور اپنے دشمنوں کو اور کچھ دوسروں کو ان کے سوا

لَا تَعْلَمُونَهُمُ اللَّهُ يَعْلَمُهُمْ ۚ وَمَا تُنفِقُوا مِن شَيْءٍ فِي سَبِيلِ اللَّهِ يُوَفَّ

جن کو تم نہیں جانتے اللہ ان کو جانتا ہے اور جو بھی تم خرچ کروگے اللہ کی راہ میں تم کو اس کا پورا پورا بدلہ دیا جائے گا اور

إِلَيْكُمْ وَأَنتُمْ لَا تُظْلَمُونَ ﴿٦٠﴾ وَإِن جَنَحُوا لِلسَّلْمِ فَاجْنَحْ لَهَا وَتَوَكَّلْ عَلَى

تم سے زیادتی نہیں کی جائے گی ﴿۶۰﴾ اگر یہ (مخالف لوگ) جھک جائیں صلح کی طرف تو آپ بھی جھک جائیں اس کے لئے اور

اللَّهِ ۚ إِنَّهُ هُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ﴿٦١﴾ وَإِن يُرِيدُوا أَن يَخْدَعُوكَ فَإِنَّ حَسْبَكَ اللَّهُ ۚ هُوَ

بھروسہ کریں اللہ کی ذات پر بیشک وہ سننے والا اور جاننے والا ہے ﴿۶۱﴾ اور اگر یہ لوگ ارادہ کریں کہ آپ کو دھوکہ دیں پس بیشک کافی ہے آپ کے لئے اللہ وہی ہے جس نے آپ کی

الَّذِي أَيَّدَكَ بِنَصْرِهِ وَبِالْمُؤْمِنِينَ ﴿٦٢﴾ وَأَلَّفَ بَيْنَ قُلُوبِهِمْ ۚ لَوْ أَنفَقْتَ مَا فِي

تائید کی اپنی (خاص) نصرت کے ساتھ اور ایمان والوں کے ساتھ ﴿۶۲﴾ اور الفت ڈالدی ان کے دلوں میں اگر آپ خرچ کرتے جو کچھ زمین میں ہے سب کا سب تو نہ الفت ڈال

الْأَرْضِ جَمِيعًا مَّا أَلَّفْتَ بَيْنَ قُلُوبِهِمْ وَلَٰكِنَّ اللَّهَ أَلَّفَ بَيْنَهُمْ ۚ إِنَّهُ عَزِيزٌ حَكِيمٌ ﴿٦٣﴾

سکتے ان کے دلوں میں لیکن اللہ نے ان کے دلوں میں الفت ڈالی ہے۔ بیشک وہ کمال قدرت کا مالک اور حکمت والا ہے ﴿۶۳﴾

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ حَسْبُكَ اللَّهُ وَمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ ﴿٦٤﴾

اے نبی! کافی ہے آپ کیلئے اللہ تعالیٰ اور ان لوگوں کیلئے جنہوں نے پیروی کی آپ کی ایمان والوں میں سے ﴿۶۴﴾

ع ۸

﴿۵۹﴾ وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا ... الخ ربط آیات :اوپر جہاد کا ذکر تھا اب آگے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ کافر اگر کسی موقع پر چھوٹ جائیں یا بچ جائیں تو یہ نہ سمجھیں کہ وہ چھوٹ گئے بلکہ اگلی دفعہ ہاتھ میں آئیں گے یعنی جو بدر میں رہ گئے تھے۔

خلاصہ رکوع ۸ تنبیہ کفار، دسواں دفعہ آلات جنگ کی تیاری، گیارہواں دفعہ برائے قانون صلح، باہمی اتحاد والفت، تسلی خاتم الانبیاء۔ ماخذ آیات ۵۹ تا ۶۴ +

تنبیہ کفار : مطلب آیت کا یہ ہے کہ معاندین حق اللہ تعالیٰ کی گرفت سے کب بچ سکتے ہیں۔ وہ جہاں سے چاہتا ہے پکڑ سکتا ہے۔ اس میں اہل ایمان کے لئے تسلی ہے۔

﴿۶۰﴾ دسواں دفعہ آلات جنگ کی تیاری :اے وفاداران الٰہی تم بروقت اعدائے اسلام کی قوت کو پاش پاش کرنے کے لئے فوجی طاقت تیار رکھو۔ "لَا تَعْلَمُونَهُمُ اللَّهُ يَعْلَمُهُمْ" منافقین یا یہود بنی قریظہ یا روم وفارس وغیرہ جو قومیں ہیں ان سے آئندہ مقابلہ ہونے والا تھا سب داخل ہیں۔

﴿۶۱-۶۲﴾ گیارہواں دفعہ قانون برائے صلح : اگر دشمن صلح کے لئے ہاتھ بڑھائیں تو حسب ضرورت ایک مدت معینہ کے لئے صلح کرنا جائز ہے، مگر واجب نہیں اس لئے کہ اصل فریضہ کفار سے جہاد وقتال کرنا ہے۔ اگر اس صلح میں کوئی شرارت ہوگی تو اللہ تعالیٰ پر اعتماد کرو۔ اللہ تعالیٰ تمہارا حامی و مددگار ہوگا۔ پہلے بھی تو اللہ تعالیٰ نے ہی مدد کی تھی جسکی برکت سے مخلصین کی ایک جماعت آپ کے گرد و پیش جمع ہوگئی۔

﴿۶۳﴾ باہمی اتحاد والفت : زمانہ جاہلیت میں جب دو جماعتوں میں لڑائی شروع ہو جاتی تو صدیوں تک نہ جاتی تھی یہ اللہ تعالیٰ کا احسان ہے کہ آقائے نامدار ﷺ کی تبلیغ دلگیر ہیں وہ شراب توحید کی روح پھونک دی کہ سب کے سب حقیقی بھائیوں سے بڑھ کر ایک دوسرے کے جگری محبوب بن گئے اور اس منبع البرکات کی فیض محبت سے مجمع البرکات ہو گئے اس سے مراد اوس اور خزرج کے قبیلے ہیں۔ (کشاف ص ۲۳۴ ج ۲ و روح المعانی ص ۳۱۲ ج ۱۰ و معالم التنزیل ص ۲۱۸ ج ۲)

﴿۶۴﴾ تسلی خاتم الانبیاء : پہلے جو فرمایا "اَيَّدَكَ بِنَصْرِهٖ وَبِالْمُؤْمِنِيْنَ" اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اے نبی آپ کو حقیقت میں ایک اللہ ہی کافی ہے اور ظاہری اسباب کی صورت میں یہ مؤمنین مخلصین کی جماعت کافی ہے اگرچہ یہ قلیل ہیں۔

اس کا دوسرا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو اور آپ کے ساتھیوں کو کافی ہے یعنی قلت عدد اور بے سر و سامانی سے گھبرانا نہیں چاہئے۔ پہلے مطلب کی بنا پر "وَمَنِ اتَّبَعَكَ" کا عطف لفظ اللہ پر ہے اور حقیقت اور ظاہر کے فرق سے کفایت و نصرت میں فرق ہو گیا۔ اور دوسرے مطلب کی بنا پر کاف مجرور پر عطف ہے اور ضمیر مجرور پر عطف بلا اعادہ جار کوفیین کے نزدیک جائز ہے۔

(روح المعانی: ص: ۳۱۵ ج۔ ۱۰)

آنحضرت ﷺ کے لیے دشمن کے مقابلے میں تسلی

ان آیات میں اللہ تعالیٰ آنحضرت ﷺ کو تسلی بخش الفاظ میں فرماتے ہیں کہ کفار تیرا کچھ بھی نہیں بگاڑ سکتے دشمن کے مقابلے میں مطمئن رہیں آخر میدان آپ کے ہاتھوں میں ہوگا دشمن آپ کی کیا تاب لا سکتا ہے؟ کیونکہ تیرے ناصر ہم ہی ہیں اور دوسرے نمبر پر آپ کے معین و مددگار وہ ہیں جن کے امراض قلبیہ کے دفعیہ کے لئے ڈاکٹری معائنہ کرنے والا میں خود ہوں اور ہم نے پہلے ہی سے چن کر آپ کی فوج میں وہ نمک حلالی سپاہی بھرتی کئے ہیں جن کے دل ہر قسم کی بیماری سے پاک وصاف ہیں اور ان کو ہمارے حضور سے ایمان و یقین اخلاص و اطاعت کا خصوصی تمغہ مل چکا ہے اور اس بیڑے کے تمام جنگی ملازمین کے دل ہم نے آپس میں ایسے جوڑ دیئے ہیں کہ ممکن ہی نہیں کہ کبھی ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہو سکیں۔ اور یہ تالیف قلوب کسی انسانی حکمت کا کام نہیں تھا اگر دنیا کے سارے خزانے لٹا دیئے جاتے تو ایسا ہونا ناممکن تھا بس یہ ہماری قدرت اور حکمت کارگر تھی، گویا کہ ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے اصحاب محمد ﷺ کے ایمان کی شہادت دی ہے ان کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے مخلص مؤمنین کا لقب مل چکا ہے، اہل تشیع کو دعوت فکر دیتا ہوں جن کے ایمان کا گواہ اللہ ہے تم بھی انہی کے ساتھ وابستہ ہو جاؤ کامیاب ہو جاؤ گے۔

يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ حَرِّضِ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلَى الْقِتَالِ ۭ اِنْ يَّكُنْ مِّنْكُمْ عِشْرُوْنَ صٰبِرُوْنَ

اے نبی! آپ ترغیب دلائیں ایمان والوں کو (دشمنوں کے ساتھ) جنگ لڑنے پر، اگر ہوں گے تم میں سے بیس آدمی صبر کرنے والے تو وہ غالب آئیں گے

يَغْلِبُوْا مِائَتَيْنِ ۚ وَاِنْ يَّكُنْ مِّنْكُمْ مِّائَةٌ يَّغْلِبُوْٓا اَلْفًا مِّنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ

دو سو پر اور اگر ہوں گے تم میں سے ایک سو تو غالب آئیں گے ایک ہزار پر ان لوگوں میں سے جنہوں نے کفر کیا اس وجہ سے کہ وہ ایسے لوگ ہیں جو کچھ

لَا يَفْقَهُونَ ﴿٦٥﴾ اَلْئٰنَ خَفَّفَ اللّٰهُ عَنْكُمْ وَعَلِمَ اَنَّ فِيْكُمْ ضَعْفًا ۚ فَاِنْ يَّكُنْ مِّنْكُمْ مِّائَةٌ

نہیں رکھتے ﴿۶۵﴾ اب اللہ نے تخفیف کردی ہے تم سے اور وہ جانتا ہے کہ تمہارے اندر کمزوری ہے پس اگر ہوں گے تم میں ایک سو آدمی صبر کرنے والے تو وہ غالب آئیں گے

صَابِرَةٌ يَّغْلِبُوْا مِائَتَيْنِ ۚ وَاِنْ يَّكُنْ مِّنْكُمْ اَلْفٌ يَّغْلِبُوْٓا اَلْفَيْنِ بِاِذْنِ اللّٰهِ ۗ

دو سو پر اور اگر ہوں گے تم میں سے ایک ہزار تو غالب آئیں گے دو ہزار پر اللہ کے حکم سے اور اللہ تعالیٰ

وَاللّٰهُ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ ﴿٦٦﴾ مَا كَانَ لِنَبِيٍّ اَنْ يَّكُوْنَ لَهٗٓ اَسْرٰى حَتّٰى يُثْخِنَ فِي الْاَرْضِ ۗ

صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے ﴿۶۶﴾ نہیں لائق نبی کیلئے کہ ہوں اس کیلئے قیدی یہاں تک کہ وہ خونریزی کریں زمین میں۔ تم چاہتے ہو دنیا کی زندگی

تُرِيْدُوْنَ عَرَضَ الدُّنْيَا ۖ وَاللّٰهُ يُرِيْدُ الْاٰخِرَةَ ۗ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ﴿٦٧﴾ لَوْلَا

کا سامان اور اللہ چاہتا ہے آخرت اور اللہ تعالیٰ غالب اور حکمت والا ہے ﴿۶۷﴾ اور اگر نہ ہوتی

كِتٰبٌ مِّنَ اللّٰهِ سَبَقَ لَمَسَّكُمْ فِيْمَآ اَخَذْتُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ﴿٦٨﴾ فَكُلُوْا مِمَّا غَنِمْتُمْ

ایک بات لکھی ہوئی اللہ کی جانب سے جو پہلے ہو چکی ہے تو ضرور پہنچتا تم کو اس چیز میں جو تم نے لیا ہے بڑا عذاب ﴿۶۸﴾ پس کھاؤ جو تم نے غنیمت میں حاصل کیا

حَلٰلًا طَيِّبًا ۖ وَّاتَّقُوا اللّٰهَ ۗ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿٦٩﴾

ہے حلال اور پاک اور ڈرو اللہ تعالیٰ سے بیشک اللہ تعالیٰ بہت بخشنے والا اور مہربان ہے ﴿۶۹﴾

ع ۵ ۹

﴿۶۵﴾ يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ حَرِّضِ الْمُؤْمِنِيْنَ... الخ ربط آیات: گزشتہ آیت میں بوقت ضرورت حسب مصلحت کافروں سے صلح کی اجازت دی تھی اس کا صرف مباح اور جواز کا درجہ تھا، اب یہاں سے ذکر ہے کہ اصل مقصد اعلاء کلمۃ اللہ ہے اور وہ جہاد ہی سے پورا ہوگا۔

خلاصہ رکوع ❾ بارھواں دفعہ برائے تحریض علی القتال، حکم تخفیف برائے تعداد، بدر کے قیدیوں کے متعلق مسلمانوں کی غلطی پر تنبیہ، سبب مانع عذاب الٰہی، مال غنیمت کے استعمال کی اجازت۔ ماخذ آیات ۶۵ تا ۶۹+

بارھواں دفعہ تحریض علی القتال یعنی ترغیب قتال: ابتداء اسلام میں کفار سے جہاد و قتال کا ضابطہ اور قانون بیان فرمایا ہے کہ اپنے سے دس گنا لشکر سے مقابلہ کرو اور اس مقابلہ میں مسلمان کفار پر غالب آئیں گے، اور وہ مغلوب ہوں گے اس لئے کہ مسلمانوں کی نظر آخرت پر ہوتی ہے، اور وہ آخرت کے ایسے مشتاق ہوتے ہیں جیسے پیاسا پانی کا مشتاق ہوتا ہے، وہ اپنی زندگی کو آخرت کے حاصل کرنے میں پانی کی طرح بہا دیتے ہیں، اور کافر کی زندگی کا مقصد دنیا ہے اس لئے وہ تمہارے مقابلہ میں ثابت قدم نہیں رہ سکتے۔

﴿۶۶﴾ حکم تخفیف برائے تعداد: جب مسلمانوں کے اوصاف میں کمی آئی تو پھر گزشتہ حکم اٹھا لیا گیا یعنی منسوخ ہوگیا۔ اب صرف یہ حکم باقی رہ گیا کہ ایک آدمی اپنے سے دوگنے کا مقابلہ کرے گا۔ یعنی اگر تم میں سو آدمی ثابت قدم رہنے والے ہوں گے تو وہ دو سو پر غالب آجائیں گے اور اگر ایک ہزار ہوں گے تو دو ہزار پر غالب آجائیں گے۔

﴿۶۷﴾ بدر کے قیدیوں کے متعلق مسلمانوں کی غلطی پر تنبیہ: جنگ بدر میں ستر آدمی قید ہو کر مسلمانوں کے قبضے میں آئے جن میں عباس رضی اللہ عنہ اور عقیل بن ابی طالب رضی اللہ عنہ بھی تھے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ رضی اللہ عنہم سے ان کے بارے میں مشورہ کیا،

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا آقا یہ قیدی آپ کے قرابت دار ہیں، ان پر احسان کیجئے کسی دن ان کے مشرف باسلام ہونے کی امید ہے ہر ایک سے کچھ مال بطور فدیہ کے لے کر رہا کر دو۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا مشورہ اس کے خلاف تھا، اللہ تعالیٰ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے قول کے موافق یہ آیت عتاب نازل فرمائی، اور اس کے نازل ہونے پر مسلمانوں نے مال غنیمت کے لینے میں بھی حرج محسوس کی تو اجازت کے طور پر اگلی آیت "فَكُلُوا ... الخ نازل ہوئی۔

مسند الامام احمد بن حنبل :ص :۱۲۳ :ج :۱ : طبع بیروت) میں ہے کہ اللہ کا عذاب درخت کے قریب آ گیا تھا اس وجہ سے کہ تم نے مال کی بات کی، اللہ تعالیٰ کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی رائے پسند تھی "تُرِيدُونَ عَرَضَ الدُّنْيَا" میں ان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو خطاب ہے جنہوں نے فدیہ لے کر چھوڑنے کی رائے دی تھی۔ اس آیت میں بتلایا گیا کہ آپ حضرات نے ہمارے رسول کو نامناسب مشورہ دیا کیونکہ کسی نبی کے لئے یہ شایان شان نہیں ہے کہ اسکو دشمنوں پر قابو مل جائے تو انکی قوت وشوکت کو نہ توڑے اور مفسدوں کو باقی رکھ کر مسلمانوں کے لئے ہمیشہ کی مصیبت قائم کر دے۔ "حَتّٰى يُثْخِنَ فِي الْأَرْضِ" یہاں تک کہ دشمن کی شوکت کو خاک میں ملا دے۔ جن صحابہ کرام نے فدیہ لے کر چھوڑنے کی رائے دی تھی۔

اسکی دو شقیں تھیں ایک خالص دینی یعنی ان کے آزاد ہونے کے بعد مسلمان ہونے کی امید۔

دوسری شق اپنی ذاتی نفع کی تھی کہ مال ہاتھ میں آ جائے گا۔ اور ابھی تک اس مال کو جائز ہونے کی نص صریح بھی نہیں آئی تھی کیونکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زیر تربیت تھے، اور یہ ایک ایسا انسانی معاشرہ تشکیل دیا جا رہا تھا، جن کا مرتبہ فرشتوں سے بھی اعلیٰ تھا، اس لئے ان کا مال کی طرف دھیان کا جانے بھی معصیت سمجھا گیا۔ اور جو کام جائز اور ناجائز سے مرکب ہو اس کا مجموعہ بھی ناجائز کہلاتا ہے، اس لئے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر عتاب ہوا۔ اس آیت میں صرف اس شق کا ذکر کیا گیا ہے جو وجہ ناراضگی والی تھی یعنی مال اور دوسری شق ان کے مسلمان ہونے کی امید والی ذکر نہیں کی گئی۔ اس میں اس طرف اشارہ ہے، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جیسے مقدس جماعت کی شایان شان کے لائق ہی نہیں کہ وہ ایک ایسی مشترک نیت کا دھیان رکھیں جس میں دنیوی اور اخروی نفع ہو، تب بھی وہ قبول نہیں اس آیت میں عتاب کا خطاب صحابہ کرام کو ہے، مگر ایک گونا آپکی بھی شرکت ہے وہ محض رحمۃ اللعالمین ہونے کا مظہر ہے جو صحابہ کرام کی اختلاف رائے سے پیدا ہوتی جو ان قیدیوں کے حق میں سہولت وشفقت ہے۔ وَاللّٰهُ عَزِيزٌ حَكِيمٌ: مطلب یہ ہے کہ اگر آپ لوگ جلد بازی نہ کرتے تو وہ اپنے فضل سے آئندہ فتوحات میں تمہارے مال و دولت کا بھی سامان کر دیتے۔

﴿۶۸﴾ **سبب مانع عذاب الٰہی** : یہ آیت گزشتہ آیت کا تتمہ ہے جس میں فرمایا کہ اگر اللہ تعالیٰ کا ایک نوشتہ مقدر نہ ہو چکا ہوتا تو تم پر ایک عذاب واقع ہو جاتا، اس نوشتہ سے کیا مراد ہے، مشکوٰۃ شریف :ص :۳۴۸ میں ایک روایت ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مال غنیمت تم سے پہلے کسی امت کے لئے حلال نہیں تھا بدر کے موقع میں جب مسلمان مال غنیمت کے حلال ہونے کا حکم نازل ہونے سے پہلے مسلمانوں کا یہ اقدام ایسا گناہ تھا کہ اس پر عذاب آ جانا چاہئے تھا لیکن چونکہ اللہ تعالیٰ کا یہ حکم لوح محفوظ میں لکھا ہوا تھا کہ اس امت کے لئے مال غنیمت حلال کیا جائے گا۔ اس لئے مسلمانوں کی اس خطاء پر عذاب نازل نہیں کیا تھا۔

﴿۶۹﴾ **مال غنیمت کے استعمال کی اجازت** : اس حکم سے پہلے جو مال غنیمت کے جمع کرنے میں غلطی ہوئی تھی، اس کا تدارک کیا گیا ہے کہ اب اس کے حلال ہونے کا حکم آ گیا ہے لہٰذا جمع شدہ غنیمت کے استعمال میں کوئی حرج نہیں۔ واللہ اعلم

يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّمَنْ فِيْٓ اَيْدِيْكُمْ مِّنَ الْاَسْرٰٓى ۙ اِنْ يَّعْلَمِ اللّٰهُ فِيْ قُلُوْبِكُمْ

اے نبی آپ کہہ دیجئے ان لوگوں سے جو آپ کے ہاتھوں میں ہیں قیدیوں سے کہ اگر اللہ کے علم میں ہوگی تمہارے دلوں میں نیکی تو وہ دے گا تم کو اس سے بہتر جو تم سے

خَيْرًا يُّؤْتِكُمْ خَيْرًا مِّمَّآ اُخِذَ مِنْكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ۭ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝۷۰ وَاِنْ

لیا گیا ہے اور تم کو معاف کر دے گا اور اللہ تعالیٰ بہت بخشنے والا اور نہایت مہربان ہے ﴿۷۰﴾ اور اگر یہ چاہیں کے

يُّرِيْدُوْا خِيَانَتَكَ فَقَدْ خَانُوا اللّٰهَ مِنْ قَبْلُ فَاَمْكَنَ مِنْهُمْ ۭ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ۝۷۱

خیانت کرنا تو انہوں نے خیانت کی ہے اللہ تعالیٰ کی اس سے پہلے پس اللہ نے ان پر قابو پالیا ہے اور اللہ تعالیٰ سب کچھ جاننے والا اور حکمت والا ہے ﴿۷۱﴾

اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَهَاجَرُوْا وَجٰهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ

بیشک وہ لوگ جو ایمان لائے اور جنہوں نے ہجرت کی اور جہاد کیا انہوں نے اپنے مالوں سے اور اپنی جانوں سے اللہ کے راستے میں اور وہ لوگ جنہوں نے

اٰوَوْا وَّنَصَرُوْٓا اُولٰۗىِٕكَ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَاۗءُ بَعْضٍ ۭ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَلَمْ يُهَاجِرُوْا مَا لَكُمْ

جگہ دی اور مدد کی یہی لوگ ہیں جو بعض ان کے بعض کے رفیق ہیں اور وہ لوگ جو ایمان لائے اور انہوں نے ہجرت نہیں کی۔ نہیں آپ لوگوں کا کچھ تعلق ان کی رفاقت سے

مِّنْ وَّلَايَتِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ حَتّٰي يُهَاجِرُوْا ۚ وَاِنِ اسْتَنْصَرُوْكُمْ فِي الدِّيْنِ فَعَلَيْكُمُ

یہاں تک کہ وہ ہجرت کریں اور اگر وہ مدد طلب کریں دین کے معاملے میں پس تم پر ضروری ہے مدد کرنا مگر اس قوم

النَّصْرُ اِلَّا عَلٰي قَوْمٍۢ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُمْ مِّيْثَاقٌ ۭ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ۝۷۲

کے مقابلہ میں کہ تمہارے اور ان کے درمیان عہد وپیمان ہو اور اللہ تعالیٰ دیکھتا ہے جو کچھ تم کام کرتے ہو۔ ﴿۷۲﴾

وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا بَعْضُهُمْ اَوْلِيَاۗءُ بَعْضٍ ۭ اِلَّا تَفْعَلُوْهُ تَكُنْ فِتْنَةٌ فِي الْاَرْضِ وَفَسَادٌ

وہ لوگ جنہوں نے کفر اختیار کیا بعض ان میں سے بعض کے رفیق ہیں اور اگر تم نہ کروگے یہ بات (مدد) تو ہوگا فتنہ زمین میں اور فساد

كَبِيْرٌ ۝۷۳ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَهَاجَرُوْا وَجٰهَدُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ اٰوَوْا وَّنَصَرُوْٓا

بہت بڑا ﴿۷۳﴾ اور وہ لوگ جو ایمان لائے اور جنہوں نے ہجرت کی اور جنہوں نے جہاد کیا اللہ کی راہ میں اور وہ لوگ جنہوں نے جگہ دی اور مدد کی۔ یہی لوگ ہیں سچے ایمان والے

اُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا ۭ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِيْمٌ ۝۷۴ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْۢ بَعْدُ

ان کے لئے بخشش ہے اور عزت کی روزی ﴿۷۴﴾ اور وہ لوگ جو ایمان لائے اس کے بعد اور ہجرت کی اور

وَهَاجَرُوْا وَجٰهَدُوْا مَعَكُمْ فَاُولٰۗىِٕكَ مِنْكُمْ ۭ وَاُولُوا الْاَرْحَامِ بَعْضُهُمْ اَوْلٰى بِبَعْضٍ

جہاد کیا تمہارے ساتھ ہو کر پس یہ لوگ تم میں سے ہیں اور قرابتدار بعض ان میں سے زیادہ حقدار ہیں بعض کے ساتھ اللہ کی کتاب میں

فِيْ كِتٰبِ اللّٰهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ۝۷۵

بیشک اللہ تعالیٰ ہر ایک چیز کو جاننے والا ہے ﴿۷۵﴾

﴿۷۰﴾ يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّمَنْ فِيْٓ اَيْدِيْكُمْ ...الخ ربط آیات :اوپر بدر کے قیدیوں کا ذکر تھا اب آگے ان کے شکایت کے ازالہ کا ذکر ہے۔

خلاصہ رکوع ⑩: آنحضرت کا قیدیوں سے خطاب، خیانت کی سزا، تیرہواں دفعہ مقاصد سیاسیہ میں مسلمانوں میں فقط ان قوموں اور جماعتوں کا خیال رکھا جائے گا جو مرکز سے وابستہ ہیں، مہاجرین و انصار کے فضائل اور احکامات وراثت، کفار سے قطع تعلق کا حکم، قسم اول، دوم مہاجرین و انصار کے لئے بشارت، چوتھی قسم کے صحابہ کی تعریف۔ ماخذ آیات ۷۰ : تا ۷۵+

قیدیوں سے خطاب : یہ آیت حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ جب حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے فدیہ مانگا گیا تو انہوں نے کہا کہ میں تو بالکل غریب ہوں، میرے پاس تو کچھ بھی نہیں، اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ سونا کہاں ہے، جو تو نے مکہ سے روانگی کے وقت ام الفضل کو دیا تھا، چونکہ یہ راز نہایت پوشیدہ تھا تو عباس رضی اللہ عنہ نے سن کر بہت متعجب ہوئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ آپ کو اس کا علم کیسے ہو گیا ہے؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھ کو میرے پروردگار نے بتایا ہے۔

حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو اس بات نے آپ کی نبوت کا پختہ یقین ہو گیا، اور وہ خود مشرف باسلام ہو گئے۔ پھر اپنے دونوں بھتیجوں یعنی عقیل رضی اللہ عنہ اور نوفل رضی اللہ عنہ کو اسلام لانے کا حکم دیا، وہ بھی مشرف باسلام ہو گئے، پھر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ اگر تم صدق دل سے ایمان سے مشرف ہوئے ہو، تو ثابت قدم رہو، جو تم سے مال فدیہ کے طور پر لیا گیا ہے، اس مال سے بہتر اللہ پاک تمہیں دے گا۔ اور تمہارے گناہ معاف کر دے گا۔

حضرت عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حق تعالیٰ شانہ نے مجھ سے دو وعدے فرمائے۔ پہلا وعدہ یہ تھا کہ تم اس مال سے بہتر عطاء کروں گا چنانچہ حق تعالیٰ شانہ نے اس وعدے کو پورا فرمایا کہ مجھے بیس اوقیہ فدیہ کے عوض اب میرے پاس بیس غلام ہیں، جو سب تاجر ہیں اور ان میں سے ادنیٰ غلام مجھے بیس ہزار درہم ادا کرتا ہے، اور اللہ نے مجھے زم زم پلانے کی سعادت عطا فرمائی ہے، جس کے بدلے میں میں اہل مکہ کے اموال پسند نہیں کرتا۔ اور دوسرا وعدہ مغفرت کا ہے اسکی امید لگائی ہے انشاء اللہ حق تعالیٰ شانہ اپنے وعدے کے خلاف ورزی نہیں کرتے۔

﴿۷۱﴾ خیانت کی سزا : اگر یہ قیدی شرارت کی بناء پر مسلمان ہوئے ہیں تو آپ فکر نہ کریں یہ پہلے بھی اپنی حرکتوں کا مزہ بدر میں چکھ چکے ہیں، اور اسی طرح وہ آئندہ بھی اس پر قادر ہے، کوئی خائن اس پر پوشیدہ نہیں۔ اسکی حکمتوں کا ادراک کسی کی قدرت میں نہیں۔

﴿۷۲﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ...الخ تیرہواں، دفعہ مقاصد سیاسیہ میں : مسلمانوں میں سے فقط ان قوموں اور جماعتوں کا خیال رکھا جائے گا جو مرکز سے وابستہ ہیں۔

ربط آیات : گزشتہ آیات میں قیدیوں کو تسلی دی اب ان آیات میں مہاجرین و انصار کے فضائل اور ان کے احکامات وراثت اور ہجرت کے اعتبار سے ان کے مراتب کا بیان ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں چار قسم کے مسلمان تھے۔

① مہاجرین۔ ② انصار مدینہ۔ ③ وہ مسلمان جو ہجرت نہ کر سکے بلکہ اپنے ملک میں کفار کے ساتھ رہے یعنی دار الحرب میں۔

اس تیسری قسم کے متعلق دو حکم ہیں ایک تو یہ ہے کہ یہ لوگ مسلمانوں کی حمایت اور وراثت میں شریک نہیں، جب تک ہجرت نہ کریں۔ مطلب یہ ہے کہ مواخات کی بناء پر مہاجرین اور انصار کے درمیان جو وراثت کا سلسلہ قائم ہوا ہے اس میں دار الحرب کے مسلمان شامل نہیں اور نہ مال غنیمت میں اور نہ مال فئی میں ان کا کوئی حصہ اور حق ہے۔

دوسرا حکم یہ ہے کہ اگر تم سے کسی دینی امر میں مدد طلب کریں تو تم انکی اپنی طاقت کے مطابق مدد کرو کیونکہ وہ اہل ایمان ہیں، مگر

اس قوم کے مقابلہ میں مدد نہ کرو جن سے تمہارا عہد ہو چکا ہے۔ کیونکہ عہد کی پابندی واجب ہے، اور دار الحرب میں مسلمانوں کی مدد کرنے کی وجہ سے بدعہدی ہو جائے گی۔

④ جو مسلمان صلح حدیبیہ کے بعد ایمان لائے، اور ہجرت کی، اور جہاد بھی کیا، یہ لوگ احکامات کے اعتبار سے مہاجرین اولین کے برادری میں منسلک ہیں۔ یہ اگرچہ ہجرت کے تقدم اور تاخر میں مرتبہ کے اعتبار سے کم ہیں، مگر دینی نصرت اور حمایت میں ایک درجہ رکھتے ہیں۔ پہلی قسم مہاجرین کا ذکر "اِنَّ الَّذِیْنَ" سے فرمایا۔ دوسری قسم انصار مدینہ کا ذکر "وَالَّذِیْنَ اٰوَوْا وَّنَصَرُوْٓا" سے فرمایا یہ پہلی قسم مہاجرین اور دوسری قسم انصار ہجرت اور نصرت کی وجہ سے نصرت وحمایت میں اور باہمی وراثت میں ایک دوسرے کے شریک ہیں۔ "وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا ...الخ" سے تیسری قسم کا ذکر ہے یعنی جو ایمان لائے مگر دار الحرب سے دار الاسلام کی طرف ہجرت نہیں کی یہ وراثت میں تمہارے شریک نہیں، اگر یہ لوگ کافروں کے مقابلہ میں مدد طلب کریں تو انکی مدد کرنا حتی المقدور واجب ہے۔ مگر جس جماعت سے ان آزاد مسلمانوں کا معاہدہ ہو چکا ہے، ان کے مقابلہ میں تابقاء عہد دار الحرب سے مسلمانوں کی امداد نہیں کی جا سکتی۔

﴿۷۳﴾ **کفار سے قطع تعلق کا حکم** : یعنی اے مسلمانو! اگر کافروں کو اپنا دشمن نہیں سمجھو گے اور ان سے قطع تعلق نہیں کرو گے تو زمین میں بڑا فتنہ برپا ہو جائے گا۔ جنگ مسلط ہوگی، مسلمانوں کی لوٹ مار، جلاوطنی اور قید کا سامنا ہوگا، اور شرک کا غلبہ ہوگا۔

﴿۷۴﴾ **قسم اول مہاجرین اور دوم انصار کے لئے بشارت** : اس آیت میں قسم اول اور قسم دوم کے صحابہ کرام کی مدح فرمائی ہے اور اس میں تکرار بھی نہیں اس لئے گزشتہ آیت میں انکی ولایت اور وراثت کا حکم بیان فرمایا تھا اور اس آیت میں انکی مدح اور فضیلت بخشش اور ان کے حقیقی ایمان کو بیان کیا ہے۔

اصحاب ثلاثہ رضی اللہ عنہم کے حقیقی ایمان پر شہادت

اور یہ بات بھی یاد رکھیں کہ یہ آیت اصحاب ثلاثہ رضی اللہ عنہم کے حقیقی ایمان پر بڑی زبردست شہادت خداوندی ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے بڑی صفائی سے کھلے الفاظ میں بیان کیا ہے۔ کیا اہل تشیع کہہ سکتے ہیں کہ خلفاء ثلاثہ اس آیت کے مصداق نہیں تھے؟ کیا اہل تشیع ان کے ایمان لانے یا اللہ کی راہ میں ہجرت اور جہاد کرنے سے انکار کر سکتے ہیں؟ مگر واحد مذہب شیعہ ایسا ہے جو اصحاب ثلاثہ کے ایمان، ہجرت لوجہ اللہ کا انکار کرتے ہیں اور نیز یہ بات بھی یاد رکھیں کہ دنیا میں کوئی مذہب ایسا نہیں ہے جو اپنے نبی کی جماعت کو برا بھلا کہے یہ ایک صرف شیعہ مذہب ہے جو آنحضرت ﷺ کی جماعت کو صرف برا نہیں کہتا بلکہ ان کو مرتد کہتا ہے۔ (معاذ اللہ)

شیعہ کے نزدیک صحابہ مرتد تھے

چنانچہ شیعہ امامیہ کے شیخ الاسلام باقر مجلسی لکھتے ہیں (شیخ کشی نے) جس سند کے ساتھ حضرت امام محمد باقر سے روایت بھی کی ہے کہ صحابہ کرام آنحضرت ﷺ کے بعد مرتد ہو گئے تھے مگر تین آدمی حضرت سلمان رضی اللہ عنہ۔ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ اور حضرت مقداد رضی اللہ عنہ۔ راوی نے کہا کہ حضرت عمار رضی اللہ عنہ سے کیا ہوا حضرت نے فرمایا کہ تھوڑا سا جھکاؤ تو رکھتے تھے پھر جلدی سے پھر گئے (یعنی معاذ اللہ مرتد ہو گئے) (حیاۃ القلوب، ص: ۶۷۶، ج۔۲)

اور یہ روایت رجال کشی ص ۱۴، ۱۵، میں اور تفسیر صافی، ص: ۳۸۹، تحت قولہ تعالیٰ۔ "وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ" میں بھی

مذکور ہے۔ اور مشہور شیعہ عالم تنقیح المقال میں ارتداد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی روایت کو متواتر کہتا ہے۔ (تنقیح المقال، ص ۲۱۶، ج۔۱)

اور معاذ اللہ تعالیٰ اس سے یہ لازم آتا ہے کہ آنحضرت ﷺ تیئیس سال تک جو تعلیم دیتے رہے وہ ناقص تھی، اور آپ ﷺ ناکام معلم تھے کہ امتحان کا وقت آیا تو بجز چند حضرات کے باقی سب کے سب ناکام ہو گئے۔ حالانکہ قرآن کریم اسی جماعت کی تعریف کرتا ہے۔ "اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا" کہ یہ مہاجرین و انصار کی دونوں جماعتیں پکی ایماندار ہیں، ان کے ایمان میں ذرا بھی شک و شبہ نہیں۔ اور ان کے لئے مغفرت کا اعلان ہے جس میں اس طرف اشارہ ہے کہ اگر ان سے کوئی لغزش ہوگی یا ہو جائے تو سب معاف ہے۔ اب اگر کوئی شخص مہاجرین اور انصار میں سے کسی صحابی کو جس کا دلائل اور تاریخی شواہد سے مہاجر یا انصاری ہونا ثابت ہو چکا ہے۔ معاذ اللہ تعالیٰ ان کو کافر، منافق، مرتد، اور ملحد و زندیق کہتا ہے تو وہ قرآن کریم کی نص قطعی کا منکر اور پکا کافر ہے لاشک فیہ۔

اس مسئلہ میں ہم شیعوں سے صرف چند سوال کرتے ہیں

سوال: ❶ اگر صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نبی کریم ﷺ کی وفات کے بعد مرتد ہو گئے تھے تو انہوں نے مرتدین کے خلاف اسلام اور مسلمانوں کے دفاع میں لڑائیاں کیوں لڑیں؟ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم مسیلمہ کذاب، طلیحہ بن خویلد، اسود عنسی اور سجاح جیسے مدعیان نبوت اور ان کے متبعین سے برسر پیکار کیوں رہے؟ اور ان کو اسلام کی طرف واپس لانے کی کوششیں کیوں کرتے رہے؟ اگر وہ مذکورہ لوگوں کی طرح مرتد تھے، تو وہ بجائے ان کی سرکوبی کے ان کے مددگار ثابت ہوتے، انہوں نے مرتدین کی مدد کیوں نہ کی اور وہ ان کی معین و مددگار کیوں ثابت نہیں ہوئے؟

سوال: ❷ اصول فطرت اس بات کے شاہد ہیں کہ ہمیشہ انبیائے کرام علیہم السلام کی مصاحبت کیلئے اللہ تعالیٰ نے افضل و اشرف لوگوں کا انتخاب کیا ہے لہذا نبیوں کے حواریین ہمیشہ اپنی قوم و معاشرے کے شریف ترین لوگ ہوا کرتے تھے، اگر ہر مذہب و ملت والوں سے ان کے اہل افضل و اشراف اشخاص کے بارے میں دریافت کیا جائے تو وہ یہی کہیں گے ان کے رسول کے اعوان و انصار ہی اشرف ترین لوگ ہیں۔

مثلاً اگر اہل توراۃ سے ان کے مذہب و ملت کے افضل ترین لوگوں کے بارے میں دریافت کیا جائے، تو وہ یہی کہیں گے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے اصحاب افضل و بہتر تھے۔ اگر اہل انجیل سے ان کی ملت کے اشراف ترین لوگوں کے بارے میں دریافت کیا جائے تو وہ یہی کہیں گے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حواریین سب سے بہتر اور برتر لوگ تھے، اسی طرح تمام انبیاء کے اصحاب اور حواریین کا معاملہ ہے، کیونکہ رسولوں کے حواریین اور اصحاب کا وحی کے ساتھ تعلق انتہائی مضبوط ہوتا ہے، اور انبیاء و رسل کے بارے میں ان کی معرفت انتہائی معتبر ہوا کرتی ہے۔ ہمارے نبی محمد ﷺ کا کیا مقام و مرتبہ ہوگا، جنہیں اللہ تعالیٰ نے کامل ابدی شریعت کی دعوت کو پورے عالم تک پہنچانے کیلئے منتخب کیا تھا، آپ ﷺ سے پہلے اللہ تعالیٰ نے انبیاء کرام کو بھیجا تھا، اور جن کی آسمانی کتب کے ذریعہ بشارت دے دی گئی تھی۔

سوال: ❸ آپ (شیعہ) کے خیال کے مطابق کیا ایسی شخصیت کے اصحاب اور رفقاء جنہوں نے آپ کی دعوت کو بسر و چشم قبول کیا آپ پر ایمان لائے، آپ کی دل و جان سے مدد بھی کی آپ کے دفاع میں پہاڑ بن کر کھڑے ہوئے، اور دل و جان سے آپ کی عزت و تکریم کی۔ کیا آپ کی وفات کے بعد کفر کی طرف لوٹ جائیں گے؟

تمہارے اس زعم باطل کی وجہ سے شریعت اسلامیہ اور رسالت محمدیہ ﷺ کا کیا مقام باقی رہ جاتا ہے کہ اصحاب محمد ﷺ نے

محمد ﷺ کی وفات کے بعد شریعت اسلامیہ کا چولا اپنے گلے سے اتار کر پھینک دیا تھا۔ اور مرتد ہو کر دین محمد ﷺ سے منہ موڑ گئے تھے تو پھر جوان کے بعد آیا وہ تو ان لوگوں کی نسبت بدرجہ اولیٰ کفر کا مرتکب ہوا جنہوں نے نبی ﷺ کی نصرت میں اپنے گھر بار اور اہل دعیال کو چھوڑا، اپنے باپ بھائیوں سے لڑائی کی اور آپ کی وفات کے بعد مختلف شہروں اور ملکوں کو دین کی بنیاد پر فتح کیا اور اگر دعوت تبلیغ اور پند ونصائح سے کام نہ چلا تو انہوں نے تلوار اٹھانے میں بھی کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کیا۔

سوال: ❹ حضرت علی ؓ کا شیوہ یہ ہے کہ انہوں نے کبھی اپنے مدمقابل کی تکفیر نہیں کی حتیٰ کہ خوارج کو بھی انہوں نے خارج از اسلام قرار نہیں دیا جنہوں نے ان سے جنگ وجدال کیا اور انہیں تکلیفیں واذیتیں پہنچائیں شیعہ حضرات اس سلسلہ میں ان کی اقتداء کیوں نہیں کرتے؟ شیعہ اصحاب رسول ﷺ میں سے بلند پایہ اور چنیدہ اصحاب کی تکفیر کرتے ہیں بلکہ امہات المومنین زوجات رسول ﷺ تک کو وہ کافر گردانتے ہیں۔

فائدہ: الحمد للہ ہمارے چاروں سوالات اہل تشیع کے سر پر قیامت کی صبح تک قائم ودائم رہیں گے، ہمارا دعویٰ ہے کہ اصحاب محمد ﷺ کے ایمان کے لئے نصوص قرآنی اور احادیث نبویہ ہیں ہم اپنے دعویٰ اور دلائل میں صرف ان روایات کو قبول کریں گے جو نص قرآنی اور سنت مشہورہ کے مطابق ہوں گی، جن میں صحابہ کرام کی باہمی الفت ومحبت کا بیان ہو اور اگر ان کے آپس کے مشاجرات ہوں تو اس کو قرآن وسنت کے اصول سے تاویل وتطبیق یا موافقت کی صورت پیدا کرنے کی کوشش کریں گے ورنہ ان کو رد کر دیا جائے گا۔ اس کا اصول اہل سنت اور اہل تشیع دونوں کی کتب میں موجود ہے۔

قبول روایت میں اہلسنت کا اصول

❶ خطیب بغدادی نے کتاب "الکفایہ فی علم الروایہ"، ص: ۴۳۰ :میں اس مضمون کی ایک باسند روایت حضرت ابوہریرہ ؓ سے نقل کی ہے عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ اَنَّهٗ قَالَ سَيَأْتِيْكُمْ عَنِّيْ اَحَادِيْثُ مُخْتَلِفَةٌ فَمَا جَاءَ كُمْ مُوَافِقاً لِكِتَابِ اللهِ وَسُنَّتِيْ فَهُوَ مِنِّيْ وَمَا جَاءَ كُمْ مُخَالِفاً لِكِتَابِ اللهِ وَسُنَّتِيْ فَلَيْسَ مِنِّيْ یعنی حضرت ابوہریرہ ؓ نبی کریم ﷺ سے نقل کرتے ہیں کہ حضور پاک ﷺ نے فرمایا کہ میری طرف منسوب شدہ مختلف قسم کی روایات عنقریب تمہارے پاس پہنچیں گی، جو کتاب اللہ اور میری سنت (مشہورہ) کے مطابق ہوں، وہ درست ہوں گی، اور جو کتاب اللہ اور میری سنت کے معارض ہوں وہ صحیح نہیں ہوں گی۔

❷ عَنْ اَبِي الطُّفَيْلِ عَنْ عَلِيٍّ قَالَ حَدِّثُوا النَّاسَ بِمَا يَعْرِفُوْنَ وَدَعُوْا مَا يُنْكِرُوْنَ اَتُحِبُّوْنَ اَنْ يُّكَذَّبَ اللهُ وَرَسُوْلُهٗ (قال الذهبی) فَقَدْ زَجَرَ الْاِمَامُ عَلِيٌّ ؓ عَنْ رِوَايَتِ الْمُنْكَرِ وَحَثَّ عَلَى التَّحْدِيْثِ بِالْمَشْهُوْرِ وَهٰذَا اَصْلٌ كَبِيْرٌ فِي الْكَفِّ عَنْ بَثِّ الْاَشْيَاءِ الْوَاهِيَةِ وَالْمُنْكَرَةِ مِنَ الْاَحَادِيْثِ فِي الْفَضَائِلِ وَالْعَقَائِدِ وَالرَّقَائِقِ۔

(تذکرۃ الحفاظ، ص: ۱۲، ج: ۱، للذہبی تذکرہ حضرت علی مطبوعہ حیدرآباد دکن، کنز العمال، ص: ۲۴۲، ج: ۵، طبع اول، کتاب العلم، آداب العلم متفرقہ)

حاصل یہ ہے کہ حضرت علی المرتضیٰ کا فرمان ہے کہ معروف ومشہور چیزیں بیان کیا کرو اور منکر یعنی معروف ومشہور کے خلاف باتیں عوام میں نہ ذکر کیا کرو کیا تمہیں پسند ہے کہ اللہ اور اس کے رسول کی تکذیب کی جائے؟ فاضل ذہبی رحمہ اللہ اس مرتضوی قول کی روشنی میں لکھتے ہیں کہ ہمارے امام ومقتدیٰ علی المرتضیٰ ؓ نے ہمیں شاذ ومنکر روایات کے بیان کرنے سے سختی سے منع فرمایا ہے، اور مشہور ومعروف چیزوں کے بیان کرنے میں رغبت دلائی ہے اور بے سروپا وبے اصل روایت کے پھیلانے اور تشہیر کرنے سے روکنے کے لئے یہ شاندار قاعدہ بیان فرمایا ہے، یہ روایات خواہ عقائد سے تعلق رکھتی ہوں یا فضائل اور ترغیبات کے باب سے سب کی خاطر یہ قانون

ضروری اور لازمی ہے۔ ان روایات سے معلوم ہوا اس اصول کے بعد اگر کوئی شخص مشاجرات صحابہ کے مسئلہ کو لیکر ان پر کیچڑ اچھالتا ہے اور تاریخی روایات کو قرآن وسنت کے مقابلے میں لاتا ہے تو یہ اس کی اپنی کم ظرفی اور قلت تدبر کی واضح دلیل ہے۔ اور ایسے شخص کے غلط مواد کی طرف ہرگز ہرگز توجہ نہیں کی جائے گی جیسا کہ مودودی اور اہل تشیع نے اصحاب محمد (ﷺ) کے خلاف مواد پیش کیا ہے۔

تسلیم روایت کے لئے علماء شیعہ کے اصول

❶ امام محمد باقر نبی کریم ﷺ کا حجۃ الوداع والا خطبہ نقل فرماتے ہوئے حضور علیہ السلام کا ارشاد ذکر کرتے ہیں "فَاِذَا اَتَاکُمُ الْحَدِیْثُ فَاَعْرِضُوْہُ عَلٰی کِتَابِ اللّٰہِ عَزَّوَجَلَّ وَسُنَّتِیْ فَمَا وَافَقَ کِتَابَ اللّٰہِ وَسُنَّتِیْ فَخُذُوْا بِہٖ وَمَا خَالَفَ کِتَابَ اللّٰہِ وَسُنَّتِیْ فَلَا تَاْخُذُوْا بِہٖ"۔ (احتجاج طبرسی: ص: ۲۱۱ ۵: ج ۲، احتجاج ابی جعفر محمد بن علی الثانی علیہ السلام فی انواع شتی من العلوم الدینیہ)

حاصل یہ ہے کہ امام محمد باقر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم علیہ السلام نے فرمایا کہ جب تمہارے پاس کوئی حدیث پہنچے اس کو کتاب اللہ اور میری سنت پر پیش کرو جو کتاب اللہ اور میری سنت کے موافق ہو اس کو قبول کرو اور جو کتاب اللہ اور میری سنت کے خلاف ہو اس کو مت تسلیم کرو (اور اس پر عمل درآمد نہ کرو)

❷ مغیرہ بن سعید، بڑا مکار آدمی تھا وہ امام باقر رحمہ اللہ کے نام سے بے شمار جعلی روایات چلایا کرتا تھا امام جعفر صادق رحمہ اللہ۔ مغیرہ بن سعید کی اس (تدلیس) اور فعل سازی کا ذکر کرتے ہوئے لوگوں سے بطور نصیحت ایک قاعدہ بیان فرماتے ہیں۔ "فَاتَّقُوا اللّٰہَ وَلَا تَقْبَلُوْا عَلَیْنَا مَا خَالَفَ قَوْلَ رَبِّنَا تَعَالٰی وَسُنَّۃَ نَبِیِّنَا ﷺ"۔ یعنی اللہ تعالیٰ سے خوف کرو جو چیز کتاب اللہ اور سنت نبی علیہ السلام کے برخلاف ہو اس کو ہماری طرف منسوب کر کے مت قبول کرو۔ (رجال کشی تذکرہ مغیرہ بن سعید: ص: ۱۶۴ ترجمہ رقم ۱۰۳، تحفۃ الاحباب فی نوادر الآثار الاصحاب لشیخ عباس القمی: ص: ۳۷۳: تحت مغیرہ بن سعید)

اہل تشیع نے اپنا اصول تو بیان کر دیا ہے مگر وہ اپنے اصول کے پابند نہیں رہ سکے چونکہ وہ خود ہی تحریف قرآن کے قائل ہیں اور اصحاب محمد ﷺ کو مرتد اور کافر کہتے ہیں جبکہ قرآن وسنت کی روح سے اصحاب محمد ﷺ پکے اور سچے مسلمان تھے اور اللہ تعالیٰ نے ان کے ایمان کو معیار حق قرار دیا ہے چنانچہ سورۃ بقرہ میں ہے "فَاِنْ اٰمَنُوْا بِمِثْلِ مَآ اٰمَنْتُمْ بِہٖ فَقَدِ اهْتَدَوْا"۔

اہل تشیع کی تکفیر کی تین وجوہات

چنانچہ استاذ محترم امام اہل سنت شیخ الحدیث والتفسیر حضرت مولانا علامہ محمد سرفراز خان صفدر صاحب رحمہ اللہ حضرت مجدد الف ثانی کے حوالہ سے شیعہ کی تکفیر کی تین وجوہات لکھی ہیں۔ ❶ کہ وہ قرآن کریم میں کمی بیشی اور تغیر اور تبدیل کے قائل ہیں تحریف قرآن کریم کا نظریہ خالص کفر ہے۔ (ارشاد الشیعہ: ص۔ ۳۱)

❷ حضرت مجدد الف ثانی کے بتائے ہوئے قاعدہ کے مطابق شیعہ کی تکفیر کی وجہ دوم یہ ہے کہ شیعہ حضرات خلفاء راشدین اور دیگر حضرات صحابہ کرام کی تکفیر کرتے ہیں اور اس سے نصوص قطعیہ اور احادیث صحیحہ متواترہ کا رد اور انکار لازم آتا ہے جو کفر ہے۔ (ص ۴۶)

❸ شیعہ کی تکفیر کی تیسری اصولی وجہ یہ ہے کہ حضرت مجدد الف ثانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ سوم یہ کہ شیعہ حضرات پیغمبر علیہم السلام کے بعد امام برحق حضرت علی رضی اللہ عنہ کو جانتے ہیں اور اس عقیدہ پر ہیں کہ امامت ان میں اور ان کی اولاد سے باہر نہیں جاتی اور اگر جاتی ہے تو محض ظلم وتعدی۔ (رد روافض، ص۔ ۵)

استاذ محترم امام اہل سنت شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد سرفراز خان صاحب رحمہ اللہ صفدر لکھتے ہیں کہ راقم اثیم :شیعہ اور روافض کو مسلمان نہیں سمجھتا اور جمہور محققین علماء ملت بھی کھلے لفظوں میں ان کی تکفیر کرتے ہیں۔۔۔

راقم اثیم دیانۃً اس کا قائل ہے کہ اسلام کو جتنا نقصان روافض نے پہنچایا ہے وہ مجموعی لحاظ سے کسی کلمہ گو فرقہ سے نہیں پہنچا اور بحمداللہ تعالیٰ علماء حق نے اس کو خوب اجاگر کیا ہے۔ (ارشاد الشیعہ: ص۔ ۳۰)

اور بندہ ناچیز بھی حضرت استاذ محترم کے فتویٰ کے ساتھ سو فیصد متفق ہے۔ شیعہ کے کفریہ عقائد ملاحظہ کرنے کے لئے تفصیلاً، تاریخی دستاویز" تالیف مولانا ابو ریحان ضیاء الرحمٰن فاروقی شہید رحمہ اللہ دیکھیں جو مختلف مکاتب فکر کے چار سو علماء کی موجودگی میں ۲۸ ستمبر ۱۹۹۱ء کو گورنر ہاؤس لاہور میں وزیر اعظم محمد نواز شریف کو پیش کی گئی تھی، جس میں شیعہ مذہب کے بنیادی عقائد و نظریات ان کی کتابوں کے اصل عکس بمع سرورق حوالہ جات پیش کئے گئے تھے، اور اس تفسیر میں بھی جگہ جگہ ان کے کفریہ عقائد کی تفصیلات اور ان کے اشکالات اور تسلی بخش جوابات تحریر کئے گئے ہیں اور آپ اس تفسیر کا بالاستیعاب ایک دفعہ مطالعہ ضرور کریں۔

﴿۵﴾ **چوتھی قسم کے صحابہ کی تعریف** :اس میں چوتھی قسم کے مسلمانوں کی تعریف ہے جو صلح حدیبیہ کے بعد ایمان لائے اور ہجرت فرمائی۔ گو انکو وہ فضیلت حاصل نہیں جو اولاً مہاجرین و انصار کو حاصل ہے، پھر بھی ان کا شمار تو جماعت مقدس میں ہے۔ مگر اب مواخات کی بناء پر وراثت کا قانون باقی نہیں رہیگا بلکہ حقیقی اقرباء کی طرف منتقل ہو جائیگا۔ اور احکام میراث میں تو سب حقیقی رشتہ دار شرعی حصہ کے مطابق برابر ہیں کیونکہ اس کا تعلق رشتوں سے ہے افضل اور غیر افضل ہونے سے نہیں ہے۔

مسئلہ: سلسلہ مواخات قیامت تک جاری رہے گا مثلاً ایک شخص پاکستان ہجرت کر کے آیا اور باقی اس کے رشتے دار غیر مسلم دوسرے ملک میں ہیں جس مسلمان کے ساتھ اس نے مواخات قائم کی ہے اس کی وفات کے بعد وہ مسلمان اس کا وارث ہوگا۔ واللہ اعلم

اللہ تعالیٰ نے سورۃ کے آخر میں اپنے پیارے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی مقدس جماعت کے سچے مؤمن ہونے کا ذکر فرمایا اللہ تعالیٰ ہمیں اسی جماعت کے ساتھ محبت وعقیدت نصیب فرمائے اور ان کی راہ پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

الحمدللہ آج بروز پیر بتاریخ ۲۰۰۴/۶/۲۲ بوقت سوا چار بجے دن سورۃ انفال کی مختصر تفسیر سے فراغت ہوئی اللہ پاک قبولیت عامہ نصیب کرے۔ (آمین) مکمل نظر ثانی مسجد نبوی ﷺ میں ۲۰۱۱ء/۳/۱۹ کو ہوئی۔
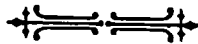
بسم اللہ الرحمن الرحیم

سورۃ التوبہ

نام اور کوائف :اس سورۃ کا نام سورۃ توبہ ہے اور برأت کے نام سے بھی مشہور ہے اور سورۃ العذاب بھی ہے۔(مستدرک حاکم: ص:۶۴: ج:۳: کتاب التفسیر)۔ترتیب تلاوت میں نویں سورۃ ہے اور ترتیب نزول میں:۱۱۳: نمبر پر ہے کل رکوع :۱۶: آیات :۱۲۹: اور بالاتفاق یہ سورۃ مدنی ہے فتح مکہ کے بعد نازل ہوئی ہے۔

امام بخاریؒ لکھتے ہیں کہ :"وآخر سورۃ نزلت براۃ"۔(بخاری: ص:۶۷۱: ج۔۲) اس کا مطلب یہ ہے کہ سورۃ براۃ سب سے آخر میں نازل ہوئی ہے۔امام حاکم فرماتے ہیں:"وکانت براۃ من آخر القرآن"۔(مستدرک حاکم: ص:۶۳: ج۔۳) اسی پر جمہور مفسرین کا اتفاق ہے۔

ربط آیات۔ ❶ گزشتہ سورۃ میں اکثر غزوۂ بدر اور کچھ غزوۂ بنی قریظہ کا ذکر تھا۔اس سورۃ میں چند غزوات اور چند واقعات اور چند اعلانات کا ذکر ہے۔ابتداء سورۃ میں نقض عہد کرنے والوں سے برأت اور بیزاری کا اعلان ہے۔الغرض دونوں سورتوں میں جہاد وقتال کا ذکر ہے۔

❷ گزشتہ سورۃ کے آخر میں مسلمانوں کو حکم تھا کہ ایک دوسرے کے بھائی اور دوست بنے رہیں "کما قال تعالیٰ فَاُولٰٓئِكَ مِنْكُمْ ...الخ"۔ اور اس سورۃ کے شروع میں یہ حکم ہے کہ مسلمانوں کو چاہئے کہ کفار اور مشرکین سے بالکلیہ تعلق قطع کرلیں۔اور ان سے بیزاری ہوجائے۔"کما قال تعالیٰ بَرَآءَةٌ مِّنَ اللّٰهِ ...الخ الغرض یہ سورۃ گزشتہ سورۃ کا تتمہ اور تکملہ ہے مضامین کی وحدت کی وجہ سے۔

سورۃ توبہ کے شروع میں بسم اللہ کے نہ ہونے کی وجہ :امام قشیری رحمہ اللہ فرماتے ہیں صحیح یہ ہے کہ جب یہ سورۃ نازل ہوئی اس وقت اس کے ساتھ بسم اللہ نازل نہیں ہوئی تھی اس لئے اس کے شروع میں بسم اللہ نہیں لکھی گئی۔

(تیسیر القاری شرح صحیح البخاری شیخ نور الحق دہلوی رحمہ اللہ قرطبی: ص:۶۱: ج:۸: تفسیر منیر: ص:۹۲: ج۔۹)

امام رازی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ قرآن کریم کی تمام سورتوں اور آیات کی ترتیب توقیفی ہے آنحضرت ﷺ کے حکم سے معلوم ہوا ہے کہ فلاں سورۃ اور فلاں آیت کو فلاں مقام پر رکھدیا جائے۔تو موجود ترتیب اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے ہے جس میں نہ کسی اجتہاد کی ضرورت ہے اور نہ دخل ہے صحیح بات یہی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے وحی خداوندی سے حکم دیا کہ انفال کے بعد توبہ کو لکھدیا جائے۔ (تفسیر کبیر: ص:۵۸۱: ج۔۸)

حضرات فقہاء کرام رحمہم اللہ فرماتے ہیں کہ جو شخص سورۃ انفال سے تلاوت کرتے ہوئے آئے تو وہ سورۃ توبہ کے شروع میں بسم اللہ نہ پڑھے، اگر توبہ سے تلاوت شروع کرے یا درمیان سے تو اسکو بسم اللہ پڑھنا چاہئے، بعض لوگ کہتے ہیں کہ سرے سے بسم اللہ پڑھنا درست ہی نہیں یہ غلط ہے اور جو لوگ بسم اللہ کے بجائے "اعوذ باللہ من النار" پڑھتے ہیں۔اس کا آنحضرت ﷺ اور صحابہ کرام سے کوئی ثبوت نہیں ہے۔ (معارف القرآن: ص:۳۰۷: ج۔۴)

موضوع سورۃ :اس سورۃ کا موضوع اعلان جنگ ہے۔

خلاصہ سورۃ :مشرکین کے چار اقسام، جہاد کے موانع، مشرکین سے جہاد کرنے کی وجوہات، ترغیب جہاد، غزوہ تبوک، منافقین کے خبائث، مجاہدین کے فضائل اور ان کے لئے بشارت، مومنین، متخلفین تائبین کے لئے بشارت۔ واللہ اعلم

سُورَةُ التَّوْبَةِ مَدَنِيَّةٌ وَهِيَ مِائَةٌ وَتِسْعٌ وَعِشْرُونَ آيَةً وَسِتَّةَ عَشَرَ رُكُوعًا

بَرَاءَةٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖٓ اِلَى الَّذِيْنَ عٰهَدْتُّمْ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ ۝١ فَسِيْحُوْا فِي الْاَرْضِ

یہ برأت ہے اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے ان لوگوں کی طرف جن کے ساتھ تم نے معاہدہ کیا مشرکین میں سے پس ان سے کہہ دو چلو پھرو زمین میں

اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَّاعْلَمُوْٓا اَنَّكُمْ غَيْرُ مُعْجِزِي اللّٰهِ ۙ وَاَنَّ اللّٰهَ مُخْزِي الْكٰفِرِيْنَ ۝٢

چار ماہ (کی مدت) تک اور جان لو کہ بیشک تم نہیں عاجز کرسکتے اللہ تعالیٰ کو اور بیشک اللہ تعالیٰ رسوا کرنے والا ہے کفر کرنیوالوں کو ﴿۲﴾

وَاَذَانٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖٓ اِلَى النَّاسِ يَوْمَ الْحَجِّ الْاَكْبَرِ اَنَّ اللّٰهَ بَرِيْٓءٌ

اور اعلان ہے اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے بڑے حج کے دن (اعلان یہ ہے) کہ بیشک اللہ تعالیٰ بیزار ہے شرک کرنے والوں سے

مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ ۙ وَرَسُوْلُهٗ ۭ فَاِنْ تُبْتُمْ فَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ۚ وَاِنْ تَوَلَّيْتُمْ فَاعْلَمُوْٓا اَنَّكُمْ

اور اس کا رسول بھی (بیزار ہے) پس اگر تم توبہ کرلو پس وہ تمہارے لئے بہتر ہے اور اگر تم روگردانی کرو تو جان لو کہ تم اللہ کو عاجز نہیں کرسکتے اور خبر سنادو

غَيْرُ مُعْجِزِي اللّٰهِ ۭ وَبَشِّرِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ۝٣ اِلَّا الَّذِيْنَ عٰهَدْتُّمْ مِّنَ

ان لوگوں کو جنہوں نے کفر کیا درد ناک عذاب ﴿۳﴾ مگر وہ لوگ جن سے تم نے معاہدہ کیا ہے مشرکین میں سے

الْمُشْرِكِيْنَ ثُمَّ لَمْ يَنْقُصُوْكُمْ شَيْـًٔا وَّلَمْ يُظَاهِرُوْا عَلَيْكُمْ اَحَدًا فَاَتِمُّوْٓا اِلَيْهِمْ

پھر انہوں نے کمی نہیں کی تمہارے ساتھ کسی چیز کی اور نہ مدد کی انہوں نے تمہارے خلاف کسی کی پس پورا کرو ان کے ساتھ ان کا عہد

عَهْدَهُمْ اِلٰى مُدَّتِهِمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِيْنَ ۝٤ فَاِذَا انْسَلَخَ الْاَشْهُرُ الْحُرُمُ فَاقْتُلُوا

ان کی مدت تک بیشک اللہ تعالیٰ پسند کرتا ہے تقویٰ اختیار کرنے والوں کو ﴿۴﴾ جب گزر جائیں مہینے حرمت کے۔ پس قتل کرو مشرکوں کو

الْمُشْرِكِيْنَ حَيْثُ وَجَدْتُّمُوْهُمْ وَخُذُوْهُمْ وَاحْصُرُوْهُمْ وَاقْعُدُوْا لَهُمْ كُلَّ مَرْصَدٍ ۚ فَاِنْ

جہاں بھی تم ان کو پاؤ اور پکڑو ان کو اور گھیرو ان کو اور بیٹھو ان کیلئے ہرگھات میں پس اگر وہ

تَابُوْا وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ فَخَلُّوْا سَبِيْلَهُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝٥

توبہ کرلیں اور نماز قائم کریں اور زکوٰۃ ادا کریں تو چھوڑ دو ان کا راستہ۔ بیشک اللہ تعالیٰ بخشش کرنے والا اور مہربان ہے ﴿۵﴾

وَاِنْ اَحَدٌ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ اسْتَجَارَكَ فَاَجِرْهُ حَتّٰى يَسْمَعَ كَلٰمَ اللّٰهِ ثُمَّ اَبْلِغْهُ

اور اگر مشرکوں میں سے کوئی شخص پناہ مانگے آپ سے پس آپ پناہ دیں اس کو یہاں تک کہ وہ اللہ کا کلام سنے پھر پہنچادیں اس کو اس کی امن کی جگہ تک

مَاْمَنَهٗ ۭ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَعْلَمُوْنَ ۝٦

اس لئے بیشک یہ لوگ ایسے ہیں جو علم نہیں رکھتے ﴿۶﴾

خلاصہ رکوع ① :اقسام مشرکین۔ ① حدیبیہ میں صلح کا معاہدہ ہوا اور انہوں نے خود عہد شکنی کی۔
② جن سے صلح کا معاہدہ کسی خاص میعاد کے لئے کیا گیا۔ ③ جن سے معاہدہ صلح بغیر تعیین مدت کے ہوا۔ ④ جن سے کسی قسم کا معاہدہ نہ تھا کفار کو پناہ دینے کا حکم۔ ماخذ آیات ۱: تا ٦ +

شانِ نزول : یہ سورۃ غزوۂ تبوک کے بعد نازل ہوئی۔ آنحضرت ﷺ جب غزوہ تبوک کے لئے روانہ ہوئے تو منافقین قسم قسم کی جھوٹی خبریں اور افواہیں اڑانے لگے تاکہ مسلمانوں میں اضطراب اور بے چینی پھیلے اور مشرکین نے ان عہدوں اور پیمانوں کو توڑنا شروع کر دیا تھا جو انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے کرر کھے تھے۔

مشرکین کا گمان اور خیال یہ تھا کہ مسلمان قیصر شام کا مقابلہ نہیں کر سکیں گے، اس لئے یہ سورت نازل ہوئی اور اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو حکم دیا کہ مشرکین سے برأت اور بیزاری کا اعلان کر دیں، اور ان کے عہدوں کو پاس کر دیں" کما قال تعالیٰ : وَاِمَّا تَخَافَنَّ مِنْ قَوْمٍ خِيَانَةً فَانْبِذْ اِلَيْهِمْ عَلٰى سَوَآءٍ" تاکہ مسلمانوں کی طرف نقض عہد کی نسبت نہ ہو اس بارہ میں اس سورت کی شروع کی چالیس آیتیں نازل ہوئی۔ دیکھو

(تفسیر کبیر: ص ۵۸۳ ج ۴ تفسیر ابی حیان: ص ۵ ج ۵ تفسیر مظہری: ص ۱۳۳ ج ۴ معالم التنزیل: ص ۲۴۴ ج ۲)

تفصیل اقسام مشرکین اور ان کے متعلق احکامات

① جن لوگوں نے نقض عہد کیا ان سے برأت اور بیزاری کا اعلان کر دیا جائے، اور چار مہینے کی ان کو مہلت دے دی جائے کہ اس مدت میں جہاں چاہیں پھریں کوئی روک ٹوک نہیں، اگر اس مدت کے اندر اندر اسلامی برادری میں داخل ہو جائیں تو بہتر ہے، ورنہ اس مدت کے گزر جانے کے بعد جہاں پائے جائیں گے قتل کیے جائیں گے۔ اب ان کیلئے راستے دو ہی ہیں یا تو اسلام لے آئیں، یا قتل پر تیار ہو جائیں، اور خوب سمجھ لیں کہ تمہاری جنگی تیاری اور تدبیر تم کو خدا کی گرفت سے بچا نہیں سکتی۔

② جن لوگوں کا آنحضرت ﷺ سے کوئی عہد موقت اور میعادی ہو اور وہ اپنے عہد پر قائم ہوں تو ان کے عہد کی مدت پوری کر دی جائے خواہ وہ کتنی ہی مدت ہو جب تک وہ اپنے عہد پر قائم رہیں تم بھی عہد پر قائم رہو۔ کما قال تعالیٰ: فَاَتِمُّوْۤا اِلَيْهِمْ عَهْدَهُمْ اِلٰى مُدَّتِهِمْ"۔

③ جن لوگوں سے آپ ﷺ کا کوئی عہد ہی نہ تھا۔ ④ یا عہد مطلق تھا جس کی کوئی مدت مقرر نہ تھی ان کو بھی یہ اطلاع دے دی گئی، کہ اب ہم آئندہ تم سے کوئی معاہدہ کرنا، اور رکھنا نہیں چاہتے۔ کفر سے صلح اور عہد کا وقت ختم ہوا، سب کی بد عہدی کا تجربہ ہو گیا۔ اس لئے ازراہ ترحم و کرم تم کو چار ماہ کی مہلت دی جاتی ہے، اگر اسلام قبول کر لو تو تمہاری سعادت ہے، ورنہ یا تو مرکز اسلام کو اپنے ناپاک وجود سے خالی کر دو، ورنہ جہاں پائے جاؤ گے پکڑے جاؤ گے، اور کوئی تدبیر تم کو خدا کی مشیت سے نہیں روک سکتی۔ من جانب اللہ ان سب کو چار مہینہ کی مہلت دے دی گئی کہ اپنے انجام کو سوچ لیں، اور ان کو اختیار دے دیا گیا کہ چاہیں اسلام قبول کر لیں، یا مقابلہ اور مقاتلہ کے لئے تیار ہوں، اور اس وسیع مدت میں اپنی نجات کا جو چاہیں بندوبست کر لیں۔ یہ چار مہینہ کی مہلت کافی مہلت ہے اور انتہائی شفقت ہے کل کو یہ نہ کہیں کہ ہم کو اچانک پکڑ لیا گیا، اور مسلمانوں پر غدر اور عہد شکنی کی تہمت نہ لگائیں۔ نہیں نہیں۔ بلکہ پوری مہلت کے بعد تم کو پکڑا گیا۔ اور دشمن کو چار مہینہ کی کھلی چھٹی دے دینا یہ اسلام کی انتہائی مرحمت سخاوت اور مروت ہے، دنیا کی کوئی متمدن اور رحم دل حکومت اس کی نظیر نہیں پیش کر سکتی۔

جمہور مفسرین رحمہم اللہ کہتے ہیں کہ سورۂ برأت کی ان آیات میں اس بد عہدی کی طرف اشارہ ہے جو صلح حدیبیہ کے بعد ظہور میں آئی جس کی تفصیل یہ ہے کہ ہجرت کے چھٹے سال آنحضرت ﷺ اور قریش مکہ کے درمیان مقام حدیبیہ میں صلح کا معاہدہ ہوا، تو بنی خزاعہ مسلمانوں کے حلیف

ہو گئے۔ اور بنو بکر قریش کے حلیف ہو گئے اور ان دونوں قبیلوں میں مدت سے عداوت چلی آرہی تھی۔ اسلئے کچھ عرصہ بنو بکر نے خلاف معاہدہ بنو خزاعہ پر شبخون مارا اور قریش نے اسلحہ وغیرہ سے ان کی مدد کی اس طرح عہد شکنی کی ابتداء ان لوگوں کی طرف سے ہوئی، خزاعہ نے اس ظالمانہ عہد شکنی کی آنحضرت ﷺ کو اطلاع کر دی، کچھ عرصہ بعد آنحضرت ﷺ نے اس کے جواب میں بلا اطلاع قریش ۸ھ میں مکہ پر حملہ کر دیا، اور نہایت آسانی کے ساتھ اس کو فتح کر لیا، اس وقت قریش کے بہت سے قبائل تھے جو ہنوز اسلام میں داخل نہیں ہوئے تھے، تو بعض تو وہ تھے جن سے آپ ﷺ کا کوئی معاہدہ اور بعض سے مطلق عہد تھا، جس کی کوئی مدت مقرر نہ تھی، اور بعض سے عہد مؤقت تھا جس کی مدت مقرر تھی، پھر ان میں سے بعض نے عہد شکنی کی، اور بعض اپنے عہد پر قائم رہے۔ سو اس سورت کے شروع میں ان جماعتوں کے احکام کا بیان ہے۔

فتح مکہ کے بعد حنین اور طائف فتح ہوئے پھر ۹ھ میں غزوہ تبوک پیش آیا، جب آپ تبوک سے واپس آئے تو یہ آیتیں نازل ہوئی اور زمانہ حج کا تھا، اور آپ کو یہ معلوم ہوا کہ مشرکین اپنی عادت کے مطابق برہنہ طواف کریں گے، اسلئے آنحضرت ﷺ خود تشریف نہیں لے گئے، اور ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو حاجیوں کا سالار بنا کر بھیج دیا، تھوڑے دور گئے ہوں گے کہ آپ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بلا کر فرمایا کہ تم یہ آیات برأت لے کر جاؤ، اور موسم حج میں ان کا اعلان کر دو چنانچہ وہ روانہ ہوئے راستہ میں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے جا ملے۔ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے پوچھا کہ امیر بن کر آئے ہو یا مامور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جواب دیا مامور ہو کر آیا ہوں۔

علماء نے لکھا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بھیجنے میں مصلحت یہ تھی کہ عرب کا دستور تھا کہ نقض عہد کا پیغام کوئی عزیز و قریبی ہی پہنچایا کرتا تھا، اور صدیق اکبر رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کے خاندانی عزیز و قریب نہ تھے اس لئے آپ ﷺ نے اتمام حجت کی غرض سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو روانہ کیا، حج کا خطبہ اور نماز صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ہی نے پڑھائی صرف سورۃ برأت کی تیس یا چالیس آیتیں یعنی شروع سے، سورت سے لے کر "وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ" تک موسم حج میں عید الاضحیٰ کے دن یعنی دسویں تاریخ ذی الحجہ کو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے پڑھ کر کافروں کو سنا دیں، اور ان آیات کے ساتھ یہ بھی اعلان کر دیا، کہ آئندہ سال کوئی مشرک حج نہ کرنے پائے گا، اور نہ کوئی برہنہ طواف کرنے پائے گا یہ اعلان دسویں تاریخ ذی الحجہ کو منیٰ میں ہوا، اور اس وقت تمام قبائل عرب وہاں موجود تھے۔

وہاں یہ اعلان کیا گیا تا کہ قریش مکہ اور دیگر قبائل عرب جو صلح حدیبیہ کے وقت موجود تھے، وہ سب سُن لیں کہ اب کفار و مشرکین سے کوئی صلح اور عہد نہیں رہا۔ سابق میں جو عہد و پیمان تھے وہ سب ختم ہوئے، اب تمام کافروں کو صرف چار مہینہ کی مہلت ہے چار ماہ گزرنے کے بعد دو ہی راہیں ہیں یا اسلام لے آئیں یا قتل کے لئے تیار ہو جائیں یا جزیرۃ العرب سے باہر نکل جائیں، تا کہ اسلام کا قلب اور مرکز کفر اور شرک سے پاک ہو جائے، غرض یہ کہ اس اعلان برأت سے مقصود یہ تھا کہ جزیرۃ العرب کفر اور شرک کی نجاست سے پاک ہو جائے، اور مرکز اسلام میں کفر و شرک کی نجاست باقی نہ رہے۔ (معارف القرآن: ص:۸۱ سو ۸۰ سو ج: سو مولانا کاندھلوی رحمہ اللہ)

﴿۱﴾ **تیسری اور چوتھی قسم کے کفار سے اعلان جنگ :** اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول کفار کی ہر قسم کی حفاظت سے بیزار ہیں جن سے تم نے بلا تعیین مدت عہد کر رکھا تھا یہ تیسری قسم کے مشرکین کا حکم ہے، اور چوتھی قسم کے مشرکین جن سے کوئی عہد نہیں تھا ان کا بھی یہی حکم ہے جب معاہدین سے رفع امان کر دیا گیا ہے تو غیر معاہدین سے تو خود بخود رفع امان ہو گیا۔

﴿۲﴾ **مذکورہ اقسام کے مشرکین کے لئے اطلاع :** اعلان جنگ کے بعد چار مہینے غور کی مہلت دی جاتی ہے جہاں چاہو پھر و اس مدت میں تمہاری جان و مال سے کوئی تعرض نہیں کیا جائے گا، اس مہلت مدت میں صرف مسلمانوں کے ہاتھ سے بچ سکتے ہو لیکن تم اللہ تعالیٰ کو عاجز نہیں کر سکتے کہ اس کے قبضہ سے نکل جاؤ یہ بھی یاد رکھو کہ اللہ قیامت کے دن کافروں کو رسوا کرے گا۔

﴿۳﴾ **پہلی اور دوسری قسم کے کفار کا حکم :** یہ ہے کہ حج اکبر یعنی دس ذی الحجہ کو اس لئے کیا گیا تھا چونکہ تمام قوموں کے

نمائندے جمع تھے۔ اس مہلت کی ابتداء حج اکبر کے دن یعنی عید کے دن سے ہے اور اس کا اختتام دس ربیع الاول پر ہوگا۔ اگر تم اسلام کی مخالفت سے باز نہ آئے تو پھر تمہارا ستیاناس کر دیا جائے گا۔

﴿۴﴾ قسم دوم یعنی معاہدہ خاص میعادی کا حکم: ان کے متعلق فرمایا کہ وہ مشرک اس برأت اور قطع تعلق سے مستثنیٰ ہیں جنہوں نے تم سے عہد کیا تھا، پھر انہوں نے ایفاء عہد میں کوئی بدعہدی نہیں کی، اور تمہارے مقابلہ میں تمہارے کسی دشمن کی مدد نہیں کی، ان مشرکوں سے عہد کی مدت پوری کرو۔

﴿۵﴾ قسم اول اور بقیہ کفار سے قتال کا حکم: دس ذوالحجہ سے لے کر چار مہینے جو مہلت دی گئی ہے جب وہ پوری ہو جائے تو (قسم اول اور بقیہ اقسام کے کفار کو) پھر جہاں پاؤ قتل کرو خواہ حل ہو یا حرم ہو، اب ان کے قتل کرنے کے لئے ہر زمان اور مکان یکساں ہے نہ کوئی مکان انکو پناہ دے سکتا ہے، اور نہ کوئی وقت، ہاں اگر اسلام میں داخل ہو جائیں تو پھر انکو چھوڑ دو۔

حضرات سلف اور خلف کے نزدیک اس آیت کو آیت السیف کہتے ہیں جن میں کفار کے قتال کا عام حکم ہے، اور یہ آیت اس سے قبل ہر عہد کے لئے ناسخ ہے۔ اس آیت کے نازل ہونے کے بعد کسی مشرک سے کوئی عہد اور ذمہ باقی نہیں رہا۔

(ابن کثیر: ص ۳۴۷، ج ۲)

﴿۶﴾ کفار کو پناہ دینے کا حکم: اگر ان مشرکوں میں سے جن سے تعرض کرنا چاہتے ہو اگر کوئی رفع شکوک کیلئے آئے تو بڑی خوشی سے اجازت دی جائے تا کہ وہ اسلام کی حقیقت کو سمجھ لے، پھر اگر وہ ایمان نہ لائے تو اسکو اس کے امن کی جگہ یعنی اسکی قوم اور قبیلہ میں پہنچا دو، اور اس سے کوئی تعرض نہ کرو یہ مہلت اس لئے ہے کہ یہ لوگ ناسمجھ ہیں۔

كَيْفَ يَكُوْنُ لِلْمُشْرِكِيْنَ عَهْدٌ عِنْدَ اللّٰهِ وَعِنْدَ رَسُوْلِهٖٓ اِلَّا الَّذِيْنَ عٰهَدْتُّمْ

کس طرح ہوسکتا ہے مشرکوں کیلئے عہد اللہ کے نزدیک اور اس کے رسول کے نزدیک مگر وہ لوگ جن سے تم نے معاہدہ کیا ہے مسجد حرام کے پاس پس جب تک وہ سیدھے رہیں

عِنْدَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ۚ فَمَا اسْتَقَامُوْا لَكُمْ فَاسْتَقِيْمُوْا لَهُمْ ۗ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِيْنَ ۝

تمہارے لئے تو تم بھی سیدھے رہو ان کیلئے بیشک اللہ تعالیٰ پسند کرتا ہے تقویٰ اختیار کرنے والوں کو ﴿۷﴾

كَيْفَ وَاِنْ يَّظْهَرُوْا عَلَيْكُمْ لَا يَرْقُبُوْا فِيْكُمْ اِلًّا وَّلَا ذِمَّةً ۗ يُرْضُوْنَكُمْ بِاَفْوَاهِهِمْ

کس طرح ان کے حلاف لڑائی نہیں ہوگی حالانکہ اگر یہ غالب آجائیں تو نہیں لحاظ کرتے تمہارے اندر قرابت کا اور نہ عہد و پیمان کا یہ تمہیں راضی کرتے ہیں اپنے مونہوں کی بات سے

وَتَاْبٰى قُلُوْبُهُمْ ۚ وَاَكْثَرُهُمْ فٰسِقُوْنَ ۝ اِشْتَرَوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ ثَمَنًا قَلِيْلًا فَصَدُّوْا

اور ان کے دل انکار کرتے ہیں اور اکثر ان کے نافرمان ہیں ﴿۸﴾ خریدی ہے انہوں نے اللہ کی آیتوں کے بدلے تھوڑی قیمت پس روکا ہے انہوں نے

عَنْ سَبِيْلِهٖ ۗ اِنَّهُمْ سَآءَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝ لَا يَرْقُبُوْنَ فِيْ مُؤْمِنٍ اِلًّا وَّلَا ذِمَّةً ۗ

اس کے راستے سے بیشک بری ہے وہ بات جو یہ لوگ کرتے ہیں ﴿۹﴾ نہیں لحاظ کرتے کسی مومن میں قرابت کا اور نہ عہد و پیمان کا اور یہی لوگ ہیں

وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُعْتَدُوْنَ ۝ فَاِنْ تَابُوْا وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ فَاِخْوَانُكُمْ

تعدی کرنے والے ﴿۱۰﴾ پس اگر یہ توبہ کر جائیں اور نماز قائم کریں اور زکوٰۃ دینے لگیں تو یہ تمہارے بھائی ہیں دین میں

فِي الدِّينِ ۚ وَنُفَصِّلُ الْآيَاتِ لِقَوْمٍ يَعْلَمُونَ ﴿١١﴾ وَإِن نَّكَثُوا أَيْمَانَهُم مِّن بَعْدِ

اور ہم تفصیل سے بیان کرتے ہیں آیتیں ان لوگوں کیلئے جو علم رکھتے ہیں ﴿۱۱﴾ اور اگر توڑ دیں یہ لوگ اپنی قسموں کو اپنے عہد

عَهْدِهِمْ وَطَعَنُوا فِي دِينِكُمْ فَقَاتِلُوا أَئِمَّةَ الْكُفْرِ ۙ إِنَّهُمْ لَا أَيْمَانَ لَهُمْ لَعَلَّهُمْ يَنتَهُونَ ﴿١٢﴾

کرنے کے بعد اور طعن کریں تمہارے دین میں۔ پس تم لڑو کفر کے سرداروں کے ساتھ بیشک نہیں ان کی قسمیں تا کہ یہ باز آجائیں ﴿۱۲﴾

أَلَا تُقَاتِلُونَ قَوْمًا نَّكَثُوا أَيْمَانَهُمْ وَهَمُّوا بِإِخْرَاجِ الرَّسُولِ وَهُم بَدَءُوكُمْ أَوَّلَ

(اے اہل ایمان) کیوں نہیں تم لڑتے ان لوگوں کے ساتھ جنہوں نے اپنی قسموں کو توڑا اور جنہوں نے قصد کیا ہے اللہ کے رسول کو نکالنے کا اور انہوں نے ابتداء کی ہے

مَرَّةٍ ۚ أَتَخْشَوْنَهُمْ ۚ فَاللَّهُ أَحَقُّ أَن تَخْشَوْهُ إِن كُنتُم مُّؤْمِنِينَ ﴿١٣﴾ قَاتِلُوهُمْ يُعَذِّبْهُمُ اللَّهُ

تمہارے ساتھ پہلی مرتبہ کیا تم ان سے ڈرتے ہو پس اللہ تعالیٰ زیادہ حقدار ہے کہ تم اس سے ڈرو اگر تم ایمان رکھتے ہو ﴿۱۳﴾ لڑو ان سے اللہ ان کو سزا دے گا تمہارے ہاتھوں سے

بِأَيْدِيكُمْ وَيُخْزِهِمْ وَيَنصُرْكُمْ عَلَيْهِمْ وَيَشْفِ صُدُورَ قَوْمٍ مُّؤْمِنِينَ ﴿١٤﴾ وَيُذْهِبْ

اور رسوا کرے گا ان کو اور مدد کرے گا تمہاری ان کے خلاف اور شفا دے گا ایمان والوں کے سینوں کو ﴿۱۴﴾ اور لے جائے گا ان کے دلوں کے غصے کو

غَيْظَ قُلُوبِهِمْ ۗ وَيَتُوبُ اللَّهُ عَلَىٰ مَن يَشَاءُ ۗ وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ ﴿١٥﴾ أَمْ حَسِبْتُمْ

اور توبہ قبول کرے گا اللہ جس کی چاہے اور اللہ تعالیٰ سب کچھ جاننے والا اور حکمت والا ہے ﴿۱۵﴾ کیا تم گمان کرتے ہو

أَن تُتْرَكُوا وَلَمَّا يَعْلَمِ اللَّهُ الَّذِينَ جَاهَدُوا مِنكُمْ وَلَمْ يَتَّخِذُوا مِن دُونِ اللَّهِ وَلَا

(اے اہل ایمان) کہ تم کو چھوڑ دیا جائے گا حالانکہ ابھی اللہ نے نہیں ظاہر کیا ان لوگوں کو جنہوں نے جہاد کیا تم میں سے اور جنہوں نے نہیں بنایا اللہ اور اس کے رسول

رَسُولِهِ وَلَا الْمُؤْمِنِينَ وَلِيجَةً ۚ وَاللَّهُ خَبِيرٌ بِمَا تَعْمَلُونَ ﴿١٦﴾ ع

اور مومنوں کے سوا کسی کو دلی دوست اور اللہ تعالیٰ خبر رکھتا ہے اس چیز کی جو تم کرتے ہو ﴿۱۶﴾

﴿۷﴾ كَيْفَ يَكُونُ لِلْمُشْرِكِينَ عَهْدٌ ... الخ ربط آیات : گزشتہ آیات میں مشرکین سے برأت کا اعلان فرمایا تھا اب یہاں سے ان کے عہد کے تمام اور ختم کردینے کا ذکر ہے۔

خلاصہ رکوع ❷ قسم اول کے بدعہدوں کا معاملہ، قسم دوم عہد نبھانے والے، عود مضمون قسم اول کے کفار سے دوستی کی ممانعت، قسم اول کے شریر ہونے کی وجہ، کیفیت کفار، ترغیب توبہ، بدعہدوں سے قتال، ترغیب قتال، حکم قتال، حکمت قتال، دلوں سے غصہ کا ازالہ، امتحان خداوندی برائے جہاد۔ ماخذ آیات ۷ تا ۱۶ +

قسم اول کے بدعہدوں کا معاملہ : یعنی جنہوں نے عہد توڑا ہے تو ایسے لوگوں سے برأت اور بیزاری عین مصلحت ہے۔

إِلَّا الَّذِينَ ... الخ دوسری قسم عہد نبھانے والے : ہاں اگر ان سے معاہدہ ہے اگر وہ معاہدہ نبھا ہیں تو مسلمان بھی نبھاتے جائیں۔ ان اللہ ... الخ بلاشبہ اللہ تعالیٰ بدعہدی سے احتیاط رکھنے والوں کو پسند کرتے ہیں۔

﴿۸﴾ عود مضمون قسم اول کے کفار سے دوستی کی ممانعت :ان سے دوستی کس طرح ہوسکتی ہے۔ اگران کا بس چلے تو پھر نہ رشتہ داری کالحاظ کریں نہ عہد کی پابندی کوملحوظ رکھیں بلکہ ہرممکن طریقہ سے مسلمانوں کوایذائیں پہنچاتے ہیں۔

﴿۹﴾ قسم اول کے شریر ہونے کی وجہ :ان بدکاروں نے خواہشات نفسانی کے پیچھے پڑ کرایمان جیسی محبوب چیز کوبھی چھوڑ کردنیا کواس پرترجیح دیتے ہیں۔ (بھلاان سے دوستی کیسے ہوسکتی ہے) ﴿۱۰﴾ کیفیت کفار :اس آیت میں مزیدانکی غداری کا ذکر ہے کہ وہ حدودانسانیت سے گزرچکے ہیں۔ ﴿۱۱﴾ ترغیب توبہ : کفاراگرتوبہ کرلیں اور۔شرارتوں سے تائب ہوکراسلام میں داخل ہوجائیں تو پھرتمہارے بھائی کہلائیں،اورمساوی حقوق پائیں۔

﴿۱۲﴾ بدعہدوں سے قتال :اگرمعاہدہ توڑدیں اوراسلام پرطعن کریں،تو پھران سرغنوں کے سرکچل دو۔تاکہ فتنہ کادروازہ بندہوجائے۔اس آیت سے صاف واضح ہے کہ جودین اسلام پرطعن کرے اوراحکام شریعت میں عیب نکالے تو یہ صریح کفر ہے۔ اورایسے شخص کاقتل کرنابالاجماع واجب ہے۔ (تفسیرقرطبی:ص:۷۷،ج:۸: دیکھئے ابن کثیر:ص:۵۵۲:ج:۲، تفسیرمنیر:ص:۱۲۴:ج۔۱۰)

مولانامحمدادریس کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ اس آیت سے "اَئِمَّةَ الْكُفْرِ" سے کوئی خاص جماعت مرادنہیں بلکہ قیامت تک آنے والے پیشوایان کفرہیں اور یہ بتلانامقصود ہے کہ بلاتعیین تمام ائمہ کفراور بلاتخصیص تمام پیشوایان کواورناقضین عہد سے جہاد وقتال واجب ہے۔ (تفسیرالبحرالمحیط:ص:۱۴،ج:۵:بحوالہ معارف القرآن:ص:۹۳ سو ج۔۳)

﴿۱۳﴾ ترغیب قتال :یہ ہے کہ کفارمکہ آنحضرت ﷺ کے دشمن تھے،انہوں نے حدیبیہ کے مقام پرآپ سے جومعاہدہ طے کیاتھا،اس کی خلاف ورزی کی،اورآپ ﷺ کومدینہ سے جلاوطن کرنے کاارادہ کیا،اوراپنی قسموں کاکوئی لحاظ نہ کیا،بلکہ مسلمانوں کے حلیف بنی خزاعہ کے خلاف بنوبکرکی مددکی اوران پرشبخون مارا۔

﴿۱۴﴾ حکم قتال :انکوقتل کرو۔اللہ تعالیٰ تمہارے ہاتھوں سے انکوسزادیناچاہتا ہے تاکہ تمہارے سینے ٹھنڈے ہوں جس طرح انہوں نے تمہیں ایذائیں دی تھی تم بھی بدلہ لےلو۔

﴿۱۵﴾ دلوں سے غصہ کاازالہ :اللہ تعالیٰ مؤمنوں کے دلوں سے غصہ دورکرےگا،جوخودمقابلہ کی تاب نہیں رکھتے،اوران کی حرکات کودیکھ کردل میں کڑھتے رہتے ہیں،اوران کافروں میں سے جسکوچاہےگاایمان کی لازوال نعمت سے سرفراز فرمائے گا۔جیسے فتح مکہ کے موقع پرابوسفیان اورعکرمہ بن ابی جہل کواسلام کی دولت عطافرمائی۔

﴿۱۶﴾ امتحان خداوندی برائے جہاد : کفارکی سرکوبی اورتباہی تمہارے ہاتھوں سے ہوگی۔اورتمہیں میدان جنگ میں اترناپڑےگا۔تاکہ تمہارے ایمان واخلاص کی جانچ وپڑتال ہو۔اورکھرے کھوٹے کی تمیزہو۔

مَا كَانَ لِلْمُشْرِكِيْنَ اَنْ يَّعْمُرُوْا مَسٰجِدَ اللّٰهِ شٰهِدِيْنَ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ بِالْكُفْرِ ؕ

نہیں ہے لائق شرک کرنے والوں کے لئے کہ وہ آبادکریں اللہ کی مسجدوں کواس حال میں کہ وہ اپنے نفسوں پرکفرکی گواہی دینے والے ہوں یہ وہ لوگ ہیں جن

اُولٰٓئِكَ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ ۚۖ وَفِي النَّارِ هُمْ خٰلِدُوْنَ ﴿۱۷﴾ اِنَّمَا يَعْمُرُ مَسٰجِدَ اللّٰهِ مَنْ

کے اعمال ضائع ہوچکے ہیں اور وہ دوزخ کی آگ میں ہمیشہ رہنے والے ہیں ﴿۱۷﴾ بیشک آباد کرتا ہے اللہ کی مسجدوں کو وہ آدمی

اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَاَقَامَ الصَّلٰوةَ وَاٰتَى الزَّكٰوةَ وَلَمْ يَخْشَ اِلَّا اللّٰهَ قف

جوایمان لایااللہ پراورقیامت کے دن پراورجس نے نمازقائم کی اورزکوۃ دی اورنہیں ڈراوہ سوائے اللہ کے کسی سے پس امید ہے کہ یہی لوگ ہوں گے

فَعَسٰٓى اُولٰٓئِكَ اَنْ يَّكُوْنُوْا مِنَ الْمُهْتَدِيْنَ ﴿۱۸﴾ اَجَعَلْتُمْ سِقَايَةَ الْحَآجِّ وَعِمَارَةَ

ہدایت پانے والے ﴿۱۸﴾ کیا ٹھہرایا ہے تم نے حاجیوں کو پانی پلانا اور مسجد حرام کی تعمیر کرنا اس شخص کی

الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ كَمَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَجٰهَدَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ لَا يَسْتَوٗنَ

طرح جو ایمان لایا اللہ پر اور قیامت کے دن پر اور جہاد کیا اللہ کے راستے میں نہیں برابر یہ اللہ کے نزدیک اور اللہ نہیں راہنمائی کرتا

عِنْدَ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۱۹﴾ اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَهَاجَرُوْا

ان لوگوں کی جو ظلم کرنے والے ہیں ﴿۱۹﴾ وہ لوگ جو ایمان لائے اور جنہوں نے ہجرت کی

وَجٰهَدُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ ۙ اَعْظَمُ دَرَجَةً عِنْدَ اللّٰهِ ؕ وَاُولٰٓئِكَ

اور جہاد کیا اللہ کے راستے میں اپنے مالوں سے اور اپنی جانوں سے یہ لوگ بڑے ہیں درجے میں اللہ کے نزدیک اور یہی لوگ ہیں

هُمُ الْفَآئِزُوْنَ ﴿۲۰﴾ يُبَشِّرُهُمْ رَبُّهُمْ بِرَحْمَةٍ مِّنْهُ وَرِضْوَانٍ وَّجَنّٰتٍ لَّهُمْ فِيْهَا

فائز المرام ہونے والے ﴿۲۰﴾ بشارت دیتا ہے ان کو ان کا رب اپنی رحمت سے اور خوشنودی سے اور ان کیلئے ایسے باغات ہیں جن کے اندر

نَعِيْمٌ مُّقِيْمٌ ۙ ﴿۲۱﴾ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ؕ اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗٓ اَجْرٌ عَظِيْمٌ ﴿۲۲﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ

دائمی نعمتیں ہوں گی ﴿۲۱﴾ یہ ہمیشہ رہنے والے ہوں گے ان میں بیشک اللہ تعالیٰ کے پاس اجر عظیم ہے ﴿۲۲﴾ اے ایمان والو!

اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْٓا اٰبَآءَكُمْ وَاِخْوَانَكُمْ اَوْلِيَآءَ اِنِ اسْتَحَبُّوا الْكُفْرَ عَلَى الْاِيْمَانِ ؕ

نہ بناؤ اپنے باپوں اور بھائیوں کو اپنا رفیق اگر وہ پسند کرتے ہیں کفر کو ایمان کے مقابلے میں اور جو ان سے دوستی کرے گا تم میں سے پس یہی

وَمَنْ يَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿۲۳﴾ قُلْ اِنْ كَانَ اٰبَآؤُكُمْ وَاَبْنَآؤُكُمْ

لوگ ہیں ظلم کرنے والے ﴿۲۳﴾ (اے پیغمبر) آپ کہہ دیجئے کہ اگر تمہارے باپ اور تمہارے بیٹے اور

وَاِخْوَانُكُمْ وَاَزْوَاجُكُمْ وَعَشِيْرَتُكُمْ وَاَمْوَالُ ۨاقْتَرَفْتُمُوْهَا وَتِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ

تمہارے بھائی اور تمہاری بیویاں اور تمہارے خاندان اور مال جو تم نے کمائے ہیں اور تجارت جس کے ماند پڑجانے سے

كَسَادَهَا وَمَسٰكِنُ تَرْضَوْنَهَآ اَحَبَّ اِلَيْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَجِهَادٍ فِيْ سَبِيْلِهٖ

تم ڈرتے ہو اور تمہارے پسندیدہ مکانات زیادہ پسندیدہ ہیں تمہارے نزدیک اللہ سے اس کے رسول سے اور اس کے راستے میں

فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰى يَاْتِيَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ ؕ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ ﴿۲۴﴾

جہاد کرنے سے تو پھر انتظار کرو تم یہاں تک کہ لائے اللہ تعالیٰ اپنا حکم اور اللہ تعالیٰ نہیں رہنمائی کرتا اس قوم کی جو نافرمانی کرنے والی ہے ﴿۲۴﴾

﴿۱۷﴾ مَا كَانَ لِلْمُشْرِكِيْنَ۔۔۔ الخ ربط آیات :اوپر مشرکین کی قباحتوں کا ذکر تھا، اب آگے ان کے فخرو ناز کا ذکر ہے پھر اس کا رد ہے۔

خلاصہ رکوع ۳ مشرکین مکہ کے تین عذرات برائے مانع جہاد، مساجد الٰہیہ کے آباد کرنے والے صرف مؤمن ہیں، مؤمنین ومجاہدین اور مہاجرین کے لئے بشارت، مؤمنین ومہاجرین اور مجاہدین کے لئے تین انعامات کی بشارت، دائمی انعامات، ترک ہجرت اور مانع جہاد پر تنبیہ۔ ماخذ آیات ۱۷: تا ۲۴+

جملہ معترضہ :اس رکوع اور اگلے رکوع میں مشرکین مکہ کے پانچ عذرات کا ذکر ہے جو مانع جہاد تھے ان میں سے تین کا اس رکوع میں ذکر ہے اور دو کا اگلے رکوع میں ہے۔ اور ان دونوں رکوعوں میں ان عذرات کو رفع کرنا مقصود ہے۔

مانع جہاد۔ ۱ مطلب آیت کا یہ ہے کہ اگر مشرکین بعض اعمال کے پابند ہیں تو ان کے خلاف جہاد رک نہیں سکتا خصوصاً ان کا مسجد حرام کا مجاور ہونا جہاد سے مانع نہیں ہے۔

﴿۱۸﴾ مساجد الٰہیہ کے آباد کرنے والے صرف مؤمن ہیں :اس لئے کہ مساجد کی حقیقی آبادی یہ ہے کہ ان میں اللہ تعالیٰ کی عبادت کی جائے اسکی شایان شان کے مطابق اور ان میں کثرت سے ذکر اللہ کرنے والے موجود ہوں جو بغیر کسی کے روک ٹوک خدا وحدہ لاشریک لہ کو یاد کریں، اور ان مقامات کو لغویات سے محفوظ رکھیں، اور یہ مشرکین سے کیسے ہوسکتا ہے؟

﴿۱۹﴾ مانع جہاد۔ ۲ مطلب یہ ہے کہ تم لوگوں نے خانہ کعبہ کی تعمیر اور حاجیوں کے پانی پلانے کو ایمان اور جہاد کے برابر سمجھ لیا یہ غلط ہے ہرگز ایسا نہیں بلکہ ایسے لوگوں سے جہاد کیا جائے گا۔

مشرک کی کوئی بھی عبادت درجہ قبولیت حاصل نہیں کرسکتی

۱ مشرکین مکہ نے اپنی بعض عبادتوں کا ذکر کیا تھا کہ ہم بھی نیکی کے کام کرتے ہیں اور مسجد حرام کی تعمیر کرتے ہیں اور پردیسی مسافر حاجیوں کو پانی پلاتے ہیں۔ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لیے مسجد تعمیر کرے گا تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت میں ایک مخصوص قسم کا محل تیار کرے گا۔ (بخاری: ص: ۲۱۵: ج ۱، مسلم: ص۔ ۲۰۱)

اور مسجد بھی کوئی شاہی مسجد نہیں بلکہ اتنا مبالغہ فرمایا کہ اگرچہ وہ کونج (پرندہ) کے گھونسلے کے برابر بھی کیوں نہ ہو۔ (ابوداؤد طیالسی: ص: ۱۴۳۔ ابن ماجہ: ص۔ ۵۴) لیکن آپ کو معلوم ہے کہ مشرکین مکہ نے جن میں ابولہب، ابوجہل، عتبہ، شیبہ خصوصیت سے قابل ذکر ہیں ایک معمولی مسجد نہیں بلکہ ام المساجد (بیت اللہ) تعمیر کی تھی ان کے لیے جنت میں محل تو کیا تیار ہوگا وہ کبھی جنت میں داخل بھی نہیں ہوسکتے اور مسجد حرام کا چندہ جس خلوص سے مشرکین نے جمع کیا وہ بھی یاد رکھنے کے قابل ہے۔

ابو وہب بن عابد مسجد حرام کا متولی تھا اس نے اعلان کیا تھا کہ مسجد حرام میں حلال وطیب مال ہی لگایا جائے گا کوئی شخص حرام مال، عورتوں کی آمدنی اور سود کی رقم اور دیگر ظلم سے حاصل کی ہوئی رقم چندہ میں ہرگز نہ دے۔ (عمدۃ القاری علی البخاری: ص: ۲۱۵: ج: ۱: حاشیہ) یہی وجہ تھی کہ حلال وطیب چندہ اتنا جمع نہ ہوسکا جس سے وہ ساری مسجد پر چھت ڈال سکیں مجبوراً انہیں مسجد کا ایک حصہ باہر نکالنا پڑا جس کو حجر اور حطیم سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ (بخاری: ص: ۲۱۵: ج ۱) مسجد سے اس جگہ صرف کعبہ کا حصہ مراد ہے۔

۲ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص حج مبرور (یعنی حلال کی کمائی اور خلوص نیت کے ساتھ) حج کرے وہ گناہوں سے ایسا معصوم ہوجاتا ہے جیسا ماں کے پیٹ سے ابھی باہر آیا۔ (بخاری: ص: ۲۰۶: ج ۱، مسلم: ص: ۴۳۶: ج۔ ۱)

لیکن مشرکین عرب اور اہل مکہ میں سے کوئی ایسا مشرک ثابت نہیں ہو سکتا جس نے کئی کئی حج نہ کئے ہوں، جب مکہ مکرمہ فتح ہوا تو آنحضرت ﷺ نے اعلان کروایا کہ اس سال کے بعد کوئی مشرک حج نہیں کر سکتا تو نہ ہی کوئی ننگا ہو کر طواف کر سکتا ہے۔ (بخاری: ص:۲۲۰: ج:۱، مسلم: ص:۴۳۵: ج۔۱) مگر اہل اسلام جانتے ہیں کہ مشرکوں کے یہ حج بالکل ضائع اور اکارت گئے ان کو ان کے عوض کوئی ثواب حاصل نہیں ہو سکتا۔

فائدہ: حاجی سے جو گناہوں کی معافی کا وعدہ ہوا ہے وہ ایسے گناہ ہیں جن کا تعلق حقوق اللہ سے ہوگا باقی رہے وہ گناہ جن کا تعلق عباد کے ساتھ ہے وہ معاف نہیں ہو سکتے تاوقتیکہ وہ اصحاب حقوق کو دیئے نہ جائیں یا ان سے معافی نہ لی جائے۔ (مسند طیالسی :ص۔۳۸۲) اور نماز اور روزہ بھی قضاء اور فدیہ کے بغیر معاف نہیں ہوتے۔

۳ مشرکین قریش یوم عاشوراء کا روزہ رکھا کرتے تھے۔ (بخاری: ص:۲۶۸: ج:۱، مسلم: ص:۳۵۷: ج:۱) لیکن اس کے باوجود کسی مسلمان کو یہ جرأت نہیں ہو سکتی کہ وہ یہ کہہ دے کہ مشرکین کی تعمیر مسجد اور صوم یوم عاشوراء مفید ہو سکتا ہے اس کے علاوہ بھی کئی نیکیوں کے کام کرتے تھے جن کی تفصیلات کتب احادیث میں دیکھی جا سکتی ہے۔

﴿۲۰﴾ مجاہدین اور مہاجرین کے لئے بشارت: بلکہ خوب سمجھ لو ایمان و ہجرت کے بعد جانی اور مالی جہاد کرنے والوں کا درجہ بہت بلند ہے۔ یہاں پر سوال ہوتا ہے کہ یہاں "اعظم" کا لفظ ہے جو اسم تفضیل کا صیغہ ہے اور اسم تفضیل میں زیادتی غیر پر مقصود ہوتی ہے۔ پہلے مشرکین کا ذکر تھا اسکا مطلب یہ ہوا کہ مومنوں کا درجہ بڑا ہے مگر کافروں کا درجہ تو ہے مگر بڑا نہیں یعنی مشرکوں کا عمل بھی وزن والا ہے حالانکہ کافروں کے بارے میں تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ "حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ"۔ اس کا ایک جواب یہ ہے کہ "اعظم" کا لفظ مسلمانوں کے اعتبار سے ذکر فرمایا ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ مسلمانوں کی دو قسمیں ہیں ایک وہ مسلمان ہیں جنہوں نے جہاد کیا اور ہجرت کی اور دوسرے وہ مسلمان ہیں جنہوں نے یہ دونوں کام نہیں کئے تو جنہوں نے جہاد اور ہجرت کی ان کا درجہ بڑا ہے۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ کافر اپنے زعم میں اپنے کاموں کو بڑا درجہ کا سمجھتے تھے لیکن اسکی حقیقت کچھ بھی نہیں۔

﴿۲۱﴾ مؤمنین و مہاجرین اور مجاہدین کے لئے تین انعامات کی بشارت: پہلی آیت میں تین چیزوں کا ذکر تھا ایمان۔ جہاد، ہجرت، اور ان تین چیزوں پر بشارت بھی تین چیزوں کی دی گئی ہے۔ "رحمت، رضوان، خلود فی الجنۃ، ابوحیان رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ رحمت ایمان پر مرتب ہے اگر ایمان نہ ہو تو آخرت میں خدا کی رحمت و مہربانی سے کوئی حصہ نہیں مل سکتا حصہ کا اعلیٰ ہونا اور رضوان جو بہت اعلیٰ مقام ہے جہاد فی سبیل اللہ کا صلہ ہے۔ (بحر محیط: ص:۲۱: ج۔۵)

مجاہد فی سبیل اللہ تمام نفسانی خواہشات کو چھوڑ کر خدا کے راستہ میں جان و مال نثار کرتا ہے، اور خدا کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے انتہائی قربانی پیش کرتا ہے، لہٰذا اس کا صلہ بھی انتہائی حصہ کا اعلیٰ ہونا چاہئے اور وہ اللہ تعالیٰ کی رضا کا مقام ہے، باقی ہجرت وہ خدا کے لئے وطن مالوف اور گھر بار چھوڑنے کا نام ہے، اس لئے مہاجر کو خوشخبری دی گئی کہ تیرے وطن سے بہتر وطن، اور تیرے گھر سے بہتر گھر تجھ کو ملے گا۔ جس میں ہمیشہ اعلیٰ درجہ کی آسائش و راحت سے رہنا ہے جس سے ہجرت کرنے کی کبھی نوبت نہیں آئے گی۔

﴿۲۲﴾ دائمی انعامات (برائے صحابہ رضی اللہ عنہم): ان نعمتوں سے کبھی علیحدہ نہ کیے جائیں گے۔ ان آیات سے مہاجرین و مجاہدین اصحاب رسول ﷺ کی فضیلت روز روشن کی طرح واضح ہیں اور اصحاب رسول ﷺ میں خصوصاً اصحاب ثلاثہ اس آیت کی مصداق ہیں مذکورہ بالا آیات میں کونسا وصف ایسا ہے جو ان میں نہیں پایا جاتا ۱ ایمان بغیر کسی دنیوی لالچ کے لئے آئیں ہیں۔ ۲ انہوں نے ہجرت کا شرف اللہ کو راضی کرنے کے لئے حاصل کیا۔ ۳ انہوں نے جہاد فی سبیل اللہ کیا اس

لئے تو اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف "اَعْظَمُ دَرَجَةً عِنْدَ اللهِ" کی عظیم نسبت کی ہے اور دونوں جہانوں کی فوز و فلاح کا سرٹیفکیٹ عطاء فرمایا اور ان کے لئے بہشت بریں کا وعدہ فرما دیا۔ کاش کہ شیعہ حضرات بھی ان آیات کو دل کے دریچہ کھول کر تلاوت کرتے اور اپنے دلوں کو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی محبت سے لبریز کرتے اور ناپاک کدورت سے دل کو پاک کرتے۔ اللہ پاک ہدایت کے چشمے کھول دے۔ (آمین)

﴿۲۳﴾ يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ... الخ مانع جہاد۔ ۞ مسلمانوں کو خطاب ہے کہ کوئی دنیاوی تعلق اور کوئی نسلی و خونی رشتہ جہاد سے مانع نہیں ہونا چاہئے، اگر یہی چیزیں مانع ہیں تو ایسا ارتکاب کرنے والے گناہ گار بن کر اپنی جانوں پر ظلم کر رہے ہیں۔

﴿۲۴﴾ ترک ہجرت اور مانع جہاد پر تنبیہ: اگر یہ تعلقات زیادہ عزیز ہیں "اَحَبَّ" سے مراد وہ محبت ہے جو احکام الٰہیہ پر عمل کرنے سے ان چیزوں کی محبت سے باز رکھے میلان طبعی مراد نہیں۔ (روح المعانی: ص: ۷۰ سورج ۱۰: مظہری: ص: ۱۵۳: ج۔ ۴)

فَتَرَبَّصُوْا ... الخ تو عذاب الٰہی کا انتظار کریں یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اپنا حکم ترک ہجرت اور عدم جہاد کی سزا کا بھیج دیں۔ حدیث شریف میں ہے کہ جب تم بیلوں کی دم پکڑ کر کھیتی باڑی پر راضی ہو جاؤ گے، اور جہاد چھوڑ بیٹھو گے، تو خدا تم پر ایسی ذلت مسلط کر دیگا جس سے کبھی نکل نہ سکو گے یہاں تک کہ پھر اپنے دین (جہاد فی سبیل اللہ) کی طرف واپس آؤ۔ (ابن کثیر: ص: ۵۵۹: ج۔ ۴)

لَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ فِيْ مَوَاطِنَ كَثِيْرَةٍ ۙ وَّيَوْمَ حُنَيْنٍ ۙ اِذْ اَعْجَبَتْكُمْ كَثْرَتُكُمْ فَلَمْ

البتہ تحقیق اللہ نے مدد کی تمہاری بہت سی جگہوں میں اور (خاص طور پر) حنین کی لڑائی کے دن جبکہ تم کو تمہاری کثرت نے تعجب میں ڈالا پس نہ کفایت کی

تُغْنِ عَنْكُمْ شَيْـًٔا وَّضَاقَتْ عَلَيْكُمُ الْاَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ ثُمَّ وَلَّيْتُمْ مُّدْبِرِيْنَ ۝۲۵

اس کثرت نے تم سے کچھ بھی اور تنگ ہوگئی تم پر زمین باوجود کشادہ ہونے کے پھر تم پھرے پشت پھیرتے ہوئے ﴿۲۵﴾

ثُمَّ اَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ عَلٰى رَسُوْلِهٖ وَعَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ وَاَنْزَلَ جُنُوْدًا لَّمْ تَرَوْهَا ۚ

پھر اللہ نے نازل کی اپنی طرف سے تسلی اپنے رسول پر اور ایمان والوں پر اور اتارا ایسا لشکر جس کو تم نے دیکھا نہیں اور سزا دی اللہ نے کفر کرنے والوں کو

وَعَذَّبَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۭ وَذٰلِكَ جَزَاۗءُ الْكٰفِرِيْنَ ۝۲۶ ثُمَّ يَتُوْبُ اللّٰهُ مِنْۢ بَعْدِ

اور یہی بدلہ ہے کفر کرنے والوں کا ﴿۲۶﴾ پھر اللہ تعالیٰ توبہ قبول کرتا ہے اس کے بعد جس پر چاہے

ذٰلِكَ عَلٰي مَنْ يَّشَاۗءُ ۭ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝۲۷ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّمَا الْمُشْرِكُوْنَ نَجَسٌ

اور اللہ تعالیٰ بخشش کرنے والا مہربان ہے ﴿۲۷﴾ اے ایمان والو بیشک مشرک ناپاک ہیں نہ آئیں قریب مسجد حرام کے

فَلَا يَقْرَبُوا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ بَعْدَ عَامِهِمْ هٰذَا ۚ وَاِنْ خِفْتُمْ عَيْلَةً فَسَوْفَ

اس سال کے بعد اور اگر تم خوف کھاؤ محتاجی اور فقر کا تو عنقریب اللہ تعالیٰ تمہیں غنی کردے گا اپنے فضل سے

يُغْنِيْكُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖٓ اِنْ شَاۗءَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ۝۲۸ قَاتِلُوا الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ

اگر چاہے بیشک اللہ تعالیٰ سب کچھ جاننے والا اور حکمت والا ہے ﴿۲۸﴾ لڑو ان لوگوں سے جو نہیں ایمان لائے

بِاللّٰهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَلَا يُحَرِّمُوْنَ مَا حَرَّمَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَلَا يَدِيْنُوْنَ دِيْنَ

اللہ پر اور قیامت کے دن پر اور نہیں حرام ٹھہراتے اس چیز کو جسے اللہ اور اس کے رسول نے حرام قرار دیا ہے اور نہیں قبول کرتے سچے دین کو ان لوگوں میں سے جن کو

الْحَقِّ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ حَتّٰى يُعْطُوا الْجِزْيَةَ عَنْ يَّدٍ وَّهُمْ صٰغِرُوْنَ ﴿٢٩﴾

کتاب دی گئی ہے (لڑو ان سے) یہاں تک کہ وہ جزیہ دیں اپنے ہاتھ سے اور وہ دبنے والے ہوں ﴿۲۹﴾

﴿۲۵﴾ لَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ فِيْ مَوَاطِنَ كَثِيْرَةٍ ...الخ جنگ حنین۔ ربط آیات : گزشتہ آیت میں تنبیہ کی گئی تھی کہ جہاد فی سبیل اللہ کے وقت مومنین کو عزیزوں سے تعلقات اور کسی چیز پر نظر نہیں ہونی چاہئے، اب یہاں سے فرمایا کہ مجاہدین کو اپنی فوجی جمعیت اور کثرت پر گھمنڈ نہیں کرنا چاہئے۔ بلکہ نصرت اور کامیابی اللہ کی طرف سے ہوتی ہے۔ اس کا کئی بار تجربہ تم کر چکے ہو۔ بدر، بنی قریظہ و نضیر اور حدیبیہ وغیرہ میں جو کچھ نتائج ظاہر ہوئے وہ محض امداد الٰہی و تائید غیبی کا کرشمہ تھا، اور اب آخر میں غزوۂ حنین کا واقعہ تو ایسا صریح اور عجیب وغریب نشان آسمانی نصرت و امداد کا ہے کہ جس کا اقرار سخت معاند دشمنوں تک کو کرنا پڑا۔

خلاصہ رکوع : ❷ مانع جہاد ❸ غزوہ حنین میں مسلمانوں کی امداد الٰہی، مانع جہاد۔ ۵، ضروریات زندگی کا فقدان مانع جہاد نہیں ہوسکتا، اہل کتاب سے جہاد کا حکم۔ ماخذ آیات ۲۵: تا ۲۹+

غزوۂ حنین کا پس منظر

فتح مکہ کے بعد فوراً آپ ﷺ کو اطلاع ملی کہ ہوازن و ثقیف وغیرہ بہت سے قبائل عرب نے ایک لشکر جرار تیار کر کے بڑے سازوسامان سے مسلمانوں پر حملہ کرنے کا ارادہ کیا ہے یہ خبر پاتے ہی آپ ﷺ نے دس ہزار مہاجرین وانصار کی فوج گراں لیکر جو فتح مکہ کرنے کیلئے مدینہ سے ہمراہ آئی تھی طائف کی طرف کوچ کر دیا، دو ہزار طلقاء بھی جو فتح مکہ کے وقت مسلمان ہوئے تھے، آپ ﷺ کے ہمراہ تھے، یہ پہلا موقع تھا کہ بارہ ہزار کی عظیم الشان جمعیت کیل کانٹے سے لیس ہو کر میدان جہاد میں نکلے، یہ منظر دیکھ کر بعض صحابہ سے نہ رہا گیا اور بے ساختہ بول اٹھے (کہ ہم جب بہت تھوڑے تھے اس وقت ہمیشہ غالب رہے تو آج ہماری اتنی بڑی تعداد کسی سے مغلوب ہونے والی نہیں ہے) یہ جملہ مردان توحید کی زبان سے نکلنا بارگاہ احدیت میں ناپسند ہوا۔ ابھی مکہ سے تھوڑی دور نکلے تھے کہ دونوں لشکر مقابل ہو گئے فریق مخالف کی جمعیت چار ہزار تھی جو سر پر کفن باندھ کر اور سب عورتوں اور بچوں کو ساتھ لیکر ایک فیصلہ کن جنگ کیلئے پوری تیاری سے نکلے تھے۔ اونٹ گھوڑے مویشی اور گھروں کے کل اندوختہ کوڑی کوڑی کر کے اپنے ہمراہ لے آئے تھے ہوازن کا قبیلہ تیراندازی کے فن میں سارے عالم میں شہرت رکھتا تھا، اسکے بڑے تیراندازوں کا دستہ حنین کی پہاڑیوں میں گھات لگائے بیٹھا تھا۔

صحیحین میں براء بن عازب رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ پہلے معرکہ میں کفار کو ہزیمت ہوئی، اور بہت سامال چھوڑ کر پسپا ہو گئے۔ یہ دیکھ کر مسلمان سپاہی غنیمت کی طرف جھک پڑے، اور اس وقت ہوازن کے تیراندازوں نے گھات سے نکل کر دھاوا بول دیا، آن واحد میں چاروں طرف سے اس قدر تیر برسائے کہ مسلمانوں کو قدم جمانا مشکل ہو گیا، اور طلقاء میں بھاگڑ پڑی آخر سب کے پاؤں اکھڑ گئے زمین باوجود فراخی کے تنگ ہو گئی۔ کہ کہیں پناہ کی جگہ نہ ملتی تھی حضور پر نور ﷺ دشمن کے نرغے میں تھے، مع چند رفقاء کے ابوبکر، عمر، عباس، علی عبداللہ بن مسعود وغیرہ رضی اللہ عنہم اجمعین تقریباً سو یا اسی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بلکہ بعض اہل سیر کے موافق کل دس نفوس قدسیہ (عشرہ کاملہ) میدان جنگ میں باقی رہ گئے، جو پہاڑ سے زیادہ مستقیم نظر آتے تھے، یہ خاص موقع تھا جبکہ دنیا نے پیغمبرانہ

صداقت وتوکل اور معجزانہ شجاعت کا ایک محیر العقول نظارہ ان ظاہری آنکھوں سے دیکھا۔

آپ ﷺ سفید خچر پر سوار ہیں حضرت عباس رضی اللہ عنہ ایک رکاب اور ابوسفیان بن حارث رضی اللہ عنہ دوسری رکاب تھامے ہوئے ہیں چار ہزار کا لشکر مسلح پورے جوش انتقام میں ٹوٹ پڑتا ہے، چاروں طرف سے تیروں کا مینہ برس رہا ہے، ساتھی منتشر ہو چکے ہیں، رفیق الاعلیٰ آپ ﷺ کے ساتھ ہے، ربانی تائید اور آسمانی سکینہ غیر مرئی بارش آپ ﷺ پر اور آپ ﷺ کے گنے چنے رفیقوں پر ہو رہی ہے۔ جسکا اثر آخر کار بھاگنے والوں پر پہنچتا ہے، جدھر سے ہوازن اور ثقیف کا سیلاب بڑھ رہا ہے، آپ کی سواری کا منہ اس وقت بھی اسی طرف ہے اور ادھر ہی آگے بڑھنے کیلئے خچر کو مہمیز کر رہے ہیں، دل سے خدا کی طرف لو لگی ہے۔ اور زبان پر نہایت اطمینان کے ساتھ (اَنَا النَّبِيُّ لَا كَذِبَ اَنَا ابْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ) جاری ہے یعنی (بیشک میں سچا پیغمبر ہوں عبد المطلب کی اولاد ہوں) اس حالت میں آپ ﷺ نے صحابہ رضی اللہ عنہم کو آواز دی "اِلَيَّ عِبَادَ اللهِ اِلَيَّ اَنَا رَسُوْلُ اللهِ" خدا کے بندو ادھر آؤ یہاں آؤ میں خدا کا رسول ہوں، آپکی ہدایت کے موافق حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے (جو نہایت جہیر الصوت تھے) صحابہ کو پکارا کہ جنہوں نے درخت کے نیچے آپ ﷺ سے بیعت کی تھی، آواز کانوں میں پہنچنا تھا، کہ بھاگنے والوں نے سواریوں کا رخ میدان جنگ کی طرف پھیر دیا، جسکے اونٹ نے رخ بدلنے میں دیر کی وہ گلے میں زرہ ڈال کر اونٹ سے کود پڑا۔ اور سواری چھوڑ کر آپ ﷺ کی طرف لوٹ آئے، اس اثناء میں حضور ﷺ نے تھوڑی سی مٹی اور کنکری اٹھا کر لشکر کفار پر پھینکے جو خدا کی قدرت سے ہر کافر کے چہرے اور آنکھوں پر پڑی، ادھر حق تعالیٰ نے آسمان سے فرشتوں کی فوجیں بھیج دیں، جن کا نزول غیر مرئی طور پر مسلمانوں کی تقویت وہمت افزائی اور کفار کی مرعوبیت کا سبب ہوا، پھر کیا تھا کفار کنکریاں کے اثر سے آنکھیں ملتے رہے، جو مسلمان قریب تھے انہوں نے پلٹ کر حملہ کر دیا آن فن میں مطلع صاف ہو گیا بہت سے بھاگے ہوئے مسلمان لوٹ کر آپ ﷺ کی خدمت میں پہنچے تو دیکھا کہ لڑائی ختم ہو چکی، ہزاروں قیدی آپ ﷺ کے سامنے بندھے کھڑے ہیں، اور مال غنیمت کے ڈھیر لگے ہوئے ہیں۔

لَقَدْ نَصَرَكُمُ اللهُ : مانع جہاد قلت تعداد ❷ نہیں ہو سکتی فتح اللہ تعالیٰ کے ارادوں سے ہوتی ہے خواہ فوج اسلامی تھوڑی سی ہو جیسے بدر وغیرہ میں بلکہ بعض اوقات کثرت فوج کے گھمنڈ نے مسلمانوں کو نیچا دکھایا جیسے حنین میں۔ فسبحان من بیدہ ملکوت کل شیئ کفار کے تیر برسانے سے ایسی پریشانی ہوئی کہ تم پر زمین اپنی فراخی کے تنگی کرنے لگی پھر تم پیٹھ پھیر کر بھاگ گئے۔

﴿۲۶﴾ **غزوہ حنین میں مسلمانوں کی امداد الٰہی** : اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول اور مؤمنوں پر تسلی نازل فرمائی اور کافروں کو دنیا میں سزا دیدی کہ ان پر ہزیمت قتل وقید واقع ہوا۔

﴿۲۷﴾ **توفیق توبہ** : چنانچہ ہوازن وغیرہ کو اس کے بعد توبہ نصیب ہوئی اور اکثر مسلمان ہو گئے۔

(ابن کثیر: ص: ۵۶۳، ج۔ ۴)

مواعظ ونصائح

نرم لہجہ اور نرم الفاظ استعمال کریں: آپ کو کئی موقعوں پر دوسروں کو ملامت کرنے کی ضرورت پڑتی ہے مثلاً بیٹے کو، بیوی کو اور کسی دوست کو۔ لیکن ہمارا کہنا یہ ہے کہ فوراً ملامت نہیں کرنی چاہیے بلکہ کچھ رکنا چاہیے۔ اور دوسرے نرم لہجہ اور نرم الفاظ استعمال کرنا چاہئیں اور پھر جس کو ملامت کر رہے ہیں اس کو موقع دینا چاہیے کہ وہ اپنی شرمندگی مٹا سکے۔ اس سلسلہ میں رسول اللہ ﷺ کی سیرت کا ایک واقعہ سنئے۔

غزوہ حنین کے موقع پر اعراب کا مال غنیمت کا مطالبہ اور آپ کا خوبصورت جواب: فتح مکہ کے بعد پورے عرب میں آپ کی دھاک بیٹھ گئی تھی اور لوگ کثرت سے اسلام میں داخل ہونے لگے۔ اس کے فوراً بعد جنگ حنین پیش آ گئی جس کا اوپر تفصیلاً واقعہ گزر چکا ہے۔ اس میں قبیلہ بنو ثقیف کے مشرکین بہترین صف بندی کر کے آئے تھے۔ پہلے گھوڑے سواروں کی صفیں تھیں، پھر پیادہ لڑنے والوں کی، پھر ان کے پیچھے عورتوں کی صفیں تھیں، پھر بھیڑ بکریاں اور دوسرے مویشی۔ مسلمان بھی بہت زیادہ تھے، ان کی تعداد بارہ ہزار تک پہنچ گئی تھی۔

مشرکین وادی حنین میں پہلے پہنچ گئے تھے اور انہوں نے اپنے کچھ دستے دونوں جانب کی پہاڑیوں کے پیچھے چھپا دیئے تھے۔

جیسے ہی جنگ شروع ہوئی اور مسلمانوں کے لشکر وادی میں داخل ہوئے ان پر کفار ہر طرف سے ٹوٹ پڑے۔ انہوں نے ہر جانب سے مسلمانوں کے دستوں پر پتھر، نیزے برسانے شروع کر دیئے۔ مسلمانوں کی فوج میں اضطراب پھیل گیا اور ان کے گھوڑے پیچھے مڑ کر بھاگنے لگے۔ جب آگے سے شہسوار ہی ہٹ گئے تو پیادہ فوج کے پاؤں اکھڑ گئے۔ سب سے پہلے جو بھاگے وہ اعراب تھے۔ نتیجۃً کفار غالب آ گئے۔ رسول اللہ ﷺ نے مڑ کر دیکھا تو اپنا لشکر بھاگتا ہوا نظر آیا۔ خون بہہ رہا تھا اور گھوڑے ایک دوسرے سے ٹکرا رہے تھے۔ آپ نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ مہاجرین و انصار کو پکار کر بلائیں۔ ان کی پکار سن کر وہ لوگ پلٹے تو آپ کے گرد تقریباً اسی (۸۰) یا سو (۱۰۰) جانباز جمع ہو گئے جو ثابت قدمی سے لڑے اور اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو فتح عطا فرمائی، اور جنگ ختم ہو گئی۔

اس کے بعد جب رسول اللہ ﷺ کے سامنے مال غنیمت اکھٹا کیا گیا تو وہی لوگ جو سب سے پہلے بھاگے تھے اور تیروں اور نیزوں سے ڈر گئے تھے، وہی سب سے پہلے آ کر جمع ہو گئے اور مال غنیمت میں اپنا حصہ مانگنے لگے۔ یہ اعراب تھے جو رسول اللہ ﷺ کو چمٹ گئے تھے اور مسلسل مطالبہ کر رہے تھے کہ مال غنیمت ہم میں تقسیم کرو بات بڑی عجیب تھی۔ مال غنیمت تم میں تقسیم کریں! تم مال غنیمت کے حقدار کیسے بن گئے جب کہ تم نے جنگ ہی نہیں لڑی۔!! تم مال غنیمت کا مطالبہ کیسے کر رہے ہو جب کہ تم کو چیخ چیخ کر جنگ کرنے کے لیے واپس بلایا جا رہا تھا لیکن تم اس پکار کا کوئی جواب نہیں دے رہے تھے اور بھاگے چلے جا رہے تھے؟!!

لیکن رسول اللہ ﷺ ایسے معاملات میں باریکیاں نہیں نکالتے تھے اور نہ ان باریکیوں کے پیچھے پڑتے تھے۔ کیونکہ دنیا اور اس کے مال و دولت کی آپ کے نزدیک کوئی حیثیت نہیں تھی۔

لیکن وہ آپ کے پیچھے لگ رہے اور بار بار کہتے رہے کہ ''مال غنیمت ہم میں تقسیم کرو۔'' انہوں نے آپ پر ہجوم کر لیا اور آپ کے آگے جانے کا راستہ بھی تنگ کر دیا۔ گھیراؤ کر کے آپ کو ایک درخت سے لگا دیا۔ آپ ان کے ہجوم کی وجہ سے اس درخت سے لگتے ہوئے گزرے تو آپ کی چادر اس کی شاخوں میں الجھ کر آپ کے کاندھوں سے اتر گئی۔ آپ کا شکم اور کمر دونوں کھل گئے۔

لیکن پھر بھی آپ غصہ نہیں ہوئے آپ ان کی طرف مخاطب ہوئے اور بڑے پرسکون انداز میں فرمایا: ''لوگو! میری چادر مجھے واپس کر دو قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، اگر میرے پاس تہامہ کے درختوں کی تعداد کے برابر بھی اونٹ اور چوپائے ہوں گے تو وہ سب تم میں تقسیم کر دوں گا تم مجھے نہ بخیل پاؤ گے، نہ بزدل اور نہ جھوٹا۔'' ہاں بے شک! کیونکہ اگر آپ بخیل ہوتے تو سارا مال غنیمت خود ہی رکھ لیتے۔ اور اگر بزدل ہوتے تو اس جنگ میں بھاگنے والوں کے ساتھ بھاگ جاتے۔ اور اگر (نعوذ باللہ) جھوٹے ہوتے تو اللہ تعالیٰ آپ کو فتح عنایت نہ فرماتا۔ ایک اور واقعہ سنئے:

ایک عورت کا جواب تمہیں میری مصیبت کی فکر؟ آپ ﷺ اپنے بعض اصحاب کے ساتھ کہیں جا رہے تھے تو ایک عورت کے پاس سے گزرے جو اپنے بچہ کی قبر کے پاس بیٹھی رو رہی تھی۔ آپ نے اس سے فرمایا: ''اللہ سے ڈرو اور صبر کرو۔''

یہ عورت اس وقت غمزدہ اور رونے میں لگی ہوئی تھی، لہٰذا رسول اللہ ﷺ کو پہچان نہ سکی کہنے لگی: مجھے چھوڑو، اپنے کام سے

کام رکھو تمہیں میری مصیبت کی کیا فکر؟! نبی ﷺ خاموش ہو گئے اور اس کو چھوڑ کر آگے روانہ ہو گئے۔ آپ کا جو فرض تھا وہ آپ نے ادا کر دیا تھا آپ کو احساس تھا کہ یہ عورت اس وقت ایک نفسیاتی کیفیت میں مبتلا ہے لہٰذا جتنی نصیحت اس نے سن لی بس وہی کافی ہے۔ اس سے زیادہ نصیحت کرنا مناسب نہیں ہے۔

آپ آگے چلے گئے تو آپ کے کسی صحابی نے اس عورت سے کہا کہ "تمہیں معلوم ہے یہ کون تھے؟" "یہ رسول اللہ ﷺ تھے جو تمہیں نصیحت کر رہے تھے۔" اب تو یہ عورت بہت شرمندہ ہوئی وہ اٹھی اور کوشش کی کہ کسی طرح آپ سے جا ملے۔ آخر وہ آپ کے گھر تک جا پہنچی۔ وہاں کوئی دربان نہیں تھا۔ وہ اندر گئی اور معذرت کرتے ہوئے کہنے لگی: "یا رسول اللہ! میں آپ کو پہچانتی نہیں تھی اب میں صبر کروں گی۔" آپ نے فرمایا: "اصل صبر وہی ہوتا ہے جو صدمہ کے شروع میں کیا جائے۔" (یہ متفق علیہ حدیث ہے)

﴿۲۸﴾ مانع جہاد۔ ❺ ضروریات زندگی کا فقدان مانع جہاد نہیں ہو سکتا : یہ اعلان ۹: ہجری میں کرایا گیا کہ آئندہ کوئی مشرک یا کافر مسجد حرام میں داخل نہ ہو بلکہ حدود حرم میں داخل نہ ہوں، کیونکہ ان کے دل کفر و شرک سے گندے ہو چکے ہیں۔ صحیح احادیث سے ثابت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے جزیرۃ العرب سے مشرکین اور یہود و نصاریٰ سب کے نکال دینے کا حکم دیا۔ چنانچہ آنحضرت ﷺ کی آخری وصیت کے موافق حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں یہ حکم عملاً نافذ ہوا۔ (معالم التنزیل: ص: ۲۳۸: ج۔ ۲)

مَسْئَلَہ: حنفیہ کے نزدیک کوئی کافر مسافرانہ عارضی طور پر امام کی اجازت سے وہیں جا سکتا ہے بشرطیکہ امام اتنی اجازت دینا خلاف مصلحت نہ سمجھے۔ باقی حج و عمرہ کی غرض سے داخل ہونے کی کسی کافر کو اجازت نہیں۔ (تفسیر عثمانی: ص: ۵۵۰: ج۔ ۱)

وَاِنْ خِفْتُمْ عَيْلَةً ...الخ تسلی مؤمنین : باقی کفار کا حرم میں نہ آنے کی وجہ سے تجارت کا کوئی خطرہ نہیں ہونا چاہئے یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کی مشیت پر موقوف ہے چنانچہ ایسا ہوا کہ اللہ پاک نے سارا ملک مسلمان کر دیا اور مختلف بلاد سے کاروباری قافلے آنے لگے اور ملک میں خوب بارشیں ہوئی اللہ پاک نے مال و مال کر دیا۔ (مظہری: ص: ۱۷۸: ج ۴)

﴿۲۹﴾ اہل کتاب سے جہاد کا حکم۔ ربط آیات : اوپر برات و فتح مکہ و حنین میں قتال مشرکین کا بیان تھا آگے قتال اہل کتاب کا بیان گویا غزوۂ تبوک کی تمہید ہے کہ وہ بھی اہل کتاب کے ساتھ معاملہ ہوا تھا۔ چنانچہ مجاہد رحمہ اللہ سے درمنثور میں اس آیت کا نزول غزوۂ تبوک نقل کیا ہے۔ (بحوالہ بیان القرآن)

جب مشرکین کا قصہ تمام ہوا تو اب حکم ہوا کہ یہود و نصاریٰ کی قوت و شوکت کو توڑ و کیونکہ یہ بھی ایمان و توحید کے مخالف ہیں اور دین حق کے دشمن ہیں۔ لہٰذا جزیرہ عرب میں رہتے ہوئے جزیہ ادا کریں۔

فَائِدَہ: جزیہ اہل کتاب سے ہے یہ تخصیص مشرکین کے مقابلہ میں ہے کیونکہ مشرکین کے متعلق حکم یہ ہے کہ یا تو اسلام قبول کریں یا پھر ان سے جنگ ہے۔ البتہ جن کے قتل کی اجازت نہیں جیسے عورتیں اور بچے وہ غلام اور لونڈی بنا کر رکھے جائیں گے۔ احادیث سے ثابت آنحضرت ﷺ نے مجوس سے بھی جزیہ لیا ہے۔ اور یہ جزیہ اسلام کا بدل نہیں ہے بلکہ قتل کا بدل ہے۔ اسلامی حکومت کے ذمہ ہے کہ وہ سب ذمیوں کی حفاظت کرے۔ بچوں عورتوں اپاہج سے جذیہ نہیں لیا جائے گا۔ "عَنْ يَّدٍ" کا حاصل یہ ہے کہ انکی شوکت نہ رہے اور "صٰغِرُوْنَ" کا حاصل یہ ہے کہ وہ سیاست اور معاملات سے متعلق شریعت کے قوانین کی اپنے ذمہ میں رکھیں یہی امام شافعی رحمہ اللہ سے منقول ہے۔ (روح المعانی: ص: ۷۹: ج۔ ۱۰)

وَقَالَتِ الْيَهُوْدُ عُزَيْرُ ِۨابْنُ اللّٰهِ وَقَالَتِ النَّصٰرَى الْمَسِيْحُ ابْنُ اللّٰهِ ؕ ذٰلِكَ قَوْلُهُمْ

اور کہا یہودیوں نے عزیر اللہ کا بیٹا ہے اور کہا نصاریٰ نے مسیح اللہ کا بیٹا ہے یہ باتیں ہیں ان کے اپنے مونہوں کی مشابہت کرتے ہیں ان لوگوں

بِاَفْوَاهِهِمْ ۚ يُضَاهِـُٔوْنَ قَوْلَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَبْلُ ۭ قٰتَلَهُمُ اللّٰهُ ۚ اَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ ﴿۳۰﴾

کی بات کے ساتھ جنہوں نے کفر کیا اس سے پہلے اللہ انہیں تباہ کرے کدھر پھرے جارہے ہیں ﴿۳۰﴾

اِتَّخَذُوْٓا اَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَالْمَسِيْحَ ابْنَ مَرْيَمَ ۚ وَمَآ

بنالیا ہے انہوں نے اپنے عالموں اور درویشوں کو رب اللہ کے سوا اور مسیح ابن مریم کو حالانکہ ان کو نہیں حکم دیا گیا مگر اس بات کا کہ عبادت کریں

اُمِرُوْٓا اِلَّا لِيَعْبُدُوْٓا اِلٰهًا وَّاحِدًا ۚ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۭ سُبْحٰنَهٗ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴿۳۱﴾ يُرِيْدُوْنَ

ایک ہی خدا کی۔ نہیں اس کے سوا کوئی اللہ پاک ہے اس کی ذات ان چیزوں سے جن کو یہ اس کے ساتھ شریک بناتے ہیں ﴿۳۱﴾ چاہتے ہیں یہ کہ

اَنْ يُّطْفِـُٔوْا نُوْرَ اللّٰهِ بِاَفْوَاهِهِمْ وَيَاْبَى اللّٰهُ اِلَّآ اَنْ يُّتِمَّ نُوْرَهٗ وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ ﴿۳۲﴾

بجھادیں اللہ کے نور کو اپنے مونہوں (کی پھونکوں) سے اور اللہ تعالیٰ انکار کرتا ہے مگر یہ کہ وہ پورا کرے گا اپنے نور کو اگرچہ کافر لوگ اس کو ناپسند کریں ﴿۳۲﴾

هُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ ۙ وَلَوْ كَرِهَ

اللہ تعالیٰ کی وہ ذات ہے جس نے بھیجا اپنے رسول کو ہدایت کے ساتھ اور دین حق کے ساتھ تاکہ غالب کردے اس دین کو تمام ادیان پر اور اگرچہ ناپسند کریں

الْمُشْرِكُوْنَ ﴿۳۳﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ الْاَحْبَارِ وَالرُّهْبَانِ لَيَاْكُلُوْنَ

شرک کرنے والے ﴿۳۳﴾ اے ایمان والو! بیشک بہت سے عالم اور درویش البتہ کھاتے ہیں لوگوں کا مال

النصف

اَمْوَالَ النَّاسِ بِالْبَاطِلِ وَيَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۭ وَالَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ

باطل طریقے سے اور روکتے ہیں اللہ کے راستے سے اور وہ لوگ جو جمع کرتے ہیں سونا اور چاندی اور نہیں خرچ کرتے اس کو اللہ کی راہ میں

وَالْفِضَّةَ وَلَا يُنْفِقُوْنَهَا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۙ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ﴿۳۴﴾ ۙ يَّوْمَ يُحْمٰى

ان کو خوشخبری سنادیں عذاب الیم کی ﴿۳۴﴾ جس دن کے گرم کیا جائے

عَلَيْهَا فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ فَتُكْوٰى بِهَا جِبَاهُهُمْ وَجُنُوْبُهُمْ وَظُهُوْرُهُمْ ۭ هٰذَا مَا كَنَزْتُمْ

اس (سونے اور چاندی) کو جہنم کی آگ میں داغی جائیں گی ان کے اس کے ساتھ پیشانیاں کروٹیں اور پشتیں اور کہا جائے گا کہ یہ وہ چیز ہے

لِاَنْفُسِكُمْ فَذُوْقُوْا مَا كُنْتُمْ تَكْنِزُوْنَ ﴿۳۵﴾ اِنَّ عِدَّةَ الشُّهُوْرِ عِنْدَ اللّٰهِ اثْنَا عَشَرَ شَهْرًا فِيْ

جس کو تم خزانہ کرکے رکھتے تھے اپنے نفسوں کیلئے پس چکھو اس کا مزہ جو تم خزانہ کرتے تھے ﴿۳۵﴾ بیشک گنتی مہینوں کی اللہ کے نزدیک بارہ مہینے ہے

كِتٰبِ اللّٰهِ يَوْمَ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ مِنْهَآ اَرْبَعَةٌ حُرُمٌ ۭ ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ ڏ

اللہ کی کتاب میں جس دن سے کہ پیدا کیا ہے اس نے آسمانوں اور زمین کو اور ان (مہینوں) میں سے چار (مہینے) حرمت والے ہیں

فَلَا تَظْلِمُوا فِيهِنَّ أَنفُسَكُمْ ۚ وَقَاتِلُوا الْمُشْرِكِينَ كَافَّةً كَمَا يُقَاتِلُونَكُمْ كَافَّةً

یہ دین ہے مضبوط پس نہ ظلم کرو ان (مہینوں) میں اپنی جانوں پر اور لڑو شرک کرنے والوں سے پورے کے پورے جیسا کہ وہ تمہارے ساتھ لڑتے ہیں پورے کے پورے

وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ مَعَ الْمُتَّقِينَ ﴿٣٦﴾ إِنَّمَا النَّسِيءُ زِيَادَةٌ فِي الْكُفْرِ ۖ يُضَلُّ بِهِ الَّذِينَ

اور جان لو کہ بیشک اللہ تعالیٰ متقیوں کے ساتھ ہے ﴿۳۶﴾ بیشک مہینے کو پیچھے ہٹا دینا زیادتی ہے کفر میں گمراہ کئے جاتے ہیں اس کے ساتھ وہ لوگ

كَفَرُوا يُحِلُّونَهُ عَامًا وَيُحَرِّمُونَهُ عَامًا لِّيُوَاطِئُوا عِدَّةَ مَا حَرَّمَ اللَّهُ فَيُحِلُّوا مَا حَرَّمَ

جنہوں نے کفر کیا۔ حلال ٹھہراتے ہیں اس کو ایک سال اور حرام ٹھہراتے ہیں اس کو ایک سال تاکہ پوری کرلیں گنتی اس کی جس کو اللہ نے حرام ٹھہرایا ہے پھر حلال کرلیتے ہیں جس کو اللہ

اللَّهُ ۚ زُيِّنَ لَهُمْ سُوءُ أَعْمَالِهِمْ ۗ وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكَافِرِينَ ﴿٣٧﴾

نے حرام بنایا ہے مزین کئے گئے ہیں ان کے برے اعمال اور اللہ تعالیٰ نہیں راہنمائی کرتا ان لوگوں کی جو کفر کرنے والے ہیں ﴿۳۷﴾

﴿۳۰﴾ وَقَالَتِ... الخ الْيَهُودُ... الخ ربط آیات: اوپر اہل کتاب کا اجمالی طور پر ذکر تھا اب آگے تفصیلاً ذکر ہے۔

خلاصہ رکوع ۵ یہود ونصاریٰ کا دعویٰ جواب دعویٰ، اہل کتاب کی عوام کا حال اور افعال کفریہ، اہل کتاب کی چاہت، اتمام نور کے لئے بعثت خاتم الانبیاء، اہل کتاب کے علماء ومشائخ کا مال میں خرد برد کا حال، زکوٰۃ نہ دینے والوں کا نتیجہ، زکوٰۃ نہ ادا کرنے والوں کی کیفیت، مشرکین مکہ کی بعض جہالتیں۔ ماخذ آیات ۳۰: تا ۳۷+

وَقَالَتِ... الخ دعویٰ یہود۔ وَقَالَتِ... الخ دعویٰ نصاریٰ: ذٰلِكَ قَوْلُهُم... الخ جواب دعویٰ: یہ ان کا قول ان کے منہ سے کہنے کا ہے حقیقت میں اس کا کوئی نام ونشان نہیں، حضرت لاہوری رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ یہود ونصاریٰ کے انبیاء ہمارے قریب تر زمانہ کے ہیں لیکن جب یہ لوگ توحید کو چھوڑ کر شرک میں مبتلاء ہو چکے ہیں اور ان سے لڑنا لازم ہے تو باقی قومیں جن کے انبیاء علیہم السلام ان سے بھی پرانے ہیں، وہ بطریق اولیٰ راہ راست سے زیادہ دور ہو چکی ہیں لہٰذا مسلمانوں کا فرض ہے کہ وہ ساری قوموں کو درست کریں۔ حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اہل کتاب ہو کر مشرکین کی ریس کرنے لگے، اور شرک میں مبتلا ہو گئے۔ لہٰذا مسلمانوں کو حکم ہے کہ ساری قوموں کا قبلہ جہاد سے درست کریں۔

﴿۳۱﴾ اہل کتاب کی عوام کا حال اور افعال کفریہ: اللہ تعالیٰ اور اس کے قانون اور اسکے انبیاء علیہم السلام کا اتباع چھوڑ کر علماء سوء اور بناوٹی صوفیوں کے پیچھے لگ گئے ہیں اور ان سے وہی تعلقات قائم کر لئے ہیں جو صرف اللہ کے لئے مخصوص تھے۔ یعنی ان کو رب بنا لیا جس کی وجہ سے مشرک ٹھہرے۔ اس آیت میں یہود ونصاریٰ جو نہ صرف خدا کے قائل تھے بلکہ اپنے خیال کے لحاظ سے موحد بھی تھے ان کی تردید فرمائی ہے انہوں نے علماء صوفیاء اور مسیح ابن مریم علیہ السلام کو رب بنا لیا اور اس وجہ سے مشرک ہوئے حالانکہ نہ مولوی بت ہوتے ہیں اور نہ ہی پیر اور نہ ہی حضرت مسیح علیہ السلام لیکن اللہ تعالیٰ نے آیت کے آخر میں "عما یشرکون" سے ان کے بھی الٰہ بنانے والے کو مشرک کہا ہے معلوم ہوا کہ اللہ کے نیک بندوں کو بھی الٰہ اور رب بنانا شرک ہے اور حضرت مسیح علیہ السلام کی لڑی اور سلسلہ میں جن مولویوں اور صوفیوں کا ذکر کیا گیا ہے وہ یقیناً نام نہاد مولوی اور صوفی تو نہیں ہو سکتے وہ صحیح معنی میں مولوی اور پیر ہی ہو سکتے ہیں الا یہ کہ ان کے اتباع ہوس کا شکار ہو کر غلط روی میں مبتلاء ہو جائیں۔ قیامت کے دن جب

اللہ تعالیٰ یہود سے سوال کرے گا کہ تم کس کی عبادت کیا کرتے تھے؟ وہ کہیں گے عزیر کی جو خدا تعالیٰ کا بیٹا تھا اللہ تعالیٰ فرمائے گا تم جھوٹ کہتے ہو نہ خدا کی بیوی ہے نہ بیٹا۔ اسی طرح نصاریٰ سے سوال کرے گا کہ تم کس کی عبادت کرتے تھے وہ کہیں گے مسیح کی جو خدا تعالیٰ کا بیٹا تھا اللہ تعالیٰ فرمائے گا تم جھوٹ کہتے ہو خدا تعالیٰ کی نہ بیوی ہے نہ اس نے کسی کو بیٹا بنایا ہے۔
(مسلم: ص: ۱۰۲: ج ۱، صحیح ابوعوانہ: ص: ۱۶۷: ص ۱، بخاری: ص: ۶۵۹: ج ۲، مستدرک: ص ۴ ۹: ۷ ج۔ ۴)

یہود و نصاریٰ کے دو دعوے تھے ایک یہ کہ ہم حضرت عزیر علیہ السلام اور حضرت مسیح علیہ السلام کی عبادت کیا کرتے تھے اس دعویٰ کی اللہ تعالیٰ نے کوئی تردید نہیں فرمائی اس لئے کہ وہ واقعی ان کی عبادت کیا کرتے تھے۔ دوسرا دعویٰ یہ تھا کہ حضرت عزیر اور حضرت مسیح علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے بیٹے ہیں، اس دعویٰ کی اللہ تعالیٰ نے تردید فرمائی ہے نہ اللہ تعالیٰ کی بیوی ہے نہ بیٹا، جب قیامت کے دن لوگ شفاعت کبریٰ کے لیے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس جائیں گے تو آپ معذوری کا اظہار فرمائیں گے اور ارشاد فرمائیں گے "إِنِّي أُعْبِدْتُ مِنْ دُوْنِ اللهِ" میری اللہ کے سوا عبادت کی گئی میں معذور ہوں۔ (ترمذی: ص: ۱۴۳: ج۔ ۲)

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ حضرت عزیر اور حضرت مسیح علیہ السلام کی عبادت کرنے والے مشرک تھے اور ہیں حالانکہ حضرت عزیر علیہ السلام بت تھے اور نہ حضرت مسیح علیہ السلام۔

﴿۳۲﴾ اہل کتاب کی چاہت : حضرت شاہ فرماتے ہیں جیسا کوئی پھونک سے چراغ بجھادے وہ چاہتے ہیں کہ اپنی جھوٹی باتوں سے دین اسلام کو نہ پھیلنے دیں۔ ﴿۳۳﴾ اتمام نور کے لئے بعثت خاتم الانبیاء : اللہ تعالیٰ ان مشرکوں کی منشاء کے خلاف اسلام کو سارے دینوں پر غالب کردیگا اور یہ دین نازل ہی اس لئے ہوا ہے۔ اب تحقیق طلب امر یہ ہے کہ ظہور اور غلبہ سے کیا مراد ہے۔ تو غلبہ دو قسم پر ہے۔ ایک قسم تو دلیل اور برہان کے اعتبار سے ہے اور یہ غلبہ ابتداء اسلام سے حاصل ہے۔ اور غلبہ کی دوسری قسم باعتبار تیغ و تلوار کے ہے۔ یعنی دین حق کے مقابلہ میں دوسرے ادیان تیغ و تلوار سے سرنگوں ہوجائیں یہ غلبہ بتدریج حاصل ہوا۔ چنانچہ مکہ مکرمہ سے حجاز اور نجد اور یمن کے تمام علاقہ پر اسلام کی حکومت قائم ہوگئی۔ اور آیات کے سیاق وسباق سے بھی یہی معلوم ہوا ہے کہ اس غلبہ سے دوسری قسم کا غلبہ مراد ہے۔ اور آغاز سورۃ سے یہاں تک مشرکین سے برأت اور ان سے جہاد و قتال کے احکام کا ذکر چلا آرہا ہے پھر اسی سلسلہ میں فتح مکہ، غزوۂ حنین اور اہل کتاب سے جزیہ اور قتال کا حکم ذکر کیا گیا ہے۔

اس آیت سے ظاہر ہے کہ اس سے مراد وہی غلبہ ہے جو جہاد و قتال اور سیف وسنان سے حاصل ہو۔ اور سورۃ فتح میں بھی فتح مکہ کا ذکر ہے اور سورۃ صف میں بھی جہاد و قتال کا ذکر ہے۔ "لِيُظْهِرَهٗ" مضارع کا صیغہ ہے جو استمرار تجددی کیلئے آتا ہے، جس کا مطلب یہ آنحضرت ﷺ سے اللہ پاک نے جو وعدہ فرمایا ہے وہ بتدریج پورا ہوگا یعنی اللہ تعالیٰ دین اسلام کو غلبہ عطا کرے گا جس کے سامنے اس زمانے کی تمام قوتیں اور طاقتیں سرنگوں ہوجائیں گی۔ چنانچہ اس زمانے کی دو بڑی حکومتیں ایران اور روم کی درہم برہم ہوئی اور مسلمانوں کے زیر نگین ہوئی۔

﴿۳۴﴾ یہود و نصاریٰ کے علماء و مشائخ کا مال میں خرد برد کا حال : یہ لوگوں کا مال غیر مشروع طریقے سے کھاتے اور اڑاتے ہیں یعنی احکام حقہ کو پوشیدہ رکھ کر موافق ومرضی عوام کو فتویٰ دیکر ان سے نذرانے لیتے ہیں۔ بعض علماء و مرشدین اسلام وغیرہ کو بھی اس مرض مہلک نے برباد کیا ہے کہ صاحبزادے اولیاء کرام کا روپ بدل کر وہ ڈھنگ بناتے ہیں کہ خدا تعالیٰ کی پناہ کہیں میلہ کہیں نذر و نیاز کا طریقہ، اور پھر اس بزرگ کے خدائی اختیارات کی حکایات، پھر علماء سوء کا انکی تاویلات کرنا، اور علمی قطعی بنا کر رواج دینا، کہیں راگ رنگ کی مجالس کو اور جملہ لہو ولعب کو دین بنانا پیر جی کا خلاف شرع تعظیم وتکریم کے احکام جاری کرنا، سجدے کرانا یا

سجدہ پر چپ رہنا نذرانے وصول کرنا، اور در پردہ شہوات ولذات کے مزے اڑانا، سب اگلے احبار ورہبان کی تقلید ہے خدا تعالیٰ اپنے پاک نبی علیہ افضل الصلوٰت والتسلیمات کی محبت وتابعداری نصیب فرمائے آمین (حاشیہ تفسیر حقانی) اس مضمون کا مخاطب (یَآاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا) میں مؤمنین کو شاید اسلئے بنایا ہو کہ یہ متنبہ ہوں اور ایسے کام نہ کریں۔ (بیان القرآن: ص: ۱۰۸: ج۔۱)

وَالَّذِیْنَ یَکْنِزُوْنَ ...الخ زکوٰۃ نہ دینے والوں کا نتیجہ :شریعت کی اصطلاح میں "کنز" اس مال کو کہتے ہیں جسکی زکوٰۃ ادا نہ کی جاتی ہو اور یہی حضرت ابن عمر ؓ سے مروی ہے۔ (ابن کثیر: ص: ۵۷۰: ج:۹: معالم التنزیل: ص: ۲۴۳: ج۔۲)

اور اللہ کے راستہ میں خرچ نہ کرنے سے مراد زکوٰۃ اور حقوق واجبہ ہے۔ یعنی زکوٰۃ بھی نہیں دیتے اور حقوق واجبہ بھی ادا نہیں کرتے۔ (عثمانی)

﴿۳۵﴾ زکوٰۃ ادا نہ کرنے والوں کی کیفیت :اس آیت میں زکوٰۃ ادا نہ کرنیوالوں کی سزا اور کیفیت کا ذکر ہے۔ سب سے پہلے انکی پیشانیاں پھر پہلو اور اس کے بعد انکی پیٹھیں داغی جائیں گی۔

نکتہ : کیونکہ فقیروں کو دیکھ کر پہلے انکی پیشانیوں پر بل پڑتے تھے اور پھر ان سے پہلوتہی کرتے تھے اور پھر ان سے پشت پھیر لیتے تھے۔ اور داغ دیتے وقت ان سے کہا جائے گا یہی وہی خزانہ جسکو تم اپنے نفع کے لئے جمع کرتے تھے اور حقوق ادا نہیں کرتے تھے آج تمہارے لئے باعث نقصان بنا ہوا ہے۔

مسئلہ: اسی آیت سے اور دیگر احادیث مبارک سے حضرت امام ابوحنیفہ ؒ نے استدلال کیا ہے کہ سونا اور چاندی کی زکوٰۃ واجب ہے۔

زکوٰۃ کے تفصیلی احکام اور وعید

قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ مَنْ اٰتَاهُ اللهُ مَالًا فَلَمْ یُؤَدِّ زَکَاتَهٗ مُثِّلَ لَهٗ یَوْمَ الْقِیَامَةِ شُجَاعًا اَقْرَعَ لَهٗ زَبِیْبَتَانِ یُطَوَّقُهٗ یَوْمَ الْقِیَامَةِ ثُمَّ یَاْخُذُ بِلِهْزِمَتَیْهِ۔ یَعْنِیْ۔ شِدْقَیْهِ ثُمَّ یَقُوْلُ اَنَا کَنْزُكَ اَنَا مَالُكَ ثُمَّ تَلَا هٰذِهِ الْاٰیَةَ وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِیْنَ یَبْخَلُوْنَ بِمَآ اٰتٰهُمُ اللهُ مِنْ فَضْلِهٖ! الآیة۔

(رواہ البخاری: ج:۱: ص ۴۴۲: رقم الحدیث ۱۴۰۳، ومسلم: ج:۱: ص ۹۲۴: رقم الحدیث ۹۸۷)

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس شخص کو اللہ تعالیٰ نے مال دیا ہو مگر وہ اس کی زکوٰۃ ادا نہ کرے تو قیامت کے دن اسی مال کو ایسے سانپ کی شکل دی جائے گی جو (زہر کی شدت کے باعث) گنجا ہوگا، اس کے دو سیاہ نقطے ہوں گے (جو سانپ کے انتہائی زہریلا ہونے کی علامت سمجھا جاتا ہے)۔ وہ سانپ اس شخص کے دونوں جبڑوں کو لپٹ جائے گا اور کہے گا کہ میں تیرا خزانہ ہوں، تیرا مال ہوں۔ پھر آنحضرت ﷺ نے یہ آیت آخر تک تلاوت فرمائی وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِیْنَ یَبْخَلُوْنَ بِمَآ اٰتٰهُمُ اللهُ مِنْ فَضْلِهٖ آخر تک

زکوٰۃ کے معنی بلغتِ عربی میں زکوٰۃ کے معنی "پاک کرنا" اور "نشوونما" کے ہیں اور شریعت مقدسہ کی اصطلاح میں زکوٰۃ کے معنی ہیں: "تَمْلِیْكُ مَالٍ مَخْصُوْصٍ لِمُسْتَحِقِّهٖ لِشَرَائِطَ مَخْصُوْصَةٍ"۔ بقدر نصاب مال کا انسان کی "حاجتِ اصلیہ" (یعنی ضروریاتِ زندگی) سے زائد ہونا۔ لہٰذا وہ مال جو انسان کی "حاجتِ اصلیہ" میں شامل ہو اس پر زکوٰۃ فرض نہیں ہوتی۔

(۴) حاجتِ اصلیہ کی تشریح :حاجتِ اصلیہ سے مراد انسانی زندگی کی وہ ضرورت ہے جسے اگر پورا نہ کیا جائے تو اس کے ہلاکت میں پڑ جانے کا اندیشہ ہو۔ ایسی ضرورت کے لیے کام آنے والی اشیاء درج ذیل ہیں :

(١) رہائشی مکان۔(٢) نان ونفقہ۔(٣) سردی اور گرمی سے بچاؤ کے لیے بدن کے کپڑے۔(٤) حفاظت کی غرض سے خریدا ہوا اسلحہ، بندوق رائفل وغیرہ۔ یہ چیزیں نہ ہوں تو واقعۃً انسان کے ہلاکت میں پڑ جانے کا سخت اندیشہ ہوتا ہے۔

اور بعض ایسی چیزیں بھی "حاجت اصلیہ" میں شامل ہوتی ہیں۔ جن کا براہ راست انسانی زندگی کو ہلاکت سے بچانے کے ساتھ تعلق تو نہیں ہے مگر ان کے نہ ہونے کی صورت میں ہلاکت کا کم از کم امکان ضرور رہتا ہے کسی نہ کسی درجہ میں ان سے محروم شخص بھی ہلاک ہی تصور کیا جاتا ہے۔

جیسے (١) قرض کا ہونا۔ چنانچہ مقروض کے پاس اگرچہ نصاب کی بقدر مال و دولت ہو مگر اسے بھی حاجتِ اصلیہ میں مشغول تصور کیا جائے گا کیونکہ مقروض کو کبھی قرض ادا نہ کرنے کی صورت میں قید و بند کی صعوبتیں برداشت کرنا اور جیل کی ہوا کھانا پڑتی ہے جو ایک طرح سے ہلاکت ہے۔ اور یہ مال اسی ہلاکت سے دفاع کا سبب بن سکتا ہے لہٰذا حاجتِ اصلیہ میں شامل ہے۔

(٢) آلاتِ صنعت و حرفت جسے آدمی اپنے روزگار کے لیے استعمال کرتا ہے۔(٣) گھر کا سامان جیسے برتن فرنیچر وغیرہ جو روز مرہ استعمال میں آتا ہے۔(٤) سواری جس کے ذریعہ انسان روزگار، علاج معالجہ اور بہت سی ضروریات میں فائدہ حاصل کرتا ہے۔

(٥) دینی کتب۔ کیونکہ ان کے نہ ہونے کی صورت میں جہل باقی رہتا ہے جو علماء کے ہاں ایک طرح کی ہلاکت ہے، علم کے بغیر تو انسان محض چوپایہ ہے۔

(٥) مال کا "فارغ عن الدین" ہونا: مال کا "دین" سے خالی ہونا۔ اگر کسی شخص کے پاس نصاب کی بقدر مال موجود ہو مگر اس پر "دین" بھی ہے تو اس پر زکوٰۃ فرض نہیں ہوتی۔("دین" کو ہمارے ہاں اردو میں قرض کہہ سکتے ہیں مگر یہ ایک فقہی اصطلاح ہے جس کے بارے میں تفصیل آئندہ سطور میں مستقل عنوان کے تحت آ رہی ہے)

(٦) مال کا "نامی" ہونا: نامی "نمو" سے اسم فاعل کا صیغہ ہے، مطلب یہ ہے کہ مال ایسا ہو جو بڑھنے والا ہو۔ خواہ وہ حقیقتاً بڑھتا ہوا نظر آئے جیسے جانور مویشی وغیرہ توالد و تناسل کے ذریعے بڑھتے رہتے ہیں، خواہ وہ تقدیراً بڑھتا ہو کہ اگر بڑھانا چاہیں تو اسے بڑھا سکیں۔ جیسے سونا، چاندی (خواہ کسی بھی شکل میں ہو) اور روپے پیسے وغیرہ (خواہ کسی ملک کی رائج الوقت کرنسی ہو)۔

لہٰذا وہ چیزیں جو نامی نہیں ہیں جیسے ہیرے جواہرات، موتی، یاقوت، زَبَرجد وغیرہ اگر تجارت کے لیے نہ ہوں تو ان پر زکوٰۃ نہیں ہے، ان کا حکم عروض (سامان) کی طرح ہے۔ البتہ اگر تجارت کے لیے ہوں تو زکوٰۃ فرض ہوگی۔

(مندرجہ بالا تمام شرائط کی موجودگی میں زکوٰۃ فرض ہو جاتی ہے مگر زکوٰۃ کا ادا کرنا کب واجب ہوتا ہے) اس میں درج ذیل تفصیل ہے:

زکوٰۃ ادا کرنا کب فرض ہوتا ہے؟ مندرجہ بالا شرائط کے ساتھ اگر نصاب کی بقدر مال پر چاند کے حساب سے مکمل ایک سال گزر جائے تو زکوٰۃ کا ادا کرنا واجب ہو جاتا ہے۔ فقہی زبان میں اس شرط کو "حولان حول" (یعنی سال کا گزر جانا) کہتے ہیں۔

● یہ مسئلہ خوب دلنشین رہے کہ زکوٰۃ کی ادائیگی کے واجب ہونے کے لیے سال کے شروع اور آخر میں نصاب کا کامل ہونا ضروری ہے درمیان سال میں نصاب چاہے کم ہو جائے، بشرطیکہ درمیان سال میں نصاب سے بالکل ختم نہ ہوا ہو۔

(١) کسی شخص کے پاس یکم محرم ١٤٢٣ھ کو مکمل نصاب موجود ہو، ربیع الاول ١٤٢٣ھ کو اس کے پاس نصاب سے کم مال رہ گیا بالکل ختم نہیں ہوا، یکم محرم ١٤٢٤ھ کو پھر مکمل نصاب تھا تو سال کے آغاز اور اختتام میں مکمل نصاب کا مالک ہے لہٰذا اس پر زکوٰۃ ادا کرنا واجب ہے۔

(۲) کسی شخص کے پاس یکم ذی الحجہ ۱۴۲۳ھ میں مکمل نصاب تھا۔ ۱۰ ربیع الاول ۱۴۲۴ھ کو نصاب بالکل ختم ہو گیا، پھر ۲۰ ربیع الثانی ۱۴۲۴ھ کو نصاب کی بقدر مال کا مالک بن گیا، یہاں تک کہ یکم ذی الحجہ ۱۴۲۴ھ کو مکمل نصاب کا مالک تھا تو اس شخص پر اس تاریخ کو زکوٰۃ فرض نہیں ہے کیونکہ جب نصاب پر سال شروع ہوا تھا تو ۱۰ ربیع الاول کے دن نصاب بالکل ختم ہو گیا تھا لہٰذا زکوٰۃ کا حکم ساقط ہو گیا۔ ۲۰ ربیع الاول ۱۴۲۴ھ کو دوبارہ نصاب مکمل ہوا تو سال کا آغاز ہو گیا پھر ۲۰ ربیع الاول سے کیا جائے گا چنانچہ آئندہ سال ۲۰ ربیع الاول ۱۴۲۴ھ تک نصاب رہا چاہے اس درمیان کم ہو گیا ہو تو آئندہ سال مذکورہ تاریخ کو زکوٰۃ فرض ہو گی بشرطیکہ اس درمیان میں بھی نصاب بالکل ختم نہ ہوا ہو۔

''مالِ مستفاد'' کا حکم: اگر سال کے آغاز میں کسی شخص کے پاس نصاب کی بقدر مال ہو تو اس پر زکوٰۃ فرض ہو جاتی ہے۔ اب آئندہ سال نصاب پر مقررہ تاریخ (جس تاریخ سے نصاب شروع ہوا تھا) کو جب زکوٰۃ کا ادا کرنا فرض ہو جاتا ہے۔ اس تاریخ سے پہلے پہلے اسی مال کی جنس میں سے اس شخص کو جو مال حاصل ہوتا رہا اس کو ''مالِ مستفاد'' کہتے ہیں۔ خواہ یہ مال کسی بھی طریقے سے اس کی ملکیت میں آیا ہو خواہ ھبہ کے ذریعے، یا میراث کے ذریعے یا تجارت کے ذریعے یا ماہوار تنخواہ کے ذریعے۔

اس مال کا حکم یہ ہے کہ زکوٰۃ کی ادائیگی کی تاریخ سے پہلے پہلے جو مال بھی حاصل ہوا اسے اسی نصاب زکوٰۃ کے ساتھ شامل کرتے ہوئے مجموعی رقم پر زکوٰۃ فرض ہو گی۔

یاد رہے کہ سونا چاندی، رائج الوقت کرنسی اور مال تجارت شریعت کی نظر میں ایک ہی جنس ہے۔ البتہ جانور دوسری جنس ہے۔

فرضی مثال سے توضیح: کسی شخص کے پاس یکم محرم ۱۴۲۳ھ کو دس ہزار روپے کہیں سے ملے تو چونکہ یہ رقم نصاب کے بقدر ہے لہٰذا اس پر زکوٰۃ فرض ہو گی۔ اب اس زکوٰۃ کی ادائیگی یکم محرم ۱۴۲۴ھ کو فرض ہو گی (بشرطیکہ اس نصاب پر اس طرح سال گزر جائے کہ سال کے دوران یہ روپے بالکل ختم نہ ہوں خواہ کسی موقع پر کم ہو گئے ہوں) یکم محرم کے بعد صفر کے آخر میں اس کو باپ کے ترکہ سے ایک لاکھ روپیہ ملا، ربیع الاول کی پندرہ تاریخ کو سعودی عرب سے اس کے بھائی نے بطور تحفہ اور ہدیہ کچھ ریال بھیجے جن کی لاگت ایک ہزار پاکستانی روپے ہیں۔ جمادی الاول کے شروع میں کاروبار میں نفع ہوا دس ہزار روپے مزید مل گئے۔

یہ شخص سرکاری ملازم بھی ہے ماہوار ۲۰ ہزار روپے تنخواہ ملتی ہے جو گھریلو ضروریات میں خرچ ہو جاتی ہے۔ اس سے کچھ نہیں بچتا تاہم ذی الحجہ ۱۴۲۳ھ جو ماہوار تنخواہ ملی اس میں سے پانچ ہزار روپے باقی تھے کہ یکم محرم ۱۴۲۴ھ کا چاند نظر آ گیا۔

اس صورت میں زکوٰۃ کا حکم یہ ہے کہ یکم محرم ۱۴۲۳ھ کو نصاب پر سال کے شروع ہونے کے بعد اگلے سال یکم محرم ۱۴۲۴ھ تک جتنا مال اور رقم مختلف طریقوں سے حاصل ہوئی اس کو فقہ کی اصطلاح میں ''مال مستفاد'' کہتے ہیں۔ چنانچہ سال بھر میں جمع ہونے والی مالِ مستفاد کی کل رقم ایک لاکھ سولہ ہزار روپے کو اصل نصاب (جس پر سال شروع ہوا تھا) دس ہزار روپے کے ساتھ جمع کر کے کل ایک لاکھ چھبیس ہزار پر زکوٰۃ ادا کرنا فرض ہے۔

زکوٰۃ کی ادائیگی کے صحیح ہونے کی شرائط: دو شرطیں ہیں: (۱) نیت (۲) تملیک۔

پہلی شرط: زکوٰۃ کی ادائیگی کے صحیح ہونے کے لیے نیت شرط ہے جس میں تفصیل یہ ہے:

(۱) جب زکوٰۃ کی رقم اپنے مال سے الگ کر کے رکھے تو نیت کر لے کہ ''میں زکوٰۃ کی نیت سے رقم الگ کر رہا ہوں'' پھر جب مستحق زکوٰۃ شخص کو زکوٰۃ ادا کرے تو دوبارہ زکوٰۃ دینے کی نیت کرنا ضروری نہیں۔ (۲) جس وقت زکوٰۃ کی رقم اپنے مال سے الگ کر کے رکھی اس وقت تو زکوٰۃ کی نیت نہیں کی تو اب مستحق شخص کو زکوٰۃ دیتے وقت نیت کر لے۔ (۳) اگر کوئی شخص براہ راست کسی مستحق

کو نہیں دینا چاہتا بلکہ وکیل کے ذریعے مستحق کو زکوٰۃ کی رقم دینا چاہتا ہے تو اگر اس شخص نے پہلے نیت کی تو وکیل کو رقم دیتے وقت نیت کر لے پھر وکیل مستحق زکوٰۃ کو زکوٰۃ دیتے وقت نیت کرے یا نہ کرے زکوٰۃ ادا ہو جائے گی۔

خلاصہ: مذکورہ بالا تین موقعوں میں سے کسی ایک موقع پر نیت کرنا شرط ہے، اگر کسی بھی موقع پر زکوٰۃ کی نیت کر لی تو شرط پورا ہونے کی وجہ سے زکوٰۃ ادا ہو جائے گی۔ اگر کسی بھی موقع پر نیت نہیں کی اور زکوٰۃ کی وہ رقم ابھی تک مستحق شخص کے پاس موجود ہے اس نے خرچ نہیں کی تو اب بھی موقع ہے نیت کر لینے سے زکوٰۃ ادا ہو جائے گی۔ اگر فقیر (مستحق) نے وہ رقم استعمال کر لی تو اب نیت کا کوئی موقع نہیں رہا۔ لہٰذا شرط (نیت) نہ پائی جانے کی وجہ سے زکوٰۃ ادا نہیں ہوئی۔

بینکوں سے زکوٰۃ کی کٹوتی کا حکم: کچھ عرصے سے ہمارے ملک میں سرکاری سطح پر زکوٰۃ وصول کرنے کا نظام قائم ہے اس کی وجہ سے بہت سے مالیاتی اداروں سے زکوٰۃ وصول کی جاتی ہے۔ کمپنیاں بھی زکوٰۃ کاٹ کر حکومت کو ادا کرتی ہیں۔

اس کے بارے میں حکم شرعی کی تفصیل یہ ہے کہ جہاں تک بینکوں اور مالیاتی اداروں سے زکوٰۃ کی کٹوتی کا تعلق ہے تو اس کٹوتی سے زکوٰۃ ادا ہو جاتی ہے، دوبارہ زکوٰۃ ادا کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ البتہ احتیاطاً ایسا کر لیں کہ یکم رمضان آنے سے پہلے دل میں یہ نیت کر لیں کہ میری رقم سے جو زکوٰۃ کٹے گی وہ میں ادا کرتا ہوں۔ اس سے اس کی زکوٰۃ ادا ہو جاتی ہے۔ دوبارہ نکالنے کی ضرورت نہیں ہے۔

ضروری وضاحت: یہ بات ذہن نشین رہے کہ زکوٰۃ کی ادائیگی میں خود صاحب مال یا اس کے وکیل کی (مندرجہ بالا تفصیل کے مطابق کسی بھی ایک موقع پر) نیت ہونا شرط ہے۔ مگر خود اس مستحق زکوٰۃ کو یہ معلوم ہونا ضروری نہیں ہے کہ یہ زکوٰۃ کی رقم ہے۔

چنانچہ اگر کسی مستحق کو زکوٰۃ دیتے وقت خود تو زکوٰۃ کی نیت کی مگر اسے یہ کہہ کر زکوٰۃ دی کہ یہ ہدیہ ہے یا میری طرف سے انعام ہے یا میری طرف سے آپ کے لیے قرض ہے۔ یا میری طرف سے عیدی ہے تو ان سب صورتوں میں زکوٰۃ ادا ہو جائے گی۔

وضاحت: زکوٰۃ کی ادائیگی کے لیے یہ بھی ضروری نہیں ہے کہ بعینہ وہی چیز یا رقم دے جس میں زکوٰۃ فرض ہوئی ہے بلکہ زکوٰۃ کی رقم سے مستحق شخص کے لیے کپڑے، جوتے، کھانے پینے کی اشیاء، دوائی، سواری، کھلونا، کتابیں یا کوئی بھی چیز خرید کر مالک و قابض بنا کر دے دی تو زکوٰۃ ادا ہو جائے گی۔

دوسری شرط: زکوٰۃ کی ادائیگی کے لیے دوسری شرط (جیسا کہ زکوٰۃ کی تعریف سے ظاہر ہے) ''تملیک'' ہے۔

تملیک کا مطلب: تملیک کا مطلب یہ ہے کہ زکوٰۃ کی رقم مستحق زکوٰۃ کو مکمل مالک و قابض بنا کر دینا۔ اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ جہاں تملیک کی یہ شرط نہ پائی جائے تو زکوٰۃ ادا نہیں ہوگی۔ (۱) تملیک نہ پائے جانے کی ایک صورت یہ ہو سکتی ہے کہ وہ شخص جس کو زکوٰۃ کی رقم دی ہے اس کو مالک ہی نہیں بنایا۔ مثال: جیسے کسی شخص نے زکوٰۃ کی رقم سے کھانا خرید کر دستر خوان لگا دیا اور فقراء و مساکین سے کہہ دیا کہ جتنا چاہیں کھا سکتے ہیں مگر یہ کھانا آپ کہیں اور نہیں لے جا سکتے۔ اس طرح کرنے سے زکوٰۃ ادا نہیں ہوئی کیونکہ تملیک نہ ہونے کی وجہ سے ادائیگی زکوٰۃ کی شرط نہیں پائی گئی۔

''تملیک'' نہ ہونے کا ثبوت یہ ہے کہ انہیں کھانا کھانے کی اجازت تو دے دی گئی ہے، جسے اصطلاح میں ''اباحت'' کہتے ہیں۔ مگر تملیک نہیں پائی گئی کیونکہ انہیں کھانے کے بارے میں ہر قسم کے تصرف سے روک دیا گیا کہ وہ نہ کہیں لے جا سکتے ہیں اور نہ کسی اور کو دے سکتے ہیں۔ لیکن اگر کھانا خرید کر مستحق افراد کو اس طرح مالک بنا کر دے دیا کہ وہ جس طرح چاہیں اس میں تصرف کریں تو اب زکوٰۃ ادا ہو گئی کیونکہ کھانا اب ان کی ملکیت میں آ گیا ہے خواہ خود کھائیں، یا کسی اور کو دے دیں، بیچ دیں یا کہیں گرا دیں۔

(۲) تملیک کی شرط نہ پائی جانے کی دوسری صورت یہ ہو سکتی ہے کہ زکوٰۃ کی رقم ایسے مصرف میں استعمال کر دی جائے جس

میں مالک بننے کی سرے سے صلاحیت ہی نہیں ہے۔ جیسے زکوٰۃ کی رقم مسجد، مدرسے کی تعمیر، کتب کی خریداری، کنواں کھودنے، پانی کی سبیل لگانے میں خرچ کر دی تو کسی صورت میں زکوٰۃ ادا نہیں ہوئی وجہ یہ ہے کہ یہ کام کارِ خیر ضرور ہیں مگر یہ ایسی اشیاء ہیں جو خود کسی چیز کی مالک نہیں ہوتیں۔ اسی طرح زکوٰۃ کی رقم سے مدرسے کے اساتذہ یا کسی جگہ کے ملازم کی تنخواہ بھی ادا نہیں کی جا سکتی۔ ایسا کرنے سے زکوٰۃ ادا نہیں ہوتی۔

حیلہ تملیک کا مطلب: بسا اوقات مدارسِ عربیہ میں اساتذہ، ملازمین کی تنخواہیں ادا کرنے کے لیے رقم عطیات کے فنڈ میں موجود نہیں ہوتی صرف زکوٰۃ کے فنڈ میں اتنی رقم ہوتی ہے کہ جس سے اساتذہ و ملازمین کی تنخواہیں یا مسجد و مدرسے کی تعمیری ضرورت پوری کی جا سکتی ہے۔ جب کہ دوسری طرف شریعت مطہرہ ان ضروریات میں زکوٰۃ کی رقم لگانے سے منع کرتی ہے۔

چنانچہ اربابِ مدارس اپنی ان ضروریات کو پورا کرنے کے لیے زکوٰۃ کی رقم میں "حیلہ تملیک" کرتے ہیں، جس میں حیلے سے زکوٰۃ ادا ہو جاتی ہے، پھر وہ رقم اپنی دیگر ضروریات میں صرف کرتے ہیں۔

حیلہ تملیک کے لیے عموماً یہ صورت اختیار کی جاتی ہے: (۱) کسی مستحق زکوٰۃ شخص کو زکوٰۃ کی بھاری رقم دے کر یہ ترغیب دی جاتی ہے کہ آپ کو یہ زکوٰۃ کی رقم دی جا رہی ہے، آپ اگر چاہیں تو اس پر قبضہ کرنے کے بعد دوبارہ مدرسے میں جمع کرا سکتے ہیں تا کہ پھر اربابِ مدارس اپنی صوابدید سے یہ رقم کسی بھی مصرف (تعمیر یا اساتذہ وغیرہ کی تنخواہوں) میں استعمال کر لیں۔

چنانچہ مستحق زکوٰۃ شخص وہ رقم اپنے قبضے میں لے کر تھوڑی دیر بعد دوبارہ اربابِ مدارس کو عطیہ کر دیتا ہے۔

پہلے زمانے کے نامور فقہائے کرام نے حیلہ تملیک کی یہ صورت لکھی ہے مگر چونکہ آج کل عموماً یہ صورت دکھلاوے کی ہوتی ہے زکوٰۃ دینے والا سمجھتا ہے کہ میں سچ مچ اسے مالک نہیں بنا رہا بلکہ واپس لینے کے لیے بس فرضی کاروائی کر رہا ہوں اسی طرح زکوٰۃ لینے والا بھی سمجھتا ہے کہ مجھے یہ زکوٰۃ کی رقم دے کر ایسا مالک نہیں بنایا جا رہا کہ جہاں چاہوں یہ رقم استعمال کروں بلکہ زکوٰۃ کی تملیک کا کھیل کھیلا جا رہا ہے۔

چونکہ اس صورت میں واقعۃً تملیک نہیں پائی گئی بلکہ اس کی ظاہری صورت ہوتی ہے جس میں تملیک کی روح نہیں ہوتی۔ لہٰذا اس دور کے فقہائے عظامؒ اس صورت میں منع کرتے ہیں۔

(۲) البتہ حیلہ تملیک کی وہ بے غبار صورت جس پر اہلِ فتویٰ، فتویٰ صادر فرماتے ہیں وہ یہ ہے کہ مستحق زکوٰۃ کو ترغیب دی جائے کہ وہ اتنی رقم کہیں سے قرض لے کے مدرسے میں دے دے (تا کہ اس کو مفت میں ثواب مل جائے) چنانچہ اگر وہ کہیں سے قرض لے کر مدرسے میں دیدے تو زکوٰۃ کی رقم اسے دے دی جائے تا کہ وہ اپنا قرض اتار سکے۔

حیلہ تملیک کی یہ صورت حضرات فقہائے عظام کو پسند ہے کیونکہ اس میں واقعۃً فقیر کو مالک بنانا ہی مقصود ہوتا ہے۔

زکوٰۃ کے فرض ہونے سے متعلق ضروری "مباحث" سے فارغ ہونے کے بعد نصابِ زکوٰۃ کی تفصیل ذکر کی جاتی ہے نصابِ زکوٰۃ کے سلسلے میں درج ذیل عنوانات کے متعلق تفصیل ذکر کی جائے گی۔

(۱) سونے چاندی کی زکوٰۃ۔ (۲) روپے پیسوں کی زکوٰۃ۔ (۳) مالِ تجارت کی زکوٰۃ۔ (۴) قرض کی زکوٰۃ۔

(۱) سونے کا نصاب: اگر کسی شخص کی ملکیت میں صرف اتنا سونا ہو کہ وہ نصاب کی مقدار کو پہنچ جائے تو اس پر زکوٰۃ فرض ہو جاتی ہے۔ سونے کا نصاب ۲۰ مثقال سونا ہے، جو موجودہ حساب سے ساڑھے سات تولہ سونا (۹۰ گرام) بنتا ہے۔

(۲) چاندی کا نصاب: اگر کسی شخص کی ملکیت میں صرف اتنی چاندی ہو کہ وہ نصاب کی مقدار کو پہنچ جائے تو اس پر زکوٰۃ فرض

ہوجاتی ہے۔اور چاندی کا نصاب ۲۰۰ دراہم ہیں۔لہٰذا اگر کسی کے پاس صرف چاندی ۲۰۰ دراہم سے کم ہوتو زکوٰۃ فرض نہیں ہوتی۔
موجودہ دور کے حساب سے اس کی مقدار ساڑھے باون تولہ (یعنی ۶۳۰ گرام) چاندی ہے۔

● یاد رہے کہ زکوٰۃ ادا کرنے والے شخص کو اختیار ہے کہ سونے چاندی کی زکوٰۃ ادا کرتے وقت خواہ سونے چاندی کے وزن کا چالیسواں حصہ سونے یا چاندی کی شکل میں دے دے یا اتنے وزن کے پیسے (روپوں کی شکل) میں دیدے۔یا اتنے روپوں سے کوئی بھی چیز (کھانا، کپڑے، سامان) خرید کر مستحق زکوٰۃ شخص کو مالک وقابض بنا کر دیدے۔

قیمت کا حساب لگانے کی صورت میں اس وقت کی رائج الوقت بازاری قیمت کا اعتبار کیا جائے گا۔

ضروری وضاحت :سونے اور چاندی میں مطلقاً ہر حالت میں زکوٰۃ فرض ہوتی ہے خواہ وہ کسی بھی شکل میں ہوں، سونا چاندی ڈلی کی شکل میں ہو یا زیورات کی شکل میں، سونے چاندی کے سکے ہوں یا سونے چاندی کے برتن، سونے چاندی سے پردے یا دوپٹہ وغیرہ پر کڑھائی ہو، خواہ عورت دوپٹہ پہنتی ہو یا نہ پہنتی ہو۔

کھوٹ ملے ہوئے سونے چاندی کا حکم :اگر سونے یا چاندی میں کھوٹ شامل ہو، سونا چاندی خالص نہ ہو مثلاً سونے میں تانبا یا پیتل ملا ہوا ہو اور چاندی میں ایلومینیم ملا ہوا ہو تو اس کی تین صورتیں ہو سکتی ہیں :

(۱) سونا اور چاندی زیادہ ہے اور کھوٹ کم ہے۔(۲) سونا، چاندی اور کھوٹ برابر سرابر ہیں۔(۳) سونا اور چاندی کم ہے اور کھوٹ زیادہ ہے۔

ان صورتوں میں زکوٰۃ کا حکم یہ ہے کہ پہلی دونوں صورتوں میں جب کہ سونا چاندی کھوٹ سے زیادہ ہوں یا کھوٹ کے برابر ہو تو یہ کھوٹ بھی سونا چاندی کے حکم میں ہوگی۔اور زکوٰۃ کی فرضیت میں سونے چاندی کے نصاب کو دیکھا جائے گا۔

تیسری صورت میں جب کہ کھوٹ سونے چاندی پر غالب ہو تو وہ سونا چاندی بھی عروض یعنی سامانِ تجارت کے حکم میں ہوگا۔ سامان تجارت پر زکوٰۃ واجب ہونے کا جو نصاب ہے وہی نصاب اسی صورت میں معتبر ہوگا۔

مالِ تجارت (عروض) میں زکوٰۃ :سونے، چاندی اور مویشیوں کے علاوہ جو مال ہو وہ سامانِ تجارت میں شامل ہے۔

مالِ تجارت سے کیا مراد ہے :مال تجارت (عروض) سے مراد ہر وہ مال ہے جو اس نیت سے خریدا ہو کہ اسے تجارت میں لگائیں گے یا آگے فروخت کریں گے۔اور یہ نیت ابھی تک برقرار ہو۔لہٰذا وہ مال جو آگے بیچنے کے ارادے سے نہیں خریدا بلکہ گھریلو ضروریات کے لیے خریدا ہے، (جیسے پہننے کے لیے کپڑا، گھر میں پکانے کے لیے چاولوں کا ٹرک، یا رہائشی مکان تعمیر کرنے کے لیے پلاٹ خریدا) تو یہ مال ''مالِ تجارت'' نہیں کہلائے گا۔ایسا مال جو آگے بیچنے کی نیت سے نہیں خریدا بلکہ گھریلو ضروریات کے لیے خریدا تھا بعد میں اسے بیچنے کا ارادہ کرلیا تب بھی وہ مالِ تجارت نہیں بنے گا۔اس لیے کہ جب اسے خریدا تھا اس وقت بیچنے کا کوئی ارادہ نہیں تھا۔لیکن یہ بات ملحوظِ خاطر رہے کہ ایسا مال محض بیچنے کے ارادے سے تو مالِ تجارت نہیں بنتا لیکن اگر کوئی شخص (بالفعل) تجارت شروع کردے یعنی ارادے کے بعد کسی سے سودا وغیرہ طے کرلے اور اسے بیچ دے تو یہ مال ''مال تجارت'' (عروض) بن جائے گا۔چنانچہ حاصل ہونے والی رقم پر زکوٰۃ واجب ہوگی۔

اس کے برعکس جو مال تجارت کی نیت سے خریدا تھا اور اسی نیت کی وجہ سے مال تجارت (عروض) بن چکا تھا، لیکن اب اسے آگے بیچنے کا ارادہ ترک کردیا۔مثلاً کوئی پلاٹ یا فلیٹ آگے بیچنے کی نیت سے خریدا تھا مگر اب اسے اپنی رہائش میں استعمال کرنے کا ارادہ کرلیا تو وہ مال بھی مالِ تجارت نہیں رہے گا۔صرف ارادے سے ہی اس کی ''مال تجارت'' ہونے کی حیثیت ختم ہوجاتی ہے۔

مالِ تجارت میں نصابِ زکوٰۃ: مالِ تجارت (عروض) خواہ کسی قسم کا ہو (کپڑا ہو یا اناج، جنرل اسٹور کا سامان ہو یا اسٹیشنری، مشینری ہو یا بجلی کا سامان) اگر سونے (ساڑھے سات تولہ) یا چاندی (ساڑھے باون تولہ) میں سے کسی ایک کی بازاری قیمت کے برابر ہو تو اس مال پر زکوٰۃ فرض ہو جاتی ہے۔ پھر حولان حول (سال گزرنے) کی شرط کے ساتھ اس کا ادا کرنا فرض ہو جاتا ہے۔ نیت اور تملیک پائی جائے تو ادائیگی صحیح ہو جاتی ہے۔

مالِ تجارت میں زکوٰۃ نکالنے کا طریقہ: مالِ تجارت کے نصاب پر سال پورا ہو جائے تو اس کی زکوٰۃ نکالنے کا طریقہ یہ ہے کہ کل مالِ تجارت کی بازاری قیمت لگائی جائے اور اس کل قیمت کا (چالیسواں حصہ) ڈھائی فیصد رقم زکوٰۃ کے مستحق کو دیدی جائے یا کل رقم کے اڑھائی فیصد کے برابر وہی مالِ تجارت مستحق کو دے دیا جائے۔

ضروری وضاحت :مالِ تجارت میں خود دکان کی قیمت اور اس میں موجود فرنیچر کی قیمت، اسی طرح کارخانے میں مشینری کی قیمت کو شمار نہیں کیا جائے گا۔ وجہ صاف ظاہر ہے کہ خود دکان اور اس میں فرنیچر اور فیکٹری کی مشین چونکہ آگے بیچنے کی نیت سے نہیں خریدی لہٰذا وہ مالِ تجارت میں شامل نہیں ہوگی۔ بلکہ اگر اس نظر سے دیکھا جائے کہ یہ دکان فرنیچر اور مشینری وغیرہ روزگار کا آلہ اور ذریعہ ہیں تو یہ ''حاجت اصلیہ'' میں شامل ہوں گے۔ اور زکوٰۃ فرض ہونے کے لیے مال کا حاجتِ اصلیہ سے زائد ہونا ضروری ہے۔

لیکن اگر کسی نے فرنیچر کی دکان بنائی یا ایسی دکان جس میں کارخانے کی مشینری فروخت ہوتی ہو تو اب یہ چیزیں مالِ تجارت میں شامل ہوں گی۔ کیونکہ ایسی دکانوں میں فرنیچر یا مشینری بیچنے کے ارادے سے خرید کر رکھی جاتی ہے۔

روپے پیسوں میں زکوٰۃ کا نصاب :اگر کسی شخص کے پاس ساڑھے سات تولہ سونا یا ساڑھے باون تولہ چاندی میں سے کسی ایک کی بازاری قیمت کے برابر روپے موجود ہوں (خواہ کسی ملک کی کرنسی کی شکل میں ہوں جیسے ریال، ڈالر، یورو، دینار، پونڈ، رینٹ، لیرا وغیرہ) اور ان پر سال بھی گزر جائے تو ان روپوں کی زکوٰۃ ادا کرنا فرض ہے۔ یاد رکھیں حضرات فقہاء نے ساڑھے باون تولہ چاندی کا نصاب مقرر کیا ہے۔ چونکہ اس میں غریب کا فائدہ بہت زیادہ ہے اگر کسی کے پاس ضرورت اصلیہ کے علاوہ مختلف اموال ہیں تو ان کو جمع کیا جائے گا ان کا حساب وغیرہ لگا کر ساڑھے باون تولہ چاندی کے برابر قیمت بنتی ہے تو زکوٰۃ ہر حال میں ادا کی جائے گی۔

کمپنیوں کے شیئرز پر زکوٰۃ کا حکم :اسی طرح کمپنیوں کے ''شیئرز'' بھی سامان تجارت میں داخل ہیں۔ اور ان کی دو صورتیں ہیں ایک صورت یہ ہے کہ آپ نے کسی کمپنی کے شیئرز اس مقصد کے لیے خریدے ہیں کہ اس کے ذریعہ کمپنی کا منافع حاصل کریں گے اور اس پر ہمیں سالانہ منافع کمپنی کی طرف سے ملتا رہے گا۔

دوسری صورت یہ ہے کہ آپ نے کسی کمپنی کے شیئرز ''کیپٹل گین'' کے لیے خریدے ہیں۔ یعنی نیت یہ ہے کہ جب بازار میں ان کی قیمت بڑھ جائے گی تو ان کو فروخت کر کے نفع کمائیں گے۔ اگر یہ دوسری صورت ہے یعنی شیئرز خریدتے وقت شروع ہی میں ان کو فروخت کرنے کی نیت تھی تو اس صورت میں پورے شیئرز کی پوری بازاری قیمت پر زکوٰۃ واجب ہوگی مثلاً آپ نے پچاس روپے کے حساب سے شیئرز خریدے اور مقصد یہ تھا کہ جب ان کی قیمت بڑھ جائے گی تو ان کو فروخت کر کے نفع حاصل کریں گے، اس کے بعد جس دن آپ نے زکوٰۃ کا حساب نکالا، اس دن شیئرز کی قیمت ساٹھ روپے ہوگئی تو اب ساٹھ روپے کے حساب سے ان شیئرز کی مالیت نکالی جائے گی اور اس پر ڈھائی فیصد کے حساب سے زکوٰۃ ادا کرنی ہوگی۔

لیکن اگر پہلی صورت ہے یعنی آپ نے کمپنی کے شیئرز اس نیت سے خریدے کہ کمپنی کی طرف سے اس پر سالانہ منافع ملتا رہے گا اور فروخت کرنے کی نیت نہیں تھی تو اس صورت میں آپ کے لیے اس بات کی گنجائش ہے کہ یہ دیکھیں کہ جس کمپنی کے یہ شیئرز ہیں

اس کمپنی کے کتنے اثاثے جامد ہیں مثلاً بلڈنگ، مشینری، کاریں وغیرہ اور کتنے اثاثے نقد، سامان تجارت اور خام مال کی شکل میں ہیں، یہ معلومات کمپنی ہی سے حاصل کی جاسکتی ہیں، مثلاً فرض کریں۔ کہ کسی کمپنی کے ساٹھ فیصد اثاثے نقد، سامانِ تجارت، خام مال اور تیار مال کی صورت میں ہیں اور چالیس فیصد اثاثے بلڈنگ، مشینری اور کار وغیرہ کی صورت میں ہیں تو اس صورت میں آپ ان شیئرز کی بازاری قیمت لگا کر اس کی ساٹھ فیصد قیمت پر زکوٰۃ ادا کریں۔ مثلاً شیئرز کی بازاری قیمت ساٹھ روپے تھی اور کمپنی کے ساٹھ فیصد اثاثے قابل زکوٰۃ تھے اور چالیس فیصد نا قابل زکوٰۃ تھے تو اس صورت میں آپ اس شیئرز کی پوری قیمت یعنی ساٹھ روپے کی بجائے ۳۶ روپے پر زکوٰۃ ادا کریں۔ اور اگر کسی کمپنی کے اثاثوں کی تفصیل معلوم نہ ہوسکے تو اس صورت میں احتیاطاً ان شیئرز کی پوری بازاری قیمت پر زکوٰۃ ادا کردی جائے۔ شیئرز کے علاوہ اور جتنے فائنانشیل انسٹرومنٹس ہیں چاہے وہ بونڈز ہوں یا سرٹیفکیٹس ہوں، یہ سب نقد کے حکم میں ہیں، ان کی اصل قیمت پر زکوٰۃ واجب ہے۔

اگر نصاب سے کم متفرق اشیاء ہوں؟ اب تک تحریر کردہ تفصیل اس صورت میں تھی کہ جب کسی کی ملکیت میں صرف سونا، یا صرف چاندی، یا صرف مالِ تجارت یا صرف روپے ہوں۔ لیکن اگر کسی شخص کے پاس کوئی بھی نصاب پورا نہ ہو بلکہ تمام چیزوں میں سے تھوڑا تھوڑا ہو جو نصاب کی حد سے کم کم ہو تو اس میں عقلی طور پر درج ذیل صورتیں بن سکتی ہیں :

(۱) تھوڑا سا سونا ہو اور تھوڑی سی چاندی۔ (۲) تھوڑا سا سونا ہو اور تھوڑی سا مالِ تجارت۔ (۳) تھوڑا سا سونا ہو اور کچھ روپے۔ (۴) تھوڑا سا سونا ہو اور تھوڑی سی چاند اور تھوڑا سا مالِ تجارت۔ (۵) تھوڑا سا سونا ہو اور تھوڑی سی چاندی اور تھوڑا سا مالِ تجارت اور کچھ روپے ہوں۔ (۶) تھوڑا سی چاندی ہو اور تھوڑا سا مالِ تجارت۔ (۷) تھوڑی سی چاندی ہو اور کچھ روپے۔ (۸) تھوڑی سی چاندی ہو اور تھوڑا سا مالِ تجارت اور کچھ روپے۔ (۹) تھوڑا سا مالِ تجارت اور کچھ روپے۔

مندرجہ بالا صورتوں میں زکوٰۃ کا حکم: مندرجہ بالا تمام صورتوں میں سے کوئی سی بھی صورت ہو ان میں مجموعی قیمت کو دیکھیں گے۔ اگر ان صورتوں میں سے کسی بھی صورت میں مجموعی قیمت ساڑھے باون تولہ چاندی کے برابر ہو جائے تو زکوٰۃ فرض ہو جاتی ہے۔

قرض اور زکوٰۃ کا حکم: قرض کی دو صورتیں ہیں :(۱) خود مالدار آدمی پر قرض ہو، خود اس نے دوسروں کا قرض ادا کرنا ہے، ایسے شخص کے پاس نصاب کی بقدر کسی قسم کا مال ہے لیکن اس پر اتنا قرض بھی ہے کہ اگر وہ قرض ادا کرے تو بقیہ مال نصاب سے کم رہ جاتا ہے تو اس پر زکوٰۃ فرض نہیں ہے۔

کیونکہ حضراتِ فقہائے کرام کے نزدیک قرض "حاجات اصلیہ" میں شامل ہے جب کہ زکوٰۃ کے فرض ہونے کے لیے مال کا "حاجتِ اصلیہ" سے زائد ہو کر نصاب کی بقدر ہونا ضروری ہے۔ (حاجتِ اصلیہ کی تعریف اور اس سے متعلق ضروری تفصیل آپ زکوٰۃ کے فرض ہونے کی شرائط کے بیان میں پڑھ چکے ہیں۔)

قرضوں کی دو قسمیں : قرضوں کے سلسلے میں ایک بات اور سمجھ لینی چاہیے، وہ یہ کہ قرضوں کی دو قسمیں ہیں :ایک تو معمولی قرضے ہیں جن کو انسان اپنی ذاتی ضروریات اور ہنگامی ضروریات کے لیے مجبوراً لیتا ہے۔ دوسری قسم کے قرضے وہ ہیں جو بڑے بڑے سرمایہ دار پیداواری اغراض کے لیے لیتے ہیں۔

مثلاً: فیکٹریاں لگانے، یا مشینریاں خریدنے یا مالِ تجارت امپورٹ کرنے کے لیے قرضے لیتے ہیں یا مثلاً ایک سرمایہ دار کے پاس پہلے ہی سے دو فیکٹریاں موجود ہیں لیکن اس نے بینک سے قرض لے کر تیسری فیکٹری لگالی۔ اب اگر اس دوسری قسم کے

قرضوں کو مجموعی مالیت سے منہا کیا جائے تو نہ صرف یہ کہ ان سرمایہ داروں پر ایک پیسے کی بھی زکوٰۃ واجب نہیں ہوگی بلکہ وہ لوگ اُلٹے مستحق زکوٰۃ بن جائیں گے، اس لیے کہ ان کے پاس جتنی مالیت کا مال موجود ہے، اس سے زیادہ مالیت کے قرضے بینک سے لے رکھے ہیں، وہ بظاہر فقیر اور مسکین نظر آرہا ہے۔ لہٰذا ان قرضوں کے منہا کرنے بھی شریعت نے فرق رکھا ہے۔

تجارتی قرضے کب منہا کیے جائیں: اس میں تفصیل یہ ہے کہ پہلی قسم کے قرضے تو مجموعی مالیت سے منہا ہو جائیں گے اور ان کو منہا کرنے کے بعد زکوٰۃ ادا کی جائے گی۔ اور دوسری قسم کے قرضوں میں یہ تفصیل ہے کہ اگر کسی شخص نے تجارت کی غرض سے قرض لیا، اور اس قرض کو ایسی اشیاء خریدنے میں استعمال کیا جو نا قابل زکوٰۃ ہیں تو اس قرض کو مجموعی مالیت سے منہا نہیں کر سکتے۔

قرض کی مثال: مثلاً ایک شخص نے بینک سے ایک کروڑ روپے قرض لیے اور اس رقم سے اس نے ایک پلانٹ باہر سے امپورٹ کر لیا۔ چونکہ یہ پلانٹ قابلِ زکوٰۃ نہیں ہے اس لیے کہ یہ مشینری ہے تو اس صورت میں یہ قرضہ منہا نہیں ہوگا۔ لیکن اگر اس نے اس قرض سے خام مال خرید لیا تو چونکہ خام مال قابل زکوٰۃ ہے اس لیے یہ قرض منہا کیا جائے گا۔ کیونکہ دوسری طرف یہ خام مال ادا کی جانے والی زکوٰۃ کی مجموعی مالیت میں پہلے سے شامل ہو چکا ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ نارمل قسم کے قرض تو پورے مجموعی مالیت سے منہا ہو جائیں گے۔ اور جو قرضے پیداواری اغراض کے لیے لیے گئے ہیں، اس میں یہ تفصیل ہے کہ اگر اس سے نا قابل زکوٰۃ اثاثے خریدے ہیں تو وہ قرض منہا نہیں ہوگا، اور اگر قابلِ زکوٰۃ اثاثے خریدے ہیں تو وہ قرض منہا ہوگا۔ اگر کسی شخص کا دوسرے لوگوں پر قرض ہو جو اس نے ان سے وصول کرنا ہے۔

''قرض'' سے کیا مراد ہے؟ یہاں قرض سے مراد ہر وہ چیز ہے جو کسی کے ذمہ واجب ہو خواہ وہ کسی بھی وجہ سے ہو خواہ وہ دوسروں کے ذمہ واجب ہونے والی چیز رقم ہو یا سامان یا اور کوئی چیز۔ فقہ کی زبان میں ایسی چیز کو ''دَین'' کہتے ہیں۔ اور سمجھانے کے لیے اسے قرض کہہ دیا جاتا ہے حالانکہ خود قرض ''دَین'' کا ایک فرد ہے۔ ہر قرض کو ''دَین'' کہہ سکتے ہیں لیکن ہر دَین کا قرض ہونا کوئی ضروری نہیں ہے۔ ایسا دَین اور قرض جو دوسروں سے وصول کرنا ہے اس پر زکوٰۃ کا حکم سمجھنے کے لیے دین کی اقسام سمجھنا ضروری ہیں۔ دَین کی تین قسمیں ہیں: (۱) دَین قوی (۲) دین متوسط (۳) دَین ضعیف۔

(۱) دَین قوی کی تعریف: دَین قوی کی دو صورتیں ہیں: (الف) کسی شخص کو نقدی یا سونا چاندی کچھ مدت کے لیے بطور قرض دیا ہے جو مقررہ مدت کے بعد اس سے وصول کرنا ہے۔ مثال: محسن نے حسیب کو ایک ہزار روپیہ بطور قرض دیا جو ایک ماہ کے بعد اس سے وصول کرنا ہے۔ اسے یوں کہیں گے کہ محسن کا حسیب پر ''دین قوی'' ہے۔ (ب) ہر وہ مال جو کسی کے ذمہ اس لیے واجب ہو کہ اسے مالِ تجارت بیچا ہو۔ مثال: فرحان کی کمپیوٹر کی دکان ہے۔ اس نے دو مہینے کے ادھار پر سلیمان کو ایک کمپیوٹر بیچ دیا جس کی قیمت پندرہ ہزار روپے طے ہوئی۔ اسے یوں کہیں گے کہ فرحان کا سلیمان پر پندرہ ہزار ''دَین قوی'' ہے۔

دَین قوی پر زکوٰۃ کا حکم: اس قسم کے ''دَین'' پر تمام ائمہ کے ہاں زکوٰۃ فرض ہو جاتی ہے تاہم اس زکوٰۃ کا ادا کرنا اس وقت فرض ہوتا ہے جب وہ دَین مکمل وصول ہو جائے یا کم از کم ساڑھے دس تولہ چاندی کی قیمت کے برابر رقم وصول ہو جائے، اگر کسی شخص نے کئی برسوں کے بعد دَین قوی ادا کیا ہے تو لینے والے پر گزشتہ تمام برسوں کی زکوٰۃ ادا کرنا ضروری ہے۔

دین متوسط کی تعریف: اگر کوئی شخص دوسرے کو ایسی چیز ادھار بیچ دے جو مالِ تجارت نہ ہو تو ایسی چیز کے بدلے جو دَین خریدار کے ذمہ واجب ہوا سے ''دین متوسط'' کہتے ہیں۔ مثال: جیسے کوئی شخص اپنی حاجتِ اصلیہ میں سے کوئی چیز بیچ دے مثلاً پہننے کے کپڑے، گھر کا اسباب، استعمال کی گاڑی، اسلحہ وغیرہ کسی کو ادھار بیچ دیا۔ تو ان چیزوں کے بدلے خریدار پر جو ادائیگی واجب

ہے وہ دَین متوسط ہے۔

''دَین متوسط'' پر زکوٰۃ کا حکم: ''دین متوسط'' پر زکوٰۃ فرض ہوجاتی ہے لیکن ادا کرنا کب فرض ہوتا ہے اس میں ائمہ احنافؒ کا اختلاف ہے۔ سیدنا امام اعظم ابوحنیفہؒ کے نزدیک جب تک یہ شخص اپنے مدیون (مقروض) سے دَین میں سے نصاب کی بقدر وصول نہ کرلے۔ اس وقت تک زکوٰۃ ادا کرنا فرض نہیں ہے۔ مگر امام اعظمؒ کے دونوں جلیل القدر شاگرد حضرت امام ابویوسف اور حضرت امام محمدؒ ارشاد فرماتے ہیں اگر کسی شخص کو اپنے دین متوسط سے کچھ رقم وصول ہوجائے تب بھی زکوٰۃ ادا کرنا فرض ہوجاتا ہے خواہ وہ وصول ہونے والی رقم نصاب سے کم ہی کیوں نہ ہو۔

مثال سے وضاحت: کسی شخص نے دوسرے آدمی کو گھر کے استعمال کا فرنیچر ادھار بیچ دیا جس کی قیمت دوسو تولہ چاندی مقرر کی گئی ایک سال کے بعد اسے پچاس تولہ چاندی وصول ہوگئی اور ایک سو پچاس تولہ اس کے ذمہ بطور دَین متوسط باقی رہ گئی اس شخص پر بالاتفاق زکوٰۃ فرض ہوچکی ہے لیکن زکوٰۃ ادا کرنا کب ضروری ہے؟۔

تو اس کے بارے میں حضرت امام اعظمؒ کے مذہب کے مطابق جو چاندی سال کے بعد وصول ہوئی ہے چونکہ چاندی کے مقرر نصاب ساڑھے باون تولہ سے کم ہے لہٰذا اس پر فی الحال زکوٰۃ ادا کرنا فرض نہیں ہے۔ جب تک وصول ہونے والی چاندی نصاب کے بقدر نہ ہوجائے۔ چند ہفتوں کے بعد مزید پانچ تولے چاندی وصول ہوگئی تو اب چونکہ مجموعی طور پر وصول ہونے والی چاندی پچپن تولہ ہوچکی ہے لہٰذا حضرت امام اعظم کے نزدیک زکوٰۃ ادا کرنا ضروری ہوچکا ہے۔

اس صورت میں حضراتِ صاحبینؒ کے نزدیک جب اسے پچاس تولہ چاندی وصول ہوچکی تھی اس وقت ہی ادا کرنا ضروری ہوگیا تھا۔ اگرچہ وہ نصاب سے کم ہی کیوں نہ تھی۔ اس اختلاف میں فتویٰ حضرت امام اعظمؒ کے مذہب پر دیا جاتا ہے۔

آدمی جس وقت دَین متوسط کا مالک ہوجائے اور وہ دَین نصاب کی بقدر ہو تو زکوٰۃ اسی وقت فرض ہوجاتی ہے۔ لیکن اگر وہ دَین کئی برسوں بعد وصول ہوا تو سب برسوں کی زکوٰۃ ادا کرنا فرض ہوجاتی ہے۔

دَین ضعیف کی تعریف: دین ضعیف وہ دین ہوتا ہے جو دوسروں کے ذمہ میں ایسی چیز کے بدلے میں واجب ہو جو سرے سے ہی نہ ہو۔ مثال: جیسے مہر کی رقم شوہر کے ذمہ واجب ہوتی ہے چونکہ یہ عقدِ نکاح کے بدلے میں واجب ہوتی ہے جو کہ مال نہیں ہے لہٰذا مہر بیوی کے لیے شوہر پر دَین ضعیف ہے۔ مثال: کسی عورت نے گھریلو ناچاقی کی بنیاد پر اپنے شوہر سے خلع کرلیا اور خلع کے عوض میں جو رقم طے کی (جسے فقہ کی اصطلاح میں ''بدلِ خلع'' کہتے ہیں) یہ رقم بیوی کے ذمہ شوہر کے لیے دَین ضعیف ہے کیونکہ یہ فسخ نکاح (نکاح توڑنے) کے بدلے میں واجب ہوئی ہے جو کہ مال نہیں ہے۔ مثال: کسی شخص نے مرتے وقت بلال کے لیے وصیت کردی کہ مرنے کے بعد میری جائیداد میں سے فلاں دکان یا دس ہزار روپے بلال کو دیدیئے جائیں۔ تو وصیت کی یہ دکان یا رقم بلال کے لیے چونکہ بغیر کسی عوض یا مال کے ورثاء کے ذمہ واجب ہے لہٰذا اسے یوں کہیں گے کہ فلاں دکان یا دس ہزار روپے بلال کا ورثاء کے ذمہ ''دَین ضعیف ہے''۔

دَین ضعیف پر زکوٰۃ کا حکم: دَین ضعیف پر زکوٰۃ کا حکم یہ ہے کہ جب تک درج ذیل شرائط نہ پائی جائیں زکوٰۃ فرض نہیں ہوگی:

(۱) دَین ضعیف پر قبضہ کرلے (یعنی وصول ہوجائے)۔ (۲) دَین ضعیف نصاب کی بقدر ہو۔ (۳) دین ضعیف پر قبضہ کے بعد حولان حول ہوجائے یعنی مکمل سال گزر جائے۔ لہٰذا دَین ضعیف کی وصولی میں اگر کئی برس گزر جائیں تو وصول ہونے کے بعد گزشتہ سالوں کی زکوٰۃ فرض نہیں ہوگی۔

پراویڈنٹ فنڈ پر زکوٰۃ: سرکاری ملازم کو ریٹائر ہونے کے بعد جو پراویڈنٹ فنڈ ملتا ہے جب تک وہ ملازم کو نہ ملے اس پر زکوٰۃ فرض نہیں ہوتی کیونکہ یہ فنڈ دَین ضعیف میں شامل ہے۔

حج کے لیے جمع شدہ رقم پر زکوٰۃ: جو رقم حج کے لیے رکھی ہے اس کے لیے دو صورتیں ہیں: (۱) اگر وہ رقم اپنے پاس موجود ہے تو سال پورا ہونے پر زکوٰۃ ادا کرنا واجب ہے۔ (۲) اگر وہ حکومت کو جمع کرا چکا ہے تو وہ رقم جو آمد و رفت کا کرایہ اور معلم وغیرہ کی فیس کاٹنے کے بعد اپنے ذاتی خرچ کے لیے حاجی کو ملتی ہے سال پورا ہونے پر اس رقم کی زکوٰۃ نکالنا واجب ہے۔

زکوٰۃ کے نصاب سے متعلق مندرجہ بالا تفصیل سمجھنے کے بعد ایک نظر میں ان تمام اموال کو ملاحظہ کیجئے جن پر زکوٰۃ واجب ہوتی ہے اور وہ قابل زکوٰۃ اثاثے کہلاتے ہیں۔ اور وہ اموال جن پر زکوٰۃ واجب نہیں ہوتی، یہ ناقابل زکوٰۃ اثاثے کہلاتے ہیں۔

مزید تفصیل کے لیے درج ذیل ''نقشہ'' ملاحظہ فرمائیں:

قابل زکوٰۃ اثاثے	ناقابل زکوٰۃ اثاثے
(۱) سونا ساڑھے سات تولہ	(۱) رہائشی مکان (ایک ہو یا زیادہ)
(۲) چاندی ساڑھے باون تولہ	(۲) دکان۔ البتہ دکان کا مال قابلِ زکوٰۃ ہے۔
(۳) کرنسی (روپیہ، دینار، ڈالر، یورو)	(۳) فیکٹری کی زمین
(۴) بینک میں جمع شدہ رقم	(۴) فیکٹری کی مشین
(۵) جمع کرائی ہوئی کمیٹی	(۵) دکان، گھر، دفتر، فیکٹری کا فرنیچر
(۶) دکان یا گودام میں جمع کیا ہوا مال	(۶) زرعی زمین
(۷) تجارت کی نیت سے خریدا ہوا پلاٹ	(۷) کرایہ پر دیا ہوا مکان، دکان یا فلیٹ (یاد رہے کہ کرایہ قابل زکوٰۃ ہے)
(۸) جمع کرائی ہوئی حج کی اتنی رقم، جو معلم کی فیس اور کرایہ جات کاٹ کر حاجی کو واپس کر دی جاتی ہے۔	(۸) مکان، دکان اسکول یا فیکٹری بنانے کے لیے خریدا ہوا پلاٹ۔
(۹) کارخانہ کا تیار مال	(۹) کرایہ پر چلانے کے لیے ٹرانسپورٹ (ٹیکسی، رکشہ، ٹرک، منی بس، لانچ)
(۱۰) کارخانے کا وہ مال جو تیاری کے مراحل میں ہو	(۱۰) لیئر مرغی (انڈے، مال تجارت میں شامل ہو کر قابل زکوٰۃ ہیں)۔
(۱۱) کمپنی کے شیئرز	
(۱۲) وہ قرضہ جو دوسروں سے وصول کرنا ہے	
(۱۳) کسی کے پاس امانت رکھی ہوئی رقم	
(۱۴) جنگل میں چرنے والے جانور	
(۱۵) برائلر مرغی	

انتباہ! فیکٹری کی مشینری اور فرنیچر قابل زکوٰۃ اثاثے میں شامل نہیں ہے لیکن اگر کسی شخص نے ایسی دکان بنائی جس میں مشینری یا فرنیچر بکتا ہو تو اب یہ اشیاء "مال تجارت" ہونے کی وجہ سے قابل زکوٰۃ اثاثوں میں شامل ہیں۔

اُن لوگوں کا بیان جنہیں زکوٰۃ دینا جائز نہیں

درج ذیل سطور میں ان افراد کو بیان کیا جاتا ہے جنہیں زکوٰۃ کی رقم دینا جائز نہیں ہے:

(۱) کافر کو زکوٰۃ دینا: کافر کو زکوٰۃ دینا جائز نہیں ہے۔ اسی طرح کافر کو صدقۃ الفطر، عشر، نذر اور کفارات کی رقم دینا جائز نہیں ہے۔ ان کے علاوہ اور کوئی نفلی صدقہ دے سکتے ہیں۔ مالدار کو زکوٰۃ دینا جائز نہیں ہے اور شریعت مطہرہ کی نظر میں ہر وہ شخص مالدار ہے جس کے پاس نصاب کی بقدر مال موجود ہو۔ (نصاب کے بارے میں آپ پہلے پڑھ چکے ہیں)

(۳) مالدار کی نابالغ اولاد کو زکوٰۃ دینا: یاد رہے کہ جیسے خود مالدار کو زکوٰۃ دینا جائز نہیں ہے، ایسے ہی مالدار کی نابالغ اولاد کو بھی زکوٰۃ دینا جائز نہیں ہے، کیونکہ نابالغ اولاد اپنے مال و دولت اور فقر و غناء میں اپنے باپ کے تابع ہوتی ہے۔ البتہ (۱) مالدار شخص کی بالغ اولاد جو محتاج اور فقیر ہوں یا (۲) مالدار آدمی کی بیوی کو جو فقیر ہو، یا (۳) اور مالدار شخص کے والدین اور دیگر تمام رشتے داروں کو زکوٰۃ دینا جائز ہے بشرطیکہ وہ مستحق زکوٰۃ ہوں۔ وجہ یہ ہے کہ شریعت میں ہر ایک کی ملکیت کا الگ الگ اعتبار ہے اور ان میں سے کوئی بھی دوسرے کے تابع نہیں ہے۔

(۴) اپنے اصول (آباء) کو زکوٰۃ دینا: اپنے اصول کو زکوٰۃ دینا جائز نہیں ہے، اصول سے مراد وہ آباء و اجداد ہیں جن سے یہ پیدا ہو۔ جیسے باپ، دادا، نانا، نانی وغیرہ۔

(۵) اپنے فروع کو زکوٰۃ دینا: اپنے فروع کو زکوٰۃ دینا جائز نہیں ہے اور فروع سے مراد وہ رشتہ دار ہیں جو اس سے پیدا ہوئے ہیں۔ جیسے بیٹا، پوتا، نواسہ، نواسی وغیرہ۔

(۶) میاں بیوی کو زکوٰۃ دینا: میاں کا اپنی بیوی کو اور بیوی کا اپنے شوہر کو زکوٰۃ دینا جائز نہیں ہے۔ نمبر ۴، نمبر ۵ نمبر ۶ کی وجہ یہ ہے کہ یہ تین رشتے ایسے ہیں کہ عموماً آدمی ان کے مال سے استفادہ کرتا ہے، ان کے مالدار ہونے کا یا فقیر ہونے کا اثر اس آدمی پر ظاہر ہو جاتا ہے لہٰذا ان کو زکوٰۃ دینا خود اپنے آپ کو زکوٰۃ دینا ہے، گویا وہ زکوٰۃ ایک ہاتھ سے دوسرے ہاتھ منتقل کر دی گئی۔

(۷) رفاہی اداروں میں زکوٰۃ دینا: ہر ایسی جگہ زکوٰۃ کی رقم استعمال کرنا جائز نہیں ہے جہاں تملیک کی شرط نہ پائی جائے۔ جیسے مسجد یا مدرسے کی تعمیر کرنا، کسی لاوارث میت کی تجہیز و تکفین کرنا، کنواں کھودنا، یا کسی بھی رفاہی کام میں خرچ کرنا۔

(۸) بنی ہاشم کو زکوٰۃ دینا: سادات اور بنی ہاشم کو زکوٰۃ دینا جائز نہیں ہے، ان سے مراد وہ حضرات ہیں جو حضرت عباس یا حضرت جعفر، یا حضرت عقیل، یا حضرت علی یا حضرت حارث بن عبد المطلب رضی اللہ عنہم اجمعین کی اولاد میں سے ہیں۔ اسی طرح وہ صدقہ جو زکوٰۃ کی طرح واجب ہو جیسے صدقۃ الفطر، نذر، کفارہ اور عشر بھی انہیں دینا درست نہیں ہے۔ حضرات سادات کا شرافت کا تقاضہ یہ ہے کہ انہیں یہ اموال نہ دیئے جائیں۔ البتہ صدقہ نافلہ، اور ہدیہ وغیرہ سے ان کی مدد کی جائے۔

﴿۳۶﴾ قمری ماہ کی تعداد: حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ مسلمانوں کو چونکہ ساری دنیا سے لڑائی کرنی ہوگی اس لئے فوج محمدی علی صاحبہ الصلوٰۃ والسلام کو ہر سال میں چار ماہ آرام کے لئے دیئے جائیں گے ان مہینوں میں مسلمان خود لڑائی نہیں چھیڑیں گے ہاں اگر کفار حملہ کر دیں گے تو مجبوراً لڑنا ہی پڑے گا۔

﴿٢٧﴾ مشرکین مکہ کی بعض جہالتیں : قمری ماہ کی تعداد اور قمری اعتبار سے سال کے بارہ ماہ ہوتے ہیں لوح محفوظ، یا حکم خداوندی میں اس طرح لکھا ہوا ہے کہ ان بارہ مہینوں میں سے چار مہینے ادب احترام کے ہیں یعنی ذی قعدہ، ذی الحجہ، محرم اور رجب۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کے دور سے یہ دستور تھا کہ مذکورہ چار ماہ میں قتل وقتال اور جنگ وجدال حرام سمجھا جاتا تھا، اور لوگ امن وامان کے ساتھ سفر کرتے کوئی کسی کا تعرض نہ کرتا تھا، حتیٰ کہ کوئی اپنے والد کے قاتل کو بھی نہ چھیڑتا تھا۔ مگر اس کے ساتھ ایک عجیب بدعت ایجاد کررکھی تھی کہ جب کسی زور آور قبیلہ کو ماہ محرم میں لڑائی کی ضرورت پیش آتی تو ایک سردار یہ اعلان کردیتا اس سال ہم نے محرم کو اشہر حرم سے نکال کر اس کی جگہ صفر کو ماہ حرام قرار دے دیا ہے، پھر آئندہ سال یہ کہدیا کہ قدیم دستور کے مطابق محرم لڑائی کے لئے حرام اور صفر حلال رہے گا۔ اس طرح عرب کبھی مہینوں کو آگے پیچھے کرلیا کرتے تھے۔ اور حسب خواہش تعیین میں ردوبدل کرتے رہتے تھے۔ اگرچہ خود حرمت کے قائل تھے، اللہ پاک نے انکی اس جہالت کا رد فرمایا ہے۔

حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اس آیت سے یہ نکلتا ہے کہ کافروں سے لڑنا ہمیشہ روا ہے (جیسا کہ آنحضرت ﷺ نے اہل طائف کا محاصرہ ماہ ذیقعدہ میں فرمایا جو چالیس دن تک جاری رہا، اور غزوۂ تبوک جس کا ذکر آگے آتا ہے وہ ماہ رجب میں واقع ہوا) اور آپس میں ظلم کرنا (یعنی معصیت) ہمیشہ گناہ ہے اور ان مہینوں میں اور زیادہ ہے لیکن بہتر یہ ہے کہ اگر کوئی کافر ان مہینوں کا ادب کرے تو ہم بھی اس سے لڑائی کی ابتداء نہ کریں۔ (موضح القرآن)

مسئلہ: حرمت کے مہینوں میں قتال جائز ہے جمہور فقہاء یہی کہتے ہیں کہ یہ حرمت آیت سیف سے اور دیگر آیات قتال سے منسوخ ہوچکی ہے آیت "اُقْتُلُوا الْمُشْرِكِيْنَ اور قَاتِلُوا الْمُشْرِكِيْنَ سے" تقریباً ستر آیتیں منسوخ ہوئیں جن میں کفار سے قتال کی ممانعت مذکور تھی اور احادیث بھی اس کی مؤید ہیں۔ اس لئے کہ آنحضرت ﷺ نے اہل طائف کا محاصرہ ماہ ذیقعدۃ الحرام پر کیا اور چالیس دن تک محاصرہ رہا اور غزوہ تبوک بھی ماہ رجب میں ہوا۔ واللہ اعلم۔

منکرات محرم الحرام

اس آیت میں موجود ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جس دن سے آسمان اور زمین پیدا کئے تھے اسی دن سے سال کے بارہ مہینے بنائے اور ان بارہ مہینوں میں سے چار خاص مہینے مقدس محترم بنائے ان میں سے ایک مہینہ محرم الحرام کا بھی ہے مگر بعض لوگ اس محترم مہینہ کو بجائے، باعث برکت سمجھنے کے منحوس تصور کرتے ہیں، وجہ اس کی یہ بیان کی جاتی ہے کہ اس مہینہ میں حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت ہوئی ہے، اس لئے اس مہینہ میں کوئی خوشی کا کام شادی نکاح وغیرہ نہ کیا جائے، یہ تصورات عموماً اہل تشیع کے پھیلائے ہوئے ہیں جس سے مسلمان بھی متاثر ہیں، حالانکہ محرم کے معنی ہیں محترم، معظم اور مقدس کے ہیں، بعض لوگوں کا خیال ہے کہ اس مہینہ کو یہ مقام اور فضیلت حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کی وجہ سے ہوئی ہے، اس لئے اس مہینہ کو مقدس اور محترم کہا جاتا ہے، حالانکہ عرب میں حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کے وقت سے یہی دستور چلا آرہا تھا کہ سال کے بارہ مہینوں میں سے ان چار مہینوں کو خاص ادب اور اکرام کے لئے ہی بنایا تھا، جو کوئی شخص بھی ان مہینوں میں دین کے خلاف جو کوئی گناہ کا کام کرے گا وہ اپنے اوپر ظلم اور زیادتی کرے گا۔ اس سے واضح معلوم ہوا کہ یہ مہینہ حضرت ابراہیم علیہ السلام سے لیکر حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت اور تا قیامت پہلے سے ہی محترم تھے اور ہیں نہ کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کی وجہ سے بلکہ یوں کہا جائے کہ ان کو یہ شہادت کا مقام اس بابرکت مہینہ میں ملا ہے۔

یوم عاشورا کا روزہ سنت ہے

اس مقدس مہینہ کی نویں اور دسویں تاریخ کا روزہ رکھنا مسنون اور مستحب ہے چونکہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ یوم عاشورا کا روزہ رکھنا اتنے بڑے ثواب کا حامل ہے کہ گزشتہ سال کے گناہ معاف ہوجاتے ہیں، اور اس سے مراد صغیرہ گناہ ہیں۔ آنحضرت ﷺ نے اس دن کے روزے کی ترغیب اس لئے دی کہ یہود بنی اسرائیل کو اس دن نجات ملی تھی، وہ اس کی خوشی میں یوم عاشورا کا روزہ رکھتے تھے، آنحضرت ﷺ پر جب رمضان المبارک کے روزے فرض نہیں ہوئے تھے، اس سے قبل آپ ﷺ پر اس دن کا روزہ فرض تھا، رمضان المبارک کے روزوں کی فرضیت کی وجہ سے اس دن کے روزے کی فرضیت منسوخ ہوگئی، مگر آپ ﷺ اس روزے کا اہتمام فرماتے تھے آخر زندگی میں آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ آئندہ سال زندگی رہی تو ہم دس محرم کے علاوہ نویں کا بھی روزہ رکھیں گے تا کہ یہود کے ساتھ مشابہت نہ ہو اس لئے جو شخص آپ کی اس تمنا پر عمل کرے گویا کہ وہ آنحضرت ﷺ کی ایک سنت پر عمل کرے گا۔

دس محرم کو اہل وعیال پر خرچ کرنے سے کیا وسعت رزق کے وعدہ کی حدیث صحیح ہے؟

جواب: حدیث بتائی جاتی ہے کہ اس روز اہل وعیال پر وسعت رزق کرے تو پورا سال وسعت رزق ہوگی "حدثنا محمد بن ذکوان عن یعلی بن حکیم عن سلیمان بن ابی عبداللہ عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ ان رسول اللہ ﷺ من اوسع علی عیالہ واھلہ یوم عاشوراء اوسع اللہ علیہ سائر سنۃ۔ علامہ ذھبی میزان ص: ۱۴۲: ج ۲: میں لکھتے کر اس میں راوی ہے سلیمان لایعرف۔ اور ابن جوزی علل۔ ص: ۵۵۳ ج ۲ :میں لکھتے کہ وہ مجہول ہے۔" اس لئے اس حدیث کو محدثین نے غیر ثابت قرار دیا ہے کہ وہ آنحضرت ﷺ سے ثابت نہیں ہے اس لئے اس حدیث سے احتراز لازم ہے کیونکہ لوگ اس کو ثواب سمجھتے ہیں حالانکہ شریعت نے اس میں ثواب نہیں بتایا اسے ثواب سمجھنے سے یہ کام بدعت بن جائے گا "کل بدعۃ ضلالۃ وکل ضلالۃ فی النار" اشکال: اگر کوئی یہ کہے کہ میں تو یہ کام صرف وسعت رزق کیلئے کرتا ہوں میں اسے ثواب کی نیت سے نہیں کرتا۔

جواب: تو اس سے یہ کہا جائے گا کہ اس میں ایک قباحت یہ ہے کہ آپ کے اس فعل سے ان لوگوں کی تائید ہوتی ہے جو ثواب کی نیت سے کرتے ہیں ایسے وقت میں فقہ کے قاعدے کے مطابق اس کا ترک واجب ہے چنانچہ حکم ہے "اذا تردد الحکم بین سنۃ وبدعۃ فترکہ واجب" جب معاملہ سنت اور بدعت میں دائر ہو تو ترک واجب ہے اور یہاں تو معاملہ سنت اور بدعت کا نہیں بلکہ جائز اور بدعت کا ہے یہاں تو بطریق اولی ترک واجب ہوگا۔

دوسری قباحت یہ کہ اس روز شیعہ نیاز حسین کی دیگیں چڑھاتے ہیں جو شرک ہے اور اس کا کھانا حرام ہے اس لئے اس موقع پر بہتر کھانے پکانے میں شیعہ کے عقیدہ وعمل کی تائید ہوتی ہے۔ نیز وسعت رزق کے اور بھی تو کئی نسخے ہیں جس میں سے سب سے بڑا نسخہ گناہوں سے بچنا، اور توبہ واستغفار ہے، یہ نسخہ اکسیر قرآن وحدیث کی نصوص صریحہ سے ثابت ہے، اسے چھوڑ کر کھانے پینے والا نسخہ استعمال کیا جاتا ہے، وجہ یہ ہے کہ یہ میٹھا ہے اور وہ کڑوا، مگر یاد رکھئے جب تک اللہ تعالیٰ کی نافرمانی اور گناہوں کی زندگی سے توبہ کرکے اپنے مالک کو راضی نہیں کرتے کوئی نسخہ کارگر نہ ہوگا۔ (احسن الفتاویٰ باب رد البدعات ص: ۳۹۵ ج۔۱)

شہادت حضرت حسین رضی اللہ عنہ

محرم الحرام کے محترم، مقدس ماہ کی مناسبت سے حضرت حسین رضؓ کی شہادت کے متعلق مختصر گزارش حاضر خدمت ہے۔
محاضرات: ج:۲: ص:۱۹۷: میں ہے کہ: حضرت حسین رضی اللہ عنہ ۱۰: محرم ۶۱ھ کو شہید کئے گئے، اور ان کے ساتھ اس وقت فقط اسی آدمی تھے، اور جوان میں سے شہید کئے گئے ان کی تعداد بہتر تھی، اور ان کے مقابلے میں ابن سعد کی فوج سے اٹھاسی آدمی مارے گئے، رہا یہ معاملہ کہ قاتلین حسین رضی اللہ عنہ کون لوگ تھے؟ اس پر مختصر گزارش یہ ہے۔

قاتلین حضرت حسین رضی اللہ عنہ کون لوگ ہیں؟

کیا حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ ہیں ہرگز نہیں۔ جلاء العیون: ص :۵۰۹: ج :۲: فصل دوازدہم در بیان توجہ سید الشہداء۔۔۔ الخ میں ہے کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے یزید کو حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے متعلق خاص وصیت کی اور کہا کہ مجھے یقین ہے کہ اہل عراق (کوفی) حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو اپنی طرف بلائیں گے، اور ان کی یاری ونصرت نہ کریں گے، بلکہ یکہ وتنہا چھوڑ دیں گے، اے یزید! تو اس وقت اگر ان پر فتح پائے، تو ان کے حق حرمت کو نگاہ رکھنا، اور ان کی قدر ومنزلت اور قرابت کا جوان کو حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے مواخذہ نہ کرنا اور اتنے عرصہ میں میں نے جو روابط مستحکم کئے ہیں، ان کو قطع نہ کر بیٹھنا، اور ہرگز کسی قسم کا صدمہ ان کو نہ پہنچنے دینا۔ انتہی۔

اور ناسخ التاریخ: ج:۶: ص:۱۱۱: میں ہے اے بیٹے! خبردار جب قیامت میں حق تعالیٰ کے سامنے پیش ہوں گے، تو ایسا نہ ہو کہ حسین بن علی رضی اللہ عنہ کا خون تمہارے گلے میں ہو۔۔۔ الخ اور ناسخ التاریخ: ج:۶: ص:۷۸۰: میں ہے کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں حسین رضی اللہ عنہ کو کس طرح عیب لگاؤں کہ میں ان میں کوئی عیب نہیں پاتا۔۔۔ الخ یہ تین حوالہ شیعہ حضرات کی مشہور کتب سے نقل کئے گئے ہیں کہ ❶ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نہ قاتل ❷ نہ زمانہ قتل میں موجود ❸ نہ راضی۔ وہو المطلوب۔ یہاں یہ بات یاد رکھیں جب بھی حضرت حسین رضؓ کی شہادت کو بیان کیا جائے گا تو اس میں تین تاریک کردار ایسے ہیں جن کو فراموش نہیں کیا جاسکتا۔ ایک کوفیوں کا کردار اور دوسرا ابن زیاد کا کردار۔ نمبر ۲۔ یزید کا کردار ابن زیاد کا کردار ملاحظہ فرمائیں۔ شیعوں کی یزید کی حمایت : سے حضرت حسین رضی اللہ عنہ شہید ہوئے تو شیعوں کے مؤرخین نے کیا لکھا ہے دیکھئے۔

❶ جب زحیر بن قیس نے شہادت حسین رضی اللہ عنہ کی خبر یزید کو سنائی تو ناسخ التاریخ: ص:۲۶۹: میں ہے کہ:

"یزید لختے سر وداشت وسخن نہ کرد پس سر برآورد و گفت قد کنت ارضی من طاعتکم بدون قتل حسین مالو کنت صاحبہ لعفوت عنہ"۔ یزید نے لمحہ بھر سر نیچے کرلیا اور اتنا حیران ہوا کہ بات تک نہ کی پھر سر اٹھا کر کہا کہ میں بغیر قتل حسین رضی اللہ عنہ کے تمہاری اطاعت پر راضی تھا اگر میں ساتھ ہوتا تو یقیناً معاف کردیتا اور قتل نہ ہونے دیتا۔

❷ جب شمر ذی الجوشن حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا سر مبارک لیکر یزید کے پاس آیا اور کہا۔

املاء رکابي فضةً وذهباً قتلت خیرالخلق اُماً و اباً

میری رکاب سونے اور چاندی سے بھر دے میں نے نجیب الطرفین کو قتل کردیا ہے تو خلاصۃ المصائب: ص:۳۰۴: میں ہے کہ:
فَغَضَبَ یَزِیْدُ وَنَظَر الیہِ شَذْرًا وَقَالَ مَلأَ اللهُ رِکَابَکَ نَارًا وَیْلٌ لَّکَ اِذَا عَلِمْتَ اَنَّهُ خَیْرُ الْخَلْقِ فَلِمَ قَتَلْته اُخْرُجْ مِنْ بَیْنِ یَدِیْ لاَ جَائِزَةَ لِیْ عِنْدِیْ"۔ یزید نے غضب کی حالت میں شمر کو دیکھا اور کہا خدا تعالیٰ تیری رکاب کو آگ سے بھرے جب تو جانتا تھا کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ خیر الخلق ہیں تو تو نے انہیں کیوں قتل کیا جا دفع ہو جا تیرے لئے میرے پاس کچھ انعام نہیں۔

❸ جلاء العیون: ص:۶۱۷: ج:۲: مصائب اہل بیت در شام: میں ہے کہ یزید نے کہا کہ "پسر زیاد لعین در امرو

تعجیل کردومن بکشتن او راضی نبودم"۔ابن زیاد لعین نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے معاملہ میں جلدی کی میں ان کے قتل کرنے پر ہرگز راضی نہ تھا۔ ❹ طراز مذہب مظفری:ص:۵۶۰:میں ہے :"خدائے بکشد پسر مرجانہ را کہ حسین را بکشت ومرا در دوجہاں روسیاہ ساخت"۔خدا تعالیٰ ہلاک کرے ابن مرجانہ (ابن زیاد) کو کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو اس نے قتل کر دیا اور مجھے دوجہان میں روسیاہ کر دیا۔ ❺ جلاء العیون:ص:ایضاً:میں ہے کہ یزید نے اپنی بیوی ہندہ کو کہا"اے ھندہ نوحہ وزاری کن برفرزند رسول خدا وبزرگ قریش"۔اے ہندہ فرزند رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) اور قریش کے سردار پر نوحہ کر۔ ❻ خلاصۃ المصائب:ص:۵۳۰:میں ہے کہ یزید خلوت وجلوت میں حضرت حسین رضی اللہ عنہ کیلئے بیقرار ہو کر روتا تھا۔

فائدہ: حضرت حسین رضی اللہ عنہ پر رونا یزید کی سنت ہے اس سنت یزید پر شیعہ قائم ہیں۔ع بہ بین تفاوت راہ از کجاست تا بہ کجا

❼ یزید نے اہل بیت کو عزت سے سوار کر کے اور بہت سا سامان دیکر رخصت کیا۔ (خلاصۃ المصائب:ص۔۳۹۲)

کوفیوں کا کردار کس نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو دغا دیکر قتل کیا یا کرایا؟

ربیع الاول ۴۱ھ میں جب بموجب پیشین گوئی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے صلح کی۔ (بخاری:ص:۳۷۳،ج:۱) وغیرہ میں روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ :"اِنَّ ابْنِي هٰذَا سَيِّدٌ وَلَعَلَّ اللهَ اَنْ يُّصْلِحَ بِهٖ بَيْنَ فِئَتَيْنِ عَظِيْمَتَيْنِ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ" بے شک میرا یہ بیٹا سردار ہوگا اور امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے ذریعہ مسلمانوں کو دو بڑی جماعتوں میں (جو ایک حضرت علی رضی اللہ عنہ کی اور دوسری حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی جماعت تھی) صلح کرائے گا۔

تو شیعوں نے کہا۔ ❶ جلاء العیون:ص ۲۰۴۔۲۱۴:ج:۱:سموم شدن آنحضرت بفرمان معاویہ:تم نے ہماری گردنوں کو ذلیل کر دیا اور ہم شیعوں کو بنوامیہ کا غلام بنا دیا۔۔۔الخ۔ ❷ شیعہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو "یَامُذِلَّ الْمُؤْمِنِیْنَ وَیَاعَارَ الْمُؤْمِنِیْنَ" کے الفاظ سے گستاخانہ خطاب کرتے تھے۔(جلاء العیون:ص۔۳۳۶)

❸ ایک شیعہ جس کا نام سفیان بن ابی لیلی تھا وہ جب سلام کرتا تو یوں کہتا "اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَاعَارَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَامُذِلَّ الْمُؤْمِنِيْنَ"۔ (رجال کشی:ص:۸۷:تذکرہ سفیان بن ابی لیلی الہمدانی۔۵۰)

حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو شیعہ کوفہ نے خط لکھا کہ آپ ضرور اس شہر میں تشریف لا کر اس کو منور کریں ہم حضرت کی بیعت کریں گے۔سلیمان بن صرد، مسیب نخبہ، رفاعہ بن شداد وحبیب بن مظاہر وغیرہ شیعوں نے خط لکھے۔

(جلاء العیون:ص ۵۱۸تا۵۱۹:درخواست کردن اہل کوفہ:ناسخ التواریخ:ص:۱۳۱،ج:۶:مجمع الاحزان:ص ۴۷،۴۸)

جب بارہ ہزار خطوط شیعوں نے لکھے تو حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے اپنے چچیرے بھائی حضرت مسلم بن عقیل کو نائب بنا کر حالات معلوم کرنے کیلئے روانہ کیا۔(جلاء العیون:ص:۵۲۰،ج:۲:درخواست کردن اہل کوفہ۔۔۔الخ) حضرت مسلم رحمہ اللہ کے کوفہ پہنچتے ہی اسی ہزار کوفیوں نے بیعت کی۔(ناسخ التاریخ:ص:۱۳۳:میں ہے کہ ھشتاد ھزار کس بامسلم بیعت کرد۔شیعہ نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو خط لکھا کہ صدھزار شمشیر برائے نصرت تومہیا گردیدہ است۔(جلاء العیون:ص ۵۳۵،۸:ج ۲،توجہ آنحضرت بجانب عراق:مجمع الاحزان:ص۔۵۵)

ایک لاکھ تلوار آپ کی حمایت کیلئے تیار ہے حضرت مسلم رحمۃ اللہ علیہ اپنی شہادت سے ستائیس روز پہلے ان کی کاروائی سے دھوکہ کھا کر حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو خط لکھتے ہیں کہ آپ بھی آئیں کہ یہ لوگ بڑے ہمدرد ہیں۔ یہ بات یاد رکھیں اس وقت سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور سے کوفہ کے گورنر نعمان بن بشیر تھے جب حضرت مسلم بن عقیل سے سلسلہ بیعت شروع ہوا تو بہت سارے شیعہ ان کے گرد جمع ہو گئے تو نعمان بن منبر پر آئے اور انہوں نے خطبہ دیا اما بعد اے بندگان خدا لازم ہے کہ حق تعالیٰ سے ڈرو اور امت میں فتنہ و فساد نہ کرو۔ باقر مجلسی لکھتا ہے کہ انہوں نے کہا جو مجھ سے جنگ نہ کرے گا میں اس سے جنگ نہ کروں گا (جلاء العیون اردو ص ۱۴۳) مگر نعمان بن بشیر کی یہ تقریر عبداللہ بن مسلم یزیدی کو پسند نہ آئی اس نے کہا یہ کمزور تقریر ہے اس نے یزید کو لکھا مسلم بن عقیل کوفہ میں آئے ہیں اور شیعان مسلم بن عقیل سے امام حسین سے بیعت کرتے ہیں۔ اگر کوفہ کی ریاست منظور ہے تو کسی کو حاکم مقرر کر کے بھیج دو کہ دشمنوں کے حق میں مثل تمہارے اہتمام کرے اس لیے کہ نعمان بن بشیر میں یا تاب مقابلہ نہیں یا دانستہ تساہل کرتا ہے (جلاء العیون اردو) یزید کا کردار۔ یزید نے ابن زیاد کو کوفہ کا گورنر بنا کر بھیج دیا وہ کوفہ میں رات کے وقت آئے تھے شیعوں نے سمجھا کہ یہ حضرت حسین ہیں مگر مسلم بن عمر نے پہچان کر کہا کہ یہ تو عبیداللہ بن زیاد ہے سب شیعہ یہ سن کر قصر امارت جا پہنچے آواز دی دروازہ کھولو نعمان بن بشیر نے سمجھا حضرت حسین رضی اللہ عنہ آئے انہوں نے کہا اللہ کے لیے یہاں سے چلے جاؤ میں نہ آپ کو ذمہ داری سپرد کروں گا اور نہ آپ سے لڑوں گا۔ چنانچہ ابن زیاد نے للکارا تب پتہ چلا کہ وہ ابن زیاد ہے دروازہ کھول دیا وہ داخل ہو گیا۔ ہمارا عقیدہ ہے کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت میں سو فیصد یزید ملوث ہے اس لیے کہ یہ سارا ظلم اسی کے دور میں ہوا اور اس کے گورنر نے کرایا اگر یزید غم زدہ تھا تو پھر ابن زیاد اور شمر اور ابن سعد سے بدلہ کیوں نہ لیا اور ان کو سزا کیوں نہ دی۔ مگر آپ نے اوپر پڑھا روافض کے بڑے اکابر علامہ مجلسی صاحب ناسخ التواریخ اور خلاصۃ المصائب نے یزید کو بے گناہ ثابت کرنے کی بے جا کوشش کی ہے اس لیے آج شیعہ تمام تر طریقہ شہادت حسین میں یزید کا اختیار کرتے ہیں اگرچہ جواد نقوی جیسے لوگ ان کو منع کرتے ہیں مگر یہ ان میں شاذ ہیں۔ ابن زیاد کی طرف سے جنگ کا حکم۔ بروایت قمی و مجلسی نویں محرم ۶۱ھ بوقت عصر شمر ابن زیاد کا خط لے کر عمرو بن سعد کے پاس پہنچا۔ اس خط میں تحریر تھا میں نے سنا ہے کہ تو حسین سے مقابلہ نہیں کرنا چاہتا اور اگر تجھ سے یہ نہیں ہو سکتا تو سرداری سے دستبردار ہو جا اور لشکر کی امارت شمر بن ذی الجوشن کو دے دے (جلاء العیون اردو ص ۱۷۳) ابن سعد نے ان باتوں پر افسوس کیا اور ان کی بزرگی کو بیان کیا جو ان کے ساتھ لڑے گا اس کی دنیا و آخرت تباہ ہے۔ شمر نے کہا میں ان باتوں کو نہیں جانتا اگر ابن زیاد کی اطاعت منظور ہے تو اطاعت کرو ورنہ لشکر کی سرداری مجھے دو۔ مختصر گزارش یہ ہے کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کے سلسلہ میں کتب شیعہ سے تحریر کیا جا رہا ہے ان کی صحت کی ذمہ داری ان پر ہے حقیقت حال کو اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے۔ الغرض اس واقعہ میں نہ کوئی بری الذمہ ہیں اور نہ یزید اور نہ ابن زیاد سب مجرموں کی صف میں آتے ہیں۔ اور ہماری طرف سے حضرت حسین رضی اللہ عنہ گلہائے عقیدت کے مستحق ہیں۔ خلاصہ کلام یہ کہ حضرت مسلم رحمۃ اللہ علیہ کو بھی انہوں نے شہید کیا۔ (ناسخ التاریخ) یاد رکھیں مسلم بن عقیل کو شہید کرنے والے بھی کوئی شیعہ تھے ابن زیاد تو باہر سے تو کوئی فوج نہیں لایا تھا۔ غور کریں آگے تفصیل آ رہی ہے۔ اب سوال تو یہ ہے کہ خط لکھنے والے کوئی کون تھے؟ سنی یا شیعہ چند حوالے ملاحظہ فرمائیں۔

❶ مجالس المؤمنین، ص: ۲۵: قاضی نور اللہ شوستری شیعہ لکھتے ہیں: کہ کوفیوں کے شیعہ ہونے کیلئے دلیل کی ضرورت ہی نہیں بلکہ ان کا سنی ہونا محتاج دلیل ہے آگے کہتے ہیں: "اگرچہ ابوحنیفه کوفی باشد" یعنی اگرچہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ (وغیرہ) سنی تھے مگر الشاذ کالمعدوم۔ ❷ جو خطوط حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی طرف جاتے تھے ان میں یہ لکھا ہوتا تھا از جانب فلاں بن فلاں و سائر شیعان۔ الخ (ناسخ التاریخ وغیرہ) ❸ سلیمان بن صرد خزاعی کے گھر میں جب حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے بلانے کی پہلی اسکیم پاس ہوئی تو اس نے کہا "انتم شیعته وشیعة ابیه"۔ (ناسخ التاریخ وجلاء العیون)

یعنی تم ہی حضرت حسین رضی اللہ عنہ اوران کے والد کے گروہ میں شامل ہو حضرت حسین رضی اللہ عنہ جب لشکرگاہ میں پہنچتے ہیں تو فرماتے ہیں کہ تم نے میرے باپ سے کونسی وفاداری کی جواب میرے ساتھ کروگے جب لشکرگاہ کی طرف گئے تو ساتھ کوئی بھی نہ تھا۔ (جلاء العیون: ص۔ ۳۱۲) اور فرماتے رہے "قد خزلنا شیعتنا"۔ (خلاصۃ المصائب: ص۔ ۴۹) ہمارے شیعوں نے ہم کو بے یارومددگار چھوڑ دیا اور اسی طرح ناسخ التاریخ: ص:۱۶۳؛ جلاء العیون میں ہے اور نیز فرماتے ہیں: "وَیْلَکُمْ یَا اَهْلَ الْکُوفَةِ اَنَسِیْتُمْ کُتُبَکُمْ وَعُهُوْدَکُمْ" (ذبح عظیم: ص۔ ۳۳۵) اے اہل کوفہ تم اپنے خطوط اور وعدوں کو بھول گئے جب کہ خود حضرت حسین رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے کوفیوں نے بلایا تھا اور یہ ان کے خط ہیں مگر اب وہی میرے قتل کے درپے ہیں۔ (ناسخ التاریخ: ص:۱۵۹؛ خلاصۃ المصائب: ص۔ ۱۱۵)

حضرت زین العابدین رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب یہی ہم پر روتے ہیں تو پھر کوئی بتائے اور کس نے ہم پر یہ ستم توڑا اور ہمارے بڑوں کو قتل کیا۔ (ناسخ التاریخ: ص۔ ۲۴۳)

حضرت زینب رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں اے اہل کوفہ اور اے اہل مکر وحیلہ! تم نے ہی ہمیں قتل کیا اور تم ہی ہم پر ماتم کرتے ہو۔ (جلاء العیون: ص:۵۹۳؛ ج:۲؛ خطبہ حضرت زینب خاتون در کوفہ)

علامہ خلیل قزوینی صافی شرح کافی میں لکھتے ہیں: "باعث کشته شدن ایشاں صلوٰة الله علیهم تقصیر شیعه امامیه است از تقیه و مانند آں"۔ خطوط لکھنے والوں نے امام کی شہادت کے بعد اقرار کیا کہ ہم سے جرم عظیم ہوا توبہ کرو۔ (مجالس المؤمنین) مگر قتل کرنے اور کروانے کے بعد توبہ کا کیا معنیٰ؟

کی میرے قتل کے بعد اس نے جفا سے توبہ   ہائے اس زود پشیماں کا پشیماں ہونا

خلاصۃ المصائب: ص:۲۰۱؛ وناسخ التواریخ: ج:۶؛ کتاب:۲؛ ص:۲۷۴؛ وتلخیص مرقع کربلا: ص:۱۰؛ میں ہے: "لَیْسَ فِیْهِمْ شَامِیٌّ وَلَا حِجَازِیٌّ بَلْ جَمِیْعُهُمْ مِنْ اَهْلِ الْکُوْفَةِ"۔ کہ قاتلین حضرت حسین رضی اللہ عنہ نہ تو شامی تھے اور نہ حجازی بلکہ سب کے سب اہل کوفہ تھے۔ وللتفصیل راجع مبسوطات۔

خلاصۃ المصائب: ص:۴۹ میں ہے کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ عین میدان جنگ میں فرماتے ہیں: "قَدْ خَزَلَنَا شِیْعَتَنَا شیعان مادست از یاری باز بر داشتند"۔ (جلاء العیون) ہمارے شیعوں نے ہماری مدد کرنے سے ہاتھ اٹھالیا ہے۔ اور ایسا ہی ناسخ التواریخ: ص:۲۴۳ میں ہے اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو شہید کرنے اور کروانے کے بعد آج تک وہ قاتلوں پر پردہ ڈالے ہوئے ہیں اور ماتم کناں ہیں مگر۔

خون ناحق بھی چھپانے سے کہیں چھپتا ہے   کیوں وہ بیٹھے ہیں میری نعش پہ دامن ڈالے

ان حوالہ جات سے واضح ثابت ہوا کہ وہ شیعہ تھے نہ کہ سنی اور یہی حق ہے۔ دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ ہمیں حق سمجھنے اور حق پر ثابت قدم رہنے کی توفیق دے۔ (بتغییر الکلام الحاوی: ص:۱۵۸؛ تا۔ ۱۶۴)

حضرت حسین رضی اللہ عنہ اور یزید کے بارے میں مسلک اہل سنت کہ ان میں سے کون حق پر تھا؟

حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہید رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ: اہل سنت کا موقف یہ ہے کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ حق پر تھے

انکے مقابلے میں یزید حق پر نہیں تھا، اس لئے یزید کو امیر المؤمنین نہیں کہا جائے گا، حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو "باغی" کہنے والے اہل سنت کے عقیدہ سے باغی ہیں۔ (آپ کے مسائل اوران کا حل: ص:۱۶۶:ج۔۱)

آگے لکھتے ہیں : لیکن اس (یزید) کی تمام ترسیاہ کاریوں کے باوجود اس کا خاتمہ بر کفر کسی دلیل قطعی سے ثابت نہیں ہے اس لئے اس کے کفر میں توقف کیا جائے، اوران کا نام لیکر لعنت سے اجتناب کیا جائے۔ جمہور اہل سنت اور اکابر دیوبند کا یہی مسلک ہے، اور یہی سلامتی کی راہ ہے۔ حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوری نور اللہ مرقدہ معارف السنن میں لکھتے ہیں :"وَيَزِيْدُ لَا رَيْبَ فِيْ كَوْنِهِ فَاسِقاً وَلِعُلَمَاءِ السَّلَفِ فِيْ يَزِيْدَ وَقَتْلِهِ الامَامَ الْحُسَيْنَ خِلَافٌ فِي اللَّعْنِ وَالتَّوَقُّفِ قَالَ ابنُ الصَّلَاحِ فِيْ يَزِيْدَ ثَلَاثُ فِرَقٍ فِرْقَةٌ تُحِبُّهُ ، وَفِرقَةٌ تَسُبُّهُ ، وَفِرْقَةٌ مُتَوَسِّطَةٌ لَا تَتَوَلَّاهُ وَلَا تَلْعَنُهُ قَالَ : وَهٰذِهِ الْفِرْقَةُ هِيَ الْمُصِيْبَةُ...الخ۔ (ص:۸:ج:۶: طبع ایچ ایم سعید کمپنی کراچی)

ترجمہ: یزید کے فاسق ہونے میں تو کوئی شک نہیں، اور علماء سلف کا اس میں اختلاف ہے کہ یزید اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے قاتلین پر لعنت کی جائے یا توقف کیا جائے۔ ابن صلاح کہتے ہیں کہ یزید کے بارے میں تین فرقے ہیں ایک فرقہ اس سے محبت رکھتا ہے، ایک فرقہ اس سے بغض رکھتا ہے، اوراسے گالیاں دیتا ہے، اور ایک فرقہ میانہ رو ہے وہ نہ اسے اچھا جانتا ہے اور نہ اس پر لعنت کرتا ہے ابن صلاح کہتے ہیں کہ یہی فرقہ جادہ صواب پر ہے۔ حضرت بنوری قدس سرہ کی اس تحریر سے معلوم ہوا کہ یزید کے فسق پر تو اہل سنت قریب قریب اجماع ہے، البتہ اس میں اختلاف رہا ہے کہ یزید پر لعنت کی جائے یا اس کے معاملے میں توقف کیا جائے؟

حضرت گنگوہی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: کہ کسی مسلمان کو کافر کہنا مناسب نہیں یزید مؤمن تھا بسبب قتل کے فاسق ہوا کفر کا حال دریافت نہیں، کافر کہنا جائز نہیں کہ وہ عقیدہ قلب پر موقوف ہے۔ (فتاویٰ رشیدیہ: ص:۱۹۲: طبع دارالاشاعت)

دوسرے مقام پر لکھتے ہیں کہ: لعن نہ فرض ہے نہ واجب نہ سنت نہ مستحب محض مباح ہے اور جو وہ محل نہیں تو خود مبتلا ہونا معصیت کا اچھا نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم (فتاویٰ رشیدیہ: ص:۲۱۹: طبع دارالاشاعت)

بندہ ناچیز بھی اس مسئلہ میں اپنے اکابر کے ساتھ متفق ہے کیونکہ ہم سے اس بارے میں قبر اور حشر میں سوال بھی نہیں ہوگا، اور نہ ہم اس کے مکلف ہیں، البتہ اتنی بات ضرور ہے کہ یزید صحابی رسول نہیں ہے اس لئے ہمیں اس کی وکالت کرنے کی بھی ضرورت نہیں ہے، البتہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ چونکہ صحابی رسول ہیں اس لئے ہم ان کی وکالت کریں گے وہ نہ اس وقت موجود تھے اور نہ قاتل تھے اور نہ یزید کی زیادتیوں پر راضی تھے لہذا اولاد کے خراب ہوجانے سے والد کا کوئی قصور نہیں ہوتا عاقل کیلئے یہی بات کافی ہے۔

حضرت حسن رضی اللہ عنہ اور حسین رضی اللہ عنہ کو آنحضرت ﷺ نے جنتی نوجوانوں کا سردار کہا ہے۔ حق تعالیٰ شانہ اپنی مرضیات سے ہمیں ان کی معیت نصیب فرمائے بس یہی مسلک اعتدال ہے اللہ تعالیٰ اس پر قائم ودائم رہنے کیلئے تادم زندگی قبول فرمائے۔ (آمین)

حقیقت ماتم

حقیقت ماتم پر مختصر بات سورۃ نساء کے شروع میں گزر چکی ہے البتہ شہادت حسین رضی اللہ عنہ کی مناسبت سے فریقین کے چند حوالہ جات احقاق حق کے ضمن میں پیش خدمت ہیں اس سے قبل ایک تمہید کا جاننا ضروری ہے۔

تمہید:۔ اسلام اعتدال کی راہ سکھاتا ہے غم اور مصائب کے وقت صبر کی تعلیم دیتا ہے قرآن کریم میں ہے صبر کرنے والوں کو اللہ تعالیٰ کی معیت حاصل ہوتی ہے، بخلاف ان لوگوں کے جو اپنے خیالات وتصورات اور خواہشات کے مطابق اپنے آپ کو چلانے کی کوشش کرتے ہیں، وہ حقیقت میں معرفت الٰہیہ سے نا آشنا ہیں، اور آنحضرت ﷺ کے اسوہ سے بے خبر ہیں، اللہ تعالیٰ نے ہمیں ایک ایسی کتاب عطاء فرمائی ہے جس میں دین اسلام کے ضروری قواعد اور اصول موجود ہیں، اور آپ ﷺ نے ان اصولوں کی تعلیم اپنی جماعت صحابہ کرام کو احسن انداز سے سمجھا دیئے جس کی وجہ سے حضرات صحابہ کرام نے اس وقت کے تمام رسومات جاہلیت، اور رواج کو اپنی زندگیوں سے ختم کیا، اور جناب رسول اللہ ﷺ کی تعلیمات پر گامزن ہوئے، حتیٰ کہ دین اسلام پر اپنے آپ کو اور دنیوی اسباب ومال کو قربان کر دیا، جبکہ اہل عرب میں یہ عام دستور تھا کہ جس قوم کا بڑا سردار یا بہادر مارا جاتا، تو اس کا دن مناتے اور اس پر خوب نوحہ کرتے اور مدتوں تک اس کی یاد میں قصیدے مرثیے پڑھے اور سنے جاتے تھے، آنحضرت ﷺ نے ان تمام جاہلانہ رسومات کو ملیا میٹ کر دیا، اور مسلمانوں میں جذبہ شوق شہادت پیدا فرمایا، قرآن کریم نے شہید کی دائمی حیات کا تذکرہ کیا ہے، یہاں تک کہ آپ کی زندگی میں جلیل القدر صحابہ کرام شہید ہوئے مگر نہ کسی مرد اور نہ کسی عورت نے جزع فزع کا اظہار کیا، یہاں تک کہ آنحضرت ﷺ نے وفات پائی صحابہ نے حضور ﷺ کی عملی تعلیمات پر عمل کرتے ہوئے بے صبری اور آہ وفغاں کا معاملہ نہ کیا، نہ سینہ کوبی کی نہ کپڑے پھاڑے، چونکہ وہ آپ ﷺ کی تعلیمات کو اچھے طریقے سے جانتے اور سمجھتے تھے، اور اس پر عمل کر کے اہل دنیا کو دکھایا، تا کہ لوگ اللہ تعالیٰ کی عنایات اور خصوصی رحمتوں کے مستحق بنیں، آج کل حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت پر جو جزع فزع سینہ کوبی نوحہ وغیرہ کیا جاتا ہے اس کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ اب چند باتیں فرمان نبوی ﷺ سے اہل سنت اور اہل تشیع کی معتبر کتب سے پیش کی جاتی ہیں جس سے واضح ہوتا ہے کہ آنحضرت ﷺ اور ائمہ اہل بیت کے ارشادات میں ہر مصیبت پر صبر کی تلقین اور ہائے وائے کی ممانعت کی گئی ہے۔

❶ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "لَيْسَ مِنَّا مَنْ ضَرَبَ الْخُدُوْدَ وَشَقَّ الْجُيُوْبَ وَدَعٰى بِدَعْوَى الْجَاهِلِيَّةِ"۔ (مشکوۃ شریف: ص: ۱۵۰: ج۔۱) ترجمہ، وہ ہم میں سے نہیں جو کہ چہرے پر تھپڑ مارے اور گریبان پھاڑے اور کفر کا جاہلانہ طریقہ پر آہ وفغاں اور واویلا کرے۔

❷ نیز حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: "اِنَّ الْمَيِّتَ لَيُعَذَّبُ بِبُكَاءِ اَهْلِهٖ عَلَيْهِ"۔ (مشکوۃ شریف: ص ۱: ۵۰: ج۔۱) ترجمہ، تحقیق میت کو اس کے اہل وعیال کے رونے چیخنے کے سبب عذاب دیا جاتا ہے۔

اہل سنت کی کتابوں کی طرح اہل تشیع کی کتابوں میں بھی جناب رسول اللہ ﷺ وائمہ اہل بیت کے ارشادات میں ہر مصیبت پر صبر کی تلقین اور جزع فزع بے صبری اور ہائے وائے وغیرہ کرنے سے منع کیا گیا ہے۔

① "اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ قَالَ لِفَاطِمَةَ عليها السلام اِذَا اَنَا مِتُّ فَلَا تَخْمِشِيْ عَلَيَّ وَجْهًا وَلَا تُرْخِيْ عَلَيَّ شَعْرًا وَلَا تُنَادِيْ بِالْوَيْلِ وَلَا تُقِيْمِيْ عَلَيَّ نَائِحَةً"۔ (فروع کافی: ص: ۲۳۸: ج۔۲)

ترجمہ، حضور ﷺ نے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو فرمایا میری وفات پر اپنے چہرے کو زخمی نہ کرنا اور بالوں کو پراگندہ نہ کرنا اور ہائے وائے نہ کرنا رونا اور نوحہ کرنے والی نہ لانا۔ ② "عَنْ اَبِيْ عَبْدِ اللهِ عليه السلام فِيْ قَوْلِ اللهِ عَزَّ وَجَلَّ وَلَا يَعْصِيْنَكَ فِيْ مَعْرُوْفٍ: قَالَ الْمَعْرُوْفُ اَنْ لَا يَشْقُقْنَ جَيْبًا وَلَا يَلْطِمْنَ خَدًّا وَلَا يَدْعُوْنَ وَيْلًا وَلَا يَتَخَلَّفْنَ عِنْدَ قَبْرٍ وَلَا يُسَوِّدْنَ ثَوْبًا وَلَا يَنْشُرْنَ شَعْرًا"۔ (تفسیر صافی: ص: ۵۱۷، وفروع کافی: ص: ۲۲۸: ج۔۲)

ترجمہ، امام جعفر صادق نے اللہ تعالیٰ جل شانہ کے قول "ولا یعصینک فی معروف" کی تفسیر میں فرمایا معروف یہ ہے

کہ عورتیں گریبان نہ پھاڑیں اور چہرے پر تھپڑ نہ ماریں اور ہائے وائے نہ کریں اور قبر پر نہ جائیں اور کپڑے کالے نہ کریں اور بالوں کو پراگندہ نہ کریں۔ ③ جناب رسول اللہ ﷺ نے عورتوں کو فرمایا: "حضرت فرمود در مصیبت ها طمانچه بروئے کودمرنید وروئے خودرا مخرا شیدولوئے خورا مکنیدو گریبان خودرا چاك مکنیدوجامه خود راسیاه مکنیدو واویلا مگوئید"۔ (حیاۃ القلوب: ص: ۶۴۷: ج۔۲)

ترجمہ: حضرت نے فرمایا: کہ مصیبتوں میں اپنے منہ پر تھپڑ نہ مارنا، اور اپنے چہرے کو نہ چھیلنا، اور اپنے بالوں کو نہ نوچنا، اور اپنے گریبان نہ پھاڑنا، اور اپنے کپڑوں کو سیاہ نہ کرنا، اور واویلا اور شور نہ کرنا۔

④ ام الحکم بنت حارث بن ہشام نے جو عکرمہ بن ابی جہل کے نکاح میں تھی یہ عرض کیا کہ وہ نیکی جس کے بارے میں خدا تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ ہم آپ کی اس میں نافرمانی نہ کریں وہ کیا ہے؟ فرمایا (حضور ﷺ نے) وہ یہ ہے کہ "تم اپنے رخساروں پر طمانچہ نہ مارو، اپنے منہ نہ نوچو اپنے بال نہ کھسوٹو اپنے گریبان نہ چاک کرو، اپنے کپڑے کالے نہ رنگو، اور ہائے وائے کر کے نہ روؤ۔

(ترجمہ مقبول: ص: ۱۰۹۹، شیعہ حاشیہ۔ ا۔ آیت: ولا یعصینک فی معروف)

⑤ حضرت سیدنا علی المرتضیٰ نے فرمایا: "یَا اَشْعَثُ اِنْ صَبَرْتَ جَرٰی عَلَیْكَ الْقَدَرُ وَاَنْتَ مَاجُوْرٌ وَاِنْ جَزَعْتَ جَرٰی عَلَیْكَ الْقَدَرُ وَاَنْتَ مَاْزُوْرٌ"۔ (نہج البلاغہ: ص: ۲۲۴: ج۔۲)

ترجمہ: اے اشعث! اگر تو مصیبت میں صبر کرے گا تو تقدیر تجھ پر اس حال میں جاری ہوگی کہ تجھے اجر و ثواب ملے گا اور اگر تو نے جزع فزع کی تو تقدیر تجھ پر اس حال میں جاری ہوگی کہ تو گناہ گار ہوگا۔ ⑥ "قَالَ عَلَیْهِ السَّلَامُ مَنْ لَّمْ یُنْجِهِ الصَّبْرُ اَهْلَکَهُ الْجَزَعُ"۔ (نہج البلاغہ: ص: ۵۰۲: رقم الحدیث ۱۸۹) ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا جس شخص کو صبر نجات نہ دلائے اس کو جزع و فزع ہلاک کرے گی۔ ⑦ "قَالَ عَلَیْهِ السَّلَامُ وَمَنْ ضَرَبَ یَدَهٗ عَلٰی فَخِذِهٖ عِنْدَ مُصِیْبَتِهٖ حَبِطَ عَمَلُهٗ"۔ (نہج البلاغہ: ص: ۹۵۰ باب المختار من حکم امیر المؤمنین علیہ السلام، رقم: ۱۴۴)

ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا جو شخص اپنی کسی مصیبت میں اپنے بدن وران پر ہاتھ مارے گا اس کے عمل برباد ہو جائیں گے۔

⑧ سیدنا حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے اپنی ہمشیرہ سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کو فرمایا: "اے خواهر! ترا قسم می دهم وباید که به قسم من عمل کنی وقتے که من کشته شوم گریبان در مرگ من چاك مزنی وچهره خویش را به ناخن نه خراشی واز برائے شهادت من به ویل وثبور فریاد نه کنی"۔ (منتہی الآمال: ص: ۴۴۸: ج۔۱)

ترجمہ: اے میری پیاری بہن! تجھے قسم دیتا ہوں اور میری قسم پر ضرور عمل کرنا جب میں شہید ہو جاؤں میری وفات پر گریبان نہ پھاڑنا اور اپنے چہرہ کو ناخن سے زخمی نہ کرنا اور میری شہادت پر ہائے وائے کر کے نہ رونا۔

⑨ "حضرت امام زین العابدین نے سیدہ زینب کو کہا: "مے دانی که بعد از مصیبت جزع کردن سوزے نمی کند وبگریه وناله آں که از دنیا رفته باز نخواهد گشت"۔ (منتہی الآمال: ص: ۴۱۲: ج۔۱)

ترجمہ: آپ جانتی ہیں کہ مصیبت کے بعد جزع فزع کرنا کوئی فائدہ نہیں کرتا اور رونے چلانے سے جو کہ دنیا سے گزر گیا ہے واپس نہیں آسکتا۔ ⑩ نیز سیدنا زین العابدین نے ابن زیاد کو فرمایا: "مرا بکشتن مے ترسانی مگر نمے دانی که کشته شدن عادت ما است وشهادت کرامت وبزرگواری ما است"۔ (منتہی الآمال: ص: ۴۱۴: ج۔۱)

ترجمہ: تو مجھے قتل کرنے سے ڈراتا ہے شاید تو یہ نہیں جانتا کہ قتل ہو جانا ہماری عادت ہے اور شہید ہونا ہماری عزت و بزرگی ہے۔

الغرض ان روایات سے ثابت ہوا کہ وفات اور شہادت کے وقت خواہ وہ کسی صحابی یا کسی ولی اللہ کی ہو اس میں رسم ورواج کو داخل نہیں کرنا چاہئے بلکہ اسلامی تعلیمات کو سامنے رکھ کر عمل کریں تا کہ قیامت کے دن آنحضرت ﷺ کی شفاعت کے مستحق بنیں حق تعالیٰ شانہ تمام مسلمانوں کو آنحضرت ﷺ اور آپ کے صحابہ اور اہل بیت رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے سچی محبت اور عقیدت نصیب فرمائے اور اس رسم بد سے بچائے۔ (آمین)

يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ مَا لَكُمْ إِذَا قِيلَ لَكُمُ ٱنفِرُوا۟ فِى سَبِيلِ ٱللَّهِ ٱثَّاقَلْتُمْ إِلَى ٱلْأَرْضِ

اے ایمان والو تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ جب تمہیں کہا جاتا ہے کہ اللہ کے راستے میں کوچ کرو تو تم بوجھل ہوئے جاتے ہو زمین کی طرف

أَرَضِيتُم بِٱلْحَيَوٰةِ ٱلدُّنْيَا مِنَ ٱلْءَاخِرَةِ ۚ فَمَا مَتَٰعُ ٱلْحَيَوٰةِ ٱلدُّنْيَا فِى ٱلْءَاخِرَةِ إِلَّا قَلِيلٌ ﴿٣٨﴾

کیا تم راضی ہو چکے ہو دنیا کی زندگی پر آخرت کو چھوڑ کر پس نہیں ہے نفع دنیا کی زندگی کا آخرت کے مقابلے میں مگر بہت تھوڑا ﴿۳۸﴾

إِلَّا تَنفِرُوا۟ يُعَذِّبْكُمْ عَذَابًا أَلِيمًا وَيَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ وَلَا تَضُرُّوهُ شَيْـًٔا ۗ وَٱللَّهُ

اگر تم نہ کوچ کرو گے تو سزا دے گا وہ (اللہ) تم کو دردناک اور تبدیل کر دے گا تمہاری جگہ دوسری قوم کو اور تم اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکو گے اور اللہ تعالیٰ

عَلَىٰ كُلِّ شَىْءٍ قَدِيرٌ ﴿٣٩﴾ إِلَّا تَنصُرُوهُ فَقَدْ نَصَرَهُ ٱللَّهُ إِذْ أَخْرَجَهُ ٱلَّذِينَ كَفَرُوا۟ ثَانِىَ

ہر چیز پر قدرت رکھنے والا ہے ﴿۳۹﴾ اگر تم (اللہ کے رسول) کی مدد نہیں کرو گے پس بیشک اللہ نے اس کی مدد کی جبکہ اس کو نکالا ان لوگوں نے جنہوں نے کفر کیا وہ دو میں سے

ٱثْنَيْنِ إِذْ هُمَا فِى ٱلْغَارِ إِذْ يَقُولُ لِصَٰحِبِهِۦ لَا تَحْزَنْ إِنَّ ٱللَّهَ مَعَنَا ۖ فَأَنزَلَ ٱللَّهُ

دوسرے تھے جبکہ دونوں غار کے اندر تھے جبکہ وہ کہہ رہے تھے اپنے ساتھی سے تو غمگین نہ ہو بیشک اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ ہے پس اللہ نے اتاری

سَكِينَتَهُۥ عَلَيْهِ وَأَيَّدَهُۥ بِجُنُودٍ لَّمْ تَرَوْهَا وَجَعَلَ كَلِمَةَ ٱلَّذِينَ كَفَرُوا۟ ٱلسُّفْلَىٰ ۗ

اپنی طرف سے تسکین اس پر اور اس کی تائید کی اپنے لشکر کے ساتھ جس کو تم نہیں دیکھتے اور کر دیا ان لوگوں کا کلمہ جنہوں نے کفر کیا تھا پست اور اللہ کا

وَكَلِمَةُ ٱللَّهِ هِىَ ٱلْعُلْيَا ۗ وَٱللَّهُ عَزِيزٌ حَكِيمٌ ﴿٤٠﴾ ٱنفِرُوا۟ خِفَافًا وَثِقَالًا وَجَٰهِدُوا۟

کلمہ ہی بلند ہے اور اللہ تعالیٰ غالب ہے اور حکمت والا ہے ﴿۴۰﴾ (اے لوگو) کوچ کرو ہلکے ہو یا بوجھل اور جہاد کرو اپنے مالوں کے ساتھ

بِأَمْوَٰلِكُمْ وَأَنفُسِكُمْ فِى سَبِيلِ ٱللَّهِ ۚ ذَٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ إِن كُنتُمْ تَعْلَمُونَ ﴿٤١﴾ لَوْ كَانَ

اور اپنی جانوں کے ساتھ اللہ کی راہ میں یہ بات بہتر ہے تمہارے لئے اگر تم جانتے ہو ﴿۴۱﴾ اگر ہوتا سامان قریب کا

عَرَضًا قَرِيبًا وَسَفَرًا قَاصِدًا لَّٱتَّبَعُوكَ وَلَٰكِنۢ بَعُدَتْ عَلَيْهِمُ ٱلشُّقَّةُ ۚ

اور سفر درمیانہ تو یہ منافق لوگ آپ کے پیچھے جاتے لیکن مسافت ان پر بعید ہو گئی ہے اور یہ قسمیں

وَسَيَحْلِفُونَ بِاللَّهِ لَوِ اسْتَطَعْنَا لَخَرَجْنَا مَعَكُمْ ۚ يُهْلِكُونَ أَنْفُسَهُمْ ۚ وَاللَّهُ يَعْلَمُ

اٹھاتے ہیں اللہ کے نام کی کہ اگر ہم طاقت رکھتے تو ضرور نکلتے تمہارے ساتھ یہ ہلاک کرتے ہیں اپنی جانوں کو اور اللہ تعالیٰ جانتا ہے

إِنَّهُمْ لَكَاذِبُونَ ﴿٤٢﴾

کہ بیشک یہ لوگ جھوٹے ہیں ﴿۴۲﴾

﴿۳۸﴾ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا ... الخ ربط آیات شروع سورۃ سے مشرکین عرب سے برأت اور جہاد وقتال کا ذکر تھا اس سلسلہ میں فتح مکہ اور غزوہ حنین کا ذکر کیا۔ پھر اہل کتاب سے جہاد وقتال کا حکم دیا۔ اب ان آیات سے غزوہ تبوک کا بیان ہے۔

خلاصہ رکوع ❻ غزوہ تبوک کی کاہلی پر ملامت، نہ نکلنے پر عذاب کی المناک وعید، داستان ہجرت کے ضمن میں نصرت الٰہی کا اعلان، جہاد کے لئے نفیر عام کا حکم، احوال منافقین۔ ماخذ آیات ۳۸ تا ۴۲+

غزوہ تبوک کا پس منظر

اسلام کی اس بڑھتی ہوئی طاقت کو دیکھ کر قصر قیصر میں بھی زلزلہ آنے لگا، رومیوں نے مسلمانوں سے مقابلہ کے لئے بھاری فوج جمع کی ادھر مسلمانوں کو اسکی اطلاع ہوئی تو آپ نے بھی جہاد کی تیاریوں کا حکم دے دیا، اور آپ تیس ہزار فدا کاروں کے ساتھ تبوک جا پہنچے، یہ وقت مسلمانوں کے لئے بڑا امتحان اور آزمائش کا تھا، سرزمین حجاز میں قحط پڑا ہوا تھا، موسم بہار میں باغات میں کھجوریں پک چکی تھیں، ایسے وقت میں جہاد میں نکلنے کا حکم ہوا، آپ کا دستور تھا کہ جب آپ کسی غزوہ کا ارادہ فرماتے تو یہ ظاہر نہ فرماتے کہ کسی طرف کا ارادہ ہے، لیکن اس مرتبہ آپ نے اصل حقیقت کا اعلان کر دیا، اسی غزوہ میں آپ ﷺ نے صحابہ سے چندہ کی اپیل کی جس پر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے دس ہزار دینار اور تین سو اونٹ، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے گھر کا آدھا، اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنے گھر کا کل اثاثہ دربار نبوت میں پیش کر دیا۔

آپ اس غزوہ کے لئے ماہ رجب ۹ھ میں جمعرات کے روز روانہ ہوئے رومیوں، کو جب مسلمانوں کے اس لشکر کی اطلاع ملی، تو وہ پہلے ہی منتشر ہو گئے، آپ نے اپنے لشکر کے ساتھ تبوک میں بیس روز قیام کیا، اور بلا کسی مزاحمت کے واپس تشریف لائے، اس غزوہ میں منافقین تو شریک نہیں ہوئے تھے، لیکن تین مخلص مسلمان، کعب بن مالک رضی اللہ عنہ، ہلال بن امیہ رضی اللہ عنہ اور مرارہ بن ربیع رضی اللہ عنہ، اس غزوہ میں شریک نہ ہو سکے، جب آپ تبوک سے واپس مدینہ تشریف لائے، تو منافقین نے جھوٹے عذر حیلے بہانے کر کے جان بچالی، مگر ان تین مخلص مسلمانوں نے صاف صاف اپنے جرم کا اعتراف کر لیا۔

کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میرے دل میں بھی جھوٹے عذر آئے، لیکن جب میں دربار نبوت میں پہنچا تو دل سے سارے جھوٹ محو ہو گئے، آپ نے غیر حاضری کا سبب پوچھا، میں نے صاف صاف عرض کر دیا، یا رسول اللہ میرے پاس غیر حاضری کا کوئی عذر نہیں، اس وقت میرے پاس فراخی اور قدرت بھی تھی، میں مجرم ہوں آپ کو اختیار ہے جو فیصلہ آپ میرے حق میں چاہیں دیں آپ نے فرمایا جاؤ، اور خدا کے فیصلہ کا انتظار کرو، کعب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس واقعہ کا ہم تینوں پر ایسا اثر ہوا کہ اس کا اندازہ نہیں ہو سکتا میرے دونوں رفیقوں، ہلال بن امیہ رضی اللہ عنہ اور مرارہ بن ربیع رضی اللہ عنہ نے تو گھروں سے باہر نکلنا چھوڑ دیا۔ آنحضرت ﷺ نے ہمارا معاشرتی مقاطعہ کر دیا نہ کوئی ہم سے بولتا ہم کسی کو سلام کرتے تو جواب نہ دیتا اس کے بعد آپ نے رفیقۂ حیات سے بھی الگ ہو جانے کا حکم دے دیا، صرف ہلال بن امیہ رضی اللہ عنہ کی اہلیہ بحکم رسالت ہلال کے ضعیف ہونے کی بنا پر خدمت کرتی رہیں۔

شاہ غسان کا کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کے نام خط : چالیس دن تک مسلسل معاشرتی مقاطعہ کے بعد شام کا ایک نبطی کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کے پاس شاہ غسان کا ایک خط لے کر آیا، جس میں لکھا تھا۔ ہمیں معلوم ہوا ہے کہ تمہارے ساتھی (محمد ﷺ) نے تمہارے ساتھ ظلم کر رکھا ہے، خدا نے تم کو اس ذلت وضیاع کے لئے نہیں بنایا تم ہمارے یہاں چلے آؤ، ہم تمہاری عزت کرینگے۔ حضرت کعب رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ خط پڑھتے ہوئے مجھ کو سخت رنج ہوا، میں نے کہا یہ آزمائش پہلی آزمائش سے زیادہ مشکل ہے، میں نے اس خط کو نذر آتش کر دیا۔

توبہ : غرض اس طرح پچاس راتیں گزر گئیں زمین ہم پر تنگ ہوگئی کہ یک بیک کوہ سلع کی چوٹی سے بشارت کی خبر سنائی دی میں اسی وقت سجدہ ریز ہوگیا، اور دربار رسالت میں پہنچا، تو آنحضرت ﷺ آگے بڑھے اور مبارک باد پیش کی اور جو آیتیں ہماری توبہ کے بارے میں نازل ہوئی تھی نبی ﷺ نے انکی تلاوت فرمائی جن کا ذکر آگے آتا ہے۔ (قصص القرآن مولانا سجاد میرٹھی)

غزوہ تبوک کی کاہلی پر ملامت : آیت کا مطلب یہ ہے کہ جب تمہیں جہاد کے لئے کہا جاتا ہے، تو تم گھر بیٹھ جاتے ہو جہاد کے لئے اٹھتے نہیں ہو۔ میدان جنگ میں جانے سے سستی کیوں کرتے ہو۔ أَرَضِيتُم ...الخ : جہاد سے روکنے والی بیماری : کیا تم آخرت کے مقابلے میں دنیا کی زندگی اور یہاں کے فانی مزوں پر راضی ہو چکے ہو۔ فَمَا مَتَاعُ الْحَيٰوةِ ...الخ بیماری کا علاج : دنیا کی زندگی کے مزے آخرت کے مقابلہ میں کچھ بھی نہیں ہیں۔

﴿۳۹﴾ نہ نکلنے پر المناک وعید : اگر جہاد کے لئے نہ نکلو گے تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے تم پر المناک عذاب نازل ہوگا۔ اور خدمت اسلام کے لئے اللہ تعالیٰ دوسروں کو منتخب فرمالے گا۔ اور دشمنوں سے بدلہ لینے پر قادر ہے۔

﴿۴۰﴾ داستان ہجرت کے ضمن میں نصرت الٰہی کا اعلان : فرمایا اگر تم لوگ آنحضرت ﷺ کی مدد نہیں کرو گے تو اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کی مدد کرے گا جیسا اللہ تعالیٰ نے آپ کی مدد اس وقت کر چکا ہے جبکہ اس سے زیادہ مصیبت و پریشانی کا وقت تھا جبکہ آپ کو کافروں نے تنگ کر کے مکہ سے جلاوطن کر دیا تھا۔۔۔ الخ اس آیت میں آنحضرت ﷺ کی ہجرت کا واقعہ جو غزوہ تبوک سے نو سال پہلے پیش آیا اس کو پیش کر کے یہ بتلا دیا کہ اللہ تعالیٰ کا رسول کسی انسان کی نصرت و امداد کا محتاج نہیں، اللہ تعالیٰ آپ کو براہ راست غیب سے امداد پہنچا سکتے ہیں۔ جیسا کہ ہجرت کے وقت پہنچائی، آنحضرت ﷺ کو آپ ﷺ کی برادری اور اہل وطن نے نکلنے پر مجبور کر دیا، سفر میں آپ کا رفیق بھی ایک صدیق رضی اللہ عنہ کے سوا کوئی نہ تھا دشمنوں کے پیادے اور سوار تعاقب کر رہے تھے آپ کی جائے پناہ بھی کوئی مستحکم قلعہ نہ تھا بلکہ ایک غار تھی جس کے کنارے تک تلاش کرنے والے دشمن پہنچ چکے تھے۔ اور غار میں ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو اپنی جان کا تو غم نہ تھا، مگر اس لئے سہم رہے تھے کہ یہ دشمن سرکار دو عالم ﷺ پر حملہ آور ہو جائیں گے۔ مگر آنحضرت ﷺ کوہ ثبات بنے ہوئے نہ صرف خود مطمئن تھے بلکہ اپنے رفیق صدیق رضی اللہ عنہ کو فرما رہے تھے۔ "لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللهَ مَعَنَا" تم غمگین نہ ہو کیونکہ اللہ ہمارے ساتھ ہے۔

فضائل صدیق اکبر رضی اللہ عنہ

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے فضائل یہاں ستاروں کی طرح چمکتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں ❶ ایسے ہولناک وقت میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا انتخاب لاجواب ہوا۔ ❷ ایسے پر خطر موقع پر اپنے اخلاص اور حسن عقیدت بے جبل استقامت ثابت ہوئے۔ ❸ جرأت و بہادری سے اس پر خطر خدمت کو صدق دل سے قبول کیا۔ ❹ دشمن کی لہراتی تلواروں کے سائے کے نیچے سے اپنے پیارے محبوب ﷺ کو بچا کر غار ثور میں لے گئے۔ ❺ ہجرت کی رات میں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے وجود اقدس کو آنحضرت ﷺ کے لئے

سراپا نصرت بنادیا اس نصرت کو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی صورت وشکل میں ظاہر فرمایا۔ فَأَنزَلَ اللَّهُ سَكِينَتَهُ۔۔۔الخ اس جملہ میں اللہ تعالیٰ نے آپ کے قلب مبارک پر تسلی نازل فرمادی، اور ایسے لشکروں سے آپ کی امداد فرمائی، جن کو تم لوگوں نے نہیں دیکھا" یہ لشکر فرشتوں کے لشکر بھی ہو سکتے ہیں۔ اور پورے عالم کی قوتیں بھی خود خدائی لشکر ہیں وہ بھی ہو سکتی ہیں۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ بالآخر کفر کا کلمہ نیست ہو کر رہا اور اللہ ہی کا بول بالا ہوا۔ (معارف القرآن، م،ش، د: ص: ۸۰ ۳ ج۔ ۴)

مطلب یہ ہے کہ کافر اپنے مقصد میں کامیاب نہ ہو سکے یعنی نہ آنحضرت ﷺ کو گرفتار کر سکے اور نہ قتل کر سکے اسی طرح صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو نہ گرفتار کر سکے اور نہ قتل کر سکے۔

آیت ہجرت کے معارف

ثَانِيَ اثْنَيْنِ إِذْ هُمَا فِي الْغَارِ: اس غار سے مراد غار ثور ہے دو میں سے دوسرے تھے جبکہ وہ دونوں غار میں تھے۔ جس میں ہجرت کے سفر میں آنحضرت ﷺ اور صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے پناہ لی۔ مکے سے نکلتے وقت بھی دو تھے غار تک پہنچنے میں بھی دو تھے۔ یہاں نام کسی کا نہیں لیا اور نہ لینے کی گنجائش ہے اس لئے کہ یہ واقعہ صحیح اور یقینی ہے کہ غار میں آنحضرت ﷺ کے ساتھ صرف صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ہی تھے اور کوئی صحابی نہیں تھا۔ اور نہ آج تک کسی کو اختلاف ہے۔ ثَانِيَ اثْنَيْنِ: اس طرف اشارہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو آنحضرت ﷺ کا ثانی فرمایا ہے تو اس کا مطلب انبیاء علیہم السلام کے علاوہ آنحضرت ﷺ کے بعد ثانی یعنی دوسرے نمبر پر جو ہے وہ سب سے افضل ہے اور وہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہے۔ "إِذْ يَقُولُ لِصَاحِبِهِ لَا تَحْزَنْ إِنَّ اللَّهَ مَعَنَا" جب آنحضرت ﷺ اپنے ساتھی کو فرمار ہے تھے یہاں صاحب کا نام نہیں ذکر کیا گیا اس لئے کہ ابوجہل بھی جانتا تھا کہ صاحب ابوبکر رضی اللہ عنہ ہے۔ "لَا تَحْزَنْ" غم نہ کر۔ آنحضرت ﷺ اپنے یار کو فرمار ہے یار کو پیار سے فرمار ہے ہیں کہ تو غم کیوں کرتا ہے؟ اللہ ہمارے ساتھ ہے یار کیوں فرمایا؟ اللہ نے یار مانا، اللہ تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کا یار اور صاحب مانا، بلکہ قیامت تک منوایا، کہ اگر کوئی صاحب رسول صدیق اکبر کو نہیں مانے گا تو قرآن کریم کی اس آیت کا انکار کرے گا۔ اللہ نے صاحب کہہ کر منوایا ہے۔ اس لئے علماء کرام فرماتے ہیں اس آیت کے تحت جو صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے صحابی ہونے کو نہ مانے وہ کافر ہے۔

(بحر محیط: ص: ۴۳ ج: ۵: النہر الماد: ص: ۴۲ ج: ۵: کشاف: ص: ۲۷۲: ج: ۲: ابوسعود: ص: ۴۰۹ ج۔ ۴)

لَا تَحْزَنْ: جب مشرکین مکہ آنحضرت ﷺ کو ڈھونڈتے ڈھونڈتے غار تک پہنچے تو غار کے اندر سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی نظر ان پر پڑی۔ غم کے مارے آنسو بہنے لگے، اور عرض کیا یا رسول اللہ اگر میں مارا جاؤں تو فقط ایک شخص ہلاک ہوگا، لیکن نصیب دشمناں اگر آپ مارے گئے تو ساری امت ہلاک ہو جائیگی۔ (بحر محیط: ص: ۴۳ ج۔ ۵)

اسوقت نبی اکرم ﷺ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی تسلی کیلئے ارشاد فرمایا! "لَا تَحْزَنْ إِنَّ اللَّهَ مَعَنَا" اے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تم تسلی رکھو اور یقین جانو کہ بے شک اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ ہے۔

فائدہ: اللہ تعالیٰ کی طرف سے "ثَانِيَ اثْنَيْنِ" اور "لِصَاحِبِهِ" دو عظیم الشان خطابات کا ملنا اور آنحضرت ﷺ کی طرف سے "لَا تَحْزَنْ" کا تسلی بخش اور تسکین وہ خوبصورت فقرہ بھی اس عاشق صادق کے لیے کچھ کم فخر نہیں ہے اور عاشقان مصطفیٰ ﷺ کو جب کوئی نفرہ آقا کے دہن مبارک سے اپنے لیے سنتے خواہ آپ نے کسی انداز سے بھی فرمایا ہو تا دم زندگی اصحاب محمد ﷺ اپنے لئے اظہار فخر سمجھتے تھے جیسے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو "ابوتراب" کہا اور حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کو "علی رغم انف" کہا، اب غور فرمائیں آنحضرت ﷺ نے اس خلوت کی مجلس میں اپنے عاشق صادق اور جانثار کو "لَا تَحْزَنْ" سے دلاسہ دیا پھر اس حسین

فقرہ نے بارگاہ رب العزت میں ایسا شرف حاصل کیا کہ کلام الٰہی کا ہمیشہ کے لئے حصہ بن گیا۔

اشکال ① شیعہ کہتے ہیں کہ "لِصَاحِبِهٖ" سے ابوبکر (رضی اللہ عنہ) کی فضیلت ثابت نہیں ہوتی کیونکہ قرآن میں دو مصاحب یوسف کا بھی ذکر ہے "یٰصَاحِبَیِ السِّجْنِ" وہ کافر تھے اور وہ کوئی فضیلت نہیں رکھتے تھے ایسے ہی صدیق اکبرؓ ہیں۔

جواب: قرآن کریم میں صاحبی یوسف نہیں کہا گیا بلکہ "یٰصَاحِبَیِ السِّجْنِ" کہا گیا ہے وہ دونوں صاحب جیل کے قیدی تھے "صاحبی" مضاف اور "السجن" مضاف الیہ "صاحبی" کی "ی" ضمیر متکلم کی نہیں ہے بلکہ اصل میں تثنیہ کا صیغہ "صاحبین" تھا اضافت کی وجہ سے نون گر گیا تو "یٰصَاحِبَیِ السِّجْنِ" کہا گیا اور وہ دونوں صاحب قیدی تھے اور "لِصَاحِبِهٖ" میں صاحب کی اضافت ضمیر کی طرف ہے جو آنحضرت ﷺ کی طرف راجع ہے۔

مطلب یہ ہے کہ یہاں صرف صاحب کے لفظ سے فضیلت ثابت نہیں ہوتی بلکہ مضاف الیہ (رسول) کی نسبت سے پیدا ہوئی ہے جو کسی اور کو نصیب نہیں ہو سکتی۔ حقیقت یہ ہے اگر غور کیا جائے تو اللہ تعالیٰ کو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی فضیلت کو بیان کرنا منظور نہ ہوتا تو اس واقعہ غار میں صرف آنحضرت ﷺ کا ذکر ہی کافی تھا، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ذکر کرنے کی کیا ضرورت تھی؟ اور ذکر بھی "ثَانِیَ اثْنَیْنِ" اور "لِصَاحِبِهٖ" کے ساتھ کرنا نہایت ہی رمز رکھتا ہے۔

الغرض، "لصاحبہ" کہنا اور چیز ہے اور "یٰصَاحِبَیِ السِّجْنِ" کہنا اور شئی ہے پھر جیل میں رہنے والے (یوسف علیہ السلام) پیغمبر کی معیت میں نہیں تھے بلکہ اپنے جرم کے باعث قید ہو کر ساتھی بنے تھے اور "لِصَاحِبِهٖ" والا ساتھی اللہ کے حکم خاص اور آنحضرت ﷺ کے انتخاب سے رفیق سفر بنایا گیا تھا، پھر اس زمانہ سے لے کر آج تک اس عاشق صادق کے لیے یہ لفظ ضرب المثل کے طور پر استعمال ہو رہا ہے۔

② **اشکال:** شیعہ کہتے ہیں کہ رسول کا ساتھی ہونا فضیلت کی بات نہیں کیونکہ نوح ولوط علیہم السلام کی بیویاں ہم صحبت ہونے کے باوجود کافرہ تھیں؟ جیسے ان کو کوئی فضیلت حاصل نہیں تھی ایسے ہی صدیق اکبرؓ کو صحبت سے کوئی فضیلت اور شرف حاصل نہیں۔

جواب: اگر شیعوں میں عقل ہوتی تو ان عورتوں پر حضرت ابوبکر صدیقؓ کو قیاس نہ کرتے ہر امر میں مستثنیات ہوتے ہیں قرآن کریم کی سورۃ نور میں ہے۔ "اَلْخَبِیْثٰتُ لِلْخَبِیْثِیْنَ وَالْخَبِیْثُوْنَ لِلْخَبِیْثٰتِ ۚ وَالطَّیِّبٰتُ لِلطَّیِّبِیْنَ وَالطَّیِّبُوْنَ لِلطَّیِّبٰتِ" اس میں واضح فرما دیا گیا ہے کہ پلید عورتیں پلید مردوں کے لیے اور پلید مرد پلید عورتوں کے لئے اور پاک عورتیں پاک مردوں کے لئے اور پاک مرد پاک عورتوں کے لئے، لیکن یاد رکھیں اللہ تعالیٰ نے ان دو عورتوں کو اس حکم سے مستثنیٰ فرما کر قرآن میں ان کو ضرب المثل بنا دیا یعنی پاکدامنی سے نکال دیا۔ چنانچہ سورۃ تحریم میں ہے "ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا لِّلَّذِیْنَ كَفَرُوا امْرَاَتَ نُوْحٍ وَّامْرَاَتَ لُوْطٍ ۚ كَانَتَا تَحْتَ عَبْدَیْنِ مِنْ عِبَادِنَا صَالِحَیْنِ فَخَانَتٰهُمَا فَلَمْ یُغْنِیَا عَنْهُمَا مِنَ اللّٰهِ شَیْئًا" ہمارا سوال ہے کہ معاذ اللہ خدیجۃ الکبریٰ اور حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو ان پر قیاس کیا جا سکتا ہے؟ ہرگز نہیں اس طرح حضرت ابوبکر صدیقؓ جانباز رسول کو بھی امراۃ لوط اور نوح پر قیاس کرنا پرلے درجے کی حماقت ہے۔ اگر بالفرض نعوذ باللہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ حضرت نوح اور لوط علیہ السلام کی عورتوں کی طرح کافر و منافق تھے تو اس کی تصریح اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں کیوں نہیں کی؟ اس کو کیا خوف تھا؟

③ **اشکال:** شیعہ کہتے ہیں کہ "لَا تَحْزَنْ" کا کلمہ تعریف کا موجب نہیں یہ صیغہ نہی کا ہے اور جس بات سے خدا نے منع کیا ہے وہ داخل معصیت ہے اگر یہ حزن کرنا نیکی ہوتی تو اس سے منع کیوں کیا جاتا؟ اور یہ صیغہ نہی کیوں مذکور ہوتا؟

جواب: ایسے صیغے قرآن کریم میں پیغمبروں کی عصمت میں بھی مذکور ہیں مثلاً ① حضرت موسیٰ علیہ السلام کو فرمایا "لَا تَخَفْ"

③ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو فرمایا "لَا تَخَفْ" ③ حضرت لوط علیہ السلام کو فرمایا "لَا تَخَفْ وَلَا تَحْزَنْ" ④ آنحضرت ﷺ کو فرمایا "لَا تَحْزَنْ عَلَيْهِمْ" ⑤ مؤمنین کو فرمایا "لَا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا"۔ یہ سب نہی کے صیغے ہیں جو اولوالعزم انبیاء علیہم السلام اور مؤمنین سے خطاب کے لیے مستعمل ہیں کیا پیغمبروں کے اس خوف وحزن کو جو بمقتضائے بشریت ان پر طاری ہوا داخل معصیت سمجھو گے؟ یا یہ خطاب ان کی عظمت شان اور شفقت پر محمول کرو گے؟ یا ان کی توہین وہتک قرار دو گے؟ پھر اسی کلمہ "لَا تَحْزَنْ" کا استعمال جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی تسکین خاطر کے لئے استعمال ہوا تو تمہارا اشکال کہاں تک درست ثابت ہوسکتا ہے؟

❻ اِشکال: شیعہ کہتے ہیں کہ جب کفار آئے ابوبکر صدیق (رضی اللہ عنہ) اس لئے رونے لگے تا کہ ان کو اطلاع ہو جائے کہ پیغمبر علیہ السلام غار میں چھپے ہوئے ہیں حقیقت میں کفار سے ملے ہوئے تھے۔

جواب: اس آیت میں تو اللہ تعالیٰ نے کہیں رونے اور چلانے کا ذکر نہیں کیا کیا ان کو خواب آ گیا ہے؟ البتہ غم وگھبراہٹ اس لئے پیدا ہوگئی کہ محبوب دو جہاں خدا کے پیارے رسول کو کفار آ کر تکلیف نہ پہنچائیں۔

اِنَّ اللهَ مَعَنَا "آقائے نامدار ﷺ نے اپنی زبان فیض ترجمان سے فرمایا اللہ کی معیت ہمارے ساتھ ہے اللہ کی معیت کن لوگوں کے ساتھ ہوتی ہے؟ قرآن میں اس کا جواب یوں بیان کیا گیا ہے "اِنَّ اللهَ مَعَ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا وَّالَّذِيْنَ هُمْ مُّحْسِنُوْنَ ﴿۱۲۸﴾" (سورۃ النحل) اللہ تعالیٰ کی معیت متقین ومحسنین کو ہی حاصل ہوتی ہے جب معیت الٰہی اس آیت کی رو سے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے لیے خاص ہوگئی تو پھر ان کا متقی اور محسن ہونا کسی دلیل کا محتاج نہ رہا۔ ع

رقیب کہتا ہے کہ : ہم بھی صنم کے شیداء ہیں بتائے اس نے ہیں کب وصل کے مزے لوٹے

جمال دوست جو ہو بے حجاب خلوت میں یہی سرور ہے اور سب خیال ہیں جھوٹے۔

حجۃ الاسلام مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمہ اللہ ہدیۃ الشیعہ میں تحریر فرماتے ہیں کہ لفظ "لَا تَحْزَنْ" جسکا مطلب یہ ہے کہ غمگین مت ہو یہ لفظ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے عاشق صادق اور مومن مخلص ہونے پر دلالت کرتا ہے، ورنہ انکو غمگین ہونیکی کیا ضرورت تھی؟ بلکہ موافق عقیدہ شیعہ (معاذ اللہ) حضرت ابوبکر صدیق دشمن رسول تھے تو یہ نہایت خوشی کامل کا موقعہ تھا، کہ رسول اللہ ﷺ خوب قابو میں آئے ہوئے ہیں، اسی وقت پکار کر دشمنوں کو بلا لینا تھا، کہ نعوذ باللہ وہ اپنا کام کرتے۔ دشمنوں کیلئے اس سے بہتر اور کونسا موقع تھا۔ مگر کہیں انصاف کی آنکھیں مول ملیں تو ہم حضرات شیعہ کیلئے مول لے لیں اور انکو دیں تا کہ وہ کچھ تو پاس رفاقت خلیفہ اول کریں۔

﴿جو پاس مہر ومحبت یہاں کہیں ملتا۔۔۔ تو مول لیتے ہم اپنے مہربان کیلئے﴾

غار میں تنہائی تھی اور ابوبکر کو اسمیں مار ڈالنے کا بہت اچھا موقع تھا وہاں کون پوچھتا تھا۔ مار کر کہیں چل دیتے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے فرزند ارجمند پسر کلاں یعنی عبداللہ بن ابی بکر صدیق غار ثور پر جاسوسی کیلئے مقرر تھے۔ انہی کے ذریعے سے دشمنوں کو اطلاع کرا دیتے یا اسماء بنت ابی بکر صدیق جو غار پر کھانا لیکر آیا کرتی تھیں، انکے ذریعے سے دشمنوں کو اطلاع کرا دیتے۔

اگر خاندان صدیقی کو کچھ بھی عداوت ہوتی تو پھر یہ ازداری کیسی؟ اور عشق ومحبت کیسا تھا؟ اور یہ بات بھی یاد رکھیں اگر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو اپنی جان کا ڈر ہوتا تو بجائے "حزن" کے "خوف" کا لفظ مستعمل ہوتا۔ اس لئے کہ عربی زبان میں "حزن" کا لفظ غم کی جگہ اور فراق محبوب کی جدائی یا تمنا کے فوت ہو جانے کے محل میں استعمال کرتے ہیں۔ اور جہاں جان پر بنی ہو ڈر کا مقام ہو وہاں "خوف" کا لفظ استعمال کرتے ہیں۔

خوف کے لفظ کے استعمال پر دلائل : نمبر ا چنانچہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کوہ طور پر گئے اور پیغمبری ملی تو خداوند تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو حکم دیا کہ اپنے عصا کو زمین پر ڈالو۔ ڈالا تو ایک اژدھا بن گیا، حضرت موسیٰ علیہ السلام اس سے ڈر کر ایسے بھاگے کہ پھر کر بھی نہ دیکھا، اس وقت خداوند کریم نے یہ فرمایا "يٰمُوْسٰى لَا تَخَفْ اِنِّىْ لَا يَخَافُ" اے موسیٰ ڈرومت میرے پاس میرے رسول

نہیں ڈرا کرتے۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اس اژدھا سے اپنی جان کا اندیشہ ہوا تب بھاگے، اس لئے اللہ تعالیٰ نے تسلی کے لئے فرمایا کہ ڈرو مت اور یوں نہ فرمایا کہ "لَا تَحْزَنْ" یعنی رنجیدہ اور غمگین مت ہو اور نمبر ۲ اسی طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جب ایک قبطی کو مار ڈالا اور فرعون کے لوگوں نے انکو مار ڈالنے کا ارادہ کیا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام وہاں سے ڈر کر بھاگے اس موقع پر حق تعالیٰ شانہٗ نے ارشاد فرمایا "فَخَرَجَ مِنْهَا خَائِفًا" یعنی نکلے حضرت موسیٰ علیہ السلام وہاں سے ڈرتے ہوئے۔

اور بیسیوں جگہ "خوف" کا لفظ کلام اللہ میں مستعمل ہے جہاں کہیں ہے یہی معنیٰ ہیں۔

اور جہاں غم کا مقام ہے وہاں "حزن" کا لفظ استعمال کیا گیا ہے: حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے جب یعقوب علیہ السلام سے کہا کہ اندیشہ ہے کہ تم یوسف کے غم میں مر نہ جاؤ تو حضرت یعقوب نے یہ فرمایا "قَالَ اِنَّمَآ اَشْكُوْا بَثِّيْ وَحُزْنِيْٓ اِلَى اللّٰهِ" یعنی اپنی پریشانی اور غم کو خدا سے کہتا ہوں اس مقام پر "حزن" کا لفظ استعمال فرمایا "خوف" کا لفظ استعمال نہیں فرمایا۔ علاوہ ازیں اور بھی بہت سی آیات سے ثابت ہوتا ہے کہ "حزن" کے اور معنیٰ ہیں اور "خوف" کے اور معنیٰ ہیں" کما قال تعالیٰ: تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةُ"۔ یعنی جب مسلمان مرتے ہیں تو فرشتے رحمت ان پر اترتے ہیں اور یہ کہتے ہیں "اَلَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا" کہ تم نہ ڈرو اور نہ غمگیں ہو۔

اگر "خوف" اور "حزن" کے ایک ہی معنیٰ ہوتے تو مکرر کہنے کی کیا ضرورت تھی؟ صحیح یہ ہے کہ غم اور چیز ہے اور خوف اور چیز ہے "خوف" اسے کہتے ہیں کہ کچھ آگے کا اندیشہ ہو اور غم یہ ہے کہ بالفعل دل کی تمنا ہاتھ سے نکل جائے۔ نیز غم خوشی کے مقابلے میں بولا جاتا ہے اور خوف اطمینان کے مقابلے میں مثلاً جب کسی کا کوئی عزیز و اقارب مرجاتا ہے تو اسپر جو حالت پیش آتی ہے اسکو غم کہتے ہیں خوف کوئی نہیں کہتا اور اگر کسی کا لڑکا دیوار پر چڑھ جائے اور وہاں سے اندیشہ گر کر مر جانے کا ہو تو اس اندیشہ کا البتہ خوف کہیں گے لیکن کوئی نادان بھی اسکو غم نہ کہے گا البتہ غم عین مصیبت کے وقت جو حالت ہوتی ہے اسے کہتے ہیں اور خوف مصیبت کی آمد آمد کی کیفیت کا نام ہے۔

"لا تحزن" کو لا تخف کے معنیٰ میں سمجھیں تب بھی کوئی نقصان نہیں: اگر بپاس خاطر شیعہ "لا تحزن" کو بھی ہم بمعنی "لا تخف" ہی سمجھیں تب بھی ہمارا چنداں نقصان نہیں اسلئے کہ اس صورت میں یہ معنیٰ ہوں گے ابوبکر رضی اللہ عنہ مت ڈر جو ظاہر ہے کہ ابوبکر جو خوفناک ہوں گے اور ان کو جو اپنی جان کا کھٹکا ہوگا تو اسی سبب سے ہوگا کہ کفار کو ان کے ساتھ دشمنی ہوگی وہ دشمنی بھی بوجہ اسلام ایمان ہوگی ورنہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دینے کی کیا ضرورت تھی؟ اور پھر وہ بھی اس قدر کہ خدا ہمارے ساتھ ہے۔ (سیرت مصطفیٰ ص ۷۲ سو تا ۷۵ ج ۱)

﴿۴۱﴾ **جہاد کیلئے نفیر عام کا حکم:** خفاف اور ثقال کی تفسیر میں مختلف اقوال ہیں جن کا حاصل یہ ہے کہ خفاف اور ثقال سے امیر ہو یا غریب یا سوار یا پیادے یا تندرست یا بیمار یا جوان اور بوڑھے یا محتاج اور مالدار یا نہتے اور ہتھیار والے یا بے عیال اور عیالدار مراد ہیں۔ (دیکھئے کشاف: ص: ۲۷۲، ج: ۲؛ منیر؛ ص: ۲۲۳، ج: ۱۰؛ بحر محیط؛ ص: ۴۴، ج ۵)

مطلب یہ ہے کہ نفیر عام کے وقت ہر بندہ جہاد کے لئے نکلے کوئی عذر نہ کرے۔ "انفسکم" سے مراد یہ ہے کہ خود جہاد میں عملی طور پر شریک ہو اور مال سے جہاد کرنا یہ ہے کہ دوسرے مجاہدین کی مدد کرے اور اپنے مال سے مجاہدین کے سامان حرب مہیا کرے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ حکم سنتے ہوئے سب سچے مسلمان بغیر کسی عذر کے جہاد کے لئے تیار ہو گئے، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں تیس ہزار فوج جمع ہو گئی اور آپ نے غزوہ تبوک کی طرف پیش قدمی فرمائی۔

﴿۴۲﴾ **احوال منافقین۔** فرمایا! جو لوگ اعلان جہاد کے بعد گھر سے نکلنے میں گھبراتے ہیں یعنی یہ لوگ مال پر حریص ہیں اور آرام طلب ہیں چونکہ تبوک کا سفر بھی لمبا تھا اور کچھ مال غنیمت کے ملنے کی امید بھی نہ تھی اور نہ جانے کی وجہ سے جھوٹی قسمیں کھانے

لگے اور یہ الگ اپنے نفسوں کو ہلاکت میں ڈال رہے ہیں۔

عَفَا اللّٰهُ عَنْكَ لِمَ اَذِنْتَ لَهُمْ حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَكَ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا وَتَعْلَمَ الْكٰذِبِيْنَ ﴿۴۳﴾

اللہ درگزر کرے آپ سے آپ نے کیوں رخصت دی ان کو یہاں تک کہ واضح ہو جاتے آپ کیلئے وہ لوگ جو سچ کہنے والے ہیں اور جان لیتے ہیں آپ جھوٹوں کو ﴿۴۳﴾

لَا يَسْتَاْذِنُكَ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ اَنْ يُّجَاهِدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ ؕ

نہیں رخصت طلب کرتے آپ سے وہ لوگ جو ایمان رکھتے ہیں اللہ پر اور قیامت کے دن پر کہ وہ جہاد کریں اپنے مالوں اور اپنی جانوں کے ساتھ

وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِالْمُتَّقِيْنَ ﴿۴۴﴾ اِنَّمَا يَسْتَاْذِنُكَ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ

اور اللہ تعالیٰ خوب جاننے والا ہے متقیوں کو ﴿۴۴﴾ بیشک آپ سے رخصت مانگتے ہیں وہ لوگ جو ایمان نہیں رکھتے اللہ پر اور قیامت کے دن پر اور شک میں

وَارْتَابَتْ قُلُوْبُهُمْ فَهُمْ فِيْ رَيْبِهِمْ يَتَرَدَّدُوْنَ ﴿۴۵﴾ وَلَوْ اَرَادُوا الْخُرُوْجَ لَاَعَدُّوْا لَهٗ

پڑے ہوئے ہیں ان کے دل اور وہ اپنے شک میں ہی متردد ہیں ﴿۴۵﴾ اور اگر یہ لوگ ارادہ کرتے نکلنے کا جہاد کیلئے تو ضرور تیار کرتے اس کیلئے

عُدَّةً وَّلٰكِنْ كَرِهَ اللّٰهُ انْۢبِعَاثَهُمْ فَثَبَّطَهُمْ وَقِيْلَ اقْعُدُوْا مَعَ الْقٰعِدِيْنَ ﴿۴۶﴾

سامان لیکن اللہ نے ناپسند کیا ہے ان کے اٹھنے کو پس ان کو کسل مند کردیا اور ان سے کہا گیا کہ بیٹھ جاؤ تم بیٹھنے والوں کے ساتھ ﴿۴۶﴾

لَوْ خَرَجُوْا فِيْكُمْ مَّا زَادُوْكُمْ اِلَّا خَبَالًا وَّلَا۟اَوْضَعُوْا خِلٰلَكُمْ يَبْغُوْنَكُمُ الْفِتْنَةَ ۚ وَفِيْكُمْ

اگر یہ نکلتے تمہارے درمیان تو نہ زیادہ کرتے تمہارے لئے مگر خرابی اور دوڑاتے تمہارے درمیان گھوڑے اور اونٹ تلاش کرتے ہیں یہ تمہارے لئے فتنہ اور تمہارے درمیان

سَمّٰعُوْنَ لَهُمْ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِالظّٰلِمِيْنَ ﴿۴۷﴾ لَقَدِ ابْتَغَوُا الْفِتْنَةَ مِنْ قَبْلُ وَقَلَّبُوْا لَكَ

ایسے لوگ بھی ہیں جو ان کی بات کو سنتے ہیں اور اللہ خوب جانتا ہے ظلم کرنے والوں کو ﴿۴۷﴾ بیشک (منافقین نے) تلاش کیا فتنہ اس سے پہلے بھی اور الٹ دیا انہوں نے

الْاُمُوْرَ حَتّٰى جَآءَ الْحَقُّ وَظَهَرَ اَمْرُ اللّٰهِ وَهُمْ كٰرِهُوْنَ ﴿۴۸﴾ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّقُوْلُ ائْذَنْ

معاملات کو آپ کے سامنے یہاں تک کہ حق آگیا اور اللہ کا حکم ہو گیا غالب اور یہ لوگ ناپسند کرنے والے ہیں ﴿۴۸﴾ اور بعض منافقین میں سے وہ ہیں جو کہتے ہیں کہ آپ

لِّيْ وَلَا تَفْتِنِّيْ ؕ اَلَا فِي الْفِتْنَةِ سَقَطُوْا ؕ وَاِنَّ جَهَنَّمَ لَمُحِيْطَةٌۢ بِالْكٰفِرِيْنَ ﴿۴۹﴾ اِنْ تُصِبْكَ

مجھے رخصت دے دیں اور مجھے فتنے میں نہ ڈالیں سنو! فتنے میں تو یہ گرے ہوئے ہیں اور بیشک جہنم البتہ گھیرنے والی ہے کافروں کو ﴿۴۹﴾ اگر پہنچے آپ کو کوئی بھلائی تو

حَسَنَةٌ تَسُؤْهُمْ ۚ وَاِنْ تُصِبْكَ مُصِيْبَةٌ يَّقُوْلُوْا قَدْ اَخَذْنَآ اَمْرَنَا مِنْ قَبْلُ وَيَتَوَلَّوْا

ان کو ناگوار گزرتی ہے اور اگر پہنچے آپ کو کوئی مصیبت تو کہتے ہیں کہ ہم نے اپنا معاملہ اس سے پہلے سنبھال لیا تھا اور پھرتے ہیں وہ اس حال میں کہ وہ خوشیاں

وَّهُمْ فَرِحُوْنَ ﴿۵۰﴾ قُلْ لَّنْ يُّصِيْبَنَآ اِلَّا مَا كَتَبَ اللّٰهُ لَنَا ۚ هُوَ مَوْلٰىنَا ۚ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ

منانے والے ہوتے ہیں ﴿۵۰﴾ اے پیغمبر! آپ کہہ دیجئے ہرگز نہیں پہنچتی ہمیں مگر وہی چیز جو اللہ نے لکھ دی ہے ہمارے لئے وہی ہمارا کارساز ہے اور اللہ ہی پر چاہئے

الْمُؤْمِنُوْنَ ﴿۵۱﴾ قُلْ هَلْ تَرَبَّصُوْنَ بِنَآ اِلَّآ اِحْدَى الْحُسْنَيَيْنِ ۭ وَنَحْنُ نَتَرَبَّصُ بِكُمْ

کہ ایمان والے لوگ بھروسہ رکھیں ﴿۵۱﴾ (اے پیغمبر!) آپ کہہ دیجئے کہ تم نہیں انتظار کرتے ہمارے بارے میں مگر دو نیکیوں میں سے ایک کا اور ہم انتظار کرتے ہیں تمہارے

اَنْ يُّصِيْبَكُمُ اللّٰهُ بِعَذَابٍ مِّنْ عِنْدِهٖٓ اَوْ بِاَيْدِيْنَا ڮ فَتَرَبَّصُوْٓا اِنَّا مَعَكُمْ مُّتَرَبِّصُوْنَ ﴿۵۲﴾

بارے میں کہ پہنچائے تم کو اللہ تعالیٰ سزا اپنی طرف سے یا ہمارے ہاتھوں سے پس انتظار کرو بیشک ہم بھی تمہارے ساتھ انتظار کرنے والے ہیں ﴿۵۲﴾

قُلْ اَنْفِقُوْا طَوْعًا اَوْ كَرْهًا لَّنْ يُّتَقَبَّلَ مِنْكُمْ ۭ اِنَّكُمْ كُنْتُمْ قَوْمًا فٰسِقِيْنَ ﴿۵۳﴾ وَمَا

اے پیغمبر! آپ کہہ دیجئے (اے منافقین) تم خرچ کرو خوشی سے یا ناخوشی سے ہرگز قبول نہیں کیا جائے گا تم سے بیشک تم ایسے لوگ ہو جو نافرمانی کرنے والے ہو ﴿۵۳﴾ اور نہیں روکا

مَنَعَهُمْ اَنْ تُقْبَلَ مِنْهُمْ نَفَقٰتُهُمْ اِلَّآ اَنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاللّٰهِ وَبِرَسُوْلِهٖ وَلَا يَاْتُوْنَ الصَّلٰوةَ

ان کے خرچ کو قبول کرنے سے مگر اس بات نے کہ بیشک انہوں نے کفر کیا ہے اللہ کے ساتھ اور اس کے رسول کے ساتھ اور نہیں ادا کرتے وہ نماز کو مگر اس حال میں کہ وہ سست ہوتے

اِلَّا وَهُمْ كُسَالٰى وَلَا يُنْفِقُوْنَ اِلَّا وَهُمْ كٰرِهُوْنَ ﴿۵۴﴾ فَلَا تُعْجِبْكَ اَمْوَالُهُمْ وَلَآ

ہیں اور نہیں خرچ کرتے مگر اس حال میں کہ وہ ناپسند کرنے والے ہوتے ہیں ﴿۵۴﴾ پس نہ تعجب میں ڈالیں آپ کو ان (منافقین) کے مال اور

اَوْلَادُهُمْ ۭ اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ بِهَا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَتَزْهَقَ اَنْفُسُهُمْ

ان کی اولادیں بیشک اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ ان کو سزا دے ان (مالوں اور اولادوں) کے ساتھ دنیا کی زندگی میں اور نکلیں ان کی جانیں اس حال میں کہ وہ

وَهُمْ كٰفِرُوْنَ ﴿۵۵﴾ وَيَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ اِنَّهُمْ لَمِنْكُمْ ۭ وَمَا هُمْ مِّنْكُمْ وَلٰكِنَّهُمْ قَوْمٌ

کفر کرنے والے ہوں ﴿۵۵﴾ اور (یہ منافق لوگ) قسمیں اٹھاتے ہیں اللہ کے نام کی کہ بیشک یہ تم میں سے ہیں حالانکہ یہ تم میں سے نہیں ہیں مگر یہ توڑرنے

يَّفْرَقُوْنَ ﴿۵۶﴾ لَوْ يَجِدُوْنَ مَلْجَاً اَوْ مَغٰرٰتٍ اَوْ مُدَّخَلًا لَّوَلَّوْا اِلَيْهِ وَهُمْ يَجْمَحُوْنَ ﴿۵۷﴾

والے لوگ ہیں ﴿۵۶﴾ اگر پاتے یہ کوئی پناہ گاہ یا کوئی غار یا کوئی سر چھپانے کی جگہ تو ضرور اس طرف چلے جاتے اور یہ بڑی تیزی سے رسیاں تڑاتے ہوئے ادھر جاتے ﴿۵۷﴾

وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّلْمِزُكَ فِي الصَّدَقٰتِ ۚ فَاِنْ اُعْطُوْا مِنْهَا رَضُوْا وَاِنْ لَّمْ يُعْطَوْا

اور ان (منافقین) میں سے بعض ایسے بھی ہیں جو صدقات کے بارے میں آپ پر طعن کرتے ہیں اگر ان کو صدقات میں سے کچھ دے دیا جائے تو راضی ہو جاتے ہیں

مِنْهَآ اِذَا هُمْ يَسْخَطُوْنَ ﴿۵۸﴾ وَلَوْ اَنَّهُمْ رَضُوْا مَآ اٰتٰىهُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ ۙ وَقَالُوْا حَسْبُنَا

لیکن اگر ان کو نہ دیا جائے اس سے تو یہ ناراض ہو جاتے ہیں ﴿۵۸﴾ اور اگر یہ لوگ راضی ہوتے ہیں اس بات پر جو اللہ نے ان کو دی اور اللہ کے رسول نے اور کہتے ہیں یہ کہ کافی ہے

اللّٰهُ سَيُؤْتِيْنَا اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ وَرَسُوْلُهٗٓ ۙ اِنَّآ اِلَى اللّٰهِ رٰغِبُوْنَ ﴿۵۹﴾

ہمارے لئے اللہ تعالیٰ دے گا ہمیں اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے اور اس کا رسول بھی۔ بیشک ہم اللہ کی طرف رغبت رکھنے والے ہیں ﴿۵۹﴾

ع۱۲

﴿۴۳﴾ عَفَا اللّٰهُ عَنْكَ ...الخ... ربط آیات ① اوپر منافقین کا ذکر تھا اب آگے بھی منافقین کا ذکر ہے۔
ربط ② اوپر مومنین کا ذکر تھا اب آگے منافقین کے احوال واقوال کا ذکر ہے۔

خلاصہ رکوع ⑤ تنبیہ خاتم الانبیاء برائے اجازت منافقین، احوال مؤمنین، احوال منافقین، منافقین کی عدم تیاری علامت عدم خروج، مشیت الٰہی، منافقین کا جہاد میں جانے کا مسلمانوں کو نقصان، منافقین کا طرز عمل اور حق کا غلبہ، بعض منافقین کا عذر، منافقین کی عادت مستمرہ فریضہ خاتم الانبیاء سے مؤمنین کے عقیدہ کا اظہار، فریضہ خاتم الانبیاء سے منافقین کے لیے تمنا، منافقین سے عدم قبولیت انفاق مال سبب عدم قبولیت، ازالہ شبہ، منافقین کے ایمان کے اظہار کا طریقہ، منافقین کی مجبوری، خودغرضی کے لئے الزام۔
ماخذ آیات ۴۳ تا ۵۹+

تنبیہ خاتم الانبیاء ﷺ برائے اجازت منافقین

منافقین نے تبوک نہ جانے کا فیصلہ تو کر ہی لیا تھا لیکن رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عذر پیش کر کے شریک نہ ہونے کی اجازت لیتے رہے، آپ نے اجازت دے دی، اس اجازت پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے عتاب ہوا، لیکن عتاب میں بھی ایک لطیف انداز میں اول یوں فرمایا "عَفَا اللّٰهُ عَنْكَ" یعنی اللہ نے آپ کو معاف فرما دیا اس کے بعد عتاب فرمایا اور یوں فرمایا کہ آپ نے لوگوں کو اجازت کیوں دی، یہ موقعہ سچوں اور جھوٹوں کے ظاہر ہونے کا تھا آپ اجازت دینے میں جلدی نہ فرماتے تو معلوم ہو جاتا کہ سچا عذر پیش کرنے والے کون ہیں؟ اور جھوٹے کون ہیں؟

﴿۴۴﴾ احوال مؤمنین: یعنی جو اہل ایمان اور اہل تقویٰ ہیں وہ اللہ کی راہ میں اپنی جان اور مال خرچ کرنے کو ہر وقت تیار رہتے ہیں وہ جہاد سے بچنے کے لئے نہ کوئی بہانہ بنائیں گے اور نہ رخصت طلب کریں گے۔

﴿۴۵﴾ احوال منافقین: یعنی جس کو اللہ پر ایمان نہیں اس کا دل مرنے کے لئے تیار نہیں یہی لوگ رخصت مانگنے کے لئے طرح طرح کے بہانے کرتے ہیں۔

﴿۴۶﴾ منافقین کی عدم تیاری علامت عدم خروج: ان منافقین کا جانے کا ارادہ بھی نہ تھا اگر جانے کا ارادہ ہوتا تو جانے کا کچھ سامان تیار کرتے۔ وَلٰكِنْ كَرِهَ اللّٰهُ ...الخ مشیت الٰہی: اللہ تعالیٰ نے ان کو سفر کے لئے اٹھنے کی ہمت بھی نہ دی کیونکہ وہ ان کے باطنی عزائم بخوبی جانتا تھا کہ یہ لوگ دل سے تو جانا نہیں چاہتے پس اللہ تعالیٰ نے ان پر سستی طاری کر کے کم ہمت بنا دیا کہ تم بھی بزدل لوگوں کے ساتھ گھروں میں بیٹھے رہو۔

﴿۴۷﴾ منافقین کا جہاد میں جانے کا مسلمانوں کو نقصان: ان کے نہ جانے سے کوئی نقصان نہیں ہے اور جانے سے نقصان یہ تھا کہ وہ تمہارے متعلق شر و فساد کی آگ بھڑکانے اور تمہارے اندر گھل مل کر تمہاری خبریں لینا اور لوگوں کو پہنچانا ان کا اچھا مشغلہ ہوتا اور سچے مسلمان ان سے متاثر ہوتے اس لئے اللہ تعالیٰ نے ان کو جانے ہی نہیں دیا۔

﴿۴۸﴾ منافقین کا طرز عمل اور حق کا غلبہ: اس میں منافقین کی پرانی شرارتوں کا تذکرہ فرمایا ہے کہ جب آنحضرت ﷺ مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ تشریف لائے تھے، تو یہ لوگ ہمیشہ سازشوں میں مصروف رہے کبھی یہودیوں کے ساتھ ملکر مؤمنوں کے خلاف سازش کی، اور کبھی مشرکین مکہ کو مسلمانوں کے خلاف مدد دی، اب بھی اگر جہاد کیلئے نکلتے تو کوئی نہ کوئی فتنہ ضرور کھڑا کرتے مگر حق ہمیشہ غالب رہے گا، اور یہ منافق اور یہود سازشوں میں ناکام رہ گئے۔

﴿۴۹﴾ بعض منافقین کا عذر : اس کے بعد ایک منافق کے بیان کردہ عذر کا ذکر فرمایا ہے۔ جد بن قیس ایک منافق تھا آنحضرت ﷺ نے اس کو غزوۂ تبوک میں شرکت کی دعوت دی، اس نے کہا یارسول اللہ میرا حال یہ ہے کہ مجھے عورتوں سے عشق ہوتا ہے اور رومی عورتیں خوبصورت ہیں، میں اپنے آپ کو قابو میں نہیں رکھ سکوں گا، لہٰذا آپ مجھے یہاں رہنے کی اجازت دے دیں، اور میں مالی امداد کرتا ہوں۔ آنحضرت ﷺ نے اس منافق سے اعراض فرمایا اور اس کو اجازت دے دی۔
(معالم التنزیل: ص:۲۵۳: ج:۲: ابن کثیر: ص:۵۸۸: ج:۲: قرطبی: ص:۱۴۳: ج۔۸)

﴿۵۰﴾ منافقین کی عادت مستمرہ : مسلمانوں کی مصیبت پر خوش ہوتے ہیں، اور انکی آسائش و راحت پر مغموم ہوتے ہیں۔

﴿۵۱﴾ فریضہ خاتم الانبیاء سے مؤمنین کے عقیدہ کا اظہار : آپ ﷺ انہیں کہہ دیں ہمارا اعتماد اللہ پر ہے ہمیں جو چیز پہنچے گی وہ اللہ کے حکم سے پہنچے گی اور اس میں ہمارے لئے کوئی نہ کوئی بہتری ہوگی۔

﴿۵۲﴾ فریضہ خاتم الانبیاء سے منافقین کے لیے تمنا : تم ہمارے بارے میں یہی انتظار کرتے ہو کہ ہمیں دو بھلایوں میں سے ایک بھلائی مل جائے خواہ وہ بھلائی ہو یعنی فتح ہو یا مصیبت یعنی شکست ہمارے لیے دونوں ہی بہتر ہیں، اور ہم تمہارے بارے میں یہ انتظار کرتے ہیں کہ اللہ کی طرف سے تم پر کوئی عذاب واقع ہو خواہ دنیا میں ہو یا آخرت میں یا ہمارے ہاتھوں سے

﴿۵۳﴾ منافقین سے عدم قبولیت انفاق : یہ آیت جد بن قیس کے جواب میں نازل ہوئی جسنے جہاد میں جانے سے معذرت کی اور مالی تعاون کا آپ کے ساتھ کرنے کا ذکر کیا تھا اللہ تعالیٰ نے اسکے جواب میں فرمایا کہ تم خوشی سے یا ناخوشی سے مال خرچ کرو ہرگز قبول نہیں کیا جائے گا مال قبول نہ کرنے کے دو مطلب ہیں ❶ ایک یہ ہے کہ تم مال لے کر حضور پاک ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو گئے تو آپ ﷺ قبول نہیں فرمائیں گے۔ ❷ دوسرا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس پر ثواب نہیں دیں گے۔
(کشاف: ص:۲۷۹: ج۔۲)

علامہ آلوسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: کہ یہاں یہ دونوں معنیٰ مراد لیے جاسکتے ہیں۔ (روح المعانی: ص:۲۹۸: ج۔۱۰)

حضرات مفسرین فرماتے ہیں کہ اگرچہ اس آیت کا شان نزول جد بن قیس کے بارے میں ہے مگر یہ آیت عموم الفاظ کی وجہ سے تمام منافقین کو شامل ہے۔

﴿۵۴﴾ منافقین کے اسباب کفر : اس آیت میں منافقین کے اسباب کفر کا بیان فرمایا ہے ❶ یہ لوگ اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ کفر کرتے ہیں۔ ❷ اور نماز میں سستی اور ❸ مال خرچ کرنے میں بددلی کا اظہار کرتے ہیں۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے ان کے مال کو قبول نہیں کیا۔

﴿۵۵﴾ ازالہ شبہ : پھر ان کی ظاہری حالت اچھی کیوں ہے؟ جواب: فرمایا کہ یہ مال و اولاد یہ کوئی اللہ کے ہاں مقبولیت کی دلیل نہیں بلکہ یہ کثرت بطور استدراج کے ہے جو انکے لئے باعث عذاب ہے۔

﴿۵۶﴾ منافقین کے ایمان کے اظہار کا طریقہ : اس آیت میں منافقین کی قسموں کا ذکر ہے جو جھوٹی قسمیں کھا کر اپنے ایمان کا اظہار کرتے ہیں حالانکہ وہ خوف کے مارے اسلام کا اظہار کرتے ہیں مگر باطن میں نہیں اگر یہ سچے مؤمن ہیں تو اپنے ایمان پر قسم کھانے کی ضرورت نہیں ہوتی بلکہ اس کے حالات و معاملات اور اعمال سے پتا چلتا ہے کہ یہ مؤمن ہے بلکہ یہ جھوٹی قسمیں کھا کر یہ باور کرانا چاہتے ہیں کہ ہم مؤمن ہیں تاکہ ہمارے ساتھ یہود و مشرکین جیسا معاملہ نہ ہو۔

﴿۵۷﴾ منافقین کی مجبوری : ان منافقین کو اگر کوئی پناہ گاہ مل جاتی یا کہیں پہاڑوں وغیرہ چھپنے کو غار مل جاتی تو یہ ضرور منہ

پھیر کر دوڑے چلے جاتے۔ یعنی اسلامی حکومت کے پھیلاؤ نے ان کو مجبور کر دیا ورنہ اگر ان کو کوئی ٹھکانہ ذرا سا بھی کہیں نظر آجائے تو تم کو چھوڑ کر ادھر بھاگ جائیں جس طرح کوئی جانور رسی توڑ کر بھاگ جاتا ہے۔ واللہ اعلم

﴿۵۸﴾ خود غرضی کے لئے الزام: ان میں بعض منافقین کی صدقات کی تقسیم کے بارے میں عادت تھی کہ وہ آپ پر طعن کرتے آپ اس میں کچھ ان کو دے دیتے تو خوش ہوتے اگر آپ نہ دیتے تو ناراض ہو جاتے کیونکہ ان کا مقصد ہی مفاد پرستی تھا اللہ کی رضا کے لئے تو انہوں نے اسلام قبول ہی نہیں کیا تھا۔ طعن کرنے والا شخص ذوالخویصرہ تمیمی ہے اور اس کا نام حرقوص بن زہیر ہے جو خارجیوں کا راس الرئیس اور اصل الاصول تھا۔

(قرطبی: ص:۱۵۱: ج:۸: تفسیر منیر: ص:۲۵۴: ج:۱۰: کشاف: ص:۲۸۱: ج:۲: معالم التنزیل: ص:۲۵۴: ج:۲)

﴿۵۹﴾ منافقوں کے لئے بھلائی: اگر انہیں روپیہ مطلوب نہ ہوتا تو جتنا ملتا اس پر اکتفا کرتے اور کہتے کہ ہمیں اللہ تعالیٰ کافی ہے جب ضرورت ہوتی پھر دیدے گا۔ اس آیت سے معلوم ہوا کہ صدقات منافقین کو بھی ملا کرتے تھے۔ پھر اس پر اشکال ہوتا ہے کہ کیا منافقین کو صدقات دینا جائز ہے؟

جواب: اگر منافقین سے منافق عملی مراد ہو اور صدقہ نفلی ہو تو پھر کوئی اشکال نہیں البتہ اگر منافق اعتقادی ہے تو پھر کہا جائے گا یہ اس وقت کا معاملہ ہے جب مؤمن اور منافق کا معاملہ احکام میں برابر تھا۔ واللہ اعلم

إِنَّمَا الصَّدَقَٰتُ لِلْفُقَرَآءِ وَالْمَسَٰكِينِ وَالْعَٰمِلِينَ عَلَيْهَا وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوبُهُمْ وَفِى الرِّقَابِ

بیشک صدقات فقراء کیلئے ہیں اور محتاجوں کیلئے ہیں اور جو اس کی تحصیل کا کام کرتے ہیں اور ان لوگوں کیلئے جن کے دلوں کو الفت دلائی جاتی ہے (اسلام کے مقصد میں)

وَالْغَٰرِمِينَ وَفِى سَبِيلِ اللَّهِ وَابْنِ السَّبِيلِ فَرِيضَةً مِّنَ اللَّهِ وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ ﴿٦٠﴾

اور گردنوں کو آزاد کرنے میں اور تاوان بھرنے والوں کیلئے اور اللہ تعالیٰ کے راستے میں اور مسافروں کیلئے یہ فریضہ ٹھہرایا ہوا ہے اللہ کی طرف سے اور اللہ تعالیٰ سب کچھ جاننے والا اور حکمت والا ہے ﴿۶۰﴾

وَمِنْهُمُ الَّذِينَ يُؤْذُونَ النَّبِىَّ وَيَقُولُونَ هُوَ أُذُنٌ قُلْ أُذُنُ خَيْرٍ لَّكُمْ يُؤْمِنُ بِاللَّهِ

اور بعض ان (منافقین) میں سے وہ ہیں جو تکلیف پہنچاتے ہیں اللہ کے نبی کو اور کہتے ہیں کہ وہ کان (کے کچے) ہیں آپ کہہ دیجئے وہ کان ہیں تمہاری بہتری کیلئے وہ یقین

وَيُؤْمِنُ لِلْمُؤْمِنِينَ وَرَحْمَةٌ لِّلَّذِينَ ءَامَنُوا مِنكُمْ وَالَّذِينَ يُؤْذُونَ رَسُولَ اللَّهِ

رکھتے ہیں اللہ پر اور تصدیق کرتے ہیں ایمان والوں کی اور مہربان ہیں ان لوگوں کیلئے جو ایمان لائے تم میں سے اور وہ لوگ جو تکلیف پہنچاتے ہیں

لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ﴿٦١﴾ يَحْلِفُونَ بِاللَّهِ لَكُمْ لِيُرْضُوكُمْ وَاللَّهُ وَرَسُولُهُۥٓ أَحَقُّ

اللہ کے رسول کو ان کیلئے دردناک عذاب ہے ﴿۶۱﴾ یہ (منافق) قسمیں اٹھاتے ہیں اللہ کے نام کی تمہارے سامنے تاکہ تمہیں خوش کریں حالانکہ اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول زیادہ حقدار

أَن يُرْضُوهُ إِن كَانُوا مُؤْمِنِينَ ﴿٦٢﴾ أَلَمْ يَعْلَمُوٓا أَنَّهُۥ مَن يُحَادِدِ اللَّهَ وَرَسُولَهُۥ فَأَنَّ

ہے کہ یہ اس کو خوش کریں اگر یہ ایمان رکھتے ہیں ﴿۶۲﴾ کیا ان لوگوں نے نہیں جانا کہ بیشک جو شخص مخالفت کرے گا اللہ کی اور اس کے رسول کی تحقیق اس کیلئے

لَهُۥ نَارَ جَهَنَّمَ خَٰلِدًا فِيهَا ذَٰلِكَ الْخِزْىُ الْعَظِيمُ ﴿٦٣﴾ يَحْذَرُ الْمُنَٰفِقُونَ أَن تُنَزَّلَ

جہنم کی آگ ہے جس میں وہ ہمیشہ رہنے والا ہوگا اور یہ بے رسوائی بڑی ﴿۶۳﴾ ڈرتے ہیں منافق اس بات سے کہ نازل کی جائے ان پر کوئی سورۃ جو بتلادے

عَلَيْهِمْ سُورَةٌ تُنَبِّئُهُمْ بِمَا فِي قُلُوبِهِمْ ۚ قُلِ اسْتَهْزِءُوا ۚ إِنَّ اللَّهَ مُخْرِجٌ

ان کو جو کچھ ان کے دلوں میں ہے اے پیغمبر! آپ کہہ دیجئے ٹھٹا کرلو بیشک اللہ تعالیٰ نکالنے والا ہے اس چیز کو

مَّا تَحْذَرُونَ ﴿٦٤﴾ وَلَئِن سَأَلْتَهُمْ لَيَقُولُنَّ إِنَّمَا كُنَّا نَخُوضُ وَنَلْعَبُ ۚ قُلْ أَبِاللَّهِ

جس سے تم ڈرتے ہو ﴿۶۴﴾ اور اگر آپ ان سے پوچھیں تو یہ کہیں گے کہ بیشک ہم تو بات چیت کرتے تھے اور محض دل لگی کرتے تھے۔ اے پیغمبر! آپ کہہ دیجئے

وَآيَاتِهِ وَرَسُولِهِ كُنتُمْ تَسْتَهْزِئُونَ ﴿٦٥﴾ لَا تَعْتَذِرُوا قَدْ كَفَرْتُم بَعْدَ إِيمَانِكُمْ ۚ إِن

کیا اللہ کے ساتھ اور اس کی آیتوں کے ساتھ اور اس کے رسول کے ساتھ تم ٹھٹا کرتے تھے ﴿۶۵﴾ مت بہانے بناؤ تم نے کفر کیا ہے ایمان کے ظاہر کرنے کے بعد اگر ہم معاف

نَّعْفُ عَن طَائِفَةٍ مِّنكُمْ نُعَذِّبْ طَائِفَةً بِأَنَّهُمْ كَانُوا مُجْرِمِينَ ﴿٦٦﴾

کریں گے ایک گروہ کو تم میں سے تو یقیناً ہم سزا دیں گے ایک گروہ کو اس وجہ سے کہ بیشک وہ مجرم ہیں ﴿۶۶﴾

﴿۶۰﴾ إِنَّمَا الصَّدَقَٰتُ ... الخ ربط آیات: اوپر گزر چکا ہے کہ منافقین نے تقسیم صدقات پر اعتراض کیا تھا اب مصارف زکوٰۃ کا اعلان کیا جاتا ہے تاکہ منافقین کو پتہ لگ جائے کہ صدقات میں حضور ﷺ سراپا نور فداہ ابی وامی کو ذاتی غرض نہیں ہے آپ تو اس سے ایک کوڑی لینے کے لیے بھی تیار نہیں۔

خلاصہ رکوع ۸ تعداد مصارف زکوٰۃ۔ ۸، منافقین کی بدگوئی، اس کا جواب، نتیجہ، منافقین کی جھوٹی قسمیں، تنبیہ منافقین، منافقین کا اندیشہ، طریق مناظرہ، فریضہ خاتم الانبیاء، منافقین کے حیلے بہانے۔ ماخذ آیات ۶۱: تا ۶۶+

تعداد مصارف زکوٰۃ: ۱ فقراء ۲ مساکین، فقراء اور مسکین کے معنیٰ میں اگرچہ اختلاف ہے مگر حاصل معنی یہ ہے کہ فقیر جس کے پاس کچھ نہ ہو۔ اور مسکین کے معنیٰ ہیں جس کے پاس نصاب سے کم ہو۔ لیکن زکوٰۃ لینے میں دونوں برابر ہیں۔

۳ مصرف عاملین ہے جو اسلامی حکومت کی طرف سے صدقات زکوٰۃ وغیرہ وصول کر کے بیت المال میں جمع کرنے کی خدمت پر مامور ہوتے ہیں۔

مسئلہ: عامل کو اسکی محنت کے بقدر اجرت دینی چاہیئے۔ (قرطبی: ص: ۱۶۲؛ ج: ۸؛ بحر محیط ص: ۵۹؛ ج: ۵؛ معالم التنزیل؛ ص: ۲۵۶؛ ج۔ ۲)

لیکن نصف زکوٰۃ سے اجرت زیادہ نہیں ہونی چاہیئے۔ (مظہری؛ ص: ۲۳۴؛ ج: ۴؛ روح المعانی؛ ص: ۱۲۵؛ ج۔ ۱۰)

عامل اگرچہ مالدار ہو تب بھی زکوٰۃ سے اجرت دی جائے گی، کیونکہ یہ رقم بطور حق الخدمت کے ہے اور یہ حق الخدمت مال داروں کی طرف سے نہیں بلکہ فقراء کی طرف سے ہے اس کی مثال ایسے ہے جیسے کوئی فقیر اجرت پر کسی سے اپنا ذاتی کام کرواتا ہے اور اسکی اجرت میں وہ مال دیتا ہے جو اسکو زکوٰۃ کی مد میں ملا تھا جیسے یہ جائز ہے اسی طرح وہ مال جو اسکو بطور زکوٰۃ ملا تھا اس سے بھی دینا جائز ہے۔

مسئلہ: درسہ کے مدرسین اور ملازمین کی تنخواہیں زکوٰۃ کی رقم سے دینا جائز نہیں اس لئے کہ زکوٰۃ میں شرط ہے تملیک بلا عوض ہو اور تنخواہ خدمت کا معاوضہ ہوتا ہے اس لئے جائز نہیں۔ (معارف القرآن؛ ص: ۲۶؛ ج ۳، م، ک، د)

۴ مؤلفۃ القلوب جن کے اسلام لانے کی امید ہو یا اسلام میں کمزور ہوں وغیرہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں صحابہ کرام کا اس پر اجماع ہو گیا کہ اب زکوٰۃ اور صدقات میں مؤلفۃ القلوب کا حصہ ساقط ہو گیا ہے۔

(قرطبی: ص:۱۶۶، ج:۸، روح المعانی: ص:۱۳۶، ج:۱۰، زاد المسیر، ص:۵۷، ج:۳، بحر محیط: ص:۵۸، ج:۵)

❺ فی الرقاب: یعنی غلاموں کا بدل کتابت ادا کر کے آزادی دلائی جائے یا خرید کر آزاد کئے جائیں یا اسیروں کا فدیہ دے کر رہا کرائے جائیں۔ ❻ غارمین: جن پر کوئی حادثہ پڑا اور مقروض ہو گئے یا کسی کی ضمانت وغیرہ کے بارے میں دب گئے۔ ❼ فی سبیل اللہ: جہاد وغیرہ میں جانے والوں کی اعانت کی جائے۔ ❽ وابن السبیل: یعنی مسافر جو حالت سفر میں مالک نصاب نہ ہو۔ مگر اپنے ٹھکانہ پر مال رکھتا ہو احناف کے نزدیک تملیک ہر صورت میں ضروری ہے اور فقر شرط ہے۔ (عثمانی)

﴿۶۱﴾ منافقین کی بدگوئی اور اس کا جواب: منافقین آنحضرت ﷺ کی پشت پیچھے بدگوئی کرتے تھے جب ان سے کہا جاتا کہ یہ تو تکلیف دینے والی باتیں ہیں تو اس پر بعض لوگوں نے یہ جواب دیا کہ کوئی بات نہیں انکو راضی کرنا اور سمجھانا آسان ہے وہ تو بس "کان" ہیں یعنی جو کہو سن لیتے اور اس پر کوئی ایکشن نہیں لیتے۔ اللہ پاک نے اس کا جواب دیا اگر وہ کان ہیں تو تمہارے بھلے کے لئے ہیں آنحضرت ﷺ کی یہ عادت تمہارے حق میں بہتر ہے۔ اور تم سے ایکشن نہ لینا اس بات کی دلیل نہیں کہ اللہ کے نبی کو آپ کی گفتگو کا پتہ نہیں یا اسکو تمہاری گفتگو پر یقین ہی نہیں ہے بلکہ اسکو یقین تو ایمانداروں اور اللہ پر ہے۔ باقی تمہارے حق میں خاموشی انکی خصوصی مہربانی ہے۔

اصحاب ثلاثہ آپ ﷺ کی مجلس کے اعلیٰ ممبران تھے

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے کھلے لفظوں میں بتا دیا ہے کہ آنحضرت ﷺ مخلصین ومؤمنین کی باتیں سنتے اور ان کی تصدیق فرماتے تھے اور خالص مؤمنین پر آپ کی نظر عنایت ہوتی اور یہ بات مسلمہ ہے کہ اصحاب ثلاثہ یعنی حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر فاروق اور حضرت عثمان رضوان اللہ علیہم اجمعین آپ ﷺ کی مجلس شوریٰ کے اعلیٰ ممبران تھے اور آپ ﷺ جملہ امور میں ان سے مشورہ لیتے تھے، اور اس پر عمل بھی فرماتے تھے، اور اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ نبی ﷺ کو اجازت نہیں کہ غیر مؤمن لوگوں کی باتوں کو سن کر تصدیق کرے چہ جائے کہ ان کو مشیر یا مصاحب گردانے، اور یقین جانئے جس قدر اصحاب ثلاثہ پر نظر شفقت تھی اس کی مثال پیش نہیں کی جاسکتی اور اس آیت کا منطوق بتا رہا ہے کہ آپ کی نظر کرم صرف مؤمنین پر ہوا کرتی تھی، بڑے فکر کی بات ہے کہ اہل تشیع کو یہ نظر شفقت کیوں نظر نہیں آتی؟ اور ان کے ایمان پر شک کرنا اور اپنی آخرت کو تباہ کرنا اپنے لئے بہت بڑی بے انصافی ہے۔

وَالَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ... الخ نتیجہ توہین پیغمبر: اور جو لوگ پیغمبر ﷺ کو تکلیف پہنچاتے ہیں ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔ اس مسئلہ پر بقدر ضرورت بحث ہم نے سورۃ بقرہ آیت نمبر ۱۰۴ میں کی ہے مگر اس آیت کے تحت کچھ گزارشات ملاحظہ فرمائیں۔

شاتم رسول ﷺ کی سزا پر اشکال اور اس کے جوابات

اشکال: آج کے دور کے نام نہاد مفکر اور علمی یتیم کہتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ اس قدر صبر وتحمل اور اخلاق عالیہ کے منصب پر فائز تھے، جو آپ ﷺ کو ایذاء وتکلیف دیتا آپ ﷺ اس کو معاف کر دیتے تھے، لہٰذا جو شخص آپ ﷺ کی توہین کرتا ہے اس کو آپ کے مبارک اسوہ پر عمل کرتے ہوئے معاف کیا جائے نہ کہ اس کو سزا دی جائے؟

جواب: ❶ آنحضرت ﷺ کا مخالفین کی ایذاء پر صبر کرنا، اور ان کو معاف کرنا، آپ ﷺ کی مبارک زندگی کے ساتھ خاص تھا، اور یہ آپ کا حق تھا، اس لئے بعض کو آپ ﷺ نے معاف کیا، اور بعض بدبختوں کو آپ ﷺ کے اشارے

سے قتل کیا گیا، مگر معاف کرنے کا حق آپ ﷺ کی امت میں سے کسی کو حاصل نہیں۔
چنانچہ علامہ ابن تیمیہؒ "الصارم المسلول" میں لکھتے ہیں: "اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ کَانَ لَہ اَنْ یَّعْفُوْا عَمَّنْ شَتَمَہ وَسَبَّہ فِیْ حَیَاتِہٖ وَلَیْسَ لِاُمَّتِہٖ اَنْ یَّعْفُوْا عَنْ ذٰلِکَ"۔ (ص ۱۶۱: فصل حکم شاتم النبی ﷺ فی آثار الصحابۃ والتابعین)
ترجمہ: آنحضرت ﷺ کو تو یہ اختیار حاصل تھا کہ اپنی زندگی میں سب وشتم کرنے والوں سے درگزر کریں لیکن آپ ﷺ کی امت کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ اس جرم کو معاف کردیں۔
جواب ۔ ❷ قرآن کریم نے شاتم رسول کی سزا کو کھلے لفظوں میں بیان کیا ہے چنانچہ سورۃ الاحزاب آیت :۵۷: میں ہے "اِنَّ الَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ لَعَنَھُمُ اللّٰہُ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ وَاَعَدَّ لَھُمْ عَذَابًا مُّھِیْنًا"۔ ترجمہ: جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کو ایذاء دیتے ہیں ان پر اللہ تعالیٰ نے دنیا اور آخرت میں لعنت کی ہے اور ان کے لیے ذلت کا عذاب تیار کیا ہے۔ اس آیت کے علاوہ دیگر آیات قرآنی بھی حضرت قاضی عیاضؒ نے "کتاب الشفا" میں نقل فرمائی ہیں۔ دیکھیں۔
بہرحال اس آیت میں آنحضرت ﷺ کی شان میں گستاخی اور بے ادبی کرنے والوں کا نتیجہ اور سزا بیان کی گئی ہے کہ ان پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے اور آخرت میں ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔ حضرت قاضی عیاضؒ فرماتے ہیں کہ گستاخ رسول پر دنیوی لعنت یہ ہے کہ اس کو قتل کردیا جائے، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان سورۃ الاحزاب آیت :۶۱: میں موجود ہے "مَّلْعُوْنِیْنَ اَیْنَمَا ثُقِفُوْٓا اُخِذُوْا وَقُتِّلُوْا تَقْتِیْلًا"۔ ترجمہ: لعنت کئے گئے ہیں جہاں کہیں پائے جائیں گے پکڑے جائیں گے اور قتل کیا جائیں گے۔
(کتاب الشفا: ص ۲: ۵: ۱۵ الفصل الثانی: فی الحجۃ فی ایجاب قتل من سبہ اوعابہ ﷺ)
جواب ۔ ❸ آنحضرت ﷺ کا فرمان ذیشان ہے "مَنْ سَبَّ نَبِیًّا فَاقْتُلُوْہُ وَمَنْ سَبَّ اَصْحَابِیْ فَاضْرِبُوْہُ"۔
ترجمہ: جو شخص انبیاء کرام علیہم السلام پر سب وشتم کرے اس کو قتل کردو اور جو شخص میرے صحابہ کو گالی گلوچ دے اس کی گردن اڑادو۔
جواب نمبر ایک میں گزر چکا ہے کہ بعض بدبختوں کو آنحضرت ﷺ نے فتح مکہ کے موقع پر قتل کرنے کا حکم بھی دیا ان میں سے:
① ایک کعب بن اشرف مشہور یہودی ہے یہ آنحضرت ﷺ کی شان اقدس میں گستاخی کیا کرتا تھا، اور ہجو یہ اشعار کہتا تھا، چنانچہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کعب بن اشرف کو کون ٹھکانے لگائے گا؟ حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آنحضرت ﷺ کی خواہش پر اس کا کام تمام کردیا۔ (بخاری: ص ۱۰۱ ھ، رقم الحدیث ۴۰۳۷ باب قتل کعب ابن الاشرف کتاب المغازی)
② شاتم رسول (ﷺ) ابن خطل اور اس کی دو لونڈیاں آنحضرت ﷺ کی شان اقدس میں گستاخی کیا کرتی تھی آپ ﷺ نے فتح مکہ کے دن قتل کرنے کا حکم دیا۔ (کتاب الشفا: ص ۲۵۶) حالانکہ فتح مکہ عام معافی کا دن تھا، ابن خطل غلاف کعبہ کو پکڑے ہوئے تھا، حضور ﷺ نے معاف نہیں فرمایا بلکہ قتل کا حکم دیا۔ (بخاری ص ۸۴ اباب دخول الحرم ومکۃ بغیر احرام کتاب جزاء الصید)
③ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ جب عقبہ بن معیط قتل ہونے لگا تو اس نے پکار کر کہا قبیلہ قریش کے لوگو! آج میں تمہارے سامنے قتل کیا جارہا ہوں (اور تم خاموش ہو) تو آنحضرت ﷺ نے اس موقع پر ارشاد فرمایا "بِکُفْرِکَ وَافْتِرَائِکَ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ" تو اپنے کفر اور رسول اللہ ﷺ افتراء پردازی کے باعث قتل ہورہا ہے۔
(کتاب الشفا ص ۔ ۲۵۶)
اس قسم کے کئی واقعات حضرت قاضی عیاضؒ نے "الشفا" میں نقل کئے ہیں جس میں آنحضرت ﷺ نے ان لوگوں کو قتل

کرنے کا حکم دیا ہے جنہوں نے شان اقدس میں گستاخیاں کی ہیں، یہ بات بھی یاد رکھیں کہ شاتم رسول ﷺ کے قتل پر پوری امت کا اجماع ہے۔ (دیکھیں کتاب الشفا: الباب: الاول فی بیان ما ہو فی حقہ ﷺ سب او نقص من تعریض او نص)

مواعظ ونصائح

سنی ہوئی بات کو دوبارہ سننے سے دلچسپی ظاہر کریں: اگر کوئی شخص آپ کو ایسا واقعہ یا قصہ سنائے جو آپ پہلے کسی سے سن چکے ہوں تو پھر بھی اس کے دوبارہ سننے اور اس میں دلچسپی ظاہر کرنے میں کیا حرج ہے۔

عبداللہ بن مبارک کا طرز عمل: اس سلسلہ میں حضرت عبداللہ بن مبارک کا طرز عمل ہمارے لیے ایک نمونہ ہے۔ آپ فرماتے تھے کہ "واللہ کوئی شخص جب بھی مجھے کوئی حدیث سناتا ہے تو اگرچہ میں نے وہ حدیث اس کے پیدا ہونے سے بھی پہلے سن رکھی ہو، پھر بھی میں اس کو سنتا ہوں اور ایسی توجہ سے سنتا ہوں جیسے میں اس کو پہلی بار سن رہا ہوں۔" دیکھئے یہ کیسا اچھا طرز عمل ہے!

اسی سلسلہ میں عہد نبوی کا ایک واقعہ بھی سننے سے تعلق رکھتا ہے۔ غزوۂ خندق کے موقع پر مسلمانوں نے مدینہ کے گرد خندق کھود کر اس کو خوب مستحکم اور پختہ بنایا۔ اس وقت ان کے ساتھ ایک صاحب جعیل نامی تھے جن کا نام رسول اللہ ﷺ نے تبدیل کر کے عمرو رکھ دیا تھا۔ صحابہ کرامؓ خندق کھودتے وقت ان کے نام کے ساتھ رجز یہ شعر پڑھتے جاتے تھے۔ وہ کہتے ہیں۔

سَمَّاهُ مِنْ بَعْدِ جُعَيْلٍ عَمْرًا　　　وَكَانَ لِلْبَائِسِ يَوْمًا ظَهْرًا

"جعیل کے بعد آپ نے اس کا نام عمرو رکھا، وہ اس بے چارے کے لیے بڑی خوشی وکامرانی کا دن تھا۔"

صحابہ کرام ﷺ جب "عمرا" کہتے تو رسول اللہ ﷺ بھی ان کے ساتھ یہ لفظ دہراتے۔ اور وہ "ظہرا" کہتے تو آپ بھی ان کے ساتھ یہ لفظ کہتے۔ آپ کے اس عمل سے صحابہؓ کو احساس ہوتا کہ آپ بھی ہمارے ساتھ ہیں۔ اس سے ان کی ہمتیں بڑھتیں۔

جب رات ہوئی تو سردی کی شدت بڑھ گئی لیکن پھر بھی وہ خندق کھودتے رہے۔ رسول اللہ ﷺ خندق پر تشریف لائے تو دیکھا کہ انصار اور مہاجرین سخت سردی کے باوجود خوشی خوشی اپنے ہاتھوں سے خندق کھود رہے ہیں۔ جب انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو وہاں دیکھا تو یہ رجز پڑھا:

نَحْنُ الَّذِيْنَ بَايَعُوْا مُحَمَّدًا　　　عَلَى الْجِهَادِ مَا بَقِيْنَا اَبَدًا

"ہم وہ لوگ ہیں جنہوں نے تاحیات محمد ﷺ کے ہمراہ جہاد کرنے کی بیعت کی ہے۔"

اور رسول اللہ ﷺ ان کے جواب میں فرماتے۔

اَللّٰهُمَّ اِنَّ الْعَيْشَ عَيْشُ الْاٰخِرَةْ　　　فَاغْفِرِ الْاَنْصَارَ وَالْمُهَاجِرَةْ

"اے اللہ! اصل زندگی تو بس آخرت کی زندگی ہے پس انصار اور مہاجرین کو بخش دے۔"

آپ خندق کی کھدائی کے تمام دنوں میں اسی طرح کھدائی میں اور رجز خوانی میں ان کے ساتھ شریک رہے جس کی وجہ سے انہوں نے خوب خوب جوش وخروش سے کام کیا۔ ایک مرتبہ آپ نے دیکھا کہ وہ لوگ گرد وغبار میں اٹے ہوئے ہیں اور یہ رجز پڑھ رہے ہیں۔

وَاللّٰهِ لَوْ لَا اللّٰهُ مَا اهْتَدَيْنَا　　وَلَا تَصَدَّقْنَا وَ لَا صَلَّيْنَا

فَاَنْزِلَنْ سَكِيْنَةً عَلَيْنَا　　وَثَبِّتِ الْاَقْدَامَ اِنْ لَّاقَيْنَا

اِنَّ الْاُلٰى قَدْ بَغَوْا عَلَيْنَا　　اِذَا اَرَادُوْا فِتْنَةً اَبَيْنَا

"واللہ! اگر اللہ ہدایت نہ کرتا تو ہم ہدایت نہ پاتے۔ نہ صدقہ وخیرات کرتے اور نہ نماز پڑھتے۔ پس ہم پر سکینت اور تسلی اتار۔ اور اگر ہمارا (کافروں سے) ٹکراؤ ہو جائے تو ہمیں ثابت قدم رکھ۔ بے شک یہ (کافر) لوگ ہم پر ظلم و زیادتی کر رہے ہیں، انہوں نے جب بھی فتنہ وفساد کا ارادہ کیا تو ہم نے (ظلم وستم سہنے سے) انکار کیا۔"

رسول اللہ ﷺ بھی ان کے ساتھ ساتھ یہ رجز پڑھ رہے تھے، آپ اس کے آخری الفاظ خوب کھینچ کر پڑھتے تھے، یعنی "اَبَیْنَا، اَبَیْنَا" فرماتے۔ اسی طرح جب بھی کوئی آپ سے مذاق کی بات کرتا تو آپ ہنس کر یا مسکرا کر اس کی بات میں شریک ہوتے۔

حضرت عمرؓ کا مذاق: سورہ احزاب میں ہے کہ ایک مرتبہ ازواج مطہرات نے آپ سے نان نفقہ اور خرچہ کا بہت مطالبہ کیا تو آپ ان سے ناراض ہو کر مسجد میں خلوت نشین ہو گئے۔ اس موقع پر حضرت عمرؓ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور انہوں نے دل میں سوچا کہ آج میں رسول اللہ ﷺ کو ضرور ہنساؤں گا۔

انہوں نے عرض کیا: یارسول اللہ! آپ نے دیکھا ہوگا جب ہم مکہ میں قبیلہ قریش میں رہتے تھے تو ہم عورتوں پر غالب تھے۔ اس زمانہ میں جب بھی ہماری کوئی بیوی نفقہ مانگتی تھی تو ہم اس کی گردن ناپ دیتے۔ لیکن جب ہم مدینہ آئے تو یہاں دیکھا کہ عورتیں مردوں پر غالب ہیں۔ ہماری عورتوں نے جب ان کو دیکھا تو وہ بھی ان سے یہ بات سیکھ گئیں اور مردوں پر جری ہو گئیں۔

رسول اللہ ﷺ حضرت عمرؓ کی یہ بات سن کر مسکرانے لگے۔ حضرت عمرؓ نے پھر مزید مزاحیہ باتیں سنائیں تو آپ ان کو سن کر اور زیادہ مسکرائے۔ آپ احادیث کی کتابوں میں پڑھتے ہوں گے کہ آپ اتنا مسکراتے تھے کہ آپ کی ڈاڑھیں نظر آنے لگتی تھیں تو دیکھئے آپ کتنے خوش اخلاق تھے۔ اللہ تعالیٰ نے بھی آپ کے اخلاق کی تعریف فرمائی ہے فرمایا: وَاِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِیْمٍ۔ (القلم:۴) "یقیناً تم (اے محمد) اخلاق کے اعلیٰ درجہ پر ہو۔"

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِیْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ (احزاب:۲۱) "تمہارے لیے رسول اللہ کی ذات میں بہترین نمونہ ہے۔" آپ دوسرے مختلف لوگوں کے ساتھ بھی اسی طرح ان کی باتوں میں دلچسپی کا اظہار فرماتے تھے۔ لیکن ان میں سے بعض لوگ یہ جادو اثر طریقہ کرنے سے محروم تھے اور کسی قسم کی دلچسپی کا اظہار نہیں کر سکتے تھے۔ بلکہ منہ بند کیے رہتے اور جلد بازی کا مظاہرہ کرتے۔ لیکن اس کے باوجود آپ ان کے اس روکھے پن کو برداشت فرماتے تھے۔

ایک اعرابی کا برتاؤ: ایک دن آپ ﷺ مکہ اور مدینہ کے درمیان ایک مقام "جعرانہ" میں فروکش تھے، آپ کے ساتھ حضرت بلالؓ بھی تھے۔ وہاں آپ کے پاس ایک اعرابی آیا۔ ایسا ظاہر ہوتا تھا کہ اس نے رسول اللہ ﷺ سے اپنی ضرورت پوری کرنے کے لیے کچھ مانگا تھا جس کا آپ نے وعدہ کر لیا تھا لیکن اس وقت آپ مہیا نہیں کر سکے تھے۔ اس اعرابی کو بہت جلدی تھی۔ وہ آپ سے کہنے لگا: اے محمد! جو آپ نے مجھ سے وعدہ کیا تھا کیا وہ آپ پورا نہیں کریں گے؟

آپ نے نرمی سے فرمایا: "تمہارے لیے خوشخبری ہے۔" دیکھئے "خوشخبری" کتنا اچھا لفظ ہے، اس سے زیادہ نرم کوئی لفظ ہو سکتا ہے! لیکن اس اعرابی نے اس کا کوئی اثر نہیں لیا اور نہ اس سے خوش ہوا، بلکہ الٹا ناراض ہو کر چیخا "میں نے آپ کی بہت خوشخبریاں سن لی ہیں۔" اس گنوار کا یہ جملہ سن کر آپ کو غصہ تو بہت آیا لیکن آپ نے غصہ کو دبائے رکھا اور حضرت ابو موسیٰؓ اور حضرت بلالؓ کی طرف متوجہ ہوئے جو وہیں آپ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ آپ نے ان سے فرمایا: "اس نے تو خوشخبری قبول نہیں کی، اب تم دونوں یہ خوشخبری قبول کر لو۔"

وہ دونوں بڑے خوش ہوئے اور عرض کیا: "یارسول اللہ! ہم نے یہ خوشخبری قبول کی۔" پھر آپ نے ایک برتن میں پانی منگوایا

اس میں ہاتھ دھوئے، منہ دھویا اور کلی کی اور پھر فرمایا: "تو تم دونوں اس میں سے پانی پیو، اور اپنے چہرہ پر اور گردن پر اس کو ملو اور خوشخبری قبول کرو۔" یعنی اس پانی کی برکت کی خوشخبری قبول کرو۔ ان دونوں حضرات نے وہ برتن اٹھایا اور آپ کے فرمانے کے مطابق عمل کیا اور بڑے خوش ہوئے۔ اس وقت حضرت ام سلمہؓ بھی قریب ہی پردہ کے پیچھے بیٹھی تھیں۔ انہوں نے یہ سب سن کر سوچا کہ میں کیوں اس برکت سے محروم رہوں، لہٰذا انہوں نے پردہ کے پیچھے سے ہی باآواز بلند فرمایا: اس میں سے اپنی ماں کے لیے بھی کچھ بچائے رکھنا۔ انہوں نے کچھ پانی ام المومنینؓ کے لیے بھی بچا کر ان کو بھیج دیا جس کو انہوں نے رسول اللہ ﷺ کی ہدایت کے مطابق استعمال کیا۔

دیکھا آپ نے ! ہمارے پیارے رسول اللہ ﷺ کیسے حساس، دوسروں کا خیال رکھنے والے اور متحمل مزاج تھے۔ کسی قسم کا کوئی جھگڑا نہیں کرتے تھے اور نہ بحث تقریر میں پڑتے تھے۔

گیارہ عورتوں کی باتیں اور آپ کا تبصرہ: رسول اللہ ﷺ کس حد تک دوسروں کی باتوں میں دلچسپی لیتے تھے اس کا اندازہ آپ کو مندرجہ ذیل واقعہ سے ہوگا۔ ایک روز آپ حضرت عائشہؓ کے پاس تشریف فرما تھے تو انہوں نے آپ کو کچھ عورتوں کی باتیں سنانا شروع کیں۔ انہوں نے بڑی تفصیل سے خاصی دیر تک یہ باتیں سنائیں، لیکن آپ نے اپنے مشاغل کی کثرت اور عدیم الفرصتی کے باوجود نہایت اطمینان سے حضرت عائشہؓ کی باتیں دلچسپی سے سنیں اور ان پر تبصرہ بھی فرماتے رہے، جب تک انہوں نے وہ باتیں پوری نہیں سنادیں آپ انہماک سے سنتے رہے۔

وہ طویل باتیں کیا تھیں، آپ بھی سنئے: حضرت عائشہؓ نے بیان کیا کہ ایک مرتبہ زمانہ جاہلیت میں گیارہ عورتیں یہ معاہدہ کر کے بیٹھیں کہ وہ اپنے خاندوں کا پورا حال بیان کردیں گی اور کچھ چھپائیں گی نہیں۔

پہلی عورت: پہلی عورت نے کہا: "میرے خاوند ناکارہ دبلے اونٹ کے گوشت کی طرح ہے، اور وہ گوشت بھی ایسا جو ایک دشوار گزار پہاڑ کی چوٹی پر رکھا ہو کہ نہ پہاڑ کا راستہ آسان ہے کہ اس پر چڑھنا ممکن ہو اور نہ وہ گوشت ایسا اچھا ہے کہ اس کو اٹھا کر لانے کی کوشش کی جائے۔" (اس نے اپنے خاوند کو ایک بوڑھے اونٹ کے خراب گوشت سے تشبیہ دی جو ایک دشوار گزار پہاڑ پر رکھا ہو۔ لہٰذا کوئی اس کو حاصل کرنے کے لیے اس دشوار گزار پہاڑ پر چڑھنے کی خواہش نہیں کرتا اور وہ گوشت بھی اتنا ردی ہے کہ اس کے حصول کے لیے اتنی محنت بیکار ہے۔ گویا وہ ایک بے فیض اور بیکار ہستی ہے۔ لیکن اس کے باوجود متکبر اور بدخلق ہے جس کی وجہ سے اس تک رسائی بھی مشکل ہے)۔

دوسری عورت: دوسری عورت بولی کہ "میں اپنے خاوند کے بارے میں کچھ نہیں کہہ سکتی۔ مجھے ڈر ہے کہ اگر اس کے عیوب بیان کرنے شروع کروں تو پھر ختم نہیں کرسکتی، کیونکہ اگر بیان کروں گی تو ظاہری اور باطنی سب ہی عیوب بیان کروں گی۔" (یعنی اس کا خاوند سراپا عیب ہے۔ ان عیوب کو گنوانا شروع کروں تو کہاں تک گنواؤں)۔

تیسری عورت: تیسری عورت نے کہا: میرا خاوند لم ڈھینگ ہے، یعنی بہت لمبے قد کا ہے۔ اگر میں کسی بات پر بول پڑوں تو فوراً طلاق دینے پر آجاتا ہے، اور اگر چپ رہوں تو ادھر میں لٹکی رہوں۔ وہ ہر وقت ایک تیز دھاری تلوار کی طرح مجھ پر مسلط رہتا ہے۔ (یعنی وہ بدنما جسم کے ساتھ ساتھ بیوقوف اور بدخلق بھی ہے۔ کوئی شکایت کرو تو طلاق دینے کو تیار۔ کچھ بولوں تو ناراض۔ خاموش رہوں تو سمجھو کہ نہ بیاہی ہوں اور نہ بن بیاہی۔ بس درمیان میں لٹکی ہوئی ہوں)۔

چوتھی عورت: چوتھی نے کہا: "میرا خاوند تہامہ کی رات کی طرح معتدل مزاج ہے۔ نہ گرم نہ ٹھنڈا۔ نہ اس سے کوئی خوف

ہے نہ ملال۔" (اس نے اپنے خاوند کے برتاؤ اور اخلاق کی تعریف کی ہے، کہ اس کے ساتھ رہنے میں کوئی تکلیف نہیں ہے)۔

پانچویں عورت : پانچویں نے کہا : "میرا خاوند جب گھر میں آتا ہے تو چیتا بن جاتا ہے، اور جب باہر جاتا ہے تو شیر ہو جاتا ہے۔ اور جو کچھ گھر میں ہوتا ہے اس کے بارے میں کوئی پوچھ گچھ نہیں کرتا۔" **چھٹی عورت** : چھٹی عورت بولی : "میرا خاوند جب کھاتا ہے تو سب ڈکار جاتا ہے۔ اور جب پیتا ہے تو سب چڑھا جاتا ہے، جب لیٹتا ہے تو اکیلا ہی پوری چادر اوڑھ کر سو جاتا ہے۔ میری طرف ہاتھ بھی نہیں بڑھاتا کہ میری پریشانی تو معلوم ہو سکے۔" (یعنی میرا خاوند بڑا پیٹو اور کھاؤ پیر ہے، جب وہ کھا لیتا ہے تو ہمارے لیے کچھ نہیں بچتا۔ اسی طرح سونے کو آتا ہے تو اپنی چادر اوڑھ کر الگ تھلگ سو جاتا ہے، میرا دکھ درد کچھ معلوم نہیں کرتا)۔

ساتویں عورت : ساتویں کہنے لگی : میرا خاوند نامرد اور اتنا بیوقوف ہے کہ ٹھیک طرح بات بھی نہیں کر سکتا۔ دنیا کی ہر بیماری اور عیب اس میں موجود ہے۔ اگر اس سے بات کرو تو گالیاں دینے لگتا ہے۔ اگر اس سے مذاق کرو تو سر پھوڑ دیتا ہے یا زخمی کر دیتا ہے یا اندھا دھند مارنا پیٹنا شروع کر دیتا ہے۔"

آٹھویں عورت : آٹھویں عورت نے کہا : میرا خاوند چھونے پر خرگوش کی طرح نرم ہے، اور خوشبو میں زعفران کی طرح مہکتا ہوا ہے۔ گھر میں میں اس پر غالب رہتی ہوں اور باہر وہ لوگوں پر غالب رہتا ہے۔ **نویں عورت** : نویں عورت بولی : "میرا خاوند رفیع الشان، بڑا مہمان نواز، اونچے وسیع مکان والا ہے۔ اس کا مکان مجلس اور دار المشورہ کے قریب ہے۔ جس رات مہمان نوازی کرتا ہے تو خود کم کھاتا ہے اور جس رات کوئی خطرہ ہو تو کم سوتا ہے (جاگتا رہتا ہے)۔"

دسویں عورت : دسویں عورت نے کہا : "میرا خاوند مالک ہے۔ مالک کا کیا حال بیان کروں؟ وہ ان سب سے جن کی تعریف بیان کی گئی ہے بہت ہی زیادہ قابل تعریف ہے۔ اس کے بہت اونٹ ہیں جو اکثر مکان کے قریب ہی بٹھائے جاتے ہیں۔ چراگاہ میں چرنے کے لیے کم بھیجے جاتے ہیں۔ جب وہ باجے کی آواز سنتے ہیں تو ان کو معلوم ہو جاتا ہے کہ اب وہ ذبح ہونے والے ہیں۔"

(اس عورت کے خاوند کا نام مالک ہے۔ وہ اتنی تعریف کے بعد بھی وہ اس کے تمام اوصاف بیان نہیں کر سکی۔ اس نے جو کہا کہ اس کے اونٹ گھر کے قریب بیٹھے رہتے ہیں اور چراگاہ میں کم بھیجے جاتے ہیں تو اس کا مقصد یہ ہے کہ وہ مہمانوں کو دودھ فراہم کرنے کے لیے اور ضرورت ہو تو ذبح کے لیے تیار رہتے ہیں۔ جب مہمانوں کی آمد پر باجہ بجتا ہے تو وہ سمجھ جاتے ہیں کہ ہم میں سے کسی کے کٹنے کا وقت آ گیا ہے)

گیارہویں عورت : گیارہویں عورت ام زرع نے کہا : میرا خاوند ابوزرع تھا۔ اس کے کیا کہنے۔ اس نے زیوروں سے میرا کان جھکا دیے (اور خوب کھلا کر) چربی سے میرے بازو موٹے کر دیے۔ میری تعریفیں کر کے اتنا خوش رکھا کہ میں اترانے لگی۔ اس نے مجھے ایسے غریب گھرانہ میں پایا تھا جو بڑی تنگی کے ساتھ بکریوں پر گزر بسر کرتے تھے۔ پھر وہ مجھے ایسے خوشحال خاندان میں لے آیا جہاں گھوڑے، اونٹ اور دوسرے مویشی تھے۔ میں اس کے پاس بیٹھ کر کوئی بات بھی کرتی اس کا برا نہیں مانتا تھا۔ میں دن چڑھے تک آرام سے سوتی رہتی (کہ کام کرنے والے ملازم بہت تھے)۔ خوب کھاتی پیتی تھی (کھانوں کی کوئی کمی نہیں تھی) (میری ساس) ام ابی زرع کے کیا کہنے ہیں! وہ ایک بھاری بدن کی خوبصورت عورت تھی۔ اس کا گھر وسیع تھا۔ ابوزرع کا بیٹا، بھلا اس کا کیا کہنا۔ وہ ایسا چھریرے بدن کا کہ اس کی پسلی سُتی ہوئی ٹہنی یا سُتی ہوئی تلوار کی طرح باریک تھی۔ چھوٹی تنگ جگہ میں بھی آرام سے سو جاتا۔ کم خور ایسا کہ بکری کے بچہ کا ایک دست پیٹ بھرنے کے لیے کافی۔ ابوزرع کی بیٹی۔ بھلا اس کی کیا بات ہے۔ باپ کی فرمانبردار، ماں کی تابعدار۔ موٹی تازی سوکن کے لیے جلن۔ ابوزرع کی باندی کے کیا کہنے۔ ہمارے گھر کی کوئی بات باہر جا کر نہیں کہتی تھی۔ کھانے کی چیز بھی بلا اجازت خرچ نہیں کرتی تھی، ہمارے گھر میں کوڑا کرکٹ جمع ہونے نہیں دیتی تھی۔"

پھر وہ کہنے لگی: ''ایک دن صبح کے وقت جب دودھ کے برتن بلوئے جارہے تھے، ابوزرع گھر سے نکلا تو راستہ میں اس کو ایک عورت ملی جس کے ساتھ اس کے دو چیتے جیسے بچے تھے جو اس کی کمر کے نیچے دو اناروں سے کھیل رہے تھے (یعنی اس کے پستانوں سے) وہ عورت اس کو پسند آئی۔ اس نے مجھے طلاق دے دی اور اس سے نکاح کرلیا۔ اس کے بعد میں نے ایک باعزت سردار سے شادی کرلی جو شہسوار اور شمشیر بردار ہے۔ اس نے مجھے بڑی نعمتیں دیں اور ہر آرام اور استعمال کی چیز دوگنی دوگنی مہیا کی (تاکہ میں خود بھی استعمال کروں اور چاہوں تو دوسروں کو بھی دوں) اس نے مجھ سے کہا کہ اے امِ زرع! خود بھی کھا اور اپنے میکہ والوں کو بھیج۔''

پھر وہ اپنے پہلے شوہر ابوزرع سے لگاؤ اور اس کی خوبیوں کی تعریف کرتے ہوئے کہنے لگی: ''لیکن بات یہ ہے کہ اگر میں اس موجودہ شوہر کی ساری عطاؤں اور انعامات کو جمع کروں تب بھی وہ ابوزرع کی چھوٹی سے چھوٹی عطا کے برابر نہیں ہوسکتے۔''

سبحان اللہ! دیکھئے اس کا دل اب بھی ابوزرع میں ہی اٹکا ہوا تھا۔ کسی نے صحیح کہا ہے کہ ''اصلی محبت پہلے محبوب سے ہوتی ہے۔''

یہاں پر آکر یہ قصہ ختم ہوا۔ جیسا کہ آپ نے دیکھا یہ گیارہ عورتوں کا ایک طویل قصہ تھا۔ اس کے سننے میں رسول اللہ ﷺ کا کتنا وقت صرف ہوا ہوگا۔ لیکن آپ اس طویل قصہ کو اپنی محبوب رفیقۂ حیات حضرت عائشہؓ سے سنتے رہے۔ آپ نے یہ قصہ بڑی توجہ اور انہماک سے سنا، بیچ میں تعجب و حیرت کا بھی اظہار فرماتے رہے۔ نہ کسی اکتاہٹ یا تھکاوٹ کا اظہار کیا اور نہ اپنے کثیر مشاغل و افکار کا۔ یہاں تک کہ جب حضرت عائشہؓ نے پورا قصہ ختم کرلیا تو آپ نے حضرت عائشہؓ سے ایسی بات کہی جس سے ظاہر ہوا کہ آپ نے اس کے سننے میں دلچسپی لی، اس قصہ کو پوری طرح سمجھ گئے اور اس کی تہہ تک پہنچ گئے اور ایسا نہیں ہوا کہ قصہ سناتے وقت حضرت عائشہؓ تو کسی دنیا میں ہوں اور آنحضرت ﷺ کی توجہ کسی اور عالم میں ہو، آپ نے حضرت عائشہؓ سے فرمایا: ''میں تمہارے لیے ایسا ہوں جیسے ابوزرع امِ زرع کے لیے تھا۔''

رسول اللہ ﷺ کے اس طرزِ عمل کو دیکھنے کے بعد آپ یقیناً اس بات سے متفق ہوں گے کہ لوگوں کی باتوں کو شوق و انہماک سے سننے اور اس میں دلچسپی کا اظہار کرنے کی کتنی اہمیت ہے۔ لہٰذا اگر آپ کا بیٹا نئے خوبصورت کپڑے پہن کر آپ کے پاس آئے اور آپ سے پوچھے کہ ''ابا جی! یہ کپڑے کیسے لگ رہے ہیں؟'' تو آپ کو جواب میں کہنا چاہیے: ماشاء اللہ! یہ تو بہت اچھے اور خوبصورت لگ رہے ہیں۔''

آپ کا یہی رویہ اپنی بیٹی کے ساتھ، بیوی کے ساتھ، خاوند کے ساتھ اور دوستوں کے ساتھ ہونا چاہیے۔ جن لوگوں سے بھی آپ ملیں جلیں ان کے ساتھ آپ کو زندہ دل اور حساس ہونا چاہیے۔ ان کی خوشی میں خوش اور غم میں برابر کا شریک ہونا چاہیے۔ بعض اوقات ہم موقع محل کے مطابق بات کرنا بھول جاتے ہیں۔ مثلاً آپ کا دوست کہتا ہے: ''بھائی میں آپ کو خوشخبری سناتا ہوں کہ میرے والد صاحب اب صحت یاب ہوگئے ہیں۔''

اس کے جواب میں آپ یوں نہ کہیے کہ ''مجھے تو بالکل نہیں معلوم ہوا کہ وہ کب بیمار ہوئے تھے'' بلکہ یوں کہیے کہ ''الحمد للہ میری اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ان کو تندرست اور خوش و خرم رکھے۔ میں یہ خبر سن کر بہت خوش ہوا۔ خدا آپ کو بھی خوش رکھے۔''

یا کوئی دوست آپ سے کہے کہ: ''میرا بھائی جیل سے رہا ہوگیا ہے۔'' تو اس کے جواب میں آپ یہ نہ کہیے کہ ''مجھے تو معلوم ہی نہیں تھا کہ وہ جیل گیا ہے'' بلکہ آپ کو خوشی کا اظہار کرتے ہوئے یوں کہنا چاہیے کہ ''الحمد للہ! یہ تو بڑی اچھی خبر ہے۔ یہ سن کر مجھے بڑی خوشی ہوئی۔ اللہ تعالیٰ آپ کو سدا خوش رکھے۔''

اس سلسلہ میں آخری بات میں یہ کہوں گا کہ ہمت افزائی اور شاباشی کا اثر حیوانات پر بھی ہوتا ہے۔ اس کی تصدیق اس واقعہ

سے ہوتی ہے جو ابوبکر الرقی نے بیان کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ میں ایک صحراء سے گزر رہا تھا وہاں مجھے ایک عرب قبیلہ ملا۔ اس قبیلہ کے ایک شخص سے ملاقات ہوئی تو وہ مجھے اپنے خیمہ میں لے گیا۔ وہاں دیکھا تو اس نے ایک حبشی کو قید کر کے باندھ رکھا تھا۔ اور خیمہ کے سامنے ایک اونٹ مرا ہوا پڑا تھا۔ اس کے علاوہ اس کے پاس بس ایک ہی اونٹ باقی تھا، وہ بھی دبلا پتلا بالکل لاغر اور مریل سا، جیسے ابھی اس کا دم نکل جائے گا۔

موقع پا کر اس حبشی غلام نے مجھ سے کہا: ''آپ ان کے مہمان ہیں، اور آپ کے بہت حقوق ہیں۔ آپ مہربانی کر کے میرے آقا سے میری سفارش کر دیں کہ وہ مجھے اس قید سے رہا کر دے۔ مجھے امید ہے وہ آپ کی سفارش کو رد نہیں کرے گا کیونکہ مہمانوں کی بڑی عزت کرتا ہے۔''

میں اس کی بات سن کر خاموش رہا، کیونکہ مجھے معلوم نہیں تھا کہ وہ کس جرم میں قید ہے۔ جب اس کے آقا نے میرے آگے کھانا لا کر رکھا تو میں نے کھانا سے انکار کر دیا اور اس سے کہا: ''کہ جب تک تم اس غلام کی رہائی کے لیے میری سفارش قبول نہیں کرو گے میں کھانا نہیں کھاؤں گا۔ اس کے آقا نے کہا ''اس غلام نے تو مجھے بالکل کنگال کر دیا ہے اور میرا سارا مال برباد کر دیا ہے۔''

کہنے لگا: ''اس کی بڑی سریلی اور بلند آواز ہے۔ اور میری روزی کا واحد ذریعہ بھی اونٹ ہیں جن پر میں لوگوں کے مال لاد کر لے جاتا ہوں۔ اس نے میرے اونٹوں پر بہت بھاری سامان لاد دیا، اور اپنی سریلی آواز میں گا نا گا کر حدی خوانی کرنے لگا۔ اس کے سریلے گانے سن کر وہی اونٹ ایسے مست ہوئے کہ انہوں نے تین دن کا سفر ایک ہی رات میں طے کر لیا۔ جب منزل پر پہنچ کر ان کا سامان اتار لیا گیا تو اس ایک اونٹ کے سوا باقی سب مر گئے۔ لیکن آپ میرے مہمان ہیں، آپ کی خاطر میں اس کا قصور معاف کرتا ہوں۔'' پھر وہ اٹھا اور اس غلام کی رسیاں کھول کر اُسے رہا کر دیا۔

ابوبکر کہتے ہیں کہ ''میرا دل چاہا کہ اس کی وہ سریلی آواز تو سنوں۔ لہٰذا جب صبح ہوئی تو میں نے اس غلام سے کہا کہ ''میں اونٹ کو فلاں کنوئیں پر پانی پلانے لے جانا چاہتا ہوں۔ تم اس کو اپنی اسی سریلی آواز میں گانا سنا کر حدی خوانی کروتا کہ یہ شوق اُدھر چل پڑے۔'' اب وہ غلام سریلی آواز میں گاتا ہوا کنوئیں کی طرف چل پڑا۔ جب اس کی آواز بلند ہوئی اور اونٹ کے کان میں گئی تو وہ جوش میں آ کر اٹھ کھڑا ہوا اور ایسا مست ہوا کہ اپنی رسی بھی توڑ ڈالی۔

ادھر میں نے بھی جب اس کی سریلی آواز سنی تو بڑا سرور آیا۔ مجھے یاد نہیں کہ میں نے پہلے کبھی اس سے زیادہ سریلی اور میٹھی آواز سنی ہو۔ آپ غور فرمائیں کہ جب سریلی آواز کا اثر حیوانات پر اتنا پڑتا ہے اور اس اثر کو دیکھ کر غلام کا حوصلہ بڑھتا ہے اور اپنی آواز کو مزید حسین بنا کر گانے لگتا ہے، تو ایسی اچھی آواز کا آدمیوں پر کتنا اثر ہوتا ہوگا۔

﴿۶۲﴾ منافقین کی جھوٹی قسمیں: حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ کسی وقت حضرت انکی دغابازی پکڑتے تو مسلمانوں کے روبرو قسمیں کھاتے کہ ہمارے دل میں بری نیت نہ تھی تا کہ انکو راضی کر کے اپنی طرف کر لیں نہ سمجھے کہ یہ فریب بازی خدا اور رسول کے ساتھ کام نہیں آتی اگر دعویٰ ایمان میں واقعی سچے ہیں تو دوسروں کو چھوڑ کر خدا اور رسول کو راضی کرنے کی فکر کریں۔ اس آیت میں ''یُرْضُوْہُ'' کی ضمیر مفرد اللہ کی طرف راجع ہے چونکہ رسول کی رضا اسی میں ہے جس میں اللہ کی رضا ہے اس لئے ضمیر تثنیہ کی بجائے ضمیر واحد کی لائی گئی تا کہ معلوم ہو جائے کہ اللہ اور اس کے رسول کی رضا علیحدہ علیحدہ نہیں بلکہ ایک ہی ہے۔

﴿۶۳﴾ تنبیہ منافقین: کیا ان منافقین کو پتہ نہیں کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی مخالفت کی سزا جہنم ہے۔

﴿۶۴﴾ منافقین کا اندیشہ: یہ منافق ہمیشہ ڈرتے رہتے ہیں کہ ہماری قلعی کھولنے والی کوئی آیت نہ نازل ہو جائے۔

﴿۶۵﴾ طریق مناظرہ : اگر ان منافقوں کو استہزا پر ٹوکا جائے تو کہتے ہیں کہ ہم تو محض مذاق کررہے تھے سچے دل سے اعتراض نہیں کررہے تھے۔ قُلۡ اَبِاللّٰه ...الخ فریضہ خاتم الانبیاء : آپ ان سے کہہ دیں کہ کیا مذاق کے لئے اللہ تعالیٰ اور اسکی آیتیں اور اس کا رسول ہی تمہیں نظر آیا۔ ﴿۶۶﴾ منافقین کے حیلے بہانے : اللہ پاک نے فرمایا تم بہانے کیوں بناتے ہو تم تو دل سے اسلام کو خیر آباد کہہ چکے ہو اور بعض بے سمجھ ممکن ہے کہ قابل معافی بھی ہوں لیکن دانستہ شرارت کرنے والوں کو یقیناً سزا ملے گی۔ اِنۡ نَّعۡفُ عَنۡ طَآئِفَةٍ: کے مصداق میں مخشی بن حمیر کا ذکر روایات میں آیا ہے اور "طائفہ" کا اطلاق واحد پر بھی ہوتا ہے اس لئے کوئی اشکال نہیں۔ (روح المعانی)

مَسۡئَلۃٌ: دین سے مذاق کرنے والا کسی اعتبار سے بھی کرے ایسا کرنا کفر ہے۔ واللہ اعلم۔

اَلۡمُنٰفِقُوۡنَ وَالۡمُنٰفِقٰتُ بَعۡضُهُمۡ مِّنۡۢ بَعۡضٍ ۘ يَاۡمُرُوۡنَ بِالۡمُنۡكَرِ وَيَنۡهَوۡنَ

منافق مرد اور منافق عورتیں یہ بعض بعض سے ہیں یہ حکم دیتے ہیں بری بات کا اور منع کرتے ہیں اچھی بات سے اور سکیڑتے ہیں اپنے ہاتھوں کو

عَنِ الۡمَعۡرُوۡفِ وَيَقۡبِضُوۡنَ اَيۡدِيَهُمۡ ؕ نَسُوا اللّٰهَ فَنَسِيَهُمۡ ؕ اِنَّ الۡمُنٰفِقِيۡنَ هُمُ

انہوں نے اللہ تعالیٰ کو فراموش کردیا ہے پس اللہ نے انہیں اپنی رحمت سے محروم کردیا ہے بیشک منافق لوگ وہی ہیں

الۡفٰسِقُوۡنَ ﴿۶۷﴾ وَعَدَ اللّٰهُ الۡمُنٰفِقِيۡنَ وَالۡمُنٰفِقٰتِ وَالۡكُفَّارَ نَارَ جَهَنَّمَ خٰلِدِيۡنَ فِيۡهَا ؕ

نافرمان لوگ ﴿۶۷﴾ اللہ نے وعدہ کیا ہے منافق مردوں اور منافق عورتوں سے اور کافروں سے جہنم کی آگ کا جس میں یہ ہمیشہ رہنے والے ہیں وہی ان کیلئے کافی ہے

هِىَ حَسۡبُهُمۡ ۚ وَلَعَنَهُمُ اللّٰهُ ۚ وَلَهُمۡ عَذَابٌ مُّقِيۡمٌ ﴿۶۸﴾ كَالَّذِيۡنَ مِنۡ قَبۡلِكُمۡ كَانُوۡۤا اَشَدَّ مِنۡكُمۡ قُوَّةً

اور اللہ نے ان پر پھٹکار کی ہے اور ان کیلئے دائمی عذاب ہوگا ﴿۶۸﴾ ان لوگوں کی طرح جو تم سے پہلے گزرے ہوئے تھے وہ زیادہ طاقت والے تم سے

وَّاَكۡثَرَ اَمۡوَالًا وَّاَوۡلَادًا ؕ فَاسۡتَمۡتَعُوۡا بِخَلَاقِهِمۡ فَاسۡتَمۡتَعۡتُمۡ بِخَلَاقِكُمۡ كَمَا اسۡتَمۡتَعَ

اور زیادہ مالوں والے اور زیادہ اولاد والے پس انہوں نے فائدہ اٹھایا اپنے حصے کا پس تم نے فائدہ اٹھایا اپنے حصہ کا جیسا کہ فائدہ اٹھایا ان لوگوں نے جو تم سے پہلے گزرے

الَّذِيۡنَ مِنۡ قَبۡلِكُمۡ بِخَلَاقِهِمۡ وَخُضۡتُمۡ كَالَّذِىۡ خَاضُوۡا ؕ اُولٰٓئِكَ حَبِطَتۡ اَعۡمَالُهُمۡ

ہیں اپنے حصے کا اور گھسے تم باطل باتوں میں جیسا کہ وہ گھسے یہی لوگ ہیں جن کے اعمال ضائع ہوچکے ہیں دنیا اور آخرت میں

فِى الدُّنۡيَا وَالۡاٰخِرَةِ ۚ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الۡخٰسِرُوۡنَ ﴿۶۹﴾ اَلَمۡ يَاۡتِهِمۡ نَبَاُ الَّذِيۡنَ مِنۡ

اور یہی لوگ ہیں زیاں کار ﴿۶۹﴾ کیا ان کے پاس نہیں آئی خبر ان لوگوں کی جو ان سے پہلے گزرے ہیں یعنی

قَبۡلِهِمۡ قَوۡمِ نُوۡحٍ وَّعَادٍ وَّثَمُوۡدَ ۙ وَقَوۡمِ اِبۡرٰهِيۡمَ وَاَصۡحٰبِ مَدۡيَنَ وَالۡمُؤۡتَفِكٰتِ ؕ

نوح علیہ السلام کی قوم اور قوم عاد اور ثمود اور ابراہیم علیہ السلام کی قوم اور مدین کے رہنے والے اور الٹی بستیوں والے آئے

اَتَتۡهُمۡ رُسُلُهُمۡ بِالۡبَيِّنٰتِ‌ؕ فَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيَظۡلِمَهُمۡ وَلٰـكِنۡ كَانُوۡۤا اَنۡفُسَهُمۡ

ان کے پاس ان کے رسول واضح نشانیاں لے کر پس نہیں تھا اللہ تعالیٰ ایسا کہ ان پر ظلم کرتا لیکن وہ تھے خود اپنی جانوں پر

يَظۡلِمُوۡنَ‏ ﴿۷۰﴾ وَالۡمُؤۡمِنُوۡنَ وَالۡمُؤۡمِنٰتُ بَعۡضُهُمۡ اَوۡلِيَآءُ بَعۡضٍ‌ۘ يَاۡمُرُوۡنَ بِالۡمَعۡرُوۡفِ

ظلم کرتے ﴿۷۰﴾ اور مومن مرد اور مومن عورتیں بعض ان میں سے دوست ہیں بعض کے حکم دیتے ہیں وہ نیک بات کا اور منع کرتے ہیں بری بات سے

وَيَنۡهَوۡنَ عَنِ الۡمُنۡكَرِ وَيُقِيۡمُوۡنَ الصَّلٰوةَ وَيُؤۡتُوۡنَ الزَّكٰوةَ وَيُطِيۡعُوۡنَ اللّٰهَ

اور قائم کرتے ہیں نماز کو ادا کرتے ہیں زکوۃ اور اطاعت کرتے ہیں اللہ اور اس کے رسول کی یہی لوگ ہیں کہ عنقریب اللہ تعالیٰ

وَرَسُوۡلَهٗ‌ؕ اُولٰۤـئِكَ سَيَرۡحَمُهُمُ اللّٰهُ‌ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيۡزٌ حَكِيۡمٌ‏ ﴿۷۱﴾ وَعَدَ اللّٰهُ الۡمُؤۡمِنِيۡنَ

ان پر رحم فرمائے گا بیشک اللہ تعالیٰ غالب اور حکمت والا ہے ﴿۷۱﴾ اللہ نے وعدہ کیا ہے مومن مردوں اور مومن عورتوں سے

وَالۡمُؤۡمِنٰتِ جَنّٰتٍ تَجۡرِىۡ مِنۡ تَحۡتِهَا الۡاَنۡهٰرُ خٰلِدِيۡنَ فِيۡهَا وَمَسٰكِنَ طَيِّبَةً

بہشتوں کا کہ بہوں گی ان کے سامنے نہریں ہمیشہ رہنے والے ہوں گے ان میں اور رہائش گاہیں پاکیزہ

فِىۡ جَنّٰتِ عَدۡنٍ‌ؕ وَرِضۡوَانٌ مِّنَ اللّٰهِ اَكۡبَرُ‌ؕ ذٰلِكَ هُوَ الۡفَوۡزُ الۡعَظِيۡمُ ﴿۷۲﴾

رہنے کے باغوں میں اور اللہ تعالیٰ کی رضامندی تو سب سے بڑی ہے یہ ہے بڑی کامیابی ﴿۷۲﴾

ع ۹ ۱۵

﴿۶۷﴾ اَلۡمُنٰفِقُوۡنَ وَالۡمُنٰفِقٰتُ ...الخ منافق مرد اور عورتیں افعال و اعمال میں مماثل ہیں۔

ربط آیات : گزشتہ آیات میں ان منافقوں کا ذکر تھا جن کا نفاق غزوہ تبوک سے متعلق تھا، اب ان آیات میں عام منافقین کے حال کا بیان ہے خواہ وہ مرد ہوں یا عورت اخلاق ذمیمہ میں سب برابر ہیں۔

خلاصہ رکوع ❾ منافقین کا نصب العین، تذکیر بایام اللہ سے منافقین کے لئے تنبیہ، تذکیر بایام اللہ سے کفار اور منافقین کے لئے تخویف، مؤمنین کے اوصاف اور ان کے لئے بشارت۔ ماخذ آیات ۶۷: تا ۷۲ +

﴿۶۷﴾ منافقین کا نصب العین : شرارت پھیلانا ان منافقین کا شیوہ ہے اور عاجز اور محتاجوں کی مدد سے اپنے ہاتھوں کو بند رکھتے ہیں۔ اور ان لوگوں نے اللہ کے حکم کو فراموش کیا اللہ نے انکو اپنے فضل و رحمت سے فراموش اور نظر انداز کر دیا۔

﴿۶۸﴾ منافقین کے لئے وعدہ الٰہی : منافقین اور کفار کے لئے سزا جہنم ہے۔

﴿۶۹﴾ تذکیر بایام اللہ سے منافقین کے لئے تنبیہ : اے منافقین تم سے قبل بڑے بڑے فتنہ انگیز گزرے وہ نامراد ہو کر لوٹ گئے اور تم بھی اپنی شرارتوں کا نتیجہ پا لوگے۔ ﴿۷۰﴾ تذکیر بایام اللہ سے کفار اور منافقین کے لئے تخویف : کیا تم نے ان تباہ ہونے والی قوموں کے قصے نہیں سنے جنکی تباہی کا باعث انکی بداعمالی تھی۔ اس زمانہ کے کفار اور منافقین کو بھی ان سے عبرت پکڑنی چاہئے کہ انبیاء کی تکذیب کا انجام کتنا برا ہے۔ ﴿۷۱﴾ مؤمنین کے اوصاف : مؤمن مرد اور عورتیں صفات فاضلہ میں ایک

دوسرے کے مماثل ہیں اور ان کا مقصد اشاعت خیر ہے (اور تفصیل آیت میں موجود ہے)

﴿۷۲﴾ مؤمنین کے لئے بشارت : تفصیل آیت میں موجود ہے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ عدن جنت کے وسط کا نام ہے جو سب سے اعلیٰ اور برتر ہے۔

(خازن: ص:۲۶۰ ج:۲؛ ابوسعود: ص:۷۲ ج:۲؛ قرطبی: ص:۱۸۷ ج:۸؛ معالم التنزیل: ص:۲۶۲ ج۔۲)

اور بعض علماء کہتے ہیں کہ عدن کے معنیٰ اقامت کے ہیں۔ اور یہ لفظ کسی خاص مقام کے لئے نہیں بلکہ جنت کی صفت ہے اور کل جنت عدن ہے یعنی ہمیشہ رہنے کی جگہ ہے۔ (روح المعانی: ص:۱۵۵ ج۔۱۰)

يَاَيُّهَا النَّبِيُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنٰفِقِيْنَ وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ ؕ وَمَاْوٰىهُمْ

اے پیغمبر! آپ جہاد کریں کافروں اور منافقوں کے ساتھ اور ان پر سختی کریں اور ان کا ٹھکانہ جہنم ہے اور وہ بہت بری

جَهَنَّمُ ؕ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ﴿۷۳﴾ يَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ مَا قَالُوْا ؕ وَلَقَدْ قَالُوْا كَلِمَةَ الْكُفْرِ

جگہ ہے لوٹنے کی ﴿۷۳﴾ وہ اللہ کے نام کی قسمیں اٹھاتے ہیں کہ انہوں نے وہ بات نہیں کی۔ البتہ تحقیق انہوں نے کہی ہے

وَكَفَرُوْا بَعْدَ اِسْلَامِهِمْ وَهَمُّوْا بِمَا لَمْ يَنَالُوْا ۚ وَمَا نَقَمُوْٓا اِلَّآ اَنْ اَغْنٰىهُمُ

کفر کی بات اور کفر کیا انہوں نے اپنے اسلام کے اظہار کے بعد اور انہوں نے قصد کیا اس چیز کا جس کو وہ نہ پا سکے اور انہوں نے نہیں عیب پایا

اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ مِنْ فَضْلِهٖ ۚ فَاِنْ يَّتُوْبُوْا يَكُ خَيْرًا لَّهُمْ ۚ وَاِنْ يَّتَوَلَّوْا يُعَذِّبْهُمُ

سوائے اس کے کہ اللہ نے ان کو غنی کردیا اور اس کے رسول نے اپنے فضل سے پس اگر یہ لوگ توبہ کر جائیں تو بہتر ہوگا ان کیلئے اور اگر

اللّٰهُ عَذَابًا اَلِيْمًا ۙ فِى الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ۚ وَمَا لَهُمْ فِى الْاَرْضِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ ﴿۷۴﴾

یہ روگردانی کریں گے تو اللہ تعالیٰ ان کو سزا دے گا دردناک دنیا میں اور آخرت میں اور نہیں ہوگا ان کیلئے زمین میں کوئی حمایتی اور نہ کوئی مددگار ﴿۷۴﴾

وَمِنْهُمْ مَّنْ عٰهَدَ اللّٰهَ لَئِنْ اٰتٰىنَا مِنْ فَضْلِهٖ لَنَصَّدَّقَنَّ وَلَنَكُوْنَنَّ

اور بعض ان (منافقین) میں سے وہ ہیں جنہوں نے عہد کیا ہے اللہ کے ساتھ کہ اگر دے گا وہ ہمیں اپنے فضل سے تو ہم ضرور صدقہ خیرات کریں گے

مِنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿۷۵﴾ فَلَمَّآ اٰتٰىهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ بَخِلُوْا بِهٖ وَتَوَلَّوْا وَّهُمْ مُّعْرِضُوْنَ ﴿۷۶﴾

اور البتہ ہم ضرور ہوں گے نیکوں میں سے ﴿۷۵﴾ پس جب اللہ نے دیا ان کو اپنے فضل سے تو انہوں نے بخل کیا اس میں اور پھر گئے وہ اس حال میں کہ وہ روگردانی کرنے والے ہیں ﴿۷۶﴾

فَاَعْقَبَهُمْ نِفَاقًا فِىْ قُلُوْبِهِمْ اِلٰى يَوْمِ يَلْقَوْنَهٗ بِمَآ اَخْلَفُوا اللّٰهَ مَا وَعَدُوْهُ وَبِمَا

پس اس کے پیچھے اثر رکھ دیا نفاق کا ان کے دلوں میں اس دن تک جس دن وہ اس سے ملیں گے اس وجہ سے کہ انہوں نے خلاف کیا اللہ کے ساتھ اس چیز کا جو اس سے وعدہ تھا اور

كَانُوْا يَكْذِبُوْنَ ﴿۷۷﴾ اَلَمْ يَعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ سِرَّهُمْ وَنَجْوٰىهُمْ وَاَنَّ اللّٰهَ عَلَّامُ

اس وجہ سے کہ وہ جھوٹ بولتے تھے ﴿۷۷﴾ کیا ان لوگوں نے معلوم نہیں کیا کہ بیشک اللہ تعالیٰ جانتا ہے ان کے راز کو بھی اور ان کی پوشیدہ سرگوشیوں کو بھی اور

الْغُيُوبِ ﴿٧٨﴾ الَّذِينَ يَلْمِزُونَ الْمُطَّوِّعِينَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ فِي الصَّدَقَاتِ وَالَّذِينَ

بیشک اللہ تعالیٰ تمام غیبوں کو جاننے والا ہے ﴿۷۸﴾ وہ لوگ جو طعن کرتے ہیں خوشی خاطر سے صدقہ وخیرات کرنے والے مومنین پر اور ان لوگوں پر جو نہیں پاتے مگر اپنی محنت پس ٹھٹھا

لَا يَجِدُونَ إِلَّا جُهْدَهُمْ فَيَسْخَرُونَ مِنْهُمْ ۙ سَخِرَ اللَّهُ مِنْهُمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ﴿٧٩﴾

کرتے ہیں ان کے ساتھ اللہ تعالیٰ ان کو ان کے ٹھٹھے کا بدلہ دے گا اور ان کے لئے درد ناک عذاب ہے ﴿۷۹﴾

اسْتَغْفِرْ لَهُمْ أَوْ لَا تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ إِنْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ سَبْعِينَ مَرَّةً فَلَنْ يَغْفِرَ اللَّهُ

آپ ان کیلئے بخشش طلب کریں یا نہ طلب کریں اگر آپ ان کیلئے ستر مرتبہ بھی بخشش طلب کریں گے تو اللہ تعالیٰ ان کو ہرگز نہیں بخشے گا یہ اس وجہ سے کہ انہوں نے کفر کیا

لَهُمْ ۚ ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمْ كَفَرُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ ۗ وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفَاسِقِينَ ﴿٨٠﴾

اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ اور اللہ نہیں راستہ دکھاتا نافرمانی کرنے والوں کو ﴿۸۰﴾

﴿۷۳﴾ يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ ... الخ... ربط آیات : گزشتہ آیات میں کفار ومنافقین کی برائیاں اور ان کے ناشائستہ افعال کا ذکر تھا، اب آگے کفار سے جہاد اور منافقین سے سختی کرنے کا حکم ہے۔

خلاصہ رکوع ۱۰ : کفار سے جہاد اور منافقین سے درشتی کا حکم، نتیجہ، منافقین کا منصوبہ اور ان کا دنیوی اور اخروی انجام، ثعلبہ کی وعدہ خلافی، وعدہ خلافی کا نتیجہ، تنبیہ منافقین، منافقین کی بدخصلت، قبولیت دعا کے لئے ایمان کی شرط۔ ماخذ آیات ۷۳: تا ۸۰+

کفار سے جہاد اور منافقین سے درشتی کا حکم : مطلب یہ ہے کہ کفار سے جہاد کیجئے اور منافقین کو منہ نہ لگائیے بلکہ درشتی سے پیش آئیے، یہی قول حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما کا ہے "وَمَأْوٰهُمْ" : نتیجہ :ان کا ٹھکانہ جہنم ہے۔

﴿۷۴﴾ منافقین کا منصوبہ اور دنیوی اخروی انجام : حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ ایک شخص تمہارے پاس آنے والا ہے، وہ تمہیں شیطانی آنکھوں سے دیکھے گا، جب وہ آجائے تو تم اس سے بات نہ کرنا، ذرا سی دیر بھی نہ گزری تھی کہ نیلی آنکھوں والا ایک شخص آگیا، آنحضرت ﷺ نے اسے بلایا، اور فرمایا تو اور تیرے ساتھی مجھے کیوں برا کہتے ہیں، وہ فوراً آگیا اور اپنے ساتھیوں کو لے کر اور وہ سب قسمیں کھانے لگے ہم نے تو کچھ نہیں کہا۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

(معالم التنزیل،ص:۲۶۳؛ج:۲؛ابن کثیر:ص:۶۰۴؛ج:۴؛خازن:ص:۲۶۲؛ج_۲)

وَهَمُّوا بِمَا لَمْ يَنَالُوا :منافقین میں سے وہ بارہ آدمی مراد ہیں جو تبوک کے راستہ میں ایک گھاٹی پر ٹھہر گئے۔انہوں نے یہ مشورہ کیا تھا کہ آنحضرت ﷺ ہمارے پاس سے گزریں گے تو اچانک رات کے اندھیر میں آپ پر حملہ کر کے آپ کو شہید کر دیں گے، جبرائیل علیہ السلام تشریف لائے اور انہوں نے آپ کو ان کی نیتوں کا حال بتا دیا، اور عرض کیا کہ ان لوگوں کے پاس کسی شخص کو بھیج دیں جو ان کا رخ پٹائی لگا کر دوسری طرف کو موڑ دے آپ نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کو اس کام کے لئے بھیج دیا۔

اللہ تعالیٰ نے منافقوں کی نیتوں اور حرکتوں کو ان الفاظ میں بیان فرمایا "وَهَمُّوا بِمَا لَمْ يَنَالُوا" انہوں نے اس چیز کا ارادہ کیا جس میں کامیاب نہ ہوئے۔ وَمَا نَقَمُوا إِلَّا أَنْ أَغْنَاهُمُ اللَّهُ ... الخ آنحضرت ﷺ کی دعا مبارک سے اللہ تعالیٰ نے ان منافقین کو دولتمند بنا دیا تھا اور ان کے قرضے سارے اتر گئے تھے، مسلمانوں کے ساتھ ملے جلے رہنے کی وجہ سے غنیمت سے حصہ ملا کرتا تھا، آنحضرت ﷺ کی برکت سے پیداوار خوب ہوئی احسان کا بدلہ دغابازی سے دینے لگے، روایات میں ہے کہ جلاس نامی

ایک شخص نے یہ آیات سن کر صدق دل سے توبہ کی اور آئندہ اپنی زندگی خدمت اسلام میں قربان کردی۔

(مظہری: ص: ۲۶۸، ج ۴؛ ابو سعود: ص: ۲۸ ج ۴؛ النہر الماد: ص: ۲۷ ج ۵)

﴿۷۵، ۷۶﴾ ثعلبہ بن ابی حاطب کی وعدہ خلافی۔

شان نزول : ایک شخص ثعلبہ بن حاطب انصاری نے آنحضرت ﷺ سے عرض کیا کہ میرے حق میں دعا فرمائیں کہ حق تعالیٰ شانہٗ مجھے مالدار بنادے آنحضرت ﷺ نے فرمایا تھوڑی چیز پر اللہ کا شکر ادا کریں زیادہ کے حقوق ادا نہیں ہوسکیں گے۔ اس نے پھر وہی درخواست کی، آنحضرت ﷺ نے فرمایا کیا تجھے پسند نہیں کہ میرے نقش قدم پر چلے آپ ﷺ کے انکار پر اس کا اصرار بڑھتا رہا۔ الغرض آنحضرت ﷺ نے اس کے حق میں دعا فرمائی حق تعالیٰ شانہ نے بکریوں میں اس قدر برکت فرمائی کہ اسے مدینہ منورہ میں سے باہر ایک گاؤں میں رہنے کی ضرورت پڑی۔ مال مویشی کی مشغولیت کی وجہ سے رفتہ رفتہ ظہر، عصر اور جمعہ و جماعات بھی چھوڑ دی کچھ دن بعد آنحضرت ﷺ کی طرف سے محصل زکوٰۃ لینے گیا تو ثعلبہ کہنے لگا زکوٰۃ تو جزیہ کی بہن معلوم ہوتی ہے۔ ایک دو مرتبہ ٹالا آخر زکوٰۃ دینے سے صاف انکار کردیا آنحضرت ﷺ نے تین مرتبہ ارشاد فرمایا "ویح ثعلبہ" اور یہ آیات نازل ہوئیں۔

جب اس کے بعض اقارب نے اس کی خبر پہنچائی تو بادل ناخواستہ زکوٰۃ لے کر حاضر خدمت ہوا۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ اللہ پاک نے تیری زکوٰۃ قبول کرنے سے منع فرمادیا ہے۔ یہ سن کر بہت اس نے رونا دھونا شروع کیا، آنحضرت ﷺ کا زکوٰۃ کا قبول نہ کرنا اس کے لئے بڑی عار کی بات تھی۔ بدنامی کے تصور سے سر پر خاک ڈالتا تھا۔ مگر دل میں نفاق چھپا ہوا تھا۔ پھر آنحضرت ﷺ کی وفات کے بعد حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی خدمت اقدس میں پیش کی انہوں نے بھی انکار کردیا، پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور انکے بعد حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں پیش کی انہوں نے بھی انکار کردیا۔ آخر اسی حالت نفاق میں حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں دار فانی کی طرف کوچ کرگیا۔

(تفسیر عثمانی: ص: ۲۶۴؛ مطبوعہ الطاف اینڈ سنز کراچی، ابن کثیر: ص: ۶۰۷ ج ۴؛ کشاف: ص: ۲۹۳ ج ۲؛ بحر محیط: ص: ۴۷ ج ۵؛ ابو سعود: ص: ۲۹ ج ۲)

خیر الفتاویٰ میں ہے اس شخص کا نام ثعلبہ بن حاطب نہیں بلکہ ثعلبہ بن ابی حاطب ہے کیونکہ ثعلبہ بن حاطب بدری صحابی ہے۔ (خیر الفتاویٰ: ص: ۸۸ ج ۱) اور بندہ کے نزدیک راجح قول بھی یہی ہے کہ اس شخص کا نام ثعلبہ بن ابی حاطب ہے۔

نیز کسی جگہ یہ منقول نہیں کہ پھر اس شخص نے مساکین کو خود زکوٰۃ دے دی ہو اس سے بھی ظاہراً یہی معلوم ہوتا ہے کہ نہیں دی یہ بھی عدم خلوص کا قرینہ ہے۔ "اَعْقَبَهُمْ" میں ہم ضمیر جمع کی اس لئے لائے ہیں اگرچہ وہ شخص ایک ہی تھا مگر دوسرے منافقین بھی من وجہ اس میں شریک تھے پسند کرنے سے اور نفع لینے سے اور اعتقاد سے۔ (بحوالہ بیان القرآن)

﴿۷۷﴾ وعدہ خلافی کا نتیجہ : اس وعدہ خلافی اور جھوٹ کے باعث حق اللہ تعالیٰ شانہٗ نے انکو پکا منافق بنادیا۔

﴿۷۸﴾ تنبیہ منافقین : کیا ان منافقین کو اتنی بھی خبر نہیں کہ اللہ تعالیٰ ان کے دل کا راز اور ان کے پوشیدہ بھید اور انکی باہمی سرگوشیوں کو خوب جانتا ہے۔

﴿۷۹﴾ منافقین کی بدخصلت : منافقوں کی ایک بدخصلت یہ تھی کہ ان کی بدزبانی سے کوئی بھی بچ نہیں سکتا تھا نہ سخی نہ بخیل یہ عیب جوئی کرتے رہتے تھے، اگر کوئی شخص بڑی رقم اللہ کے لئے دے تو یہ اسے ریاکاری کہنے لگتے تھے، اور اگر کوئی مسکین مالی کمزوری کے بنا پر تھوڑا بہت دے تو یہ ناک چڑھا کر کہتے دیکھو انکی اس حقیر چیز کا بھی خدا بھوکا تھا۔

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میرے پاس ایک سو اوقیہ سونا ہے میں سب صدقہ کرتا ہوں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہوش میں بھی ہے، آپ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ ہاں ہوش میں ہوں فرمایا پھر کیا کررہا ہے آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا سنو میرے پاس آٹھ ہزار

ہیں جن میں سے چار ہزار تو میں خدا کو قرض دے رہا ہوں، اور چار ہزار اپنے لیے رکھتا ہوں، حضور ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ تجھے برکت دے، جو تو نے رکھ لیا ہے، اور جو تو نے خرچ کرلیا ہے، منافق ان پر باتیں بنانے لگے کہ پھول گئے اپنی سخاوت دکھانے کیلئے کہ لوگوں میں اتنی بڑی رقم دے دی، بس اللہ تبارک وتعالیٰ نے یہ آیت اتاری اور بڑی رقم اور چھوٹی رقم والوں کی سچائی اور ان منافقوں کا موذی پن ظاہر کردیا۔ (ابن کثیر: ص:٦٠٩: ج۔۴)

وَالَّذِيْنَ لَا يَجِدُوْنَ اِلَّا جُهْدَهُمْ : جو لوگ اپنی محنت ومشقت کے علاوہ کچھ بھی نہ پاتے ان پر یہ لوگ طنز کرتے ہیں اس میں صدقہ کرنے کے لئے محنت کرنے والوں کی تعریف ہے کہ وہ یہ سمجھ کر ہاتھ پر ہاتھ دھر کر نہیں بیٹھے کہ ہمارے پاس کچھ ہی نہیں ہم کیا صدقہ کریں محنت ومشقت سے کچھ مال حاصل کر کے اللہ کی رضا مندی کیلئے پیش کردیتے ہیں، معلوم ہوا کہ صدقہ کرنے کیلئے مالدار ہونا ضروری نہیں، جسکے پاس کچھ بھی نہیں وہ بھی صدقہ کرنے کا راستہ نکال سکتا ہے، اور جیسے جانی ومالی عبادت کا ذوق ہو وہ بہت کچھ کرسکتا ہے حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم نے بعد میں آنے والے مسلمانوں کیلئے خیر کی کیسی کیسی نظیریں چھوڑیں ہیں۔

﴿٨٠﴾ کفار ومنافقین کے لئے دعائے مغفرت کی ممانعت : آنحضرت ﷺ نے عبداللہ بن ابی رئیس المنافقین (جس نے زبانی طور پر کلمہ توحید پڑھ لیا تھا مگر دل میں بدستور کفر اور شرک موجود تھا) کا جنازہ بھی پڑھایا اور اس کے لئے دعائے مغفرت بھی کی لیکن اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد نازل ہوا۔ جس سے ثابت ہوا ان مسخرہ کرنے والے منافقین کیلئے دعائے مغفرت کریں یا نہ کریں ان کے حق میں بالکل بے فائدہ ہے۔ یہاں ستر: ٧٠: کا عدد تحدید اور تعین کیلئے نہیں بلکہ محض مبالغہ اور کثرت کے لئے ہے۔

(مظہری: ص: ٢٧٣: ج: ۴ مدارک: ص: ٢٦٦: ج۔٢)

مطلب یہ ہے کہ آپ ﷺ ان منافقین کیلئے خواہ کتنی بار ہی بخشش کی دعا مانگیں تو کسی طرح بخشے نہیں جائیں گے، اس میں ان کیلئے دعائے مغفرت کی ممانعت کا واضح طور پر اعلان موجود ہے، اس لئے کہ انہوں نے اللہ اور اسکے رسول کے ساتھ ایسا کفر کیا ہے، کہ جس سے انہوں نے اپنی مغفرت کی صلاحیت اور اہلیت ہی ختم کردی ہے۔

یہ بات یاد رکھیں کہ آنحضرت ﷺ کی دعا عبداللہ بن ابی کے لیے قبول نہ ہوسکی تو دوسروں کی دعائیں مشرکوں کے حق میں کیونکر درجہ قبولیت پاسکتی ہیں؟ کیونکہ نبی کی دعا کا اثر ہی جداگانہ ہوتا ہے، حضرت محمد ﷺ جو ع

بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

کے مطابق بہت ہی اونچا اور بلند مقام رکھتے ہیں مگر چونکہ دربار خداوندی میں مشرک کے لیے دعا قبول ہی نہیں ہوسکتی اس لئے اللہ تعالیٰ نے دعا سے روک دیا اگر دعا کی بھی تو وہ قبول نہیں فرمائے گا۔

فَرِحَ الْمُخَلَّفُوْنَ بِمَقْعَدِهِمْ خِلٰفَ رَسُوْلِ اللّٰهِ وَكَرِهُوْٓا اَنْ يُّجَاهِدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ

خوش ہیں پیچھے رہ گئے (منافق) اپنے بیٹھے رہنے پر رسول اللہ ﷺ کے بعد اور ناپسند کیا ہے انہوں نے کہ وہ جہاد کریں

وَاَنْفُسِهِمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَقَالُوْا لَا تَنْفِرُوْا فِي الْحَرِّ ۭ قُلْ نَارُ جَهَنَّمَ اَشَدُّ حَرًّا ۭ لَوْ

اپنے مالوں سے اور اپنی جانوں سے اللہ کے راستے میں اور کہا انہوں نے (ایک دوسرے سے) نہ کوچ کرو گرمی کے زمانے میں (اے پیغمبر) آپ کہہ دیجئے جہنم کی آگ بہت زیادہ

كَانُوْا يَفْقَهُوْنَ ﴿٨١﴾ فَلْيَضْحَكُوْا قَلِيْلًا وَّلْيَبْكُوْا كَثِيْرًا ۚ جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ﴿٨٢﴾

سخت ہے گرمی کے لحاظ سے اگر ان لوگوں کو سمجھ ہو ﴿۸۱﴾ پس چاہئے کہ یہ ہنسیں تھوڑی مدت تک اور روئیں زیادہ یہ بدلہ ہے اس کا جو یہ کماتے ہیں ﴿۸۲﴾

فَاِنْ رَّجَعَكَ اللّٰهُ اِلٰى طَآئِفَةٍ مِّنْهُمْ فَاسْتَاْذَنُوْكَ لِلْخُرُوْجِ فَقُلْ لَّنْ تَخْرُجُوْا

پس اگر اللہ تعالیٰ آپ کو واپس لوٹائے ان میں سے ایک گروہ کی طرف پھر وہ اجازت طلب کریں آپ سے (آپ کے ساتھ) نکلنے کی تو آپ کہہ دیں کہ ہرگز

مَعِیَ اَبَدًا وَّلَنْ تُقَاتِلُوْا مَعِیَ عَدُوًّا ۭ اِنَّكُمْ رَضِيْتُمْ بِالْقُعُوْدِ اَوَّلَ مَرَّةٍ فَاقْعُدُوْا

نہ نکلو تم میرے ساتھ کبھی بھی اور نہ لڑو تم میرے ساتھ ہو کر دشمن سے بیشک تم راضی ہو چکے بیٹھے رہنے کے ساتھ پہلی مرتبہ پس بیٹھ جاؤ پیچھے

مَعَ الْخٰلِفِيْنَ ﴿٨٣﴾ وَلَا تُصَلِّ عَلٰٓى اَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّاتَ اَبَدًا وَّلَا تَقُمْ عَلٰى قَبْرِهٖ ۭ

بیٹھنے والوں کے ساتھ ﴿۸۳﴾ اور (اے پیغمبر!) آپ نہ نماز پڑھیں ان میں سے کسی ایک پر جو مر گیا ہو کبھی بھی اور نہ کھڑے ہوں اس کی قبر پر

اِنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَمَاتُوْا وَهُمْ فٰسِقُوْنَ ﴿٨٤﴾ وَلَا تُعْجِبْكَ اَمْوَالُهُمْ وَاَوْلَادُهُمْ ۭ

بیشک انہوں نے کفر کیا اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے ساتھ اور مرے اس حال میں کہ وہ نافرمانی کرنے والے تھے ﴿۸۴﴾ اور نہ تعجب میں ڈالیں آپ کو ان (منافقوں) کے مال

اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ اَنْ يُّعَذِّبَهُمْ بِهَا فِى الدُّنْيَا وَتَزْهَقَ اَنْفُسُهُمْ وَهُمْ كٰفِرُوْنَ ﴿٨٥﴾

اور ان کی اولاد بیشک اللہ تعالیٰ ارادہ کرتا ہے کہ سزا دے ان کو ان کے مالوں اور اولاد کی وجہ سے دنیا میں اور نکلیں ان کی جانیں اس حال میں کہ وہ کفر کرنے والے ہیں ﴿۸۵﴾

وَاِذَآ اُنْزِلَتْ سُوْرَةٌ اَنْ اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَجَاهِدُوْا مَعَ رَسُوْلِهِ اسْتَاْذَنَكَ اُولُوا الطَّوْلِ

اور جب اتاری جاتی ہے کوئی سورۃ (اور اس میں حکم دیا جاتا ہے) کہ ایمان لاؤ اللہ کے ساتھ اور جہاد کرو اس کے رسول کے ساتھ مل کر تو رخصت مانگتے ہیں آپ سے طاقت

مِنْهُمْ وَقَالُوْا ذَرْنَا نَكُنْ مَّعَ الْقٰعِدِيْنَ ﴿٨٦﴾ رَضُوْا بِاَنْ يَّكُوْنُوْا مَعَ الْخَوَالِفِ وَطُبِعَ

والے لوگ ان میں سے اور کہتے ہیں کہ چھوڑ دیجئے ہمیں تاکہ ہو جائیں ہم بیٹھنے والوں کے ساتھ ﴿۸۶﴾ یہ راضی ہوتے ہیں اس بات پر کہ ہوں یہ پیچھے رہنے والی عورتوں کے ساتھ

عَلٰى قُلُوْبِهِمْ فَهُمْ لَا يَفْقَهُوْنَ ﴿٨٧﴾ لٰكِنِ الرَّسُوْلُ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ جٰهَدُوْا

اور مہر کر دی گئی ہے ان کے دلوں پر بس یہ نہیں سمجھتے ﴿۸۷﴾ لیکن اللہ کا رسول اور وہ لوگ جو ایمان لائے ہیں آپ کے ساتھ انہوں نے جہاد کیا اپنے

بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ ۭ وَاُولٰٓئِكَ لَهُمُ الْخَيْرٰتُ ۡ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴿٨٨﴾ اَعَدَّ اللّٰهُ

مالوں کے ساتھ اور اپنی جانوں کے ساتھ اور یہی لوگ ہیں کہ جن کیلئے نیکیاں ہیں اور یہی ہیں جو فلاح پانے والے ہیں ﴿۸۸﴾ اللہ نے تیار کیا ہے

لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۭ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴿٨٩﴾

ان کیلئے بہشت بہتی ہیں ان کے سامنے نہریں ہمیشہ رہنے والے ہوں ان میں یہ ہے کامیابی بڑی ﴿۸۹﴾

ع ۱۱ / ۱۷

﴿۸۱﴾ فَرِحَ الْمُخَلَّفُوْنَ بِمَقْعَدِهِمْ ...الخ ربط آیات: اوپر سے منافقین کا ذکر چلا آرہا ہے، اب یہاں سے بھی انہیں منافقین کا ذکر ہے جو دوسروں کو برائی کی دعوت دیتے ہیں ایسے لوگوں کو نبی ﷺ کی استغفار سے کیا فائدہ پہنچ سکتا ہے۔؟

خلاصہ رکوع ⑪ تخلف کا نتیجہ، تنبیہ منافقین، منافقین کا قدیم حال، منافقین کا جنازہ پڑھنے کی ممانعت، اثبات زمنی قبر، منافقین کی ظاہری حالت پر تعجب کی ممانعت، منافقین کا جہاد سے جی چرانے کا بیان، تخلف کی وجہ سے مہر خداوندی، مدح مؤمنین برائے جہاد، بشارت۔ ماخذ آیات ۸۱ تا ۸۹+

تخلف کا نتیجہ :جن منافقوں نے آنحضرت ﷺ سے جھوٹے عذروں کی بنا پر جہاد پر جانے سے اجازت لی تھی اور اپنے گھر بیٹھے رہنے پر خوش ہوئے اس تخلف کا نتیجہ جہنم کی آگ ہے۔

﴿۸۲﴾ تنبیہ منافقین :انہیں منافقین کو چاہیئے کہ اپنے بداعمالیوں پر دنیا میں تھوڑا ہنسیں۔

﴿۸۳﴾ منافقین کا قدیم حال :آپ ﷺ غزوہ تبوک سے صحیح سالم مدینہ واپس آجائیں پھر دوسرے غزوے کی تیاری کریں، اور جو منافق اس غزوے میں آپکے ساتھ نہیں نکلے وہ اس غزوے میں آپ ﷺ کے ساتھ نکلنے کی اجازت مانگیں تو آپ یہ کہہ دینا کہ تحقیق تم پہلی بار اپنے گھروں میں بیٹھے رہنے پر خوش رہے سو اب دوسری بار بھی پیچھے رہنے والوں کے ساتھ بیٹھے رہو۔ کیونکہ تم نے کسی دشمن سے لڑنا نہیں ہے باقی خواہ مخواہ کی جھوٹی باتیں کیوں بناتے ہو؟

﴿۸۴﴾ وَلَا تُصَلِّ عَلٰٓی اَحَدٍ مِّنْهُمْ ...الخ منافقین کا جنازہ پڑھنے کی ممانعت۔

ربط آیات۔ ① اوپر کی آیت میں منافقین کیلئے استغفار کرنے کے ممانعت کی گئی تھی اب اس آیت میں انکے جنازہ کی نماز پڑھنے سے آپ ﷺ کو قطعاً منع کیا گیا۔ ② اوپر کی آیات میں حالت حیات کے برتاؤ کا ذکر تھا اب حالت ممات کے برتاؤ کا ذکر ہے۔

شان نزول :جب عبداللہ بن ابی منافق مرگیا تو آپ ﷺ اسکے مسلمان بیٹے کی خاطر اسکے جنازے کی نماز پڑھنے کیلئے تشریف لے گئے جس طرح آنحضرت ﷺ نے اسکی زندگی میں اس کے ساتھ مسلمانوں کا برتاؤ کیا اسی طرح اسکے مرنے کے بعد بھی اسکے مسلمان بیٹے کے اصرار پر آپ ﷺ نے اس کے ساتھ مسلمانوں کا برتاؤ کیا اور اس کے نماز جنازہ پڑھنے کیلئے تشریف لے گئے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ یہ منافق تھا آپ ﷺ اسکی جنازہ کی نماز نہ پڑھائیں اللہ تعالیٰ ارشاد ہے "اِسْتَغْفِرْ لَهُمْ اَوْلَا تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ" آپ نے فرمایا کہ اللہ نے مجھے اختیار دیا ہے یعنی ممانعت نہیں فرمائی میں ستر بار سے بھی زیادہ استغفار کروں گا بعد ازاں آپ ﷺ نے اسکے ظاہری اسلام کو ملحوظ رکھتے ہوئے اس کی نماز جنازہ پڑھی۔ کیونکہ منافقین ظاہر میں کلمہ اسلام کا پڑھتے تھے اور نماز روزہ بھی کرتے تھے اسلئے آنحضرت ﷺ انکے ساتھ معاملہ ظاہراً مسلمانوں سا کرتے تھے اور جن آیات میں مشرکین کیلئے استغفار کی ممانعت آئی ہے اس سے وہ لوگ مراد ہیں جو صریح کافر ہیں اور مشرک تھے ان کیلئے استغفار کی ممانعت سے یہ لازم نہیں آتا کہ منافقین کیلئے بھی استغفار ممنوع ہو اسلئے کہ منافق بظاہر اسلام کا کلمہ پڑھتے تھے اور بظاہر شعائر اسلام بجالاتے تھے اس لیے وہ اس ممانعت کے مفہوم میں داخل نہیں تھے غرض یہ کہ آپ ﷺ نے اس کے ظاہری اسلام کے بنا پر اس کی نماز جنازہ پڑھائی۔ اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی تائید وموافقت میں یہ آیت نازل ہوئی۔ وَلَا تُصَلِّ عَلٰٓی اَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّاتَ اَبَدًا ...الخ اس کے بعد آپ نے کسی منافق کی نماز جنازہ نہیں پڑھی اس آیت کے ذریعے یہ بتادیا گیا کہ اب انکا حکم مسلمانوں جیسا نہیں رہا اس لئے ان میں جو مرجائے آپ کبھی بھی اسکی نماز جنازہ نہ پڑھیں۔

اثبات زمینی قبر

اس آیت میں اسی گڑھے کو قبر کہا گیا ہے جہاں عبداللہ بن ابی کو دفن کیا گیا ہے، اور آنحضرت ﷺ کو حکم دیا گیا ہے کہ کسی منافق کی قبر پر کبھی بھی کھڑے نہ ہوں کہ اس کے لیے دعا کریں، یہ قبر اسی گڑھے کا نام ہے یا یہ کوئی غیب کی جگہ ہے جسے ہم نہ یہاں محسوس کر سکیں، نہ جان سکیں، نہ وہاں جا سکیں، قرآن کریم میں جہاں بھی یہ لفظ آیا ہے اسی گڑھے پر آیا ہے، یہ گڑھا عالم غیب کا ایک دائرہ بنے یا جنت کا کوئی باغیچہ اس کی وسعت وفسحت اللہ ہی کو معلوم ہے قبر اسی کا نام ہے، قرآن کریم میں قبر اس گڑھے کے سوا اور کسی چیز کو نہیں کہا گیا، آگے اس کی ایک برزخی وسعت ہے۔

مخالفین کی یہ رٹ کہ قبر اس گڑھے کا نام نہیں کیا یہ قرآن کریم کی کھلی مخالفت نہیں ہے؟ بعض صوفیوں نے اگر مجازی رنگ میں قبر کے کسی اور عالم کی خبر دی ہے تو اس سے قبر کے قرآنی معنوں کا انکار کیسے جائز ہو گیا؟ قرآن کے مقابلے میں صوفیوں کی بات کو اصل ٹھہرانا یہ راہ بدعت نہیں تو کونسی سنت ہے؟ جب قبر کا کنارا اللہ کے علم میں ہے تو اگر کسی صوفی کی کشفی نظر اس قبر کے کسی دوسرے حصے پر پڑ گئی اور اس نے قبر کے حالات ذکر کر دیئے تو اس سے اس ظاہری قبر کا انکار کیسے نکل آیا؟ برزخی وسعت ماننے کا مطلب اس قبر کا انکار نہیں ہے پھر صوفیاء کرام کے اقوال سے عقائد کی بنیاد رکھنا اس کی کوئی شرعی اصل ہے؟

اہل سنت کے نزدیک قبر کا عذاب وثواب برحق ہے اس طرح کہ میت کی روح اور جسم دونوں عذاب وثواب سے متاثر ہوتے ہیں اس پر بقدر ضرورت تفصیل سورۃ بقرہ آیت :۱۵۴ میں گزر چکی ہے ملاحظہ فرمائیں۔ البتہ ایک شبہ یاد رکھیں کہ قبر کو کھول کر دیکھیں تو میت کی زندگی آگ، سانپ اور قبر کی وسعت وتنگی محسوس نہیں ہوتی تو پھر خلاف مشاہدہ امور کیسے تسلیم کر لئے جائیں؟

جواب: عالم تین ہیں۔ ❶ عالم دنیا۔ ❷ عالم برزخ۔ ❸ عالم آخرت۔ عالم برزخ عالم آخرت کا ایک مقدمہ ہے تو ہر عالم کے حالات دوسرے عالم سے مختلف ہوتے ہیں، جیسا کہ ایک ملک کے حالات دوسرے ملک کے قوانین سے مختلف ہوتے ہیں، اور جنات اور فرشتوں کو ہم نہیں دیکھ سکتے حالانکہ وہ اس دنیا میں موجود ہیں، تو اسی طرح برزخ کے حالات کا دنیا کے حالات پر قیاس کرنا قیاس مع الفارق ہے عالم برزخ کے حالات کا ادراک دنیا کی آنکھوں سے نہیں ہو سکتا، بلکہ اس کے لیے برزخی قویٰ اور حواس کی ضرورت ہے اور وہ اس عالم میں ممکن نہیں ہیں۔

﴿۸۵﴾ منافقین کی ظاہری حالت پر تعجب کی ممانعت: آپ کو یہ تعجب نہ ہو کہ جب راندہ درگاہ الٰہی ہیں تو پھر انکو مال اور اولاد کی نعمت کیوں عطا ہوئی یہ رحمت الٰہی نہیں ہے بلکہ زحمت خداوندی ہے۔

﴿۸۶﴾ منافقین کا جہاد سے جی چرانے کا بیان: ان کی بدباطنی ملاحظہ ہو جب حکم ملتا ہے کہ تم اللہ پر ایمان لاؤ اور اس کے رسول کے ساتھ ہو کر جہاد کرو تو ان میں سے دولتمند رخصت طلب کرتے ہیں۔ تو پھر غیر دولتمندوں کا کیا حال ہوگا۔

﴿۸۷﴾ تخلف کی وجہ سے مہر خداوندی: کہ اب ان کے دلوں پر نفاق کی مہر لگ چکی ہے جس سے یہ جہاد کی اہمیت کو سمجھتے نہیں یعنی اتنے بے حمیت ہیں کہ عورتوں کی طرح گھر میں بیٹھنے کو پسند کرتے ہیں۔

﴿۸۸﴾ مدح مؤمنین برائے جہاد: آنحضرت ﷺ اور اہل ایمان ہی سربکف ہو کر نکلتے ہیں جزائے خیر بھی انہیں کا حصہ ہے۔ ﴿۸۹﴾ بشارت: جنت انہیں خدا پرستوں کا حصہ ہے جس میں ہمیشہ رہیں گے اور ان نعمتوں کا حصول بڑی کامیابی ہے۔

وَجَآءَ الْمُعَذِّرُوْنَ مِنَ الْاَعْرَابِ لِيُؤْذَنَ لَهُمْ وَقَعَدَ الَّذِيْنَ كَذَبُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ۭ

اور آئے بہانہ ساز دیہاتی تا کہ ان کو رخصت دے دی جائے اور بیٹھ گئے وہ لوگ جنہوں نے جھوٹ بولا تھا اللہ اور اس کے رسول سے

سَيُصِيبُ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ﴿٩٠﴾ لَيْسَ عَلَى الضُّعَفَاءِ وَلَا عَلَى الْمَرْضَىٰ

عنقریب پہنچے گا کفر کرنے والوں کو درد ناک عذاب ﴿۹۰﴾ نہیں ہے ضعیفوں پر اور نہ بیماروں پر اور نہ ان لوگوں پر جو نہیں پاتے

وَلَا عَلَى الَّذِينَ لَا يَجِدُونَ مَا يُنْفِقُونَ حَرَجٌ إِذَا نَصَحُوا لِلَّهِ وَرَسُولِهِ ۚ مَا عَلَى

وہ چیز کہ خرچ کریں کچھ گناہ جبکہ وہ خیر خواہی کریں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی اور نہیں ہے نیکی کرنے والوں پر کچھ الزام اور اللہ تعالیٰ

الْمُحْسِنِينَ مِنْ سَبِيلٍ ۚ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ ﴿٩١﴾ وَلَا عَلَى الَّذِينَ إِذَا مَا أَتَوْكَ

بہت بخشش کرنے والا ازحد مہربان ہے ﴿۹۱﴾ اور نہیں ہے گناہ ان لوگوں پر جو آئے تھے آپ کے پاس تا کہ آپ ان کو سواری دیں

لِتَحْمِلَهُمْ قُلْتَ لَا أَجِدُ مَا أَحْمِلُكُمْ عَلَيْهِ تَوَلَّوْا وَأَعْيُنُهُمْ تَفِيضُ مِنَ الدَّمْعِ

تو کہا آپ نے کہ میں نہیں پاتا اس چیز کو کہ میں اس پر تم کو سوار کرا دوں تو پلٹے وہ لوگ اس حال میں کہ ان کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے اس غم میں کہ نہیں پاتے وہ

حَزَنًا أَلَّا يَجِدُوا مَا يُنْفِقُونَ ﴿٩٢﴾ إِنَّمَا السَّبِيلُ عَلَى الَّذِينَ يَسْتَأْذِنُونَكَ وَهُمْ أَغْنِيَاءُ ۚ

اس چیز کو جس کو وہ خرچ کریں ﴿۹۲﴾ بیشک الزام ان لوگوں پر ہے جو اجازت طلب کرتے ہیں آپ سے حالانکہ وہ مالدار ہیں وہ راضی ہو گئے ہیں

رَضُوا بِأَنْ يَكُونُوا مَعَ الْخَوَالِفِ وَطَبَعَ اللَّهُ عَلَىٰ قُلُوبِهِمْ فَهُمْ لَا يَعْلَمُونَ ﴿٩٣﴾

اس بات پر کہ ہو جائیں وہ پیچھے رہنے والوں کے ساتھ اور اللہ تعالیٰ نے مہر کر دی ہے ان کے دلوں پر پس وہ نہیں جانتے ﴿۹۳﴾

يَعْتَذِرُونَ إِلَيْكُمْ إِذَا رَجَعْتُمْ إِلَيْهِمْ ۚ قُلْ لَا تَعْتَذِرُوا لَنْ نُؤْمِنَ لَكُمْ قَدْ

(اے ایمان والو) یہ (منافق لوگ) بہانے کریں گے تمہارے سامنے جب تم واپس آؤ گے ان کی طرف (اے پیغمبر) آپ کہہ دیں مت بہانے بناؤ ہم ہرگز تمہاری تصدیق

نَبَّأَنَا اللَّهُ مِنْ أَخْبَارِكُمْ ۚ وَسَيَرَى اللَّهُ عَمَلَكُمْ وَرَسُولُهُ ثُمَّ تُرَدُّونَ إِلَىٰ عَالِمِ

نہیں کریں گے بیشک اللہ نے ہمیں بتلا دی ہیں تمہاری خبریں اور عنقریب اللہ تعالیٰ دیکھ لے گا تمہارے عمل کو اور اس کا رسول پھر تم لوٹائے جاؤ گے

الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ ﴿٩٤﴾ سَيَحْلِفُونَ بِاللَّهِ لَكُمْ إِذَا

عالم الغیب والشہادہ کی طرف پھر وہ ظاہر کر دے گا تمہارے سامنے وہ باتیں جو تم کیا کرتے تھے ﴿۹۴﴾ یہ لوگ قسمیں کھائیں گے اللہ کے نام کی تمہارے سامنے جب تم پلٹ کر آؤ

انْقَلَبْتُمْ إِلَيْهِمْ لِتُعْرِضُوا عَنْهُمْ ۖ فَأَعْرِضُوا عَنْهُمْ ۖ إِنَّهُمْ رِجْسٌ ۖ وَمَأْوَاهُمْ

گے ان کی طرف تا کہ تم ان سے درگزر کرو پس درگزر کرو ان سے بیشک یہ ناپاک لوگ ہیں اور ان کا ٹھکانہ جہنم ہے بدلہ ہوگا اس کا جو یہ

جَهَنَّمُ جَزَاءً بِمَا كَانُوا يَكْسِبُونَ ﴿٩٥﴾ يَحْلِفُونَ لَكُمْ لِتَرْضَوْا عَنْهُمْ ۖ فَإِنْ تَرْضَوْا عَنْهُمْ

کماتے تھے ﴿۹۵﴾ قسمیں اٹھائیں گے تمہارے سامنے تا کہ تم راضی ہو جاؤ ان سے پس اگر تم راضی ہو جاؤ

فَاِنَّ اللّٰهَ لَا یَرۡضٰی عَنِ الۡقَوۡمِ الۡفٰسِقِیۡنَ ﴿۹۶﴾ اَلۡاَعۡرَابُ اَشَدُّ کُفۡرًا وَّ نِفَاقًا وَّ اَجۡدَرُ

تو بیشک اللہ تعالیٰ نہیں راضی ہوتا ان لوگوں سے جو نافرمان ہیں ﴿۹۶﴾ دیہات کے رہنے والے گنوار بہت شدید ہیں کفر اور نفاق میں اور زیادہ لائق ہیں وہ کہ

اَلَّا یَعۡلَمُوۡا حُدُوۡدَ مَاۤ اَنۡزَلَ اللّٰهُ عَلٰی رَسُوۡلِهٖ ؕ وَ اللّٰهُ عَلِیۡمٌ حَکِیۡمٌ ﴿۹۷﴾ وَ مِنَ الۡاَعۡرَابِ

نہ جانیں وہ حدود جو اللہ نے نازل کئے ہیں اپنے رسول پر اور اللہ تعالیٰ سب کچھ جاننے والا اور حکمت والا ہے ﴿۹۷﴾ اور دیہاتیوں میں سے بعض وہ

مَنۡ یَّتَّخِذُ مَا یُنۡفِقُ مَغۡرَمًا وَّ یَتَرَبَّصُ بِکُمُ الدَّوَآئِرَ ؕ عَلَیۡهِمۡ دَآئِرَةُ السَّوۡءِ ؕ وَ اللّٰهُ

جو بناتے ہیں اس چیز کو جو خرچ کرتے ہیں تاوان اور انتظار کرتے ہیں تمہارے متعلق گردشوں کا انہی کے اوپر ہے گردش بری اور اللہ تعالیٰ سننے والا اور

سَمِیۡعٌ عَلِیۡمٌ ﴿۹۸﴾ وَ مِنَ الۡاَعۡرَابِ مَنۡ یُّؤۡمِنُ بِاللّٰهِ وَ الۡیَوۡمِ الۡاٰخِرِ وَ یَتَّخِذُ مَا یُنۡفِقُ

جاننے والا ہے ﴿۹۸﴾ اور دیہاتیوں میں سے بعض وہ ہیں جو ایمان رکھتے ہیں اللہ پر اور قیامت کے دن پر اور بناتے ہیں اس چیز کو جس کو وہ خرچ کرتے ہیں

قُرُبٰتٍ عِنۡدَ اللّٰهِ وَ صَلَوٰتِ الرَّسُوۡلِ ؕ اَلَاۤ اِنَّهَا قُرۡبَةٌ لَّهُمۡ ؕ سَیُدۡخِلُهُمُ اللّٰهُ فِیۡ رَحۡمَتِهٖ ؕ

اللہ کے نزدیک قربت کا ذریعہ اور رسول اللہ کی دعا لینے کا ذریعہ۔ سنو بیشک وہ قربت ہے ان کیلئے عنقریب اللہ تعالیٰ ان کو داخل کرے گا اپنی رحمت میں بیشک اللہ تعالیٰ بہت

اِنَّ اللّٰهَ غَفُوۡرٌ رَّحِیۡمٌ ﴿۹۹﴾ ع

بخشش کرنے والا اور مہربان ہے ﴿۹۹﴾

﴿۹۰﴾ وَجَآءَ الۡمُعَذِّرُوۡنَ ... الخ ربط آیات: اوپر شہری منافقین کا ذکر تھا۔ اب یہاں سے دیہاتی منافقین کا ذکر ہے۔

خلاصہ رکوع ۱۲ : دیہاتی منافقوں کا عذر، سچے معذورین کی قبولیت معذرت، غریب صحابہ کرام ؓ کا بے مثال شوق جہاد، جہاد سے جی چرانے والوں پر الزام کا بیان، منافقین کے عذر کی خبر، منافقین کی قسمیں، منافقین کی جھوٹی قسموں کا مقصد، دیہاتی منافقوں کی مذمت، انفاق پر نظریہ، اعرابی مومنین کا انفاق میں حال۔ ماخذ آیات ۹۰ تا ۹۹ +

دیہاتی منافقوں کا عذر : کچھ دیہاتی منافق بھی بہانہ سازی کرتے ہوئے آئے کہ جہاد سے بھی بچ جائیں گے اور مسلمان بھی رہیں گے جب معلوم ہوا کہ انکی قلعی کھل گئی ہے تو معذرت کے لئے آئے۔

﴿۹۱﴾ سچے معذورین کی قبولیت معذرت : ہاں جو واقعی معذور ہیں جہاد پر نہ جانے سے ان پر کوئی گناہ نہیں بشرطیکہ وہ گھر میں بیٹھے ہوئے شرارت نہ کریں اور اللہ اور اس کے رسول سے خلوص دل سے ہمدردی رکھیں ایسے لوگوں پر کسی قسم کا الزام نہیں۔

﴿۹۲﴾ غریب صحابہ کرام ؓ کا بے مثال شوق جہاد : سبحان اللہ آنحضرت ﷺ کی صحبت نے صحابہ کرام ؓ کے دلوں میں عشق الٰہی کا وہ نشہ پیدا کیا تھا جسکی مثال کسی قوم وملت کی تاریخ میں موجود نہیں صاحب ثروت صحابہ کو دیکھو تو جان ومال سب کچھ خدا کے راستہ میں لٹانے کو تیار ہیں، اور سخت سے سخت قربانی کے وقت بڑے ولولہ اور اشتیاق سے آگے بڑھتے ہیں جو مالدار نہیں وہ اس غم میں رو رو کر کہتے ہیں کہ ہم میں اتنی استطاعت کیوں نہ ہوئی کہ اس محبوب حقیقی کی راہ میں قربان ہونے کے لئے اپنے آپ کو پیش کر سکتے اللہ اکبر حضرات مفسرین فرماتے ہیں یہ سات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم تھے جن کے لئے سواری کا انتظام نہیں تھا

یہ روتے ہوئے اپنے گھروں کو واپس ہوئے۔ اس رونے کی وجہ سے بکائین کے نام سے مشہور ہیں۔ (ابن کثیر ، ص:۱۱۹؛ ج ۲؛ قرطبی، ص: ۲۰۹؛ ج۔۸)

﴿۹۳﴾ جہاد سے جی چرانے والوں پر الزام کا بیان : جو مالی طاقت رکھنے کے باوجود پھر جہاد سے جی چراتے ہیں گویا کہ یہ ایسے بے عقل ہیں کہ اپنا نفع اور نقصان نہ سمجھ سکے جسکی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے انکی دلوں پر مہر خدائی لگادی۔

الحمدللہ دسویں پارہ کی تفسیر ختم ہوئی۔ نظر ثانی مدینہ منورہ میں بعد نماز عصر ۱۰ / ۳ / ۲۲ ۲ میں ہوئی۔

"وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ محمد وآلہ واصحابہ اجمعین"

﴿۹۴﴾ یَعۡتَذِرُوۡنَ ...الخ ربط آیات : گزشتہ آیات میں ان منافقین کا ذکر تھا جنہوں نے اجازت لی تھی۔ اب ان منافقین کا ذکر ہے جنہوں نے اجازت نہیں لی تھی محض عذر کر کے اپنے نفاق باطنی پر پردہ ڈالنا چاہتے ہیں۔

منافقین کے عذر کی خبر : یہ آیتیں غزوہ تبوک کی واپسی سے پہلے نازل ہوئیں جن میں یہ خبر دی گئی کہ یہ لوگ آپ کی واپسی کے بعد آپ کے پاس آکر آپ کے ساتھ نہ جانے کا عذر بیان کریں گے اور قسمیں کھائیں گے مگر اے نبی ﷺ آپ ان سے صاف کہہ دیجئے کہ اب کوئی عذر نہ کرو ہمیں اللہ تعالیٰ نے تمہاری اندرونی کیفیت سے بخوبی آگاہ کر دیا ہے ہم تمہاری کسی بات کا یقین نہیں کریں گے اور نہ کوئی تمہاری بات سنیں گے اور اگر تم اپنے سچے ہونے پر اصرار کرتے ہو تو خیر اب اس قصہ کو چھوڑ دو آئندہ تمہارا طرز عمل دیکھا جائے گا کہ کتنے مطیع اور مخلص ہو اور کیا کرتے ہو ظاہر کے مطابق تم سے معاملہ کیا جائے گا اور باطن کا حال عالم الغیب والشھادۃ کے حوالہ کیا جائے گا جس سے تمہارا کوئی اعتقاد کوئی عمل پوشیدہ نہیں۔

اہل بدعت کا آنحضرت ﷺ کے حاضر وناظر ہونے پر استدلال اور اس کے جوابات

ان کا کہنا ہے کہ اس آیت میں ہے "وَسَیَرَی اللّٰہُ عَمَلَکُمۡ وَرَسُوۡلُہٗ" (کہ اللہ تعالیٰ تمہارے عمل دیکھے گا اور اس کا رسول) سے ثابت ہوتا ہے کہ آنحضرت ﷺ امت کے تمام اعمال کا معائنہ کرتے اور انکو دیکھتے ہیں۔ اس سے ثابت ہوا کہ آپ ہر جگہ حاضر وناظر اور "جَمِیۡعُ مَا کَانَ وَمَا یَکُوۡنُ" کے عالم تھے۔ (تسکین الخواطر، ص:۱۳؛ مقیاس الحنفیت، ص۔۲۷۹)

جواب ❶ یہ ہے کہ جیسا کہ ابھی گزر چکا ہے کہ یہ آیت اور بلکہ آئندہ کی کئی آیات ان منافقین کے بارے میں نازل ہوئی ہیں جنہوں نے آپ کی روانگی کے وقت اجازت طلب کرنا ضروری نہ سمجھا تھا، اس خیال سے کہ مسلمان رومیوں کے افواج سے کیسے بچ کر واپس آسکتے ہیں۔

لہٰذا اجازت طلب کرنے کی ضرورت نہیں مگر آنحضرت ﷺ جب تیس ہزار کی فوج کو لیکر مقام تبوک پر پہنچے تو عیسائی مرعوب ہوگئے، اور جنگ کی نوبت پیش نہ آئیں، ادھر مدینہ میں جب منافقین کو علم ہوا تو ان کے طوطے اڑ گئے، اور انھوں نے اب غلط حیلے بہانے سوچنے شروع کر دیئے، حق تعالیٰ شانہٗ نے آپکو وحی کے ذریعہ مطلع فرمادیا کہ یہ لوگ آپ کے سامنے جھوٹے عذر پیش کریں گے، اور آپ کو مطمئن کرنے کی کوشش کریں گے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا "قُلۡ لَّا تَعۡتَذِرُوۡا ...الخ" آپ ان سے کہہ دینا مت بہانے بناؤ، ہم ہر گز نہ مانیں گے تمہاری بات کو

ہم کو اللہ تعالیٰ تمہارے احوال بتا چکا ہے، تمہاری کذب بیانی اور نفاق پر مطلع فرمادیا، لہٰذا تمہارا عذر کرنا بے فائدہ ہے۔

حاصل جواب یہ ہے کہ اس سے منافقین کے ظاہری کاروائی اور طرز عمل کو دیکھنا مراد ہے نہ کہ باطنی راز اور بھید کا جاننا ہے کیونکہ باطنی راز و بھید کا جاننا یا تمام امت کے سب اعمال کو دیکھنا صرف علیم بذات الصدور کا خاصہ ہے جیسا کہ خود اس آیت میں واضح تصریح موجود ہے۔

جواب ② یہ ہے کہ اس آیت میں رؤیت سے رؤیت بصری مراد ہو تو مطلب یہ ہوا کہ پھر ساری امت ہر جگہ حاضر و ناظر ہے اور ساری امت دوسروں کے ظاہر و باطن سے خوب آگاہ ہے۔

چنانچہ اس سورۃ کی آیت: ۱۰۵: میں ہے "وَقُلِ اعْمَلُوْا فَسَيَرَى اللّٰهُ عَمَلَكُمْ وَرَسُوْلُهٗ وَالْمُؤْمِنُوْنَ" اور آپ ان سے فرمادیجئے عمل کئے جاؤ پھر آگے دیکھ لے گا، اللہ تعالیٰ تمہارے عمل کو اور اس کا رسول اور مؤمن۔

جس کا واضح مطلب یہی ہے کہ آگے تم کو دیکھا جائے گا کہ تم کہاں تک صدق و استقامت کا عملی ثبوت پیش کرتے ہو اگر اس غزوہ میں غیر حاضری کا قصور ہوا تو آئندہ اور جہاد ہوں گے جس میں آنحضرت ﷺ اور خلفاء راشدین اور دیگر مؤمن دیکھ لیں گے تو تم اپنے دعوے میں کس قدر سچے ہو۔

خلاصہ جواب: یہ ہے کہ اگر اس سے رؤیت بصری مراد ہے تو پھر معلوم ہوا کہ تمام مومن بھی حاضر و ناظر ہیں، اور جو شخص انکو ہر جگہ حاضر و ناظر تسلیم نہ کرے تو وہ اس نص قطعی کا منکر اور کافر ہوا؟ کیا فریق مخالف کا یہی عقیدہ ہے؟ مولوی عمر تو لکھتے ہیں کہ اولیاء کرام بھی دیکھیں گے تمہارے تمام اعمالوں کو۔ (مقیاس الحنفیت: ص۔۲۷۹)

اگر یہی عقیدہ ہے تو پھر آنحضرت ﷺ اور مومنوں میں اس صفت کے لحاظ سے تو کوئی فرق نہ ہوا۔ جب کوئی فرق نہ رہا تو پھر آنحضرت ﷺ کی اس میں کیا فوقیت باقی رہی۔ (معاذ اللہ تعالیٰ)

جواب ③ یہ ہے کہ اس آیت سے عموم کا دعویٰ کرنا سراسر باطل ہے کیونکہ آیتوں کے شان نزول سے سیاق و سباق سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ اس سے مراد منافقوں کے بعض ظاہری اعمال کو دیکھتے ہیں۔ جواب ④ یہ ہے کہ اس آیت سے شیعہ حضرات نے استدلال کیا ہے کہ آنحضرت ﷺ اور دیگر ائمہ کرام کے ہاں امت کے سب اعمال پیش کئے جاتے ہیں۔ (دیکھئے اصول کافی۔ باب عرض الاعمال علی النبی ﷺ و ائمہ کتاب الحجہ جزء سوم ص۹: ۱۳۹ مع الصافی طبع نولکشور) مگر افسوس سنی کہلانے والے بھی اس غلط فہمی کا شکار ہو گئے ہیں۔

جواب ⑤ یہ ہے کہ لغت میں رؤیت کا معنیٰ دانستن بھی آتا ہے اور وحی کے ذریعے سے علم حق ہے اور یہی جملہ مسلمانوں کا عقیدہ ہے۔ (تبرید النواظر فی تحقیق الحاضر والناظر)

﴿۹۵﴾ منافقین کی قسمیں: اب وہ تمہارے سامنے آکر اللہ کی قسمیں کھائیں گے کہ ہم معذور تھے جب تم ان کے پاس واپس جاؤ گے۔ اور یہ قسمیں کھا کر اپنی بدباطنی کو چھپاتے ہیں آپ ان سے درگزر کریں یعنی ان پر ملامت اور غصہ نہ کریں کیونکہ یہ لوگ پلید ہیں اور ملامت اور غصہ کا مقصد اصلاح ہوتا ہے اور ان کی اصلاح کی کوئی امید نہیں اس لئے انکا ٹھکانہ دوزخ ہے۔

﴿۹۶﴾ منافقوں کی جھوٹی قسموں کا مقصد: اگر آپ انکی قسموں پر اعتماد کر کے راضی بھی ہو جائیں تو ان کو کیا فائدہ ہو گا جب تک اللہ تعالیٰ راضی نہ ہو۔ اس آیت سے مقصود مسلمانوں کو منع کرنا ہے کہ تم ان سے راضی نہ ہو اور ان کے جھوٹوں عذروں کے فریب میں نہ آؤ۔ حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جس شخص کا احوال معلوم ہو کہ منافق ہے اسکی طرف سے تغافل روا ہے لیکن دوستی اور

محبت اور یگانگی روا نہیں۔ (موضح القرآن)

﴿۹۷﴾ اَلْاَعْرَابُ اَشَدُّ... الخ ربط آیات : شروع رکوع میں مدینہ کے منافقین کے احوال بیان ہوئے اب ان آیات میں اعراب یعنی دیہات والوں کا کچھ حال بیان کرتے ہیں ان میں بھی کئی طرح کے لوگ ہیں کفار۔ منافقین، اور مؤمنین یہاں سے دیہاتی منافقین کی مذمت بیان کرتے ہیں۔ دیہاتی منافقین کی مذمت : فرمایا یہ گنوار اللہ تعالیٰ کے احکام کو کس طرح سمجھیں اور گنوار ہونے کے باعث ان میں کفر اور نفاق کے آثار بڑھے ہوئے ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ لوگ آنحضرت ﷺ اور علماء عقلاء دانشوروں سے دور رہتے ہیں دین کی باتیں سننے کا کم اتفاق ہوتا ہے اہل علم کی مجلس کی دوری کی وجہ سے جہالت میں غرق پھرتے ہیں۔

﴿۹۸﴾ دیہاتی منافقین کا انفاق پر نظریہ : انہی گنواروں میں سے ایسے بھی ہیں جو اسلام کی حمایت میں خرچ کرنا تاوان خیال کرتے ہیں اور مسلمانوں پر گردش ایام کے منتظر رہتے ہیں۔

﴿۹۹﴾ اعرابی مؤمنین کا انفاق میں حال : ہاں ان دیہاتیوں میں بعض آدمی سچے باخدا بھی پائے جاتے ہیں جو ہر وقت اسلام اور مسلمانوں کی عزت اور ترقی کے آرزومند رہتے ہیں، اور کچھ نیک کاموں میں خرچ کرتے ہیں اس کو عند اللہ قرب حاصل ہونے کا ذریعہ اور رسول اللہ ﷺ کی دعا لینے کا ذریعہ بناتے ہیں کیونکہ آپ کی عادت شریف تھی کہ ایسے مواقع پر خرچ کرنے والوں کو دعا دیتے تھے۔

عبدالرحمن بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ آنحضرت ﷺ کے پاس ہزار دینار لائے اپنی آستین میں رکھ کر تبوک کے لشکر کا سامان تیار کیا اور آپ ﷺ کی گود میں بکھیر دیئے میں نے نبی ﷺ کو دیکھا کہ ان کو الٹتے پلٹتے تھے اپنی گود میں اور (دعا) فرماتے تھے نہیں ضرر کریں گے عثمان رضی اللہ عنہ کو وہ گناہ کہ کریں آج کے عمل کے بعد یہ کلمہ دوبار فرمایا۔ (رواہ احمد بحوالہ مشکوٰۃ شریف)

اس حدیث سے واضح ہوتا ہے کہ جو شخص اللہ کی راہ میں مال خرچ کرے اس کے حق میں خیر کی دعا دینا یا کرنا آنحضرت ﷺ سے مشروع ہے، اس میں کوئی ممانعت نہیں۔ واللہ اعلم۔ یہ آیت قبائل مزینہ اور اسلم اور غفار اور جہینہ کے بارے میں نازل ہوئی۔

(معالم التنزیل، ص: ۳۰۷، ج: ۲، بحر محیط، ص: ۹۱، ج: ۵، روح المعانی، ص: ۱۳، ج: ۱۱، خازن، ص: ۲۷۴، ج: ۲)

وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ رَّضِيَ اللّٰهُ

اور سبقت کرنے والے سب سے پہلے مہاجرین اور انصار میں سے اور وہ لوگ جنہوں نے ان کا اتباع کیا نیکی کے ساتھ اللہ ان سے راضی ہوا

عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ وَاَعَدَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ تَحْتَهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا

اور وہ اللہ سے راضی ہوئے اور تیار کئے ہیں اللہ نے ان کیلئے باغات جاری ہیں جن کے سامنے نہریں ہمیشہ رہنے والے ہوں گے ان میں

ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴿۱۰۰﴾ وَمِمَّنْ حَوْلَكُمْ مِّنَ الْاَعْرَابِ مُنٰفِقُوْنَ وَمِنْ اَهْلِ الْمَدِيْنَةِ

یہ ہے کامیابی بڑی ﴿۱۰۰﴾ اور بعض تمہارے ارد گرد دیہاتوں کے رہنے والے لوگ منافق ہیں اور بعض اہل مدینہ میں سے جواڑے ہوئے ہیں

مَرَدُوْا عَلَى النِّفَاقِ لَا تَعْلَمُهُمْ نَحْنُ نَعْلَمُهُمْ سَنُعَذِّبُهُمْ مَّرَّتَيْنِ ثُمَّ يُرَدُّوْنَ

نفاق پر آپ ان کو نہیں جانتے ہم ان کو جانتے ہیں ہم ان کو سزا دیں گے دوبار پھر لوٹائے جائیں گے وہ بڑے

إِلَىٰ عَذَابٍ عَظِيمٍ ﴿١٠١﴾ وَآخَرُونَ اعْتَرَفُوا بِذُنُوبِهِمْ خَلَطُوا عَمَلًا صَالِحًا وَآخَرَ سَيِّئًا

عذاب کی طرف ﴿۱۰۱﴾ اور بعض دوسرے لوگ ہیں جنہوں نے اقرار کیا ہے اپنے گناہوں کا انہوں نے ملایا ہے نیک عمل اور کچھ دوسرا برا امید ہے کہ

عَسَى اللَّهُ أَنْ يَتُوبَ عَلَيْهِمْ ۚ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ ﴿١٠٢﴾ خُذْ مِنْ أَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ

اللہ تعالیٰ ان کی توبہ قبول کرے کہ بیشک اللہ تعالیٰ بہت بخشش کرنے والا اور نہایت ہی مہربان ہے ﴿۱۰۲﴾ اے پیغمبر! آپ لے لیں ان کے مالوں میں سے صدقہ پاک کردیں ان کو اور

وَتُزَكِّيهِمْ بِهَا وَصَلِّ عَلَيْهِمْ ۖ إِنَّ صَلَاتَكَ سَكَنٌ لَهُمْ ۗ وَاللَّهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ ﴿١٠٣﴾ أَلَمْ يَعْلَمُوا

تزکیہ کریں ان کا اس صدقے کے ساتھ اور دعا کریں ان کیلئے بیشک آپ ہی کی دعا ان کیلئے باعث تسکین ہوگی اور اللہ تعالیٰ سننے والا اور جاننے والا ہے ﴿۱۰۳﴾ کیا ان لوگوں کو

أَنَّ اللَّهَ هُوَ يَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهِ وَيَأْخُذُ الصَّدَقَاتِ وَأَنَّ اللَّهَ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيمُ ﴿١٠٤﴾

معلوم نہیں ہوا کہ بیشک اللہ ہی توبہ قبول کرتا ہے اپنے بندوں سے اور قبول کرتا ہے صدقات بیشک اللہ تعالیٰ توبہ قبول کرنے والا اور مہربانی کرنیوالا ہے ﴿۱۰۴﴾

وَقُلِ اعْمَلُوا فَسَيَرَى اللَّهُ عَمَلَكُمْ وَرَسُولُهُ وَالْمُؤْمِنُونَ ۖ وَسَتُرَدُّونَ إِلَىٰ عَالِمِ الْغَيْبِ

اور (اے پیغمبر) آپ کہہ دیجئے (اے لوگو) عمل کرو پس عنقریب اللہ تعالیٰ دیکھ لے گا تمہارے اعمال کو اور اس کا رسول بھی اور مومن بھی اور تم لوٹائے جاؤ گے اس ذات کی طرف

وَالشَّهَادَةِ فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ ﴿١٠٥﴾ وَآخَرُونَ مُرْجَوْنَ لِأَمْرِ اللَّهِ إِمَّا يُعَذِّبُهُمْ وَإِمَّا

جو عالم الغیب والشہادہ ہے پس وہ بتلادے گا تم کو جو کام تم کیا کرتے تھے ﴿۱۰۵﴾ اور بعض لوگ وہ ہیں جو مؤخر کئے گئے ہیں اللہ کے حکم سے پھر یا تو اللہ ان کو سزا دے گا یا

يَتُوبُ عَلَيْهِمْ ۗ وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ ﴿١٠٦﴾ وَالَّذِينَ اتَّخَذُوا مَسْجِدًا ضِرَارًا وَكُفْرًا وَتَفْرِيقًا

ان کی توبہ قبول کرے گا اور اللہ تعالیٰ سب کچھ جاننے والا اور حکمت والا ہے ﴿۱۰۶﴾ اور وہ لوگ جنہوں نے بنائی ہے مسجد ضرار (ضرر پہنچانے کیلئے) اور کفر کرنے کیلئے اور ایمان

بَيْنَ الْمُؤْمِنِينَ وَإِرْصَادًا لِمَنْ حَارَبَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ مِنْ قَبْلُ ۚ وَلَيَحْلِفُنَّ إِنْ أَرَدْنَا إِلَّا

والوں کے درمیان تفریق ڈالنے کیلئے اور گھات لگانے کیلئے اس شخص کے واسطے جس نے اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ لڑائی کی ہے اس سے پہلے اور البتہ یہ لوگ قسمیں اٹھائیں گے

الْحُسْنَىٰ ۖ وَاللَّهُ يَشْهَدُ إِنَّهُمْ لَكَاذِبُونَ ﴿١٠٧﴾ لَا تَقُمْ فِيهِ أَبَدًا ۚ لَمَسْجِدٌ أُسِّسَ عَلَى التَّقْوَىٰ

کہ ہم نے نہیں ارادہ کیا مگر نیکی کا۔ اللہ تعالیٰ گواہی دیتا ہے کہ یہ لوگ جھوٹے ہیں ﴿۱۰۷﴾ آپ نہ کھڑے ہوں اس میں کبھی بھی البتہ وہ مسجد جس کی بنیاد پہلے ہی دن سے تقویٰ پر رکھی

مِنْ أَوَّلِ يَوْمٍ أَحَقُّ أَنْ تَقُومَ فِيهِ ۚ فِيهِ رِجَالٌ يُحِبُّونَ أَنْ يَتَطَهَّرُوا ۚ وَاللَّهُ يُحِبُّ الْمُطَّهِّرِينَ ﴿١٠٨﴾

گئی ہے وہ زیادہ حقدار ہے کہ آپ اس میں کھڑے ہوں اس میں ایسے لوگ ہیں جو پسند کرتے ہیں پاک ہونے کو اور اللہ تعالیٰ پسند کرتا ہے طہارت حاصل کرنے والوں کو ﴿۱۰۸﴾

أَفَمَنْ أَسَّسَ بُنْيَانَهُ عَلَىٰ تَقْوَىٰ مِنَ اللَّهِ وَرِضْوَانٍ خَيْرٌ أَمْ مَنْ أَسَّسَ بُنْيَانَهُ

بھلا وہ شخص کہ جس نے بنیاد رکھی ہے اپنی عمارت کی اللہ کے تقویٰ پر اور خوشنودی پر وہ بہتر ہے یا وہ جس نے بنیاد رکھی ہے

عَلٰی شَفَا جُرُفٍ هَارٍ فَانْهَارَ بِهٖ فِیْ نَارِ جَهَنَّمَ ؕ وَاللّٰهُ لَا یَهْدِی الْقَوْمَ الظّٰلِمِیْنَ ﴿۱۰۹﴾

اپنی عمارت کی ایک کھائی کے کنارے پر جو گرنے والی ہے پھر وہ اس کو لے کر گری جہنم کی آگ میں اور اللہ تعالیٰ نہیں رہنمائی کرتا ان لوگوں کی جو ظلم کرتے ہیں ﴿۱۰۹﴾

لَا یَزَالُ بُنْیَانُهُمُ الَّذِیْ بَنَوْا رِیْبَةً فِیْ قُلُوْبِهِمْ اِلَّاۤ اَنْ تَقَطَّعَ قُلُوْبُهُمْ ؕ وَاللّٰهُ عَلِیْمٌ حَكِیْمٌ ﴿۱۱۰﴾

ہمیشہ رہے گی ان کی عمارت جو انہوں نے تعمیر کی تھی تردد اور کھٹکا ان کے دلوں میں ہے مگر یہ ہے کہ انکے دل ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیں اور اللہ خوب جاننے والا اور حکمت والا ہے ﴿۱۱۰﴾

﴿۱۰۰﴾ وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ ...الخ ربط آیات: اوپر متوسط درجہ کے مؤمنوں کا ذکر تھا، اب یہاں سے اعلیٰ درجہ کے مؤمنوں کا ذکر ہے۔

خلاصہ رکوع ۱۳ فضیلت مہاجرین وانصار اور ان کے متبعین، ذکر منافقین غیر معلوم النفاق، ۱، ذکر مؤمنین متخلفین معترفین، ۲، معترفین سے صدقہ قبول کرنے کا حکم، مختاریت باری تعالیٰ، ترہیب، ذکر مؤمنین متخلفین مخلصین، ۳، اعتقادی منافقین مسجد ضرار کی بنیاد، مسجد ضرار میں ٹھہرنے کی ممانعت، مسجد قباء میں جانے کا حکم، فریقین کے مراتب میں تفاوت، منافقین کی دائمی حسرت۔ ماخذ آیات ۱۰۰: تا ۱۱۰+

﴿۱۰۰﴾ فضیلت مہاجرین وانصار اور ان کے متبعین۔ وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ : کی تفسیر میں تابعین کے مختلف اقوال ہیں۔ بعض حضرات فرماتے ہیں کہ اس سے مراد مہاجرین وانصار ہیں جو ہجرت سے پہلے مشرف باسلام ہوئے، اور بعض حضرات فرماتے ہیں کہ اس سے مراد وہ حضرات ہیں جنہوں نے دونوں قبلوں کی طرح رخ کر کے نمازیں پڑھیں ہیں۔

(کشاف: ص: ۳۰۴ ج: ۲: خازن: ص: ۲۷۴ ج۔ ۲)

حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جو جنگ بدر تک مسلمان ہوئے ہیں وہ قدیم ہیں اور باقی ان کے تابع ہیں اور بعض حضرات حدیبیہ تک اسلام لانے والوں کو اس کا مصداق ٹھہراتے ہیں۔ (معالم التنزیل: ص: ۲۷۱ ج: ۲)

امام رازی رحمہ اللہ تفسیر کبیر میں "سابقین" سے مراد سابق فی الہجرۃ والنصرۃ کو ترجیح دیتے ہیں اس لئے کہ حق تعالیٰ نے "السابقون" کو مجمل ذکر فرمایا ہے پھر انکی صفت مہاجرین وانصار سے فرمائی ہے اس اجمال کے ازالہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اس سے مراد سبقت فی الہجرت والنصرۃ ہے۔ (کبیر: ص: ۱۴۳ ج: ۵: طبع دار الفکر) وَالَّذِیْنَ اتَّبَعُوْهُمْ : سے مراد تمام صحابہ کرام تابعین یا ان سے بھی بعد قیامت تک تمام مسلمان شامل ہیں۔ (روح المعانی: ص: ۱۳ ج۔ ۱۱)

اس آیت میں حق تعالیٰ شانہٗ صحابہ کرام کے درجات ومراتب کو ترتیب وار بیان فرمایا اول مہاجرین، پھر انصار، پھر تابعین پھر ان حضرات کیلئے بلا کسی شرط کے اپنی رضا اور مغفرت اور جنت کا وعدہ فرمایا ہے یہ بات یاد رکھیں کہ یہ آیت پکار پکار کر کہتی ہے کہ پہلا درجہ مہاجرین کا ہے پھر اس کے بعد دوسرا درجہ دیگر صحابہ کا پھر ان میں سے سب سے بڑھ کر پہلا درجہ ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ہے جو سبق فی الہجرت مع الرسول صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

زہے نصیب ابو بکر رضی اللہ عنہ   زہے شان ابو بکر رضی اللہ عنہ

بخلاف تابعین اوران کے بعد میں آنے والوں کے لئے شرط لگائی کہ وہ صحابہ کرام کا اتباع کریں اورانکے اعمال وافعال پر چلیں۔

صدیق اکبرؓ کی صحابیت کا منکر

جوشخص صحابیت صدیق رضی اللہ عنہ کا منکر ہو یا الوہیتِ علی رضی اللہ عنہ کا قائل ہو یا حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر تہمت باندھتا ہو یا تحریف قرآن کا قائل ہو، وہ دائرہ اسلام سے خارج ہے۔ نَعَمْ لَا شَكَّ فِي تَكْفِيرِ مَنْ قَذَفَ السَّيِّدَةَ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهَا أَوْ أَنْكَرَ صُحْبَةَ الصِّدِّيقِ، أَوْاعْتَقَدَ الْأُلُوهِيَّةَ فِي عَلِيٍّ أَوْ أَنَّ جِبْرِيلَ غَلِطَ فِي الْوَحْيِ، أَوْنَحْوَ ذَٰلِكَ مِنَ الْكُفْرِ الصَّرِيحِ الْمُخَالِفِ لِلْقُرْآنِ، وَلَكِنْ لَوْتَابَ تُقْبَلُ تَوْبَتُهُ (ردالمختار ۴: ۲۳۸)

ترجمہ: جوشخص سیدہ عائشہؓ پر تہمت لگاتا ہو، یا حضرت صدیق اکبرؓ کی صحابیت کا منکر ہو، یا حضرت علیؓ کی الوہیت کا قائل ہو، یا اس بات کا قائل ہو کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام سے وحی لانے میں غلطی ہوئی۔ یا اسی طرح کے کسی اور کفر صریح کا قائل ہو جو کہ قرآن کے مخالف ہو، اس کے کفر میں کوئی شک نہیں وہ بلاشبہ کافر ہے، لیکن اگر وہ توبہ کرلے گا تو اس کی توبہ قبول کی جائے گی۔

خلافتِ راشدہ : حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد تیس سال تک خلافتِ راشدہ کا زمانہ ہے جس کو خلافت نبوت بھی کہا گیا ہے، ان تیس سالوں میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چار جلیل القدر صحابہ، حضرت ابوبکر صدیقؓ، حضرت عمر فاروقؓ، حضرت عثمان غنیؓ، اور حضرت علی المرتضیٰ بالترتیب خلیفہ بنے۔ ان چار خلفاء کے فیصلوں کو قبول کرنا اور ان کی سنتوں پر عمل کرنا، ایسا ہے جیسا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں پر عمل کرنا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلوں کو قبول کرنا ہے۔

حدیث پاک میں ہے کہ عَنِ الْعِرْبَاضِ بْنِ سَارِيَةَ فَعَلَيْكُمْ بِسُنَّتِي وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِينَ الْمَهْدِيِّينَ تَمَسَّكُوا بِهَا وَعَضُّوا عَلَيْهَا بِالنَّوَاجِذِ. (سنن ابی داؤد ۲: ۲۹۰) ترجمہ: عرباض بن ساریہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! تمہارے لیے میری اور خلفائے راشدین کی سنت پر عمل کرنا لازم ہے لہٰذا اس کو مضبوطی سے تھام لو۔

عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُمْهَانَ حَدَّثَنِي سَفِينَةُ أَبُو عَبْدِ الرَّحْمٰنِ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ الْخِلَافَةُ ثَلَاثُونَ عَامًا ثُمَّ الْمُلْكُ فَذَكَرَهُ (مسند احمد)

ترجمہ : حضرت سفینہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا! خلافت تیس سال ہوگی پھر بادشاہت ہوگی۔ حضرت سفینہ رضی اللہ عنہ نے اس حدیث کو روایت کرنے کے بعد حضرت ابوبکر صدیقؓ کا دور حکومت، حضرت عمرؓ کا دور حکومت، حضرت عثمانؓ کا دور حکومت اور حضرت علی المرتضیٰؓ کا دور حکومت شمار کرنے کو کہا اور فرمایا ہم نے یہ تیس سال پورے کرلیے ہیں۔ یہ خلافت علی منہاج النبوت ہے۔

خلیفہ اول سیدنا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ : آپ رضی اللہ عنہ کا نام عبداللہ، لقب صدیق اور عتیق اور کنیت ابوبکر ہے۔ آپ کا نسب نامہ ساتویں پشت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے جاملتا ہے۔ والد کا نام عثمان اور کنیت ابوقحافہ ہے، واقعہ فیل کے دوسال اور چار ماہ بعد اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت مبارکہ کے دوسال اور کچھ ماہ بعد مکہ مکرمہ میں پیدا ہوئے، مردوں میں سب سے پہلے اسلام لائے، دوسال اور تقریباً چار ماہ تک منصب خلافت پر فائز رہے، تریسٹھ برس کی عمر میں ۲۲ جمادی الثانیہ ۱۳ھ میں وفات پائی اور سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ مبارکہ میں جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلوئے مبارک میں دفن ہوئے۔ یارِ غار اور یارِ مزار کا لقب پایا۔

خلیفہ دوم سیدنا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ : آپ رضی اللہ عنہ کا نام عمر، لقب فاروق اور کنیت ابوحفص ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ کا سلسلہ نسب نامہ نویں پشت میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے جاملتا ہے۔ والد کا نام خطاب ہے۔ واقعہ فیل کے تیرہ برس بعد مکہ مکرمہ میں پیدا ہوئے اور ٦ نبوی میں اسلام قبول کیا۔ دس سال چھ ماہ تک خلیفہ رہے اور سب سے پہلے انھیں امیر المومنین کا لقب دیا گیا۔ تریسٹھ برس کی عمر میں یکم محرم الحرام ۲۴ ھ میں ابولولو کے نیزہ سے زخمی ہو کر شہادت پائی اور پہلوئے نبوت میں دفن ہوئے۔

خلیفہ سوم سیدنا حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ : آپ رضی اللہ عنہ کا نام عثمان، لقب ذوالنورین اور کنیت ابوعبداللہ ہے۔ واقعہ فیل کے چھ سال بعد پیدا ہوئے، اول اول اسلام لانے والوں میں سے ہیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی دو صاحبزادیاں حضرت رقیہ اور حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہما یکے بعد دیگرے آپ رضی اللہ عنہ کے نکاح میں دیں، اسی لیے آپ رضی اللہ عنہ کو ذوالنورین کہا جاتا ہے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد خلیفہ مقرر ہوئے اور بارہ دن کم بارہ سال تک خلافت نبوت کا بار سنبھالے رہے۔ بیاسی برس کی عمر میں ۱۸ ذی الحجہ ۳۵ ہجری میں اسود التجیبی مصری نے آپ کو بڑی مظلومیت کی حالت میں شہید کر دیا، جنت البقیع میں مدفون ہوئے۔

خلیفہ چہارم سیدنا حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ: آپ رضی اللہ عنہ کا نام علی، لقب اسداللہ اور مرتضیٰ اور کنیت ابوالحسن اور ابوتراب ہے۔ نسب میں جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سب سے زیادہ قریب ہیں، آپ کے والد ابوطالب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سگے چچا ہیں۔ بچوں میں سب سے پہلے اسلام لائے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد خلیفہ مقرر ہوئے، تقریباً پونے پانچ سال منصب خلافت سنبھالا۔ ۲۱ رمضان المبارک ۴۰ھ میں عبدالرحمٰن بن ملجم کے ہاتھوں کوفہ میں شہید ہوئے اور وہیں دفن ہوئے۔

حضرت حسن رضی اللہ عنہ : حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو آپ کا جانشین مقرر کیا گیا، حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے چھ ماہ تک خلیفہ رہنے کے بعد حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کرلی۔ خلافت راشدہ کے بعد حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اسلامی سلطنت کے پہلے برحق حکمران اور بادشاہ تسلیم کیے گئے۔

اہل بیت کرام رضی اللہ عنہم: اہل بیت ازواج مطہرات کا تذکرہ خیر سورۃ احزاب میں بھی آئے گا البتہ مختصراً یہاں بھی ملاحظہ فرمائیں۔ اہل بیت سے مراد بیوی، بچے ہوتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات، تین صاحبزادے، چار صاحبزادیاں اور صاحبزادیوں کی اولاد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت ہیں۔

ازواج مطہرات :ازواج مطہرات کی تعداد گیارہ ہے۔ جن میں سے دو نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات مبارکہ ہی میں وصال فرمایا، ایک حضرت خدیجہ، دوسری حضرت زینب بنت خزیمہ رضی اللہ عنہا۔ نو ازواج مطہرات آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے وقت حیات تھیں۔ ذیل میں ازواج مطہرات کے اسمائے گرامی بترتیب نکاح ذکر کیے جاتے ہیں :

(۱) حضرت خدیجہ بنت خویلد رضی اللہ عنہا۔ (۲) حضرت سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا۔ (۳) حضرت عائشہ بنت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہا۔ (۴) حضرت حفصہ بنت عمر رضی اللہ عنہا۔ (۵) حضرت زینب بنت خزیمہ رضی اللہ عنہا۔ (۶) حضرت ام سلمہ بنت ابی امیہ رضی اللہ عنہا۔ (۷) حضرت زینب بن جحش رضی اللہ عنہا۔ (۸) حضرت جویریہ بنت حارث رضی اللہ عنہا۔

(۹) حضرت ام حبیبہ بنت ابوسفیان رضی اللہ عنہا۔ (۱۰) حضرت صفیہ بنت حیی رضی اللہ عنہا۔ (۱۱) حضرت میمونہ بنت حارث رضی اللہ عنہا۔

گیارہ ازواج مطہرات کے علاوہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تین باندیاں بھی تھیں: (۱) حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا۔
(۲) حضرت ریحانہ بنت شمعون رضی اللہ عنہا۔ (۳) حضرت نفیسہ رضی اللہ عنہا۔

صاحبزادے : آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے تین صاحبزادوں کے اسمائے گرامی یہ ہیں : حضرت قاسم، حضرت عبداللہ (ان کو طیب و طاہر بھی کہا جاتا ہے، بعضوں نے ان دونوں کو الگ الگ شمار کیا ہے) اور حضرت ابراہیم۔ تینوں صاحبزادے آپ ﷺ کی زندگی ہی میں وصال فرما گئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی چار صاحبزادیوں کے نام بالترتیب یہ ہیں : حضرت زینب، حضرت رقیہ، حضرت ام کلثوم اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنھن سب بڑی ہوئیں اور ان کی شادیاں ہوئیں۔ حضرت فاطمہ ؓ کے علاوہ تینوں صاحبزادیاں بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں وفات پا گئیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام اولاد حضرت خدیجہ ؓ سے ہوئی، سوائے حضرت ابراہیم کے، کہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی باندی حضرت ماریہ قبطیہ ؓ کے بطن سے پیدا ہوئے۔ حضرت فاطمہ ؓ کے علاوہ اور کسی صاحبزادی سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نسل کا سلسلہ نہیں چلا۔

﴿۱۰۱﴾ وَمِمَّنْ حَوْلَكُمْ ... الخ کرمنافقین غیر معلوم النفاق۔ ❶ ربط آیات : گزشتہ آیات میں کامل مومنین کا ذکر تھا اب یہاں سے ان منافقین کا ذکر ہے جو فن نفاق میں ایسے ماہر وحاذق اور پختہ تھے کہ آنحضرت ﷺ باوجود کمال فراست کے ان کے نفاق پر مطلع نہ ہو سکے۔ یہ آیت اہل بدعت کے خلاف آنحضرت ﷺ کے لیے علم غیب کلی کی نفی پر دلیل ہے۔ کیونکہ قرآن کریم کی سب سے آخری سورۃ نزول کے اعتبار سے سورۃ توبہ ہے جیسا کہ اوپر گزر چکا اور اس میں واضح اور شفاف الفاظ میں علم غیب کلی کی نفی کی گئی ہے چنانچہ: بخاری: ص:۶۲۶: ج:۲: مسلم: ص:۵۰۳ ج:۲: میں حضرت براء بن عازب (المتوفی ۷۲ھ) سے: مستدرک: ج:۳ ص:۶۳۳ میں (جس کی تصحیح پر امام حاکم ؒ اور علامہ ذہبی ؒ دونوں متفق ہیں) حضرت عثمان بن عفان ؓ (المتوفی ۳۵ھ) سے روایت ہے کہ "آخر سورۃ نزلت سورۃ التوبۃ" قرآن کریم کی سب سے آخر میں نازل ہونے والی سورۃ سورۃ التوبہ ہے ہاں البتہ اسکی صرف دو آیتیں مکی ہیں۔ مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِينَ آمَنُوا أَنْ يَسْتَغْفِرُوا لِلْمُشْرِكِينَ۔ (تفسیر اتقان: ج:۱: ص۔۳۱)

یہ ارشاد اس امر پر واضح دلیل ہے کہ جناب نبی کریم ﷺ منافقین کو نہیں جانتے تھے اور انکا علم بھی صرف اللہ تعالیٰ ہی کو تھا اگر آپ ﷺ کو علم غیب اور "جمیع ما کان وما یکون" کا علم ہوتا تو لامحالہ آپ ﷺ کو ان منافقوں کا علم ہوتا اور اللہ تعالیٰ یہ نہ فرماتے کہ آپ انکو نہیں جانتے فقط ہم ہی جانتے ہیں۔ اب اہل بدعت پر لازم ہے کہ وہ اس آیت کے نزول کے بعد کی کوئی آیت قرآنی یا حدیث متواتر بتائیں کہ آنحضرت ﷺ کو ان منافقوں کے نفاق اور انکے منافقانہ سازشوں اور ریشہ دوانیوں کا علم ہو گیا تھا؟

نیز اہل بدعت حضرت عبداللہ بن مسعود ؓ کی روایت سے بھی علم غیب پر استدلال کرتے ہیں

چنانچہ مفتی احمد یار خان صاحب لکھتے ہیں: عینی شرح بخاری: ج:۴: ص:۲۲۱: میں حضرت عبداللہ بن مسعود ؓ سے روایت ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جمعہ کے دن خطبہ پڑھا اور فرمایا! اے فلاں نکل جا کیونکہ تو منافق ہے ان میں سے بہت سے آدمیوں کو رسوا کر کے نکال دیا۔ شرح شفاء ملا علی قاری ج ۱ ص ۲۴۱ میں ہے ابن عباس ؓ سے روایت ہے کہ منافقین مرد تین سو اور عورتیں ایک سو ستر تھیں۔ (محصلہ جاء الحق: ص ۱۰۱: ۱۰۰)

الجواب : ان روایات سے علم غیب پر استدلال صحیح نہیں:

اولاً : تو اس لئے کہ اگر یہ روایت صحیح بھی ہو تب بھی خبر واحد ہے اور بقول خان صاحب بریلوی اس کو قرآن کریم قطعی آیت کے مقابلہ میں پیش کرنا محض ہرزہ بافی ہے، قرآن کریم کی نص قطعی کا جواب یہ کیسے بن سکتی ہے؟ خانصاحب کے اصل الفاظ یہ ہیں "کہ عموم آیات قطعیہ قرآنیہ کی مخالفت میں اخبار احاد سے اسناد محض ہرزہ بافی" (انباء المصطفیٰ: ص۔ ۴)

نیز لکھتے ہیں کہ "نہ حدیث احاد اگرچہ کیسی ہی اعلیٰ درجہ کی صحیح ہو عموم قرآن کی تخصیص کر سکے بلکہ اس کے حضور مضمحل ہو جائے گی بلکہ تخصیص متراخی نسخ ہے اور اخبار کا نسخ ناممکن اور تخصیص عقلی عام کو قطعیت سے نازل نہیں کرتی نہ اس کے اعتماد پر کسی ظنی سے تخصیص ہو سکے" (بلفظہ انباء المصطفیٰ: ص۔ ۴)

اور مفتی صاحب خود دوسروں سے قطعی الدلالۃ دلیل کا مطالبہ کرتے ہیں اور یوں لکھتے ہی کہ "وہ آیت قطعی الدلالۃ ہو جس کے معنی میں چند احتمال نہ نکل سکتے ہوں اور حدیث ہو تو متواتر ہے۔ (بلفظہ جاء الحق: ص۔ ۴۶)

اور نیز مفتی صاحب لکھتے ہیں کہ "قرآن کے عام کلمات کو حدیث احاد سے بھی خاص نہیں بنا سکتے چہ جائیکہ محض اپنی رائے سے" انتہیٰ (جاء الحق: ص۔ ۶۵) جب تک وہ اس حدیث کا تواتر ثابت نہ کریں ان کو اپنے اس استدلال میں پیش کرنے کا کیا حق ہے؟

وثانیاً : اس مضمون کی کوئی روایت صحیح ہی نہیں ہم بفضلہ تعالیٰ اس سلسلہ کی روایات کا باحوالہ تذکرہ کرتے ہیں اور ساتھ ہی ان کے رجال کا ذکر خیر بھی کتب اسماء الرجال سے کر دیتے ہیں تا کہ اصل حقیقت سامنے آجائے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کی روایت

ان کی روایت امام ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ (اور طبرانی رحمۃ اللہ علیہ وابن ابی حاتم رحمۃ اللہ علیہ وابن مردویہ رحمۃ اللہ علیہ وابوالشیخ رحمۃ اللہ علیہ) وغیرہ نے نقل کی ہے اور ان کی سند یوں ہے۔ اسباط عن السدی عن ابی مالك عن ابن عباس رضی اللہ عنہ ... الخ دیکھئے (تفسیر ابن جریر: ج: ۱۱ ص: ۸: عمدۃ القاری: ج: ۴ ص: ۲۲۱: درمنثور: ج: ۳ ص ۲۷۱: ابن کثیر: ج: ۲: ص: ۳۸۵ وروح المعانی: ج: ۱۱: ص۔ ۱۰)

مگر یہ سند کمزور اور ضعیف ہے اس قابل نہیں کہ اس سے احتجاج کیا جا سکے کیونکہ ایک تو اس کی سند میں اسباط بن نصر الہمدانی ابو یوسف ہے۔ امام حرب رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہے کہ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ اس کو ضعیف سمجھتے تھے۔

امام ابو حاتم رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہے کہ میں نے ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہ سے اس کی تضعیف سنی ہے اور انہوں نے یہ فرمایا ہے کہ اس کی اکثر حدیثیں عامی ساقط الاعتبار اور مقلوب الاسانید ہیں۔ امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہے کہ وہ قوی نہیں ہے۔ ساجی رحمۃ اللہ علیہ اس کو ضعفاء میں بیان کرتے ہیں، امام ابن معین رحمۃ اللہ علیہ سے ایک روایت میں "لیس بشئی" کے الفاظ مروی ہیں۔ (تہذیب التہذیب: ج: ۱: ص۔ ۲۱۲)

اور دوسرے راوی اس میں السدی الکبیر ہیں جن کا نام اسماعیل بن عبدالرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ بن ابی کریمہ رحمۃ اللہ علیہ ہے یہ اگرچہ فن تفسیر کے امام ہیں مگر فن حدیث کے بارے میں حضرات محدثین کرام کے رائے ان کے بارے میں اچھی نہیں ہے۔

چنانچہ امام ابن معین رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ان کی روایات میں ضعف ہوتا ہے۔ امام جوزجانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ "ھو كذاب شتام" (وہ بہت بڑا جھوٹا اور تبرائی تھا) امام ابوزرعہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ وہ کمزور ہے۔ ابو حاتم رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں اس کی حدیث لکھی تو جا سکتی ہے مگر اس سے احتجاج درست نہیں، عقیلی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ وہ ضعیف ہے۔ ساجی رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہے کہ "صدوق فيه نظر" امام طبری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں "لا یحتاج بحدیثه" کہ اس کی حدیث سے احتجاج اور استدلال درست نہیں۔ (تہذیب التہذیب: ج: ۱: ص۔ ۳۱۴)

اور معالم التنزیل: ج: ۳ ص: ۲۳۱: ابن کثیر اور مجموع التفاسیر: ج: ۳ ص: ۱۷۶: میں اس مضمون کی ایک روایت کلبی اور سدی دونوں

سے مروی ہے۔

کلبی کا حال

کلبی کا حال بھی سن لیجئے اور سدی اس مقام پر الصغیر ہے اس کا حال بھی ملاحظہ کر لیجئے!

کلبی کا نام محمد بن السائب بن بشر ابوالنظر الکلبی ہے۔ امام معتمر رحمۃ اللہ علیہ بن سلیمان رحمۃ اللہ علیہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ کوفہ میں دو بڑے بڑے کذاب تھے ایک ان میں سے کلبی تھا۔ اور لیث بن ابی سلیم رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہے کہ کوفہ میں دو بڑے بڑے جھوٹے تھے ایک کلبی اور دوسرا سدی۔ امام بن معین رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ "لیس بشئی" امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ امام یحیٰ رحمۃ اللہ علیہ اور ابن مہدی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی روایت بالکل ترک کر دی تھی۔

امام ابن مہدی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ابو جزء رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ میں اس بات پر گواہی دیتا ہوں کہ کلبی کافر ہے میں نے جب یہ بات یزید بن زریع رحمۃ اللہ علیہ سے بیان کی تو وہ بھی فرمانے لگے کہ میں نے بھی ان سے یہی سنا کہ "اشھد انه کافر" اس کے کفر کی وجہ پوچھی گئی تو انہوں نے فرمایا : کہ "یَقُوْلُ کَانَ جِبْرَائِیْلُ یُوْحِیْ اِلَی النَّبِیِّ ﷺ فَقَامَ النَّبِیُّ ﷺ لِحَاجَتِهٖ وَجَلَسَ عَلِیٌّ فَاَوْحٰی اِلٰی عَلِیٍّ"۔

ترجمہ: کلبی کہتا ہے کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام آنحضرت ﷺ کی طرف وحی لایا کرتے تھے ایک مرتبہ آپ کسی حاجت کے لئے اٹھ کھڑے ہوئے اور ان کی جگہ حضرت علی بیٹھ گئے تو جبرائیل علیہ السلام نے ان پر وحی نازل کر دی۔

یعنی حضرت جبرائیل علیہ السلام مورد وحی اور مہبط وحی کو نہ پہچان سکے اور حضرت علی کو رسول سمجھ کر ان کو وحی سنا گئے اور اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے کہ اس بھولے بھالے جبرائیل علیہ السلام نے آگے پیچھے کیا کیا ٹھوکریں کھائی ہونگیں اور کن کن پر وحی نازل کی ہوگی اور نہ معلوم حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بھی وہ اس خفیہ وحی میں کیا کچھ کہہ گئے ہونگے۔

ممکن ہے یہ خلافت بلافصل ہی کی وحی ہو جس کو حضرت جبرائیل علیہ السلام حضرت علی رضی اللہ عنہ کے کان میں پھونک گئے ہونگے بات ضرور کچھ ہوگی۔ آخر کلبی کا بیان بلاوجہ تو نہیں ہوسکتا اور کلبی کے اس نظریہ کے تحت ممکن ہے کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام پہلی ہی وحی میں بھول کر حضرت محمد ﷺ کو وحی سنا گئے ہوں اور مقصود کوئی اور ہو بلکہ عین ممکن ہے کہ وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ ہی ہوں آخر کلبی ہی کے کسی بھائی کا یہ نظریہ بھی تو ہے کہ

جبرائیل کہ آمد چوں از خالق بے چوں ‏ ‏ ‏ ‏ بہ پیش محمد شد ومقصود علی رضی اللہ عنہ بود

معاذ اللہ تعالیٰ، استغفر اللہ تعالیٰ، کلبی نے تو حضرت جبرائیل علیہ السلام جناب رسول اللہ ﷺ اور وحی کو ایک ڈرامہ اور کھیل بنا کر رکھ دیا ہے العیاذ باللہ تعالیٰ ثم العیاذ باللہ تعالیٰ (صفدر) بلکہ کلبی نے خود یہ کہا ہے کہ جب میں بطریق ابو صالح عن ابن عباس رضی اللہ عنہ کوئی روایت اور حدیث تم سے بیان کروں تو "فھو کذب" (وہ جھوٹ ہے)

امام ابو حاتم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرات محدثین کرام رحمۃ اللہ علیہ سب اس امر پر متفق ہیں کہ وہ متروک الحدیث ہے اس کی کسی روایت کو پیش کرنا صحیح نہیں ہے۔ امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ وہ ثقہ نہیں ہے اور اس کی روایت لکھی بھی نہیں جا سکتی، علی بن الجنید رحمۃ اللہ علیہ حاکم ابو احمد رحمۃ اللہ علیہ اور دار قطنی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ وہ متروک الحدیث ہے۔ جوزجانی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ وہ کذاب اور ساقط ہے۔

ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس کی روایت پر جھوٹ بالکل ظاہر ہے اور اس سے احتجاج صحیح نہیں ہے۔ ساجی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں

کہ وہ متروک الحدیث ہے اور بہت ہی ضعیف اور کمزور تھا کیونکہ وہ غالی شیعہ تھا۔ حافظ ابو عبداللہ الحاکم رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ابو صالح رحمۃ اللہ علیہ سے اس نے جھوٹی روایتیں بیان کی ہیں۔ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ "وَقَدِ اتَّفَقَ ثِقَاتُ اَهْلِ النَّقْلِ عَلٰى ذَمِّهٖ وَتَرْكِ الرِّوَايَةِ عَنْهُ فِي الْاَحْكَامِ وَالْفُرُوْعِ"۔ (تہذیب التہذیب: ج:۹: ص:۱۷۸: تا:۱۸۱)

ترجمہ: تمام اہل نقل ثقات اس کی مذمت پر متفق ہیں اور اس پر بھی ان کا اتفاق ہے کہ احکام اور فروع میں اس کی کوئی روایت قابل قبول نہیں۔ اور امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ کلبی کی تفسیر اول سے لے کر آخر تک سب جھوٹ ہے اس کو پڑھنا بھی جائز نہیں ہے۔ (تذکرۃ الموضوعات: ص۔ ۸۲)

اور علامہ محمد طاہر الحنفی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ کمزور ترین روایت فن تفسیر میں کلبی عن ابی صالح عن ابن عباس رضی اللہ عنہ ہے اور "فَاِذَا انْضَمَّ اِلَيْهِ مُحَمَّدُ بْنُ مَرْوَانَ السُّدِّيُّ الصَّغِيْرُ فَهِيَ سِلْسِلَةُ الْكِذْبِ" (تذکرۃ الموضوعات: ص:۸۳: اتقان: ج:۲: ص:۱۸۹)

ترجمہ: جب اس کے ساتھ محمد بن مروان السدی الصغیر بھی مل جائے پھر تو یہ جھوٹ کا ایک پلندا ہے۔

اور اس روایت میں خیر سے یہ دونوں شیر جمع ہیں۔ سچ ہے ع شاید کہ پلنگ خفتہ باشد

محمد بن مروان السدی کا حال

محمد بن مروان سدی کا حال بھی سن لیجئے:

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس کی روایت ہرگز نہیں لکھی جاسکتی۔ (ضعفاء صغیر امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ: ص۔ ۲۹)

اور امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ وہ متروک الحدیث ہے۔ (ضعفاء امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ: ص۔ ۵۲)

علامہ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ حضرات محدثین کرام رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو ترک کر دیا ہے اور بعض نے اس پر جھوٹ بولنے کا الزام بھی لگایا ہے۔ امام ابن معین رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ وہ ثقہ نہیں ہے۔ اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے اس کو چھوڑ دیا تھا۔

ابن عدی رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہے کہ جھوٹ اس کی روایت پر بالکل بین ہے۔ (میزان الاعتدال: ج:۳: ص۔ ۱۳۲)

امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ وہ متروک ہے۔ (کتاب الاسماء والصفات: ص۔ ۲۹۴)

حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ وہ بالکل متروک ہے۔ (تفسیر ابن کثیر: ج:۳: ص۔ ۵۱۵)

علامہ سبکی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ وہ ضعیف ہے۔ (شفاء السقام: ص۔ ۳۷)

علامہ محمد طاہر رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ وہ کذاب ہے۔ (تذکرۃ الموضوعات: ص۔ ۹۰)

جریر بن عبدالحمید رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ وہ کذاب ہے۔ ابن نمیر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ وہ محض ہیچ ہے۔ یعقوب بن سفیان رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ وہ ضعیف ہے۔ صالح بن محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ وہ ضعیف تھا "وکان یضع" (خود جعلی حدیثیں بھی بیان کرتا تھا)

ابو حاتم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ وہ متروک الحدیث ہے اس کی حدیث ہرگز نہیں لکھی جاسکتی۔ (تہذیب التہذیب: ج:۹: ص۔ ۴۳۶)

رہی حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کی وہ روایت جو شرح شفاء میں ملا علی القاری رحمۃ اللہ علیہ نے نقل کی ہے کہ منافق مرد تین سو اور عورتیں ایک سو ستر تھیں تو اس کی سند انہوں نے بیان نہیں کی۔ ظن غالب یہی ہے کہ اس کی سند میں بھی کوئی کلبی اور سدی جیسے شیر موجود ہے تو ایسی بلاسند اور موقوف روایت سے قرآن کریم "مَرَدُوْا عَلَى النِّفَاقِ لَا تَعْلَمُهُمْ نَحْنُ نَعْلَمُهُمْ" کے قطعی الدلالۃ اور قطعی الثبوت نص کو کیونکر رد کیا جاسکتا ہے؟ اور ایسی روایت قرآن کریم کی آیت کا جواب کیسے بن سکتی ہے؟

مفتی صاحب! دوسروں سے تو آپ قطعی الدلالۃ نص اور حدیث متواتر مانگتے ہیں کیا اپنے گھر شریف کی بھی آپ کو کچھ خبر ہے ذرا

ادھر بھی تو نگاہ کیجئے اور دل کی کہئے۔ عوام کے سامنے تو آپ دل کی کہنے کو تیار نہ ہونگے ہمارے سامنے ہی کہہ دیجئے۔

میں اگر جاؤں تو نکلے مطلب دل کچھ نہ کچھ — میرا جانا اور ہے قاصد کا جانا اور ہے

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت

اس سلسلہ میں ایک یہ روایت بھی پیش کی جاتی ہے کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے جمعہ کے دن خطبہ کے موقع پر بہت سے منافقوں کو نام بنام پکار کر مسجد سے نکال دیا تھا اور ان منافقوں کی تعداد چھتیس تھی۔ یہ روایت عمدۃ القاری: ج: ۴: ص: ۲۲۱؛ تفسیر ابن کثیر: ج: ۲: ص: ۳۸۵؛ ج: ۴: ص: ۱۸۰؛ البدایہ والنہایہ: ج: ۵: ص: ۲۷؛ خصائص کبریٰ: ج: ۲: ص: ۱۰۲؛ روح المعانی: ج: ۱۱: ص: ۱۰؛ وتاریخ کبیر البخاری: ج: ۷: ص: ۲۳؛ وغیرہ میں مذکور ہے۔

صحابی کا نام بعض روایتوں میں ابن مسعود رضی اللہ عنہ اور بعض میں ابو مسعود رضی اللہ عنہ (عقبہ بن عمرو انصاری رضی اللہ عنہ) آتا ہے دونوں جلیل القدر صحابی ہیں۔ یہ روایت امام بیہقی رحمہ اللہ نے دلائل النبوۃ: ج: ۶: ص: ۲۸۶: میں ابو احمد الزبیری کے علاوہ بھی دو سندوں سے نقل کی ہے لیکن دونوں میں مدار عیاض بن عیاض عن ابیہ۔۔۔ الخ پر ہے۔ قرین قیاس یہ بات ہے کہ یہ روایت عبداللہ ابن مسعود الہذلی سے نہیں بلکہ ابو مسعود عقبۃ بن عمرو انصاری رضی اللہ عنہ سے ہے۔ چنانچہ امام جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ اس کو اس طرح نقل کرتے ہیں: عن ابی مسعود الانصاری رضی اللہ عنہ۔۔۔ الخ (درمنثور: ج: ۳: ص۔ ۲۷۲)

ابن مسعود رضی اللہ عنہ اور ابو مسعود رضی اللہ عنہ میں کتابت وغیرہ میں غلطی واقع ہوگئی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

اول وجہ تو یہ ہے کہ اس کی سند میں اضطراب ہے۔ عمدۃ القاری، خصائص کبریٰ اور البدایہ والنہایہ وغیرہ میں صحابی کا نام عبداللہ ابن مسعود آیا ہے لیکن حافظ ابن کثیر تفسیر ابن کثیر میں نام یہ بتاتے ہیں ابو مسعود عقبہ بن عمرو: دیکھئے تفسیر: ج: ۴: ص: ۱۸۰: روح المعانی: میں ابن مسعود انصاری رضی اللہ عنہ کا ذکر ہے (حلانکہ عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ مہاجر ہیں، انصاری نہیں ہے)

پہلی وجہ یہ ہے کہ امام بیہقی رحمہ اللہ کی سند میں ابو احمد الزبیری عن سفیان۔۔۔ الخ واقع ہیں اور یہ اگرچہ اکثر حضرات محدثین کرام رحمہم اللہ کے نزدیک ثقہ ہیں مگر امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ "کثیر الخطاء فی حدیث سفیان" (سفیان سے جب یہ روایت کرتے ہیں تو اس میں کثرت سے خطاء کر جاتے ہیں) اور یہ روایت بھی ان کی سفیان ہی سے ہے۔

عجلی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ ثقہ ہے مگر شیعہ ہے۔ اور ابو حاتم رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حافظ حدیث تھے مگر "" ان سے اوہام صادر ہوتے رہتے تھے۔ (تہذیب التہذیب: ج: ۹: ص ۲۵۵) اور دوسرے راوی اس سند کے سلمہ بن کہیل ہیں یہ اگرچہ ثقہ اور ثبت تھے مگر عجلی رحمہ اللہ، یعقوب بن شیبہ رحمہ اللہ اور امام ابوداؤد رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ ان میں تشیع تھا۔ (تہذیب: ج: ۴: ص۔ ۱۵۷)

اور شیعہ کا نظریہ علم غیب کے بارے میں نیز حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اوپر طعن کرنے اور نفاق وغیرہ کے الزام عائد کرنے سے کسی سے مخفی نہیں ہے۔

اور ابن مردویہ کی روایت میں جو بطریق ابن مسعود رضی اللہ عنہ مروی ہے یہ الفاظ بھی مروی ہیں کہ "مَا كُنَّا نَعْرِفُ الْمُنَافِقِيْنَ عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ اِلَّا بِبُغْضِهِمْ عَلِيَّ بْنَ اَبِيْ طَالِبٍ"۔ (درمنثور: ج: ۶: ص۔ ۶۶)

ترجمہ: ہم آنحضرت ﷺ کے عہد میں اس علامت سے منافقوں کو پہچانتے تھے کہ وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بغض رکھتے تھے۔

سوچنے کی بات ہے کہ کیا منافقوں کا بغض صرف حضرت علی رضی اللہ عنہ سے تھا حضرت عمر رضی اللہ عنہ وغیرہ سے نہ تھا؟ ان کے ساتھ بغض

کرنے کو کیوں علامات نفاق سے شمار نہیں کیا گیا؟ بلکہ اسی سابق روایت میں ایک لطیف حیلہ سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا خطبہ جمعہ میں دیر سے آنا بھی مذکور ہے اور جس میں یہ بھی بتایا گیا ہے کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ آئے تو منافق مسجد سے نکل رہے تھے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ حیاء کے مارے چھپتے پھرتے تھے کہ لوگ تو جمعہ پڑھ کر خارج ہو رہے ہیں اور میں اب آرہا ہوں مگر بعد کو حقیقت معلوم ہوئی۔

اور دوسری وجہ یہ ہے کہ اس کی سند میں ہے۔اور بعض کتب اسماء الرجال (مثلاً تاریخ کبیر للبخاری: ج:۷: ص ۲۳: و کتاب الجرح والتعدیل لابن ابی حاتم: ج:۳: ص ۴۰۹: و کتاب الثقات لابن حبان: ج:۵: ص ۲۶۷ وغیرہ) میں بلا توثیق اسی راوی کا نام تو مذکور ہے اور تعجیل المنفعۃ لابن حجر: ص :۳۲۶ میں: "فوثقہ ابن حبان رحمہ اللہ" (یعنی کتاب الثقات میں اس کے ذکر کرنے سے اس کی توثیق ہوئی) لیکن آگے تصریح ہے "وَلَمْ يُدْرِكْ سَمَاعًا مِنْ أَبِيهِ وَلَا أَبُوهُ مِنْ أَبِي مَسْعُودٍ"۔ (تعجیل المنفعۃ: ص: ۳۲۶ طبع حیدرآباد دکن) تو اصول حدیث کی رو سے یہ روایت منقطع ہوئی جو صحیح نہیں ہے اور تفسیر المنار میں اس کی تصریح ہے کہ:

"والذی اراہ الروایۃ غیر صحیحۃ" (المنار ج:۱۱: ص۔۲۰)

ترجمہ: ہمارے خیال کے مطابق یہ روایت ہر گز صحیح نہیں ہے۔

الغرض: اصول حدیث اور فن روایت کے تحت منافقوں کی تعداد اور ان کے صحیح علم کے متعلق کوئی روایت صحیح نہیں ہے اور اگر کوئی روایت صحیح ثابت ہو جائے تب بھی خبر واحد ہی رہے گی اور قرآن کریم کا جواب وہ ہرگز نہیں بن سکتی۔

علاوہ بریں روایتی حیثیت سے صرف نظر کرتے ہوئے بھی اگر محض درایت ہی سے سوچا جائے تب بھی ان روایات سے فریق مخالف کا مدعیٰ ہر گز ثابت نہیں ہو سکتا کیونکہ بصورت صحت ایسی روایات ان سے صرف اتنا ہی ثابت ہوگا کہ چھتیس منافق تھے اس سے یہ کیونکر ثابت ہوتا کہ ان کے علاوہ اور کوئی منافق نہ تھا؟

مسجد سے خطبہ جمعہ کے موقع پر چھتیس آدمیوں کے نکال دینے سے یہ کیسے لازم آیا کہ مدینہ طیبہ میں منافق ہی صرف یہ تھے باقی اور کوئی نہ تھا؟ اور یہ کیا ضروری ہے کہ سب منافق مسجد میں حاضر ہی ہوئے ہوں؟ یہ اور اسی قسم کے کئی اور احتمال اس میں پیدا ہوتے ہیں اور اگر صرف یہی منافق تھے تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی بے سند روایت کا فریق مخالف کیا جواب دے گا۔ان کے نزدیک تو وہ بھی صحیح ہے جن میں تین سو مرد اور ایک سو ستر عورتیں شامل تھیں؟ دیکھئے فریق مخالف کیا لب کشائی کرتا ہے؟

کوئی یہ پیش نہ کردے شاعر خوش نوا کا قول وعدے کا اعتبار کیا جب اس میں اک "مگر" بھی ہے

(دیکھیں ازالۃ الریب عن عقیدہ علم الغیب طبع ہشتم فروری ۲۰۰۴ء)

﴿۱۰۲﴾ **ذکر مؤمنین متخلفین معترفین۔** ❷ یہاں سے غزوہ تبوک سے رہ جانے والے ان مخلص مسلمانوں کا ذکر ہے جو محض کاہلی کی وجہ سے غزوہ تبوک میں شریک نہ ہو سکے انہوں نے آنے کے بعد معذرت کی اور اپنے گناہوں کا اقرار کر لیا اچھے کام یہ کہ خطا کا اعتراف کیا، برا کام یہ کہ غزوہ سے تخلف کیا، جب انکو توبہ کی بشارت مل گئی تو انہوں نے اپنے مال کا کچھ حصہ بطور صدقہ حضور ﷺ کی خدمت میں پیش کرنا چاہا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انکار کیا اس پر اگلی آیت نازل ہوئی۔

﴿۱۰۳﴾ **معترفین سے صدقہ قبول کرنے کا حکم:** کہ ان کا صدقہ بھی قبول فرمائیں، پاک کر دیں ان کو اور تزکیہ کریں ان کا، اور اس صدقہ کے ساتھ ان کو دعا بھی دیں، اور ان کے لئے استغفار بھی کریں۔آج کے دور میں بعض حضرات کہتے ہیں کہ ہمارا احسان ہے ہم نے ان مالداروں سے ان کا مال قبول کیا لہٰذا دعا دینے کی ضرورت نہیں، اور دعا دینے والے کی ملامت کرتے ہیں حالانکہ آنحضرت ﷺ کو اس آیت میں دعا دینے کا حکم ہے۔(دیکھیں: ابن کثیر: ص: ۶۲۵: ج: ۴: بحر محیط: ص: ۹۵: ج: ۵: و قرطبی: ص:

:۲۲۷ ج:۸؛ ابوسعود: ص:۴۴۳ ج:۲؛ خازن ومدارک: ص:۲۷۹ ج:۲؛ روح المعانی: ص:۲۲ ج:۱۱؛ معالم التنزیل: ص:۲۷۳ ج:۲: کشاف: ص:۷۰۳ ج:۲؛ جلالین: ص:۱۶۶ ج:۱؛ تفسیر منیر: ص:۲۹ ج:۱۱)

سؤال: جب توبہ سے گناہ معاف ہوگئے تو پھر صدقہ کو آلہ تطہیر وتزکیہ کیوں بنایا گیا ہے؟ **جواب**: توبہ سے گناہ معاف ہوجاتے مگر کبھی اس گناہ کی ظلمت اور کدورت باقی رہتی ہے، اس کے دور کرنے کے لئے صدقہ دیا جاتا ہے، کیونکہ حدیث پاک ہے "الصدقة تطفی غضب الرب"۔

﴿۱۰۴﴾ **مختاریت باری تعالیٰ**: توبہ اور صدقات کی قبولیت کا اختیار صرف اللہ ہی کو ہے، حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ رسول ﷺ بے اختیار ہے جس کے حق میں اللہ نے جو فرمایا وہ ادا کرتا ہے۔

﴿۱۰۵﴾ **ترہیب**: فرمایا کہ آئندہ اور جہادوں میں اپنے اعمال میں استقامت صدق اور اصلاح کر کے دکھاؤ، تاکہ تم پر پورا اعتماد ہوجائے۔

﴿۱۰۶﴾ **ذکر مؤمنین متخلفین مخلصین** ❸ حضرات مفسرین کرام فرماتے ہیں غزوہ تبوک سے پیچھے رہنے والوں کو اللہ تعالیٰ نے تین حصوں میں تقسیم کیا۔ اول منافق غیر معلوم النفاق جس کا ذکر آیت ۱۰۱ میں گزر چکا ہے، اور دوم معترفین یعنی توبہ کرنے والے جنہوں نے توبہ میں جلدی کی، اور آنحضرت ﷺ کے واپس تشریف لانے سے پہلے اپنے آپ کو ستونوں کے ساتھ باندھ رکھا تھا، (ان کا ذکر آیت ۱۰۲ میں گزر چکا ہے) اس گروہ میں۔ ❶ ابولبابہ۔ ❷ اوس بن حزام۔ ❸ ثعلبہ بن ودیعہ تھے۔ انکی تعداد میں مختلف اقوال ہیں بہر حال ان میں ابولبابہ کا نام خصوصیت سے ذکر ہے۔ انکی توبہ قبول ہوئی آنحضرت ﷺ نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے انکو کھول دیا۔ اور تیسرے گروہ میں کعب بن مالک، مرارہ بن الربیع اور ہلال بن امیہ تھے، ان کا معاملہ پچاس دن تک ملتوی رہا۔ اس آیت میں اس تیسرے گروہ کی طرف اشارہ ہے اور ان کی توبہ کی قبولیت کا ذکر آیت ۱۱۸ میں آئے گا، اور دوسری اور تیسری قسم اگرچہ مخلص مسلمانوں کی ہیں لیکن تخلف کے فعل کی وجہ سے ان میں تشابہ بالمنافقین پیدا ہوگیا۔ کیونکہ جہاد سے جی چرا کر بیٹھ جانا دراصل منافقین کا شیوہ ہے اس لئے یہ بیچارے معتوب ہوگئے۔ (ترجمہ حضرت لاہوری)

مواعظ ونصائح

دوسرے کو اہمیت دینگے تو آپ کا مقام بڑھے گا: آپ بھی جب کسی انسان کی قدر و منزلت اور اہمیت بڑھائیں گے تو اس کے دل میں بھی آپ کی قدر و منزلت اور محبت بڑھے گی۔ سرور کائنات ﷺ بھی انسانی معاملات میں اس بات کا خاص خیال رکھتے تھے۔ آپ ہر انسان کو یہ احساس دلاتے تھے کہ اس کا مسئلہ خود آپ کا مسئلہ ہے، اور اس کی پریشانی آپ کی پریشانی ہے۔

ایک مرتبہ آپ منبر پر کھڑے تقریر فرمارہے تھے کہ اتنے میں ایک شخص مسجد کے دروازہ سے اندر آیا اور رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ آپ تقریر فرمارہے ہیں۔ اس نے پکار کر کہا: "یارسول اللہ! میں آپ سے اپنے دین کی باتیں پوچھنے آیا ہوں۔"

آپ اس کی طرف متوجہ ہوئے تو دیکھا کہ ایک بدو ہے جو اتنا انتظار نہیں کرسکتا کہ تقریر ختم ہوجائے اور پھر رسول اللہ ﷺ اس سے دین کی باتیں کرنے کے لیے فارغ ہوجائیں۔ ایسا محسوس ہوتا کہ اگر زیادہ دیر لگی تو وہ شخص مسجد سے چلا جائے گا اور پھر واپس نہیں آئے گا کیونکہ اس شخص کے نزدیک اس کا یہ کام بہت اہمیت رکھتا تھا اتنی اہمیت کہ اس نے تقریر کے درمیان ہی احکام دین معلوم کرنے کی کوشش کی۔ رسول اللہ ﷺ کا طریق کار یہ تھا کہ آپ ہر معاملہ میں دوسرے کے حالات کو پیش نظر رکھ کر غور

فرماتے تھے، صرف اپنے ذاتی حالات کو پیش نظر نہیں رکھتے تھے۔ آپ نے اس صورتحال کا اندازہ لگایا اور منبر شریف سے نیچے اترے۔ ایک کرسی منگوا کر اس شخص کے سامنے بیٹھے اور اس کو دین کے مسائل واحکام سمجھانے لگے جب وہ سب باتیں سمجھ گیا تو آپ اُٹھ کر دوبارہ منبر پر تشریف لے گئے اور اپنی تقریر کو مکمل کیا۔

سبحان اللہ! کتنی عظیم شخصیت تھی آپ کی! اور کیسی اعلیٰ فراست تھی آپ کی ذات مبارک میں! آپ نے اپنے "مدرسہ" میں اس طرح اپنے اصحاب کو عملی تربیت دی۔ اسی تربیت کا نتیجہ تھا کہ وہ دوسروں کا خیال رکھتے تھے، ان کی خوشی اور غم میں برابر کے شریک ہوتے تھے۔

کعب بن مالک کی تفصیلی داستان ان کی زبانی: اس کی سب سے اچھی مثال حضرت طلحہؓ کا وہ طرزِ عمل ہے جو انہوں نے ایک موقع پر حضرت کعب بن مالکؓ کے ساتھ برتا تھا۔ ہم یہ واقعہ خود حضرت کعبؓ کی زبانی سنتے ہیں، جو اب بوڑھے ہو گئے ہیں، ان کی ہڈیاں کھل گئی ہیں اور نظر بھی کمزور ہو گئی ہے۔ وہ ایک جگہ بیٹھے اپنی جوانی کے واقعات سنا رہے ہیں جب کہ وہ غزوۂ تبوک کے موقع پر اسلامی لشکر کے ساتھ نہیں جا سکے تھے اور پیچھے مدینہ میں رہ گئے تھے ان کی توبہ کا ذکر آگے آئے گا۔

یہ رسول اللہ ﷺ کی زندگی کا آخری غزوہ تھا۔ آپ نے لوگوں میں اعلان کرا دیا تھا کہ اس جنگ پر جانے کے لیے سب تیار ہو جائیں۔ آپ چاہتے تھے کہ وہ اس کے لیے خوب تیاری کر لیں، آپ نے لشکر کے اخراجات اور سازوسامان کے لیے مسلمانوں کو زیادہ سے زیادہ رقوم جمع کرنے کی بھی ترغیب دی۔ کیونکہ سفر لمبا تھا، موسم شدید گرم تھا اور دشمن (قیصرِ روم) بہت طاقتور تھا۔ اس مرتبہ اسلامی لشکر تقریباً تیس ہزار افراد پر مشتمل تھا۔ حضرت کعبؓ فرماتے ہیں: میں اس وقت خاصا خوشحال تھا۔ میرے پاس دو اونٹ تھے۔ اور جہاد پر جانے کے لیے کوئی مشکل درپیش نہیں تھی، یہ پھلوں کے پکنے کا وقت تھا۔ میں درختوں کے سائے میں جاتا اور پھلوں کے پکنے کا جائزہ لیتا۔ میں اسی حال میں تھا کہ ایک صبح رسول اللہ ﷺ لشکر لے کر روانہ ہو گئے۔

میں نے سوچا کہ میں کل صبح بازار جا کر ضروری سازوسامان خرید لوں گا اور پھر لشکر سے جا ملوں گا۔ میں دوسرے دن بازار گیا لیکن کوئی ایسا کام پڑا کہ مجھے بازار سے جلد واپس آنا پڑا۔ میں نے سوچا کہ میں ان شاء اللہ کل دوبارہ جا کر خریداری کر لوں گا اور پھر قافلہ سے جا ملوں گا۔ لیکن پھر کوئی کام درپیش آ گیا۔ میں نے پھر سوچا کہ چلو میں کل بازار جا کر خریداری کر لوں گا۔ میں اسی طرح آج کل کرتا رہا اور اسی آج کل میں کافی دن گزر گئے اور میں جہاد پر جانے سے رہ گیا۔ اب میں مدینہ کے بازاروں میں گھومتا تو بس ایسے ہی لوگ نظر آتے تھے جو منافق تھے یا جانے سے معذور تھے۔" بہرحال حضرت کعبؓ مدینہ میں رہ گئے۔ اور رسول اللہ ﷺ اپنے تیس ہزار اصحاب کے ساتھ تبوک پہنچ گئے۔ وہاں آپ نے اپنے اصحاب کو دیکھا تو ایک ایسے نیک شخص کو غیر موجود پایا جو بیعتِ عقبہ میں شریک تھا۔ آپ نے فرمایا: کعب بن مالک کہاں ہے؟

ایک شخص نے عرض کیا: یا رسول اللہ! اس کو خوش لباسی اور خود پسندی نے آنے سے روک دیا۔ حضرت معاذ بن جبلؓ نے اس شخص کو مخاطب کر کے کہا: "تم نے بہت بری اور غلط بات کہی۔" پھر انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا کہ "یا رسول اللہ! ہم نے کعب میں سوائے بھلائی اور خیر کے کوئی برائی نہیں دیکھی۔" یہ سن کر آپ خاموش ہو گئے۔

حضرت کعبؓ کہتے ہیں کہ جب مجھے خبر ملی کہ رسول اللہ ﷺ غزوۂ تبوک سے فارغ ہو کر واپس مدینہ تشریف لا رہے ہیں تو میں سوچنے لگا کہ آپ کی ناراضگی سے بچنے کے لیے میں کیا عذر کروں گا۔ اپنے گھر کے دانا لوگوں سے بھی اس بارے میں مشورہ کیا۔ آخر جب آپ مدینہ تشریف لے آئے تو مجھے یقین ہو گیا کہ بس سچ بولنے میں ہی نجات ہے۔ جب رسول اللہ ﷺ مدینہ میں داخل

ہوئے تو پہلے مسجد میں تشریف لائے اور وہاں دو رکعت نماز پڑھی اور لوگوں سے بات چیت کرنے کے لیے بیٹھ گئے۔
اب وہ لوگ جو آپ کے ساتھ جنگ پر نہیں گئے تھے وہ آنے لگے اور طرح طرح کے عذر بیان کرنے لگے اور قسمیں کھانے لگے۔ یہ اسی سے زائد لوگ تھے۔ رسول اللہ ﷺ ان کے بیانات کو قبول فرماتے جاتے تھے اور ان کے لیے دعائے مغفرت کرتے تھے اور ان کے باطن کو خدا کے سپرد فرماتے تھے۔
پھر میں بھی حاضر ہوا اور آپ کو سلام کیا۔ نبی ﷺ نے میری طرف دیکھا تو مسکرائے جیسے کوئی ناراضگی میں مسکراتا ہے۔ میں اجازت لے کر آپ کے سامنے جا کر بیٹھ گیا۔ آپ نے فرمایا: تم کیوں جہاد سے پیچھے رہ گئے؟ کیا تم نے سواری کا اونٹ نہیں خریدا تھا؟
میں نے کہا: ''یارسول اللہ! واللہ! اگر میں آپ کے بجائے کسی دنیادار کے پاس بیٹھا ہوتا تو یہ خیال کر سکتا تھا کہ کوئی عذر بہانہ کر کے اس کی ناراضگی سے بچ جاؤں گا۔ میں جھوٹی سچی باتیں بنا سکتا ہوں، لیکن واللہ مجھے یقین ہے کہ اگر آج میں آپ سے جھوٹی بات کہہ دوں تو آپ تو مجھ سے راضی ہو جائیں گے، لیکن پھر اللہ تعالیٰ آپ کو اصل صورتحال سے مطلع فرما کر مجھ سے ناراض کرا دے گا۔ لیکن اگر میں سچی بات بیان کر دوں تو بیشک آپ ناراض ہوں گے لیکن اس صورت میں مجھے اللہ تعالیٰ کی طرف سے معافی کی امید ہے۔ تو یارسول اللہ! حقیقت یہ ہے کہ اس کوتاہی کے لیے میرے پاس کوئی عذر نہیں ہے، واللہ! جو آسانی اور سہولت مجھے آپ سے پیچھے رہ جانے کے وقت میسر تھی اسی سہولت اور آسانی مجھے کبھی میسر نہیں ہوئی۔
اس کے بعد کعب خاموش ہو گئے۔ پھر نبی ﷺ اپنے اصحاب کی طرف متوجہ ہو کر فرمانے لگے: ''دیکھو۔ کعب نے سچی اور صحیح بات بیان کر دی ہے۔ اچھا کعب! اب تم جاؤ، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ تمہارے بارے میں فیصلہ فرما دے۔'' حضرت کعبؓ کھڑے ہوئے اور بھاری قدموں کے ساتھ مسجد سے باہر آ گئے۔ حضرت کعبؓ فرماتے ہیں: ''میں اس وقت بہت غمزدہ اور افسردہ تھا، اور مجھ نہیں معلوم تھا کہ اللہ تعالیٰ میرے بارے میں کیا فیصلہ فرمائے گا۔''
وہ فرماتے ہیں کہ جب میں کھڑا ہوا تو میری غمگین حالت دیکھ کر بنی سلمہ کے کچھ لوگ بھی میرے ساتھ ساتھ مسجد سے باہر آئے اور مجھے ملامت کرنے لگے۔ کہنے لگے: واللہ ہم نے نہیں جانتے کہ تم نے اس سے پہلے کبھی کوئی گناہ کیا ہو۔ تم شاعر بھی ہو، پھر بھی تم سے یہ نہ ہو سکا کہ رسول اللہ ﷺ سے کوئی عذر بیان کر کے آپ خوش کر دیتے جیسے دوسرے لوگوں نے عذر بیان کر دیئے۔ پھر رسول اللہ ﷺ تمہارے لیے استغفار فرما لیتے اور اللہ تعالیٰ تمہاری مغفرت فرما دیتا۔''
حضرت کعبؓ فرماتے ہیں کہ یہ لوگ مجھ سے مسلسل یہی بات کہتے رہے، یہاں تک کہ میرے دل میں آیا کہ واپس آپ کے پاس جا کر جھوٹے حیلے بہانے کر لوں۔ میں نے ان سے پوچھا کہ میرے علاوہ کسی اور نے بھی آپ سے میری جیسی بات کہی ہے؟
انہوں نے کہا: ہاں! دو اور آدمی ہیں جنہوں نے تمہاری جیسی بات کہی ہے۔ ان سے بھی آپ نے وہی فرمایا جو تم سے فرمایا تھا۔''
میں نے پوچھا: وہ دو کون ہیں؟ انہوں نے کہا: مرارہ بن الربیع اور ہلال بن امیہ۔ میں نے سوچا: یہ دونوں تو بڑے نیک لوگ ہیں، یہ تو غزوۂ بدر میں شریک ہوئے تھے۔ مجھے ان کا طرز عمل ہی اختیار کرنا چاہیے۔ واللہ! میں اب ہرگز واپس جا کر جھوٹ نہیں بولوں گا۔ پھر حضرت کعبؓ اسی طرح غمگین حالت میں گھر کی طرف چل دیئے اور وہاں گھر میں بیٹھ رہے۔ ابھی کچھ وقت نہیں گزرا تھا کہ نبی ﷺ نے سب مسلمانوں کو حضرت کعبؓ اور ان کے دو ساتھیوں کے ساتھ گفتگو کرنے سے منع فرما دیا۔
حضرت کعبؓ فرماتے ہیں کہ لوگ ہم سے دور دور رہنے لگے اور ان کا رویہ بالکل بدل گیا۔ میں جب بھی باہر بازار جاتا تو کوئی مجھ سے بات نہ کرتا۔ وہ سب ہمارے لیے اجنبیوں کی طرح ہو گئے۔ وہ ہمیں پہچانتے ہی نہیں تھے، حتیٰ کہ مدینہ کے در و دیوار بھی ہمیں

اجنبی معلوم ہونے لگے۔ایسا لگتا تھا جیسے یہاں کی دیواریں بلکہ زمین بھی ہمیں نہیں پہچانے گی۔میرے دو ساتھی تو اپنے گھروں میں بیٹھے رات دن روتے رہتے تھے، وہ اپنے گھروں سے جھانک کر بھی نہیں دیکھتے تھے۔بس زاہدوں اور رہبانوں کی طرح رات دن عبادت میں لگے رہتے تھے۔لیکن میں چونکہ اس وقت نوجوان اور طاقتور تھا لہٰذا باہر نکل کر مسلمانوں کے ساتھ نماز پڑھتا تھا اور بازاروں کے چکر لگاتا تھا۔لیکن وہاں مجھ سے کوئی نہیں بولتا تھا۔

میں مسجد میں آتا تو رسول اللہ ﷺ کے قریب آ کر آپ کو سلام کرتا تھا اور دل میں سوچتا تھا کہ سلام کا جواب دینے میں آپ کے ہونٹ ہلے یا نہیں؟ پھر میں آپ کے قریب جا کر نماز پڑھتا تھا۔میں نماز پڑھنے آ رہا ہوتا تب تو آپ میری طرف دیکھ رہے ہوتے، لیکن جیسے ہی میں آپ کی طرف متوجہ ہوتا تو آپ فوراً منہ موڑ لیتے۔حضرت کعبؓ پر یہ کٹھن دن اسی طرح گزرتے رہے۔یہ کوئی معمولی انسان نہیں تھے بلکہ اپنے قبیلہ کی ایک بزرگ اور باعزت شخصیت تھے، بڑے فصیح شعراء میں ان کا شمار ہوتا تھا۔اردگرد کے بادشاہ اور امراء ان سے واقف تھے۔ان کی شاعری کی شہرت دور دور تک پہنچی ہوئی تھی، بڑے بڑے لوگ ان سے ملاقات کے متمنی رہتے تھے۔

لیکن آج یہ حالت تھی کہ وہ مدینہ میں اپنی ہی قوم کے لوگوں کے درمیان موجود ہیں، مگر ان سے نہ کوئی بات کرتا ہے اور نہ ان کی طرف نظر اٹھا کر دیکھتا ہے۔ابھی وہ اسی تنہائی کے کرب اور بائیکاٹ کی سختی جھیل رہے تھے کہ ان پر ایک اور آزمائش آ پڑی۔

ہوا یہ کہ وہ ایک روز بازار میں گھوم رہے تھے کہ ایک نصرانی جو ملک شام سے آیا تھا لوگوں سے پوچھنے لگا کہ ''کوئی ہے جو مجھے کعب بن مالک سے ملا دے؟'' لوگوں نے اشارہ سے بتایا کہ وہ کعب جا رہے ہیں۔وہ حضرت کعبؓ کے پاس آیا اور غسان کے بادشاہ کا خط ان کو دیا۔

تعجب کی بات تھی، کہ شاہِ غسان نے ان کو خط لکھا!! گویا ان کے حالات ملک شام تک پہنچ گئے۔اور غسانی بادشاہ نے ان کی فکر کی!! واقعی تعجب کا مقام ہے!! دیکھیں یہ بادشاہ کیا چاہتا ہے؟!!

حضرت کعبؓ نے خط کھولا تو اس میں لکھا تھا: ''امابعد! اے کعب بن مالک! مجھے معلوم ہوا ہے کہ تمہارے سردار نے تم پر بہت سختی کی ہے اور تمہیں اپنے سے دُور کر دیا ہے۔تم کوئی معمولی اور بے عزت گھرانے کے آدمی نہیں ہو، تم ہمارے پاس چلے آؤ، ہم تمہاری خاطر عزت کریں گے۔'' حضرت کعبؓ نے خط پڑھ لیا تو کہا: ''اِنَّا لِلّٰہِ'' اب کافر لوگ میری طرف لالچ کی نظر سے دیکھنے لگے۔یہ بھی ایک آزمائش اور شیطانی شرارت ہے۔''

جی ہاں! بادشاہوں کے دربار اور امراء کے محلات کا راستہ ان کے لیے کھل گیا تھا، وہ ان کو عزت و اکرام سے رکھنے کے لیے بلا رہے تھے، اور دوسری طرف ان کے گرد اہل مدینہ تھے جو ان سے ترش روئی اور بدمزاجی سے پیش آ رہے تھے وہ اہل مدینہ کو سلام کرتے تو کوئی سلام کا جواب نہیں دیتا تھا، اُن سے کوئی بات پوچھتے تو سوال کا جواب نہیں ملتا تھا۔لیکن اس کے باوجود وہ کبھی کافروں کی طرف راغب نہیں ہوئے۔شیطان ان کو گمراہ کرنے اور نفس کا بندہ بنانے میں کامیاب نہ ہو سکا۔وہ شاہی پیغام کو آگ میں جلا چکے تھے۔دن پر دن گزرتے گئے۔آخر پورا ایک مہینہ ہو گیا، حضرت کعبؓ اسی حال میں تھے، بائیکاٹ نے ان کا دائرہ تنگ کر دیا تھا اور سختیوں کا بوجھ بڑھ رہا تھا۔نہ رسول اللہ ﷺ کی طرف سے کوئی فیصلہ آتا تھا اور نہ وحی کے ذریعہ کوئی حکم نازل ہوتا تھا۔

اس کے بعد جب اس حالت میں چالیس دن ہو گئے تو نبی ﷺ کی طرف سے ایک قاصد حضرت کعبؓ کے پاس آیا اور اس نے ان کا دروازہ کھٹکھٹایا۔حضرت کعبؓ نے دروازہ کھولا کہ شاید وہ کوئی معافی کی خوشخبری لایا ہوگا۔لیکن اس نے کہا کہ ''رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا ہے کہ تم اپنی بیوی سے الگ رہو۔"

کعبؓ نے پوچھا : کیا اس کو طلاق دے دوں؟ قاصد نے کہا "نہیں، صرف الگ رہو۔ اس سے ربط نہ کرو"۔ حضرت کعب رضی اللہ عنہ نے بیوی سے جا کر کہا کہ "تم اپنے میکہ چلی جاؤ اور جب تک میرے بارے میں خدا تعالیٰ کا کوئی حکم نہ آجائے وہیں رہو۔"

حضرت مرارہ حضرت ہلالؓ کو بھی رسول اللہ ﷺ کا یہی حکم پہنچایا گیا۔ حضرت کعب پر یہ دن بڑے سخت گزرے، وہ اپنے ایمان کو تازہ کرنے کی فکر میں لگے رہتے۔ وہ مسلمانوں سے بات کرنا چاہتے لیکن کوئی بات نہ کرتا رسول اللہ ﷺ کو سلام کرتے، لیکن سلام کا کوئی جواب نہ ملتا۔ وہ سوچنے لگے کہ کہاں جاؤں؟ اور کس سے مشورہ کروں؟

حضرت کعبؓ فرماتے ہیں کہ جب یہ مصیبت کے دن طویل ہو گئے تو میں ابو قتادہ کے پاس گیا جو میرے چچا زاد بھائی اور مجھے سب لوگوں سے زیادہ عزیز تھے۔ وہ اس وقت اپنے باغ کی چار دیواری میں تھے۔ میں نے باغ کی دیوار پھاندی اور اندر چلا گیا۔ اُن کو سلام کیا تو سلام کا جواب ندارد۔ میں نے کہا : ابو قتادہ! خدارا سچ بتاؤ، تمہیں معلوم ہے نا کہ میں اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہوں؟ وہ خاموش رہے۔ میں نے پھر قسم دے کر پوچھا کہ تم جانتے ہو نا کہ میں اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہوں؟

وہ پھر بھی خاموش رہے، جب میں نے تیسری دفعہ پوچھا تو جواب ملا کہ "یہ اللہ اور اس کے رسول کو معلوم ہے۔"

حضرت کعبؓ نے یہ جواب اپنے اس چچا زاد بھائی سے سنا جو ان کو سب لوگوں سے زیادہ عزیز تھا۔ اب وہ سوچنے لگے کہ میں مومن بھی ہوں یا نہیں؟ وہ اُس کے جواب کو برداشت نہ کر سکے، ان کی آنکھوں سے بے اختیار آنسو بہنے لگے۔ بالآخر انہوں نے باغ کی دیوار پھاندی اور اپنے گھر کی طرف چل دیئے۔ گھر میں بیٹھے تو اس کے در و دیوار کو دیکھنے لگے۔ وہاں نہ بیوی تھی جس سے باتیں کرتے، نہ کوئی اور عزیز تھا جس سے وقت گزاری کرتے۔ اب ان کے بائیکاٹ کو پوری پچاس راتیں گزر چکی تھیں۔

پچاسویں رات کو اللہ تعالیٰ نے ان تینوں کی توبہ قبول ہونے کا حکم نبی ﷺ پر نازل فرمایا۔ آپ اُس وقت حضرت ام سلمہؓ کے گھر میں تھے اور ایک تہائی رات گزر چکی تھی کہ آپ نے وہ آیات تلاوت فرمائیں۔ حضرت ام سلمہؓ نے عرض کیا : یا رسول اللہ! کیا ہم کعب بن مالک اور باقی دونوں کو اس کی خوشخبری نہ دے دیں؟ آپ نے فرمایا : اگر ابھی اعلان کیا تو یہاں لوگوں کا ہجوم ہو جائے گا اور تم ساری رات سو نہیں سکو گی۔ جب نبی ﷺ فجر کی نماز پڑھا کر فارغ ہوئے تو آپ نے حاضرین کو ان تین صحابہ کی توبہ قبول ہونے کا فرمانِ الٰہی سنایا۔ یہ سنتے ہی سب لوگ ان حضرات کو خوشخبری سنانے کے لیے نکل پڑے۔

حضرت کعبؓ فرماتے ہیں کہ میں اس روز گھر کی چھت پر فجر کی نماز پڑھ کر بیٹھا ہوا تھا اور اس وقت میرا حال وہی تھا جو اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام میں بیان فرمایا ہے۔ میں زندگی سے بیزار ہو چکا تھا اور زمین اپنی فراخی کے باوجود مجھ پر تنگ ہو گئی تھی۔

ابھی میں اسی حال میں بیٹھا مختلف باتیں سوچ رہا تھا کہ میں نے ایک پکارنے والے کی آواز سنی جو جبل سلع پر کھڑا با آواز بلند پکار رہا تھا کہ "اے کعب بن مالک! مبارک ہو تمہارے لیے خوشخبری ہے۔" یہ سنتا تھا کہ میں سجدہ میں گر پڑا، اور سمجھ گیا کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے توبہ کی قبولیت کا حکم آ گیا ہے۔ اتنے میں ایک شخص گھوڑے پر سوار ہو کر مجھے خوشخبری دینے آیا، اور دوسرا وہ تھا جس نے پہاڑ پر سے آواز لگا کر خوشخبری دی تھی۔ یہ آواز گھوڑے سے پہلے مجھ تک پہنچ گئی تھی۔ پھر جب وہ شخص بھی آ گیا جس کی خوشخبری کی آواز میں نے پہاڑ پر سے سنی تھی تو میں نے اپنے کپڑے اُتار کر دونوں کو بطور انعام دے دیئے۔ اس وقت میرے پاس یہی دو جوڑے تھے۔ لہٰذا میں نے کسی سے مانگ کر کپڑے پہنے اور رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہونے کے لیے چل پڑا۔ راستہ میں لوگ جوق در جوق ملتے رہے اور مبارکباد دیتے رہے۔ آخر جب مسجد میں داخل ہوا تو رسول اللہ ﷺ صحابہ کے درمیان تشریف فرما تھے۔

جب ان لوگوں نے مجھے دیکھا تو ان میں سے صرف طلحہ بن عبید اللہ کھڑے ہو کر میرے استقبال کو آئے، باقی سب بیٹھے رہے۔ طلحہ نے بڑھ کر مجھے گلے لگایا اور بڑی گرمجوشی سے مبارک باد دے کر واپس اپنی جگہ بیٹھ گئے۔ خدا کی قسم طلحہ کا یہ حسن سلوک میں کبھی نہیں بھولوں گا۔"

پھر میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ کو سلام کیا۔ اس وقت کا چہرہ خوشی سے چمک رہا تھا۔ جب بھی آپ خوش ہوتے تھے تو آپ کا چہرہ چاند کی طرح چمکتا تھا۔ جب آپ نے مجھے دیکھا تو فرمایا: تمہیں بشارت ہو، جب سے تم پیدا ہوئے ہو آج سے بہتر دن تم پر کوئی نہ گزرا ہوگا۔ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! یہ معافی آپ کی طرف سے ہے یا اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے؟ آپ نے فرمایا: "نہیں، بلکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔" پھر آپ نے وہ آیات سنائیں (جو رات کو نازل ہوئی تھیں)۔

پھر میں نے آپ کی خدمت بیٹھ کر عرض کیا کہ "یارسول اللہ! میری توبہ کا ایک حصہ یہ ہے کہ میں اپنا سارا مال صدقہ میں اللہ اور اس کے رسول کی خدمت میں پیش کرتا ہوں۔" آپ نے فرمایا: "نہیں، اس میں سے کچھ مال اپنے پاس بھی رکھو، یہ تمہارے لیے بہتر ہے۔" پھر میں نے عرض کیا: "یارسول اللہ! اللہ تعالیٰ نے مجھ کو صرف سچ کہنے کی وجہ سے نجات دی ہے۔ اب میں عہد کرتا ہوں کہ زندگی بھر سچ ہی بولا کروں گا۔" اس واقعہ میں ہمارے لیے قابلِ ذکر بات یہ ہے کہ حضرت کعبؓ کو مسجد میں آتا دیکھ کر صحابہ کے مجمع میں سے صرف حضرت طلحہؓ کھڑے ہوئے اور ان کو گلے لگا کر مبارکباد دی۔ اس سے حضرت کعب کے دل میں ان کی محبت بڑھ گئی حتی کہ حضرت طلحہؓ کے انتقال کے کافی عرصہ بعد جب حضرت کعبؓ نے اپنا یہ واقعہ سنایا تو فرمایا کہ "واللہ! میں طلحہ کا یہ حسن سلوک کبھی نہیں بھولوں گا۔"

ذرا غور کیجیے، حضرت طلحہؓ نے کیا خاص بات کی جس کی وجہ سے انہوں نے حضرت کعبؓ کا دل جیت لیا؟ دراصل حضرت طلحہؓ نے ایک شاندار رویہ کا اظہار کیا۔ انہوں نے حضرت کعبؓ کے معاملہ کو پوری توجہ دی، اور ان کی خوشی کو اپنی خوشی سمجھا جس کی وجہ سے حضرت کعبؓ کے دل میں ان کے لیے ایک جگہ بن گئی۔

اگر آپ کسی کی فکر کو اپنی فکر سمجھیں گے اور اس کے جذبات واحساسات کا خیال رکھتے ہوئے اس کی خوشی اور غم میں شریک ہوں گے تو لامحالہ اس کا دل جیت لیں گے۔ جب بھی لوگوں کی قدر کی جائے گی اور ان کا خیال رکھا جائے گا تو وہ آپ سے محبت کریں گے۔

ہمارے نبی ﷺ لوگوں کو اسی بات کی تعلیم دیا کرتے تھے، نہ صرف زبانی بلکہ خود عمل کر کے ان کو اس کی تربیت دیا کرتے تھے، جیسا کہ آپ نے اُس بدّو کے معاملہ میں کیا جو جمعہ کے خطبہ کے دوران ہی دینی مسائل پوچھنے آیا تھا۔

آپ نبی ﷺ کے شمائل وخصائل کا مطالعہ کریں تو ان میں آپ یہ بھی پڑھیں گے کہ جب کوئی شخص نبی ﷺ سے مصافحہ کرتا تھا تو آپ اس وقت تک اس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں رکھتے تھے جب تک کہ وہ خود اپنا الگ نہ کر لیتا۔ اور یہ بھی لکھا ہوا پائیں گے کہ جب کوئی آپ سے بات کرتا تھا تو آپ ہمہ تن اس کی طرف متوجہ ہو جاتے تھے یعنی چہرہ اور باقی تمام جسم بھی اس کی طرف موڑ لیتے، اور خاموش رہ کر اس کی پوری بات سنتے تھے سبحان اللہ۔

﴿۱۰۷﴾ اعتقادی منافقین اور مسجد ضرار کی بنیاد: انہوں نے حق کے مقابلہ میں ایک باطل کا مرکز بنایا۔ شانِ نزول: مدینہ منورہ میں مسلمانوں کا غلبہ ہو چکا تھا، جسکی وجہ سے منافقین نے ظاہر میں اسلام قبول کر لیا تھا، اور کھل کر اسلام کے خلاف کوئی مشورہ نہیں کیا جاسکتا تھا، اور نہ کوئی مرکز بنایا جاسکتا تھا، اس لئے ان لوگوں نے اسلام ہی کے نام سے اپنا مرکز بنایا یعنی مسجد کے عنوان سے ایک جگہ

بنالی جو مسجد قباء کے قریب تھی۔ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ یہ لوگ آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے، اور عرض کیا کہ ہم نے مسجد بنائی ہے، آپ اس میں نماز ادا فرمالیں، اور مقصد ان کا یہ تھا کہ جب آپ اس میں نماز پڑھ لیں گے، تو مسلمانوں کو اس کے مسجد ہونے کا یقین ہو جائے گا اور اس طرح کا کوئی شک وشبہ نہ کرسکیں گے کہ یہ مسجد کے علاوہ کوئی دوسری چیز ہے۔ ان لوگوں نے کہا کہ یہ مسجد ہم نے ضعیف اور بیمار لوگوں کے لئے بنائی ہے، تاکہ سردی اور بارش کی راتوں میں یہ لوگ قریب ہی نماز پڑھ سکیں، اور دور جانا نہ پڑے۔ آپ ﷺ نے فرمایا اس وقت تو ہم سفر میں جارہے ہیں جب واپس آئیں گے تو انشاء اللہ تمہاری فرمائش پوری کردی جائے گی۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم تبوک کے سفر میں تشریف لے گئے جب وہاں سے واپس ہوئے تو مدینہ منورہ پہنچنے میں ابھی ایک دن، یا اس سے کم مسافت باقی تھی کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام تشریف لائے، اور انہوں نے خبر دے دی کہ یہ مسجد مسجد ضرار ہے۔ جس کا مقصد مسلمانوں کے درمیان تفریق پیدا کرنا ہے کہ جو لوگ مسجد قباء میں نماز پڑھتے ہیں انکی جماعت کے کچھ لوگ اس مسجد ضرار میں آنے لگیں، اور انہیں اپنے ڈھنگ پر ڈالا جاسکے۔ آنحضرت ﷺ ابھی مدینہ منورہ پہنچے بھی نہ تھے کہ راستہ ہی سے آپ نے بعض صحابہ کو بھیج دیا جنہوں نے مسجد ضرار کو آگ لگادی، اور اُسے گرادیا۔ جن حضرات نے یہ کام کیا وہ مالک بن دخشم رضی اللہ عنہ اور سعد بن عدی رضی اللہ عنہ تھے۔ بعض حضرات نے معن کے بھائی عامر بن عدی کا نام بھی ذکر کیا ہے۔ (ابن کثیر، ص:۶۲۹،ج ۴)

حضرات مفسرین نے لکھا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے مسجد ضرار کو جلانے کا حکم دے کر یہ بھی حکم دیا تھا کہ اسکو کوڑا ڈالنے کی جگہ بنالیا جائے جس میں مردہ جانور اور بدبودار چیزیں ڈالی جایا کریں۔

(معالم التنزیل: ص:۲۷۵،ج:۲؛ ابوسعود: ص:۷۴۳،ج:۲؛ روح المعانی: ص:۲۷،ج۔۱۱)

﴿۱۰۸﴾ لَا تَقُمۡ فِيۡهِ اَبَدًا : مسجد ضرار میں ٹھہرنے کی ممانعت : خطاب تو آنحضرت ﷺ کو ہے مگر عام مسلمان آپ کے تابع تھے اس لئے اسکے سب مسلمان مخاطب ہیں۔ لَمَسۡجِدٌ اُسِّسَ عَلَى التَّقۡوٰى ... الخ مسجد قباء میں جانے کا حکم : اس سے مراد مسجد قباء ہے۔ جسے آنحضرت ﷺ نے مدینہ منورہ پہنچ کر بنایا تھا سفر ہجرت کے بعد جب آپ نے چند دن قباء میں قیام فرمایا انہی دنوں میں یہ مسجد تعمیر فرمائی اسلام کی تاریخ میں یہ سب سے پہلی مسجد ہے آپ ﷺ سوار ہوکر اور کبھی پیدل اس مسجد میں شہر مدینہ سے تشریف لایا کرتے تھے۔ (بخاری ومسلم)

جب آنحضرت ﷺ نے یہ مسجد بنائی تو اس کا قبلہ حضرت جبریل علیہ السلام نے متعین کرکے بتایا تھا۔ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اس میں نماز پڑھنا عمرہ کرنے کے برابر ہے۔ (ترمذی: ص:۴۷،ج۔۱)

فِيۡهِ رِجَالٌ يُّحِبُّوۡنَ اَنۡ يَّتَطَهَّرُوۡا ... الخ مسجد قباء کے نمازیوں کے اوصاف : حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا جب یہ آیت نازل ہوئی تو آنحضرت ﷺ نے فرمایا اے انصار کی جماعت بے شک اللہ نے پاکی اختیار کرنے کے بارے میں تمہاری تعریف فرمائی ہے۔ تم بتاؤ تمہاری کیا پاکیزگی ہے؟ انہوں نے عرض کیا ہم نماز کے لئے وضو کرتے ہیں اور جنابت ہو جائے تو غسل اور پانی سے استنجاء کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا یہی بات ہے لہٰذا تم اس کے پابند رہو۔ (رواہ ابن ماجہ کما فی المشکوٰۃ ص:۴۳،ج۔۱)

﴿۱۰۹﴾ فریقین کے اعراض میں تفاوت : فریق مؤمن : جب اوپر دونوں مسجدوں کے بانیوں کا حال معلوم ہوگیا تو پھر سمجھ لو آیا ایسا شخص بہتر ہے جس نے اپنی عمارت یعنی مسجد کی بنیاد خدا سے ڈرنے پر اور اللہ کی خوشنودی پر رکھی ہو۔

اَمۡ مَّنۡ اَسَّسَ ... الخ فریق منافق : یا وہ شخص جس کے کام کی بنیاد تقویٰ پر نہ ہو محض دھوکے کے لئے ہو اسکی ناپائیداری

انجام کے لحاظ سے ایسے ہے جیسے کوئی عمارت ایک کھائی کے کنارے پر کھڑی کی جائے کہ ذرا سی اس میں دلدل آئے یا پانی کی تھپیڑ آئے تو ساری عمارت دھڑام کر کے نیچے آئے گی اور اس کے اندر رہنے والے سب کے سب تباہ اور برباد ہوں جائیں گے۔ اسی طرح مسجد ضرار کی بنیاد جہنم کے کنارہ پر ہے اور وہ انکو اپنے ساتھ لے کر جہنم میں گرے گی۔

﴿۱۱۰﴾ منافقین کی دائمی حسرت : جس غرض کے لئے انہوں نے مسجد ضرار بنائی تھی وہ پوری نہ ہوئی مرتے دم تک یہ حسرت اور قلق ان کے دلوں میں قائم رہے گا جب انکی جان نکلے گی تب یہ حسرت بھی ختم ہوگی۔

إِنَّ اللَّهَ اشْتَرَىٰ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ أَنفُسَهُمْ وَأَمْوَالَهُم بِأَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ ۚ يُقَاتِلُونَ

بیشک اللہ تعالیٰ نے خرید لی ہیں ایمان والوں کی جانیں اور ان کے مال کو اس کے بدلے میں ان کیلئے جنت ہے وہ اللہ کے راستے میں لڑتے ہیں

فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَيَقْتُلُونَ وَيُقْتَلُونَ ۖ وَعْدًا عَلَيْهِ حَقًّا فِي التَّوْرَاةِ وَالْإِنجِيلِ وَالْقُرْآنِ ۚ

پس وہ قتل کرتے ہیں (دشمنوں کو) اور خود بھی قتل ہوتے ہیں یہ وعدہ ہے اس کا سچا تورات میں انجیل میں اور قرآن میں اور کون زیادہ پورا کرنے والا ہے

وَمَنْ أَوْفَىٰ بِعَهْدِهِ مِنَ اللَّهِ ۚ فَاسْتَبْشِرُوا بِبَيْعِكُمُ الَّذِي بَايَعْتُم بِهِ ۚ وَذَٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ

عہد کو اللہ تعالیٰ سے پس خوشی مناؤ اپنی اس بیع پر جو تم نے بیع کی ہے اس کے ساتھ اور یہی ہے

الْعَظِيمُ ﴿١١١﴾ التَّائِبُونَ الْعَابِدُونَ الْحَامِدُونَ السَّائِحُونَ الرَّاكِعُونَ السَّاجِدُونَ الْآمِرُونَ

بڑی کامیابی ﴿۱۱۱﴾ (اور ایمان والے) توبہ کرنے والے ہیں عبادت کرنے والے ہیں اللہ کی تعریفیں کرنے والے ہیں سیاحت کرنے والے ہیں رکوع کرنے والے ہیں

بِالْمَعْرُوفِ وَالنَّاهُونَ عَنِ الْمُنكَرِ وَالْحَافِظُونَ لِحُدُودِ اللَّهِ ۗ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِينَ ﴿١١٢﴾

سجدہ کرنے والے ہیں نیک بات کا حکم دینے والے ہیں اور بری بات سے منع کرنے والے ہیں اور اللہ کی باندھی ہوئی حدود کی حفاظت کرنے والے ہیں اور خوشخبری سنا دیں ایمان والوں کو ﴿۱۱۲﴾

مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِينَ آمَنُوا أَن يَسْتَغْفِرُوا لِلْمُشْرِكِينَ وَلَوْ كَانُوا أُولِي قُرْبَىٰ مِن

نہیں لائق نبی کیلئے اور ان لوگوں کیلئے جو ایمان لائے ہیں کہ وہ بخشش طلب کریں شرک کرنے والوں کیلئے اگرچہ وہ ان کے قرابتدار ہی کیوں نہ ہوں بعد اس کے

بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمْ أَنَّهُمْ أَصْحَابُ الْجَحِيمِ ﴿١١٣﴾ وَمَا كَانَ اسْتِغْفَارُ إِبْرَاهِيمَ لِأَبِيهِ إِلَّا عَن

کہ واضح ہو چکا ہے ان کیلئے کہ بیشک وہ دوزخ والے ہیں ﴿۱۱۳﴾ اور نہیں تھا بخشش مانگنا ابراہیم (علیہ السلام) کا اپنے باپ کیلئے مگر ایک وعدے کی بنا پر

مَّوْعِدَةٍ وَعَدَهَا إِيَّاهُ فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَهُ أَنَّهُ عَدُوٌّ لِّلَّهِ تَبَرَّأَ مِنْهُ ۚ إِنَّ إِبْرَاهِيمَ لَأَوَّاهٌ

جو وعدہ انہوں نے اس سے کیا تھا پس جب واضح ہوگیا (ابراہیم علیہ السلام) کیلئے کہ وہ اللہ کا دشمن ہے تو اس سے بیزار ہوگئے بیشک

حَلِيمٌ ﴿١١٤﴾ وَمَا كَانَ اللَّهُ لِيُضِلَّ قَوْمًا بَعْدَ إِذْ هَدَاهُمْ حَتَّىٰ يُبَيِّنَ لَهُم مَّا يَتَّقُونَ ۚ إِنَّ اللَّهَ

(ابراہیم علیہ السلام) البتہ نرم دل اور تحمل والے تھے ﴿۱۱۴﴾ اور نہیں ہے اللہ تعالیٰ ایسا کہ گمراہ کردے کسی قوم کو بعد اس کے کہ اس نے ان کو ہدایت دی ہے یہاں تک کہ بیان کردے ان کیلئے وہ باتیں کہ جن سے

بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ﴿۱۱۵﴾ اِنَّ اللّٰهَ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ ؕ وَمَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ

وہ بچتے ہیں بیشک اللہ تعالیٰ ہر چیز کو جاننے والا ہے ﴿۱۱۵﴾ بیشک اللہ تعالیٰ ہی کیلئے ہے بادشاہی آسمانوں کی اور زمین کی وہ زندہ کرتا ہے اور مارتا ہے اور نہیں ہے تمہارے لئے اللہ

اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ ﴿۱۱۶﴾ لَقَدْ تَّابَ اللّٰهُ عَلَى النَّبِيِّ وَالْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ الَّذِيْنَ

کے سوا کوئی سرپرستی کرنے والا نہ کوئی مددگار ﴿۱۱۶﴾ البتہ تحقیق مہربانی سے رجوع فرمایا اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی پر اور مہاجرین اور انصار پر جنہوں نے نبی کا اتباع کیا

اتَّبَعُوْهُ فِيْ سَاعَةِ الْعُسْرَةِ مِنْۢ بَعْدِ مَا كَادَ يَزِيْغُ قُلُوْبُ فَرِيْقٍ مِّنْهُمْ ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ ؕ

تنگی کی گھڑی میں بعد اس کے قریب تھا کہ ان میں سے ایک گروہ کے دل پھر جاتے پھر اللہ نے مہربان فرمائی ان پر بیشک وہ ان کے ساتھ شفقت کرنے والا

اِنَّهٗ بِهِمْ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۱۷﴾ وَّعَلَى الثَّلٰثَةِ الَّذِيْنَ خُلِّفُوْا ؕ حَتّٰۤى اِذَا ضَاقَتْ عَلَيْهِمُ الْاَرْضُ

اور مہربان ہے اور اللہ نے مہربانی فرمائی ان تین آدمیوں پر جو پیچھے رہے گئے تھے یہاں تک کہ جب تنگ ہوگئی ان پر زمین باوجود کشادہ ہونے کے اور

بِمَا رَحُبَتْ وَضَاقَتْ عَلَيْهِمْ اَنْفُسُهُمْ وَظَنُّوْۤا اَنْ لَّا مَلْجَاَ مِنَ اللّٰهِ اِلَّاۤ اِلَيْهِ ؕ

تنگ ہوگئیں ان پر ان کی جانیں بھی اور انہوں نے یقین کرلیا کہ کوئی جائے پناہ نہیں ہے مگر اللہ کی طرف پھر اللہ نے مہربانی سے رجوع فرمایا

ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ لِيَتُوْبُوْا ؕ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ﴿۱۱۸﴾

ان پر تاکہ وہ رجوع کریں بیشک اللہ تعالیٰ ہی ہے توبہ قبول کرنے والا مہربان ﴿۱۱۸﴾

﴿۱۱۱﴾ اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰی ... الخ فضائل مجاہدین۔ ربط آیات:... گزشتہ آیات میں منافقین کی قباحتوں کا ذکر تھا، اب آگے مجاہدین کے فضائل اور ان کے صفات فاضلہ کا ذکر ہے۔

خلاصہ رکوع ۱۴ فضائل مجاہدین، مؤمنین کے بقیہ صفات، مشرکین کے لئے استغفار کی ممانعت، حضرت ابراہیم علیہ السلام کا اپنے والد کے لئے دعا، اتمام حجت، حصر المالکیت باری تعالیٰ، آنحضرت ﷺ اور بعض مہاجرین کے خطرات کی معافی کا اعلان، کیفیت متخلفین اصحاب ثلاثہ۔ ماخذ آیات ۱۱۱: تا ۱۱۸+

مجاہدین کے فضائل : مخلصین نے ایک سودا خدا تعالیٰ سے کیا ہے کہ ایک عیب دار اور فانی چیز دے کر ایک بے عیب اور باقی رہنے والی چیز حاصل کرلی ہے وہ جنت ہے۔ چنانچہ جب یہ آیت نازل ہوئی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد میں لوگوں کو سنائی تو ایک انصاری چادر کھینچتا ہوا کھڑا ہوا، اور کہا کہ یہ بے شک بڑے نفع کا سودا ہے ہم اس کو کبھی فسخ نا کریں گے یعنی اس سے بہتر کون سا موقعہ ہوگا کہ اب آنحضرت ﷺ ہم سے ایک ناقص اور معیوب چیز لے کر ہم کو اپنے فضل سے ایسی چیز دے دی جو ہمارے وہم و گمان سے بھی بڑھ کر ہے۔
(معارف القرآن: ص:۵۲۵: ج: سوم، ک، د)

خلفاء ثلاثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی تعریف

اس آیت میں اصحاب محمد ﷺ کی خوب تعریف و توصیف بیان فرمائی ہے، ہم اہل تشیع سے پوچھنے کا حق رکھتے ہیں کہ کیا

اللہ تعالیٰ سے سودا کرنے والے یہ خلفاء ثلاثہ رضی اللہ عنہم نہ تھے؟ انہوں نے تو اپنی جان و مال اس کے راہ میں وقف کر دیئے تھے اور ان کے لئے عطیہ نعیم اخروی کا وعدہ اللہ تعالیٰ نے نہایت تاکید سے فرما دیا ہے، پھر بھی تم ان کی شان پاک میں شک کرنے کی گنجائش پاتے ہو؟ کچھ ہوش کرو۔

صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی گستاخی کے درجات اور اس کی سزا

❶ تکفیر کرنا۔ ❷ تنقیص یا سب یعنی گالی دینا۔ ❸ تنقید کرنا صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی عمومی تکفیر بالاجماع کفر ہے کیونکہ اس سے قرآن کریم کی سات سو آیات کا انکار لازم آتا ہے، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا ایمان نص قرآنی سے ثابت ہے۔ حضرت قاضی عیاضؒ لکھتے ہیں کہ "من شتم من اصحاب النبی ﷺ ابابکر او عمر او عثمان او معاویة او عمرو بن العاص فان قال کانوا علی ضلال و کفر قتل"۔ (کتاب الشفا ص ۲۹۳ الفصل العاشر الحکم فی سب آل البیت۔۔۔الخ

یعنی جس نے آنحضرت ﷺ کے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں سے کسی کو گالی دی یعنی کافر یا گمراہ کہا وہ خواہ حضرت ابوبکر، عمر، عثمان، معاویہ، عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہم ہوں تو اسے قتل کیا جائے گا۔

مولانا عبدالعزیز پرہاروی شرح العقائد کی شرح نبراس میں لکھتے ہیں کہ "وقد اختلف الفقهاء فی حکم من سب الصحابة رضی الله عنهم وارضاهم فافتی بعضهم بان ساب الشیخین یقتل حداً فلا یقبل توبته وبعضهم بان یقتل لکفر ویقبل توبته وبعضهم بانه لا یقبل بل بعد عذاب شدید وفی سب غیرهما التعذیب علی حسب رأی القاضی"۔ (نبراس ص ۴۳۰ طبع ملتان) جو شخص صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو گالیاں دیتا ہے اس کے حکم کے بارے میں فقہاء کے درمیان میں اختلاف ہے بعض حضرات نے فتویٰ دیا ہے کہ جو حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو گالیاں دے اسے قتل کیا جائے گا، اور اس کی توبہ قبول نہ کی جائے گی۔ اور بعض نے کہا ارتکاب کفر کی وجہ سزائے موت دی جائے گی، اور توبہ قبول کی جائے گی (مگر یہ دونوں فریق سزائے موت پر متفق ہیں)

اور بعض کہتے ہیں کہ سخت قسم کی تعزیری سزا دی جائے گی اور شیخین کے علاوہ باقی صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی شان میں گستاخی کرنے کی سزا تعذیب ہے قاضی کی صوابدید پر۔ حضرت قاضی عیاضؒ نے کتاب الشفا ص ۲۹۳ میں حضرت سحنونؒ کا فتویٰ بھی یہی نقل کیا ہے۔

﴿۱۱۲﴾ **مؤمنین کے بقیہ صفات** : یعنی ان مومنین میں جہاد کے علاوہ یہ صفات جمیلہ بھی ہیں جن کا ذکر اس آیت میں موجود ہے۔ ﴿۱۱۳﴾ **مشرکین کے لئے استغفار کی ممانعت** : سورۃ کے شروع میں مشرکین سے بیزاری کا مضمون تھا، اب اسی کی تاکید ہے کہ ایمان والوں پر لازم ہے کہ نہ انکا نماز جنازہ پڑھیں نہ انکی قبر پر کھڑے ہوں اور نہ ان کے لئے دعا مغفرت کریں اگرچہ یہ مسلمانوں کے قریبی رشتہ دار ہی کیوں نہ ہوں۔

شان نزول : مسند احمد میں ابن المسیب سے روایت ہے کہ ابوطالب جب بستر موت پر تھا تو آنحضرت ﷺ تشریف لے گئے ابوجہل اور عبداللہ بن ابی امیہ ساتھ بیٹھے تھے آنحضرت ﷺ نے فرمایا چچا کلمہ پڑھ لو میں خدا کے سامنے آپ کی بخشش کے لئے دعا کروں گا۔ تو ابوجہل اور عبداللہ بن ابی امیہ نے کہا کیا آپ ملت عبدالمطلب سے روگردانی کریں گے؟ تو انہوں نے کہا میں ملت عبدالمطلب پر جان دے دوں گا تو حضور پاک ﷺ نے فرمایا میں اس وقت تک دعا کرتا رہوں گا جب تک کہ مجھے حق تعالیٰ شانہٗ منع نہ

کردے تو یہ آیت نازل ہوئی۔(ابن کثیر؛ص:۶۳۶؛ج:۲؛ روح المعانی:ص:۵۴؛ج:۱۱؛ قرطبی؛ص:۲۴۸؛ج:۸؛ خازن؛ص:۲۸۵؛ج۔۲)

آپ جانتے ہی ہیں کہ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ سے بڑھ کر خدا تعالیٰ کا پیارہ اور مقبول بندہ اور کوئی نہیں اور نہ ہی ہوسکتا، قلندر لاہوری علامہ اقبال نے کیا ہی خوب کہا ہے۔

رخ مصطفیٰ ہے وہ آئینہ کہ اب ایسا دوسرا آئینہ
نہ ہماری بزم خیال میں نہ دکان آئینہ ساز میں

لیکن آپ کی اپنے حقیقی چچا کے لئے بھی دعا قبول نہ ہوئی بلکہ دعا ہی سے آپ کو روک دیا گیا کیونکہ چچا شرک کی حالت میں مرا تھا، اور اس کے لئے کوئی بھی دعا مفید نہیں ہوسکتی تھی حالانکہ کم وبیش:۸۰؛سال چچا نے آپ کی وہ خدمت کی جس کی مثال تاریخ میں مشکل سے مل سکتی ہے۔اس سے واضح ثابت ہوا مشرک کا کوئی بھی عمل عند اللہ تعالیٰ مقبول نہیں ہوسکتا اور اس سے یہ بات بھی عیاں ہوگئی کہ مشرک کے لیے کسی دوسرے کی دعائے مغفرت اور صدقہ خیرات بھی ہرگز مفید نہیں ہوسکتا۔

﴿۱۱۴﴾ ابراہیم علیہ السلام کی دعا:۔۔۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے والد سے دعا کا وعدہ فرمایا تھا اس لئے دعا فرمائی لیکن جب انہیں وحی کے ذریعہ یقین اور انکشاف حق ہوگیا کہ یہ حق تعالیٰ شانہٗ کا پکا دشمن ہے اور اس کی مغفرت نہیں ہوگی تو دعا کرنا چھوڑ دی تھی۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام قیامت کے دن اپنے باپ کی مغفرت کے لیے اپیل کریں گے لیکن اللہ تعالیٰ کی طرف سے جواب ملے گا "اِنِّیْ حَرَّمْتُ الْجَنَّةَ عَلَى الْكٰفِرِیْنَ"۔(مشکوٰۃ:ص ۴۸۳، متفق علیہ) بے شک میں نے کافروں اور مشرکوں کے لیے جنت حرام کردی ہے۔اس سے ثابت ہوا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اولوا العزم نبی کی دعا مشرک والد کے حق میں قبول نہیں ہوگی۔

﴿۱۱۵﴾ اتمام حجت :اللہ تعالیٰ اتمام حجت اور اظہار حق سے پہلے کسی کو گمراہ نہیں کرتا جب تک احکام کو کھول کر بیان نہ کرے گویا کہ جو لوگ ممانعت کے حکم سے پہلے مشرکین کے لئے دعائے استغفار کر چکے ہیں ان کا مواخذہ نہیں گا۔

﴿۱۱۶﴾ حصر المالکیت باری تعالیٰ :لہٰذا تمہیں چاہئے کہ اس مالک الملک کے احکام پر چلو اور اگر اس کے احکام کے مطابق نہ چلے اور وہ ناراض ہوگیا تو پھر کوئی مددگار نہ ہوگا۔

﴿۱۱۷﴾ آنحضرت ﷺ اور بعض مہاجرین کے خطرات کی معافی کا اعلان:اس آیت میں سب سے پہلے آنحضرت ﷺ کا ذکر فرمایا اور بعد میں مہاجرین وانصار کا ذکر فرمایا جو سید الابرار والانبیاء کے جان نثار تھے۔ممکن ہے کہ اس میں اس طرف اشارہ ہو کہ آپ نے منافقین کو تخلف کی اپنے طرف سے اجازت دی تھی جس میں اللہ پاک کی رضا نہ تھی۔اس لئے اللہ تعالیٰ اپنی خصوصی کرم نوازی سے آپ کو معاف فرمایا۔پھر بالاجمال بعض مہاجرین وانصار کے خطرات قلبیہ کی معافی کا ذکر فرمایا۔کیونکہ بعض مسلمانوں کے دل اس خطرے سے گزر رہے تھے کہ ایسی سختی کے وقت جہاد میں نہ نکلو،اللہ پاک نے دستگیری فرمائی کہ ہمت ہارنے سے ان کو بچالیا اور ان کے ایسے خیالات کو اپنی خصوصی رحمت سے معاف فرمادیا۔

جنگ تبوک کے لیے حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نمایاں مالی خدمات

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ان مہاجرین وانصار کی تعریف فرمائی ہے جنہوں نے ساعۃ العسرۃ یعنی جنگ تبوک میں شریک ہو کر آنحضرت ﷺ کی اتباع فرمائی، کیا اصحاب ثلاثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اس جنگ میں نہ تھے؟ بلکہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک قابل قدر نمایاں مالی خدمات سرانجام دیں۔ایک روایت کے مطابق ۹۵۰ اونٹوں سے

جیش العسرہ کی تیاری کی اور پچاس گھوڑے دیئے۔ (دیکھیں فتح الباری ص ۴۴ ج ۷)

اور ایک ہزار اشرفی طلائی کی امداد کی اور یہ بات ان کے کارناموں میں اب تک مشہور ہے۔

﴿۱۱۸﴾ کیفیت متخلفین اصحاب ثلاثہ: اس میں ان تین حضرات کا ذکر ہے جنکی تفصیل آیت:۱۰۶: میں گزر چکی ہے۔ اللہ پاک کی رحمت نے دستگیری فرمائی اور انکی رہائی منجانب اللہ ہوئی۔ حضرت کعب رضی اللہ عنہ جن کی تفصیلی داستان گزر چکی ہے فرماتے ہیں کہ جس دن ہماری رہائی ہوئی اس کی خوشی کا حال بیان سے باہر ہے۔ چونکہ جس شخص نے مجھے خوشخبری سنائی میں نے اپنے کپڑے اتار کر اسکو دے دیئے۔ فجر کی نماز پڑھنے کے لئے مسجد نبوی میں حاضر ہوا اصحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے پرتپاک مبارک باد پیش کی، اور آنحضرت ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا آپ نے نہایت لطف اور مہربانی سے کلام فرمایا۔

(ابن کثیر: ص ۶۴۵ ج ۴ معالم التنزیل ص ۸۳ ج ۲)

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَكُونُوا مَعَ الصَّادِقِينَ ﴿١١٩﴾ مَا كَانَ لِأَهْلِ الْمَدِينَةِ وَمَنْ

اے ایمان والو! ڈرو اللہ تعالیٰ سے اور ہوجاؤ سچوں کے ساتھ ﴿۱۱۹﴾ نہیں لائق تھا مدینہ والوں کیلئے اور نہ ان لوگوں کیلئے جو اردگرد رہتے ہیں

حَوْلَهُمْ مِنَ الْأَعْرَابِ أَنْ يَتَخَلَّفُوا عَنْ رَسُولِ اللَّهِ وَلَا يَرْغَبُوا بِأَنْفُسِهِمْ عَنْ

دیہاتیوں میں سے کہ وہ پیچھے رہتے اللہ کے رسول سے اور نہ یہ (بات ان کیلئے مناسب تھی) کہ وہ ترجیح دیں اپنی جانوں کو اس کی جان پر

نَفْسِهِ ۚ ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمْ لَا يُصِيبُهُمْ ظَمَأٌ وَلَا نَصَبٌ وَلَا مَخْمَصَةٌ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَلَا

یہ اس لئے کہ بیشک ان لوگوں کو نہیں پہنچے گی پیاس اور نہ تھکاوٹ اور نہ بھوک اللہ کے راستے میں اور نہ وہ

يَطَئُونَ مَوْطِئًا يَغِيظُ الْكُفَّارَ وَلَا يَنَالُونَ مِنْ عَدُوٍّ نَيْلًا إِلَّا كُتِبَ لَهُمْ بِهِ عَمَلٌ

روندیں گے روندنا (یا نہیں روندیں گے روندنے کی جگہ کو) جو کافروں کو غصہ دلائے اور نہیں پائیں گے وہ دشمن سے کچھ پانا مگر یہ کہ ان سب کے بدلے میں لکھا جائے گا ان کیلئے

صَالِحٌ ۚ إِنَّ اللَّهَ لَا يُضِيعُ أَجْرَ الْمُحْسِنِينَ ﴿١٢٠﴾ وَلَا يُنْفِقُونَ نَفَقَةً صَغِيرَةً وَلَا

نیک عمل بیشک اللہ تعالیٰ نہیں ضائع کرتا نیکی کرنیوالوں کے بدلے کو ﴿۱۲۰﴾ اور نہیں خرچ کریں گے کوئی خرچہ چھوٹا اور نہ بڑا اور نہیں یہ

كَبِيرَةً وَلَا يَقْطَعُونَ وَادِيًا إِلَّا كُتِبَ لَهُمْ لِيَجْزِيَهُمُ اللَّهُ أَحْسَنَ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴿١٢١﴾

طے کریں گے کسی وادی کو مگر لکھا جائے گا ان کیلئے تاکہ اللہ تعالیٰ بدلہ دے ان کو بہتر اس کام کا جو وہ کرتے تھے ﴿۱۲۱﴾

وَمَا كَانَ الْمُؤْمِنُونَ لِيَنْفِرُوا كَافَّةً ۚ فَلَوْلَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِنْهُمْ طَائِفَةٌ

اور یہ مناسب نہیں کہ سارے کے سارے ہی مومن کوچ کر جائیں (جہاد کیلئے) پس کیوں نہ نکلے ہر گروہ میں سے ایک جماعت تاکہ وہ سمجھ حاصل کریں

لِيَتَفَقَّهُوا فِي الدِّينِ وَلِيُنْذِرُوا قَوْمَهُمْ إِذَا رَجَعُوا إِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُونَ ﴿١٢٢﴾

دین میں اور تاکہ وہ ڈرائیں اپنی قوم کو جس وقت کہ ان کی طرف واپس لوٹ کر آئیں تاکہ وہ لوگ بچ جائیں ﴿۱۲۲﴾

ع ۱۵

﴿١١٩﴾ يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ...الخ ربط آیات: گزشتہ آیات میں کعب بن مالک وغیرہ کی معافی صرف صدق اور تقویٰ کی بناء پر ہوئی تھی، اس لئے یہاں سے عام مسلمانوں کو تقویٰ اور صحبت صادقین کے اختیار کرنے کا حکم دیا جارہا ہے۔

خلاصہ رکوع ١٥ اصول کامیابی، ملامت متخلفین بضمن فضیلت مجاہدین، راہ جہاد میں کوڑی کوڑی کا اجر ملے گا، جہاد وتفقہ فی الدین کے فرض کفایہ ہونے کا بیان، عالم کے فرائض۔ ماخذ آیات ١١٩: تا ١٢٢ +

اصول کامیابی: اس آیت میں عام مسلمانوں کو تقویٰ کے ہدایت کی گئی ہے۔ "وَكُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ" میں اس طرف اشارہ فرمایا کہ صفت تقویٰ حاصل کرنے کا طریقہ صالحین وصادقین کی صحبت اور عمل میں انکی موافقت ضروری ہے۔ نیز یہ بھی ممکن ہے کہ یہ اشارہ ہو کہ جن حضرات سے یہ تخلف کی لغزش ہوئی اس میں منافقین کی مجلس کا اثر ودخل ہو۔ اس لئے اللہ کے دشمنوں کی مجلس سے پرہیز کرنا چاہئے۔ اس جگہ قرآن کریم نے علماء کے بجائے صادقین کی صحبت کا حکم دے کر بتادیا ہے کہ صادق وہ شخص ہے جس کا ظاہر و باطن یکساں ہو۔ نیت وارادہ کا بھی سچا ہو اور عمل کا بھی سچا ہو۔

﴿١٢٠﴾ ملامت متخلفین بضمن فضیلت مجاہدین: مدینہ منورہ کے کے قرب وجوار کے رہنے والوں کو یہ حق نہیں تھا کہ حضور سرور کائنات کو میدان جنگ میں تشریف لیجائیں، اور یہ لوگ بیٹھے رہیں کیونکہ اس راستے میں جو مصیبت بھی آئے وہ عمل صالح میں شمار ہوتی ہے اور انسان کو اجر کا مستحق ٹھہراتی ہے۔

﴿١٢١﴾ راہ جہاد میں کوڑی کوڑی کا اجر ملے گا: اس راہ میں خرچ کرنے والوں کو کوڑی کوڑی کا اجر ملے گا۔

﴿١٢٢﴾ جہاد وتفقہ فی الدین کے فرض کفایہ ہونے کا بیان: جذبہ جہاد پیدا کرنے کیلئے پہلے تعلیم الٰہی کے عام کرنے کی ضرورت ہے اس تعلیم کیلئے پہلے ہر جماعت میں سے چند آدمی نکل کر جائیں وہ تعلیم پا کر آئیں، اور پھر اپنی قوم کے بچہ بچہ کو ذہن نشین کرائیں تاکہ اعلان جہاد کے وقت مسلمان بخوشی میدان جہاد میں آجائیں۔

فائدہ: تبوک میں جہاد سب مجاہدین کے ذمہ فرض تھا کیونکہ آپ نے حکم دیا تھا۔ فی نفسہ جہاد فرض کفایہ ہے مگر امام کے حکم سے ہر مخاطب پر فرض عین ہوجائے گا۔ (بیان القرآن)

علم دین حاصل کرنا دو قسم پر ہے۔ ① فرض عین۔ ② فرض کفایہ۔ فرض عین سے مراد علم دین کا صرف وہ حصہ ہے جسکے بغیر آدمی نہ فرائض ادا کرسکتا ہے نہ حرام چیزوں سے بچ سکتا ہے۔ قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ اسی آیت کے تحت لکھتے ہیں کہ اعمال باطنہ اور محرمات باطنہ کا علم جسکو عرف میں علم تصوف کہا جاتا ہے یہ بھی ہر شخص پر فرض عین ہے۔

علم دین کی دوسری قسم فرض کفایہ ہے پورے قرآن کریم کے معنیٰ اور مسائل کو سمجھنا تمام احادیث کو سمجھنا اور اس میں معتبر اور غیر معتبر کی پہچان کرنا صحابہ تابعین اور ائمہ مجتہدین کے اقوال وافعال سے واقف ہونا اسکا حاصل کرنا آسان نہیں اسلئے اس علم کو فرض کفایہ قرار دیا ہے کہ بقدر ضرورت کچھ لوگ یہ سب علوم حاصل کرلیں تو سب کی طرف سے سبکدوش ہوجائیں گے۔

علم دین کا نصاب: تفقہ باب تفعّل سے ہے اسکے معنی میں محنت ومشقت کا مفہوم شامل ہے مراد یہ ہے کہ دین کے سمجھ بوجھ پیدا کرنے میں پوری محنت ومشقت اٹھا کر مہارت حاصل کرے یہ صرف طہارت نجاست یا نماز روزے زکوٰۃ حج کے مسائل معلوم کرنے سے پیدا نہیں ہوگا بلکہ اسکے ہر قول وفعل اور حرکت وسکون کا آخرت میں اس سے حساب لیا جائے گا، اس کو اس دنیا میں کس طرح رہنا چاہئے دراصل اسی فکر کا نام دین کی سمجھ بوجھ ہے۔ اس لئے حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فقہ کی یہ تعریف کرتے ہیں کہ انسان

ان تمام کاموں کو سمجھ لے جن کا کرنا اسکے لئے ضروری ہے، اوران تمام کاموں کو بھی سمجھ لے جن کا نہ کرنا اسکے لئے ضروری ہے، اوران تمام کاموں کو بھی سمجھ لے جن سے بچنا اس کے لئے ضروری ہے۔ حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جس نے دین کی کتابیں پڑھ لیں اور سمجھ پیدا نہیں کی وہ شخص قرآن وحدیث کی اصطلاح میں عالم نہیں۔

لِيُنْذِرُوْا قَوْمَهُمْ :عالم کے فرائض :تا کہ وہ اپنی قوم کو اللہ کی نافرمانی سے ڈرائیں ڈرانا کئی طریقے سے ہوتا ہے۔ایک ڈرانا دشمن اورڈاکو یا کسی اور چیز سے ہے ایک ڈرانا وہ ہے جو باپ اپنی شفقت سے اپنی اولاد کو تکلیف دہ چیزوں سے جیسے آگ وغیرہ سے ڈراتا ہے جسکا منشاء شفقت ومحبت ہوتی ہے۔ اسکا لب ولہجہ بھی کچھ اور ہوتا ہے"انذار" اسی قسم کے ڈرانے کا نام ہے اسلئے مبلغ کو چاہئے کہ وعظ وتبلیغ میں شفقت ومہربانی سے کام لے خیر خواہی ہمدردی مقصود ہو رسوا کرنا یا اپنے دل کا بار نکالنا نہ ہوتو ایسا وعظ ونصیحت انشاء اللہ مؤثر ہوگا۔ (محصلہ معارف القرآن۔م،ش،د)

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قَاتِلُوا الَّذِيْنَ يَلُوْنَكُمْ مِّنَ الْكُفَّارِ وَلْيَجِدُوْا فِيْكُمْ غِلْظَةً ۭ وَاعْلَمُوْٓا

اے ایمان والولڑتے رہو ان لوگوں سے جو تمہارے قریب ہیں کافروں میں سے اور چاہئے کہ وہ پائیں تم میں سختی اور جان لو کہ بیشک

اَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُتَّقِيْنَ ﴿١٢٣﴾ وَاِذَا مَآ اُنْزِلَتْ سُوْرَةٌ فَمِنْهُمْ مَّنْ يَّقُوْلُ اَيُّكُمْ زَادَتْهُ هٰذِهٖٓ

اللہ تعالیٰ متقیوں کے ساتھ ہے﴿۱۲۳﴾ اور جب نازل کی جاتی ہے کوئی سورۃ تو بعض ان منافقین میں سے وہ ہیں جو ایک دوسرے سے کہتے ہیں کہ

اِيْمَانًا ۚ فَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فَزَادَتْهُمْ اِيْمَانًا وَّهُمْ يَسْتَبْشِرُوْنَ ﴿١٢٤﴾ وَاَمَّا الَّذِيْنَ

کس کا زیادہ کیا ہے اس نے ایمان بہر حال وہ لوگ جو ایمان لائے پس یہ سورۃ ان کے ایمان کو زیادہ کرتی ہے اور وہ خوش ہوتے ہیں﴿۱۲۴﴾ اور بہر حال وہ لوگ جنکے دلوں میں

فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ فَزَادَتْهُمْ رِجْسًا اِلٰى رِجْسِهِمْ وَمَاتُوْا وَهُمْ كٰفِرُوْنَ ﴿١٢٥﴾ اَوَلَا

(نفاق کی) بیماری ہے پس زیادہ کرتی ہے یہ سورۃ ان کے لئے گندگی کو ان کی گندگی کے ساتھ اور وہ مرتے ہیں اس حال میں کہ کفر کرنے والے ہوتے ہیں﴿۱۲۵﴾ کیا (یہ منافق لوگ)

يَرَوْنَ اَنَّهُمْ يُفْتَنُوْنَ فِيْ كُلِّ عَامٍ مَّرَّةً اَوْ مَرَّتَيْنِ ثُمَّ لَا يَتُوْبُوْنَ وَلَا هُمْ يَذَّكَّرُوْنَ ﴿١٢٦﴾

نہیں دیکھتے کہ بیشک ان کو فتنے میں ڈالا جاتا ہے ہر سال ایک دفعہ یا دو دفعہ پھر یہ توبہ نہیں کرتے اور نہ یہ نصیحت پکڑتے ہیں﴿۱۲۶﴾

وَاِذَا مَآ اُنْزِلَتْ سُوْرَةٌ نَّظَرَ بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضٍ ۭ هَلْ يَرٰىكُمْ مِّنْ اَحَدٍ ثُمَّ انْصَرَفُوْا ۭ

اور جب کوئی سورۃ نازل کی جاتی ہے تو ان میں سے بعض بعض کی طرف دیکھتے ہیں کہ کیا تم کو کوئی دیکھ رہا ہے پھر یہ پلٹ جاتے ہیں وہاں سے

صَرَفَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَفْقَهُوْنَ ﴿١٢٧﴾ لَقَدْ جَاۗءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ

اللہ نے ان کے دلوں کو پھیر دیا ہے اس وجہ سے کہ یہ ایسے لوگ ہیں جو سمجھ نہیں رکھتے﴿۱۲۷﴾ البتہ تحقیق آیا ہے تمہارے پاس رسول تم میں سے

عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ﴿١٢٨﴾ فَاِنْ تَوَلَّوْا

گراں گزرتی ہے اس پر وہ چیز جو تمہیں مشقت میں ڈالے وہ تمہاری بھلائی کا حریص ہے اور ایمان والوں کے ساتھ نہایت شفقت کرنے والا اور بڑا مہربان ہے﴿۱۲۸﴾ پس اگر یہ

فَقُلْ حَسْبِيَ اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَهُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ

لوگ منہ پھیرلیں تو آپ کہہ دیجئے کافی ہے میرے لئے اللہ تعالیٰ اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اسی پر میں نے بھروسہ کیا ہے اور وہ عرش عظیم کا مالک ہے ﴿۱۲۹﴾

﴿۱۲۳﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ...الخ ربط آیات : پہلے اعلان جنگ کیا گیا اس کے بعد میدان جنگ میں جانے کا قانون بتایا گیا، اور منافقین متخلفین کو جہنم رسید ہونے کا اعلان سنایا گیا اب بتلایا جاتا ہے کہ مرکز ایک رہے اور دائرہ جنگ وسیع ہوتا جائے تا کہ ترتیب وار الاقرب فالاقرب کو صاف کیا جائے۔

خلاصہ رکوع ۱۶ ترتیب جہاد وقتال، منکرین کا شکوہ، جواب شکوہ، منافقین کا مرض، منافقین کی آزمائش، منافقین کی شرمندگی، بعثت خاتم الانبیاء، تسلی خاتم الانبیاء۔ ماخذ آیات ۱۲۳: تا ۱۲۹ +

ترتیب جہاد وقتال : فرمایا اے مسلمانو! پہلے اپنے قریب والوں سے لڑو، اس طرح لڑنے میں بھی آسانی ہوگی، اور طاقت اسلامی بھی مجتمع رہے گی، مرکز کے ساتھ مجاہدین کا تعلق بلا روک ٹوک رہے گا اور مرکز سے ہر ایک قسم کی مدد بآسانی پہنچ سکے گی۔

حضرت کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ جہاد وقتال میں بھی شدت سے ان کافروں کا مقابلہ کرو اور زمانہ مصلح میں بھی ان سے ڈھیلا پن نہ برتو یہ کافر جسکو ڈھیلا دیکھتے ہیں انکو ڈھیلا مانتے ہیں۔

نکتہ : حضرات صوفیاء کرام فرماتے ہیں کہ مؤمن کا قریبی دشمن اس کا نفس امارہ ہے جو کفران نعمت میں سب سے آگے ہے اور تمام دشمنوں میں سب سے زیادہ یہی قریب ہے اس لئے نفس امارہ سے جہاد وقتال جہاد اکبر ہے۔ (معارف القرآن: ص:۵۴۰: ج۔۳)

منکرین کا شکوہ : یہ منکرین آیات خداوندی پر مذاق اڑاتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ کس کا ایمان بڑھ گیا ہے؟

فَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ...الخ جواب شکوہ : اللہ پاک نے فرمایا کہ جو لوگ ایماندار ہیں قرآن کریم کے نزول سے ان کے ایمان میں یقین اور معرفت حاصل ہوتی ہے اور قرآن جس چیز کی خبر دیتا ہے اس کا آنکھوں سے مشاہدہ کرتے ہیں اور ان کا ایمان استدلالی بن جاتا ہے۔ شک وتردد کا امکان بالکل ختم ہو جاتا ہے۔

﴿۱۲۵﴾ منافقین کا مرض : ان منافقین کے غیظ وغضب میں اضافہ ہو جاتا ہے سابقہ گندگی پر نئی گندگی کا اضافہ ہو جاتا ہے یہاں تک کہ کفر کی حالت میں مر جاتے ہیں۔ اگر یہ لوگ قرآن کریم میں غور وفکر کریں تو انکی بھی آنکھیں کھل جائیں لیکن انہوں نے اپنی صلاحیت کو ضد وہٹ دھرمی کی وجہ سے ضائع کیا ہوا ہے۔

﴿۱۲۶﴾ منافقین کی آزمائش : ان منافقین کی ہر سال ایک یا دو دفعہ نفاق کی قلعی کھل ہی جاتی ہے۔ لیکن یہ بے ایمان اپنی دشمنی سے باز نہیں آتے اور ان پر کچھ اثر نہیں ہوتا۔

﴿۱۲۷﴾ منافقین کی شرمندگی۔ ربط آیات : گزشتہ آیت میں منافقین کا مجلس نبوت سے باہر کا حال تھا، اب اندرون مجلس نبوت میں منافقین کی رسوائی کا ذکر ہے۔ جب کبھی ایسی سورت نازل ہوتی ہے جس میں منافقین کے عیوب ونقائص بیان ہوں تو شرمندہ ہو کر ایک دوسرے کو دیکھنے لگتے ہیں پھر یہ نظر بچا کر چل دیتے ہیں کہ کہیں تمہیں کسی نے دیکھا تو نہیں۔

(قرطبی: ص:۲۷۲: ج:۸: خازن: ص:۲۹۸: ج۔۲)

﴿۱۲۸﴾ بعثت خاتم الانبیاء : اے اولاد آدم! تمہارے پاس تمہاری جنس سے ایک رسول آیا ہے جس طرح تم انسان ہو وہ بھی اسی طرح انسان ہے تا کہ تم اس سے کامل طریقے سے نفع حاصل کر سکو یہ تم پر اللہ کا احسان ہے، اگر وہ تمہارے پاس کسی جن یا فرشتے کو

رسول بنا کر بھیجتا تم اسکی ہم جنس نہ ہونے کی وجہ سے اس سے نفع حاصل نہ کرسکتے وہ تمہارا خیر خواہ ہے تم اسکی تعلیمات سے جی کیوں چراتے ہو؟ لہٰذا اگر تم اس کا کہا مانو گے تو اپنا بھلا کرو گے۔ رؤف الرحیم یہ اللہ کی بھی صفات ہیں اور آنحضرت ﷺ کی بھی یہ اشتراک محض لفظی ہے۔ حقیقت اشتراک ثابت کرنے والا ملحد ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنی شان کے مطابق شفیق اور مہربان ہے اور آنحضرت ﷺ اپنی شان کے مطابق شفیق اور مہربان ہیں۔

﴿۱۲۹﴾ تسلی خاتم الانبیاء ﷺ: اگر یہ لوگ اتنے صاف اور واضح اعلان کے بعد منافقت سے باز نہ آئیں تو انہیں کہہ دو کہ اللہ پاک میرا حامی و مددگار ہے، اور تمہارے شرور آفات سے کفایت کرے گا، اور مجھے تم پر غالب کرے گا، میرا اسی پر بھروسہ ہے پھر دیکھ لینا کون کامیاب ہے؟ اور وہی عرش عظیم کا مالک ہے اور وہ تمام کائنات کو محیط ہے۔

الحمدللہ آج بروز منگل بتاریخ ۶/ ۴/ ۲۰۰۴ کو بوقت اذان عشاء سورۃ توبہ کی تفسیر سے فراغت ہوئی

نظر ثانی مدینہ منورہ میں بتاریخ ۲۲/ ۳/ ۲۰۱۱ء کو ہوئی۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ محمد و آلہ واصحابہ اجمعین

ربنا تقبل منا انك انت السميع العليم

بندہ عبدالقیوم قاسمی عفی عنہ

مدیر معارف اسلامیہ کراچی
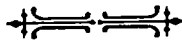
بسم اللہ الرحمن الرحیم

سورۃ یونس

نام اور کوائف: اس سورۃ کا نام سورۃ یونس ہے اسی سورۃ کی آیت:۹۸: میں یہ لفظ موجود ہے اسی سے یہ نام ماخوذ ہے، یہ سورۃ مکی دور میں ہجرت سے پہلے نازل ہوئی، اور ترتیب نزول کے اعتبار سے اکیاون:۵۱: نمبر پر ہے اور یہ قرآن کریم کی ترتیب تلاوت میں دسویں سورۃ ہے۔ واللہ اعلم

اس سورۃ کی تین آیتیں مدنی ہیں فَإِنْ كُنْتَ فِي شَكٍّ..الخ یعنی آیت ۹۴:تا:۹۶ تک جیسا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے۔

وجہ تسمیہ: اس سورۃ میں چونکہ حضرت یونس علیہ السلام کی عبرت انگیز داستان بیان کی گئی ہے، اس لئے یہ سورۃ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین میں سورۃ یونس کے نام سے مشہور ہوئی۔

ربط آیات ❶ گزشتہ سورۃ کے آخر میں آنحضرت ﷺ کے فرائض کا ذکر تھا" کما قال اللہ تعالیٰ: فَقُلْ حَسْبِيَ اللَّهُ ...الخ اور اس سورۃ کی ابتداء میں بھی آنحضرت ﷺ کے فرائض کا ذکر ہے" کما قال اللہ تعالیٰ: أَنْ أَنْذِرِ النَّاسَ ...الخ

❷ گزشتہ سورۃ کے شروع میں اہل ایمان کے فرائض کا ذکر تھا" کما قال اللہ تعالیٰ: فَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِينَ حَيْثُ وَجَدْتُمُوهُمْ ...الخ اور اس سورۃ کی ابتداء میں فرائض خاتم الانبیاء کا ذکر ہے" کما قال اللہ تعالیٰ: أَنْ أَنْذِرِ النَّاسَ ..الخ

❸ گزشتہ سورۃ کے آخر میں آنحضرت ﷺ کے فرائض کا ذکر تھا" کما قال اللہ تعالیٰ: فَقُلْ حَسْبِيَ اللَّهُ۔ اور اس سورۃ کے آخر میں بھی آنحضرت ﷺ کے فرائض کا ذکر ہے" کما قال اللہ تعالیٰ: وَلَا تَدْعُ مِنْ دُونِ اللَّهِ۔

❹ گزشتہ سورۃ کی ابتداء میں مشرکین سے برأت کا ذکر تھا" کما قال اللہ تعالیٰ: بَرَاءَةٌ مِنَ اللَّهِ وَرَسُولِهِ ...الخ اور اس سورۃ کے آخر میں مشرکین کے غلط عقائد کی تردید کا ذکر ہے۔ کما قال اللہ تعالیٰ: فَلَا أَعْبُدُ الَّذِينَ۔

❺ اس سورۃ کی ابتداء میں صداقت قرآن کا ذکر ہے" کما قال اللہ تعالیٰ: تِلْكَ آيَاتُ الْكِتَابِ ...الخ اور اس سورۃ کے آخر میں بھی صداقت قرآن کا ذکر ہے" کما قال اللہ تعالیٰ: وَاتَّبِعْ مَا يُوحَىٰ إِلَيْكَ ...الخ

❻ گزشتہ سورۃ میں تین مضامین کا خاص طور پر ذکر تھا صداقت قرآن، اثبات رسالت اور توحید خداوندی اور اس سورۃ میں بھی اسی ترتیب سے ان تین مضامین کے ساتھ ساتھ اثبات معاد، تہدیدات اور بعض قصص، ابطال شرک، کفار کے شبہات اور ان کے جوابات اور آپ ﷺ کے لئے تسلی وغیرہ کا مضمون ہے۔ واللہ اعلم

ابتدائے قرآن کریم سے ربط

امام الاولیاء حضرت مولانا احمد علی صاحب لاہوری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: ابتدائے قرآن حکیم سے لے کر سورۃ اعراف تک تمام اقوام عالم کو دعوت حقہ پہنچ چکی ہے اس کے بعد قانون جنگ (سورۃ انفال) میں اور اعلان جنگ (سورۃ توبہ) میں ہو چکا ہے، حاصل یہ ہے کہ اسلام کو جلب نفع اور دفع ضرر دونوں طریقوں کی ضرورت تھی وہ دونوں بتلا دیئے گئے۔

مکی اور مدنی تعلیم میں فرق: مکی سورتوں میں توحید، رسالت اور مجازاۃ یعنی بدلہ کا دن قیامت وغیرہ پر زیادہ ترغیب ہے، اور کہیں کہیں صداقت قرآن کریم کے مضامین بھی ہوتے ہیں، مدنی تعلیم میں احکام کی تفصیل بتلائی گئی ہے گویا مکہ معظمہ میں اسلام کی

بنیاد قائم کی گئی اور مدینہ منورہ میں تعمیر مکمل ہوئی۔

سورۃ توبہ کے بعد طرز تعلیم: سورۃ توبہ کے بعد قرآن حکیم کی جتنی سورتیں ہیں ان سب میں عموماً ایک مضمون پر بحث کی گئی ہے۔

موضوع سورۃ: دعوت الی القرآن اور روئے سخن صرف مشرکین۔

خلاصہ سورۃ: منکرین کے شبہات اور ان کے جوابات، دلائل عقلیہ سے توحید خداوندی کا اثبات، تذکیرات ثلاثہ، فرائض خاتم الانبیاء، تسلیات خاتم الانبیاء، مشرکین کے ساتھ طریق مناظرہ، حضرت نوح علیہ السلام کا استقلال حضرت موسیٰ علیہ السلام اور فرعونیوں کا باہمی مکالمہ، حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ساحرین کا باہمی مکالمہ، حضرت یونس علیہ السلام کی قوم کی داستان وغیرہ۔ واللہ اعلم

سُوْرَةُ يُوْنُسَ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ مِائَةٌ وَّتِسْعُ اٰيَاتٍ وَّاَحَدَ عَشَرَ رُكُوْعًا

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم کرنے والا ہے

الٓرٰ ۚ تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ الْحَكِيْمِ ۝١ اَكَانَ لِلنَّاسِ عَجَبًا اَنْ اَوْحَيْنَآ اِلٰى رَجُلٍ

الر یہ آیتیں ہیں حکمت والی کتاب کی ﴿۱﴾ کیا لوگوں کیلئے یہ بات تعجب انگیز ہے کہ ہم نے وحی بھیجی ہے ایک مرد کی طرف

مِّنْهُمْ اَنْ اَنْذِرِ النَّاسَ وَبَشِّرِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنَّ لَهُمْ قَدَمَ صِدْقٍ عِنْدَ رَبِّهِمْ ؕ

ان میں سے (اور اس سے یہ کہا ہے) کہ ڈرا دے تو لوگوں کو اور خوشخبری دے ان لوگوں کو جو ایمان لائے ہیں کہ بیشک ان کیلئے سچائی کا پایہ ہے ان کے رب کے پاس

قَالَ الْكٰفِرُوْنَ اِنَّ هٰذَا لَسٰحِرٌ مُّبِيْنٌ ۝٢ اِنَّ رَبَّكُمُ اللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ

کہا کفر کرنیوالوں نے کہ بیشک یہ کھلا جادو ہے ﴿۲﴾ بیشک تمہارے پروردگار وہ اللہ ہے جس نے پیدا کیا ہے آسمانوں اور زمین کو چھ دن کے وقفے میں

فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ يُدَبِّرُ الْاَمْرَ ؕ مَا مِنْ شَفِيْعٍ اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ

پھر وہ مستوی ہوا عرش پر تدبیر کرتا ہے معاملے کی نہیں ہے کوئی سفارشی مگر اس کی اجازت کے بعد یہی ہے اللہ

اِذْنِهٖ ؕ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْهُ ؕ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ۝٣ اِلَيْهِ مَرْجِعُكُمْ جَمِيْعًا ؕ وَعْدَ اللّٰهِ

تمہارا پروردگار پس اسی کی عبادت کرو کیا تم نصیحت نہیں پکڑتے ﴿۳﴾ اسی کی طرف تم سب کو لوٹ کر جانا ہے یہ وعدہ ہے اللہ کا سچا

حَقًّا ؕ اِنَّهٗ يَبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ لِيَجْزِيَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ بِالْقِسْطِ ؕ

بیشک وہی ابتداء میں پیدا کرتا ہے مخلوق کو پھر دوبارہ اس کو لوٹائے گا تا کہ بدلہ دے ان لوگوں کو جو ایمان لائے اور جنہوں نے اچھے عمل کئے انصاف کیساتھ

وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَهُمْ شَرَابٌ مِّنْ حَمِيْمٍ وَّعَذَابٌ اَلِيْمٌۢ بِمَا كَانُوْا يَكْفُرُوْنَ ۝٤ هُوَ الَّذِيْ

اور وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا ان کیلئے پینا ہوگا کھولتا ہوا پانی اور عذاب ہوگا درد ناک اس وجہ سے کہ وہ کفر کیا کرتے تھے ﴿۴﴾ وہی اللہ ہے کہ جس

جَعَلَ الشَّمْسَ ضِيَآءً وَّالْقَمَرَ نُوْرًا وَّقَدَّرَهٗ مَنَازِلَ لِتَعْلَمُوْا عَدَدَ السِّنِيْنَ وَالْحِسَابَ ؕ

نے بنایا سورج کو چمکتا اور چاند کو روشن اور مقرر کی ہیں اس کیلئے منزلیں تا کہ تم جان لو گنتی سالوں کی اور حساب نہیں پیدا کیا اللہ تعالیٰ نے اس کو

مَا خَلَقَ اللّٰهُ ذٰلِكَ اِلَّا بِالْحَقِّ ۚ يُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ﴿۵﴾ اِنَّ فِي اخْتِلَافِ

مگر حق کے ساتھ وہ تفصیل سے بیان کرتا ہے آیتیں ان لوگوں کیلئے جو سمجھ رکھتے ہیں ﴿۵﴾ بیشک رات اور دن کے اختلاف میں

الَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَمَا خَلَقَ اللّٰهُ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَّقُوْنَ ﴿۶﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ

اور جو کچھ اللہ نے پیدا کیا ہے آسمانوں میں اور زمین میں البتہ نشانیاں ہیں ان لوگوں کیلئے جو ڈرتے ہیں ﴿۶﴾ بیشک وہ لوگ جو نہیں امید رکھتے ہماری

لَا يَرْجُوْنَ لِقَآءَنَا وَرَضُوْا بِالْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَاطْمَاَنُّوْا بِهَا وَالَّذِيْنَ هُمْ عَنْ اٰيٰتِنَا

ملاقات کی اور راضی ہوگئے ہیں وہ دنیا کی زندگی پر مطمئن ہوگئے ہیں وہ اس کے ساتھ اور وہ لوگ جو ہماری آیتوں

غٰفِلُوْنَ ﴿۷﴾ اُولٰٓئِكَ مَاْوٰىهُمُ النَّارُ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ﴿۸﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا

سے غافل ہیں ﴿۷﴾ یہی لوگ ہیں کہ ان کا ٹھکانہ دوزخ کی آگ ہے اس وجہ سے کہ وہ جو کچھ کماتے تھے ﴿۸﴾ بیشک وہ لوگ جو ایمان لائے اور جنہوں نے

الصّٰلِحٰتِ يَهْدِيْهِمْ رَبُّهُمْ بِاِيْمَانِهِمْ ۚ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهِمُ الْاَنْهٰرُ فِيْ جَنّٰتِ النَّعِيْمِ ﴿۹﴾

نیک اعمال کئے پہنچائے گا ان کو ان کا پروردگار ان کے ایمان کی وجہ سے جاری ہیں ان کے سامنے نہریں نعمتوں کے باغوں میں ﴿۹﴾

دَعْوٰىهُمْ فِيْهَا سُبْحٰنَكَ اللّٰهُمَّ وَتَحِيَّتُهُمْ فِيْهَا سَلٰمٌ ۚ وَاٰخِرُ دَعْوٰىهُمْ اَنِ الْحَمْدُ

اور دعا ان کی ان (باغوں) کے اندر یہ ہوگی پاک ہے تیری ذات اے اللہ اور ملاقات ان کی اس کے اندر سلام ہوگا اور آخری دعا ان کی یہ ہوگی کہ سب تعریف

لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۰﴾ ع

اللہ کیلئے ہے جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے ﴿۱۰﴾

خلاصہ رکوع ❶ دعوت الی القرآن، منکرین رسالت کا شبہ اور اس کا جواب، فرائض خاتم الانبیاء۔ ا۔ ۲، مؤمنین کے لئے بشارت، تذکیر بالآء اللہ سے توحید خداوندی پر عقلی دلائل (یعنی بیان قدرت) تتمہ دلائل عقلی، نتیجہ، جنتیوں کا آخری کلام۔

ماخذ آیات ۱ تا ۱۰+

﴿۱﴾ **تِلْكَ ... الخ دعوت الی القرآن :** اس آیت سے اس سورۃ کا موضوع اور دعویٰ ثابت ہے لفظ "تِلْكَ" سے اشارہ اس سورۃ کی آیات کی طرف ہے جن کا ذکر آگے آتا ہے اور "اَلْكِتٰب" سے مراد قرآن حکیم ہے، اور اسکی صفت اس جگہ "اَلْحَكِيْم" کے لفظ سے بیان فرمائی ہے جس کے معنیٰ اس جگہ حکمت والی کتاب کے ہیں، مطلب یہ ہے کہ یہ حکمت والی کتاب کی آیتیں ہیں، جو ان پر عمل کرے گا وہ حکیم بن جائے گا، اور اس کا ہر قول و فعل حکمت پر مبنی ہوگا۔

﴿۲﴾ **منکرین رسالت کا شبہ، تقریر شبہ :** معاندین رسالت اس پر متعجب ہیں کہ ان آیات کا حامل اور اشاعت کرنے والا انسان کیوں بنایا گیا (بلکہ کوئی فرشتہ ہونا چاہئے تھا) لہٰذا یہ آیات منزل من اللہ نہیں ہیں بلکہ یہ کوئی جادو ہے جو اس قدر زود اثر ہے کہ انسان سنتے ہی اس کا مطیع بن جاتا ہے؟ اس کا جواب اگلی آیت نے دیا کہ نہ یہ کلام جادو ہے، اور نہ پہنچانے والا جادوگر ہے بلکہ آسمان و زمین کے خالق اور تمہارے پالنے والے کی طرف سے یہ کلام اور احکام نازل ہوئے ہیں۔ اس کا دوسرا جواب یہ ہے کہ

اگر ہم فرشتے کو بھیجتے تو رسالت کا مقصد پورا نہ ہوتا کیونکہ فرشتوں اور انسانوں میں کوئی مناسبت نہیں ہے، اس لئے انسانوں ہی کو رسول بنا کر بھیجا گیا ہے تا کہ ہم جنس ہونے کے لحاظ سے انسان پوری طرح فائدہ اٹھا سکیں۔

اَنْ اَنْذِرِ النَّاسَ :فرائض خاتم الانبیاء ❶ آپ سب لوگوں کو ڈرا دیجئے جو اللہ تعالیٰ کے احکام کی خلاف ورزی کرتے ہیں ان کو ڈرائیے۔وَبَشِّرِ الَّذِيْنَ ...الخ ❷ اور جو لوگ ایمان لے آئے ہیں، ان کو یہ بشارت اور خوشخبری دے دیجئے کہ ان کے لئے ان کے رب کے پاس بلند مرتبہ ہے، ایک آدمی پر وحی بھیجنا جو انہی جیسا بشر ہے کوئی نئی بات نہ تھی مگر ان لوگوں کو اس پر تعجب ہوا اور کافر کہنے لگے کہ یہ شخص تو کھلا جادوگر ہے۔اَنَّ لَهُمْ قَدَمَ صِدْقٍ...الخ "قدم" کی "صدق" کی طرف اضافت اس لئے کی گئی ہے کہ بلند مرتبہ جو اہل ایمان کو ملنے والا ہے وہ یقینی اور ہمیشہ قائم رہنے والا ہے، دنیا کے منصبوں کی طرح عارضی نہیں ہے۔"قَدَمَ صِدْقٍ" کی تفسیر میں بہت سے اقوال ہیں ❶ زید بن اسلم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں، اس سے مراد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت ہیں۔

❷ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس سے مراد یہ ہے کہ انسان جو نیک اعمال آگے بھیجتا ہے اس کا اچھا بدلہ ملے گا۔

❸ ان کے لئے سچائی کا قدم ہوگا۔(معالم التنزیل،ص:۹۵۰،ج۔۲)

مطلب اس تفسیر کا یہ ہے کہ اہل ایمان جب قیامت کے دن اللہ کے حضور کھڑے ہوں گے تو ان کے قدم ثابت رہیں گے، اور کفار کے قدم ڈگمگا رہے ہوں گے۔اس آیت میں ایمان اور کفر کا معنی سمجھنا ضروری ہے۔

ایمان کی مختلف حیثیتیں

سورۃ بقرہ میں حقیقت ایمان اور صورت ایمان کا تذکرہ ہو چکا ہے تاہم یہاں ایمان کی مختلف حیثیتیں یاد رکھیں وہ تین ہیں:

(۱) نفس ایمان (۲) کمال ایمان (۳) حلاوۃ ایمان۔

(۱) نفس ایمان: کسی بھی شخص کے مؤمن ہونے کے لیے تمام ضروریات دین پر ایمان لانا شرط ہے، ایمان کی یہ حیثیت "نفس ایمان" کہلاتی ہے، کیونکہ ضروریات دین میں سے کسی ایک کے انکار سے بھی نفس ایمان حاصل نہیں ہوتا اور ایسے شخص کا شمار اہل ایمان کی صف میں نہیں ہوتا۔ایمان کے اس درجے کا حکم یہ ہے کہ جس شخص کو نفس ایمان حاصل ہو جائے تو وہ اس کی برکت سے "خلود فی النار" یعنی ہمیشہ ہمیشہ دوزخ میں رہنے سے محفوظ ہو جاتا ہے، ایمان کا یہ درجہ کسی طرح کی کمی بیشی کی گنجائش نہیں رکھتا۔

(۲) کمال ایمان : نفس ایمان کے حصول کے بعد جب کوئی مؤمن اعمال بجالاتا ہے جس میں اوامر بھی داخل ہیں اور منہیات بھی، تو اس کو "کمال ایمان" حاصل ہو جاتا ہے، اس کو نور ایمان سے بھی تعبیر کیا جا سکتا ہے، ایمان کا یہ درجہ اعمال کے ساتھ ساتھ گھٹتا بڑھتا ہے، اعمال میں نقص سے کمال ایمان میں نقص پیدا ہو جاتا ہے اور نور کم ہو جاتا ہے، اعمال میں بہتری سے کمال ایمان میں اضافہ ہوتا ہے اور نور بڑھتا رہتا ہے۔کسی شاعر نے خوب کہا ہے۔

قطع راہ عشق اے راہرو کبھی ممکن نہیں
ایک سفر ہے تا بمنزل، اک سفر منزل میں ہے

(دوسرے مصرعے میں) منزل تک سفر کی حد تو مقرر ہے (یہی نفس ایمان کی حقیقت ہے) اور منزل کے اندر سفر کی حد نہیں ہے (یہی ایمان اور ایمان کی مثال ہے)۔ایمان کے اس درجہ کا حکم یہ ہے کہ اس سے بندہ خلود فی النار کے ساتھ ساتھ جہنم میں دخول اولی سے بچ جاتا ہے۔

(۳) حلاوت ایمان : نفس ایمان کے بعد جب بندہ مؤمن کمال ایمانی کے سفر پر گامزن ہوتا ہے تو ایک موقع ایسا آتا ہے کہ اخلاص واحسان کے اس درجہ تک پہنچ جاتا ہے کہ اسے ایمان کی حلاوت اور مٹھاس محسوس ہونے لگتی ہے، اسی کیفیت کو احادیث مبارکہ میں "وَجَدَ حَلَاوَةَ الْإِيْمَان" یا "ذَاقَ طَعْمَ الْإِيْمَان" سے تعبیر فرمایا گیا ہے۔ اس حلاوت سے مراد معنوی اور روحانی حلاوت ہے جو احادیث میں مذکورہ اعمال کی انجام دہی پر اللہ تعالیٰ نصیب فرمادیتے ہیں، شیخ الاسلام مولانا جلال الدین رومیؒ کا شعر ہے۔

اللہ، اللہ ایں چہ شیریں است نام
شیر و شکر می شود جانم تمام

اس درجہ کا حکم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ "خلود فی النار" جہنم میں دخولِ اوّلی کے ساتھ ساتھ دنیا میں سلب ایمان کے خطرے سے محفوظ فرمادیتے ہیں۔ جیسا کہ حدیث بخاری میں ہے إِنَّ حَلَاوَةَ الْإِيْمَانِ إِذَا دَخَلَتْ قَلْباً لَا يَخْرُجُ مِنْهُ أَبَداً۔
اس میں کوئی شک نہیں کہ جب ایمان کی مٹھاس کسی دل میں داخل ہوجاتی ہے تو پھر کبھی بھی اس سے نہیں نکلتی۔ اور اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کو اپنے مقربین کی صف میں شامل کرلیتے ہیں۔

کفر کا معنیٰ اور اس کی اقسام

کفر کا لغوی معنیٰ ہے "الستر" یعنی چھپانا، اصطلاح شریعت میں کفر ایمان کی ضد اور مقابل ہے۔ ایمان کا شرعی معنیٰ ہے جمیع ضروریاتِ دین میں آنحضرت کی تصدیق کرنا۔ حصول ایمان کے لیے تمام ضروریاتِ دین کی تصدیق ضروری ہے اور کسی کے کافر ہوجانے کے لیے کسی ایک امر ضروری کا انکار کرنا بھی کافی ہے، ضروریات دین کی تکذیب کی صورتیں بھی مختلف ہیں، تکذیب کی مختلف صورتوں کو کفر کی مختلف قسمیں سمجھا جاتا ہے، علمائے کرام نے قرآن وسنت کی روشنی میں کفر کی کئی صورتیں بیان کی ہیں :
(۱) کفر انکار۔ (۲) کفر جحود۔ (۳) کفر عناد۔ (۴) کفر نفاق (۵) کفر زندقہ جس کو "کفر الحاد" بھی کہا جاتا ہے۔
(۱) کفر انکار: اس کا مطلب یہ ہے کہ دل سے بھی رسول اللہ ﷺ کی رسالت کی تصدیق نہ کرے اور زبان سے بھی صداقت کا اقرار نہ کرے، دل اور زبان دونوں سے انکار ہو۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: "وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا عَمَّآ أُنْذِرُوْا مُعْرِضُوْنَ"۔ (الاحقاف:۳)
ترجمہ: "اور وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا وہ اس چیز سے اعراض کیے ہوئے ہیں جس سے انہیں ڈرایا گیا۔"
(۲) کفر جحود : اس کا مطلب یہ ہے کہ دل سے دین حق کو سچا سمجھتا ہے، اس کی حقانیت کا قائل ہے لیکن زبان سے صداقت کا اقرار نہیں کرتا ہے جیسے کفر ابلیس، کفر یہود وغیرہ۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے "وَإِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِآدَمَ فَسَجَدُوْٓا إِلَّآ إِبْلِيْسَ ؕ أَبٰى وَاسْتَكْبَرَ وَكَانَ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ (البقرۃ :۳۴)
ترجمہ: "اور جب ہم نے فرشتوں کو یہ حکم دیا کہ آدم کو سجدہ کرو تو سب نے سجدہ کیا سوائے ابلیس کے، اس نے انکار کیا اور تکبر کیا اور کافروں میں شامل ہوگیا۔"
(۳) کفر عناد : اس کا مطلب یہ ہے کہ دین حق کو دل سے بھی سچا سمجھتا ہے اور زبان سے بھی اس کی صداقت کا اقرار کرتا ہے لیکن دین حق کے علاوہ دوسرے ادیان سے بیزاری کا اعلان نہیں کرتا اور التزام طاعت نہیں کرتا جیسے کفر ابوطالب۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے : "أَفَتُؤْمِنُوْنَ بِبَعْضِ الْكِتٰبِ وَتَكْفُرُوْنَ بِبَعْضٍ "۔ (البقرۃ :۸۵)

ترجمہ: ”کیا تم کتاب کے کچھ حصے پر ایمان لاتے ہو اور بعض کا انکار کرتے ہو؟“

(۴) کفرِ نفاق : اس کا مطلب یہ ہے کہ دل میں دینِ حق کو جھوٹا سمجھتا ہے لیکن زبان سے اپنے مسلمان ہونے کا کسی مصلحت سے اعلان اور اقرار کرتا ہے۔ ”اِذَا جَآءَكَ الْمُنٰفِقُوْنَ قَالُوْا نَشْهَدُ اِنَّكَ لَرَسُوْلُ اللّٰهِ ۘ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ اِنَّكَ لَرَسُوْلُهٗ ؕ وَاللّٰهُ يَشْهَدُ اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَكٰذِبُوْنَ (المنافقون :۱)

ترجمہ: ”جس وقت منافقین آپ کے پاس آتے ہی کہتے ہیں کہ ہم اس بات کی گواہی دیتے ہیں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ گواہی دیتا ہے کہ منافق جھوٹے ہیں۔

(۵) کفرِ زندقہ (کفرِ الحاد): اس کا مطلب یہ ہے کہ بظاہر تو تمام ضروریاتِ دین کے ماننے کا اقرار کرتا ہے اور کسی امرِ ضروری کا انکار نہیں کرتا لیکن ضروریاتِ دین میں سے کسی امرِ ضروری کا مطلب ایسا بیان کرتا ہے جو صحابہ کرام و تابعین رضی اللہ عنہم اجمعین اور تمام ائمہ امت کے اجماع اور اتفاق کے خلاف ہے، ایسے شخص کو ”زندیق اور مُلحِد“ کہا جاتا ہے، مثلاً کتاب و سنت میں جنت اور دوزخ کا ذکر ہے، جنت سے مراد کوئی خاص نعمتوں والی جگہ نہیں، بلکہ جنت اس سرور اور ابتہاج کو کہتے ہیں جو نیک افعال کے بعد آدمی کو حاصل ہوتا ہے، اور دوزخ سے مراد وہ ندامت اور گھٹن ہے جو بُرے افعال کی وجہ سے حاصل ہوتی ہے یہ شخص مُلحِد و زندیق ہے۔ ضروریاتِ دین کی تفصیلات سورۂ بقرہ میں گزر چکی ہے۔ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے مسوّیٰ شرح موطا میں زندیق کی تعریف ان لفظوں سے فرمائی ہے :”وان اعترف به ظاهراً لكنه يفسر بعض ماثبت من الدين ضرورة بخلاف مافسره الصحابة و التابعون واجمعت الامة عليه فهو زنديق“۔ ترجمہ: ”اگر ظاہری طور پر تو ان تمام ضروریاتِ دین کا اقرار کرے لیکن دین میں جو باتیں بطورِ ضرورت ثابت ہیں ان میں سے بعض کی تفسیر ایسے کرے جو صحابہ و تابعین اور اجماعِ امت کے خلاف ہو تو یہ شخص زندیق ہے۔“

﴿۳﴾ اِنَّ رَبَّكُمُ اللّٰهُ ... الخ جواب شبہ اور توحید خداوندی پر عقلی دلیل بیان قدرت : گزشتہ شبہ کا ازالہ فرمایا : کہ جس ذات نے چھ دن کے وقفہ میں آسمان اور زمین کو وجود عطا کیا، اس ذات نے آپ کو قرآن کریم کا حامل بنایا۔ لہٰذا تمہارا اعتراض فضول ہے کیونکہ وہ مختارِ کل ہے جسے چاہے اپنی قدرت سے نبوت عطا کرے۔ اور آسمان زمین کا وجود اس کی قدرت عالی کا عظیم شاہکار ہے جو اس ذات کی وحدانیت پر واضح دلیل عقلی ہیں۔ فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ : سے چھ دن کی مقدار مراد ہے کیونکہ اس وقت سورج چاند وغیرہ کا نظام موجود نہیں تھا۔ ”ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ“ پھر عرش پر قائم ہوا، اتنی بات تو قرآن وحدیث سے ثابت ہے کہ عرش رحمٰن کوئی ایسی مخلوق ہے جو تمام آسمانوں اور زمین پر محیط ہے، سارا جہان اس کے اندر سمایا ہوا ہے، اس سے زائد کی حقیقت کا معلوم کرنا انسان کے بس کی بات نہیں، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، سلف صالحین رحمہم اللہ اور تابعین رحمہم اللہ کا یہی مذہب ہے، باقی اس کی حقیقت کو علم الٰہی کے سپرد کرنے پر قناعت کرنا چاہئے ”يُدَبِّرُ الْاَمْرَ“ یعنی عرش پر اپنی شان کے مناسب قائم ہو کر ہر کام کا انتظام کرتا ہے۔

توحید کے درجات اربعہ : امام الہند حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ حجۃ اللہ البالغہ میں لکھتے ہیں کہ ا توحید کے چار درجے ہیں۔ ❶ واجب الوجود صرف اللہ تعالیٰ ہی کے اندر منحصر ہے وہی واجب الوجود ہے، اس کے سوا کوئی دوسرا واجب الوجود نہیں۔ ❷ عرش و زمین اور دیگر تمام جواہر کا خالق صرف ایک اللہ تعالیٰ ہی ہے، توحید کے ان دو درجوں سے کتب الٰہیہ نے کچھ زیادہ بحث نہیں فرمائی، توحید کے ان دونوں درجوں کے نہ تو عرب کے مشرک مخالف تھے، نہ یہود و نہ نصاریٰ، بلکہ قرآن کریم کی صریح نص ہے کہ یہ دونوں درجے ان کے نزدیک مسلمات میں سے تھے جیسے آج ہیں۔

❸ آسمان اور زمین اور جو کچھ ان دونوں کے درمیان موجود ہے اس کا مدبر صرف اللہ ہے یعنی تمام عالموں کا انتظام خود قدرت سے انجام دیتا ہے۔ ❹ اللہ تعالیٰ کی ذات کے سوا کوئی دوسرا عبادت کا مستحق نہیں، آخری دونوں درجے آپس میں نہایت مربوط ہیں، انہی دو درجوں کے بارے میں اختلاف ہوا۔ ستارہ پرستوں نے کہا کہ ستارے پرستش کے مستحق ہیں !ان کا استدلال یہ ہے کہ ہم نے تحقیق کی ہے کہ روزمرہ کے حوادث، انسانی سعادت وشقاوت اور صحت ومرض میں ان کا بڑا ہاتھ ہے لہٰذا یہی عبادت کے مستحق ہیں۔ بت پرستوں اور قبر پرستوں نے کہا کہ بڑے بڑے امور کی تدبیر تو صرف اللہ تعالیٰ کرتا ہے، اس نے کسی کو یہ حق نہیں دیا البتہ اس کے نیک بندوں نے اللہ تعالیٰ کی خوب عبادتیں کیں جس کے نتیجہ میں انہوں نے اللہ پاک کا تقرب حاصل کرلیا اس لئے اللہ پاک نے ان کو الوہیت کا درجہ عطا کردیا، اس لئے وہ مستحق ہیں کہ انکی عبادت کی جائے۔

ایک گروہ یہود کا ہے انہوں نے عزیز علیہ السلام کو اللہ کا بیٹا قرار دے کر اسکی عبادت شروع کردی۔ اسی طرح نصاریٰ نے عیسیٰ علیہ السلام کو الوہیت کا درجہ دیکر اسکی عبادت شروع کردی۔ الغرض قرآن کریم نے زیادہ تر آخری دو درجوں سے بحث کی ہے، اللہ پاک ہمیں صحیح معنوں میں توحید خداوندی سمجھنے کی توفیق عطا کرے اور بدعت پرستوں کے لئے ہدایت کی راہیں کھول دے بیچارے کس شاہراہ پر چل رہے ہیں؟ مَا مِنْ شَفِيعٍ ...الخ نفی شفیع قہری : کوئی شخص اس سے سفارش کرنے والا نہیں مگر اس کی اجازت کے بعد اور اس نے یہ حق بغیر اجازت کے کسی کو بھی نہیں دیا چہ جائے کہ تم عبادت میں شریک کرلو۔ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ ...الخ مذکورہ دلیل کا ثمرہ : یہی اللہ تعالیٰ تمہارا حقیقی رب ہے پس عبادت صرف اسی اللہ ہی کی کرو۔

﴿۴﴾ تذکیر بما بعد الموت۔ لِيَجْزِيَ ...الخ نتیجہ مؤمنین: تاکہ جو لوگ ایمان لائے، اور انہوں نے نیک کام کئے ان کو انصاف کے ساتھ پورا صلہ عطا فرمائے۔ وَالَّذِينَ كَفَرُوا ...الخ نتیجہ کفار : فرمایا! دنیا سے رخصت ہو کر اسی کے ہاں لوٹ کر تم کو جانا ہے اگر بندگی کا حق ادا نہ کیا تو وہاں کیا جواب دو گے؟ نافرمانوں کے لئے تو وہاں سخت عذاب ہوگا کھولتا ہوا پانی پینے کو ملے گا۔

﴿۵﴾ هُوَ الَّذِي جَعَلَ الشَّمْسَ ضِيَاءً وَّالْقَمَرَ نُوْرًا : توحید خداوندی پر عقلی دلیل : جس طرح سورج اور چاند اس نے بنائے تاکہ تم انکی روشنی سے فائدہ اٹھاؤ، اور کاروبار چلا سکو، اسی طرح سمجھ لو کہ اس نے انبیاء علیہم السلام اور دوسرے مقربین الٰہی بھیجے تاکہ تم روحانی ضروریات میں انکی روشنی سے کام لو "لِتَعْلَمُوا عَدَدَ السِّنِينَ وَالْحِسَابَ" اور جس طرح سورج اور چاند ہی سے سالوں کی گنتی معلوم ہوتی ہے، اسی طرح انبیاء علیہم السلام کی آمد کے بعد مراتب روحانیت اور قرب وبعد الٰہی کے مدارج کا پتہ چلتا ہے البتہ ان باتوں کو سمجھدار ہی سمجھ سکتے ہیں۔

مَسْئَلَہ: علم حساب کا جاننا فرض کفایہ ہے چونکہ اس کے ساتھ نمازوں کے اوقات، حج کے ایام، روزہ کے دن، عورتوں کے مخصوص ایام وغیرہ کی پہچان ہوتی ہے۔

نور اور ضیاء میں فرق : لفظ "نور" معنیٰ کے اعتبار سے "ضوء" سے عام ہے "نور" کے اعلیٰ مرتبہ کا نام "ضوء" ہے، یہ بھی کہا گیا ہے کہ براہ راست روشنی کو "ضوء" اور بالواسطہ روشنی کو "نور" کہتے ہیں۔ اور چاند کا نور آفتاب کا عکس پڑنے سے حاصل ہوتا ہے اسلئے "شمس" کے ساتھ "ضیاء" اور "قمر" کے ساتھ "نور" کا لفظ استعمال کیا ہے۔

چاند اور سورج کی منزلیں :لفظ "معازل" "منزل" کی جمع ہے جسکے اصل معنیٰ جائے نزول کے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے شمس وقمر دونوں کی رفتار کیلئے خاص حدود مقرر فرمائی ہیں، جن میں سے ہر ایک کو منزل کہا جاتا ہے، چاند چونکہ اپنا دورہ ہر مہینے میں پورا کرلیتا ہے، اسلئے اسکی منزلیں تیس یا انتیس ہوتی ہیں، مگر چونکہ ہر مہینے میں چاند کم از کم ایک دن یا دو دن غائب رہتا ہے، اسلئے عموماً چاند کی منزلیں اٹھائیس کہی جاتی ہیں، اور آفتاب کا دورہ سال بھر میں پورا ہوتا ہے اسکی منزلیں تین سو ساٹھ یا پینسٹھ ہوتی ہیں۔

قدیم جاہلیت عرب میں بھی اور اہل ہیئت و ریاضی کے نزدیک بھی ان منزلوں کے خاص خاص نام ان ستاروں کی مناسبت سے رکھ دیئے گئے ہیں، جو ان منازل کی محاذات میں پائے جاتے ہیں، قرآن کریم ان اصطلاحی ناموں سے بالاتر ہے، اس سے مراد صرف وہ فاصلے ہیں جن کو شمس و قمر خاص خاص دنوں میں طے کرتے ہیں۔ یُفَصِّلُ الْاٰیٰتِ ...الخ بہرحال! یہ توحید الٰہی کے دلائل جو مفصل بیان کئے جاتے ہیں۔ یہ ان کے لئے ہی مفید ہو سکتے ہیں جو عقل و دانش سے کام لیتے ہیں۔

سورج گرہن یا چاند گرہن کا بیان

سورج اور چاند یہ دونوں اللہ تعالیٰ کے عظیم شاہکار ہیں مگر انسان کو ڈرانے کے لیے اللہ تعالیٰ ان پر گرہن کو طاری کر دیتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب سورج گرہن ہو جائے یا چاند گرہن ہو جائے تو ایسے مواقع میں صلوٰۃ کسوف اور خسوف پڑھنے کا حکم دیا ہے چنانچہ اب ان کے مسائل درج کیے جاتے ہیں:

صلوٰۃ الکسوف کے احکام

رَوٰی البخاری ﷬ عن ابی بَکْرَۃ ؓ قَالَ خَسَفَتِ الشَّمْسُ عَلٰی عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَخَرَجَ يَجُرُّ رِدَائَهٗ، حتی انتهٰی اِلَی الْمَسْجِدِ وَثَابَ اِلَيْهِ النَّاسُ فَصَلّٰی بِهِمْ رَكْعَتَيْنِ، فَانْجَلَتِ الشَّمْسُ، فَقَالَ: اِنَّ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ اٰيَتَانِ مِنْ اٰيَاتِ اللّٰهِ وَاِنَّهُمَا لَا يَخْسِفَانِ لِمَوْتِ اَحَدٍ وَّلَا لِحَيَاتِهٖ (وَلٰكِنْ يُّخَوِّفُ اللّٰهُ بِهِمَا عِبَادَهٗ) فَاِذَا كَانَ ذٰلِكَ فَصَلُّوْا وَادْعُوْا حَتّٰى يُكْشَفَ مَا بِكُمْ۔ (البخاری: ج:۱: ص:۲۱۹: رقم الحدیث ۱۰۶۳)

امام بخاری نے حضرت ابوبکرہ ؓ سے روایت کیا ہے کہ آپ کا کہنا ہے کہ ایک مرتبہ رسول اکرم ﷺ کے زمانے مبارک میں سورج کو گرہن لگ گیا، آپ ﷺ اپنی اوڑھنے والی چادر سنبھالتے ہوئے باہر تشریف لائے اور مسجد میں تشریف لے گئے اور دوسرے حضرات بھی آپ کے پاس جمع ہو گئے۔ آپ ﷺ نے دو رکعت با جماعت پڑھائیں۔ فوراً سورج کا گرہن ختم ہو گیا۔ اس کے بعد آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: سورج اور چاند اللہ تعالیٰ کی بڑی نشانیوں میں سے دو نشانیاں ہیں۔ انہیں کسی کی وفات یا کسی کی پیدائش کی وجہ سے گرہن نہیں لگتا۔ دوسری حدیث میں ہے ہاں! اصل بات یہ ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کے (گرہن کے) ذریعے لوگوں کو ڈراتے ہیں۔ لہٰذا جب کبھی ایسا واقعہ رونما ہو تو تم اس وقت تک نماز پڑھا کرو اور دعا کرو۔ جب تک کہ اللہ تعالیٰ تمہارے ساتھ پیش آنے والے اس (گرہن کے) معاملے کو ختم نہ فرمائیں۔

''صلوٰۃ الکسوف'' اور ''صلوٰۃ الخسوف'':

اگر سورج کو گرہن لگ جائے تو ایسے موقع پر دو یا چار رکعت نماز پڑھنا سنتِ مؤکدہ ہے۔ ایسی نماز کو ''صلوٰۃ الکسوف'' کہتے ہیں۔ اور ایسی نماز جو چاند گرہن کے موقع پر پڑھی جائے وہ ''صلوٰۃ الخسوف'' کہلاتی ہے۔

صلوٰۃ الکسوف پڑھنے کا طریقہ: صلوٰۃ الکسوف کی دو یا چار رکعت با جماعت پڑھنا افضل ہے۔ صلوٰۃ الکسوف میں اذان اقامت اور خطبہ مشروع نہیں ہے بلکہ ایسے موقع پر ''الصلوٰۃ جامعۃ'' (یعنی نماز کھڑی ہونے والی ہے) کہنا چاہیے۔
(بخاری شریف ج:۱: ص:۲۱۶: حدیث۔ ۱۰۴۵)

امام کے لیے مسنون ہے کہ وہ صلوٰۃ الکسوف میں اونچی آواز سے قرأت کرے اور رکوع و سجود خوب لمبا کرے۔ جب امام نماز سے فارغ ہو جائے تو اسے چاہیے کہ وہ دعا مانگنا شروع کرے اور مقتدی اس کی دعا پر آمین کہتے رہیں اور دعا و مناجات کا یہ سلسلہ اس وقت تک جاری رکھیں جب تک سورج اچھی طرح روشن نہ ہو جائے اور گرہن ختم نہ ہو جائے۔

''صلوۃ الخسوف'' (چاند گرہن کی نماز) میں تمام لوگ انفرادی طور پر نماز پڑھیں۔ اس میں جماعت مسنون نہیں ہے۔

﴿۶﴾ تتمہ دلائل عقلی : یہ اشیاء اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کمال علم، کمال قدرت اور کمال حکمت پر دلالت کرتی ہیں۔

فائدہ: پہلی آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ دلائل اہل علم کے لئے بیان کیئے گے ہیں، اور دوسری آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ دلائل اہل تقویٰ کے لئے بیان کیئے گے ہیں، یہ تخصیص کیوں کی گی ہے؟ تو حضرت تھانوی رحمۃ اللہ اسکے جواب میں لکھتے ہیں کہ :یوں تو غیر اہل علم وغیر اہل تقوی کے لئے بھی دلائل بیان کئے گئے ہیں مگر تخصیص باعتبار انتفاع کے ہے۔ (یعنی ان دلائل کا نفع اہل ایمان کو ہوتا ہے)۔ (بیان القرآن: ص:۳: ج۔۵)

﴿۷﴾ کیفیت منکرین آخرت : آخرت اور جزاء کے منکر اس فانی دنیا سے دل لگا کے بیٹھے ہیں، آخرت کی طلب سے خالی ہیں، دنیا کی زندگی کو منتہائے مقصد سمجھتے ہیں دنیا کی لذتوں میں اس قدر مدہوش ہیں کہ اللہ کی قدرت کی نشانیوں سے بالکل غافل ہو گئے ہیں۔

﴿۸﴾ منکرین قیامت کا نتیجہ: ایسے لوگوں کے لئے ثمرہ یہ ہوگا کہ قیامت کے دن جہنم کی آگ میں کفر اور شرک کی سزا پائیں گے۔ ﴿۹﴾ مؤمنین کے لئے بشارت : انکے مدمقابل اہل ایمان جنت کی نعمتوں سے مالا مال ہونگے۔

﴿۱۰﴾ جنتیوں کا آخری کلام : یعنی یہی آیت کریمہ۔ حدیث شریف میں ہے کہ اہل جنت اللہ کی حمد وثناء کرینگے اور یہ حمد وثناء انکی زبان سے ایسے جاری ہوگی جیسے انسان بغیر مشقت کے سانس لیتا ہے، اور اہل جنت کیلئے اس حمد وثناء سے بڑھ کر کوئی چیز لذیز معلوم نہ ہوگی، زجاج رحمۃ اللہ کہتے ہیں کہ اہل جنت کے کلام کا آغاز تسبیح وتعظیم سے ہوگا، اور اس کا اختتام اللہ کے شکر اور ثناء پر ہوگا۔

وَلَوْ يُعَجِّلُ اللّٰهُ لِلنَّاسِ الشَّرَّ اسْتِعْجَالَهُمْ بِالْخَيْرِ لَقُضِيَ إِلَيْهِمْ أَجَلُهُمْ ۖ فَنَذَرُ الَّذِينَ

اور اگر اللہ تعالیٰ جلدی کرے لوگوں کیلئے برائی کو جیسا کہ وہ جلدی طلب کرتے ہیں خیر کو تو البتہ فیصلہ کردیا جائے ان کی طرف ان کی عمروں کا

لَا يَرْجُونَ لِقَاءَنَا فِي طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُونَ ﴿۱۱﴾ وَإِذَا مَسَّ الْإِنْسَانَ الضُّرُّ دَعَانَا لِجَنْبِهِ أَوْ قَاعِدًا

پس ہم چھوڑتے ہیں ان لوگوں کو جو نہیں امید رکھتے ہماری ملاقات کی وہ اپنی سرکشیوں کے اندر ہی سرگرداں ہورہے ہیں ﴿۱۱﴾ اور جب پہنچتی ہے انسان کو کوئی تکلیف تو وہ

أَوْ قَائِمًا فَلَمَّا كَشَفْنَا عَنْهُ ضُرَّهُ مَرَّ كَأَنْ لَمْ يَدْعُنَا إِلَىٰ ضُرٍّ مَسَّهُ ۚ كَذَٰلِكَ زُيِّنَ لِلْمُسْرِفِينَ

پکارتا ہے ہمیں اپنی کروٹ کے بل بھی اور بیٹھے ہوئے بھی اور کھڑے ہوئے بھی پس جب ہم کھول دیتے ہیں اس سے اس کی تکلیف کو تو وہ گزرتا ہے گویا کہ اس نے ہمیں پکارا نہیں کسی تکلیف کی طرف جو

مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴿۱۲﴾ وَلَقَدْ أَهْلَكْنَا الْقُرُونَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَمَّا ظَلَمُوا ۙ وَجَاءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ

اس کو پہنچی تھی اسی طرح مزین کیا گیا ہے مسرفوں کیلئے وہ جو کچھ وہ کیا کرتے تھے ﴿۱۲﴾ اور البتہ تحقیق ہم نے ہلاک کیا ہے کئی قوموں کو تم سے پہلے جبکہ انہوں نے ظلم کیا اور آئے انکے

بِالْبَيِّنَاتِ وَمَا كَانُوا لِيُؤْمِنُوا ۚ كَذَٰلِكَ نَجْزِي الْقَوْمَ الْمُجْرِمِينَ ﴿۱۳﴾ ثُمَّ جَعَلْنَاكُمْ

پاس ان کے رسول کھلی نشانیاں لے کر اور نہیں تھے وہ لوگ کہ ایمان لاتے اسی طرح ہم بدلہ دیتے ہیں ان لوگوں کو جو مجرم ہوتے ہیں ﴿۱۳﴾ پھر ہم نے بنایا ہے تم کو نائب زمین میں

خَلَائِفَ فِي الْأَرْضِ مِنْ بَعْدِهِمْ لِنَنْظُرَ كَيْفَ تَعْمَلُونَ ﴿۱۴﴾ وَإِذَا تُتْلَىٰ عَلَيْهِمْ آيَاتُنَا بَيِّنَاتٍ ۙ

ان کے بعد تاکہ ہم دیکھیں کہ تم کیسا عمل کرتے ہو ﴿۱۴﴾ اور جب پڑھی جاتی ہیں ان پر ہماری آیتیں واضح تو کہتے ہیں وہ لوگ جو امید نہیں رکھتے

قَالَ الَّذِينَ لَا يَرْجُونَ لِقَاءَنَا ائْتِ بِقُرْآنٍ غَيْرِ هَٰذَا أَوْ بَدِّلْهُ ۚ قُلْ مَا يَكُونُ لِي أَنْ

ہماری ملاقات کی کہ لے آ ہمارے پاس قرآن کے علاوہ یا اس کو تبدیل کردے اے پیغمبر! آپ کہہ دیں کہ نہیں ہے میرا کام کہ میں اس کو تبدیل کروں اپنی طرف سے

أُبَدِّلَهُ مِنْ تِلْقَائِ نَفْسِي إِنْ أَتَّبِعُ إِلَّا مَا يُوحَىٰ إِلَيَّ إِنِّي أَخَافُ إِنْ عَصَيْتُ

نہیں پیروی کرتا میں مگر اس چیز کی جو وحی کی جاتی ہے میری طرف میں خوف کھاتا ہوں بڑے دن کے عذاب سے

رَبِّي عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيمٍ ﴿١٥﴾ قُلْ لَوْ شَاءَ اللَّهُ مَا تَلَوْتُهُ عَلَيْكُمْ وَلَا أَدْرَاكُمْ بِهِ فَقَدْ

اگر میں نے اپنے رب کی نافرمانی کی ﴿۱۵﴾ اے پیغمبر! آپ کہہ دیجئے کہ اللہ چاہتا تو میں نہ تلاوت کرتا اس کو تم پر اور نہ وہ خبر دیتا تم کو اس کی پس

لَبِثْتُ فِيكُمْ عُمُرًا مِنْ قَبْلِهِ أَفَلَا تَعْقِلُونَ ﴿١٦﴾ فَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرَىٰ عَلَى اللَّهِ

بیشک میں ٹھہرا ہوں تمہارے درمیان عمر کا ایک حصہ اس سے پہلے کیا تم عقل نہیں رکھتے ﴿۱۶﴾ پس کون زیادہ ظالم ہے اس سے جو افتراء باندھتا ہے

كَذِبًا أَوْ كَذَّبَ بِآيَاتِهِ إِنَّهُ لَا يُفْلِحُ الْمُجْرِمُونَ ﴿١٧﴾ وَيَعْبُدُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ مَا لَا يَضُرُّهُمْ

اللہ پر جھوٹا یا جھٹلائے اس کی آیتوں کو بیشک نہیں فلاح پائیں گے مجرم لوگ ﴿۱۷﴾ اور عبادت کرتے ہیں یہ لوگ اللہ کے درے ان چیزوں کی جو کہ

وَلَا يَنْفَعُهُمْ وَيَقُولُونَ هَٰؤُلَاءِ شُفَعَاؤُنَا عِنْدَ اللَّهِ قُلْ أَتُنَبِّئُونَ اللَّهَ بِمَا لَا يَعْلَمُ

ان کو نقصان پہنچا سکتی ہیں اور نہ فائدہ دے سکتی ہیں اور کہتے ہیں یہ لوگ (کہ جن کی عبادت کرتے ہیں) یہ ہمارے سفارشی ہیں اللہ کے پاس (اے پیغمبر) آپ کہہ دیں کیا

فِي السَّمَاوَاتِ وَلَا فِي الْأَرْضِ سُبْحَانَهُ وَتَعَالَىٰ عَمَّا يُشْرِكُونَ ﴿١٨﴾ وَمَا كَانَ النَّاسُ

تم بتلاتے ہو اللہ کو وہ چیز جو وہ نہیں جانتا آسمانوں میں اور نہ زمین میں پاک ہے اس کی ذات اور بلند ہے ان چیزوں سے جن کو یہ اس کے ساتھ شریک بناتے ہیں ﴿۱۸﴾ اور نہیں تھے

إِلَّا أُمَّةً وَاحِدَةً فَاخْتَلَفُوا وَلَوْلَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ رَبِّكَ لَقُضِيَ بَيْنَهُمْ فِيمَا

لوگ مگر ایک ہی امت پس اختلاف کیا انہوں نے اور اگر نہ ہوتی ایک بات جو پہلے ہو چکی تھی تیرے پروردگار کی طرف سے تو البتہ فیصلہ کردیا جاتا ان کے درمیان

فِيهِ يَخْتَلِفُونَ ﴿١٩﴾ وَيَقُولُونَ لَوْلَا أُنْزِلَ عَلَيْهِ آيَةٌ مِنْ رَبِّهِ فَقُلْ إِنَّمَا الْغَيْبُ لِلَّهِ

ان چیزوں میں جن میں اختلاف کرتے ہیں ﴿۱۹﴾ اور کہتے ہیں یہ لوگ کہ کیوں نہیں اتاری گئی اس پر کوئی نشانی اس کے رب کی طرف سے پس آپ کہہ دیجئے (اے پیغمبر) بیشک غیب

فَانْتَظِرُوا إِنِّي مَعَكُمْ مِنَ الْمُنْتَظِرِينَ ﴿٢٠﴾

اللہ کیلئے ہے پس انتظار کرو تم میں بھی تمہارے ساتھ انتظار کرنے والوں میں ہوں ﴿۲۰﴾

ع ۲ / ۷

﴿۱۱﴾ وَلَوْ يُعَجِّلُ اللَّهُ لِلنَّاسِ ...الخ ربط آیات: اوپر ذکر تھا کہ جب منکرین قیامت نے سنا "أُولَٰئِكَ مَأْوَاهُمُ النَّارُ" تو انہوں نے عذاب کی جلدی کا مطالبہ کیا تو اب یہاں سے اللہ پاک نے انہیں جواب دیا کہ ہم اپنی حکمت کے مطابق عذاب دیتے ہیں جلدی کرنے کی کیا ضرورت ہے؟

خلاصہ رکوع ۲ مجرمین کے لئے جواب مطالبہ، تاخیر عذاب کی حکمت، کیفیت انسان، تذکیر بایام اللہ سے مشرکین کے لئے تخویف، اہل مکہ کے لئے ترغیب، مشرکین کا شکوہ اور جواب شکوہ۔ ۱، ۲، قرآن کے معجزہ ہونے کا بیان، فریضہ نبوی، تنبیہ مشرکین، انسانی فطرت، مشرکین کی حماقت، مشرکین کا شکوہ، ازالہ شبہ، کفار مکہ کا عناداً مطالبہ اور جواب مطالبہ۔ ماخذ آیات ۱۱ تا ۲۰+

وَلَوْ يُعَجِّلُ... الخ مجرمین کے لئے جواب مطالبہ: فرمایا: اگر اللہ تعالیٰ لوگوں پر برائی بھیجنے میں جلدی کیا کرتا جس طرح وہ لوگ بھلائی مانگنے میں جلدی کیا کرتے ہیں تو ان کا مقررہ وقت کب کا پورا ہو جاتا۔

فَنَذَرُ الَّذِيْنَ ...الخ تاخیر عذاب کی حکمت : یہ ہے کہ سرکشوں کو اللہ تعالیٰ انکے حال پر چھوڑ دیتے ہیں تا کہ وہ اپنی سرکشی میں بھٹکتے رہیں، اور یہ بطور استدراج ہوتا ہے تا کہ سرکشی میں بڑھتے جائیں، اور زیادہ سے زیادہ عذاب کے مستحق ہوتے جائیں اس میں واضح طور پر بتا دیا کہ عذاب کا مؤخر ہونا اور عذاب کی جلدی مچانے کے باوجود جلدی نہ آنا اس بات کی دلیل نہیں ہے کہ عذاب کی وعید سچی نہیں، بلکہ وعید سچی ہے لیکن عذاب اس وقت واقع ہوگا جب اللہ تعالیٰ کی حکمت متقاضی ہوگی۔

اس آیت سے دو چیزیں معلوم ہوتی ہیں۔ ❶ شر مانگنے سے جلدی واقع نہیں ہوتا۔ ❷ خیر مانگنے سے جلدی واقع ہوتی ہے حالانکہ یہ دونوں باتیں درست نہیں کیونکہ بسا اوقات اس کے برعکس بھی ہوتا ہے۔

جواب : ❶ آیت کا مقصد اصل میں رحمت الٰہی کے مقتضاء کو بیان کرنا ہے وہ خیر کے معاملہ میں جلدی شرف قبولیت سے نوازتا ہے، اور شر کو ٹالتا رہتا ہے اگر کسی عارضی مصلحت کی وجہ سے اس کے خلاف ہو جائے تو مدلول آیت کے خلاف نہیں۔

جواب ❷ جس چیز کو ہم شر سمجھ رہے ہیں وہ حقیقت میں اس شخص کے حق میں یا مصلحت عام کی بناء پر کسی نہ کسی خیر کو اپنے اندر چھپائے ہوئے ہوتا ہے پس اس کا شر ہونا، گویا واقع میں خیر کا ہونا ہوتا ہے، اور اس کا خیر نہ ہونا گویا شر کا ہونا ہے۔

﴿۱۲﴾ وَاِذَا مَسَّ الْاِنْسَانَ الضُّرُّ ...الخ کیفیت انسان : مؤمنین اور کفار کا یہی فرق ہے کہ مؤمن بغیر تعین وقت کے جیسا کہ چوتھے پارے میں ہے "اَلَّذِيْنَ يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ قِيَامًا" کہ وہ اللہ تعالیٰ کو ہر وقت یاد کرتے ہیں، بخلاف کافر کے "وَاِذَا مَسَّ الْاِنْسَانَ الضُّرُّ ...الخ ای الکافر الضُّرُّ دَعَانَا لِجَنْبِهٖ" کہ کافر تکلیف و مصیبت کے وقت رب کو پکارتا ہے، اور یہی فطرتی توحید ہر انسان کے اندر موجود ہے۔ اس سے واضح معلوم ہوا، فطرتاً سارے انسان موحد تھے۔

﴿۱۳﴾ تذکیر بایام اللہ سے تخویف مشرکین : اہل مکہ کیلئے ترہیب و تخویف ہے کہ تم سے پہلی قوموں کو جب انہوں نے ظالمانہ اور مشرکانہ روش اختیار کی تو ہم انہیں ہلاک کر چکے ہیں حالانکہ ان کے پاس ان کے رسول کھلے دلائل بھی لے کر آئے مگر انہوں نے پروا نہ کی بالآخر ہم نے ان کو ہلاک کر ڈالا۔

﴿۱۴﴾ اہل مکہ کے لئے ترغیب : اہل مکہ کو کہا جا رہا ہے کہ ہم نے تمہیں ہلاک شدہ قوموں کا جانشین بنایا ہے تا کہ ہم ظاہری طور پر دیکھ لیں کہ تم کیسے کام کرتے ہو۔ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا دنیا میٹھی ہے ہری بھری ہے، اور بلاشبہ اللہ اسمیں تمہیں پہلے لوگوں کے بعد بسانے والا ہے سو وہ دیکھے گا کہ تم (دنیا میں) کیا کرتے ہو، سو تم دنیا سے بچو اور عورتوں (کے فتنہ) سے بچو، کیونکہ بنی اسرائیل میں سب سے پہلے جو فتنہ ظاہر ہوا وہ عورتوں کا فتنہ تھا۔ (مسلم)

اہل بدعت کا دعویٰ اللہ تعالیٰ حاضر و ناظر نہیں

اب اس مسئلہ کو سمجھنے کے لئے پہلے ان کے دعوے کو سمجھیں، اہل بدعت کے مناظر مناظرہ میں یوں جان چھڑانے کی کوشش کرتے ہیں کہ حاضر و ناظر تو خدا تعالیٰ کی صفت ہی نہیں ہو سکتی لہٰذا اس میں کسی اور کو شریک ماننا شرک کیسے ہوا؟ بلکہ حاضر و ناظر تو مخلوق کی صفت ہے اور خصوصاً حضرت محمد ﷺ کی۔

اہل بدعت کی دلیل اول : اس دعویٰ کی یہ دلیل پیش کرتے ہیں کہ اول تو اللہ تعالیٰ کے ننانوے نام ہیں ان ناموں میں حاضر و ناظر کا کوئی نام نہیں آتا۔ دلیل دوم : حاضر اس کو کہتے ہیں جو پہلے نہ ہو اور پھر آ جائے اور یہ معنیٰ تو اللہ کے شان کے لائق ہی

نہیں، اور ناظر اس کو کہتے ہیں کہ جو اپنی آنکھوں سے دیکھے، جب اللہ تعالیٰ کی جسمانی آنکھیں ہی نہیں تو وہ ناظر کیسے ہوا؟ بلکہ حاضر و ناظر تو جناب حضرت محمد ﷺ اور دیگر بزرگان دین تھے جو پہلے نہ تھے، اور پھر دنیا میں تشریف لے آئے، اور اپنی حسی اور جسمانی آنکھوں سے دیکھا بھی کرتے تھے، لہٰذا یہی حاضر و ناظر ٹھہرے۔

بلکہ مفتی احمد یار خان صاحب لکھتے ہیں کہ ہر جگہ حاضر و ناظر ہونا خدا کی صفت ہرگز نہیں۔ خدائے پاک جگہ اور مکان سے پاک ہے "الی ان قال" خدا کو ہر جگہ میں ماننا بے دینی ہے ہر جگہ میں ہونا تو رسول خدا ہی کی شان ہے۔ (جاء الحق وزہق الباطل: ص ۱۵۳)

یہ ہے اہل بدعت کی منطق یا مجددانہ مغالطہ، میں نے ان کی دلیل عرض کر دی ہے کیونکہ

مری ضد سے ہوا ہے مہربان دوست — مرے احسان ہیں دشمن پر ہزاروں

جواب اول :اس میں کوئی شک نہیں کہ اللہ تعالیٰ جگہ اور مکان کا محتاج نہیں ہے۔ اور اس کے مشہور اور معروف نام ننانوے ہیں، لیکن کیا ان ناموں کے علاوہ اور نام خدا تعالیٰ کے نہیں؟ اگر فریق مخالف کو عرسوں اور ختموں سے فرصت نہیں مل سکتی تاکہ وہ کتابوں کی طرف رجوع کر سکیں، تو آئیے میں آپ کو صرف چند حوالے بتلاتا ہوں، علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ شرح مسلم شریف۔ (ص :۳۲۲ :ج۔۲) میں اور علامہ خازن رحمۃ اللہ علیہ (ص:۲۶۴ :ج ۲:) میں رقم طراز ہیں کہ: تمام علماء کا اتفاق ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سب نام صرف یہی ننانوے نہیں، بلکہ ان کے علاوہ اور بھی ہیں (اس کی تحقیق کرتے ہوئے لکھتے ہیں) کہ امام ابوبکر بن العربی رحمۃ اللہ علیہ نے اللہ تعالیٰ کے ایک ہزار نام جمع کئے ہیں، پھر صاف لکھا ہے "وھٰذا اقلیل" یہ بھی ابھی تھوڑے ہیں۔ امام رازی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ علماء کے نزدیک ایک ہزار ایک :۱۰۰۱: نام اللہ تعالیٰ کے مشہور و معروف ہیں جو کتاب و سنت میں پائے جاتے ہیں۔ (تفسیر کبیر مقدمہ: ص:۳: ج۱)

حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نقل کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے پانچ ہزار نام ہیں جو قرآن کریم، صحیح حدیث اور سابق آسمانی کتابوں میں نازل کئے گئے ہیں۔ (تفسیر ابن کثیر: ص:۱۹ :ج:۱)

جب تمام علماء اسلام کا اتفاق ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نام انہی ننانوے ناموں میں منحصر نہیں تو ان کا یہ سوال کہ ہمیں ان ناموں میں حاضر و ناظر کے نام نہیں مل سکے، باطل ہے۔

تجھ کو کرنی ہیں ہزاروں دشت طے — مضطرب کیوں پہلی ہی منزل میں ہے

جواب دوم : چلئے ہم دومنٹ کے لئے یہ تسلیم کر لیتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے صرف یہی ننانوے نام ہیں لیکن یہ تو فرمائیے کہ کیا ان ناموں میں سے کسی نام کا عربی وغیرہ زبان میں سہولت اور آسانی کے لئے ترجمہ بھی کیا جا سکتا ہے یا نہیں؟ اگر آپ کا جواب نفی میں ہے تو فرمائیے کہ اللہ تعالیٰ کو خدا کہنا جائز ہے یا نہیں؟ اگر آپ یوں لب کشائی فرمائیں کہ خدا کہنا جائز ہے تو کیا ہم یہ سوال کر سکتے ہیں کہ ان ننانوے ناموں میں تو خ، د، ا (یعنی خدا) کوئی نام نہیں آیا پھر یہ جائز کیسے ہو گیا؟ یہی تو آپ کہیں گے کہ یہ مالک یا رب وغیرہ کا فارسی یا کسی اور زبان میں ترجمہ ہے، یعنی عربی زبان میں مالک، فارسی زبان میں خدا۔ اسی طرح آپ یہاں بھی سمجھ لیجئے کہ ان ننانوے ناموں میں سے کسی کا ترجمہ شاید حاضر و ناظر ہو، کیا یہ احتمال ہی نہیں؟ نہیں بلکہ آپ ذرا بین السطور مشکوٰۃ شریف (ص :۱۹۹ :ج۔۱) اصح المطابع نکال کر دیکھیں کہ "الشھید" کا معنی لکھا ہے "الحاضر" اور مشہور لغت اور ڈکشنری (صراح: ص۔ ۱۳۴) میں لکھا ہے "شھید" حاضر و گواہ، اسی طرح "بصیر" کا معنی یہ کیا ہے کہ "بینا" دیکھنے والا یعنی ناظر۔ (دیکھو صراح: ص۔۱۶۰)

بڑے مزے کی بات اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کنز الایمان سورۃ الانبیاء آیت :۷۸ "وکنا لحکمھم شٰھدین" کا ترجمہ کرتے ہیں :اور ہم ان

کے حکم کے وقت حاضر تھے۔

اب فرمائیے ! کہ اللہ تعالیٰ "شھید" اور "بصیر" بھی ہے یا نہیں؟ اعلیٰ حضرت کے ترجمہ سے بھی ثابت ہوا اللہ حاضر ہے۔ اب جاء الحق کے حوالہ کی رو سے احمد رضا کے بارے میں کیا فتویٰ صادر فرمائیں گے، ہم احمد رضا کا اپنا فتویٰ بھی نقل کر دیتے ہیں چنانچہ وہ لکھتے ہیں۔ سوال : خدا کو حاضر ناظر کہنا کیسا ہے؟ جواب : اللہ عزوجل جگہ سے پاک ہے یہ لفظ احتمال رکھتا ہے اس لیے احتراز لازم ہے فتویٰ رضویہ ص ۲۳۲ ج ۶ قدیم اب آپ خود فیصلہ کریں کہ اعلیٰ حضرت نے خود احتراز کیوں نہیں کیا۔ اب کیا "شھید" کا معنی حاضر اور "بصیر" کا معنی بینا یعنی ناظر درست ہے یا نہیں؟ ہمارا اور فریق ثانی کا منصف اور حاکم صرف خدا ہی ہے کیا خوب کہا گیا ہے۔

ع خدا دانا بینا ہے ہر نیک و بد کا۔

اب آپ اپنی توپ کا دہانہ شراح حدیث اور ائمہ لغت اور فاضل بریلوی کی طرف بھی پھیر دیجئے کہ تم نے "شھید" کا معنی حاضر کیوں کیا؟ حاضر تو تمہاری خانہ ساز منطق کی رو سے صرف وہی ہو سکتا ہے جو پہلے نہ ہو اور پھر آجائے۔

تو یاد رکھیں کہ جب "شھید" کا معنی "حاضر" ہے تو حاضر کا معنی یہاں وہ مراد نہیں جو فریق مخالف نے لیا ہے بلکہ وہ معنی مراد ہے جو اللہ تعالیٰ کی شان کے لائق ہے کہ وہ عالم ازل سے لیکر ابد تک حاضر ہے اور جب مخلوق کے لیے یہ لفظ مستعمل ہوگا تو اس کا معنیٰ اس کی شان کے مطابق ہوگا دونوں میں فرق ضروری ہے۔

جواب سوم : اہل بدعت کا یہ بھی کہنا ہے کہ ناظر وہی ہو سکتا ہے جو جسمانی آنکھوں سے دیکھے، اس لئے اس قاعدہ کو سامنے رکھ کر ہم ان کا علمی اور تحقیقی شکریہ بجالائیں گے کہ ہمیں ذیل کی آیات اور احادیث کا مطلب سمجھا دیں۔

❶ قرآن کریم میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا وہ واقعہ اور قصہ جس میں انہوں نے اپنی قوم کو تسلی دیتے ہوئے ارشاد فرمایا تھا، ان الفاظ سے بیان کیا گیا ہے "قَالَ عَسٰى رَبُّكُمْ اَنْ يُّهْلِكَ عَدُوَّكُمْ وَيَسْتَخْلِفَكُمْ فِي الْاَرْضِ فَيَنْظُرَ كَيْفَ تَعْمَلُوْنَ" (سورۃ اعراف آیت ۔۱۲۹)

ترجمہ: کہا نزدیک ہے کہ تمہارا رب ہلاک کر دے تمہارے دشمن کو اور تمہیں زمین کا خلیفہ بنادے پھر وہ نظر کرے تم کیسا کام کرتے ہو۔ اگر نظر کرنا اسی کا کام ہے جو جسمانی آنکھیں رکھتا ہو تو بتلائیے کہ اس آیت میں "فینظر" (یعنی خدا نظر کرے) کے کیا معنی ہوئے ارشاد فرمائیے، دیدہ باید۔ ❷ اللہ تعالیٰ نے یہاں ارشاد فرمایا ہے : "ثُمَّ جَعَلْنٰكُمْ خَلٰٓئِفَ فِي الْاَرْضِ مِنْۢ بَعْدِهِمْ لِنَنْظُرَ كَيْفَ تَعْمَلُوْنَ" (سورۃ یونس آیت ۔۱۴)

ترجمہ: پھر تم کو ہم نے نائب کیا زمین میں ان کے بعد کہ نظر کریں تم کیا عمل کرتے ہو (اس آیت میں بھی "لِنَنْظُرَ" کا لفظ موجود ہے)۔ ❸ مسند طیالسی (ص ۔۲۸۶) میں ایک طویل حدیث کے ضمن میں یہ جملہ بھی ہے ۔ اِنَّ اللّٰهَ مُسْتَخْلِفُكُمْ فِيْهَا فَيَنْظُرَ كَيْفَ تَعْمَلُوْنَ ۔ ترجمہ: آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تمہیں زمین کا خلیفہ بنائے گا پھر نظر کرے گا تم کیا کام کرتے ہو۔ ❹ صحیح مسلم، ص: ۳۸۵ ج: ۲؛ اور مشکوٰۃ کی ایک طویل حدیث میں آنحضرت ﷺ نے فرمایا: اِنَّ اللّٰهَ نَظَرَ اِلٰى اَهْلِ الْاَرْضِ فَمَقَتَهُمْ عَرَبَهُمْ وَعَجَمَهُمْ اِلَّا بَقَايَا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ۔

ترجمہ: یعنی اللہ تعالیٰ نے زمین والوں پر نظر کی اور دیکھا تو تمام عرب و عجم والوں پر ناراض ہوا مگر اہل کتاب میں کچھ آدمی اللہ تعالیٰ کی ناراضگی سے بچ گئے۔ ایک حدیث میں یوں آتا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا : اِنَّ اللّٰهَ لَا يَنْظُرُ اِلٰى صُوَرِكُمْ وَلٰكِنْ يَّنْظُرُ اِلٰى اَعْمَالِكُمْ ۔ (مسلم، ص: ۳۱۷ ج: ۲، مشکوٰۃ ص: ۴۵۴ ج: ۲؛ الجامع الصغیر، ص: ۷۴ ج ۔۱)

ترجمہ: کہ اللہ تعالیٰ تمہاری صورتوں کو نہیں دیکھتا (بایں طور کہ کون خوبصورت ہے اور کون بدشکل ہے) لیکن تمہارے اعمال کو وہ دیکھتا ہے۔ ان دونوں حدیثوں میں صاف طور پر مذکور ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نظر کی اور نظر کریگا اور دیکھتا ہے، لیکن مخالفین کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نظر نہیں کرسکتا کیونکہ اس کی جسمانی آنکھیں ہی نہیں، مگر آپ کو مذکورہ دلائل سے معلوم ہو چکا ہوگا کہ یہ مخالفین کی قرآن وحدیث سے جہالت اور بغاوت ہے، یہ الگ بات ہے کہ اللہ تعالیٰ اسی طرح نظر کرتا ہے جو اس کی شان کے لائق اور مناسب ہے کیونکہ "لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ"، لیکن نظر بہر حال وہ کرتا ہے۔ اسی طرح وہ ہر ایک کے ساتھ ہے مگر جس طرح اس کے شان کے شایان ہے "وَهُوَ مَعَكُمْ اَيْنَ مَا كُنْتُمْ" خدا کی معیت کا انکار کرنا سراسر بے دینی اور قرآن کی قطعی بغاوت ہے اور اہل سنت والجماعت کے مسلمہ اور متفقہ عقیدہ کی صریح خلاف ورزی ہے۔

❺ بلکہ ترمذی شریف: ص:۲ ۴۳ج:۲؛ ابن ماجہ: ص:۲۹۷؛ مستدرک: ص:۵۰۵ ج:۴ اور مشکوۃ شریف: ص:۴۳۷ ج:۲ اور الجامع الصغیر: ص:۶۵ ج:۱ میں یہ جملہ صاف طور پر مذکور ہے! اِنَّ اللّٰهَ مُسْتَخْلِفُكُمْ فِيْهَا فَنَاظِرٌ كَيْفَ تَعْمَلُوْنَ: ترجمہ: (آنحضرت ﷺ نے فرمایا) کہ اللہ تعالیٰ تمہیں زمین کا خلیفہ بنانے والا ہے، اور پھر دیکھنے والا ہے کہ تم کیا کرتے ہو۔ اس حدیث میں اللہ تعالیٰ کے لئے صاف "ناظر" کا لفظ موجود ہے یہ بھی ملاحظہ کر لیجئے اور مولوی احمد سعید صاحب کاظمی امروہی ثم ملتانی کا یہ بیان بھی دیکھ لیجئے کہ "اللہ تعالیٰ کا اسماء حسنیٰ میں "حاضر وناظر" کا کوئی نام نہیں اور قرآن حدیث میں کسی جگہ "حاضر وناظر" کا لفظ ذات باری تعالیٰ کے لئے وارد نہیں ہوا، نہ سلف صالحین نے اللہ تعالیٰ کے لئے یہ لفظ بولا، کوئی شخص قیامت تک ثابت نہیں کرسکتا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم یا تابعین رحمۃ اللہ علیہ یا ائمہ مجتہدین رحمۃ اللہ علیہ نے کبھی اللہ تعالیٰ کیلئے حاضر وناظر کا لفظ استعمال کیا ہو۔ (بلفظہ تسکین الخواطر: ص۔۳)

کاظمی صاحب ہی اپنے دل پر ہاتھ رکھ کر یہ فرمائیں (بشرطیکہ ان کا دل بھی ہو) کہ کیا یہ حدیث نہیں ہے، اور کیا اس میں "ناظر" کا لفظ جناب رسول اللہ ﷺ نے ذات باری تعالیٰ کے لئے اطلاق نہیں کیا؟ اور کیا اس حدیث کے پہلے راوی حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ صحابی نہیں ہیں جو اس حدیث میں لفظ "ناظر" کو باری تعالیٰ پر اطلاق کر رہے ہیں؟ کاظمی صاحب کو سوچ کر بتانا ہوگا کہ انہوں نے یہ بے بنیاد اور باطل دعویٰ کس طرح کر دیا ہے؟ اور اس سے بڑھ کر کاظمی صاحب کا یہ غلط دعویٰ بھی ملاحظہ کیجئے کہ! اور اسی طرح متاخرین کے زمانہ میں جب بعض لوگوں نے اللہ تعالیٰ کو حاضر وناظر کہنا شروع کیا تو اس دور کے علماء نے ان پر انکار کیا (کس عالم نے انکار کیا اور کب کیا، مگر یہ نہ پوچھئے، صفدر) بلکہ بعض علماء نے اس اطلاق کو کفر قرار دے دیا (وہ کب اور کس دور میں؟ شاید کاظمی صاحب نے کوئی خواب دیکھا ہوگا، صفدر) (تسکین الخواطر)

یہ ہے فریق مخالف کا مبلغ علم اور تحقیقی معیار سبحان اللہ تعالیٰ، اب مخالفین کو چاہیئے کہ جب آنحضرت ﷺ ان کے زعم فاسد کی بنا پر حاضر وناظر ہیں تو ان سے پوچھ لیں کہ آپ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کے لئے "ناظر" کا لفظ کیوں استعمال کیا ہے؟ ایک تو اس لئے کہ ننانوے ناموں میں ہمیں یہ نام مل نہیں سکا، اور دوسرا اس لئے کہ اس کی جسمانی آنکھیں ہی نہیں ہیں وہ کیونکر "ناظر" ہوا۔

ٹوٹ جائے نہ تیغ اے قاتل   سخت جان ہوں ذرا سمجھ کر کھینچ

(تبرید النواظر فی تحقیق الحاضر والناظر)

اشکال: بعض مخالفین کہتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ ہر جگہ حاضر وناظر ہے تو پھر بیت اللہ میں جانے کی کیا ضرورت ہے؟ جواب: تعمیل حکم کے لئے اور جو فضائل بیت اللہ کی حاضری کے ہیں وہ اپنے اپنے ملک میں حاصل نہیں ہوسکتے وہ صرف بیت اللہ کے ساتھ وابستہ ہیں۔

﴿۱۵﴾ مشرکین کا شکوہ : اور جب ان لوگوں پر ہماری آیات پڑھی جاتی ہیں یعنی ہمارے دلائل ان کو پڑھ کر سنائے جاتے ہیں

تو وہ کہتے ہیں کہ کوئی ایسا قرآن لاؤ کہ جس میں بتوں کی مذمت نہ ہو۔ یا کم سے کم یہی کردو کہ وہ آیتیں جو عقائد کے ابطال میں ہیں انکو نکال دو اور انکی جگہ اور آیتیں داخل کردو، امام رازی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ کفار کا یہ کہنا یا تو ہنسی کے طور پر تھا یا بطور آزمائش کے، یعنی وہ اسکو اگر بدل دیں تو ہم جان لیں کہ وہ سچے نبی ہیں۔ قُلْ مَا يَكُونُ لِيْٓ ...الخ جواب شکوہ ❶ نفی مختار کل از خاتم الانبیاء اللہ تعالیٰ نے آپکو حکم دیا ہے کہ تم کہدو کہ قرآن میرا بنایا ہوا نہیں کہ میں اس میں تغیر وتبدل کردوں بلکہ خدا کا نازل کیا ہوا ہے، اور میں اسے بدل دینے کا کچھ اختیار نہیں رکھتا۔ اِنْ اَتَّبِعُ ...الخ فریضہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم : میں تو صرف اسکے حکم کی پیروی کرتا ہوں جو میری طرف وحی کیا جاتا ہے اگر خدانخواستہ میں اپنے رب کی نافرمانی کروں تو میں ایک بڑے سخت دن کے عذاب سے ڈرتا ہوں۔

﴿۱۶﴾ قُلْ لَّوْ شَآءَ اللّٰهُ ...الخ جواب ❷ اگر اللہ تعالیٰ چاہتا اور اس کو یہ منظور نہ ہوتا تو یہ میں قرآن نہ تم کو پڑھ کر سناتا اور نہ خدا تم کو اسکی خبر دیتا میرے ذریعہ سے۔ فَقَدْ لَبِثْتُ فِيْكُمْ عُمُرًا مِّنْ قَبْلِهٖ : قرآن کے معجزہ ہونے کا بیان : میں تمہارے اندر ایک مدت یعنی چالیس سال سے نزول قرآن سے پہلے رہتا ہوں اور جب تک میرے پاس وحی نہیں آئی میں نے کچھ نہیں بیان کیا۔ اس جملہ سے قرآن کے معجزہ ہونیکی طرف اشارہ ہے کہ جو شخص چالیس برس تک لوگوں کے ساتھ رہا ہو اور نہ تعلیم حاصل کی، اور نہ کسی عالم سے ملا، نہ کوئی شعر کہا ہو، نہ خطبہ دیا ہو، پھر اچانک وہ ایک ایسی کتاب پیش کردے کہ جس کی فصاحت وبلاغت دنیا کے ہر کلام کی فصاحت وبلاغت سے اعلیٰ وارفع ہو، اور ہر نظم ونثر سے بالا ہو، اور افکار واعمال کے تمام ضابطے اسمیں مذکور ہوں گزشتہ وآئندہ کے واقعات صحیح صحیح بیان کئے گئے ہوں تو یقیناً ایسی کتاب کسی مخلوق کی ساختہ پرداختہ نہیں ہوسکتی اللہ کی طرف نازل کردہ ہی ہوگی۔ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ : تنبیہ : کیا تم کو اتنی بھی عقل نہیں، یعنی اتنا تو سمجھ سے کام لو کہ اگر میری یہ عادت ہوتی یا میرے دل میں کوئی ایسی بات ہوتی تو اس کا اظہار کبھی تو کرتا۔

﴿۱۷﴾ مشرکین کے لئے تنبیہ : اس شخص سے بڑھ کر کون ظالم ہوسکتا ہے، جو خدا تعالیٰ پر جھوٹ باندھے، یا اسکے احکام کو جھٹلائے؟ ﴿۱۸﴾ مشرکین کی حماقت : خدائے قادر مطلق عزاسمہ وجل مجدہٗ کے سامنے تو سر جھکاتے نہیں، اور ایسی چیزوں کی عبادت کرتے ہیں جو انکے کسی کام نہ آئیں، اس شرک اور بت پرستی کے باوجود توحید کا دعویٰ بھی کرتے ہیں۔

يَقُوْلُوْنَ ...الخ مشرکین کا شکوہ : کہتے ہیں کہ ان چیزوں کی عبادت محض اسلئے کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں سفارش کر کے ہمیں چھڑا سکیں گے حالانکہ سفارشی کے لئے خدا ہونا ضروری نہیں جو ان کا نظریہ عبادت ہے وہ غلط ہے، اللہ تعالیٰ اس سے بلند وبالا ہے کہ کوئی دوسرا بھی معبود ہونے میں اس کا شریک ہو۔ قُلْ اَتُنَبِّئُوْنَ اللّٰهَ ...الخ جواب شکوہ : مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو اپنے شریکوں کی خبر نہ تھی تم اللہ تعالیٰ کو اس کے شریکوں سے مطلع کررہے ہو حالانکہ اللہ تعالیٰ کا علم تمام اشیاء کو محیط ہے تو جب ان شریکوں کا اس کو علم نہیں تو معلوم ہوا کہ ان کا وقوع یا امکان باطل ہے جب امکان باطل ہے تو یہ عقیدہ شرکیہ بھی باطل ہے۔

سُبْحٰنَهٗ ...الخ غلط نظریہ کا رد : اللہ تعالیٰ پاک اور برتر ہے ان لوگوں کے شرک سے۔

پکارنا اور عبادت ایک چیز ہے۔ ازالہ شبہ : ممکن ہے کسی کو یہ شبہ ہو کہ اس آیت میں تو لفظ عبادت (یعبدون) کا موجود ہے پکارنے کا تو نہیں؟

جواب: اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے دعا اور پکارنے کو عبادت سے تعبیر کیا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: الدعاء هو العبادة ثم قرأ قال ربكم ادعوني استجب لكم : ترمذی: ج: ۲: ص ۱۷۳:، ابوداؤد: ج: ۱: ص ۲۸:، ابن ماجہ: ص ۲۸۰:، وطیالسی ص: ۱۰۸: ومستدرک: ج: ۱: ص ۴۹۱: وقال الحاکم والذهبي صحيح قال الترمذي حسن صحيح۔

ترجمہ: پکارنا عبادت ہے پھر آپ نے قرآن کریم کی یہی مذکورہ آیت اس پر بطور استشہاد پڑھی کہ پکارنا عبادت ہے۔
امام حاکم رحمۃ اللہ علیہ اور ذہبی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ یہ حدیث صحیح ہے امام ترمذی اس کو حسن اور صحیح کہتے ہیں۔ اس صحیح حدیث سے بھی معلوم ہوا کہ پکارنا عبادت ہے بلکہ ایک حدیث میں یوں آتا ہے کہ "لیس شیئی اکرم علی اللہ من الدعاء
(ادب المفرد: ص ۱۰۵ ؛ومستدرک: ج ۱: ص۔ ۴۹۰)
ترجمہ: اللہ تعالیٰ کے نزدیک پکارنے سے بڑھ کر پیاری اور عزیز چیز کوئی نہیں ہے، امام حاکم اور علامہ ذہبی نے کہا ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک پر حاضر ہو کر طلب مغفرت کی درخواست جائز ہے

اہل ممات کا استدلال: وہ کہتے ہیں کہ اس آیت کریمہ سے عند القبور استشفاع اور علی الخصوص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ اقدس پر حاضر ہو کر مغفرت کی سفارش کرنا ممنوع ثابت ہو رہا ہے کیونکہ یہی صورت اس منہی عنہ حکم میں داخل ہے۔
جواب: ❶ اس آیت کریمہ کی تفسیر میں ایک تو یہ کہا گیا ہے کہ اس سے بت (اصنام واوثان) مراد ہیں جیسا کہ تفسیر خازن: ج ۳: ص ۱۸۰ ؛، معالم التنزیل: ج ۳: ج ۱۸۰ ؛ برحاشیہ خازن تفسیر مظہری: ج ۵: ص ۱۶ ؛، روح المعانی: ج ۱۱: ص ۸۸ ؛ وغیرہ تفسیروں میں مذکور ہے اس تفسیر پر تو قطعاً کوئی اعتراض واشکال وارد نہیں ہوتا۔
دوسری تفسیر یہ ہے کہ "من دون اللہ" سے "اصنام واوثان" کے علاوہ فرشتے اور حضرت مسیح علیہ السلام وغیرہ حضرات بھی مراد ہوں جیسا کہ روح المعانی: ج ۱۱: ص ۸۸ ؛ وغیرہ میں اس کی تصریح موجود ہے۔ اس تفسیر پر بظاہر اشکال ہوگا مگر حقیقت میں کوئی اشکال نہیں۔
کیونکہ اس سے ایسی سفارش مراد ہے جو غائبانہ اور دور سے ہو، کیونکہ اس میں غیر اللہ کو حاضر وناظر اور عالم الغیب ماننا لازم آتا ہے جو ناجائز اور شرک ہے، اور اسی صورت کو حضرات فقہاء کرام رحمۃ اللہ علیہم نے: "مَنْ قَالَ ارواح المشائخ حاضرۃ تعلم یکفر" سے تعبیر کیا ہے۔
رہی قبر کے پاس قریب سے سفارش کی درخواست کرنا تو یہ اس مد میں ہرگز نہیں، کیونکہ قریب سے کسی کی درخواست والتجاء کو سن کر غیر اللہ کی اللہ تعالیٰ کے ہاں سفارش اگر اس میں داخل ہو اور شرک ہو تو زندہ سے بھی دعا کی التجاء کرنا شرک ہوگا، کیونکہ کوئی بھی بزرگ ہو، بہر حال وہ "من دون اللہ" میں داخل ہے تو چاہئے کہ زندہ بزرگ کو دعا کے سلسلہ میں اللہ تعالیٰ کے ہاں سفارشی بنانا بھی شرک ہو اور: "هٰٓؤُلَآءِ شُفَعَآؤُنَا عِنْدَ اللّٰهِ" کا مصداق ہو، حالانکہ صحیح احادیث سے ثابت ہے اور امت مسلمہ کا تعامل اس پر مستزاد ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لوگ دعا کی درخواست لے کر آتے تھے، اور آپ اللہ تعالیٰ کے ہاں ان کے لئے دعا فرمایا کرتے تھے۔
بخاری وغیرہ میں روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک لمبے قد اور کالے رنگ والی بی بی (حضرت ام زفر سعیرۃ الاسدیہ رضی اللہ عنہا) آئیں، اور انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے مرگی کے دورہ کا شکوہ کیا، اور پھر کہا "فَادْعُ اللّٰهَ" حضرت آپ میرے لئے اللہ تعالیٰ سے دعا فرمائیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر تو چاہے تو اس بیماری پر صبر کر، اور اللہ تعالیٰ تجھے جنت مرحمت فرمائے گا: "وَاِنْ شِئْتِ دعوتُ اللهَ اَنْ يُّعَافِيَكِ فقالت اَصْبِرُ" (الحدیث) اور اگر تو چاہے تو میں تیرے لئے اللہ تعالیٰ سے دعا کروں کہ وہ تجھے عافیت بخشے۔ وہ بی بی عرض کرنے لگی میں صبر ہی کرتی ہوں (تاکہ جنت کا سودا برقرار رہے) (بخاری: ج ۲: ص۔ ۸۴۴)
اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دعا کے سلسلہ میں اللہ تعالیٰ کے ہاں سفارشی بنانا شرک ہوتا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس بی بی کو سختی سے منع فرما دیتے اور کبھی بھی اس کے لئے دعا نہ فرماتے، حالانکہ اس صحیح حدیث میں: "وَاِنْ شِئْتِ دعوتُ الله" کے الفاظ صراحت سے موجود ہیں
حضرت شاہ عبد العزیز صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ زندہ کو اور عند القبر مردہ کو بسلسلہ دعا سفارشی بنانا دونوں صورتیں

درست ہیں اور ان میں کوئی بھی شرک نہیں ہے۔

علاوہ ازیں حضرات فقہاء کرام رحمہم اللہ اور علی الخصوص فقہاء احناف رحمہم اللہ کا تو وہ محتاط، نکتہ رس اور ذمہ دار طبقہ ہے جس کی مثال دنیا میں ناپید ہے اور حضرات مفسرین کرام رحمہم اللہ کا طبقہ ساتھ مل کر اس کو نور علیٰ نور بنا دیتا ہے۔ اور یہ تمام حضرات اس بات پر متفق ہیں کہ آنحضرت ﷺ کی قبر مبارک پر حاضر ہو کر طلب مغفرت کی درخواست کرنا جائز ہے۔

اور اسی طرح حضرات شیخین (حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ) سے یہ سفارش کروانا کہ آپ دونوں بزرگ آنحضرت ﷺ کے ہاں میرے لئے سفارش کریں، حالانکہ یہ دونوں بزرگ "من دون الله" میں داخل ہیں، اگر اس طرح کی سفارش اس آیت کریمہ کی تفسیر میں داخل ہو کر "هٰؤلاء شفعاءنا عند الله" کا مصداق ہوتی تو حضرات فقہاء کرم رحمہم اللہ اور مفسرین عظام رحمہم اللہ کا محتاط گروہ کبھی اس کی اجازت نہ دیتا، حالانکہ واقعہ اس کے بالکل خلاف ہے جو اس بات کی واضح دلیل ہے کہ اس آیت کی یہ تفسیر ہرگز نہیں ہے اور یہ نرا اختراع اور خانہ زاد ہے۔ اور مثلاً یہ آیت کریمہ "وَمَنْ اَضَلُّ مِمَّنْ يَّدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَنْ لَّا يَسْتَجِيْبُ لَهٗۤ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ وَهُمْ عَنْ دُعَآئِهِمْ غٰفِلُوْنَ (الاحقاف۔۵)

ترجمہ: اور اس سے بہکا کون ہے؟ جو پکارے اللہ کے سوا ایسے کو کہ نہ پہنچے اس کی پکار کو دن قیامت تک اور ان کو خبر نہیں ان کے پکارنے کی۔ اور مثلاً یہ ارشاد: وَيَوْمَ نَحْشُرُهُمْ جَمِيْعًا ثُمَّ نَقُوْلُ لِلَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا مَكَانَكُمْ اَنْتُمْ وَشُرَكَآؤُكُمْ فَزَيَّلْنَا بَيْنَهُمْ وَقَالَ شُرَكَآؤُهُمْ مَّا كُنْتُمْ اِيَّانَا تَعْبُدُوْنَ (۲۸) فَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ اِنْ كُنَّا عَنْ عِبَادَتِكُمْ لَغٰفِلِيْنَ (یونس۔۲۹)

ترجمہ: اور جس دن جمع کریں گے ہم ان سب کو پھر کہیں گے شرک کرنے والوں کو کھڑے ہو اپنی اپنی جگہ تم اور تمہارے شریک پھر ہم ان کو الگ الگ کر دیں گے اور کہیں گے ان کے شریک تم ہماری بندگی تو نہ کرتے تھے سو اللہ کافی ہے گواہ ہمارے اور تمہارے درمیان ہم کو تمہاری بندگی کی خبر نہ تھی۔

اور اسی مضمون کی بے شمار آیات جن سے ندائے حق کے مقدمہ باز بزرگ نے مقدمہ ص ۲ = سے ص ۱۴ = تک اپنے مضمون کا حجم بڑھایا ہے اور اس دور میں اس مسلک والوں کے امام مولانا سید عنایت اللہ شاہ صاحب بخاری و گجراتی ایسی ہی آیات کریمات کو بڑے لے سے پڑھ کر مجمع پر اپنے استدلال کی قوت ظاہر کیا کرتے ہیں اور ان کی پیروی میں دیگر مقررین اور مبلغین حضرات بھی ان کی نقل اتارتے ہیں اور ان ہی آیات سے عدم سماع موتیٰ پر حتیٰ کہ حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کا عند القبور سماع ایک اتفاقی اور اجماعی عقیدہ ہے اور اس میں کسی کا کوئی اختلاف نہیں تھا اب اس اختلاف کے موجد صرف یہی حضرات ہیں اور اس جدید اختلاف کا یہ زنگ دار اور ملمع سازی کا سہرا انہیں کے سر پر زیب دیتا ہے۔

ہمارے طرف سے ان تمام آیات کا پہلا اور اصولی جواب وہی ہے جو خلیفہ راشد حضرت عمر بن عبد العزیزؒ نے ایک منکرِ تقدیر کو دیا تھا، جس نے قرآنِ کریم کی بعض آیات سے انکارِ تقدیر کا مسئلہ سمجھ رکھا تھا، اور ان کا یہ جواب خاصی تفصیل کے ساتھ ابو داؤد میں موجود ہے۔ جو اس قابل ہے کہ سنہری حروف سے لکھا جائے۔ جس میں ان کا یہ ارشاد بھی ہے۔ لقد قروا منه ما قرأتم و علموا من تاويله ما جهلتم ... الخ (ابوداؤد، ج ۲، ص۔ ۲۷۸)

ترجمہ: کہ بلاشان سلف صالحین نے قرآن کریم پڑھا جیسے تم پڑھتے ہو مگر وہ اس کی تفسیر کو جانتے تھے، اور تم اس سے جاہل ہو۔

مطلب یہ ہے کہ قرآنِ کریم کی یہی آیات کریمات سلف صالحین کے سامنے بھی تھیں جن سے تم نے انکارِ تقدیر پر استدلال کیا

ہے مگر وہ حضرات تو ان آیات سے وہ مطلب ہر گز نہیں سمجھے جو تم سمجھے ہو اور نہ انہوں نے ان کی وہ تفسیر اور تعبیر کی ہے جو تم کرتے ہو۔ اور مدار تو انہی کی سمجھ پر ہے۔ پھر کیسے تسلیم کیا جائے کہ تمہارا استدلال صحیح اور ان کی سمجھ معاذ اللہ تعالیٰ غلط تھی؟

سو ہم بھی یہی عرض کرتے ہیں کہ ان تمام آیات کا عند القبور عدم سماع موتی سے ہر گز کوئی تعلق نہیں ہے، اگر تعلق ہوتا تو یقیناً سلف صالحینؒ صراحت کے ساتھ ان سے استدلال کرتے اور اپنے مخالفین کے سامنے بطور احتجاج ان کو پیش کرتے۔

کیونکہ یہ مسئلہ تو عہد صحابہ کرامؓ سے اختلافی چلا آرہا ہے مگر یقین جانئے کہ سلف صالحینؒ میں جو حضرات عدم سماع موتیٰ کے قائل تھے انہوں نے بھی ان سے استدلال نہیں کیا جو اس بات کی واضح دلیل ہے کہ یہ جملہ آیات اس مسئلہ سے بالکل غیر متعلق ہیں اور نری زبان آوری، لفاظی اور سینہ زوری سے کوئی مسئلہ ثابت نہیں ہوتا۔ ہاں عقیدت مند مرید اور کم علم ہم جماعتی لوگ وقتی طور پر ضرور وجد و سرور میں آسکتے ہیں کہ دیکھو فلاں صاحب نے قرآن کریم کی کتنی آیات اپنے دعویٰ پر پیش کر ڈالیں مگر نرے واہ واہ سے کیا بنتا ہے۔

جواب ۲: یہ ہے کہ عبادت کی کئی قسمیں ہیں مثلاً: سجدہ کرنا، طواف کرنا، اور نذر ونیاز دینا وغیرہ بلکہ جاہل لوگوں کا بزرگوں کی قبروں پر چراغاں کرنا، اور جھاڑو دینا بھی کار ثواب ہی سمجھتے ہیں، اب اگر کوئی شخص کسی بزرگ کی قبر پر چپکے سے آکر سجدہ کرتا ہے یا خاموش رہ کر طواف کرتا ہے، یا قبر پر نذر ونیاز یہی آکر رکھ دیتا ہے، تو بزرگوں کو ان کی اس عبادت کی کیا خبر ہے؟ اور اسی طرح دور دراز سے ان کا پکارنے کی کیا خبر ہے؟ یہ تمام امور اپنے مقام پر حق اور صحیح ہیں۔

جواب ۳: یہ ہے کہ اگر ان آیات کریمات سے عند القبور سماع موتیٰ کی نفی ہوتی تو آنحضرت ﷺ جن پر یہ آیات نازل ہوئی تھیں امت کو کبھی عند القبور سلام کہنے کی تلقین اور طریقہ ارشاد نہ فرماتے کیونکہ آپ (معاذ اللہ تعالیٰ) قرآن کریم کی آیات کی خلاف ورزی کے لئے تشریف نہیں لائے تھے، بلکہ ان کی مراد اور تفسیر لوگوں پر واضح کرنے اور ان پر عمل کرنے اور کرانے کے لئے مبعوث ہوئے تھے، اور پھر جمہور امت نے بھی عند القبور سلام کہنے کا طریقہ اپنایا ہی ہے، اس کا رد اور انکار نہیں کیا۔

اور یہ تمام آیات کریمات ان حضرات کے سامنے تھیں اور بعد میں آنے والوں سے کہیں بڑھ کر وہ حضرات قرآن کریم پڑھتے بھی تھے اور اس کو صحیح معنی میں بھی سمجھتے تھے اور اس پر عمل بھی کرتے تھے۔

جواب ۴: یہ ہے کہ اگر واقعی اور سچ مچ ان آیات کریمات سے قطعی اور حتمی طور پر عند القبور سماع کی نفی ہوتی ہے تو جو حضرات سماع موتیٰ کے قائل ہیں ان کو کھل کر کافر کہنا چاہئے؟ کیونکہ قرآن کریم کی کسی ایک آیت کا انکار یا اس کی بے جا تاویل کفر ہے، اور یہی وجہ ہے کہ حضرت ابو بکر ؓ نے منکرین زکوۃ کی "خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً" (الآیۃ) کی تاویل کو در خور اعتنا نہیں سمجھا اور ان کو کافر سمجھ کر ان سے جہاد کیا، پھر کیا وجہ ہے کہ قرآن کریم کی بے شمار آیات کے منکر یا مؤول کافر قرار نہ پائیں؟ جو حضرات محض تحزب اور تعصب کے جوش میں آکر ایسا کرتے ہیں ان کو ہوش میں آکر ان امور پر غور کرنا چاہئے۔

ندائے حق کے مقدمہ میں مقدمہ باز بزرگ نے بزعم خویش پینسٹھ آیات پیش کی ہیں اور آخر میں لکھتے ہیں۔ ان قطعیات ویقینیات کے ہوتے ہوئے کسی سلف یا خلف اکابر یا اصاغر جماہیر یا مشاہیر کا قول وفعل حجت نہیں بن سکتا۔ (بلفظہ: ص۔ ۱۴)

شاباش اسی کا نام ہے علمی تحقیق۔ لاحول ولا قوۃ الا باللہ۔ "قطعیات ویقینیات سے کیا مراد ہے؟ اگر یہ مراد ہے کہ یہ قرآن کریم کی آیات ہیں جن کا ثبوت قطعی اور یقینی ہے تو یہ بتلایا جائے کہ سلف وخلف اور اکابر واصاغر اور جماہیر ومشاہیر نے ان کا کب اور کہاں انکار کیا ہے؟ اور اگر مراد یہ ہے کہ ان کی عدم سماع موتیٰ پر دلالت قطعی اور یقینی ہے تو یہ مؤلف مذکور کا زعم باطل ہے۔ (اس کیلئے ثبوت درکار ہے) لا ریب فیہ۔ بڑے دکھ کے ساتھ یہ کہنا پڑتا ہے کہ دوسروں کے اکابر کو کوسنا اور ان پر برسنا تو ہمیشہ سے چلا

آرہا ہے لیکن خود اپنے ہی اکابر کی مٹی جس طرح ان یارلوگوں نے پلیدی کی ہے دنیا کے کسی باہوش فرقہ سے اس کی نظیر نہیں ملتی۔ الٰہی!

عطا اسلاف کا جذب دروں کر	شریکِ زمرئہ لایحزوں کر

لیکن بات اسی پر ختم نہیں ہوسکتی کہ سلف وخلف اور جماہیر ومشاہیر اور اکابر واصاغر کا قول وفعل ان قطعیات اور یقینات کے مقابلہ میں حجت نہیں، بلکہ قرآنِ کریم کی قطعی اور یقینی آیات اور قطعی اور یقینی کا مطلب ومراد (جو کہ مؤلف مذکور کا مدعیٰ ہے) کے مقابلہ میں رائے اور نظریہ رکھنے والوں کی کھلے طور پر تکفیر درکار ہے۔ دیدہ باید۔

جواب: ۵ یہ ہے کہ امام القاضی ناصر الدین ابوسعید عبداللہ بن عمر البیضاوی رحمۃ اللہ (المتوفی ۶۸۵ھ۔ وَهُمْ عَنْ دُعَآئِهِمْ غٰفِلُوْنَ کی تفسیر میں لکھتے ہیں لانها اما جمادات و اما عباد مُسَخّرون مشتغلون باحوالهم (تفسیر بیضاوی: ص۔ ۴۴۳)

ترجمہ: اس لئے کہ وہ یا تو جمادات (بت) ہیں اور یا تابع فرمان بندے ہیں جو اپنے احوال میں مصروف ومشغول ہیں۔

اس سے معلوم ہوا کہ ان کی غفلت اور عدم سماع اس لئے نہیں کہ وہ سنتے نہیں اور ان میں سننے کی اہلیت نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کے مقبول بندے اس لئے پکارنے والوں کی پکار سے غافل اور بے خبر ہیں کہ وہ اپنے احوال میں مصروف ہیں اور پکارنے والے کی پکار کی طرف ان کی توجہ والتفات ہی نہیں اور بغیر توجہ اور التفات کے سننا کیسا؟ (سماع موتی: ص ۲۴۹ ،۲۵۸)

نوٹ: اس وقت جدید ذرائع سے اس فتنہ کو پوری دنیا میں بڑی تیزی سے پھیلایا جارہا ہے اہل علم کیلئے اس کا تعاقب اور سدباب کرنا فرض کفایہ ہے۔

﴿۱۹﴾ انسانی فطرت: دراصل سارے انسان خدا پرست تھے اور یہی اصل انکی فطرت تھی یہ شرک تو بعد میں آیا۔

وَلَوْلَا: ازالہ شبہ: کہ شرک کے ارتکاب پر عذاب الٰہی کیوں نہیں آیا؟ فرمایا! اگر تقدیر الٰہی میں مہلت کا فیصلہ نہ ہوتا تو ابھی دنیا میں ان کا معاملہ صاف کردیا جاتا۔

﴿۲۰﴾ کفار مکہ کا عناداً مطالبہ: کفار آنحضرت ﷺ کی نبوت پر معجزات طلب کرتے تھے، جیسے حضرت صالح علیہ السلام کو اللہ نے بطور معجزہ کے اونٹنی عطا کی، اسی طرح آپ کے لئے کوہ صفا کو سونا کیوں نہیں بنایا گیا؟ یا مکہ کے پہاڑ اپنی جگہ سے ہٹ جائیں اور یہاں باغات اور نہریں جاری ہوجائیں جب اللہ تعالیٰ قادر مطلق ہے تو ایسا ہونا چاہئے تھا؟۔ فَقُلْ ... الخ جواب مطالبہ: اللہ پاک نے ان کے مطالبہ کا جواب دیا کہ آپ کہہ دیجئے کہ یہ ساری باتیں یعنی معجزہ کا وقوع یا عدم وقوع اللہ کے قبضہ میں ہیں وہ غیب کی خبریں جانتا ہے تم بھی منتظر رہو میں بھی تمہارے ساتھ منتظر ہوں۔ خلاصہ یہ ہے کہ ان امور کو منصب رسالت سے کوئی تعلق نہیں البتہ دیکھ لیتے ہیں کہ ہدایت کے ذریعہ ترقی کس کو ملتی ہے، اور گمراہی کے ذریعہ تنزلی کس کو ملتی ہے، تم بھی انتظار کرو میں بھی اللہ تعالیٰ کے حکم کا انتظار کرتا ہوں۔

وَاِذَآ اَذَقْنَا النَّاسَ رَحْمَةً مِّنْۢ بَعْدِ ضَرَّآءَ مَسَّتْهُمْ اِذَا لَهُمْ مَّكْرٌ فِيْٓ اٰيَاتِنَا ؕ قُلِ اللّٰهُ

اور جس وقت چکھائیں ہم لوگوں کو مہربانی تکلیف کے بعد جوان کو پہنچی ہوتو اچانک ان لوگوں کیلئے حیلہ ہوتا ہے ہماری آیتوں کو (ٹالنے) کے بارے میں (اے پیغمبر) آپ کہہ دیجئے

اَسْرَعُ مَكْرًا ؕ اِنَّ رُسُلَنَا يَكْتُبُوْنَ مَا تَمْكُرُوْنَ ﴿۲۱﴾ هُوَ الَّذِيْ يُسَيِّرُكُمْ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ ؕ

اللہ تعالیٰ بہت جلدی تدبیر کرنے والا ہے بیشک ہمارے فرشتے لکھتے ہیں ان چیزوں کو جو یہ حیلے کرتے ہیں ﴿۲۱﴾ اللہ تعالیٰ کی وہی ذات ہے جو چلاتا ہے تم کو خشکی اور دریا میں

حَتّٰىٓ اِذَا كُنْتُمْ فِي الْفُلْكِ ۚ وَجَرَيْنَ بِهِمْ بِرِيْحٍ طَيِّبَةٍ وَّفَرِحُوْا بِهَا جَآءَتْهَا رِيْحٌ عَاصِفٌ

یہاں تک کہ جب تم کشتی میں ہوتے ہو اور وہ کشتیاں ان لوگوں کو لے کر چلتی ہیں خوشگوار ہوا کے ساتھ اور یہ خوش ہوجاتے ہیں اس کے ساتھ تو اچانک آجاتی ہے

وَجَآءَهُمُ الْمَوْجُ مِنْ كُلِّ مَكَانٍ وَّظَنُّوْٓا اَنَّهُمْ اُحِيْطَ بِهِمْ ۙ دَعَوُا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ

ان کے پاس تند ہوا اور آجاتی ہے ان کے پاس موج ہر طرف سے اور پھر وہ گمان کرتے ہیں کہ اب وہ گھیر لئے گئے تو اس وقت پکارتے ہیں اللہ کو

الدِّيْنَ ۚ لَئِنْ اَنْجَيْتَنَا مِنْ هٰذِهٖ لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الشّٰكِرِيْنَ ﴿٢٢﴾ فَلَمَّآ اَنْجٰىهُمْ اِذَا هُمْ يَبْغُوْنَ فِى

خالص کرنیوالے ہوتے ہیں اس کے لئے اطاعت کو اور کہتے ہیں کہ اگر تو ہمیں نجات دے گا تو ضرور ہو جائیں گے ہم شکر ادا کرنیوالے ﴿۲۲﴾ پھر جب وہ ان کو نجات دیتا ہے تو

الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ ۭ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّمَا بَغْيُكُمْ عَلٰٓي اَنْفُسِكُمْ ۙ مَّتَاعَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۡ ثُمَّ اِلَيْنَا

اچانک وہ بغاوت کرتے ہیں زمین میں ناحق۔ اے لوگو! بیشک تمہاری بغاوت تمہارے نفسوں پر ہے یہ سامان ہے دنیا کی زندگی کا پھر ہماری طرف ہی تم سب کا لوٹ کر آنا ہے

مَرْجِعُكُمْ فَنُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿٢٣﴾ اِنَّمَا مَثَلُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا كَمَاۗءٍ اَنْزَلْنٰهُ مِنَ السَّمَاۗءِ

پس ہم بتلادیں گے تم کو جو کچھ تم کام کیا کرتے تھے ﴿۲۳﴾ بیشک مثال دنیا کی زندگی کی ایسی ہے جیسے پانی اتارا ہم نے آسمان سے پھر رل مل گئیں اس (پانی کی وجہ) سے

فَاخْتَلَطَ بِهٖ نَبَاتُ الْاَرْضِ مِمَّا يَاْكُلُ النَّاسُ وَالْاَنْعَامُ ۭ حَتّٰٓي اِذَآ اَخَذَتِ الْاَرْضُ زُخْرُفَهَا

زمین کی سبزیاں جس کو کھاتے ہیں لوگ اور مویشی یہاں تک کہ جب پکڑ لیتی ہے زمین رونق اور مزین ہو جاتی ہے اور گمان کرتے ہیں اس (زمین) کے

وَازَّيَّنَتْ وَظَنَّ اَهْلُهَآ اَنَّهُمْ قٰدِرُوْنَ عَلَيْهَآ ۙ اَتٰىهَآ اَمْرُنَا لَيْلًا اَوْ نَهَارًا فَجَعَلْنٰهَا حَصِيْدًا

رہنے والے کہ وہ قادر ہیں اس پر تو اچانک آتا ہے ان کے پاس ہمارا حکم رات کے وقت یا دن کے وقت پس کر دیتے ہیں ہم اس کو کٹے ہوئے کھیت کیطرح گویا کہ کل

كَاَنْ لَّمْ تَغْنَ بِالْاَمْسِ ۭ كَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ﴿٢٤﴾ وَاللّٰهُ يَدْعُوْٓا اِلٰى

(گزشتہ دن) وہ آباد ہی نہ تھی اس طرح ہم تفصیل سے بیان کرتے ہیں نشانیاں ان لوگوں کیلئے جو غور وفکر کرتے ہیں ﴿۲۴﴾ اور اللہ تعالیٰ بلاتا ہے سلامتی کے گھر

دَارِ السَّلٰمِ ۭ وَيَهْدِيْ مَنْ يَّشَاۗءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿٢٥﴾ لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوا الْحُسْنٰى وَزِيَادَةٌ ۭ

کی طرف اور راہ دکھاتا ہے جس کو چاہے صراط مستقیم کی طرف ﴿۲۵﴾ وہ لوگ جنہوں نے نیکی کی ان کیلئے ہوگی اور زیادہ بھی اور نہ چڑھے گی

وَلَا يَرْهَقُ وُجُوْهَهُمْ قَتَرٌ وَّلَا ذِلَّةٌ ۭ اُولٰۗىِٕكَ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿٢٦﴾ وَالَّذِيْنَ

ان کے چہروں پر سیاہی اور نہ ذلت یہی لوگ ہیں جنت میں داخل ہونے والے وہ اس (جنت) میں ہمیشہ رہنے والے ہوں گے ﴿۲۶﴾ اور وہ لوگ

كَسَبُوا السَّيِّاٰتِ جَزَاۗءُ سَيِّئَةٍۢ بِمِثْلِهَا ۙ وَتَرْهَقُهُمْ ذِلَّةٌ ۭ مَا لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ عَاصِمٍ ۚ

جنہوں نے کمائی ہیں برائیاں بدلہ برائی کا اس جیسا ہی ہوگا اور چڑھے گی ان پر ذلت نہیں ہوگا ان کیلئے اللہ کے سامنے کوئی بچانے والا گویا کہ اوڑھا دیے گئے

كَاَنَّمَآ اُغْشِيَتْ وُجُوْهُهُمْ قِطَعًا مِّنَ الَّيْلِ مُظْلِمًا ۭ اُولٰۗىِٕكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا

ہیں ان کے چہروں پر ٹکڑے تاریک رات کے یہی لوگ ہیں دوزخ میں جانے والے وہ اس میں ہمیشہ رہنے

خٰلِدُوْنَ ﴿۲۷﴾ وَيَوْمَ نَحْشُرُهُمْ جَمِيعًا ثُمَّ نَقُولُ لِلَّذِينَ أَشْرَكُوا مَكَانَكُمْ أَنْتُمْ وَشُرَكَاؤُكُمْ

والے ہوں گے ﴿۲۷﴾ اور جس دن ہم اکٹھا کریں گے ان سب کو پھر کہیں گے ان لوگوں سے جنہوں نے شرک کیا کہ تم اپنی جگہ پر ٹھہرے رہو تم اور تمہارے شریک بھی

فَزَيَّلْنَا بَيْنَهُمْ وَقَالَ شُرَكَاؤُهُمْ مَا كُنْتُمْ إِيَّانَا تَعْبُدُونَ ﴿۲۸﴾ فَكَفَىٰ بِاللَّهِ شَهِيدًا بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ

پھر ہم جدائی ڈالیں گے ان کے درمیان اور کہیں گے ان کے شریک کہ تم نہیں تھے ہماری عبادت کرتے ﴿۲۸﴾ پس کافی ہے اللہ تعالیٰ گواہ ہمارے درمیان اور تمہارے درمیان

إِنْ كُنَّا عَنْ عِبَادَتِكُمْ لَغَافِلِينَ ﴿۲۹﴾ هُنَالِكَ تَبْلُو كُلُّ نَفْسٍ مَا أَسْلَفَتْ وَرُدُّوا إِلَى اللَّهِ

بیشک ہم تمہاری عبادت سے البتہ غافل تھے ﴿۲۹﴾ اس وقت آزمالے گا ہر نفس جو اس نے آگے بھیجا اور لوٹائے جائیں گے وہ اللہ کی طرف جو ان کا سچا آقا ہے

مَوْلَاهُمُ الْحَقِّ وَضَلَّ عَنْهُمْ مَا كَانُوا يَفْتَرُونَ ﴿۳۰﴾

اور گم ہو جائیں گی ان سے وہ چیزیں جن کو وہ افتراء کیا کرتے تھے ﴿۳۰﴾

ع ۸ النصف

﴿۲۱﴾ وَإِذَا أَذَقْنَا النَّاسَ ...الخ ربط آیات : اوپر شرک کا رد تھا "وَيَعْبُدُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ" اب آگے مشرکین کی تلون مزاجی کا ذکر ہے کہ جب ہم انکو خوشی دیتے ہیں تو پھر اپنی سابقہ شرارتوں کی طرف لوٹ آتے ہیں۔

خلاصہ رکوع ۳ کفار مکہ کی تلون مزاجی، کفار مکہ کے حیلے، جواب حیلے، فرشتوں کی ڈیوٹی، تذکیر بالآء اللہ سے توحید خداوندی پر عقلی دلائل، مشرکین کی شرارت، تذکیر بمابعد الموت، مجازات اعمال، دنیا کی زندگی کی مثال، دعوت الٰہی، منعمین، آخرت میں کفار کے چہروں کی کیفیت، تذکیر بمابعد الموت، مکالمہ خداوندی، جواب مکالمہ، معبودان باطلہ کا کفار سے بیزاری کا اعلان، توہمات کا خاتمہ۔ ماخذ آیات ۲۱: تا ۳۰+

کفار مکہ کی تلون مزاجی : مکہ والوں پر اللہ تعالیٰ نے سات سال تک قحط مسلط کیا جب ہلاکت کے قریب پہنچ گئے تو گھبرا کر آنحضرت ﷺ سے دعا کی درخواست کی اور وعدہ کیا کہ یہ عذاب اٹھ جائے تو ہم ایمان لے آئیں گے جب آپ کی دعا سے قحط دور ہوا تو پھر شرارتیں کرنے لگے۔ إِذَا لَهُمْ مَكْرٌ ...الخ مشرکین کے حیلے : تو وہ ہماری آیتوں کے متعلق حیلے کرنے لگتے ہیں، مطلب یہ ہے کہ آیات الٰہی کو نہ ماننے کے بہانے تراش لیتے ہیں اور طعن و تشنیع سے پیش آتے ہیں۔

قُلِ اللَّهُ ...الخ جواب حیلے : اللہ تعالیٰ نے فرمایا آپ فرما دیجئے کہ مکر کی سزا اللہ تعالیٰ جلد ہی دینے والا ہے اللہ تعالیٰ کی تدبیر کے سامنے کسی کی تدبیر کیا حیثیت رکھتی ہے؟ وہ مجرم لوگوں کی باگ ڈھیلی چھوڑتا ہے یہ اسکی طرف سے مہلت ہے۔

إِنَّ رُسُلَنَا ...الخ فرشتوں کی ڈیوٹی : فرمایا جو کچھ یہ لوگ حیلہ سازی کرتے ہیں ہمارے فرشتے اس کو لکھ لیتے ہیں۔

﴿۲۲﴾ توحید خداوندی پر عقلی دلیل : اللہ پاک نے اپنے بہت بڑے انعام کا ذکر فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہیں سمندر کی تیز ہواؤں میں موت کے منہ سے بچاتا ہے اس وقت اسکی شکر گزاری کا عہد بھی کرتے ہو کہ اسی اعتقاد خالص پر قائم رہیں گے اور کبھی آئندہ شرک نہیں کریں گے۔

﴿۲۳﴾ مشرکین کی شرارت : جب اللہ تعالیٰ کے فضل سے نجات پاتے ہو پھر اس سے بغاوت کرتے ہو، یاد رکھو اس بغاوت کا اثر تم پر ہی پڑے گا۔ ثُمَّ إِلَيْنَا ...الخ تذکیر بمابعد الموت : پھر اس چند روزہ زندگی کے بعد ہماری طرف لوٹ کر آنا ہے۔

فَنُنَبِّئُكُم ...الخ مجازات اعمال پھر اس وقت ہم تم کو تمہارے اعمال سے خبردار کریں گے اور انکے مناسب تم کو سزا دیں گے۔

اللہ کے صانع ہونے پر دلیل: حضرت امام رازی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: کہ کسی نے حضرت امام جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ سے سوال کیا کہ آپ میرے لیے حق تعالیٰ شانہٗ کے اثبات صانع پر کوئی دلیل بیان فرمائیں؟ انہوں نے فرمایا! آپ کا کیا پیشہ ہے؟ اس نے عرض کیا سمندری تجارت کرتا ہوں۔ کشتیوں کے ذریعہ سامان لاتا ہوں، آپ نے فرمایا! کبھی ایسا بھی ہوا ہے کہ کشتی ٹوٹ گئی ہو اور تو ایک تختہ پر بیٹھا رہ گیا ہو، اور ہر سمت سے تیز ہوائیں آرہی ہوں؟ اس نے عرض کیا جی ایک مرتبہ ایسا ہوا ہے، تو حضرت امام جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا پھر آپ نے اس وقت کیا کیا؟ اس نے عرض کیا کہ گریہ زاری کی اور دعا مانگی۔ تو حضرت امام صاحب نے فرمایا بس یہی میرا خدا اور صانع ہے جس سے تو نے دعا مانگی تھی اور اس نے تجھے نجات عطا فرمائی۔ (تفسیر کبیر: ص:۲۳۳: ج۔۱۸)

﴿۲۴﴾ **دنیا کی زندگی کی مثال:** کیا اسی پر مغرور ہو کر اللہ تعالیٰ سے تعلق توڑتے ہو؟ تفصیل آیت میں موجود ہے۔

﴿۲۵﴾ **دعوت الٰہی:** اللہ تعالیٰ تمہیں سلامتی کا راستہ دکھاتا ہے جو ہر قسم کے رنج و غم سے سالم ہے۔

﴿۲۶﴾ **منعمین:** "اَلْحُسْنٰى" سے مراد جنت ہے "وَزِيَادَةٌ" سے مراد دیدار خداوندی ہے۔ یہ قول حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی جماعت کا ہے جن میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ اور حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہم اور جماعت تابعین رحمہم اللہ کا ہے۔ (معالم التنزیل: ص:۲۹۶: ج:۲: روح المعانی: ص:۱۳۷: ج:۱۱: کبیر: ص:۲۴۰: ج۔۱۷)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ "اَلْحُسْنٰى" سے مراد نیکی ہے اور "وَزِيَادَةٌ" سے مراد اس نیکی کا دس گنا سے سات سو گنا تک بڑھنا ہے۔ حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں "اَلْحُسْنٰى" سے مراد نیکی ہے اور "وَزِيَادَةٌ" سے مراد مغفرت اور اللہ تعالیٰ کی خوشنودی ہے۔ (معالم التنزیل: ص:۲۹۶: ج۔۲)

دیدار خداوندی: چنانچہ حدیث پاک میں ہے کہ: "قَالَ النَّبِيُّ ﷺ۔ قَالَ "إِذَا دَخَلَ أَهْلُ الْجَنَّةِ الْجَنَّةَ۔ قَالَ۔ يَقُولُ اللهُ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى تُرِيدُونَ شَيْئًا أَزِيدُكُمْ فَيَقُولُونَ أَلَمْ تُبَيِّضْ وُجُوهَنَا أَلَمْ تُدْخِلْنَا الْجَنَّةَ وَتُنَجِّنَا مِنَ النَّارِ۔ قَالَ۔ فَيَكْشِفُ الْحِجَابَ فَمَا أُعْطُوا شَيْئًا أَحَبَّ إِلَيْهِمْ مِنَ النَّظَرِ إِلٰى رَبِّهِمْ عَزَّ وَجَلَّ"۔

(صحیح مسلم: ج:۱ص:۱۰۰)

ترجمہ: حضرت صہیب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا جب اہل جنت جنت میں داخل ہو جائیں گے۔ اللہ پاک فرمائیں گے کچھ اور چاہیئے؟ جنتی عرض کریں گے اے مولیٰ کریم کیا تو نے ہمارے چہرے روشن نہیں کر دیئے؟ کیا تو نے ہمیں جنت میں داخل نہیں کر دیا؟ کیا تو نے ہمیں دوزخ سے نہیں بچالیا؟ اس سے زیادہ ہمیں کیا چاہیئے اور کس چیز کی خواہش کر سکتے ہیں، اللہ پاک فوراً (اپنے چہرے سے) پردہ اٹھائیں گے، اور اہل جنت کی طرف دیکھیں گے، پس اس وقت جو کچھ انکو جنت میں دیا گیا ہو گا سب سے زیادہ محبوب انکو اللہ تعالیٰ کی طرف دیکھنا ہو گا، یعنی اللہ کے دیدار کے مقابلہ میں جنت کی ساری نعمتیں ہیچ ہو جائیں گی۔

علامہ قرطبی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ پردہ کھول دینے سے مراد یہ ہے کہ اللہ کے دیدار سے تمام رکاوٹیں دور کر دی جائیں گی اور جنتی اپنی آنکھوں سے نور عظمت وجلال کو اسی طرح دیکھیں گے جس طرح وہ ہے، گویا مخلوق کے لئے پردہ ہے مخلوق اسکو یہاں نہیں دیکھ سکتی اسکی آنکھوں کے لئے پردہ ہے خالق کے لئے پردہ نہیں ہے وہ مخفی نہیں ہے بلکہ مخلوق کی آنکھوں پر پردہ ہے۔ (قرطبی ص ۹۸ ج ۸ مظہری ص ۲ ج ۵)

وَلَا يَرْهَقُ وُجُوهَهُمْ قَتَرٌ وَّلَا ذِلَّةٌ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں "قتر" اس غبار کو کہتے ہیں جس میں سیاہی ہو "ذلۃ" کا معنیٰ ہے حقارت، یعنی دوزخیوں کی طرح اہل جنت کے چہروں پر نہ غبار کی سیاہی چھائی ہوئی ہوگی نہ

ذلت کی۔ (مظہری: ص: ۲۳: ج۔۵)

دیدار باری تعالیٰ کے بارے میں یہ بات ضرور یاد رکھیں کہ: اللہ تعالیٰ کا اس جہاں میں دیدار نہیں ہوسکتا، آخرت میں اہل جنت اللہ تعالیٰ کا دیدار کریں گے۔ ارشاد باری: "لَا تُدْرِكُهُ الْأَبْصَارُ وَهُوَ يُدْرِكُ الْأَبْصَارَ"۔ (الانعام: ۱۰۱) ترجمہ: "نگاہیں اس کو نہیں پاسکتیں اور وہ تمام نگاہوں کو پالیتا ہے۔" اس آیت میں نفی ادراک احاطہ کی ہے دیدار کی نہیں۔

﴿۲۷﴾ **آخرت میں کفار کے چہروں کی کیفیت:** جو لوگ سلامتی کے راستہ کی بجائے برائی کا راستہ اختیار کریں گے، ان کے چہرے اس قدر سیاہ وتاریک ہونگے کہ گویا اندھیری رات کی تہیں ان پر جما دیں گئیں، اور اس سزا کو بھگتنے کے لئے جہنم میں داخل ہوں گے۔ (العیاذ باللہ)

﴿۲۸﴾ **ربط آیات:** اوپر جنت ودوزخ کا ذکر تھا، آگے تذکیر بما بعد الموت یعنی قیامت اور اس کے حالات کا ذکر ہے۔ ثُمَّ نَقُوْلُ ...الخ **مکالمہ خداوندی:** پھر ہم کہیں گے ان لوگوں سے جنہوں نے شرک کیا کہ تم اپنی جگہ پر ٹھہرے رہو اور تمہارے شریک بھی پھر ہم جدائی ڈالیں گے ان کے درمیان۔ وَقَالَ شُرَكَاؤُهُمْ... الخ **جواب مکالمہ از بت:** اس سے مراد بت ہیں۔ (معالم التنزیل: ص: ۲۹۷: ج: ۲: روح المعانی: ص: ۱۴۳: ج: ۱۱: مظہری: ص: ۲۴: ج: ۵: کبیر: ص: ۲۴۵: ج۔۱۷)

مطلب یہ ہے کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اپنی قدرت کاملہ سے بتوں کو قوت گویائی عطا کریں گے، اور وہ بیزاری کا اعلان کریں گے کہ تم ہماری عبادت نہیں کرتے تھے، اور ہمیں اسکی کیا خبر تھیں۔ "قَالُوْٓا اَنْطَقَنَا اللّٰهُ الَّذِيْٓ اَنْطَقَ كُلَّ شَيْءٍ" (حم سجدہ۔۲۱) اور اگر اس سے مراد اس کے نیک بندے جیسے حضرت عزیر علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور اصحاب قبور ہیں تو مطلب یہ ہے کہ انکو کیا پتہ کہ انکی کس نے عبادت کی ہے؟ کیونکہ وہ غیب کا علم تو نہیں رکھتے تھے۔

﴿۲۹﴾ **معبودان باطلہ کا کفار سے اعلان بیزاری:** قیامت کے دن عجیب افراتفری اور نفسی نفسی کا عالم ہوگا کہ مشرکین، جن کو اپنی توہمات کے مطابق پوجتے تھے، سب بیزاری کا علاان کردیں گے، اور کہیں گے خدا گواہ ہے کہ تم نے ہماری رضا اور اجازت سے یہ حرکت نہیں کی بلکہ ہم تمہاری ان حرکات سے غافل تھے ہمیں پتہ بھی نہیں تھا۔ واللہ اعلم

﴿۳۰﴾ **توہمات کا خاتمہ:** قیامت کے دن اپنے تمام اچھے برے اعمال کا اندازہ ہوجائے گا کہ وہ کتنا وزن رکھتے ہیں۔

قُلْ مَنْ يَّرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ اَمَّنْ يَّمْلِكُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَمَنْ يُّخْرِجُ الْحَيَّ

اے پیغمبر! آپ کہہ دیجئے کون ہے جو رزق دیتا ہے تمہیں آسمان سے اور زمین سے یا کون ہے وہ جو مالک ہے کانوں کا اور آنکھوں کا اور کون ہے جو نکالتا ہے زندہ کو مردہ سے اور

مِنَ الْمَيِّتِ وَيُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ وَمَنْ يُّدَبِّرُ الْاَمْرَ ۭ فَسَيَقُوْلُوْنَ اللّٰهُ ۚ فَقُلْ اَفَلَا

نکالتا ہے مردہ کو زندہ سے اور کون ہے وہ جو تدبیر کرتا ہے تمام معاملے کی یقیناً کہیں گے یہ لوگ کہ اللہ ہی ہے تو آپ کہہ دیجئے پھر کیوں نہیں

تَتَّقُوْنَ ﴿۳۱﴾ فَذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمُ الْحَقُّ ۚ فَمَاذَا بَعْدَ الْحَقِّ اِلَّا الضَّلٰلُ ۚ فَاَنّٰى تُصْرَفُوْنَ ﴿۳۲﴾

تم ڈرتے ﴿۳۱﴾ یہی ہے اللہ تمہارا پروردگار سچا پس کیا ہے حق کے بعد سوائے گمراہی کے تم کدھر پھرے جارہے ہو ﴿۳۲﴾

كَذٰلِكَ حَقَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ عَلَى الَّذِيْنَ فَسَقُوْٓا اَنَّهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۳۳﴾ قُلْ هَلْ مِنْ

اسی طریقے سے ثابت ہوچکی ہے بات تیرے پروردگار کی ان لوگوں پر جنہوں نے فسق کیا بیشک وہ ایمان نہیں لاتے ﴿۳۳﴾ (اے پیغمبر!) آپ کہہ دیں (اے شرک کرنے والو!)

شُرَكَآئِكُمْ مَّنْ يَّبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ ۭ قُلِ اللّٰهُ يَبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ فَاَنّٰى تُؤْفَكُوْنَ ۝۳۴

کیا ہے تمہارے شریکوں میں سے کوئی جو اول الخلق کو پیدا کرتا ہو اور پھر اسے دوبارہ لوٹائے آپ کہہ دیجئے اللہ تعالیٰ ہی ہے جو خلق کو پہلی مرتبہ پیدا کرتا ہے پھر اس کو لوٹائے گا پس تم کدھر پلٹائے جاتے ہو ﴿۳۴﴾

قُلْ هَلْ مِنْ شُرَكَآئِكُمْ مَّنْ يَّهْدِيْٓ اِلَى الْحَقِّ ۭ قُلِ اللّٰهُ يَهْدِيْ لِلْحَقِّ ۭ اَفَمَنْ يَّهْدِيْٓ اِلَى

اے پیغمبر آپ کہہ دیجئے کیا تمہارے شریکوں میں سے کوئی ہے جو راہنمائی کرے حق کی طرف؟ آپ کہہ دیجئے اللہ تعالیٰ ہی راہنمائی کرتا ہے حق کی طرف بھلا وہ ہستی جو راہنمائی کرتی

الْحَقِّ اَحَقُّ اَنْ يُّتَّبَعَ اَمَّنْ لَّا يَهِدِّيْٓ اِلَّآ اَنْ يُّهْدٰى ۚ فَمَا لَكُمْ ۣ كَيْفَ تَحْكُمُوْنَ ۝۳۵

ہے حق کی طرف زیادہ حق دار ہے اس کی اتباع کی جائے یا وہ جو نہیں راہ پاتا مگر یہ کہ اس کو راہ دکھائی جائے پس کیا ہو گیا ہے تمہیں تم کیسا فیصلہ کرتے ہو ﴿۳۵﴾

وَمَا يَتَّبِعُ اَكْثَرُهُمْ اِلَّا ظَنًّا ۭ اِنَّ الظَّنَّ لَا يُغْنِيْ مِنَ الْحَقِّ شَيْـــًٔا ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌۢ بِمَا

اور نہیں پیروی کرتے اکثر ان میں سے مگر محض گمان کی اور بیشک گمان نہیں کام دیتا حق کے سامنے کچھ بھی بیشک اللہ تعالیٰ جاننے والا ہے ان تمام

يَفْعَلُوْنَ ۝۳۶ وَمَا كَانَ هٰذَا الْقُرْاٰنُ اَنْ يُّفْتَرٰى مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلٰكِنْ تَصْدِيْقَ

باتوں کو جو یہ کرتے ہیں ﴿۳۶﴾ اور نہیں ہے یہ قرآن گھڑا ہوا اللہ کے سوا لیکن یہ تصدیق ہے اس کی جو اس کے سامنے ہے اور یہ تفصیل ہے کتاب کی نہیں شک

الَّذِيْ بَيْنَ يَدَيْهِ وَتَفْصِيْلَ الْكِتٰبِ لَا رَيْبَ فِيْهِ مِنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝۳۷ اَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ ۭ

اس میں کہ رب العالمین کی طرف سے ہے ﴿۳۷﴾ کیا کہتے ہیں یہ لوگ کہ اس قرآن کو گھڑ لایا ہے یہ

قُلْ فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّثْلِهٖ وَادْعُوْا مَنِ اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝۳۸

(اے پیغمبر) آپ کہہ دیجئے پس لاؤ ایک سورۃ اس جیسی اور بلاؤ جس کو بھی طاقت رکھتے ہو تم اللہ کے سوا اگر تم سچے ہو ﴿۳۸﴾

بَلْ كَذَّبُوْا بِمَا لَمْ يُحِيْطُوْا بِعِلْمِهٖ وَلَمَّا يَاْتِهِمْ تَاْوِيْلُهٗ ۭ كَذٰلِكَ كَذَّبَ الَّذِيْنَ مِنْ

بلکہ انہوں نے جھٹلایا اس چیز کو کہ جس کے علم کا احاطہ نہیں کیا انہوں نے اور ابھی تک نہیں آئی ان کے پاس اس کی حقیقت اسی طرح جھٹلایا ان لوگوں نے جو ان

قَبْلِهِمْ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الظّٰلِمِيْنَ ۝۳۹ وَمِنْهُمْ مَّنْ يُّؤْمِنُ بِهٖ وَمِنْهُمْ مَّنْ

سے پہلے گزرے ہیں پس دیکھو کیا ہوا انجام ظلم کرنے والوں کا ﴿۳۹﴾ اور بعض ان میں سے وہ ہیں جو ایمان لاتے ہیں اس (قرآن) پر اور بعض ان میں سے وہ ہیں جو

لَّا يُؤْمِنُ بِهٖ ۭ وَرَبُّكَ اَعْلَمُ بِالْمُفْسِدِيْنَ ۝۴۰

ایمان نہیں لاتے اس پر اور تیرا پروردگار خوب جانتا ہے ان لوگوں کو جو فساد کرنے والے ہیں ﴿۴۰﴾

﴿۳۱﴾ قُلْ مَنْ يَّرْزُقُكُمْ ...الخ ربط آیات: اوپر شرک کا رد تھا اب آگے بھی شرک کا رد اور توحید کا اثبات ہے۔

خلاصہ رکوع ۴ توحید خداوندی پر دلیل عقلی الزامی، ثمرہ دلیل، تسلی خاتم الانبیاء، مشرکین سے طریق مناظرہ ابتلاء غلط فہمی،

قباحت مشرکین، حقانیت قرآن، مشرکین مکہ کو چیلنج، مکذبین کی جہالت، مکذبین کا نتیجہ، تقسیم خداوندی۔ ماخذ آیات ٣١ تا ٤٠ +

توحید خداوندی پر دلیل عقلی الزامی : مطلب یہ ہے کہ جب یہ لوگ مانتے ہیں کہ یہ سب تصرفات اللہ تعالیٰ ہی کرتے ہیں یعنی ان مشرکین عرب کا یہ عقیدہ تھا کہ آسمان سے جو بارش نازل ہوتی ہے اور سورج کی حرارت سے جو زمین کے مواد پر پہنچ کر اناج پیدا ہوتا ہے اور پھر انسان کو محیر العقول طریقہ سے کان اور آنکھیں ملتی ہیں اور زندہ انسان سے جو نطفہ پیدا ہوتا ہے، مادہ جانور سے جو انڈا پیدا ہوتا ہے، عالم سے جاہل اور نبی سے کافر پیدا ہوتا ہے اور اسی طرح جو نطفہ سے انسان اور انڈے سے جانور اور جاہل سے عالم، اور کافر سے نبی پیدا ہوتا ہے۔ بلکہ تمام جہان میں جو کام بنتے ہیں اور بگڑتے ہیں اور ذرہ ذرہ میں جو انقلابات پیدا ہوتے ہیں دنیا میں بیماری تندرستی، صحت، اور غنیٰ، عزت اور ذلت، بادشاہی اور گدائی، تحت یا تختہ غرضیکہ جو کچھ بھی کسی کو ملتا ہے یا اس سے سلب ہوتا ہے۔ تو یہ سارے کام اللہ تعالیٰ ہی کرتا ہے۔ پھر شرک کیوں کرتے ہو؟ اور کونسی چیز حق تعالیٰ شانہٗ کی عبادت سے مانع ہے؟

﴿٣٢﴾ ثمرہ دلیل : جسکی مذکورۃ الصدور خوبیاں مانتے ہو بھی تو تمہارا سچا رب ہے پھر کیا رہ گیا ہے سچ کے پیچھے مگر بھٹکنا، اگر تم سچ کو نہیں مانتے تو یقیناً کہا جائے گا کہ تم گمراہ رہنا چاہتے ہو۔

﴿٣٣﴾ تسلی خاتم الانبیاء : جنہوں نے ہر سچی بات کو اپنے انکار کا شیوہ بنا رکھا ہے وہ ہدایت نہیں پا سکتے یعنی اللہ تعالیٰ نے جو بات ازل میں طے کی تھی وہی پوری ہوئی لہذا آپ فکر نہ کریں۔

﴿٣٤﴾ مشرکین سے طریق مناظرہ : یا تمہارے معبودوں میں سے کوئی اس کمال درجہ کا ہے جس میں مذکورۃ الصدور صفات ہوں؟ جب ان میں نہیں ہے تو پھر سوچو کہ کدھر گمراہی کی طرف جا رہے ہو۔

﴿٣٥﴾ ابتلاء غلط فہمی : معبود تو وہ ہو سکتا ہے جو اپنے بندوں کو حق کی طرف راہنمائی کر سکے، حق اس چیز کو کہتے ہیں جو ثابت، ٹھوس اٹل اور صحیح ہو، اور جو خود اپنی راہنمائی میں دوسرے کا محتاج ہو، ایسا بے کس اور عاجز معبود کیسے بن سکتا ہے؟ اب تم خود ہی فیصلہ کرو کہ اتباع کے لائق کون ہے؟ کیا اسکی اتباع ہونی چاہئے جو راہ حق کی طرف مطلق راہنمائی کرتا ہے یا وہ جو خود رہنمائی کا طالب ہے؟

﴿٣٦﴾ قباحت مشرکین : یہ لوگ تو محض اپنے بے سند خیال پر چل رہے ہیں، اور محض بے سند خیال سے انسان منزل مقصود تک نہیں پہنچ سکتا جب تک صحیح رہنمائی کی اتباع نہیں کرے گا۔

فتنہ انکارِ حدیث کا تعارف

تاریخ فتنۂ انکارِ حدیث اور اس کے اسباب :

(١) پہلا سبب : یہ ایک حقیقت ہے جس سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ امتِ محمدیہ کئی فتنوں نے سر اٹھایا ان میں سے ایک خارجیوں کا فتنہ ہے اسی فتنہ سے ٹکرا کر مسلمانوں کی اتحاد کی چٹان ٹکڑے ٹکڑے ہوئی، چنانچہ ان خارجیوں نے رسول اللہ ﷺ کے بڑے بڑے صحابہ سے بے تعلقی کا صاف اعلان کر دیا اور حضرت عثمان، حضرت علی، شرکاء جنگِ جمل اور تحکیم (ثالثی) کو تسلیم کرنے والے تمام صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو کافر قرار دیدیا، اس تکفیر کے نتیجہ میں ان تمام صحابہ کی احادیث جو انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے روایت کی ہیں ان کو ماننے سے بھی انکار کر دیا (کہ راوی حدیث کے لیے مسلمان ہونا اولین شرط ہے اور یہ سب کافر ہیں) اور اس طرح انکارِ حدیث کی تخم ریزی شروع ہوگئی۔

(٢) دوسرا سبب : پھر ان خارجیوں کے فتنہ کے بالمقابل شیعت کے فتنہ نے سر اٹھایا، شیعت کے فتنہ کے دو مقاصد تھے ایک سیاسی ہتھکنڈہ (اسٹنٹ) تھا دوسرا مذہبی تھا (کہ حبِّ آل رسول کے نام سے ہی اقتدار کی باگ ڈور کسی طرح شیعوں

کے ہاتھ آجائے اور اسلام کے اولین مخاطبین کو مرتد ظاہر کیا جائے) انہوں نے حضرت علیؓ کے ماسوا تینوں خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کو اور چند طرف داران علی رضی اللہ عنہ (جن کی تعداد میں خود شیعوں کا بھی اختلاف ہے) کے علاوہ باقی تمام صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو کافر قرار دے دیا، اس فتنہ کا فطری نتیجہ تھا کہ انہوں نے ان چند رواۃ کے علاوہ جو ان کے حامی اور طرف دار تھے باقی تمام صحابہ کی حدیثوں کو ماننے سے انکار کر دیا (کہ یہ سب کافر ہیں)۔

(۳) تیسرا سبب: اس کے بعد (سنہ ۲ ہجری کے آخر میں) اعتزال (عقلیت پرستی کا دور آیا چنانچہ اس عقلیت پرستی کے تسلط نے معتزلہ کو ان تمام حدیثوں میں تاویلیں کرنے پر (اور تاویل نہ ہوسکنے کی صورت میں ان کو صحیح ماننے سے انکار کرنے پر) مجبور کر دیا جن کو انہوں نے اپنے عقلی معتقدات کے خلاف محسوس کیا، عباسی خلیفہ مامون کے عہد میں جب کہ یونانی فلسفہ کی کتابیں عربی میں ترجمہ ہو کر منظر عام پر آئیں، مذہب اعتزال نے مامون کی سرپرستی میں بڑا فروغ حاصل کیا۔

(۴) چوتھا سبب: جب خوارج اور معتزلہ دونوں نے اپنے اپنے معتقدات میں غلو کی بنا پر اعمال کو ایمان کا جزء اور رکن قرار دے دیا تو ردعمل کے طور پر ان کے مقابلہ میں مرجیئہ کا گروہ اور ارجاء کا عقیدہ منظر عام پر آیا، مرجیئہ نے اس عقیدہ میں اتنا غلو کیا کہ صاف کہہ دیا: لا تضر مع الایمان معصیۃ کما لا تنفع مع الکفر طاعۃ۔

ترجمہ: ایمان کے ہوتے ہوئے معصیت ضرر نہیں پہنچاتی جیسے کفر کے ہوتے ہوئے کوئی بھی طاعت نفع نہیں پہنچاتی۔

اس عقیدے کے نتیجے میں مرجیئہ نے رسول اللہ ﷺ کی ان تمام صحیح حدیثوں کو ماننے سے انکار کر دیا جن میں کبیرہ گناہوں اور معصیتوں کے ارتکاب پر عذاب جہنم کی وعیدیں مذکور ہیں۔

(۵) پانچواں سبب: اسی زمانہ میں مشہور گمراہ اور غالی جہم بن صفوان الراسبی جو بعد میں قتل کر دیا گیا کا متبع فرقہ جہمیہ منظر عام پر آیا، اور صفات باری تعالیٰ پر مشتمل احادیث کا اور روزانہ وجود میں آنے والی جزئیات اور حوادث و واقعات سے متعلق باری تعالیٰ کے علم قبل از وقوع کی احادیث کا انکار کر دیا، خلق قرآن (قرآن کریم کے مخلوق ہونے) کا فتنہ اور جبر (بندہ کے مجبور محض ہونے) کا بھی جوامت کا اجماعی عقیدہ تھا صاف انکار کر دیا۔ الغرض یہ خارجی، قدری (معتزلی) شیعہ روافض، مرجیئہ جہمیہ، وہ بڑے بڑے گمراہ فرقے ہیں جو اسلام کے ابتدائی دور میں نمودار ہوئے اور انہوں نے اسلامی عقائد کی وحدت کو پارہ پارہ کر دیا، انہی فرقوں نے اپنے اپنے اعتقادات کی حمایت کی غرض سے اپنے معتقدات کے مخالف احادیث صحیحہ کو ماننے سے انکار کر دیا اور انہی کی بدولت انکار حدیث کا فتنہ ایک مستقل فتنہ کی صورت میں وبا کی طرح پھیل گیا۔

یہ ہے انکار سنت وحدیث کی یا ان میں تحریف وتصرف اور خودساختہ تاویلوں کا دروازہ کھولنے کی تاریخ اور اس کے وجوہ و اسباب، ان خارجیوں، قدریوں، شیعوں، جہمیوں وغیرہ فرقوں نے ساری ہی حدیثوں کا انکار نہیں کیا نہ ہی ان کے لیے ممکن تھا (کیونکہ یہ فرقے اپنے اپنے مسلک اور معتقدات کو حدیثوں سے ہی ثابت کرنے کی کوشش کرتے تھے بلکہ یہ فرقے صرف اپنے خلاف حدیثوں ہی کا انکار کرتے تھے) لیکن انہوں نے ایک ایسے راستے کی داغ بیل ڈال دی جس پر چل کر ملحدوں اور زندیقوں نے دینی عقائد واحکام سے گلوخلاصی حاصل کرنے کی غرض سے علی الاعلان تمام ہی حدیثوں کا انکار کرنے اور الحاد و بے دینی کو فروغ دینے کا دروازہ چوپٹ کھول دیا۔

ایک غلط فہمی کا ازالہ: قرآن کریم میں جس ظن کی پیروی سے روکا گیا ہے، وہ بے سند اور بے دلیل بات کے معنی میں ہے اور خبر واحد جس ظن کا فائدہ دیتی ہے وہ جانب راجح اور غالب ظن کے معنی میں ہے، لہٰذا قرآن کریم کی ایسی آیات سے خبر واحد کی

حجیت کا انکار کرنا غلط ہے۔ جیسا کہ تفصیل آگے آرہی ہے۔
خبر واحد دلائل اور حجج شرعیہ میں سے ایک شرعی دلیل اور حجت ہے۔
عہد نبوی میں کتابتِ حدیث : نبی کریم ﷺ کے عہد مبارک میں بہت سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے پاس لکھی ہوئی احادیث موجود تھیں مثلاً حضرت ابن عباس، حضرت جابر، حضرت انس، حضرت عمرو بن حزام، حضرت ابوہریرہ، حضرت عبداللہ بن عمرو اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہم اجمعین کے پاس لکھی ہوئی احادیث کا ذخیرہ موجود تھا۔ تاہم اکثر صحابہ احادیث کو زبانی یاد رکھتے تھے۔ دوسری صدی ہجری میں احادیث کو باقاعدہ کتابی شکل میں لکھا گیا، اس سے پہلے بھی احادیث لکھی ہوئی موجود تھیں۔
حدیث کی حفاظت : احادیث مبارکہ ہر زمانہ میں محفوظ رہی ہیں، البتہ طریق حفاظت بدلتے رہے ہیں، قرن اول میں ضبط صدر کے ذریعے محفوظ تھیں، اس کے بعد ضبط کتابت کے ذریعے محفوظ ہیں۔
ادلہ اربعہ: قرآن کریم کے بعد دوسری بڑی دلیل حدیث نبوی ہے، اس کے بعد اجماع امت کا درجہ ہے، چوتھے درجہ کی دلیل قیاس شرعی ہے۔
احادیث مبارکہ کا موضوع : احادیث مبارکہ کا موضوع اور بیان بہت وسیع ہے، اس حوالے سے احادیث کی بہت سی اقسام بن جاتی ہیں، احادیث مبارکہ کا ایک بہت بڑا حصہ تمثیلات پر مشتمل ہے، بعض احادیث میں احکام بیان کیے گئے ہیں، بعض احادیث میں ادعیہ کو بیان کیا گیا ہے، بعض احادیث میں جنت، جہنم، حشر، نشر، آخرت کے احوال بیان کیے گئے ہیں، بعض احادیث میں فضائل کو بیان کیا گیا ہے، بعض احادیث میں علامات قیامت، آئندہ رونما ہونے والے واقعات اور پیشگوئیاں بیان کی گئی ہیں، بعض احادیث میں فتن کو بیان کیا گیا ہے، بعض احادیث آداب پر مشتمل ہیں، بعض احادیث میں احوال برزخ و قبر وغیرہ کو بیان کیا گیا ہے، بعض احادیث میں حقوق کو بیان کیا گیا ہے، بعض احادیث میں حدود و قصاص اور تعزیرات کو بیان کیا گیا ہے۔
خلاصہ یہ کہ احادیث میں دین کا بہت بڑا حصہ بیان کیا گیا ہے، انکار حدیث سے ان تمام چیزوں کا انکار لازم آتا ہے اور کچھ بھی باقی نہیں رہتا۔
حجیتِ حدیث کا انکار : سب سے پہلے معتزلہ نے بعض علمی قسم کے شبہات کی بناء پر خبر واحد کی حجیت کا انکار کیا، جب کہ خبر واحد کے حجت ہونے پر قرآن و حدیث کے بے شمار دلائل موجود ہیں۔ دور حاضر کے منکرین حدیث نے بے دینی اور اتباع خواہشات کی بناء پر حدیث کی حجیت کا انکار کیا ہے، ان میں عبداللہ چکڑالوی، حافظ اسلم جیراج پوری، نیاز فتح پوری، ڈاکٹر احمد دین، علامہ مشرقی، چوہدری غلام احمد پرویز اور تمنا عمادی پھلواری وغیرہ شامل ہیں۔ ان تمام کے نظریات اسلام سے متصادم ہیں اور ضلالت و گمراہی کی طرف لے جانے والے ہیں۔
روایت بالمعنی : بعض احادیث روایت بالمعنی کے طور پر منقول ہیں، مگر اس کے لیے ایسی شرائط مقرر کی گئی ہیں کہ روایت بالمعنی کے طور پر مروی احادیث کی صحت میں کسی قسم کے شک و شبہ کی گنجائش باقی نہیں رہتی۔ نیز عقل و نقل اس پر شاہد ہیں کہ کسی بات کو محض اس وجہ سے رد نہیں کیا جاتا کہ یہ روایت بالمعنی کے طور پر مروی ہے۔
احادیث میں تعارض : بعض احادیث میں ظاہری تعارض نظر آتا ہے، مگر اس کو ترجیح، تطبیق، تنسیخ اور توقف وغیرہ کے ذریعے دور کر دیا جاتا ہے، لہٰذا یہ تعارض حجیت حدیث میں مانع نہیں، ورنہ قرآن کریم کی بعض آیات میں بھی ظاہری تعارض پایا جاتا ہے، کیا اس سے قرآن کریم کے حجت ہونے کا بھی انکار کر دیا جائے گا؟
حدیث سب کے لیے حجت ہے : احادیث مبارکہ صحابہ رضی اللہ عنہم کے لیے بھی حجت تھیں اور تا قیامت مسلمانوں کے لیے

بھی حجت ہیں، لہٰذا یہ سمجھنا کہ احادیث صرف صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے لیے حجت تھیں ہمارے لیے نہیں بدیہی البطلان ہے اور اس کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ معاذ اللہ حضور ﷺ کی رسالت و نبوت صرف عہد صحابہ رضی اللہ عنہم تک کے لیے تھی بعد کے لوگوں کے لیے نہیں تھی۔

حدیث کن واسطوں سے پہنچی: احادیث مبارکہ انہی معتبر ذرائع اور واسطوں سے ہم تک پہنچی ہیں، جن واسطوں سے قرآن کریم پہنچا ہے لہٰذا یہ کہنا کہ احادیث ہم تک اعتماد ذرائع سے نہیں پہنچیں اور یہ ہمارے لیے حجت نہیں، غلط ہے اور اس طرح کہنے سے قرآن کریم سے بھی اعتماد اٹھ جاتا ہے۔

حفاظت قرآن: آیت قرآنی اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے قرآن کریم کی حفاظت کا ذمہ لیا ہے اور قرآن کریم الفاظ و معانی دونوں کے مجموعہ کا نام ہے اور معانی قرآن، احادیث مبارکہ ہیں، لہٰذا قرآن کریم اور احادیث مبارکہ دونوں کی حفاظت کا ذمہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے لیا ہے اور دونوں محفوظ ہیں۔ اس آیت کی بناء پر یہ سمجھنا کہ اللہ تعالیٰ نے صرف الفاظ قرآن کریم کی حفاظت کا ذمہ لیا ہے، حدیث کی حفاظت کا ذمہ نہیں لیا، لہٰذا صرف قرآن کریم محفوظ ہے اور حدیث محفوظ نہیں، غلط ہے۔

شرم و حیا کے مسائل: شرم و حیا کے مسائل بھی دین اور شریعت کا حصہ ہیں۔ قرآن کریم اور احادیث مبارکہ میں اس قسم کے مسائل بیان کیے گئے ہیں، ان مسائل کی بناء پر حدیث کی حجیت کا انکار کرنا اور ایسی احادیث کو من گھڑت کہنا غلط ہے یہ تو شریعت کی جامعیت کی دلیل ہے، کیا اس بناء پر ایسی آیات کا بھی انکار کر دیا جائے گا۔

صحیح احادیث کی تعداد: صحیح احادیث کی تعداد پچاس ہزار ہے، تعدد طرق کی بناء پر یہ تعداد سات لاکھ سے بھی متجاوز ہے۔ لہٰذا اگر کسی محدث کے بارے میں یہ کہا جائے کہ انہیں اتنی لاکھ احادیث یاد تھیں یا انہوں نے اتنی لاکھ مثلاً سات، چھ، یا تین لاکھ احادیث میں انتخاب کر کے فلاں کتاب لکھی ہے تو یہ تعداد طرق و اسناد کی بناء پر بیان کیا جاتا ہے، متن حدیث کے حوالے سے بیان نہیں کیا جاتا۔

حفاظتِ حدیث کے لیے جدّ و جہد: لہٰذا اللہ جل شانہ کی حکمت متقاضی ہوئی کہ دین کے تانے بانے کی حفاظت اور سید الانبیاء والمرسلین ﷺ کی سنت و حدیث سے دفاع کے لیے اور مسخ و تحریف، تغیر و تبدل سے پاک کرنے کی غرض سے، جن پر دین قائم ہے ائمہ اہل سنت والجماعت و حامیانِ دین الٰہی میدان میں آئیں اور اپنا فریضہ حفاظت و حمایتِ شریعت محمدیہ ادا کریں۔

چنانچہ قرنِ اول کے ان حامیانِ دین متین کے اولین قائد امام ابوحنیفہؒ اس فرض کو ادا کرنے کے لیے کھڑے ہوئے اور انہوں نے اپنے آپ کو خارجیوں خصوصاً خارجیوں کے فرقہ "ازراقہ" سے مقابلہ کے لیے وقف کر دیا، یہ فرقہ "ازراقہ" نافع بن ازرق خارجی کا پیرو تھا، چونکہ ان کا مرکز بصرہ تھا وہیں ان کی زبردست طاقت و قوت تھی اور اقتدار و تسلط ان کو حاصل تھا اس لیے تاریخ ہمیں بتاتی ہے کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے ازراقی خارجیوں سے علمی مقابلہ اور مناظرہ کے لیے کوفہ سے بیس مرتبہ بصرہ کا سفر کیا ہے، یہ نافع بن ازرق پہلا خارجی ہے جس نے اپنے فرقے کا نام مرجیئہ رکھا تھا جیسا کہ ابن ابی العوام نے اپنی سند سے مناقب ابی حنیفہ میں اس کی تصریح کی ہے۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اپنی تصانیف کتاب الام اور الرسالۃ میں ان منکرین سنت اور مرجئہ پر رد کرنے اور ان کی بیخ کنی کرنے کا بیڑا اٹھایا۔

امام احمد بن حنبلؒ نے "مخلق قرآن" کے مسئلہ میں معتزلہ کی تردید اور بیخ کنی کرنے کا کٹھن فریضہ انجام دیا ہے، چنانچہ اس سلسلہ میں امام احمد بن حنبلؒ کی لرزہ خیز ایذا رسانیوں اور مظالم کی داستان تاریخ اسلام کا ایک زبردست حادثہ اور المیہ ہے۔

امام جلال الدین سیوطیؒ اپنی کتاب ''مفتاح الجنان فی الاحتجاج بالسنۃ'' میں لکھتے ہیں:

''اس مسلک (انکار حدیث وسنت) کے لوگ ائمہ اربعہ کے زمانہ میں بکثرت موجود تھے ان کے حلقہ ہائے درس میں آتے تھے ان ائمہ نے اپنی تصانیف میں ان کی تردید کی ہے ان سے مناظرے کیے ہیں۔''

چنانچہ سنت وحدیث کی حمایت ودفاع کی راہ میں امام ابوحنیفہؒ کے شاندار کارنامے اوران خارجیوں، قدریوں، جہمیوں اور معتزلہ کی سرکوبی کے سلسلہ میں ان کی مسلسل کوشش وکاوش، تاریخ کی ایک ناقابل فراموش حقیقت ہے۔ جیسا کہ امام شافعیؒ اور محدثین رحمہم اللہ کی مساعی مشکورہ مرجیئہ کی بیخ کنی کے سلسلہ میں ایک ناقابلِ انکار حقیقت ہے۔ اور امام احمد بن حنبلؒ کو مسئلہ خلقِ قرآن کے سلسلہ میں معتزلہ، جہمیہ، اور منکرین صفات کی سرکوبی کرنے کے لیے توفیق خداوندی کا سہرا نصیب ہوا۔

ان دینی فسادات اور گمراہ کن فتنوں کے رونما ہونے کی وجہ سے ہی کبار محدثین اور قدیم ائمہ اہل سنت اور سرفہرست ائمہ حدیث نے ضروری سمجھا کہ ان منکرین حدیث وسنت کے رد میں مستقل تصانیف لکھیں جیسا کہ مدونین حدیث ائمہ مثلاً امام بخاری، مسلم، ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ، وغیرہ نے اپنی اپنی مشہور ومعروف کتابوں میں مستقل ابواب ان علمبرداران الحاد وزندقہ، گمراہ وگمراہ منکرین حدیث کے معتقدات کی تردید میں قائم کیے ہیں اور ان کے رد میں حدیثیں جمع کی ہیں۔

لہٰذا ان تمام حدیث اور حامیانِ سنت ائمہ کی مقدس ومبارک جدوجہد اور کوشش وکاوش کی بدولت حدیث وسنت ان مفسدوں کی دست درازیوں سے بالکل محفوظ ہوگئی، یہاں تک کہ امام ابوجعفر طحاویؒ نے تو اپنی مشہور ومعروف حدیث کی کتابیں مشکل الاثار، اور شرح معانی الاثار صرف اسی مقصد اور داعیہ کے تحت تصنیف کی ہیں جیسا کہ ان کی کتابوں میں انہوں نے خود تصریح کی ہے اسی لیے یہ دونوں کتابیں حدیث وسنت اور ان کے معانی ومقاصد کی تشریح وتوضیح کے اور منکرین حدیث کے شکوک وشبہات اور اعتراضات کا جواب دینے کے سلسلے میں یکتا اور بے مثل کتابیں سمجھی گئی ہیں، جیسا کہ امام طحاویؒ نے شرح معانی الاثار کے مقدمہ میں اس کی تصریح کی ہے۔

منکرین حدیث کا اعتراض اور اس کا تفصیلی جواب

منکرین حدیث کلیۃً حدیث کا انکار کرتے ہیں، انکی ایک دلیل یہ ہے کہ حدیث خبر واحد ظنی ہے اور قرآن کہتا ہے کہ "اِنَّ الظَّنَّ لَا یُغْنِیْ مِنَ الْحَقِّ شَیْئًا" اور ظنی چیز کا دین وشریعت میں کوئی اعتبار نہیں۔ اس کے جواب سے پہلے دو باتیں سمجھیں۔

(۱) حدیث کی قسمیں۔ (۲) ظن کا معنیٰ۔ حدیث دو قسم پر ہے۔ (۱) خبر متواتر۔ (۲) خبر واحد۔

خبر متواتر: وہ حدیث ہے جس کے روایت کرنے والے ہر زمانہ میں اس قدر کثیر ہوں کہ ان سب کے جھوٹ پر اتفاق کر لینے کو عقل سلیم محال سمجھے۔

خبر واحد: وہ حدیث ہے جس کے راوی اس قدر کثیر نہ ہوں۔ (خیر الاصول، ص۔۳)

تو خبر واحد کا مطلب یہ نہیں کہ اس کا راوی اور ناقل صرف ایک ہو جیسا کہ اس کے لغوی معنیٰ سے مفہوم ہوتا ہے بلکہ خبر واحد وہ ہے جس کے نقل کرنے والے کسی دور میں حدِ تواتر سے کم ہوجائیں، خواہ وہ ایک ہو یا دو یا تین یا کم وبیش۔ پھر خبر واحد راویوں کی تعداد کے اعتبار سے تین قسم پر ہے۔ (۱) مشہور۔ (۲) عزیز۔ (۳) غریب۔

مشہور: وہ حدیث ہے جس کے راوی ہر زمانہ میں تین سے کم کہیں نہ ہوں۔

عزیز: وہ حدیث ہے جس کے راوی ہر زمانہ میں دو سے کم کہیں نہ ہوں۔ غریب: وہ حدیث ہے جس کا راوی کہیں نہ کہیں ایک ہو۔ (خیر الاصول)

ظن کے معنی: "ظن" کا اطلاق کبھی محض اٹکل اور بے سند خیال پر بھی ہوتا ہے جس کی پیروی مذموم ہے، اور کبھی جانب راجح بلکہ یقین پر بھی ہوتا ہے جس کی اتباع جائز بلکہ بعض اوقات واجب ہوتی ہے، قرآن کریم میں ظن" کا لفظ دونوں طرح مستعمل ہوا ہے۔"ظن" بمعنی بے سند خیال، مثال ❶ "يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اجْتَنِبُوا كَثِيرًا مِّنَ الظَّنِّ إِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ إِثْمٌ"۔ (حجرات آیت۔۱۲)

ترجمہ: اے اہل ایمان بہت گمان کرنے سے بچا کرو کیونکہ بعض گمان گناہ ہوتے ہیں۔ اس آیت میں ظن سے مراد بے سند خیال ہے، قرآن کریم نے جہاں کہیں بھی کفار اور منافقین کی تردید کرتے ہوئے ان کے ظن کی مذمت کی ہے وہاں ظن کے معنی بے سند اور بے دلیل خیال کے ہیں کہ ان کے نظریات محض ڈھکوسلے، بے دلیل اوہام وخیالات ہیں ان کے پاس کوئی صحیح دلیل اور علمی سند نہیں ہے۔ مثال ❷ فرمایا: "وَمَا لَهُم بِهِ مِنْ عِلْمٍ إِن يَتَّبِعُونَ إِلَّا الظَّنَّ وَإِنَّ الظَّنَّ لَا يُغْنِي مِنَ الْحَقِّ شَيْئًا"۔ (نجم آیت۔۲۸)

ترجمہ: اور ان کو اس کا کچھ علم نہیں، صرف خیالات پر چلتے ہیں اور محض خیال حق کی جگہ کار آمد نہیں۔ غور فرمائیے اس آیت میں ظن کو علم کے مقابلہ میں ذکر کیا ہے تو معلوم ہوا کہ مذموم ظن جس کی بنیاد علم پر نہیں بلکہ جہالت پر ہو اسی کو بے سند خیال کہتے ہیں، اس کے برعکس جس ظن کی کوئی صحیح دلیل ہو قرآن پاک نے اس کو مدح کے مقام پر ذکر کیا ہے اور بعض جگہ اس کا حکم دیا، خشوع وخضوع سے نماز ادا کرنے والوں کی تعریف کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں ❶ "وَإِنَّهَا لَكَبِيرَةٌ إِلَّا عَلَى الْخَاشِعِينَ الَّذِينَ يَظُنُّونَ أَنَّهُم مُّلَاقُو رَبِّهِمْ"۔ (بقرہ آیت ۴۵،۴۶)

ترجمہ: اور بے شک وہ نماز البتہ گراں ہے بجز ان لوگوں کے جو ظن رکھتے ہیں اس بات کا کہ وہ اپنے رب سے ملنے والے ہیں۔ یہاں پر ظن جانب راجح گمان غالب کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔ اور ❷ جو مخلص مسلمان حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے قصہ افک میں غلط فہمی کا شکار ہو گئے تھے، تنبیہ فرماتے ہوئے حق تعالیٰ فرماتے ہیں: "لَّوْلَا إِذْ سَمِعْتُمُوهُ ظَنَّ الْمُؤْمِنُونَ وَالْمُؤْمِنَاتُ بِأَنفُسِهِمْ خَيْرًا"۔ (سورۂ نور آیت۔۱۲)

ترجمہ: کیوں نہ جب سنا تم نے اس کو خیال کرتے اہل ایمان مرد اور اہل ایمان عورتیں اپنے لوگوں سے بھلائی کا۔ یہاں پر ظن جانب راجح گمانِ غالب کے معنیٰ میں استعمال ہوا ہے مشہور حدیث "ظنوا المؤمنین خیرا" میں بھی جانب راجح کے معنیٰ میں ہے۔ بہر حال اگر ظن کی بنیاد محض وہم وتخمین پر ہو کوئی صحیح دلیل اس کی پشت پر نہ ہو تو وہ مذموم ہے، اور اس کی اتباع کی اسلام میں قطعاً گنجائش نہیں البتہ جس ظن کا مبنیٰ کوئی معتبر ومستند ثبوت ہو، تو اسکی اتباع کی جائے گی، اور وہ شرعاً محمود ہے، الغرض خبر واحد جس ظن کا فائدہ دیتی ہے وہ دوسری قسم کا ظن ہے جس کی بنیاد صحیح دلیل پر قائم ہو۔

حدیث کا بڑا حصہ تواترِ عملی کے ساتھ منقول ہے

اب اصل شبہ کے جواب کی طرف آتے ہیں شبہ میں کہا گیا ہے کہ اکثر حدیثیں خبر واحد ہیں، اور خبر واحد ظنی ہوتی ہیں، لہٰذا ہم سب سے پہلے اسی پر کلام کریں گے، غور کیا جائے تو معلوم ہو جائے گا کہ بیشتر ذخیرۂ احادیث تواتر لفظی نہ سہی تواتر عملی کے ساتھ منقول ہوتی چلی چلا آ رہی ہیں، وہ اس طرح کہ عہد نبوی میں ایک لاکھ سے زائد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تھے جو اتباع سنت کے عاشق تھے جس نے بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جو کچھ کرتے یا ارشاد فرماتے ہوئے دیکھا تو ساری زندگی کیلئے اسے پلے باندھ لیا۔ ہر صحابی بجائے خود عملی درجہ میں حدیث کا ایک نسخہ تھا، تو گویا عہد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم اور عہد صحابہ رضی اللہ عنہم میں حدیث بجائے ایک کاغذی نسخہ کے ہزاروں زندہ نسخوں کی صورت میں موجود تھی، اس کے بعد ہر دور اور ہر زمانہ میں ان زندہ نسخوں کی کاملیت وجامعیت میں گو کمی ہوتی رہی لیکن مقدار کے اعتبار

سے برابر اضافہ ہوتا ہی چلا گیا، ہزاروں سے لاکھوں اور لاکھوں سے کروڑوں تک نوبت پہنچ گئی، آج بھی ہر مسلمان خواہ وہ دنیا کے کسی خطہ میں آباد ہو اس کی زندگی میں جتنے صحیح، مذہبی اور اخلاقی عناصر شریک ہیں، وہ سب اسی حدیث کا عکس اور ظل ہیں۔

اس کے علاوہ عقائد و ایمانیات کے ساتھ طہارت، غسل وضو، نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج، معاملات، عقوبات، سیاسیات، مباحات وغیرہ وغیرہ مختلف ابواب سے اگر ان مسائل کا انتخاب کیا جائے جن پر امت اسلامیہ کے تمام فرقے متفق ہیں، اور عہد نبوت سے اس وقت تک مسلمانوں کے ہر مکتب خیال میں خلفاً عن سلف تواتر کے ساتھ اس حیثیت سے مسلم ہیں، کہ آنحضرت ﷺ کا حکم اور طرز عمل تھا تو یقیناً ان کی تعداد ہزاروں سے متجاوز ہوگی۔

خبر واحد کی حجت

پھر یہ کہنا بھی درست نہیں ہے کہ خبر واحد ظنی ہونے کی وجہ سے غیر معتبر ہے۔ اس لئے کہ خبر واحد کا حجت اور معتبر و مستند ہونا عقلاً عرفاً شرعاً ہر طرح مسلم ہے، دیکھئے دنیا کی ہر عدالت میں دو گواہوں کی شہادت پر جج صاحبان، دیوانی، فوجداری مقدمے میں فیصلے کرتے رہتے ہیں، لاکھوں، کروڑوں روپے کی ڈگریاں عمر قید اور پھانسی تک کی سزائیں انہی دو گواہوں پر ہوتی رہتی ہیں، کیا یہ خبر واحد پر عمل نہیں؟ یہ تو عدالت و سیاست کی مثال تھی۔ اب تجارت کو لے لیجئے فرض کرو آپ کسی بڑے تاجر کے ایجنٹ ہیں، آپ کے پاس ان کا تار یا قاصد چٹھی لے کر آتا ہے، کہ یا وہ خود فون کرتا ہے، فلاں چیز کا نرخ اتنا بڑھ گیا ہے، یا گر گیا ہے، تو آپ محض یہ خبر واحد سن کر لاکھوں کا سودا کر ڈالتے ہیں، غرض کہ دنیا کا اکثر کاروبار اور انسانوں کے نظام ہائے حیات، نظام عدالت، نظام تجارت، نظام زراعت وغیرہ وغیرہ سب خبر واحد پر چل رہے ہیں، اگر خبر واحد کا اعتبار نہ کیا جائے، تو دنیا کا کارخانہ درہم برہم ہو جائے اور زندگی گزارنی دوبھر ہو جائے۔ اب شریعت کے احکام پر غور کیجئے اس نے بھی قدم قدم پر خبر واحد پر اعتماد کیا ہے قرآن کریم کا بیان ہے۔

① يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ جَاۗءَكُمْ فَاسِقٌۢ بِنَبَاٍ فَتَبَيَّنُوْٓا" (سورۃ حجرات آیت۔۶) ترجمہ: اے ایمان والو! اگر تمہارے پاس کوئی فاسق خبر لائے تو تحقیق کر لیا کرو۔ اس سے معلوم ہوا کہ اگر کوئی عادل، ثقہ آدمی خبر لائے تو قبول کر لینی چاہئے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ فاسق کی خبر بھی مطلقاً رد نہ کر دینی چاہئے، بلکہ تحقیق کرنی چاہئے، تحقیق کے بعد اگر وہ بھی قابل اعتماد ہو، تو اس کو بھی قبول کر لینا چاہئے، اگر خبر واحد معتبر نہ ہوتی تو تحقیق کی بجائے اس کو رد کرنے کا حکم ہوتا۔

② فَلَوْلَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَاۗىِٕفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوْا فِي الدِّيْنِ وَلِيُنْذِرُوْا قَوْمَهُمْ اِذَا رَجَعُوْٓا اِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُوْنَ (سورۃ توبہ آیت ۱۲۲) ترجمہ: سو کیوں نہ نکلے ہر گروہ میں سے اس کا ایک جماعت تا کہ وہ دین کی سمجھ حاصل کرے اور تا کہ ڈراوے اپنی قوم کو جب لوٹیں ان کے پاس تا کہ وہ بچیں۔ طائفہ: لغت میں کسی چیز کے ایک حصہ کو کہتے ہیں اس کا مصداق ایک شخص سے جماعت تک ہو سکتا ہے لہٰذا اس آیت کے بموجب ہر گروہ کا فرض ہے کہ جب کوئی جماعت یا ایک دو شخص ان کو دین کے احکام بتائیں تو وہ ان کو قبول کریں۔

③ وَجَاۗءَ رَجُلٌ مِّنْ اَقْصَا الْمَدِيْنَةِ يَسْعٰى ۡ قَالَ يٰمُوْسٰٓى اِنَّ الْمَلَاَ يَاْتَمِرُوْنَ بِكَ لِيَقْتُلُوْكَ فَاخْرُجْ اِنِّىْ لَكَ مِنَ النّٰصِحِيْنَ فَخَرَجَ مِنْهَا (سورۃ قصص آیت ۲۱،۲۰) ترجمہ: اور آیا ایک شخص منتہائے شہر سے دوڑتا ہوا کہا اے موسیٰ! بے شک درباری مشورہ کر رہے ہیں آپ کے بارے میں کہ آپ کو قتل کر ڈالیں تو نکل جائیں آپ کا خیر خواہ ہوں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام شہر سے نکل کھڑے ہوئے۔ دیکھئے یہاں پر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے خبر واحد پر عمل کیا اور قرآن نے اسے نقل کر کے اس کی صحت پر مہر تصدیق ثبت کر دی۔

④ حضرت موسیٰ علیہ السلام جب مدین پہنچے تو ایک خاتون کی خبر پر حضرت شعیب علیہ السلام کی زیارت کے لئے اس کے ساتھ چل پڑے یہ بھی

قرآن حکیم کا بیان ہے! "قَالَتْ اِنَّ اَبِیْ یَدْعُوْكَ"۔ (سورۃ قصص آیت۔ ۲۵) ترجمہ: اس عورت نے کہا میرے ابا آپ کو بلا رہے ہیں۔

⑤ قرآن پاک نے مخبر وشاہد کی عدالت اور اس کے صدق و دیانت پر زور دیا ہے تواتر کی شرط کہیں بھی نہیں لگائی گئی زنا کے سوا باقی تمام حدود اور معاملات میں صرف دو کی گواہی کا اعتبار کیا ہے۔ بشرطیکہ عادل دیانت دار ہوں! "وَاَشْهِدُوْا ذَوَیْ عَدْلٍ مِّنْكُمْ"۔ (سورۃ طلاق آیت۔ ۲)

ترجمہ: اور گواہ بناؤ دو عادل اپنے میں سے۔ حتیٰ کہ قرآن پاک کی رو سے خبر واحد (دو عادل آدمیوں کی شہادت) کی بنا پر چور کا ہاتھ کاٹا جاسکتا ہے، حد قذف میں ایک شخص کی پیٹھ پر کوڑے برسائے جاسکتے ہیں، ایک مسلمان کو قصاص میں قتل کیا جاسکتا ہے، مالی دعووں میں لاکھوں کروڑوں روپے کی ڈگری دی جاسکتی ہے، وراثت میں قرابت کے تمام اقسام بنیاد نسب پر رکھی گئی ہے اور نسب کی بنا صرف والدین کی خبر و دیانت پر ہے جو خبر واحد ہے۔

⑥ اللہ تعالیٰ جو لوگوں تک اپنی خبریں پہنچاتے ہیں تو ایک رسول کی معرفت اور خدا کا رسول اپنی خبر واحد پر لوگوں کو ایمان لانے کی دعوت دیتا ہے۔

⑦ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب الرسالۃ میں خبر واحد کی حجیت پر ایک مستقل مقالہ سپرد قلم فرمایا ہے اور متعدد احادیث سے ثابت کیا ہے کہ آنحضرت ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی خبر واحد پر عمل فرماتے تھے۔ مثلاً حدیث میں آیا ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم صبح کی نماز بیت المقدس کی طرف رخ کر کے پڑھ رہے تھے نماز کے دوران ایک شخص نے آکر تحویل کعبہ کی اطلاع دی تو سب نے نماز کے اندر ہی اپنا رخ خانہ کعبہ کی طرف پھیر لیا، یہ مسجد قبا کا واقعہ ہے۔ (بخاری: ص: ۶۴۵: ج۔ ۲)

حضور انور ﷺ نے سلاطین دنیا کے نام جو دعوت اسلام کے خطوط روانہ فرمائے تھے وہ اکثر ایک ایک آدمی کی معرفت روانہ فرمائے تھے، سورۃ برأت کی ابتدائی آیتیں سنانے کیلئے اور مشرکین عرب کو آگاہ کرنے کیلئے کہ اتنی مدت کے بعد اب ان کو ان کی بدعہدی کی وجہ سے امان نہیں ملے گی، صرف حضرت علی رضی اللہ عنہ اس مہم کیلئے بھیجے گئے تھے، حضرت صدیق رضی اللہ عنہ تو محض امیر حج بن کر تشریف لے گئے تھے، ہاں ایک بات اور بھی یاد رہے کہ دین کے اصول و فروع کی مثال بالکل دستور اور اس کی تفصیلات کیسی ہے دستور کے دفعات اپنے اجمال کے ساتھ قطعی ہوتے ہیں۔ لیکن اس کی ضمنی تشریحات وتفصیلات اور اس کے فروعات وجزئیات بسا اوقات ظنی ہوتی ہیں اسی لئے ہر عدالت کو ان میں اختلاف کرنے کی گنجائش مل جاتی ہے، لہٰذا دین کے اصول کا قطعی اور یقینی ہونا ضروری ہے فروعی مسائل اگر ظنی ہوں تو کوئی مضائقہ نہیں ہے۔

(المسائل والدلائل، تالیف مولانا فیض احمد ملتانی رحمۃ اللہ علیہ)

﴿۳۷﴾ حقانیت قرآن: تمہاری باتیں تو محض خیالی ہیں کہ قرآن خود ساختہ کتاب ہے حالانکہ یہ قرآن تو رب العالمین کی طرف سے نازل شدہ ہے اور سابق کتب کی تصدیق کرنے والا ہے، اور احکام الٰہیہ ضروریہ کی تفصیل بیان کرنے والا ہے اور اس میں کوئی بات شک وشبہ کی نہیں، اور اس میں تو بنی نوع انسان کی فلاح کے متعلق بہترین راہنمائی موجود ہے۔

﴿۳۸﴾ اَمْ یَقُوْلُوْنَ... الخ منکرین قرآن کا شکوہ۔ قُلْ فَاْتُوْا... الخ جواب شکوہ اور مشرکین مکہ کو چیلنج: اگر اس قرآن کو بھی اپنی خیالی باتوں کی طرح من گھڑت سمجھتے ہو تو اس کی کسی چھوٹی سی چھوٹی سورۃ کی مثل لانے کے لئے سارے مددگار بھی اس کام میں شریک کرلو۔ امام ابوبکر جصاص رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں، یہ آیت قرآن کریم کا معجزہ ہے جو چودہ سو سال کا عرصہ گزر چکا ہے مگر اس چیلنج کو کسی نے قبول نہیں کیا، مسیلمہ کذاب نے کچھ کلام پیش کیا تو لوگوں نے اس کے منہ پر تھوکا اور کہا تمہارا کلام بکواس محض

ہے جبکہ محمد ﷺ کا پیش کردہ کلام علوم معارف اور دقائق سے لبریز ہے۔

﴿۳۹﴾ مکذبین کی جہالت : اصل بات یہ ہے کہ اس مقدس ترین کتاب کو اپنی جہالت کے باعث جھٹلا رہے ہیں جس کے علم کا انہیں احاطہ ہی نہیں، حق بات یہ ہے کہ کسی بات میں خامی اور کمزوری کی نشاندہی وہی کرسکتا ہے جسکو اس پر مکمل عبور ہو مگر اللہ کے کلام پر تو کسی کو احاطہ ہی نہیں، لہٰذا اس کلام کو جھٹلانا تو نہایت بے عقلی کی بات ہے، ان سے پہلے لوگوں نے بھی اللہ تعالیٰ کی تعلیم اور احکام کو جھٹلایا تھا۔

فَانْظُرْ ...الخ نتیجہ مکذبین : پھر دیکھو ان کا نتیجہ کیا ہوا اسی طرح حال ان کا ہوگا۔

﴿۴۰﴾ تقسیم خداوندی : بعض تو ان میں سے ایمان لا کر درست ہوجائیں گے جن میں ایمان لانے کی استعداد اور صلاحیت رکھی ہے، اور بعض فساد پر تلے رہیں گے جو ضدی ہیں اپنی سوء استعداد کی وجہ سے۔

وَاِنْ كَذَّبُوْكَ فَقُلْ لِّيْ عَمَلِيْ وَلَكُمْ عَمَلُكُمْ ۚ اَنْتُمْ بَرِيْٓـُٔوْنَ مِمَّآ اَعْمَلُ وَاَنَا بَرِيْٓءٌ مِّمَّا

اور (اے پیغمبر) اگر یہ لوگ آپ کو جھٹلائیں پس آپ کہہ دیجئے کہ میرے لئے میرا عمل ہے اور تمہارے لئے تمہارا عمل ہے تم بری ہو اس چیز سے جو میں کرتا ہوں اور میں بری ہوں اس چیز جو تم

تَعْمَلُوْنَ ﴿۴۱﴾ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّسْتَمِعُوْنَ اِلَيْكَ ۭ اَفَاَنْتَ تُسْمِعُ الصُّمَّ وَلَوْ كَانُوْا لَا يَعْقِلُوْنَ ﴿۴۲﴾

کرتے ہو اور بعض ان میں سے وہ ہیں جو کان رکھتے ہیں آپ کی طرف تو کیا آپ سنائیں گے بہروں کو اگرچہ وہ نہ عقل رکھتے ہوں ﴿۴۲﴾

وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّنْظُرُ اِلَيْكَ ۭ اَفَاَنْتَ تَهْدِي الْعُمْيَ وَلَوْ كَانُوْا لَا يُبْصِرُوْنَ ﴿۴۳﴾ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَظْلِمُ

اور بعض ان میں سے وہ ہیں جو نگاہ رکھتے ہیں آپ کی طرف پس کیا آپ راہنمائی کریں گے اندھوں کی اگرچہ وہ نہ دیکھتے ہوں ﴿۴۳﴾ بیشک اللہ تعالیٰ نہیں ظلم کرتا لوگوں پر کچھ بھی

النَّاسَ شَيْـًٔـا وَّلٰكِنَّ النَّاسَ اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ﴿۴۴﴾ وَيَوْمَ يَحْشُرُهُمْ كَاَنْ لَّمْ يَلْبَثُوْٓا اِلَّا سَاعَةً

لیکن لوگ اپنے نفسوں پر ظلم کرتے ہیں ﴿۴۴﴾ اور جس دن ان کو ایسا معلوم ہوگا گویا کہ وہ نہیں ٹھہرے مگر ایک گھڑی

مِّنَ النَّهَارِ يَتَعَارَفُوْنَ بَيْنَهُمْ ۭ قَدْ خَسِرَ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِلِقَاۗءِ اللّٰهِ وَمَا كَانُوْا مُهْتَدِيْنَ ﴿۴۵﴾

بھر دن میں ایک دوسرے کو پہچانیں گے تحقیق نقصان میں پڑے ہیں وہ لوگ جنہوں نے جھٹلایا اللہ کی ملاقات کو اور نہیں تھے وہ راہ راست پر ﴿۴۵﴾

وَاِمَّا نُرِيَنَّكَ بَعْضَ الَّذِيْ نَعِدُهُمْ اَوْ نَتَوَفَّيَنَّكَ فَاِلَيْنَا مَرْجِعُهُمْ ثُمَّ اللّٰهُ شَهِيْدٌ عَلٰي

اور اگر ہم دکھا دیں آپ کو وہ چیزیں جن کا ہم ان سے وعدہ کرتے ہیں یا پھر ہم آپ کو وفات دے دیں پس ہماری طرف ہی ان کا لوٹ کر آنا ہے پھر اللہ تعالیٰ گواہ ہے

مَا يَفْعَلُوْنَ ﴿۴۶﴾ وَلِكُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلٌ ۚ فَاِذَا جَاۗءَ رَسُوْلُهُمْ قُضِيَ بَيْنَهُمْ بِالْقِسْطِ وَهُمْ

ان کاموں پر جو یہ کرتے ہیں ﴿۴۶﴾ اور ہر ایک امت کیلئے رسول ہوتا ہے پس جب آئے ان کا رسول تو فیصلہ کیا جاتا ہے ان کے درمیان انصاف کے ساتھ اور

لَا يُظْلَمُوْنَ ﴿۴۷﴾ وَيَقُوْلُوْنَ مَتٰى هٰذَا الْوَعْدُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۴۸﴾ قُلْ لَّآ اَمْلِكُ

ان پر زیادتی نہیں کی جاتی ﴿۴۷﴾ اور کہتے ہیں یہ لوگ کب آئے گا یہ وعدہ اگر تم سچے ہو ﴿۴۸﴾ (اے پیغمبر) آپ کہہ دیجئے نہیں مالک میں

لِنَفْسِيْ ضَرًّا وَّلَا نَفْعًا اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ ؕ لِكُلِّ اُمَّةٍ اَجَلٌ ؕ اِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ فَلَا يَسْتَاْخِرُوْنَ

اپنے نفس کیلئے نقصان کا اور نہ نفع کا مگر جو اللہ چاہے ہر ایک امت کیلئے وقت مقرر ہے پس آجائے مقررہ وقت ان کا پس نہیں پیچھے ہوتے

سَاعَةً وَّلَا يَسْتَقْدِمُوْنَ ﴿۴۹﴾ قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ اَتٰىكُمْ عَذَابُهٗ بَيَاتًا اَوْ نَهَارًا مَّاذَا يَسْتَعْجِلُ

گھڑی بھر اور نہ آگے ﴿۴۹﴾ آپ کہہ دیجئے بتلاؤ اگر آجائے تمہارے پاس اس کا عذاب رات کے وقت یا دن کے وقت مجرم لوگ

مِنْهُ الْمُجْرِمُوْنَ ﴿۵۰﴾ اَثُمَّ اِذَا مَا وَقَعَ اٰمَنْتُمْ بِهٖ ؕ آٰلْئٰنَ وَقَدْ كُنْتُمْ بِهٖ تَسْتَعْجِلُوْنَ ﴿۵۱﴾

اس سے کیا جلدی کرتے ہیں ﴿۵۰﴾ پھر کیا جس وقت وہ واقع ہو گیا تو اس پر ایمان لاؤ گے (تو کہا جائے گا) اب اور تحقیق تم تھے اس کے ساتھ جلدی کرنے والے ﴿۵۱﴾

ثُمَّ قِيْلَ لِلَّذِيْنَ ظَلَمُوْا ذُوْقُوْا عَذَابَ الْخُلْدِ ۚ هَلْ تُجْزَوْنَ اِلَّا بِمَا كُنْتُمْ تَكْسِبُوْنَ ﴿۵۲﴾

پھر کہا جائے گا ان لوگوں سے جنہوں نے ظلم کیا چکھو ہمیشہ کا عذاب نہیں بدلہ دیا جائے گا تمہیں مگر ان باتوں کا جو تم کماتے تھے ﴿۵۲﴾

وَيَسْتَنْۢبِـُٔوْنَكَ اَحَقٌّ هُوَ ؔؕ قُلْ اِيْ وَرَبِّيْۤ اِنَّهٗ لَحَقٌّ ؔؕ وَمَاۤ اَنْتُمْ بِمُعْجِزِيْنَ ﴿۵۳﴾

اور آپ سے خبر پوچھتے ہیں کہ کیا یہ بات سچ ہے؟ آپ کہہ دیجئے ہاں اور مجھے میرے رب کی قسم یہ تو حق ہے اور نہیں تم عاجز کر سکنے والے ﴿۵۳﴾

وقف النبی علیہ السلام

وقف النبی علیہ السلام

﴿۴۱﴾ وَاِنْ كَذَّبُوْكَ ...الخ ربط آیات : اوپر تکذیب کا ذکر تھا، اب آنحضرت ﷺ کے لئے تسلی کا مضمون ہے کہ آپ انکی تکذیب کی پروا نہ کریں۔

خلاصہ رکوع ۵ تسلی خاتم الانبیاء، اعلان بیزاری، محرومین بصیرت، عدل و انصاف باری تعالیٰ، تذکیر بما بعد الموت، وعدۂ الٰہی، تسلی خاتم الانبیاء، دستور الٰہی، مکذبین کا شکوہ، جواب شکوہ، تخویف دنیوی، کفار کا غایت تعجب، جواب تعجب۔

ماخذ آیات ۴۱ تا ۵۳+

تسلی خاتم الانبیاء : فرمایا : جب آپ نے پوری جدوجہد سے ان پر حق و صداقت کو واضح کر دیا تو اب اگر یہ لوگ مخالفت پر اڑے رہیں تو آپ تسلی رکھیں۔ وَاَنَا بَرِیْٓءٌ ...الخ اعلان بیزاری : اور آپ ان سے اپنی بیزاری کا اعلان فرما دیجئے مزید طعن و تشنیع کرنے والوں سے الجھنا نہیں چاہئے کیونکہ تکذیب کرنا باطل پرستوں کا ہمیشہ سے شعار رہا ہے۔

﴿۴۲﴾ تقطیع الطمع و نفی مختار کل از خاتم الانبیاء : ان میں سے بعض کے کان میں آواز پڑتی ہے لیکن دل میں ارادۂ ایمان اور حق طلبی کا نہیں بس اس اعتبار سے ان کا سننا اور نہ سننا برابر ہے لہٰذا آپ انکو زبردستی کیسے سنا سکتے ہیں؟ یاد رکھیں اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے زندہ کافروں کو بہرہ کہا۔

﴿۴۳﴾ محرومین بصیرت : بعض ان میں سے ایسے ہیں جو بظاہر آنکھوں سے آپ کے معجزات و کمالات کی طرف دیکھتے ہیں مگر دل کے اندھے ہیں یعنی آنکھوں کی بصارت تو موجود ہے مگر بصیرت مفقود ہے جسکی وجہ سے عقلیں تباہ ہو گئی ہیں اس لئے بظاہر اندھوں کی طرح ہو گئے۔ اور اس آیت میں زندہ کافروں کو اندھا کہا گیا ہے اور گزشتہ آیت میں بہرا کہا گیا ہے۔ تو ان دونوں آیات طیبات میں زندہ کافروں کو تشبیہ عدم نفع میں دی گئی ہے کہ وہ آنحضرت ﷺ کی دعوت الی اللہ کو سنتے تھے مگر ان کو نفع نہیں ہوتا تھا۔ یاد رکھیں ان دونوں آیات کی روشنی میں سورۃ نمل کی آیت (۸۰) اور سورۃ روم کی آیت (۵۲) کا سمجھنا آسان ہے بشرطیکہ عقل اور تمیز ہو

اور حق کا طالب بھی ہو۔

﴿۴۴﴾ عدل وانصاف باری تعالیٰ : اللہ پاک نے تم کو آنکھوں کانوں کی نعمت سے بھی نوازا اور قبول حق کی صلاحیت اور استعداد بھی دی مگر تم نے سب کچھ ضائع کر دیا، لہٰذا یہ قصور تمہارا اپنا ہے وہ اپنے بندوں پر ظلم نہیں کرتا۔

﴿۴۵﴾ تذکیر بما بعد الموت : کفار میدان حشر میں حسرت وافسوس کریں گے انہیں ایسا معلوم ہوگا گویا کہ وہ دنیا یا برزخ میں ایک گھڑی سے زیادہ نہیں ٹھہرے قیامت کی شدت اور ہول سے دنیا کی زندگی ایک گھڑی معلوم ہوگی قبر سے جب اٹھیں گے تو ایک دوسرے کو پہچانیں گے چونکہ یہ کوئی لمبا عرصہ نہیں گزرا ہوگا مگر یہ حال ابتداء حشر میں ہوگا اس کے بعد جان پہچان کا سلسلہ ختم ہو جائے گا اور ایک دوسرے کو بھول جائیں گے قیامت کی شدت اور ہول کی وجہ سے۔ تفسیر زاہدی میں ہے کہ معتزلہ نے اس آیت سے عذاب قبر کے انکار پر استدلال پکڑا ہے اس کا جواب اوپر کی تشریح سے واضح ہے۔

﴿۴۶﴾ وعدہ الٰہی وتسلی خاتم الانبیاء : مطلب یہ ہے کہ آپ سے اللہ تعالیٰ نے جو کافروں کے متعلق عذاب کا وعدہ کیا ہے وہ ضرور پورا ہوگا، کچھ عذاب تو آپ کی زندگی میں ہوگا جیسے بدر میں ہوا، اور کچھ عذاب آپ کے بعد خلفاء راشدین کے دور میں اور پھر آخرت کا عذاب قیامت میں ملے گا "اِنَّ اللّٰهَ لَا يُخْلِفُ الْمِيْعَادَ" اللہ پاک اپنے وعدہ کا خلاف نہیں کرتے مگر اس کا وقت معین ہے وہ پورا ہو کر رہے گا۔ ثُمَّ اللّٰهُ شَهِيْدٌ ... الخ اللہ تعالیٰ ان کے سب افعال پر اطلاع رکھتا ہے، پس ان پر سزا دے گا غرض یہ کہ دنیا میں خواہ سزا ہو یا نہ ہو مگر اصلی موقعہ پر ضرور ہوگی۔ (بیان القرآن: ص:۱۷؛ ج:۵)

﴿۴۷﴾ دستور الٰہی: اللہ پاک نے ہر امت کے پاس ایک رسول بھیجا جو معجزات اور آیات الٰہی لیکر آیا تا کہ ان لوگوں پر حجت پوری ہو جائے جب انہوں نے رسول کو جھٹلایا تو اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول اور اس کے متبعین کو نجات عطاء فرمائی اور مکذبین کو ہلاک کیا۔

اہل تشیع کے نزدیک ہر زمانے میں آل محمد سے ایک رسول آتا رہے گا

چنانچہ اس آیت کی تفسیر میں مقبول احمد دہلوی لکھتا ہے تفسیر عیاشی میں جناب امام محمد باقر علیہ السلام سے اس آیت کی باطنی تفسیر یہ منقول ہے کہ اس امت کے لئے ہر زمانے میں آل محمد سے ایک رسول ہوتا رہے گا اور قیامت کے دن وہ اپنے زمانے کے لوگوں کے ساتھ آئے گا۔ (ترجمہ مقبول: ص۔۲۵۶)

اس سے معلوم ہوا کہ اہل تشیع نے اس آیت کی تفسیر میں تحریف کی ہے کیونکہ ان کے نزدیک اہل بیت میں اجراء نبوت ورسالت کا سلسلہ قیامت تک جاری رہے گا۔ جبکہ مسلمانوں کا عقیدہ یہ ہے کہ نبوت ورسالت کا سلسلہ، ہر اعتبار سے خاتم الانبیاء حضرت محمد رسول اللہ ﷺ پر ختم کر دیا گیا ہے۔ جبکہ اس آیت میں امت مسلمہ کے نزدیک امت سے مراد امم سابقہ اور رسول سے مراد وہ رسول ہیں جو آنحضرت ﷺ سے پہلے آچکے ہیں۔ (چنانچہ دیکھیں تفسیر روح المعانی: ص:۱۷۲؛ ج:۱۱؛ ج: مظہری: ص:۳۰؛ ج:۵؛ ابن کثیر: ص:۶۷۹؛ ج:۴؛ قرطبی: ص:۱۳۳؛ ج۔۸)

﴿۴۸﴾ مکذبین کا شکوہ : جب مکذبین کو عذاب الٰہی کا وعدہ سنایا گیا تو انہوں نے استہزاء کے طور پر کہا کہ وہ عذاب کا وعدہ کب پورا ہوگا اس کو لاؤ؟ ﴿۴۹﴾ جواب شکوہ : اس آیت میں آنحضرت ﷺ کے مختار کل ہونے کی نفی ہے مطلب آیت کا یہ ہے کہ آپ انہیں مطلع فرما دیجئے کہ مجھے تو اپنی ذات کے نفع ونقصان کا اختیار بھی نہیں دیا گیا، تمہاری بربادی کا وقت کیسے بتلا سکتا ہوں؟ : بجز اللہ کے حکم، اور اختیار دیئے ہوئے کے جو اللہ کو منظور ہے اگر اللہ تعالیٰ کسی قوم یا فرد کو سزا دینا چاہے تو وہ مختار کل ہے، مجھے تو اس

کی سزا کی نوعیت کا بھی علم نہیں، ہاں یہ بات ضرور ہے کہ اس کا عذاب ایسے معین وقت سے ٹل نہیں سکتا۔

﴿۵۰﴾ تخویف دنیوی جس عذاب کی جلدی خواہش کر رہے ہو وہ کوئی لذیز چیز نہیں کہ تم بے تاب ہو رہے ہو وہ ہر وقت آسکتا ہے خواہ رات ہو یا دن۔ ﴿۵۱﴾ تنبیہ کفار: یعنی عذاب الٰہی کا مطالبہ کرنے والوں کیلئے تنبیہ ہے کہ کیا اس عذاب کو آنکھوں سے دیکھ کر ایمان لاؤ گے؟ حالانکہ اس وقت ایمان مفید نہیں ہوگا کیونکہ وہ ایمان بالغیب نہیں ہوگا بلکہ ایمان بالمشاہدہ ہو جائے گا وہ معتبر نہیں۔

﴿۵۲﴾ تذکیر بما بعد الموت : پھر ان ظالموں مشرکوں سے قیامت کے دن کہا جائے گا کہ تم دائمی عذاب میں مبتلا رہو گے۔

﴿۵۳﴾ کفار کا غایت تعجب : یہ کافر بطور دل لگی اور غایت تعجب وانکار کے کہتے ہیں کہ آپ جس عذاب سے ہمیں ڈراتے ہیں کیا وہ واقعی آنے والا ہے؟ فرمایا: "قُلْ اِیْ وَرَبِّیْٓ ...الخ جواب تعجب : اے پیغمبر آپ کہدیں ہاں میرے رب کی قسم یہ عذاب برحق ہے اور واقع ہو کر رہے گا بس تمہارے پاس اتنی بھی طاقت نہیں کہ تم اللہ کے عذاب کو روک سکو۔

وَلَوْ اَنَّ لِكُلِّ نَفْسٍ ظَلَمَتْ مَا فِي الْاَرْضِ لَافْتَدَتْ بِهٖ ؕ وَاَسَرُّوا النَّدَامَةَ

اور اگر ہو ہر نفس کیلئے جس نے ظلم کیا ہے جو کچھ زمین میں ہے اور پھر وہ فدیہ دے اس کے ساتھ (تو پھر بھی بچاؤ کا کوئی سامان نہیں ہوگا) اور چھپائیں گے وہ شرمندگی کو

لَمَّا رَاَوُا الْعَذَابَ ۚ وَقُضِيَ بَيْنَهُمْ بِالْقِسْطِ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ﴿۵۴﴾ اَلَآ اِنَّ لِلّٰهِ مَا فِي

جبکہ دیکھیں گے عذاب کو اور فیصلہ کیا جائے گا ان کے درمیان انصاف کے ساتھ اور ان پر ظلم نہیں کیا جائے گا ﴿۵۴﴾ سنو! بیشک اللہ تعالیٰ کیلئے ہے

السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ اَلَآ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۵۵﴾ هُوَ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ

جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے سنو بیشک اللہ کا وعدہ برحق ہے لیکن اکثر ان میں سے نہیں جانتے ﴿۵۵﴾ وہی زندہ کرتا ہے اور موت طاری کرتا ہے

وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴿۵۶﴾ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَتْكُمْ مَّوْعِظَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَشِفَآءٌ لِّمَا فِي

اور اسی کی طرف تم سب لوٹائے جاؤ گے ﴿۵۶﴾ اے لوگو! تحقیق آچکی ہے تمہارے پاس نصیحت تمہارے پروردگار کی طرف سے اور شفا اس کیلئے جو سینوں میں

الصُّدُوْرِ ۙ وَهُدًى وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۵۷﴾ قُلْ بِفَضْلِ اللّٰهِ وَبِرَحْمَتِهٖ فَبِذٰلِكَ فَلْيَفْرَحُوْا ؕ

(روگ) ہیں اور ہدایت اور رحمت ایمان والوں کیلئے ﴿۵۷﴾ اے پیغمبر آپ کہہ دیں اللہ کے فضل اور اس کی رحمت کے ساتھ پس اس کے ساتھ چاہئے کہ وہ خوش

هُوَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُوْنَ ﴿۵۸﴾ قُلْ اَرَءَيْتُمْ مَّآ اَنْزَلَ اللّٰهُ لَكُمْ مِّنْ رِّزْقٍ فَجَعَلْتُمْ مِّنْهُ حَرَامًا

ہوں یہ بہتر ہے ان چیزوں سے جن کو وہ اکٹھا کرتے ہیں ﴿۵۸﴾ (اے پیغمبر) آپ کہہ دیجئے (اے لوگو) بتلاؤ جو اللہ نے نازل کیا ہے تمہارے لئے رزق پس ٹھہرایا ہے تم نے اس میں

وَّحَلٰلًا ؕ قُلْ آٰللّٰهُ اَذِنَ لَكُمْ اَمْ عَلَى اللّٰهِ تَفْتَرُوْنَ ﴿۵۹﴾ وَمَا ظَنُّ الَّذِيْنَ يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ

سے (کچھ حصہ) حرام اور (کچھ حصہ) حلال آپ کہہ دیجئے کیا اللہ نے حکم دیا ہے تم کو یا تم اللہ پر جھوٹ باندھتے ہو ﴿۵۹﴾ اور کیا گمان ہے ان لوگوں کا جو افتراء کرتے ہیں اللہ پر

الْكَذِبَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَذُوْ فَضْلٍ عَلَى النَّاسِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَشْكُرُوْنَ ﴿۶۰﴾

جھوٹ قیامت کے دن بیشک اللہ تعالیٰ فضل کرنے والا ہے لوگوں پر لیکن اکثر ان میں سے شکر ادا نہیں کرتے ﴿۶۰﴾

﴿۵۴﴾ وَلَوْ اَنَّ لِكُلِّ نَفْسٍ ...الخ ربط آیات : اوپر منکرین قیامت کے سوال کا ذکر تھا، اب آگے فرمایا کہ قیامت جب

ع ۶

آئے گی تمہارا فدیہ دینا قبول نہیں ہوگا۔

خلاصہ رکوع ❻ منکرین قیامت کے لئے تخویف اخروی، برائے عدم قبول فدیہ، توحید پر عقلی دلیل، حصر التصرف باری تعالیٰ، دعوت الی القرآن، نفی شرک فعلی، مجرمین کے لئے وعید۔ ماخذ آیات ۵۴: تا ۶۰ +

منکرین قیامت کے لئے تخویف اخروی برائے عدم قبول فدیہ : عذاب الٰہی کو دیکھ کر اظہار ندامت کریں گے، شاید اظہار ندامت سے کچھ کام چل جائے اللہ پاک نے فرمایا! اگر ساری دنیا کے خزانے بھی دیکر نجات پانے کے لئے تیار ہو جائیں گے۔ تب بھی کچھ نہیں بنے گا کیونکہ وہ دن میزان عدل کا ہے۔

﴿۵۵﴾ توحید خداوندی پر عقلی دلیل : آسمان وزمین کی ساری قوتیں اللہ تعالیٰ کی قدرت وقبضہ میں ہیں وہ جس طرح چاہے ان میں تصرف کرے اور یہ مجرم بھی اس میں داخل ہیں اس لئے اس کے ارادہ عذاب کو کوئی چیز رکاوٹ نہیں ڈال سکتی اس کا عذاب برحق ہے اور اس کے وقوع میں کسی قسم کا شک نہیں ہے۔

﴿۵۶﴾ حصر التصرف باری تعالیٰ : موت وحیات اسی کے قبضہ قدرت میں ہے دوبارہ بھی وہی زندہ کرے گا۔

﴿۵۸:۵۷﴾ دعوت الی القرآن۔ ربط آیات : دنیوی اور اخروی عذاب کے بارے میں ضروری وضاحتوں کے بعد مثبت طور پر دعوت الی القرآن کا ترغیبی مضمون بیان کرتے ہیں، مطلب آیت کا یہ ہے کہ تمہارے لئے بہتر یہی ہے کہ اس پند ونصیحت کو مان جاؤ، اور برے کاموں سے بچ جاؤ تو امراض فاسدہ سے شفاء پا جاؤ گے جو اس قرآن پر ایمان لے آئے گا اس کے حق میں یہ قرآن بہترین راہنما اور رحمت ہے اور اسکو عظیم دولت سمجھ کر لے لینا چاہئے یہ قرآن اس دنیا سے کتنے درجہ بہتر ہے جسکو یہ جمع کر رہے ہیں۔ کیونکہ دنیا کا نفع قلیل ہے اور قرآن کریم کا نفع کثیر اور ہمیشہ کے لئے ہے۔

اہل تشیع کی تحریفی تفسیر

اہل تشیع کے نزدیک "بِفَضْلِ اللهِ" سے مراد تمہارے نزدیک نبی کی نبوت اور "بِرَحْمَتِهٖ" سے مراد علی بن ابی طالب علیہ السلام کی ولایت اور "فَبِذٰلِكَ" سے مراد ہے کہ پس اس نبوت ورسالت سے "فَلْيَفْرَحُوْا" اس کا مطلب یہ ہے کہ ہمارے شیعہ خوش ہوں۔
(ترجمہ مقبول احمد، ص۔ ۲۵۷)

مقبول احمد دہلوی نے "بِرَحْمَتِهٖ" سے علی بن ابی طالب کی ولایت اور امامت مراد لیکر قرآن کریم کی یعنی تفسیر کی ہے جبکہ مسلمانوں کا عقیدہ یہ ہے کہ "بِفَضْلِ" سے مراد ایمان ہے اور "بِرَحْمَتِهٖ" سے مراد قرآن کریم ہے۔ (تفسیر مظہری، ص: ۵۰ ج:۵)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں "بِفَضْلِ" سے مراد قرآن کریم ہے اور "بِرَحْمَتِهٖ" سے مراد اسلام ہے۔ (تفسیر قرطبی، ص: ۱۶۳ ج۔ ۸)

نوٹ: اس کے علاوہ بھی تفسیریں منقول ہیں مگر اہل تشیع کی خود ساختہ تفسیر کہیں بھی منقول نہیں ہے۔

یہاں یہ بات بھی یاد رکھیں کہ اہل بدعت "برحمته" سے آج کل جشن عید میلاد النبی کا جلوس مراد لیتے ہیں۔ اور "فلیفرحوا" سے اس پر خوشی منانا مراد لیتے ہیں۔ یہ بھی آیت کا خود کشید مطلب ومراد ہے حقیقت کے ساتھ اس کا کوئی تعلق نہیں ہے۔ اس پر ہم مزید تفصیل سے عرض کرتے ہیں؛

جشن عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم پر استدلال اور اس کا تفصیلاً رد

نمبر ۸۔ اس نمبر میں علامہ نعیمی صاحب لکھتے ہیں "قال ابوبکر الصدیق رضی الله عنه من انفق درهمًا علی

قرائۃ مولد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان رفیقی فی الجنۃ"۔

ترجمہ : حضرت ابوبکر صدیق نے فرمایا : جس (مسلمان) نے ایک درہم حضور (اکرم صلی اللہ علیہ وسلم) کے میلاد پڑھنے پر خرچ کیا، وہ بہشت میں میرا رفیق ہوگا۔" (نظریات صحابہ ص۔ ۲۲)

نمبر۹: "وقال عمر رضی اللہ عنہ : من عظم مولد النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقد احیا الاسلام۔"

ترجمہ : حضرت عمر (رضی اللہ عنہ) نے فرمایا : جس نے حضور (اکرم صلی اللہ علیہ وسلم) کا میلاد عظمت اور تعظیم سے منایا تو اس نے اسلام کو زندہ کیا (نظریات صحابہ ص۔ ۲۲)

نمبر۱۰۔ "وقال عثمان رضی اللہ عنہ : من انفق درهمًا علی قراءۃ مولد النبی صلی اللہ علیہ وسلم فکانّما شھد بدر و حنین۔" ترجمہ : حضرت عثمان (رضی اللہ علیہ) نے فرمایا : جس (ایماندار) نے حضور علیہ الصلوٰۃ و السلام کے میلاد شریف پڑھانے پر ایک درہم خرچ کیا گویا وہ جنگِ بدر اور حنین میں حاضر ہوا۔" (نظریات صحابہ ص۔ ۲۳)

نمبر۱۱۔ "وقال علی رضی اللہ عنہ و کرّم اللہ وجھہ : من عظّم مولد النبی صلی اللہ علیہ وسلم و کان سبباً لقراءتہ لا یخرج من الدنیا اِلّا بالایمان ویدخل الجنۃ بغیر حساب۔"

ترجمہ : حضرت علی (رضی اللہ عنہ) نے فرمایا : جس نے میلادِ مصطفیٰ کی تعظیم کی اور میلاد پڑھانے کا سبب بنا، اس کا خاتمہ ایمان پر ہوگا اور وہ بلا حساب بہشت میں جائے گا۔" (نظریات صحابہ ص۔ ۲۳)

"لہٰذا جو لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے میلاد کی محافل سے چڑتے ہیں اور میلاد کے جلسے اور جلوس منعقد نہیں کرتے، بلکہ ناجائز و حرام قرار دیتے ہیں، تو وہ خلفائے اربعہ اور اہل مدینہ صحابہ کے منکر اور گستاخ ہیں۔" (نظریات صحابہ ص۔ ۲۴)

الجواب: ذکورہ بالا چاروں نمبروں میں علامہ صاحب نے جشنِ میلاد کے بڑے لمبے چوڑے فضائل بیان کیے ہیں سبحان اللہ بارہ ربیع الاول کے جشن میلاد میں شریک ہو کر آدمی اسلام کو زندہ کر لیتا ہے، بدر و حنین کے شہداء کا مقام حاصل کر لیتا ہے، اور بغیر حساب و کتاب کے جنت میں چلا جاتا ہے، واہ واہ!

افسوس! کہ اصحاب رسول کو یہ فضائل معلوم نہ ہو سکے، ورنہ انہیں دین اسلام کی سربلندی کے لیے نہ جہاد کرنا پڑتا اور نہ ہی بدر و اُحد اور حنین جانا پڑتا، بس بارہ ربیع الاول کو جشن مناتے، اسلام زندہ ہو جاتا اور بدر و اُحد و حنین کے شہداء کا مقام حاصل ہو جاتا، اور جنت کا داخلہ بغیر حساب کے مل جاتا ہے۔

اولاً: علامہ صاحب کو معلوم ہونا چاہیے کہ یہ مذکورہ بالا چاروں روایتیں بے سند، بے اصل، اور بے بنیاد ہیں، اگر علامہ صاحب میں ہمت ہے تو ان کی اسناد بیان فرمائیں اور رواۃ کی ثقاہت بیان فرمائیں، اور منہ مانگا انعام حاصل کریں، کیونکہ اسناد دین اسلام کا حصہ ہیں، اور بے سند بات کبھی حجت نہیں بن سکتی، چنانچہ علامہ عبد العزیز صاحب پر ہاروی فرماتے ہیں :

(۱) "قال محمد بن الحاتم : ان اللہ اکرم ھذہ الامۃ بالاسناد ولیس لاحد من الامم اسناد"۔

ترجمہ : "امام محمد بن الحاتم رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ : اللہ تعالیٰ نے اس امت کو اسناد کے ساتھ عزت بخشی ہے، امم سابقہ کو اسناد کی دولت نصیب نہیں ہوئی، اسناد اس امتِ محمدیہ کی خصوصیت ہے۔"

(۲) "وقال سفیان الثوری : الاسناد سلاح المؤمن۔" ترجمہ : "امام سفیان ثوری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ : اسناد مؤمن کا ہتھیار ہے (جس کے پاس ہتھیار نہیں ہے وہ کس کے ساتھ لڑے گا؟)۔

(۳) "وقال الشافعی رحمہ اللہ : مثل الذی یطلب الحدیث بلا اسناد مثل حاطب لیل یحمل حزمۃ

حطب فیہا افعیٰ تلدغہ وھو لایدری "۔ ترجمہ :"امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ :جوشخص بلااسناد حدیث طلب کرتا ہے وہ ایسے ہے جیسے رات کو لکڑیاں جمع کرنے والا وہ لکڑیوں کی گٹھڑی اٹھاتا ہے، نامعلوم اس میں سانپ ہوتا ہے، وہ اس کو ڈس لیتا ہے اور اس کو علم بھی نہیں ہوتا۔"

(۴)"وقال عبداللہ بن المبارک رحمہ اللہ :الاسناد من الدین، ولولا الاسناد لقال من شاء ماشاء"۔ترجمہ :"حضرت عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ :اسناد دین کا حصہ ہے، اور اگر اسناد نہ ہوتیں تو جس کی مرضی جو چاہتا کہتا۔"

(۵)"وقال الفقیہ ابونصر بن سلام رحمہ اللہ :لیس شیء اثقل علی اھل الالحاد و لا ابغض الیھم من روایۃ الحدیث بالاسناد"۔ترجمہ :"فقیہ ابونصر بن سلام رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ :بے دین لوگوں پر حدیث کی اسناد سب سے زیادہ بھاری ہیں، اور ان کو اسناد حدیث سب سے زیادہ ناپسند ہیں"۔ (کوثر النبی ج ۱ :ص ۳۔۴)

علامہ صاحب! آپ نے ان روایتوں کی سند کیوں نہیں بیان کی؟ کیا بے سند باتیں نقل کرنا جائز ہے؟ کیا سند آپ پر بھاری تو نہیں؟ آپ کو سند سے نفرت تو نہیں؟ سند تو دین کا حصہ ہے، جس کو آپ نے چھوڑ دیا، سند چھوڑ کر آپ حاطب اللیل کیوں بن گئے؟ کیا بے سند اور بے بنیاد باتوں سے کوئی مسئلہ یا عقیدہ یا کوئی نظریہ ثابت ہوتا ہے؟ من گھڑت اور جھوٹی روایتوں سے "نظریاتِ صحابہ" کیسے ثابت ہوں گے؟ تعجب کی بات ہے کہ آپ نے بریلویوں کے خیالات کے مجموعہ کا نام "نظریاتِ صحابہ" رکھ دیا ! علامہ صاحب! آپ اپنے رسالہ کا نام نظریاتِ بریلویہ، رضویہ، کاظمیہ، اویسیہ، فیضیہ، رکھیں یہی نام آپ کے رسالہ کے مناسب ہیں، اور جھوٹ بھی نہیں ہے، بلکہ حقیقت ہے، یہ نظریات صحابہ نہیں ہیں، صحابہ کرامؓ کے نفوس قدسیہ ان غلط نظریات سے پاک اور صاف ہیں۔

علامہ صاحب کا سہارا: علامہ صاحب جانتے ہیں کہ یہ چاروں روایتیں بے سند اور بے بنیاد ہیں، لیکن اپنے سر سے بلا ٹالنے کے لیے امام ابن حجر مکیؒ کی کتاب "نعمتِ کبریٰ" کا حوالہ دے کر سہارا حاصل کرنے کی کوشش کی، اور اپنے حواریوں کے لیے طفل تسلی کا سامان مہیا کیا، لیکن لاحاصل! کیونکہ ابن حجر مکیؒ کا سہارا اتنا کھوکھلا ہے کہ وہ خود علامہ صاحب کو بھی لے ڈوبے گا۔

کیونکہ ابن حجر مکیؒ نے اپنی کتاب "نعمت کبریٰ" میں نہ تو ان روایات کی سند بیان کی ہے، اور نہ ہی کسی کتاب کا حوالہ دیا ہے، حالانکہ ابن حجر مکیؒ اور خلفائے راشدینؓ کے درمیان تقریباً ایک ہزار سال کا فاصلہ ہے، کیونکہ ابن حجر مکیؒ دسویں صدی کا آدمی ہے، اب سوال یہ ہے کہ یہ روایات ان تک کن ذرائع سے پہنچیں؟ درمیان میں کون سے راوی ہیں؟ اور وہ کیسے ہیں؟ وغیرہ، اور لطف یہ ہے کہ ابن حجر مکیؒ پھر کسی کتاب کا حوالہ بھی نہیں دیتے، لہٰذا جب تک اسناد اور حالات رواۃ اور ماخذِ حدیث معلوم نہ ہوں حدیث کبھی بھی حجت اور دلیل نہیں بن سکتی، لیکن بنے یا نہ بنے! علامہ صاحب نے خواہ مخواہ ان کو میلاد خوانی کی دلیل بنا دیا۔

مروجہ میلاد خوانی کی ابتداء کب سے ہوئی؟

ثانیاً: حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت کا تذکرہ ایک ایسا مستحسن عمل ہے جس سے ہر مسلمان کا ایمان تازہ ہوتا ہے، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری ہر مومن کے لیے بہت بڑی خوشی کا مقام ہے، بشرطیکہ ان تذکروں اور خوشیوں میں اپنی طرف سے قیودات نہ لگائی جائیں اور خانہ زاد تخصیصات بھی نہ کی جائیں، اور اس مطلق مستحسن عمل میں غیر شرعی امور کو شامل کر کے اس کی خاص شکل وصورت اور ہیئت وضع نہ کی جائے، کیونکہ اگر ثابت شدہ عبادت میں اپنی طرف سے قیود لگائی جائیں اور تخصیصات

ملائی جائیں اور اس کی ایک نئی شکل و ہیئت وضع کی جائے تو وہ عبادت، عبادت نہیں رہتی، بلکہ بدعت کی حد میں داخل ہو جاتی ہے، یہی سب کچھ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت کے تذکروں اور خوشیوں میں کیا گیا ہے، مثلاً :

۱) میلاد پڑھانے اور میلاد کی خوشی منانے کے لیے ۱۲ ربیع الاول کی تاریخ مقرر کی گئی ہے، حالانکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت کے حالات بیان کرنے کے لیے شرعاً نہ کوئی مہینہ مقرر کیا گیا اور نہ کوئی تاریخ مقرر کی گئی، بلکہ جب چاہو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کا تذکرہ کرو، بلکہ ہر روز اور ہر وقت کرو، لیکن اپنی طرف سے تاریخ و ماہ کا تعین مت کرو۔

۲) میلاد خوانی کے لیے ایک خاص قسم کی محفل منعقد کی جاتی ہے، مخصوص انداز سے اس کی بناوٹ و سجاوٹ کی جاتی ہے، اس میں چراغاں کا اہتمام ہوتا ہے، اور جھنڈوں اور جھنڈیوں کا انتظام ہوتا ہے، اور اس میں ایک خاص بیٹھک بنائی جاتی ہے اور یہ تصور کیا جاتا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لاتے ہیں، اور اس بیٹھک پر جلوہ افروز ہوتے ہیں، اور مجلس میلاد کی محفل میں ان سب اُمور کو ضروری اور عبادت سمجھ کر کیا جاتا ہے، حالانکہ ان میں سے کوئی چیز بھی عبادت کی قسم میں سے نہیں ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادتِ باسعادت کے تذکرہ کے وقت سب حاضرین کا کھڑے ہو جانا اور قیام کر کے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ وسلام کا اجتماعی طور پر پڑھنا، حالانکہ محفل میلاد میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف کا عقیدہ خود غلط ہے، کتاب وسنت کی کسی دلیل سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا حاضر و ناظر ہونا سرے سے ثابت ہی نہیں، پھر اپنے لیے قیام کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پسند نہیں کیا، بلکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم چاہتے تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے قیام کیا کریں لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کو قیام کرنے سے منع فرما دیا۔

۴) خاص قسم کا جلوس نکالا جاتا ہے، جس میں بہت سے غیر شرعی امور کا ارتکاب کیا جاتا ہے، اور خاص قسم کی نعرہ بازی کی جاتی ہے، بعض علاقوں میں سڑکوں اور چوکوں پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے روضۂ مبارک کی شبیہ تیار کی جاتی ہے، جس طرح شیعہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے روضہ کی شبیہ تازیہ کی شکل میں بناتے ہیں، اور پھر اس شبیہ کے ارد گرد سلام خوانی کی جاتی ہے، حالانکہ اس جلوس اور اس میں ہونے والی خرافات کا ثبوت نہ کتاب اللہ سے ملتا ہے، اور نہ سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے، اور نہ ہی خیر القرون سے اس کا ثبوت دستیاب ہوتا ہے۔

۵) اسی مقررہ تاریخ میں ایصال ثواب کی خیرات کا اہتمام کرنا اور قسم قسم کے ماکولات و مشروبات کا انتظام کرنا، حالانکہ شرعاً ایصال ثواب کی خیرات کے لیے کوئی تاریخ مقرر نہیں ہے۔

۶) پھر ستم بالائے ستم یہ ہے کہ اس کا نام ''عید'' رکھا گیا ہے، حالانکہ اسلام میں عیدین تو دو ہیں : عید الفطر اور عید الاضحیٰ، اس تیسری ''عید'' کا ثبوت نہ قرآن سے ملتا ہے اور نہ حدیث سے، خیر القرون میں ۱۲ ربیع الاول کے دن کو ''عید'' کا دن نہیں کہا گیا، بلکہ اس ''عید'' کہنا ایجاد بندہ ہے، بعض لوگ اس کو ''جشن عید میلاد'' بھی کہتے ہیں، حالانکہ اس قسم کا جشن منانا غیر مسلم قوموں کا وطیرہ ہے، ان کے علاوہ اور بھی بہت سی چیزیں ہیں جن کو یہ لوگ میلاد خوانی کا جزو سمجھتے ہیں، لیکن ہم انہی کے ذکر پر اکتفا کرتے ہیں۔

پس حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادتِ باسعادت کا مطلق تذکرہ ایک محبوب عمل ہے، اور اس کے مستحسن ہونے میں کسی کو اختلاف نہیں ہے، تمام علمائے دیوبند کثر اللہ جماعتہم اس کے قائل ہیں اور اس پر ان کا عمل بھی ہے، تحقیق کے لیے فتاویٰ رشیدیہ، فتاویٰ دار العلوم دیوبند، وغیرہ کتب کا مطالعہ ضروری ہے۔ حکیم الامت حضرت مولانا محمد اشرف علی تھانوی نور اللہ

مرقدہٗ کی ایک خاص تصنیف اس موضوع پر ''نشر الطیب فی ذکر الحبیب'' کے نام سے مشہور اور معروف ہے۔ اہل علم بخوبی جانتے ہیں کہ علمائے حق کی بیسیوں کتابیں اور ہزاروں تقریریں اس موضوع پر موجود ہیں، لیکن اپنی طرف سے اس میں قیودات اور تخصیصات کی ملاوٹ کرنا اور اس کی ایک خاص ہیئت ایجاد کرنا ایک ایسا ناجائز اقدام ہے، جس کی وجہ سے مروجہ میلادخوانی بدعت کی حد میں داخل ہوجاتی ہے۔

اہل بدعت کا عذر: حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاکیزہ اور مقدس تذکروں میں خرافات کی ملاوٹ کر کے ان کو بدعات سے آلودہ کرنے والوں کی طرف سے ہمیشہ یہ عذر پیش کیا جاتا ہے کہ ہمیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت ہے، بلکہ عشق ہے، اور محبت و عشق میں مغلوب ہو کر ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے میلاد کی خوشی مناتے ہیں، عشق و محبت کی منزلیں شریعت سے ماوراء ہیں، لہٰذا ہم جس انداز سے بھی خوشی منائیں ہمارے لیے جائز ہے، کون ہے ہمارے ساتھ شریعت کی باتیں کرنے والا؟ ہم تو عاشق رسول ہیں۔

جواب (۱) اس میں کوئی شک نہیں کہ آپ جو کچھ کرتے ہیں محبت کی وجہ سے کرتے ہیں، لیکن محبت کی بھی حدود ہیں اور اس کا دائرہ ہے، دائرہ محبت سے باہر نکلنا اور حدودِ محبت کو پھلانگنا منع ہے، محبت میں حد سے بڑھ جانا غلو فی الدین ہے، جس سے حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے۔ شیعہ لوگ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے ماتم میں جو کچھ کرتے ہیں، وہ بھی محبت کی وجہ سے کرتے ہیں، لیکن غلو کرتے ہیں اور حد سے بڑھ جاتے ہیں، اسی طرح یہودی حضرت عزیر علیہ السلام کو ''ابن اللہ''، اور عیسائی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ''ابن اللہ'' کہتے ہیں، وہ بھی محبت کی وجہ سے کہتے ہیں، لیکن حدودِ محبت توڑ کر غلو کا شکار ہوجاتے ہیں۔

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سچی محبت تھی، اپنے بیوی بچوں سے، بلکہ اپنی جان سے بھی زیادہ محبت تھی، حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادتِ باسعادت کی خوشی بھی ان کے دلوں میں کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی، لیکن اس کے باوجود ان حضرات نے اس خاص طریقہ اور انداز سے خوشی نہیں منائی، ۱۲ ربیع الاول کی محفل انہوں نے منعقد نہیں کی، قیام انہوں نے نہیں کیا، جلوس انہوں نے نہیں نکالا، اس دن خیراتیں ان سے ثابت نہیں، حالانکہ محبت اور خوشی ان کے دلوں میں بدرجہ اتم موجود تھی، پس باوجود اسباب و محرکات کے انہوں نے یہ کام نہیں کیے اور یقیناً نہیں کیے، تو معلوم ہوتا ہے کہ وہ ان اُمور کو دین نہیں سمجھتے تھے، اگر مروجہ میلادخوانی بمع اپنے لوازمات کے دین وعبادت ہوتی تو صحابہ کرامؓ یقیناً ہم سے اس میں سبقت لے جاتے، کیونکہ ان کو عبادات کا بہت شوق تھا، نیکیاں کمانے کی حرص تھی، لیکن اس سب کے باوجود انہوں نے ۱۲ ربیع الاول کو جلوس نہیں نکالا، میلادخوانی اور نعرہ بازی نہیں کی، محفلِ میلاد منعقد کر کے قیام نہیں کیا، سلام خوانی نہیں کی، معلوم ہوتا ہے کہ وہ ان کاموں کو دین اور عبادت نہیں سمجھتے تھے، بلکہ خیر القرون میں ان کاموں کا نام و نشان تک نہیں تھا، حالانکہ خیر القرون میں جس کام کو دین سمجھ کر کیا گیا وہ دین ہے، اور خیر القرون میں جس کام کو دین نہیں سمجھا گیا وہ دین نہیں بن سکتا، کیونکہ خیر القرون میں جس کام کو باوجود محرکات و دواعی کے دین نہیں سمجھا گیا، اور بعد والے لوگوں کا اس کو دین بنالینا بدعت ہے، البتہ اُمورِ دنیا کی نئی ایجادات اس سے خارج ہیں، اور تعلیم دین اور تبلیغ اسلام کے ذرائع اور وسائل بھی اس سے خارج ہیں، کیونکہ یہ چیزیں مقصود بالذات نہیں ہیں۔

جواب (۲) تاریخ شاہد ہے کہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات سے لے کر چھ سو سال تک کہیں بھی مسلمانوں میں ۱۲ ربیع الاول کو اس طرز کی خوشی نہیں منائی گئی، اور نہ ہی کہیں خوشی کا یہ نرالا انداز اپنایا گیا، پورے چھ سو سال تک ہر سال ۱۲ ربیع الاول کی تاریخ آتی رہی، لیکن اس میں محفل میلاد منعقد نہیں کی جاتی تھی، اور نہ ہی اس میں ماکولات و مشروبات کا انتظام کیا

جاتا تھا، اور نہ ہی جلوس نکالے جاتے تھے۔ الغرض مروجہ میلاد خوانی کے نام سے آج جو کچھ ہو رہا ہے، اسلام کی پوری چھ صدیوں میں ان کاموں میں سے کوئی کام بھی نہیں ہوا، البتہ ۶۰۴ھ میں موصل شہر میں ایک بادشاہ کے حکم سے اس بدعت کو ایجاد اور جاری کیا گیا، اور اسی دور کے ایک دنیا پرست مولوی نے محفل میلاد کے جواز پر مواد اکٹھا کر کے کتاب بنا دی اور اُس بادشاہ سے انعام حاصل کیا۔ اس بدعت کو جاری کرنے والے بادشاہ کا نام مظفر الدین بن اربل کوکری بتایا جاتا ہے، اور دربار سے انعام پانے والے مولوی صاحب کا نام عمر بن دحیہ ابوالخطاب المتوفی ۶۳۳ھ تھا، تفصیلات کے لیے ''دُول الاسلام'' اور ''القول المعتمد فی عمل المولد'' کا مطالعہ کریں۔

مظفر الدین کوکری اور عمر بن دحیہ کون ہیں؟

مظفر الدین کوکری اور عمر بن دحیہ، اوّل الذکر بادشاہ سلامت میلاد خوانی کے موجد اور بانی ہیں، اور ثانی الذکر مولوی صاحب انعام کی لالچ میں بادشاہ سلامت کے مؤید ہیں، خیر سے دونوں صاحبان ساتویں صدی کے لوگ ہیں، لہٰذا مروجہ میلاد خوانی کی ابتدائی تاریخ بھی معلوم ہوگئی کہ یہ بدعت ساتویں صدی میں ایجاد ہوئی۔ باقی رہا یہ سوال کہ یہ دونوں، موجد اور مؤید کس حیثیت اور مقام کے مالک ہیں؟ تو گزارش یہ ہے کہ ان دونوں صاحبان کی حیثیت اور حقیقت معلوم کرنے کے لیے آپ کتب تاریخ اور کتب رجال کا مطالعہ کریں، البتہ ہم یہاں پر اتنی گزارش کرتے ہیں کہ یہ دونوں حضرات غیر مقلد ذہنیت رکھتے تھے، اور ان کا مزاج بھی غیر مقلدین والا تھا، چنانچہ احمد بن محمد مصری لکھتے ہیں: "كان ملكًا مسرفًا يأمر علماء زمانه أن يعملوا باستنباطهم واجتهادهم، وأن لايتبعوا لمذهب غيرهم" (القول المعتمد فی عمل المولد)

ترجمہ: ''مظفر الدین کوکری ایک مسرف بادشاہ تھا، وہ اپنے زمانہ کے علماء کو کہا کرتا تھا کہ: وہ اپنے استنباط اور اجتہاد پر عمل کریں، اور غیر کے مذہب کی پیروی نہ کریں۔'' دیکھ لیا آپ نے! کہ بادشاہ سلامت اپنے دور کے علماء کو یہ سبق دے رہے ہیں کہ کسی کے مذہب کی پیروی نہ کرو، یعنی ائمہ مجتہدین کی تقلید نہ کرو، بلکہ براہ راست کتاب وسنت میں اجتہاد کرو اور خود مسائل کا استنباط کرو اور اس پر عمل کرو۔

قارئین خود فیصلہ فرمائیں کہ ائمہ دین سے لوگوں کو بدظن کرنا اور ان کی پیروی سے روکنا اور یہ ذہن سازی کرنا کہ قرآن و حدیث سے خود مسائل معلوم کرو، اگرچہ اہلیت نہ بھی ہو، اور ہر کہ ومہ کو مفتی اور مجتہد بنانا کس کا کام ہے؟ ہر منصف مزاج آدمی جانتا ہے کہ یہ غیر مقلدین کا کام ہے اور یہ گندی ذہنیت انہی کی ہے، پس معلوم ہوا کہ مروجہ میلاد خوانی کا موجد مظفر الدین کوکری غیر مقلد تھا، اور اسی طرح سب سے پہلے مروجہ میلاد خوانی پر کتاب لکھنے والا مولوی عمر بن دحیہ بھی خیر سے غیر مقلد تھا، چنانچہ حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: ''كثير الوقيعة في الائمة وفي السلف من العلماء خبيث اللسان احمق شديد الكبر، قليل النظر في امور الدين متهاونًا (لسان الميزان ج ۴ ص ۲۹۶)

ترجمہ: ''وہ ائمہ دین اور علماء سلف صالحین کی شان میں بہت ہی گستاخی کیا کرتا تھا، اور گندی زبان کا مالک تھا، بڑا احمق اور متکبر تھا، دین کے کاموں میں بڑا بے پروا اور سست تھا۔ آپ خود سوچیں ائمہ دین کا گلہ شکوہ کون کرتے ہیں؟ اور علمائے سلف صالحین کو کون برا بھلا کہتے ہیں؟ گندی زبان کن کی ہے؟ احمق اور متکبر کون ہیں؟ ہر دانشمند سمجھتا ہے کہ یہ سارے اوصاف غیر مقلدین ہی کے ہیں، تو معلوم ہوا کہ میلاد خوانی کے جواز پر مواد اکٹھا کرنے والا مولوی صاحب بھی غیر مقلد تھا۔

جس مسئلہ کے بانی ایسے لوگ ہیں خود قیاس کرلیں کہ وہ مسئلہ کیسا ہوگا؟

قیاس کن زگلستان من بہار مرا

چتروڑیوں، مودودیوں، غیر مقلدوں اور بریلویوں کا مشترکہ طرزِ عمل:

یہ تینوں گروپ اگرچہ مسلک حقہ اہل سنت والجماعت سے بہت سے مسائل میں کٹ چکے ہیں، لیکن پھر بھی اپنے آپ کو اہل سنت والجماعت سے منسلک سمجھتے ہیں۔

مثلاً :اہل سنت والجماعت کے نزدیک انبیائے کرام علیہم السلام بعد از وفات اپنی اپنی قبور میں بہ تعلقِ روح مع الجسد العنصری زندہ ہیں، اور زائرین کا سلام سنتے ہیں اور جواب دیتے ہیں، لیکن چتروڑی اس حیات اور سماع کا انکار کر کے اہل سنت و الجماعت سے خارج ہو چکے ہیں۔ اسی طرح اہل سنت والجماعت کے نزدیک صحابہ کرام رضی اللہ عنہم معیارِ حق ہیں اور تنقید و تنقیص سے بالاتر ہیں، لیکن مودودیوں اور غیر مقلدوں کے نزدیک صحابہ کرامؓ نہ تو معیارِ حق ہیں اور نہ ہی ان کی تنقید سے بالاتر ہیں، پس مودودی حضرات بھی مقامِ صحابہؓ سے انکار کر کے اہل سنت والجماعت سے خارج اور شرک کے زمرہ میں داخل ہو چکے ہیں۔

اسی طرح اہل سنت والجماعت کے نزدیک عالم الغیب صرف اللہ ہے، اور کائنات کے سارے اختیارات کا مالک بھی صرف اللہ ہے، اور ہر جگہ حاضر و ناظر ہونا بھی اللہ تعالیٰ کی خاص صفت ہے، لیکن بریلوی حضرات، اللہ تعالیٰ کی یہ تینوں صفات انبیاء کرام علیہ السلام و اولیاء عظامؒ میں ثابت کر کے اہل سنت والجماعت سے خارج ہو چکے ہیں۔

اور چتروڑی، مودودی اور بریلوی اپنے عقائد اور مسائل مخصوصہ کو جب ثابت کرنے کی کوشش کرتے تو فہم سلف صالحین کو بالائے طاق رکھ کر اور اہل سنت والجماعت کے راستہ کو چھوڑ کر براہِ راست قرآن و حدیث سے دلیل بنانے کی کوشش کرتے ہیں، جو خالصتاً اپنے مصاحبین غیر مقلدین کا وطیرہ اختیار کرتے ہیں، اس کے برعکس اہل سنت والجماعت اگرچہ اپنا مستدل قرآن و حدیث کو سمجھتے ہیں، لیکن یہ لوگ قرآن و حدیث کی وہی تشریح و تفسیر معتبر سمجھتے ہیں جو کہ سلف صالحین کے فہم کے مطابق ہو نہ کہ مخالف، اور یہی کچھ "اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ. صِرَاطَ الَّذِينَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ" کا مطلب ہے۔

پس یہ تینوں جماعتیں اپنے مسائل مخصوصہ ثابت کرتے وقت جب فہم سلف صالحین کو نظرانداز کر دیتے ہیں اور اکابر کے راستے کو چھوڑ دیتے ہیں اور براہ راست قرآن و حدیث سے دلیل بناتے ہیں تو مشترکہ طور پر اپنے مصاحب غیر مقلدیت سے جا ملتے ہیں، میں ان چاروں حضرات کی خدمت میں مودبانہ گزارش کروں گا کہ اگر آپ اہل سنت والجماعت کو سچی جماعت سمجھتے ہو، اس کو طائفہ ناجیہ جانتے ہو، تو اس جماعت کے تمام مسائل اور عقائد کو تسلیم کرو اور اپنے اپنے تفردات چھوڑ دو، (خصوصاً اہل بدعت بریلوی) اور اگر تم اپنے تفردات نہیں چھوڑ سکتے، بلکہ اپنے تفردات کے حق اور اہل سنت والجماعت کو ناحق سمجھتے ہو، تو پھر اہل سنت والجماعت کا نام استعمال کرنا چھوڑ کر اپنی کوئی اور جماعت بنالو، تا کہ کسی کو دھوکا نہ لگے۔

دو رنگی چھوڑ دے یک رنگا ہوجا
سراسر موم ہو یا سنگ ہوجا!

آمدم برسر مطلب :ادنیٰ مناسبت کی وجہ سے درمیان میں یہ جملہ معترضہ آپ کی خدمت میں پیش کیا گیا، لیکن میں تو یہ عرض کر رہا تھا کہ میلاد خوانی کو ساتویں صدی کے اوائل میں ایجاد کرنے والا ایک غیر مقلد بادشاہ اور اس کی تائید کرنے والا ایک غیر مقلد مولوی تھا، اور ترک تقلید کے نتائج ہمیشہ اس قسم کی صورتوں میں رونما ہوتے رہتے ہیں، جب تاریخی طور پر یہ بات مسلمہ حقیقت ہے وہ

یہ میلادخوانی ساتویں صدی کی پیداوار ہے تو اس کے بدعت ہونے میں کسی قسم کا شک وشبہ باقی نہیں رہتا، یہی وجہ ہے کہ اسی دور سے لے کر آج تک ہر دور کے علمائے حقہ نے اس کو بدعت ہی کہا ہے، البتہ جمہور علماء نے اس کو بدعت کہہ کر رد کردیا ہے، اور بعض دوسرے علماء نے اس کو بدعتِ حسنہ کہہ کر گوارا کرلیا ہے، لیکن کہا سب نے بدعت ہی ہے، کسی دور میں کسی عالم نے اس کو حضوراکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفائے راشدین رضوان اللہ علیہم اجمعین کی سنت قرار نہیں دیا۔

چنانچہ امام جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: ''هذا وان لم يرد فيه نص ففيه القياس۔'' (الحاوی للفتاویٰ ج: ا ص۔۱۹۶) ترجمہ: ''میلادخوانی کے اثبات میں کوئی نص موجود نہیں ہے، بلکہ قیاس آرائی ہے۔''

لطف کی بات یہ ہے کہ علامہ صاحب نے جس رسالہ ''نعمتِ کبریٰ'' سے خلفائے راشدینؓ کی طرف منسوب کردہ چار روایتیں میلاد کے فضائل میں نقل کی ہیں، اس رسالہ کے ساتھ ایک اور رسالہ امام جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ کا چھپا ہوا ہے، اور اس میں صفحہ: ۶ پر یہ لکھا ہے: ''قد سئل شيخ الاسلام حافظ العصر ابوالفضل ابن حجر عن عمل المولد فاجاب بمانصه عمل المولد بدعة لم ينقل عن أحد من السلف الصالح من القرون الثلاثه۔''

ترجمہ: ''شیخ الاسلام حافظ العصر ابوالفضل ابن حجرؒ سے میلاد کے عمل کے متعلق سوال کیا گیا، تو انہوں نے ان لفظوں میں جواب دیا کہ: میلاد کا عمل بدعت ہے، خیرالقرون کے سلف صالحین سے اس کا کوئی ثبوت منقول نہیں ہے۔''

اگر مروّجہ میلادخوانی خلفائے راشدینؓ سے ثابت ہوتی تو اس کو بدعت نہ کہا جاتا، بلکہ اس کو سنت کہا جاتا، کیونکہ حدیث میں مروی ہے: ''عليكم بسنتي وسنة الخلفاء الراشدين!'' پس معلوم ہوا کہ خلفائے راشدینؓ سے مروّجہ میلادخوانی کے فضائل ہرگز ثابت نہیں ہیں، علامہ صاحب نے دیدہ ودانستہ خلفائے راشدینؓ پر بہتان باندھا ہے ''سُبْحَانَكَ هٰذَا بُهْتَانٌ عَظِيْمٌ! أُولٰئِكَ مُبَرَّءُوْنَ مِمَّا يَقُوْلُوْنَ''۔

خیرالقرون کے لوگ اور علامہ صاحب کا فتویٰ: علامہ صاحب لکھتے ہیں: ''لہٰذا جو لوگ حضوراکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے میلاد کی محافل سے چڑتے ہیں اور میلاد کے جلسہ اور جلوس منعقد نہیں کرتے، بلکہ ناجائز اور حرام قرار دیتے ہیں، تو وہ خلفائے اربعہ اور اہل مدینہ صحابہؓ کے منکر اور گستاخ ہیں۔'' (نظریاتِ صحابہ ص۔۲۴)

علامہ صاحب کے فتویٰ کو غور سے پڑھئے! کیا فرمارہے ہیں؟ فرماتے ہیں کہ: میلاد کے جلسہ اور جلوس منعقد نہ کرنے والا خلفائے اربعہ اور اہل مدینہ صحابہؓ کے منکر اور گستاخ ہیں، اور ہم نے ابھی ابھی علامہ صاحب کی محبوبہ، مطلوبہ اور پسندیدہ کتاب ''نعمتِ کبریٰ'' کے ساتھ چھپے ہوئے رسالہ سے یہ ثابت کیا ہے کہ خیرالقرون کے سلف صالحین میلاد کا جلسہ اور جلوس منعقد نہیں کرتے تھے اور ان سے میلاد والا عمل منقول نہیں ہے، لہٰذا بدعت ہے، اب فیصلہ آپ کے ہاتھ میں ہے، بتائیں کہ فتویٰ کے ساتھ علامہ صاحب کی محبوبہ کتاب کا حوالہ ملادیا جائے تو نتیجہ کیا نکلے گا؟ یہی نکلے گا کہ خلفائے اربعہؓ صحابہ کرامؓ اور تمام خیرالقرون کے لوگ، خلفائے اربعہؓ اور اہل مدینہ صحابہؓ کے گستاخ اور منکر ہیں۔ (العياذ بالله و نعوذ بالله من شرور انفسنا و من سيئات اعمالنا، ایسے فتووں اور مفتیوں سے خدا کی پناہ)

بریلوی بادشاہ ہیں: آپ یاد رکھیں کہ اذان کے ساتھ مروجہ سلام خوانی آٹھویں صدی ہجری میں ایک بادشاہ سلطان صلاح الدین ایوبی نے ایجاد کی، اور مروجہ میلادخوانی ساتویں صدی ہجری میں ایک بادشاہ مظفرالدین کوکری نے ایجاد کی، یہ دونوں مسئلے

بادشاہوں کی ایجاد ہیں، بریلوی بھی بادشاہ ہیں کہ بادشاہوں کی ایجاد کو مذہب اور دین بنالیا، حالانکہ خوب جانتے ہیں کہ دین بادشاہوں کا نہیں ہے، دین اللہ کا ہے، اور اللہ کے رسول حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کو لوگوں تک پہنچانے والے ہیں، بادشاہوں کو دین بنانے کا کوئی حق نہیں ہے، لیکن بادشاہ تھے! کون اُن سے پوچھ سکتا تھا کہ کامل اور مکمل دین میں کیوں نئی چیزیں شامل کر رہے ہو؟ اور ادھر بریلوی بھی بادشاہ ہیں، ان سے بھی کوئی نہیں پوچھ سکتا کہ خیر القرون والے دین کو چھوڑ کر کیوں بادشاہوں کے ایجاد کردہ دین کو اپنا رہے ہو؟ لیکن بادشاہ فقیروں کی کب سنتے ہیں؟

ہر کہ آمد عمارت نو ساخت :جب ساتویں صدی ہجری کے اوائل میں میلاد خوانی کی رسم کو ایجاد کیا گیا تو اس وقت یہ عمل نہایت مختصر شکل میں تھا، اس میں زیادہ طول وطوال نہیں تھا، لیکن اس کے باوجود اس دور کے علماء نے اس کو بدعت کہا، اگرچہ بعض نے بدعت کے ساتھ ''حسنہ'' کا بھی اضافہ کیا، چنانچہ امام جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ نے اپنے رسالہ ملحقہ ''نعمت کبریٰ'' میں لکھا ہے:

''ان عمل المولد الذی هو اجتماع الناس وقراءة ماتیسر من القران و روایة الأخبار الواردة فی مبدأ امر النبی صلی اللہ علیه وسلم و ما وقع من مولده من الأیات ثم یمدلهم سما؟؟ یأکلونه وینصرفون من غیر زیادة علیٰ ذالك من البدع الحسنة۔'' (رسالہ سیوطی ملحقہ ''نعمتِ کبریٰ'' ص۔ ۳)

ترجمہ: ''عملِ میلاد میں لوگوں کا اجتماع ہوتا ہے اور قرأتِ قرآن ہوتی ہے، اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادتِ باسعادت کے متعلق روایاتِ حدیث پڑھی جاتی ہیں اور ولادت باسعادت کے وقت جن آیات کا ظہور ا ہوا ان کو بیان کیا جاتا ہے، اور پھر دسترخوان بچھا کر لوگوں کو کھانا کھلایا جاتا ہے، پھر لوگ واپس چلے جاتے ہیں، اس سے زیادہ کچھ نہیں ہوتا۔''

اسی مختصر سے عملِ میلاد کو امام سیوطیؒ بدعتِ حسنہ کے زمرہ میں شمار کرتے ہیں۔

آپ نے توجہ کی! یہ ہے امام جلال الدین سیوطیؒ کے دور کا عملِ میلاد اس میں نہ قیام کا ذکر ہے، اور نہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری کا نظریہ ہے، اور نہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے مخصوص بیٹھک بنانے کا ذکر ہے، اور نہ جلوس کا ذکر ہے، اور نہ ہی جلوس میں ہونے والے غیر شرعی اُمور کا تذکرہ، اور نہ ہی ناقۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے نکالنے کا حکم ہے، اور نہ ہی روضۂ رسول کی شبیہ کا ذکر اور نہ اس کے اردگرد سلام خوانی کا تذکرہ ہے، وغیرہ، وغیرہ، یہ سب اضافہ جات بعد کے لوگوں نے کیے ہیں اور مزید اضافہ جات کی بھی توقع ہے، ''عید میلاد النبی'' اور ''جشنِ میلاد'' تک تو پہنچ چکے ہیں، نا معلوم آگے کہاں تک پہنچیں گے؟ کیونکہ حدود تو دین کی ہوتی ہیں اور یہ تو احداث فی الدین ہے، لہٰذا اس کی کوئی حد نہیں ہے، جتنا مرضی چاہے بڑھاتے جائیں، لیکن جو سنی ہوگا وہ تو سنت پر عمل کرے گا، بدعت چاہے کیسی حسین وجمیل ہو اور خوبصورت اور رنگین ہو پھر بھی بدعت ہے، کوئی سنی خوبصورت بدعت پر عمل کر کے ''حسین بدعتی'' بننے کے لیے قطعاً تیار نہیں ہے۔ میرے خیال میں محفل میلاد کو بدعت حسنہ کہنے والے حضرات اگر آج موجود ہوتے اور مروجہ میلاد خوانی کو دیکھتے تو وہ بھی اس کو بدعتِ سیئہ کہتے، کیونکہ اب تو پانی سر سے اُوپر نکل چکا ہے۔

پھر وہی بے اُصولیاں :مروجہ میلاد خوانی کو دومنٹ کے لیے اگر بدعتِ حسنہ تسلیم بھی کرلیا جائے تو پھر فقہائے کرامؒ کے مسلمہ اُصولوں کے تحت اس پر عمل کرنا جائز نہیں، کیونکہ اس پر عمل کرنے سے فقہائے کرامؒ کے وہ سب اُصول ٹوٹ جاتے ہیں جو کہ بعد الجنازہ دُعا خوانی اور بعد الاذان سلام خوانی ثابت کرنے میں ٹوٹ چکے ہیں، مثلاً:

اگر کوئی کام فی نفسہٖ مباح بلکہ مستحب ہے، لیکن لوگ اس کو ضروری سمجھتے ہیں تو اس کو ترک کر دینا چاہیے، دیکھو فتاویٰ عالمگیریہ جلد ۱: ص ۱۳۶ ،، فتاویٰ شامی جلد ۱: ص ۵۷۷۔

میلادخوانی کو بریلوی حضرات فرض سے بالا فرض سمجھتے ہیں، اس کو اپنے دین کے شعائر سے جانتے ہیں، اور جو لوگ اس میلاد خوانی میں شامل نہ ہوں ان کو ملامت کرتے ہیں، بلکہ فتوے لگا کر ان کو ابلیس سے ملا دیتے ہیں، لہٰذا جب ایک بدعتِ حسنہ کو فرض سے بھی بڑھا دیا جائے تو فقہائے کرامؒ کے نزدیک اس پر عمل کرنا جائز نہیں، بلکہ اس کو چھوڑ دینا ضروری ہے۔

اسی طرح اگر کوئی کام سنت اور بدعت میں دائر ہو تو اس کو بھی ترک کر دینا چاہیے، دیکھو فتاویٰ شامی جلد ا :ص۔۴۷۵، اور مروجہ میلادخوانی سنت اور بدعت میں دائر نہیں ہے، بلکہ یہ بدعتِ حسنہ اور بدعت سیئہ میں دائر ہے، لہٰذا اس کو بطریقِ اولیٰ ترک کر دینا ضروری ہے۔ اسی طرح فقہائے کرامؒ کے نزدیک مطلق عبادات کی کسی وقت کے ساتھ اپنی طرف سے تخصیص کرنا جائز نہیں ہے، لیکن بریلوی حضرات محفلِ میلاد کی ۱۲ ربیع الاول کے ساتھ تخصیص کر کے اصول کو توڑ ڈالتے ہیں۔

اسی طرح عباداتِ مطلقہ کی ایک خاص شکل و ہیئت اپنی طرف سے وضع کرنا جائز نہیں ہے، لیکن یہاں بھی بریلوی حضرات نے ''جشن میلاد'' کی خاص ہیئت وضع کر کے مسلمہ اصول کو توڑ دیا ہے۔ آخر میں ہم ایک بار پھر اپنے عقیدہ کو بیان کرتے ہیں کہ: نفسِ ذکر ولادت ایک ایسا مستحسن عمل ہے جس سے ہر کلمہ گو مسلمان کا ایمان تازہ ہوتا ہے، لیکن اس میں اپنی طرف سے قیودات لگا کر ایک نئی ہیئت و شکل وضع کر لینا بدعت ہے۔ ہم اپنے عقیدہ کی تائید کے لیے بریلوی نظریات کے شیخ الحدیث علامہ غلام رسول سعیدی شیخ الحدیث دار العلوم نعیمیہ فیڈرل بی ایریا کراچی کی تحریر سے ناظرین دیکھیں وہ موجودہ دور کے عید میلاد کے بارے میں لکھتے ہیں کہ بعض شہروں میں عید میلاد کے جلوس کے تقدس کا بالکل پامال کر دیا ہے جلوس تنگ راستوں سے گزرتا ہے اور مکانوں کی کھڑکیوں اور بالکونیوں سے نوجوان لڑکیاں اور عورتیں شرکاء جلوس پر پھل وغیرہ پھینکتی ہیں اوباش نوجوان فحش حرکتیں کرتے ہیں جلوس میں مختلف گاڑیوں پر فلمی گانوں کی ریکارڈنگ ہوتی ہے اور نوجوان لڑکے فلمی گانوں کی دھنوں پر ناچتے ہیں اور نماز کے اوقات میں جلوس چلتا رہتا ہے مساجد کے آگے سے گزرتا ہے اور نماز کا کوئی اہتمام نہیں کیا جاتا اس قسم کے جلوس میلاد النبی (ﷺ) کے تقدس پر بدنما داغ ہیں اگر ان کی اصلاح نہ ہو سکے تو ان کو فوراً بند کر دینا چاہئے کیونکہ ایک مستحسن کے نام پر ان محرمات کے ارتکاب کی شریعت میں کوئی اصل نہیں ہے۔ (شرح صحیح مسلم ج:۳ص۔۱۷۰)

علامہ صاحب کو دعوتِ غور و فکر: علامہ صاحب! غور فرمائیں اور اپنے مسلک کے شیخ الحدیث کی عبارت پر بھی گہری نظر رکھیں اور ٹھنڈے دل سے بھی سوچیں کہ جب خلفائے راشدینؓ نے میلادخوانی کے اتنے بڑے فضائل بتائے ہیں، تو خود اس پر عمل کیوں نہیں کیا؟ خلفائے راشدینؓ نے ۱۲ ربیع الاول میں محافلِ میلاد منعقد کیوں نہیں کیں؟ عید میلاد النبی کیوں نہیں منائی؟ جشن کیوں نہیں منایا؟ جلوس کیوں نہیں نکالا؟ خیراتیں کیوں نہیں کیں؟ میلادخوانی کا اتنا بڑا ثواب کیوں نہ کمایا؟ علامہ فیضی صاحب! نیز علامہ سعیدی کی اصلاح پر بھی غور و فکر کریں اور اس کا سوچ سمجھ کر جواب دیں!

علامہ صاحب کا دعویٰ کہ حضرت عباسؓ کا عقیدہ میلاد:

نمبر ۱۲۔ علامہ فیضی صاحب لکھتے ہیں:

''حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نورانیت، توسل، وسیلہ اور میلاد کے بارے میں صحابیٔ رسول اور عمِ رسول حضرت عباس رضی اللہ عنہ کا اعتقاد۔ اخرج الحاکم و الطبرانی عن خریم بن اوس قال ھاجرت الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منصرفہ من تبوک فسمعت العباس یقول یا رسول اللہ! انی اُرید ان امتدحک۔ قال قُل

لایفضض اللہ فاك۔ تو حضرت عباسؓ نے یہ اشعار پڑھے :

من قبلها طبت فی الظلال و فی ۔ مستودع حیث یخصف الورق
ثم هبطت البلاد لا بشر ۔ أنت ولا مضغة ولا علق
بل نطفة ترکب السفین وقد ۔ ألجم نسرًا وأهلهٗ الغرق
تنقل من صالب الی رحم ۔ اذا مطی عالم بدا طبق
و بردت نار الخلیل مستترًا ۔ فی صلبه أنت کیف یحترق
حتّٰی احتوی بیتك المهیمن من ۔ خندف علیاء تحتها النطق
وأنت لما ولدت أشرقت ۔ الارض وضاءت بنورك الأفق
فنحن فی ذالك الضیاء و فی ۔ النور و سبل الرشاد نخترق

ترجمہ : زمین پر آنے سے پہلے آپ جنت کے سائے میں خوشحال تھے، اور نیز ودیعت گاہ میں جہاں (جنت کے درختوں کے) پتے اوپر جوڑے جاتے تھے (یعنی آپ صلب آدم علیہ السلام میں تھے اور ودیعت گاہ سے مراد صلب ہے، جیسا کہ اس آیت میں مفسرین نے کہا ''مستقر و مستودع'') اس کے بعد آپ نے بلاد (یعنی زمین) کی طرف نزول فرمایا، اور آپ اس وقت نہ بشر تھے اور مضغہ اور نہ علق، بلکہ (صلب آباء میں) محض ایک مادہ مائیہ تھے کہ وہ کشتی نوح میں سوار تھا اور حالت یہ تھی کہ نسر بت اور اس کے ماننے والوں کے لبوں تک طوفان پہنچ رہا تھا، وہ مادہ (اسی طرح واسطہ در واسطہ) ایک صلب سے دوسرے رحم تک نقل ہوتا رہا، جب ایک طرح کا عالم گزر جاتا، دوسرا طبقہ ظاہر ہو جاتا، یعنی یہ مادہ سلسلۂ آباء کے مختلف طبقات میں یکے بعد دیگرے منتقل ہوتا رہا، یہاں تک کہ اسی سلسلہ میں آپ نے نارِ خلیل میں بھی ورود فرمایا، چونکہ آپ انکی صلب میں مختفی تھے تو وہ کیسے جلتے؟ یہاں تک آپ کا خاندانی شرف جو کہ آپ فضیلت پر شاہد ظاہر ہے اولاد خندف (آپ کے جد بعید مدرکہ بن الیاس کی ماں کا لقب ہے) میں سے ذروۂ عالیہ پر جاگزیں ہوا، جس کے تحت میں حلقے (یعنی دوسرے خاندان مثل درمیانی حلقوں کے) تھے، اور آپ جب پیدا ہوئے تو زمین روشن ہوگئی اور آپ کے نور سے آفاق منور ہو گئے، سو ہم اس ضیاء اور اس نور میں ہدایت کے راستوں کو قطع کر رہے ہیں۔

اب جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نورانیت اور وسیلہ اور میلاد بیان کرنے کے منکر ہیں وہ حضرت عباس صحابیٔ رسول اور عم رسول کے منکر اور گستاخ ہیں۔'' (نظریات صحابہ ۲۴ :تا ۲۷)

الجواب : علامہ صاحب نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے مدحیہ اشعار تو ''الخصائص الکبریٰ'' للسیوطی جلد ۱ :ص ۳۹ : کے حوالے سے نقل کیے ہیں اور ان کا اردو ترجمہ حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی نور اللہ مرقدہٗ ''نشر الطیب فی ذکر الحبیب'' سے نقل فرمایا، اور پھر ان اشعار سے تین مسئلے ثابت کیے :مسئلہ میلاد، مسئلہ وسیلہ اور مسئلہ نور۔ اب بالترتیب ان تینوں مسائل کی وضاحت آپ کی خدمت میں پیش کی جاتی ہے۔

۱) مسئلہ میلاد اس پر ہم تفصیلی کلام گزشتہ اوراق میں کر چکے ہیں تاہم ان کے استدلال کے پیش نظر جواب عرض خدمت ہے :

میلاد کے متعلق اتنی بات یاد رکھیں کہ نفسِ ذکرِ ولادتِ باسعادت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مؤمن کے ایمان کو تازہ کرنے والا مقدس عمل ہے، علمائے دیوبند کثر اللہ جماعتہم اس کے قائل ہیں اور اس پر ان کا عمل بھی ہے اور تصانیف بھی ہیں،

اس میں اختلاف کی کوئی گنجائش بھی نہیں ہے۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے بھی اپنے اشعار میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ابتداء آفرینش کے حالات بیان کیے، لیکن اس سے مروجہ میلاد خوانی تو قطعاً ثابت نہیں ہوتی۔ علامہ صاحب کی مذہبی برادری ''عید میلاد النبی'' اور ''محفل میلاد'' اور ''جشنِ میلاد'' کے نام سے جو کارنامے سرانجام دیتی ہے ان کا تو ان اشعار میں نام ونشان تک بھی نہیں ہے، نہ محفل میلاد کے انعقاد کا ذکر ہے، اور نہ ہی جلسہ وجلوس کا تذکرہ ہے، اور نہ ہی قیام کا ذکر ہے، اور نہ سلام خوانی کا اور نہ ہی ماکولات کا تذکرہ اور نہ مشروبات کا، اس طرز کی میلاد خوانی تو ساتویں صدی ہجری کی ایجاد ہے، اسی لیے تو مجوزین حضرات بھی اس کو بدعتِ حسنہ کہہ کر اس کی گنجائش نکالنے کی کوشش کرتے ہیں، صحابہؓ اور تابعینؒ کے مبارک دور میں تو اس شکل وصورت کی میلاد خوانی نہیں ہوتی تھی، خیر القرون کے لوگ تو اس طرز کی خوشی منانے کو جانتے بھی نہ تھے، لہٰذا حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے مدحیہ اشعار میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت کا تذکرہ ہے اور اس پر ہر مؤمن کا ایمان ہے، اور یہی حقیقی خوشی ہے، مروجہ میلاد خوانی سے ان اشعار کا کوئی تعلق نہیں ہے، اگر علامہ صاحب خواہ مخواہ ان اشعار کو اپنی مروجہ میلاد خوانی کے لیے دلیل بناتے ہیں تو ہم مجبوراً اتنا عرض کریں گے۔

جو چاہے آپ کا حسن کرشمہ ساز کرے!

(۲) مسئلہ توسل وسیلہ کا جواب سورۃ مائدہ آیت نمبر ۳۵ میں ملاحظہ فرمائیں۔

﴿۵۹﴾ نفی شرک فعلی : اگر کتاب الٰہی کی اتباع نہیں کرو گے تو تمہیں حلال وحرام کا علم بھی نہیں ہو سکے گا اور جس کو تم نے ازخود حلال وحرام قرار دیا ہے اس کی حلت وحرمت کی کوئی عقلی اور نقلی دلیل بھی تمہارے پاس نہیں ہے، یہ تو محض اللہ تعالیٰ پر افتراء باندھتے ہو۔

﴿۶۰﴾ مجرمین کے لئے وعید : اگر تم نے حلال وحرام میں اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھا تو پھر سوچ لو کہ قیامت میں اس کے روبرو حاضر ہو گئے، تو پھر تمہارا کیا حال ہوگا؟ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے کہ تمہیں فوراً سزا نہیں دیتا بلکہ توبہ کی مہلت دیتا ہے لیکن اکثر لوگ ناقدرے ہیں ورنہ توبہ کر لیتے۔

وَمَا تَكُونُ فِي شَأْنٍ وَمَا تَتْلُوا مِنْهُ مِن قُرْآنٍ وَلَا تَعْمَلُونَ مِنْ عَمَلٍ إِلَّا كُنَّا عَلَيْكُمْ

اور نہیں ہوتے آپ کسی حال میں اور نہیں پڑھتے آپ اس حال میں قرآن اور نہیں عمل کرتے آپ کوئی عمل مگر ہم حاضر ہوتے ہیں آپ پر جبکہ آپ

شُهُودًا إِذْ تُفِيضُونَ فِيهِ ۚ وَمَا يَعْزُبُ عَن رَّبِّكَ مِن مِّثْقَالِ ذَرَّةٍ فِي الْأَرْضِ وَلَا

مصروف ہوتے ہیں اس کام میں نہیں غائب تیرے رب سے مقدار ایک ذرے کے زمین میں اور نہ آسمان میں نہ اس سے کوئی چھوٹی چیز

فِي السَّمَاءِ وَلَا أَصْغَرَ مِن ذَٰلِكَ وَلَا أَكْبَرَ إِلَّا فِي كِتَابٍ مُّبِينٍ ﴿٦١﴾ أَلَا إِنَّ أَوْلِيَاءَ اللَّهِ لَا خَوْفٌ

اور نہ بڑی مگر وہ کتاب مبین میں ہے﴿۶۱﴾ آگاہ رہو بیشک اللہ تعالیٰ کے دوست نہیں خوف ہوگا ان پر

عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ﴿٦٢﴾ الَّذِينَ آمَنُوا وَكَانُوا يَتَّقُونَ ﴿٦٣﴾ لَهُمُ الْبُشْرَىٰ فِي الْحَيَاةِ

اور نہ وہ غمگین ہوں گے﴿۶۲﴾ وہ جو ایمان لائے اور تقویٰ اختیار کرتے رہے﴿۶۳﴾ ان کیلئے بشارت ہے دنیا کی زندگی میں

الدُّنْيَا وَفِي الْآخِرَةِ ۚ لَا تَبْدِيلَ لِكَلِمَاتِ اللَّهِ ۚ ذَٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ ﴿٦٤﴾ وَلَا يَحْزُنكَ

اور آخرت میں نہیں ہے تبدیلی اللہ کے کلمات میں یہ بڑی کامیابی ہے ﴿۶۴﴾ اور نہ غم میں ڈالے آپ کو

قَوْلُهُمْ ۘ إِنَّ الْعِزَّةَ لِلَّهِ جَمِيعًا ۚ هُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ﴿٦٥﴾ أَلَا إِنَّ لِلَّهِ مَن فِي السَّمَاوَاتِ وَمَن

ان کی بات، بیشک عزت اللہ کیلئے ہے سب اور وہی سننے والا اور جاننے والا ہے ﴿۶۵﴾ آگاہ رہو بیشک اللہ تعالیٰ کیلئے جو کچھ آسمانوں اور جو کچھ زمین میں ہے

فِي الْأَرْضِ ۗ وَمَا يَتَّبِعُ الَّذِينَ يَدْعُونَ مِن دُونِ اللَّهِ شُرَكَاءَ ۚ إِن يَتَّبِعُونَ إِلَّا الظَّنَّ

اور جو پیروی کرتے ہیں ان لوگوں کی جو پکارتے ہیں اللہ کے سوا دوسرے شریکوں کو نہیں پیروی کرتے وہ مگر گمان کی اور نہیں

وَإِنْ هُمْ إِلَّا يَخْرُصُونَ ﴿٦٦﴾ هُوَ الَّذِي جَعَلَ لَكُمُ اللَّيْلَ لِتَسْكُنُوا فِيهِ وَالنَّهَارَ مُبْصِرًا ۚ

وہ مگر اٹکل دوڑاتے ﴿۶۶﴾ اللہ تعالیٰ کی ذات وہی ہے جس نے بنائی تمہارے واسطے رات تاکہ تم اس میں آرام پکڑو اور دن کو روشن بیشک اس میں نشانیاں ہیں

إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَاتٍ لِّقَوْمٍ يَسْمَعُونَ ﴿٦٧﴾ قَالُوا اتَّخَذَ اللَّهُ وَلَدًا ۗ سُبْحَانَهُ ۖ هُوَ الْغَنِيُّ ۖ لَهُ مَا

ان لوگوں کیلئے جو (کان رکھ کر) سنتے ہیں ﴿۶۷﴾ کہا ان لوگوں نے کہ بنالیا ہے اللہ تعالیٰ نے بیٹا پاک ہے اس کی ذات وہ بے نیاز ہے اسی کا ہے

فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ ۚ إِنْ عِندَكُم مِّن سُلْطَانٍ بِهَٰذَا ۚ أَتَقُولُونَ عَلَى اللَّهِ مَا لَا تَعْلَمُونَ ﴿٦٨﴾

جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں نہیں ہے تمہارے پاس کوئی سند اس بات کی کیا کہتے ہو تم اللہ پر وہ بات جو تم نہیں جانتے ﴿۶۸﴾

قُلْ إِنَّ الَّذِينَ يَفْتَرُونَ عَلَى اللَّهِ الْكَذِبَ لَا يُفْلِحُونَ ﴿٦٩﴾ مَتَاعٌ فِي الدُّنْيَا ثُمَّ إِلَيْنَا

(اے پیغمبر) آپ کہہ دیجئے کہ بیشک وہ لوگ جو افتراء باندھتے ہیں اللہ پر جھوٹ وہ فلاح نہیں پائیں گے ﴿۶۹﴾ تھوڑا سا فائدہ ہے دنیا کی زندگی میں پھر ہماری طرف

مَرْجِعُهُمْ ثُمَّ نُذِيقُهُمُ الْعَذَابَ الشَّدِيدَ بِمَا كَانُوا يَكْفُرُونَ ﴿٧٠﴾

ہی ان سب کو لوٹ کر آنا ہے پھر ہم چکھائیں گے ان کو سخت عذاب اس وجہ سے کہ وہ کفر کیا کرتے تھے ﴿۷۰﴾

﴿۶۱﴾ وَمَا تَكُونُ فِي شَأْنٍ ... الخ ربط آیات : کفار کی مذکورہ باتوں سے آنحضرت ﷺ کو طبعی تکلیف ہوتی تھی اب تسلی کا مضمون ہے۔

خلاصہ رکوع ۷ حصر علم الغیب فی ذات باری تعالیٰ، شان اولیاء اللہ، اولیاء اللہ کی علامت، اولیاء اللہ کیلئے دنیوی اور اخروی بشارت، تسلی خاتم الانبیاء، حصر المالکیت فی ذات اللہ تعالیٰ، تذکیر بآلاء اللہ سے توحید خداوندی پر عقلی دلیل، شکوہ، جواب شکوہ، فرائض خاتم الانبیاء و مفترین کا انجام، ازالہ شبہ، تذکیر بما بعد الموت۔ ماخذ آیات ۶۱: تا ۷۰ +

حصر علم الغیب فی ذات باری تعالیٰ : مطلب آیت کا یہ ہے کہ ہم تمہارے حالات سے پورے طریقے سے واقف ہیں اور سب کچھ لوح محفوظ میں لکھا ہوا ہے۔

ہر جگہ حاضر و ناظر ہونا اللہ تعالیٰ کی خاص صفت ہے

ہم اختصار کے ساتھ یہ بات واضح کردیں کہ ہر جگہ حاضر و ناظر ہونا اس کی شان کے مطابق ہم اس کی کیفیت کے مکلف نہیں اور

مختارِ کل ہونا بھی اللہ تعالیٰ کی صفاتِ مخصوصہ میں سے ہیں، اور مخلوقات میں سے کوئی فرد بھی ان صفات میں اللہ تعالیٰ کا شریک نہیں ہے، حتیٰ کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بھی نہ تو ہر جگہ حاضر و ناظر ہیں، اور نہ ہی خدائی اختیارات کے مالک ہیں۔

اللہ تعالیٰ کے اسمائے حسنیٰ میں سے چند صفات ایسی ہیں جو کہ اللہ تعالیٰ کے ہر جگہ حاضر و ناظر ہونے پر دلالت کرتی ہیں، مثلاً حفیظ : نگہبان، دیکھنے والا۔ رقیب : ہر وقت دیکھنے والا۔ شھید : ہر جگہ حاضر۔ محیط : ہر چیز کو احاطہ کرنے والا۔ قریب: ہر چیز کے نزدیک۔ بصیر : ہر چیز کو دیکھنے والا یعنی ناظر۔

اب یہاں ہمارے مخاطب علامہ منظور احمد فیضی آف احمد پور شرقیہ ہیں وہ ان صفات کے معانی اپنے اعلیٰ حضرت احمد رضا خان صاحب کے ترجمہ "کنزالایمان" میں دیکھ لیں، یہ سب اسمائے حسنیٰ اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہر وقت اور ہر جگہ حاضر و ناظر ہیں کما یلیق بشانہ۔ اس مسئلہ میں آیات بہت ہیں، جن کی نشاندھی ہم نے اپنے ترجمہ معارف التبیان میں کی ہے اس کو ضرور دیکھیں۔ تاہم اختصار کی وجہ سے تین آیات جو اس صفت خاص کا مظہر ہیں پیش کرتے ہیں، آیات سے پہلے ایک غلط فہمی کا ازالہ ضروری ہے، لہٰذا پہلے ایک اصول ذہن نشین کر لیں تا کہ آپ غلط فہمی میں مبتلا نہ ہوں۔

غلط فہمی کا ازالہ : اللہ تعالیٰ کی بعض صفات ایسی بھی ہیں جن کا اطلاق مخلوقات پر بھی ہوتا ہے، مثلاً سمیع، بصیر، رءوف، رحیم، شاھد، شھید، وغیرہ، لیکن جب یہ صفات اللہ تعالیٰ کی ذات اقدس پر بولی جاتی ہیں تو ان کے وہی معانی مراد ہوں گے جو اس کی ذاتِ پاک کے شایانِ شان ہیں، اور جب یہ صفات مخلوقات پر بولی جائیں گی تو وہ معانی مراد ہوں گے جو مخلوق کے حال کے مناسب ہیں، بہر حال خالق و مخلوق پر اطلاق کرتے وقت ایک ہی معنیٰ مراد لینا غلط اور ایسا کرنا شرک ہے، کیونکہ جس معنیٰ میں اللہ تعالیٰ سمیع و بصیر اور رؤف و رحیم ہیں، مخلوق ایسے معنیٰ میں نہ سمیع و بصیر ہے اور نہ ہی رؤف و رحیم ہے۔

یہ اصول ہم نے اس لیے عرض کیا تا کہ کسی کو غلط فہمی نہ لگ جائے کہ جب تم نے "شہید" کا معنیٰ ہر جگہ حاضر کیا ہے تو "شاہد" کا بھی یہی معنیٰ ہے، اور اللہ تعالیٰ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو "شاہد" کہا ہے، لہٰذا آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہر جگہ حاضر و ناظر ہو گئے، ایسا سمجھنا غلطی ہے، "شاہد" اور "شہید" کے جو معنیٰ اللہ تعالیٰ کی ذات پر اطلاق کرتے وقت مراد ہوں گے وہی معنیٰ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم میں مراد نہیں ہو سکتے، ورنہ یہی صفات یعنی "شاہد" اور "شہید" آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ عام لوگوں پر بھی قرآن مجید میں بولے گئے ہیں، کیا قرآن مجید میں جن کو "شاہد، شہید" اور شہداء" کہا گیا ہے، وہ سب حاضر و ناظر ہو جاتے ہیں؟ نہیں! ہر گز نہیں!

آیات قرآنیہ :(۱) "اِنَّ اللّٰهَ لَا يَخْفٰى عَلَيْهِ شَيْءٌ فِي الْاَرْضِ وَلَا فِي السَّمَآءِ" (آل عمران ۵)

ترجمہ : "بے شک اللہ تعالیٰ سے کوئی چیز چھپی ہوئی نہیں ہے زمین میں اور نہ آسمان میں۔"

فائدہ : اس آیت پاک سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ سے کائنات کی کوئی چیز چھپی ہوئی نہیں ہے، بلکہ وہ ہر چیز کو دیکھتا ہے، لہٰذا ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ اپنی صفت علم سے ہر جگہ حاضر و ناظر ہے۔

۲) "وَمَا تَكُوْنُ فِيْ شَاْنٍ وَّمَا تَتْلُوْا مِنْهُ مِنْ قُرْاٰنٍ وَّلَا تَعْمَلُوْنَ مِنْ عَمَلٍ اِلَّا كُنَّا عَلَيْكُمْ شُهُوْدًا اِذْ تُفِيْضُوْنَ فِيْهِ ؕ وَمَا يَعْزُبُ عَنْ رَّبِّكَ مِنْ مِّثْقَالِ ذَرَّةٍ فِي الْاَرْضِ وَلَا فِي السَّمَآءِ وَلَاۤ اَصْغَرَ مِنْ ذٰلِكَ وَلَاۤ اَكْبَرَ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ" (یونس ۶۱)

ترجمہ: ''اور آپ کسی حال میں ہوں اور من جملہ ان احوال کے آپ کہیں سے قرآن پڑھتے ہوں اور تم جو کام بھی کرتے ہو، ہم کو سب کی خبر رہتی ہے، جب تم اس کام کو کرنا شروع کرتے ہو، اور آپ کے رب سے کوئی چیز ذرہ برابر بھی غائب نہیں، نہ زمین میں اور نہ آسمان میں، اور نہ کوئی چیز اس سے چھوٹی ہے اور نہ کوئی چیز بڑی ہے مگر یہ سب کچھ کتاب مبین میں ہے۔''

فائدہ: اس آیت پاک سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی صفت علم کے ساتھ ہر جگہ حاضر وناظر ہے، اور کائنات کے ذرہ ذرہ کو دیکھتا ہے، اور کوئی چیز بھی اس سے پوشیدہ نہیں ہے۔

۳) ''اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ مَا يَكُوْنُ مِنْ نَّجْوٰى ثَلٰثَةٍ اِلَّا هُوَ رَابِعُهُمْ وَلَا خَمْسَةٍ اِلَّا هُوَ سَادِسُهُمْ وَلَآ اَدْنٰى مِنْ ذٰلِكَ وَلَآ اَكْثَرَ اِلَّا هُوَ مَعَهُمْ اَيْنَ مَا كَانُوْا (المجادلة: ۷)

ترجمہ: ''کیا آپ نے اس پر نظر نہیں فرمائی کہ اللہ تعالیٰ سب کچھ جانتا ہے جو آسمانوں میں ہے اور جو زمین میں ہے، کوئی سرگوشی تین آدمیوں کی ایسی نہیں ہوتی جس میں چوتھا وہ نہ ہو، اور نہ پانچ کی ہوتی ہے جس میں چھٹا نہ ہو، اور نہ اس سے کم اور نہ اس سے زیادہ مگر وہ ان لوگوں کے ساتھ ہوتا ہے۔''

فائدہ: یہ آیت پاک اللہ تعالیٰ کی صفتِ علم کے ساتھ ہر جگہ حاضر وناظر ہونے کی واضح دلیل ہے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہر جگہ حاضر وناظر نہیں ہیں:

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جتنا عرصہ جہاں دنیا میں رہے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم صرف ایک ہی جگہ جلوہ افروز ہوتے تھے، جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ مکرمہ میں ہوتے تو مدینہ منورہ میں نہیں ہوتے تھے، اور جب مدینہ منورہ میں ہوتے تو اس وقت مکہ مکرمہ میں نہ ہوتے تھے، اور جب آپ معراج پر تشریف لے گئے تو اس وقت نہ آپ مکہ میں تھے اور نہ مدینہ میں، بہرحال آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک جگہ ہوتے تھے، ہر جگہ حاضر وناظر نہیں ہوتے تھے، اور جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہو گیا اور دار دنیا سے رحلت فرما کر دارِ آخرت میں تشریف لے گئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم روضۂ اطہر میں آرام فرما ہیں، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جسدِ اطہر کو بہ تعلق روح حیات حاصل ہے، اسی حیات کی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم مزارِ اقدس پر حاضر ہونے والوں کا صلوٰۃ وسلام سنتے ہیں، یہ امت محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کا اجماعی عقیدہ ہے، لیکن وفات کے بعد بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہر جگہ حاضر وناظر اور موجود نہیں ہیں، قرآن مجید کی تین آیات مشت نمونہ از خروارے ملاحظہ فرمائیں:

۱) ''وَمَا كُنْتَ بِجَانِبِ الْغَرْبِيِّ اِذْ قَضَيْنَآ اِلٰى مُوْسَى الْاَمْرَ وَمَا كُنْتَ مِنَ الشّٰهِدِيْنَ۔'' (القصص: ۴۴)

ترجمہ: اس آیت سے صاف طور پر معلوم ہوتا ہے کہ جس وقت اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو احکام دیئے اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم وہاں موجود نہیں تھے۔ ''وَمَا كُنْتَ مِنَ الشّٰهِدِيْنَ'' کا ترجمہ علامہ صاحب کے امام احمد رضا خان نے یوں کیا: ''(اے سید الانبیاء محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم) اور اس وقت تم حاضر نہ تھے۔'' (کنز الایمان بمع حاشیہ) حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق اللہ تعالیٰ نے ''شاھدًا'' کا لفظ استعمال فرمایا ہے، جس کو علامہ صاحب کی برادری حاضر وناظر کی دلیل بناتی ہے، لیکن ان کے امام صاحب نے ''وَمَا كُنْتَ مِنَ الشّٰهِدِيْنَ'' کا ترجمہ ''اس وقت تم حاضر نہ تھے'' کر کے مسئلہ حل کر دیا ہے۔ ہمیں مزید عرض کرنے کی ضرورت نہیں۔

۲) ذٰلِكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْغَيْبِ نُوْحِيْهِ اِلَيْكَ وَمَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ اِذْ اَجْمَعُوْٓا اَمْرَهُمْ وَهُمْ يَمْكُرُوْنَ۔'' (یوسف۔ ۱۰۲)

ترجمہ: ''(اے پیغمبر) یہ قصہ غیب کی خبروں میں سے ہے، ہم وحی کے ذریعہ سے آپ کو یہ قصہ بتلاتے ہیں، اور آپ ان کے پاس اس وقت موجود نہ تھے جبکہ انھوں نے اپنا ارادہ پختہ کر لیا تھا اور وہ تدبیریں کر رہے تھے۔

فائدہ: اس آیت میں اللہ تعالیٰ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب بنا کر فرماتے ہیں کہ: اے میرے پیغمبر! کہ جب برادران یوسف ان کے بارے میں مختلف تدبیریں کر رہے تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت موجود نہیں تھے، یعنی اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم وہاں حاضر و ناظر نہیں تھے۔

اس مسئلہ میں احادیث صحیحہ کا بھی ایک ذخیرہ موجود ہے، لیکن ہم انہیں آیات پر اکتفا کرتے ہوئے چند سوالات علامہ صاحب کے گوش گزار کرنا چاہتے ہیں، تاکہ وہ ان میں غور و فکر کریں۔

(۱) اگر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہر جگہ حاضر و ناظر ہیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سفر ہجرت کا کیا مطلب؟

(۲) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سفر معراج کے کیا معنی؟ (۳) ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کے لیے تقسیم بندی کا کیا فائدہ؟

(۴) غزوہ اور سریہ میں فرق کیسا؟ (۵) قرآنی سورتوں کی مکی اور مدنی میں تقسیم کیوں؟ (۶) صحابی اور تابعی میں فرق کیوں؟

(۷) سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے حجرۂ مبارکہ کی دوسرے مکانوں پر فضیلت کیسی؟

ان تمام سوالات کے جوابات علامہ صاحب اور اعلیٰ حضرت کی روحانی ذریت پر رہتی دنیا تک فرض رہیں گے۔

﴿۶۲﴾ شان اولیاء اللہ: لوح محفوظ کی باتوں میں ایک یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے خالص دوستوں پر نہ تو وہ خوف ہوتا ہے جو ناپسندیدہ بات کے پیش آجانے سے ہو، اور نہ وہ غم ہوتا ہے جو مطلوب کے حصول میں ناکامی سے ہو کیونکہ یہ حضرات اللہ تعالیٰ کی رضا کے علاوہ کوئی آرزو ہی نہیں رکھتے جو ناکامی پر رنج و غم ہو اور ہر حالت کو اگرچہ ناپسندیدہ ہی ہو اللہ تعالیٰ کی جانب سے سمجھتے ہیں اور اس پر صبر کرنے میں محبوب کی رضا سمجھتے ہیں باقی طبعی غم اور خوف اس کے منافی نہیں جیسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے صاحبزادے حضرت ابراہیم کی وفات پر غم ہوا، یا جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو لاٹھی کے اژدہا بننے پر خوف ہوا۔

﴿۶۳﴾ اولیاء اللہ کی علامت: یہ لوگ ایمان اور تقویٰ سے قرب حاصل کرتے ہیں دوسروں کا حق ادا کرنے والے ہوتے ہیں۔ صاحب شرح عقائد "ولی" کی تعریف یہ لکھتے ہیں کہ جو اللہ تعالیٰ اور اس کے صفات کا بقدر امکان عارف ہو، طاعات کا التزام کرتا ہو، معاصی سے اجتناب کرتا ہو، لذات اور شہوات میں انہماک سے اعراض کرتا ہو۔ (شرح عقائد نسفی)

علامہ بغوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اولیاء اللہ کے نشانی کے بارے میں دریافت کیا گیا تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ جب ان کو دیکھو تو اللہ یاد آجائے۔ (معالم التنزیل: ص: ۳۰۰ ج: ۲؛ مظہری: ص: ۳۰ ج۔ ۵)

﴿۶۴﴾ دنیوی اور اخروی بشارت: ایسے لوگ دنیا میں ہوں یا آخرت میں دونوں جگہ ان کے لئے مبارک ہے اللہ تعالیٰ کا یہ قطعی فیصلہ ہے۔

مرزا غلام احمد قادیانی کا غلط استدلال

اس آیت سے مرزا قادیانی نے اس بات کو ثابت کرنا چاہا ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بھی سلسلہ نبوت باقی ہے وہ اس طرح کہ قرآن میں مؤمنین کے لئے بشریٰ کا وعدہ کیا گیا ہے اور حدیث میں اس کی تفسیر رؤیا صالحہ سے کی گئی ہے رؤیا صالحہ کو حدیث میں نبوت کا چھیالیسواں حصہ کہا گیا ہے لہٰذا ثابت ہوا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بھی نبوت باقی ہے۔

جواب: ❶ قرآن کریم میں ختم نبوت منصوص ہے اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "اَنَا خَاتَمُ النَّبِيِّيْنَ لَا نَبِيَّ بَعْدِيْ"۔ (مشکوٰۃ ص۔ ۴۵۷) میں خاتم النبیین ہوں میرے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔

مسند احمد اور ترمذی میں ہے "اِنَّ الرِّسَالَةَ وَالنُّبُوَّةَ انْقَطَعَتْ فَلَا رَسُوْلَ بَعْدِيْ وَلَا نُبُوَّةَ"۔

(بحوالہ ابن کثیر؛ ص: ۸۹ ج۔ ۸)

مطلب یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا میرے بعد ہر قسم کی نبوت اور رسالت کو بند کر دیا گیا ہے لہذا میرے بعد نہ تو کوئی رسول آئے گا اور نہ کوئی نبی۔

جواب: ❷ آنحضرت ﷺ نے اپنے آخری اوقات حیات طیبہ میں بطور وصیت ارشاد فرمایا "یَآیُّھَا النَّاسُ اَنَّہٗ لَمْ یَبْقَ مِنْ مُّبَشِّرَاتِ النُّبُوَّتِ اِلَّا الرُّؤْیَا الصَّالِحَۃَ"۔ (رواہ مسلم والنسائی وغیرہ عن ابن عباس رضی اللہ عنہ)

اے لوگو! مبشرات نبوت میں سے سوائے اچھے خوابوں کے اور کچھ باقی نہیں رہا۔

اس مضمون کی حدیث بخاری ومسلم میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے اور حضرت حذیفہ بن اسید رضی اللہ عنہ سے طبرانی میں موجود ہے۔ نیز امام احمد رحمہ اللہ اور ابوسعید رحمہ اللہ اور مردویہ رحمہ اللہ نے اسی مضمون کی ایک حدیث حضرت ابوطفیل رضی اللہ عنہ سے بھی روایت کی ہے اور یہی مضمون حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے بھی منقول ہے "ذَھَبَتِ النُّبُوَّتُ وَبَقِیَتِ الْمُبَشِّرَاتُ" نبوت تو جاتی رہی اور اچھے خواب باقی رہ گئے۔

خلاصہ کلام: یہ ہے کہ نبوت ہر قسم کی بالکل ختم ہو چکی ہے البتہ اچھے خواب باقی ہیں جو نبوت کا چھیالیسواں حصہ ہیں اور چھیالیسویں حصہ سے نبوت پر استدلال کرنا سراسر غلط اور سفید جھوٹ ہے۔ جیسا کہ تیسرے جواب پر شبہ کے جواب میں آئیگا۔

جواب: ❸ یہ استدلال خود مرزے کے اصول کے مطابق بھی درست نہیں کیونکہ وہ خود تسلیم کرتا ہے کہ بعض فاسقوں اور غایت درجہ کے بدکاروں کو بھی سچی خوابیں آجاتی ہیں، اس سے واضح معلوم ہوا بقول مرزے کے کہ فاسق اور غایت درجہ کے بدکار لوگ بھی نبی آسکتے ہیں، حالانکہ نبی معصوم عن الخطاء ہوتے ہیں اور فسق وفجور سے پاک اور صاف ہوتے ہیں۔ نیز وہ لکھتا ہے کہ جبریلی نور (یعنی نبوت) کا چھیالیسواں حصہ (یعنی سچا خواب) تمام جہان میں پھیلا ہوا ہے جس سے کوئی فاسق اور فاجر اور پرلے درجہ کا بدکار بھی باہر نہیں بلکہ میں یہاں تک مانتا ہوں کہ تجربہ میں آچکا ہے کہ بعض اوقات ایک نہایت درجہ کی فاسقہ عورت جو کنجریوں کے گروہ میں سے ہے جس کی تمام جوانی ہی بدکاری میں گزری ہے کبھی سچا خواب دیکھ لیتی ہے۔۔۔الخ (توضیح المرام: ص ۳۷، ۳۸)

اس سے معلوم ہو گیا کہ مرزے کے نزدیک فاجر اور پرلے درجے کی کنجریاں بھی نبی بن سکتی ہیں۔ "لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ"

مرزے قادیانی کا شبہ

اس جواب پر یہ شبہ ظاہر کیا گیا ہے کہ بعض خواب فساق اور فجار کو بھی آجاتے ہیں مگر وہ لقب نبوت کے اس لئے مستحق نہیں کہ ان کو اس کا بہت کم حصہ حاصل ہے جن کو بہت زیادہ حصہ حاصل ہے (یعنی مرزا قادیانی) وہ اس لقب کا مستحق ہے۔

جواب: یہ تاویل درست نہیں ہے۔ ❶ اس لئے کہ حدیث میں مطلق رؤیا صالحہ کو چھیالیسواں حصہ نبوت کا کہا گیا ہے اور اس میں قلت وکثرت کی کوئی تفصیل نہیں ہے اور مرزے کو اس کی تفصیل کرنے کا کیسے حق پہنچتا ہے؟

❷ اگر کثرت ہی مراد ہو تو اس کی کوئی حد نہیں بتائی گئی جس سے یہ اندازہ ہو سکے کہ مرزے میں وہ مرتبہ کثرت کا ثابت ہے یا نہیں؟ پھر اس میں کوئی تعیین بھی نہیں کی گئی کہ فاسق اور بدکار کو کس حد تک سچے خواب آسکتے ہیں تاکہ معلوم ہو جائے کہ مرزا فسق اور بدکاروں کے دائرہ میں داخل ہے یا نہیں؟ ان حقائق کی روشنی میں مرزے کا اپنی نبوت پر استدلال کرنا سراسر باطل ہے۔

بلکہ ان حقائق کی بنا پر نبوت تو درکنار مرزا یہ بھی ثابت نہیں کر سکتا کہ وہ فساق وفجار اور کنجروں کی صف سے خارج ہے۔ حق بات یہ ہے کہ نبوت چھیالیس اجزا کے مجموعہ کا نام ہے نہ کہ اس کے ہر جز کا جس میں وہ تمام چھیالیس اجزا موجود ہوں وہ نبی ہے، نہ وہ شخص

جس میں اس کا چھیالیسواں حصہ پایا جائے۔ اس کو ایک مثال سے سمجھئے جیسے ایک اینٹ کو مکان، نمک کو پلاؤ، اور ایک دھاگے کو کپڑا، اور ایک رسی کو چارپائی نہیں کہہ سکتے تو نبوت کے چھیالیسویں حصے کو نبوت کیسے کہہ سکتے ہیں؟

چیلنج : ہمارا دعویٰ ہے کہ خاتم الانبیاء ﷺ سے لیکر آج تک کوئی شخص امت محمدیہ میں ایسا پیدا نہیں ہوا جس کا یہ عقیدہ اور نظریہ ہو کہ امام الانبیاء ﷺ کے بعد بھی کوئی نبی بن سکتا ہے، یا یہ کہ آپ ﷺ کے بعد فلاں شخص نبی تھا، اگر قادیانیوں میں ہمت اور جرأت ہے تو اس کا مظاہرہ کرتے ہوئے کوئی ایک مثال پیش کریں۔ انشاء اللہ العزیز قیامت کی صبح تک ایسا نہیں کر سکتے، باقی قرآن وسنت میں فرضی احتمالات پیدا کر کے "وَمَا يَخْدَعُونَ إِلَّآ أَنفُسَهُمْ" کے زمرے میں داخل ہو کر اپنی آخرت کو خراب کرنے کے سوا کچھ نہیں ملے گا۔

﴿۶۵﴾ تسلی خاتم الانبیاء : مخالفین کی بدزبانی سے آپ مغموم نہ ہوں، وہ اپنی قدرت سے حسب وعدہ آپ کی حفاظت کرے گا وہ انکی باتیں سنتا ہے ان کی حالت جانتا ہے، عزت اللہ تعالیٰ کے قبضہ میں ہے لہٰذا انکی بدزبانی کا بدلہ خود لے لے گا۔

﴿۶۶﴾ حصر المالکیت فی ذات اللہ تعالیٰ : زمین وآسمان کی ہر چیز اللہ تعالیٰ کے قبضہ اور ملکیت میں ہے مشرکین کے پاس اپنے عقائد واعمال کی صحت کا کوئی قطعی ثبوت نہیں ہے اس لئے آپ ہر اعتبار سے تسلی رکھیں یہ لوگ محض بے سند اور اٹکل کی باتیں کر رہے ہیں لہٰذا انکی طرف سے مزاحمت کا کوئی خطرہ نہیں۔

﴿۶۷﴾ توحید پر عقلی دلیل : حق تعالیٰ فرماتے ہیں میرے اوپر افتراء باندھنے کی بجائے میری نشانیوں کی طرف دیکھو اور سبق حاصل کرو، اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے رات بنائی تا کہ تم اس میں آرام کرو اور دن بنایا جو دیکھنے بھالنے کا ذریعہ ہے، اور دلائل توحید سمجھنے کا ذریعہ ہے لیکن مشرک اس میں غور وفکر نہیں کرتے۔

﴿۶۸﴾ شکوہ : الٹا شرک کی باتیں کرتے ہیں کہ اللہ پاک نے اولاد بنائی ہے مثلاً اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو اپنی بیٹیاں بنایا ہے اور عزیر ومسیح علیہم السلام کو اپنے بیٹے بنائے ہیں۔ سُبْحٰنَهٗ : جواب شکوہ : وہ سب چیزوں سے بے نیاز ہے، وہ کسی چیز کا محتاج نہیں ساری مخلوق اسی کی محتاج ہے۔

﴿۶۹﴾ فرائض خاتم الانبیاء ومفترین کا انجام : آپ انکو اس افتراء کی وعید سنا دیں کہ ایسے مفتری لوگ کبھی چھٹکارہ نہیں پائیں گے۔ ﴿۷۰﴾ ازالہ شبہ : اگر کسی کو شبہ ہے کہ ہم نے تو ان لوگوں کو خوب کامیاب اور نعمتوں سے مالا مال پایا ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ چند روز دنیاوی زندگی میں عیش کر لیں، یہ چمک عارضی ہے جو جلد ختم ہو جائے گی۔

ثُمَّ إِلَيْنَا مَرْجِعُهُمْ : تذکیر بما بعد الموت : پھر ان کا ہماری طرف لوٹ کر آنا ہے، اگر دنیوی عذاب الٰہی سے بچ بھی جائیں تو بھی آخرت کے سخت عذاب سے بچ نہیں سکتے۔

وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَأَ نُوحٍ إِذْ قَالَ لِقَوْمِهِ يٰقَوْمِ إِن كَانَ كَبُرَ عَلَيْكُم مَّقَامِي وَتَذْكِيرِي

اور (اے پیغمبر) آپ پڑھ کر سنائیں ان کو نوح علیہ السلام کی خبر جب کہا انہوں نے اپنی قوم سے اے میری قوم کے لوگو اگر گراں ہے تم پر میرا کھڑا ہونا اور نصیحت کرنا اللہ کی آیتوں

بِآيَاتِ اللَّهِ فَعَلَى اللَّهِ تَوَكَّلْتُ فَأَجْمِعُوا أَمْرَكُمْ وَشُرَكَاءَكُمْ ثُمَّ لَا يَكُنْ أَمْرُكُمْ عَلَيْكُمْ غُمَّةً

کے ساتھ تو میں اللہ پر توکل رکھتا ہوں پس تم جمع کر لو اپنے معاملے کو اور اپنے شریکوں کو پھر نہ ہو تمہارے معاملے میں تم پر کوئی اشتباہ پھر فیصلہ کرو میری طرف (جو کچھ تم کر سکتے ہو)

ثُمَّ اقْضُوْٓا اِلَیَّ وَلَا تُنْظِرُوْنِ ﴿۷۱﴾ فَاِنْ تَوَلَّیْتُمْ فَمَا سَاَلْتُكُمْ مِّنْ اَجْرٍ ؕ اِنْ اَجْرِیَ اِلَّا عَلَی اللّٰهِ ۙ

اور مہلت بھی نہ دو ﴿۷۱﴾ پس اگر تم نے روگردانی کی تو میں نہیں مانگتا تم سے کوئی بدلہ میرا بدلہ تو اللہ کے ذمے ہے اور مجھے حکم دیا گیا ہے کہ ہو جاؤں میں

وَاُمِرْتُ اَنْ اَكُوْنَ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ ﴿۷۲﴾ فَكَذَّبُوْهُ فَنَجَّیْنٰهُ وَمَنْ مَّعَهٗ فِی الْفُلْكِ

فرمانبرداری کرنے والوں میں ﴿۷۲﴾ پس جھٹلایا ان لوگوں نے (نوح علیہ السلام) کو پس ہم نے نجات دی اس کو اور ان لوگوں کو

وَجَعَلْنٰهُمْ خَلٰٓئِفَ وَاَغْرَقْنَا الَّذِیْنَ كَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَا ۚ فَانْظُرْ كَیْفَ كَانَ عَاقِبَةُ

جو ان کے ساتھ تھے کشتی میں اور بنایا ہم نے ان کو نائب اور غرق کیا ہم نے ان لوگوں کو جنہوں نے جھٹلایا ہماری آیتوں کو پس دیکھو کیسا ہوا انجام

الْمُنْذَرِیْنَ ﴿۷۳﴾ ثُمَّ بَعَثْنَا مِنْ بَعْدِهٖ رُسُلًا اِلٰی قَوْمِهِمْ فَجَآءُوْهُمْ بِالْبَیِّنٰتِ فَمَا كَانُوْا

ڈرائے ہوئے لوگوں کا ﴿۷۳﴾ پھر بھیجے ہم نے ان کے بعد بہت سے رسول ان کی قوموں کی طرف پس آئے وہ ان کے پاس کھلی نشانیاں لے کر پس نہیں تھے وہ لوگ

لِیُؤْمِنُوْا بِمَا كَذَّبُوْا بِهٖ مِنْ قَبْلُ ؕ كَذٰلِكَ نَطْبَعُ عَلٰی قُلُوْبِ الْمُعْتَدِیْنَ ﴿۷۴﴾ ثُمَّ بَعَثْنَا

جو ایمان لاتے اس چیز پر جس کو پہلے ہی انہوں نے جھٹلایا تھا اسی طرح ہم مہر کر دیتے ہیں ان لوگوں کے دلوں پر جو تعدی کرنے والے ہیں ﴿۷۴﴾ پھر بھیجا ہم نے

مِنْ بَعْدِهِمْ مُّوْسٰی وَهٰرُوْنَ اِلٰی فِرْعَوْنَ وَمَلَا۠ئِهٖ بِاٰیٰتِنَا فَاسْتَكْبَرُوْا وَكَانُوْا قَوْمًا

ان (گزشتہ انبیاء) کے بعد موسیٰ اور ہارون (علیہم السلام) کو فرعون اور اس کے سرداروں کی طرف اپنی نشانیوں دے کر پس ان لوگوں نے

مُّجْرِمِیْنَ ﴿۷۵﴾ فَلَمَّا جَآءَهُمُ الْحَقُّ مِنْ عِنْدِنَا قَالُوْٓا اِنَّ هٰذَا لَسِحْرٌ مُّبِیْنٌ ﴿۷۶﴾ قَالَ مُوْسٰٓی اَتَقُوْلُوْنَ

تکبر کیا اور تھے وہ مجرم ﴿۷۵﴾ پس جب آیا ان کے پاس حق ہماری طرف سے تو کہنے لگے یہ تو کھلا جادو ہے ﴿۷۶﴾ کہا موسیٰ علیہ السلام نے کیا تم کہتے ہو حق کو

لِلْحَقِّ لَمَّا جَآءَكُمْ ؕ اَسِحْرٌ هٰذَا ؕ وَلَا یُفْلِحُ السّٰحِرُوْنَ ﴿۷۷﴾ قَالُوْٓا اَجِئْتَنَا لِتَلْفِتَنَا عَمَّا

جبکہ تمہارے پاس آگیا ہے کیا یہ سحر ہے حالانکہ نہیں فلاح پاتے ساحر لوگ ﴿۷۷﴾ کہنے لگے کیا تو آیا ہے ہمارے پاس تاکہ تو ہمیں پھیر دے

وَجَدْنَا عَلَیْهِ اٰبَآءَنَا وَتَكُوْنَ لَكُمَا الْكِبْرِیَآءُ فِی الْاَرْضِ ؕ وَمَا نَحْنُ لَكُمَا بِمُؤْمِنِیْنَ ﴿۷۸﴾ وَقَالَ

ان چیزوں سے جن پر ہم نے پایا ہے اپنے باپ دادوں کو اور ہو جائے تم دونوں کیلئے بڑائی زمین میں اور نہیں ہیں ہم تم دونوں کی بات پر یقین کرنے والے ﴿۷۸﴾ اور کہا فرعون

فِرْعَوْنُ ائْتُوْنِیْ بِكُلِّ سٰحِرٍ عَلِیْمٍ ﴿۷۹﴾ فَلَمَّا جَآءَ السَّحَرَةُ قَالَ لَهُمْ مُّوْسٰٓی اَلْقُوْا مَآ

نے لاؤ میرے پاس ہر علمدار جادوگر کو ﴿۷۹﴾ پس جب آئے جادوگر تو کہا موسیٰ (علیہ السلام) نے ان کیلئے کہ ڈالو جو کچھ

اَنْتُمْ مُّلْقُوْنَ ﴿۸۰﴾ فَلَمَّآ اَلْقَوْا قَالَ مُوْسٰی مَا جِئْتُمْ بِهِ ۙ السِّحْرُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَیُبْطِلُهٗ ؕ

تم ڈالنے والے ہو ﴿۸۰﴾ پس جب ڈالا انہوں نے تو کہا موسیٰ (علیہ السلام) نے کہ تم جو چیز لائے ہو یہ تو جادو ہے بیشک اللہ تعالیٰ عنقریب اس کو باطل کر دے گا

إِنَّ اللَّهَ لَا يُصْلِحُ عَمَلَ الْمُفْسِدِينَ ﴿٨١﴾ وَيُحِقُّ اللَّهُ الْحَقَّ بِكَلِمَاتِهِ وَلَوْ كَرِهَ الْمُجْرِمُونَ ﴿٨٢﴾

بیشک اللہ تعالیٰ نہیں درست کرتا فسادیوں کے کام ﴿۸۱﴾ اور ثابت کرتا ہے اللہ تعالیٰ حق کو اپنے کلمات سے اگرچہ مجرم ناپسند کریں ﴿۸۲﴾

داستان حضرت نوح علیہ السلام

﴿۷۱﴾ وَاتْلُ عَلَيْهِمْ ...الخ ربط آیات : اوپر ان لوگوں کا ذکر تھا جنہوں نے آنحضرت ﷺ کی تکذیب کی اور مسئلہ توحید میں رخنہ سازی کی، اب آگے آپ کے لئے تسلی کا مضمون ہے جس میں چند انبیاء کرام علیہم السلام کی تکالیف کو سامنے رکھا گیا ہے۔

خلاصہ رکوع ۸ تذکیر بایام اللہ سے فریضہ خاتم الانبیاء، حضرت نوح علیہ السلام کی دعوت، دھمکی، اعراض عن الدعوت، حضرت نوح اور متبعین کی نجات، مکذبین کا نتیجہ، اجمالی نمونہ بعثت انبیاء، حضرت موسیٰ و ہارون علیہم السلام کی بعثت، حضرت موسیٰ اور فرعونیوں کا باہمی مکالمہ، فرعون کا سرداروں سے مطالبہ، ساحرین کی آمد، حضرت موسیٰ علیہ السلام اور جادوگروں کا باہمی مکالمہ، تعمیل حکم، علت۔۱،۲۔ ماخذ آیات ۷۱: تا ۸۲+

تذکیر بایام اللہ سے فریضہ خاتم الانبیاء : اور اے پیغمبران کو نوح علیہ السلام کا واقعہ پڑھ کر سنائیے۔

إِذْ قَالَ لِقَوْمِهِ ...الخ دعوت حضرت نوح : علیہ السلام اے میری قوم! اگر میرا یہاں رہنا اور احکام الٰہی سنا کر میرا نصیحت کرنا تم پر شاق اور گراں گزرتا ہے، تو ہوا کرے، مجھے تو اپنا کام کرنا ہے اور کوئی بات خوف سے یا ڈر سے ترک کرنے والا نہیں ہوں۔ حضرت لاہوری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ موضوع سورۃ (دعوت الی القرآن) کی طرف مشرکین مکہ کو تذکیر بایام اللہ سے توجہ کرائی جاتی ہے۔

فَأَجْمِعُوا أَمْرَكُمْ ...الخ حضرت نوح علیہ السلام کی دھمکی : حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت نوح علیہ السلام نے فرمایا لوگو! میرے سمجھانے سے برا مانتے ہو تو جو کر سکو میرا کر ڈالو۔ (موضح القرآن)

﴿۷۲﴾ اعراض عن الدعوت : حضرت نوح علیہ السلام نے فرمایا! اگر احکام الٰہی کو نہیں مانتے تو یاد رکھو میں تم سے کوئی اجرت نہیں مانگتا، البتہ خود اللہ تعالیٰ کے دروازہ پر سرنگوں رہوں گا، غرض نہ تو میں تم سے ڈرتا ہوں۔ اور نہ ہی مجھ کو تم سے کچھ لالچ ہے، اس لئے میں تو تبلیغ کے فرمان کو پورا کرتا ہوں اگر تم نہیں مانتے تو تم جانو۔

﴿۷۳﴾ متبعین کی نجات : خدا پرستوں نے نجات پائی اور طوفان سے نجات پانے والوں کو اپنا جانشین بنایا۔

وَأَغْرَقْنَا الَّذِينَ ...الخ مکذبین کا نتیجہ : احکام الٰہی کے جھٹلانے والے غرق کر دیئے گئے، یہ انکی ہلاکت بے خبری میں نہیں ہوئی بلکہ پہلے ان کو سمجھایا گیا تھا، جب انہوں نے نہ مانا تو سزا دی گئی، حضرات مفسرین رحمہم اللہ فرماتے ہیں بچنے والوں کی تعداد تقریباً اسی تھی، پھر انہی کو زمین میں بسایا گیا پھر انہی کی نسل سے آگے نسل انسانی چلی۔

﴿۷۴﴾ اجمالی نمونہ بعثت انبیاء : اس آیت میں نوح علیہ السلام کے علاوہ دیگر انبیاء علیہم السلام کے اسماء مذکورہ نہیں وہ دوسرے مقام پر موجود ہیں یعنی نوح علیہ السلام کے بعد حضرت ہود و صالح و ابراہیم و لوط اور شیث علیہم السلام مبعوث ہوئے پھر ان کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام مبعوث ہوئے جن لوگوں نے انبیاء علیہم السلام کا مقابلہ کیا وہ سب تباہ و برباد ہوئے جب ان لوگوں نے انبیاء علیہم السلام کو نہ مانا تو اللہ پاک نے ان کے دلوں پر خدائی مہر لگا دی۔

حضرت موسیٰ اور ہارون علیہما السلام کی بعثت

﴿۷۵﴾ مذکورہ انبیاء کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت ہارون علیہ السلام کو فرعون اور اس کے سرداروں کے پاس عصا اور ید بیضاء کے معجزات دے کر بھیجا انہوں نے نبوت کی تصدیق کرنے کی بجائے تکبر کیا۔ ﴿۷۶﴾ معجزات موسیٰ علیہ السلام : انہوں نے ان

معجزات کو صریح جادو کہا۔

﴿۷۷﴾ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا مکالمہ : حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا! کیا تم صحیح تعلیم کو جادو کہتے ہیں؟ جبکہ میں نے پہلے دعویٰ کیا ہے پھر اس پر خوارق عادت معجزہ ظاہر کیا ہے، جادوگر اگر نبوت کا دعویٰ کرے تو خرق عادت دکھانے میں کامیاب نہیں ہوا کرتا، جبکہ میں خرق عادت معجزہ دکھانے میں کامیاب ہوں، جو میرے سچے ہونے کی واضح دلیل ہے۔

﴿۷۸﴾ جواب مکالمہ : جب وہ جواب نہ دے سکے تو انہوں نے کہا کیا آپ ہمیں اپنے دین سے ہٹانا چاہتے ہیں؟ اور سیاسی رنگ میں مذہبی انقلاب برپا کر کے اس ملک میں اپنی حکومت اور سرداری جمانا چاہتے ہیں؟ اور یہاں کے قدیم سرداروں (قبطیوں) کو برطرف کردینا چاہتے ہیں؟ اس لئے ہم تمہیں نہیں مانیں گے اور نہ تمہاری بزرگی تسلیم کریں گے۔

﴿۷۹﴾ فرعون کا سرداروں سے مطالبہ : فرعون نے موسیٰ علیہ السلام سے جان چھڑانے کے لیے یہ تدبیر سوچی کہ میرے پاس ہر دانا جادوگر کو لے آؤ جو اس مملکت میں رہتا ہے۔ علامہ بغوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ : جو جادوگر لائے گئے تھے انکی تعداد میں مختلف اقوال ہیں۔ بہتر افراد تھے، دو رؤساء قبط میں سے تھے اور ستر بنی اسرائیل میں سے تھے۔ بارہ ہزار، تیس ہزار، ستر ہزار، اسی ہزار وغیرہ۔ (دیکھیں، معالم التنزیل: ص:۱۵۶: ج۔۲)

﴿۸۰﴾ ساحرین کی آمد : حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جادوگروں سے فرمایا کہ اپنا کمال دکھاؤ۔

﴿۸۱﴾ تعمیل حکم : پھر انہوں نے ڈالا اور تخیل ونظر بندی کے ذریعہ دیکھنے والوں کو ایسا دکھایا کہ گویا کے سارا میدان زندہ سانپوں سے بھرا ہوا ہے۔ قَالَ مُوسٰی ...الخ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا مکالمہ : جو کچھ تم بنا کر لائے ہو یہ جادو ہے نہ وہ جس کو فرعون والے جادو کہتے ہیں۔ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُصْلِحُ ...الخ علت ❶ اللہ تعالیٰ مفسدوں کا کام نہیں سنوارتا، اس پر شبہ ہوتا ہے کہ بعض اوقات ساحر اور مفسد کامیاب ہوجاتے ہیں اس کی کیا وجہ ہے؟

جوابؔ: اس سے وہ خاص ساحر مراد ہیں جو خود مدعی نبوت ہوں یا وہ مفسد جو معجزے کا مقابلہ کریں وہ کبھی کامیاب نہیں ہوسکتے۔

﴿۸۲﴾ علت ❷ اللہ تعالیٰ حق کو واضح فرمائے گا اگرچہ معاندین حق کو ناپسند کریں گے "کلمات" سے مراد وہ وعدہ ہے جو اللہ پاک نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے فرمایا کہ حق تعالیٰ شانہٗ کا دستور ہے کہ وہ حق کی حمایت کرتا ہے اور باطل کو مٹاتا ہے خصوصاً جب انبیاء کرام کے مقابلے میں باطل کو پیش کیا جائے۔ (تفسیر کبیر: ص:۲۸۸: ص۔۱۷)

فَمَآ اٰمَنَ لِمُوْسٰٓى اِلَّا ذُرِّيَّةٌ مِّنْ قَوْمِهٖ عَلٰى خَوْفٍ مِّنْ فِرْعَوْنَ وَمَلَا۟ئِهِمْ اَنْ

پس نہیں ایمان لائے موسیٰ (علیہ السلام) پر مگر کچھ نوجوان ان کی قوم سے ڈرتے ہوئے فرعون سے اور ان کے سرداروں سے کہ کہیں وہ ان کو فتنے میں مبتلا

يَّفْتِنَهُمْ ۭ وَاِنَّ فِرْعَوْنَ لَعَالٍ فِي الْاَرْضِ ۚ وَاِنَّهٗ لَمِنَ الْمُسْرِفِيْنَ ﴿۸۳﴾ وَقَالَ مُوْسٰى

نہ کردے اور بیشک فرعون البتہ مغرور تھا زمین میں اور بیشک وہ حد سے بڑھنے والا تھا ﴿۸۳﴾ اور کہا موسیٰ علیہ السلام نے اے میری قوم کے لوگو!

يٰقَوْمِ اِنْ كُنْتُمْ اٰمَنْتُمْ بِاللّٰهِ فَعَلَيْهِ تَوَكَّلُوْٓا اِنْ كُنْتُمْ مُّسْلِمِيْنَ ﴿۸۴﴾ فَقَالُوْا عَلَى اللّٰهِ

اگر تم ایمان رکھتے ہو اللہ پر پس اسی کی ذات پر بھروسہ کرو اگر تم فرمانبرداری کرنے والے ہو ﴿۸۴﴾ تو کہا انہوں نے ہم نے اللہ پر بھروسہ کیا ہے

تَوَكَّلْنَا ۚ رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا فِتْنَةً لِّلْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۸۵﴾ وَنَجِّنَا بِرَحْمَتِكَ مِنَ الْقَوْمِ

اے ہمارے پروردگار نہ بنا ہم کو آزمائش ظالم قوم کیلئے ﴿۸۵﴾ اور نجات دے ہمیں اپنی رحمت کے ساتھ

الْكٰفِرِيْنَ ﴿۸۶﴾ وَاَوْحَيْنَآ اِلٰى مُوْسٰى وَاَخِيْهِ اَنْ تَبَوَّاٰ لِقَوْمِكُمَا بِمِصْرَ بُيُوْتًا وَّاجْعَلُوْا

کافر قوم سے ﴿۸۶﴾ اور ہم نے وحی بھیجی موسیٰ علیہ السلام اور ان کے بھائی کی طرف کہ مقرر کرو اپنی قوم کیلئے مصر کے اندر گھر اور بناؤ اپنے گھروں میں

بُيُوْتَكُمْ قِبْلَةً وَّاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ ۭ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۸۷﴾ وَقَالَ مُوْسٰى رَبَّنَآ اِنَّكَ اٰتَيْتَ فِرْعَوْنَ وَ

قبلہ اور قائم کرو نماز اور خوشخبری دو ایمان والوں کو ﴿۸۷﴾ اور کہا موسیٰ علیہ السلام نے اے ہمارے پروردگار بیشک تو نے دی ہے فرعون

مَلَاَهٗ زِيْنَةً وَّاَمْوَالًا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۙ رَبَّنَا لِيُضِلُّوْا عَنْ سَبِيْلِكَ ۚ رَبَّنَا اطْمِسْ

کو اور اس کے سرداروں کو زینت اور مال دنیا کی زندگی میں اے ہمارے پروردگار تا کہ وہ گمراہ کریں تیرے راستے سے اے ہمارے پروردگار

عَلٰٓي اَمْوَالِهِمْ وَاشْدُدْ عَلٰي قُلُوْبِهِمْ فَلَا يُؤْمِنُوْا حَتّٰى يَرَوُا الْعَذَابَ الْاَلِيْمَ ﴿۸۸﴾ قَالَ

مٹا دے ان کے مالوں کو اور سخت کردے ان کے دلوں کو پس نہ ایمان لائیں یہاں تک کہ دیکھ لیں دردناک عذاب کو ﴿۸۸﴾ فرمایا (اللہ تعالیٰ نے)

قَدْ اُجِيْبَتْ دَّعْوَتُكُمَا فَاسْتَقِيْمَا وَلَا تَتَّبِعٰۗنِّ سَبِيْلَ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۸۹﴾ وَجٰوَزْنَا

تحقیق قبول کرلی گئی ہے تم دونوں کی دعائیں پس تم دونوں سیدھے رہو اور نہ پیروی کرنا ان لوگوں کے راستے کی جو نہیں جانتے ﴿۸۹﴾ اور گزار دیا

بِبَنِيْٓ اِسْرَاۗءِيْلَ الْبَحْرَ فَاَتْبَعَهُمْ فِرْعَوْنُ وَجُنُوْدُهٗ بَغْيًا وَّعَدْوًا ۭ حَتّٰٓي اِذَآ اَدْرَكَهُ

ہم نے بنی اسرائیل کو سمندر سے پس پیچھا کیا ان کا فرعون اور اس کے لشکر نے سرکشی کرتے ہوئے اور تعدی کرتے ہوئے یہاں تک کہ

الْغَرَقُ ۙ قَالَ اٰمَنْتُ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا الَّذِيْٓ اٰمَنَتْ بِهٖ بَنُوْٓا اِسْرَاۗءِيْلَ وَاَنَا مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ ﴿۹۰﴾

جب اس کو پالیا غرق ہونے نے تو کہنے لگا ایمان لایا ہوں میں کہ بیشک نہیں کوئی معبود مگر وہی جس پر بنو اسرائیل ایمان لائے اور میں بھی فرمانبرداروں میں ہوں ﴿۹۰﴾

اٰۗلْــٰٔنَ وَقَدْ عَصَيْتَ قَبْلُ وَكُنْتَ مِنَ الْمُفْسِدِيْنَ ﴿۹۱﴾ فَالْيَوْمَ نُنَجِّيْكَ بِبَدَنِكَ لِتَكُوْنَ

(ادھر سے اشارہ ہوا) اب (تم یہ کہتے ہو) اور تحقیق تم نافرمانی کرتے تھے اس سے پہلے اور تھے تم فسادیوں میں سے ﴿۹۱﴾ پس آج کے دن ہم بچالیں گے تمہارے جسم کو تا کہ ہو جائے

لِمَنْ خَلْفَكَ اٰيَةً ۭ وَاِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ النَّاسِ عَنْ اٰيٰتِنَا لَغٰفِلُوْنَ ﴿۹۲﴾ ع

وہ ان لوگوں کیلئے جو تیرے پیچھے ہیں نشانی اور بیشک بہت سے لوگوں میں سے ایسے ہیں جو ہماری آیتوں میں غفلت برتنے والے ہیں ﴿۹۲﴾

﴿۸۳﴾ فَمَآ اٰمَنَ لِمُوْسٰى ... الخ ربط آیات: اوپر موسیٰ علیہ السلام کا ذکر تھا اب بھی انہیں کا ذکر ہے۔

خلاصہ رکوع ۹: متبعین موسیٰ، حضرت موسیٰ علیہ السلام کا مکالمہ، جواب مکالمہ از قوم، مناجات مؤمنین، اجابت دعا، حکم برائے اہتمام عبادت خانہ، حضرت موسیٰ علیہ السلام کی تمہید دعا، تشریح دعا، قبولیت دعا، بنی اسرائیل کا عبور دریا، فرعون و من معہ کی تباہی، اقرار ایمان فرعون، جواب خداوندی، عبرت کے لئے لاش کو پانی کی تہ سے نجات برائے عبرت۔ ماخذ آیات ۸۳: تا ۹۲ +

متبعین موسیٰ: علیہ السلام مطلب آیت کا یہ ہے کہ فرعون کے ڈر سے سوائے بنی اسرائیل کے چند نوجوانوں کے اور کوئی ایمان نہ

لایا۔ (تفسیر کبیر: ص:۲۸۹: ج۔۱۷)

قَوۡمِهٖ: کی ضمیر کے مرجع کے بارے میں دو قول ہیں۔ ❶ قوم موسیٰ ❷ قوم فرعون، راجح اور اظہر بات یہی ہے کہ قوم موسیٰ کی طرف راجح ہے۔ (تفسیر کبیر: ص:۲۸۷: ج۔۱۷)

شبہ : اس پر شبہ ہوتا ہے بنی اسرائیل تو سب ہی فرعون کے ہاتھوں مصائب میں مبتلا تھے جس کی وجہ سے کوئی بھی حضرت موسیٰ علیہ السلام کا مخالف نہ تھا، پھر چند لوگ ایمان لائے اس کا کیا مطلب ہے حالانکہ کتب سیر سے ثابت ہے کہ وہ لاکھوں کی تعداد میں تھے؟

جواب : مخالف نہ ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ ایمان بھی رکھتے ہوں ممکن ہے انہوں نے خیال کیا ہو کہ اگر اس وقت ایمان کا اظہار کیا تو مزید مصائب میں مبتلا ہو جائیں گے اس کے سدباب کے لئے اظہار نہ کیا ہو اس لئے صرف چند نوجوانوں کا ذکر کیا ہے۔ (محصلہ تفسیر کمالین)

وَاِنَّ فِرۡعَوۡنَ۔۔۔الخ یعنی فرعون ایک ظالم اور ناانصاف بادشاہ تھا، اور اس کے حکام اس کو خوش کرنے کے لئے بے گناہوں کو گرفتار کر کے جھوٹے مقدموں میں اپنے مخالفوں کو پھنسایا کرتے تھے، اس لئے لوگ حق بات کے اعلان اور اظہار سے ڈرتے تھے۔

﴿۸۴﴾ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا مکالمہ : جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے انہیں خوفزدہ دیکھا تو انہیں اللہ پر بھروسہ کرنے کی تلقین کی۔ ﴿۸۵﴾ جواب مکالمہ : انہوں نے اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کا اعلان کیا۔ رَبَّنَا لَا تَجۡعَلۡنَا۔۔۔الخ دعا مؤمنین : اے اللہ ہمیں دشمنان حق کے ظلم کا تختہ مشق نہ بنا۔ ﴿۸۶﴾ اور مہربانی فرما کر دشمنوں کے پنجے سے چھڑا۔

﴿۸۷﴾ حکم برائے اہتمام عبادت خانہ : اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ اور ہارون علیہم السلام کے پاس وحی بھیجی کہ تم دونوں اپنی قوم کے لوگوں کے لئے مصر میں بدستور ان کے گھر برقرار رکھو، وہ ڈر کر اپنے گھر نہ چھوڑیں ہم انکی حفاظت کریں گے، اور اگر فرعون نے مسجدیں اور عبادت گاہیں تباہ کر دیں جس کی وجہ سے لوگ گھروں سے باہر نکل کر نماز نہ پڑھ سکیں تو کوئی حرج نہیں، گھروں میں نماز کی جگہ کو قبلہ رخ بنالو اور نماز کی پابندی کرو تا کہ نماز کی برکت سے اللہ تعالیٰ اس مصیبت سے جلد نجات عطا کرے۔

﴿۸۸﴾ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی تمہید دعا : تفصیل آیت میں موجود ہے۔

رَبَّنَا اطۡمِسۡ۔۔۔الخ تشریح دعا : تفصیل آیت میں موجود ہے۔ سُؤَالٌ: نبی تو دعا دینے کے لئے آتے ہیں حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بددعا کیوں دی؟

جَوَابٌ: موسیٰ علیہ السلام عظیم الشان معجزات کے ذریعہ حق واضح فرما چکے تھے، اور وحی الٰہی کے ذریعہ معلوم ہو گیا تھا، کہ یہ لوگ ایمان نہیں لائیں گے اس لئے ان کی تباہی کی دعا کی تا کہ ان کی گندگی سے دنیا جلد پاک ہو جائے، اور دوسرے انسانوں کے لئے انکی بدانجامی عبرت بنے، اللہ پاک نے ان کے چہروں کو مسخ کر دیا، درہم دنانیر پتھر ہو گئے، اور ان کے دل سخت ہو گئے، جسکی وجہ سے ایمان ان کے دلوں میں داخل نہ ہوا۔ (تفسیر کبیر: ص:۲۹۴: ج۔۱۷)

﴿۸۹﴾ قبولیت دعا : تفصیل آیت میں موجود ہے۔ روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام دعا کرتے تھے اور ہارون علیہ السلام آمین کہتے تھے۔ اس لحاظ سے "دَّعۡوَتُكُمَا" فرمایا۔ اور موسیٰ علیہ السلام کی دعا میں ان کو اکیلا ذکر فرمایا اس لئے کہ وہ مستقل رسول تھے اور اجابت اور قبولیت دعا کی بشارت میں دونوں کو شریک کیا تا کہ شرافت وعظمت میں دونوں کا اظہار ہو "فَاسۡتَقِيمَا وَلَا تَتَّبِعَآنِّ" یعنی اپنا کام استقلال اور ثابت قدمی سے انجام دیتے رہو، اور اگر قبول دعا کے آثار میں تاخیر ہو تو جلدی مت کرو، تاخیر میں حکمت سمجھو اور اپنے فرض منصبی میں لگے رہو۔ صاحب جلالین لکھتے ہیں کہ چالیس سال کے بعد دعا قبول ہوئی (جلالین: ص:۱۷۸: ج:۱) نیز یہاں

"لا" ناہیہ ہے نافیہ نہیں۔ (تفسیر مظہری: ص:۲۵: ج ـ ۵)

﴿۹۰﴾ بنی اسرائیل کا عبورِ دریا : جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دعا کی قبولیت کا وقت آپہنچا ہم نے فرعون کی ہلاکت اور بنی اسرائیل کی نجات کا ارادہ کیا، تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حکم دیا کہ بنی اسرائیل کو مصر سے لے کر نکل جائیں قبطیوں پر اللہ کا عذاب آنے والا ہے، چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام چھ لاکھ بنی اسرائیلیوں کو اپنے ساتھ لے کر مصر سے روانہ ہو گئے، جب فرعون کو خبر ہوئی تو اس نے اپنے لشکر سمیت پیچھا کیا حتیٰ کہ دریا قلزم سے بنی اسرائیل عبور کر چکے تھے، فرعون اور اس کا لشکر خشک راستہ دیکھ کر سمندر میں داخل ہوئے۔

حَتّٰٓی اِذَآ اَدْرَكَهُ ...الخ فرعون ومن معہ کی تباہی: اللہ پاک نے پانی کو مل جانے کا حکم دیا حتیٰ کہ فرعون بمع لشکر کے غرق ہو گیا، جب فرعون کو اپنی ہلاکت کا یقین ہو گیا۔ قَالَ اٰمَنْتُ ...الخ فرعون کا اقرار ایمان: تو اس نے اپنے ایمان کا اظہار اور اقرار کیا۔

﴿۹۱﴾ جواب خداوندی : اب ایمان لانے سے کیا فائدہ؟ جب ایمان لانے کا وقت تھا تو نافرمان اور سرکشی کرتا رہا، اب ایمان بالغیب نہیں رہا اس لئے ایسے وقت میں ایمان معتبر نہیں اور یہی جمہور محققین امت کا قول ہے۔

﴿۹۲﴾ فرعون کی لاش کو پانی کی تہ سے نجات برائے عبرت : آج ہم تیری لاش کو پانی کی تہ سے نجات دیں گے جو ان لوگوں کے لئے موجب عبرت ہو، جو تیرے بعد موجود رہیں گے تا کہ وہ تیری بدحالی کو دیکھ کر مخالفت احکام الٰہیہ سے ڈریں، جب فرعون کا لشکر غرق ہوا، تو بنی اسرائیل کو فرعون کے غرق ہونے کا یقین نہ آیا، اس لئے اللہ تعالیٰ نے اس کے مردے جسم کو دریا کے کنارے پر ڈال دیا، جب لوگوں نے اسکی لاش کو دیکھ لیا تب انہیں اسکی موت کا یقین آ گیا، جدید تحقیق سے ثابت ہوا ہے کہ فرعون کی لاش محفوظ چلی آئی ہے لیکن الفاظ قرآنی کی صحت اس کے ثبوت پر موقوف نہیں اور اسکو نجات دینا بطور تحکم اور مایوس کرنے کے ہے اور زیادہ موجود رہنا رسوا کرنے کے لئے ہے۔ (تفسیر بہلوی: ص ـ ۱۴۲)

یہ بھی ممکن ہے جس طرح غرق شدہ لاش کو عبرت کیلئے کنارہ پر ڈال دیا تھا اسی طرح آئندہ نسلوں کی عبرت کیلئے اس کو گلنے سڑنے سے بھی محفوظ رکھا ہو۔ علامہ ڈاکٹر وہبۃ الزحیلی مصری لکھتے ہیں: میں نے خود اس کی لاش کا مشاہدہ کیا ہے۔ (تفسیر منیر: ص: ۲۶۰: ج ـ ۱۱)

مگر یہ بھی ممکن ہے کہ یہ وہ فرعون نہ ہو کیونکہ لفظ فرعون کسی خاص شخص کا نام نہیں بلکہ مصر کے ہر بادشاہ کو فرعون کے نام سے یاد کیا جاتا تھا۔ واللہ اعلم

وَلَقَدْ بَوَّاْنَا بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ مُبَوَّاَ صِدْقٍ وَّرَزَقْنٰهُمْ مِّنَ الطَّیِّبٰتِ ۚ فَمَا اخْتَلَفُوْا

اور تحقیق ہم نے جگہ دی بنی اسرائیل کو بڑی اچھی جگہ اور روزی دی ہم نے ان کو پاکیزہ چیزوں سے پس نہیں اختلاف کیا انہوں نے یہاں تک کہ ان کے پاس علم آ گیا

حَتّٰی جَآءَهُمُ الْعِلْمُ ؕ اِنَّ رَبَّكَ یَقْضِیْ بَیْنَهُمْ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ فِیْمَا كَانُوْا فِیْهِ یَخْتَلِفُوْنَ ﴿۹۳﴾

بیشک تیرا پروردگار فیصلہ کرے گا ان کے درمیان قیامت کے دن ان باتوں میں جن میں وہ اختلاف کرتے تھے ﴿۹۳﴾

فَاِنْ كُنْتَ فِیْ شَكٍّ مِّمَّآ اَنْزَلْنَآ اِلَیْكَ فَسْـَٔلِ الَّذِیْنَ یَقْرَءُوْنَ الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكَ ۚ لَقَدْ

پس اگر تمہیں شک ہو اس چیز میں جس کو ہم نے اتارا ہے آپ کی طرف پس آپ پوچھ لیں ان لوگوں سے جو پڑھتے ہیں کتاب اس سے پہلے البتہ تحقیق آیا ہے تیرے پاس حق تیرے

جَآءَكَ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ فَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُمْتَرِيْنَ ﴿٩٤﴾ وَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الَّذِيْنَ

پروردگار کی طرف سے پس نہ ہوں آپ شک کرنے والوں میں سے ﴿۹۴﴾ اور نہ ہوں آپ ان لوگوں میں سے جنہوں نے جھٹلایا اللہ کی آیتوں کو

كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ فَتَكُوْنَ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ﴿٩٥﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ حَقَّتْ عَلَيْهِمْ كَلِمَتُ رَبِّكَ

پس ہوجائیں گے آپ نقصان اٹھانے والوں میں ﴿۹۵﴾ بیشک وہ لوگ کہ ثابت ہوچکی ہے ان پر تیرے پروردگار کی بات وہ

لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿٩٦﴾ وَلَوْ جَآءَتْهُمْ كُلُّ اٰيَةٍ حَتّٰى يَرَوُا الْعَذَابَ الْاَلِيْمَ ﴿٩٧﴾ فَلَوْلَا كَانَتْ

نہیں ایمان لائیں گے ﴿۹۶﴾ اور اگرچہ آجائے ان کے پاس ہر قسم کی نشانی یہاں تک کہ وہ دیکھ لیں دردناک عذاب ﴿۹۷﴾ پس کیوں نہ ہوئی کوئی

قَرْيَةٌ اٰمَنَتْ فَنَفَعَهَآ اِيْمَانُهَآ اِلَّا قَوْمَ يُوْنُسَ ۚ لَمَّآ اٰمَنُوْا كَشَفْنَا عَنْهُمْ عَذَابَ

بستی ایسی جو ایمان لاتی پھر اس کا ایمان اس کو فائدہ پہنچاتا مگر یونس علیہ السلام کی قوم جب وہ ایمان لائے تو ہم نے کھول دیا ان سے ذلت والا

الْخِزْيِ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَمَتَّعْنٰهُمْ اِلٰى حِيْنٍ ﴿٩٨﴾ وَلَوْ شَآءَ رَبُّكَ لَاٰمَنَ مَنْ فِي

عذاب دنیا کی زندگی میں اور ہم نے ان کو فائدہ پہنچایا ایک وقت تک ﴿۹۸﴾ اور اگر چاہتا تیرا پروردگار تو البتہ ایمان لاتے جو بھی

الْاَرْضِ كُلُّهُمْ جَمِيْعًا ۚ اَفَاَنْتَ تُكْرِهُ النَّاسَ حَتّٰى يَكُوْنُوْا مُؤْمِنِيْنَ ﴿٩٩﴾ وَمَا كَانَ لِنَفْسٍ اَنْ

زمین میں ہیں سب کے سب پس کیا آپ لوگوں کو مجبور کریں گے یہاں تک کہ وہ مومن بن جائیں ﴿۹۹﴾ اور نہیں ہے کسی نفس کیلئے کہ وہ ایمان لائے

تُؤْمِنَ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ۚ وَيَجْعَلُ الرِّجْسَ عَلَى الَّذِيْنَ لَا يَعْقِلُوْنَ ﴿١٠٠﴾ قُلِ انْظُرُوْا

مگر اللہ کے حکم سے اور ڈالتا ہے اللہ تعالیٰ نجاست ان لوگوں پر جو سمجھ نہیں رکھتے ﴿۱۰۰﴾ آپ کہہ دیجئے کہ دیکھو جو کچھ

مَاذَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ وَمَا تُغْنِي الْاٰيٰتُ وَالنُّذُرُ عَنْ قَوْمٍ لَّا يُؤْمِنُوْنَ ﴿١٠١﴾

بھی ہے آسمانوں میں اور زمین میں اور نہیں فائدہ دیتیں نشانیاں اور ڈرانے والے ان لوگوں کو جو ایمان نہیں لاتے ﴿۱۰۱﴾

فَهَلْ يَنْتَظِرُوْنَ اِلَّا مِثْلَ اَيَّامِ الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلِهِمْ ۚ قُلْ فَانْتَظِرُوْٓا اِنِّيْ

پس نہیں انتظار کرتے یہ لوگ مگر مثل ان لوگوں کے دنوں کی جو ان سے پہلے گزرے ہیں آپ کہہ دیجئے اے پیغمبر پس تم انتظار کرو بیشک میں بھی تمہارے ساتھ

مَعَكُمْ مِّنَ الْمُنْتَظِرِيْنَ ﴿١٠٢﴾ ثُمَّ نُنَجِّيْ رُسُلَنَا وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كَذٰلِكَ ۚ حَقًّا عَلَيْنَا

انتظار کرنے والوں میں سے ہوں ﴿۱۰۲﴾ پھر ہم نجات دیتے ہیں اپنے رسولوں کو اور ان لوگوں کو جو ایمان لائے اسی طرح ثابت ہے ہمارے اوپر کہ

نُنْجِ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿١٠٣﴾ ع

ہم نجات دیتے ہیں ایمان والوں کو ﴿۱۰۳﴾

۱۰ ع ۱۱ ۱۵

﴿۹۳﴾ وَلَقَدْ بَوَّاْنَا ...الخ ربط آیات : گزشتہ آیات سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا واقعہ چلا آ رہا ہے اب آگے بھی اسی کا تتمہ ہے۔

خلاصہ رکوع ⑩ بنی اسرائیل پر خصوصی انعامات، صداقت قرآن بطرز خاص، منصفین اہل کتاب ایمان مشاہدہ کے عدم نافع ہونے کا بیان، قوم یونس کے احوال سے تنبیہ مشرکین، حضرت یونس علیہ السلام کی داستان اور انکی قوم کا ایمان، تسلی خاتم الانبیاء، بغیر توفیق الٰہی ایمان نہیں ملتا، معاندین کے لیے غور وفکر کا حکم، توحید پر عقلی دلیل، تذکیر بایام اللہ سے تخویف دنیوی، قانون الٰہی۔
ماخذ آیات ۹۳ تا ۱۰۳+

بنی اسرائیل پر خصوصی انعامات : فرعون کو غرق کرنے کے بعد ہم نے بنی اسرائیل کو بڑی اچھی جگہ دی۔ امام رازی رحمہ اللہ لکھتے ہیں اس جگہ سے مراد مصر اور شام ہے۔ (تفسیر کبیر: ص:۲۹۸: ج۔۱۷)

فَمَا اخْتَلَفُوْا ...الخ علمی خیانت : جب ان کے پاس ہمارے احکام کا علم آیا تو انہوں نے اس میں علمی خیانت کی اور اختلاف کیا اور ضد پر اڑ گئے اب اللہ تعالیٰ قیامت کے دن ہی ان کا فیصلہ کرے گا۔

﴿۹۴﴾ صداقت قرآن بطرز خاص : اس آیت میں بظاہر خطاب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ہے مگر حقیقت یہ ہے کہ خطاب دوسروں کو ہے، کیونکہ جس پر وحی نازل ہو رہی ہو اسکو شک وشبہ نہیں ہوسکتا، اس خطاب کے اصل مخاطب وہ لوگ ہیں جو شبہ میں پڑے ہوئے تھے اسی بناء پر حدیث میں آیا ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا"" یعنی نہ میں شک کرتا ہوں اور نہ سوال کرتا ہوں (اخرجہ عبد الرزاق) اس حدیث میں اشارہ اس طرف ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان خطابات کے مخاطب نہیں آیت کا مطلب یہ ہے کہ اے قریش مکہ اگر تمہیں اس قرآن میں شک ہے۔ فَسْئَلِ الَّذِیْنَ ...الخ منصفین اہل کتاب : یعنی علماء اہل کتاب سے پوچھ لو جن کے علم وفضل کا تم خود اقرار کر رہے ہو، وہ تمہیں اس کے کلام الٰہی ہونے سے آگاہ کر دیں گے کیونکہ ان کی کتابوں میں اس کتاب الٰہی کی پیش گوئی موجود ہے۔

﴿۹۵:۹۶﴾ گزشتہ آیت کی طرح ان آیات میں بھی مخاطب دوسرے ہی اشخاص ہیں، اور ان لوگوں کے شک اور تکذیب کی وجہ یہ نہیں کہ آپ کی کتاب میں کوئی خلل ہے، بلکہ اس کی اندرونی وجہ یہ ہے کہ انکی تقدیر میں شقاوت لکھی جا چکی ہے اور علم الٰہی میں دوزخی ٹھہر چکے ہیں، اور اللہ نے انکو پیدا ہی دوزخ کے لئے کیا ہے اس میں آپ کے لئے تسلی ہے۔

﴿۹۷﴾ ایمان مشاہدہ کے عدم نافع ہونے کا بیان : اگر عذاب الٰہی دیکھ کر ایمان لائیں گے تو اس کا کوئی فائدہ نہیں جیسے فرعون کو ایمان لانے نے فائدہ نہ دیا۔

داستان حضرت یونس علیہ السلام اور ان کی قوم کا ایمان

﴿۹۸﴾ حضرت یونس علیہ السلام کے والد کا نام متیٰ ہے، عراق کے مشہور مقام نینویٰ کے باشندوں کی ہدایت کے لئے مبعوث ہوئے تھے، نینویٰ آشوری حکومت کا دار السلطنت اور موصل کے علاقہ کا مرکزی شہر تھا، جس زمانہ میں حضرت یونس علیہ السلام کا نینویٰ کے باشندوں کی رشد وہدایت کے لئے ظہور ہوا۔ قرآن کریم کے مطابق اس شہر کی آبادی لاکھ سے زیادہ تھی۔ عام طور پر انبیاء کو (۴۰) سال کی عمر میں منصب نبوت سے سرفراز کیا گیا ہے، مگر حضرت یونس علیہ السلام کو اٹھائیس (۲۸) سال کی عمر میں اللہ تعالیٰ نے اہل نینویٰ کی رشد وہدایت کے لئے مامور کیا، حضرت یونس علیہ السلام نے ان لوگوں کو سات سال تک توحید خداوندی کی دعوت دی مگر یہ لوگ برابر کفر وشرک پر قائم رہے اور ان کا مذاق اڑاتے تھے۔

بالآخر حضرت یونس علیہ السلام نے اللہ پاک سے ان کے لئے بددعا کی، اور ان لوگوں کے درمیان سے نکل گئے دریائے فرات کے ساحل پر پہنچے تو ایک کشتی کو مسافروں سے بھرا ہوا پایا، اس میں سوار ہو گئے راستے میں طوفانی ہواؤں نے کشتی کو آگھیرا جب کشتی ڈگمگانے لگی اور اہل کشتی کو ڈوبنے کا یقین ہونے لگا، تو وہ اپنے عقیدہ کے مطابق کہنے لگے کہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کشتی میں کوئی غلام اپنے آقا سے بھاگ کر آیا ہے، جب تک اس کو کشتی سے نہیں نکالا جائے گا کشتی کا بچنا مشکل ہے۔ حضرت یونس علیہ السلام نے جب اہل کشتی کی بات سنی تو خیال کیا کہ میرا نینویٰ سے وحی کے انتظار کے بغیر چلا آنا شاید اللہ کو پسند نہیں آیا، اور یہ میری آزمائش کے آثار ہیں یہ سوچ کر انہوں نے اہل کشتی سے فرمایا اپنے آقا سے بھاگا ہوا غلام میں ہوں مجھ کو کشتی سے باہر پھینک دو، مگر ملاح اور اہل کشتی ان سے اس قدر متاثر تھے کہ انہوں نے ایسا کرنے سے انکار کر دیا۔ اور آپس میں طے کیا کہ اس کے لئے قرعہ اندازی کر لی جائے، چنانچہ تین مرتبہ اہل کشتی نے قرعہ اندازی کی تو ہر مرتبہ حضرت یونس علیہ السلام کا نام آیا، حضرت یونس علیہ السلام خود دریا میں کود گئے، اسی وقت اللہ کے حکم سے ایک بڑی مچھلی نے انکو نگل لیا، مچھلی کو حکم ہوا کہ حضرت یونس علیہ السلام کے جسم کو کسی طرح کی تکلیف نہ پہنچے صرف نگل لینے کی اجازت ہے غذا بنانے کی نہیں۔

حضرت یونس علیہ السلام نے پرسوز دعا مانگی اللہ پاک نے قبول فرمائی۔ مچھلی نے انکو اگل دیا، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ مچھلی کے پیٹ میں رہنے کی وجہ سے ان کا جسم ایسا ہو گیا تھا جیسا کہ کسی پرندہ کا بچہ جس کا جسم بیحد نرم ہوتا ہے اور جسم پر بال نہیں ہوتے، پھر اللہ پاک نے ان پر ایک بیل دار درخت اگا دیا جس کے سایہ میں رہے۔ ادھر حضرت یونس علیہ السلام کی قوم نے عذاب کے آثار دیکھے تو میدان میں آکر خوب آہ وزاری کی اللہ پاک نے انکی توبہ قبول کر لی، حضرت یونس علیہ السلام مچھلی کے پیٹ سے نکلنے کے بعد اہل نینویٰ میں تشریف لائے تو قوم نے خوشی ومسرت کا اظہار کیا، اور انکی راہنمائی سے فیضیاب ہوئے، حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں قوم یونس کا ایمان دنیا وآخرت دونوں جگہ مفید ومعتبر ہے۔ (قصص القرآن قاضی زین العابدین سجاد میرٹھی رحمۃ اللہ علیہ)

حضرت یونس علیہ السلام اور مودودی کا نظریہ: حضرت لدھیانوی شہید رحمۃ اللہ علیہ نے تنقید اور حق تنقید میں مودودی صاحب کا یہ حوالہ لکھا ہے کہ حضرت یونس علیہ السلام سے فریضۂ رسالت کی ادائیگی میں کچھ کوتاہیاں ہو گئی تھی اور غالباً انہوں نے بے صبر ہو کر قبل از وقت اپنا مستقر بھی چھوڑ دیا تھا (ص ۹۴۵:۵) ایسے الفاظ نبی کے لئے استعمال کرنا جہالت کی واضح دلیل ہے صرف قلم کی جولانی کا نام علم نہیں بلکہ حقائق کو سمجھنے کی صلاحیت کا نام علم ہے جیسا کہ اوپر داستان میں گزر چکا ہے۔

﴿۹۹﴾ **تسلی خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم:** ایمان اور کفر سب اللہ کے اختیار میں ہے اگر اللہ تعالیٰ اپنی مرضی سے (یعنی بالجبر) ایماندار بنانا چاہتا تو کوئی بے ایمان نہ رہتا مگر بعض حکمتوں کی وجہ سے یہ نا چاہا اس لئے سب ایمان نہیں لائے۔

بغیر توفیق الٰہی کے ایمان نہیں ملتا: جب انسان کے اندر نیکی کی صلاحیت پیدا ہو تو اللہ تعالیٰ کی مرضی سے ہی ایمان لاتا ہے اور جو لوگ سوچنے سمجھنے کی تکلیف بھی گوارا نہ کریں گے بلکہ ہوائے نفسانی کے پیروکار بن جائیں گے تو انکو اللہ تعالیٰ کفر اور شرک کی گندگی ہی میں پڑا رہنے دیتا ہے۔

﴿۱۰۰﴾ **ربط:** گزشتہ آیت میں معاندین کا ذکر تھا کہ جو کفر عناد کی گندگی میں پڑے ہوئے ہیں، اب اس آیت میں انہیں اہل رجس یعنی معاندین کو اللہ کی نشانیوں میں غور وفکر کا حکم اور تہدید بھی ہے فرمایا اے اہل رجس! یعنی جو لوگ عقیدے میں ناپاک ہیں اگر تم میری آیات نبوت ورسالت میں نظر نہیں کرتے تو آسمان وزمین میں قدرت الٰہی کے کرشمے تو دیکھو مگر ان لوگوں کو بے ایمانی

کے باعث کوئی چیز عبرت نہیں دلاتی۔

اہل تشیع کی تفسیری تحریف

﴿۱۰۱﴾ الْاٰیٰتُ وَالنُّذُرُ: کافی اور تفسیر قمی میں ہے کہ جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے اس آیت کا مطلب دریافت کیا گیا تھا تو حضرت نے فرمایا کہ "الْاٰیٰتُ" سے مراد ہیں ائمہ اور "النُّذُرُ" سے مراد ہیں انبیاء۔ (ترجمہ مقبول احمد: ص ۲۶۳؛ تفسیر قمی: ص ـ ۲۹۸)

الآیات: سے ائمہ کرام کے ساتھ تفسیر کو مخصوص کرنا بغیر کسی قرینے کے محال ہے جبکہ اس سے مراد وہ نشانیاں اور علامتیں ہیں جو اللہ تعالیٰ نے زمین اور آسمان میں رکھی ہیں، اور اللہ تعالیٰ کے وجود اور جلال وکمال پر دلالت کرتی ہیں، جن سے توحید باری تعالیٰ کا علم اور یقین حاصل ہوتا ہے۔ (دیکھیں: تفسیر مظہری: ص:۵۹: ج:۵؛ روح المعانی: ص: ۲۵۸: ج ـ ۱۱)

﴿۱۰۲﴾ تذکیر بایام اللہ سے تخویف دنیوی : یہ معاندین پہلے بے ایمانوں جیسے قوم نوح، عاد، وقوم صالح وغیرہ کے ساتھ سلوک الٰہی ہوا اس کے منتظر ہیں اچھا پھر تم بھی انتظار کرو اور میں بھی انتظار کرتا ہوں صادق اور کاذب کا فیصلہ ہو جائے گا۔

﴿۱۰۳﴾ قانون الٰہی : وہ فیصلہ اس طرح ہوگا کہ ہم انبیاء علیہم السلام اور ان کے ساتھ ایمان والوں کو بچالیں گے اور منکرین کو ہلاک کر دیں گے، یعنی جس طرح پہلوں کے وقت میں رسول اور مسلمان بچ جایا کرتے تھے اسی طرح ہم مسلمانوں کو نجات دیدیا کرتے ہیں یہ ایمان والوں کو نجات دینا ہمارے ذمہ پر ہے۔

قُلْ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنْ كُنْتُمْ فِيْ شَكٍّ مِّنْ دِيْنِيْ فَلَآ اَعْبُدُ الَّذِيْنَ تَعْبُدُوْنَ

اے پیغمبر آپ کہہ دیجئے اے لوگو کہ اگر تمہیں شک ہو میرے دین کے بارے میں تو نہیں عبادت کرتا ان کی جس کی تم عبادت کرتے ہو

مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلٰكِنْ اَعْبُدُ اللّٰهَ الَّذِيْ يَتَوَفّٰىكُمْ ۖ وَاُمِرْتُ اَنْ اَكُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۰۴﴾

اللہ کے سوا لیکن میں تو عبادت کرتا ہوں اس اللہ کی جو تمہاری جانوں کو کھینچتا ہے اور میں حکم دیا گیا ہوں کہ ہو جاؤں میں ایمان والوں میں سے ﴿۱۰۴﴾

وَاَنْ اَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّيْنِ حَنِيْفًا ۚ وَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ﴿۱۰۵﴾ وَلَا تَدْعُ مِنْ

اور یہ حکم دیا گیا ہے کہ قائم رکھیں آپ اپنے رخ کو دین کیلئے حنیف (سیدھے) ہو کر اور نہ ہوں آپ شرک کرنیوالوں میں سے ﴿۱۰۵﴾ اور نہ پکاریں آپ

دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَنْفَعُكَ وَلَا يَضُرُّكَ ۚ فَاِنْ فَعَلْتَ فَاِنَّكَ اِذًا مِّنَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۱۰۶﴾ وَاِنْ يَّمْسَسْكَ

اللہ کے سوا ان چیزوں کو نہ نفع پہنچا سکتی ہیں اور نہ نقصان پس اگر بالفرض آپ نے ایسا کیا تو بیشک آپ بھی اس وقت البتہ ظلم کرنیوالوں میں سے ہوں گے ﴿۱۰۶﴾ اور اگر پہنچائے

اللّٰهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهٗٓ اِلَّا هُوَ ۚ وَاِنْ يُّرِدْكَ بِخَيْرٍ فَلَا رَآدَّ لِفَضْلِهٖ ۗ يُصِيْبُ بِهٖ مَنْ يَّشَآءُ

اللہ تعالیٰ آپ کو کوئی تکلیف پس نہیں کھولنے والا اس کو اسکے سوا کوئی اس کے اور اگر وہ ارادہ کرے آپ کے ساتھ بھلائی کا پس کوئی نہیں رد کرتا اس کے فضل کو پہنچاتا ہے وہ اپنا فضل

مِنْ عِبَادِهٖ ۚ وَهُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ﴿۱۰۷﴾ قُلْ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَكُمُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكُمْ ۚ فَمَنِ

جس کو چاہے اپنے بندوں میں سے اور وہ بے انتہا بخشش کرنے والا ازحد مہربان ہے ﴿۱۰۷﴾ اے پیغمبر آپ کہہ دیجئے اے لوگو تحقیق آچکا ہے تمہارے پاس حق تمہارے رب کی

اهْتَدٰى فَاِنَّمَا يَهْتَدِيْ لِنَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ ضَلَّ فَاِنَّمَا يَضِلُّ عَلَيْهَا ۚ وَمَآ اَنَا عَلَيْكُمْ

طرف سے پس جس نے ہدایت پائی بیشک وہ ہدایت پاتا ہے اپنے نفس کے فائدے کیلئے اور جو گمراہ ہوا پس بیشک وہ گمراہ ہوتا ہے اپنے نفس کے برے کیلئے اور نہیں ہوں

بِوَكِيلٍ ﴿١٠٨﴾ وَاتَّبِعْ مَا يُوحَىٰ إِلَيْكَ وَاصْبِرْ حَتَّىٰ يَحْكُمَ اللَّهُ ۚ وَهُوَ خَيْرُ الْحَاكِمِينَ ﴿١٠٩﴾

میں تم پر کوئی مختار ﴿۱۰۸﴾ اور اتباع کرو اس چیز کا جو وحی کی گئی ہے آپ کی طرف اور صبر کریں یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ فیصلہ کرے اور وہ سب سے بہتر فیصلہ کرنے والا ہے ﴿۱۰۹﴾

﴿۱۰۴﴾ قُلْ يَا أَيُّهَا النَّاسُ ...الخ ربط آیات: ابتداء سورۃ سے یہاں تک اصول دین کا ذکر تھا اب آنحضرت ﷺ کو حکم ہے کہ آپ ان منکرین اور مترددین سے علی الاعلان فرمادیں کہ میں تمہارے خام خیالی مہمل دین کو قبول نہیں کروں گا۔

خلاصہ رکوع ⓫ فریضہ خاتم الانبیاء سے عمومی خطاب برائے بیان توحید، حکم خداوندی، فریضہ خاتم الانبیاء، نفع نقصان کا مالک اللہ ہے، کفار سے خطاب برائے اتمام حجت، تسلی خاتم الانبیاء واتباع وحی کا حکم۔ ماخذ آیات ۱۰۴: تا ۱۰۹ +

فریضہ خاتم الانبیاء سے عمومی خطاب برائے بیان توحید : مطلب یہ ہے کہ آپ مخالفین حق کو یہ اعلان فرمادیجئے کہ میں ایک خدا تعالیٰ کی عبادت کے سوا کسی دوسرے کے سامنے سر جھکانے کے لئے تیار نہیں ہوں مجھے یہی حکم دیا گیا ہے' اس میں اس طرف اشارہ کرنا ہے کہ دین اسلام ایسا ہے کہ اس میں تو شک بھی نہیں ہونا چاہئے چہ جائیکہ جحود وانکار۔

﴿۱۰۵﴾ حکم خداوندی : مجھے یہی حکم ملا ہے کہ فقط سچے دین کی فرمانبرداری کروں۔

﴿۱۰۶﴾ فریضہ خاتم الانبیاء : اور اپنی حاجت کے لئے اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو نہ پکار، اور اگر آپ نے پکارا تو یہ بے محل ہوگا۔

﴿۱۰۷﴾ نفع نقصان کا مالک صرف اللہ ہے : تیرا نفع ونقصان سوائے اللہ کے کسی کے اختیار میں نہیں۔ قرآن کریم میں اس مضمون کو خوب وضاحت سے بیان فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو پکارنا صحیح نہیں اور اگر کسی نے غیر اللہ کو اس خیال سے پکارا کہ وہ میری تکلیف کو دور کر سکتے ہیں یا مجھے کچھ دے سکتے ہیں تو ایسا شخص ظالم ہوگا کیونکہ اس نے اللہ تعالیٰ کا حق غیر کو دیا اور اس کی صفت غیر میں تسلیم کی ہے، حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ آنحضرت ﷺ کے ساتھ سوار تھا، آپ نے ارشاد فرمایا کہ اے پیارے اللہ تعالیٰ کے حقوق کی پابندی کرو، اللہ تعالیٰ تمہاری محافظت کرے گا، جب بھی سوال کرنا ہو تو اللہ تعالیٰ ہی سی کرو اگر اللہ تعالیٰ کی طرف سے تیرے لیے دکھ مقدر ہے تو تمام کائنات اس کو روک نہیں سکتی قلم تقدیر جو کچھ لکھ چکا وہی ہوگا، اور تقدیر کے رجسٹر بھی خشک ہو چکے ہیں۔ (مشکوۃ : ص ۴۵۳: ج ۲: ترمذی : ص ۷۴: ج ۲)

امام ترمذی فرماتے ہیں کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ فتوح الغیب ص ۷۴: میں اس حدیث کو نقل کر کے لکھتے ہیں کہ ہر مؤمن کو چاہیے کہ اس حدیث کو اپنے ظاہر اور باطن اور کردار کا آئینہ بنائے۔

﴿۱۰۸﴾ فریضہ خاتم الانبیاء ﷺ سے کفار سے عمومی خطاب برائے اتمام حجت : جب دین اسلام اور اسکی حقانیت واضح ہوگئی تو اب بطور اتمام حجت کے کافروں سے خطاب ہے اب اگر تم ہدایت قبول کرلو گے تو تمہارا نفع ہوگا اور جو نہ مانے گا خود ہی اس کا نقصان ہوگا، تمہارے کفر کے متعلق مجھ سے نہیں پوچھا جائے گا بلکہ میں تو صرف مبلغ ہوں جو ایمان و عمل کے نتائج کی خوشخبری اور انکار و بدعملی کے نتائج سے آگاہ کرتا ہوں اس سے زیادہ مجھ پر کوئی ذمہ داری نہیں۔

توکیل اور تذکیر کا فرق : تذکیر یہ ہے کہ جو بات درست سمجھتے ہو دوسروں کو بھی صرف ترغیب دو اس سے آگے مت بڑھو، توکیل یہ ہے کہ ڈنڈا لے کھڑے ہو جاؤ اور جو تم سے متفق نہ ہو اس کے پیچھے پڑ جاؤ گویا اللہ تعالیٰ نے تم کو ہدایت اور گمراہی کا ٹھیکدار بنادیا ہے، دعوت وتبلیغ کے سلسلہ میں شریعت کی تمام حدود کا خیال رکھنا ضروری ہے۔ واللہ اعلم

﴿۱۰۹﴾ تسلی خاتم الانبیاء : آنحضرت ﷺ کو اتباع وحی کا حکم ہے کافر مانیں یا نہ مانیں آپ صبر سے کام لیں خود اللہ پاک فیصلہ کرے گا حق کو غالب اور کفر کو ذلیل وخوار کردے گا، وہ بہترین فیصلہ کرنے والا ہے۔

الحمدللہ آج بروز اتوار بوقت سوا آٹھ بجے ۲۰۰۴ء۔ ۷۔ ۱۱ کو سورۃ یونس کی مختصر تفسیر سے فراغت ہوئی۔ اور نظر ثانی بیت اللہ میں رکن یمانی کی طرف پایہ تکمیل ہوئی۔ ۱۷ رجب ۱۴۳۴ھ۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ محمد وآلہ واصحابہ اجمعین
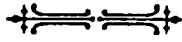
بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سورۃ ہود

نام اور کوائف : اس سورۃ کا نام سورۃ ھود ہے جو اس سورۃ کی پچاسویں آیت میں موجود ہے۔ یہ نام اسی سے ماخوذ ہے۔ اور ترتیب تلاوت میں گیارہویں سورۃ ہے اور ترتیب نزول میں: ۵۲: نمبر پر ہے۔ اور یہ سورۃ مکی دور میں نازل ہوئی ہے۔

ربط آیات ❶ گزشتہ سورۃ کے آخر میں فرائض خاتم الانبیاء کا ذکر تھا۔ "کما قال تعالی: قُلْ یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَكُمُ الْحَقُّ ...الخ اور اس سورۃ کی ابتداء میں بھی فرائض خاتم الانبیاء کا ذکر ہے۔" کما قال تعالی: اَلَّا تَعْبُدُوْۤا ...الخ

❷ گزشتہ سورۃ کے آخر میں صداقت قرآن کا ذکر تھا۔ "کما قال تعالی: قَدْ جَآءَكُمُ الْحَقُّ ...الخ اور اس سورۃ کی ابتداء میں بھی صداقت قرآن کا ذکر ہے۔" کما قال تعالی: كِتٰبٌ اُحْكِمَتْ ...الخ

❸ گزشتہ سورۃ کے آخر میں دلیل وحی کے ساتھ توحید خداوندی کا ذکر تھا۔ "کما قال تعالی: وَاتَّبِعْ مَا یُوْحٰۤى اِلَیْكَ ...الخ اور اس سورۃ کے شروع میں دلیل عقلی کے ساتھ توحید خداوندی کا ذکر ہے۔" کما قال تعالی: وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ ...الخ

موضوع سورۃ : اصول دین یعنی توحید رسالت اور قیامت۔

قسم السورۃ : ترمذی شریف میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک دن عرض کیا کہ آقا آپ جلدی بوڑھے ہو گئے ہیں؟ آپ نے فرمایا کہ مجھے "سورۃ ھود، سورۃ واقعہ سورۃ المرسلات، سورۃ عم یتساءلون اور سورۃ اذا الشمس کورت" نے بوڑھا کر دیا ہے۔ حاصل یہ ہے کہ ان سورتوں میں حالات قیامت کا ذکر ہے ان حالات کے سننے سے آپ کے دل پر ایسا اثر اور اندیشہ ہوا جس خوف اور اندیشہ کے اثر نے آپ کو ضعیف کر دیا، کیونکہ آدمی ہر وقت کے فکر اور اندیشہ سے جلدی ضعیف ہو جاتا ہے۔ امت کے ان غافلوں کو حدیث کے مضمون پر ذرا غور کرنا چاہیئے، جو قیامت کے حساب و کتاب سے بالکل غافل ہیں۔ اور سوچنا چاہیئے کہ قیامت ایک ایسی اندیشہ کی چیز ہے جس اندیشہ نے نبی کو بوڑھا کر دیا۔ (ابن کثیر: ص: ۴۰۷: ج: ۴: خازن: ص: ۳۴۹: ج: ۲: تفسیر منیر: ص: ۶: ج۔ ۱۲)

فضیلت سورۃ : آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سورۃ ھود کو جمعہ کے دن تلاوت کرو۔ (تفسیر منیر: ص: ۶: ج۔ ۱۲)

خلاصہ سورۃ ہود: صداقت قرآن، اثبات رسالت خاتم الانبیاء باخبار الماضیہ، تذکیرات ثلاثہ، فرائض خاتم الانبیاء تسلیات خاتم الانبیاء، فضائل مؤمنین، حضرت نوح علیہ السلام کی دعا اور جواب دعا، متبعین ومخالفین کے نتائج، حضرت ہود، حضرت صالح، حضرت ابراہیم، حضرت لوط، حضرت شعیب، حضرت موسیٰ علیہم السلام کے متبعین ومخالفین کے نتائج، حصر علم الغیب فی ذات باری تعالی وغیرہ کا ذکر ہے۔ واللہ اعلم

سُوْرَةُ هُوْدٍ مَكِّيَّةٌ | بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ | ثلث وعشرون ومائة آية وعشر ركوعات

شروع کرتا ہوں اللہ تعالیٰ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم کرنے والا ہے

الٓرٰ كِتٰبٌ اُحْكِمَتْ اٰیٰتُهٗ ثُمَّ فُصِّلَتْ مِنْ لَّدُنْ حَكِیْمٍ خَبِیْرٍۙ۝۱ اَلَّا تَعْبُدُوْۤا اِلَّا اللّٰهَ

الرٰ یہ کتاب ہے اس کی آیات کو محکم کیا گیا ہے پھر تفصیل کی گئی ہے حکیم اور خبیر کی طرف سے (۱) (یہ حکم دیا گیا ہے کہ) نہ عبادت کرو تم سوائے اللہ کے

إِنَّنِي لَكُم مِّنْهُ نَذِيرٌ وَبَشِيرٌ ۝٢ وَأَنِ اسْتَغْفِرُوا رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوبُوا إِلَيْهِ يُمَتِّعْكُم

کسی کی بیشک میں تمہارے لئے اس کی جانب سے ڈرانے والا اور خوشخبری سنانے والا ہوں ﴿۲﴾ اور یہ کہ بخشش طلب کرو اپنے پروردگار سے پھر توبہ کرو اس کے سامنے

مَّتَاعًا حَسَنًا إِلَىٰ أَجَلٍ مُّسَمًّى وَيُؤْتِ كُلَّ ذِي فَضْلٍ فَضْلَهُ ۖ وَإِن تَوَلَّوْا فَإِنِّي

وہ فائدہ پہنچائے گا تم کو اچھا فائدہ ایک مقررہ مدت تک اور دے گا ہر فضیلت والے کو اس کی فضیلت اور اگر تم روگردانی کرو گے تو بیشک میں خوف کھاتا ہوں

أَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ كَبِيرٍ ۝٣ إِلَى اللَّهِ مَرْجِعُكُمْ ۖ وَهُوَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ۝٤

تم پر بڑے دن کے عذاب سے ﴿۳﴾ اللہ ہی کی طرف تمہارا لوٹنا ہے اور وہ ہر ایک چیز پر قدرت رکھنے والا ہے ﴿۴﴾

أَلَا إِنَّهُمْ يَثْنُونَ صُدُورَهُمْ لِيَسْتَخْفُوا مِنْهُ ۚ أَلَا حِينَ يَسْتَغْشُونَ ثِيَابَهُمْ

خبردار رہو! بیشک وہ لوگ موڑتے ہیں اپنے سینوں کو تا کہ چھپ جائیں اس سے، خبردار! جس وقت کہ وہ اوڑھتے ہیں اپنے اوپر کپڑے

يَعْلَمُ مَا يُسِرُّونَ وَمَا يُعْلِنُونَ ۚ إِنَّهُ عَلِيمٌ بِذَاتِ الصُّدُورِ ۝٥

وہ جانتا ہے جو کچھ وہ چھپاتے ہیں اور جو کچھ ظاہر کرتے ہیں بیشک وہ (اللہ تعالیٰ) جاننے والا ہے سینوں کے رازوں کو ﴿۵﴾

وَمَا مِن دَابَّةٍ فِي الْأَرْضِ إِلَّا عَلَى اللَّهِ رِزْقُهَا وَيَعْلَمُ مُسْتَقَرَّهَا وَمُسْتَوْدَعَهَا ۚ

اور نہیں ہے کہ کوئی چلنے پھرنے والا جانور زمین میں مگر اللہ کے ذمے ہے اس کی روزی اور وہ جانتا ہے اس کے ٹھہرنے کی جگہ اور اس کے سونپے جانے کی جگہ کو

كُلٌّ فِي كِتَابٍ مُّبِينٍ ۝٦ وَهُوَ الَّذِي خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ فِي سِتَّةِ أَيَّامٍ وَكَانَ عَرْشُهُ

یہ سب کا سب کتاب مبین میں لکھا ہوا ہے ﴿۶﴾ اور وہی ذات ہے جس نے پیدا کیا ہے آسمانوں کو اور زمین کو چھ دن کے وقفے میں اور اس کا عرش پانی پر تھا تا کہ آزمائے وہ

عَلَى الْمَاءِ لِيَبْلُوَكُمْ أَيُّكُمْ أَحْسَنُ عَمَلًا ۗ وَلَئِن قُلْتَ إِنَّكُم مَّبْعُوثُونَ مِن بَعْدِ الْمَوْتِ

تم کو کہ کون تم میں سے زیادہ اچھا عمل کرنے والا ہے اور اگر آپ ان سے کہتے ہیں کہ بیشک تم اٹھائے جاؤ گے مرنے کے بعد تو وہ لوگ کہتے ہیں

لَيَقُولَنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا إِنْ هَٰذَا إِلَّا سِحْرٌ مُّبِينٌ ۝٧ وَلَئِنْ أَخَّرْنَا عَنْهُمُ الْعَذَابَ إِلَىٰ

جنہوں نے کفر کیا کہ نہیں ہے یہ مگر کھلا جادو ﴿۷﴾ اور اگر ہم مؤخر کردیں ان سے عذاب کو ایک مدت معلومہ تک تو یقیناً یہ کہیں گے کہ

أُمَّةٍ مَّعْدُودَةٍ لَّيَقُولُنَّ مَا يَحْبِسُهُ ۗ أَلَا يَوْمَ يَأْتِيهِمْ لَيْسَ مَصْرُوفًا عَنْهُمْ وَحَاقَ

کیا چیز روکتی ہے اس عذاب کو۔ سنو جس دن آئے گا وہ ان کے پاس تو نہیں پھیرا جائے گا ان سے اور گھیر لے گی ان کو وہ چیز جس کے ساتھ

بِهِم مَّا كَانُوا بِهِ يَسْتَهْزِئُونَ ۝٨

وہ ٹھٹھا کیا کرتے تھے ﴿۸﴾

الحزب الثاني عشر ١٢

ع ٧

خلاصہ رکوع ❶ صداقت قرآن، مقصد نزول۔۱،۲، فرائض خاتم الانبیاء، شفقت خاتم الانبیاء، تذکیر بما بعد الموت، علم کامل، رزاق مطلق، دلیل عقل۔۱،۲، اطلاع بعث بعد الموت، مخالفین قیامت کا تاخیر عذاب پر تعجب، جواب تعجب۔ ماخذ آیات ۱: تا۸+

﴿۱﴾ صداقت قرآن: اس کتاب کے احکام نہایت مضبوط ہیں اس کا نزول دانشمند اور باخبر ذات سے ہے۔ اور اس کی ہر ہر آیت بندوں کی ضرورت کے مطابق تفصیل سے بیان کی گئی ہے۔

﴿۲﴾ مقصد نزول کتاب ❶: اس کتاب کا پہلا پیغام اور مقصد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ ایک دیہاتی شکل کا آدمی آیا (وہ حضرت جبرائیل علیہ السلام تھے) اس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا ایمان کیا چیز ہے؟ آپ نے فرمایا کہ: "اَنْ تَعْبُدَ اللهَ وَلَا تشرك" (بخاری: ص: ۷۰۴: ج ۲: و مسلم: ص: ۲۹: ج۔۱)

ترجمہ: ایمان یہ ہے کہ اللہ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی بھی چیز کو شریک نہ ٹھہراؤ۔ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ عبادت صرف اللہ تعالیٰ کا حق ہے اور اس کے ساتھ شریک ٹھہرانا کفر ہے۔ اِنَّنِیْ لَکُمْ ...الخ فرائض خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم: کہ میں تم کو جہنم سے ڈرانے والا اور جنت کی خوشخبری دینے والا ہوں۔

﴿۲،۳﴾ ❷ اس کتاب کا دوسرا پیغام اور مقصد یہ ہے کہ اپنے مالک سے پہلے گناہوں کی معافی مانگ لو خواہ اس کا تعلق کفر سے ہو یا معصیت سے ہو اور عمل صالح کی طرف متوجہ رہو۔ یُمَتِّعْکُمْ مَّتَاعًا حَسَنًا ...الخ حق تعالیٰ شانہ کی عنایات دو قسم پر ہیں۔ ❶ دنیا کی عافیت۔ ❷ آخرت کی نجات اور ترقی درجات۔ پہلی قسم کا "یُمَتِّعْکُمْ" میں ارشاد ہے اور دوسری قسم کا "وَیُؤْتِ کُلَّ ذِیْ فَضْلٍ ...الخ سے اشارہ ہے "یُؤْتِ کُلَّ ذِیْ فَضْلٍ" کا معنیٰ یہ ہے کہ جوجس قدر زیادہ بڑھ کر عمل کرے گا اسی قدر خدا تعالیٰ کے فضل سے زیادہ حصہ پائے گا آخرت میں اجر و ثواب اور دنیا میں مزید طمانیت حاصل ہوگی۔

اور بعض مفسرین نے فرمایا ہے کہ "یُمَتِّعْکُمْ مَّتَاعًا حَسَنًا" استغفار پر مرتب ہے اور "یُؤْتِ کُلَّ ذِیْ فَضْلٍ" توبہ پر مرتب ہے۔ (تفسیر بہلوی: ص ۱۴۹:) فَاِنِّیْ اَخَافُ: شفقت خاتم الانبیاء: اس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عام شفقت و ہمدردی جو مخلوق کے ساتھ تھی اس کا اظہار کرنا مقصود ہے۔ "یَوْمٍ کَبِیْرٍ" سے مراد قیامت کا دن ہے۔

﴿۴﴾ تذکیر بما بعد الموت: اگر یہاں معافی نہ مانگی تو یاد رکھو کہ آئندہ چل کر خدا تعالیٰ ہی کے روبرو پیش ہونا ہے اور پھر وہ جو چاہے تم سے سلوک کرے۔ ﴿۵﴾ اَلَآ اِنَّهُمْ ...الخ منافقین کے خیال فاسدہ کی تردید، وعلم کامل باری تعالیٰ کا بیان اس آیت کے دو ربط ہیں۔ ❶ اگر اس کے ربط کا تعلق "اِلَی اللهِ مَرْجِعُکُمْ ...الخ کے ساتھ ہے تو مطلب یہ ہوگا جو شخص بھی مجرم کو سزا دے اس کے لئے تین شرائط ضروری ہیں۔ ❶ مجرم اس کے سامنے حاضر ہو۔ ❷ وہ سزا دینے کی پوری قدرت رکھتا ہو۔ ❸ مجرمین کی ساری کاروائیاں اس کے علم میں ہوں۔ اِلَی اللهِ مَرْجِعُکُمْ: میں مجرمین کی حاضری کو بتایا گیا ہے۔ اور "وَهُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ" میں اسکی قدرت واختیار کامل کو بیان فرمایا ہے۔ "اَلَآ اِنَّهُمْ یَثْنُوْنَ" سے اس کے علم کامل کا ذکر ہے کہ وہ ہر کھلی اور پوشیدہ چیز کو اسکی تہہ تک جانتا ہے۔ لہٰذا مجرم اپنے جرم کو کیسے چھپا سکے گا؟

❷ یا اس کا ربط "اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّا اللهَ" سے ہے مطلب یہ ہے کہ مستحق عبادت صرف وہی ہے جسکو علم کامل ہے۔ اور قدرت تام ہے۔ اور اللہ ہی حاجت روا ہے رزاق مطلق ہے، اور پیدا کرنے والا اور متصرف فی الامور ہے۔ اسی آیت میں اللہ تعالیٰ کے علم کامل اور محیط کا ذکر ہے۔ اگلی آیت "وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ" میں اس کے علم کامل ومحیط کی تائید میں رزاقیت مطلق کا ذکر ہے۔ اس سے اگلی آیت "وَهُوَ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ ...الخ میں پیدا کرنے والے، کے متصرف فی الامور ہونے کا ذکر ہے۔ فرمایا

"اَلَآ اِنَّهُمْ ... الخ اس آیت میں منافقین کے ایک فاسد خیال کی تردید ہے کہ یہ لوگ اپنی عداوت اور آنحضرت ﷺ کی مخالفت کو اپنے سینے میں خوب چھپانے کی کوشش کرتے تھے، اور اس پر ہر طرح کے پردے ڈالتے تھے، اور یہ خیال کرتے تھے کہ اس طرح کے ہمارے اصل حال کا کسی کو علم نہیں ہوگا، حالانکہ وہ کپڑوں کی تہ کے پیچھے بھی جو کچھ کرتے تھے وہ بھی اللہ تعالیٰ کے سامنے ہے اور وہ خوب جانتا ہے "اِنَّهٗ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ" کیونکہ وہ دلوں کے پوشیدہ اسرار کو بھی خوب جانتا ہے۔

﴿۶﴾ **رزاق مطلق سے توحید خداوندی پر دلیل عقلی** ❶ تفصیل آیت میں موجود ہے۔ یہاں ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب ہر جاندار کا رزق اللہ تعالیٰ نے اپنے ذمہ لے لیا ہے تو پھر ہم ایسے واقعات کیوں دیکھتے ہیں کہ بہت سے جانور اور انسان غذا نہ ملنے کے سبب بھوکے پیاسے مرجاتے ہیں؟

جواب: رزق کی ذمہ داری اسی وقت تک ہے جب تک اس کی عمر پوری نہیں ہوجاتی، جب اسکی عمر پوری ہوگئی تو اس کو بہر حال مرنا ہے اور اس جہان سے گزرنا ہے جس کا عام سبب امراض ہوتی ہیں، کبھی جلنا یا غرق ہونا یا چوٹ اور زخم بھی سبب ہوتا ہے۔ اسی طرح ایک سبب یہ بھی ہوسکتا ہے کہ اس کا رزق بند کردیا گیا اس سے موت واقع ہوئی۔ علامہ قرطبی رحمہ اللہ نے اس آیت کے تحت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ اور ابو مالک رضی اللہ عنہ وغیرہ قبیلہ اشعریین کا ایک واقعہ ذکر کیا ہے کہ یہ لوگ ہجرت کرکے مدینہ طیبہ پہنچے تو جو کچھ توشہ اور کھانے پینے کا سامان ان کے پاس تھا وہ ختم ہوگیا، انہوں نے اپنا ایک آدمی آنحضرت ﷺ کی خدمت میں اس غرض کے لئے بھیجا کہ آپ ہمارے کھانے وغیرہ کا کچھ انتظام فرمادیں۔ یہ شخص جب رسول کریم ﷺ کے دروازے پر پہنچا تو اندر سے رسول کریم ﷺ کی آواز اس آیت کے پڑھنے کی آرہی تھی "وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِى الْاَرْضِ ... الخ اس شخص نے یہ آیت سن کر خیال کیا کہ جب اللہ نے سب جانداروں کا رزق اپنے ذمہ لے لیا ہے تو پھر ہم اشعری بھی اللہ کے نزدیک دوسرے جانوروں سے گئے گزرے نہیں وہ ضرور ہمیں بھی رزق دے گا یہ خیال کرکے وہیں سے واپس ہوگیا، اور آنحضرت ﷺ کو کچھ اپنا حال نہیں بتلایا۔

واپس جا کر اپنے ساتھیوں سے کہا کہ خوش ہوجاؤ تمہارے لیے اللہ تعالیٰ کی مدد آرہی ہے۔ اس کے اشعری ساتھیوں نے اس کا یہ مطلب سمجھا کہ ان کے قاصد نے حسب قرارداد رسول کریم ﷺ سے اپنی حاجت کا ذکر کیا ہے، اور آپ نے انتظام کرنے کا وعدہ فرمایا ہے وہ یہ سمجھ کر مطمئن بیٹھ گئے۔ وہ ابھی بیٹھے ہی تھے کہ دیکھا دو آدمی ایک پیالہ گوشت اور روٹیوں سے بھرا ہوا ٹوکرہ اٹھائے لارہے ہیں لانے والوں نے یہ کھانا اشعریین کو دے دیا انہوں نے خوب شکم سیر ہوکر کھایا پھر بچ رہا تھا تو ان لوگوں نے یہ مناسب سمجھا کہ باقی کھانا آنحضرت ﷺ کے پاس بھیج دیں تاکہ اس کو آپ اپنی ضرورت میں صرف کردیں، اپنے دو آدمیوں کو یہ کھانا دے کر آنحضرت ﷺ کے پاس بھیج دیا۔ اس کے بعد یہ سب حضرات آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوگئے، اور عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ آپ کا بھیجا ہوا کھانا بہت زیادہ اور بہت نفیس ولذیذ تھا، آپ نے فرمایا کہ میں نے تو کوئی کھانا نہیں بھیجا، تب انہوں نے پورا واقعہ عرض کیا کہ ہم نے اپنے فلاں آدمی کو آپ کے پاس بھیجا تھا، اس نے یہ جواب دیا جس سے ہم نے سمجھا کہ آپ نے کھانا بھیجا ہے، یہ سن کر آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ یہ میں نے نہیں بھیجا، بلکہ اس ذات قدوس نے بھیجا ہے جس نے ہر جاندار کا رزق اپنے ذمہ لیا ہے۔ (تفسیر قرطبی ص۱۰، ج۹)

اس آیت میں "مُسْتَقَرٌّ" اور "مُسْتَوْدَعٌ" کی مختلف تفسیریں منقول ہیں مگر لغت کے اعتبار سے وہ تفسیر اقرب ہے جسکو صاحب کشاف نے اختیار کیا ہے کہ "مُسْتَقَر" اس جگہ کو کہا جاتا ہے جہاں کوئی شخص مستقل طور پر جائے قیام یا وطن بنالے۔ اور "مُسْتَوْدَعٌ" اس جگہ کو کہتے ہیں جہاں عارضی طور پر کسی ضرورت کے لئے ٹھہرے۔ (کشاف ص۲۹۷، ج۱۲)

كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ سے مراد لوح محفوظ ہے جس میں پوری کائنات کی روزی، عمر، عمل وغیرہ کی پوری تفصیلات لکھی ہوئی ہیں جو حسب ضرورت متعلقہ فرشتوں کے سپرد کردی جاتی ہیں۔

﴿۷﴾ توحید خداوندی پر عقلی دلیل ❷ تمام آسمانوں اور زمین کو چھ دن کی مقدار میں پیدا فرمایا پیدائش اتوار سے شروع ہوئی اور جمعہ کو ختم ہوئی اور ان چیزوں کے پیدا کرنے سے پہلے عرش رحمٰن پانی پر تھا۔ آسمان اور زمین کے چھ دن میں پیدا کرنے کی تفصیل سورۃ حم سجدہ کی آیت: ۱۱: ۱۰: میں دیکھیں۔ البتہ ایک بات یاد رکھیں حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ آسمان سے مراد وہ تمام علویات ہیں جو اوپر کی سمت میں ہیں۔ اور زمین سے مراد وہ تمام سفلیات ہیں جو نیچے کی جہت میں ہیں، اور دن سے مراد وہ مقدار وقت ہے جو آسمان زمین کی پیدائش کے بعد آفتاب کے طلوع سے غروب تک ہوتا ہے اگرچہ آسمان و زمین کی پیدائش کے وقت نہ آفتاب تھا نہ اسکا طلوع و غروب اللہ تعالیٰ تمام چیزوں کو ایک آن میں بھی پیدا کر سکتا ہے، مگر اس نے اپنی حکمت سے اس عالم کے نظام کو تدریجی بنایا ہے، جو انسان کے مزاج کے مناسب ہے۔ آسمان زمین کی پیدائش کا اصل مقصود انسان ہے، بلکہ انسان میں بھی اہل ایمان ہیں، اور ان میں بھی وہ انسان جو سب سے اچھا عمل کرنے والا ہے۔ اور یہ ظاہر ہے کہ تمام اولاد آدم میں سب سے اچھا عمل کرنے والے ہمارے رسول حضرت محمد ﷺ ہیں، اس لئے یہ کہنا صحیح ہوا کہ تمام کائنات کے پیدا کرنے کا اصل مقصد رسول کریم خاتم الانبیاء ﷺ کا وجود مبارک ہے۔ (مظہری: ص: ۶۹:۷۰: ج ۵)

اس جگہ "اَيُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا" فرمایا ہے یعنی کون اچھا عمل کرنے والا ہے، یہ نہیں فرمایا کہ کون زیادہ عمل کرنے والا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ اعمال صالحہ نماز، روزہ تلاوت و ذکر کی عملی کثرت اور بہت بڑی مقدار سے زیادہ اللہ تعالیٰ کی نظر حسن عمل پر ہے۔
(معارف القرآن، م، ش، د)

وَلَئِنْ قُلْتَ ...الخ اطلاع بعث بعد الموت: اور اگر آپ ان سے کہیں کہ مرنے کے بعد اٹھائے جاؤ گے۔ لَيَقُوْلَنَّ ...الخ جواب اطلاع از منکرین: وہ کہتے ہیں کہ یہ صریح جادو ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اس قرآن میں جادو کی باتیں ہیں جن میں سے ایک یہ بھی ہے کہ لوگ مرنے کے بعد زندہ ہوں گے۔

﴿۸﴾ مخالفین قیامت کا تاخیر عذاب پر تعجب: باوجود انکی سرکشی اور بغاوت کے اگر چند دن کے لئے انہیں عذاب سے مہلت مل جائے تو تعجب کرتے ہیں کہ اگر اسلام سچا مذہب ہوتا تو ہماری اسکی مخالفت پر گرفت کیوں نہ ہوئی؟ اَلَا يَوْمَ يَاْتِيْهِمْ ...الخ جواب تعجب: یاد رکھیں جب عذاب آئے گا، تو ٹلنے نہیں پائے گا، عذاب میں تاخیر کسی حکمت پر مبنی ہے۔ جب آئے گا تو ساری کسر نکل جائے گی جیسا کہ بدر میں ہوا۔

وَلَئِنْ اَذَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنَّا رَحْمَةً ثُمَّ نَزَعْنٰهَا مِنْهُ ۚ اِنَّهٗ لَيَئُوْسٌ كَفُوْرٌ ۝۹ وَلَئِنْ اَذَقْنٰهُ

اور اگر ہم چکھائیں انسان کو اپنی طرف سے مہربانی پھر ہم اس سے چھین لیں بیشک وہ انسان البتہ مایوس ہونے والا اور ناشکر گزار ہوتا ہے ﴿۹﴾ اور اگر ہم اس کو چکھائیں

نَعْمَآءَ بَعْدَ ضَرَّآءَ مَسَّتْهُ لَيَقُوْلَنَّ ذَهَبَ السَّيِّاٰتُ عَنِّيْ ۭ اِنَّهٗ لَفَرِحٌ فَخُوْرٌ ۝۱۰ۙ اِلَّا الَّذِيْنَ صَبَرُوْا

نعمت کا مزہ تکلیف کے بعد جو اس کو پہنچی تھی تو وہ کہتا ہے کہ دور ہوگئیں مجھ سے برائیں بیشک وہ اترانے والا اور شیخی بگھارنے والا ہوتا ہے ﴿۱۰﴾ مگر وہ لوگ جنہوں نے صبر کیا

وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ۭ اُولٰۗىِٕكَ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّاَجْرٌ كَبِيْرٌ ۝۱۱ فَلَعَلَّكَ تَارِكٌۢ بَعْضَ مَا يُوْحٰٓى

اور اچھے اعمال انجام دیئے یہی لوگ ہیں کہ ان کیلئے بخشش ہے اور بڑا اجر ہے ﴿۱۱﴾ پس اے پیغمبر! شاید کہ آپ چھوڑنے والا ہوں بعض ان چیزوں کو

اِلَيْكَ وَضَاۗىِٕقٌۢ بِهٖ صَدْرُكَ اَنْ يَّقُوْلُوْا لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَيْهِ كَنْزٌ اَوْ جَاۗءَ مَعَهٗ مَلَكٌ ۭ اِنَّمَآ

جو آپ کی طرف وحی کی جاتی ہیں اور تنگ ہوتا ہے اس کے ساتھ آپ کا سینہ اس وجہ سے کہ یہ لوگ کہتے ہیں کیوں نہیں اتارا جاتا اس پر خزانہ یا کیوں نہیں آتا اس کیساتھ فرشتہ

اَنۡتَ نَذِيۡرٌ ‌ؕ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَىۡءٍ وَّكِيۡلٌ ؕ‏ ﴿١٢﴾ اَمۡ يَقُوۡلُوۡنَ افۡتَـرٰٮهُ‌ ؕ قُلۡ فَاۡتُوۡا بِعَشۡرِ سُوَرٍ مِّثۡلِهٖ

بیشک آپ تو ڈر سنانے والے ہیں اور اللہ تعالیٰ ہی ہر چیز کا ذمہ دار ہے ﴿١٢﴾ کیا کہتے ہیں یہ لوگ کہ یہ قرآن اس نے گھڑ لیا ہے آپ کہہ دیجئے اے پیغمبر لاؤ دس سورتیں

مُفۡتَرَيٰتٍ وَّادۡعُوۡا مَنِ اسۡتَطَعۡتُمۡ مِّنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ اِنۡ كُنۡتُمۡ صٰدِقِيۡنَ‏ ﴿١٣﴾ فَاِلَّمۡ يَسۡتَجِيۡبُوۡا

اس جیسی گھڑی ہوئی اور بلالو جس کو تم طاقت رکھتے ہو اللہ کے سوا اگر تم سچے ہو ﴿١٣﴾ پس اگر یہ جواب نہ دے سکیں تم کو پس جان لو کہ بیشک یہ

لَـكُمۡ فَاعۡلَمُوۡۤا اَنَّمَاۤ اُنۡزِلَ بِعِلۡمِ اللّٰهِ وَاَنۡ لَّاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ‌ ۚ فَهَلۡ اَنۡتُمۡ مُّسۡلِمُوۡنَ‏ ﴿١٤﴾

قرآن کریم نازل کیا گیا ہے اللہ کے علم کے ساتھ اور یہ بات بھی کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے پس کیا تم فرمانبرداری کروگے؟ ﴿١٤﴾

مَنۡ كَانَ يُرِيۡدُ الۡحَيٰوةَ الدُّنۡيَا وَزِيۡنَتَهَا نُوَفِّ اِلَيۡهِمۡ اَعۡمَالَهُمۡ فِيۡهَا وَهُمۡ فِيۡهَا

جو شخص ارادہ کرتا ہے دنیا کی زندگی اور اس کی زینت کا ہم پورا پورا دیتے ہیں ان کو ان کے اعمال میں اور ان کے ساتھ اس دنیا میں

لَا يُبۡخَسُوۡنَ‏ ﴿١٥﴾ اُولٰٓـئِكَ الَّذِيۡنَ لَـيۡسَ لَهُمۡ فِى الۡاٰخِرَةِ اِلَّا النَّارُ ‌ۖ وَحَبِطَ مَا صَنَعُوۡا فِيۡهَا

کمی نہیں کی جاتی ﴿١٥﴾ یہی لوگ ہیں کہ نہیں ہے ان کیلئے آخرت میں مگر دوزخ کی آگ اور ضائع ہوگیا جو کچھ انہوں نے اس دنیا میں کیا اور باطل

وَبٰطِلٌ مَّا كَانُوۡا يَعۡمَلُوۡنَ‏ ﴿١٦﴾ اَفَمَنۡ كَانَ عَلٰى بَيِّنَةٍ مِّنۡ رَّبِّهٖ وَيَتۡلُوۡهُ شَاهِدٌ مِّنۡهُ وَمِنۡ

ہے وہ جو کچھ وہ کیا کرتے تھے ﴿١٦﴾ بھلا وہ شخص جو واضح راستے پر ہو اپنے رب کی طرف سے اور آتا ہے اس کے ساتھ ایک گواہ اس (اللہ) کی طرف سے اور

قَبۡلِهٖ كِتٰبُ مُوۡسٰٓى اِمَامًا وَّرَحۡمَةً ‌ ؕ اُولٰٓـئِكَ يُؤۡمِنُوۡنَ بِهٖ‌ ؕ وَمَنۡ يَّكۡفُرۡ بِهٖ مِنَ الۡاَحۡزَابِ

اس سے پہلے موسیٰ علیہ السلام کی کتاب پیشوا، اور رحمت تھی یہی لوگ ہیں جو اس پر ایمان رکھتے ہیں اور جو شخص کفر کرے گا اس کے ساتھ مختلف گروہوں سے پس

فَالنَّارُ مَوۡعِدُهٗ‌ ۚ فَلَا تَكُ فِىۡ مِرۡيَةٍ مِّنۡهُ‌ ۚ اِنَّهُ الۡحَـقُّ مِنۡ رَّبِّكَ وَلٰـكِنَّ اَكۡثَرَ النَّاسِ لَا يُؤۡمِنُوۡنَ‏ ﴿١٧﴾

(دوزخ کی) آگ اس کا ٹھکانہ ہے پس نہ ہوں آپ شک میں اس کی طرف سے بیشک یہ برحق ہے تیرے پروردگار کی طرف سے لیکن اکثر لوگ ایسے ہیں جو ایمان نہیں لاتے ﴿١٧﴾

وَمَنۡ اَظۡلَمُ مِمَّنِ افۡتَـرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا‌ ؕ اُولٰٓـئِكَ يُعۡرَضُوۡنَ عَلٰى رَبِّهِمۡ وَيَقُوۡلُ الۡاَشۡهَادُ

اور اس سے بڑھ کر کون ظالم ہے جو اللہ پر افتراء باندھتا ہے جھوٹ یہی لوگ ہیں جو پیش کیے جائیں گے اپنے رب کے سامنے اور کہیں گے گواہی دینے والے کہ یہ وہ ہیں

هٰٓؤُلَۤاءِ الَّذِيۡنَ كَذَبُوۡا عَلٰى رَبِّهِمۡ‌ ۚ اَلَا لَـعۡنَةُ اللّٰهِ عَلَى الظّٰلِمِيۡنَ ۙ‏ ﴿١٨﴾ الَّذِيۡنَ يَصُدُّوۡنَ

کہ جنہوں نے جھوٹ بولا اپنے پروردگار پر۔ سنو لعنت ہے اللہ کی ظلم کرنے والوں پر ﴿١٨﴾ وہ جو روکتے ہیں اللہ کے راستے سے اور تلاش کرتے ہیں

عَنۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ وَيَبۡغُوۡنَهَا عِوَجًا ؕ وَهُمۡ بِالۡاٰخِرَةِ هُمۡ كٰفِرُوۡنَ‏ ﴿١٩﴾ اُولٰٓـئِكَ لَمۡ يَكُوۡنُوۡا مُعۡجِزِيۡنَ

اس راستے میں کجی اور وہ آخرت کا انکار کرنے والے ہیں ﴿١٩﴾ یہ لوگ ہیں کہ نہیں یہ عاجز کرسکتے زمین میں (اللہ کو)

فِی الْاَرْضِ وَمَا کَانَ لَهُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ اَوْلِیَآءَ ۘ یُضٰعَفُ لَهُمُ الْعَذَابُ ؕ مَا کَانُوْا

اور نہیں ہے ان کیلئے اللہ کے سوا کوئی حمایتی، دگنا کیا جائے گا ان کیلئے عذاب وہ نہیں طاقت رکھتے تھے سننے کی اور نہیں تھے وہ

یَسْتَطِیْعُوْنَ السَّمْعَ وَمَا کَانُوْا یُبْصِرُوْنَ ﴿۲۰﴾ اُولٰٓئِکَ الَّذِیْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ وَضَلَّ عَنْهُمْ

دیکھتے ﴿۲۰﴾ یہی لوگ ہیں جنہوں نے نقصان میں ڈالا اپنی جانوں کو اور گم ہوجائے گا ان سے وہ جو

مَّا کَانُوْا یَفْتَرُوْنَ ﴿۲۱﴾ لَا جَرَمَ اَنَّهُمْ فِی الْاٰخِرَةِ هُمُ الْاَخْسَرُوْنَ ﴿۲۲﴾ اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا

افتراء کرتے تھے ﴿۲۱﴾ ضرور بضرور بیشک یہ لوگ آخرت میں بہت نقصان اٹھانے والوں میں ہوں گے ﴿۲۲﴾ تحقیق وہ لوگ جو ایمان لائے

وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَاَخْبَتُوْٓا اِلٰی رَبِّهِمْ ۙ اُولٰٓئِکَ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ ۚ هُمْ فِیْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۲۳﴾

اور جنہوں نے اچھے کام کئے اور جنہوں نے عاجزی کی اپنے رب کے سامنے یہی لوگ ہیں جنت والے وہ اس میں ہمیشہ رہنے والے ہوں گے ﴿۲۳﴾

مَثَلُ الْفَرِیْقَیْنِ کَالْاَعْمٰی وَالْاَصَمِّ وَالْبَصِیْرِ وَالسَّمِیْعِ ؕ هَلْ یَسْتَوِیٰنِ مَثَلًا ؕ

مثال دونوں فرقوں کی جیسا اندھا اور بہرا اور دیکھنے والا اور سننے والا ہوتا ہے کیا یہ دونوں برابر ہیں مثالیں کیا تم

اَفَلَا تَذَکَّرُوْنَ ﴿۲۴﴾

نصیحت حاصل نہیں کرتے ﴿۲۴﴾

﴿۹﴾ وَلَئِنْ اَذَقْنَا الْاِنْسَانَ ...الخ **ربط آیات**: اوپر کفار کی نہایت بے باکی کا ذکر تھا کہ وہ کہتے تھے آپ جس عذاب سے ڈراتے ہیں وہ کیوں نہیں آتا؟ اب انسان کے خاصہ اکثریہ کو بیان فرمایا ہے کہ وہ ایک حال پر خوش نہیں رہتا ذرا سی تکلیف آجائے تو ناامید ہوجاتا ہے، اگر مصیبت کے بعد راحت آجائے تو اترانے لگتا ہے۔

خلاصہ رکوع ❷ انسان کا خاصہ اکثریہ فطریہ، احسان فراموشی، اہل ایمان کے لئے بشارت، کفار کی شکایات وتسلی خاتم الانبیاء، تشریح شکایات، شکوہ۔۱، ۲، فریضہ خاتم الانبیاء، شکوہ۔۳، جواب شکوہ اور منکرین قرآن کریم کو چیلنج، عدم ایفاء مطالبہ کی صورت، مطلق معاندین کے لئے تنبیہ ونتیجہ، تقابل فریقین، تنبیہ مفترین، علامات ظالمین، مشرکین کا عجز، نقصان، تاکید نقصان، بشارت اخروی للمؤمنین، فریقین کے تفاوت حال کی مثال، تنبیہ۔ ماخذ آیات ۹: تا ۲۴+

انسان کا خاصہ اکثریہ فطریہ: مطلب آیت کا یہ ہے کہ انسان بڑا غیر مستقل مزاج اور عجلت پسند واقع ہوا ہے جب تک اللہ تعالیٰ اپنی مہربانیوں کا مزہ چکھاتا رہے تو خوش ہوتا ہے اگر بعض اسباب کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی رحمت کی آمد بند ہوجائے تو فوراً ناامید ہوجاتا ہے۔ اور ناشکری پر اتر آتا ہے۔

﴿۱۰﴾ **احسان فراموشی**: اور اگر ہم اسکی مصیبت کو دور کردیں تو بھی ہمارا احسان نہیں مانتا، بلکہ اپنی تدبیر، دولت، حکومت اور ٹیکنالوجی کو ہی کامیابی کی دلیل سمجھتا ہے۔

لغوی تحقیق فَرِحٌ، صیغہ صفت مشبہ واحد، خوش اترانے والا۔ فَخُوْرٌ، صیغہ مبالغہ (حالت رفع) "فخر" مصدر واسم فعل امام راغب ؒ نے لکھا ہے بہت زیادہ فخر کرنے والا یعنی ظاہری چیزوں پر اترانا مثلاً مال، عزت، جاہ، حکومت، وغیرہ فخر کہلاتا ہے۔

﴿۱۱﴾ اہل ایمان کے لئے بشارت : ہاں خدا پرست اس احسان فراموشی سے مستثنیٰ ہیں یعنی جو تنگی میں صبر کرتے ہیں اور خوشحالی میں شکر کرتے ہیں لہٰذا ایسے لوگ مغفرت اور بڑے اجر کے بھی مستحق ہیں جس کا کم از کم درجہ جنت میں دخول ہے۔

﴿۱۲﴾ کفار کی شکایات و تسلی خاتم الانبیاء : کہ یہ قرآن سحر اور جادو ہے اور محمد (ﷺ) کا بنایا ہوا کلام ہے۔ اس سے آپ کے قلب مبارک کو صدمہ ہوتا، تو اللہ پاک نے آپکو تسلی دی کہ آپ اپنا فریضہ جاری رکھیں، ان کے اعتراضات واہیہ سے کبیدہ خاطر نہ ہوں۔ امام ترمذی رحمۃ اللہ فرماتے ہیں کہ " فَلَعَلَّكَ تَارِكٌ " کا استفہام، استفہام انکاری ہے جس سے مقصود نفی اور ممانعت ہے یعنی انکے عناد کی وجہ سے قرآن کریم کے بیان کو ترک نہ کریں یعنی آپ کو کوئی چھوٹ نہیں۔

لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَيْهِ كَنْزٌ : تشریح شکایات شکوہ ❶ ان کے زعم کے مطابق نبوت کے دعویدار کے پاس خزانہ کیوں نہیں نازل کیا گیا؟ اَوْ جَآءَ مَعَهٗ مَلَكٌ : شکوہ ❷ کہ اس نبی کے ساتھ کوئی فرشتہ ہوتا جو اسکی نبوت کی تصدیق کرتا۔ اِنَّمَآ اَنْتَ نَذِيْرٌ: فریضہ خاتم الانبیاء : فرمایا ایسے بیہودہ اعتراضات کی وجہ سے آپ اپنا سینہ تنگ نہ کریں۔ آپ اپنا مشن جاری رکھیں۔

﴿۱۳﴾ منکرین قرآن کا شکوہ ❸ کہ اس داعی نے خود قرآن کریم کو بنالیا ہے اور اس کی نسبت اللہ کی طرف کرتا ہے؟

قُلْ فَاْتُوْا ... الخ جواب شکوہ اور منکرین قرآن کو چیلنج : تم اس جیسی دس سورتیں بنا کر لاؤ؟

سوال: سورۃ یونس میں ایک سورۃ لانے کا چیلنج ہے جبکہ اس سورۃ میں دس سورتوں کے لانے کا ذکر ہے اس کی کیا وجہ ہے؟

جواب: امام رازی رحمۃ اللہ فرماتے ہیں ترتیب نزول کے اعتبار سے سورۃ ھود پہلے ہے اور سورۃ یونس بعد میں نازل ہوئی۔ چنانچہ پہلے دس سورتوں کا مطالبہ کیا گیا جب اس چیلنج کو قبول نہ کیا تو پھر ایک سورۃ کا مطالبہ کیا گیا۔ سورۃ یونس کے چیلنج کی بنیاد فصاحت و بلاغت کے علاوہ بعض دوسری چیزوں کا بھی ہے مثلاً علوم و معارف جو اللہ نے قرآن کریم میں رکھے ہیں۔ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ فرماتے ہیں اللہ نے قرآن کریم میں جو حکمتیں مصلحتیں آیات اور سورتوں میں رکھیں ہیں وہ ساری مخلوق ملکر اس کا عشر عشیر بھی پیش نہیں کرسکتی۔ (بحوالہ تفسیر معالم العرفان؛ ص: ۳۴ ج۔ ۱۰)

﴿۱۴﴾ عدم ایفائے مطالبہ کی صورت : مطلب یہ ہے کہ اگر یہ لوگ مؤمنوں کے اتنا اشتعال دلانے پر بھی کچھ نہ لاسکیں۔ فَاعْلَمُوْٓا ... الخ خدائی طاقت سے نزول قرآن : تو پھر سمجھ لو کہ یہ خدائی طاقت سے کتاب مقدس نازل ہو رہی ہے اور یہ اس دعوت کے لئے نازل ہوئی ہے کہ ایک خدا کے سوا دوسرا کوئی معبود نہیں۔

﴿۱۶،۱۵﴾ مطلق معاندین کے لئے تنبیہ و نتیجہ --- یہ آیت عام ہے اس میں کافر، مشرک، منافق، اہل ریاء سب داخل ہیں۔ اب بھی اگر یہ لوگ حق کی مخالفت سے باز نہ آئیں، اور زیب و زینت دنیا کو محبوب بنائیں، تو یاد رکھیں کہ ایسے لوگوں کے لئے آخرت میں سوائے آگ کے کچھ بھی نہیں ہے۔

﴿۱۷﴾ تقابل فریقین : ایک وہ شخص جو سیدھے راستہ پر ہے اور دوسرا وہ جو ریاکار ہے جس کا ذکر پہلے ہو چکا ہے۔ یہ دونوں برابر ہوسکتے ہیں؟ ہرگز نہیں "بَيِّنَةٍ" صاف راستہ، اس سے مراد وہ راستہ ہے جس پر انسان اصلی اور صحیح فطرت کے موافق چلنا چاہتا ہے بشرطیکہ گردو پیش کے حالات و خیالات سے متاثر نہ ہو، اور وہ قرآن توحید اور اسلام کا راستہ ہے۔

شَاهِدٌ مِّنْهُ : اس کے کئی مطلب ہیں۔ ❶ اس گواہ سے مراد قرآن کریم ہے۔ (ابن کثیر: ص: ۱۲۷ ج ۲؛ بغوی: ص ۱۸۰ ج ۲؛ تفسیر منیر: ص: ۳۰ ج ۱۲) یعنی قرآن کریم گواہی دیتا ہے کہ دین فطرت توحید اور اسلام کے عین مطابق ہے جو اس پر چلنے والا ہے وہ ٹھیک راستہ پر ہے۔ ❷ نبی کے معجزات جو اللہ کی توحید پر گواہ ہیں۔ (خازن: ص: ۵۰۴ ج ۳)

❹ نبی کا وجود مبارک اور آپ کا چہرہ مبارک جسکو دیکھ کر اللہ کی وحدانیت سمجھ آجاتی ہے جیسے حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کا واقعہ مشہور ہے۔ (خازن: ص: ۴۵۵ ج۔ ۳) ❹ حضرت جبریل علیہ السلام۔ (ابن کثیر: ص: ۱۲،۷: ج۔ ۴)

❺ دین کا وہ مزا اور نور ہے جو مؤمن اپنے دل کے اندر پاتا ہے۔ وَمِنْ قَبْلِهٖ ...الخ اس کا مطلب یہ ہے کہ قرآن کریم سے پہلے جو کچھ کسی نبی پر وحی نازل ہوئی وہ بھی دین فطرت کی صداقت پر گواہ تھی خصوصاً حضرت موسیٰ علیہ السلام پر جو عظیم الشان کتاب توراۃ نازل کی گئی تھی وہ بھی دین فطرت پر گواہ تھی۔ وَمَنْ يَّكْفُرْ بِهٖ ...الخ نتیجہ: اور جو کوئی کافر ہو، جب تک قرآن کریم پر ایمان نہیں لائے گا اسکی نجات نہیں ہوگی۔ فَلَا تَكُ فِيْ مِرْيَةٍ ...الخ اس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کر کے دوسروں کو خطاب ہے کہ جو لوگ قرآن کریم کی صداقت کو نہیں مانتے وہ احمق یا معاند ہیں۔

اہل تشیع کی تحریف تفسیر

مقبول احمد دہلوی لکھتا ہے تفسیر عیاشی میں جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ یہاں "مِنْهُ" سے مراد "من ولایت علی علیہ السلام، یعنی تم علی کی ولایت کی طرف شک نہ کرنا۔ (ترجمہ مقبول: ص۔ ۲۶۷)

جوابؒ: حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ اس سے مراد حضرت علی رضی اللہ عنہ کو لینا ضعیف قول ہے کہیں سے ثابت نہیں اکثر مفسرین کا قول ہے کہ اس سے مراد حضرت جبرائیل علیہ السلام اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور یہی دونوں قول برحق ہیں۔ (ابن کثیر: ص: ۱۲،۷: ج: ۲)

وَيَتْلُوْهُ شَاهِدٌ مِّنْهُ سے قادیانی استدلال امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت کو ثابت کرنے کے لئے ایک نبی شاہد کی ضرورت ہے

چنانچہ وہ لکھتے ہیں اسکی صداقت ثابت کرنے کیلئے جب اتنا عرصہ گزر جائیگا کہ پہلے دلائل قصوں کے رنگ میں رہ جائیں تو خدا تعالیٰ کی طرف سے ایک نیا گواہ آجائے گا اس جگہ خصوصیت کے ساتھ مسیح موعود (مرزا قادیانی) کا ہی ذکر ہے۔

(مرزائی تفسیر کبیر: ص: ۱۶۶: ج ۳۔ بشیر الدین محمود)

جوابؒ: ❶ قادیانیوں کا یہ کہنا کہ ہر ایک نبی کی شہادت کے لیے نیا نبی ہی گواہی دیتا چلا آیا ہے، یہ گھر کا بنایا ہوا قاعدہ ہے، جس پر کوئی نص قرآنی یا حدیث دلالت نہیں کرتی، اور اگر یہ صحیح ہے تو اس سے لازم آتا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام جب آسمان سے نازل ہوں گے، تو پھر ان کے بعد ان کی تصدیق کے لئے کوئی اور نبی آئے پھر اس نبی کی تصدیق کے لئے کوئی اور نبی آنا چاہیئے پس اس سے تسلسل لازم آئے گا اور یہ باطل ہے۔

جوابؒ: ❷ پھر سوچو کہ کیا قرآن وحدیث میں مسلمانوں کا یہ عقیدہ ہے کہ جب تک مرزا قادیانی کو نبی نہ مانا جائے اس وقت تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت مشکوک اور مشتبہ ہے اور مرزا کی گواہی کی محتاج ہے اور فرض کریں کہ اگر مرزا نہ آتا کوئی گواہی نہ دیتا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت ہی شکی اور فرضی رہتی نعوذ باللہ من ہذہ الخرافات یہ کس قدر لغو اور بیہودہ خیال ہے اور ہزار افسوس ہے ان قادیانیوں کے ایمان پر جن کے نزدیک ہمارے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت ثابت نہ ہوئی بلکہ جب مرزا نے نبی بن کر گواہی دی تو ثابت ہوئی۔

جوابؒ: ❸ دراصل اس آیت میں یہ بتانا مقصود ہے کہ مؤمن کے ہاتھ میں صرف ایک بینہ یعنی کتاب یا روشنی ہی نہیں ہوتی بلکہ اس کے لئے ایک کامل نمونہ بھی موجود ہے جو اس بینہ پر عمل کر کے اس کے راستے کو بالکل صاف کر دیتا ہے اور مؤمن کے اندر بھی اس کتاب پر عمل کرنے کی طاقت پیدا کر دیتا ہے۔ اور اسی طرح کتابوں کا نازل کرنا اور انبیاء کو ان کتابوں کو عملی تعلیم کا نمونہ بنانا یہ اللہ تعالیٰ کی قدیم سنت رہی ہے یہی وجہ ہے کہ آگے جن انبیاء کا ذکر آتا ہے وہ سب اپنی امتوں سے یہی خطاب کرتے ہیں کہ وہ

اپنے رب کی طرف سے ایک بینہ پر ہیں کیونکہ ہر نبی کی وحی اس کے حق میں بینہ ہی ہے مگر اس میں ایک دوسری غرض یہ بھی ہے کہ یہ بینہ یعنی قرآن ایسی صاف ہے کہ اس کی شہادت حضرت موسیٰ علیہ السلام کی کتاب اور پہلی امتوں میں بھی ہے۔

جواب: ❹ اس آیت شریفہ میں "وَيَتْلُوْهُ شَاهِدٌ مِّنْهُ" سے مراد رحمت دو عالم ﷺ کی ذات اقدس ہے جیسا کہ (اوپر گزر چکا ہے اور) دوسرے مقامات پر آپ ﷺ کے شاہد ہونے کا ذکر ہے۔ وَجِئْنَابِكَ عَلٰى هٰٓؤُلَآءِ شَهِيْدًا۔ (نساء۔۴۱) وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا۔ (بقرہ۔۱۴۳) معلوم ہوا کہ آیت "وَيَتْلُوْهُ شَاهِدٌ مِّنْهُ" میں آپ ہی کی ذات مراد ہے یعنی سرور کائنات ﷺ قرآن مجید پڑھتے تھے کیونکہ اگر اس سے مراد مرزا ہے (معاذ اللہ) تو سوال یہ ہے کہ کیا مرزا غلام احمد تک قرآن نہیں پڑھا گیا؟

جواب: ❺ اگر شاہد سے مراد مرزا ہے اور یہ قرآن کی آیت کا مصداق ہے تو کیا چودہ سو سال میں اہم امر جو مدار ایمان تھا اس کا کہیں کسی زمانہ میں تذکرہ ملتا ہے جبکہ مرزا نے خود لکھا ہے مگر وہ باتیں جو مدار ایمان ہیں اور جن کے قبول کرنے اور جاننے سے ایک شخص مسلمان کہلا سکتا ہے وہ ہر زمانہ میں برابر شائع ہوتی رہی۔ (تذکرۃ الشہادتین: رخ: ص: ۶۲: ج۔۲۰)

اس کا تذکرہ نہ ملنا بقول اس کے واضح دلیل ہے اس بات کی کہ اس آیت کا مصداق مرزا ہرگز ہرگز نہیں۔

(قادیانی شبہات کے جوابات: ص ۱۴۲: تا ۱۴۳ ج۔۱)

حاصل کلام: اس شاہد سے مراد آنحضرت ﷺ، قرآن کریم، اور حضرت جبرائیل وغیرہ ہیں۔

قادیانی نظریات

مرزا صاحب کے بڑے صاحبزادے مرزا محمود احمد صاحب لکھتے ہیں: کل مسلمان جو حضرت مسیح موعود کی بیعت میں شامل نہیں ہوئے خواہ انہوں نے حضرت مسیح موعود کا نام بھی نہیں سنا وہ کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہیں۔ (آئینہ صداقت: ص۔۳۵)

مرزا صاحب کے منجھلے لڑکے مرزا بشیر احمد ایم اے لکھتے ہیں: ہر ایک ایسا شخص جو موسیٰ کو تو مانتا ہے مگر عیسیٰ کو نہیں مانتا یا عیسیٰ کو مانتا ہے مگر محمد کو نہیں مانتا یا محمد کو مانتا ہے مگر مسیح موعود (غلام احمد) قادیانی کو نہیں مانتا وہ نہ صرف کافر بلکہ پکا کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہے۔ (کلمۃ الفصل: ص: ۱۱۰)

مسئلہ: جو شخص قادیانیوں کے عقائد سے واقف ہو اس کے باوجود ان کو مسلمان سمجھے تو ایسا شخص خود مرتد ہے کہ کفر کو اسلام سمجھتا ہے۔ (آپ کے مسائل اور ان کا حل: ص: ۲۱۳: ج ۱)

﴿۱۸﴾ تنبیہ مفترین: جو شخص اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھے یعنی اس کی توحید، اور آنحضرت ﷺ کی رسالت اور قرآن کریم کے کلام الٰہی ہونے کا انکار کرے ایسا شخص قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے سامنے مفتری ہونے کی حیثیت سے پیش ہوگا۔

وَيَقُوْلُ الْاَشْهَادُ مقولہ ملائکہ ❶ یعنی جو فرشتے ان کے اعمال لکھتے ہیں وہ فرشتے کہیں گے تم پر اللہ کی لعنت ہو اس لئے کہ تم اللہ پر جھوٹ باندھا کرتے تھے۔ ❷ حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ اور حضرت ضحاک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس سے مراد انبیاء ورسل ہیں۔ ❸ حضرت قتادہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس سے مراد پوری مخلوق ہے۔ (معالم التنزیل ص ۱۹۰ ج۔۲)

❹ اس سے انسان کے اعضاء مراد ہیں۔ قال تعالیٰ: اَلْيَوْمَ نَخْتِمُ عَلٰٓى اَفْوَاهِهِمْ وَتُكَلِّمُنَآ اَيْدِيْهِمْ وَتَشْهَدُ اَرْجُلُهُمْ" **ترجمہ:** آج ہم ان کے مونھوں پر مہر لگا دیں گے اور ان کے ہاتھ کلام کریں گے اور ان کے پاؤں اس کی گواہی دیں گے۔ (مظہری: ص: ۷۷، ج۔۵)

اہل تشیع کا توہین صحابہ کرام رضی اللہ عنہم

اَلَا لَعۡنَةُ اللّٰهِ عَلَى الظّٰلِمِيۡنَ : تفسیر قمی میں ہے کہ جن ظالمین پر لعنت کی گئی ظلم ان کا یہ تھا کہ انہوں نے آل محمد کا حق غصب کرلیا تھا "فِیۡ سَبِیۡلِ اللّٰهِ" سے مراد ہے راہ خدا اور وہ امامت ہے اور "یَبۡغُوۡنَهَا عِوَجًا" سے مراد یہ ہے کہ غیر مستحق کو امام بنادیا۔
(ترجمہ مقبول احمد: ص ۲۶۷؛ وتفسیر قمی: ص۔ ۳۰۲)

جبکہ یہ سورۃ ھود مکی ہے اور صدیق رضی اللہ عنہ وفاروق رضی اللہ عنہ وعثمان رضی اللہ عنہ کو امامت کو منصب مدینہ طیبہ میں ملا تھا اس آیت سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لئے خلافت بلافصل کا ثابت کرنا نری جہالت اور تحریف قرآن ہے اور ان کو غاصب اور ظالم کہنا عقل اور دیانت کے خلاف ہے۔ ﴿۱۹﴾ علامات ظالمین : ان لوگوں کا کام دین میں شبہات نکالنا اور دوسروں کو گمراہ کرنا ہے۔

﴿۲۰﴾ عجز مشرکین : یہ مشرک جھوٹے ہیں اللہ تعالیٰ کا مقابلہ کب کرسکتے ہیں اور انہیں اللہ تعالیٰ کے سوا مددگار کہاں سے مل سکتے ہیں۔ ﴿۲۱﴾ مشرکین کا نقصان : یہ کم بخت سخت نقصان اٹھائیں گے، جو انہوں نے معبود بنا رکھے ہیں وہ سب غائب ہوجائیں گے کوئی بھی کام نہیں آئے گا جس کا نتیجہ ماسوا نقصان کے اور کچھ بھی نہ ہوا۔

اہل تشیع کا امامت علی کے لئے سفید جھوٹ

تفسیر قمی میں ہے کہ امیر المؤمنین کے سوا جن کو امام بنالیا تھا وہ سب جھوٹے ثابت ہوئے۔ (ترجمہ مقبول: ص ۲۶۸؛ تفسیر قمی: ص ۳۰۲)
حالانکہ اس آیت کے سابق سے معلوم ہوتا ہے کہ اس سے مراد مشرکین ہیں نہ کہ وہ جن کو اہل تشیع نے اپنے خیال کے مطابق سمجھا ہے وہ تو صادق اور امین تھے جن کے صدق وتقویٰ اور امانت کی گواہی قرآن کریم میں جابجا موجود ہے۔

﴿۲۲﴾ تاکید نقصان : یقیناً قیامت کے دن سب سے زیادہ ان سے بڑھ کر کسی کا نقصان نہ ہوگا۔

﴿۲۳﴾ بشارت اخروی برائے مؤمنین : خدا پرست جنت میں پہنچادیئے جائیں گے۔

﴿۲۴﴾ فریقین کے تفاوت حال کی مثال : مؤمن اور کافر کی واضح مثال سے حالت بیان فرمائی ہے۔ کیونکہ یہ دونوں برابر نہیں ہوسکتے، اس لئے کہ کافر ہدایت سے دور ہیں اور مؤمن ہدایت سے متصف ہیں۔ اَفَلَا تَذَكَّرُوۡنَ : تنبیہ : کیا تم اس تفاوت فریقین کو نہیں سمجھتے جو بالکل واضح اور بدیہی ہے۔

وَلَقَدۡ اَرۡسَلۡنَا نُوۡحًا اِلٰى قَوۡمِهٖۤ اِنِّىۡ لَـكُمۡ نَذِيۡرٌ مُّبِيۡنٌ ﴿۲۵﴾ اَنۡ لَّا تَعۡبُدُوۡۤا اِلَّا اللّٰهَ ؕ اِنِّىۡۤ اَخَافُ

البتہ تحقیق ہم نے رسول بنا کر بھیجا نوح علیہ السلام کو ان کی قوم کی طرف (انہوں نے کہا) بیشک میں تمہارے لئے ڈر سنانے والا ہوں کھول کر ﴿۲۵﴾ کہ نہ عبادت کرو سوائے اللہ کے کسی

عَلَيۡكُمۡ عَذَابَ يَوۡمٍ اَلِيۡمٍ ﴿۲۶﴾ فَقَالَ الۡمَلَاُ الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا مِنۡ قَوۡمِهٖ مَا نَرٰٮكَ اِلَّا بَشَرًا مِّثۡلَنَا

کی میں خوف کھاتا ہوں تم پر دردناک دن کے عذاب سے ﴿۲۶﴾ کہا سربرآوردہ لوگوں نے جنہوں نے کفر کیا تھا ان کی قوم میں سے کہ ہم نہیں دیکھتے تم کو مگر انسان اپنے جیسا

وَمَا نَرٰٮكَ اتَّبَعَكَ اِلَّا الَّذِيۡنَ هُمۡ اَرَاذِلُـنَا بَادِىَ الرَّاۡىِ ۚ وَمَا نَرٰى لَـكُمۡ عَلَيۡنَا مِنۡ

اور ہم نہیں دیکھتے تجھ کو کہ تیرا اتباع کیا ہو مگر ان لوگوں نے جو ہم میں رذیل ہیں سرسری رائے والے اور نہیں دیکھتے ہم تمہارے لئے اپنے اوپر کوئی فضیلت بلکہ

فَضۡلٍۢ بَلۡ نَظُنُّكُمۡ كٰذِبِيۡنَ ﴿۲۷﴾ قَالَ يٰقَوۡمِ اَرَءَيۡتُمۡ اِنۡ كُنۡتُ عَلٰى بَيِّنَةٍ مِّنۡ رَّبِّىۡ وَاٰتٰٮنِىۡ

ہم خیال کرتے ہیں تم کو جھوٹا ﴿۲۷﴾ کہا (نوح علیہ السلام نے) اے میری قوم کے لوگو! بتلاؤ اگر میں واضح راستے پر ہوں اپنے رب کی طرف سے اور اس نے دی مجھے رحمت

رَحْمَةً مِّنْ عِنْدِهٖ فَعُمِّيَتْ عَلَيْكُمْ ۭ اَنُلْزِمُكُمُوْهَا وَاَنْتُمْ لَهَا كٰرِهُوْنَ ﴿۲۸﴾ وَيٰقَوْمِ لَآ

اپنی جانب سے اور وہ تم پر مخفی رکھی گئی ہے تو کیا ہم لازم کریں اس کو تم پر حالانکہ تم اس کو ناپسند کرتے ہو ﴿۲۸﴾ اور اے میری قوم کے لوگو!

اَسْـَٔــلُكُمْ عَلَيْهِ مَالًا ۭ اِنْ اَجْرِيَ اِلَّا عَلَي اللّٰهِ وَمَآ اَنَا بِطَارِدِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۭ اِنَّهُمْ مُّلٰقُوْا

میں نہیں مانگتا تم سے اس پر کوئی مال، نہیں ہے میرا بدلہ مگر اللہ کے ذمے اور نہیں میں دھکیلنے والا ان لوگوں کو جو ایمان لائے بیشک وہ ملنے والے ہیں اپنے پروردگار سے

رَبِّهِمْ وَلٰكِنِّيْٓ اَرٰىكُمْ قَوْمًا تَجْـهَلُوْنَ ﴿۲۹﴾ وَيٰقَوْمِ مَنْ يَّنْصُرُنِيْ مِنَ اللّٰهِ اِنْ طَرَدْتُّهُمْ ۭ

لیکن میں تمہیں دیکھتا ہوں کہ تم جاہل لوگ ہو ﴿۲۹﴾ اور اے میری قوم کے لوگو! کون میری مدد کرے گا اللہ کے سامنے اگر میں نے ان کو دھکیل دیا کیا

اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ﴿۳۰﴾ وَلَآ اَقُوْلُ لَكُمْ عِنْدِيْ خَزَاۗىِٕنُ اللّٰهِ وَلَآ اَعْلَمُ الْغَيْبَ وَلَآ اَقُوْلُ

تم نصیحت نہیں پکڑتے ﴿۳۰﴾ اور میں نہیں کہتا تمہارے سامنے کہ میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں اور نہیں جانتا میں غیب اور میں نہیں کہتا کہ میں فرشتہ ہوں اور میں نہیں کہتا

اِنِّىْ مَلَكٌ وَّلَآ اَقُوْلُ لِلَّذِيْنَ تَزْدَرِيْٓ اَعْيُنُكُمْ لَنْ يُّؤْتِيَهُمُ اللّٰهُ خَيْرًا ۭ اَللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا فِيْٓ

کہ ان لوگوں کو جنہیں تمہاری آنکھیں حقیر سمجھتی ہیں کہ ان کو اللہ ہرگز نہیں دے گا بہتری۔ اللہ خوب جانتا ہے جو کچھ ان کے نفسوں میں ہے اگر میں ایسا کروں

اَنْفُسِهِمْ ښ اِنِّىْٓ اِذًا لَّمِنَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۳۱﴾ قَالُوْا يٰنُوْحُ قَدْ جٰدَلْتَنَا فَاَكْثَرْتَ جِدَالَنَا فَاْتِنَا

تو بیشک میں البتہ ظلم کرنے والوں میں سے ہوجاؤں گا ﴿۳۱﴾ کہا (نوح علیہ السلام کی قوم نے) اے نوح تحقیق تو نے جھگڑا کیا ہے ہمارے ساتھ پس بہت زیادہ جھگڑا کیا ہے پس

بِمَا تَعِدُنَآ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ﴿۳۲﴾ قَالَ اِنَّمَا يَاْتِيْكُمْ بِهِ اللّٰهُ اِنْ شَاۗءَ وَمَآ اَنْتُمْ

لے آ تو ہمارے پاس جس (عذاب) سے تو ہمیں ڈراتا ہے اگر تو سچا ہے ﴿۳۲﴾ کہا نوح علیہ السلام نے بیشک لائے گا اس کو تمہارے پاس اللہ اگر وہ چاہے گا اور تم

بِمُعْجِزِيْنَ ﴿۳۳﴾ وَلَا يَنْفَعُكُمْ نُصْحِيْٓ اِنْ اَرَدْتُّ اَنْ اَنْصَحَ لَكُمْ اِنْ كَانَ اللّٰهُ يُرِيْدُ اَنْ

اس کو عاجز نہیں کر سکتے ﴿۳۳﴾ اور نہیں فائدہ دے گی تمہیں میری نصیحت اگر میں تمہیں نصیحت کروں اگر اللہ چاہتا ہے کہ تمہیں گمراہ کردے وہ تمہارا رب ہے اور

يُّغْوِيَكُمْ ۭ هُوَ رَبُّكُمْ ۣ وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴿۳۴﴾ اَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ ۭ قُلْ اِنِ افْتَرَيْتُهٗ فَعَلَيَّ

اسی کی طرف تم سب کو لوٹ کر جانا ہے ﴿۳۴﴾ کیا کہتے ہیں یہ لوگ کہ گھڑ لیا ہے اس (قرآن) کو اس شخص نے آپ کہہ دیجئے (اے پیغمبر) اگر میں نے اس کو گھڑا ہے

اِجْرَامِيْ وَاَنَا بَرِيْۗءٌ مِّمَّا تُجْرِمُوْنَ ﴿۳۵﴾ ع

پس مجھ پر ہی ہے میرا گناہ اور میں بری ہوں ان گناہوں سے جن کا ارتکاب تم کرتے ہو ﴿۳۵﴾

داستان حضرت نوح علیہ السلام

﴿۲۵﴾ وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا ...الخ ربط آیات : گزشتہ آیات میں اہل حق اور اہل باطل کے تفاوت کا ذکر تھا اب اسی

مضمون کی تائید اور تاکید کے لیے چند عبرتناک واقعات بیان کرتے ہیں۔ جن میں پہلا واقعہ حضرت نوح علیہ السلام کی قوم کا ہے۔ جو ساڑھے نو سو برس کی نصیحت سے بھی راہ راست پر نہ آئی بالآخر غرق ہوئی۔

خلاصہ رکوع ۳ تذکیر بایام اللہ سے حضرت نوح علیہ السلام کی رسالت، دعوت، تشریح دعوت، ہمدردی، اور قوم کا شکوہ، تشریح شکوہ۔ ۱، ۲، ۳، قوم کا فیصلہ، جواب شکوہ۔ ۱، خطاب قوم برائے ازالہ شبہ، جواب شکوہ۔ ۲، تمام شکوہ جات کا جواب بطور تتمہ، قوم کا مطالبہ، جواب مطالبہ۔ ماخذ آیات ۲۵: تا ۳۴+

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا ...الخ رسالت حضرت نوح علیہ السلام ۔اِنِّیْ لَكُمْ ...الخ دعوت۔

﴿۲۶﴾ اَنْ لَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّا اللّٰهَ : تشریح دعوت۔ اِنِّیْٓ اَخَافُ ...الخ ہمدردی : حضرت نوح علیہ السلام نے بطور شفقت وہمدردی کے توحید سے منہ موڑنے والوں کو دردناک عذاب کے خطروں سے آگاہ کیا۔

﴿۲۷﴾ قوم کا شکوہ۔ مَا نَرٰكَ ...الخ تشریح شکوہ ۱ : قوم کے سرداروں نے کہا کہ آپ تو ہم جیسے ایک بشر ہیں کوئی خاص فضیلت اور امتیازی شان نہیں رکھتے جس کی بنا پر ہم آپ کو نبی مانیں جیسے انسان تم ہو ویسے ہی انسان ہم ہیں۔

وَمَا نَرٰكَ ...الخ ۲ اور ہمیں تو تمہارے پیروکار وہی نظر آتے ہیں جو ہم میں سے رذیل ہیں، اور انہوں نے یہ پیروی سرسری نظر سے کی ہے اگر وہ غور فکر کرتے تو آپ کی پیروی نہ کرتے، مطلب یہ ہے کہ نہ آپ میں کوئی شان وامتیاز ہے، اور نہ آپ کے پیروں کاروں میں بلکہ یہ رذیل اور بے عقل اور جاہل لوگ ہیں، جن کے ساتھ بیٹھنا ہم جیسے معززین کے لئے باعث عار ہے، جیسے آج کل کا روشن خیال طبقہ ہے جو اہل ایمان کو عموماً اور علماء کو خصوصاً حقارت کی نظر سے دیکھتا ہے، اور ایسی ہی باتیں کرتا ہے۔

وَمَا نَرٰی لَكُمْ ...الخ ۳ اور ہم تمہارے اندر اپنے آپ سے کوئی فضیلت بھی نہیں پاتے یعنی نہ تم ہم سے مال ودولت میں زیادہ ہو، اور نہ عزت ووجاہت میں۔ بَلْ نَظُنُّكُمْ ...الخ قوم کا فیصلہ : بلکہ ہمارا گمان اور فیصلہ یہ ہے کہ تم سب جھوٹے ہو، بس چند بے وقوفوں نے آپ سے ہاں میں ہاں ملادی ہے یہ کوئی آپ کی نبوت اور صداقت کی دلیل تھوڑی ہے۔

﴿۲۸﴾ جواب شکوہ ۱ اگرچہ میں تمہاری صورت بشریہ میں شریک ہوں لیکن اللہ پاک نے مجھے باطنی فضائل وکمالات کے اعتبار سے تم سے ممتاز بنایا ہے کیونکہ اللہ پاک نے مجھے نبوت کی نعمت سے نوازا ہے، اگر تم کو میری نبوت نظر نہیں آتی تو بتلاؤ اس میں میرا کیا قصور ہے۔ کیا میں اس ہدایت اور رحمت کو زبردستی تمہارے ذہن نشین کرا سکتا ہوں؟ میں ہرگز نہیں کرا سکتا۔

﴿۲۹﴾ خطاب قوم برائے ازالہ شبہ : فرمایا اے میری قوم کے لوگو کیا تم سمجھتے ہو کہ میرے نبوت کے دعویٰ کا مقصد مال کمانا ہے تو کان کھول کر سن لو، میں تم سے اس تبلیغ پر کچھ مال نہیں مانگتا میرا معاوضہ اللہ کے ذمہ ہے میں تو صرف آخرت کا طالب ہوں جب میری کوئی غرض نہیں ہے تو پھر میری نبوت میں کیا شبہ ہو سکتا ہے؟

وَمَآ اَنَا بِطَارِدِ ...الخ جواب شکوہ ۲ میں تمہارے اعتراضات کی وجہ سے ایمانداروں کو علیحدہ نہیں کر سکتا، اس لئے کہ یہ لوگ اپنے رب کے پاس عزت ومقبولیت کیساتھ جانے والے ہیں، اور بھلا کوئی شخص مقربان شاہی کو نکالا کرتا ہے؟ لیکن تم ایسے جاہل لوگ ہو کہ تمہیں عزت وذلت کے معنی بھی معلوم نہیں، اللہ کے ہاں عزت نام ایمان کا ہے اور بغاوت اور قطع تعلق کفر اور ذلت کا نام ہے۔

﴿۳۰﴾ اے میری قوم کے لوگو! اگر میں زبردستی کر کے ظلم سے ان لوگوں کو نکال بھی دوں تو پھر مجھے اللہ تعالیٰ کی گرفت سے کون بچائے گا؟ اور تم نے کبھی غور وفکر نہیں کیا کہ ایمان اور اطاعت سے اللہ تعالیٰ کے نزدیک عزت ملتی ہے محض دنیاوی مال ودولت سے اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل نہیں ہوتا۔

سیدنا نوح علیہ السلام کا عالم الغیب نہ ہونے کا اقرار

﴿۳۱﴾ تمام شکوہ جات کا بطور تتمہ کے جواب : فرمایا "وَلَآ اَقُوْلُ لَکُمْ عِنْدِیْ خَزَآئِنُ اللّٰہِ" یعنی میں تم سے یہ نہیں کہتا کہ اللہ کے خزانے میرے ہاتھ میں ہیں، اس میں ان لوگوں کے نظریہ کا رد ہے جو کہتے ہیں اللہ کا نبی وہ ہوسکتا ہے جس کے ہاتھوں میں اللہ کے خزانے ہوں۔ جس سے وہ لوگوں کو نوازتے رہیں۔ نوح علیہ السلام نے واضح طور پر بتا دیا کہ انبیاء کی بعثت کا یہ مقصد نہیں کہ وہ لوگوں کو مال ومتاع میں الجھا دیں۔ نیز اس میں ان لوگوں کا بھی رد ہے جو کہتے ہیں کہ انبیاء اور اولیاء کلی اختیار رکھتے ہیں، اللہ کی قدرت کے خزانے ان کے ہاتھ میں ہوتے ہیں جسکو چاہیں دیں جسکو چاہیں نہ دیں۔

حضرت نوح علیہ السلام نے مسئلہ واضح کر دیا کہ سارے خزانے اللہ کے دست قدرت میں ہیں۔ فرمایا "وَلَآ اَعْلَمُ الْغَیْبَ" میں ان جاہلوں کے نظریہ کا رد ہے جو آنحضرت ﷺ کے عالم الغیب ہونے کے قائل ہیں۔ اس میں حضرت نوح علیہ السلام نے واضح فرمادیا کہ نبوت ورسالت کے لئے علم غیب کی گنجائش نہیں کیونکہ یہ صرف اللہ تعالیٰ کی خصوصی صفت ہے۔ البتہ جتنا اللہ تعالیٰ چاہتے ہیں انبیاء کو غیب کے اسرار پر مطلع فرما دیتے ہیں۔ فرمایا "وَلَآ اَقُوْلُ اِنِّیْ مَلَکٌ" اس میں مشرکین کے اس باطل نظریہ کا رد فرمادیا کہ رسول کو فرشتہ ہونا چاہئے۔

وَلَآ اَقُوْلُ لِلَّذِیْنَ ... الخ اپنے تابعین کے متعلق ارشاد فرمایا کہ تم لوگ کہتے ہو کہ یہ مخلص نہیں، اس کا حال اللہ تعالیٰ کو معلوم ہے وہی جو کچھ ان کے دلوں میں ہے خوب جانتا ہے ممکن ہے کہ ان کے دلوں میں اخلاص ہو، عدم اخلاص پر تمہارے پاس کوئی دلیل نہیں۔ پھر فرمایا کہ اگر میں بھی تمہاری طرح انکو حقیر کہنے لگوں تو میں بھی ظالم ہو جاؤں گا۔

مسئلہ علم غیب ومختار کل کے متعلق پیر مولانا محمد کرم شاہ صاحب الازہری آف بھیرہ شریف کا نظریہ

چنانچہ وہ تفسیر ضیاء القرآن میں لکھتے ہیں: میں یہ نہیں کہتا کہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کے سارے خزانے میرے قبضہ میں ہیں خود بخود جیسے چاہوں ان میں تصرف کروں، یا مجھے غیب کا علم خود بخود ہوجاتا ہے، اور بغیر اللہ تعالیٰ کے بتلائے اور سکھلائے میں ہر غیب کو جانتا ہوں، میرا یہ دعویٰ نہیں میرا اگر کوئی دعویٰ ہے تو فقط یہ کہ "اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا یُوْحٰی" جو کچھ میری طرف وحی کیا جاتا ہے میں اس کی پیروی کرتا ہوں قول اور فعل میں علم اور عمل میں۔ (ضیاء القرآن ص ۵۵۸، ج ۱)

ایک اور دوسرے مقام پر لکھتے ہیں : کہ زمین وآسمان میں جو بھی موجود ہیں فرشتے، جنات اور دیگر لوگ کوئی بھی غیب کو نہیں جان سکتے، صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کی یہ شان ہے کہ وہ عالم الغیب ہے جس طرح اس کی ذات میں اور اس کی دیگر صفات میں کوئی ہمسری کا دم نہیں مار سکتا، اسی طرح صفت علم میں بھی اس کا کوئی شریک نہیں ہوسکتا، اگر کوئی شخص اس کی صفت علم میں کسی کو اس کا شریک بنائے گا تو وہ بھی اسی طرح مشرک ہوگا اور دائرہ اسلام سے خارج ہوگا جس طرح اس کی دوسری صفات میں کسی کو شریک بنانے والا، یا اس کی ذات کی طرح کسی اور کو واجب الوجود ماننے والا مشرک ہے، اور دائرہ اسلام سے خارج ہے۔ (ضیاء القرآن ص ۷۵، ج ۳)

ایک اور مقام پر لکھتے ہیں کہ: اللہ تعالیٰ اپنے محبوب مکرم ﷺ کو فرماتے ہیں کہ ان عقل کے دشمنوں کو صاف صاف بتادو کہ تمہاری اس خواہش کا پورا کرنا میرے خطۂ امکان سے خارج ہے، قدرت نے مجھے اپنے کلام کا امین بنایا ہے، اس میں خیانت کا تصور تک نہیں کرسکتا، میرا فرض تو بس اتنا ہے کہ جو کچھ میرا رب حکم فرمائے بلا کم وکاست اسے پہنچادوں، تم سرکشی اور نافرمانی کی جرأت کرسکتے ہو، مجھ سے تو یہ ہو نہیں سکتا، اس کے قہر اور غضب کی جو بجلیاں کوند رہی ہیں تمہاری آنکھیں تو نہ دیکھ سکتی ہوں گی لیکن میں تو ان سے چشم پوشی نہیں کرسکتا اگر میں تمہیں خوش کرنے کے لئے کلام الٰہی میں ذرہ بھی کمی بیشی کروں تو کیا تم میں اتنی ہمت ہے کہ

روز حشر خداوند ذوالجلال کے عذاب سے مجھے چھڑا سکو۔ (ضیاء القرآن ص:۳۵۸؛ ج۔۲)

اس سے واضح ثابت ہوا کہ آنحضرت ﷺ نہ تو عالم الغیب تھے اور نہ مختار کل تھے جیسا کہ پیر صاحب نے وضاحت فرمادی ہے۔ اللہ تعالیٰ امت محمدیہ کو اس افتراق وانتشار سے محفوظ فرمائے، اور اعلیحضرت احمد رضا خان بریلوی اور صدر الافاضل مولوی نعیم الدین مراد آبادی! اور مفتی احمد یار خان گجراتی وغیرہ کے پیروکاروں کو قرآن وسنت کے نورانی راستہ پر چل کر اپنی عاقبت کے سنوارنے کی توفیق عطا فرمائے۔ ﴿آمین﴾

﴿۳۲﴾ قوم کا مطالبہ: کہ یہ بحثیں ہو چکی ہیں اگر آپ اپنے دعوے میں سچے ہیں تو عذاب موعود ہم پر لے آئیں۔

﴿۳۳﴾ جواب مطالبہ: حضرت نوح علیہ السلام نے فرمایا عذاب لانا میرے اختیار سے باہر ہے یہ کام فقط اللہ تعالیٰ کا ہے۔

﴿۳۴﴾ شامت اعمال: اگر تمہاری شامت اعمال کے باعث اللہ تعالیٰ تمہیں گمراہ رکھنا چاہتا ہے تو میری نصیحت کیا کر سکتی ہے۔

﴿۳۵﴾ شکوہ منکرین قرآن: کفار مکہ قرآن کریم کو خود ساختہ سمجھتے ہیں؟ قُلْ ...الخ جواب شکوہ: اگر بالفرض والمحال تمہارا خیال درست بھی ہو تو اسکی سزا مجھے مل جائے گی، اور تمہیں اپنے اعمال کی سزا ملے گی جس سے میں بری ہوں۔ حضرت تھانوی رحمہ اللہ لکھتے ہیں یہ اخیر درجہ کا جواب ہے اصل جواب وہ ہے جو اس سورۃ کے دوسرے رکوع "قُلْ فَأْتُوا بِعَشْرِ سُوَرٍ مِّثْلِهِ ...الخ میں گزر چکا ہے۔ (محصلہ بیان القرآن، ص:۵۰؛ ج۔۵)

وَأُوحِيَ إِلَىٰ نُوحٍ أَنَّهُ لَن يُؤْمِنَ مِن قَوْمِكَ إِلَّا مَن قَدْ آمَنَ فَلَا تَبْتَئِسْ بِمَا

اور وحی نازل کی گئی نوح علیہ السلام کی طرف کہ بیشک ہرگز نہیں ایمان لائیں گے آپ کی قوم میں سے مگر وہ جو ایمان لا چکے ہیں پس آپ غمگین نہ ہوں ان باتوں سے

كَانُوا يَفْعَلُونَ ﴿٣٦﴾ وَاصْنَعِ الْفُلْكَ بِأَعْيُنِنَا وَوَحْيِنَا وَلَا تُخَاطِبْنِي فِي الَّذِينَ ظَلَمُوا

جو کچھ یہ کر رہے ہیں ﴿۳۶﴾ اور تیار کر کشتی ہمارے سامنے اور ہمارے حکم سے اور میرے ساتھ مخاطبت نہ کرنا ان لوگوں کے بارے میں جنہوں نے ظلم کیا بیشک وہ

إِنَّهُم مُّغْرَقُونَ ﴿٣٧﴾ وَيَصْنَعُ الْفُلْكَ وَكُلَّمَا مَرَّ عَلَيْهِ مَلَأٌ مِّن قَوْمِهِ سَخِرُوا مِنْهُ

غرق کئے جائیں گے ﴿۳۷﴾ اور وہ (نوح علیہ السلام) بناتے تھے کشتی اور جب بھی گزرتا تھا ان پر کوئی گروہ ان کی قوم کا تو ٹھٹھا کرتے تھے ان کے ساتھ کہا نوح علیہ السلام

قَالَ إِن تَسْخَرُوا مِنَّا فَإِنَّا نَسْخَرُ مِنكُمْ كَمَا تَسْخَرُونَ ﴿٣٨﴾ فَسَوْفَ تَعْلَمُونَ مَن يَأْتِيهِ

نے کہا اگر تم ٹھٹھا کرتے ہو ہمارے ساتھ پس بیشک ہم بھی تمہاری ہنسی اڑائیں گے جیسا کہ تم ہنسی اڑاتے ہو ﴿۳۸﴾ پس عنقریب تم جان لو گے کہ کس کے پاس آتا ہے رسوا کرنیوالا

عَذَابٌ يُخْزِيهِ وَيَحِلُّ عَلَيْهِ عَذَابٌ مُّقِيمٌ ﴿٣٩﴾ حَتَّىٰ إِذَا جَاءَ أَمْرُنَا وَفَارَ التَّنُّورُ

عذاب اور کس پر اترتا ہے ہمیشہ رہنے والا عذاب ﴿۳۹﴾ یہاں تک کہ جب آیا ہمارا حکم اور تنور نے جوش مارا تو ہم نے کہا (نوح علیہ السلام سے)

قُلْنَا احْمِلْ فِيهَا مِن كُلٍّ زَوْجَيْنِ اثْنَيْنِ وَأَهْلَكَ إِلَّا مَن سَبَقَ عَلَيْهِ الْقَوْلُ

چڑھا لے اس (کشتی) میں ہر قسم کے جوڑے کو اور اپنے گھر والوں کو مگر وہ کہ جن پر پہلے بات ہو چکی ہے اور (ان کو بھی) جو ایمان لائے اور نہیں ایمان لائے اس کے

وَمَنْ اٰمَنَ ؕ وَمَآ اٰمَنَ مَعَهٗۤ اِلَّا قَلِيْلٌ ﴿۴۰﴾ وَقَالَ ارْكَبُوْا فِيْهَا بِسْمِ اللّٰهِ مَجْرٖىهَا وَمُرْسٰىهَا

ساتھ مگر بہت تھوڑے لوگ ﴿۴۰﴾ اور فرمایا اس نے سوار ہو جاؤ اس کے اندر اللہ تعالیٰ کے نام کے ساتھ ہی ہے اس کا چلنا اور

اِنَّ رَبِّيْ لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۴۱﴾ وَهِيَ تَجْرِيْ بِهِمْ فِيْ مَوْجٍ كَالْجِبَالِ ۫ وَنَادٰى نُوْحُ ۨ ابْنَهٗ وَكَانَ

اس کا لنگر انداز ہونا بیشک میرا پروردگار بہت بخشش کرنے والا اور ازحد مہربان ہے ﴿۴۱﴾ اور وہ کشتی ان کو لے کر چل رہی تھی موجوں کے اندر جو پہاڑوں جیسی تھیں اور پکارا

فِيْ مَعْزِلٍ يّٰبُنَيَّ ارْكَبْ مَّعَنَا وَلَا تَكُنْ مَّعَ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۴۲﴾ قَالَ سَاٰوِيْۤ اِلٰى جَبَلٍ

نوح علیہ السلام نے اپنے بیٹے کو اور تھا وہ دور کنارے پر فرمایا اے بیٹے! سوار ہو جاؤ ہمارے ساتھ اور نہ ہو کفر کرنے والوں کے ساتھ ﴿۴۲﴾ کہا اس نے کہ میں پناہ پکڑوں گا اس

يَّعْصِمُنِيْ مِنَ الْمَآءِ ؕ قَالَ لَا عَاصِمَ الْيَوْمَ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ اِلَّا مَنْ رَّحِمَ ۚ وَحَالَ بَيْنَهُمَا

پہاڑ کی طرف جو مجھے بچالے گا پانی میں ڈوبنے سے فرمایا (نوح علیہ السلام) نے نہیں ہے کوئی بچانے والا آج کے دن اللہ کے حکم سے مگر وہ جس پر رحم کیا اس نے اور حائل ہو گئی

الْمَوْجُ فَكَانَ مِنَ الْمُغْرَقِيْنَ ﴿۴۳﴾ وَقِيْلَ يٰۤاَرْضُ ابْلَعِيْ مَآءَكِ وَيٰسَمَآءُ اَقْلِعِيْ وَغِيْضَ

ان کے درمیان ایک موج پس تھا وہ ڈوبنے والوں میں ﴿۴۳﴾ اور حکم دیا گیا (زمین کو) اے زمین نگل جا تو اپنے پانی کو اور (آسمان کو حکم دیا گیا) اے آسمان

الْمَآءُ وَقُضِيَ الْاَمْرُ وَاسْتَوَتْ عَلَى الْجُوْدِيِّ وَقِيْلَ بُعْدًا لِّلْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۴۴﴾ وَنَادٰى

اب تھم جاؤ تم (بارش برسانے سے) اور خشک کر دیا گیا پانی اور فیصلہ کیا گیا معاملے کا اور جا لگی وہ کشتی جودی پہاڑ پر اور کہا گیا کہ دوری (اور ہلاکت) ہے ان لوگوں کیلئے جو ظلم کرنے والے ہیں ﴿۴۴﴾ اور پکارا

نُوْحٌ رَّبَّهٗ فَقَالَ رَبِّ اِنَّ ابْنِيْ مِنْ اَهْلِيْ وَاِنَّ وَعْدَكَ الْحَقُّ وَاَنْتَ اَحْكَمُ الْحٰكِمِيْنَ ﴿۴۵﴾

نوح علیہ السلام نے اپنے پروردگار کو بیشک میرا بیٹا میرے اہل سے ہے اور تیرا وعدہ برحق ہے اور تو سب حاکموں سے بڑھ کر حاکم ہے ﴿۴۵﴾

قَالَ يٰنُوْحُ اِنَّهٗ لَيْسَ مِنْ اَهْلِكَ ۚ اِنَّهٗ عَمَلٌ غَيْرُ صَالِحٍ ۖ فَلَا تَسْـَٔلْنِ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ ؕ

فرمایا اس نے اے نوح بیشک وہ نہیں تیرے اہل سے بیشک وہ سرتاپا غیر صالح عمل ہے پس نہ سوال کر مجھ سے اس چیز کا جس کا تجھے علم نہیں میں نصیحت کرتا ہوں

اِنِّيْۤ اَعِظُكَ اَنْ تَكُوْنَ مِنَ الْجٰهِلِيْنَ ﴿۴۶﴾ قَالَ رَبِّ اِنِّيْۤ اَعُوْذُ بِكَ اَنْ اَسْـَٔلَكَ مَا لَيْسَ لِيْ بِهٖ

تجھ کو اس بات سے کہ ہو جائے تو نادانوں سے ﴿۴۶﴾ عرض کیا اے پروردگار! بیشک میں پناہ پکڑتا ہوں تیری ذات کے ساتھ اس بات سے کہ میں سوال کروں آپ سے اس چیز کا جس کا

عِلْمٌ ؕ وَاِلَّا تَغْفِرْ لِيْ وَتَرْحَمْنِيْۤ اَكُنْ مِّنَ الْخٰسِرِيْنَ ﴿۴۷﴾ قِيْلَ يٰنُوْحُ اهْبِطْ بِسَلٰمٍ مِّنَّا وَبَرَكٰتٍ

مجھے علم نہیں اور اگر تو نہیں معاف کرے گا مجھ کو اور رحم نہیں کرے گا تو ہو جاؤں گا میں نقصان اٹھانے والوں میں سے ﴿۴۷﴾ کہا گیا (نوح علیہ السلام) سے اے نوح! اتر جاؤ سلامتی

عَلَيْكَ وَعَلٰۤى اُمَمٍ مِّمَّنْ مَّعَكَ ؕ وَاُمَمٌ سَنُمَتِّعُهُمْ ثُمَّ يَمَسُّهُمْ مِّنَّا عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۴۸﴾ تِلْكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ

کے ساتھ ہماری طرف سے اور برکتوں کے ساتھ جو تجھ پر ہوں گی اور امتوں پر ہوں گی جو ان میں سے ہیں جو تیرے ساتھ ہیں اور کچھ امتیں ایسی ہیں کہ ہم ان کو سامان دیں گے پھر پہنچے گا ان کو ہماری طرف سے دردناک عذاب ﴿۴۸﴾

الْغَيْبِ نُوحِيهَآ إِلَيْكَ مَا كُنتَ تَعْلَمُهَآ أَنتَ وَلَا قَوْمُكَ مِن قَبْلِ هَٰذَا فَاصْبِرْ

یہ باتیں غیب کی خبروں میں ہیں ہم وحی کے ذریعے ان کو آپ تک پہنچاتے ہیں آپ ان کو نہیں جانتے تھے اور نہ آپ کی قوم کے لوگ اس سے پہلے بس آپ صبر کریں

إِنَّ الْعَاقِبَةَ لِلْمُتَّقِينَ ﴿٤٩﴾

بیشک انجام متقیوں کیلئے ہی ہے ﴿۴۹﴾

معاندین توحید کی تباہی

﴿۳۶﴾ وَأُوحِيَ إِلَىٰ نُوحٍ ...الخ ربط آیات: اوپر نوح علیہ السلام کا ذکر تھا اب آگے بھی انہیں کی بقیہ داستان کا ذکر ہے۔

خلاصہ رکوع ۴ اطلاع خداوندی، کشتی کی تیاری کا حکم، تعمیل حکم، حضرت نوح علیہ السلام کا مکالمہ، قوم کا مذاق، نتیجہ مذاق، حکم خداوندی، عذاب الٰہی کی ابتداء، حکم خداوندی، حضرت نوح علیہ السلام کا حکم، طریق رفتار کشتی، حضرت نوح علیہ السلام کی بیٹے کے لئے ترغیب، جواب ترغیب، فہمائش، کیفیت غرق، طوفان کے تھمنے کا حکم، نوح علیہ السلام کی تمہید دعا تشریح دعا، جواب دعا، نوح علیہ السلام کی معذرت، حکم خداوندی از نزول کشتی، اثبات رسالت خاتم الانبیاء فی ضمن داستان حضرت نوح علیہ السلام۔ ماخذ آیات ۳۶ تا ۴۹ +

اطلاع خداوندی: اب آپ کی قوم سے کوئی نیا شخص ایمان نہیں لائے گا۔

فَلَا تَبْتَئِسْ ...الخ تسلی نوح: علیہ السلام آپ ان لوگوں کے افعال قبیحہ یعنی استہزاء وغیرہ پر غمگین نہ ہوں۔

﴿۳۷﴾ کشتی کی تیاری کا حکم: عذاب الٰہی سے نجات پانے کے لئے آپ ایک کشتی تیار کرلیں، تاکہ آپ اور مومنین عذاب سے محفوظ رہیں۔ وَوَحْيِنَا ...الخ جب عذاب الٰہی آئے تو ظالموں کے متعلق مجھ سے کوئی سفارش نہ کریں، کیونکہ ان کے غرق ہونے کا فیصلہ ہو چکا ہے۔

فائدہ: آیت میں "ظَلَمُوا" کا لفظ عام تھا اس سے وہ لوگ مراد ہیں جو اللہ کے علم میں ظالم تھے اور حضرت نوح علیہ السلام نے سمجھا اس سے مراد وہ ہیں جو میرے علم میں ظالم ہیں۔ اسی طرح آیت ۴۰ میں ہے "إِلَّا مَن سَبَقَ عَلَيْهِ الْقَوْلُ" یہ بھی مبہم قول تھا اس سے بھی متعین کافر مراد نہیں تھے، جس کی وجہ سے حضرت نوح علیہ السلام نے اپنے بیٹے کیلئے سوال کیا کیونکہ وہ متعین الکفر نہیں تھا۔

﴿۳۸﴾ تعمیل حکم: اور کشتی تیار کرنے لگے۔ وَكُلَّمَا مَرَّ عَلَيْهِ ...الخ قوم کا مذاق: کشتی کو دیکھ کر قوم تمسخر اڑانے لگی۔ قَالَ إِن تَسْخَرُوا مِنَّا ...الخ حضرت نوح علیہ السلام کا مکالمہ: فرمایا: آج تم ہم پر ہنستے ہو ہم کل تمہارے غرق ہونے کے وقت تمہاری بیوقوفی پر ہنسیں گے۔ حضرت امام شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں وہ اس پر ہنستے تھے کہ خشک زمین پر کیسے غرق ہونگے؟ اور حضرت نوح علیہ السلام ہنستے اس پر کہ موت سر پر کھڑی ہے، اور یہ ہنستے ہیں۔ حدیث شریف میں ہے کہ حضرت جبریل امین نے وحی کے ذریعہ حضرت نوح علیہ السلام کو کشتی سازی کی تمام ضروریات اور اس کا طریقہ بتلایا۔ انہوں نے سال کی لکڑی سے یہ کشتی تیار کی۔ بعض تاریخی روایات میں اس کشتی کی پیمائش یہ بتلائی گئی ہے کہ یہ تین سو گز لمبا، پچاس گز چوڑا، بیس گز اونچا سہ منزلہ جہاز تھا اور روشن دان مروجہ طریق کے مطابق دائیں بائیں کھلتے تھے اس طرح یہ جہاز سازی کی صنعت وحی خداوندی کے ذریعہ سب سے پہلے حضرت نوح علیہ السلام کے ہاتھوں شروع ہوئی، پھر اس میں ترقیات ہوتی رہیں۔ (معارف القرآن، ص: ۶۲۰، ج۔ ۴)

﴿۳۹﴾ نتیجہ مذاق: حضرت نوح علیہ السلام نے فرمایا عنقریب تمہیں معلوم ہو جائے گا۔ "عَذَابٌ يُخْزِيهِ" کہ دنیا کا رسوا کن عذاب

"عَذَابٌ مُّقِيْمٌ" مرنے کے بعد دائمی عذاب کے مستحق ہوگے۔

﴿۴۰﴾ حکم خداوندی :جب ہمارے عذاب کا حکم آیا۔ وَفَارَ التَّنُّوْرُ :ابتداء عذاب :جمہور مفسرین کے نزدیک تنور سے مراد بھی مروجہ تنور ہے جس میں روٹیاں پکائیں جاتی ہیں۔ (روح المعانی، ص:۵۰ ج۔۱۲)

امام رازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں "فهو قول جماعة عظيمة من المفسرين"۔ (کبیر، ص:۲۶ ج۔۱۷)

اور یہ کوئی محال نہیں کہ کسی معین جگہ سے پانی نکلنے کی ابتداء ہوئی ہو۔ اور بعض نے "وجه الارض" سے ترجمہ کیا ہے۔ یعنی ہر جگہ سے پانی ابلنے لگا اور آسمان سے پانی برسنے لگا۔ (ابن کثیر، ص:۲۰۷، ج۔۱)

سورۃ قمر میں ہے "فَفَتَحْنَا أَبْوَابَ السَّمَاءِ بِمَاءٍ مُّنْهَمِرٍ" (آیت۔۱۱) ترجمہ: پھر ہم نے موسلادھار پانی سے آسمان کے دروازے کھول دیئے۔ "وَفَجَّرْنَا الْأَرْضَ عُيُونًا فَالْتَقَى الْمَاءُ عَلَى أَمْرٍ قَدْ قُدِرَ"۔ (آیت۔۱۲)

ترجمہ: اور ہم نے زمین سے چشمے جاری کر دیئے پھر (آسمان اور زمین کا) پانی اس کام کے (پورا ہونے) کے لئے مل گیا جو (علم الٰہی میں) تجویز ہو چکا تھا۔ مذکورہ دونوں قول اپنی جگہ درست ہیں۔ واللہ اعلم۔ قُلْنَا ...الخ حکم خداوندی : حضرت نوح علیہ السلام کو یہ حکم ملا کہ ہر قسم کے جانوروں میں سے نر و مادہ کا ایک جوڑا کشتی میں سوار کرلیں اور اپنے گھر والوں کو بھی سوار کرلیں "إِلَّا مَنْ سَبَقَ عَلَيْهِ الْقَوْلُ" مگر ان کو سوار نہ کرنا جن کے بارے میں پہلے ہمارا حکم نافذ ہو چکا ہے۔ اور ان کو بھی سوار کرلیں جو ایمان لا چکے ہیں۔

کشتی والوں کی تعداد : کشتی والوں کی صحیح تعداد قرآن و حدیث میں متعین نہیں کی گئی، البتہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ انکی کل تعداد اسی تھی جس میں حضرت نوح علیہ السلام کے تین بیٹے حام، سام، یافث اور انکی تین بیویاں شامل تھی، چوتھا بیٹا کفار کے ساتھ رہ کر طوفان میں غرق ہوا۔ (ابن کثیر، ص:۲۷۱، ج:۳، کبیر، ص:۴۸ ج۔۱۷) جانوروں میں بھی صرف پالتو جانور گائے، بیل بھینس، بکری وغیرہ رہ گئے۔ ﴿۴۱﴾ حضرت نوح علیہ السلام کا حکم :فرمایا: اس کشتی پر سوار ہونے والوں کو کہ اسکا چلنا اور رکنا اللہ تعالیٰ کی طاقت سے ہے میرا اس میں کچھ دخل نہیں۔

﴿۴۲﴾ طریق رفتار کشتی :وہ کشتی پہاڑوں جیسی لہروں میں چل رہی تھی۔ وَنَادَى نُوحٌ ...الخ حضرت نوح علیہ السلام کی بیٹے کے لئے ترغیب :شفقت پدری سے اپنے بیٹے کو کفر سے تائب ہو کر کشتی میں آجانے کی ترغیب دی۔

﴿۴۳﴾ جواب ترغیب : بیٹے کنعان نے دعوت رد کردی۔ قَالَ لَا عَاصِمَ الْيَوْمَ ...الخ باپ کی فہمائش : حضرت نوح علیہ السلام نے سمجھایا تو کس خیال میں ہے آج کوئی اونچی عمارت یا پہاڑ کسی کو اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بچانے والا نہیں۔

وَحَالَ بَيْنَهُمَا الْمَوْجُ ...الخ کیفیت غرق :اتنی دیر میں باپ بیٹے کے درمیان ایک موج حائل ہوگئی وہ بیٹا غرق ہوگیا۔ حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اس دن بلند پہاڑ کے بلند درخت بھی ڈوب گئے تھے پرندوں کا بچاؤ بھی نہ تھا۔ اب یہاں سوال ہوتا ہے کہ کنعان تو کافر تھا حضرت نوح علیہ السلام نے اسکو کیسے کشتی میں سوار ہونے کے لئے بلایا؟

امام رازی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے تین جواب دیئے ہیں:

جواب: ❶ وہ منافق تھا حضرت نوح علیہ السلام اس کو مؤمن سمجھتے تھے۔

جواب: ❷ حضرت نوح علیہ السلام کو علم تھا کہ وہ کافر ہے مگر انہوں نے خیال کیا کہ ممکن ہے کہ غرق ہونے کے احوال عظیمہ کو دیکھ کر ایمان قبول کرلیا ہو مگر یہ جواب کمزور ہے اس لیے کہ ایمان بالمشاہدہ ہو جائے وہ عند اللہ قبول نہیں۔

جواب: ⑬ بطور شفقت پدری کے کہا تھا چونکہ "اِلَّا مَنۡ سَبَقَ عَلَيۡهِ الۡقَوۡلُ" مجمل تھا (جیسا کہ اوپر گزرا ہے) ممکن ہے کہ وہ اس میں داخل ہی نہ ہو۔ (تفسیر کبیر: ص:۱۵۱ :ج۔۱۷)

﴿۴۴﴾ طوفان کے تھمنے کا حکم: طوفان کے ختم ہونے کے بعد زمین و آسمان کو یہ حکم ملا جس کا ذکر آیت میں موجود ہے۔ حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں چالیس دن آسمان سے پانی برسا اور زمین سے اُبلا پھر چھ مہینے کے بعد پہاڑوں کے سر کھلے کہ کشتی لگی جودی پہاڑ سے وہ پہاڑ ملک شام میں ہے۔ یعنی موصل کے قریب دجلہ وفرات کے درمیان۔

﴿۴۵﴾ حضرت نوح علیہ السلام کی تمہید دعا: اور پکارا حضرت نوح نے اپنے رب کو۔ فَقَالَ... الخ تشریح دعا: بیٹے کے غرق ہونے سے پہلے نوح علیہ السلام نے بارگاہ الٰہی میں یہ عرض کی تھی۔ شاید اللہ تعالیٰ اپنی قدرت کاملہ سے اس کے دل میں ایمان کی دولت ڈال دے اور وہ ایمان قبول کر لے۔

﴿۴۶﴾ جواب دعا: ہمارے علم ازلی میں ہے کہ اس کی قسمت میں ایمان نہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ آپ کے اہل جو ایمان میں داخل ہیں ان میں یہ شامل نہیں۔ اللہ پاک نے فرمایا "فَلَا تَسۡئَلۡنِ مَا لَيۡسَ لَكَ بِهٖ عِلۡمٌ" سوال کی ممانعت: یہاں سوال ہوتا ہے کہ بندہ سوال ہی ایسی چیز کے بارے میں کرتا ہے جس کا علم نہ ہو، یہاں منع کیوں فرمایا ہے؟ اس کا ایک جواب یہ ہے کہ چونکہ کنعان مبہمین میں سے تھا اس لئے سوال کی ممانعت فرمائی ہے۔ اس کا دوسرا جواب حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے موضح القرآن میں دیا ہے کہ جس سے سوال کیا جا رہا ہے پہلے اسکی مرضی معلوم کرنی چاہئے بغیر بڑے کی مرضی معلوم کئے ہوئے سوال کرنا اچھی بات نہیں اس لئے ممانعت فرمائی ہے۔ اس آیت میں حضرت نوح علیہ السلام سے علم غیب کی نفی واضح ہے۔ فتدبر۔

﴿۴۷﴾ نوح علیہ السلام کی معذرت: حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں حضرت نوح علیہ السلام نے توبہ کی لیکن یہ نہ کہا پھر ایسا نہ کروں گا کہ اس میں دعویٰ نکلتا ہے بندے کو کیا مقدور ہے کہ اسی کی پناہ مانگے کہ مجھ سے پھر نہ ہو۔

﴿۴۸﴾ کشتی سے اترنے کا حکم: یہ پیغام ملا کہ اللہ تعالیٰ کی سلامتی اور اس کی برکتیں آئندہ بھی مسلمانوں پر اترتی رہیں گی اور آئندہ نسلوں میں کچھ ایسے لوگ بھی پیدا ہوں گے جو ایمان نہیں لائیں گے۔ ہم انہیں دنیا میں چند دن فائدہ دیں گے یعنی موت تک پھر آخرت میں ان کے لئے دوزخ کا دردناک عذاب ہوگا۔ حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں حق تعالیٰ نے تسلی فرمادی کہ پھر سارے نوع انسان پر ہلاکت نہ آئے گی قیامت سے پہلے مگر بعض فرقے ہلاک ہوں گے۔ (موضح القرآن)

فائدہ: یہاں تک حضرت نوح علیہ السلام کا قصہ ختم ہوا۔ اب اس قصہ کو ختم کر کے دو فائدے بیان کرتے ہیں ایک تو یہ ہے کہ ایک اُمّی کی زبان سے امم سابقہ کے ایسے مفصل اور مستند واقعات کا بیان آپ کی نبوت کی واضح دلیل ہے۔ دوسرا یہ کہ اس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے تسلی دینا مقصود ہے کہ نوح علیہ السلام اور ان کے رفقاء کی طرح آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) اور آپ کے رفقاء کا انجام بہتر ہوگا۔

علم غیب اور انباء غیب میں فرق

﴿۴۹﴾ حضرت نوح علیہ السلام کی داستان سے اثبات رسالت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم: امم سابقہ کے یہ صحیح واقعات محض وحی کے ذریعے سے آپ کو معلوم ہو رہے ہیں اسکو انباء غیب سے تعبیر فرمایا ہے۔ علم غیب: اسے کہتے ہیں جو بلا واسطہ اور بغیر کسی ذریعہ کے آئے اور جو واسطہ اور ذریعہ سے حاصل ہو۔ وہ اطلاع غیب، اظہار غیب، انباء غیب تو کہلائے گا۔ مگر علم غیب نہیں کہلائے گا۔ اس آیت سے انباء غیب کا اثبات ہے۔

ہمارے استاذ محترم امام اہل سنت حضرت مولانا محمد سرفراز خان صاحب صفدر رحمۃ اللہ علیہ ازالۃ الریب: ص ۳۸۱ میں لکھتے ہیں کہ علم غیب،

عالم الغیب "عالم ما کان وما یکون" اور علیم بذات الصدور کا مفہوم الگ اور جدا ہے اور اخبار غیب اور انباء غیب پر مطلع ہونا جدا مفہوم ہے دوسری بات کا (آنحضرت ﷺ کے لیے) منکر ملحد اور زندیق اور پہلی بات کا مثبت مشرک اور کافر ہے۔ اور ان دونوں میں زمین وآسمان کا فرق ہے۔

علم غیب پر استدلال کہ آپ کو مادر شکم میں علم غیب حاصل تھا

چنانچہ مولوی محمد صالح صاحب بریلوی میترانوالی (ضلع سیالکوٹ) لکھتے ہیں کہ "عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آنحضرت نے فرمایا لوح محفوظ پر قلم چلتا تھا اور میں سنتا تھا فرشتے عرش کے نیچے پروردگار کی تسبیح کرتے تھے اور میں انکی آواز سنتا تھا حالانکہ میں ان دنوں ماں کے پیٹ میں تھا الی ان قال۔ اس روایت سے ظاہر ہے کہ حضور علیہ السلام کو ابتداء خلق سے علم غیب حاصل ہے۔ لوح محفوظ اور ان کے روبرو لکھی گئی آپ کو شکم مادر میں ہی علم غیب حاصل تھا۔ (علم غیب رسول: ص ۴۳)

جواب: اس قسم کے عقیدہ کا فیصلہ تو آپ نے اوپر پڑھ لیا ہے۔ مگر اس حدیث کا جواب عرض خدمت ہے۔ امام الصابونی رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ "غریب سندا ومتنا" یہ روایت سند اور متن کے لحاظ سے غریب ہے۔

امام بیہقی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اسکی سند میں احمد بن ابراہیم جبلی راوی مجہول ہے لہٰذا یہ روایت قابل اعتبار نہیں (دلائل النبوۃ بیہقی) اور معنوی طور پر بھی اس پر کلام کیا گیا ہے۔ دیکھئے۔ (سیرۃ النبی: ص ۵۵۷ ج ۳: از سید سلیمان ندوی مرحوم)

اس لئے بے سروپا روایت سے شکم مادر میں علم غیب ثابت ہو رہا ہے۔ فوا اسفا۔ (بحوالہ ازالۃ الریب: ص ۳۰)

نیز اگر آپ کو علم غیب مادر شکم میں حاصل تھا تو اللہ تعالیٰ نے "مَا كُنْتَ تَعْلَمُهَآ اَنْتَ وَلَا قَوْمُكَ مِنْ قَبْلِ هٰذَا" اس سے پہلے (اس واقعہ کو) نہ تو آپ جانتے تھے اور نہ آپ کی قوم جانتی تھی۔ یہ کیوں فرمایا؟ جب آپ کو علم غیب مادر شکم میں حاصل تھا تو پھر غار حرا میں آپ پر نزول قرآن کریم کا سلسلہ کیوں شروع ہوا؟ جب آپ کو علم غیب مادر شکم میں حاصل تھا تو پھر اللہ پاک نے یہ کیوں فرمایا "مَا كُنْتَ تَدْرِيْ مَا الْكِتٰبُ وَلَا الْاِيْمَانُ ...الخ (سورۃ الشوریٰ آیت۔ ۵۲)

ترجمہ: آپ نہیں جانتے تھے کہ کیا ہے کتاب اور نہ ایمان۔ پھر اس آیت کا کیا مطلب ہوگا؟ جب آپ کو علم غیب مادر شکم میں حاصل تھا تو پھر اللہ پاک نے یہ کیوں فرمایا "وَمَا كُنْتَ تَرْجُوْٓا اَنْ يُّلْقٰٓى اِلَيْكَ الْكِتٰبُ ...الخ (سورۃ القصص آیت۔ ۸۶)

ترجمہ: اور نہیں آپ توقع رکھتے تھے کہ اتاری جائے آپ کی طرف کتاب۔ تو اس کا کیا مطلب ہوگا؟ اللہ پاک اہل بدعت کو ان کے مختلف دعوی اور عقائد پر ہدایت نصیب کرے۔

علم غیب کلی پر فیضی کا استدلال اور اس کا رد

نمبر ۵۔ علامہ فیضی صاحب اس نمبر پر لکھتے ہیں:

"حضرت سواد بن قارب (رضی اللہ عنہ) صحابی کا عقیدہ ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کل غیب جانتے ہیں:

"فاشھد ان اللہ لا ربَّ غیرہٗ وانک مأمون علیٰ کل غائب" پس میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی رب نہیں اور (یا رسول اللہ) آپ ہر غیب پر مامون ہیں۔" (نظریات صحابہ ص۔ ۲۰)

الجواب علامہ اور ان کی جماعت کا یہ عقیدہ ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم "عالم الغیب" ہیں، اور کل غیب جانتے ہیں، حالانکہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو عالم الغیب سمجھنا شرک فی الصفات ہے، علم غیب اللہ تعالیٰ کی خاص صفت ہے، اس میں اس کا کوئی شریک نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو غیب دان کہنا شرک اور کفر ہے، چنانچہ تمام فقہائے کرام نے اس کی تصریح کی ہے۔ علامہ صاحب نے اپنے

رسالہ میں لوگوں کو یہ دکھانا تھا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی ہماری طرح حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو عالم الغیب جانتے تھے، لیکن یہ ناممکن بات ہے کہ کسی صحابی سے یہ شرکیہ عقیدہ ثابت ہو جائے، چنانچہ علامہ صاحب نے بڑی کوشش کی کہ صحابہ کرامؓ سے یہ عقیدہ دستیاب ہو جائے اور میں اس کو "نظریات صحابہ" میں شامل کر دوں، لیکن جب وہ اپنے مقصد میں ناکام ہوئے تو حضرت سواد بن قارب رضی اللہ عنہ کے ایک شعر کا غلط مطلب بیان کر کے یہ غلط نظریہ ان کے سر تھوپ دیا، سچ کہتے ہیں دانا: کھودا پہاڑ نکلا چوہا وہ بھی مرا ہوا" ایڑی چوٹی کا زور لگا کر صرف ایک صحابی کے شعر سے وہ بھی مطلب بگاڑ کر عقیدۂ علمِ غیب کشید کیا گیا اور اس کا نام رکھا گیا "نظریات صحابہ" سبحان اللہ! علامہ صاحب نے جو بھی نظریات صحابہ بیان کیے ہیں سب کا یہی حال ہے۔ قرآن مجید کی سینکڑوں آیات اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہزاروں احادیث دلالت کرتی ہیں کہ علمِ غیب اللہ تعالیٰ کی خاص صفت ہے، اس میں اس کا کوئی شریک اور سہیم نہیں ہے، ہاں! اللہ تعالیٰ اپنے خزانۂ غیب کی بعض چیزوں کی اطلاع بذریعۂ وحی اپنے نبیوں اور رسولوں کو کر دیتے ہیں تین آیات حاضر خدمت ہیں۔ ارشاد ربانی ہے:

۱) "وَمَا كَانَ اللهُ لِيُطْلِعَكُمْ عَلَى الْغَيْبِ وَلٰكِنَّ اللهَ يَجْتَبِيْ مِنْ رُّسُلِهٖ مَنْ يَّشَآءُ"۔ (آل عمران :۱۷۹)

ترجمہ: "اور اللہ تعالیٰ ایسے امور غیبیہ پر تم کو مطلع نہیں کرتے اور لیکن اللہ جن کو چاہتا ہے اپنے رسولوں میں سے چن لیتا ہے۔ اس چننے سے مراد انبیاء غیب اخبار غیب، اطلاع غیب ہے نہ کہ جمیع ما کان و مایکون ہے (۲) "عٰلِمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖٓ اَحَدًا اِلَّا مَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَّسُوْلٍ فَاِنَّهٗ يَسْلُكُ مِنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهٖ رَصَدًا" (الجن :۲۷)

ترجمہ: غیب کا جاننے والا وہی ہے، سو وہ اپنے غیب پر کسی کو مطلع نہیں کرتا، ہاں! اگر اپنے کسی برگزیدہ پیغمبر کو تو اس پیغمبر کے آگے اور پیچھے محافظ فرشتے بھیج دیتا ہے"۔ (۳) اور اس آیت میں ارشاد فرمایا "تِلْكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْغَيْبِ نُوْحِيْهَآ اِلَيْكَ مَا كُنْتَ تَعْلَمُهَآ اَنْتَ وَلَا قَوْمُكَ مِنْ قَبْلِ هٰذَا"۔ (ھود :۴۹)

ترجمہ "یہ قصہ من جملہ اخبارِ غیب کے ہے، جس کو ہم وحی کے ذریعہ سے آپ کو پہنچا دیتے ہیں، اس کو اس سے قبل نہ آپ جانتے اور نہ آپ کی قوم۔

اِن آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے نبیوں اور رسولوں کو بعض امور غیبیہ پر مطلع فرماتے ہیں، ایک نبی کو بحیثیت نبی ہونے کے جن علوم کی ضرورت ہوتی ہے، اللہ تعالیٰ وہ علوم اُن کو عطا فرماتے ہیں۔ دوسرے لفظوں میں جو علوم نبی و رسول کے شایانِ شان ہوتے ہیں، اللہ تعالیٰ کی طرف سے وہ اُن کو عطا کیے جاتے ہیں، اور جو علوم نبی و رسول کے شایان شان نہیں ہوتے، وہ عطا نہیں کیے جاتے اور نہ ہی ایسے علوم کی نبی و رسول کو بہ حیثیت نبی و رسول کے ضرورت ہوتی ہے۔

علامہ صاحب کا یہ سمجھنا کہ "اللہ تعالیٰ کے پاس جتنے علوم ہیں وہ سارے کے سارے پیغمبر کو عطا کر دیئے جاتے ہیں، پس اللہ اور اس کے رسول کا علم برابر ہو جاتا ہے، صرف ذاتی اور عطائی کا فرق باقی رہ جاتا ہے" یہ ان کی غلط فہمی کا نتیجہ ہے، کیونکہ خالق اور مخلوق کی کسی صفت میں برابری اور ہمسری نہیں ہو سکتی۔ اگر ساری مخلوقات کے علوم بھی جمع کر دیئے جائیں تو ان سب کے علوم کو اللہ تعالیٰ کے علم کے ساتھ وہ نسبت بھی نہیں ہوگی جو ایک قطرہ کو سمندر سے ہوتی ہے۔ لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ اور لَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ "اللہ تعالیٰ کی صفت ہے، اس کا ہمسر کوئی بھی نہیں ہے، ہاں اللہ تعالیٰ اپنے برگزیدہ بندوں کو بعض غیوب پر مطلع فرماتے ہیں، کل غیب کا مالک صرف اللہ ہے، اور غیب کلی میں اس کا کوئی شریک نہیں ہے، اور نہ ہی وہ اپنی ذات اور صفات میں کسی قسم کی شرکت برداشت کرتا ہے، "سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ"، جو خود قرآن مجید سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو بعض غیوب کی اطلاع نہیں دی، مثلاً ایک جگہ ارشاد فرمایا:

وَمَا عَلَّمْنٰهُ الشِّعْرَ وَمَا يَنْۢبَغِيْ لَهٗ"۔ (یٰسٓ ۶۹)

یعنی اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ :ہم نے اپنے پیغمبر کو شاعری کا علم نہیں دیا، اور وہ آپ کے شایانِ شان بھی نہیں تھا۔
ایک دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا: ''مِنْهُمْ مَّنْ قَصَصْنَا عَلَيْكَ وَمِنْهُمْ مَّنْ لَّمْ نَقْصُصْ عَلَيْكَ''
یعنی اے پیغمبر انبیوں کے قصے ہم نے آپ پر بیان کیے اور بعض نبیوں کے قصے آپ پر بیان نہیں کیے۔
اسی طرح قرآن مجید میں بار بار مشرکین مکہ کا یہ سوال دُہرایا گیا ہے کہ قیامت کب آئے گی؟ لیکن نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ہمیشہ لاعلمی کا اظہار کیا گیا، مثلاً: ''اِلَيْهِ يُرَدُّ عِلْمُ السَّاعَةِ'' یعنی قیامت کا علم اللہ کے پاس ہے، ''عِلْمُهَا عِنْدَ رَبِّي'' ''یعنی قیامت کا علم میرے رب کے پاس ہے ''اِنْ اَدْرِيْٓ اَقَرِيْبٌ اَمْ بَعِيْدٌ مَّا تُوْعَدُوْنَ'' یعنی قیامت کی حتمی تاریخ مجھے معلوم نہیں ہے۔ بہر حال آیات قرآنیہ سے ثابت ہوتا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو کل غیب عطا نہیں کیا گیا، مثلاً: بعض نبیوں کے قصے بتائے گئے لیکن بعض نبیوں کے نام اور حالات کی اطلاع نہیں دی گئی، شعر و شاعری کا علم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے شایانِ شان نہیں تھا، اسی لیے یہ علم بھی آپ کو عطا نہیں کیا گیا، اسی طرح قیامت کی حتمی تاریخ بمع سنہ کے آپ کو نہیں بتلائی گی۔

اطلاع غیب اور علم غیب میں فرق ہے:

بہر حال قرآن مجید میں یہ بات صراحت اور وضاحت کے ساتھ ثابت کی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے خزانۂ غیب کی بہت سی باتوں پر اپنے برگزیدہ بندوں کو مطلع فرماتے ہیں، جس میں کسی کو انکار کی گنجائش نہیں ہے، لیکن غیب کی جن باتوں کو پیغمبروں کے سامنے منکشف کیا جاتا ہے، ان کو اطلاع غیب، اظہار غیب، اور انباء غیب سے تعبیر کیا گیا ہے، نہ کہ علم الغیب سے، کیونکہ اللہ تعالیٰ ہر چیز کو خود بخود جانتے ہیں، آپ کو اطلاع کی ضرورت نہیں ہوتی، اور اللہ تعالیٰ کے پیغمبر بغیر اطلاع خداوندی کے خود بخود کچھ نہیں جانتے، بلکہ ان کو جو علم عطا ہوتا ہے وہ اطلاع خداوندی سے ہوتا ہے، لہٰذا اطلاع، اظہار اور انباء غیب اور چیز ہے، اور علم غیب اور چیز ہے۔ جیسا کہ پہلے بارہا گزر چکا ہے۔
نیز واضح رہے کہ اس اطلاع غیب کی وجہ سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ''عالم الغیب'' کہنا صحیح نہیں ہے، کیونکہ اطلاع علی الغیب سے کوئی شخص عالم الغیب نہیں بن سکتا، اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ شان بیان فرمائی کہ: ''وَمَا هُوَ عَلَى الْغَيْبِ بِضَنِيْنٍ'' یعنی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم غیب کی بات بتانے میں بخل نہیں کرتے، بلکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ کو جن علوم غیبیہ کی اطلاع آتی ہے وہ لوگوں کو بتا دیتے ہیں، اس کے بتانے میں بخل نہیں کرتے، کیونکہ وہ مامور من اللہ ہیں اور احکام الٰہی لوگوں تک پہنچانا ان کا فرض منصبی ہے۔ پس حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا کیے ہوئے علوم کو چھپایا نہیں ہے، بلکہ پورا پورا لوگوں تک پہنچا دیا ہے، تو کیا اس اطلاع غیب کی وجہ سے سب لوگ ''عالم الغیب'' قرار پائیں گے؟ یعنی اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو غیب کی اطلاع دی تو نبی ''عالم الغیب'' ٹھہرے، اور نبی نے ایسے غیب کی اطلاع اپنی اُمت کو کر دی تو اُمت ''عالم الغیب'' ٹھہری؟ نہیں! نہیں! کیونکہ اطلاع غیب سے کسی کو ''عالم الغیب'' کہنا صحیح نہیں ہے، بہر حال اللہ تعالیٰ کی طرف سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو علوم کثیرہ عطا ہوئے، بلکہ ساری مخلوق کے علوم سے بھی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو زیادہ علوم عطا کیے گئے ہیں۔
قصہ مختصر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے علوم ساری مخلوق کے علم سے زیادہ، لیکن اللہ تعالیٰ کے علم سے کم ہیں، لیکن ان علوم کے باوجود آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ''عالم الغیب'' کہنا درست نہیں ہے، کیونکہ ''عالم الغیب'' ہونا اللہ تعالیٰ کی خاص صفت ہے، جس میں اس کا کوئی شریک نہیں ہے۔ اس مختصر تمہید کو سامنے رکھ کر، اور مسئلہ علم غیب کے متعلق ہدایاتِ قرآنیہ کو ذہن نشین کر کے حضرت سواد بن قارب رضی اللہ عنہ کے شعر کا مطلب سمجھنے کی کوشش کریں تو ان شاء اللہ صحیح نتائج تک پہنچنے میں ضرور کامیاب ہو جائیں گے۔

حضرت سواد بن قارب رضی اللہ عنہ کے شعر کا صحیح مفہوم:

کتاب وسنت کی روشنی میں حضرت سواد بن قارب رضی اللہ عنہ کے قول: ''انك مأمون علی کل غائب'' کا مطلب یہ ہے کہ اے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو جوعلوم عطا کیے ہیں، اور عطا وہی کیے ہیں جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے شایانِ شان تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان سب علوم غیبیہ عطائیہ پر مامون ہیں۔ دوسرے لفظوں میں ''کل غائب'' کا تعلق حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے علوم کے ساتھ ہے، اللہ تعالیٰ کے ''کل غائب'' کے ساتھ اس کا تعلق نہیں ہے، یعنی اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو جوعلوم غیبیہ عطا کیے ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان تمام پر مامون ہیں، اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے تمام علوم حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا کر دیئے ہیں اور اب اللہ اور اس کے نبی کے علوم برابر ہیں، اگر کوئی فرق ہے تو وہ صرف ذاتی اور عطائی کا ہے۔ حضرت سواد بن قارب رضی اللہ عنہ کے شعر کا یہ مطلب لینا کتاب وسنت کی تصریحات کے خلاف ہے، ایسا مطلب حضرت سوادؓ کے وہم وگمان میں بھی نہیں ہوگا۔

لفظ ''کل'' کا مطلب:

سورۃ یوسف آیت (۱۱۱) میں آرہا ہے تاہم مضمون کے ذہن میں استحضار کے لیے کچھ وضاحت حاضر ہے:

لفظ ''کل'' سے علامہ فیضی صاحب اور ان کی مذہبی برادری کو دھوکا نہ کھانا چاہیے، کیونکہ یہ کلمہ کبھی حصرِ حقیقی کے لیے استعمال ہوتا ہے اور کبھی حصرِ اضافی اور حصرِ عرفی میں بھی استعمال ہوتا ہے، جیسا کہ ملکۂ بلقیس کے متعلق ارشادِ ربانی ہے ﴿وَاُوْتِيَتْ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ وَّلَهَا عَرْشٌ عَظِيْمٌ﴾۔ یعنی بلقیس کو ہر قسم کا سامان میسر ہے اور اس کے پاس ایک بڑا تخت ہے۔ اس آیت میں لفظ ''کل'' استعمال ہوا ہے لیکن یہ حقیقی معنی میں نہیں، بلکہ عرفی معنی میں استعمال ہوا ہے، یعنی اس وقت کے حکومتی لحاظ سے ضرورت کی ہر چیز اس کو دی گئی تھی، اسی لیے تو مفتی نعیم الدین صاحب مراد آبادی نے ''کنز الایمان'' کے حاشیہ پر لکھ دیا کہ: ''جو بادشاہوں کے شایان ہوتا ہے''، پس ثابت ہوا کہ ''کل'' کا لفظ قرآن مجید میں بھی عرفی معنی میں استعمال ہوا ہے۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ تورات کے متعلق فرماتے ہیں: ''تَفْصِيْلًا لِّكُلِّ شَيْءٍ'' ظاہر ہے کہ کائنات کے ذرہ ذرہ کی تفصیل تورات میں موجود نہیں تھی، بلکہ ضرورت کی ہر وہ چیز جو اس وقت کے لوگوں کے لیے ضروری تھی اس میں مذکور تھی۔ لہٰذا اگر کہیں علامہ فیضی صاحب کو ''کل'' کا لفظ نظر آجائے تو اس پر خوش ہو کر ''کلی غیب'' کی عمارت کھڑی نہیں کرنی چاہیے، بلکہ ٹھنڈے دل سے کتاب وسنت کو سامنے رکھ کر اس کا معنی متعین کرنا چاہیے، کیونکہ قرآن اور احادیث صحیحہ سے ثابت ہو چکا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو علمِ غیب کلی طور پر عطا نہیں کیا گیا، یہ درست ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو علوم کثیرہ عطا کیے گئے، اگلوں اور پچھلوں سے زیادہ عطا کیے گئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو جو کچھ عطا کیا گیا، ہم اس کا اندازہ بھی نہیں لگا سکتے لیکن یہ بھی حقیقت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے علوم کثیرہ اللہ تعالیٰ کے علم کے برابر نہیں ہیں، کیونکہ اللہ تعالیٰ کے علوم لامحدود ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے علوم اللہ تعالیٰ کے علوم سے کم ہیں اور یقیناً کم ہیں، کیونکہ بعض علوم ایسے ہیں جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا نہیں کیے گئے، لہٰذا آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے متعلق اگر کل غیب کا لفظ استعمال ہوگا تو اس سے ''کل'' کا عرفی معنی مراد ہوگا، یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ضرورت کے وہ تمام علوم عطا کیے گئے جو کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے شایان شان تھے، نہ کہ ''کل'' کا حقیقی معنی مراد ہوگا، کیونکہ حقیقی معنی مراد لینے سے خالق اور مخلوق میں تساوی یعنی برابری لازم آئے گی جو کہ شرک ہے، اور یہ معنی نصوص قطعیہ اور احادیث صحیحہ کے صرف خلاف ہی نہیں، بلکہ متصادم بھی ہے، لہٰذا ایسے مواقع پر ''کل'' کا عرفی معنی مراد ہوگا۔

علمِ غیب ذاتی اور عطائی میں دس فرق بریلوی گوارہ کریں گے؟

علامہ فیضی صاحب اور ان کی مذہبی برادری اللہ تعالیٰ کے علم اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کو برابر کہہ کر پھر ذاتی اور عطائی کا فرق کرتے ہیں تا کہ شرک کی زد سے بھی بچ سکیں، چنانچہ لکھتے ہیں کہ: ''اللہ تعالیٰ عالم الغیب ہیں ذاتی طور پر، اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم عالم الغیب ہیں عطائی طور پر''۔

لیکن ہم ان لوگوں کی خدمت میں گزارش کریں گے کہ کیا وہ اللہ تعالیٰ کی بقیہ صفات میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ کے برابر سمجھ کر صرف ''ذاتی'' اور ''عطائی'' کے فرق باقی رکھنے کو گوارا کرلیں گے؟ مثلاً:

۱) اللہ تعالیٰ معبود ہیں ذاتی طور پر، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم معبود ہیں عطائی طور پر (معاذ اللہ)

۲) اللہ تعالیٰ مسجود ہیں ذاتی طور پر، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم مسجود ہیں عطائی طور پر (معاذ اللہ)

۳) اللہ تعالیٰ رب العالمین ہیں ذاتی طور پر، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم رب العالمین ہیں عطائی طور پر (معاذ اللہ)

۴) اللہ تعالیٰ کی شان ہے "یُحْیِیْ وَیُمِیْتُ" ذاتی طور پر، اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ شان "یُحْیِیْ وَیُمِیْتُ" ہے عطائی طور پر (معاذ اللہ)

۵) اللہ تعالیٰ ''حَیٌّ لَا یَمُوْتُ'' ہیں ذاتی طور پر، اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ''حَیٌّ لَا یَمُوْتُ'' ہیں عطائی طور پر (معاذ اللہ)

۶) اللہ تعالیٰ ازلی وابدی ہیں ذاتی طور پر، اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ازلی وابدی ہیں عطائی طور پر (معاذ اللہ)

۷) اللہ تعالیٰ ''خَالِقُ کُلِّ شَیْءٍ'' ہیں ذاتی طور پر، اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ''خَالِقُ کُلِّ شَیْءٍ'' ہیں عطائی طور پر (معاذ اللہ) (۸) اللہ تعالیٰ ''علی کلِ شَیْءٍ قَدِیْرٌ'' ہیں ذاتی طور پر، اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ''علی کلِ شَیْءٍ قَدِیْرٌ'' ہیں عطائی طور پر۔ (معاذ اللہ)

۹) اللہ تعالیٰ ''لَمْ یَلِدْ وَلَمْ یُوْلَدْ'' ہیں ذاتی طور پر، اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ''لَمْ یَلِدْ وَلَمْ یُوْلَدْ'' ہیں عطائی طور پر (معاذ اللہ) (۱۰) اللہ تعالیٰ ''اَحَدًا'' اور ''صَمَدًا'' ہیں ذاتی طور پر، اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ''اَحَدًا'' اور ''صَمَدًا'' ہیں عطائی طور پر۔ (معاذ اللہ)

اگر علامہ فیضی صاحب اور ان کی مذہبی برادری ان صفاتِ مذکورہ میں ''ذاتی'' اور ''عطائی'' کے فرق کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کو برابر سمجھتے ہوں تو وہ جانیں اور ان کا کام، اور اگر برابر نہیں سمجھتے تو کیوں؟ پس ما بہ الامتیاز فرق بتائیں۔

قارئین کرام! مسئلہ علمِ غیب کے متعلق بہت کچھ عرض کیا جا چکا ہے، اور ہم نے معارف التبیان فی رموز آیات القرآن میں اچھے خاصے دلائل نمبروار ذکر کیے ہیں دیکھ لیا جائے تو بہتر ہوگا۔ مگر اس مقام کی مناسبت سے اور عقیدہ کی مزید وضاحت کے لیے کتاب اللہ سے تین آیتیں ملاحظہ فرمائیں، جن سے معلوم ہوتا ہے کہ ''عالم الغیب'' صرف اللہ تعالیٰ کی ذاتِ پاک ہے، اور تین مزید ایسی آیات ملاحظہ فرمائیں جن سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ''عالم الغیب'' نہیں ہیں۔

عالم الغیب صرف اللہ تعالیٰ ہے اس پر تین دلائل۔

آیاتِ کثیرہ میں سے صرف تین آیتیں آپ کی خدمت میں پیش کی جا رہی ہیں، جن سے معلوم ہوتا ہے کہ علمِ غیب خاصۂ خداوندی ہے، اور اس صفت میں اس کا کوئی شریک نہیں ہے۔ (۱) ''قُلْ لَّا یَعْلَمُ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الْغَیْبَ اِلَّا اللّٰہُ، وَمَا یَشْعُرُوْنَ اَیَّانَ یُبْعَثُوْنَ'' (النمل۔ ۶۵)

ترجمہ ”(اے پیغمبر) آپ کہہ دیجئے کہ جتنی مخلوقات آسمانوں اور زمین میں موجود ہیں کوئی بھی غیب کی بات نہیں جانتا بجز اللہ تعالیٰ کے، اور ان کو یہ خبر نہیں کہ وہ کب دوبارہ زندہ کیے جائیں گے؟“

۲) ”وَعِندَهُ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَا إِلَّا هُوَ۔“ (الانعام۔۵۹)

ترجمہ: ”اور اللہ ہی کے پاس ہیں خزانے تمام مخفی اشیاء کے، ان کو کوئی نہیں جانتا بجز اللہ تعالیٰ کے۔“

۳) ”فَقُلْ إِنَّمَا الْغَيْبُ لِلَّهِ فَانتَظِرُوا إِنِّي مَعَكُم مِّنَ الْمُنتَظِرِينَ۔“ (یونس۔۲۰)

ترجمہ: ”(اے پیغمبر!) سو آپ فرما دیجئے کہ غیب کی خبر صرف خدا کو ہے، سو تم بھی منتظر رہو اور میں بھی تمہارے ساتھ منتظر ہوں۔

فائدہ: مذکورہ بالا تینوں آیتوں میں یہ بات واضح کر دی گئی ہے کہ ”عالم الغیب“ صرف اللہ تعالیٰ ہے، اور علمِ غیب خاصۂ خداوندی ہے، اس صفت میں اس کا کوئی شریک اور سہیم نہیں ہے۔

حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم عالم الغیب نہیں ہیں اس پر تین دلائل:

مندرجہ ذیل آیات اس مسئلہ پر دلالت کرتی ہیں، لہٰذا ملاحظہ فرمائیں: (۱) ”قُل لَّا أَقُولُ لَكُمْ عِندِي خَزَائِنُ اللَّهِ وَلَا أَعْلَمُ الْغَيْبَ“۔ (الانعام۔۵۰) ترجمہ: ”(اے پیغمبر) آپ کہہ دیجئے کہ نہ تو میں تم سے یہ کہتا ہوں کہ میرے پاس اللہ تعالیٰ کے خزانے ہیں اور نہ میں تمام غیبوں کو جانتا ہوں۔“ (۲) ”وَلَوْ كُنتُ أَعْلَمُ الْغَيْبَ لَاسْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَيْرِ وَمَا مَسَّنِيَ السُّوءُ إِنْ أَنَا إِلَّا نَذِيرٌ وَبَشِيرٌ لِّقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ“ ترجمہ: ”اور اگر میں غیب کی باتوں کو جانتا ہوتا تو میں بہت سے منافع حاصل کر لیا کرتا اور کوئی مضرت ہی مجھ پر واقع نہ ہوتی، میں تو محض بشارت دینے والا اور ڈرانے والا ہوں ان لوگوں کو جو ایمان رکھتے ہیں۔“

۳) ”وَمِمَّنْ حَوْلَكُم مِّنَ الْأَعْرَابِ مُنَافِقُونَ وَمِنْ أَهْلِ الْمَدِينَةِ مَرَدُوا عَلَى النِّفَاقِ لَا تَعْلَمُهُمْ نَحْنُ نَعْلَمُهُمْ (التوبہ ۱۰۱:) ترجمہ: ”اور کچھ تمہارے گرد و پیش والوں میں اور کچھ مدینے والوں میں ایسے منافق ہیں کہ نفاق کی حدِ کمال پر پہنچے ہوئے ہیں، آپ ان کو نہیں جانتے، ان کو ہم جانتے ہیں۔“

فائدہ: مذکورہ بالا تینوں آیتوں سے صاف طور پر معلوم ہوتا کہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ”عالم الغیب“ نہیں ہیں، بلکہ ”عالم الغیب“ صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کی ذاتِ بابرکات ہے، اس مسئلہ کو ثابت کرنے کے لیے بے شمار احادیث صحیحہ موجود ہیں، لیکن ہم انہیں آیات پر اکتفا کرتے ہیں، البتہ چند سوالات علامہ فیضی صاحب کی خدمت میں پیش کر کے ان کو دعوتِ فکر دیتے ہیں۔

دعوتِ فکر: علامہ صاحب! اگر حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ”عالم الغیب“ تھے اور سب کچھ پہلے جانتے تھے تو:

۱) نزولِ وحی کا کیا فائدہ؟ جبرئیل کے آنے کا کیا مطلب؟ قرآن کیوں اترا؟ (۲) بیر معونہ کی مشہور لڑائی میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ستر قرآن کے قاری بھیجے جن کو کفار نے بڑی بے دردی کے ساتھ شہید کر دیا، ان کے ساتھ جو کچھ ہونے والا تھا کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو قبل از وقت اس کا علم تھا؟ جب کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کی شہادت کی خبر ملی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت دکھ ہوا۔

۳) ”عالم الغیب“ کی زبان مبارک سے ”إِنْ أَدْرِي، لَا أَدْرِي، لَا أَعْلَمُ، أَنْتُم أَعْلَمُ، عِلْمُهَا عِندَ رَبِّي“ وغیرہ جملے بھی نکل سکتے ہیں؟ (۴) اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم ”عالم الغیب“ ہوتے تو جواب دینے میں وحی کے انتظار میں خاموش کیوں رہتے؟

خلاصہ کلام: اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو عالم الغیب سمجھنا قرآن کریم کی نصوص قطعیہ اور احادیث صحیحہ کی روشنی میں شرکیہ عقیدہ اور نظریہ ہے، اس شرکیہ غلط نظریہ سے اصحابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دامن پاک ہے، حضرت سواد بن قارب رضی اللہ عنہ سمیت سارے صحابہ رضی اللہ عنہم غیر اللہ کو عالم الغیب نہیں سمجھتے تھے، ہاں! حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا یہ عقیدہ اور نظریہ تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے بذریعۂ وحی جو علوم عطا کیے گئے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس پر مامون ہیں۔ الحمد للہ علی ذالک ثم الحمد للہ۔

وَإِلَىٰ عَادٍ أَخَاهُمْ هُودًا ۚ قَالَ يَٰقَوْمِ ٱعْبُدُوا۟ ٱللَّهَ مَا لَكُم مِّنْ إِلَٰهٍ غَيْرُهُۥٓ ۖ إِنْ أَنتُمْ إِلَّا مُفْتَرُونَ ﴿٥٠﴾

اور قوم عاد کی طرف ان کے بھائی ہود (علیہ السلام) کو رسول بنا کر بھیجا (انہوں نے اپنی قوم کے سامنے اس طرح تقریر کی) کہا اے میری قوم کے لوگو اللہ کی عبادت کرو نہیں ہے تمہارے لئے اس

يَٰقَوْمِ لَآ أَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ أَجْرًا ۖ إِنْ أَجْرِىَ إِلَّا عَلَى ٱلَّذِى فَطَرَنِىٓ ۚ أَفَلَا تَعْقِلُونَ ﴿٥١﴾ وَيَٰقَوْمِ

کے سوا کوئی معبود نہیں ہو مگر تم افتراء باندھنے والے ﴿۵۰﴾ اے میرے قوم کے لوگو میں نہیں مانگتا تم سے اس پر کوئی بدلہ نہیں ہے میرا بدلہ مگر اس ذات پر جس نے مجھے پیدا کیا ہے کیا تم نہیں سمجھتے ﴿۵۱﴾

ٱسْتَغْفِرُوا۟ رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوبُوٓا۟ إِلَيْهِ يُرْسِلِ ٱلسَّمَآءَ عَلَيْكُم مِّدْرَارًا وَيَزِدْكُمْ قُوَّةً إِلَىٰ

اور اے میری قوم کے لوگو! بخشش طلب کرو اپنے پروردگار سے پھر توبہ کرو اس کے سامنے وہ چھوڑ دے گا آسمان کو تمہارے اوپر بارش برسانے والا اور زیادہ کرے گا تمہارے لئے طاقت کو

قُوَّتِكُمْ وَلَا تَتَوَلَّوْا۟ مُجْرِمِينَ ﴿٥٢﴾ قَالُوا۟ يَٰهُودُ مَا جِئْتَنَا بِبَيِّنَةٍ وَمَا نَحْنُ بِتَارِكِىٓ ءَالِهَتِنَا عَن

تمہاری طاقت کے ساتھ اور نہ روگردانی کرو مجرم (گنہگار) بن کر ﴿۵۲﴾ انہوں نے کہا اے ہود علیہ السلام نہیں لایا تو ہمارے پاس کوئی کھلی دلیل (نشانی) اور نہیں ہم چھوڑنے والے اپنے معبودوں کو

قَوْلِكَ وَمَا نَحْنُ لَكَ بِمُؤْمِنِينَ ﴿٥٣﴾ إِن نَّقُولُ إِلَّا ٱعْتَرَىٰكَ بَعْضُ ءَالِهَتِنَا بِسُوٓءٍ ۗ قَالَ

تیری بات کی وجہ سے اور نہیں ہم تیری بات کی تصدیق کرنے والے ﴿۵۳﴾ ہم کہتے ہیں کہ ہمارے بعض معبودوں نے تمہیں برائی پہنچائی ہے کہا ہود علیہ السلام نے بیشک

إِنِّىٓ أُشْهِدُ ٱللَّهَ وَٱشْهَدُوٓا۟ أَنِّى بَرِىٓءٌ مِّمَّا تُشْرِكُونَ ﴿٥٤﴾ مِن دُونِهِۦ ۖ فَكِيدُونِى جَمِيعًا ثُمَّ

میں اللہ کو گواہ بناتا ہوں اور تم بھی گواہ بن جاؤ بیشک میں بیزار ہوں ان چیزوں سے جن کو تم شریک بناتے ہو ﴿۵۴﴾ اس کے سوا پس کرلو تم سب کے سب تدبیر میرے خلاف

لَا تُنظِرُونِ ﴿٥٥﴾ إِنِّى تَوَكَّلْتُ عَلَى ٱللَّهِ رَبِّى وَرَبِّكُم ۚ مَّا مِن دَآبَّةٍ إِلَّا هُوَ ءَاخِذٌۢ بِنَاصِيَتِهَآ ۚ

اور پھر مہلت بھی نہ دو ﴿۵۵﴾ بیشک میں بھروسہ کرتا ہوں اللہ کی ذات پر جو میرا بھی رب ہے اور تمہارا بھی رب ہے کوئی چلنے پھرنے والا جانور مگر یہ کہ اللہ اس کی پیشانی کو پکڑنے والا

إِنَّ رَبِّى عَلَىٰ صِرَٰطٍ مُّسْتَقِيمٍ ﴿٥٦﴾ فَإِن تَوَلَّوْا۟ فَقَدْ أَبْلَغْتُكُم مَّآ أُرْسِلْتُ بِهِۦٓ إِلَيْكُمْ ۚ وَيَسْتَخْلِفُ رَبِّى

ہے بیشک میرا پروردگار سیدھی روش پر ہے ﴿۵۶﴾ اور اگر تم روگردانی کرو گے پس تحقیق میں نے پہنچا دیا ہے تمہیں وہ پیغام جو مجھے دے کر بھیجا گیا تھا تمہاری طرف پھر جانشین بنائے گا میرا پروردگار

قَوْمًا غَيْرَكُمْ وَلَا تَضُرُّونَهُۥ شَيْـًٔا ۚ إِنَّ رَبِّى عَلَىٰ كُلِّ شَىْءٍ حَفِيظٌ ﴿٥٧﴾ وَلَمَّا جَآءَ أَمْرُنَا

کسی قوم کو تمہارے سوا اور تم اس کو کچھ بھی نقصان نہیں پہنچا سکو گے بیشک میرا پروردگار ہر ایک چیز پر نگہبان ہے ﴿۵۷﴾ اور جس وقت آیا ہمارا حکم تو ہم نے

نَجَّيْنَا هُودًا وَٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ مَعَهُۥ بِرَحْمَةٍ مِّنَّا وَنَجَّيْنَٰهُم مِّنْ عَذَابٍ غَلِيظٍ ﴿٥٨﴾ وَتِلْكَ

نجات دی ہود علیہ السلام کو اور ان لوگوں کو جو ان کے ساتھ ایمان لائے تھے اپنی خاص رحمت کے ساتھ اور ہم نے بچایا ان لوگوں کو گاڑھے عذاب سے ﴿۵۸﴾ اور یہ عاد ہیں

عَادٌ ۖ جَحَدُوا۟ بِـَٔايَٰتِ رَبِّهِمْ وَعَصَوْا۟ رُسُلَهُۥ وَٱتَّبَعُوٓا۟ أَمْرَ كُلِّ جَبَّارٍ عَنِيدٍ ﴿٥٩﴾ وَأُتْبِعُوا۟ فِى

جنہوں نے انکار کیا اپنے رب کی آیتوں کا اور جنہوں نے نافرمانی کی اس کے رسولوں کی اور پیروی کی انہوں نے ہر جبار سرکش کے حکم کی ﴿۵۹﴾ اور ان کے پیچھے لگائیں اس دنیا کے

هٰذِهِ الدُّنْيَا لَعْنَةً وَّيَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۭ اَلَآ اِنَّ عَادًا كَفَرُوْا رَبَّهُمْ ۭ اَلَا بُعْدًا لِّعَادٍ

اندر بھی لعنت اور قیامت والے دن بھی سنو! بیشک عاد نے کفر کیا اپنے پروردگار کے ساتھ آگاہ رہو ہلاکت ہے عاد کیلئے جو

قَوْمِ هُوْدٍ ﴿۶۰﴾

ہود علیہ السلام کی قوم تھی ﴿۶۰﴾

داستان حضرت ہود علیہ السلام

﴿۵۰﴾ وَاِلٰى عَادٍ اَخَاهُمْ ...الخ ربط آیات : اوپر حضرت نوح علیہ السلام ور انکی قوم کا ذکر تھا۔اب آگے حضرت ہود علیہ السلام اور انکی قوم عاد کا ذکر ہے۔

خلاصہ رکوع ۵ تذکیر بایام اللہ سے حضرت ہود علیہ السلام کی رسالت، دعوت توحید، ازالہ شبہ، رجوع الی اللہ کی دعوت، قوم کا مکالمہ، قوم کا دیوانہ پن کی وجہ سے شکوہ، جواب شکوہ، حضرت ہود کی دھمکی، توکل الٰہی، نجات ہود ومن معہ، قوم کی تباہی کے اسباب، مذکورہ اسباب کا نتیجہ۔ماخذ آیات ۵۰: تا۶۰ +

مختصر تعارف قوم ہود

تذکیر بایام اللہ سے حضرت ہود کی رسالت : اللہ تعالیٰ نے قوم عاد کو دو خصوصیتیں عطاء فرمائی تھیں۔ایک قوت وتوانائی۔دوسری ان کے بلاد نہایت سرسبز وشاداب تھے یمن ان کا مسکن تھا۔صاحب زراعت اور صاحب عمارت تھے۔قوم عاد ہود علیہ السلام کی قریبی رشتہ دار تھی۔یہ قرابت ان کے کچھ کام نہ آئی جس طرح نوح علیہ السلام کے بیٹے کو نسب کام نہ آیا۔قَالَ ...الخ دعوت حضرت ہود : علیہ السلام انہوں نے اپنی قوم کو توحید کی طرف دعوت دی۔

﴿۵۱﴾ ازالہ شبہ : شبہ یہ تھا کہ ممکن ہے تمہارے گمان میں ہو کہ میں نے نبوت کا دعویٰ اس لئے کیا ہے تا کہ میرے چاہنے والے بنیں پھر مجھے نذرانے دیتے رہیں فرمایا :اس دعوت وتبلیغ پر کسی اجرت کا خواہاں نہیں ہوں میرا مقصود تو تبلیغ کرنا ہے مال ودولت پر میری نظر نہیں کیونکہ میری ضرورتوں کو اللہ پاک پورا کرتا ہے۔

﴿۵۲﴾ رجوع الی اللہ کی دعوت : اللہ تعالیٰ سے گناہوں کی معافی مانگو اور اسی کی طرف متوجہ ہو جاؤ تا کہ قحط دور ہو جائے، قوم عاد کا ملک نہایت سرسبز وشاداب تھا، جیسا کہ اوپر گزرا ہے جب قوم نے دعوت کو رد کیا تو اللہ نے قحط مسلط کر دیا تین سال بارش رکی رہی۔ہاں اگر تم کفر وشرک سے توبہ کرو اور ایمان لے آؤ۔ایمان اور عمل صالح کی برکت سے رزق کی وسعت بھی ہوگی اور جسمانی قوت کے ساتھ روحانی قوت پیدا ہوگی۔اور مجرم بن کے رہو گے تو سزا کے مستحق ٹھہرو گے۔اگر بالفرض کوئی عذاب نہ بھی آیا تو فوائد اور منافع سے محرومی یقینی ہے۔

﴿۵۳،۵۴﴾ قوم کا مکالمہ : ہود علیہ السلام ان کے پاس براہین قاطعہ اور آیات بینات لے کر آئے مگر انہوں نے عناد کی وجہ سے ان کو معجزات شمار ہی نہ کیا۔وَمَا نَحْنُ بِتَارِكِيْٓ ...الخ اور ہم تیرے کہنے سے اپنے معبودوں کو چھوڑنے والے نہیں۔

اِنْ نَّقُوْلُ ...الخ قوم کا دیوانہ پن کی وجہ سے شکوہ : کہنے لگے آپ کو ہمارے معبودوں میں سے کسی کی پھٹکار پڑ گئی ہے اس لئے تو یہ بہکی بہکی باتیں کرتا ہے۔قَالَ ...الخ جواب شکوہ : حضرت ہود علیہ السلام نے فرمایا! یاد رکھو تم جو کہتے ہو کہ کسی بت نے مجھ کو دیوانہ کر دیا تو میں علی الاعلان اللہ تعالیٰ کو گواہ کرتا ہوں اور تم بھی سن لو اور گواہ رہو کہ میں تمہارے شرک کا ہرگز قائل نہیں۔

﴿۵۵﴾ حضرت ہود علیہ السلام کی دھمکی : قوم کے جواب میں فرمایا جنکو تم نفع اور نقصان کا مالک سمجھتے ہو وہ بھی اور تم بھی پورا زور لگا کر دیکھ لو میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔ لہٰذا تمہارا یہ کہنا کہ تم پر ہمارے بتوں نے کچھ کر دیا یہ خود تمہارے دیوانہ پن کی واضح دلیل ہے۔

﴿۵۶﴾ توکل الٰہی : میں فقط ایک اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرتا ہوں کہ ہر جاندار کی باگ اسی کے قبضہ قدرت میں ہے۔ بغیر اسکی مشیت کے کوئی کچھ نہیں کرسکتا۔ اور میرا رب سیدھے راستے پر چلنے سے ملتا ہے اور تم اسی راستہ کو اختیار کرو تا کہ مقرب اور مقبول الٰہی بن جاؤ۔

﴿۵۷﴾ اعراض قوم : اگر تم صاف اور کھری کھری باتیں سن کر صراط مستقیم سے اعراض کرتے ہو تو تمہارے اس اعراض سے مجھے اپنے حق میں کوئی ڈر نہیں کیونکہ اللہ اپنے دوستوں کی اپنی قدرت کاملہ سے حفاظت کرتا ہے۔ یا یہ مطلب ہے کہ حفاظت اللہ کا کام ہے اور یہ بت جن کو تم پکارتے ہو یہ تو اپنی حفاظت بھی نہیں کرسکتے تو تمہارے کیا کام آئیں گے؟ اب اگر تم نہیں مانتے تو نہ مانو میں تو اپنا فرض ادا کر چکا ہوں، تم اللہ تعالیٰ کا کیا بگاڑ سکتے ہو، وہ تمہیں تباہ کر کے دوسرے بندے پیدا کرلے گا۔ اور تمہارے تباہ ہونے سے اس کی زمین ویران نہیں ہوگی بلکہ اور لوگوں کو تمہارے اموال وغیرہ کا وارث بنا دے گا۔

﴿۵۸﴾ نجات نوح ومن معہ : جب عذاب الٰہی آیا تو ہود علیہ السلام بمع مومنین کے بچائے گئے، ایمان جو ظاہری نجات کا سبب بنا یہ بھی محض ہماری توفیق وعنایت سے تھا، باقی کسی کو اپنے نیک عمل پر گھمنڈ نہیں کرنا چاہئے۔

﴿۵۹﴾ قوم ھود کی تباہی کا سبب : تکذیب آیات اور انبیاء علیہم السلام کی نافرمانی تھی۔ یہاں "جَحَدُوْا" سے مراد ہے حق کو قبول کرنے سے انکار کرنے والا "عَنِيْدٍ" کسی چیز کو قبول کرنے سے انکار کرنے والا "رُسُلَهٗ" یہاں سوال ہوتا ہے ہود علیہ السلام کے بعد اس قوم میں کوئی رسول نہیں آیا پھر جمع کا لفظ کیوں استعمال کیا ہے؟ جواب: ہر پیغمبر اللہ کی توحید کی دعوت دیتا ہے اور ہر پیغمبر دوسرے پیغمبر کی تصدیق کرتا ہے تو گویا ایک رسول کی تکذیب سب رسل کی تکذیب ہے۔ ایک رسول کی نافرمانی سب رسل کی نافرمانی ہے۔ اس لئے جمع کا لفظ استعمال فرمایا ہے۔ (مظہری: ص:۹۵: ج۔۵) ﴿۶۰﴾ مذکورہ اسباب کا نتیجہ : دنیا وآخرت کی لعنت کے مستحق ٹھہرائے گئے۔ لعنت کا معنی اس جگہ اللہ کی رحمت سے دور کر دینا مردود بنا دینا یعنی فرشتوں اور انسانوں کی طرف سے ان پر لعنت پڑے گی۔ فائدہ: عاد دو ہیں اولیٰ اور اخریٰ یہاں عاد اولیٰ مراد ہے جنکی طرف ھود علیہ السلام مبعوث ہوئے۔

وَاِلٰى ثَمُوْدَ اَخَاهُمْ صٰلِحًا ۘ قَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ؕ هُوَ اَنْشَاَكُمْ

اور قوم ثمود کی طرف (ہم نے رسول بنا کر بھیجا) ان کے بھائی صالح علیہ السلام کو انہوں نے کہا اے میری قوم کے لوگو! عبادت کرو اللہ تعالیٰ کی نہیں ہے تمہارے لئے اسکے سوا کوئی معبود اسی

مِّنَ الْاَرْضِ وَاسْتَعْمَرَكُمْ فِيْهَا فَاسْتَغْفِرُوْهُ ثُمَّ تُوْبُوْٓا اِلَيْهِ ؕ اِنَّ رَبِّيْ قَرِيْبٌ مُّجِيْبٌ ﴿۶۱﴾

نے تمہیں پیدا کیا ہے زمین سے اور اسی نے تمہیں آباد کیا ہے اس (زمین) میں پس اسی سے بخشش طلب کرو پھر توبہ کرو اس کے سامنے بیشک میرا پروردگار قریب ہے اور قبول کرنے والا ہے (دعا کو) ﴿۶۱﴾

قَالُوْا يٰصٰلِحُ قَدْ كُنْتَ فِيْنَا مَرْجُوًّا قَبْلَ هٰذَآ اَتَنْهٰىنَآ اَنْ نَّعْبُدَ مَا يَعْبُدُ اٰبَآؤُنَا وَاِنَّنَا لَفِيْ

کہا ان لوگوں نے اے صالح علیہ السلام تحقیق تھا تو ہمارے درمیان امید کیا گیا (ہونہار) اس سے پہلے کیا تو روکتا ہے ہمیں اس بات سے کہ ہم عبادت کریں انکی جنکی ہمارے باپ دادا عبادت کرتے تھے

شَكٍّ مِّمَّا تَدْعُوْنَآ اِلَيْهِ مُرِيْبٍ ﴿۶۲﴾ قَالَ يٰقَوْمِ اَرَءَيْتُمْ اِنْ كُنْتُ عَلٰى بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّيْ وَاٰتٰىنِيْ

اور بیشک ہم تردد (شک) میں ہیں اس چیز کیطرف جسکی طرف تو ہمیں دعوت دیتا ہے ﴿۶۲﴾ کہا (صالح علیہ السلام) نے اے میری قوم کے لوگو! بتلاؤ اگر میں کھلی بات پر ہوں اپنے

مِنْهُ رَحْمَةً فَمَنْ يَّنْصُرُنِيْ مِنَ اللّٰهِ اِنْ عَصَيْتُهٗ فَمَا تَزِيْدُوْنَنِيْ غَيْرَ تَخْسِيْرٍ ﴿۶۳﴾ وَيٰقَوْمِ

رب کی طرف سے اور اسی نے دی ہے مجھے اپنی طرف سے مہربانی پس کون میری مدد کرے گا اللہ کے سامنے اگر میں اس کی نافرمانی کروں پس نہیں زیادہ کرتے تم میرے لئے سوائے

هٰذِهٖ نَاقَةُ اللّٰهِ لَكُمْ اٰيَةً فَذَرُوْهَا تَاْكُلْ فِيْٓ اَرْضِ اللّٰهِ وَلَا تَمَسُّوْهَا بِسُوْٓءٍ فَيَاْخُذَكُمْ

نقصان کے ﴿۶۳﴾ اور اے میری قوم کے لوگو! یہ اللہ کے اونٹنی ہے تمہارے لئے ایک خاص نشانی پس چھوڑ دو اس کو کہ کھائے اللہ کی زمین میں اور نہ چھونا اس کو برائی کے ساتھ پس

عَذَابٌ قَرِيْبٌ ﴿۶۴﴾ فَعَقَرُوْهَا فَقَالَ تَمَتَّعُوْا فِيْ دَارِكُمْ ثَلٰثَةَ اَيَّامٍ ذٰلِكَ وَعْدٌ غَيْرُ

پکڑ لے گا تمہیں عذاب جلد ﴿۶۴﴾ پھر انہوں نے (نافرمانی کرتے ہوئے) اس اونٹنی کے پاؤں کاٹ دیئے پس کہا (صالح علیہ السلام نے) فائدہ اٹھا لو اپنے گھروں میں تین دن تک

مَكْذُوْبٍ ﴿۶۵﴾ فَلَمَّا جَآءَ اَمْرُنَا نَجَّيْنَا صٰلِحًا وَّالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ بِرَحْمَةٍ مِّنَّا وَمِنْ خِزْيِ

یہ ایسا وعدہ ہے جو جھوٹا نہیں ہوگا ﴿۶۵﴾ پس جب آیا ہمارا حکم تو ہم نے نجات دی صالح علیہ السلام کو اور ان لوگوں کو جو ایمان لائے ان کے ساتھ اپنی رحمت سے اور اس دن کی رسوائی

يَوْمِىِٕذٍ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ الْقَوِيُّ الْعَزِيْزُ ﴿۶۶﴾ وَاَخَذَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوا الصَّيْحَةُ فَاَصْبَحُوْا فِيْ دِيَارِهِمْ

سے بیشک تیرا پروردگار قوت والا اور غالب ہے ﴿۶۶﴾ اور پکڑا ان لوگوں کو جنہوں نے ظلم کیا ایک چیخ نے پس ہو گئے اپنے گھروں میں

جٰثِمِيْنَ ﴿۶۷﴾ كَاَنْ لَّمْ يَغْنَوْا فِيْهَا اَلَآ اِنَّ ثَمُوْدَا۟ كَفَرُوْا رَبَّهُمْ اَلَا بُعْدًا لِّثَمُوْدَ ﴿۶۸﴾

اوندھے منہ گرے ہوئے ﴿۶۷﴾ گویا کہ وہ ان میں کبھی بسے ہی نہ تھے آگاہ رہو بیشک ثمود نے کفر کیا اپنے پروردگار کے ساتھ آگاہ رہو دوری (ہلاکت) ہے ثمود کیلئے ﴿۶۸﴾

داستان حضرت صالح علیہ السلام

﴿۶۱﴾ وَاِلٰى ثَمُوْدَ ...الخ ربط آیات : پہلے قوم ہود کا ذکر تھا اب قوم ثمود کا ذکر ہے۔

خلاصہ رکوع ❻ تذکیر بالآء اللہ سے حضرت صالح علیہ السلام کی رسالت، دعوت توحید، تذکیر بالآء اللہ سے توحید خداوندی پر عقلی دلائل، قوم کا مکالمہ، جواب مکالمہ، قوم سے مکالمہ برائے تعظیم معجزہ و وعید، قوم کی نافرمانی، عذاب خداوندی کی اطلاع، حضرت صالح و متبعین کی نجات، کیفیت عذاب، کیفیت بعد از عذاب۔ ماخذ آیات ۶۱ تا ۶۸ +

حضرت صالح علیہ السلام کی رسالت و دعوت توحید : مطلب یہ ہے کہ حضرت صالح علیہ السلام نے اپنی قوم کو توحید کی دعوت دی۔ هُوَ اَنْشَاَكُمْ ...الخ تذکیر بالآء اللہ سے توحید پر عقلی دلائل : اس نے تم کو زمین کے مادہ سے پیدا کیا، اور پھر اسی زمین کو آباد کیا یعنی ایجاد و ابقاء دونوں نعمتیں عطا فرمائی، یہ دونوں نعمتیں توحید خداوندی پر واضح دلیل ہیں۔ فَاسْتَغْفِرُوْهُ ...الخ ترغیب توبہ۔

﴿۶۲﴾ قوم کا مکالمہ : قوم نے اس دعوت کو رد کرتے ہوئے کہا کہ ہمیں تو آپ سے بڑی امید تھی۔ ایک امید تو یہ تھی آپ ہمارے سردار ہوں گے۔ یا یہ مطلب ہے کہ ہم امید رکھتے تھے کہ آپ ہمارے مذہب کی موافقت کریں گے۔ یا یہ مطلب ہے کہ ہم امید کرتے تھے آپ ہمارے مذہب پر رہوں گے اور ہمارے مذہب کی طرف رجوع کرینگے۔ (مظہری، ص ۹۶، ج ۵)

مگر آپ نے تو ہماری ساری امیدوں پر پانی پھیر دیا ہے اور ہمارے آباء اجداد کے مذہب کے خلاف علم جہاد بلند کر دیا ہے۔

حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں ایعنی ہونہار لگتا تھا کہ باپ دادا کی راہ روشن کرے گا تو مٹانے لگا ہے۔

﴿۶۳﴾ جواب مکالمہ : حضرت صالح علیہ السلام نے استقامت علی التوحید کا اعلان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا! اے میری قوم بھلا دیکھو تو سہی میں اپنے رب کی طرف سے کھلی اور واضح حجت پر ہوں اور اسکی طرف سے میرے پاس رحمت یعنی نبوت آچکی ہے اب میں اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر تمہارے شکوک وشبہات کی پیروی کروں بس اس حالت میں تو میں اپنے رب کے احکام میں کوتاہی کرنے والا ہو جاؤں گا۔ پھر اللہ کے مقابلہ میں مجھے عذاب الٰہی سے کون بچائے گا۔ پھر میرے لئے واضح خسران ہے۔

﴿۶۴﴾ قوم سے مکالمہ برائے تعظیم معجزہ ووعید : فرمایا شعائر اللہ (ناقۃ اللہ) کی تعظیم کرو، اھل سیر نے لکھا ہے کہ وہ اونٹنی بہت بڑی تھی اس لئے جنگل میں چرتی تھی، اور مویشی اس سے ڈر کر بھاگ جاتے تھے اور جس کوئیں سے پانی پینے کی باری مقرر تھی وہ اپنی باری میں گردن کوئیں میں ڈال کر تمام پانی پی جاتی تھی، اور اس دن دوسرے مویشیوں کو پانی نہیں ملتا تھا، لوگ اس سے تنگ دل ہوئے اس لئے قتل کرڈالا۔ تَاْكُلْ فِيْٓ اَرْضِ ... الخ کا مطلب یہ ہے کہ وہ مباح گھاس چرتی تھی لہٰذا اس کا تعرض نہ کیا جائے۔ واللہ اعلم

﴿۶۵﴾ قوم کی نافرمانی : انہوں نے توہین شعائر اللہ کی، اونٹی کے قاتل کا نام "قدار" آیا ہے اور آیت میں سب کی طرف نسبت اس لئے کی ہے کہ وہ سب راضی تھے، اور قتل کرنے کی وجہ گزشتہ آیت میں گزر چکی ہے۔

فَقَالَ تَمَتَّعُوْا ... الخ اطلاع خداوندی : کہ گھروں میں تین دن تک فائدہ اٹھالو تین دن کے بعد عذاب الٰہی نازل ہوگا۔ یہ وعدہ جھوٹا نہیں تھا بلکہ پورا ہوا پہلے دن چہرے زرد ہوگے۔ دوسرے دن سرخ اور تیسرے دن سیاہ پھر سب مر گئے۔

(مظہری: ص: ۹۷: ج۔ ۵)

﴿۶۶﴾ حضرت صالح علیہ السلام و متبعین کی نجات : اور ان پر ایمان لانے والے عذاب الٰہی سے بچائے گئے۔

﴿۶۷﴾ کیفیت عذاب : حضرت جبرائیل علیہ السلام نے ایک چیخ ماری آسمان سے ایک کڑک دار چیخ آئی، اور زمین سے بھی ایک گرجدار چیخ نکلی جسکی وجہ سے ان کے دل پھٹ گئے۔

﴿۶۸﴾ کیفیت بعد از عذاب : ان لوگوں نے یہ کفر کی سزا پائی گویا کہ یہ لوگ یہاں آبادہی نہیں تھے۔

(خازن: ص: ۶۰ ۳: ج ۲: مظہری: ص ۹۸: ج۔ ۵)

وَلَقَدْ جَآءَتْ رُسُلُنَآ اِبْرٰهِيْمَ بِالْبُشْرٰى قَالُوْا سَلٰمًا ۖ قَالَ سَلٰمٌ فَمَا لَبِثَ اَنْ جَآءَ بِعِجْلٍ

اور البتہ تحقیق آئے ہمارے بھیجے ہوئے ابراہیم علیہ السلام کے پاس خوشخبری لے کر انہوں نے کہا سلام ابراہیم علیہ السلام بولے سلام ہے پس نہ ٹھہرے (ابراہیم علیہ السلام) کچھ زیادہ

حَنِيْذٍ ﴿۶۹﴾ فَلَمَّا رَآٰ اَيْدِيَهُمْ لَا تَصِلُ اِلَيْهِ نَكِرَهُمْ وَاَوْجَسَ مِنْهُمْ خِيْفَةً ۚ قَالُوْا لَا تَخَفْ

مگر یہ کہ لے آئے ایک تلا ہوا بچھڑا ﴿۶۹﴾ پھر جب دیکھا کہ ان کے ہاتھ اس کی طرف نہیں پہنچ رہے تو اوپرا سمجھا ان کو اور محسوس کیا ان کی طرف سے خوف وہ کہنے لگے نہ خوف کھا

اِنَّآ اُرْسِلْنَآ اِلٰى قَوْمِ لُوْطٍ ﴿۷۰﴾ وَامْرَاَتُهٗ قَآئِمَةٌ فَضَحِكَتْ فَبَشَّرْنٰهَا بِاِسْحٰقَ ۙ وَمِنْ وَّرَآءِ

بیشک ہم بھیجے ہوئے ہیں قوم لوط کی طرف ﴿۷۰﴾ اور ان کی بیوی کھڑی تھی پس وہ ہنس پڑی اور اس کو خوشخبری دی اسحاق (بیٹے) کی اور اسحٰق کے بعد یعقوب

اِسْحٰقَ يَعْقُوْبَ ﴿۷۱﴾ قَالَتْ يٰوَيْلَتٰٓى ءَاَلِدُ وَاَنَا عَجُوْزٌ وَّهٰذَا بَعْلِيْ شَيْخًا ۭ اِنَّ هٰذَا لَشَيْءٌ

(پوتے) کی ﴿۷۱﴾ وہ کہنے لگی تعجب ہے میرے لئے کہ اب میں جنوں گی اور میں بڑھیا ہوں اور یہ میرا خاوند بھی بوڑھا ہے۔

عَجِيبٌ ﴿٧٢﴾ قَالُوٓا أَتَعْجَبِينَ مِنْ أَمْرِ اللَّهِ رَحْمَتُ اللَّهِ وَبَرَكَٰتُهُۥ عَلَيْكُمْ أَهْلَ الْبَيْتِ

یہ تو البتہ عجیب چیز ہے ﴿۷۲﴾ وہ کہنے لگے کیا تو تعجب کرتی ہے اللہ کے حکم پر اللہ کی رحمت اور اس کی برکتیں ہیں تم پر اے اہل بیت بیشک وہ تعریفوں

إِنَّهُۥ حَمِيدٌ مَّجِيدٌ ﴿٧٣﴾ فَلَمَّا ذَهَبَ عَنْ إِبْرَٰهِيمَ الرَّوْعُ وَجَآءَتْهُ الْبُشْرَىٰ يُجَٰدِلُنَا

والا بزرگ ہے ﴿۷۳﴾ پس جب دور ہوگیا ابراہیم علیہ السلام سے خوف اور ان کو خوشخبری حاصل ہوگئی تو وہ جھگڑنے لگے ہمارے ساتھ

فِى قَوْمِ لُوطٍ ﴿٧٤﴾ إِنَّ إِبْرَٰهِيمَ لَحَلِيمٌ أَوَّٰهٌ مُّنِيبٌ ﴿٧٥﴾ يَٰٓإِبْرَٰهِيمُ أَعْرِضْ عَنْ هَٰذَآ إِنَّهُۥ

قوم لوط کے بارے میں ﴿۷۴﴾ بیشک ابراہیم علیہ السلام البتہ بڑے بردبار (نرم دل) اور رجوع رکھنے والے تھے ﴿۷۵﴾ (ارشاد ہوا) اے ابراہیم علیہ السلام چھوڑ دو اس بات کو بیشک آچکا ہے تیرے رب کا حکم

قَدْ جَآءَ أَمْرُ رَبِّكَ وَإِنَّهُمْ ءَاتِيهِمْ عَذَابٌ غَيْرُ مَرْدُودٍ ﴿٧٦﴾ وَلَمَّا جَآءَتْ رُسُلُنَا لُوطًا

اور ان لوگوں کے پاس آنے والا ہے ایسا عذاب جس کو لوٹایا نہیں جاسکتا ﴿۷۶﴾ اور جب آئے ہمارے بھیجے ہوئے لوط علیہ السلام کے پاس غمگین ہوگئے

سِىٓءَ بِهِمْ وَضَاقَ بِهِمْ ذَرْعًا وَقَالَ هَٰذَا يَوْمٌ عَصِيبٌ ﴿٧٧﴾ وَجَآءَهُۥ قَوْمُهُۥ يُهْرَعُونَ

وہ ان کی وجہ سے اور ان کا دل تنگ ہوا اور کہنے لگے یہ بہت مشکل دن ہے ﴿۷۷﴾ اور آئی ان کی قوم ان کے پاس دوڑتی ہوئی اور اس سے پہلے

إِلَيْهِ وَمِن قَبْلُ كَانُوا۟ يَعْمَلُونَ السَّيِّـَٔاتِ ۚ قَالَ يَٰقَوْمِ هَٰٓؤُلَآءِ بَنَاتِى هُنَّ أَطْهَرُ لَكُمْ

وہ کرتے تھے برائیاں تو کہا لوط علیہ السلام نے اے میری قوم کے لوگو یہ میری بیٹیاں ہیں یہ تمہارے لئے پاک ہیں ڈرو اللہ سے اور نہ رسوا کرو مجھے

فَاتَّقُوا۟ اللَّهَ وَلَا تُخْزُونِ فِى ضَيْفِىٓ ۖ أَلَيْسَ مِنكُمْ رَجُلٌ رَّشِيدٌ ﴿٧٨﴾ قَالُوا۟ لَقَدْ عَلِمْتَ

مہمانوں کے بارے میں کیا تم میں کوئی سمجھ والا انسان نہیں ہے ﴿۷۸﴾ کہنے لگے وہ البتہ تحقیق تو جانتا ہے کہ نہیں ہے ہمیں تیری بیٹیوں میں کوئی رغبت اور بیشک تو جانتا ہے جو ہم

مَا لَنَا فِى بَنَاتِكَ مِنْ حَقٍّ وَإِنَّكَ لَتَعْلَمُ مَا نُرِيدُ ﴿٧٩﴾ قَالَ لَوْ أَنَّ لِى بِكُمْ قُوَّةً أَوْ ءَاوِىٓ

چاہتے ہیں ﴿۷۹﴾ کہا (لوط علیہ السلام نے) کاش اگر میرے اندر قوت ہوتی یا پناہ پکڑتا

إِلَىٰ رُكْنٍ شَدِيدٍ ﴿٨٠﴾ قَالُوا۟ يَٰلُوطُ إِنَّا رُسُلُ رَبِّكَ لَن يَصِلُوٓا۟ إِلَيْكَ ۖ فَأَسْرِ بِأَهْلِكَ بِقِطْعٍ

کسی مستحکم کنارے کی طرف ﴿۸۰﴾ کہا (فرشتوں نے) اے لوط علیہ السلام بیشک ہم تیرے رب کے بھیجے ہوئے ہیں یہ ہرگز نہیں پہنچ سکیں گے تیری طرف پس تو اپنے گھر والوں کو

مِّنَ الَّيْلِ وَلَا يَلْتَفِتْ مِنكُمْ أَحَدٌ إِلَّا امْرَأَتَكَ ۖ إِنَّهُۥ مُصِيبُهَا مَآ أَصَابَهُمْ ۚ إِنَّ مَوْعِدَهُمُ

لے کر رات کے حصے میں نکل جا اور نہ پلٹ کر دیکھے تم میں سے کوئی بھی مگر تیری بیوی۔ بیشک اس کو پہنچنے والی ہے وہی سزا جو ان کو پہنچے گا۔ بیشک اس کے وعدے کا وقت صبح ہے

الصُّبْحُ ۚ أَلَيْسَ الصُّبْحُ بِقَرِيبٍ ﴿٨١﴾ فَلَمَّا جَآءَ أَمْرُنَا جَعَلْنَا عَٰلِيَهَا سَافِلَهَا وَأَمْطَرْنَا عَلَيْهَا

کیا صبح قریب نہیں ہے ﴿۸۱﴾ پس جب آیا ہمارا حکم کردیا ہم نے ان (بستیوں) کے اوپر والے حصے کو نیچے اور ہم نے برسائے ان پر

حِجَارَةً مِّن سِجِّيلٍ مَّنضُودٍ ﴿٨٢﴾ مُّسَوَّمَةً عِندَ رَبِّكَ ۖ وَمَا هِىَ مِنَ الظَّٰلِمِينَ بِبَعِيدٍ ﴿٨٣﴾

پتھر کھنگر تہ بہ تہ ﴿۸۲﴾ نشان لگائے ہوئے تیرے رب کے پاس اور نہیں تھے وہ ظالموں سے زیادہ دور ﴿۸۳﴾

داستان حضرت ابراہیم ولوط علیہما السلام

﴿۶۹﴾ وَلَقَدْ جَآءَتْ رُسُلُنَآ ...الخ ربط آیات : اوپر تذکیر بایام اللہ کے ضمن میں حضرت صالح علیہ السلام اور ان کی قوم کا ذکر تھا اب تذکیر بایام اللہ کے ضمن میں حضرت ابراہیم علیہ السلام اور انکی مجرم قوم کا ذکر ہے۔

خلاصہ رکوع ۷ فرشتوں کی آمد، فرشتوں کا سلام، جواب سلام، حضرت ابراہیم علیہ السلام کے مکارم اخلاق وضیافت داری، حضرت سارہ کا تعجب اور جواب تعجب از ملائکہ، حضرت ابراہیم علیہ السلام کا فرشتوں سے مکالمہ، حضرت ابرہیم علیہ السلام کی خوبیاں، قوم لوط سے اعراض کا حکم، فیصلہ عذاب خداوندی، حضرت لوط علیہ السلام کا غم، کیفیت قوم لوط، قوم سے مکالمہ، قوم لوط کے لئے اصول کامیابی حضرت لوط علیہ السلام کی آہ بھری تمنا، فرشتوں کا حضرت لوط سے مکالمہ، کیفیت عذاب۔ ماخذ آیات ۶۹: تا ۸۳+

فرشتوں کی آمد : ابراہیم علیہ السلام کے پاس فرشتے بشارت لے کر آئے تا کہ آپ کو تسلی ہو کہ اگر آپ کی نسلے روحانی (قوم لوط) کو تباہ کیا جارہا ہے تو بہترین نسل کی بشارت دی جاتی ہے۔ فَمَا لَبِثَ ...الخ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے مکارم اخلاق وضیافت داری : ابراہیم علیہ السلام فرشتوں کو مہمان خیال کر کے بچھڑے کا بھنا ہوا گوشت لائے۔

مسئلہ: ابراہیم علیہ السلام کی ضیافت سے معلوم ہوا کہ مہمان کے لئے جانور ذبح کرنا جائز ہے اس میں تقرب وغیرہ کی کوئی قباحت نہیں پائی جاتی۔ واللہ اعلم

﴿۷۰﴾ ابراہیم علیہ السلام کا مشاہدہ وخوف : ان کے گوشت نہ کھانے کے باعث ابراہیم علیہ السلام خائف ہوئے۔ قَالُوْا ...الخ فرشتوں کی تسلی : کہ ہم تو قوم لوط کی طرف عذاب دیکر بھیجے گئے ہیں، اور راستے میں آپ کو بشارت دینے کے لئے آئے ہیں۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام سے حاضر وناظر اور علم غیب کلی کی نفی کا بیان

یہاں یہ بات یاد رکھیں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی داستان قرآن کریم میں متعدد مقامات پر بیان کی گئی ہے کہ فرشتے بصورت انسان حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس مہمان بن کر آئے جیسا یہاں ہے۔ اگر حضرت ابرہیم علیہ السلام حاضر وناظر ہوتے تو ان کو معلوم ہوتا کہ یہ تو فرشتے ہیں، میرے سامنے اور میرے روبرو آسمان سے نیچے اتر کر آئے ہیں، اور فلاں راستے سے ہوتے ہوئے میرے پاس پہنچے ہیں، اگر حضرت ابراہیم علیہ السلام کو معلوم ہوتا کہ یہ فرشتے ہیں تو ان کے لئے بچھڑا کیوں ذبح کیا؟

پھر بھون، تل کر ان کے سامنے کیوں لا رکھا؟ جب کہ معلوم ہے کہ فرشتے کھاتے ہیں نہ پیتے ہیں پھر عمداً یہ مذاق ان سے کیوں کیا؟ اور دل میں ڈر کیوں پیدا ہوا؟ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام حاضر وناظر تھے تو ان کو پریشانی لاحق کیوں ہوئی؟

حالانکہ اس برے عقیدہ کے اعتبار سے وہ فرشتے ساتھ ساتھ حاضر بھی تھے اور ناظر بھی اس کے ساتھ اس واقعہ سے یہ بھی ثابت ہوا کہ آپ "جمیع ما کان ویکون" کے علم بھی نہیں رکھتے تھے۔

﴿۷۱﴾ حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کا ضحک : حضرت سارہ وہاں کھڑی تھی وہ ہنس پڑی۔ اسکے ضحک کی کیا وجہ تھی؟ مولانا محمد ادریس کاندھلوی رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ اس آیت میں تو ہنسنے کی وجہ مذکور نہیں البتہ بعض حضرات کہتے ہیں ان کا ہنسنا تعجب کی بنا پر تھا کہ عجیب بات ہے کہ اتنے دن کے بعد تو مہمان ملے، جنکی ضیافت کا سامان کیا پھر وہ فرشتے نکلے، یا اس بات پر تعجب ہوا کہ فرشتے آدمی کی صورت میں مہمان بن کر آئے کیا بات ہے؟ یا اس بات پر تعجب ہوا اس قدر بڈھے والے ابراہیم علیہ السلام تین چار آدمیوں سے ڈر گئے۔ یا قوم لوط کی ہلاکت سن کر خوش ہوئیں کہ یہ خبیث اور مفسدین کا گروہ اب ہلاک ہوگا۔ اس قوم نے عورتوں کو خراب کیا، اور لڑکوں کو

بے حیا اور بدکار بنایا۔ اس لیے ان کا عذاب سن کر خوش ہوئیں۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب فرشتوں نے یہ خبر سنائی کہ اللہ تعالیٰ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بڑھاپے میں حضرت سارہ کے بطن سے بیٹا عطاء کرنے والا ہے، تو یہ خبر سن کر حضرت سارہ ہنس پڑیں۔

فَبَشَّرۡنٰهَا ...الخ بشارت : ہم نے فرشتوں کی زبانی حضرت سارہ کو ایک فرزند کے پیدا ہونے کی بشارت دی جس کا نام اسحاق اور دوسری بشارت یہ دی کہ تمہارا پوتا بھی ہوگا جس کا نام یعقوب ہوگا۔ مطلب یہ ہے کہ بیٹے کے بعد پوتا بھی دیکھو گی۔

(معارف القرآن: ص: ۵۳: ج۔ ۴)

﴿۷۲﴾ حضرت سارہ کا تعجب : حضرت سارہ نے بچہ پیدا ہونے میں جو مراحل اور مشکلات تھیں ان کا اظہار کیا۔ اور اس وقت انکی بیوی کی عمر بقول ابن اسحاق (۹۰) سال، بقول مجاہد رحمۃ اللہ علیہ (۹۹) سال تھی۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی عمر اسوقت بقول ابن اسحاق (۱۲۰) برس اور بقول مجاہد (۱۰۰) برس اور بشارت کے ایک سال بعد بچہ پیدا ہوگیا تھا۔ (معالم التنزیل: ص: ۱۳۳: ج: ۲: مظہری: ص: ۱۰۰: ج۔ ۴)

﴿۷۳﴾ جواب تعجب از ملائکہ : فرشتوں نے فیصلہ الٰہی سنایا فرمایا تعجب کوئی عجیب چیز نہیں بلکہ اسکی حمد وثناء میں مشغول ہوجاؤ۔

تردید اہل تشیع کہ ازواج مطہرات اہل بیت میں داخل نہیں

شیعہ کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات اہل بیت میں شامل نہیں تھیں اس آیت میں شیعہ کے اس نظریہ کی تردید ہے کہ حضرت سارہ کو اہل بیت کے لفظ سے مخاطب کیا گیا ہے۔ لغت کے لحاظ سے اہل خانہ تو حقیقت میں بیویاں ہوتی ہیں، داماد اور نواسوں کو تو تبعاً اہل بیت کہا جاتا ہے۔ (اس پر تفصیلی بحث سورۃ الاحزاب میں آئے گی انشاء اللہ)

﴿۷۴﴾ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا فرشتوں سے مکالمہ : اپنی تسلی کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام قوم لوط کے متعلق جھگڑنے لگے کہ وہاں تو حضرت لوط علیہ السلام بھی ہیں۔ تم اس بستی کو کیسے ہلاک کرسکتے ہو؟ جواب مکالمہ : فرشتوں نے کہا ہم انکو اور ان پر ایمان لانے والوں کو بچالیں گے۔

﴿۷۵﴾ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی خوبیاں : وہ نرم دل اور رجوع الی اللہ کی خوبیوں کے باعث جھگڑا کررہے تھے، شاید عذاب میں تاخیر ہوجائے یہ لوگ ایمان لے آئیں اور اپنے گناہوں سے توبہ کرلیں۔

﴿۷۶﴾ قوم لوط سے اعراض کا حکم : فرشتوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے یہ عرض کیا کہ یہ لوگ ایمان لانے والے نہیں۔

اِنَّهٗ قَدۡ جَآءَ ...الخ فیصلہ عذاب خداوندی : اب ان کے لئے عذاب کا حکم جاری ہوچکا ہے جو ٹلنے والا نہیں۔

﴿۷۷﴾ حضرت لوط علیہ السلام کا غم : چونکہ اپنی قوم کی بری عادت سے واقف تھے اس لئے ان معزز مہمانوں کے آنے کی وجہ سے سخت مغموم ہوئے۔ اور کہنے لگے کہ آج کا دن میرا لئے بڑا کٹھن ہے۔ کیونکہ وہ انکو اپنا مہمان سمجھتے رہے۔ اور پریشان رہے کہ اب ہوتا کیا ہے۔

﴿۷۸﴾ کیفیت قوم لوط : مروی ہے کہ فرشتے حضرت لوط علیہ السلام کے گھر پوشیدہ طور سے آئے تھے۔ اور گھر والوں کے سوا کسی کو ان کے آنے کا علم نہ تھا، حضرت لوط علیہ السلام کی بیوی نے جا کر اپنی قوم کو اطلاع دی کہ لوط علیہ السلام کے گھر میں ایسے مہمان آئے ہیں کہ ان سے زیادہ خوبصورت میں نے کوئی آدمی نہیں دیکھا۔ (معالم التنزیل: ص: ۳۳۲: ج: ۲، مظہری: ص: ۱۰۳: ج: ۵، ابن کثیر: ص: ۴۳۷: ج۔ ۴)

یُهۡرَعُوۡنَ : حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ اور قتادہ رحمۃ اللہ علیہ نے ترجمہ کیا ہے تیز تیز آئے۔ مجاہد رحمۃ اللہ علیہ نے کہا لپکتے آئے۔ شمر بن عطیہ رحمۃ اللہ علیہ نے کہا تیز چال اور لپکنے کے درمیان چال سے آئے۔ حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے کہا دونوں چالوں کے درمیانی رفتار سے آئے۔

(مظہری: ص: ۱۰۳: ج: ۵: معالم التنزیل: ص: ۳۳۲: ج۔ ۲)

قَالَ يٰقَوْمِ هٰٓؤُلَآءِ بَنَاتِيْ ...الخ لوط علیہ السلام کا قوم سے مکالمہ : امام رازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں "بَنَاتِيْ" میں دو قول ہیں ایک یہ ہے کہ یہ حضرت لوط علیہ السلام کی صلبی بیٹیاں تھی۔ دوسرا یہ ہے کہ انکی امت کی بیٹیاں تھی، کیونکہ نبی امت کا روحانی باپ ہوتا ہے۔ امام رازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں میرے نزدیک مختار مذہب یہی ہے کہ اس سے مراد امت کی بیٹیاں ہیں۔ (تفسیر کبیر: ص:۶۸ ج۔۱۸)

حضرت لوط علیہ السلام کی صلبی بیٹیاں تین تھی۔ (مستدرک: ص:۴۴ ج:۲: قال الحاکم رحمۃ اللہ علیہ والذھبی رحمۃ اللہ علیہ علی شرطھما)

﴿۷۹﴾ جواب مکالمہ از قوم : کہ ہم جو چاہتے ہیں وہ آپکو معلوم ہی ہے۔

﴿۸۰﴾ لوط علیہ السلام کی آہ بھری تمنا : فرمایا! کاش کہ اگر آج مجھے میں قوت وطاقت ہوتی میں تمہارا ضرور مقابلہ کرتا تمہیں بتا دیتا کہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کس طرح کی جاتی ہے اور تمہارے شر کو دفع کرتا اور میرا کوئی کنبہ قبیلہ ہوتا جو میری ماتحت الاسباب مدد کرتا۔

﴿۸۱﴾ فرشتوں کا حضرت لوط سے تسلی کے لئے مکالمہ : مذکورہ گفت وشنید کے بعد فرشتوں نے یہ پیغام پہنچایا کہ آپ اس قدر پریشان نہ ہوں ہم انسان نہیں بلکہ فرشتے ہیں، یہ ہمارا کیا کر سکتے ہیں بلکہ آپ کا بھی کچھ نہیں بگاڑ سکتے، رات کو جانے کا حکم اس لئے دیا چونکہ صبح کا وقت ان کے عذاب آنے کا تھا۔

حضرت لوط علیہ السلام سے حاضر وناظر اور علم غیب کلی کی نفی کا بیان

ان آیات سے یہ بات نہایت واضح طور پر ثابت ہوتی ہے کہ حضرت لوط علیہ السلام کو نبوت اور رسالت کی آخری میعاد تک بھی علم غیب نہ تھا ورنہ وہ اتنے پریشان نہ ہوتے، پہلے ہی سے معلوم ہو جاتا کہ یہ مہمان اللہ تعالیٰ کے فرشتے ہیں یہ تو قوم کو تباہ کرنے آئے ہیں، مجھے کیا تعلق کہ میں ان کے بارے میں قوم سے جھگڑا کروں اور بیٹیوں کی قربانی پیش کروں، لیکن یہ واقعہ صاف بتا رہا ہے کہ حضرت لوط علیہ السلام کو "جمیع ما کان وما یکون" کا علم حاصل نہ تھا، اور نہ ہی ان کی بیٹیوں کو تھا، ورنہ وہی ان کو آگاہ کر دیتیں، اور انبیاء علیہم کا فرشتوں سے ایک گونہ گہرا تعلق ہوتا ہے جب انہیں علم نہ ہوسکا، آیا وہ انسان ہیں، یا فرشتے، پھر وہ عالم الغیب کیسے ہوگئے؟ ہاں اللہ تعالیٰ نے جتنا علم دیا تھا وہ محل نزاع نہیں ہے مگر اس کا علم غیب سے کیا تعلق؟ اور اس سے ثابت ہوا کہ حضرت لوط علیہ السلام ہر جگہ حاضر وناظر نہ تھے اگر ہوتے تو کہتے کہ یہ وہ فرشتے ہیں جو آسمان دنیا سے میرے سامنے نازل، ہوئے ہیں اور یہ وہی تو ہیں جنہوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بیٹے کی خوشخبری سنانے کے بعد یہ کہا تھا کہ ہم فرشتے ہیں اور قوم لوط کی گت بنانے جاتے ہیں مگر حضرت لوط علیہ السلام کی پریشانی اور پھر اپنی بیٹیوں کی قربانی اور طاقت اور قوت کے فقدان کے لئے افسوس کرنا یہ ایسی چیزیں ہیں جن سے ہر ایک حق پرست کی راہنمائی آسانی کے ساتھ ہوسکتی ہے مگر ضدی اور ہٹ دھرم کے لئے دفتر بھی بیکار ہیں۔

﴿۸۲﴾ کیفیت عذاب : جب اللہ تعالیٰ کا عذاب آیا تو اسنے پانچ بستیوں کو تہ وبالا کر دیا علاوہ اسکے پتھروں کی لگاتار بارش ہوئی۔

﴿۸۳﴾ وہ پتھر ایک خاص نشان والے تھے۔ جو دنیا کے پتھروں میں نہیں دیکھے جاسکتے۔ (درمنثور) نوٹ : یہاں تک نظر ثانی بیت اللہ میں ہوئی۔

وَاِلٰى مَدْيَنَ اَخَاهُمْ شُعَيْبًا ۗ قَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ۗ وَلَا تَنْقُصُوا

اور مدین کی طرف ان کے بھائی شعیب (علیہ السلام) کو (ہم نے رسول بنا کر بھیجا) انہوں نے کہا اے میری قوم کے لوگو! عبادت کرو اللہ کی نہیں ہے تمہارے لئے کوئی معبود

الْمِكْيَالَ وَالْمِيزَانَ إِنِّي أَرَاكُم بِخَيْرٍ وَإِنِّي أَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ مُّحِيطٍ ﴿٨٤﴾

اس کے سوا اور نہ کمی کرو ماپ اور تول میں بیشک میں دیکھتا ہوں تم کو بہتری میں اور مجھے خطرہ ہے تم پر گھیرنے والے دن کے عذاب کا ﴿۸۴﴾

وَيَا قَوْمِ أَوْفُوا الْمِكْيَالَ وَالْمِيزَانَ بِالْقِسْطِ وَلَا تَبْخَسُوا النَّاسَ أَشْيَاءَهُمْ وَلَا تَعْثَوْا فِي الْأَرْضِ

اور اے میری قوم کے لوگو پورا کرو ماپ اور تول کو انصاف کے ساتھ اور لوگوں سے ان کی چیزوں کو کم نہ کرو اور زمین

مُفْسِدِينَ ﴿٨٥﴾ بَقِيَّتُ اللَّهِ خَيْرٌ لَّكُمْ إِن كُنتُم مُّؤْمِنِينَ ۚ وَمَا أَنَا عَلَيْكُم بِحَفِيظٍ ﴿٨٦﴾ قَالُوا

میں فساد کرتے ہوئے مت چلو ﴿۸۵﴾ اللہ کا چھوڑا ہوا بہتر ہے تمہارے لئے اگر تم ایمان والے ہو اور نہیں ہوں میں تم پر کوئی نگہبان ﴿۸۶﴾ کہا انہوں نے (شعیب کی قوم) نے

يَا شُعَيْبُ أَصَلَاتُكَ تَأْمُرُكَ أَن نَّتْرُكَ مَا يَعْبُدُ آبَاؤُنَا أَوْ أَن نَّفْعَلَ فِي أَمْوَالِنَا مَا نَشَاءُ

اے شعیب کیا تیری نماز تجھے یہ حکم دیتی ہے کہ ہم چھوڑ دیں ان چیزوں کو جن کی پوجا کرتے تھے ہمارے آباؤ اجداد یا یہ کہ ہم کریں اپنے مالوں میں جو چاہیں

إِنَّكَ لَأَنتَ الْحَلِيمُ الرَّشِيدُ ﴿٨٧﴾ قَالَ يَا قَوْمِ أَرَأَيْتُمْ إِن كُنتُ عَلَىٰ بَيِّنَةٍ مِّن رَّبِّي

بیشک تو بڑا بردبار اور نیک چلن ہے ﴿۸۷﴾ کہا (شعیب نے) اے میری قوم کے لوگو یہ بتلاؤ کہ اگر میں کھلی بات پر ہوں اپنے رب کی طرف اور اس نے مجھے روزی دی ہو

وَرَزَقَنِي مِنْهُ رِزْقًا حَسَنًا ۚ وَمَا أُرِيدُ أَنْ أُخَالِفَكُمْ إِلَىٰ مَا أَنْهَاكُمْ عَنْهُ ۚ إِنْ أُرِيدُ

اپنی طرف سے اچھی روزی اور میں نہیں چاہتا کہ تمہاری مخالفت کرو ان چیزوں کی طرف جن سے میں تمہیں منع کرتا ہوں میں نہیں چاہتا مگر اصلاح جتنی

إِلَّا الْإِصْلَاحَ مَا اسْتَطَعْتُ ۚ وَمَا تَوْفِيقِي إِلَّا بِاللَّهِ ۚ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَإِلَيْهِ أُنِيبُ ﴿٨٨﴾ وَيَا قَوْمِ

میں طاقت رکھتا ہوں اور نہیں توفیق میرے اندر مگر اللہ کے ساتھ اسی پر میں نے بھروسہ کیا ہے اور اسی کی طرف میں نے لوٹ کر جانا ہے ﴿۸۸﴾ اور اے میرے قوم کے لوگو!

لَا يَجْرِمَنَّكُمْ شِقَاقِي أَن يُصِيبَكُم مِّثْلُ مَا أَصَابَ قَوْمَ نُوحٍ أَوْ قَوْمَ هُودٍ

میری مخالفت تمہیں آمادہ نہ کرے اس بات پر کہ پہنچے تمہیں وہ چیز جو پہنچی تھی نوح (علیہ السلام) کی قوم کو یا ہود (علیہ السلام) کی قوم کو یا صالح (علیہ السلام)

أَوْ قَوْمَ صَالِحٍ ۚ وَمَا قَوْمُ لُوطٍ مِّنكُم بِبَعِيدٍ ﴿٨٩﴾ وَاسْتَغْفِرُوا رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوبُوا إِلَيْهِ ۚ إِنَّ رَبِّي

کی قوم کو اور نہیں لوط (علیہ السلام) کی قوم تم سے کچھ زیادہ دور ﴿۸۹﴾ اور بخشش طلب کرو اپنے پروردگار سے پھر رجوع کرو اس کی طرف بیشک میرا پروردگار رحم کرنیوالا

رَحِيمٌ وَدُودٌ ﴿٩٠﴾ قَالُوا يَا شُعَيْبُ مَا نَفْقَهُ كَثِيرًا مِّمَّا تَقُولُ وَإِنَّا لَنَرَاكَ فِينَا ضَعِيفًا ۖ

اور محبت کرنیوالا ہے ﴿۹۰﴾ ان لوگوں نے کہا اے شعیب نہیں سمجھتے ہم بہت سی وہ باتیں جو تم کہتے ہو اور بیشک ہم دیکھتے ہیں تم کو اپنے درمیان کمزور اور

وَلَوْلَا رَهْطُكَ لَرَجَمْنَاكَ ۖ وَمَا أَنتَ عَلَيْنَا بِعَزِيزٍ ﴿٩١﴾ قَالَ يَا قَوْمِ أَرَهْطِي أَعَزُّ عَلَيْكُم

اگر نہ ہوتا تیرا یہ خاندان تو ہم تمہیں سنگسار کر دیتے اور نہیں ہے تو ہمارے اوپر کوئی صاحب عزت ﴿۹۱﴾ کہا (شعیب علیہ السلام نے) اے میری قوم کے لوگو! کیا میرا خاندان

مِّنَ اللّٰهِ ؕ وَاتَّخَذْتُمُوْهُ وَرَآءَكُمْ ظِهْرِيًّا ؕ اِنَّ رَبِّيْ بِمَا تَعْمَلُوْنَ مُحِيْطٌ ﴿۹۲﴾ وَيٰقَوْمِ اعْمَلُوْا عَلٰى

زیادہ عزیز ہے تم پر اللہ کی نسبت اور ڈالدیا ہے تمنے اسکے حکم کو اپنی پشتوں کے پیچھے بیشک میرا پروردگار گھیر نیوالا ہے جو کچھ تم کرتے ہو ﴿۹۲﴾ اور اے میری قوم کے لوگو! عمل کرو اپنی

مَكَانَتِكُمْ اِنِّيْ عَامِلٌ ؕ سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ۙ مَنْ يَّاْتِيْهِ عَذَابٌ يُّخْزِيْهِ وَمَنْ هُوَ كَاذِبٌ ؕ

جگہ پر بیشک میں بھی عمل کرنے والا ہوں عنقریب تم جان لوگے کہ کس کے پاس آتا ہے رسوا کرنیوالا عذاب اور کون جھوٹا ہے اور انتظار کرو بیشک میں بھی

وَارْتَقِبُوْۤا اِنِّيْ مَعَكُمْ رَقِيْبٌ ﴿۹۳﴾ وَلَمَّا جَآءَ اَمْرُنَا نَجَّيْنَا شُعَيْبًا وَّالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ بِرَحْمَةٍ

تمہارے ساتھ انتظار کرنے والوں میں ہوں ﴿۹۳﴾ اور جب آیا ہمارا حکم تو ہم نے نجات دی شعیب اور ان لوگوں کو جو ان کے ساتھ ایمان لائے تھے اپنی خاص رحمت کیساتھ

مِّنَّا وَاَخَذَتِ الَّذِيْنَ ظَلَمُوا الصَّيْحَةُ فَاَصْبَحُوْا فِيْ دِيَارِهِمْ جٰثِمِيْنَ ﴿۹۴﴾ كَاَنْ لَّمْ يَغْنَوْا

اور پکڑا ان لوگوں کو جنہوں نے ظلم کیا تھا چیخ نے پس ہو گئے وہ اپنے گھروں میں اوندھے منہ گرنے والے ﴿۹۴﴾ گویا وہ ان میں رہے ہی نہیں سنو! ہلاکت ہے

فِيْهَا ؕ اَلَا بُعْدًا لِّمَدْيَنَ كَمَا بَعِدَتْ ثَمُوْدُ ﴿۹۵﴾

مدین کی قوم کیلئے جیسا کہ ہلاک ہوئی قوم ثمود ﴿۹۵﴾

داستان حضرت شعیب علیہ السلام

﴿۸۴﴾ وَاِلٰى مَدْيَنَ اَخَاهُمْ شُعَيْبًا ...الخ ربط آیات : اوپر حضرت لوط علیہ السلام اور انکی قوم کے نتائج کا ذکر تھا۔ اب یہاں سے شعیب علیہ السلام اور ان کی قوم کے نتائج کا ذکر ہے۔

خلاصہ رکوع ❽ : تذکیر بایام اللہ سے حضرت شعیب علیہ السلام کی رسالت، دعوت الی التوحید، اصلاح معاملات کا حکم، قوم سے تاکیداً مکالمہ، حلال کا نفع، قوم کا جواب مکالمہ، حضرت شعیب کا قوم سے اصلاحانہ مکالمہ، قوم سے مکالمہ برائے ترہیب، ترغیب توبہ، قوم کا جہالتہً جواب مکالمہ، قوم کی دھمکی، جواب دھمکی از شعیب علیہ السلام، قوم سے مطالبہ برائے اطلاع عذاب الٰہی، نجات حضرت شعیب علیہ السلام کو متبعین، کیفیت عذاب، کیفیت بعداز عذاب۔ ماخذ آیات ۸۴ تا ۹۵ +

وَاِلٰى مَدْيَنَ اَخَاهُمْ ...الخ تذکیر بایام اللہ سے حضرت شعیب علیہ السلام کی رسالت۔

قَالَ يٰقَوْمِ ...الخ دعوت الی التوحید : شعیب علیہ السلام نے اپنی قوم کو توحید کی دعوت دی۔

وَلَا تَنْقُصُوا الْمِكْيَالَ ...الخ اصلاح معاملات کا حکم : کہ تم ناپ تول میں کمی مت کرو میں تم کو آسودہ دیکھتا ہوں یعنی تم نعمت وثروت رکھتے ہو اور کمی کرنے سے اللہ تعالیٰ کی نعمت پر ناشکری اور بندوں کو تکلیف پہنچتی ہے جس سے اللہ تعالیٰ کے غضب میں پڑو گے۔ وَاِنِّيْۤ اَخَافُ ...الخ ہمدردی : کیونکہ مجھ کو اندیشہ ہے ایسے دن کے عذاب کا جو انواع مصائب کا جامع ہو گا اس سے مراد عذاب اخروی ہے۔ (مواہب الرحمٰن: ص: ۲۷، ج- ۴)

﴿۸۵﴾ شعیب علیہ السلام کا قوم سے تاکیداً مکالمہ : اپنی قوم سے مخاطب ہو کر کہتے ہیں کہ لوگوں کو انکا حق پورا دیا کرو اور زمین میں فساد برپا نہ کرو۔ ﴿۸۶﴾ حلال کا نفع : یعنی جو تمہارے لئے باقی رکھا ہے وہ بہتر ہے، مطلب یہ ہے ناپ تول تجارت میں ہر حقدار کا حق پورا دینے کے بعد جو نفع حلال تمہارے لئے اللہ تعالیٰ نے مقدر فرمایا ہے وہ بہتر ہے۔

﴿۸۷﴾ قوم کا جواب مکالمہ : کہ آیا تیری نماز یہی حکم دیتی ہے کہ ہم اپنے باپ دادا کے دین کو چھوڑ دیں اور اپنے مالوں میں اپنا اختیاری تصرف ترک کر دیں۔ ﴿۸۸﴾ شعیب علیہ السلام کا قوم سے اصلاحانہ مکالمہ : فرمایا: جب میرے رب کی طرف سے حجت واضحہ آچکی ہے تو میں اس کی مخالفت کس طرح کرسکتا ہوں؟ میں تو تمہاری اصلاح چاہتا ہوں، تاکہ تمہارے اعتقاد و معاملات میں سے فساد دور ہو جائے۔ ﴿۸۹﴾ قوم سے مکالمہ برائے ترہیب : اے میری قوم! ایسا نہ ہو کہ میری مخالفت کے باعث تم پر عذاب آئے جس طرح نوح ہود، صالح، لوط علیہم السلام کی امتوں پر عذاب آیا۔

﴿۹۰﴾ ترغیب توبہ : اپنے رب سے اپنے سابقہ گناہوں کی معافی مانگ لو میرا رب بڑا مہربان دوست پرور ہے، لہٰذا اب بھی موقع ہے کہ راہ راست پر آجاؤ، اور فلاح پا جاؤ۔ ﴿۹۱﴾ قوم کا جہالتہً مکالمہ : انہوں نے کہا اے شعیب تمہاری بات ہماری سمجھ میں نہیں آتی، یہ محض تعصب اور عناد کی بنا پر کہا، ورنہ آپ تو خطیب الانبیاء مشہور تھے۔ بعض سلف سے منقول ہے "ضَعِيفًا" سے مراد نابینا ہونا ہے کیونکہ شعیب علیہ السلام اپنی زندگی میں کچھ عرصہ کے لئے نابینا بھی ہو گئے پھر اللہ نے معجزہ کے طور پر نظر لوٹا دی تھی۔ شیخ الاسلام مولانا شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں : اللہ پاک نے فرمایا اتنا کیوں روتے ہیں؟ عرض کیا پتہ نہیں دیدار کے وقت آپ کا میرے ساتھ کیا سلوک ہوگا۔ اللہ اکبر۔ وَلَوْلَا رَهْطُكَ ...الخ قوم کی دھمکی : اگر تمہارے کنبہ کا پاس نہ ہوتا تو تمہیں سنگسار کرتے۔ کیونکہ وہ ہمارے دین پر ہیں نظریے میں تیرے ساتھی نہیں ہیں اور تیری آبرو ریزی سے انکی ذلت ہوگی جیسا کہ دنیا کے لوگوں کے خیالات ہیں۔

﴿۹۲﴾ جواب دھمکی از شعیب علیہ السلام ... فرمایا: میرے خویش واقارب وغیرہ کا خطرہ تمہیں زیادہ محسوس ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ کو کچھ نہیں سمجھتے۔ ﴿۹۳﴾ قوم سے مکالمہ برائے اطلاع عذاب الٰہی : اچھا اگر میری بات نہیں مانتے تو جو تمہارا جی چاہے کرو تمہیں معلوم ہو جائے گا کہ کس پر عذاب آتا ہے اور جھوٹا کون ہے؟

﴿۹۴﴾ نجات حضرت شعیب علیہ السلام کو متبعین : جب عذاب الٰہی آیا تو شعیب علیہ السلام بمع مؤمنین کے خدا تعالیٰ کے فضل سے بچ گئے اور ظالم ایک ہیبت ناک آواز سے ہلاک ہو گئے۔

قوم شعیب علیہ السلام پر تین قسم کا عذاب : قوم شعیب کی سزا کے متعلق اس مقام پر صرف چیخ کا ذکر ہے۔ سورۃ اعراف میں زلزلہ کا ذکر ہے اور سورۃ شعراء میں سائبان کا عذاب بتایا گیا ہے۔ حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ لوگ ایک ہی قوم کے فرد تھے مگر ان پر تین قسم کے عذابوں کا ذکر خاص مناسبت کی وجہ سے ہے۔ سورۃ اعراف میں زلزلہ کا ذکر اس لئے ہے کہ قوم نے آپکو دھمکی دی تھی کہ تمہیں اور تمہارے ساتھیوں کو اپنی سرزمین سے نکال دیں گے۔ تو اللہ پاک نے اس کے جواب میں زمین پر زلزلہ مسلط کر دیا کہ تم اللہ کے نبی کو جس زمین سے نکالنا چاہتے ہو، اسی زمین پر خود تمہیں ٹھکانا میسر نہیں ہوگا۔ اور اس سورۃ (ہود) میں قوم کے غرور و تکبر کا ذکر ہے، اس لئے اسکو توڑنے کیلئے چیخ کے ذریعہ ہلاک کرنے کا ذکر فرمایا ہے۔ سورۃ شعراء میں انکی ڈینگیں اور بڑ کوں کا ذکر ہے کہ اگر تو سچا ہے تو ہم پر آسمان کا ٹکڑا گرا دے اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے پہلے سخت گرمی بھیجی، پانی خشک ہو گئے، سات دن تک یہی حالت رہی پھر اللہ نے بادلوں کو ٹھنڈی ہوا کے ساتھ بھیجا سب لوگ بادلوں کے نیچے اکھٹے ہو گئے کہ اب بارش برسے گی، مگر اللہ نے آگ برسا کر ساری قوم کو خاکستر کر دیا۔ اس قوم پر یہ تینوں عذاب آئے ہیں۔ (ابن کثیر، ص ۱۱۴۹، ج۔۴)

﴿۹۵﴾ کیفیت بعد از عذاب : وہ بستی ایسی ویران دکھائی دیتی تھی گویا لوگ کبھی اس میں آبادہی نہ ہوئے تھے۔

وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا مُوسَىٰ بِآيَاتِنَا وَسُلْطَانٍ مُّبِينٍ ﴿٩٦﴾ إِلَىٰ فِرْعَوْنَ وَمَلَئِهِ فَاتَّبَعُوا أَمْرَ

اور البتہ تحقیق ہم نے بھیجا موسیٰ (علیہ السلام) کو اپنی آیتوں اور کھلے غلبے کے ساتھ ﴿۹۶﴾ فرعون اور اس کے سرداروں کی طرف پس انہوں نے اتباع کیا فرعون کی بات کا

فِرْعَوْنَ ۖ وَمَا أَمْرُ فِرْعَوْنَ بِرَشِيدٍ ﴿٩٧﴾ يَقْدُمُ قَوْمَهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَأَوْرَدَهُمُ النَّارَ ۖ وَبِئْسَ

اور نہیں تھی فرعون کی بات کوئی درست ﴿۹۷﴾ آگے آگے ہوگا وہ اپنی قوم سے قیامت کے دن پس پہنچائے گا ان کو آگ میں اور برا ہے وہ گھاٹ

الْوِرْدُ الْمَوْرُودُ ﴿٩٨﴾ وَأُتْبِعُوا فِي هَٰذِهِ لَعْنَةً وَيَوْمَ الْقِيَامَةِ ۚ بِئْسَ الرِّفْدُ الْمَرْفُودُ ﴿٩٩﴾ ذَٰلِكَ

جس پر وہ پہنچیں گے ﴿۹۸﴾ اور پیچھے لگائی گئی ان کے اس دنیا میں لعنت اور قیامت کے دن۔ برا عطیہ ہے جو ان کو دیا گیا ﴿۹۹﴾ یہ ہیں بستیوں کی خبروں سے

مِنْ أَنبَاءِ الْقُرَىٰ نَقُصُّهُ عَلَيْكَ ۖ مِنْهَا قَائِمٌ وَحَصِيدٌ ﴿١٠٠﴾ وَمَا ظَلَمْنَاهُمْ وَلَٰكِن ظَلَمُوا

ہم بیان کرتے ہیں ان کو آپ پر بعض ان میں سے قائم ہیں اور بعض کٹی ہوئی ﴿۱۰۰﴾ اور ہم نے نہیں ظلم کیا ان پر مگر تھے وہ لوگ اپنی جانوں پر

أَنفُسَهُمْ ۖ فَمَا أَغْنَتْ عَنْهُمْ آلِهَتُهُمُ الَّتِي يَدْعُونَ مِن دُونِ اللَّهِ مِن شَيْءٍ لَّمَّا

ظلم کرتے۔ پس نہ کام دیا ان کو ان کے معبودوں نے جن کو پکارتے تھے اللہ کے سوا کچھ بھی جبکہ آ گیا تیرے رب کا حکم اور نہ زیادہ کیا انہوں نے

جَاءَ أَمْرُ رَبِّكَ ۖ وَمَا زَادُوهُمْ غَيْرَ تَتْبِيبٍ ﴿١٠١﴾ وَكَذَٰلِكَ أَخْذُ رَبِّكَ إِذَا أَخَذَ الْقُرَىٰ وَهِيَ

ان کیلئے سوائے ہلاکت کے ﴿۱۰۱﴾ اور اسی طرح پکڑ ا تیرے رب نے جس وقت کہ وہ پکڑتا ہے بستیوں میں رہنے والوں کو درآنحالیکہ وہ ظلم کرنیوالے ہوتے ہیں

ظَالِمَةٌ ۚ إِنَّ أَخْذَهُ أَلِيمٌ شَدِيدٌ ﴿١٠٢﴾ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَةً لِّمَنْ خَافَ عَذَابَ الْآخِرَةِ ۚ

بیشک اس کی پکڑ بڑی دردناک اور بہت شدید ہوتی ہے ﴿۱۰۲﴾ بیشک اس میں البتہ عبرت ہے ان لوگوں کیلئے جو خوف کھاتے ہیں آخرت کے عذاب سے

ذَٰلِكَ يَوْمٌ مَّجْمُوعٌ لَّهُ النَّاسُ وَذَٰلِكَ يَوْمٌ مَّشْهُودٌ ﴿١٠٣﴾ وَمَا نُؤَخِّرُهُ إِلَّا لِأَجَلٍ مَّعْدُودٍ ﴿١٠٤﴾

یہ ایک دن ہے جس میں لوگ اکٹھے کئے جائیں گے اور یہ دن ہے کہ جس میں حاضری ہوگی ﴿۱۰۳﴾ اور ہم نہیں اس کو مؤخر کرتے مگر ایک وقت مقررہ کیلئے ﴿۱۰۴﴾

يَوْمَ يَأْتِ لَا تَكَلَّمُ نَفْسٌ إِلَّا بِإِذْنِهِ ۚ فَمِنْهُمْ شَقِيٌّ وَسَعِيدٌ ﴿١٠٥﴾ فَأَمَّا الَّذِينَ شَقُوا فَفِي

جس دن وہ آئے گا نہیں کلام کرے گا کوئی نفس مگر اس کی اجازت سے پس بعض ان میں سے بدبخت ہوں گے اور بعض نیک بخت ﴿۱۰۵﴾ بہرحال جو بدبخت ہوئے پس وہ جہنم میں ہوں گے ان کیلئے

النَّارِ لَهُمْ فِيهَا زَفِيرٌ وَشَهِيقٌ ﴿١٠٦﴾ خَالِدِينَ فِيهَا مَا دَامَتِ السَّمَاوَاتُ وَالْأَرْضُ إِلَّا

اس میں چیخنا چلانا ہوگا اور رونے کی آوازیں ﴿۱۰۶﴾ وہ ہمیشہ رہنے والے ہوں گے اس میں جب تک کہ آسمان اور زمین ہوں گے مگر جو چاہے تیرا پروردگار

مَا شَاءَ رَبُّكَ ۚ إِنَّ رَبَّكَ فَعَّالٌ لِّمَا يُرِيدُ ﴿١٠٧﴾ وَأَمَّا الَّذِينَ سُعِدُوا فَفِي الْجَنَّةِ خَالِدِينَ

بیشک تیرا پروردگار کرنے والا ہے اس کو جو چاہے ﴿۱۰۷﴾ اور بہرحال وہ لوگ جو نیک بخت ہوئے پس وہ جنت میں ہوں گے ہمیشہ رہنے والے

فِيهَا مَا دَامَتِ السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ اِلَّا مَا شَآءَ رَبُّكَ عَطَآءً غَيْرَ مَجْذُوْذٍ ﴿۱۰۸﴾ فَلَا تَكُ

ہوں گے اس میں جب تک آسمان اور زمین ہوں گے مگر جو چاہے تیرا پروردگار یہ ایسی بخشش ہے جو قطع نہیں کی جائے گی ﴿۱۰۸﴾ پس نہ ہوں آپ شک میں

فِيْ مِرْيَةٍ مِّمَّا يَعْبُدُ هٰٓؤُلَآءِ ؕ مَا يَعْبُدُوْنَ اِلَّا كَمَا يَعْبُدُ اٰبَآؤُهُمْ مِّنْ قَبْلُ ؕ وَاِنَّا

اس چیز سے جس کی عبادت کرتے ہیں یہ لوگ نہیں عبادت کرتے یہ مگر ایسے ہی جیسے کہ انکے آباؤ اجداد عبادت کرتے تھے اس سے پہلے اور

لَمُوَفُّوْهُمْ نَصِيْبَهُمْ غَيْرَ مَنْقُوْصٍ ﴿۱۰۹﴾

بیشک ہم پورا پورا دینے والے ہیں ان کو ان کا حصہ جو کم نہیں کیا جائے گا ﴿۱۰۹﴾

داستان موسیٰ علیہ السلام

﴿۹۶﴾ وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مُوْسٰى ...الخ ربط آیات : اوپر تذکیر بایام اللہ سے حضرت شعیب علیہ السلام اور ان کی قوم کا ذکر تھا اب موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کی داستان کا بیان ہے چونکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی شادی حضرت شعیب علیہ السلام کی بیٹی کے ساتھ ہوئی اس لئے ان کی داستان کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام کا واقعہ بیان فرمایا ہے۔

خلاصہ رکوع ⑨ موسیٰ علیہ السلام کی رسالت، معجزات موسوی، حضرت موسیٰ کی بغرض تبلیغ فرعون کے دربار میں حاضری، قیادت فرعون، عطیہ خداوندی، تذکیر بایام اللہ سے اثبات رسالت خاتم الانبیاء، عدل وانصاف باری تعالیٰ، دستور خداوندی، عبرت برائے مستفیدین من الآیات، وقت قلیل کے لیئے تاخیر قیامت، شدت یوم قیامت، اقسام الناس۔ ۱، ۲، نتیجہ شقی، نتیجہ سعید، تسلی خاتم الانبیا۔ ماخذ آیات ۹۶: تا ۱۰۹ +

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی رسالت۔ وَسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ : معجزات : اس سے مراد یا تو عصا اور ید بیضا ہے یا موسیٰ علیہ السلام کی تقریر و تبلیغ ہے جو انہوں نے فرعون کے دربار میں توحید کے مضمون پر فرمائی۔ (بیان القرآن)

مطلب یہ ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے باوجود تنہا ہونے کے اسکے سامنے حق واضح کر دیا، اور اسکو اتنی قوت اور ہمت نہ ہوئی کہ وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو کوئی تکلیف دیتا بلکہ وہ خود حضرت موسیٰ علیہ السلام سے خوف ناک رہتا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام مسلسل بیس برس تک دعوت حق دیتے رہے۔

﴿۹۷﴾ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بغرض تبلیغ فرعون کے دربار میں حاضری : ان سرکشوں نے آپ کی بات نہ مانی۔ فَاتَّبَعُوْٓا ...الخ نتیجہ : اسکا یہ ہوا کہ انہوں نے فرعون کی اتباع کی جیسے اس نے کفر کیا انہوں نے بھی اسکی اتباع میں کفر کیا اور اسکی اتباع والا طریقہ گمراہی اور فساد والا تھا تو اسلئے راہ ہدایت سے خالی رہے۔

﴿۹۸﴾ قیادت فرعون : کہ وہ اپنی قوم کا پیشوا بن کر قیامت کے دن انہیں دوزخ میں داخل کریگا۔

﴿۹۹﴾ عطیہ خداوندی : تابع اور متبوع دونوں پر دنیا و آخرت کی لعنت پڑی۔

﴿۱۰۰﴾ تذکیر بایام اللہ سے اثبات رسالت خاتم الانبیا : جن تباہ شدہ بستیوں کے حالات ہم نے آپکو وحی کے ذریعہ سنائے ہیں بعض کے کھنڈرات اب تک موجود ہیں اور بعض کے نشانات بھی مٹ چکے ہیں جس میں نوح علیہ السلام سے لیکر موسیٰ علیہ السلام تک کا ذکر آچکا ہے۔ اور ان انبیاء کرام اور ان کی قوم کے واقعات سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کا اثبات واضح ہے۔

﴿۱۰۱﴾ عدل وانصاف باری تعالیٰ: ہم نے ان پر کوئی ظلم نہیں کیا (اور اس عذاب کا باعث عقیدہ توحید سے انکار تھا) انکے باطل معبود عذاب الٰہی سے انہیں بچا نہیں سکے۔ ﴿۱۰۲﴾ دستور خداوندی: تیرے رب کی گرفت ہمیشہ ایسی ہی سخت ہوا کرتی ہے۔ ﴿۱۰۳﴾ عبرت برائے مستفیدین عن الآیات: قیامت سے ڈرنے والوں کیلئے اس میں نصیحت ہے۔

﴿۱۰۴﴾ وقت قلیل کے لئے تاخیر قیامت: قیامت کے دن کی تاخیر ایک معینہ مدت تک ہو رہی ہے۔

﴿۱۰۵﴾ شدت یوم قیامت: قیامت کے دن بلا اجازت الٰہی کوئی شخص لب کشائی نہیں کر سکے گا۔

فَمِنۡهُمۡ ...الخ اقسام الناس: اس دن لوگ دو قسم کے ہونگے بعض شقی اور بعض سعید۔

﴿۱۰۶﴾ نتیجہ شقی: بدبخت کافر دوزخ میں جائیں گے "زَفِيۡرٌ" گدھے کی شروع آواز کی مانند ہے اور "شَهِيۡقٌ" اس کی آخر کی بلند آواز کی مثل ہے مطلب یہ ہے کہ جہنمی کرب والم کی حالت میں ہونگے۔

دوزخ ہمیشہ رہے گی

﴿۱۰۷﴾ خٰلِدِيۡنَ فِيۡهَا مَا دَامَتِ السَّمٰوٰتُ...الخ آسمان وزمین کی ابدیت: بعض حضرات نے اس آیت سے استدلال کیا ہے کہ دوزخ ہمیشہ نہیں رہے گی کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اس دوزخ میں ہمیشہ رہیں گے جب تک کہ آسمان وزمین قائم ہیں، مگر جو تیرا رب چاہے تو اس سے نکال دے۔ اس استثناء سے یہ شبہ پڑتا ہے کہ دوزخ ہمیشہ نہیں رہے گی۔ اس کا ایک جواب یہ ہے کہ آسمان وزمین سے مراد دنیا کا آسمان وزمین نہیں بلکہ آخرت کا ہے اس پر دلیل۔ ❶ سورۃ ابراہیم میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا "يَوۡمَ تُبَدَّلُ الۡاَرۡضُ غَيۡرَ الۡاَرۡضِ وَالسَّمٰوٰتُ ...الخ" (آیت ۴۸) جس دن اس زمین سے اور زمین بدلی جائی گی اور آسمان بدلے جائیں گے۔ تو اس سے واضح معلوم ہوا کہ اس آسمان اور زمین سے مراد آخرت کا آسمان اور زمین ہے نہ کہ دنیا کا آسمان وزمین۔ ❷ سورۃ الزمر میں ہے "وَاَوۡرَثَنَا الۡاَرۡضَ نَتَبَوَّاُ مِنَ الۡجَنَّةِ حَيۡثُ نَشَآءُ" (آیت۔ ۷۴) اور ہمیں اس زمین کا وارث کر دیا کہ ہم جنت میں جہاں چاہیں رہیں۔ تو ثابت ہوا کہ جب وہ آسمان اور زمین ہمیشہ رہیں گے تو جہنم بھی ہمیشہ رہی گی۔ امام رازی رحمۃ اللہ علیہ نے اسی جواب کو اپنے نزدیک حق فرمایا ہے۔ (تفسیر کبیر: ص:۱۰ ج۔۱۸)

اس پر یہ شبہ ہوتا ہے کہ کیا اللہ تعالیٰ مجبور محض ہو گیا ہے کہ اسکو اپنی قدرت ومشیت پر اختیار نہیں؟ تو اس شبہ کو زائل کرنے کے لئے مشیت کا استثناء کیا۔ جس کا واضح مطلب یہ نکلا کہ اللہ تعالیٰ نے جنتیوں کے لئے جنت اور دوزخیوں کیلئے دوزخ کو دائمی کر دیا لیکن وہ مجبور نہیں ہو گیا بلکہ اس کی مشیت اس کے خلاف بھی کارفرما ہو سکتی ہے یعنی دائمی حکم اس نے اپنی مشیت سے جاری کیا ہے اور اس حکم کے اجراء کے بعد اسکی مشیت واختیار کی صفت سلب نہیں ہو گئی بلکہ وہ جب چاہے مذکورہ صراحت کے خلاف بھی اپنے اختیار کو استعمال کر سکتا ہے مگر وہ ایسا کرتا نہیں ہے۔ واللہ اعلم (تفسیر مظہری حاشیہ اردو)

بعض علماء نے یہ جواب دیا ہے کہ "مَاشَآءَ" سے مراد "من شاء" اور "من شاء" سے مراد گنہگار مؤمن ہیں یعنی جب اللہ پاک چاہے گا ان کو جہنم سے نکال لے گا۔ علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے البدور السافرہ میں یہ جواب لکھا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ یہاں "الا" استثناء کے لئے نہیں بلکہ عطف کے لئے ہے جو غیر کے معنی میں ہے مطلب یہ ہے کہ وہاں اتنی مدت رہیں گے جتنی مدت دنیا کے آسمان وزمین باقی تھے، سو اس سے زیادہ یعنی غیر متناہی مدت جتنا اللہ انکو رکھنا چاہے گا۔ مراد یہی ہے کہ وہ ہمیشہ دوزخ میں رہیں گے۔

نکتہ :"مَادَامَتِ السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ" کو مقدم اس لئے ذکر کیا کہ لوگ آسمان وزمین کی اس طویل مدت سے پہلے واقف تھے پھر اس کے بعد غیر متناہی اور ان گنت مدت کی طرف اشارہ کیا ہے تا کہ غیر متناہی مدت کا طول سمجھ میں آجائے۔(مظہری ۵/۱۱۹)

جہنم کا ثبوت :جنت کی طرح جہنم بھی برحق ہے، یہ اللہ تعالیٰ کے عذاب کی جگہ ہے، یہاں ہر طرح کا اور شدید قسم کا عذاب تیار کیا گیا ہے، جہنم پر بھی ایمان لانا فرض ہے۔

جہنم کا وجود:جنت کی طرح جہنم بھی پیدا کی جا چکی ہے اور اس وقت موجود ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے :"وَبُرِّزَتِ الْجَحِيْمُ لِلْغٰوِيْنَ"۔(الشعراء :۹۰)

ترجمہ :اور دوزخ کھلے طور پر گمراہوں کے سامنے کردی جائے۔

* فَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِیْ وَقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ ج اُعِدَّتْ لِلْكٰفِرِيْنَ (البقرۃ :۲۴)

ترجمہ :بچو اس آگ سے جس کا ایندھن انسان اور پتھر ہیں، کافروں کے لیے تیار کی گئی ہے۔

جہنم میں داخلہ کا وقت :جہنم میں اہلِ جہنم قیامت کے بعد ہی داخل ہوں گے، اس سے پہلے برزخ کا عذاب ہوگا۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے :"قِيْلَ ادْخُلُوْٓا اَبْوَابَ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ج فَبِئْسَ مَثْوَى الْمُتَكَبِّرِيْنَ (الزمر :۷۲)

ترجمہ : کہا جائے گا کہ جہنم کے دروازوں سے داخل ہو جاؤ ہمیشہ اس میں رہو، پس کتنا برا ہے تکبر کرنے والوں کا ٹھکانہ۔

اَلنَّارُ يُعْرَضُوْنَ عَلَيْهَا غُدُوًّا وَّعَشِيًّا ج وَيَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ قف اَدْخِلُوْٓا اٰلَ فِرْعَوْنَ اَشَدَّ الْعَذَابِ۔

(غافر :۴۶) ترجمہ :وہ لوگ صبح اور شام آگ پر پیش کیے جاتے ہیں، اور قیامت کے دن ان سے کہا جائے گا اے آلِ فرعون سخت ترین عذاب میں داخل ہو جاؤ۔ وَاِنَّ الْفُجَّارَ لَفِیْ جَحِيْمٍ ۔(۱۴) يَّصْلَوْنَهَا يَوْمَ الدِّيْنِ (۱۵) وَمَا هُمْ عَنْهَا بِغَآئِبِيْنَ (۱۶)(انفطار) ترجمہ :اور بدکار لوگ ضرور جہنم میں ہوں گے، وہ اس میں قیامت کے دن داخل ہوں گے، اور وہ اس سے غائب نہیں ہو سکتے۔

جہنم کا عذاب برحق ہے: جہنم کا عذاب کافروں کے لیے دائمی یعنی ہمیشہ ہمیشہ کے لیے ہوگا، ارشاد باری تعالیٰ ہے :

"يُرِيْدُوْنَ اَنْ يَّخْرُجُوْا مِنَ النَّارِ وَمَا هُمْ بِخٰرِجِيْنَ مِنْهَا ۔ وَلَهُمْ عَذَابٌ مُّقِيْمٌ "۔(المائدہ :۳۷)

ترجمہ :وہ ارادہ کریں گے آگ سے باہر نکل جائیں حالانکہ وہ اس سے نکلنے والے نہیں اور ان کے لیے ایسا عذاب ہوگا جو قائم رہے گا۔

گناہ گار مومن :جہنم میں داخل ہونے والا جہنم سے نکال کر جنت میں داخل کیا جائے گا، جیسے گناہ گار مسلمان لیکن جنت میں داخل ہونے والے شخص کو نہ تو جنت سے نکالا جائے گا اور نہ ہی نکال کر کبھی جہنم میں داخل کیا جائے گا۔ جیسے آیات نمبر ۱۰۸ میں۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے :"وَاَمَّا الَّذِيْنَ سُعِدُوْا فَفِی الْجَنَّةِ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا مَا دَامَتِ السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ اِلَّا مَا شَآءَ رَبُّكَ ط عَطَآءً غَيْرَ مَجْذُوْذٍ "۔(ہود :۱۰۸)

ترجمہ :اور وہ لوگ جو خوشحال ہوں گے وہ جنت میں ہوں گے، ہمیشہ اس میں رہیں گے جب تک آسمان وزمین قائم ہیں اِلّا یہ کہ تمہارے رب کو ہی کچھ اور منظور ہو، ایسی عطا ہے جو نہ ختم ہونے والی ہے۔

حدیث پاک میں ہے کہ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ قَالَ فَيَخْرُجُ مِنَ النَّارِ مَنْ قَالَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَكَانَ فِیْ قَلْبِهٖ مِنَ الْخَيْرِ مَا يَزِنُ شَعِيْرَةً يَخْرُجُ مِنَ النَّارِ مَنْ قَالَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَكَانَ فِیْ قَلْبِهٖ مِنَ الْخَيْرِ مَا يَزِنُ ذَرَّةً يَخْرُجُ مِنَ النَّارِ مَنْ قَالَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَكَانَ فِیْ قَلْبِهٖ مِنَ الْخَيْرِ مَا يَزِنُ بُرَّةً (مسند احمد)

ترجمہ :حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا آگ سے ہر ایسا شخص نکال دیا جائے گا جس

نے "لاالہ الااللہ" کہا اور اس کے دل میں جو کے دانے کے برابر بھی بھلائی ہو، آگ سے وہ تمام لوگ نکال دیئے جائیں گے جنہوں نے "لاالہ الااللہ" کہا اور ان کے دلوں میں ایک ذرے کے برابر بھی بھلائی ہوئی اور وہ سب لوگ آگ سے نکال دیئے جائیں گے جنہوں نے "لاالہ الااللہ" کہا اور ان کے دلوں میں گندم کے دانے کے برابر بھی بھلائی ہو۔

جہنم کے مستحق مشرک ہیں: جہنم اور اس کا عذاب دراصل کافروں کے لیے تیار کیا گیا ہے، اسی لیے اس میں کفار ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔

حدیث پاک میں ہے کہ عَنْ جَابِرٍ قَالَ أَتَى النَّبِيَّ ﷺ. رَجُلٌ فَقَالَ يَارَسُولَ اللهِ مَا الْمُوجِبَتَانِ فَقَالَ "مَنْ مَاتَ لَايُشْرِكُ بِاللهِ شَيْئًا دَخَلَ الْجَنَّةَ وَمَنْ مَاتَ يُشْرِكُ بِاللهِ شَيْئًا دَخَلَ النَّارَ"۔

(صحیح مسلم: ج:۱،ص:۶۶)

ترجمہ: حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کے پاس ایک شخص حاضر ہوا اور عرض کیا اے اللہ کے رسول دو واجب کرنے والی چیزیں کونسی ہیں؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا جو شخص اس حال میں وفات پا جائے کہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرتا ہو تو وہ جنت میں داخل ہوگا، اور جو اس حال میں مرجائے کہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہراتا ہو تو وہ آگ میں داخل ہوگا۔

یہود کا یہ نظریہ غلط ہے کہ ہم کچھ عرصے کے لیے جہنم میں داخل ہوں گے پھر نکل جائیں گے، اس کے رد میں قرآن کریم نے کہا ہے کہ وہ یہود و کفار جہنم میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: "وَقَالُوا لَنْ تَمَسَّنَا النَّارُ إِلَّا أَيَّامًا مَّعْدُودَةً ۚ قُلْ أَتَّخَذْتُمْ عِندَ اللهِ عَهْدًا فَلَن يُخْلِفَ اللهُ عَهْدَهُ ۖ أَمْ تَقُولُونَ عَلَى اللهِ مَا لَا تَعْلَمُونَ (۸۰) بَلَىٰ مَن كَسَبَ سَيِّئَةً وَأَحَاطَتْ بِهِ خَطِيئَتُهُ فَأُولَٰئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ ۖ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ"۔ (البقرہ: ۸۰۔۸۱)

ترجمہ: اور یہودیوں نے کہا کہ ہمیں گنتی کے چند دنوں کے علاوہ آگ ہرگز نہ چھوئے گی، آپ کہہ دیجئے کہ: کیا تم نے اللہ سے کوئی عہد لیا ہوا ہے جس کی بنا پر وہ اپنے عہد کی خلاف ورزی نہیں کرسکتا یا تم اللہ کے ذمے ایسی بات لگا رہے ہو جس کا تمہیں خود نہیں پتا، (آگ تمہیں) کیوں نہیں (چھوئے گی) جو لوگ بھی بدی کماتے ہیں اور ان کی بدی ان کو گھیر لیتی ہے تو ایسے لوگ ہی جہنم کے باسی ہیں وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔ جھوٹی باتیں تراش رکھی ہیں ان باتوں نے ان کو ان کے دین کے معاملے میں دھوکے میں ڈال رکھا ہے۔

منکرِ جہنم کا حکم: جہنم، جنت کی طرح ایک حقیقی مقام اور عذاب کی جگہ ہے، جو شخص جہنم کو حقیقی جگہ نہیں سمجھتا بلکہ ایک تخیلاتی جہان یا کوئی غیر حقیقی چیز سمجھتا ہے، وہ درحقیقت جہنم کا منکر ہے اور دائرہ اسلام سے خارج ہے۔

جہنم غیر فانی: جنت کی طرح جہنم بھی دائمی اور ہمیشہ ہمیشہ باقی رہنے والی ہے، اس کا فنا کا قائل ہونا غلط نظریہ اور گمراہی ہے۔ جیسے اوپر گزر چکا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ: * فَأَمَّا الَّذِينَ شَقُوا فَفِي النَّارِ لَهُمْ فِيهَا زَفِيرٌ وَشَهِيقٌ (۱۰۶) خَالِدِينَ فِيهَا مَا دَامَتِ السَّمَاوَاتُ وَالْأَرْضُ إِلَّا مَا شَاءَ رَبُّكَ (ہود: ۱۰۶۔۱۰۷)

ترجمہ: اور وہ لوگ جو بدحال ہوں گے وہ آگ میں ہوں گے، وہاں ان کے چیخنے چلانے کی آوازیں ہوں گی، وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے جب تک آسمان و زمین قائم ہے۔ الایہ کہ تمہارے رب کو کچھ اور منظور ہو۔ اور دوسرے مقام پر ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

* قَالَ النَّارُ مَثْوَاكُمْ خَالِدِينَ فِيهَا إِلَّا مَا شَاءَ اللهُ ۗ إِنَّ رَبَّكَ حَكِيمٌ عَلِيمٌ (الانعام: ۱۲۸)

ترجمہ: کہا کہ آگ تمہارا ٹھکانا ہے ہمیشہ اس میں رہو گے مگر یہ کہ تیرے پروردگار کو کچھ اور ہی منظور ہو، بیشک تیرا رب حکمت والا جاننے والا ہے۔

﴿۱۰۸﴾ نتیجہ سعید : وہ جنت میں جائیں گے اور ان کا قیام جنت میں ابدی ہوگا۔

فائدہ : اشقیاء کی دو قسمیں ہیں۔ ❶ کافر۔ ❷ گنہگار مسلمان فی الجملہ دونوں قسمیں شقی ہیں مگر ہر ایک کی شقاوت میں آسمان وزمین کا فرق ہے کیونکہ ایک کافر ہے اور دوسرا مسلمان۔ ابتداء دونوں کو جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔ کافر کو کفر کی وجہ سے اور مسلمان کو گناہوں کی وجہ سے مگر مسلمان کو اللہ تعالیٰ کی رحمت سے یا کسی کی سفارش سے جہنم سے نکال دیا جائے گا، پہلی قسم کا شقی کافر تھا وہ ہمیشہ کے لئے دوزخ میں رہے گا وہ کبھی بھی نہیں نکالا جائے گا۔ (محصلہ تفسیر ابن کثیر: ص:۴۵۵،ج ۲)

الحاصل : پہلی آیت میں اشقیاء کی دونوں قسمیں داخل ہیں البتہ مسلمانوں کو دوزخ سے نکال لیا جائے گا۔

﴿۱۰۹﴾ تسلی خاتم الانبیاء : اس آیت میں بظاہر خطاب تو آنحضرت ﷺ کو ہے مگر مخاطب اولاً قریش مکہ پھر قیامت تک سب غیر اللہ کی بندگی کرنے والے ہیں۔ آنحضرت ﷺ کو خطاب کر کے دوسروں کو نصیحت فرمائی کہ کبھی شک نہ لانا اس چیز کی طرف سے جس کو یہ لوگ قریش وعرب پوجتے ہیں یا قیامت تک کافر پوجنے والے ہیں اور شک اس بات کا کہ شاید یہ بت نفع یا ضرر پہنچائیں گے ہرگز نہیں بلکہ وہ نفع یا نقصان تقدیر الٰہی سے مقدر ہوگا اور شک نہ کرنا عقلمند ہونے کی دلیل ہے۔

وَاِنَّا لَمُوَفُّوۡهُمۡ ...الخ اس کا مطلب بعض نے یہ بیان فرمایا جو ان کا حصہ ازل میں مقدر ہو چکا ہے ہم ان کو پورا دے دیں گے اس سے ظاہر ہوا کہ مشرک کافر خالی اپنی بداعتقادی سے یہ سمجھتا ہے کہ بت یا میت نے ایسا کر دیا ورنہ مقدر میں نہیں تھا حالانکہ ایسا نہیں۔

وَلَقَدۡ اٰتَيۡنَا مُوۡسَى الۡكِتٰبَ فَاخۡتُلِفَ فِيۡهِ‌ؕ وَلَوۡلَا كَلِمَةٌ سَبَقَتۡ مِنۡ رَّبِّكَ لَقُضِىَ بَيۡنَهُمۡ‌ؕ

اور البتہ تحقیق دی ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو کتاب پھر اختلاف کیا گیا اس میں اور اگر نہ ہوتی ایک بات جو پہلے ہو چکی ہے تیرے پروردگار کی طرف سے تو البتہ فیصلہ کر دیا جاتا انکے درمیان

وَاِنَّهُمۡ لَفِىۡ شَكٍّ مِّنۡهُ مُرِيۡبٍ‏ ﴿۱۱۰﴾ وَاِنَّ كُلًّا لَّمَّا لَيُوَفِّيَنَّهُمۡ رَبُّكَ اَعۡمَالَهُمۡ‌ؕ اِنَّهٗ بِمَا يَعۡمَلُوۡنَ

اور بیشک وہ لوگ اسکی طرف سے تردد انگیز شک میں ہیں ﴿۱۱۰﴾ اور بیشک سب کے سب البتہ پورا پورا دیگا انکو تیرا پروردگار انکے اعمال کا صلہ بیشک وہ جو کچھ بھی عمل کرتے ہیں اسکی

خَبِيۡرٌ‏ ﴿۱۱۱﴾ فَاسۡتَقِمۡ كَمَاۤ اُمِرۡتَ وَمَنۡ تَابَ مَعَكَ وَلَا تَطۡغَوۡا‌ؕ اِنَّهٗ بِمَا تَعۡمَلُوۡنَ بَصِيۡرٌ‏ ﴿۱۱۲﴾ وَلَا تَرۡكَنُوۡۤا

پوری طرح خبر رکھنے والا ہے ﴿۱۱۱﴾ پس آپ سیدھے رہئے جیسا کہ آپکو حکم دیا گیا ہے اور وہ لوگ بھی جنہوں نے توبہ کی آپ کے پاس اور حد سے آگے نہ بڑھو بیشک وہ جو کچھ بھی تم کام کرتے ہو اسکو دیکھنے والا ہے ﴿۱۱۲﴾ اور مت جھکو

اِلَى الَّذِيۡنَ ظَلَمُوۡا فَتَمَسَّكُمُ النَّارُ ۙ وَمَا لَـكُمۡ مِّنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ مِنۡ اَوۡلِيَآءَ ثُمَّ

ان لوگوں کی طرف جنہوں نے ظلم کیا پس چھوئے گی تم کو آگ اور نہیں ہوگا تمہارے لئے اللہ کے سوا کوئی مددگار پھر تمہاری (کسی طرف سے بھی) مدد نہیں کی جائے گی ﴿۱۱۳﴾ اور قائم کرو

لَا تُنۡصَرُوۡنَ‏ ﴿۱۱۳﴾ وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ طَرَفَىِ النَّهَارِ وَزُلَفًا مِّنَ الَّيۡلِ‌ؕ اِنَّ الۡحَسَنٰتِ يُذۡهِبۡنَ

نماز کو دن کے دونوں اطراف میں اور رات کی گھڑیوں میں بیشک نیکیاں دور کرتی ہیں برائیوں کو یہ نصیحت ہے نصیحت پکڑنے

السَّيِّاٰتِ‌ؕ ذٰ لِكَ ذِكۡرٰى لِلذّٰكِرِيۡنَ‌ ۚ‏ ﴿۱۱۴﴾ وَاصۡبِرۡ فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيۡعُ اَجۡرَ الۡمُحۡسِنِيۡنَ‏ ﴿۱۱۵﴾ فَلَوۡلَا

والوں کیلئے ﴿۱۱۴﴾ اور آپ صبر کریں بیشک اللہ تعالیٰ نہیں ضائع کرتا اجر نیکی کرنیوالوں کا ﴿۱۱۵﴾ پس کیوں نہیں ہوئے

كَانَ مِنَ الْقُرُوْنِ مِنْ قَبْلِكُمْ أُولُوْا بَقِيَّةٍ يَّنْهَوْنَ عَنِ الْفَسَادِ فِي الْأَرْضِ إِلَّا قَلِيْلًا

ان قوموں میں سے جو تم سے پہلے گزری ہیں صاحب عقل وخرد جو منع کرتے زمین میں فساد سے مگر بہت تھوڑے ان میں سے جن کو

مِّمَّنْ أَنْجَيْنَا مِنْهُمْ ۚ وَاتَّبَعَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مَا أُتْرِفُوْا فِيْهِ وَكَانُوْا مُجْرِمِيْنَ ﴿١١٦﴾ وَمَا كَانَ

ہم نے نجات دی اور پیچھے چلے وہ لوگ جنہوں نے ظلم کیا اس چیز کے جس خوشحالی میں ڈالے گئے تھے اور وہ گنہگار تھے ﴿۱۱۶﴾ اور نہیں ہے تیرا

رَبُّكَ لِيُهْلِكَ الْقُرٰى بِظُلْمٍ وَّأَهْلُهَا مُصْلِحُوْنَ ﴿١١٧﴾ وَلَوْ شَاءَ رَبُّكَ لَجَعَلَ النَّاسَ

پروردگار کہ ہلاک کرے بستیوں کو ظلم کی وجہ سے جبکہ وہاں کے رہنے والے اصلاح کرنیوالے ہوں ﴿۱۱۷﴾ اور اگر چاہے تیرا پروردگار تو البتہ کردے ان لوگوں کو

أُمَّةً وَّاحِدَةً وَّلَا يَزَالُوْنَ مُخْتَلِفِيْنَ ﴿١١٨﴾ إِلَّا مَنْ رَّحِمَ رَبُّكَ ۚ وَلِذٰلِكَ خَلَقَهُمْ ۗ

ایک ہی امت اور ہمیشہ رہیں گے یہ اختلاف کرنے والے ﴿۱۱۸﴾ مگر وہ کہ جس پر تیرے پروردگار نے رحم کیا اور اسی واسطے ان کو پیدا کیا ہے

وَتَمَّتْ كَلِمَةُ رَبِّكَ لَأَمْلَأَنَّ جَهَنَّمَ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِيْنَ ﴿١١٩﴾ وَكُلًّا نَّقُصُّ

اور پورا ہوگیا کلمہ تیرے رب کا کہ یہ ضرور بھر دوں گا جہنم کو جنوں اور انسانوں سب سے ﴿۱۱۹﴾ اور تمام خبریں جو ہم بیان کرتے ہیں

عَلَيْكَ مِنْ أَنْبَاءِ الرُّسُلِ مَا نُثَبِّتُ بِهٖ فُؤَادَكَ ۚ وَجَاءَكَ فِيْ هٰذِهِ الْحَقُّ وَ

آپ پر رسولوں کی خبروں سے جن کے ذریعے ہم آپ کے دل کو ثابت رکھتے ہیں اور آیا ہے آپکے پاس ان (خبروں) میں

مَوْعِظَةٌ وَّذِكْرٰى لِلْمُؤْمِنِيْنَ ﴿١٢٠﴾ وَقُلْ لِّلَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ اعْمَلُوْا عَلٰى مَكَانَتِكُمْ ۖ إِنَّا عٰمِلُوْنَ ﴿١٢١﴾

حق اور نصیحت اور یاد دہانی ایمان والوں کیلئے ﴿۱۲۰﴾ اور آپ کہہ دیجئے (اے پیغمبر) ان لوگوں سے جو ایمان نہیں لائے (اے لوگو) تم کام کئے جاؤ اپنی جگہ پر بیشک ہم بھی کام کرنیوالے ہیں ﴿۱۲۱﴾

وَانْتَظِرُوْا ۚ إِنَّا مُنْتَظِرُوْنَ ﴿١٢٢﴾ وَلِلّٰهِ غَيْبُ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ وَإِلَيْهِ يُرْجَعُ الْأَمْرُ كُلُّهٗ

پس انتظار کرو بیشک ہم بھی انتظار کرنیوالے ہیں ﴿۱۲۲﴾ اور اللہ کے پاس ہی ہے غیب آسمانوں اور زمین کا اسی کی طرف لوٹایا جائے گا سب معاملہ پس اسی کی

فَاعْبُدْهُ وَتَوَكَّلْ عَلَيْهِ ۚ وَمَا رَبُّكَ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴿١٢٣﴾

عبادت کرو اور اسی پر بھروسہ رکھو اور نہیں ہے تمہارا پروردگار غافل ان کاموں سے جو تم کرتے ہو ﴿۱۲۳﴾

ع ۱۰

آنحضرت ﷺ کی تسلی کا مضمون

﴿۱۱۰﴾ وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ... الخ **ربط آیات:** گزشتہ آیات میں موسیٰ علیہ السلام کا ذکر تھا اب یہاں سے بھی موسیٰ علیہ السلام کی بقیہ داستان سے آنحضرت ﷺ کے لئے تسلی اور مسلمانوں کو استقامت علی الدین کا حکم ہے۔

خلاصہ رکوع ۱۵ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی رسالت سے تسلی خاتم الانبیاء، اعمال، فرائض خاتم الانبیاء ومؤمنین برائے استقامت علی الدین، مسلمانوں کو تنبیہ، فرائض خاتم الانبیاء ومؤمنین برائے نماز، فریضہ خاتم الانبیاء امم سابقہ میں ذی فہم افراد کی نفی، دستور

خداوندی، حکمتِ خداوندی، بیان قصص کی حکمتیں وفوائد، فائدہ۔۱۔تسلی خاتم الانبیاء۔۲۔مؤمنوں کے لیے نصیحت، تنبیہ منکرین، نتیجہ اعمال، حصر علم الغیب فی ذات باری تعالیٰ، جملہ معترضہ۔ ماخذ آیات ۱۱۰: تا ۱۲۳+

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی رسالت سے تسلی خاتم الانبیاء : حضرت موسیٰ علیہ السلام کو توراۃ دی گئی تھی اس کے متعلق دو گروہ ہو گئے تھے، ایک ماننے والا، دوسرا انکار کرنے والا۔ اسی طرح یہاں قرآن کریم کے متعلق ہو گئے ہیں۔ لہٰذا مخالفین کے خلاف سے آپ کبیدہ خاطر نہ ہوں۔ اگر آپ کے پروردگار کی بات عالم ازل میں تاخیر عذاب کی پہلے سے طے شدہ نہ ہوتی جس بات میں یہ (یعنی قرآن کے ماننے اور نہ ماننے) میں اختلاف کر رہے ہیں اس کا فیصلہ دنیا ہی میں کر دیا جاتا۔ مگر فیصلہ کن عذاب آخرت میں دیا جائے گا۔ اور یہ کفار مکہ اس عذاب کی طرف سے ایسے شک میں مبتلا ہیں کہ انکو اطمینان نہیں۔

اہل تشیع کے نزدیک قرآن آل محمد ﷺ کے پاس ہے جس کو وہ لے کر آئیں گے

کافی میں جناب امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے کہ ان لوگوں نے ایسا ہی اختلاف کیا تھا جیسا کہ اس امت نے کتاب خدا میں اختلاف کیا ہے اور جس وقت قائم آل محمد اس قرآن مجید کو لیکر آئیں گے جو ان کے پاس ہے تو اس میں بھی ایسا ہی اختلاف کریں گے یہاں تک کہ ان میں سے بعض آدمی اسکا قطعی انکار کر دیں گے اور ان حضرات کے حکم سے سب سے پہلے ان ہی کی گردن ماری جائے گی۔ (ترجمہ مقبول ص۔۲۷۹)

جبکہ اس کے برخلاف تمام مسلمانوں کا عقیدہ ہے کہ قرآن کریم اصلی شکل میں آنحضرت ﷺ کے دور سے لیکر آج تک مسلمانوں کے درمیان موجود ہے اور اہل بیت نے بھی یہی موجودہ قرآن کریم پڑھا اور پڑھایا ان کے پاس اور نیا کوئی قرآن نہیں ہے اس پر مستزاد یورپین محققین کی شہادتیں بھی موجود ہیں اور یہ کہنا کہ آل محمد کے پاس کوئی الگ قرآن کریم موجود ہے یہ خالص جھوٹ اور بد دیانتی اور کفر ہے۔ اہل سنت والجماعت کا قرآن کے بارے یہی عقیدہ ہے کہ یہ ایسی مقدس کتاب ہے کہ جس طرح نازل ہوئی آج تک اس میں ایک حرف کی بھی زیادتی نہیں ہوئی اور جو شخص اس کے خلاف عقیدہ رکھتا ہے وہ بالاتفاق اسلام سے خارج ہے۔ تحریف قرآن پر بحث سورۃ حجر میں آئے گی انشاء اللہ۔

﴿۱۱۱﴾ **جملہ مخلوق کی جزائے اعمال :** ہر شخص وفرقے اور مخلوق کو اپنے اپنے اعمال کے مناسب جزا سزا ملے گی۔ تاخیر عذاب سے یہ نہ سمجھو کہ اسے تمہارے اعمال کی خبر نہیں۔

﴿۱۱۲﴾ **فرائض خاتم الانبیاء و مؤمنین برائے استقامت علی الدین :** آپ ﷺ اور آپ کے متبعین استقامت پر ثابت قدم رہیں، اور اس کتاب کی تصدیق اور اس پر عمل نہ چھوڑیں اللہ تعالیٰ آپ کے اور مؤمنین کے حالات کا بھی مشاہدہ کر رہا ہے۔ تفسیر سراج المنیر میں ہے کہ یہ بطور تاکید کے فرمایا ہے کیونکہ آنحضرت ﷺ برابر استقامت پر قائم تھے، تو تاکید کی کہ ہمیشہ قائم رہنا جیسے نماز میں دعا کی جاتی ہے "اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ" اس کے یہی معنی ہیں کہ ہم کو صراط مستقیم پر قائم و ثابت رکھ۔

قاضی بیضاوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں استقامت عقائد واعمال دونوں کو شامل ہے۔ بعض اکابر سے مروی ہے کہ ہم نے آنحضرت ﷺ کو خواب میں دیکھا عرض کیا میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں آپ سے حدیث شریف روایت کی جاتی ہے کہ

آپ نے ارشاد فرمایا "شیبتنی ھود" یعنی مجھے سورۃ ھود نے بوڑھا کر دیا ہے تو آپ نے فرمایا وہ صحیح ہے، میں نے عرض کیا کہ کس آیت نے آپ نے فرمایا "فَاسْتَقِمْ كَمَآ اُمِرْتَ" واضح ہوا کہ یہ حدیث، سنن میں صحیح الاسناد مروی ہے۔ (مواہب الرحمٰن ص ۱۴۰ ج ۴)

﴿۱۱۳﴾ تنبیہ مؤمنین: اے مسلمانو! اعداء اسلام کی طرف بال برابر بھی نہ جھکو ان کی موالات مصاحبت، تعظیم و تکریم، مدح وثنا، ظاہری تشبہ، اشتراک عمل، ہر بات سے حسب طاقت بچتے رہو ورنہ تم بھی ظالموں جیسی سزا کے مستحق ٹھہرائے جاؤ گے۔

﴿۱۱۴﴾ فرائض خاتم الانبیاؑ و مؤمنین برائے نماز: اور صبح و شام بلکہ رات کا بھی کچھ حصہ عبادت الٰہی میں مصروف رہا کرو۔ اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ تمہاری نیکیاں برائیوں کو مٹا دیں گی۔ حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ لکھتے ہیں! کہ نیکیاں برائیوں کو کس طرح دور کرتی ہیں اس کی تین صورتیں ہیں ❶ نیکیاں کرنے والے کی برائیاں معاف کر دی جاتی ہیں۔ ❷ جو نیکیوں پر قائم رہتا ہے اس سے برائیوں کی عادت اور برائیوں کا شوق دور کر دیا جاتا ہے۔ ❸ جس ملک اور معاشرہ میں نیکیوں کا رواج ہو جاتا ہے یعنی نیکیوں کا اجتماعی جذبہ پیدا ہو جاتا ہے اس معاشرہ میں ہدایت کی روشنی پھیل جاتی ہے۔ لیکن ان تین صورتوں میں نیکیوں کا وزن برائیوں کے وزن سے زیادہ غالب ہونا چاہیے کیونکہ یہ قانون قدرت ہے کہ جتنا میل کچیل ہوا تنا ہی صابن ضروری ہے۔ (مستند موضح قرآن: ص۔ ۳۰۳)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے نزدیک دن کے دونوں کناروں سے فجر اور مغرب کی نمازیں مراد ہیں اور "زُلَفًا" سے عشاء کی نماز مراد ہے۔ حضرت حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں دن کے دونوں کناروں سے مراد فجر اور عصر کی نمازیں ہیں اور "زُلَفًا" سے مراد مغرب وعشاء ہیں۔ حضرت حسن بصری رحمہ اللہ کی اس تفسیر سے معلوم ہوتا ہے کہ ظہر وعصر کی اور مغرب وعشاء کی نمازیں بوقت ضرورت ایک ہی شمار کی جاتی ہیں۔ (مظہری: ص: ۱۲۴: ج۔ ۵) قرآن کریم اور کتب اہل سنت سے پانچوں نمازوں کے اوقات کی تعیین: نماز کا طریقہ رکعتیں اور پانچوں اوقات قرآن کریم کی نص قطعی سے اجمالاً اور احادیث سے نماز کے اول اور آخری وقت کے اعتبار سے تفصیلاً نص سے ثابت ہیں۔ اہل تشیع کا استدلال: اس آیت میں نماز کے تین وقتوں کا بیان ہے، ہمیں اس حقیقت کو قبول کرنا ہوگا کہ آج کے دور میں نماز کو پانچ وقتوں میں ادا کرنا کاریگروں، آفس میں کام کرنے والوں، اسٹوڈنٹ اور بہت سے لوگوں کے لیے دشواری کا باعث ہے۔ الخ جواب: اہل تشیع کی معتبر کتب سے ثابت ہے کہ امام جعفر صادقؒ نمازوں کے اوقات پانچ ہیں۔ تفصیل کے لیے وسائل الشیعہ ص ۱۱۵ ج ۳ طبع طہران ملاحظہ فرمائیں اور امام موسیٰ کاظم سے روایت، تہذیب الاحکام فی اوقات الصلوٰۃ وغیرہ وغیرہ میں دیکھیں۔ جواب ۲: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مختلف مقامات اور ایام میں جمع بین الصلوٰتین ثابت ہے مثلاً سفر میں اس کو جمع صوری کہتے ہیں۔ عرفات میں اور مزدلفہ میں دو نمازوں کا جمع کرنا اور حالت اقامت میں اپنے اپنے اوقات میں پانچ نمازوں کا قائم کرنا یہ سب طریقے آپؐ سے منقول ہیں اور اس پر شیعہ کا روزانہ کی نمازوں کو جمع کرنے کا قیاس کرنا قواعد واصول کے بالکل خلاف ہے۔ باقی رہی یہ بات کہ مختلف مشاغل کے لوگوں کے لیے ان پانچ اوقات میں سہولت نہیں پائی جاتی، تو یہ تو ان کے ائمہ کی تعلیمات کے بھی خلاف ہے چونکہ ان کی تعلیمات میں بھی پانچ اوقات نماز کا ذکر ہے، پانچ وقت کی نماز کو تین اوقات میں قائم کرنا، اور اس کا نام فقہ جعفریہ رکھنا اور استعمال کرنا غلط ہے یہ فقہ تو خود ساختہ باتوں کا مجموعہ ہے، جس کی نسبت امام جعفر صادق کی طرف کر دی گئی ہے یہ زرارہ ابو بصیر اینڈ کمپنی کی بنائی ہوئی ہے، اور دھوکہ سے اس پر مہر امام جعفر صادقؒ کی لگا دی گئی ہے۔ تفصیل مطولات میں دیکھیں۔

﴿۱۱۵﴾ فرائض خاتم الانبیاء: آپ صبر کریں اللہ تعالیٰ نیکوکاروں کا اجر ضائع نہیں کیا کرتا بلکہ اندازہ سے زائد دیتا ہے۔ اور مؤمن اللہ تعالیٰ کی عبادت وفرمانبرداری میں ثابت قدم رہیں اور کسی دکھ درد کی پرواہ نہ کریں تب اللہ تعالیٰ کی مدد ونصرت حاصل ہوگی۔

﴿۱۱۶﴾ امم سابقہ سے ذی فہم افراد کی نفی: اور جو امم مہلکہ کے قصص واخبار ہم نے بیان کیے ہیں کہ وہ عذاب الٰہی میں مبتلا

ہو کر تباہ ہوئے اُن میں کوئی ذی فہم لوگ نہ تھے جو دوسروں کو کفر و شرک سے منع کرتے، اور اُنکو فساد فی الارض کی ممانعت کرتے بلکہ اُن میں تھوڑے لوگ تھے جو منع کرتے۔ اور اکثر لوگ مال و متاع دنیا کے پیچھے پڑے رہے۔ اور فساد فی الارض کرتے رہے۔

﴿۱۱۷﴾ دستور خداوندی : جس بستی کے لوگ اپنی جہالت درست کرنے کی طرف متوجہ ہوں، نیکی کو رواج دیں ظلم و فساد کو روکیں تو اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کو کبھی عذاب میں مبتلا نہیں کرتے آنحضرت ﷺ نے "مُصۡلِحُوۡنَ" کی تشریح میں فرمایا کہ ہم انصاف کرنے والوں کو ہلاک نہیں کرتے مطلب یہ ہے کہ مصلح ہونا مانع عذاب ہے۔ صالح ہونا عذاب سے مانع نہیں ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ بڑی رحمت والا ہے اپنے حقوق سے درگزر فرما دیتا ہے مگر بندوں کے حقوق میں کہیں ٹکراؤ ہو تو معاف نہیں کرتا۔ اس لئے فقہاء کرام نے حقوق العباد کی ادائیگی کو قابل ترجیح قرار دیا ہے۔ ایک مشہور مقولہ ہے کہ حکومت شرک کے ساتھ تو باقی رہ جاتی ہے، ظلم کے ساتھ باقی نہیں رہتی۔ (مظہری، ص:۱۲۸، ج۔۵)

﴿۱۱۸، ۱۱۹﴾ حکمت خداوندی : اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو اپنی قدرت کاملہ سے جبراً سب لوگوں کو ایک دین پر جمع کر دیتا لیکن اب یہ لوگ دین کے خلاف مختلف طریقوں پر ہونگے اپنی اپنی مرضی سے ہمیشہ جدا ہی رہیں گے، اور کبھی ایک دین پر جمع نہیں ہوں گے، ہاں جن پر اللہ تعالیٰ کی رحمت ہوگی۔ تو وہ ہم خیال نظر آئیں گے۔ وَتَمَّتۡ كَلِمَةُ رَبِّكَ : اور آپ کے رب کی بات پوری ہوگئی "كَلِمَةُ" سے مراد اللہ تعالیٰ کا وہ حکم جو فرشتوں سے فرمایا تھا کہ نافرمان جنات اور انسانوں سے جہنم کو بھر دوں گا تا کہ مغضوبین پر اسکی صفت غضب ظاہر ہو۔

﴿۱۲۰﴾ وَكُلًّا نَّقُصُّ عَلَيۡكَ مِنۡ اَنۡۢبَآءِ الرُّسُلِ ...الخ امم سابقہ کے قصص کی حکمتیں و فوائد: مطلب یہ ہے کہ انبیاء سابقین علیہم السلام کے واقعات ہم آپ کی تسلی کے لئے سنایا کرتے ہیں، اور مؤمنین کے لیے اُن میں نصیحت ہے، گویا کہ ایک فائدہ نبی ﷺ کے لئے اور دوسرا امت کے لئے ہے۔ واللہ اعلم

علم غیب عطائی پر استدلال

چنانچہ مولوی محمد عمر صاحب لکھتے ہیں "وَكُلًّا نَّقُصُّ عَلَيۡكَ مِنۡ اَنۡۢبَآءِ الرُّسُلِ" (اور یا رسول اللہ ﷺ ہم نے آپ پر تمام رسولوں کی تھوڑی تھوڑی خبریں بیان کی ہیں) تا کہ کلام طویل نہ ہو جائے۔ اس آیت کریمہ سے صاف ظاہر ہے اور منکرین کا منہ اللہ تعالیٰ نے بند کر دیا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کو یہ علم تھا کہ میرے نبی ﷺ پر انبیاء کے علم کے متعلق معترض ہونگے اسی واسطے اللہ تعالیٰ نے "الرُّسُلِ" کو جمع بیان فرمایا اور اس جمع پر "ال" کو داخل کیا، جو عموم کا فائدہ دیتا ہے، پھر تمام شکوں کا رفع کرنے کے واسطے لفظ "کُلّ" کو داخل فرمایا تا کہ یہ بات واضح ہو جائے کہ اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کو کل رسولوں کا علم عطا فرمایا ہے۔ بعض جہال یہ اعتراض کرتے ہیں جو اپنی کم علمی کا ثبوت دیتے ہوئے کہتے ہیں کہ "مِنۡ اَنۡۢبَآءِ الرُّسُلِ" میں "مِنۡ" تبعیضیہ ہے۔ لیکن وہ بیچارے ایسے علم سے کورے ہیں کہ من تبعیضیہ "انباء" پر داخل ہے۔ "الرُّسُلِ" کا تعلق تو "کل" کے ساتھ ہے یعنی کل رسولوں کے تھوڑے تھوڑے واقعات آپ پر بیان کئے گئے ہیں۔ (بلفظہ مقیاس حنفیت: ص۔۳۹۶)

الجواب : آیت "وَكُلًّا نَّقُصُّ عَلَيۡكَ ...الخ" سے یہ ثابت کرنا کہ آنحضرت ﷺ کو کل رسولوں کے حالات بتا دیئے تھے قطعاً اور سراسر باطل اور قلت تدبر یا جہالت کا حیرت ناک مظاہرہ ہے۔

اولاً : اس لیے کہ یہ آیت سورۃ ہود کی ہے اور سورۃ نسا میں ہے "وَرُسُلًا لَّمۡ نَقۡصُصۡهُمۡ عَلَيۡكَ" سورۃ نساء جو اس کے

بعد مدینہ طیبہ میں نازل ہوئی ہے۔ اگر پہلی (ہود) کی آیات کا یہ مطلب ہو کہ ہم نے آنحضرت ﷺ کو تمام رسولوں کے حالات بتادیئے ہیں تو اس کے بعد مدینہ طیبہ میں یہ آیت کیوں نازل ہوئی کہ کئی رسول ایسے ہیں جن کے حالات ہم نے آپ کو نہیں بتائے، کیا اللہ تعالیٰ کو اپنا پہلا ارشاد یاد نہ رہا تھا کہ میں نے تو سب رسولوں کے حالات اپنے محبوب کو بتادیئے ہیں۔ پھر کیوں فرمایا کہ بعض رسولوں کے حالات آپ کو نہیں بتائے؟ العیاذ باللہ تعالیٰ، کیا خدا کے کلام قرآن کریم میں بھی تعارض اور تضاد کا احتمال ہے؟ حاشا وکلا ایسا مطلب خالص ایجاد بندہ اور تحریف قرآن ہے۔

ثانیاً : لفظ "کل" کا تعلق "الرُّسل" سے نہیں اور نہ لفظ "کل" "الرُّسل" کے لفظ پر داخل ہوا ہے، جیسا کہ مولوی محمد عمر صاحب نے اپنی جہالت کا ثبوت دیا ہے اور دوسروں کی بزعم خود کم علمی اور جہالت کا رونا رو رہے ہیں ان کو خود اپنی جہالت کا ماتم کرنا چاہیئے تھا اور یہ کہنا چاہیئے تھا کہ ع میں الزام ان کو دیتا تھا قصور اپنا نکل آیا۔

چند حوالجات ہم معتبر اور مستند حضرات مفسرین کرام کے عرض کرتے ہیں ملاحظہ فرمائیں۔ علامہ جلال الدین سیوطی (المتوفی ۹۱۱ھ) لکھتے ہیں : کہ "وَكُلًّا نُصِبَ بِنَقُصُّ وَتَنْوِيْنُهُ بَدَلٌ عَنِ الْمُضَافِ إِلَيْهِ أَيْ كُلَّ مَا يُحْتَاجُ إِلَيْهِ نَقُصُّ عَلَيْكَ مِنْ أَنْبَاءِ الرُّسُلِ مَا بَدَلٌ مِنْ كُلًّا مَا نُثَبِّتُ بِهِ فُؤَادَكَ نُطَمْئِنُ بِهِ فُؤَادَكَ قَلْبَكَ"۔ (جلالین: ص۔ ۱۸۹)

لفظ "كُلًّا" کو نصب "نقص" نے دی ہے اور لفظ "كُلًّا" میں تنوین مضاف الیہ کے عوض میں آئی ہے، یعنی ہر وہ خبر جس کی حاجت پڑتی ہے ہم پیغمبروں کی خبروں میں سے آپ کو بتاتے ہیں اور لفظ "ما" "كُلًّا" سے بدل ہے یعنی جس سے ہم آپ کے دل کو تسکین دیتے ہیں۔ اور علامہ بغوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں : کہ "مَعْنَاهُ وَكُلُّ الَّذِيْ يُحْتَاجُ إِلَيْهِ مِنْ أَنْبَاءِ الرُّسُلِ أَيْ مِنْ أَخْبَارِهِمْ وَمِنْ أَخْبَارِ أُمَمِهِمْ نَقُصُّ عَلَيْكَ"۔ (معالم التنزیل بر ابن کثیر: ج۱۱: ص۔ ۴۰۸)

اس کا مطلب یہ ہے کہ حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام اور ان کی امتوں کی خبروں میں سے ہر وہ خبر ہم آپ سے بیان کرتے ہیں جس کی حاجت اور ضرورت ہو۔ اور علامہ آلوسی الحنفی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: کہ "وَكُلًّا" أَيْ وَكُلَّ نَبَإٍ فَالتَّنْوِيْنُ لِلتَّعْوِيْضِ عَنِ الْمُضَافِ إِلَيْهِ الْمَحْذُوْفِ وَنَصْبُ "كُلّ" عَلٰى أَنَّهُ مَفْعُوْلٌ بِهِ لِقَوْلِهِ سُبْحَانَهُ "نَقُصُّ عَلَيْكَ" أَيْ نُخْبِرُكَ بِهِ وَقَوْلُهُ تَعَالٰى "مِنْ أَنْبَاءِ الرُّسُلِ" صِفَةٌ لِذٰلِكَ الْمَحْذُوْفِ لَا "لِكُلًّا" لِأَنَّهَا لَا تُوْصَفُ فِي الْفَصِيْحِ كَمَا فِيْ إِيْضَاحِ الْمُفَصَّلِ وَ "مِنْ" تَبْعِيْضِيَّةٌ وَقِيْلَ بَيَانِيَّةٌ وَقَوْلُهُ عَزَّ وَجَلَّ "مَا نُثَبِّتُ بِهِ فُؤَادَكَ" قِيْلَ : عَطْفُ بَيَانٍ "لِكُلًّا" بِنَاءً عَلٰى عَدَمِ اشْتِرَاطِ تَوَافُقِ الْبَيَانِ وَالْمُبَيَّنِ تَعْرِيْفًا وَتَنْكِيْرًا وَالْمَعْنٰى هُوَ مَا نُثَبِّتُ بِهِ ... الخ (روح المعانی: ج۱۲: ص۔ ۴۹۵)

كُلًّا : میں تنوین مضاف الیہ کے عوض میں ہے، اور وہ لفظ "نبأ" ہے اور "کلا" کی نصب اس لیے ہے کہ وہ "نقص" کا مفعول بہ ہے، یعنی ہم آپ کو خبر دیتے ہیں۔ اور "مِنْ أَنْبَآءِ الرُّسُلِ" اس محذوف کی صفت ہے "کلا" کی صفت نہیں ہے۔ کیونکہ ایضاح شرح مفصل میں لکھا ہے کہ فصیح استعمال یہ ہے کہ کل موصوف نہیں واقع ہوتا، اور "من" تبعیضیہ ہے، اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ بیانیہ ہے اور "مَا نُثَبِّتُ بِهِ فُؤَادَكَ" کہا گیا ہے کہ عطف بیان ہے بایں وجہ کہ بیان اور مبین میں تعریف اور تنکیر کی مطابقت شرط نہیں ہے۔ اور معنی یہ ہے کہ ہر وہ خبر ہم آپ کو بتاتے ہیں جس سے آپ کے دل کو تسکین دیں۔ اور اس آیت کی مزید تفسیر کے لئے جامع البیان : ص:۱۸۷ ؛ کمالین: ص:۱۸۹؛ مدارک: ج:۲: ص:۲۰۹؛ ابن کثیر : ج ۲: ص ۶۵۴؛ بیضاوی: ج ۱: ص ۳۸۹؛ وغیرہ کی طرف مراجعت کریں۔

ہمارا مقصد حوالوں کا استیعاب نہیں ہے بلکہ صرف احقاق حق اور ابطال باطل کے لیے بطور نمونہ چند ضروری حوالے درج کردیئے گئے ہیں اور اس لحاظ سے نہ تو لفظ "کل" کا تعلق "الرُّسُلِ" سے ہے اور نہ یہ اس پر داخل ہے۔ معنی یہ ہیں کہ ہم پیغمبروں اور رسولوں کی خبروں میں سے ہر وہ خبر آپ کو بتاتے ہیں جس سے آپ کے دل کو ہم مطمئن کردیں۔ نہ تو اس میں سب رسولوں کے حالات کا علم ہے اور نہ ان کی خبروں کا۔ (تفصیل کے لئے ازالۃ الریب دیکھیں)

﴿۱۲۱﴾ تنبیہ منکرین : ایمان نہ لانے والوں سے یہ کہہ دیجئے کہ اگر نہیں مانتے تو اپنے طریقے پر چلے جاؤ۔ دیکھ لوگے آئندہ کیا نتائج نکلتے ہیں۔ ﴿۱۲۲﴾ نتیجہ اعمال : تم بھی انتظار کرو ہم بھی فیصلہ الٰہی کے منتظر رہیں گے۔

﴿۱۲۳﴾ حصر علم الغیب فی ذات باری تعالیٰ : اللہ تعالیٰ آسمان اور زمین اور ان میں بسنے والوں کے تمام حالات سے آگاہ ہے فیصلہ اسی کے قبضہ میں ہے اسی کی عبادت کیجئے، اس آیت میں ظرف (للہ) کی تقدیم حصر کیلئے ہے اور مطلب یہ ہے کہ آسمان وزمین کے کل مخفیات کا علم صرف اللہ تعالیٰ ہی کو ہے اور بس اسی کی یہ شان ہے کہ زمین وآسمان کی کوئی مخفی چیز اس کے علم محیط سے باہر نہیں۔ متعدد حضرات مفسرین کرام رحمہم اللہ نے اس کی تصریح کی ہے کہ اس میں ظرف (للہ) کی تقدیم حصر اور اختصاص کے لئے ہے۔ چنانچہ علامہ علی بن محمد الخازن رحمہ اللہ الشافعی رحمہ اللہ اور علامہ نسفی رحمہ اللہ اور علامہ خطیب شربینی رحمہ اللہ اور علامہ معین بن صفی رحمہ اللہ اور علامہ قاضی ناصر الدین ابو سعید عبداللہ بن عمر البیضاوی رحمہ اللہ اس آیت کے اس حصہ کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ :"خَاصَّةً لَا يَخْفٰى عَلَيْهِ خَافِيَةٌ فِيْهِمَا"۔ (خازن: ص:۲۱۲،ج:۱؛ مدارک:۱۶۱،ج:۲؛ السراج المنیر:۸۵،ج:۲؛ جامع البیان: ص:۱۸۷،ج:۱؛ تفسیر بیضاوی: ص:۳۳۹،ج:۱؛ الفظلہ)

اور صرف اللہ تعالیٰ ہی کو آسمان اور زمین کا غیب ہے یہ اسی کے ساتھ خاص ہے اور زمین وآسمان کی کوئی پوشیدہ چیز اس پر مخفی نہیں۔

وَتَوَكَّلْ عَلَيْهِ: جملہ معترضہ : اسی پر بھروسہ رکھئے وہ تم سب کے مخلصانہ اعمال سے باخبر ہے۔ علامہ بغوی لکھتے ہیں کہ کعب فرماتے ہیں کہ توراۃ کا خاتمہ اسی آیت پر ہوا ہے جس پر سورۃ ھود کا ہو رہا ہے۔ (معالم التنزیل: ص:۴۳۳،ج۔۲)

الحمد للہ آج بروز جمعرات بعد نماز ظہر بتاریخ ۲۰۰۴،۷،۱۵ کو سورۃ ہود کی تفسیر ختم ہوئی اور نظر ثانی مسجد نبوی شریف میں ہوئی اللہ پاک قبولیت سے نوازے۔ ﴿آمین﴾

وصلی اللہ علی خیر خلقہ محمد وآلہ واصحابہ اجمعین
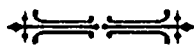
بسم اللہ الرحمن الرحیم

سورۃ یوسف

نام اور کوائف : اس سورۃ کا نام سورۃ یوسف ہے جو اس سورۃ کی آیت نمبر ۴ میں موجود ہے اسی سے اس سورۃ کا نام یوسف رکھا ہے قاضی بیضاوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں یہ سورۃ مکی دور میں نازل ہوئی ہے۔

یہ سورۃ ترتیب تلاوت میں بارہویں نمبر پر ہے اور ترتیب نزول کے اعتبار سے ۵۳ نمبر پر ہے اس سورۃ کے ۱۲ رکوع ۱۱۱ آیت ہیں۔

امتیاز سورۃ : اس سورۃ میں صرف ایک نبی حضرت یوسف علیہ السلام کا ذکر ہے جب کہ قرآن کریم میں مختلف انبیاء کے واقعات کئی مقامات پر موجود ہیں۔ اسکی وجہ یہ ہے کہ یہ واقعہ لوگوں کے فرمائش پر نازل ہوا ہے، اس لئے ایک جگہ پر مذکور ہے۔ اور اسی طرح اصحاب کہف اور ذوالقرنین کا واقعہ بھی لوگوں کی فرمائش پر نازل ہوا ہے وہ بھی مکرر بیان نہیں کیا۔ اس سورۃ میں حضرت یوسف علیہ السلام کا واقعہ تفصیل سے بیان کیا گیا ہے اور یہ واقعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حال سے زیادہ مشابہت رکھتا ہے، اور چند مشابہات درج ذیل ہیں!

مشابہت ❶ حضرت یوسف علیہ السلام کی نبوت کا آغاز رؤیائے صالحہ سے ہوا جس کا ذکر آگے آتا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا آغاز بھی رؤیائے صالحہ سے ہوا۔

❷ حضرت یوسف علیہ السلام پر ان کے بھائیوں نے حسد کیا، اور مختلف تکلیفیں پہنچائیں بالآخر غلبہ حضرت یوسف علیہ السلام کو ہوا، اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو قریش مکہ نے شدید تکلیفیں پہنچائیں بالآخر غلبہ اللہ پاک نے آپ کو فتح مکہ کی صورت میں دیا۔

❸ جس طرح حضرت یوسف علیہ السلام نے بھائیوں کو معاف کر دیا تھا، اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے دن قریش کو معاف کر دیا تھا۔

❹ جس طرح حضرت یوسف علیہ السلام معاف کرنے کے بعد زبان پر شکوہ شکایت نہیں لائے، اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی کوئی شکوہ اور شکایت نہیں کیا۔ ❺ جس طرح یوسف علیہ السلام نے بھائیوں کے ساتھ سلوک واحسان کیا اور ان کا مالی تعاون کیا۔ اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قریش مکہ کے ساتھ سلوک واحسان فرمایا اور غنائم حنین سے بطور تالیف قلب سو سو اونٹ عطا فرمائے۔

ربط آیات ① گزشتہ سورۃ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت ورسالت کے اثبات کے لئے مختلف انبیاء کے واقعات بیان ہوئے ہیں۔ اب اس سورۃ میں آپکی نبوت ورسالت کی تائید کے لئے حضرت یوسف علیہ السلام کی تفصیلی داستان مذکور ہے۔

② گزشتہ سورۃ کی ابتداء میں صداقت قرآن کا ذکر تھا۔ "کما قال تعالیٰ کِتٰبٌ اُحْکِمَتْ ... الخ اب اس سورۃ کی ابتداء میں بھی صداقت قرآن کا ذکر ہے۔ "کما قال تعالیٰ تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ ... الخ

③ گزشتہ سورۃ کی ابتداء میں صداقت قرآن کا ذکر تھا۔ کمامر۔ اس سورۃ کے آخر میں بھی صداقت قرآن کا ذکر ہے۔ کما قال تعالیٰ مَا كَانَ حَدِيْثًا يُّفْتَرٰى ... الخ (آیت۔۱۱۱)

④ اس سورۃ کی ابتداء میں بھی صداقت قرآن کا ذکر ہے اور اس سورۃ کے آخر میں بھی صداقت قرآن کا ذکر ہے۔ کما لایخفیٰ۔

موضوع سورۃ : آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مستقبل کے متعلق پیشینگوئی بضمن داستان یوسف علیہ السلام۔

خلاصہ سورۃ : صداقت قرآن، تفصیلی داستان حضرت یوسف علیہ السلام اور ان کے پندرہ احوال، توحید خداوندی کا مضمون اور اضلال پر وعید، رسالت کی بحث اور منکرین کے نتائج وغیرہ۔ واللہ اعلم

سورۃ یوسف مکیۃ وھی مائۃ واحد عشر آیۃ واثنا عشر رکوعا

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع کرتا ہوں اللہ تعالیٰ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم کرنے والا ہے

الٓرٰ تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ ﴿۱﴾ اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ قُرْءٰنًا عَرَبِيًّا لَّعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ﴿۲﴾ نَحْنُ نَقُصُّ

الرٰ یہ آیتیں ہیں کھول کر بیان کرنے والی کتاب کی ﴿۱﴾ بیشک ہم نے اتارا ہے اس قرآن کو عربی زبان میں تا کہ تم سمجھ لو ﴿۲﴾ ہم بیان کرتے ہیں تجھ پر

عَلَيْكَ اَحْسَنَ الْقَصَصِ بِمَآ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ هٰذَا الْقُرْاٰنَ ۖ وَاِنْ كُنْتَ مِنْ قَبْلِهٖ لَمِنَ

بہت اچھی طرح بیان کرنا اس واسطے کہ ہم نے وحی کی ہے آپکی طرف اس قرآن کو اور بیشک (شان یہ ہے کہ) تھے آپ اس سے پہلے البتہ

الْغٰفِلِيْنَ ﴿۳﴾ اِذْ قَالَ يُوْسُفُ لِاَبِيْهِ يٰٓاَبَتِ اِنِّيْ رَاَيْتُ اَحَدَ عَشَرَ كَوْكَبًا وَّالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ

ناواقفوں میں سے ﴿۳﴾ (اس واقعہ کو دھیان میں لاؤ) جب کہا یوسف علیہ السلام نے اپنے والد سے اے میرے باپ بیشک میں نے خواب میں دیکھا ہے گیارہ ستارے اور سورج اور چاند

رَاَيْتُهُمْ لِيْ سٰجِدِيْنَ ﴿۴﴾ قَالَ يٰبُنَيَّ لَا تَقْصُصْ رُءْيَاكَ عَلٰٓى اِخْوَتِكَ فَيَكِيْدُوْا لَكَ كَيْدًا ۖ

میں نے ان کو دیکھا ہے اپنے سامنے سجدہ ریز ہوتے ہوئے ﴿۴﴾ کہا انہوں نے اے بیٹے مت بیان کرنا اپنے اس خواب کو اپنے بھائیوں کے آگے پس وہ تیری ضرر رسانی کیلئے

اِنَّ الشَّيْطٰنَ لِلْاِنْسَانِ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ﴿۵﴾ وَكَذٰلِكَ يَجْتَبِيْكَ رَبُّكَ وَيُعَلِّمُكَ مِنْ تَاْوِيْلِ

تدبیر کریں گے بیشک شیطان انسان کیلئے کھلا دشمن ہے ﴿۵﴾ اور اسی طرح برگزیدہ بنائے گا تجھ کو تیرا پروردگار اور سکھائیگا تجھ کو تاویل الاحادیث (باتوں کا ٹھکانے

الْاَحَادِيْثِ وَيُتِمُّ نِعْمَتَهٗ عَلَيْكَ وَعَلٰٓى اٰلِ يَعْقُوْبَ كَمَآ اَتَمَّهَا عَلٰٓى اَبَوَيْكَ مِنْ قَبْلُ

لگانے کا طریقہ) اور پورا کریگا اپنی نعمت کو تجھ پر اور آل یعقوب پر بھی جیسا کہ اس کو پورا کیا اس نے تیرے باپ دادوں پر اس سے پہلے یعنی ابراہیم اور

اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْحٰقَ ۭ اِنَّ رَبَّكَ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴿۶﴾

اسحاق علیہما السلام پر بیشک تیرا پروردگار جاننے والا اور حکمت والا ہے ﴿۶﴾

خلاصہ رکوع ❶ صداقت قرآن و تمہید داستان حضرت یوسف علیہ السلام لسان قرآن، آغاز داستان سے اثبات رسالت خاتم الانبیاء، نفی علم غیب از خاتم الانبیاء، حال۔ا۔حضرت یوسف علیہ السلام کا مکالمہ، برائے خواب، جواب مکالمہ برائے احتیاطی تدبیر، مکالمہ یعقوب علیہ السلام برائے دیگر انعامات، نفی علم غیب از یوسف علیہ السلام۔ ماخذ آیات ۱: تا ۶ +

شان نزول : حضرات مفسرین رحمہم اللہ نے اس سورۃ کے شان نزول میں کئی روایات نقل کی ہیں سب کے ملانے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہود نے مشرکین مکہ کے ذریعہ سے امتحاناً یہ سوال کیا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان کی اولاد تو ملک شام میں رہتے تھے مصر میں کیسے پہنچ گئے؟ اس کے جواب میں یہ سورۃ نازل ہوئی جو عجیب و غریب بصائر و عبر پر مشتمل ہے اور ان کا جواب ہے کہ اولاد ابراہیم شام سے چل کر کس طرح مصر آباد ہوئی۔ (کبیر، ص:۱۶۰، ج۔۱۸)

﴿۱﴾ صداقت قرآن و تمہید داستان : قرآن کریم کا من جانب اللہ ہونا برحق ہے، جو قرآن کریم کی صداقت کی روشن دلیل ہے، اور یہ کتاب جن احکام و نصائح پر مشتمل ہے وہ نہایت واضح اور روشن ہیں۔

﴿۲﴾ لسان قرآن : ہم نے اس کتاب کو عربی میں نازل کیا تا کہ آسانی سے اسے سمجھ لو، اس کی وجہ یہ ہے کہ تم خود عربی ہو اور آنحضرت ﷺ کی قوم ہو سب سے پہلے اس کتاب کے علوم و معارف اپنی قومی زبان میں چکھو پھر دوسروں کو چکھاؤ اور اس فصیح بلیغ اور وسیع اور پرشوکت زبان کا انتخاب اس لئے بھی ہوا تا کہ تم یہ اعتراض نہ کر سکیں کہ ہم اس زبان کو سمجھ نہیں سکتے جس میں قرآن نازل ہوا ہے بس اب تم پر اتمام حجت قائم ہے اور راہ فرار کے تمام دروازے بند ہو گئے۔

فَائِدَۃ : "قُرْءٰنًا عَرَبِيًّا" کی ترکیبی حیثیت: "قُرْءٰنًا" حال ہے "اَنْزَلْنٰهُ" کی "ہ" ضمیر سے اور "عَرَبِيًّا" صفت ہے۔ (اعراب القرآن و بیانہ: ص:۵۰۰: ج۔۳)

قُرْءٰنًا : مصدر ہے اور "قرأ یقرأ" سے مشتق ہے جس کے معنی جمع کرنے کے ہیں پھر یہ لفظ، پڑھنے کے معنی میں استعمال ہونے لگا ہے اس میں حروف اور کلمات کو جمع کیا جاتا ہے۔ (مفردات القرآن: ص۔۴۴۱)

﴿۳﴾ آغاز داستان حضرت یوسف سے اثبات رسالت خاتم الانبیاء : ہم آپ کو ایک نہایت عمدہ قصہ سناتے ہیں جس سے آپ کو آئندہ کے متعلق اپنی کامیابی و سرفرازی کا یقین ہو جائے گا۔ اَحْسَنَ الْقَصَصِ: بعض علماء نے اس قصہ کو احسن القصص اس لئے فرمایا کہ یہ قصہ جن آدمیوں کا ہے وہ سب آدمیوں میں احسن اور اجمل تھے اور بعض نے کہا ہے احسن القصص کے معانی اعجب القصص کے ہیں یعنی یہ قصہ بہت ہی عجیب ہے۔ علامہ آلوسی رحمہ اللہ لکھتے ہیں اس لئے احسن القصص ہے کہ اس میں حاسد و محسود، مالک و مملوک، شاہد و مشہود عاشق و معشوق قید و رہائی، قحط و خوشحالی، گناہ اور عفو، فراق و وصال، بیماری و صحت، حل و ارتحال، عزت و ذلت کا بیان ہے۔

فَائِدَۃ : "بِمَآ اَوْحَيْنَآ" میں "ما" مصدریہ ہے۔ (اعراب القرآن و بیانہ: ص:۵۰۰ ج۔۳)

وَاِنْ كُنْتَ ...الخ نفی علم غیب از خاتم الانبیاء : اور آپ ہمارے بیان کرنے سے پہلے اس داستان کی خبر نہ رکھتے تھے، کیونکہ نہ کوئی کتاب پڑھی تھی، اور نہ کسی صاحب کتاب سے علم حاصل کیا تھا، اور عوام میں ایسی کامل صحت کیساتھ یہ واقعہ مشہور بھی نہ تھا، پس وحی کے ذریعے آپ کو اس داستان کی خبر دی۔

﴿۴﴾ حال ❶ حضرت یوسف کا مکالمہ برائے خواب : یہاں سے احسن القصص کا بیان شروع ہوتا ہے جس میں حضرت یوسف علیہ السلام کے پندرہ احوال کی تشریح و توضیح بیان کی گی ہے، جس کی ابتداء ایک رؤیا صالحہ سے ہوئی، حضرت یوسف علیہ السلام نے رؤیا صالحہ کی داستان اس طرح بیان کی کہ مجھے گیارہ ستارے سورج اور چاند سجدہ کر رہے ہیں۔ حضرات مفسرین فرماتے ہیں کہ گیارہ ستاروں سے مراد حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائی ہیں۔ اور سورج اور چاند سے مراد ان کے والد یا خالہ ہیں، اور سجدہ سے مراد یہ ہے کہ وہ ایک دن ان کے سامنے جھکیں گے۔ حضرت یعقوب علیہ السلام خواب کے سنتے ہوئے اس کی تعبیر سمجھ گئے کہ یہ خواب انکی رفعت و عظمت اور علوشان پر مبنی ہے۔

﴿۵﴾ جواب مکالمہ برائے احتیاطی تدبیر : حضرت یعقوب علیہ السلام نے از راہ شفقت اور احتیاطی تدبیر اختیار کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ خواب بھائیوں کو نہ بتانا۔ کیونکہ وہ در پردہ حسد کریں گے۔

حضرت یوسف علیہ السلام کے خواب بتانے سے استخراج مسائل : حضرت یوسف علیہ السلام کا یعقوب علیہ السلام کو خواب بتانے میں دو مسئلے واضح ہوئے۔ ایک مسئلہ تو یہ ہے کہ اس میں حضرت یعقوب علیہ السلام کیلئے تسلی ہے کہ وہ فراست و بصیرت نبوی سے سمجھ گئے کہ مجھ سے یوسف علیہ السلام جدا ہوں گے۔ دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام مختار کل اور نفع و نقصان کے مالک نہیں، جب انہوں نے فرمایا کہ بھائیوں کو خواب نہ بتانا ورنہ وہ تیرے خلاف در پردہ تدبیر کریں گے جب انہوں نے تدبیر کی تو حضرت یعقوب علیہ السلام اپنی تدبیر سے اللہ کی تقدیر کو ٹال نہیں سکے۔

برادران یوسف علیہ السلام حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائی دو قسم کے تھے۔۱۔ سوتیلے۔۲۔ حقیقی: اور حقیقی بھائی کا نام بنیامین ہے۔

سوال: حضرت یعقوب علیہ السلام نے فرمایا خواب بھائیوں کو نہ بتانا سگے بھائی کا استثناء کیوں نہیں کیا؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ سگا بھائی فرحت وخوشی سے دوسرے بھائیوں کو بتا دیتا تو وہ حسد کرتے "فَيَكِيدُوا لَكَ كَيْدًا" وہ تیرے لئے کوئی نہ کوئی فریب بنادیں گے کیونکہ دنیوی نظام ماتحت الاسباب چلتا ہے تاکہ آپ پر ان کے حسد کی وجہ سے مصائب نہ آئیں۔

مولوی محمد عمر کا علم غیب پر استدلال: چنانچہ وہ لکھتے ہیں کہ یعقوب علیہ السلام نے یوسف علیہ السلام کو کنویں میں گرنے سے پہلے ہی "مافی الغد" کا ارشاد فرمایا: "فیکید والك کیدًا" کہ تجھ سے تیرے بھائی حیلہ کریں گے "فیکیدوا" صیغہ استقبال فرما کر قبل از وقت علم غیب کی اطلاع دی (مقیاس الحنفیت: ص ۳۳۱)

جواب: مولوی محمد عمر صاحب ہی انصاف سے فرمائیں ❶ کیا حضرت یعقوب علیہ السلام نے کنویں میں گرنے سے پہلے، کنویں میں گرنے کی اطلاع دی تھی؟ ❷ اور کیا حضرت یوسف علیہ السلام کنویں میں گرے تھے، یا گرائے گئے تھے؟ ❸ اور بیٹوں نے مشورہ کر کے جب باپ سے حضرت یوسف علیہ السلام کو ساتھ لے جانے کا تقاضا کیا تھا تو حضرت یعقوب علیہ السلام نے (معاذ اللہ) خلاف واقعہ بات کیوں فرمائی کہ مجھے بھیڑیئے کا خوف ہے؟ ❹ یہ کیوں نہ فرمادیا کہ مجھے یوسف کے (بقول مولوی محمد عمر صاحب) کنویں میں گر جانے کا خطرہ ہے؟ ❺ اور پھر ان کو اس کنویں سے کیوں نہ نکال لائے؟ ❻ اور عجیب بات ہے کہ پہلے تو حضرت یعقوب علیہ السلام قبل از وقت علم غیب کی اطلاع دیتے ہیں مگر عین وقت پر جب کہ حضرت یوسف کو کنویں میں ڈالنے کے لئے بھائی حیلہ کر کے ان کو ساتھ لے جارہے ہیں تو اس وقت ان کو کوئی علم غیب نہیں ہوا، ❼ کیا انہوں نے نبی اور باپ اور بڑا ہو کر عمداً یہی جائز اور روا سمجھا کہ ان کو کنویں میں ڈال دیا جائے؟ (العیاذ باللہ تعالیٰ) مولوی محمد عمر صاحب کو کچھ تو فرمانا چاہیے کہ قصہ کیا ہے؟

﴿۶﴾ **یعقوب علیہ السلام کا مکالمہ برائے دیگر انعامات:** جس طرح اللہ تعالیٰ نے تمہیں خواب میں سرفرازی عطا فرمائی ہے، اسی طرح دنیا میں بھی سرفرازی عطا فرمائے گا، اور تمہیں تعبیر رؤیا کا علم سکھائے گا، اور ان خوابوں کے ذریعے اشارات غیب سے زندگی میں آنے والے واقعات کے ذریعہ پیش نشیب وفراز کو سمجھ سکیں گے، تمہیں عہد نبوت عطا فرمائیں گے، اور اس کے علاوہ دیگر نعمتیں بھی تم پر اور یعقوب کے گھرانے پر پورا کریں گے جیسا کہ اس سے پہلے تیرے باپ دادا ابراہیم اور اسحاق علیہما السلام پر پوری کر چکے ہیں، یہاں حضرت یعقوب نے اپنا نام حضرت ابراہیم اور حضرت اسحاق علیہما السلام کے ساتھ تواضعاً ذکر نہیں کیا۔

يُعَلِّمُكَ ...الخ نفی علم غیب از یوسف علیہ السلام: اور اللہ تعالیٰ خوابوں کی تعبیر کا علم دے گا، اس سے واضح معلوم ہوا کہ حضرت یوسف علیہ السلام علم غیب نہیں جانتے تھے۔

برادران یوسف علیہ السلام نبی تھے یا نہیں؟ برادران یوسف علیہ السلام کے بارے میں اختلاف ہے کہ آیا وہ نبی تھے یا نہیں؟ ایک گروہ کہتا ہے کہ وہ نبی تھے۔ دوسرا گروہ کہتا ہے کہ وہ نبی نہ تھے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی موقوف حدیث سے پہلے گروہ کی تائید ہوتی ہے، وہ فرماتے ہیں کہ یوسف علیہ السلام کے گھرانے کے کل افراد جو کنعان اور فلسطین سے مصر آئے تین سو نوے تھے جن میں بچے بوڑھے مرد اور عورتیں بھی شامل تھیں۔ "رجالهم انبياء ونساءهم صديقات"۔

(مستدرک، ص:۵۷۲، ج:۲: قال الحاکم صحیح والذہبی صحیح)

اور حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام کے خواب اور اس کی تعبیر میں چالیس سال کا وقفہ تھا۔
(مستدرک، ص: ۹۶ ۳ ج ۲ص قال الحاکم رحمہ اللہ والذہبی رحمہ اللہ)

خواب کی حقیقت

خواب تین قسم پر ہے۔ ❶ حدیث نفس: یعنی دل کی باتیں اس کا مطلب یہ ہے کہ جو انسان دن میں جس کام میں مشغول ہو رات کو وہی خواب میں نظر آئے۔ ❷ اضغاث احلام: پریشان خواب۔ یعنی نفس اور شیطان کے القاء سے جو چیزیں خواب میں دکھائی دیں وہ اضغاث احلام ہیں۔ احتلام بھی اسی قبیل سے ہے۔ یہ دونوں قسمیں فاسد ہیں انکی کوئی تاویل اور تعبیر نہیں۔ ❸ رؤیا صالحہ: یعنی درست خواب جو وساوس شیطانی اور ہواجس نفسانی سے پاک ہوں ایسے خواب سچے ہوتے ہیں، اور تعبیر کے محتاج ہوتے ہیں ایسے خواب کو حدیث میں رؤیا صالحہ اور جزء نبوت بتلایا گیا ہے۔

تعبیر خواب

تعبیر خواب کبھی تو الہام یزدانی اور القاء ربانی سے ہوتی ہے جیسا کہ "وَيُعَلِّمُكَ مِنْ تَأْوِيلِ الْأَحَادِيثِ" میں تعبیر سے مراد جو تعلیم ربانی اور القاء رحمانی سے ہو ایسی تعبیر قطعی اور یقینی ہوتی ہے۔ اور کبھی خواب کی تعبیر عقل سلیم اور خداداد فہم وفراست سے ہوتی ہے اس میں کبھی خطاء اور لغزش بھی ہو جاتی ہے۔ (محصلہ معارف القرآن از مولانا کاندھلوی رحمہ اللہ)

خواب کس سے بیان کرے؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے اچھا خواب اللہ کی طرف سے ہے اور برا شیطان کی جانب سے پس جب کوئی شخص پسندیدہ خواب دیکھے تو اسے صرف اس شخص سے بیان کرے جس سے محبت واعتقاد ہے، اور جب مکروہ خواب دیکھے تو حق تعالیٰ سے اس خواب کے شر اور شیطان کے فتنہ سے پناہ مانگے اور یہ بھی مناسب ہے، کہ بقصد دفع شیطان اپنی بائیں جانب تین بار تھتکار دے، اور کروٹ بھی تبدیل کرلے اور ایسا خواب کسی سے بیان نہ کرے، اس حالت میں برا خواب کوئی ضرر نہ دے گا۔

(رواہ البخاری ومسلم مشکوٰۃ شریف: ص ۳۹۴ ج ۲)

ضرر نہ کرنے کا مطلب یہ ہے کہ حق تعالیٰ نے افعال مذکورہ کو رنج وغم سے محفوظ رہنے کا سبب گردانا ہے جیسے کہ صدقہ کو تحفظ مالی اور دفع بلیات کا ذریعہ بتایا ہے۔

مولوی محمد عمر کا حضرت یعقوب علیہ السلام کے علم غیب پر استدلال: اس آیت کے ذیل میں لکھتے ہیں کہ اس آیت کریمہ سے ثابت ہوا کہ یعقوب علیہ السلام نے یوسف علیہ السلام کے متعلق تین بڑے امور "ماذا تکسب غدا" کے علوم غیب کی اطلاع دی۔

❶ یوسف علیہ السلام کا دوسرے بھائیوں سے برگزیدہ ہونا۔ یعنی بادشاہی ملنا اور بھائیوں کا ماتحت ہونا۔ ❷ تعبیر رؤیا کا علم جو ابھی یوسف علیہ السلام کو حاصل نہیں تھا اللہ کے پاس ہے یا لوح محفوظ میں "ویعلمك من تاویل الاحادیث" سے اس علوم الٰہیہ کی غیبی خبر دینا ❸ "ویتم نعمته علیك" سے یوسف علیہ السلام کی نبوت کی خوش خبری دنیا یہ بھی "مافی الغد" کا علم ہے، اور آل یعقوب فرما کر "مافی الارحام" کے علم سے خبردار فرمایا یہ ہیں خداوند کریم کے "ماذا تکسب غدا" اور "مافی الارحام" کے پاس شدہ نبی جن کو تم محض خدا کا ہی خاصہ ثابت کر رہے تھے اور انبیاء علیہم السلام کی ذات سے ان علوم خمسہ کا ہونا بالکل محال سمجھتے تھے۔

(مقیاس حنفیت: ص۔ ۳۳۲)

جواب: حضرت یعقوب علیہ السلام جو کچھ فرمایا وہ سب اپنی جگہ برحق اور صحیح ہے جیسا کہ اوپر تفسیر میں گزر چکا ہے البتہ مولوی محمد عمر نے اپنی جہالت یا خیانت کا واضح ثبوت پیش کر کے علم غیب یا علم "مافی الغد" یا "علم مافی الارحام" کو کشید کیا ہے تو عرض یہ

ہے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام کے اس ارشاد کے کئی سال بعد جب ان کے بیٹے حضرت یوسف علیہ السلام کو کنویں میں ڈالنے کا پروگرام تیار کرتے ہیں تو ایک دن پہلے ان کو "ما فی الغد" کا یہ علم نہیں ہوتا کہ کل میرے لخت جگر اور نور نظر حضرت یوسف علیہ السلام کے ساتھ کیا پیش آئے گا؟ اور بیٹوں کے منصوبہ کرنے سے ایک دن پہلے یہ نہیں جانتے کل میرے بیٹے کے ساتھ کیا سازش تیار کریں گے؟ جب "ما فی الغد"، قریب کا علم نہیں تو بعید کا کہاں سے ہوگا؟ اور اسی طرح جیسا کہ آگے آئے گا ایک لطیف حیلہ سے حضرت یوسف علیہ السلام نے جب بنیامین کو اپنے پاس رکھا اور اس سلسلہ میں جو کچھ واقعات پیش آئے قبل از وقت ان کا بھی کوئی علم حضرت یعقوب علیہ السلام کو نہ تھا کیا یہ واقعات مولوی محمد عمر کے نزدیک "ما فی الغد" میں داخل نہیں؟ اور ان کی پوری تفصیلات حضرت یعقوب علیہ السلام کو حاصل تھیں؟ اگر تھیں تو کس دلیل سے؟ باقی "ما فی الارحام" کی تفصیل سورۃ لقمان آیات: ۳۴ میں آئے گی۔

لَقَدْ كَانَ فِي يُوسُفَ وَإِخْوَتِهِ آيَاتٌ لِلسَّائِلِينَ ۝٧ إِذْ قَالُوا لَيُوسُفُ وَأَخُوهُ أَحَبُّ

البتہ تحقیق حضرت یوسف علیہ السلام اور ان کے بھائیوں کے واقعہ میں نشانیاں ہیں سوال کرنیوالوں کیلئے ﴿۷﴾ جبکہ انہوں نے کہا البتہ یوسف اور اسکا بھائی زیادہ

إِلَىٰ أَبِينَا مِنَّا وَنَحْنُ عُصْبَةٌ إِنَّ أَبَانَا لَفِي ضَلَالٍ مُبِينٍ ۝٨ اقْتُلُوا يُوسُفَ أَوِ اطْرَحُوهُ

پسندیدہ اور پیارہ ہے ہمارے باپ کے سامنے ہم سے حالانکہ ہم ایک طاقتور گروہ ہیں بیشک ہمارا باپ البتہ صریح غلطی پر ہے ﴿۸﴾ قتل کر ڈالو یوسف علیہ السلام کو یا پھینک دو اس کو

أَرْضًا يَخْلُ لَكُمْ وَجْهُ أَبِيكُمْ وَتَكُونُوا مِنْ بَعْدِهِ قَوْمًا صَالِحِينَ ۝٩ قَالَ قَائِلٌ مِنْهُمْ لَا

کسی سرزمین میں تاکہ خالی ہو جائے تمہارے لئے تمہارے باپ کی توجہ اور ہو جاؤ تم اس کے بعد اچھے لوگ ﴿۹﴾ کہا ایک کہنے والے نے ان میں سے مت قتل کرو

تَقْتُلُوا يُوسُفَ وَأَلْقُوهُ فِي غَيَابَتِ الْجُبِّ يَلْتَقِطْهُ بَعْضُ السَّيَّارَةِ إِنْ كُنْتُمْ فَاعِلِينَ ۝١٠ قَالُوا

یوسف علیہ السلام کو اور ڈال دو اس کو کسی گہرے کنویں میں اٹھالیں گے اس کو بعض راستہ چلنے والے مسافروں میں سے اگر تم کچھ کرنے والے ہو ﴿۱۰﴾ کہا انہوں نے (برادران یوسف)

يَا أَبَانَا مَا لَكَ لَا تَأْمَنَّا عَلَىٰ يُوسُفَ وَإِنَّا لَهُ لَنَاصِحُونَ ۝١١ أَرْسِلْهُ مَعَنَا غَدًا يَرْتَعْ وَيَلْعَبْ

نے (اپنے والد سے) اے ہمارے باپ! کیا ہے ہمیں کہ آپ ہمیں امین نہیں سمجھتے یوسف علیہ السلام کے بارے میں اور البتہ ہم تو اس کے حق میں خیر خواہی کرنیوالے ہیں ﴿۱۱﴾ بھیج دے اسکو ہمارے ساتھ کل کھائے اور

وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ ۝١٢ قَالَ إِنِّي لَيَحْزُنُنِي أَنْ تَذْهَبُوا بِهِ وَأَخَافُ أَنْ يَأْكُلَهُ الذِّئْبُ وَأَنْتُمْ

کھیل کود لے بیشک ہم اس کی البتہ حفاظت کرنیوالے ہیں ﴿۱۲﴾ کہا اس (یعقوب) نے بیشک مجھے غم میں ڈالتی ہے یہ بات کہ تم لیجاؤ اس کو اور میں خوف کھاتا ہوں کہ کہیں اس کو بھیڑیا نہ کھا جائے

عَنْهُ غَافِلُونَ ۝١٣ قَالُوا لَئِنْ أَكَلَهُ الذِّئْبُ وَنَحْنُ عُصْبَةٌ إِنَّا إِذًا لَخَاسِرُونَ ۝١٤ فَلَمَّا

اور تم اس سے غافل ہو ﴿۱۳﴾ کہنے لگے (برادران) اگر اس کو بھیڑیا کھا جائے تو ہم ایک مضبوط جماعت ہیں بیشک ہم اس وقت البتہ بڑے نقصان اٹھانے والے ہونگے ﴿۱۴﴾ پس جب

ذَهَبُوا بِهِ وَأَجْمَعُوا أَنْ يَجْعَلُوهُ فِي غَيَابَتِ الْجُبِّ ۚ وَأَوْحَيْنَا إِلَيْهِ لَتُنَبِّئَنَّهُمْ بِأَمْرِهِمْ

لے گئے وہ یوسف (علیہ السلام) کو اور انہوں نے اتفاق کیا کہ ڈالدیں اس کو کنویں کی گہرائی میں اور وحی کی ہم نے اس (یوسف) کی طرف کہ تو ان کو بتلائے گا ان کا یہ معاملہ

هَٰذَا وَهُمْ لَا يَشْعُرُونَ ۝١٥ وَجَاءُوا أَبَاهُمْ عِشَاءً يَبْكُونَ ۝١٦ قَالُوا يَا أَبَانَا إِنَّا ذَهَبْنَا نَسْتَبِقُ

اور وہ نہیں شعور رکھتے ﴿۱۵﴾ اور آئے وہ اپنے باپ کے پاس عشاء کے وقت روتے ہوئے ﴿۱۶﴾ انہوں نے کہا اے ہمارے باپ بیشک ہم گئے اور ہم دوڑ لگاتے تھے

وَتَرَكْنَا يُوسُفَ عِنْدَ مَتَاعِنَا فَأَكَلَهُ الذِّئْبُ ۖ وَمَا أَنْتَ بِمُؤْمِنٍ لَنَا وَلَوْ كُنَّا صَادِقِينَ ﴿١٧﴾

ایک دوسرے سے آگے اور ہم نے چھوڑا تھا یوسف علیہ السلام کو اپنے سامان کے پاس پس اس کو کھالیا بھیڑیے نے اور تو نہیں تصدیق کرنے والا ہماری اگرچہ ہم سچے ہوں ﴿۱۷﴾

وَجَاءُوا عَلَىٰ قَمِيصِهِ بِدَمٍ كَذِبٍ ۚ قَالَ بَلْ سَوَّلَتْ لَكُمْ أَنْفُسُكُمْ أَمْرًا ۖ فَصَبْرٌ جَمِيلٌ ۖ

اور لائے وہ اس کی قمیص پر جھوٹا خون کہا اس نے (ایسا نہیں ہے) بلکہ بنا لیا ہے تمہارے نفسوں نے معاملہ اب میرے لئے صبر ہی ہے (جس میں شکایت نہ ہو) اور اللہ تعالیٰ ہی سے

وَاللَّهُ الْمُسْتَعَانُ عَلَىٰ مَا تَصِفُونَ ﴿١٨﴾ وَجَاءَتْ سَيَّارَةٌ فَأَرْسَلُوا وَارِدَهُمْ فَأَدْلَىٰ دَلْوَهُ ۖ

مدد طلب کی جاسکتی ہے ان باتوں کے خلاف جو تم کرتے ہو ﴿۱۸﴾ اس طرف آیا ایک قافلہ اور بھیجا انہوں نے پانی لانے والے کو پس اس نے ڈالا اپنا ڈول اور

قَالَ يَا بُشْرَىٰ هَٰذَا غُلَامٌ ۚ وَأَسَرُّوهُ بِضَاعَةً ۚ وَاللَّهُ عَلِيمٌ بِمَا يَعْمَلُونَ ﴿١٩﴾ وَشَرَوْهُ بِثَمَنٍ

کہا اے خوشخبری یہ تو ایک لڑکا ہے اور پوشیدہ کیا اس کو پونجی کے طور پر اور اللہ خوب جانتا ہے ان چیزوں کو جو وہ کرتے ہیں ﴿۱۹﴾ اور بیچا انہوں نے اس کو تھوڑے

بَخْسٍ دَرَاهِمَ مَعْدُودَةٍ ۚ وَكَانُوا فِيهِ مِنَ الزَّاهِدِينَ ﴿٢٠﴾

پیسوں کے عوض گنے ہوئے درہم اور تھے وہ اس میں بے رغبتی کرنے والوں میں ﴿۲۰﴾

﴿۷﴾ لَقَدْ كَانَ فِي يُوسُفَ... الخ ربط آیات : اوپر حضرت یوسف علیہ السلام کا ذکر تھا، اب بھی انہیں کا ذکر ہے۔

خلاصہ رکوع ۲ حکمت داستان یوسف، حال۔ ۲۔ اظہار حسد برائے یوسف وبنیامین، برادران یوسف کا مشورہ۔ ۱، ۲، ۳، یہودا کا مشورہ، برادران کے حیلے بہانے کی تمہید برائے اعتماد، بعد از تمہید برادران کا مطالبہ، جواب، مطالبہ از ذکر دو موانعات، برادران کا مکالمہ برائے تسلی ودفع موانع ثانی، برادران یوسف کی منصوبہ میں کامیابی اور صحرائی زندگی کا امتحان۔ ۱۔ اطلاع خداوندی از الہام، حیلہ عملی کی کیفیت، حیلہ قولی کی تفصیل، برادران کا حیلہ عملی برائے ثبوت، جواب حیلہ عملی، حال۔ ۳۔ مسافر قافلہ کی آمد، حضرت یوسف کی صحرائی زندگی کا امتحان۔ ۲۔ ماخذ آیات ۷: تا ۲۰ +

لَقَدْ كَانَ فِي يُوسُفَ وَإِخْوَتِهِ آيَاتٌ لِلسَّائِلِينَ : حکمت داستان یوسف علیہ السلام: علامہ بغوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں! یہودیوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت یوسف علیہ السلام کا قصہ دریافت کیا تھا، آپ نے وحی کے ذریعہ بتایا تو گویا کہ یہ قصہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کی نشانی ہے، جیسا کہ سورۃ کی ابتداء میں شان نزول کے ضمن میں گزر چکا ہے بعض کے نزدیک "لِلسَّائِلِينَ" سے مراد صرف یہودی ہی نہیں بلکہ جو بھی سوال کرے گا اس کے لئے اس قصہ میں توحید خداوندی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت اور صداقت قرآن کی نشانیاں ہیں۔ بعض کے نزدیک "آیٰتٌ" سے مراد نصیحتیں اور عبرتیں اور سائلین سے مراد عبرت حاصل کرنے والے ہیں۔

﴿۸﴾ حال ۲:: اظہار حسد برائے یوسف وبنیامین : حسد کو ظاہر کرنے کیلئے حضرت یوسف علیہ السلام کو اپنے باپ سے علیحدہ کرنے کے اسباب تیار ہو رہے ہیں سوتیلے بھائی کہنے لگے کہ یوسف اور اس کا بھائی ہمارے باپ کو ہم سے زیادہ پیارے ہیں حالانکہ ہم ایک طاقتور جماعت ہیں۔ عُصْبَةٌ : بعض نے کہا ایک سے دس تک کو عصبہ کہتے ہیں۔ حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ نے دس سے پندرہ تک کی جماعت کو "عُصْبَةٌ" قرار دیا ہے۔ اور بعض حضرات نے کہا ہے "عُصْبَةٌ" اس جماعت کو کہتے ہیں جو باہم متفق اور آپس میں تعاون کرنے والی ہو۔ اس صورت میں "نَحْنُ عُصْبَةٌ" کا مطلب یہ ہوگا کہ ہماری جماعت متفق الآراء اور آپس میں تعاون کرنے والی ہے، پھر بھی محبت باپ کو یوسف اور اس کے بھائی بنیامین سے زیادہ ہے۔ اس محبت کے کئی وجوہ ہیں : حضرت

تھانوی رحمہ اللہ لکھتے ہیں (محبت کی وجہ) اقرب یہ ہے کہ فراست نبوت سے یعقوب علیہ السلام انکو ہونہار دیکھتے تھے، اور خواب سننے کے بعد یہ امر اور زیادہ ہو گیا تھا، جیسا کہ ان کے ارشاد "کَذٰلِكَ یَجْتَبِیْكَ ...الخ" سے یہ امر مترشح ہوتا ہے۔ (بیان القرآن)

البتہ ایک وجہ یہ بھی ممکن ہے کہ محبت چونکہ غیر اختیاری چیز ہے اس لئے ان سے ہی زیادہ ہو گئی ہو۔ واللہ اعلم

فائدہ: حضرت یعقوب علیہ السلام کو تمام بیٹوں سے زیادہ محبت حضرت یوسف علیہ السلام اور بنیامین سے تھی۔ (آیت ۸) اور حضرت یوسف علیہ السلام سے بھی سب سے زیادہ محبت دو افراد کو تھی۔ ❶ یعقوب علیہ السلام ❷ عزیز مصر کی بیوی زلیخا (آیت ۳۰) اللہ تعالیٰ نے ان دونوں کے لئے ایک جیسے الفاظ استعمال فرمائے ہیں۔ حضرت یعقوب علیہ السلام کے لئے فرمایا "لَفِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ" (آیت ۸) اور زلیخا کے لئے فرمایا "فِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ" (آیت ۳۰) لیکن دونوں کے "ضَلٰل" میں فرق ہے۔ جب یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے اپنے باپ یعقوب کے لئے یہ لفظ استعمال کیا تھا تو اس کا مطلب یہ تھا کہ ہمارے باپ نظر محبت وشفقت کے خرچ کرنے میں اجتہادی غلطی پر ہیں مساوات کیوں نہیں کرتے؟ یہاں "ضَلٰل" کا معنیٰ دینی گمراہ نہیں ورنہ ایسا لفظ کہنے سے سب کافر ہو جاتے۔ (تفسیر مظہری: ص:۱۴۳، ج۔۵) اور جب زلیخا کی طرف "ضَلٰل" کی نسبت ہوگی تو اس کا معنیٰ یہ ہوگا کہ اس عورت کی نادانی ہے بھٹک کر پاک دامنی کو چھوڑ دیا، اور غلط راہ پر چل پڑی۔ کما لا یخفی۔

﴿۹﴾ **برادرانِ یوسف علیہ السلام کا مشورہ** ❶ بھائی آپس میں یہ مشورہ کر رہے تھے یا تو اسے قتل کر دو۔ ❷ یا کہیں پردیس بھجوا دو تا کہ والد ماجد کی نظر کے سامنے سوائے ہمارے اور کوئی نہ رہے بعد میں اس گناہ سے توبہ کر لیں گے بقول جمہور۔

(روح المعانی: ص:۵۲۷، ج۔۱۲)

اور بعض مفسرین رحمہ اللہ نے "صٰلِحِیْنَ" کے معنی یہ لئے ہیں کہ یوسف کے بعد ہمارے سب کام ٹھیک اور درست ہو جائیں گے کیونکہ پدر بزرگوار کا دست شفقت یوسف سے مایوس ہو کر صرف ہمارے ہی سروں پر رہا کرے گا۔ (تفسیر عثمانی)

علامہ آلوسی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: اس صلاح سے مراد اخروی صلاح اور نیک بختی مراد ہو سکتی ہے اور دنیوی امور کی اصلاح اور درستگی بھی مراد ہو سکتی ہے۔ چونکہ ان کا مقصود باپ کو تکلیف دینی نہ تھی بلکہ باپ کی شفقت اور نظر عنایت کو اپنی طرف متوجہ کرنا تھا۔

(روح المعانی: ص:۵۲۷، ج۔۱۲)

﴿۱۰﴾ **یہودا (یاروبیل) کا مشورہ** ❸ قتل نہ کرو، اور اسے کسی گمنام کنویں میں ڈال دو تا کہ کوئی مسافر قافلہ اسے نکال کر اپنے ساتھ دوسرے ملک لے جائے۔ (جلالین: ص:۱۹۰، ج۔۱) علامہ بغوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں پہلا قول زیادہ صحیح ہے کہ وہ یہودا ہے۔ (معالم التنزیل: ص:۳۷۴، ج:۲؛ مظہری: ص:۱۴۴، ج۔۵)

﴿۱۱﴾ **برادران کے حیلے بہانے کی تمہید برائے اعتماد:** یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے اپنے دل میں ایک فیصلہ کر کے باپ کو اپنے اعتماد میں لینے کے لئے ایک درخواست پیش کی کہ آپ یوسف (علیہ السلام) کے متعلق ہم پر اعتماد کیوں نہیں کرتے ہم تو اس کے خیر خواہ ہیں۔ یہ اس لئے انہوں نے کہا کہ جب یوسف سے بھائیوں نے حسد شروع کیا حضرت یعقوب علیہ السلام نبوت کی بصیرت سے ان کے حسد اور بداعتادی کو بھانپ گئے تھے تو انہوں نے اس بداعتادی کو دور کرنے کے لئے کہا ہم تو خیر خواہ ہیں۔

﴿۱۲﴾ **بعد از تمہید برادران یوسف کا مطالبہ:** اگر آپ اعتماد کر سکتے ہیں تو کل اس کو جنگل میں ہمارے ساتھ بھیج دیجئے۔ حیلہ۔ ❶ "یَرْتَعْ" خوب دل بھر کے پھل کھائے گا۔ ❷ "وَیَلْعَبْ" اور خوب جی بھر کے تفریح کرے گا "وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ" اور ہم یقیناً اسکی حفاظت کریں گے، اور اسکو کوئی تکلیف نہ ہوگی۔ حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے یہ جملہ دو مرتبہ کہا، ایک تو یہاں حضرت یوسف علیہ السلام کے متعلق اور دوسری مرتبہ اپنے بھائی بنیامین کے متعلق "وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ" (آیت۔ ۶۳) مگر دونوں مرتبہ

اپنے الفاظ کی لاج نہ رکھ سکے۔ پہلی مرتبہ انکی نیت حضرت یوسف کے متعلق کھوٹی تھی۔ اور دوسری مرتبہ جب بنیامین کے لئے کہا تو اللہ کی تقدیر اور یوسف علیہ السلام کی تدبیر کے مقابلہ میں بے بس اور بے کس ہو گئے۔

﴿۱۳﴾ جواب مطالبہ از ذکر۔ ۲: موانعات : حضرت یعقوب علیہ السلام نے عذر پیش کرتے ہوئے دو موانعات کا اظہار فرمایا۔ ❶ "لَيَحْزُنُنِيْٓ اَنْ تَذْهَبُوْا بِهٖ" مجھے غم ہوتا ہے کہ تم اسے لیجاؤ۔ ❷ "وَاَخَافُ اَنْ يَّاْكُلَهُ الذِّئْبُ" اور اس سے ڈرتا ہوں کہ اسے بھیڑیا نہ کھائے۔ ممکن ہے کہ تم غفلت میں اپنی کھیل کود میں مصروف ہو جاؤ اور اسے بھیڑیا نہ کھا جائے چونکہ ہمارے ملک میں بکثرت سے بھیڑیے ہیں۔ حضرت شاہ عبدالقادر رحمہ اللہ فرماتے ہیں حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں کے بھیڑیے کا بہانہ کرنا تھا وہی حضرت یعقوب علیہ السلام کے دل میں خوف آیا۔

﴿۱۴﴾ برادران کا مکالمہ برائے تسلی ودفع موانع ثانی : بھائیوں نے عرض کیا اگر ہماری اتنی بڑی جماعت کے ہوتے ہوئے بھیڑیا انہیں کھا گیا تو ہم بڑا ہی نقصان اٹھانے والے ہوں گے۔ اور موانع اول یعنی غم کا دور کرنا ان کے اختیار میں نہ تھا اس لیے اس کا کوئی جواب نہیں دیا۔

﴿۱۵﴾ برادرانِ یوسف کی منصوبہ میں کامیابی وصحرائی زندگی کا امتحان ❶ بالآخر بھائی اتفاق کر کے حضرت یعقوب علیہ السلام سے حضرت یوسف کی اجازت لے کر اپنے ساتھ لے گئے اور ایک گمنام کنویں میں ڈال دیا۔ کعب کی روایت میں ہے کہ وہ کنواں مدین اور مصر کے درمیان تھا۔ وھب رحمہ اللہ کی روایت میں ارض اردن کا ذکر ہے اور قتادہ رحمہ اللہ کی روایت میں بیت المقدس کے کنویں کا ذکر ہے۔ (مظہری: ص:۱۴۷، ج:۵) بقول مقاتل رحمہ اللہ یہ کنواں حضرت یعقوب علیہ السلام کے مکان سے تین فرسخ (یعنی تین میل کی مقدار) دور تھا۔ (مظہری: ص:۱۴۶، ج:۵)

قرآن کریم نے کنویں تک پہنچنے کے درمیانی حالات کو بیان نہیں فرمایا کیونکہ یہ حالت رنج آمیز عبرت خیز ہیں جنہیں سن کر پتھر کا کلیجہ بھی لرزہ براندام ہو جائے اس لئے وہ قابل بیان نہیں تھے، قرآن کریم نے اپنے خاص اسلوب بیان کی وجہ سے انکی طرف التفات نہیں فرمایا۔ باقی وہ حالات کہاں تک درست ہیں اللہ پاک ہی انکو خوب جانتا ہے۔

وَاَوْحَيْنَآ اِلَيْهِ : اطلاع خداوندی از الہام : اور ہم نے یوسف کے پاس وحی بھیجی، تا کہ اسکو اطمینان ہو جائے اس وحی سے مراد وحی نبوت نہیں بلکہ الہام کے ذریعہ دل میں بات ڈالنا ہے۔ (تفسیر کبیر: ص:۲۲۸، ج:۱۸) جس طرح سورۃ نحل میں شہد کی مکھی کے بارے میں ہے۔ "وَاَوْحٰى رَبُّكَ اِلَى النَّحْلِ اَنِ اتَّخِذِيْ مِنَ الْجِبَالِ بُيُوْتًا" (النحل ۶۸) آپ کے پروردگار عالم نے شہد کی مکھیوں کے دل میں بات ڈالی کہ وہ اپنے گھر پہاڑوں میں بنائیں۔ اس آیت میں وحی کا معنی کسی کے دل میں بات ڈالنا ہے اور یہی معنیٰ مراد ہے۔ اس میں حضرت یوسف علیہ السلام کیلئے تسلی ہے آپ گھبرائیں نہیں ایک وقت آئے گا کہ یہ سب کاروائیاں آپ انہیں یاد دلائیں گے اور اس وقت آپ ایسے بلند مقام اور اعلیٰ مرتبہ پر فائز ہوں گے کہ یہ بھائی آپ کو پہچان بھی نہ سکیں گے کہ آپ وہی یوسف ہیں بلکہ انکو تو یہ خیال ہوگا کہ اب یوسف تو کہیں ہلاک ہو چکا ہوگا۔

﴿۱۶﴾ برادران یوسف کے حیلہ عملی کی کیفیت : بھائی شام کو روتے ہوئے باپ کے پاس آئے حضرات مفسرین فرماتے ہیں کہ عشاء کے وقت آنے کی وجہ یہ تھی کہ وہ منہ دکھانے سے شرماتے تھے۔ ﴿۱۷﴾ حیلہ قولی کی تفصیل : باپ کے سامنے آ کر یہ ماجرا بیان کیا۔

﴿۱۸﴾ کیفیت حیلہ عملی برائے ثبوت : حضرت یعقوب علیہ السلام نے فرمایا کوئی نشانی پیش کرو تو انہوں نے فوراً حضرت یعقوب علیہ السلام کی خدمت میں نشانی پیش کی جو اس کے کرتے پر جھوٹ موٹ کا خون لگا ہوا لائے یعنی بکری وغیرہ کا حضرت یعقوب علیہ السلام

نے جب کرتہ دیکھا تو دو باتیں سوچنے پر مجبور ہو گئے۔ ❶ کہ بھیڑیا بڑا ہوشیار تھا کہ کرتہ پھٹا ہوا نہیں۔ ❷ کرتہ مٹی آلود بھی نہیں۔ تو اپنے فرزندوں کی کذب بیانی کو ان الفاظ میں بیان فرمایا "بَلْ سَوَّلَتْ لَكُمْ اَنْفُسُكُمْ اَمْرًا فَصَبْرٌ جَمِيْلٌ : جواب حیلہ عملی : بلکہ تم نے دل سے ایک بات بنائی ہے اب صبر جمیل ہی بہتر ہے۔ صبر جمیل کا مطلب یہ ہے کہ جس میں نہ کسی غیر کے سامنے شکوہ ہو اور نہ تم سے انتقام کی کوشش کرونگا بس اب میں صرف اپنے خدا سے دعا کرتا ہوں کہ اس صبر میں میری مدد فرمائے، اور وہ اپنی اعانت غیبی سے اس حقیقت کو ظاہر کر دیگا۔ آگے (آیت۔ ۸۳) میں فرمایا "بَلْ سَوَّلَتْ لَكُمْ اَنْفُسُكُمْ اَمْرًا فَصَبْرٌ جَمِيْلٌ" حضرت یعقوب علیہ السلام کی اسی بات کو جو برادران یوسف نے بنیامین کے متعلق کہی تھی انہیں الفاظ میں دھرایا ہے۔ ان مذکورہ دونوں مقامات میں فرق کیا ہے؟ تو حضرت مولانا مفتی محمد شفیع رحمہ اللہ صاحب معارف القرآن میں لکھتے ہیں : کہ حضرت یعقوب علیہ السلام نے یہ دونوں باتیں اپنی رائے سے کہی تھیں ان میں سے پہلی بات صحیح نکلی، دوسری صحیح نہیں تھی، کیونکہ اس میں بھائیوں کا قصور نہ تھا۔ اس سے معلوم ہوا کہ رائے کی غلطی پیغمبر سے بھی ابتداً ہو سکتی ہے اگرچہ بعد میں انکو وحی الٰہی سے غلطی پر قائم رہنے نہیں دیا جاتا۔

یعقوب علیہ السلام ہر جگہ حاضر و ناظر اور عالم الغیب نہ تھے اور یہی عقیدہ ان کے بیٹوں کا تھا

اس واقعہ سے ثابت ہوا کہ حضرت یعقوب علیہ السلام ہر جگہ حاضر و ناظر نہ تھے، اگر حضرت یعقوب علیہ السلام حاضر و ناظر ہوتے تو جب انکے صاحبزادوں نے حضرت یوسف علیہ السلام کو ساتھ لے جانے کا مشورہ کیا تھا، حضرت یعقوب علیہ السلام کو یہ قصہ معلوم ہونا چاہیے تھا، اور پھر جب بھائی کنویں میں حضرت یوسف علیہ السلام کو ڈال آئے تھے، تو حضرت یعقوب علیہ السلام جا کر نکال لاتے کیونکہ ان کے سامنے ہی تو وہ کنویں میں ڈالے گئے تھے، جب حاضر و ناظر تھے تو ان کو یہ سب ماجرا معلوم ہونا چاہئے تھا؟ اور اس واقعہ سے یہ بھی معلوم ہوا پیغمبر کے مؤمن بیٹوں کا بھی یہ عقیدہ نہ تھا کہ عام باپ جو خدا کے نبی ہیں حاضر و ناظر ہیں، اگر ان کا یہ عقیدہ ہوتا تو اس قسم کی سازش وہ ہر گز نہ کرتے، کیونکہ ان کو معلوم تھا کہ ہمارے باپ سے ہمارا کونسا عمل غائب اور پوشیدہ رہ سکتا ہے؟ وہ ہر وقت حاضر و ناظر ہیں، اور پھر حضرت یعقوب علیہ السلام جو تقریباً چالیس سال تک پریشان رہے۔ (دیکھئے مستدرک: ج: ۴: ص۔ ۳۹۶)

اور اس واقعہ سے یہ بھی معلوم ہوا کہ حضرت یعقوب علیہ السلام کے تمام بیٹوں کا یہ عقیدہ تھا کہ ہمارا باپ غیب دان نہیں ہے ورنہ یہ مکر و فریب وہ کبھی بھی نہ کرتے۔

اہل بدعت کے صوفی اللہ دتہ کا علم غیب پر استدلال ❶ چنانچہ وہ لکھتے ہیں اس کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام کو اپنے بیٹوں کی اس سازش کا جو انہوں نے حضرت یوسف علیہ السلام کو کنوئیں میں ڈالنے کی، پہلے ہی علم تھا، کیونکہ انہوں نے فرمایا کہ اے بیٹے! اپنا خواب بھائیوں سے نہ کہنا، وہ تیرے خلاف تدبیر کریں گے۔ (تنویر الخواطر: ص۔ ۲۹)

جواب: حضرت یعقوب علیہ السلام نبی، معمر اور تجربہ کار ہونے کی وجہ سے اپنے بیٹوں کے ابتدائی حالات کو دیکھتے ہوئے پوری شفقت کے تحت یہ فرمایا کہ بھائیوں سے یہ خواب نہ بیان کرنا، "فیکید و الك کیدا" کہ یہ تیرے خلاف کوئی تدبیر کریں گے یہاں "کیدًا" نکرہ ہے اور معین طور پر یہ کنوئیں میں ڈالنے کی بیٹوں نے جو سازش کی تھی، وہ آپ کے علم میں نہ تھی اور اسی لئے فرمایا "بل سولت لکم انفسکم امراً" کہ تمہارے نفوس نے کوئی شرارت کی ہے (مگر علی التعیین معلوم نہیں کہ کیا ہے؟) "فصبرٌ جمیل" سو صبر ہی اچھا ہے۔ الغرض ظن اور تخمینہ سے جس بڑی تدبیر کا خطرہ تھا وہ مبہم تھی اور جس سازش کا قطعی علم نہ تھا وہ متعین تھی۔

(تفریح الخواطر، ص ۲۷، ۲۸)

استدلال ❷ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام صبر و رضا کے اعلیٰ ترین مقام پر ہوتے ہیں اور "فصبر جمیل" فرما کر صبر سے کام لیا اور کنوئیں سے ان کو نہ نکالا۔ (محصلہ تنویر الخواطر: ص۔۲۹)

جواب: بے شک حضرات انبیاء علیہم اللہ صبر و رضا کے اعلیٰ ترین مقام پر فائز ہوتے ہیں یہ سب امور اپنے مقام پر درست ہیں لا شک فیہ مگر ان سے علی التعیین قطعیت کے ساتھ حضرت یوسف علیہ السلام کو کنوئیں میں ہونا وغیرہ بے شمار ایسے امور ہیں جو حضرت یعقوب علیہ السلام کے علم میں نہیں تھے، ورنہ جب یوسف علیہ السلام کی بتائی ہوئی تدبیر سے اپنے بھائی بنیامین کو روک لیا تھا تو بھائیوں نے اپنے والد سے سارا ماجرا سنایا جیسا کہ آگے آئے گا، تو انہوں نے یہ کیوں کہا "بل سولت لکم انفسکم امرا" تمہارے نفس نے تمہیں کچھ حیلہ بنا دیا، (ترجمہ احمد رضا خان) حالانکہ بیٹوں کا اس میں کوئی قصور نہ تھا، اس سے واضح ثابت ہوا کہ حضرت یعقوب علیہ السلام علم غیب نہ جانتے تھے۔

حضرت یوسف کا کرتا: حضرت یوسف علیہ السلام کا کرتہ حضرت یعقوب علیہ السلام کی خدمت عالیہ میں دو مرتبہ پیش کیا گیا ہے ایک مرتبہ کا تو اسی آیت میں بیان ہے جسکو حضرت یعقوب علیہ السلام دیکھ کر مغموم ہوئے۔ دوسری مرتبہ کا ذکر آگے (آیت ۹۶) میں ہے "فَلَمَّآ اَنْ جَآءَ الْبَشِيْرُ اَلْقٰهُ عَلٰى وَجْهِهٖ فَارْتَدَّ بَصِيْرًا" بشارت دینے والا وہی حضرت یوسف کا بھائی یہودا تھا جو ان کا کرتہ مصر سے لایا تھا۔ تو اس مرتبہ حضرت یعقوب علیہ السلام کو خوشی میسر ہوئی۔ سوال حضرت یعقوب علیہ السلام نے اس وقت حضرت یوسف کو تلاش کرنے کا حکم کیوں نہ دیا؟ جواب: وحی الٰہی کے ذریعے معلوم ہو چکا تھا کہ اب ملاقات مقدر میں نہیں ہوگی۔ اس جواب کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ جب بنیامین کو مصر میں گرفتار کر لیا گیا تھا، تو یعقوب علیہ السلام نے فرمایا "فَتَحَسَّسُوْا مِنْ يُّوْسُفَ وَاَخِيْهِ" (آیت۔۸۷) یعنی یوسف اور اس کے بھائی کو تلاش کرو، اب چونکہ ملاقات کا وقت آچکا تھا اس لئے آپ نے اسکی مناسب تدبیر دل میں ڈال دی۔

﴿۱۹﴾ حال: ۳۔ مسافر قافلے کی آمد : کہتے ہیں تین رات تک یوسف علیہ السلام کنوئیں میں رہے۔ قدرت الٰہی نے حفاظت کی ایک بھائی یہودا کے دل میں ڈال دیا وہ ہر روز کنوئیں میں کھانا پہنچاتا تھا۔ (معالم التنزیل، ص:۹ ۴ ۳، ج:۲، مظہری: ص:۱۴۷، ج۔۵) اور تفسیر خازن میں ہے کہ تین دن تک رہے۔ (خازن: ص:۸، ج۔۳)

دوسرے بھائی بھی خبر لیتے رہتے تھے کہ کہیں فوت تو نہیں ہوئے کسی دوسرے ملک کا مسافر نکال لیجائے، تو ہمارے درمیان سے یہ کانٹا نکل جائے آخر مدین سے مصر کو جانے والا ایک قافلہ ادھر سے گزرا انہوں نے کنواں دیکھ کر اپنا آدمی پانی بھرنے کے لئے بھیجا اس نے ڈول ڈالا تو حضرت یوسف چھوٹے تو تھے ہی ڈول میں بیٹھ گئے، اور رسی ہاتھ سے پکڑ لی کھینچنے والے نے ان کا حسن و جمال دیکھ کر بے ساختہ خوشی سے پکارا کہ یہ تو عجیب لڑکا ہے بڑی قیمت سے بکے گا۔ مگر اس شخص نے دوسرے ساتھیوں سے چھپانا چاہا کہ اوروں کو خبر ہوگی تو سب شریک ہو جائیں گے، شاید یہ ظاہر کیا کہ یہ غلام اس کے مالکوں نے مجھے دیا ہے تا کہ مصر کے بازار میں فروخت کروں۔ "وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِمَا يَعْمَلُوْنَ" یعنی بھائی بے وطن کرنا چاہتے تھے، اور قافلے والے بیچ کر دام وصول کرنا چاہتے تھے، اور خدا تعالیٰ خزائن مصر کا مالک بنانا چاہتا تھا وہ اگر چاہتا تو اس تمام کاروائی کو ایک سیکنڈ میں روک دیتا، لیکن اسکی مصلحت تاخیر میں تھی اسلئے سب چیزوں کو جانتے اور دیکھتے ہوئے انہیں ڈھیل دی گئی۔

﴿۲۰﴾ صحرائی زندگی کا امتحان ❷ ۔۔وَشَرَوْهُ بِثَمَنٍ۔۔الخ بھائیوں کو خبر ہوئی کہ قافلے والے نکال کر لے گئے ہیں وہ وہاں پہنچے اور یہ ظاہر کیا کہ یہ ہمارا بھاگا ہوا غلام ہے چونکہ اسے بھاگنے کی عادت ہے اس لئے اسے ہم رکھنا نہیں چاہتے اگر تم خریدنا چاہتے ہو تو خرید لو مگر بہت سخت نگرانی رکھنی ہوگی کہیں بھاگ نہ جائے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ و ابن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ بیس درہم میں بیچ ڈالا اور دو دو درہم

بانٹ لیئے اور مجاہد رحمۃ اللہ کہتے ہیں بارہ درہم اور عکرمہ رحمۃ اللہ کہتے ہیں چالیس درہم میں فروخت کیا گیا۔(مظہری ص ۱۵۰ ج ۵)
ان تمام تفاسیر میں کوئی تعارض نہیں مقصد برادران کا فروخت کرنا تھا وہ پورا ہو گیا۔

وَكَانُوا فِيهِ مِنَ الزَّاهِدِينَ: یعنی اس قدر ارزاں بیچنے سے تعجب مت کرو وہ اتنے بیزار تھے کہ مفت ہی دے ڈالتے تو بعید نہ تھا جو پیسے مل گئے غنیمت سمجھا، بعض مفسرین فرماتے ہیں کہ آیت میں اس بیع کا ذکر ہے جو قافلے والوں نے مصر پہنچ کر کی، اگر ایسا ہو تو کہا جائے گا کہ پڑی ہوئی چیز کی قدر نہ کی اور یہ اندیشہ رہا کہ پھر کوئی آ کر دعویٰ نہ کر بیٹھے۔

نیز آبق (بھگوڑا) ہونے کا عیب سن چکے تھے اسلیئے سستے داموں بیچ ڈالا، مگر حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ فرماتے ہیں قافلے والوں کی خریداری کا قول اقویٰ ہے۔(ابن کثیر: ص: ۵۶۷: ج: ۲، و تفسیر منیر: ص: ۲۳۱: ج ۱۲)

وَقَالَ الَّذِي اشْتَرَاهُ مِنْ مِصْرَ لِامْرَأَتِهِ أَكْرِمِي مَثْوَاهُ عَسَىٰ أَنْ يَنْفَعَنَا أَوْ نَتَّخِذَهُ

اور کہا اس شخص نے جس نے خریدا تھا اس (یوسف) کو مصر میں اپنی بیوی سے کہ عزت سے رکھنا اس کو شاید کہ یہ ہمیں نفع پہنچائے یا ہم اس کو اپنا بیٹا بنا لیں اور اسی طریقے سے ہم نے

وَلَدًا ۚ وَكَذَٰلِكَ مَكَّنَّا لِيُوسُفَ فِي الْأَرْضِ وَلِنُعَلِّمَهُ مِنْ تَأْوِيلِ الْأَحَادِيثِ ۚ وَاللَّهُ

ٹھکانا دیا یوسف علیہ السلام کو زمین میں اور تاکہ ہم سکھائیں اس کو باتوں کو ٹھکانے لگانے کا طریقہ اور اللہ تعالیٰ غالب ہے اپنے کام میں لیکن

غَالِبٌ عَلَىٰ أَمْرِهِ وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ ﴿٢١﴾ وَلَمَّا بَلَغَ أَشُدَّهُ آتَيْنَاهُ حُكْمًا

اکثر لوگ نہیں جانتے ﴿۲۱﴾ اور جب پہنچے (یوسف) اپنی قوت تک تو دی ہم نے ان کو حکمت اور علم اور اسی

وَعِلْمًا ۚ وَكَذَٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِينَ ﴿٢٢﴾ وَرَاوَدَتْهُ الَّتِي هُوَ فِي بَيْتِهَا عَنْ نَفْسِهِ وَغَلَّقَتِ

طرح ہم بدلہ دیا کرتے ہیں نیکی کرنے والوں کو ﴿۲۲﴾ اور پھسلایا اس (یوسف علیہ السلام) کو اسکے جی سے اس عورت نے جس کے گھر میں وہ رہتے تھے

الْأَبْوَابَ وَقَالَتْ هَيْتَ لَكَ ۚ قَالَ مَعَاذَ اللَّهِ ۖ إِنَّهُ رَبِّي أَحْسَنَ مَثْوَايَ ۖ إِنَّهُ لَا يُفْلِحُ الظَّالِمُونَ ﴿٢٣﴾

اور بند کر دیئے اس عورت نے تمام دروازے اور کہا اس نے ادھر آ جلدی کر، کہا اس یوسف (علیہ السلام) نے پناہ بخدا بے شک وہ میرا مالک ہے اس نے میرا ٹھکانہ اچھا بنایا ہے بیشک فلاح نہیں پاتے ظلم کرنیوالے ﴿۲۳﴾

وَلَقَدْ هَمَّتْ بِهِ ۖ وَهَمَّ بِهَا لَوْلَا أَنْ رَأَىٰ بُرْهَانَ رَبِّهِ ۚ كَذَٰلِكَ لِنَصْرِفَ عَنْهُ السُّوءَ

اور البتہ تحقیق ارادہ کیا اس عورت نے یوسف (علیہ السلام) کیساتھ (برائی کا) اور یوسف (علیہ السلام) نے بھی ارادہ کیا اس کے ساتھ اگر نہ دیکھتا وہ برہان اپنے رب کا (تو شاید اسکا میلان اس کی طرف ہوتا)

وَالْفَحْشَاءَ ۚ إِنَّهُ مِنْ عِبَادِنَا الْمُخْلَصِينَ ﴿٢٤﴾ وَاسْتَبَقَا الْبَابَ وَقَدَّتْ قَمِيصَهُ مِنْ دُبُرٍ

ایسا ہی ہوا تا کہ ہم دور کر دیں اس سے برائی اور بے حیائی کی بات کو بیشک وہ ہمارے منتخب بندوں میں سے تھا ﴿۲۴﴾ اور دوڑے دونوں (یوسف اور عورت) دروازے کی طرف اور اس نے پھاڑ دی اس (یوسف) کی

وَأَلْفَيَا سَيِّدَهَا لَدَى الْبَابِ ۚ قَالَتْ مَا جَزَاءُ مَنْ أَرَادَ بِأَهْلِكَ سُوءًا إِلَّا أَنْ يُسْجَنَ أَوْ

قمیص پیچھے سے اور پایا ان دونوں نے اس (عورت) کے خاوند کو دروازے کے پاس کہنے لگی نہیں ہے کیا سزا اس شخص کی جس نے ارادہ کیا ہے تیرے اہل کیساتھ برائی کا سوائے اس کے کہ اس کو قید

عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۲۵﴾ قَالَ هِيَ رَاوَدَتْنِيْ عَنْ نَّفْسِيْ وَشَهِدَ شَاهِدٌ مِّنْ اَهْلِهَا ۚ اِنْ كَانَ

میں ڈالا جائے یا کوئی اور دردناک سزا دی جائے ﴿۲۵﴾ کہا (یوسف نے) اسی عورت نے مجھے پھسلانا چاہا ہے اپنے جی سے اور گواہی دی ایک گواہی دینے والے نے اس عورت کے لوگوں میں سے کہ

قَمِيْصُهٗ قُدَّ مِنْ قُبُلٍ فَصَدَقَتْ وَهُوَ مِنَ الْكٰذِبِيْنَ ﴿۲۶﴾ وَاِنْ كَانَ قَمِيْصُهٗ قُدَّ مِنْ

اگر اس کی قمیص پھاڑی گئی ہے سامنے سے تو یہ سچ کہتی ہے اور یہ جھوٹا ہے ﴿۲۶﴾ اور اگر اس کی قمیص پھاڑی گئی ہے پیچھے سے تو وہ عورت

دُبُرٍ فَكَذَبَتْ وَهُوَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ﴿۲۷﴾ فَلَمَّا رَاٰ قَمِيْصَهٗ قُدَّ مِنْ دُبُرٍ قَالَ اِنَّهٗ مِنْ كَيْدِكُنَّ ؕ

جھوٹ کہتی ہے اور یہ سچا ہے ﴿۲۷﴾ پس جب دیکھا اس (عزیز مصر) نے کہ قمیص پیچھے سے پھاڑی گئی ہے تو کہنے لگا بیشک یہ تمہارے

اِنَّ كَيْدَكُنَّ عَظِيْمٌ ﴿۲۸﴾ يُوْسُفُ اَعْرِضْ عَنْ هٰذَا ٚ وَاسْتَغْفِرِيْ لِذَنْۢبِكِ ۚۖ اِنَّكِ كُنْتِ

فریبوں میں سے ہے بیشک تمہاری فریب کاریاں بڑی ہیں ﴿۲۸﴾ (اور ادھر یوسف سے کہا) اے یوسف درگزر کرو اس بات سے اور (عورت سے کہا) معافی مانگ اپنے گناہ کیلئے بیشک تو ہی

مِنَ الْخٰطِئِيْنَ ﴿۲۹﴾

خطا کاروں میں سے ہے ﴿۲۹﴾

﴿۲۱﴾ وَقَالَ الَّذِي اشْتَرٰهُ ...الخ ربط آیات: اوپر بھی داستان یوسف کا ذکر تھا اب بھی اسی کا ذکر ہے۔

خلاصہ رکوع ۳ حال۔ ۴۔ عزیز مصر کا بیوی سے مکالمہ خاص، وعدہ خداوندی سے حکومت ملنے کی بشارت، کمال جوانی، حال۔ ۵۔ مصری زندگی کا امتحان۔: ازلیخا کی محبت، طریق اظہار محبت، دعوت عشرت، جواب دعوت، کمال عفت یوسف درمقام دعوت عشرت، محافظت باری تعالیٰ، فریقین کا مقاصد کی کامیابی کے لیے دوڑ، زلیخا کا کارنامہ، زلیخا کی شکایت، تجویز سزا۔ ۱، ۲۔ حضرت یوسف کا عزیز مصر سے مکالمہ، حضرت یوسف کی صفائی، طریق صفائی، عزیز مصر کا مشاہدہ، زلیخا کو تنبیہ، درگزر کی درخواست، زلیخا کو غلطی پر معافی کا حکم۔ ماخذ آیات ۲۱: تا ۲۹ +

حال: ۴: عزیز مصر کا بیوی سے مکالمہ خاص: کہا کہ اسے عزت سے رکھو ممکن ہے کہ اس سے ہمیں کوئی نفع ہو یا اسے بیٹا ہی بنالیں، مشہور یہی ہے کہ یہ اس لئے کہا کہ ان کی اولاد نہ تھی۔ (بیان القرآن)

اور یہی بات حضرت آسیہ رضی اللہ عنہا نے فرعون سے کہی تھی حضرت موسیٰ علیہ السلام کے متعلق چنانچہ سورۃ القصص میں ہے "عَسٰى اَنْ يَّنْفَعَنَا اَوْ نَتَّخِذَهٗ" (آیت ۹:) عجب نہیں کہ ہم کو کچھ فائدہ پہنچائے یا ہم اسکو بیٹا ہی بنالیں۔ یہ بات بھی عجیب پرلطف ہے کہ یہ دونوں بچے بعد میں مقام نبوت پر فائز المرام ہوئے۔ وَكَذٰلِكَ مَكَّنَّا لِيُوْسُفَ فِي الْاَرْضِ: وعدہ خداوندی کا اظہار سے حکومت ملنے کی بشارت، اسی طرح ہم نے یوسف کو اس ملک میں جگہ دی، اور یہی الفاظ دوسرے مقام پر بھی ارشاد فرمائے۔ وَكَذٰلِكَ مَكَّنَّا لِيُوْسُفَ فِي الْاَرْضِ (آیت ۵۶:) اور ہم نے اس طور پر یوسف کو اس ملک میں ایک با اختیار بنا دیا۔ پہلی آیت میں حضرت یوسف علیہ السلام کو مصر کی حکومت ملنے کی بشارت کا ذکر ہے، اور دوسری آیت میں حضرت یوسف علیہ السلام کی حکومت کا ذکر ہے کہ ان کو ملک مصر میں با اختیار صاحب حکومت بنا دیا تھا۔ اب جیسے چاہیں آزادی سے رہیں۔ حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ خلاصہ تفسیر میں لکھتے ہیں ایہ مضمون قصہ کے درمیان میں بطور جملہ معترضہ کے اسلئے لایا گیا ہے کہ یوسف علیہ السلام کی موجودہ حالت یعنی غلام بن

کر رہنا بظاہر کوئی اچھی حالت نہ تھی، مگر حق تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ حالت چند روزہ بطور ذریعہ کے ہے، اصل مقصد انکو اونچا مقام عطا فرمانا۔ اور اسکا ذریعہ عزیز مصر کو اور اسکے گھر میں پرورش پانے کو بنایا گیا کیونکہ امراء کے گھر میں پرورش پانے سے سلیقہ وتجربہ بڑھتا ہے امور سلطنت کا علم ہوتا ہے۔ (معارف القرآن: ص: ۳۰ ج۔۵)

امرأة العزیز کا نام : حضرت مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں راعیل بنت رعابیل تھا اور سدی رحمہ اللہ نے کہا زلیخا بنت تملیخا اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ راعیل اس کا نام تھا اور زلیخا لقب اور اس کے برعکس بھی کہا گیا ہے۔ (روح المعانی: ص: ۵۴۶ ج۔۲)

اور مشہور زلیخا ہے بفتح زاء و کسر لام یا بضم زاء و فتح لام۔ (بیان القرآن: ص: ۸۱ ج۔۲)

اور اسکا شوہر عزیز کے لقب سے مشہور تھا اور اسکا نام قطفیر ہے۔ (روح المعانی: ص: ۵۷۰ ج۔۸)

﴿۲۲﴾ کمال جوانی : جوانی پر پہنچنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے حضرت یوسف علیہ السلام کو یہ دو نعمتیں عطا فرمائی یعنی حکمت اور نبوت، اور کنویں میں ڈالنے کے وقت جو انکی طرف وحی بھیجنے کا ذکر ہے جس کا ذکر پہلے بھی آچکا ہے وہ وحی نبوت نہ تھی، بلکہ ایسی وحی تھی جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کو وحی بھیجی گئی تھی، اس سے معلوم ہو گیا کہ حضرت یوسف علیہ السلام کو نبوت مصر پہنچنے کے بھی کافی عرصہ بعد ملی ہے۔

﴿۲۳﴾ حال: ۵: مصری زندگی کا امتحان ① زلیخا کی محبت : عزیز مصر کی عورت حضرت یوسف علیہ السلام پر فریفتہ ہو گئی اور ان سے اپنا مطلب پورا کرنے کے لیے پھسلانے لگی۔ وَغَلَّقَتِ الْاَبْوَابَ :طریق اظہار محبت : اور گھر کے سارے دروازے بند کر دیے۔ وَقَالَتْ هَيْتَ لَكَ :دعوت عشرت : اور اس کو ایک قبیح فعل کی طرف دعوت عشرت دینے لگی لیکن حضرت یوسف علیہ السلام نے اس کی اس قبیح دعوت عشرت کو رد کر دیا۔ الَّتِيْ هُوَ فِيْ بَيْتِهَا: یہاں قرآن کریم نے عزیز مصر کی بیوی کا مختصر لفظ چھوڑ کر یہ الفاظ اختیار کیے، اس میں اشارہ اس طرف ہے کہ یوسف علیہ السلام کے گناہ سے بچنے کی مشکلات میں اس بات نے اور بھی اضافہ کر دیا کہ وہ اسی عورت کے گھر اسی کی پناہ میں رہتے تھے، اس کے کہنے کو نظر انداز کرنا آسان نہ تھا۔ (معارف القرآن)

قَالَ مَعَاذَ اللّٰهِ اِنَّهٗ رَبِّيْۤ اَحْسَنَ مَثْوَايَ اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الظّٰلِمُوْنَ :جواب دعوت : حضرت یوسف علیہ السلام نے دعوت عشرت پر تین موانعات کا ذکر فرمایا! ① حقوق اللہ جسکو معاذ اللہ سے تعبیر فرمایا کہ اللہ کی پناہ، کہ میں ایسے بھاری گناہ میں مبتلا ہو جاؤں۔ ② حقوق العباد جسکو "اِنَّهٗ رَبِّيْۤ اَحْسَنَ مَثْوَايَ ...الخ" سے واضح فرمایا کہ عزیز مصر میرا مربی محسن ہے جس نے مجھے ایسی عزت وحرمت سے رکھا ہے تو میں اس کے ناموس میں کیسے خلل اندازی کروں۔ ③ اپنے نفس کا حق ہے کہ اسکو ایسے دنیوی ضرر سے بچایا جائے جس میں دنیا کی رسوائی اور آخرت کی ذلت وخواری ہو۔ اسکو "لَا يُفْلِحُ الظّٰلِمُوْنَ" سے واضح فرمایا ہے۔

﴿۲۴﴾ وَلَقَدْ هَمَّتْ بِهٖ وَهَمَّ بِهَا ...الخ یوسف علیہ السلام کی کمال عفت در مقام دعوت عشرت: اس آیت کی بہت سی تفسیریں کی گئی ہیں مگر میں دو آسان لکھ دیتا ہوں۔ ① وَهَمَّ بِهَا: اسکو لَوْلَاۤ اَنْ رَّاٰ ...الخ کے ساتھ مقید کیا جائے اور ترجمہ یہ ہوگا کہ عورت نے یوسف کا ارادہ کیا اور یوسف بھی عورت کا ارادہ کرتا اگر اپنے پروردگار کی قدرت وحجت نہ دیکھ لیتا۔ اس صورت میں یوسف علیہ السلام سے "هَمّ" کی نفی کرنا مقصود ہے کہ ان کو تو خیال بھی ارادے کی صورت میں پیدا نہ ہوا۔ یہ تفسیر نہایت ہی اعلیٰ ہے اور "بُرْهَانَ" سے مراد دلیل اور حجت ہے یعنی یوسف علیہ السلام اس وقت اپنے رب کی دلیل نہ دیکھتے تو قلبی میلان پر چل پڑتے دلیل کیا تھی؟ زنا کی حرمت وشناعت کا وہ عین الیقین جو حق تعالیٰ نے ان کو عطا فرمایا۔ ② یہ دو جملے الگ الگ ہیں یعنی "وَهَمَّ بِهَا" "لَوْلَاۤ اَنْ رَّاٰ ...الخ سے مقید نہیں اور "لَوْلَا ...الخ جملہ شرطیہ کی جزا محذوف ہے "لجامعها" اور معنی یہ ہیں کہ اگر وہ اپنے رب کی برہان اور حجت کو نہ دیکھ لیتے تو میلان طبعی کے مطابق اس کاروائی میں مبتلا ہو جاتے مگر برہان رب دیکھ لینے کی وجہ سے وہ بھی قلب سے نکل گیا۔

شیخ الاسلام مولانا شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: بعض نے "وَهَمَّ بِهَا" میں "هَمَّ" بمعنی میلان اور رغبت کے لیا ہے یعنی یوسف کے دل میں کچھ رغبت ومیلان بے اختیار پیدا ہوا جیسے روزے دار کو گرمی میں ٹھنڈے پانی کی طرف طبعاً رغبت ہوتی ہے لیکن نہ وہ پینے کا ارادہ کرتا ہے نہ یہ بے اختیاری رغبت کچھ مضر ہے بلکہ باوجود رغبت طبعی کے اس سے قطعاً محترز رہنا مزید اجر وثواب کا موجب ہے۔ اسی طرح سمجھ لو کہ ایسے اسباب ودواعی قویہ کی موجودگی سے طبع بشری کے موافق بلا اختیار وارادہ یوسف علیہ السلام کے دل میں کسی قسم کی رغبت ومیلان کا پایا جانا نہ عصمت کے منافی ہے نہ انکے مرتبے کو گھٹاتا ہے، بندہ ناچیز کے نزدیک پہلی تفسیر زیادہ راجح معلوم ہوتی ہے پہلی تفسیر کی چند تائیدات ملاحظہ فرمائیں۔ ① حضرت یوسف اور زلیخا کا ارادہ چونکہ صورت وشکل میں ایک تھا، اس لئے دونوں کو قرآن کریم نے "هَمَّ" سے تعبیر کیا مگر حضرت یوسف کے "هم" کی نوعیت اس سے مختلف تھی۔ سورۃ الزمر میں "اِنَّكَ مَيِّتٌ وَّاِنَّهُمْ مَّيِّتُوْنَ" میں بھی اسی نکتہ کی طرف اشارہ کرنے کے لئے مختصر جملہ "انکم میتون" کی بجائے "اِنَّكَ مَيِّتٌ وَّاِنَّهُمْ مَّيِّتُوْنَ" لایا گیا ہے کیونکہ نفس موت میں اگرچہ سب شریک ہیں لیکن آنحضرت ﷺ کی موت اور دوسروں کی موت کی نوعیت میں زمین وآسمان کا فرق ہے۔ ② "هَمَّتْ" کے ساتھ لام اور قد تاکید کے لئے ہیں اور دوسرا "هَمَّ" بغیر تاکید کے ہے یہ اس پر واضح دلیل ہے کہ دونوں کے "هم" میں تغایر ہے۔ امام رازی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: کہ یوسف وزلیخا دونوں نے ارادہ کیا مگر ہر ایک کے ارادہ کی نوعیت الگ الگ تھی زلیخا پکڑنا چاہتی تھی اور یوسف بھاگنا چاہتے تھے۔ (تفسیر کبیر)

③ حضرت کاندھلوی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: امرأۃ العزیز کو اپنے مطلب کی فکر تھی اور یوسف صدیق کو اسکے دفعیہ کا فکر تھا حق جل شانہٗ نے امرأۃ العزیز کے "هَمّ" کو علیحدہ ذکر فرمایا۔ "وَلَقَدْ هَمَّتْ بِهٖ وَهَمَّ بِهَا" اور یہ نہیں فرمایا "وَلَقَدْ هَمَّ بِهِمَا" کہ دونوں نے قصد اور ارادہ کیا، معلوم ہوا کہ دونوں کا قصد اور ارادہ ایک دوسرے سے مختلف تھا۔ (معارف القرآن) ④ شیخ محی الدین ابن عربی قدس سرہٗ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ کشفی طور پر حضرت یوسف علیہ السلام سے ملاقات ہوئی میں نے عرض کیا کہ آپ کے "هم" اور زلیخا کے "هم" میں بظاہر اشتراک معلوم ہوتا ہے کوئی تعیین نہیں۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا کہ اشتراک صرف الفاظ میں ہے نہ کہ معنی میں۔ اس نے ارادہ کیا کہ مجھے اپنے مطلب پر مجبور کرے اور میں نے ارادہ کیا کہ میں اس کے دفع کرنے میں غالب آجاؤں۔ فرمایا اس پر دلیل یہ ہے کہ خود امرأۃ العزیز نے اقرار کیا۔ "اَلْـٰٔنَ حَصْحَصَ الْحَقُّ اَنَا رَاوَدْتُّهٗ عَنْ نَّفْسِهٖ" قرآن کریم میں کہیں میرے متعلق "انا راودتها عن نفسها" نہیں آیا جو میری صداقت پر واضح دلیل ہے۔ (الیواقیت والجواہر: ص:۱۳، ج۔۲)

كَذٰلِكَ لِنَصْرِفَ عَنْهُ ...الخ محافظت باری تعالیٰ: ہم نے یوسف علیہ السلام کو اسی طرح ثابت قدمی عطاء کی اور ان کو ارادہ اور فعل دونوں سے محفوظ رکھا۔ **سوء اور فحشاء میں فرق:** مقدمات زنا جیسے بوسہ اور نظر بالشہوۃ کو "اَلسُّوْٓءَ" اور زنا کو "اَلْفَحْشَآءَ" کہتے ہیں۔ (تفسیر کبیر: ص:۴۴۴، ج۔۱۸)

اہل بدعت کا یعقوب علیہ السلام کے لیے علم غیب اور حاضر وناظر کا اثبات اور اس کا جواب: تفریح الخواطر میں تنویر الخواطر کے حوالے سے لکھا ہے کہ تفسیر معالم التنزیل برحاشیہ خازن: ج:۳، ص:۲۲۴: کے حوالہ سے خود ابن عباس رضی اللہ عنہ اور متعدد حضرات تابعینؒ سے یہ نقل کیا ہے کہ جب زلیخا نے حضرت یوسف علیہ السلام کو اپنے جال میں پھنسانا چاہا تو اس وقت حضرت یعقوب کی صورت مثالی حضرت یوسف علیہ السلام کے پاس حاضر ہوئی، اور اپنا ہاتھ ان کے سینے پر مارا پس شہوت انگلیوں کے ذریعہ خارج ہوگئی، پھر اس کی تائید میں اپنی صاوی شریف کا حوالہ پیش کیا ہے، اور پھر لکھتے ہیں کہ اس واقعہ سے یعقوب علیہ السلام کا علم بھی ثابت ہو جاتا ہے اور مسئلہ حاضر وناظر بھی۔ (محصلہ، ص۔۳۱)

جواب: حضرت استاذ محترمؒ لکھتے ہیں کہ یہ بے صوفی صاحب کا مبلغ علم جوان کی نادانی کا رونا رو رہا ہے:

اولاً: اس لئے کہ صورت مثالیہ عالم مثال کی ایک شئے ہے جو اصل کے مشابہ ہوتی ہے لیکن اس کی نقل وحرکت اور کہیں حاضر ہونے سے اصل کی نقل وحرکت اور حاضر ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا، بلکہ ہوسکتا ہے کہ اصل کو علم تک بھی نہ ہو کہ ہماری مثالی صورت کیا کر رہی ہے۔ اس کو یوں سمجھیں جیسے زندہ انسان کو کوئی خواب میں دیکھے اور اس سے گفتگو یا بحث وتکرار یا اظہار حب و بغض کرے۔ اگر اصل اور زندہ انسان سے پوچھا جائے تو وہ کہے گا مجھے علم ہی نہیں کہ تم نے کس سے بات کی اور کس کس سے ملے، خواب میں بھی ایک مثالی شکل وصورت ہی سے ملاقات ہوتی ہے۔

حضرت مجدد الف ثانیؒ ارشاد فرماتے ہیں کہ :ہمچنیں ارباب حاجات از اعزه احیاء و اموات در مخاوف و مهالك مدد باطلب مینمایند و بینند كه صور آں اعزه حاضر شده و دف بلیه نموده است گاه هست كه آن اعزه را از دفع آں بلیه اطلاع بود و گاه نبود (مکتوبات دفتر دوم حصہ ہفتم مکتوب:۵۸ :ص ۲۵ :)

ترجمہ: اسی طرح ارباب حاجات زندوں اور مردوں کے عزیزوں میں سے خوف اور ہلاکت کی جگہوں میں مدد طلب کرتے ہیں، اور وہ دیکھتے ہیں کہ ان کی صورتیں حاضر ہو کر ان کی تکالیف کو دفع کرتی ہیں، کبھی یوں ہوتا ہے کہ ان کو تکالیف کے رفع ہو جانے کی اطلاع ہوتی ہے، اور کبھی نہیں ہوتی۔ نیز حضرت مجدد صاحبؒ فرماتے ہیں کہ :او لیائے كه صاحب علم و كشف اند جائز است كه بر بعضے از خوارقِ خود اطلاع پیدا نه كنند بلكه صور مثالیه ایشاں را د امكنه متعدده ظاهر سازند و در مسافات بعیده كار هائے عجیبه و غریبه ازاں صور بظهور آرند كه صاحب آن صور را ازانها اصلاً اطلاع نیست ۔ (مکتوبات دفتر اول حصہ سوم مکتوب :۲۱۶ ص ۔۱۲۱)

ترجمہ: وہ حضرات اولیاء کرام جو صاحب علم وکشف ہیں جائز ہے کہ ان کو اپنے بعض خوارق (کرامات) پر اطلاع نہ ہو بلکہ ان کی مثالی صورتیں متعدد جگہوں میں ظاہر ہو کر اور مسافت بعیدہ طے کر کے عجیب وغریب کام سرانجام دے دیں حتیٰ کہ ان کی مثالی صورت والوں کو ان کاموں کی مطلق بالکل کوئی اطلاع ہی نہ ہو۔

اس عبارت سے ثابت ہوا کہ جن حضرات کی صور مثالیہ ہوتی ہیں ان کو بعض مقامات اطلاع تک نہیں ہوتی کہ ہماری صورت مثالیہ کیا خدمت سرانجام دے آئی ہے لہٰذا ان صور مثالیہ اور لطائف غیبیہ کا مسئلہ حاضر وناظر اور علم غیب سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ لکھتے ہیں کہ :دیدن آنحضرت ﷺ بعد از موت بمثال است چنانچه در نوم مرئی شود در یقظه نیز نمایند و آں شخص شریف كه در مدینه در قبر آسوده وحی است هماں متمثل می گردد دریك آن متصور بصور متعدد عوام را در منام می نمایند و خواص را در یقظه۔

(مدارج النبوۃ :یہ عبارت انوار ساطعہ :ص ۱۸ :اور براہین قاطعہ :ص :۲۰۴ :میں بھی نقل کی گئی ہے)

ترجمہ: آنحضرت ﷺ کا وفات کے بعد دیکھنا مثال ہی کے ساتھ ہے جس طرح یہ مثالی صورت نیند میں دیکھی جاسکتی ہے اسی طرح بیداری میں بھی دیکھی جاسکتی ہے اور جو ذات مقدسہ مدینہ طیبہ میں قبر مبارک کے اندر آرام فرما اور زندہ ہے وہی ذات مثالی صورت میں ایک آن میں متعدد صورتوں میں متمثل ہو کر عوام کو خواب میں اور خواص کو بیداری میں دکھائی دی جاسکتی ہیں۔

الغرض صور مثالیہ ہوں یا لطائف غیبیہ (یعنی مثالی صورت) ہوں ان کا متنازعہ فیہا مسئلہ حاضر وناظر سے کوئی ربط نہیں ہے۔

حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوریؒ (المتوفی ۱۳۴۶ھ) نے کیا خوب ہی خوب ارشاد فرمایا ہے کہ اس بات کو خوب یاد کر لینا ضروری ہے کہ عقیدہ سب کا ہے کہ انبیاء علیہم السلام اپنی قبور میں زندہ ہیں، اور عالم غیب (یعنی برزخ، صفدر) میں اور جنت میں جہاں چاہیں

باذنہ تعالیٰ چلتے پھرتے ہیں اور اس عالم میں بھی حکم ہو تو آسکتے ہیں اور صلوٰۃ وسلام ملائکہ پہنچاتے ہیں اور اعمال امت آپ ﷺ پر پیش ہوتے ہیں، اور جس وقت حق تعالیٰ چاہے دنیا کے احوال کشف (ظاہر) ہو جاتے ہیں اس میں کوئی مخالف نہیں۔ مگر یہ کہ ہر جگہ محفل مولود میں اور دیگر مجالس ذکر میں ہر روز آتے ہوں یا ہر صورت وندا اور عرض وحالات دنیا کے ہر روز معلوم ہوتے ہوں، بدون اعلام (خبردار) حق تعالیٰ کے اس کو تسلیم نہیں کرتے، اور یہ کہ سب اشیاء کا علم حق تعالیٰ نے ان کو دیا ہے اس کو بھی قبول نہیں کرتے بلکہ جس قدر دیا جاتا ہے اس قدر جانتے ہیں۔ (براہین قاطعہ: ص: ۲۰۳: ص۔ ۲۰۴)

وثانیاً: اگر بالفرض یہ تسلیم بھی کرلیا جائے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام اس موقع پر حضرت یوسف علیہ السلام کے پاس پہنچ گئے تھے، تو ایک جگہ میں حاضر ہونے یا ایک واقعہ کے جاننے سے مسئلہ علم غیب اور حاضر وناظر کیسے ثابت ہو گیا خدا کے بندو! اپنے دعویٰ اور دلیل کی مطابقت بھی سمجھا کرو؟ (تفریح الخواطر: ص ۷۲، ۷۳)

﴿۲۵﴾ **فریقین کا مقاصد کی کامیابی کے لئے دوڑ**: حضرت یوسف علیہ السلام جان چھوڑانے کیلئے دروازہ کی طرف دوڑے، اور عورت پکڑنے کے لئے پیچھے دوڑی۔ وَقَدَّتْ قَمِيصَهُ: **زلیخا کا کارنامہ**: زلیخا کے ہاتھ سے یوسف علیہ السلام کا کرتہ بھی پیچھے سے پھٹ گیا۔ گھر سے باہر دروازہ پر زلیخا کا خاوند ملا۔ قَالَتْ ...الخ **زلیخا کی شکایت**: اس نے اپنا عیب چھپانے کے لئے شوہر سے شکایت کی۔ اَنْ يُّسْجَنَ ...الخ **سزا کی تجویز**: دو سزاؤں میں سے ایک سزا دینے کا مطالبہ کر دیا۔ ❶ ان کو قید کیا جائے۔ ❷ یا انکو سخت سزا دی جائے۔ ان دو سزاؤں کے علاوہ اور بھی دو سزائیں تھی جن کا ذکر زلیخا نے نہیں کیا۔ ① ملک بدر کیا جائے۔ ② قتل کیا جائے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ زلیخا سمجھتی تھی اگر پہلی دونوں سزاؤں میں سے کسی ایک پر عمل کیا گیا تو وہ اپنا اثر ورسوخ استعمال کر کے اپنی بری خواہش کو منوا سکتی ہے اس لئے اس نے ان دونوں سزاؤں کا ذکر کیا، آخری دونوں کا ذکر نہیں کیا کیونکہ وہ بخوبی جانتی تھی کہ ان میں سے کسی پر عمل کیا گیا تو یوسف آنکھوں سے اوجھل ہو جائیں گے، اور یوسف کی جدائی برداشت سے باہر تھی۔ واللہ اعلم

فائدہ: "غَلَّقَتِ الْاَبْوَابَ" سے دروازں کا بند ہونا معلوم ہوتا ہے سو غالب یہ ہے کہ یہ ابواب متعدد ایسے تھے جیسے امراء کے مکانات میں ایک ایک کمرے میں کئی کئی دروازے مختلف اطراف میں ہوا کرتے ہیں ان کا آگے پیچھے بالترتیب ہونا ضروری نہیں جیسا کہ مشہور ہے۔ پھر حضرت یوسف علیہ السلام ان دروازوں میں سے کسی ایک دروازہ کی طرف دوڑے اور اسکو جلدی سے کھول کر باہر ہو گئے، جیسا معمولی طور پر صرف کنڈی لگا کر دروازہ بند کر لیا جاتا ہے اور کنڈی کھلنے سے کھل جاتا ہے باقی کیفیت مشہورہ کے لئے دلیل کی حاجت ہے۔ واللہ اعلم

﴿۲۶﴾ **حضرت یوسف کا عزیز مصر سے مکالمہ**: یہ میری طرف نسبت غلط کرتی ہے جبکہ معاملہ برعکس ہے۔

وَشَهِدَ ...الخ **حضرت یوسف کی صفائی**: یوسف علیہ السلام کی پاک دامنی کی خصوصی شہادت، اللہ تعالیٰ نے اس عورت کے خاندان میں سے ایک بچے سے دلوائی۔ اِنْ كَانَ قَمِيصُهُ ...الخ **طریق صفائی**: اس بچے نے یہ فیصلہ سنایا کہ اگر یوسف علیہ السلام کا قمیص سامنے سے پھٹا ہوا ہے تو عورت سچی ہے اس کا ایک مطلب یہ ہے کہ یہ اقدام یوسف علیہ السلام کی طرف سے ہوگا، اور وہ عورت اپنے آپ کو بچانے کے لئے یوسف علیہ السلام کے دامن کو پکڑ کر علیحدہ کر رہی ہوگی کہ میں پاک دامن ہوں مجھ سے دور رہیں۔ اور اس کا دوسرا مطلب یہ ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام زلیخا کے پیچھے دوڑے ہوں گے، اور تیز دوڑنے کی وجہ سے کرتہ کے دامن میں الجھ کر گر گئے ہوں گے اور کرتہ کا گریبان پھٹ گیا۔ (مظہری، ص: ۱۵۶، ج۔ ۵)

اور اگر اس کا قمیص پیچھے سے پھٹا ہو تو عورت جھوٹی ہے اور یہ یوسف علیہ السلام سچے ہیں۔ اس فیصلہ اور شہادت سے دو باتیں سامنے آتی ہیں۔ ① زلیخا یوسف علیہ السلام کے پیچھے پڑی ہوئی تھی اور یوسف علیہ السلام اس سے بچ کر نکلنا چاہتے تھے۔ ② اس شاہد نے یوسف علیہ السلام کی قمیص کی طرف توجہ دلائی ہے اس سے واضح ثابت ہوا ہے کہ زلیخا کے جسم یا اس کے لباس پر یوسف علیہ السلام کی گرفت کے آثار اور نشان موجود نہیں تھے جس سے صاف ظاہر ہو گیا یہ سارا قصور زلیخا کا تھا نہ کہ حضرت یوسف علیہ السلام کا۔

مودودی صاحب بچے کی روایت کے متعلق لکھتے ہیں کہ یہ روایت نہ تو کسی صحیح سند سے ثابت ہے اور نہ اس معاملے میں خواہ مخواہ معجزے سے مدد لینے کی ضرورت محسوس ہوتی ہے پھر آگے لکھتے ہیں کہ بعید نہیں کہ وہ کوئی جج یا مجسٹریٹ ہو (مفسرین کے ہاں شیر خوار بچے کی شہادت کا قصہ دراصل یہودی روایات سے آیا ہے)۔ (تفہیم القرآن: ص ۹۴ سے تا ۹۵ ج ۲)

جواب: ① حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ شیر خوار بچے کے قول کو ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ نے پسند کیا ہے اور اس بارے میں مرفوع حدیث وارد ہے۔ (ابن کثیر: ص: ۷۷۰ ج ۴)

② اور علامہ زحیلی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ نے مرفوع حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا چار بچوں نے بچپن میں کلام کیا ہے ان میں سے ایک شاہد یوسف ہے۔ (التفسیر المنیر: ص: ۲۴۶ ج ۱۲)

③ محمد بن محمد سعاف نے تخریج بیضاوی میں لکھا ہے کہ یہ حدیث امام احمد نے مسند میں اور ابن حبان نے صحیح میں اور حاکم نے مستدرک میں اس کو صحیح کہا ہے اور حاکم نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت سے بھی اس کو بیان کیا ہے اور شرط شیخین کے موافق قرار دیا ہے۔ (مظہری: ص: ۱۵۶ ج ۵) اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ مودودی کا ان کو یہودی روایت کہنا غلط ہے اور حقائق سے ناواقفیت کی واضح دلیل ہے۔ شاھد کے متعلق بعض حضرات کہتے ہیں کہ وہ زلیخا کا چچا زاد اور بعض حضرات کہتے ہیں کہ وہ خالہ زاد بھائی تھا۔

(ابن کثیر: ص: ۷۷۰ ج ۲، معالم التنزیل: ص: ۵۴ سے ج ۲، تفسیر منیر: ص: ۲۴۱ ج ۱۲)

﴿۲۸﴾ عزیز مصر کا مشاہدہ۔ "قَالَ اِنَّهٗ مِنْ كَيْدِكُنَّ" زلیخا کو تنبیہ: اس عقلی فیصلے کی بنا پر عزیز نے اپنی بیوی کو جھوٹا پایا اور اسے ڈانٹا۔

﴿۲۹﴾ درگزر کی درخواست: عزیز مصر نے یوسف علیہ السلام کی دل جوئی کے لئے فرمایا "يُوْسُفُ اَعْرِضْ عَنْ هٰذَا" اے یوسف جو ہونا تھا وہ تو ہو چکا، اب آئندہ کیلئے اس بات سے درگزر کرو، اور کسی سے اسکا ذکر نہ کرو، عزیز مصر کا منشاء تھا کہ کسی کو اس کا علم نہ ہو، تا کہ میری رسوائی نہ ہو، مگر قضاء وقدر نے اسکو ایسا مشہور کیا کہ ہر ایک گھر میں اسکا چرچا ہونے لگا۔

وَاسْتَغْفِرِيْ ...الخ زلیخا کو غلطی پر معافی کا حکم: اور عزیز مصر نے اپنی بیوی سے کہا کہ تو اللہ سے اپنے گناہ کی معافی مانگ یا یہ معنی ہے کہ تو یوسف سے معافی مانگ کہ تو نے اسکو متہم کر کے ایذاء پہنچائی، بے شک تو ہی خطاء کاروں میں سے ہے سارا قصور تیرا ہی ہے اس طرح یہ قصہ بظاہر ختم ہوا مگر مخفی نہ رہ سکا۔ حکایت: کسی عالم کا مقولہ ہے کہ میں شیطان سے اتنا نہیں ڈرتا جتنا کہ عورتوں سے ڈرتا ہوں، عورتوں کا کید عظیم ہے اور شیطان کا کید ضعیف ہے "اِنَّ كَيْدَ الشَّيْطٰنِ كَانَ ضَعِيْفًا" نیز شیطان چوروں کی طرح چھپ کر مکر کرتا ہے، اور عورت سامنے آ کر مکر کرتی ہے مگر حق بات یہ ہے کہ عورتوں کے مکر کی بڑائی مردوں کی نسبت سے ہے، اور شیطان کی تدبیر کا کمزور ہونا بہ نسبت حق تعالیٰ کے مقصود ہے۔ (کمالین شرح جلالین)

وَقَالَ نِسْوَةٌ فِي الْمَدِيْنَةِ امْرَاَتُ الْعَزِيْزِ تُرَاوِدُ فَتٰىهَا عَنْ نَّفْسِهٖ ۚ قَدْ شَغَفَهَا حُبًّا ۭ اِنَّا لَنَرٰىهَا

اور کہا کچھ عورتوں نے شہر میں کہ عزیز کی بیوی پھسلاتی ہے اپنے غلام کو اس کے جی سے بیشک وہ اس کی محبت میں فریفتہ ہو گئی ہے

فِیۡ ضَلٰلٍ مُّبِیۡنٍ ﴿۳۰﴾ فَلَمَّا سَمِعَتۡ بِمَكۡرِهِنَّ اَرۡسَلَتۡ اِلَیۡهِنَّ وَ اَعۡتَدَتۡ لَهُنَّ مُتَّكَاً وَّ اٰتَتۡ

ہم دیکھتی ہیں اس کو صریح غلطی میں ﴿۳۰﴾ جب اس (عزیز کی بیوی) نے ان (عورتوں) کی فریب کاری کی باتیں سنیں تو ان کی طرف پیغام بھیجا اور تیار کی ان کے لئے مجلس طعام اور دی

كُلَّ وَاحِدَةٍ مِّنۡهُنَّ سِكِّیۡنًا وَّ قَالَتِ اخۡرُجۡ عَلَیۡهِنَّ ۚ فَلَمَّا رَاَیۡنَهٗۤ اَكۡبَرۡنَهٗ وَ قَطَّعۡنَ اَیۡدِیَهُنَّ

اس نے ہر ایک کو ان میں سے ایک چھری اور اس نے کہا یوسف سے کہ نکل آ ان کے سامنے جب ان عورتوں نے اس کو دیکھا تو اسکو بڑا خیال کیا اور کاٹ ڈالے انہوں نے

وَ قُلۡنَ حَاشَ لِلّٰهِ مَا هٰذَا بَشَرًا ؕ اِنۡ هٰذَاۤ اِلَّا مَلَكٌ كَرِیۡمٌ ﴿۳۱﴾ قَالَتۡ فَذٰلِكُنَّ الَّذِیۡ لُمۡتُنَّنِیۡ

اپنے ہاتھ اور کہنے لگیں وہ پاک ہے اللہ تعالیٰ نہیں ہے یہ بشر مگر بزرگ فرشتہ ﴿۳۱﴾ بولی وہ عورت (جسکے گھر میں یوسف علیہ السلام تھے) یہ وہی ہے کہ

فِیۡهِ ؕ وَ لَقَدۡ رَاوَدۡتُّهٗ عَنۡ نَّفۡسِهٖ فَاسۡتَعۡصَمَ ؕ وَ لَئِنۡ لَّمۡ یَفۡعَلۡ مَاۤ اٰمُرُهٗ لَیُسۡجَنَنَّ

تم مجھے ملامت کرتی تھیں اس کے بارے میں اور البتہ تحقیق میں نے اس کو بے قابو کرنا چاہا تھا اس کے جی سے پس وہ بچ گیا اور اگر نہیں کریگا وہ جو میں اس کو کہتی ہوں

وَ لَیَكُوۡنًا مِّنَ الصّٰغِرِیۡنَ ﴿۳۲﴾ قَالَ رَبِّ السِّجۡنُ اَحَبُّ اِلَیَّ مِمَّا یَدۡعُوۡنَنِیۡۤ اِلَیۡهِ ۚ وَ اِلَّا تَصۡرِفۡ

تو ضرور وہ قید میں ڈالا جائیگا اور ہو جائیگا وہ بے عزت ﴿۳۲﴾ کہا (یوسف علیہ السلام نے) اے پروردگار قید خانہ زیادہ اچھا ہے میرے نزدیک اس بات سے جس کی طرف یہ عورتیں

عَنِّیۡ كَیۡدَهُنَّ اَصۡبُ اِلَیۡهِنَّ وَ اَكُنۡ مِّنَ الۡجٰهِلِیۡنَ ﴿۳۳﴾ فَاسۡتَجَابَ لَهٗ رَبُّهٗ فَصَرَفَ عَنۡهُ

مجھے بلاتی ہیں اور اگر تو نہیں پھیریگا انکی فریب کاری کو مجھ سے تو میں مائل ہو جاؤنگا انکی طرف اور ہو جاؤنگا میں نادانوں میں سے ﴿۳۳﴾ پس قبول کی اسکے پروردگار نے اسکی دعا پس

كَیۡدَهُنَّ ؕ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِیۡعُ الۡعَلِیۡمُ ﴿۳۴﴾ ثُمَّ بَدَا لَهُمۡ مِّنۡۢ بَعۡدِ مَا رَاَوُا الۡاٰیٰتِ لَیَسۡجُنُنَّهٗ

پھیر دیا اس سے انکی فریب کاری کو بیشک وہ سننے والا اور جاننے والا ہے ﴿۳۴﴾ پھر ظاہر ہوا ان کیلئے بعد اس کے کہ انہوں نے دیکھ لیں نشانیاں یہ کہ اسکو ضرور قید میں رکھیں

حَتّٰی حِیۡنٍ ﴿۳۵﴾

ایک وقت تک ﴿۳۵﴾

مصر کی عورتوں کا فریب

﴿۳۰﴾ وَقَالَ نِسۡوَةٌ فِی الۡمَدِیۡنَةِ ...الخ ربط آیات : گزشتہ آیات میں زلیخا کے فریب کا ذکر تھا اب یہاں سے مصر کی عورتوں کے فریب کا ذکر ہے۔

خلاصہ رکوع ۴ حال۔۶۔ مصر کی عورتوں کا فریب زلیخا پر طعن، زلیخا کا تدبیر اظہار معذوری، زلیخا کا مطالبہ مجلس کی طرف نکلنے کا، مصر کی عورتوں کا مشاہدہ وکیفیت، اقرار حسن یوسف، زلیخا کا مصری عورتوں کو تنبیہ، اقرار جرم زلیخا، زلیخا کی یوسف علیہ السلام کو دھمکی، حضرت یوسف علیہ السلام کی دعا، اجابت دعا ابتلاء جیل۔ ماخذ آیات ۳۰ تا ۳۵ +

حال ۶: مصر کی عورتوں کا فریب زلیخا پر طعن : یوسف علیہ السلام کے لئے اب کا حال پہلے حالات سے بھی زیادہ سخت آزما

ہے چونکہ عزیز مصر کی بیوی کا شہر میں بدنامی کا چرچا ہو گیا تھا اور مصر کی عورتیں طعنے دینے لگیں اور اپنی پارسائی کے گن گانے لگیں۔

قَدْ شَغَفَهَا حُبًّا: اس غلام کی محبت اس کے دل میں گھر کر گئی یعنی یوسف عزیز کی بیوی کے دل کے غلاف کو پھاڑ کر اس کے دل کے اندر گھس گیا مطلب یہی ہے کہ یوسف کی محبت زلیخا کے دِل میں رچ گئی۔ کلبی نے "شغف" کا ترجمہ کیا "حجب" یعنی زلیخا کے دل پر یوسف کی محبت چھا گئی محبت نے عقل پر پردہ ڈال دیا کہ سوائے یوسف کے اور کسی کی بات کو سمجھنے کا اسکو ہوش نہیں رہا۔ (مظہری، ص:۱۵۸، ج۔۵)

﴿۳۱﴾ تدبیر اظہار معذوری: زلیخا نے اپنی بدنامی کا داغ دھونے کے لئے بالآخر مصر کی عورتوں سے انتقام لینے کی سوچ لی، اور طے یہ کیا کہ شہر کی عورتوں کو دعوت پر بلایا جائے، اور بڑی گرم جوشی سے ان کا استقبال کیا جائے چنانچہ اس نے دعوت کا انتظام کیا، اور دسترخوان پر مختلف قسم کے کھانے اور میوجات چنے، پھل کاٹنے کے لئے ہر ایک کے ہاتھ میں چھری تھمادی۔ اور یہ ابتلاء حضرت یوسف علیہ السلام کے لئے پہلے سے بھی زیادہ سخت تھا اس لئے کہ پہلے صرف ایک عشق کی مریضہ تھی اب متعدد جمع ہو گئیں۔

وَقَالَتِ اخْرُجْ ...الخ زلیخا کا مطالبہ مجلس کی طرف نکلنے کا: حضرت یوسف علیہ السلام علیحدہ کمرہ میں تشریف فرما تھے، انکو بلایا کہ آپ باہر تشریف لائیں۔ سؤال: حضرت یوسف علیہ السلام مصر کی عورتوں کے سامنے کیوں ظاہر ہوئے جبکہ یہ ناجائز ہے؟ جواب: چونکہ آپ غلامی کی زندگی گزار رہے تھے انہوں نے سمجھا شاید مہمانوں کی خدمت کے لئے بلایا ہو۔

فَلَمَّا رَاَيْنَهٗ ...الخ مصر کی عورتوں کا مشاہدہ وکیفیت: تو مصر کی عورتیں ان کے حسن کو دیکھ کر نشہ میں چور اور مخمور ہو گئیں اور ان کے حواس باختہ ہو گئے بجائے پھلوں کے اپنے ہاتھ کاٹ ڈالے۔ قُلْنَ حَاشَ ...الخ اقرار حسن یوسف: اور تعجباً "حَاشَ لِلّٰهِ" بول اٹھی اور نورانی جمال دیکھ کر فرشتہ کہہ ڈالا۔

﴿۳۲﴾ زلیخا کی مصری عورتوں کو تنبیہ: جب زلیخا کا تیر نشانے پر لگا، منصوبہ اور دھما کہ کامیاب ہوا تو بیگمات مصر پر برس پڑی "فَذٰلِكُنَّ الَّذِيْ لُمْتُنَّنِيْ فِيْهِ" یہی وہ ہے جس کے معاملہ میں تم نے مجھے ملامت کی تھی، اب تمہیں کیا ہو گیا ہے؟ تم نے اپنے ہاتھ کیوں کاٹ ڈالے؟ تمہاری عزت کہاں گئی؟ تمہاری غیرت کہاں گئی؟ تم نے حیا کا دامن کیوں چھوڑ دیا؟ تم منہ کھولتی کیوں نہیں ہو؟

وَلَقَدْ رَاوَدْتُّهٗ ...الخ اقرار جرم زلیخا: اور واقعی میں نے اس سے اپنا مطلب حاصل کرنے کی خواہش کی تھی مگر یہ پاک صاف رہا۔ وَلَئِنْ لَّمْ يَفْعَلْ ...الخ زلیخا کی حضرت یوسف کو دھمکی: جب مصر کی عورتوں سے کوئی جواب نہ بن پڑا تو زلیخا نے حضرت یوسف علیہ السلام کو سنانے کے لئے مصر کی عورتوں کے سامنے برملا اپنی دھمکی کا تذکرہ کیا اور سزا کی تجویز سنائی کہ اگر اس نے میری بات نہ مانی تو ضرور جیل میں جائے گا، اور ذلیل ہو کر رہے گا۔ ﴿۳۳﴾ یوسف علیہ السلام کی دعا: اے اللہ مجھے اس گناہ کے مقابلے میں جیل خانہ زیادہ عزیز ہے۔

﴿۳۴﴾ اجابت دعا: اللہ تعالیٰ نے فوراً دعا قبول فرمالی۔ اس دعا کا مطلب یہ تھا کہ اے پروردگار مجھے اپنے نفس پر بھروسہ نہیں تیری تائید اور حفاظت کی درخواست کرتا ہوں کہ مجھے ان کے مکروفریب سے دور رکھ، اور جیل خانہ کی درخواست اس لیے کرتا ہوں کہ ان کے فتنہ سے نجات ملے، اور ان کے جال سے بالکل محفوظ ہو جاؤں، اللہ تعالیٰ نے انکی دعا کی لاج رکھ لی۔ عجیب شان پیغمبری ہے کہ لوگ جذبات کی تسکین کے لئے جیل جاتے ہیں مگر یوسف علیہ السلام جذبات کو روکنے کے لئے جیل جارہے ہیں۔

حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں ظاہراً معلوم ہوتا ہے اپنے مانگنے سے قید میں پڑے لیکن اللہ تعالیٰ نے اتنا ہی قبول فرمایا کہ ان کا فریب دفع کر دیا۔ باقی قید ہونا قسمت میں تھا آدمی کو چاہئے کہ گھبرا کر اپنے حق میں برائی نہ مانگے پوری بھلائی مانگے گو ہو گا وہی جو قسمت میں ہے۔ ترمذی شریف میں ہے کہ ایک شخص کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دعا مانگتے سنا "اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَسْاَلُكَ الصَّبْرَ" اے اللہ میں

تجھ سے صبر مانگتا ہوں آپ نے فرمایا "سَأَلْتَ اللهَ الْبَلَاءَ فَاسْئَلْهُ الْعَافِيَةَ" تو نے اللہ سے بلاء طلب کی کیونکہ صبر تو بلاء پر ہوگا اب تو اس سے عافیت مانگ۔ (تفسیر عثمانی)

﴿۳۵﴾ ابتلاء جیل : یوسف علیہ السلام کی نشانیوں سے برأت ثابت ہو چکی تھی خود عزیز مصر کے خاندان والوں نے دیکھ لی تھی مثلاً قمیص کا پیچھے سے پھٹنا، شیر خوار بچے کی شہادت وغیرہ۔ لیکن پھر بھی عزیز مصر نے حضرت یوسف علیہ السلام کو پانچ یا سات برس کے لئے جیل میں بھیج دیا، تا کہ عورت کی بدنامی لوگ بھول جائیں، یا اس کی نظر سے دور رہے جیسے ہی حضرت یوسف علیہ السلام نے جیل خانہ میں برکت کا قدم رکھا، تو جیل خانہ، جیل خانہ ہی نہ رہا بلکہ عبادت خانہ اور خانقاہ اور درسگاہِ توحید بن گیا۔

وَدَخَلَ مَعَهُ السِّجْنَ فَتَيٰنِ ؕ قَالَ اَحَدُهُمَآ اِنِّيْٓ اَرٰىنِيْٓ اَعْصِرُ خَمْرًا ۚ وَقَالَ الْاٰخَرُ اِنِّيْٓ

اور داخل ہوئے اس (یوسف علیہ السلام) کیساتھ قید خانے میں دو نوجوان توان میں سے ایک نے کہا کہ میں دیکھتا ہوں خواب میں کہ میں انگور کا شراب نچوڑ رہا ہوں اور دوسرے

اَرٰىنِيْٓ اَحْمِلُ فَوْقَ رَاْسِيْ خُبْزًا تَاْكُلُ الطَّيْرُ مِنْهُ ؕ نَبِّئْنَا بِتَاْوِيْلِهٖ ۚ اِنَّا نَرٰىكَ مِنَ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۳۶﴾

نے کہا کہ میں دیکھتا ہوں کہ میں اٹھا رہا ہوں اپنے سر پر روٹیاں اور پرندے اس سے کھا رہے ہیں بتلاؤ ہمیں انکی تعبیر، بیشک ہم دیکھتے ہیں آپکو نیکی کرنیوالوں میں سے ﴿۳۶﴾

قَالَ لَا يَاْتِيْكُمَا طَعَامٌ تُرْزَقٰنِهٖٓ اِلَّا نَبَّاْتُكُمَا بِتَاْوِيْلِهٖ قَبْلَ اَنْ يَّاْتِيَكُمَا ؕ ذٰلِكُمَا مِمَّا

کہا یوسف (علیہ السلام) نے نہیں آیگا تمہارے پاس کھانا جو تمہیں دیا جاتا ہے مگر میں بتلادونگا انکی تعبیر اسکے آنے سے پہلے یہ علم وہ ہے جو مجھے سکھایا ہے میرے پروردگار نے

عَلَّمَنِيْ رَبِّيْ ؕ اِنِّيْ تَرَكْتُ مِلَّةَ قَوْمٍ لَّا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ كٰفِرُوْنَ ﴿۳۷﴾

بیشک میں نے چھوڑ دیا ہے اس قوم کی ملت کو جو ایمان نہیں رکھتے اللہ پر اور آخرت کے ساتھ وہ انکار کرنے والے ہیں ﴿۳۷﴾

وَاتَّبَعْتُ مِلَّةَ اٰبَآءِيْٓ اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ ؕ مَا كَانَ لَنَآ اَنْ نُّشْرِكَ بِاللّٰهِ

اور میں نے پیروی کی ہے اپنے باپ دادا کی ملت کی جو ابراہیم، اسحاق اور یعقوب (علیہم السلام) تھے نہیں لائق ہمارے لئے یہ بات کہ ہم شریک ٹھہرائیں اللہ تعالیٰ کیساتھ

مِنْ شَيْءٍ ؕ ذٰلِكَ مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ عَلَيْنَا وَعَلَى النَّاسِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَشْكُرُوْنَ ﴿۳۸﴾

کسی چیز کو یہ ہم پر اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہے اور لوگوں پر بھی۔ لیکن اکثر لوگ شکر ادا نہیں کرتے ﴿۳۸﴾

يٰصَاحِبَيِ السِّجْنِ ءَاَرْبَابٌ مُّتَفَرِّقُوْنَ خَيْرٌ اَمِ اللّٰهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ ﴿۳۹﴾ مَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ

(یوسف نے کہا) اے میرے قید خانے کے دو رفیقو! کیا بہت سے جدا جدا معبود بہتر ہیں یا اللہ جو اکیلا اور زبردست ہے ﴿۳۹﴾ تم نہیں عبادت کرتے اس کے سوا

دُوْنِهٖٓ اِلَّآ اَسْمَآءً سَمَّيْتُمُوْهَآ اَنْتُمْ وَاٰبَآؤُكُمْ مَّآ اَنْزَلَ اللّٰهُ بِهَا مِنْ سُلْطٰنٍ ؕ

مگر نام ہیں جو تم نے رکھ لئے ہیں اور تمہارے آباؤ اجداد نے۔ نہیں اتاری اللہ نے اس کے بارے میں کوئی دلیل نہیں ہے حکم

اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ ؕ اَمَرَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ ؕ ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ

مگر اللہ کیلئے اس نے حکم دیا ہے کہ نہ عبادت کرو اس کے سوا کسی کی۔ یہی ہے مضبوط دین مگر

لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۴۰﴾ يٰصَاحِبَيِ السِّجْنِ اَمَّآ اَحَدُكُمَا فَيَسْقِيْ رَبَّهٗ خَمْرًا ۚ وَاَمَّا الْاٰخَرُ فَيُصْلَبُ

اکثر لوگ نہیں جانتے ﴿۴۰﴾ اے میرے قید خانے کے دوساتھیو اتم میں سے ایک پس وہ پلائے گا اپنے مالک کو شراب اور دوسرے کو سولی پر لٹکایا جائے گا اور کھائیں گے پرندے

فَتَاْكُلُ الطَّيْرُ مِنْ رَّاْسِهٖ ۭ قُضِيَ الْاَمْرُ الَّذِيْ فِيْهِ تَسْتَفْتِيٰنِ ﴿۴۱﴾ وَقَالَ لِلَّذِيْ

اس کے سر سے، فیصلہ کیا گیا ہے اس بات کا جس میں وہ دونوں پوچھ رہے تھے ﴿۴۱﴾ اور کہا (یوسف نے) اس شخص کیلئے جس کے بارے میں

ظَنَّ اَنَّهٗ نَاجٍ مِّنْهُمَا اذْكُرْنِيْ عِنْدَ رَبِّكَ ۡ فَاَنْسٰىهُ الشَّيْطٰنُ ذِكْرَ رَبِّهٖ فَلَبِثَ فِي السِّجْنِ

ان کو یقین تھا کہ وہ نجات پانیوالا ہے دونوں میں سے کہ میرا ذکر کرنا اپنے مالک کے پاس پس بھلا دیا اس کو شیطان نے اس کے مالک کے پاس ذکر کرنے سے پس ٹھہرے رہے

بِضْعَ سِنِيْنَ ﴿۴۲﴾ؑ

یوسف علیہ السلام قید خانے میں کئی سال تک ﴿۴۲﴾

یوسف علیہ السلام کی دعوت توحید

﴿۳۶﴾ وَدَخَلَ مَعَهُ السِّجْنَ ...الخ ربط آیات : گزشتہ آیات میں یوسف علیہ السلام کی دعا اور اجابت دعا کا ذکر تھا اب یہاں سے اس دعا کے نتیجہ میں جو جیل خانہ ملا اس کا ذکر ہے، گویا کہ اللہ پاک نے زنان خانہ سے نکال کر جیل خانہ میں بھیج دیا اور "وَلِنُعَلِّمَهٗ مِنْ تَاْوِيْلِ الْاَحَادِيْثِ" کے ظہور کا زمانہ جیل سے شروع ہوا۔

خلاصہ رکوع ⑤ حال۔ ۷۔ دخول جیل خانہ مع شاہی ملزمان، ساقی کا بیان خواب، خباز کا بیان خواب، قیدیوں کا اظہار محبت، تعبیر کا وعدہ قبل از طعام تسلی، مسلکی تقلید، طریق دعوت توحید، طریق غیر کی نفی، تعبیر خواب، حضرت یوسف کی ساقی (نجات پانے والا) سے پیغام، شیطان کا کارنامہ۔ ماخذ آیات ۳۶ تا ۴۲+

حال: ۷: دخول جیل خانہ مع شاہی ملزمان: مفسرین نے لکھا ہے کہ مصر کے کچھ لوگوں نے بادشاہ کو قتل کرانے کا منصوبہ بنایا تھا، ان لوگوں نے ان دونوں کو استعمال کرنا چاہا، ان میں سے ایک بادشاہ کا ساقی تھا، جو اس کو پینے کی چیزیں پلایا کرتا تھا، اور دوسرا خباز یعنی روٹی تیار کرنے والا تھا، منصوبہ بنانے والوں نے ان دونوں سے کہا کہ تم کھانے پینے کی چیزوں میں زہر ملا کر بادشاہ کو کھلا دو پہلے تو دونوں نے بات قبول کرلی کیونکہ رشوت کی پیش کش کی گئی تھی، پھر ساقی تو منکر ہو گیا، اور خباز نے رشوت قبول کرلی اور کھانے میں زہر ملا دیا۔ جب بادشاہ کھانے بیٹھا تو ساقی نے کہا کہ آپ کھانا نہ کھائیں، کیونکہ اس میں زہر ہے، اور خباز نے کہا کہ آپ پینے کی کوئی چیز نہ پئیں، کیونکہ اس میں زہر ہے، بادشاہ نے ساقی سے کہا کہ تو یہ جو کچھ میرے پلانے کے لئے لایا ہے، اس میں سے پی لے اس نے پی لیا تو کوئی نقصان نہ ہوا، پھر بادشاہ نے خباز سے کہا کہ تو اس کھانے میں سے کھالے تو وہ انکاری ہو گیا، پھر وہ کھانا ایک جانور کو کھلایا گیا وہ جانور کھا کر ہلاک ہو گیا، بادشاہ نے ساقی اور خباز دونوں کو جیل بھجوا دیا (بھیجنا تو چاہئے تھا صرف خباز کو لیکن تحقیق اور تفتیش کی ضرورت سے ساقی کو بھیج دیا)

ان دونوں کو فکر پڑی ہوئی تھی کہ دیکھو کیا ہوتا ہے، ہماری رہائی ہوتی ہے، یا جان جاتی ہے، اسی اثناء میں ان میں سے ایک نے خواب دیکھا کہ وہ انگور سے شیرہ نچوڑ رہا ہے، جس سے شراب بنائی ہے (یہ خواب دیکھنے والا بادشاہ کا ساقی تھا) اور دوسرا شخص یعنی (خباز) نے یہ خواب دیکھا کہ وہ اپنے سر پر روٹیاں اٹھائے ہوئے لے جا رہا ہے، اور ان روٹیوں میں سے پرندے کھاتے جا رہے

ع ۵
۱۵

ہیں۔ دونوں نے سیدنا حضرت یوسف علیہ السلام کو اپنا خواب پیش کیا اور تعبیر لینے کی خواہش ظاہر کی، اور ساتھ ہی یوں بھی کہا کہ آپ ہمیں اچھے آدمی معلوم ہوتے ہیں اندازہ یہ ہے کہ آپ کی بتائی ہوئی تعبیر درست ہی ہوگی۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے ان کی تعبیر بتانے کا اقرار فرمالیا لیکن پہلے توحید کی تبلیغ فرمائی۔ (معالم التنزیل: ص:۵۷ ج ۲)

قَالَ اَحَدُهُمَآ ...الخ **ساقی کا بیان خواب** : کہ میں دیکھتا ہوں کہ بادشاہ کو شراب پلا رہا ہوں۔

وَقَالَ الْاٰخَرُ ...الخ **خباز کا بیان خواب** : خباز نے کہا (نان بائی نے کہ) میرے سر پر کئی ٹوکرے ہیں جس میں سے پرندے نوچ کر کھا رہے ہیں۔ **اِنَّا نَرٰىكَ** ...الخ **قیدیوں کا اظہار محبت۔**

﴿۳۷﴾ **حضرت یوسف علیہ السلام کا تعبیر وعدہ قبل از طعام و تسلی** : یوسف علیہ السلام نے پہلے انکو تسلی دے دی کہ تمہارے خوابوں کی تعبیر جلدی بتا دوں گا جو تمہیں روزمرہ کھانا ملتا ہے، اسکے آنے سے پہلے میں تعبیر بتا کر فارغ ہو جاؤں گا۔ لیکن تعبیر خواب سے زیادہ ضروری اور مفید ایک اہم بات سنانا چاہتا ہوں وہ یہ کہ تعبیر کا علم مجھے کہاں سے ملا ہے سو یاد رکھو میں کوئی پیشہ ور کاہن نہیں یا نجومی نہیں بلکہ میرے علم کا سرچشمہ اور الہام ربانی ہے جو مجھ کو حق تعالیٰ نے عطا فرمایا کہ میں نے ہمیشہ سے کافروں اور باطل پرستوں کے دین وملت کو چھوڑ رکھا ہے اور اپنے مقدس آباؤ اجداد (یعنی حضرت ابراہیم حضرت اسحٰق حضرت یعقوب علیہ السلام) جیسے انبیاء و مرسلین کے دین توحید پر چلا اور انکا اسوۂ حسنہ اختیار کیا ہمارا سب سے بڑا مطمع نظر بس یہی رہا کہ دنیا کی کسی چیز کو کسی درجے میں بھی خدا کا شریک نہ بنائیں نہ ذات میں نہ صفات میں نہ افعال میں اور نہ ربوبیت و معبودیت میں صرف اسی کے آگے جھکیں اسی سے محبت کریں، اور اسی پر بھروسہ کریں، اور اپنا جینا مرنا سب اسی ایک پروردگار کے حوالہ کریں، بحرحال یوسف علیہ السلام نے موقع مناسب دیکھ کر نہایت مؤثر طرز میں ان قیدیوں کو دعوت ایمان توحید کی طرف ترغیب دی۔

پیغمبروں کا کام ہی یہی ہوتا ہے کہ تبلیغ حق کا کوئی مناسب موقع ہاتھ سے نہ جانیں دیں، یوسف علیہ السلام نے دیکھا کہ ان قیدیوں کا دل میری طرف متوجہ اور مانوس ہے، قید کی مصیبت میں گرفتار ہو کر شاید کچھ نرم بھی ہوئے ہونگے، ان حالات میں فرض تبلیغ کے ادا کرنے میں فائدہ اٹھائیں پہلے انکو دین کی باتیں سکھلائیں پھر تعبیر بھی بتلا دیں گے یہ تسلی پہلے ان کو کر دی کہ کھانے کے وقت تک تعبیر معلوم ہو جائے گی تا کہ وہ نصیحت سے اکتا نہ جائیں۔

تنبیہ : بہت سے مفسرین نے "لَا يَاْتِيْكُمَا طَعَامٌ تُرْزَقٰنِهٖٓ ...الخ کے معنی یہ لیئے ہیں کہ کبھی کھانا تمہارے پاس نہیں آتا مگر آنے سے پہلے اس کی حقیقت پر تم کو مطلع کر دیا کرتا ہوں یعنی آج کیا کھانا آئیگا کس قسم کا ہوگا پھر تعبیر بتانا کیا مشکل ہے گویا پہلے یوسف علیہ السلام نے معجزہ کی طرف توجہ دلا کر انہیں اپنی نبوت کا یقین دلانا چاہا، تا کہ آئندہ جو نصیحت کریں زیادہ مؤثر واقع ہو اس تقریر پر یوسف علیہ السلام کا یہ معجزہ ایسا ہی ہوگا جیسے حضرت مسیح علیہ السلام نے فرمایا تھا۔ "وَاُنَبِّئُكُمْ بِمَا تَاْكُلُوْنَ وَمَا تَدَّخِرُوْنَ فِيْ بُيُوْتِكُمْ۔"

حضرت شاہ عبدالقادر صاحب رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں! کہ حق تعالیٰ نے قید میں یہ حکمت رکھی کہ انکا دل کافروں کی محبت سے (یعنی کافر جوان کی محبت و مدارات کرتے تھے اس سے) ٹوٹا تو دل پر اللہ کا علم روشن ہوا اللہ کے علم سے چاہا کہ اول انکو دین کی بات سکھا دیں پیچھے تعبیر خواب کہیں اس واسطے تسلی کر دی تا کہ نہ گھبرائیں کہا کہ کھانے کے وقت تک وہ بھی بتا دونگا۔ (تفسیر عثمانی)

﴿۳۸﴾ **مسلکی تقلید** : فرمایا میرا دین میرے باپ دادے والا ہے جو سب کے سب نبی تھے اور شرک سے پاک تھے اور انہیں کی ملت پر قائم رہنا ہمارا حق ہے اور انہیں کے خاندان کی شمع سے سب لوگوں نے اپنے دلوں کے چراغ روشن کیئے مگر افسوس کہ لوگوں نے اس نعمت کی قدر نہیں کی راہ توحید کی بجائے شرک و عصیان کی راہ اختیار کر لی۔

﴿۳۹﴾ طریق دعوت توحید : حضرت یوسف علیہ السلام نے تعبیر خواب بتلانے سے پہلے انہیں توحید کی دعوت دی فرمایا اے جیل کے رفیقو! کیا مختلف اقسام کے معبود جن پر تم نے خدائی اختیارات تقسیم کر رکھے ہیں ان سے لو لگانا بہتر ہے یا وہ اکیلا جس کو ساری مخلوق پر کلی اختیارات اور کامل تصرف وقبضہ ہے۔ اب خود ہی ذرا سوچ کر بتاؤ کہ سر عبودیت اور استعانت کے لئے کس کے سامنے جھکایا جائے؟

﴿۴۰﴾ طریق غیر کی نفی : اور انکے طریق عبادت کو خلاف عقل ونقل ثابت کیا۔

﴿۴۱﴾ تعبیر خواب : تلقین توحید کے بعد تعبیر خواب بتلائی۔

﴿۴۲﴾ حضرت یوسف کی ساقی (منجی) کے ذریعہ پیغام ان دونوں میں سے ساقی کو یہ پیغام دیا اتفاقاً ایسا ہوا کہ اسے پیغام کی تعمیل یاد ہی نہ رہی۔ فَاَنْسٰهُ الشَّيْطٰنُ ...الخ شیطان کا کارنامہ :یعنی شیطان نے اس شخص کو بھلا دیا یوسف علیہ السلام کا اپنے آقا کے سامنے ذکر کرنا۔ اور یہ بات یاد رکھیں کہ دنیا کے اندر اسباب عادیہ اختیار کرنا جائز ہے لہٰذا "اذْكُرْنِي عِنْدَ رَبِّكَ" فرمانے پر کوئی اشکال وارد نہیں ہوتا اور "فَلَبِثَ" کا یہ مطلب نہیں ہے کہ غیر اللہ سے حضرت یوسف علیہ السلام کی درخواست کرنے کی سزا میں انکو جیل خانہ میں رکھا گیا بلکہ رہا ہونے والے کے بھول جانے پر اسے مرتب فرمایا ہے کہ اس کے بھولنے کی وجہ سے یوسف علیہ السلام کی رہائی کا سامان نہ ہوسکا۔ اور دائرہ اسباب میں اعانت درست ہے فرمایا۔ "وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى" ۔(سورۃ المائدہ آیت ۔ ۲)

وَقَالَ الْمَلِكُ اِنِّيْٓ اَرٰى سَبْعَ بَقَرٰتٍ سِمَانٍ يَّاْكُلُهُنَّ سَبْعٌ عِجَافٌ وَّسَبْعَ سُنْۢبُلٰتٍ

اور کہا بادشاہ نے بیشک میں دیکھتا ہوں خواب میں سات گائیں موٹی تازی کھاتی ہیں ان کو سات دبلی پتلی گائیں اور سات خوشے

خُضْرٍ وَّاُخَرَ يٰبِسٰتٍ ۭ يٰٓاَيُّهَا الْمَلَاُ اَفْتُوْنِيْ فِيْ رُءْيَايَ اِنْ كُنْتُمْ لِلرُّءْيَا تَعْبُرُوْنَ ﴿۴۳﴾

سرسبز اور دوسرے خشک اے دربار والو! بتلاؤ مجھے میرے خواب میں اگر تم خواب کی تعبیر کرتے ہو ﴿۴۳﴾

قَالُوْٓا اَضْغَاثُ اَحْلَامٍ ۚ وَمَا نَحْنُ بِتَاْوِيْلِ الْاَحْلَامِ بِعٰلِمِيْنَ ﴿۴۴﴾ وَقَالَ الَّذِيْ

انہوں نے کہا یہ پریشان خواب ہیں اور ہم پریشان خوابوں کی تعبیر جاننے والے نہیں ہیں ﴿۴۴﴾ اور کہا اس شخص نے جو ان دونوں میں سے بچ

نَجَا مِنْهُمَا وَادَّكَرَ بَعْدَ اُمَّةٍ اَنَا اُنَبِّئُكُمْ بِتَاْوِيْلِهٖ فَاَرْسِلُوْنِ ﴿۴۵﴾ يُوْسُفُ اَيُّهَا الصِّدِّيْقُ

گیا تھا اور اس نے یاد کیا ایک مدت کے بعد (یوسف کو) میں تمہیں بتلاؤنگا اس کی تعبیر پس تم مجھے بھیجو ﴿۴۵﴾ (وہ یوسف کے پاس گیا اور کہنے لگا) اے یوسف اے راستباز انسان!

اَفْتِنَا فِيْ سَبْعِ بَقَرٰتٍ سِمَانٍ يَّاْكُلُهُنَّ سَبْعٌ عِجَافٌ وَّسَبْعِ سُنْۢبُلٰتٍ خُضْرٍ وَّاُخَرَ

ہمیں بتلا سات موٹی تازی گائیوں کے بارے میں کہ انکو کھاتی ہیں سات دبلی پتلی گائیں اور ساتے خوشے ہیں سرسبز اور دوسرے خشک ہیں

يٰبِسٰتٍ ۙ لَّعَلِّيْٓ اَرْجِعُ اِلَى النَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَعْلَمُوْنَ ﴿۴۶﴾ قَالَ تَزْرَعُوْنَ سَبْعَ سِنِيْنَ

تاکہ میں واپس جاؤں لوگوں کے پاس شاید کہ وہ جان لیں ﴿۴۶﴾ کہا (یوسف نے) تم کھیتی باڑی کرو گے سات سال عادت کے مطابق جم کر

دَاَبًا ۚ فَمَا حَصَدْتُّمْ فَذَرُوْهُ فِيْ سُنْۢبُلِهٖٓ اِلَّا قَلِيْلًا مِّمَّا تَاْكُلُوْنَ ﴿۴۷﴾ ثُمَّ يَاْتِيْ مِنْۢ بَعْدِ

جو تم نے کاٹ لیا اس کو چھوڑ دینا اس کے خوشوں کے اندر ہی مگر بہت تھوڑا جسکو تم کھاؤ گے ﴿۴۷﴾ پھر آئیں گے اس کے بعد سات سال سخت جو

ذٰلِكَ سَبْعٌ شِدَادٌ يَّأْكُلْنَ مَا قَدَّمْتُمْ لَهُنَّ اِلَّا قَلِيْلًا مِّمَّا تُحْصِنُوْنَ ﴿۴۸﴾

کھا جائیں گے اس چیز کو جو تم نے آگے انکے لئے رکھا ہے مگر بہت کم جس کی تم حفاظت کرو گے ﴿۴۸﴾

ثُمَّ يَاْتِيْ مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ عَامٌ فِيْهِ يُغَاثُ النَّاسُ وَفِيْهِ يَعْصِرُوْنَ ﴿۴۹﴾

پھر آئیگا اس کے بعد ایک سال جس میں لوگوں پر بارش برسائی جائی گی اور اس میں لوگ شیرہ وغیرہ نچوڑیں گے ﴿۴۹﴾

حضرت یوسف علیہ السلام کی رہائی کے اسباب

﴿۴۳﴾ وَقَالَ الْمَلِكُ ...الخ ربط آیات : گزشتہ رکوع میں حضرت یوسف علیہ السلام کا ساتھیوں سمیت جیل میں جانا، اور انکی خواب کی تعبیر، اور دعوت وتبلیغ کا ذکر تھا۔ اب یہاں سے حضرت یوسف علیہ السلام کی رہائی کے اسباب کا ذکر ہے۔

خلاصہ رکوع ❻ حال۔۸۔ بادشاہ کا خواب، تعبیر خواب کا مطالبہ از عقلاء مصر، جواب مطالبہ اوران سب کی معذوری، ساقی کی تجویز تمہید احترامی، تشریح خواب، تعبیر خواب کی تفصیل۔ ماخذ آیات ۴۳: تا ۴۹ +

حال :۸: بادشاہ کا خواب : اس بادشاہ کا نام ریان بن ولید تھا جو عقیدۃً کافر تھا اور عزیز مصر اس کا وزیر تھا۔ بادشاہ نے اپنے وزراء ارکان دولت کو جمع کر کے جو خواب دیکھا تھا اسکو بیان کرنا شروع کیا۔ يٰۤاَيُّهَا الْمَلَاُ ...الخ تعبیر خواب کا مطالبہ از عقلاء مصر : اے میری جماعت خاص میرے خواب کی تعبیر بیان کرو اگر تمہیں تعبیر خواب کا علم ہو۔

﴿۴۴﴾ جواب مطالبہ اوران سب کی معذوری : جب انہیں کوئی تعبیر سمجھ میں نہ آئی توانہوں نے خواب کو لغو کہہ کر ٹال دیا، حقیقت میں ارکان سلطنت فن تعبیر سے ناواقف تھے تو وہ اپنی جہالت کا واضح الفاظ میں اقرار کرنے سے شرمائے، توانہوں نے یوں کہدیا کہ "اَضْغَاثُ اَحْلَامٍ یعنی ہم خوابوں کی تعبیر نہیں جانتے ہاں اجمالاً یوں کہہ سکتے ہیں کہ یہ خواب نہیں محض خیال ہیں۔" "حلم" اور "رؤیا" دونوں کا استعمال ہوتا ہے جو نیند میں دیکھے مگر "رؤیا" کا اطلاق اکثر خیر میں ہوتا ہے اور "حلم" کا استعمال اکثر شر میں ہوتا ہے۔

﴿۴۵﴾ ساقی کی تجویز : اب اسے یوسف علیہ السلام کا خیال آیا اس نے کہا کہ میں تمہیں اسکی تعبیر پوچھ کر بتا سکتا ہوں۔

﴿۴۶﴾ تمہید احترامی : ساقی حاضر خدمت ہو کر محبت کے الفاظ میں حضرت یوسف علیہ السلام سے یوں گویا ہوئے "يُوْسُفُ اَيُّهَا الصِّدِّيْقُ" اے یوسف بڑے سچے۔ صدیق اس وجہ سے کہا کہ غیب کے حالات کامل پورے پورے سچائی کے ساتھ بوحی والہام بیان فرماتے تھے۔ (مواہب الرحمان: ص:۲۴۵: ج۔۴) اور یہ لفظ بتلا رہا ہے کہ انبیاء علیہم السلام کے صدق ودیانت کا نقش کسی طرح عام وخاص کے قلوب پر بیٹھ جاتا ہے۔ اَفْتِنَا ...الخ تشریح خواب : الفاظ آیات سے واضح ہے۔ لَعَلَّهُمْ ...الخ امید ہے کہ وہ لوگ جان لیں تعبیر خواب قبل الوقوع اور تیرا حال۔

﴿۴۷،۴۸،۴۹﴾ یوسف علیہ السلام کی کمال فراست علمی سے تعبیر خواب کی تفصیل: حضرت یوسف علیہ السلام نے خواب کی یہ تعبیر سنائی "يُغَاثُ" "غیث" سے مشتق ہے "غیث" کا معنی بارش ہوگی یا "غوث" سے مشتق ہے "غوث" فریادرسی یعنی لوگوں کی واویلا اور فریاد قبول کی جائے گی۔ يَعْصِرُوْنَ: وہ نچوڑیں گے یعنی انگور زیتون (طرح طرح کے پھل) اور تل (سرسوں اور دوسرے روغن دانہ سے) نچوڑیں گے مطلب یہ ہے کہ سرسبز پیداوار اور آسائش کا سال ہوگا۔ قاضی بیضاوی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے شاید آپ کو پیداوار اور ارزانی کا سال آنے کی اطلاع وحی سے ہوگئی ہو یا اپنی فراست ایمانی سے سمجھ لیا ہو کہ اللہ کا دستور اور ضابطہ یہی ہے کہ تنگی کے بعد فراخی عطا فرماتا ہے اس لیے قحط کے بعد پیداوار کا سال ضرور آئے گا۔ (مظہری ص:۱۶۸، ج۔۵)

وَقَالَ الْمَلِكُ ائْتُوْنِيْ بِهٖ ۚ فَلَمَّا جَآءَهُ الرَّسُوْلُ قَالَ ارْجِعْ اِلٰى رَبِّكَ فَسْئَلْهُ

اور کہا بادشاہ نے لاؤ اس (یوسف) کو میرے پاس جب پہنچا اس کے پاس قاصد تو کہا (یوسف علیہ السلام نے) واپس چلے جاؤ اپنے مالک کے پاس اور اس سے

مَا بَالُ النِّسْوَةِ الّٰتِيْ قَطَّعْنَ اَيْدِيَهُنَّ ؕ اِنَّ رَبِّيْ بِكَيْدِهِنَّ عَلِيْمٌ ﴿۵۰﴾ قَالَ مَا

پوچھو کہ کیا ہے حال ان عورتوں کا جنہوں نے اپنے ہاتھ کاٹ لئے تھے بیشک میرا پروردگار انکے مکر کو خوب جاننے والا ہے ﴿۵۰﴾ (بادشاہ نے ان عورتوں سے کہا)

خَطْبُكُنَّ اِذْ رَاوَدْتُّنَّ يُوْسُفَ عَنْ نَّفْسِهٖ ؕ قُلْنَ حَاشَ لِلّٰهِ مَا عَلِمْنَا عَلَيْهِ مِنْ سُوْٓءٍ ؕ

کیا ہے حال تمہارا جبکہ تم نے پھسلایا یوسف علیہ السلام کو اس کے نفس سے تو ان عورتوں نے کہا پاکی ہے اللہ کیلئے ہم نے نہیں معلوم کی اس میں کوئی برائی کہا عزیز کی

قَالَتِ امْرَاَتُ الْعَزِيْزِ الْـٰٔنَ حَصْحَصَ الْحَقُّ ۫ اَنَا رَاوَدْتُّهٗ عَنْ نَّفْسِهٖ وَاِنَّهٗ لَمِنَ

بیوی نے اب بات بالکل واضح ہوگئی ہے میں نے ہی پھسلایا تھا اس کو اس کے جی سے اور

الصّٰدِقِيْنَ ﴿۵۱﴾ ذٰلِكَ لِيَعْلَمَ اَنِّيْ لَمْ اَخُنْهُ بِالْغَيْبِ وَاَنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِيْ

بیشک وہ سچا ہے ﴿۵۱﴾ یہ بات میں نے اس لئے کی ہے تاکہ وہ جان لے کہ میں نے نہیں خیانت کی اس کیساتھ پس پشت اور بیشک اللہ تعالیٰ نہیں کامیاب کرتا

كَيْدَ الْخَآئِنِيْنَ ﴿۵۲﴾

خیانت کرنے والوں کو ﴿۵۲﴾

وَمَآ اُبَرِّئُ نَفْسِيْ ۚ اِنَّ النَّفْسَ لَاَمَّارَةٌۢ بِالسُّوْٓءِ اِلَّا مَا رَحِمَ رَبِّيْ ؕ اِنَّ رَبِّيْ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۵۳﴾

اور میں نہیں پاک کہتا اپنے نفس کو بیشک نفس بہت حکم دیتا ہے برائی کا مگر وہ جس پر رحم کرے میرا پروردگار، بیشک میرا پروردگار بہت بخشش کرنیوالا اور مہربان ہے ﴿۵۳﴾

وَقَالَ الْمَلِكُ ائْتُوْنِيْ بِهٖٓ اَسْتَخْلِصْهُ لِنَفْسِيْ ۚ فَلَمَّا كَلَّمَهٗ قَالَ اِنَّكَ الْيَوْمَ لَدَيْنَا مَكِيْنٌ

اور کہا (بادشاہ نے) لاؤ اس شخص کو میرے پاس میں اس کو خالص کرلونگا اپنے نفس کیلئے پس جب (بادشاہ نے) کلام کیا ان سے تو کہا بیشک تم آج کے دن سے ہمارے پاس

اَمِيْنٌ ﴿۵۴﴾ قَالَ اجْعَلْنِيْ عَلٰى خَزَآئِنِ الْاَرْضِ ۚ اِنِّيْ حَفِيْظٌ عَلِيْمٌ ﴿۵۵﴾ وَكَذٰلِكَ مَكَّنَّا لِيُوْسُفَ

قدر والے اور امانت والے ہو ﴿۵۴﴾ کہا (یوسف نے) مقرر کردو مجھے زمین کے خزانوں پر میں حفاظت کرنیوالا اور جاننے والا ہوں ﴿۵۵﴾ اور اسی طرح ہم نے ٹھکانا دیا یوسف علیہ السلام کو

فِي الْاَرْضِ ۚ يَتَبَوَّاُ مِنْهَا حَيْثُ يَشَآءُ ؕ نُصِيْبُ بِرَحْمَتِنَا مَنْ نَّشَآءُ وَلَا نُضِيْعُ

زمین میں، وہ جگہ پکڑتے تھے۔ پہنچاتے ہیں اپنی مہربانی جسکو چاہیں اور نہیں ضائع کرتے

اَجْرَ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۵۶﴾ وَلَاَجْرُ الْاٰخِرَةِ خَيْرٌ لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَكَانُوْا يَتَّقُوْنَ ﴿۵۷﴾

ہم نیکی کرنیوالوں کے بدلے کو ﴿۵۶﴾ اور البتہ آخرت کا بدلہ بہتر ہے ان لوگوں کیلئے جو ایمان لائے اور جو پرہیز گاری کرتے رہے ﴿۵۷﴾

الجزء الثالث عشر

حضرت یوسف علیہ السلام کی پاک دامنی کا اقرار

﴿۵۰﴾ وَقَالَ الْمَلِكُ ائْتُوْنِيْ بِهٖ ...الخ ربط آیات : اوپر حضرت یوسف علیہ السلام کی کمال فراست علمی یعنی تعبیر خواب کا ذکر تھا، اب یہاں سے ان کی برأت کا ذکر ہے۔

خلاصہ رکوع ۷ حال۔ ۹۔ بادشاہ کا حکم نامہ، قاصد کی آمد، حضرت یوسف کا جواب حکم نامہ برائے تحقیق واقعہ، بادشاہ کی طرف سے تحقیق واقعہ، مصری عورتوں کا اقرار برائے پاک دامنی یوسف، زلیخا کا اقرار جرم، یوسف علیہ السلام یا زلیخا کا مقولہ برائے عدم خیانت، یوسف علیہ السلام کی تواضع وانکساری، یوسف کا وزارت خزانہ کا مطالبہ، اعلان سرفرازی، حسن تدبیر خداوندی، اجر دنیوی، اخروی۔ ماخذ آیات ۵۰: تا ۵۷+

حال ۹: بادشاہ کا حکم نامہ : بادشاہ تو کچھ پہلے ہی ساقی کے تذکرے سے متاثر ہو چکا تھا مگر دل نشین تعبیر خواب سن کر ان کے عقل ودانش کا سکہ دل پر بیٹھ گیا۔ فَلَمَّا جَآءَهُ الرَّسُوْلُ ...الخ قاصد کی آمد : حضرت یوسف علیہ السلام کو بلانے کے لئے قاصد بھیجا۔ قَالَ ارْجِعْ ...الخ یوسف علیہ السلام کا جواب حکم نامہ برائے تحقیق واقعہ : حضرت یوسف علیہ السلام چونکہ پیغمبر تھے انہوں نے توحید الٰہی کی تبلیغ کرنی تھی، اور پیغمبر پر ادنٰی بدگمانی بھی رشد وہدایت کے کام میں رکاوٹ بن سکتی تھی، اس لئے وہ چپ چاپ جیل خانہ سے نہیں نکلنا چاہتے تھے بلکہ پہلے واقعہ کی تحقیق کروائی جائے، تا کہ حقیقت حال کھل کر عوام کے سامنے آجائے اور ممکن ہے کہ اب وہ عورتیں بتا دیں گی کہ تقصیر کس کی ہے اور ان عورتوں کی تخصیص اس لئے کی کہ عورتوں کے سامنے زلیخا پہلے اپنے قصور کا اقرار کر چکی تھی۔ کما قال تعالیٰ: وَلَقَدْ رَاوَدْتُّهٗ عَنْ نَّفْسِهٖ فَاسْتَعْصَمَ" (آیت ۳۲ :) حضرت یوسف علیہ السلام نے اس موقعہ پر اسکی بیوی کا ذکر نہیں کیا بلکہ مطلق عورتوں کا ذکر کیا ہے تا کہ محسن کی رسوائی نہ ہو حالانکہ اصل وہی تھی نمک خوری کے حق کا خیال رکھا۔ اِنَّ رَبِّيْ بِكَيْدِهِنَّ : ایک مطلب یہ ہے کہ میرا رب ان کے مکر سے بخوبی آگاہ ہے۔ دوسرا یہ ہے کہ عزیز مصر ان کے مکر سے بخوبی آگاہ ہے مگر پہلا مطلب زیادہ راجح ہے۔ (مواھب الرحمٰن :ص :۲۵۲ :ج۔۲)

﴿۵۱﴾ عزیز مصر کا تحقیق واقعہ مصری عورتوں سے : تمام بیگمات مصر اور زلیخا سے حقیقت حال دریافت کی۔

قُلْنَ حَاشَ لِلّٰهِ ...الخ بیگمات مصر کا اظہار پاکدامنی برائے یوسف : تو اس وقت دوسری عورتوں نے حضرت یوسف علیہ السلام کی پاک دامنی کا اقرار کیا۔ قَالَتِ امْرَاَتُ الْعَزِيْزِ ...الخ اقرار جرم زلیخا : تو اس نے بھی خود بخود اعلان کر دیا کہ سارا قصور میرا تھا وہ بے جرم اور راستباز تھے۔ اس سے واضح معلوم ہو گیا کہ زلیخا کا قصد پھنسانے کا تھا اور یوسف علیہ السلام کا قصد چھڑانے کا تھا۔ واللہ اعلم

﴿۵۲﴾ ذٰلِكَ لِيَعْلَمَ اَنِّيْ لَمْ اَخُنْهُ ...الخ یوسف علیہ السلام یا زلیخا کا مقولہ برائے عدم خیانت : متقدمین مفسرین میں قاضی بیضاوی رحمہ اللہ اور علامہ نسفی فرماتے ہیں "لِيَعْلَمَ اَنِّيْ لَمْ اَخُنْهُ" سے "غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ" تک یہ دونوں قول حضرت یوسف علیہ السلام کے ہیں اور مطلب یہ ہے کہ میں نے بادشاہ سے جو درخواست کی ہے کہ پہلے عورتوں سے دریافت کر لیا جائے تب جیل خانہ سے باہر آؤں گا، اس درخواست سے میری غرض یہ تھی کہ عزیز مصر کو معلوم ہو جائے کہ میں نے غائبانہ اس کے ناموس میں کسی قسم کی کوئی خیانت نہیں کی۔ (بیضاوی :ص :۳۴۴ :مطبوعہ مصر و مدارک :ص:۲۵ :ج۔۳) اگلا قول "وَمَآ اُبَرِّئُ ...الخ بطور تواضع کے ارشاد فرمایا۔ حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن رحمہ اللہ نے ترجمہ قرآن میں اور حضرت تھانوی رحمہ اللہ نے بیان القرآن میں اور حضرت مفتی محمد شفیع رحمہ اللہ نے معارف القرآن میں بھی اسی کو اختیار کیا ہے اور علامہ آلوسی رحمہ اللہ کا بھی یہی رجحان ہے۔ (ص ۶۱۳ ج۔ ۱۲)

شیخ الاسلام مولانا شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں : کہ حافظ ابن تیمیہ رحمہ اللہ اور ابن کثیر رحمہ اللہ وغیرہ نے "ذٰلِكَ لِيَعْلَمَ اَنِّىْ لَمْ اَخُنْهُ" سے "غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ" تک زلیخا کا مقولہ قرار دیا ہے، یعنی زلیخا نے "اَنَا رَاوَدْتُّهٗ عَنْ نَّفْسِهٖ" کا اقرار کر کے کہا کہ اس اقرار واعتراف سے عزیز کو معلوم کرانا ہے کہ میں نے اس کی پیٹھ پیچھے کوئی بڑی خیانت نہیں کی بیشک یوسف کو پھسلانا چاہا تھا مگر میری چال ان پر کارگر نہیں ہوا۔ اگر میں نے مزید خیانت کی ہوتی تو ضرور اس کا پردہ فاش ہو کر رہتا، کیونکہ خدا خائنوں کے مکر وفریب کو چلنے نہیں دیتا، ہاں میں اپنے نفس کو بری نہیں کرتی، جتنی غلطی مجھ سے ہوئی اس کا اقرار کر رہی ہوں دوسرے آدمیوں کی طرح نفس کی شرارتوں سے میں پاک نہیں ان سے تو یوسف جیسا پاکباز انسان ہی محفوظ رہ سکتا ہے، جس پر خدا کی خاص مہربانی اور رحمت ہے (بعض نے اسی تفسیر کو ترجیح دی ہے) ابوحیان رحمہ اللہ نے بھی اس کو زلیخا کا مقولہ قرار دیا ہے لیکن "لِيَعْلَمَ" اور "لَمْ اَخُنْهُ" کی ضمیریں بجائے عزیز کے یوسف کی طرف راجع کی ہیں، یعنی اپنی خطا کا اقرار اس لئے کرتی ہوں کہ یوسف کو معلوم ہو جائے کہ میں نے اس کی عدم موجودگی میں کوئی غلط بات نہیں کہی نہ اپنے جرم کو ان کی طرف منسوب کیا۔

فائدہ: حضرت یوسف علیہ السلام کا نکاح زلیخا سے کسی صحیح روایت سے ثابت نہیں البتہ تفسیری روایات میں ذکر ملتا ہے۔

(تفسیر معالم العرفان فی دروس القرآن : ص:۲۱۷ : ج۔۱۰)

شیخ الاسلام مولانا شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ : محدثین اس شادی کی کہانی پر اعتماد نہیں کرتے۔ (ص:۳۱۶ : ج۔۱)

(الحمدللہ آج بروز منگل بتاریخ ۲۰۰۴،۷،۲۱ کو بوقت آذان عشاء بارہویں پارے کی تفسیر ختم ہوئی اللہ پاک قبول فرمائے۔)

﴿۵۳﴾ **وَمَآ اُبَرِّئُ نَفْسِىْ ...الخ یوسف علیہ السلام کی تواضع وانکساری :** حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا میں اپنے نفس کو بھی بری نہیں بتاتا نفس انسانی کا تو کام ہی یہی ہے کہ وہ بار بار برائی کا حکم دیتا ہے ہاں جس پر اللہ رحم فرمائے وہ نفس امارہ کے شر سے بچ سکتا ہے۔ یہ بچنا میرا کمال ہی نہیں محض اللہ کا فضل ہے۔ اس نے مجھے بچالیا۔ چونکہ اپنی تعریف اور اپنا تزکیہ اچھی بات نہیں ہے اس لئے حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنی برأت ظاہر ہونے کے ساتھ ہی یہ بھی فرمایا کہ میں اپنے نفس کو بری نہیں بتاتا سورۃ نجم میں ہے "فَلَا تُزَكُّوْٓا اَنْفُسَكُمْ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنِ اتَّقٰى" اپنے نفسوں کی پاک بازی بیان نہ کرو اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے کہ کس نے تقویٰ اختیار کیا ہے۔

حضرات مفسرین فرماتے ہیں کہ نفس تین قسم پر ہے۔

❶ **نفس امارہ :** جو انسان کو گناہوں پر آمادہ کرتا ہے۔ ❷ **نفس لوامہ :** جو انسان کو گناہوں پر ملامت کرتا ہے کہ یہ کام بہت برا تھا تم نے کیوں کیا؟ ❸ **مطمئنہ :** جو انسان کو اطاعت الٰہی اور اللہ کے ذکر فکر میں مطمئن رکھتا ہے اور خواہشات کی کشمش اور گناہوں کے خطرات سے دور رکھتا ہے۔ بعض حضرات نے کہا ہے کہ یہ نفس کی الگ الگ تین قسمیں نہیں بلکہ ایک ہی نفس کی مختلف کیفیات وصفات ہیں۔ چنانچہ نفس امارہ ہر نفس کی ذاتی صفت ہے جو شہوت وغضب کے وقت عقل وشرع کے حکم پر غلبہ کرتا ہے۔ لوامہ ہونا بھی ہر نفس کی صفت ہے جس وقت وہ عقل وشرع کی طرف توجہ کرتا ہے اور خیر وشر کے درمیان فرق وپہچان کرتا ہے۔ اور مطمئنہ بھی ہر نفس کی صفت ہے مگر یہ صفت اور کیفیت اس وقت حاصل ہوتی ہے جب ذکر کا نور بدن کے تمام اجزاء پر غالب ہو جاتا ہے۔ حضرت امام حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں قیامت کے دن تمام نفس لوامہ ہو جائیں گے، اپنے آپ کو ملامت کریں گے اطاعت زیادہ کیوں نہ کی اور گناہ کیوں کئے۔ (تفسیر عزیزی پارہ عم)

﴿۵۴﴾ **اعلان سرفرازی :** اس آیت میں "اَلْمَلِكُ" سے مراد، ریان بن ولید ہے اور یہی حاکم مصر تھا باقی قطفیر تو اس کا وزیر

تھا۔(مواہب الرحمٰن :ص ۷، ج ۴) ملک نے حضرت یوسف علیہ السلام کی فراست ودیانت کا امتحان لینے کے بعد اپنا مقرب خاص بنانے کا اعلان کر دیا۔ سراج وغیرہ میں ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ قاصد جیل حضرت یوسف علیہ السلام کے پاس آیا اور عرض کیا کہ آپ کو بادشاہ نے طلب فرمایا ہے کہ آپ جیل کا لباس اتاریں اور یہ لباس پہنیں آپ نے قبول فرمایا۔ اور غسل کر کے لباس فاخرہ زیب تن فرمایا، اور خوشبو سے آراستہ ہو کر چلے، اور جیل والوں سے الوداع فرمایا۔ فَلَمَّا كَلَّمَهٗ : حضرت یوسف علیہ السلام نے بادشاہ سے اور بادشاہ نے حضرت یوسف علیہ السلام سے کلام فرمایا حضرت یوسف کی گفتگو اور صدق وراست گوئی وعقل ودانائی ظاہر ہوئی۔ (مواہب الرحمٰن :ص:۸: ج۔۴)

قَالَ اِنَّكَ الْيَوْمَ ...الخ **مقرب خاص ہونے کا اعلان** : بادشاہ بولا کہ آج کے روز سے تو ہمارے نزدیک مکین وامین ہے یعنی قرب ومنزلت والا امانت دار ہے۔ (مواہب الرحمٰن :ص:۸:ج۔۴)

﴿۵۵﴾ **حضرت یوسف کا وزارت خزانہ کا مطالبہ** : یہاں "اَرْضِ" سے صرف مصر کا ملک مراد ہے بادشاہ نے تعبیر خواب سن کر تدبیر پوچھی کہ کیا انتظام کرنا چاہئے؟ حضرت یوسف علیہ السلام نے اس خدمت کے لئے اپنے آپ کو پیش کیا اور طریقہ کار بھی بتایا۔ اور مطالبہ کیا کہ میں بیت المال کو بے جا مصارف سے بچاؤں گا اس لئے مجھے ملکی خزانے کا نگران بنا دیا جائے۔ حضرات مفسرین رحمہم اللہ ومحدثین رحمہم اللہ اور فقہاء کرام رحمہم اللہ فرماتے ہیں کہ جب کوئی کسی کام کی لیاقت اپنے اندر رکھتا ہو اور سمجھے کہ دوسرا آدمی مجھ سے اچھا انتظام نہیں کر سکے گا تو اس عہدے کی درخواست کرنا جائز ہے۔ مگر مخلوق خدا کو نفع پہنچانا مقصود ہو خود غرضی نہ ہو۔ اور حدیث پاک سے جو امارت خود طلب کرنے کی ممانعت آئی ہے اس سے مراد جو محض نفس پروری اور جان پسندی کی بنا پر ہو۔ تفسیر بحر محیط میں ہے کہ جہاں یہ معلوم ہو کہ علماء صلحاء اگر یہ عہدہ قبول نہیں کریں گے تو لوگوں کے حقوق ضائع ہو جائیں گے، اور انصاف نہیں ہو سکے گا، وہاں ایسا عہدہ قبول کر لینا جائز ہے، بلکہ ثواب ہے بشرطیکہ اس عہدہ کے قبول کرنے میں خود خلاف شرع امور کے ارتکاب پر مجبوری پیش نہ آئے۔ (بحر محیط:ص:۳۱۹:ج۔۵)

﴿۵۶﴾ **حسن تدبیر خداوندی واجر دنیوی** : اس تدبیر سے ہم نے یوسف علیہ السلام کو مصر میں عزت کے مرتبہ پر پہنچایا "يَتَبَوَّاُ مِنْهَا ...الخ مطلب یہ ہے کہ جیل خانہ کی تکلیف کے بعد اس قدر فراخی اور وسعت دی تھی۔ زید بن اسلم رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ (اس مال پر) جس طرح چاہتے تصرف کرتے تھے۔ (تفسیر ابن کثیر :ص:۴۸۱: ج۔۴)

وَلَا نُضِيْعُ ...الخ ہم نیکوکاروں کا اجر ضائع نہیں کیا کرتے۔ امام فخر الدین رازی رحمہ اللہ فرماتے ہیں اجر وثواب ضائع یا تو اس لئے کیا جائے کہ وہ بدلہ دینے کی طاقت نہیں رکھتا یا اس لئے کہ وہ کسی وجہ سے عاجز ہے یا بخیل ہے یا اس کام کرنے والے کی اجرت اور کام کی قدر وقیمت کا پتہ نہیں رکھتا اللہ تعالیٰ ان تمام عیوبات سے پاک ہے اس لئے وہ کسی کے اجر ونیکی کو ضائع نہیں کرتا۔ (تفسیر کبیر)

ریان بن ولید نے حضرت یوسف علیہ السلام کو وزارت مصر کے لئے مقرر فرمایا، اور عزیز مصر (قطفیر) کو معزول کر دیا اور بادشاہ حضرت یوسف علیہ السلام کے ہاتھ پر مسلمان ہو گیا تھا یہی مجاھد رحمہ اللہ کا قول ہے۔ (ابن کثیر ص:۴۸۱: ج۔۴)

﴿۵۷﴾ **اجر اخروی** : دنیا کے اجر کے علاوہ آخرت کا اجر اس سے بھی بہتر ہے جو ایمان داروں اور پرہیزگاروں کو نصیب ہوگا۔

حضرت یوسف علیہ السلام پورے اطمینان کے ساتھ حکومت پر متمکن ہو گئے، اور غلہ کو جمع کرنے کی تدبیر کی بڑی بڑی حفاظت گاہیں بنوائی اور بقدر ضرورت غلہ خرچ کیا، یہاں تک کہ کثرت پیداوار کے سال گزر گئے اور قحط سالی کا دور شروع ہو گیا اور ایسا قحط پڑا کہ جس کی نظیر دنیا میں کبھی سننے اور دیکھنے میں نہ آئی تھی۔

وَجَآءَ اِخْوَةُ يُوْسُفَ فَدَخَلُوْا عَلَيْهِ فَعَرَفَهُمْ وَهُمْ لَهٗ مُنْكِرُوْنَ ۝۵۸ وَلَمَّا جَهَّزَهُمْ

اور آئے یوسف (علیہ السلام) کے بھائی اور انکے پاس داخل ہوئے تو آپ نے انکو پہچان لیا اور وہ آپکو نہیں پہچانتے تھے ﴿۵۸﴾ اور جب تیار کر کے

بِجَهَازِهِمْ قَالَ ائْتُوْنِيْ بِاَخٍ لَّكُمْ مِّنْ اَبِيْكُمْ ۚ اَلَا تَرَوْنَ اَنِّيْٓ اُوْفِي الْكَيْلَ وَاَنَا

دیا انکو انکا سامان تو کہا (یوسف نے) لانا میرے پاس اپنے باپ شریک بھائی کو کیا تم نہیں دیکھتے کہ میں پورا پورا دیتا ہوں اناج اور میں بہتر مہمان نوازی

خَيْرُ الْمُنْزِلِيْنَ ۝۵۹ فَاِنْ لَّمْ تَاْتُوْنِيْ بِهٖ فَلَا كَيْلَ لَكُمْ عِنْدِيْ وَلَا تَقْرَبُوْنِ ۝۶۰ قَالُوْا سَنُرَاوِ

کرنے والا ہوں ﴿۵۹﴾ پس اگر تم اسکو نہ لاسکو میرے پاس تو میرے پاس تمہارے لئے کوئی اناج نہیں ہوگا اور پھر میرے قریب بھی نہ آنا ﴿۶۰﴾ وہ کہنے لگے کہ ہم ضرور اسکو اسکے

دُ عَنْهُ اَبَاهُ وَاِنَّا لَفٰعِلُوْنَ ۝۶۱ وَقَالَ لِفِتْيٰنِهِ اجْعَلُوْا بِضَاعَتَهُمْ فِيْ رِحَالِهِمْ لَعَلَّهُمْ

باپ سے پھسلائیں گے اور بیشک ہم ایسا کرنے والے ہیں ﴿۶۱﴾ اور کہا (یوسف نے) اپنے خدمتگاروں سے کہ ڈالدو انکی پونجی انکے سامان میں شاید کہ یہ اسکو پہچان لیں جب

يَعْرِفُوْنَهَآ اِذَا انْقَلَبُوْٓا اِلٰٓى اَهْلِهِمْ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ۝۶۲ فَلَمَّا رَجَعُوْٓا اِلٰٓى اَبِيْهِمْ قَالُوْا يٰٓاَبَانَا

یہ اپنے گھروں کو واپس لوٹیں اور شاید کہ یہ پھر واپس آئیں ﴿۶۲﴾ پس جب وہ (برادران یوسف) واپس لوٹے اپنے والد کے پاس تو انہوں نے

مُنِعَ مِنَّا الْكَيْلُ فَاَرْسِلْ مَعَنَآ اَخَانَا نَكْتَلْ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ ۝۶۳ قَالَ هَلْ اٰمَنُكُمْ

کہا اے ہمارے باپ! روک دیا گیا ہے ہمسے اناج پس بھیج دے ہمارے ساتھ ہمارے بھائی کو تا کہ ہم ماپ کرلائیں (اناج) اور بے شک ہم اس کیلئے حفاظت کرنیوالے ہیں ﴿۶۳﴾ کہا

عَلَيْهِ اِلَّا كَمَآ اَمِنْتُكُمْ عَلٰٓى اَخِيْهِ مِنْ قَبْلُ ۭ فَاللّٰهُ خَيْرٌ حٰفِظًا ۠ وَّهُوَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ ۝۶۴

(یعقوب) نے میں نہیں اعتبار کرتا تمہارا اس پر مگر جیسا کہ میں نے اعتبار کیا تھا تمہارا اسکے بھائی پر اس سے پہلے پس اللہ ہی ہے بہتر حفاظت کرنیوالا اور وہ سب سے بڑھ کر مہربان ہے ﴿۶۴﴾

وَلَمَّا فَتَحُوْا مَتَاعَهُمْ وَجَدُوْا بِضَاعَتَهُمْ رُدَّتْ اِلَيْهِمْ ۭ قَالُوْا يٰٓاَبَانَا مَا نَبْغِيْ ۭ هٰذِهٖ

اور پھر جب انہوں نے کھولا اپنے سامان کو تو پایا انہوں نے اپنی پونجی کو کہ لوٹادی گئی ہے انکی طرف تو کہنے لگے اے ہمارے باپ ہم کیا تلاش کرتے ہیں؟ ہماری یہ

بِضَاعَتُنَا رُدَّتْ اِلَيْنَا ۚ وَنَمِيْرُ اَهْلَنَا وَنَحْفَظُ اَخَانَا وَنَزْدَادُ كَيْلَ بَعِيْرٍ ۭ ذٰلِكَ كَيْلٌ يَّسِيْرٌ ۝۶۵

پونجی بھی لوٹادی گئی ہے ہماری طرف اور ہم اناج لائیں گے اپنے گھر والوں کیلئے اور حفاظت کریں گے اپنے بھائی کی اور ہم زیادہ لائیں گے ایک اونٹ کا بوجھ یہ اناج تو بہت تھوڑا ہے ﴿۶۵﴾

قَالَ لَنْ اُرْسِلَهٗ مَعَكُمْ حَتّٰى تُؤْتُوْنِ مَوْثِقًا مِّنَ اللّٰهِ لَتَاْتُنَّنِيْ بِهٖٓ اِلَّآ اَنْ يُّحَاطَ بِكُمْ ۚ

کہا (یعقوب علیہ السلام نے) میں ہرگز نہیں بھیجوں گا اس کو تمہارے ساتھ یہاں تک کہ دیدو تم مجھ کو خدا کا پختہ عہد کہ تم ضرور اسکو لاؤ گے میرے پاس سوائے اسکے کہ گھیر لیئے جاؤ۔ جب

فَلَمَّآ اٰتَوْهُ مَوْثِقَهُمْ قَالَ اللّٰهُ عَلٰي مَا نَقُوْلُ وَكِيْلٌ ۝۶۶ وَقَالَ يٰبَنِيَّ لَا تَدْخُلُوْا

دیدیا انہوں نے پختہ عہد تو کہا (یعقوب نے) اللہ تعالیٰ اس بات پر نگہبان ہے جو ہم کہتے ہیں ﴿۶۶﴾ اور کہا (یعقوب علیہ السلام نے) اے میرے بیٹو! نہ داخل ہونا

مِنْ بَابٍ وَّاحِدٍ وَّادْخُلُوْا مِنْ اَبْوَابٍ مُّتَفَرِّقَةٍ ؕ وَمَاۤ اُغْنِیْ عَنْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ شَیْءٍ ؕ

ایک دروازے سے اور داخل ہونا جدا جدا دروازوں سے اور میں نہیں بچا سکتا تمکو اللہ کے سامنے کسی چیز سے نہیں ہے حکم مگر اللہ کیلئے اسی پر میں بھروسہ

اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ ؕ عَلَیْهِ تَوَكَّلْتُ ۚ وَعَلَیْهِ فَلْیَتَوَكَّلِ الْمُتَوَكِّلُوْنَ ﴿۶۷﴾ وَلَمَّا دَخَلُوْا مِنْ حَیْثُ

کرتا ہوں اور اسی پر چاہیئے کہ بھروسہ کرنیوالے لوگ بھروسہ کریں ﴿۶۷﴾ اور جب وہ داخل ہوئے جہاں سے انکو حکم دیا تھا ان کے باپ نے،

اَمَرَهُمْ اَبُوْهُمْ ؕ مَا كَانَ یُغْنِیْ عَنْهُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ شَیْءٍ اِلَّا حَاجَةً فِیْ نَفْسِ یَعْقُوْبَ قَضٰىهَا ؕ

نہیں تھے وہ کہ بچا سکتے انکو اللہ کے سامنے کسی چیز سے۔ نہیں تھی مگر ایک بات یعقوب علیہ السلام کے جی میں جسکو انہوں نے پورا کیا اور بیشک وہ علم والے

وَاِنَّهٗ لَذُوْ عِلْمٍ لِّمَا عَلَّمْنٰهُ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا یَعْلَمُوْنَ ﴿۶۸﴾

تھے اس وجہ سے کہ ہم نے انکو سکھلایا تھا لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے ﴿۶۸﴾

﴿۶۸﴾ وَجَآءَ اِخْوَةُ یُوْسُفَ... الخ ربط آیات ❶ اوپر حسن تدبیر باری تعالیٰ کا ذکر تھا اب بھی اسی کا ذکر ہے۔

❷ اوپر حضرت یوسف علیہ السلام کے اقتدار ملنے کا ذکر تھا، اب یوسف علیہ السلام کے مکارم اخلاق کا ذکر ہے۔

خلاصہ رکوع ❽ حال۔ ۱۰۔ ظہور قحط و برادران یوسف کا مصر میں پہلا داخلہ، برادران یوسف کے سامان کی تکمیل، یوسف کا مطالبہ، طریق ہمدردی، یوسف کی دھمکی، برادران یوسف کا وعدہ کوشش، تدبیر یوسف، تمہید مکالمہ، تشریح مکالمہ جواب مکالمہ، واپسی کی سہولت، دوبارہ مکالمہ، جواب مکالمہ از باپ، حضرت یوسف کی تدبیر، حضرت یعقوب کی شرط، حضرت یعقوب کی تدبیر ونصیحت، تعمیل نصیحت۔ ماخذ آیات ۵۸ : تا ۶۸ +

حال :۱۰ : ظہور قحط و برادران یوسف کا مصر میں پہلا داخلہ : حضرت یوسف علیہ السلام کی سرفرازی کے بعد کنعان میں قحط کا اثر پڑا سات برس کے بعد قحط شروع ہوا یہاں تک کہ دور دور سے لوگ یہ خبر سن کر کہ مصر میں حکومت کی طرف سے غلہ فروخت ہوتا ہے لوگ جوق در جوق آنا شروع ہوئے یہاں تک کہ حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائی قحط زدہ ہونے کے باعث اناج لینے کے لئے مصر میں آئے، یوسف علیہ السلام نے انہیں پہچان لیا اور بھائیوں نے نہ پہچانا۔ کیونکہ یوسف علیہ السلام کو ان کے آنے کا قوی احتمال تھا، اور مسافروں سے کچھ نہ کچھ پوچھ لیا جاتا ہے، اور ان کے تن توش وضع قطع میں بھی کوئی تبدیلی نہیں تھی، مگر انہوں نے یوسف علیہ السلام کو نہ پہچانا، کیونکہ وہ جدائی کے وقت بہت چھوٹے تھے اور بھائیوں کو پہلے سے ادھر خیال بھی نہ تھا اور نہ حکام سے کوئی پوچھ سکتا ہے، اس آیت میں حضرت یوسف علیہ السلام کے حق میں فرمایا "عرف" جس سے واضح معلوم ہوا حضرت یوسف علیہ السلام عالم الغیب نہ تھے۔

﴿۵۹﴾ برادران یوسف کے سامان کی تکمیل : ایک اونٹ غلہ داموں کے عوض دیتے تھے، بھائیوں نے یوسف علیہ السلام کی مہمانداری خاطر مدارات کو دیکھ کر عرض کیا کہ ہمارا ایک علاتی بھائی ہے باپ کی خدمت کے لئے رہ گیا ہے، اس کا حصہ بھی ایک اونٹ غلہ قیمتاً دے دیا جائے، حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا کہ یہ قانون کے خلاف ہے اگر اس کا حصہ لینا ہے تو وہ خود آ کر لے جائے۔

قَالَ ائْتُوْنِیْ... الخ حضرت یوسف کا بھائیوں سے مطالبہ : فرمایا البتہ اس دفعہ لیجاؤ اور آئندہ اس کو تم میرے پاس لے آنا۔ اَلَا تَرَوْنَ... الخ طریق ہمدردی ❶ کیا تم اس بات کی طرف نہیں دیکھتے ہو کہ میں ناپ پورا پورا بلا خسارہ وکمی

ع ۸ / ۲

دیتا ہوں۔ ❷ وَاَنَا خَيْرُ الْمُنْزِلِيْنَ" اور میں اچھا مہمان نواز ہوں یعنی مہمانوں کی خاطر تواضع اچھی طرح کرتا ہوں۔

﴿۶۰﴾ حضرت یوسف کی دھمکی : فرمایا! اگر تم اپنے بھائی کو نہیں لاؤ گے تو میں سمجھوں گا کہ تم مجھ کو دھوکہ دے کر غلہ لینا چاہتے تھے، تو اس کی سزا میں نہ تمہارے نام کا غلہ ملے گا اور نہ تم میرے پاس آنا۔ اس پر یہ سوال ہوتا ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے جیسے بھائی کے بلانے کی تدبیر کی اپنے باپ یعقوب علیہ السلام کے لئے آنے کی کیوں نہ کی خواہ اطلاع دیکر خواہ کسی اور تدبیر سے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ آپکو وحی کی ذریعہ سے معلوم ہو گیا ہوگا کہ ابھی ملاقات مقدر نہیں یا کوئی مصلحت پوشیدہ ہو۔ اس پر سوال ہوتا ہے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام تو عوام وخواص میں مشہور تھے ان سے حضرت یوسف علیہ السلام کی خبر کیسے مخفی رہی؟

جواب: اصل حکمت اس امتحان کی تکمیل تھی جو یعقوب علیہ السلام کا لیا جارہا تھا ورنہ بھائیوں نے جب غلط اطلاع دی تھی تو اس وقت انکی تلاش کا حکم دیتے جبکہ اسکی طرف دھیان بھی نہ گیا کسی نے اطلاع بھی نہ دی۔ (محصلہ روح المعانی: ص: ۱۴: ج۔ ۱۳)

﴿۶۱﴾ برادران یوسف کا وعدہ کوشش : یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے جواب دیا کہ ہر ممکن کوشش سے اپنے باپ کو اسپر آمادہ کریں گے آگے باپ کے اختیار میں ہے۔ (کذافی البیضاوی) لفاعلون الاجتهاد لا الاتیان بالاخ (وکذا فی تفسیر الکبیر فی احتمال واحد)

﴿۶۲﴾ حضرت یوسف علیہ السلام کی حسن تدبیر : یوسف علیہ السلام نے اپنے ملازموں کو حکم دیا کہ انکی پونجی انکے سامان میں باندھ دو۔ امام رازی رحمہ اللہ نے تفسیر کبیر میں اسکی ایک وجہ یہ لکھی ہے کہ جسوقت وہ اپنا سامان کھولیں گے تو اسمیں رقم بھی ہوگی تو ظاہر بات ہے کہ رقم نہ کھائیں گے اور نہ یعقوب علیہ السلام انکو کھانے دیں گے اور انکو کہیں گے کہ رقم واپس لوٹا دو اور جب رقم واپس لوٹانے آئیں گے تو بھائی کو بھی ساتھ لے آئیں گے۔ دوسری وجہ یہ لکھی گئی ہے کہ یہ غریب لوگ تھے اور ممکن ہے کہ اتنی رقم جلدی جلدی اس زمانے میں مہیا نہ ہو سکے اب جس وقت یہ رقم دیکھیں گے تو خوش ہو جائیں گے ہمیں رسد بھی مل گیا، اور رقم بھی واپس آگئی تو چلو ہم دوبارہ جا کر رسد لاتے ہیں۔ (تفسیر کبیر: ج: ۱۸: ص۔ ۴۷۹) اور اس کی ایک وجہ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ نے یہ لکھی ہے کہ یوسف علیہ السلام نے اپنے باپ اور بھائیوں سے رقم لینا مناسب نہ سمجھا۔ (ابن کثیر: ص: ۴۸۳: ج۔ ۴)

﴿۶۳﴾ برادران یوسف کا تمہید مکالمہ : پھر جب واپس گئے یوسف علیہ السلام کے بھائی اور باپ سے ان کا حال بیان کیا، یعقوب علیہ السلام نے فرمایا اب کی بار میرا جا کر سلام دینا، اور احسان کے شکر کا تذکرہ کرنا کہ اللہ تعالیٰ آپ کو خیر خوبی سے رکھے تب بھائیوں نے آئندہ کے حال کا ذکر کیا۔ قَالُوْا يٰٓاَبَانَا فَاَرْسِلْ مَعَنَآ ... الخ تشریح مکالمہ : آپ ہمارے ساتھ ہمارے بھائی کو بھیج دیجئے کیونکہ بادشاہ نے دوبارہ آتے وقت بنیامین کو ساتھ لانے کا حکم دیا ہے اور ہم اسکی بڑی حفاظت کریں گے۔ یہاں انکی نیت ٹھیک تھی۔

﴿۶۴﴾ جواب مکالمہ : یعقوب علیہ السلام نے فرمایا تمہاری حفاظت ویسی ہی ہوگی جیسی یوسف علیہ السلام کی تھی، ہاں اللہ تعالیٰ کو محافظ بنا کر روانہ کردونگا، یہ تو انکی بات کا جواب تھا، مگر پھر خاندان کی ضرورت کے پیش نظر پیغمبرانہ توکل اور اس حقیقت کو اصل قرار دیا کہ کوئی نفع نقصان کسی بندہ کے ہاتھ میں نہیں جب تک اللہ تعالیٰ ہی کی مشیت وارادہ نہ ہو اور جب اس کا ارادہ ہو جائے تو پھر اسکو کوئی ٹال نہیں سکتا اس لئے مخلوق پر بھروسہ بھی غلط ہے اور ان کی شکایات پر معاملہ کا مدار رکھنا بھی نامناسب ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ یعقوب علیہ السلام نے ظاہری حالات اور اپنی اولاد کے عہد و پیمان پر بھروسہ نہ کیا مگر اللہ تعالیٰ کے بھروسہ پر چھوٹے بیٹے کو ساتھ بھیجنے پر تیار ہو گئے۔

﴿۶۵﴾ واپسی کی سہولت : جب سامان کھولا تو اسمیں اپنی پونجی واپس شدہ پائی، بڑے خوش ہوئے۔ اور دوبارہ جانے کا عزم مصمم

کرلیا۔ ذٰلِكَ كَيْلٌ يَّسِيْرٌ: اس کے دو مطلب بیان کئے گئے ہیں ایک مطلب یہ ہے کہ پہلا اناج جو ہم لائیں ہیں وہ کتنے دن تک رہے گا وہ ہمارے حق میں تھوڑا ہے۔ دوسری تفسیر یہ ہے کہ وہاں ایک اونٹ کا بوجھ آسان ہے اور وہاں دینے میں بھی کوئی دقت پیش نہیں آتی۔

﴿۶۶﴾ جواب مکالمہ از یعقوب: علیہ السلام فرمایا کہ ہرگز نہیں بھیجونگا اسکو تمہارے ساتھ چونکہ میں تمہاری حرکت یوسف کے بارے میں دیکھ چکا ہوں۔ حَتّٰى تُؤْتُوْنِ ...الخ حضرت یعقوب علیہ السلام کی شرط: یہاں تک کہ دو تم ایسی چیز مجھے اللہ تعالیٰ کی طرف سے جس پر مجھے اعتماد اور وثوق ہو کہ تم ضرور اس کو میرے پاس لے آؤ گے، "اِلَّآ اَنْ يُّحَاطَ بِكُمْ" یعنی بجز اس صورت کے کہ تم سب کسی گھیرے میں آجاؤ۔ امام تفسیر مجاہد رحمۃ اللہ علیہ نے اس کا مطلب یہ بیان کیا کہ تم سب ہلاک ہو جاؤ، اور قتادہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ مطلب یہ ہے کہ تم بالکل عاجز اور مغلوب ہو جاؤ۔ فَلَمَّآ اٰتَوْهُ ...الخ پھر جب انہوں نے پختہ عہد دیا تو فرمایا اللہ تعالیٰ ہمارے قول پر مطلع ہیں زیادہ تاکید کر دی یعنی ہم اللہ تعالیٰ کو شاہد و حاظر و ناظر کر کے کہتے۔

﴿۶۷﴾ حضرت یعقوب علیہ السلام کی تدبیر و نصیحت: روانہ کرتے وقت حضرت یعقوب علیہ السلام نے یہ نصیحت فرمائی اور اسکی دو وجہ بیان کی گئیں ہیں۔ ❶ حضرت یعقوب علیہ السلام کو اپنے بیٹوں پر نظر کا ڈر تھا کہ جب اکٹھے داخل ہوں گے تو کہیں انکو نظر نہ لگ جائے اور نظر لگنا حق ہے کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "العین حق" کہ نظر حق ہے۔

فَائِدَہ: علماء اہل سنت متفق ہیں کہ نظر برحق ہے اور اس کا انکار محض جہالت ہے۔ (مواہب الرحمٰن: ص: ۳ سو ج: ہو دیکھیں)

❷ دوسری وجہ یہ بیان کی کہ یعقوب علیہ السلام نے یہ نصیحت اسلئے فرمائی تا کہ کوئی انکو تکلیف نہ پہنچائے کیونکہ پہلی دفعہ جب عزیز مصر کے پاس گئے تھے تو اس نے انکی بہت عزت و مدارات کی تھی اور لوگوں نے انکو دیکھ لیا تھا تو کہیں حسد کیوجہ سے کوئی انکو اذیت نہ پہنچائے۔ نیز اس مرتبہ بنیامین چھوٹے بیٹے کا ساتھ ہونا بھی والد کیلئے اور زیادہ توجہ دینے کا سبب ہوا۔

﴿۶۸﴾ تعمیل نصیحت و دوسرا داخلہ: مصر میں داخل ہوتے وقت انہوں نے والد کی نصیحت پر عمل کیا۔

حضرت شاہ عبد القادر محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ صاحب فرماتے ہیں کہ اہل علم لوگ تقدیر پر یقین رکھتے ہوئے ظاہری تدبیر اختیار کرتے ہیں کیونکہ حکم الٰہی یہی ہے، البتہ جو لوگ بے سمجھ ہیں وہ تقدیر اور تدبیر دونوں کو جمع نہیں کرتے کچھ لوگ تقدیر کی طرف زیادہ جھک جاتے ہیں، اور تدبیر کو بے کار سمجھ کر چھوڑ دیتے ہیں، اور کچھ لوگ تدبیر کے اسقدر قائل ہو جاتے ہیں کہ تقدیر کو بے حقیقت جاننے لگتے ہیں، اس واقعہ میں برادرانِ یوسف لوگوں کی نظر سے تو بچ گئے، لیکن تقدیر میں جو تھا وہ ہو کر رہا اور بنیامین کی چوری کا منصوبہ سامنے آگیا، اور حضرت یعقوب علیہ السلام کا یہ قول پورا ہو گیا کہ حکم تو اللہ ہی کا چلتا ہے اس سے کوئی بچاؤ نہیں۔

وَلَمَّا دَخَلُوْا عَلٰى يُوْسُفَ اٰوٰٓى اِلَيْهِ اَخَاهُ قَالَ اِنِّيْٓ اَنَا اَخُوْكَ فَلَا تَبْتَئِسْ بِمَا كَانُوْا

اور جب وہ داخل ہوئے یوسف (علیہ السلام) کے پاس تو جگہ دی انہوں نے اپنے پاس اپنے بھائی کو اور اس سے کہا کہ بیشک میں تیرا بھائی ہوں پس تو غمگین نہ ہو ان باتوں

يَعْمَلُوْنَ ﴿۶۹﴾ فَلَمَّا جَهَّزَهُمْ بِجَهَازِهِمْ جَعَلَ السِّقَايَةَ فِيْ رَحْلِ اَخِيْهِ ثُمَّ اَذَّنَ مُؤَذِّنٌ

پر جو یہ کیا کرتے تھے ﴿۶۹﴾ پھر جب تیار کر کے دیا انکو انکا سامان تو رکھ دیا پانی پینے کا پیالہ اپنے بھائی کے سامان میں پھر اعلان کرنیوالے نے اعلان کیا اے قافلے والو

اَيَّتُهَا الْعِيْرُ اِنَّكُمْ لَسٰرِقُوْنَ ﴿۷۰﴾ قَالُوْا وَاَقْبَلُوْا عَلَيْهِمْ مَّاذَا تَفْقِدُوْنَ ﴿۷۱﴾ قَالُوْا نَفْقِدُ صُوَاعَ الْمَلِكِ

بیشک تم البتہ چور ہو ﴿۷۰﴾ انہوں نے کہا اور وہ متوجہ ہوئے ان پر تم کیا چیز گم پاتے ہو ﴿۷۱﴾ انہوں نے کہا ہم گم پاتے ہیں بادشاہ کا پیمانہ اور جو

وَلِمَنْ جَآءَ بِهٖ حِمْلُ بَعِيْرٍ وَّاَنَا بِهٖ زَعِيْمٌ ﴿۷۲﴾ قَالُوْا تَاللّٰهِ لَقَدْ عَلِمْتُمْ مَّا جِئْنَا لِنُفْسِدَ فِي الْاَرْضِ

شخص اسکو لائے گا اس کیلئے ایک بوجھ اونٹ کا ہوگا (اناج) اور میں اس کا ذمہ دار ہوں ﴿۷۲﴾ کہنے لگے وہ اللہ کی قسم البتہ تم جانتے ہو کہ ہم نہیں آئے یہاں تا کہ ہم فساد کریں زمین

وَمَا كُنَّا سٰرِقِيْنَ ﴿۷۳﴾ قَالُوْا فَمَا جَزَآؤُهٗٓ اِنْ كُنْتُمْ كٰذِبِيْنَ ﴿۷۴﴾ قَالُوْا جَزَآؤُهٗ مَنْ وُّجِدَ فِيْ

میں اور نہیں ہم چوری کرنیوالے ﴿۷۳﴾ انہوں نے کہا کیا ہوگا اسکا بدلہ اگر تم جھوٹے ثابت ہوئے ﴿۷۴﴾ تو انہوں نے کہا کہ اسکا بدلہ یہ ہے کہ جس کے سامان میں پایا گیا

رَحْلِهٖ فَهُوَ جَزَآؤُهٗ ؕ كَذٰلِكَ نَجْزِي الظّٰلِمِيْنَ ﴿۷۵﴾ فَبَدَاَ بِاَوْعِيَتِهِمْ قَبْلَ وِعَآءِ اَخِيْهِ

وہی اسکا بدلہ ہوگا اسی طریقے سے ہم بدلہ دیتے ہیں ظلم کرنیوالوں کو ﴿۷۵﴾ پس شروع کیا (یوسف علیہ السلام نے تلاشی لینا) انکے سامان کی اپنے بھائی کے سامان سے

ثُمَّ اسْتَخْرَجَهَا مِنْ وِّعَآءِ اَخِيْهِ ؕ كَذٰلِكَ كِدْنَا لِيُوْسُفَ ؕ مَا كَانَ لِيَاْخُذَ اَخَاهُ فِيْ دِيْنِ

پہلے پھر اس پیالے کو نکالا اپنے بھائی کے سامان سے اس طریقے سے ہم نے تدبیر کی یوسف علیہ السلام کیلئے نہیں تھے وہ کہ لے لیتے اپنے بھائی کو

الْمَلِكِ اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ ؕ نَرْفَعُ دَرَجٰتٍ مَّنْ نَّشَآءُ ؕ وَفَوْقَ كُلِّ ذِيْ عِلْمٍ عَلِيْمٌ ﴿۷۶﴾ قَالُوْٓا

بادشاہ کے قانون میں مگر یہ کہ اللہ چاہے ہم بلند کرتے ہیں درجے جسکے چاہتے ہیں اور ہر علم والے کے اوپر ایک جاننے والا ہے ﴿۷۶﴾ کہا (ان

اِنْ يَّسْرِقْ فَقَدْ سَرَقَ اَخٌ لَّهٗ مِنْ قَبْلُ ۚ فَاَسَرَّهَا يُوْسُفُ فِيْ نَفْسِهٖ وَلَمْ يُبْدِهَا لَهُمْ ۚ قَالَ

بھائیوں نے) اگر چوری کی ہے اس نے تو بیشک چوری کی تھی اسکے بھائی نے بھی اس سے پہلے پس پوشیدہ رکھا اس بات کو یوسف (علیہ السلام) نے اپنی جی میں اور ظاہر نہیں کیا اسکو

اَنْتُمْ شَرٌّ مَّكَانًا ۚ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا تَصِفُوْنَ ﴿۷۷﴾ قَالُوْا يٰٓاَيُّهَا الْعَزِيْزُ اِنَّ لَهٗٓ اَبًا شَيْخًا كَبِيْرًا فَخُذْ

اسکے سامنے اور کہا تم لوگ بدتر ہو درجے میں اور اللہ خوب جانتا ہے جو کچھ تم بیان کرتے ہو ﴿۷۷﴾ تو وہ کہنے لگے اے عزیز! بیشک اسکا باپ بہت بوڑھا ہے پس لے لے ہم میں

اَحَدَنَا مَكَانَهٗ ۚ اِنَّا نَرٰىكَ مِنَ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۷۸﴾ قَالَ مَعَاذَ اللّٰهِ اَنْ نَّاْخُذَ اِلَّا مَنْ وَّجَدْنَا مَتَاعَنَا

کسی کو اسکی جگہ تحقیق ہم خیال کرتے ہیں تیرے بارے میں کہ تو احسان کرنیوالوں میں سے ہے ﴿۷۸﴾ کہا یوسف نے پناہ بخدا اس بات سے کہ ہم لے لیں مگر اسی کو کہ جسکے پاس ہمنے

عِنْدَهٗٓ ۙ اِنَّآ اِذًا لَّظٰلِمُوْنَ ﴿۷۹﴾ ع

اپنا سامان پایا ہے اگر ہم ایسا کریں گے تو بیشک ہم اس وقت البتہ ضرور زیادتی کرنے والوں میں سے ہوں گے ﴿۷۹﴾

﴿۶۹﴾ وَلَمَّا دَخَلُوْا عَلٰى يُوْسُفَ ... الخ ربط آیات: اوپر حسن تدبیر باری تعالیٰ کا ذکر تھا اب بھی حسن تدبیر باری تعالیٰ کا ذکر ہے۔

خلاصہ رکوع ⑨ حال۔ ۱۱۔ یوسف علیہ السلام کی خدمت میں برادران کی حاضری، حضرت یوسف علیہ السلام کا مکالمہ برائے تعارف، تسلی یوسف برائے بنیامین، تدبیر یوسف، خدام یوسف کا اعلان، برادرانِ یوسف کا مکالمہ، جواب مکالمہ از خدام، صفائی برادران یوسف، منادی کا مطالبہ برائے سزا چور، برادران کا جواب مکالمہ، کمال فراست یوسفی سے تفتیش پیمانہ، حسن تدبیر خداوندی، برادران یوسف کا الزام، جواب الزام از یوسف، برادران یوسف کی عاجزی، جواب عاجزی۔ ماخذ آیات ۶۹ تا ۷۹ +

حال ۱۱: یوسف کی خدمت میں برادران کی حاضری: اور جب وہ یوسف علیہ السلام کے پاس گئے تو اس نے اپنے بھائی کو اپنے پاس جگہ دی۔ قَالَ ...الخ حضرت یوسف علیہ السلام کا تعارف: بنیامین سے کہا میں تیرا بھائی ہوں۔

فَلَا تَبْتَئِسْ ...الخ تسلی یوسف برائے بنیامین: فرمایا آپ مایوس نہ ہوں ان بھائیوں نے جو ہم پر مظالم کئے عنقریب وہ سب مظالم وغم دور ہو جائیں گے راحت وعزت حق تعالیٰ نصیب فرمائے گا، یا اس کا مطلب یہ ہے کہ ان کے مظالم کی طرف خیال نہ کریں سب کو معاف کر دیں۔ (تفسیر کبیر)

﴿۷۰﴾ تدبیر یوسف: جب یوسف علیہ السلام نے ان کا سامان روانگی تیار کر دیا تو پانی پینے کا برتن اور وہی غلہ دینے کا پیمانہ بھی تھا، اپنے بھائی کے سامان میں خود رکھ دیا، یا کسی اور راز دار خادم سے رکھوا دیا، اور کسی کو خبر نہ ہوئی اور ظاہر یہ ہے کہ خود یوسف علیہ السلام نے رکھا، تاکہ کسی کو خبر نہ ہو اور وہ خوش وخرم غلہ لے کر روانہ ہوئے اور شہر سے باہر نکلے۔ ثُمَّ اَذَّنَ ...الخ خدام یوسف کا اعلان: تو ایک پکارنے والے نے پکارا اے قافلے والو تم چور ہو، چونکہ برادران یوسف علیہ السلام کا قیام خاص مہمان خانہ میں تھا جس میں شاہی پیمانہ رکھا ہوا تھا جب قافلہ روانہ ہو گیا تو خدام نے مہمان خانہ کے سامان کی خبر گیری کی تو دیکھا کہ شاہی پیمانہ اپنی جگہ پر نہیں تھا تو تلاشی شروع کی جب نہ ملا تو گمان یہ ہوا کہ اس مہمان خانہ میں سوائے اس قافلہ کے کوئی اور نہ تھا اس لئے منادی نے جا کر آواز دی۔ اے قافلے والو! ٹھہرو ہمارے گمان میں تم چور معلوم ہوتے ہو بظاہر یہ منادی یوسف علیہ السلام کے حکم سے نہ تھی بلکہ مہمان خانہ کے خادموں کیطرف سے تھی چونکہ مہمان خانہ میں ان کے سوا کوئی اور نہ تھا اسلئے خدام نے اپنے گمان کے مطابق کہا "اِنَّكُمْ لَسَارِقُوْنَ"۔

(دیکھو تفسیر کبیر: ص:۱۵۷ :ج:۵: روح البیان:۲۹۹ :ج۔۴)

امام رازی قدس اللہ سرہٗ فرماتے ہیں کہ اگر بالفرض یہ آواز منادی یوسف علیہ السلام کے حکم سے تھی تو یہ کلام بطریق توریہ تھا اور مطلب یہ تھا کہ کوئی تو مال چراتا ہے اور چھپاتا ہے تاکہ آئندہ چل کر اس سے فائدہ اٹھائے اور تم تو وہی ہو کہ جنہوں نے بھائی کو باپ سے چرالیا، اور جا کر سستے داموں بیچ ڈالا۔ اور بعض علماء یہ کہتے ہیں کہ "اِنَّكُمْ لَسَارِقُوْنَ" میں ہمزہ استفہام کا مقدر ہے "ءَاِنَّكُمْ لَسَارِقُوْنَ"۔ مطلب یہ ہے کہ کیا تم چور ہو یہ کلام بطور خبر نہ تھا بلکہ بطور استفہام تھا۔ (تفسیر کبیر: ص:۱۵۴ :ج۔۵)

اور بعض علماء یہ کہتے ہیں کہ یہ اللہ کے حکم سے تھا "لَا يُسْئَلُ عَمَّا يَفْعَلُ وَهُمْ يُسْئَلُوْنَ" اور حکمت اسمیں یہ تھی کہ یوسف علیہ السلام کے بعد بنیامین کی مفارقت سے یعقوب علیہ السلام کے ابتلاء کی تکمیل ہو جائے۔ (دیکھو تفسیر مظہری: ص:۹۴ :ج:۵: تفسیر: قرطبی: ص:۲۲۵ :ج۔۹)

﴿۷۱﴾ برادران یوسف کا مکالمہ: کہ تمہاری کونسی چیز گم ہوئی ہے۔ ﴿۷۲﴾ جواب مکالمہ از خدام: انہوں نے کہا کہ بادشاہ کا پیمانہ گم ہو گیا ہے اور واپس دینے والے کو ایک اونٹ کا بار انعام میں دیا جائیگا اور میں اس کا ضامن ہوں۔

﴿۷۳﴾ صفائی برادران یوسف: خدا کی قسم ہم کوئی چور نہیں ہیں، یہ انہوں نے اس لیے کہا کہ ان کی امانت ودیانت اہل مصر دیکھ چکے تھے کیونکہ بعض روایات میں آیا ہے کہ انہوں نے مصر میں داخل ہوتے وقت اپنے جانوروں کے منہ پر توبرے چڑھا رکھے تھے تاکہ کسی کے کھیت میں منہ نہ ڈال سکیں۔ (قرطبی: ص:۲۳۴ :ج۔۹)

﴿۷۴﴾ منادی کے مطالبہ برائے سزائے چور: جب منادی نے دیکھا کہ اس انعام کے باوجود کوئی اقرار نہیں کر رہا تو اس نے کہا چور کی سزا کیا ہے؟ ﴿۷۵﴾ برادران کا جواب مطالبہ: انہوں نے کہا کہ بس اسے قید کر لینا ہمارے ہاں اسکی یہی سزا ہے مطلب یہ ہے کہ چور کو اس شخص کے حوالے کر دیا جاتا ہے جس کا اس نے مال چرایا ہو اور وہ سال بھر تک اس کا غلام رہتا ہے یوسف علیہ السلام بھی یہی چاہتے تھے۔

﴿۷۶﴾ کمال فراست یوسفی سے تفتیش پیمانہ: حضرت یوسف علیہ السلام نے پہلے دوسرے بھائیوں کے سامان کی تلاشی لی پھر بنیامین کے سامان کی تلاشی لی اور اس سے پیالا نکالا۔ كَذٰلِكَ كِدْنَا ...الخ تدبیر خداوندی: یوسف علیہ السلام کو یہ تدبیر ہم نے سمجھائی۔ کیونکہ شاہی قانون میں چور کی مذکورہ سزا نہ تھی بلکہ چور سے مال مسروقہ کی قیمت وصول کی جاتی تھی اس سزا سے یوسف علیہ السلام اپنے بھائی کو نہ لے سکتے تھے اس وجہ سے بھائیوں سے اقرار کرالیا کہ شریعت ابراہیمی میں چور کی سزا کیا ہے؟ تو وہ خود اپنے اقرار سے پکڑے گئے اور کوئی عذر نہ کر سکے۔ وَفَوْقَ كُلِّ ذِيْ عِلْمٍ عَلِيْمٌ: اسکی دو تفسیریں ہیں۔ ایک یہ ہے کہ ہر عالم سے اوپر دوسرا عالم موجود ہے، اور دوسرا مطلب یہ ہے کہ ہر علم والے پر عظیم ذات اللہ تعالیٰ کی موجود ہے۔

﴿۷۷﴾ برادران یوسف کا الزام: حضرت یوسف علیہ السلام نے جب بنیامین کو اس حیلہ اور تدبیر سے لے لیا تو وہ سب بھائی بہت شرمندہ ہوئے، اور غصہ میں آکر کہنے لگے کہ اگر اس نے چوری کی ہے، تو کوئی تعجب کی بات نہیں بلکہ اس سے پہلے بھی اس کا بھائی چوری کر چکا ہے، ہمیں معلوم نہیں تھا کہ یہ بھی چوری کریگا بالآخر یہ بھی اپنے بھائی کی طرح چور نکلا۔

چوری کی نسبت: بھائیوں نے یوسف علیہ السلام کی طرف چوری کو منسوب کیا، اس چوری کے بارے میں کئی روایتیں ہیں۔ چنانچہ سعید بن جبیر رحمہ اللہ اور قتادہ رحمہ اللہ نے کہا کہ حضرت یوسف علیہ السلام کے نانا کا ایک بت تھا وہ اسکی پوجا کرتا تھا حضرت یوسف علیہ السلام نے خفیہ طور پر اسکو لے لیا اور توڑ کر راستہ میں پھینک دیا تا کہ نانا اسکی پوجا نہ کر سکے۔ کذا اخرج ابن مردویہ عن ابن عباس رضی اللہ عنہ مرفوعاً۔ ابن جریر ابن المنذر، ابن ابی حاتم۔ اور ابوالشیخ نے سعید بن جبیر رحمہ اللہ کی روایت سے بھی اسی طرح یہ حدیث نقل کی ہے۔ علامہ بغوی رحمہ اللہ نے لکھا ہے وھب رحمہ اللہ نے بیان کیا کہ ایک روز ایک سائل آیا حضرت یوسف علیہ السلام کی عادت تھی دسترخوان سے کچھ کھانا چھپا کر اٹھا لیتے تھے اور فقیروں کو دیتے تھے، اس روز بھی ایسا ہی کیا۔ (معالم التنزیل: ص: ۲۷۰، ج۔ ۲)

قاضی صاحب رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت یوسف علیہ السلام ایک سخی گھرانے کے فرد تھے اور فقیر کو دینے پر حضرت یوسف علیہ السلام راضی تھے اسلئے یہ چوری نہ تھی بھائیوں نے یوسف علیہ السلام سے جلنے کیوجہ سے اسکو چوری کہا۔

فَاَسَرَّهَا يُوْسُفُ فِيْ نَفْسِهٖ قَالَ اَنْتُمْ شَرٌّ مَّكَانًا: یوسف کا جواب الزام: ایسا سخت لفظ سن کر بھی یوسف علیہ السلام بے قابو نہیں ہوئے کیونکہ مصلحت خداوندی افشائے راز کو مقتضی نہ تھی۔ فَاَسَرَّهَا: کی ضمیر کا مرجع وہ غم وتکلیف کی طرف جو انکے کہنے سے پہنچی تھی "قَالَ اَنْتُمْ شَرٌّ مَّكَانًا" جملہ مستانفہ ہے حضرت یوسف علیہ السلام نے دل میں جواب یہ دیا کہ تم مجھے چور بناتے ہو حالانکہ تم نے ایسی چوری کی ہے کہ بھائی کو باپ سے چرا کر بیچ ڈالا، باقی میری چوری کا حال اللہ تعالیٰ کو معلوم ہے۔ اور بعض نے "قَالَ اَنْتُمْ شَرٌّ مَّكَانًا" کا یہ مطلب لیا کہ یوسف نے انکو خطاب کر کے کہا کہ تم بڑے ہی بدترین لوگ ہو ابھی تو کہہ رہے تھے "مَا كُنَّا سَارِقِيْنَ" ہم چوروں میں سے نہیں جب ایک بھائی سے مال برآمد ہوا تو اسکے ساتھ دوسرے بھائی کو ملوث کرنے لگے خدا تعالیٰ خوب جانتا ہے تم اپنے بیان میں کہاں تک سچے ہو۔

تفسیر مظہری میں ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے بنیامین پر قبضہ کر لیا تو بھائی غضبناک ہو گئے، اولاد یعقوب کو غصہ آتا تھا تو انکے غصہ کو برداشت کرنیکی تاب کسی میں نہیں رہتی تھی۔ روبیل کی تو یہ حالت تھی کہ اسکے غصہ کے سامنے کوئی چیز نہیں ٹھہرتی تھی جب وہ غصہ سے چیختا تھا تو حاملہ عورتوں کے حمل دہشت کیوجہ سے گر جاتے تھے، لیکن یہ بھی انکی خصوصیت تھی کہ غصہ کی حالت میں اگر نسل یعقوب میں سے کوئی شخص انکو ہاتھ سے چھو دیتا تھا تو غصہ ختم ہو جاتا تھا۔ بعض روایات میں آیا ہے کہ یہ خصوصیت اور حالت شمعون کی تھی۔ غرض سب بھائی یوسف علیہ السلام کے پاس پہنچے، روبیل نے کہا یا تو ہمارے بھائی کو واپس دو ورنہ میں ایسی چیخ ماروں گا کہ مصر کی ہر

حاملہ عورت کا حمل گر جائے گا، غصہ سے روبیل کے بدن کے بال کھڑے ہو گئے، اور کپڑوں سے باہر نکل آئے، حضرت یوسف کا ایک چھوٹا بچہ تھا آپ نے بچہ سے فرمایا روبیل کے برابر جا کر اسکو ہاتھ سے چھودو۔

دوسری روایت میں آتا ہے کہ آپ نے بچہ سے فرمایا اس کا ہاتھ پکڑ کر میرے پاس لے آؤ، بچہ نے جا کر روبیل کو ہاتھ لگا دیا، بچہ کا ہاتھ لگانا تھا کہ روبیل کا غصہ جاتا رہا، کہنے لگا یہاں یعقوب کے تخم کا کوئی تخم ضرور موجود ہے، حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا (یعقوب کے تخم کا تخم کیا) یعقوب کا بیٹا موجود ہے، روایت میں آیا ہے کہ روبیل کو دوبارہ غصہ آیا تو حضرت یوسف علیہ السلام نے اس کو ایک ٹھوکر ماری اور گریبان سے پکڑ کر زمین پر گرا دیا اور فرمایا عبرانیو اتم گمان کرتے ہو کہ تم سے زیادہ طاقتور (دنیا میں) کوئی اور نہیں ہے جب معاملہ یہاں تک پہنچ گیا۔ اور بھائی سمجھ گئے کہ بنیامین کو کسی طرح چھڑا نہیں سکتے تو عاجزی کرنے لگے اور نرم پڑ گئے۔ (مظہری: ص: ۱۵۸: ج ۵)

﴿۷۸﴾ برادرانِ یوسف کی عاجزی : اس کا باپ بہت بوڑھا ہے اس سے بہت محبت کرتا ہے اس کے غم میں خدا جانے اس کا کیا حال بنے گا اور ہم سے اس قدر محبت نہیں آپ ہم میں سے کسی ایک کو اس کی جگہ مملوک بنا لیں تو مہربانی ہوگی، ہم آپ کو نیک مزاج دیکھتے ہیں امید ہے کہ آپ ہماری درخواست کو نظر شفقت سے قبول فرمائیں گے۔

﴿۷۹﴾ حضرت یوسف علیہ السلام کا جواب عاجزی : یوسف علیہ السلام نے اس کو رد کر دیا فرمایا اِلَّا مَنْ وَّجَدْنَا ... الخ کہ جس کے پاس ہم نے اپنی چیز پائی ہے اس کے سوا دوسرے شخص کو پکڑیں گے تو ناانصاف ہو جائیں گے یہاں "الا من سرق متاعنا" نہیں فرمایا تا کہ جھوٹ نہ ہو۔ (تفسیر بہلوی: ص۔ ۱۸۴)

فَلَمَّا اسْتَايْـَٔسُوْا مِنْهُ خَلَصُوْا نَجِيًّا ؕ قَالَ كَبِيْرُهُمْ اَلَمْ تَعْلَمُوْۤا اَنَّ اَبَاكُمْ قَدْ اَخَذَ عَلَيْكُمْ

پس جب وہ یوسف علیہ السلام سے مایوس ہو گئے تو الگ ہوئے مشورہ کرتے ہوئے ان میں سے بڑے نے کہا کیا تم نہیں جانتے کہ تمہارے والد

مَّوْثِقًا مِّنَ اللّٰهِ وَمِنْ قَبْلُ مَا فَرَّطْتُّمْ فِیْ یُوْسُفَ ۚ فَلَنْ اَبْرَحَ الْاَرْضَ حَتّٰی یَاْذَنَ لِیْۤ

نے تم سے پختہ عہد لیا تھا اللہ کا اور اس سے پہلے بھی جو تم نے کوتاہی کی یوسف علیہ السلام کے بارے میں پس میں نہیں ٹلوں گا اس زمین سے یہاں تک کہ

اَبِیْۤ اَوْ یَحْكُمَ اللّٰهُ لِیْ ۚ وَهُوَ خَیْرُ الْحٰكِمِیْنَ ﴿۸۰﴾ اِرْجِعُوْۤا اِلٰۤی اَبِیْكُمْ فَقُوْلُوْا یٰۤاَبَانَاۤ اِنَّ ابْنَكَ

اجازت دے مجھے میرا باپ یا فیصلہ کرے اللہ تعالیٰ میرے حق میں اور وہ سب سے بہتر فیصلہ کرنیوالا ہے ﴿۸۰﴾ تم واپس چلے جاؤ اپنے والد کے پاس کہو اے ہمارے باپ بیشک

سَرَقَ ۚ وَمَا شَهِدْنَاۤ اِلَّا بِمَا عَلِمْنَا وَمَا كُنَّا لِلْغَیْبِ حٰفِظِیْنَ ﴿۸۱﴾ وَسْـَٔلِ الْقَرْیَةَ الَّتِیْ

تیرے بیٹے نے چوری کی ہے اور ہم نہیں گواہی دیتے مگر اس بات کی جو ہم نے جانی ہے اور نہیں تھے ہم غیب کی بات کی حفاظت کرنیوالے ﴿۸۱﴾ اور پوچھ لے تو اس بستی

كُنَّا فِیْهَا وَالْعِیْرَ الَّتِیْۤ اَقْبَلْنَا فِیْهَا ؕ وَاِنَّا لَصٰدِقُوْنَ ﴿۸۲﴾ قَالَ بَلْ سَوَّلَتْ لَكُمْ

سے جسکے اندر ہم تھے اور اس قافلے سے جسکے اندر ہم آئے ہیں اور بیشک ہم البتہ سچے ہیں ﴿۸۲﴾ کہا یعقوب نے (ایسا نہیں) بلکہ بنایا ہے تمہارے نفسوں نے

اَنْفُسُكُمْ اَمْرًا ؕ فَصَبْرٌ جَمِیْلٌ ؕ عَسَی اللّٰهُ اَنْ یَّاْتِیَنِیْ بِهِمْ جَمِیْعًا ؕ اِنَّهٗ هُوَ الْعَلِیْمُ الْحَكِیْمُ ﴿۸۳﴾

ایک معاملہ پس اب تو میرا صبر جمیل ہی ہے شاید کہ اللہ تعالیٰ لے آئے میرے پاس ان سب کو بیشک وہ سب کچھ جاننے والا اور حکمت والا ہے ﴿۸۳﴾

وَتَوَلّٰى عَنْهُمْ وَقَالَ يٰاَسَفٰى عَلٰى يُوْسُفَ وَابْيَضَّتْ عَيْنٰهُ مِنَ الْحُزْنِ فَهُوَ كَظِيْمٌ ﴿۸۴﴾

اور پھرے (یعقوب علیہ السلام) ان (بیٹوں) کے پاس سے اور کہا اے افسوس میرے یوسف پر اور سفید ہوگئی تھیں انکی آنکھیں غم کی وجہ سے پس وہ غم سے بھرے ہوئے تھے ﴿۸۴﴾

قَالُوْا تَاللّٰهِ تَفْتَؤُا تَذْكُرُ يُوْسُفَ حَتّٰى تَكُوْنَ حَرَضًا اَوْ تَكُوْنَ مِنَ الْهٰلِكِيْنَ ﴿۸۵﴾

تو کہا (بیٹوں نے) اللہ کی قسم کیا آپ ہمیشہ یوسف کا ذکر کرتے رہیں گے یہاں تک کہ آپ گھل جائیں یا ہوجائیں ہلاک ہونے والوں میں سے ﴿۸۵﴾

قَالَ اِنَّمَآ اَشْكُوْا بَثِّيْ وَحُزْنِيْٓ اِلَى اللّٰهِ وَاَعْلَمُ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۸۶﴾ يٰبَنِيَّ اذْهَبُوْا

کہا (یعقوب نے) بیشک میں شکوہ کرتا ہوں اپنے اندرونی دکھ کا اور اپنے غم کا اللہ تعالیٰ کے سامنے اور میں جانتا ہوں اللہ کی طرف سے وہ بات جو تم نہیں جانتے ﴿۸۶﴾ اے میرے

فَتَحَسَّسُوْا مِنْ يُّوْسُفَ وَاَخِيْهِ وَلَا تَايْـَٔسُوْا مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ ؕ اِنَّهٗ لَا يَايْـَٔسُ مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ

بیٹوا جاؤ تلاش کرو یوسف اور اسکے بھائی کو اور نہ مایوس ہو اللہ کی رحمت سے بیشک نہیں مایوس ہوتے اللہ کی رحمت سے مگر وہ لوگ جو

اِلَّا الْقَوْمُ الْكٰفِرُوْنَ ﴿۸۷﴾ فَلَمَّا دَخَلُوْا عَلَيْهِ قَالُوْا يٰٓاَيُّهَا الْعَزِيْزُ مَسَّنَا وَاَهْلَنَا الضُّرُّ وَجِئْنَا

کفر کرنے والے ہیں ﴿۸۷﴾ پھر جب وہ داخل ہوئے اسکے پاس تو انہوں نے کہا اے عزیز پہنچی ہے ہمیں اور ہمارے گھر والوں کو تکلیف اور لائے ہیں ہم

بِبِضَاعَةٍ مُّزْجٰىةٍ فَاَوْفِ لَنَا الْكَيْلَ وَتَصَدَّقْ عَلَيْنَا ؕ اِنَّ اللّٰهَ يَجْزِى الْمُتَصَدِّقِيْنَ ﴿۸۸﴾

ایک ناقص پونجی پس پورا پورا دے ہمیں اناج اور صدقہ کر ہم پر بیشک اللہ تعالیٰ بدلہ دیتا ہے صدقہ کرنیوالوں کو ﴿۸۸﴾

قَالَ هَلْ عَلِمْتُمْ مَّا فَعَلْتُمْ بِيُوْسُفَ وَاَخِيْهِ اِذْ اَنْتُمْ جٰهِلُوْنَ ﴿۸۹﴾ قَالُوْٓا ءَاِنَّكَ لَاَنْتَ يُوْسُفُ ؕ

کہا (یوسف نے) کیا تمہیں خبر ہے جو کیا تم نے یوسف اور اس کے بھائی کے ساتھ جبکہ تم نا سمجھ تھے ﴿۸۹﴾ اور کہنے لگے، کیا سچ مچ آپ یوسف ہیں تو انہوں نے کہا کہ

قَالَ اَنَا يُوْسُفُ وَهٰذَآ اَخِيْ ؗ قَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَيْنَا ؕ اِنَّهٗ مَنْ يَّتَّقِ وَيَصْبِرْ فَاِنَّ اللّٰهَ

میں یوسف ہوں اور یہ میرا بھائی ہے تحقیق اللہ نے احسان کیا ہے ہم پر۔ بیشک جو شخص ڈرتا ہے اور صبر کرتا ہے پس بیشک اللہ تعالیٰ نہیں

لَا يُضِيْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۹۰﴾ قَالُوْا تَاللّٰهِ لَقَدْ اٰثَرَكَ اللّٰهُ عَلَيْنَا وَاِنْ كُنَّا لَخٰطِـِٕيْنَ ﴿۹۱﴾

ضائع کرتا اجر نیکی کرنیوالوں کا ﴿۹۰﴾ تو کہا انہوں نے اللہ کی قسم البتہ فضیلت دی ہے تجھ کو اللہ نے ہم پر اور بیشک تھے ہم خطا کار ﴿۹۱﴾

قَالَ لَا تَثْرِيْبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ ؕ يَغْفِرُ اللّٰهُ لَكُمْ ؗ وَهُوَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ ﴿۹۲﴾ اِذْهَبُوْا بِقَمِيْصِيْ

کہا (یوسف نے) نہیں ملامت تم پر آج کے دن اللہ معاف کرے تمہیں اور وہ سب سے بڑھ کر رحم کرنیوالا ہے ﴿۹۲﴾ لے جاؤ میری یہ قمیص اور اسکو ڈالدو میرے والد کے چہرے پر

هٰذَا فَاَلْقُوْهُ عَلٰى وَجْهِ اَبِيْ يَاْتِ بَصِيْرًا ۚ وَاْتُوْنِيْ بِاَهْلِكُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴿۹۳﴾ ع

وہ آئیں گے دیکھتے ہوئے اور لے آؤ میرے پاس اپنے گھر والوں کو سب کے سب ﴿۹۳﴾

﴿۸۰﴾ فَلَمَّا اسْتَايْئَسُوْا مِنْهُ ...الخ ربط آیات :اوپر بھی حسن تدبیر باری تعالیٰ کا ذکر تھا، اب بھی اسی کا ذکر ہے۔

خلاصہ رکوع ۱۵ : حال۔ ۱۲۔ برادران یوسف کا مشورہ، بڑے بھائی کا مکالمہ، جزء اول مشورہ، جزء دوم مشورہ، تصدیق، حضرت یعقوب کا جواب اور کمال صبر، حضرت یعقوب کا حسن ظن، یعقوب کا اعراض، غم قدیم کی تازگی، کیفیت یعقوب، بیٹوں کا مکالمہ برائے تسلی، جواب مکالمہ از یعقوب، یوسف اور بنیامین کے تلاش کرنیکا حکم، حال۔ ۱۳۔ برادران کا مصر میں تیسرا داخلہ۔ نیازمندی کا اظہار۔ جواب عاجزی۔ برادران کا تعجب۔ برادران کا اقرار فضیلت یوسف عام معافی کا اعلان برادران کو کرتہ لے جانے کا حکم، اہل وعیال کو مصر میں لانے کا حکم۔ ماخذ آیات ۸۰ : تا ۹۳ +

حال :۱۲ :برادرانِ یوسف کا مشورہ : جب حضرت یوسف علیہ السلام کی طرف سے ناامید ہو گئے تو الگ جا کر باہم مشورہ کیا۔ ابوعبیدہ رحمۃ اللہ علیہ نے ترجمہ کیا جب انہوں نے یقین کرلیا کہ بنیامین کی واپسی نہیں ہوسکتی تو باہم مشورہ کرنے لگے۔

(معالم التنزیل :ص:۳۷۱ :ج۔۲)

قَالَ كَبِيْرُهُمْ: بڑے بھائی کا مکالمہ :حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے اس سے عمر میں بڑا مراد نہیں بلکہ علم وفضل میں بڑا ہونا مراد ہے، اور وہ یہودا تھا، قتادہ رحمۃ اللہ علیہ، سدی رحمۃ اللہ علیہ اور ضحاک رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک عمر میں بڑا ہونا مراد ہے یہ روبیل تھا اور اسی نے حضرت یوسف علیہ السلام کو قتل کرنے سے بھائیوں کو روکا تھا، مجاہد رحمۃ اللہ علیہ نے کہا وہ شمعون تھا، بھائیوں کا سفر میں وہی سردار تھا۔ (معالم التنزیل:ص:۳۷۱:ج۔۲)

فَلَنْ اَبْرَحَ الْاَرْضَ ...الخ جزء اول مشورہ : بڑے بھائی نے کہا میں ایک نئی شرمندگی لے کر نہیں جاؤں گا جب تک کہ وہ مجھے خود حاضر ہونیکا حکم نہ دیں یا اللہ تعالیٰ اس مشکل کو حل کردیں کہ بنیامین رہا ہو جائے ایسے میں نہیں جاؤں گا۔

﴿۸۱﴾ جزء دوم مشورہ : اور تم واپس اپنے باپ کے پاس جاؤ اور جا کر انکے سامنے چشم دید حالات کی کارگزاری بیان کرو۔ "وَمَا شَهِدْنَآ ...الخ اور ہماری یہ گواہی ہمارے علم کے مطابق ہے یعنی ہم نے خود دیکھا کہ اس کے سامان سے پیمانہ برآمد ہوا۔

﴿۸۲﴾ تصدیق :اہل مصر اور قافلہ والوں سے تصدیق کرلیں باقی ہم غیب کی باتوں کے حافظ نہیں تھے۔

﴿۸۳﴾ حضرت یعقوب کا جواب اور کمال صبر : فرمایا یہ تمہارے نفسوں کا کوئی فریب معلوم ہوتا ہے میں صبر کرتا ہوں۔ عَسَى اللّٰهُ ...الخ حضرت یعقوب کا حسن ظن : ممکن ہے اللہ تعالیٰ ان میں سے کوئی مجھے ملادے یہ بات یعقوب علیہ السلام نے حسن ظن کی بنا پر کہی اللہ کا دستور یہ ہے کہ عسر کے بعد یسر عطا فرماتے ہیں۔ نیز ان کو یقین تھا کہ یوسف علیہ السلام ابھی زندہ ہیں کیونکہ ابھی تک یوسف علیہ السلام کے خواب کی تعبیر پوری نہیں ہوئی تھی، اور یوسف علیہ السلام کا خواب بلاشبہ صحیح ہے وہ ضرور واقع ہو کر رہے گا، یوسف علیہ السلام کے رؤیائے صادقہ کا وقوع اور ظہور اس بات پر موقوف ہے کہ وہ ابھی صحیح سالم زندہ ہوں اور مع اپنے بھائیوں کے مجھے ملیں۔

﴿۸۴﴾ حضرت یعقوب کا اعراض : شدت غم سے انکی طرف سے منہ موڑ لیا اور دوسری طرف منہ کرلیا۔ وَقَالَ يٰٓاَسَفٰى ...الخ قدیم غم کی تازگی : اور اس تازہ غم سے حضرت یوسف علیہ السلام کا پرانا غم تازہ ہونے لگا اور کہنے لگے ہائے افسوس یوسف پر۔ وَابْيَضَّتْ ...الخ کیفیت یعقوب : اور غم کی وجہ سے روتے روتے آنکھیں سفید ہو گئیں، یا بے رونق ہو گئیں، یوسف علیہ السلام کے فراق میں روتے روتے جس قدر بصارت گھٹتی تھی اسی قدر نور بصیرت میں زیادتی ہوتی جاتی تھی، اور گریہ وزاری کی زیادتی سے لحظہ بلحظہ مراتب اور مدارج بلند اور برتر ہورہے تھے۔ پس وہ اندر ہی اندر گھٹے ہوئے اور خاموش تھے کسی مخلوق سے اپنے صدمہ کی شکایت نہیں کرتے تھے دل مبارک رنج وغم سے بھرا ہوا تھا مگر ظاہر نہ کرتے تھے۔

سُؤَال: حضرت یعقوب علیہ السلام حضرت یوسف علیہ السلام کے غم میں مسلسل روتے رہے یہاں تک کہ ان کی بینائی جاتی رہی بظاہر یہ تو پیغمبرانہ شان کے خلاف ہے کہ اولاد کی محبت میں ایسا مشغول ہونا کس طرح صحیح ہوگا؟

جواب: ❶ دنیا میں جو چیزیں آخرت سے متعلق ہیں ان کی محبت درحقیقت آخرت ہی کی محبت میں داخل ہے۔

جواب: ❷ درحقیقت یہ ابتلا اور امتحان تھا جو اس طویل عرصہ میں پورا ہوا۔

﴿۸۵﴾ برادران یوسف علیہ السلام کا مکالمہ برائے تسلی : کہا آپ ہمیشہ ان ہی کے غم میں مبتلا رہتے ہیں خطرہ ہے کہ یہی آپ کی ہلاکت کا موجب نہ ہو جائے۔

﴿۸۶﴾ جواب مکالمہ از حضرت یعقوب علیہ السلام فرمایا میں اپنے دکھ کی کہانی اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں پیش کرتا ہوں مجھے ان واقعات کے متعلق ایک حقیقت معلوم ہے جو تمہیں معلوم نہیں۔ "بث" ایسا غم جسکو دوسرے کے سامنے ظاہر کیا جائے۔ (کشاف: ص:۴۹۹: ج۔۲) اور "حزن" ایسا غم ہے جو دل ہی دل میں رکھا جائے اور دوسروں پر ظاہر نہ کیا جائے۔

﴿۸۷﴾ یوسف اور بنیامین کی تلاش کا حکم : اے بیٹو جاؤ تو سہی مصر میں یوسف علیہ السلام اور اس کے بھائی کا پتہ تو لگاؤ جس سے یوسف کا نشان ملے اور بنیامین کو رہائی ہو اور تیسرے بھائی کا ذکر شاید اس لئے نہیں کیا کہ جب بنیامین رہا ہو جائے گا تو وہ خواہ مخواہ مصر میں کیوں رہے گا۔

فائدہ: حضرات انبیاء کرام علم الٰہی سے وہ چیز جانتے ہیں جو دوسرے نہیں جانتے اس لئے ابتداء میں جب یوسف علیہ السلام کنعان کے کنویں میں پڑے تھے تو اس وقت تلاش کرنے کا حکم نہیں دیا، جب وقت آیا تو القائے الٰہی سے حکم دیا کہ مصر میں جا کر یوسف علیہ السلام اور اس کے بھائی کو تلاش کرو۔ واللہ اعلم

﴿۸۸﴾ حال :۱۳ برادران کا مصر میں تیسرا داخلہ :جب تیسری مرتبہ یوسف اور اس کے بھائی کی تلاش میں نکلے اب اس مرتبہ یوسف علیہ السلام کی خدمت میں اپنی حالت زار کا ذکر کیا۔

قَالُوْا يٰٓاَيُّهَا الْعَزِيْزُ ...الخ نیازمندی کا اظہار :اور اس مرتبہ اے عزیز کے لفظ سے خطاب کیا اور خوشامد کی باتیں کی تا کہ اسکی طبیعت میں نرمی اور خوش مزاجی پائیں گے، تو بنیامین کی درخواست کریں گے اس لئے پہلے غلہ لینے کی متعلق گفتگو شروع کی پھر جو مقصود تھا اس کا اظہار کیا کہ آپ ہماری شکستہ حالی پر رحم فرمائیں "وَتَصَدَّقْ عَلَيْنَا" بمعنی "تفضل" یعنی مہربانی فرما کر ہمارے بھائی کو ہمارے ساتھ بھیج دیجئے۔ (روح المعانی :ص:۶۰:ج ۱۳)

یوسف علیہ السلام نے جب بھائیوں کی نیازمندی دیکھی تو آنکھوں میں آنسوں بھر آئے اور ضبط نہ ہو سکا، اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے اجازت ملی کہ اب اپنے آپ کو ظاہر کردو اور زمانہ طویل کی مفارقت ختم ہوئی۔

﴿۸۹﴾ جواب عاجزی :فرمایا وہ بھی تم کو یاد ہے جو تم نے یوسف اور اس کے بھائی کے ساتھ کیا تھا جب میرے بھلے کی سوچ نہ تھی، اب یہ ششدر رہ گئے کہ عزیز مصر کو یوسف کی داستان سے کیا واسطہ؟ ادھر شروع کے زمانے کے خواب کا غالب احتمال ہونے لگا تو اس شبہ کو دور کرنے کے لئے قوت گویا ہوئے۔

﴿۹۰﴾ برادران کا تعجب :بھائیوں نے تعجباً کہا آپ ہی یوسف ہیں؟ انہوں نے فرمایا ہاں میں یوسف ہوں اور یہ میرا بھائی ہے۔

﴿۹۱﴾ برادران کا اقرار فضیلت :اس وقت بھائیوں نے حضرت یوسف علیہ السلام کی فضیلت کا اقرار کیا، حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں بھائیوں نے اس وقت کہا تیرا خواب سچ تھا اور ہمارا حسد غلط تھا۔

﴿۹۲﴾ عام معافی کا اعلان: یوسف علیہ السلام نے انہیں عام معافی دے دی فرمایا اس ملامت کو کبھی زبان پر نہ لاؤں گا اور

مغفرت کی دعا فرمائی، پھر اپنے والد کا حال دریافت کیا انہوں نے کہا کہ اسکی روتے روتے آنکھیں سفید ہوگئی ہیں۔

﴿۹۳﴾ **کرتہ لے جانے کا حکم** :فرمایا :یہ میرا کرتہ لے جاؤ والد ماجد کے منہ پر ڈالدو وہ بینا ہوجائیں گے۔ وَأْتُونِي ... الخ

اہل وعیال کا مصر میں لانے کا حکم :اہل وعیال کو یہاں مصر ہی میں لے آؤ۔ مولانا محمد ادریس کاندھلوی رحمہ اللہ معارف القرآن میں لکھتے ہیں (غالباً یوسف علیہ السلام نے اپنے اس حال کی اپنے باپ کو اس لئے اطلاع نہ دی کہ بذریعہ وحی انکو منع کردیا گیا تھا اور اپنے مصر میں ہونے کی اطلاع نہ دیں تاکہ مزید گریہ وبکاؤ سے ان کے درجات اور بلند ہوں یا اس میں اللہ کی کوئی اور حکمت ہو۔

وَلَمَّا فَصَلَتِ الْعِيرُ قَالَ أَبُوهُمْ إِنِّي لَأَجِدُ رِيحَ يُوسُفَ لَوْلَا أَنْ تُفَنِّدُونِ ﴿٩٤﴾ قَالُوا تَاللَّهِ

اور جب جدا ہوا قافلہ تو کہا ان کے باپ نے بیشک البتہ میں پاتا ہوں خوشبو یوسف علیہ السلام کی اگر تم مجھے بوڑھا اور بے عقل نہ کہو ﴿۹۴﴾ وہ کہنے لگے اللہ کی قسم بیشک

إِنَّكَ لَفِي ضَلَالِكَ الْقَدِيمِ ﴿٩٥﴾ فَلَمَّا أَنْ جَاءَ الْبَشِيرُ أَلْقَاهُ عَلَىٰ وَجْهِهِ فَارْتَدَّ بَصِيرًا ۖ

تو اپنی پرانی غلطی میں مبتلا ہے ﴿۹۵﴾ پس جب آیا خوشخبری لانے والا تو ڈالدیا اس کرتے کو ان کے چہرے پر۔ پس لوٹ کر وہ دیکھنے والے ہوگئے تو انہوں نے کہا

قَالَ أَلَمْ أَقُلْ لَكُمْ إِنِّي أَعْلَمُ مِنَ اللَّهِ مَا لَا تَعْلَمُونَ ﴿٩٦﴾ قَالُوا يَا أَبَانَا اسْتَغْفِرْ لَنَا

کیا میں نے نہیں کہا تھا کہ میں جانتا ہوں اللہ کی طرف سے وہ بات جو تم نہیں جانتے ﴿۹۶﴾ وہ کہنے لگے اے ہمارے باپ بخشش طلب کر ہمارے لئے

ذُنُوبَنَا إِنَّا كُنَّا خَاطِئِينَ ﴿٩٧﴾ قَالَ سَوْفَ أَسْتَغْفِرُ لَكُمْ رَبِّي ۖ إِنَّهُ هُوَ الْغَفُورُ الرَّحِيمُ ﴿٩٨﴾ فَلَمَّا

ہمارے گناہوں کی۔ بیشک ہم غلطی کرنیوالے تھے ﴿۹۷﴾ کہا اس نے کہ میں عنقریب بخشش طلب کروں گا تمہارے لئے اپنے پروردگار سے بیشک وہ بہت بخشش کرنیوالا اور

دَخَلُوا عَلَىٰ يُوسُفَ آوَىٰ إِلَيْهِ أَبَوَيْهِ وَقَالَ ادْخُلُوا مِصْرَ إِنْ شَاءَ اللَّهُ آمِنِينَ ﴿٩٩﴾

مہربان ہے ﴿۹۸﴾ پھر جب وہ داخل ہوئے یوسف علیہ السلام کے پاس تو انہوں نے جگہ دی اپنے پاس اپنے والدین کو اور کہا داخل ہوجاؤ مصر میں اگر اللہ نے چاہا تو امن میں رہو گے ﴿۹۹﴾

وَرَفَعَ أَبَوَيْهِ عَلَى الْعَرْشِ وَخَرُّوا لَهُ سُجَّدًا ۖ وَقَالَ يَا أَبَتِ هَٰذَا تَأْوِيلُ رُؤْيَايَ

اور اونچا کیا انہوں نے اپنے ماں باپ کو تخت پر اور گر پڑے وہ سب اسکے سامنے سجدے میں اور کہا اس نے اے میرے باپ یہ ہے تعبیر میرے خواب کی جو اس سے

مِنْ قَبْلُ قَدْ جَعَلَهَا رَبِّي حَقًّا ۖ وَقَدْ أَحْسَنَ بِي إِذْ أَخْرَجَنِي مِنَ السِّجْنِ وَجَاءَ بِكُمْ

پہلے دیکھا تھا بیشک بنایا ہے اسکو میرے پروردگار نے سچا اور بیشک اس نے احسان کیا ہے میرے ساتھ جبکہ اس نے نکالا مجھے قید خانے سے اور جبکہ لایا وہ تمہیں دیہات سے بعد

مِنَ الْبَدْوِ مِنْ بَعْدِ أَنْ نَزَغَ الشَّيْطَانُ بَيْنِي وَبَيْنَ إِخْوَتِي ۚ إِنَّ رَبِّي لَطِيفٌ لِمَا يَشَاءُ ۚ

اسکے کہ جھگڑا ڈالدیا شیطان نے میرے درمیان اور میرے بھائیوں کے درمیان۔ بیشک میرا پروردگار بہت باریک تدبیر کرنیوالا ہے جو چاہے بیشک

إِنَّهُ هُوَ الْعَلِيمُ الْحَكِيمُ ﴿١٠٠﴾ رَبِّ قَدْ آتَيْتَنِي مِنَ الْمُلْكِ وَعَلَّمْتَنِي مِنْ تَأْوِيلِ الْأَحَادِيثِ ۚ

وہ علم والا اور حکمت والا ہے ﴿۱۰۰﴾ (یوسف نے کہا) اے میرے پروردگار! بیشک تو نے عطا کی ہے مجھے حکومت اور سکھلایا ہے تو نے مجھے باتوں کو ٹھکانے لگانا،

فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۣ اَنْتَ وَلِيّٖ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ۚ تَوَفَّنِيْ مُسْلِمًا وَّاَلْحِقْنِيْ

اے پیدا کرنے والے آسمانوں اور زمین کے تو ہی میرا کارساز ہے دنیا اور آخرت میں۔ مجھے وفات دینا اسلام پر اور مجھے ملا دینا

بِالصّٰلِحِيْنَ ﴿۱۰۱﴾ ذٰلِكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْغَيْبِ نُوْحِيْهِ اِلَيْكَ ۚ وَمَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ اِذْ اَجْمَعُوْٓا

نیک لوگوں کے ساتھ ﴿۱۰۱﴾ یہ ہیں غیب کی خبریں ہم وحی کرتے ہیں اس کو آپ کی طرف اور نہیں تھے آپ انکے پاس جب انہوں نے ٹھہرایا اپنے معاملے کو

اَمْرَهُمْ وَهُمْ يَمْكُرُوْنَ ﴿۱۰۲﴾ وَمَآ اَكْثَرُ النَّاسِ وَلَوْ حَرَصْتَ بِمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۰۳﴾ وَمَا تَسْــَٔلُهُمْ

اور وہ تدبیر کر رہے تھے۔ ﴿۱۰۲﴾ اور نہیں ہیں اکثر لوگ چاہے آپ حریص ہوں ایمان لانے والے ﴿۱۰۳﴾ اور آپ نہیں مانگتے ان سے اس پر

عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ ۭ اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۰۴﴾

کوئی بدلہ نہیں ہے یہ مگر نصیحت سب جہان والوں کیلئے ﴿۱۰۴﴾

ع ۱۱ ۵

یوسف علیہ السلام کے کرتہ کی خوشبو

﴿۹۴﴾ وَلَمَّا فَصَلَتِ الْعِيْرُ ... الخ ربط آیات ❶ :اوپر تیسری بار داخلہ کا ذکر تھا اب حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں کا چوتھی بار مصر میں داخلے کا ذکر ہے۔ ❷ اب بھی حسن تدبیر باری تعالیٰ کا ذکر ہے۔

خلاصہ رکوع ⓫: حال۔ ۱۴۔ مصر سے قافلہ کی روانگی، یعقوب علیہ السلام کا مکالمہ، مخاطبین کا استبعاد اجواب مکالمہ، مبشر کی آمد تکذیب استبعاد، بیٹوں سے مکالمہ، برادرانِ یوسف کا باپ سے معافی کی درخواست، جواب درخواست و وعدہ حال۔ ۱۵۔ چوتھا داخلہ مع حضرت یعقوب اہل وعیال واستقبال، حضرت یوسف کا سب سے مکالمہ، تعظیم والدین، لطیف تدبیرات، عاجزی واشتیاق موت، داستان یوسف میں اثبات رسالت خاتم الانبیاء، نفی علم غیب وحاضروناظر، بےلوث تبلیغ۔ ماخذ آیات ۹۴ : تا ۱۰۴+

حال ۱۴: مصر سے قافلہ کی روانگی۔ قَالَ اَبُوْهُمْ : حضرت یعقوب کا مکالمہ :یعقوب علیہ السلام نے اہل خانہ اور دیگر افراد نے فرمایا مجھے یوسف علیہ السلام کی خوشبو آرہی ہے اگر تم مجھے بوڑھا بےعقل نہ کہو، کیونکہ مصر سے قافلہ کے روانہ ہوتے ہی یعقوب علیہ السلام کو یوسف علیہ السلام کے کرتہ کی خوشبو آنی شروع ہوگئی۔ علامہ بغوی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ بادصبا نے اپنے رب سے اجازت طلب کی کہ بشارت دینے والے کے پہنچنے سے پہلے یوسف کی خوشبو یعقوب علیہ السلام کو پہنچادوں، مجاہد رحمۃ اللہ علیہ نے کہا تین روز کی مسافت سے یوسف علیہ السلام کی خوشبو یعقوب علیہ السلام کو پہنچ گئی تھی۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے ایک قول میں آٹھ رات کی مسافت کا ذکر آیا ہے یہ بھی کہا گیا ہے کہ ہوا قمیص یوسف علیہ السلام کی خوشبو لیکر یعقوب علیہ السلام تک پہنچی تھی اسلئے آپ نے "اِنِّيْ لَاَجِدُ رِيْحَ يُوْسُفَ" فرمایا۔

فند : کا معنیٰ ہے بڑھاپے کی وجہ سے عقل میں نقصان آجانا اور (تنفید باب تفعیل) کا معنیٰ ہے کسی کو سٹھیایا ہوا قرار دینا اس لئے "عَجُوْزٌ مُفَنَّدَةٌ" نہیں کہا جاتا کیونکہ عورت کا نقصان عقل ذاتی ہے (صرف بڑھاپے کی وجہ سے نہیں ہوتا عورت ناقص العقل فطرتاً ہوتی ہے) لَوْلَا : کا جواب محذوف ہے یعنی اگر تم مجھے سٹھیایا ہوا (بڑھاپے کی باعث عقل جاتی رہتی ہے) نہ سمجھو تو مجھے سچا جانو میں کہتا ہوں کہ یوسف علیہ السلام کی ملاقات عنقریب ہوگی۔

﴿۹۵﴾ قَالُوْا تَاللّٰهِ اِنَّكَ لَفِيْ ضَلٰلِكَ الْقَدِيْمِ : مخاطبین کا استبعاد اجواب مکالمہ : وہ کہنے لگے آپ وہ اپنے اسی

پرانے غلط خیال میں مبتلا ہیں۔ ''ضلال'' سے مراد یہ ہے کہ یوسف کی محبت اسکی یاد کی کثرت اور امید وصال رکھنے کی وجہ سے آپ کی عقل صحیح راستہ سے ہٹ گئی ہے (اور آپ پرانی غلطی میں ہیں) (مظہری: ص:۱۹۹: ج۔۵)

﴿۹۶﴾ مبشر کی آمد تردید استبعاد: جب خوشخبری دینے والا آیا اور کرتے کو آپ کے چہرے مبارک پر ڈالا تو آپ بینا ہو گئے۔

قَالَ اَلَمۡ اَقُلۡ لَّكُمۡ ...الخ حضرت یعقوب کا بیٹوں سے مکالمہ: آپ نے فرمایا میں نے تم سے کہا تھا اللہ کی باتوں کو جتنا میں جانتا ہوں تم نہیں جانتے، اس لئے میں نے یوسف کے تجسس کے لئے بھیجا تھا، اور اللہ تعالیٰ نے میری مدد کو سچ کر دیا۔

﴿۹۷﴾ برادران یوسف کا معافی کی درخواست: اس وقت بیٹوں نے اپنی خفیہ تدابیر کا اعتراف کیا اور اللہ تعالیٰ سے معافی مانگنے کی درخواست کی مطلب یہ تھا کہ پہلے آپ معاف کر دیں پھر صاف دل ہو کر بارگاہ رب العزت سے معافی دلوائیں کیونکہ جو خود نہ بخشے وہ خدا سے کہاں بخشوائے گا؟

﴿۹۸﴾ جواب درخواست و وعدہ: فرمایا میں تمہارے لئے اللہ تعالیٰ سے معافی مانگوں گا قبولیت کی گھڑی آنے دو کہتے ہیں کہ جمعہ کی شب یا تہجد کی وقت کا انتظار تھا۔ (مظہری: ص:۲۰۰: ج۔۵)

﴿۹۷﴾ حال: ۱۵: مصر میں چوتھا داخلہ مع حضرت یعقوب و اہل و عیال و استقبال: جب وہ سارے مصر پہنچے تو انہوں نے سب سے مل کر اپنے والدین کو اپنے پاس تعظیماً جگہ دی۔ اسمیں مفسرین کا اختلاف ہے بعض کہتے ہیں کہ حضرت یوسف کی والدہ اس سے پہلے وفات پا چکیں تھیں، اور یہاں خالہ کا ذکر ہے، اور بعض کہتے ہیں حضرت یوسف کی والدہ زندہ تھیں، اور یعقوب کے ساتھ مصر میں تشریف لائیں تھیں۔ وَقَالَ ادۡخُلُوۡا ...الخ حضرت یوسف کا سب سے مکالمہ: حضرت یوسف علیہ السلام نے سب کو فرمایا شہر میں چلو اب قحط وغیرہ کا اندیشہ مت کرو، انشاء اللہ اب بالکل دل جمعی اور راحت و اطمینان سے رہو گے، بعض مفسرین کہتے ہیں کہ یہ الفاظ شہر میں پہنچ کر کہے گویا "ادۡخُلُوۡا مِصۡرَ" کے معنی ہوئے مصر میں قیام کرو بے کھٹکے۔

﴿۱۰۰﴾ تعظیم والدین: یوسف علیہ السلام نے اپنی طرف سے والدین کو تعظیماً تخت پر بٹھایا، اس وقت سب کے قلوب پر یوسف علیہ السلام کی ایسی عظمت غالب ہوئی کہ سب انکے سامنے سجدہ میں گر گئے، اللہ تعالیٰ کو یوسف علیہ السلام کی جو تعظیم کرانی تھی اسے یوسف علیہ السلام کب روک سکتے تھے، اس وقت کے دستور کے موافق یہ سجدہ تعظیمی تھا جو بقول حافظ عماد الدین ابن کثیر رحمۃ اللہ حضرت آدم علیہ السلام کے زمانے سے عیسیٰ علیہ السلام کے دور تک جائز رہا البتہ شریعت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم میں ممنوع و حرام قرار دیا جیسا کہ احادیث کثیرہ اس پر شاہد ہیں۔ بلکہ حضرت شاہ عبد القادر رحمۃ اللہ نے "وَاَنَّ الۡمَسٰجِدَ لِلّٰهِ" سے حرمت کا اشارہ نکالا ہے۔ بعض مفسرین نے اس جگہ سجدہ کے معنی متبادر لیے محض جھک جانے کے ہیں بعض کہتے ہیں کہ یہ سجدہ یوسف علیہ السلام کو نہ تھا بلکہ یوسف علیہ السلام کی عزت و عظمت دیکھ کر سب نے خدا کے سامنے سجدہ شکر ادا کیا۔ اس تقدیر پر "وَخَرُّوۡا لَهٗ" میں لام سببیہ ہوگا یعنی یوسف کے عروج و اقتدار کے سبب سے خدا کے سامنے سجدہ میں گر پڑے۔

تنبیہ: تعظیم اور عبادت دو الگ الگ چیزیں ہیں غیر اللہ کی تعظیم کلیۃً ممنوع نہیں البتہ غیر اللہ کی عبادت شرک جلی ہے جسکی اجازت ایک لمحہ کیلئے کبھی نہ ہوئی نہ ہوسکتی ہے۔ سجدہ عبادت یعنی غیر اللہ کو کسی درجہ میں نفع و ضرر کا مستقل مالک سمجھ کر سجدہ کرنا شرک جلی ہے جسکی اجازت کبھی کسی ملت سماوی میں نہ ہوئی ہاں سجدہ تعظیمی یعنی عقیدہ مذکورہ بالا سے خالی ہو کر تعظیم و تکریم کے طور پر سر بسجود ہونا شرائع سابقہ میں جائز تھا شریعت محمدیہ میں اس کی بھی جڑ کاٹ دی (سجدہ تعظیمی پر بحث سورۃ بقرہ داستان حضرت آدم علیہ السلام میں دیکھیں)

قَدۡ جَعَلَهَا ...الخ یعنی اسمیں میرا کچھ دخل نہیں خواب کی تعبیر پوری ہونی تھی، وہ خدا نے پوری کر دکھائی۔

وَقَدۡ اَحۡسَنَ بِیۡۤ ...الخ لطیف تدبیرات: خدا تعالیٰ کی احسانات ذکر فرمائے اور اسکی لطیف تدبیرات کی طرف توجہ دلائی

کہ کس طرح مجھ کو قید سے نکال کر ملک کا حاکم مختار بنا دیا، اور اس جھگڑے کے بعد جو شیطان نے ہم بھائیوں میں ڈال دیا تھا جبکہ کوئی امید دوبارہ ملنے کی نہ رہی تھی، کیسے اسباب ہمارے ملاپ کے فراہم کر دیئے اس موقع پر اپنے مصائب و تکالیف کا ذکر نہ کیا نہ کوئی حرف شکایت زبان پر لائے بلکہ واقع کی طرف بھی ایسے عنوان سے اشارہ کیا کہ کسی فریق کی زیادتی یا تقصیر ظاہر نہ ہونے پائے مبادا بھائی سن کر محجوب ہوں اللہ اکبر یہ اخلاق پیغمبروں کے سوا کس میں ہوتے ہیں؟ (مع تیسیر، تفسیر عثمانی)

﴿۱۰۱﴾ عاجزی اور اشتیاق موت : حضرت یوسف علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے ان احسانات کا شکریہ بجالائے اور خاتمہ بالخیر کی استدعا کی۔

﴿۱۰۲﴾ داستان یوسف سے اثبات رسالت خاتم الانبیاء ﷺ جس طرح یہ داستان سوال کرنے والوں کا جواب ہے اسی طرح رسالت خاتم الانبیاء کی نبوت پر بھی دلیل ہے، آنحضرت ﷺ نہ برادران یوسف اور نہ حضرت یعقوب علیہ السلام کے ساتھ تھے اور نہ آپ رسمی طور پر لکھنا پڑھنا جانتے تھے پھر ایسے حقائق کی تفصیلات بیان فرمائیں جو "بائیبل" میں بھی صحیح طور پر نہیں ملتی اسکی اطلاع دینا یہ صرف وحی الٰہی سے ہی ہوسکتا ہے تو اس سے معلوم ہوا کہ آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کے سچے نبی و رسول ہیں۔

"اِذۡ اَجۡمَعُوۡۤا اَمۡرَهُمۡ ...الخ کا معنی یہ ہے کہ جب انہوں نے اپنا ارادہ پختہ کرلیا تھا، اور وہ تدبیر کر رہے تھے کہ باپ سے یوں کہیں اور ان کو یوں لے جائیں وغیرہ ذالک۔

وَمَا كُنۡتَ لَدَيۡهِمۡ ...الخ نفی علم غیب و حاضر و ناظر : یہ ایسے واقعات ہیں جن میں آپ حاضر نہیں تھے لیکن ہم بذریعہ وحی آپ کو غیب پر مطلع کر رہے ہیں۔ نفی علم غیب پر چند حوالہ جات ملاحظہ فرمائیں چنانچہ حضرات مفسرین رحمہم اللہ فرماتے ہیں:

❶ علامہ نسفی رحمہ اللہ لکھتے ہیں "وَالْمَعْنٰى اَنَّ هٰذَا النَّبَاءَ غَيْبٌ لَمْ يَحْصُلْ لَكَ اِلَّا مِنْ جِهَتِ الْوَحْيِ لِاَنَّكَ لَمْ تَحْضُرْ بَنِيْ يَعْقُوْبَ حِيْنَ اتَّفَقُوْا عَلٰى اِلْقَاءِ اَخِيْهِمْ فِي الْبِئْرِ (تفسیر مدارک: ص:۴۸، ج۔۳)

❷ علامہ خازن رحمہ اللہ لکھتے ہیں "من انباء الغیب" یعنی اخبار الغیب "نُوْحِيْهِ اِلَيْكَ يَعْنِيْ اَلَّذِيْ اَخْبَرْنَا بِهٖ مِنْ اَخْبَارِ يُوْسُفَ وَحْيٌ اِلَيْكَ يَا مُحَمَّدُ وَمَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ" يَعْنِيْ وَمَا كُنْتَ يَا مُحَمَّدُ عِنْدَ اَوْلَادِ يَعْقُوْبَ "اِذْ اَجْمَعُوْا اَمْرَهُمْ" يَعْنِيْ حِيْنَ عَزَمُوْا عَلٰى اِلْقَاءِ يُوْسُفَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ فِي الْجُبِّ (خازن، ص:۸، ج۔۳)

❸ علامہ بغوی رحمہ اللہ لکھتے ہیں جس وقت یعقوب علیہ السلام کی اولاد نے یوسف علیہ السلام کو کنویں میں ڈالا اس وقت آپ موجود نہ تھے "مَا كُنْتَ يَا مُحَمَّدُ عِنْدَ اَوْلَادِ يَعْقُوْبَ ...الخ (معالم التنزیل، ص:۸۰، ج۔۲)

❹ علامہ اندلسی لکھتے ہیں "اَنَّ مُحَمَّدًا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا كَانَ مَعَهُمْ ...الخ (ص:۳۵۰، ج۔۵)

❺ علامہ آلوسی لکھتے ہیں "وَالْمَعْنٰى اَنَّ هٰذَا النَّبَأَ غَيْبٌ لَمْ تَعْرِفْهُ اِلَّا بِالْوَحْيِ لِاَنَّكَ لَمْ تَحْضُرْ اِخْوَةَ يُوْسُفَ عَلَيْهِ السَّلَامُ حِيْنَ عَزَمُوْا عَلٰى مَا هَمُّوْا بِهٖ مِنْ اَنْ يَّجْعَلُوْهُ فِيْ غَيَابَةِ الْجُبِّ"۔ (روح المعانی، ص:۸۱، ج۔۱۳)

﴿۱۰۳﴾ تنبیہ : بذریعہ وحی ان واقعات کے صحیح اطلاع دینے کے باوجود کئی لوگ آپ کی نبوت کو تسلیم نہیں کریں گے، عناد کی وجہ سے اس میں آپ کا کوئی نقصان نہیں بلکہ آپ کا سلسلہ اجر تو جاری رہے گا۔

﴿۱۰۴﴾ بے لوث تبلیغ : حالانکہ اس تبلیغ حق پر آپ ان سے کسی اجرت کے خواہاں نہیں جس کے بند ہونے کا آپ کو خطرہ ہو، قرآن تو دنیا جہان والوں کے لئے نصیحت ہے جس کا جی چاہے مانے اور جس کا جی چاہے نہ مانے یہ قرآن تو دلائل نبوت اور دلائل توحید سے لبریز ہے۔

وَكَأَيِّنْ مِّنْ آيَةٍ فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ يَمُرُّونَ عَلَيْهَا وَهُمْ عَنْهَا مُعْرِضُونَ ﴿۱۰۵﴾

اور بہت سی نشانیاں ہیں آسمانوں اور زمین میں جن پر یہ لوگ گزرتے ہیں مگر ان سے اعراض کرنے والے ہوتے ہیں ﴿۱۰۵﴾ اور نہیں ایمان لاتے اکثر ان میں سے اللہ تعالیٰ پر مگر وہ

وَمَا يُؤْمِنُ أَكْثَرُهُمْ بِاللَّهِ إِلَّا وَهُمْ مُّشْرِكُونَ ﴿۱۰۶﴾ أَفَأَمِنُوا أَنْ تَأْتِيَهُمْ غَاشِيَةٌ مِّنْ

شرک کرنے والے ہوتے ہیں ﴿۱۰۶﴾ کیا یہ لوگ بے فکر ہوگئے ہیں اس بات سے کہ آجائے ان پر ڈھانپ لینے والی

عَذَابِ اللَّهِ أَوْ تَأْتِيَهُمُ السَّاعَةُ بَغْتَةً وَّهُمْ لَا يَشْعُرُونَ ﴿۱۰۷﴾ قُلْ هَٰذِهِ سَبِيلِي أَدْعُو

اللہ کے عذاب سے یا آجائے انکے پاس قیامت ہی اچانک اور انکو خبر بھی نہ ہو ﴿۱۰۷﴾ اے پیغمبر! آپ کہہ دیجئے یہ میرا راستہ ہے بلاتا ہوں میں اللہ کی طرف

إِلَى اللَّهِ ۚ عَلَىٰ بَصِيرَةٍ أَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِي ۖ وَسُبْحَانَ اللَّهِ وَمَا أَنَا مِنَ الْمُشْرِكِينَ ﴿۱۰۸﴾

میں بصیرت پر ہوں اور وہ لوگ بھی جو میری پیروی کرتے ہیں اور پاک ہے اللہ تعالیٰ کی ذات اور نہیں ہوں میں شرک کرنے والوں میں سے ﴿۱۰۸﴾

وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ إِلَّا رِجَالًا نُّوحِي إِلَيْهِمْ مِّنْ أَهْلِ الْقُرَىٰ ۗ أَفَلَمْ يَسِيرُوا فِي الْأَرْضِ

اور نہیں بھیجے ہم نے آپ سے پہلے رسول مگر مرد، ہم وحی کرتے ہیں انکی طرف اور وہ بستیوں کے رہنے والوں میں سے تھے کیا یہ لوگ نہیں چلے زمین میں پس دیکھتے کیسا ہوا انجام ان

فَيَنْظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۗ وَلَدَارُ الْآخِرَةِ خَيْرٌ لِّلَّذِينَ اتَّقَوْا ۗ

لوگوں کا جو ان سے پہلے گزرے ہیں اور البتہ آخرت کا گھر بہتر ہے ان لوگوں کیلئے جو بچتے رہے کیا تم

أَفَلَا تَعْقِلُونَ ﴿۱۰۹﴾ حَتَّىٰ إِذَا اسْتَيْأَسَ الرُّسُلُ وَظَنُّوا أَنَّهُمْ قَدْ كُذِبُوا جَاءَهُمْ

عقل نہیں رکھتے ﴿۱۰۹﴾ یہاں تک کہ جب نا امید ہوگئے اللہ کے رسول اور گمان کیا ان لوگوں نے کہ تحقیق وہ جھٹلائے گئے ہیں تو آگئی

نَصْرُنَا فَنُجِّيَ مَنْ نَّشَاءُ ۖ وَلَا يُرَدُّ بَأْسُنَا عَنِ الْقَوْمِ الْمُجْرِمِينَ ﴿۱۱۰﴾ لَقَدْ كَانَ فِي

انکے پاس ہماری مدد پس ہم نے بچایا انکو جن کو ہم چاہتے ہیں اور نہیں لوٹایا جاتا ہمارا عذاب ان لوگوں سے جو مجرم ہیں ﴿۱۱۰﴾ البتہ تحقیق انکے واقعات

قَصَصِهِمْ عِبْرَةٌ لِّأُولِي الْأَلْبَابِ ۗ مَا كَانَ حَدِيثًا يُّفْتَرَىٰ وَلَٰكِنْ تَصْدِيقَ الَّذِي

میں عبرت ہے ان لوگوں کیلئے جو عقل والے ہیں نہیں ہے یہ قرآن ایسی بات جو گھڑی گئی ہو لیکن یہ تصدیق ہے اسکی سامنے ہے اور یہ تفصیل ہے

بَيْنَ يَدَيْهِ وَتَفْصِيلَ كُلِّ شَيْءٍ وَّهُدًى وَّرَحْمَةً لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُونَ ﴿۱۱۱﴾

ہر چیز کی اور ہدایت اور رحمت ہے ان لوگوں کیلئے جو ایمان لاتے ہیں ﴿۱۱۱﴾

﴿۱۰۵﴾ وَكَأَيِّنْ مِّنْ آيَةٍ ... الخ ربط آیات ① اوپر بھی صداقت قرآن کا ذکر تھا اب بھی اسی کا ذکر ہے۔
② اوپر بھی تذکیر بایام اللہ کا ذکر تھا اب بھی تذکیر بایام اللہ کا ذکر ہے۔ ③ اوپر رسالت مآب ﷺ کا ذکر اخبار ماضیہ سے تھا اب منکرین رسالت مآب ﷺ کے شبہ کا جواب ہے۔

خلاصہ رکوع ⓬ تذکیر بایام اللہ سے دعوت الی التوحید، کیفیت منکرین توحید، تخویف دنیوی، تخویف اخروی فریضہ خاتم الانبیاء سے دعوت توحید ورسالت مکرر برائے اتمام حجت، ازالہ شبہ، تخویف دنیوی، تاخیر نصرت پر گمان کا بیان، انبیاء وامم سابقین کی داستانوں میں سامان عبرت، صداقت قرآن۔ ماخذ آیات ۱۰۵: تا۱۱۱+

تذکیر بایام اللہ سے دعوت الی التوحید : گزشتہ واقعات کے علاوہ اور بھی بہت سی نشانیاں آسمان وزمین میں ہیں جنہیں یہ بھی دیکھتے رہتے ہیں لیکن کوئی بھی سبق توحید حاصل نہیں کرتا۔ یَمُرُّوْنَ ...الخ یعنی ان پر گزرتے ہیں یعنی سفر میں جاتے ہیں بہت سی چیزیں سامنے آتی ہیں مگر پھر بھی توحید سمجھ میں نہیں آتی۔

﴿۱۰۶﴾ کیفیت منکرین توحید : ان واقعات سے سبق توحید حاصل نہیں کرتے تھے بلکہ توحید کے ساتھ شرک کو ملوث کرتے اور کہتے ہیں کہ ہم توحید پرست ہیں۔ جس طرح آج تعزیہ پرست اور قبر پرست کہتے ہیں کہ ہم بھی توحید پرست ہیں، غرض صرف ایمانی دعوے سے کوئی موحد نہیں بن سکتا، جب تک شرک جلی اور خفی سے باز نہیں آتا "اَعَاذَنَا اللّٰهُ تَعَالٰی مِنْ سَائِرِ اَنْوَاعِ الشِّرْكِ"۔

﴿۱۰۷﴾ تخویف دنیوی : کیا یہ لوگ عذاب الٰہی سے بے فکر ہو گئے ہیں، اور عذاب سے محفوظ ہو گئے ہیں؟ ہرگز نہیں۔ اَوْ تَاْتِيَهُمُ ...الخ تخویف اخروی : یا ان پر اچانک قیامت آجائے اور ان کو پہلے سے خبر بھی نہ ہو لہٰذا ان کو ڈرنا چاہیئے اور کفر چھوڑ دینا چاہیے۔

﴿۱۰۸﴾ فریضہ خاتم الانبیاء سے دعوت توحید ورسالت مکرر برائے اتمام حجت : انہیں کہہ دیجئے میرا مسلک تو دعوت الی التوحید ہی ہے اور میرے متبعین کا بھی یہی مسلک ہے اور ہم پوری بصیرت پر ہیں ہوش گوش کے ساتھ اور میں مشرکین سے نہیں ہوں مطلب یہ ہے کہ میرا مقصد لوگوں کو اپنا بندہ بنانا نہیں بلکہ انسانوں کو اللہ کا بندہ بنانا مقصود ہے اور اس کے بندہ بن کے رہنے میں ہی کمال ہے نہ کہ دوسروں کو اپنا بندہ بنانے میں۔

﴿۱۰۹﴾ ازالہ شبہ : شبہ یہ تھا کہ نبی اور رسول کو تو فرشتہ ہونا چاہیئے تھا؟ ازالہ یہ ان کا شبہ مہمل ہے اس لئے کہ ہم نے آپ سے پہلے جس قدر رسول بھیجے ہیں وہ سب مرد انسان ہی تھے جنکی طرف ہم وحی بھیجتے تھے کوئی فرشتہ نہیں تھا۔ اور نہ کسی عورت کو نبی بنا کر بھیجا ہے۔ اس میں حکمت یہ ہے کہ ہم جنس ہی ہم جنس کی صحیح راہنمائی کر سکتا ہے قول سے بھی اور عمل سے بھی یہ بات فرشتوں کے ذریعے سے حاصل نہیں ہو سکتی کیونکہ ان میں انسانی مزاج اور طبیعت نہیں تو وہ عملاً اور قولاً کیسے راہنمائی کر سکتے ہیں؟ اور عورتوں میں سے کسی کو نبی بنا کر نہیں بھیجا گیا۔ اس میں حکمت یہ ہے کہ حدیث میں ہے کہ نبی اشرف القوم ہوتا ہے عورت نبی ہوتی تو اشرف القوم سے ہوتی حسن جمال وغیرہ اللہ نے خوب دیا ہوتا، لوگ اس کے گرد جمع ہوتے، مخالف کہہ سکتے تھے کہ لوگ اس لئے گرد جمع ہوئے ہیں کہ وہ خوبصورت عورت ہے۔ نیز نبی کا یہ کام ہوتا ہے کہ دن کو بھی تبلیغ کرے رات کو بھی تبلیغ کرے، اچھوں بروں سب کے پاس جائے یہ کام عورت سے نہیں ہو سکتا۔

عورت کے نبی ہونے پر استدلال : بعض لوگوں نے کہا ہے کہ عورت بھی نبی بن سکتی ہے اس پر استدلال کیا کہ حضرت مریم کے پاس وحی آئی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ماں کے پاس وحی آئی تو ثابت ہوا کہ عورتیں بھی نبی آئیں ہیں۔ ان کا یہ استدلال درست نہیں اس لئے کہ اس وحی سے مراد وحی نبوت نہیں بلکہ وہ الہام اور اشارہ مراد ہے جو اللہ پاک نے ان کے دل میں ڈالا۔

اَفَلَمْ يَسِيْرُوْا ...الخ تذکیر بایام اللہ سے تخویف دنیوی : فرمایا! کیا یہ مکہ والے عبرت حاصل نہیں کرتے گزشتہ

اقوام کی تباہی سے نجات صرف توحید پرستوں کو ملی۔

﴿۱۱۰﴾ حَتّٰیٓ اِذَا اسْتَایْـَٔسَ الرُّسُلُ ...الخ تاخیر نصرت پر گمان کا بیان : کُذِبُوْا :میں دو قرآتیں ہیں۔

❶ ایک قرآۃ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی ہے کہ "وَظَنُّوْٓا اَنَّھُمْ قَدْ کُذِّبُوْا" میں "کُذِّبُوْا" ذال کی تشدید کے ساتھ ہے آیت کا مطلب یہ ہے کہ جب انبیاء کو اللہ کی مدد آنے میں تاخیر کا احساس ہوا تو وہ مایوس ہو کر گمان کرنے لگے کہ انکی تکذیب کردی جائے گی۔ مطلب یہ ہے کہ اللہ جل شانہٗ کی مدد کی تاخیر کی صورت میں انبیاء کو یہ ڈر لگا کہ اگر اللہ کی نصرت نہ آئی تو جن لوگوں نے ان کی تصدیق کی ہے کہیں وہ انکی تکذیب نہ کردیں۔ اس قرآت کے مطابق آیت کے معنی بالکل واضح اور بے غبار ہیں اور کسی قسم کا اشکال نہیں رہتا۔

❷ دوسری قرآت حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کی ہے کہ مذکورہ آیت میں "اَنَّھُمْ قَدْ کُذِبُوْا" ذال کی تخفیف کے ساتھ ہے مطلب یہ سمجھ میں آتا ہے کہ جب انبیاء کی نصرت میں تاخیر ہوئی یہاں تک کہ وہ مایوس ہوئے اور یہ گمان کرنے لگے کہ ان سے جھوٹ بولا گیا یعنی انہیں یہ خیال ہوا کہ نصرت خداوندی کا جو وعدہ تھا وہ سچا نہیں تھا اور ان سے جھوٹ بولا گیا تھا۔ اس پر یہ اشکال ہوتا ہے کہ انبیاء یہ بدگمانی کیسے کرسکتے ہیں کہ اللہ جل شانہٗ نے نصرت کا جو وعدہ ان کے ساتھ کیا وہ جھوٹا تھا۔ تو اس قرآت کا صحیح جواب وہی ہے جو امام نسائی رحمہ اللہ نے خود ابن عباس رضی اللہ عنہ سے اس قرآت کی تفسیر نقل فرمائی ہے۔ جس پر کسی توجیہ کی ضرورت نہیں پڑتی۔ وہ یہ ہے "اِسْتَایْـَٔسَ الرسل من ایمان قومھم وظن قومھم ان الرسل کذبوھم" یعنی انبیاء اپنی قوم کے ایمان لانے سے مایوس ہوگئے اور قوم نے یہ گمان کیا کہ انبیاء علیہم السلام کے ساتھ جو نصرت کا وعدہ تھا وہ صحیح نہیں تھا (اس وقت "وَظَنُّوْٓا" کی ضمیر قوم کی طرف راجع ہے اور "کُذِبُوْا" کی ضمیر انبیاء علیہم السلام کی طرف راجع ہے) اور قوم کے اس طرح سمجھنے سے انبیاء کی عظمت پر کوئی حرف نہیں آتا۔

(البدر الساری الی فیض الباری: ص: ۱۶۲: ج: ۴ بحوالہ کشف الباری)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی قرآت کی اور بھی کئی توجیہات کی گئی ہیں جنکی یہاں گنجائش نہیں حق اور راجح توجیہ بھی وہی ہے جو خود ان ہی سے منقول ہے۔ واللہ اعلم

﴿۱۱۱﴾ انبیاء وامم سابقین کی داستانوں میں سامان عبرت :ان واقعات مثلاً حضرت یوسف علیہ السلام اور ان کے بھائیوں اور دیگر امم سابقین کے واقعات میں عقلمندوں کے لئے عبرت کا سامان ہے۔ مَا کَانَ حَدِیْثًا ...الخ صداقت قرآن: یہ کوئی افسانہ یا ناول کی کتاب نہیں بلکہ حقائق پر مبنی ہے جن کو نظر انداز نہیں کیا جاسکتا اور اس میں ہر ضروری چیز کو کھول کر بیان کیا گیا ہے جو ایمانداروں کے لئے باعث نفع اور ذریعہ ہدایت ورحمت ہے۔ اس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے تسلی ہے جس طرح یوسف علیہ السلام کو حالات پیش آئے آخر فتح انکو ہوئی، اسی طرح آپ کو بھی حالات سے دوچار ہونا پڑے گا آخر فتح آپ کی ہوگی۔

اہل بدعت کا علم غیب پر استدلال اور اس کا تفصیلی جواب

اعلیٰ حضرت بریلوی اور اسکے ہمنواؤں نے اس آیت اور سورۃ نحل کی (آیت ۸۹:) اور سورۃ انعام کی (آیت۔ ۱۵۴) سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے علم غیب کلی کا دعویٰ کیا ہے کہ لفظ "کُل" تو ایسا عام ہے کہ کبھی خاص ہو کر مستعمل ہی نہیں ہوا اور عام افادہ استغراق میں قطعی ہے ---الخ۔ اس کا مختصر جواب تو یہ ہے کہ یہ مکی آیات ہیں مدنی آیات میں صراحتاً نفی موجود ہے۔ اگر آپ کو ہر چیز کا علم غیب حاصل تھا تو پھر مدینہ میں قرآن کریم کا باقی حصہ کیوں نازل ہوا؟ مزید تفصیلات استاذ محترم امام اہل سنت حضرت مولانا محمد سرفراز خان صاحب صفدر رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب ازالۃ الریب سے حاضر خدمت ہیں۔

فریق مخالف : کہتا ہے کہ لفظ "کُل" تو ایسا عام ہے کہ کبھی خاص ہو کر مستعمل ہی نہیں ہوتا۔ (انباء المصطفےٰ ص۔ ۴)

اب ہم قرآن کریم، صحیح احادیث اور آئمہ لغت بلکہ خود خانصاحب کے حوالے سے اس باطل نظریہ کی تردید پیش کرتے ہیں غور سے ملاحظہ کریں۔ اگرچہ لفظ "کُل" اپنے لغوی مفہوم کے لحاظ سے عام ہے لیکن استعمال کے لحاظ سے "کُل" اور بعض اور عموم وخصوص دونوں کے لیے برابر آتا ہے اور اگر وہ عموم اور استغراق حقیقی کے لیے آتا ہے تب بھی موقع ومحل اور داخلی وخارجی قرائن کا محتاج ہوتا ہے، اور اگر کہیں استغراق عُرفی واضافی اور بعضیت کے لئے مستعمل ہوتا ہے تب بھی قرینہ سے مستغنی نہیں ہوسکتا۔ چند دلائل ہدیہ کئے جاتے ہیں بغور ملاحظہ کریں۔

❶ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ایک خاص موقع پر ارشاد فرمایا کہ "ثُمَّ اجْعَلْ عَلٰى كُلِّ جَبَلٍ مِّنْهُنَّ جُزْءًا" (بقرہ ۲۶۰:) پھر ان کوفتہ چڑیوں کی ایک ایک جزو پہاڑ پر رکھ دیں۔ یہ ظاہر امر ہے کہ "عَلٰى كُلِّ جَبَلٍ" کے ارشاد سے تمام روئے زمین کے چھوٹے اور بڑے قریب وبعید کے سب پہاڑ تو مراد نہیں تھے، اور نہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کوہ ہمالیہ اور نانگا پربت وغیرہ کو چوٹیوں پر کوفتہ چڑیوں کی بوٹیاں بلکہ قیمہ رکھنے کا مکلّف ٹھہرایا گیا تھا۔ بلکہ اس موقع پر "عَلٰى كُلِّ جَبَلٍ" سے یقیناً بعض پہاڑ مراد ہیں جو بالکل قریب ہوں گے۔

❷ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ ہم نے کفر وشرک اور دیگر معاصی اور جرائم کا ارتکاب کرنے والی قوموں پر بطور تنبیہ بعض آفاقی اور انفسی تکلیفیں مسلط کیں تا کہ وہ اپنی مذموم حرکات سے باز آجائیں لیکن جب انہوں نے اثر پذیری کا ثبوت نہ دیا تو ارشاد باری تعالیٰ ہے "فَتَحْنَا عَلَيْهِمْ اَبْوَابَ كُلِّ شَيْءٍ" (انعام ۴۴) تو ہم نے ان پر ہر قسم کے دروازے کھول دیئے۔ یہ قطعی اور حتمی امر ہے کہ ان پر بعض ظاہری نعمتوں کے دروازے کھولے گئے ہوں گے نہ یہ کہ نبوت ورسالت اور مقبولیت وولایت اور رضا وغیرہ کے۔

❸ اللہ تعالیٰ مکہ مکرمہ اور وادیٔ غیر ذی زرع کی مقبولیت کا یوں تذکرہ فرماتے ہیں "يُجْبٰۤى اِلَيْهِ ثَمَرٰتُ كُلِّ شَيْءٍ" (قصص۔۵۷) کھچے آتے ہیں اس کی طرف ہر قسم کے میوے۔ اس دور ترقی میں بھی جب کہ مختلف طرق سے میوے خشک کر لیے جاتے ہیں اور نقل وحرکت کے تیز اسباب فراوانی سے موجود ہیں مگر بایں ہمہ اہل مکہ بعض پھلوں کے نام تک سے واقف نہیں ہیں۔ اس مقام پر بھی لفظ "کُل" سے بعض ہی مراد ہے۔

❹ حضرت ھود علیہ السلام کی مجرم قوم پر اللہ تعالیٰ نے بادِ صرصر اور تیز وتند ہوا کے طوفانی جھونکے بھیجے۔ تُدَمِّرُ كُلَّ شَيْءٍ: (احقاف۔۲۵) یعنی جو ہر چیز کو ہلاک کرنے والے تھے اور یہ بالکل عیاں ہے کہ زمین وآسمان وغیرہ وغیرہ بے شمار اشیاء کے علاوہ حضرت ھود علیہ السلام اور ان کے مؤمن ساتھی ہر گز تباہ نہ ہوئے تھے۔ یہاں بھی لفظ "کُلُ" سے سب اشیاء مراد نہیں بعض ہیں۔

❺ تورات کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے "وَتَفْصِيْلًا لِّكُلِّ شَيْءٍ" (اعراف۔۱۴۵) کہ اس میں ہر چیز کی تفصیل موجود تھی، یہ بات بالکل آشکارا ہے کہ نہ تو واقعۃً تورات میں ہر ہر چیز کی تفصیل موجود تھی کہ زمین کا ایک ایک ذرہ اس میں درج ہوتا اور نہ تو علوم ومعارف کے لحاظ سے وہ سب احکام تورات میں درج تھے جو قرآن کریم اور جناب نبی کریم ﷺ کی جامع اور مکمل شریعت میں موجود ہیں ورنہ قرآن کریم اور شرع محمدی (علی صاحبہ الف الف تحیہ) کی تورات پر فوقیت اور فضیلت ہی کیا ہوگی؟

❻ حضرت سلیمان علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کے انعامات کو پیش نظر رکھ کر تحدیث بالنعمۃ کے طور پر یوں ارشاد فرمایا کہ "وَاُوْتِيْنَا مِنْ كُلِّ شَيْءٍ" (نمل ۱۶:) اور ہمیں ہر چیز دی گئی ہے۔ یہ بالکل درست ہے کہ نبوت ورسالت خلافت اور سلطنت اور دیگر جو ساز وسامان کی شایانِ شان تھا وہ ان کو عطا کیا گیا تھا لیکن بے شمار اشیاء کے علاوہ نہ تو ان کو قرآن کریم عطا ہوا تھا اور نہ جناب رسول اللہ ﷺ کی جلالت شان اور ختم نبوت ہی حضرت سلیمان علیہ السلام کو دی گئی تھی اور نہ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جیسے صحابہ

کرام رضی اللہ عنہم ان کو مرحمت ہوئے تھے۔

❼ حضرت ذوالقرنین کے بارے میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ "وَاٰتَيْنٰهُ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ سَبَبًا" (کہف ۸۴) اور ہم نے ان کو ہر قسم کا سامان دیا تھا، یہ واشگاف بات ہے کہ وہی سامان ان کو ملا ہوگا جو ان کے حال کے مناسب ہوگا، نہ یہ کہ آجکل کے زمانہ سائنس کے آلات واسلحہ اور ہلاکت خیز ایٹم بم اور ہائیڈروجن بم اور مصنوعی سیارے وغیرہ بھی ان کو ملے تھے۔

❽ ملکۂ سبا (بلقیس) کے بارے میں ارشاد ہوتا ہے کہ "وَاُوْتِيَتْ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ" (نمل۔ ۲۳) اور ہر ایک چیز اس کو عطا کردی گئی تھی، اس کو کچھ ملا ہوگا مگر نبوت رسالت اور ملک سلیمان علیہ السلام تو ہرگز نہیں ملا تھا۔ بلکہ علامہ ذہبی رحمہ اللہ تو لکھتے ہیں کہ کیا بلقیس کو مردانہ خصوصیات اور داڑھی بھی مل گئی تھی؟ (تذکرۃ الحفاظ: ج:۲، ص۔ ۲۵۴)

قرآن کریم کے ان اقتباسات سے یہ امر بالکل واضح ہوجاتا ہے کہ لفظ "کُل" ہمیشہ اور ہر مقام پر "کُل" ہی کے معنی میں نہیں آتا بلکہ عموم اضافی وعرفی اور بعض کے لیے بھی آتا ہے اور یہ اس کے مواقع استعمال ہیں جو منصوص ہیں بہت ممکن ہے کہ کسی کوتاہ فہم کو یہ وہم پیدا ہوجائے کہ آخر میں پیش کردہ تینوں مقامات میں لفظ "کُل" پر حرف "مِنْ" داخل ہے جو بعض کے لیے آتا ہے لہٰذا بعضیت تو حرف "مِنْ" سے ثابت ہوئی نہ کہ لفظ "کُل" سے۔ سو اس کا جواب یہ ہے کہ جو لوگ لفظ "کُل" کو ہمیشہ اور ہر مقام پر عموم کے لیے نص قطعی سمجھتے ہیں، ان کو ان مقامات پر حرف "مِنْ" کا بہانہ بھی چنداں مفید نہیں ہوگا کیونکہ اس صورت میں "مِنْ كُلِّ شَيْءٍ" کا معنی یہ ہوگا کہ ہر ہر چیز سے کچھ کچھ اور بعض بعض ان کو عطا ہوا تھا۔ کیا یہ درست ہوگا کہ دنیا کے جتنے مرد گزرے ہیں یا اب موجود ہیں آیا آئندہ پیدا ہوں گے ان میں سے ہر ایک کی ڈاڑھی کا کچھ کچھ حصہ بلقیس کو عطا ہوا تھا؟

اور کیا یہ صحیح ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کو جناب نبی کریم کی ختم نبوت کا کچھ حصہ اور آپ کی جلالت شان کا بعض حصہ اور اسی طرح قرآن کریم کی ہر ہر سورت سے کچھ کچھ حصہ ان کو مرحمت ہوا تھا؟ اور کیا یہ کہا جاسکتا ہے کہ حضرت ذوالقرنین کو ہر ایک نبی اور رسول کی نبوت اور رسالت سے کچھ کچھ حصہ ملا تھا؟ کون اس جھمیلے میں پڑے، بہت سی چیزیں کہنے کی بھی نہیں ہیں سمجھدار آدمی خود سمجھ سکتے ہیں کہ ہر ہر چیز سے کچھ اور بعض ملنے کا مفہوم کہاں تک وسیع ہے اور اس سے کیا کچھ مراد نہیں لی جاسکتی؟ علامہ مجدالدین فیروز آبادی رحمہ اللہ لفظ "کُل" کی بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں "وقد جاء بمعنى بعض ضد"۔ (القاموس: ص: ۵۳، ج۔ ۴)

یعنی لفظ "کُل" کبھی بعض کے لئے بھی آتا ہے اور یہ اضداد میں سے ہے۔ اور ملاجیون نورالانوار میں لکھتے ہیں "وَكَلِمَةُ كُلٍّ يَحْتَمِلُ الْخُصُوْصَ"۔ یعنی کلمہ "کُل" خصوص کا احتمال رکھتا ہے۔ خان صاحب بریلوی خود لکھتے ہیں کبھی "کُل" سے اکثر مراد ہوتا ہے۔ (فتاویٰ رضویہ: ص: ۲۳۷، ج۔ ۱)

لہٰذا ثابت ہوگیا کہ لفظ "کُل" عام کے لئے نہیں بلکہ خصوص کے لئے بھی آتا ہے جیسا کہ اوپر گزر چکا ہے۔ اس مبسوط بحث کی ضرورت تو نہیں کہ ہم کچھ اور عرض کریں مگر مختصر طریقے پر اس سورۃ یوسف اور سورۃ انعام وغیرہ کی آیتوں کی بطور نمونہ چند تفسیریں عرض کردیتے ہیں تاکہ معاملہ بالکل بے غبار ہوجائے۔ چنانچہ امام بغوی رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ: "وَتَفْصِيْلَ كُلِّ شَيْءٍ مِمَّا يَحْتَاجُ الْعِبَادُ اِلَيْهِ مِنَ الْحَلَالِ وَالْحَرَامِ وَالْاَمْرِ وَالنَّهْيِ"۔ (معالم التنزیل: ج:۲، ص: ۱۷۰)

ہر چیز کی تفصیل سے مراد یہ ہے کہ حلال وحرام اور امر و نہی وغیرہ جس کی ضرورت بندوں کو پیش آتی ہے اسکی تفصیل ہے۔ اور امام جلال الدین رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ: "وَتَفْصِيْلَ تَبْيِيْنَ كُلِّ شَيْءٍ يُحْتَاجُ اِلَيْهِ فِي الدِّيْنِ"۔ (جلالین: ص۔ ۲۰۰)

تَفْصِيْلَ كُلِّ شَيْءٍ: سے مراد یہ ہے کہ قرآن کریم میں ہر وہ چیز بیان کی گئی ہے جسکی دینی لحاظ سے لوگوں کو حاجت ہو۔ اور حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ: "تَفْصِيْلَ كُلِّ شَيْءٍ مِنْ تَحْلِيْلٍ وَتَحْرِيْمٍ وَمَحْبُوْبٍ وَمَكْرُوْهٍ وَغَيْرِ ذٰلِكَ مِنَ الْاَمْرِ

بِالطَّاعَاتِ وَالْوَاجِبَاتِ وَالْمُسْتَحَبَّاتِ وَالنَّهْيِ عَنِ الْمُحَرَّمَاتِ وَمَاشَا كُلَّهَا مِنَ الْمَكْرُوْهَاتِ وَالْاَخْبَارِ عَنِ الْاُمُوْرِ الْجَلِيَّةِ وَعَنِ الْغُيُوْبِ الْمُسْتَقْبِلَةِ الْمُجْمَلَةِ وَالتَّفْصِيْلِيَّةِ وَالْاَخْبَارِ عَنِ الرَّبِّ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى بِالْاَسْمَاءِ وَالصِّفَاتِ وَتَنَزُّهِهِ عَنْ مُمَاثَلَةِ الْمَخْلُوْقَاتِ"۔ (تفسیر ابن کثیر: ج: ۴، ص۔۸۰۸،۸۰۷)

تَفْصِيْلَ كُلِّ شَيْءٍ: سے حلال و حرام، محبوب و مکروہ اور امر بالطاعات اور واجبات و مستحبات اور محرمات سے نہی اور اسی طرح مکروہات وغیرہ سے کنارہ کشی کرنا وغیرہ مراد ہے اور نیز بڑے بڑے اُمور کی خبر دینا اور اسی طرح غیوب مستقبلہ کے بارے میں کچھ اجمالی اور کچھ تفصیلی خبریں دینا اور اللہ تعالیٰ کے اسماء اور صفات اور اُس کا مخلوقات کی مماثلت سے منزہ اور مبرا ہونے کی خبریں دینا اس میں شامل ہیں۔ اور سورۃ انعام کی آیت کا ٹکڑا بعض حضرات مفسرین کرام کے نزدیک لوحِ محفوظ سے متعلق ہے۔

(دیکھئے ابن کثیر: ج: ۲: ص: ۱۳۱: جلالین: ص: ۱۱۵: وغیرہ)

اور جو حضرات "الکتاب" سے قرآن کریم مراد لیتے ہیں وہ بھی اس کی تصریح کرتے ہیں کہ اس میں "مِنْ شَيْءٍ" سے کل اشیاء مراد نہیں۔ چنانچہ حضرت امام رازی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: کہ "مَا فَرَّطْنَا فِي الْكِتٰبِ مِنْ شَيْءٍ يَجِبُ اَنْ يَّكُوْنَ مَخْصُوْصًا بِبَيَانِ الْاَشْيَاءِ الَّتِيْ يَجِبُ مَعْرِفَتُهَا۔ (تفسیر کبیر: ص: ۵۳۶: ج۔۱۲)

مَا فَرَّطْنَا فِي الْكِتٰبِ مِنْ شَيْءٍ: میں جو "مِنْ شَيْءٍ" کا لفظ ہے وہ عام نہیں ہے بلکہ اسکا ان اشیاء کے ساتھ خاص کر دینا واجب ہے جن کی معرفت اور علم لابدی اور ضروری ہے۔ اور علامہ ابو السعود رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ: "اَيْ مَا تَرَكْنَا فِي الْقُرْاٰنِ شَيْئًا مِنَ الْاَشْيَاءِ الْمُهِمَّةِ"۔ (تفسیر ابی السعود ج: ۲: ص۔۱۴۸) ہم نے قرآن کریم میں اشیاء مہمہ میں سے کوئی چیز ایسی نہیں چھوڑی جس کا بیان ہم نے نہ کر دیا ہو۔ اور امام جلال الدین سورۃ بنی اسرائیل (جو مکی ہے) کی ایک آیت کے اس ٹکڑے "وَكُلَّ شَيْءٍ فَصَّلْنٰهُ" کا معنی یہ بیان کرتے ہیں کہ "وَكُلَّ شَيْءٍ يُحْتَاجُ اِلَيْهِ فَصَّلْنٰهُ تَفْصِيْلًا"۔ (جلالین: ص ۲۳۱:)

وَكُلَّ شَيْءٍ فَصَّلْنٰهُ تَفْصِيْلًا: کا یہ معنی ہے کہ ہر وہ چیز جس کی حاجت پڑتی ہے ہم نے اس کی تفصیل کر دی ہے، اور امام رازی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں! کہ "وَكُلَّ شَيْءٍ فَصَّلْنٰهُ تَفْصِيْلًا اَيْ كُلَّ شَيْءٍ بِكُمْ اِلَيْهِ حَاجَةٌ"۔ (تفسیر کبیر: ج: ۵: ص۔۲۷۷)

ہر وہ چیز جس کی تمہیں حاجت تھی ہم نے بیان کر دی ہے۔ اور سورۃ اعراف میں تورات کے بارے میں "وَتَفْصِيْلًا لِّكُلِّ شَيْءٍ" آیا ہے۔ اس کی تفسیر میں امام بغوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ "لِكُلِّ شَيْءٍ مِنَ الْاَمْرِ وَالنَّهْيِ وَالْحَلَالِ وَالْحَرَامِ وَالْحُدُوْدِ وَالْاَحْكَامِ"۔ (معالم التنزیل: ج: ۲: ص۔۲۸) كُلِّ شَيْءٍ: سے امر و نہی، حلال و حرام اور حدود و احکام مراد ہیں۔ اور امام جلال الدین رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں! کہ "مِنْ كُلِّ شَيْءٍ"۔ (جلالین: ص۔۱۴۱)

مِنْ كُلِّ شَيْءٍ: سے ہر وہ چیز مراد ہے جسکی دین میں لوگوں کو حاجت ہو۔ اور حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ "وَاَنَّ اللّٰهَ كَتَبَ لَهٗ فِيْهَا مَوَاعِظَ وَاَحْكَامًا مُفَصَّلَةً مُبَيِّنَةً لِلْحَلَالِ وَالْحَرَامِ۔ (تفسیر ابن کثیر: ج: ۲: ص۔۲۴۶)

اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لیے تورات میں مواعظ و احکام مفصل طور پر بیان کئے جن میں حلال و حرام کی پوری تفصیل موجود تھی۔ اور نیز لکھتے ہیں: "وَتَفْصِيْلًا لِّكُلِّ شَيْءٍ لِمَا يُحْتَاجُ اِلَيْهِ فِيْ شَرِيْعَتِهٖ۔ (ج: ۲: ص۔۱۹۱)

کہ "وَتَفْصِيْلًا لِّكُلِّ شَيْءٍ" سے ہر وہ چیز مراد ہے جس کی حضرت موسیٰ علیہ السلام کی شریعت میں ضرورت تھی، اور دوسرے مقام پر لکھتے ہیں! کہ "وَتَفْصِيْلًا لِّكُلِّ مَا يَحْتَاجُوْنَ اِلَيْهِ مِنَ الْحَلَالِ وَالْحَرَامِ"۔ (البدایہ والنہایہ: ج: ۱: ص۔۲۸۵)

وَتَفْصِيْلًا لِّكُلِّ شَيْءٍ: سے مراد یہ ہے کہ ہر وہ چیز جس کی طرف لوگوں کو حلال و حرام میں ضرورت پڑتی ہے اس میں مفصل

بیان کردی گئی ہے۔ یہ ہیں "وَتَفْصِيلًا لِّكُلِّ شَيْءٍ" وغیرہ کی وہ آیات جن سے فریق مخالف نے علم غیب کلی پر استدلال کیا ہے اور اپنے مدعیٰ پر اہل السنّت والجماعت کے کم از کم دو معتبر اور مستند حضرات مفسرین کرام رحمہم اللہ کے اقوال سے تائید پیش کرنے سے سراسر عاجز وقاصر ہے، دو تو رہے بجائے خود کسی ایک معتبر اور مستند مفسر سے بھی ان آیات کی تفسیر میں علم غیب کلی کا قیامت تک اثبات محال ہے۔ دیدہ باید۔

اہل بدعت کے مولوی اللہ دتہ کا حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کو ہر وقت عالم ماکان ومایکون ماننے سے انکار

چنانچہ وہ لکھتے ہیں کہ: خان صاحب گکھڑوی اور ان کے مصدق شیخ التفسیر احمد علی صاحب نے لوگوں کو دھوکہ دینے کے لئے یہ بہتان تراش مارا کہ بریلوی حضرات انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کو ہر وقت "عالم ماکان ومایکون" مانتے ہیں۔ حاشاللہ اہل سنت کا ہرگز یہ عقیدہ نہیں، اور نہ ہی یہ عقیدہ ہے جو اوپر بیان کر آئے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے خاص بندوں کو مغیبات پر اطلاع دیتا ہے۔ ذریعہ اطلاع اگرچہ کوئی بھی ہو اور اس عقیدہ کی بنیاد قرآن مجید پر ہی ہے۔ (تنویر الخواطر: ص۔ ۲۱)

جواب: یہ عقیدہ ہرگز اہل سنت والجماعت کا نہیں البتہ اہل بدعت کا ضرور ہے ورنہ اختلاف کی کیا ضرورت ہے؟ ہم اس مقام پر صرف تین عبارتیں نقل کرتے ہیں کہ یہ اہل بدعت پر بہتان ہے یا واقعی اہل بدعت کا یہی عقیدہ ہے۔

① احمد رضا خان لکھتے ہیں کہ ہمارے حضور صاحب قرآن صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ وصحبہ وبارک کو اللہ تعالیٰ عزوجل نے تمام موجودات جملہ "ما کان وما یکون الی یوم القیامۃ" جمیع مندرجات لوح محفوظ کا علم دیا، اور شرق تا غرب، وسماء وارض وعرش وفرش میں کوئی ذرہ حضور کے علم سے باہر نہ رہا۔ (انباء المصطفیٰ ص۔ ۴)

اور خان صاحب بریلوی کے نزدیک بعض غیوب سے بھی مراد ہے جو خیر سے سارے جہان کے کل سے بھی لمبا ہے۔

② مفتی احمد یار خان، ان احادیث سے جو صرف معجزات اور اخبار غیب سے تعلق رکھتی ہیں موج میں آ کر اپنے دعویٰ پر استدلال کرتے ہوئے لکھتے ہیں ان احادیث سے اتنا معلوم ہوا کہ تمام عالم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اس طرح ہے جیسے اپنی کفِ دست، خیال رہے کہ عالم کہتے ہیں ماسوا اللہ کو تو عالم اجسام عالم ارواح، عالم امر، عالم امکان، عالم ملائکہ، عرش وفرش غرض یہ کہ ہر چیز پر حضور علیہ السلام کی نظر ہے، پھر آگے لکھتے ہیں غرضیکہ ذرہ ذرہ، اور قطرہ قطرہ علم میں ہے صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ (بلفظہ جاء الحق ص ۱۷)

③ مولوی محمد عمر لکھتے ہیں لہذا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے تمام عالمین کا علم غیب عطائی علی الدوام ماننا یعنی ابتدائے آفرینش حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو تا قیامت اور قیامت کے بعد تک اور جنت اور دوزخ وغیرہم کا تمام عالم غیب بلکہ اس سے بھی زیادہ جس کو اللہ تعالیٰ جانتے ہیں اور مخلوق کی عقلوں سے بالاتر ہے آپ کی شان نبوت کو حاصل ہے۔ (مقیاس حنفیت ص ۲۹۹)

اور خود صوفی بھی لکھتے ہیں کہ اہل السنت والجماعت کا یہ عقیدہ ہے کہ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ماکان ومایکون بلکہ اس سے بھی زیادہ علم عطا کیا گیا ہے ۔۔۔ الخ ص ۵۱ ۔ یہ ہیں صوفی صاحب حضرت استاذ محترمؒ اور شیخ لاہوریؒ پر الزام لگانے والے کہ انہوں نے بریلویوں پر بہتان لگایا ہے حقیقت یہ ہے کہ یہ بریلویوں کا خود ساختہ عقیدہ ہے اللہ تعالیٰ ہم سب کی حفاظت فرمائے۔ (آمین)

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ اجمعین۔

اختتام بتاریخ ۲۶،۷،۲۰۰۴ بوقت سوا ایک بجے دن اور نظر ثانی مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں ہوئی۔ احقر قاسمی معارف اسلامیہ کراچی

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

سورة الرعد

نام اور کوائف : اس سورۃ کا نام سورۃ الرعد ہے جو اس سورۃ کی آیت: ۱۳: سے ماخوذ ہے اور یہ سورۃ مکی دور میں نازل ہوئی ہے۔ اور یہ سورۃ ترتیب تلاوت میں تیرہویں نمبر پر ہے اور ترتیب نزول میں: ۹۶: نمبر پر ہے جس میں کل: ۶: رکوع: ۴۳: آیات ہیں۔

ربط آیات ❶ گزشتہ سورۃ کے آخر میں صداقت قرآن کا ذکر تھا " کما قال تعالیٰ مَا کَانَ حَدِیۡثًا یُّفۡتَرٰی ... الخ اور اس سورۃ کے شروع میں بھی صداقت قرآن کا ذکر ہے۔ کما لا یخفیٰ۔

❷ گزشتہ سورۃ کے آخر میں صداقت قرآن کا ذکر تھا " کما لا یخفیٰ " اور اس سورۃ کے آخر میں بھی صداقت قرآن کا ذکر ہے " کما قال تعالیٰ وَ کَذٰلِکَ اَنۡزَلۡنٰہُ حُکۡمًا عَرَبِیًّا ۔ (آیت۔ ۳۷)

❸ گزشتہ سورۃ کی ابتداء میں صداقت قرآن کا ذکر تھا، اور اس سورۃ کی ابتداء میں بھی صداقت قرآن کا ذکر ہے۔ کما لا یخفیٰ۔

موضوع سورۃ : آفتاب نبوت کے طلوع ہونے کے بعد بھی بعض ہستیاں منور نہیں ہوتی بلکہ اپنے کفر و ضلالت کی ظلمت میں محجوب رہتی ہیں۔

خلاصہ سورۃ : اس سورۃ میں بھی قرآن کریم کے کلام حق ہونے اور توحید و رسالت اور اثبات قیامت، منکرین رسالت کے شبہات کے جوابات، مستفیدین قرآن اور غیر مستفیدین کے نتائج، مشرکین کے ساتھ طریق مناظرہ، بشریت انبیاء کا اثبات وغیرہ۔

سُوۡرَۃُ الرَّعۡدِ مَدَنِیَّۃٌ وَّ هِیَ ثَلٰثٌ وَّ اَرۡبَعُوۡنَ اٰیَۃً وَّ سِتُّ رُکُوۡعَاتٍ — بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

شروع کرتا ہوں اللہ تعالیٰ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم کرنے والا ہے

الٓمّٓرٰ ۟ تِلۡکَ اٰیٰتُ الۡکِتٰبِ ؕ وَ الَّذِیۡۤ اُنۡزِلَ اِلَیۡکَ مِنۡ رَّبِّکَ الۡحَقُّ وَ لٰکِنَّ اَکۡثَرَ النَّاسِ

الٓمّٓرٰ یہ آیتیں ہیں کتاب کی اور وہ جو نازل کیا گیا ہے آپ کی طرف آپکے پروردگار کی جانب سے حق ہے۔ لیکن اکثر لوگ

لَا یُؤۡمِنُوۡنَ ① اَللّٰہُ الَّذِیۡ رَفَعَ السَّمٰوٰتِ بِغَیۡرِ عَمَدٍ تَرَوۡنَہَا ثُمَّ اسۡتَوٰی عَلَی الۡعَرۡشِ

ایمان نہیں لاتے ﴿۱﴾ اللہ کی ذات وہ ہے جس نے بلند کیا ہے آسمانوں کو بغیر ستونوں کے جنکو تم دیکھتے ہو پھر مستوی ہوا عرش پر اور اس نے مسخر کیا ہے

وَ سَخَّرَ الشَّمۡسَ وَ الۡقَمَرَ ؕ کُلٌّ یَّجۡرِیۡ لِاَجَلٍ مُّسَمًّی ؕ یُدَبِّرُ الۡاَمۡرَ یُفَصِّلُ الۡاٰیٰتِ

سورج اور چاند کو یہ سب چلتے ہیں ایک مقررہ وقت تک وہ تدبیر کرتا ہے معاملے کی اور تفصیل بیان کرتا ہے آیتوں کی تا کہ تم اپنے رب کی

لَعَلَّکُمۡ بِلِقَآءِ رَبِّکُمۡ تُوۡقِنُوۡنَ ② وَ ہُوَ الَّذِیۡ مَدَّ الۡاَرۡضَ وَ جَعَلَ فِیۡہَا رَوَاسِیَ وَ اَنۡہٰرًا ؕ

ملاقات کے ساتھ یقین رکھو ﴿۲﴾ اللہ تعالیٰ کی ذات وہی ہے جس نے پھیلایا ہے زمین کو اور رکھے ہیں اس میں بوجھل پہاڑ اور پانی کی نہریں

وَمِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ جَعَلَ فِيْهَا زَوْجَيْنِ اثْنَيْنِ يُغْشِي الَّيْلَ النَّهَارَ ۭ اِنَّ فِيْ

اور ہر قسم کے پھلوں سے بنایا ہے اس (زمین) میں جوڑا جوڑا وہ اوڑھاتا ہے رات کو دن پر بیشک اسمیں البتہ نشانیاں ہیں

ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ۝ وَفِي الْاَرْضِ قِطَعٌ مُّتَجٰوِرٰتٌ وَّجَنّٰتٌ مِّنْ اَعْنَابٍ وَّزَرْعٌ

ان لوگوں کیلئے جو غور وفکر کرتے ہیں ﴿۳﴾ اور زمین میں مختلف خطے ہیں ایک دوسرے کیساتھ ملے ہوئے اور باغات ہیں انگوروں کے اور کھیتیاں ہیں اور

وَّنَخِيْلٌ صِنْوَانٌ وَّغَيْرُ صِنْوَانٍ يُّسْقٰى بِمَاۗءٍ وَّاحِدٍ ۣ وَنُفَضِّلُ بَعْضَهَا عَلٰي بَعْضٍ

کھجوریں ہیں ایک تنے سے نکلے ہوئے اور الگ الگ بھی۔ انکو سیراب کیا جاتا ہے ایک ہی پانی سے اور ہم فضیلت دیتے ہیں ان میں

فِي الْاُكُلِ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ ۝ وَاِنْ تَعْجَبْ فَعَجَبٌ قَوْلُهُمْ ءَاِذَا

سے بعض کو بعض پر کھانے میں۔ بیشک اس میں البتہ نشانیاں ہیں ان لوگوں کیلئے جو عقل رکھتے ہیں ﴿۴﴾ اور اگر آپ تعجب کریں تو انکی بات زیادہ قابل تعجب

كُنَّا تُرٰبًا ءَاِنَّا لَفِيْ خَلْقٍ جَدِيْدٍ ڛ اُولٰۗىِٕكَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ ۚ وَاُولٰۗىِٕكَ الْاَغْلٰلُ فِيْٓ

ہے (جبکہ وہ کہتے ہیں) کیا جب ہم مٹی ہوجائیں گے تو کیا نئی پیدائش میں پیدا کئے جائیں گے یہی لوگ ہیں جنہوں نے کفر کیا اپنے رب کیساتھ

اَعْنَاقِهِمْ ۚ وَاُولٰۗىِٕكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ۝ وَيَسْتَعْجِلُوْنَكَ بِالسَّيِّئَةِ

اور یہی لوگ ہیں کہ طوق ہوں گے ان کے گردنوں میں اور یہی لوگ ہیں دوزخ والے جس میں وہ ہمیشہ رہیں گے ﴿۵﴾ اور آپ سے جلدی طلب کرتے ہیں یہ برائی کو بھلائی سے پہلے

قَبْلَ الْحَسَنَةِ وَقَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِمُ الْمَثُلٰتُ ۭ وَاِنَّ رَبَّكَ لَذُوْ مَغْفِرَةٍ لِّلنَّاسِ

اور تحقیق گزر چکی ہیں اس سے پہلے مثالیں (عذاب کی) اور بیشک تیرا پروردگار البتہ بخشش کرنے والا ہے لوگوں کیلئے باوجود انکی

عَلٰي ظُلْمِهِمْ ۚ وَاِنَّ رَبَّكَ لَشَدِيْدُ الْعِقَابِ ۝ وَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَيْهِ

زیادتی کے اور بیشک تیرا پروردگار البتہ سخت سزا دینے والا ہے ﴿۶﴾ اور کہتے ہیں وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا کہ کیوں نہیں اتاری جاتی اس پر کوئی نشانی

اٰيَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ ۭ اِنَّمَآ اَنْتَ مُنْذِرٌ وَّلِكُلِّ قَوْمٍ هَادٍ ۝

اس کے پروردگار کی طرف سے بیشک آپ ڈر سنانے والے ہیں اور ہر قوم کے لئے ہادی ہوا کرتا ہے ﴿۷﴾

خلاصہ رکوع ① صداقت قرآن، توحید خداوندی پر عقلی دلائل علویات، عقلی دلائل سفلیات، اقسام ارض، منکرین قیامت کا شکوہ، معاندین کا مطالبہ، جواب مطالبہ، منکرین رسالت کا شکوہ، جواب شکوہ۔ ماخذ آیات ۱: تا ۷+

﴿۱﴾ صداقت قرآن: اس آیت میں کتاب سے مراد قرآن کریم ہے۔ "وَالَّذِيْٓ اُنْزِلَ اِلَيْكَ ... الخ سے مراد وحی ہے، اور آنحضرت ﷺ پر نازل ہونے والی وحی صرف قرآن کریم میں منحصر نہیں ہے بلکہ اس کے علاوہ احکام بھی ہیں جن کا تعلق وحی سے ہے، صرف فرق یہ ہے کہ قرآن کریم کی تلاوت کی جاتی ہے، اور انکی تلاوت نہیں کی جاتی، اس فرق کی وجہ یہ ہے کہ قرآن کریم کے

الفاظ اور معانی دونوں حق تعالیٰ شانہٗ کی طرف سے ہیں، اور قرآن کریم کے علاوہ حدیث میں جو احکام آپ نے بیان فرمائے ان کے بھی معانی اگرچہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہوئے ہیں، مگر الفاظ منزل من اللہ نہیں ہیں اس لئے انکی تلاوت نہیں کی جاتی، معنی آیت کے یہ ہیں کہ یہ قرآن اور جو کچھ احکام آپ پر نازل کئے جاتے ہیں وہ سب حق ہیں جن میں کسی شک وشبہ کی گنجائش نہیں، یہ قرآن کریم کی صداقت کی واضح دلیل ہے لیکن اکثر لوگ غور وفکر نہ کرنے کی وجہ سے اس پر ایمان نہیں لاتے۔

﴿۲﴾ توحید خداوندی پر عقلی دلائل علویات: "بِغَيْرِ عَمَدٍ تَرَوْنَهَا......الخ

تفسیر ❶ آسمانوں کو بغیر ستون کے بنایا ہے۔ ❷ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ حضرت مجاہد رحمہ اللہ حضرت حسن بصری رحمہ اللہ اور حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے منقول ہے کہ آسمانوں کے ستون ہیں مگر ہمیں نظر نہیں آتے۔ (ابن کثیر: ص: ۸۱۰۔ ج۔ ۴) پہلا قول زیادہ صحیح ہے۔ (خازن: ص: ۵۲: ج ۳)

ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ: استوی علی العرش کا مفہوم: اللہ تعالیٰ عرش پر مستوی ہے مگر اس کی کیفیت کسی کو معلوم نہیں ہے۔

استویٰ علی العرش اور دیگر صفات خداوندی کے بارے

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین وائمہ حنفیہ وغیر حنفیہ کا مذہب وعقیدہ

حضرت ملا علی قاری کی شرح قصیدہ بدء الامالی اور ابن ہمام حنفی مؤلف فتح القدیر کی مسائرہ اور عبدالعزیز بخاری حنفی کی کتاب کشف الاسرار شرح اصول بزدوی اور ابوشکور حنفی کی تمہید کی عبارات سے معلوم ہوتا ہے کہ مذہب صحابہ وائمہ حنفیہ وغیر حنفیہ سب کا یہ ہے کہ حق جل شانہ کی فوقیت عرش پر اور ید اور وجہ اور غضب اور رضا وغیرہ صفات بلا کیف ہیں۔ اور ان سب کی تاویل کرنا صحیح نہیں ہے منشاء تاویل کا اس قدر ہے کہ جب جسمیہ نے اس قسم کی آیات واحادیث سے جسمیت کا خیال کیا تو علماء نے ان کے الزام و اسکات کے لئے تاویل کرنا شروع کیا نہ اس غرض سے کہ یہ معنی ماؤل مراد ہیں بلکہ اس غرض سے کہ جسمانیت کا شبہ رفع ہو جائے پس جن آیات واحادیث میں ایسے الفاظ ہیں وہ سب معانی ظاہرہ پر محمول ہیں، اور کیفیات ان سب کی مجہول ہیں، اور اس میں جسمیت بھی لازم نہیں آتی کیونکہ جب کیفیت مجہول کی گئی اور خیال "لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ" کا بھی رہا اور تنزیہہ تام کی گئی تو جسمیت کس طرح لازم نہ آئے گی پس مراد الٰہی پر ایمان لانا چاہئے، اور ان کی تاویلات سے سکوت اولیٰ ہے۔

حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ لکھتے ہیں کہ صحابہ کرام کا تمام قرن اسی طرح گزرا کہ وہ خدا کی صفات کمالیہ پر ایمان رکھتے تھے اور تنزیہہ وتقدیس کے لیے "لیس کمثلہ شئی" پڑھ لیا کرتے تھے کیونکہ وہ جانتے تھے کہ ان صفات کے ذکر سے مقصد صرف اس قدر ہے کہ ہم ان صفات کے ذریعہ سے اپنے خالق کو پہچان سکیں اور یہ مطلب ہرگز نہیں کہ وہ ہماری طرح آنکھ سے دیکھتا ہے اور کان سے سنتا ہے اس لیے کہ جس طرح اس کی ذات بے چون وچگون ہے اسی طرح اس کی صفات اور شئون بھی بے چون وچگون ہیں ان ہی صفات متشابہات میں سے استویٰ علی العرش بھی اللہ تعالیٰ کی ایک صفت ہے جو اسکی شایان شان ہے بس جس طرح وہ بغیر آنکھ اور کان کے سمیع وبصیر ہے ٹھیک اسی طرح وہ بغیر جہت اور مکان کے مستوی علی العرش بھی ہے اگر بغیر آنکھ اور کان کے دیکھنا اور سننا ممکن ہے تو بغیر جہت ومکان کے عرش پر مستوی ہونا بھی ممکن ہے اور جس طرح اس کے علم اور سمع وبصر کی کیفیت حیطہ عقل سے باہر ہے اسی طرح استویٰ علی العرش کی کیفیت بھی ادراک سے خارج ہے۔ (علم الکلام: ص ۱۲۳، ۱۲۴)

كُلٌّ يَّجْرِيْ ...الخ یعنی سورج اپنا دور ایک سال میں اور چاند ایک ماہ میں پورا کرتا ہے۔ "لِاَجَلٍ مُّسَمًّى" کے معنی وقت مقرر تک لئے جائیں تو مطلب یہ ہوگا کہ چاند سورج اسی طرح چلتے رہیں گے قیامت تک۔

﴿۳﴾ توحید خداوندی پر عقلی دلائل سفلیات : "زَوْجَيْنِ اثْنَيْنِ ...الخ دو دو قسم کے پیدا کئے یعنی چھوٹا بڑا کھٹا میٹھا سیاہ سفید، گرم سرد، اور جدید تحقیق کے موافق ہر ایک درخت میں نر مادہ بھی پائے جاتے ہیں۔

﴿۴﴾ اقسام ارض : اور زمین میں مختلف قطعات ہیں کوئی عمدہ ہے پیداوار کے اعتبار سے اور کوئی شوریلا نمکین کوئی نرم، کوئی سخت، کوئی کھیتی کرنے کے قابل ہے درخت بونے کے قابل نہیں کوئی درختوں کی سرزمین ہے کھیتی کے ناقابل کسی میں سبزہ کم ہے (یا بنجر ہے) اور کوئی سبزہ زار ہے اگر یہ فعل قادر مختار اور صانع حکیم کا نہیں تو پھر یہ اختلاف کیوں ہے؟ اور خواص میں تفاوت کیوں ہے؟ زمین کی طبعیت ایک ہی ہے لوازم طبعیت بھی یکساں ہے سماوی اسباب کی تاثیر بھی ایک ہی جیسی ہے وضع اور نسبت میں بھی کوئی فرق نہیں پھر سوائے اسکے کہ ایک قادر مختار کی مشیت کی کارفرما ہے اور کیا سبب اختلاف بتایا جاسکتا ہے۔ زَرْعٌ : اصل میں مصدر ہے اسلئے اسکو جمع لانے کی ضرورت نہیں ہے۔ صِنْوَانٌ صنو : کی جمع ہے جیسے "قنوان" (خوشے) "قنو" کی جمع ہے اس کے تثنیہ کا نون مکسور ہوتا ہے اور بغیر تنوین کے ہوتا ہے اور جمع کے نون پر ہر حرکت مع تنوین کے آتی ہے ایک جڑ سے دو تنے برآمد ہوں تو اس کو "صنو" کہتے ہیں آنحضرت ﷺ نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے متعلق فرمایا آدمی کا چچا اسکے باپ کا "صنو" ہوتا ہے۔ "غَيْرُ صِنْوَانٍ" یعنی الگ الگ ہوتے ہیں جڑیں جدا جدا ہوتیں ہیں "الاکل" پھر یعنی مقدار میں مزہ میں رنگ میں خوشبو میں اللہ نے ایک دوسرے پر فوقیت دی ہے۔

﴿۵﴾ منکرین قیامت کا شکوہ : اور اگر آپ کو ان لوگوں کے انکار بعث بعد الموت سے تعجب ہو تو واقعی انکا یہ قول تعجب کے لائق ہے کہ جب ہم مر کر مٹی ہو جائیں گے تو کیا مٹی ہو کر پھر ہم قیامت کے دن دوبارہ پیدا کئے جائیں گے؟

أُولَٰئِكَ الَّذِينَ كَفَرُوا ...الخ نتیجہ و وعید : تلبیس حق کا نتیجہ یہ ہوا کہ گلے میں طوق ہاتھ پاؤں میں ہتھکڑیاں اور بیڑیاں پہنا کر ابدی جیل خانہ میں ڈال دیئے جائیں اور اس میں ہمیشہ رہیں گے۔

﴿۶﴾ مطالبہ معاندین : استہزاء کے طور پر منکرین معاندین حق عذاب الٰہی کا مطالبہ کرتے ہیں کہ جلدی آئے حالانکہ پہلی امتوں پر عذاب الٰہی کے کئی واقعات گزر چکے ہیں باوجود انکے ظلم کے مغفرت الٰہی عذاب کو روکے ہوئے ہے اگر یہ اسی ضد پر اڑے رہے تو یاد رکھیں کہ اللہ تعالیٰ سخت عذاب دینے والے ہیں۔

﴿۷﴾ منکرین رسالت کا شکوہ : یعنی کافر ایسا خاص معجزہ چاہتے ہیں جس سے ان کے دل مطمئن ہو جائیں اور ایمان لانے پر مجبور ہو جائیں۔ إِنَّمَا أَنتَ مُنذِرٌ ...الخ جواب شکوہ : یہ انکار اعتراض محض حماقت کی بنیاد پر ہے چونکہ آپ مالک معجزات نہیں اور ماننے والوں کے لئے پہلے کئی معجزات ظاہر ہو چکے ہیں مثلاً قرآن حکیم کی تعلیم خود ہی معجزہ ہے لیکن یہ لوگ اپنی فطرت سلیمہ کھو چکے ہیں اسلئے نہیں مانتے۔ وَلِكُلِّ قَوْمٍ هَادٍ : اسکی کئی تفسیریں ہیں:

❶ پہلی تفسیر آپ ﷺ منذر ہیں اور ہر قوم کو ہدایت دینے والی اللہ کی ذات ہے۔ (إِنَّكَ لَا تَهْدِي مَنْ أَحْبَبْتَ وَلَٰكِنَّ اللَّهَ يَهْدِي مَن يَشَاءُ) ❷ دوسری تفسیر آپ ﷺ منذر ہیں اور قوم کی طرف راہنما ہم نے بھیجے ہیں (وَمَا أَرْسَلْنَا مِن قَبْلِكَ إِلَّا رِجَالًا) ❸ تیسری تفسیر آپ ﷺ منذر ہیں اور قیامت تک ہر قوم کیلئے آپ ﷺ ہی رہنما ہیں اسکا قرینہ (قُلْ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنِّي رَسُولُ اللَّهِ إِلَيْكُمْ جَمِيعًا)۔ (تفسیر کبیر) یہاں ایک تفسیر شیعوں کی ہے جو بالکل مردود ہے وہ کہتے ہیں اصل آیت میں "وَلِكُلِّ قَوْمٍ هَادٍ عَلِيٌّ" ہر قوم کا ہادی علی ہی تھا۔ (احتجاج طبرسی: ص:۷۵، ج:۱؛ احتجاج النبی ﷺ یوم الغدیر علی الخلق کلھم، حق الیقین: ص:۱۰۳؛ مقصد :۵) حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے حسد کی وجہ سے "علی" کا لفظ ساقط کر دیا، ان کو اللہ سزا دے ان کو

نہیں معلوم کہ اللہ نے قرآن کے متعلق "وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ" فرمادیا ہے ہم ہی قرآن کی حفاظت کرنے والے ہیں اگر بالفرض والمحال انکے قول کو مان بھی لیا جائے تو پھر اصل آیت کے روسے رسول اللہ پر بھی حضرت علی رضی اللہ عنہ کی فضیلت لازم آتی ہے کیونکہ آیت کا مفہوم اس وقت یہ ہوگا کہ آپ تو صرف ڈرانے والے ہیں اور ہر قوم کے ہادی تو علی رضی اللہ عنہ ہیں (یعنی آپ ہدایت کے درجے پر فائز نہیں یہ کام تو علی رضی اللہ عنہ کا ہے)۔ (مظہری: ص: ۲۱۷: ج۔ ۵)

اَللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تَحْمِلُ كُلُّ اُنْثٰى وَمَا تَغِيْضُ الْاَرْحَامُ وَمَا تَزْدَادُ ؕ وَكُلُّ شَيْءٍ عِنْدَهٗ

اللہ تعالیٰ وہ ہے جو جانتا ہے وہ جو اٹھاتی ہے ہر مادہ اور جو سکڑتے ہیں رحم اور جو بڑھتے ہیں اور ہر چیز اسکے نزدیک ایک خاص اندازے

بِمِقْدَارٍ ﴿۸﴾ عٰلِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ الْكَبِيْرُ الْمُتَعَالِ ﴿۹﴾ سَوَآءٌ مِّنْكُمْ مَّنْ اَسَرَّ

کے مطابق ہے ﴿۸﴾ وہ جاننے والا ہے پوشیدہ باتوں کا اور ظاہری باتوں کا وہ بڑا ہے اور سب سے برتر ہے ﴿۹﴾ برابر ہے تم میں سے جو پوشیدہ بات کرتا ہے اور

الْقَوْلَ وَمَنْ جَهَرَ بِهٖ وَمَنْ هُوَ مُسْتَخْفٍۢ بِالَّيْلِ وَسَارِبٌۢ بِالنَّهَارِ ﴿۱۰﴾ لَهٗ مُعَقِّبٰتٌ

جو پکار کر کرتا ہے وہ بات اور وہ جو چھپنے والا ہے رات کے وقت اور جو چلنے والا ہے دن کے وقت ﴿۱۰﴾ اس کیلئے آگے پیچھے آنے والے ہیں

مِّنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهٖ يَحْفَظُوْنَهٗ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰى

اس آدمی کے آگے بھی اور پیچھے بھی جو اس کی حفاظت کرتے ہیں اللہ کے حکم سے۔ بیشک اللہ تعالیٰ نہیں تبدیل کرتا کسی قوم کی حالت یہاں تک کہ وہ تبدیل

يُغَيِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ ؕ وَاِذَآ اَرَادَ اللّٰهُ بِقَوْمٍ سُوْٓءًا فَلَا مَرَدَّ لَهٗ ۚ وَمَا لَهُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ

کریں جو کچھ انکے نفسوں میں ہے اور جب ارادہ کرے اللہ تعالیٰ کسی قوم کے ساتھ برائی کا پس نہیں کوئی اسکو پھیرنے والا اور نہیں ہے

مِنْ وَّالٍ ﴿۱۱﴾ هُوَ الَّذِيْ يُرِيْكُمُ الْبَرْقَ خَوْفًا وَّطَمَعًا وَّيُنْشِئُ السَّحَابَ الثِّقَالَ ﴿۱۲﴾

ان کیلئے اس کے سوا کوئی کارساز ﴿۱۱﴾ وہی اللہ تعالیٰ ہے جو دکھاتا ہے تمہیں بجلی خوف اور طمع کیلئے اور وہ اٹھاتا ہے بادل بوجھل ﴿۱۲﴾

وَيُسَبِّحُ الرَّعْدُ بِحَمْدِهٖ وَالْمَلٰٓئِكَةُ مِنْ خِيْفَتِهٖ ۚ وَيُرْسِلُ الصَّوَاعِقَ فَيُصِيْبُ بِهَا

اور تسبیح پڑھتا ہے رعد اسکی تعریف کیساتھ اور فرشتے بھی اسکے خوف سے اور چھوڑتا ہے کڑک کو پس پہنچاتا ہے اسکے ساتھ جسکو چاہے اور یہ لوگ جھگڑا کرتے ہیں

مَنْ يَّشَآءُ وَهُمْ يُجَادِلُوْنَ فِي اللّٰهِ ۚ وَهُوَ شَدِيْدُ الْمِحَالِ ﴿۱۳﴾ لَهٗ دَعْوَةُ الْحَقِّ ؕ وَالَّذِيْنَ

اللہ کے معاملے میں حالانکہ وہ بہت سخت طاقت والا ہے۔ ﴿۱۳﴾ اسی کی دعوت برحق ہے اور وہ جو لوگ پکارتے ہیں اسکے سوا، نہیں

يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ لَا يَسْتَجِيْبُوْنَ لَهُمْ بِشَيْءٍ اِلَّا كَبَاسِطِ كَفَّيْهِ اِلَى الْمَآءِ لِيَبْلُغَ فَاهُ

جواب دے سکتے مگر جسطرح کوئی پھیلانے والا ہو اپنے ہاتھ کو پانی کی طرف تاکہ پہنچ جائے پانی اس کے منہ تک اور نہیں ہے

وَمَا هُوَ بِبَالِغِهٖ ؕ وَمَا دُعَآءُ الْكٰفِرِيْنَ اِلَّا فِيْ ضَلٰلٍ ﴿۱۴﴾ وَلِلّٰهِ يَسْجُدُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ

وہ پہنچنے والا اس تک اور نہیں ہے پکار کافروں کی مگر گمراہی میں ﴿۱۴﴾ اور اللہ تعالیٰ ہی کیلئے سجدہ ریز ہوتا ہے جو

وَالْاَرْضِ طَوْعًا وَّكَرْهًا وَّظِلٰلُهُمْ بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ ﴿۱۵﴾ قُلْ مَنْ رَّبُّ السَّمٰوٰتِ

آسمانوں میں ہے اور جو زمین میں ہے خوشی سے یا ناخوشی سے اور انکے سائے بھی صبح اور پچھلے پہر ﴿۱۵﴾ (اے پیغمبر!) آپ کہہ دیجئے کون ہے جو رب ہے

وَالْاَرْضِ ۭ قُلِ اللّٰهُ ۭ قُلْ اَفَاتَّخَذْتُمْ مِّنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَاۗءَ لَا يَمْلِكُوْنَ لِاَنْفُسِهِمْ نَفْعًا

آسمانوں کا اور زمین کا آپ کہہ دیجئے وہ اللہ ہی ہے آپ کہہ دیجئے (ان سے) کیا تم نے بنایا ہے اس کے سوا دوسروں کو کارساز، جو نہیں مالک اپنے نفسوں کیلئے

وَّلَا ضَرًّا ۭ قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الْاَعْمٰى وَالْبَصِيْرُ ڏ اَمْ هَلْ تَسْتَوِي الظُّلُمٰتُ وَالنُّوْرُ

نفع کے اور نہ نقصان کے آپ کہہ دیجئے کیا برابر ہے اندھا اور دیکھنے والا یا کیا برابر ہے اندھیرے اور روشنی، کیا ٹھہرائے ہیں ان لوگوں نے اللہ تعالیٰ کیلئے شریک

اَمْ جَعَلُوْا لِلّٰهِ شُرَكَاۗءَ خَلَقُوْا كَخَلْقِهٖ فَتَشَابَهَ الْخَلْقُ عَلَيْهِمْ ۭ قُلِ اللّٰهُ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ

کہ انہوں نے پیدا کیا ہے اللہ تعالیٰ کی پیدا کی ہوئی مخلوق کیطرح پس مشابہ ہوگئی ہے ان پر مخلوق آپ کہہ دیجئے اللہ ہی ہے پیدا کرنیوالا ہر ایک چیز کا اور وہ اکیلا ہے

وَّهُوَ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ ﴿۱۶﴾ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَاۗءِ مَاۗءً فَسَالَتْ اَوْدِيَةٌۢ بِقَدَرِهَا فَاحْتَمَلَ السَّيْلُ

اور سب کو دبا کر رکھنے والا ہے ﴿۱۶﴾ اتارا اس نے آسمان کی طرف سے پانی، پس بہہ پڑیں وادیاں اپنے اندازے کے مطابق پس اٹھایا سیلاب نے جھاگ

زَبَدًا رَّابِيًا ۭ وَمِمَّا يُوْقِدُوْنَ عَلَيْهِ فِي النَّارِ ابْتِغَاۗءَ حِلْيَةٍ اَوْ مَتَاعٍ زَبَدٌ مِّثْلُهٗ ۭ كَذٰلِكَ

پھولا ہوا اور اس میں جسکو وہ گرم کرتے ہیں آگ میں واسطے تلاش کرنے زیور کے یا سامان کے جسکے اوپر بھی جھاگ ہوتا ہے، اسی طرح اللہ تعالیٰ

يَضْرِبُ اللّٰهُ الْحَقَّ وَالْبَاطِلَ ڛ فَاَمَّا الزَّبَدُ فَيَذْهَبُ جُفَاۗءً ۚ وَاَمَّا مَا يَنْفَعُ النَّاسَ فَيَمْكُثُ

بیان کرتا ہے حق اور باطل کو بہرحال وہ جھاگ، پس وہ چلا جاتا ہے خشک ہو کر اور جو چیز فائدہ پہنچاتی ہے لوگوں کو وہ ٹھہر جاتی ہے زمین میں اسی طریقے

فِي الْاَرْضِ ۭ كَذٰلِكَ يَضْرِبُ اللّٰهُ الْاَمْثَالَ ﴿۱۷﴾ لِلَّذِيْنَ اسْتَجَابُوْا لِرَبِّهِمُ الْحُسْنٰى ۭ وَالَّذِيْنَ

سے اللہ بیان کرتا ہے مثالیں ﴿۱۷﴾ ان لوگوں کیلئے جنہوں نے قبول کیا اپنے رب کی بات کو ان کیلئے بھلائی ہے اور وہ لوگ

لَمْ يَسْتَجِيْبُوْا لَهٗ لَوْ اَنَّ لَهُمْ مَّا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا وَّمِثْلَهٗ مَعَهٗ لَافْتَدَوْا بِهٖ ۭ اُولٰۗىِٕكَ

جو نہیں قبول کرتے اسکو اگر ان کیلئے ہو جو کچھ زمین میں ہے سب کا سب اور اس جیسا اور بھی اس کے ساتھ اور (پھر وہ فدیہ دیں اسکے ساتھ) پھر بھی قبول نہ کیا جائے گا

لَهُمْ سُوْۗءُ الْحِسَابِ ڏ وَمَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ۭ وَبِئْسَ الْمِهَادُ ﴿۱۸﴾

یہی لوگ ہیں جن کیلئے ہے برا حساب اور ٹھکانا انکا جہنم ہے اور بہت برا ٹھکانہ ہے ﴿۱۸﴾

﴿۸﴾ اَللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تَحْمِلُ ...الخ ربط آیات: اوپر توحید، رسالت اور قیامت کا ذکر تھا اب آگے توحید کا اثبات اور شرک کا رد ہے۔

خلاصہ رکوع ۲ حصر علم الغیب فی ذات باری تعالیٰ، محافظت باری تعالیٰ، اجتماعی اصلاح، توحید خداوندی پر عقلی دلائل،

مشاغل ملائکہ، دعوت حق کا بیان، عظمت خداوندی، مشرکین سے طریق مناظرہ، موحد اور مشرک کے درمیان عدم مساوات، حق و باطل کی دو امثلہ سے دعوت توحید، فریقین کے نتائج کا تفاوت۔ ماخذ آیات ۸ تا ۱۸+

حصر علم الغیب فی ذات باری تعالیٰ : اللہ تعالیٰ کا علم ایسا حاوی ہے کہ حاملہ کے پیٹ میں ایک بچہ ہے یا زیادہ پورا بن چکا ہے یا ناتمام، تھوڑی مدت میں پیدا ہوگا یا زیادہ میں، عین وقت کونسا ہے؟ نیک ہے یا بد؟ غرض مادہ کے رحم میں جو کمی بیشی ہوتی ہے اسے اچھی طرح سے صرف اللہ ہی جانتا ہے۔

﴿۹﴾ یہ علم الٰہی کی لامحدود وسعت واحاطہ کا بیان ہے یعنی دنیا کی کوئی کھلی چھپی چیز اس سے پوشیدہ نہیں یعنی جن کو بندے جانتے ہیں اور جو ان سے پوشیدہ ہے وہ اس کے علم میں ہیں۔ اور تمام عالم کا ذرہ ذرہ اسی کے زیر تصرف میں ہے۔ ﴿۱۰﴾ اللہ تعالیٰ تمہارے دن ورات، ظاہر و باطن کے تمام احوال سے پورا آگاہ ہے۔

﴿۱۱﴾ محافظت باری تعالیٰ : اللہ تعالیٰ تم پر اتنا مہربان ہے کہ اس نے تمہاری حفاظت کے لئے فرشتے مقرر کر دیئے ہیں جو خدا کے حکم سے ہر وقت انسان کی حفاظت کا کام کرتے ہیں، اور بعض وہ فرشتے بھی ہیں جو تمہارے سب اگلے پچھلے اعمال لکھتے ہیں۔ (معالم التنزیل: ص:۶: ج۔ ۳) اِنَّ اللّٰهَ لَا يُغَيِّرُ ...الخ اجتماعی اصلاح : مولانا شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ یہاں سے اللہ تعالیٰ نے قوموں کے عروج و زوال کا قانون بتایا ہے۔ اشخاص وافراد کا نہیں۔ قوم کی اچھی بری حالت متعین کرنے میں اکثریت اور غلبہ کا لحاظ ہوتا ہے۔ (تفسیر عثمانی) حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ اپنی مہربانی اور نگہبانی سے محروم نہیں کرتا ہمیشہ اس قوم کو جو اسکی طرف متوجہ رہی جب تک کہ وہ اپنی چال کو اللہ کے ساتھ تبدیل نہ کر دے۔ (موضح القرآن)

ہاں اگر وہ قوم ناشکری پر اتر آئے تو پھر اللہ تعالیٰ حالت کو بدل دیتے ہیں راحت کو رنج میں، اور آرام کو مصیبت میں، اللہ پاک ہم سب مسلمانوں کی حفاظت فرمائے۔

﴿۱۲﴾ توحید خداوندی پر عقلی دلیل : اللہ تعالیٰ اپنی قوت کا کمال بجلی کے چمکنے سے دکھاتا ہے اور پانی سے بھرے ہوئے بادلوں کو اوپر اٹھاتا ہے۔ ﴿۱۳﴾ مشاغل ملائکہ : اسکی عظمت وجلال کا پتہ اس طرح چلتا ہے کہ فرشتہ "رعد" اسکی تسبیح و تقدیس میں مصروف رہتا ہے اور بقیہ تمام فرشتے اس کے خوف سے ڈرتے ہیں۔ شان نزول : حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ایک صحابی کو رؤسائے جاہلیت میں سے ایک شخص کی طرف اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور الوہیت کی دعوت دینے کے لئے بھیجا، اس نے کہا کہ تمہارا رب کون ہے؟ جس کے ماننے کی دعوت دیتے ہو، وہ لوہے کا ہے یا تانبے کا؟ چاندی کا ہے یا سونے کا؟ وہ صحابی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں واپس آئے اور آپ کو اسکی باتوں کی خبر دی۔ آپ نے انہیں دوبارہ بھیجا، اس شخص نے پھر وہی بات کہی جو پہلے کہی تھی، یہ صحابی پھر حاضر خدمت ہوئے، اور اسکی وہی بات نقل کی، آپ نے تیسری بار انکو پھر بھیجا، اس شخص نے پھر وہی بات کہی اس دفعہ جب یہ صحابی وہاں سے ہو کر حاضر خدمت ہوئے، اور آپ کو اس کے جواب سے باخبر کیا تو آپ نے فرمایا کہ بلاشبہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے بجلی اس پر نازل فرما دی، جسکی وجہ سے وہ جل گیا ہے اس پر اللہ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

(ابن کثیر ۱۲۱:۸: ج۔ ۴)

اور ایک روایت میں یوں ہے کہ تیسری بار جب وہ شخص بات کر رہا تھا تو اللہ نے اس کے سر پر ایک بادل بھیج دیا، وہ بادل گرجا اور اس میں سے ایک بجلی گری جو اس سرکش کافر کی کھوپڑی کو لے کر چلی گئی۔ (مجمع الزوائد: ص:۴۲: ج۔ ۷) شَدِيْدُ الْمِحَالِ : مضاف الیہ مجرور، سخت گرفت کرنے والا "شَدِيْدُ الْمِحَالِ" کا ترجمہ خفیہ تدبیر سے کام کرنے والا اور داؤ کرنے والا بھی ہے۔

﴿۱۴﴾ دعوت حق کا بیان : سچی دعا اور پکار یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کو پکارا جائے۔ مشرکین جن معبودوں کو پکارتے ہیں وہ

انہیں کوئی جواب نہیں دے سکتے وہ پکار رائیگاں جاتی ہے، جیسے کوئی پیاسا کنویں کی من پر کھڑا ہو کر پانی کی طرف ہاتھ پھیلائے اور خوشامد کرے کہ میرے منہ میں پہنچ جائے ظاہر ہے قیامت تک پانی اسکی فریاد کو پہنچنے والا نہیں، بلکہ اگر پانی اسکی مٹھی میں ہو تب بھی خود چل کر منہ تک نہیں جاسکتا۔ حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ موضح القرآن میں لکھتے ہیں : کہ کافر جن کو پکارتے ہیں بعضے محض خیالات واوہام ہیں، بعضے جن اور شیاطین ہیں، اور بعضے چیزیں ہیں کہ ان میں کچھ خواص ہیں، لیکن اپنے خواص کے مالک نہیں، پھر ان کے پکارنے سے کیا حاصل؟ جیسے آگ پانی اور شاید ستارے بھی اسی قسم میں ہوں۔

﴿۱۵﴾ عظمت خداوندی : عالم علوی اور سفلی کی سب اشیاء اللہ کے سامنے سجدہ ریز ہوتی ہیں، یہ مشرک اللہ تعالیٰ کی عظمت وشان کو زبان سے مانیں یا نہ مانیں ان کے سوا تمام جمادات، نباتات، حیوانات بلکہ خود انسان یقیناً اللہ تعالیٰ کے سامنے سر جھکائے ہوئے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ جواہر ہوں یا اعراض کوئی چیز اللہ کے حکم تکوینی سے باہر نہیں ہوسکتی اس کے نفوذ واقتدار کے سامنے سب تابع اور سربسجود ہیں۔ سایہ کا گھٹنا بڑھنا، دائیں بائیں، مائل ہونا سب اسی کے ارادہ اور مشیت سے ہے۔ صبح شام کا ذکر شاید اس لئے کیا ہو کہ ان وقتوں میں زمین پر سایہ کا پھیلاؤ زیادہ نمایاں ہوتا ہے۔ (عثمانی)

فائدہ: انسانی سجدہ کے معنی زمین پر پیشانی رکھ دینے کے ہیں اور انسان کے علاوہ دوسری چیزوں کا سجدہ ان کے لائق اور مناسب ہے۔ نیز اس آیت کو پڑھنے اور سننے والے پر سجدہ واجب ہے۔ (خازن: ص:۵۹: ج۔۳)

یہاں تک توحید کی حقانیت اور شرک کا بطلان واضح ہو گیا، اب بطور اتمام حجت کے بطریق مناظرہ کے ان سے سوالات کا حکم دیا جاتا ہے۔

﴿۱۶﴾ طریق مناظرہ : اے نبی آپ ان مشرکوں سے جو خدا کے سوا دوسروں کو پوجتے ہیں پوچھئے۔ آسمان وزمین میں رہنے والوں کا خالق وحافظ کون؟ اور چونکہ اس کا جواب متعین ہے اس لئے آپ جواب میں کہہ دیجئے اللہ ہی ہے، پھر آپ یہ بھی کہہ دیجئے کہ جنہیں تم نے معبود بنا رکھا ہے اللہ کے سوا وہ تو اپنے نفع ونقصان کے بھی مالک نہیں ہیں۔

قُلْ هَلْ يَسْتَوِي ... الخ موحد ومشرک کے درمیان عدم مساوات : کیا اندھا اور بینا کبھی برابر ہوسکتے ہیں؟ اسی طرح مؤمن اور کافر بھی برابر نہیں ہوسکتے۔ کیا ان معبودوں نے بھی کوئی چیز پیدا کی ہے جس سے تم پر اللہ کی مخلوق اور غیر اللہ کی مخلوق میں اشتباہ ہو گیا ہو، اور اس اشتباہ کی وجہ سے تم نے غلطی سے کسی چیز کو خالق مان لیا، اگر ایسا ہوتا تو ایک حد تک معذور ہوسکتے تھے، لیکن جب یہ بات بھی نہیں تو پھر کیا آفت آئی کہ تم نے اللہ تعالیٰ کے سوا اوروں کو معبود بنا لیا ذرا عقل سے کام لو؟ تمام چیزوں کا خالق صرف ایک اللہ ہی ہے۔ ”قہار“ اردو زبان کی اصطلاح میں ”قہار“ اس کو کہتے ہیں جو لوگوں پر بہت قہر کرے، غصہ کرے، اور لوگوں کو بہت تکلیف پہنچائے لیکن باری تعالیٰ کے اسماء گرامی میں لفظ ”قہار“ عربی ہے اس کا مفہوم اردو زبان والا نہیں لیا جائے گا بلکہ عربی زبان میں ”قہار“ کے معنی ہیں غلبہ پانے والا، یعنی جو ہر چیز پر غالب ہو اسکو ”قہار“ کہتے ہیں یعنی وہ ذات جس کے سامنے ہر چیز مغلوب ہے اور وہ غالب ہے۔ غرض ”قہار“ وہ ہے کہ وہ اپنی ساری مخلوقات پر غالب اور حاکم ہے، خود اس کے اوپر کوئی ہستی یا کوئی قانون حاکم ومتصرف نہیں۔ (معارف القرآن: ص:۱۵۹: ج۔۵)

﴿۱۷﴾ حق وباطل کی دو امثلہ سے دعوت توحید۔ مثال ❶ حق اس طرح باقی رہے گا اور مفید ہوگا جس طرح زمین پانی پی جاتی ہے پھر اس سے طرح طرح کے اناج اور میوہ جات اگتے ہیں۔ اور باطل اس طرح نابود ہوگا جس طرح سیلاب کے پانی پر جھاگ اور وہ محض بے کار چیز ہے۔

مثال ❷ : ”وَمِمَّا يُوقِدُونَ عَلَيْهِ ... الخ جن چیزوں کو آگ کے اندر زیور یا اسباب ظروف وغیرہ بنانے کیلئے جلاتے ہو اس کے اوپر بھی ایسا میل کچیل آجاتا ہے جو بے سود ہوتا ہے۔ فَأَمَّا الزَّبَدُ ... الخ تکمیل مثال : مولانا شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ

فرماتے ہیں یہ بھی مثال حق وباطل کی سمجھو جب وحی آسمانی دین حق کو لے کر اترتی ہے تو قلوب بنی آدم اپنے ظرف اور استعداد کے موافق فیض حاصل کرتے ہیں۔ پھر حق اور باطل باہم بھڑ جاتے ہیں تو میل ابھر آتا ہے۔ بظاہر باطل جھاگ کی طرح حق کو دبالیتا ہے لیکن اس کا یہ ابال عارضی اور بے بنیاد ہے تھوڑی دیر بعد اس کے جوش خروش کا پتہ نہیں رہتا، خدا جانے کدھر گیا جو اصلی اور کارآمد چیز جھاگ کے نیچے دبی ہوتی تھی (یعنی حق وصداقت توحید ایمان وغیرہ) بس وہی رہ گئی۔ اسی طرح جب حق وباطل کے مابین جنگ ہوتی ہے بالآخر باطل منتشر ہوجاتا ہے اور حق کو فتح اور غلبہ نصیب ہوتا ہے۔

﴿۱۸﴾ نتیجہ مؤمنین : جو لوگ دعوت حق کو تسلیم کریں گے وہ اللہ کے ہاں سے نیکی پائیں گے۔ وَالَّذِیْنَ لَمْ یَسْتَجِیْبُوْا ...الخ نتیجہ منکرین :اور انکار کرنے والے عذاب الٰہی میں مبتلا کئے جائیں گے۔ اگر ان کے پاس ساری زمین کی دولت بلکہ اس سے بھی دگنی ہو تو بھی فدیہ دے کر جان چھڑانے کے لئے تیار ہوتے پھر بھی فائدہ نہیں ہوگا۔

أَفَمَنْ يَعْلَمُ أَنَّمَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ الْحَقُّ كَمَنْ هُوَ أَعْمَىٰ ۚ إِنَّمَا يَتَذَكَّرُ أُولُو الْأَلْبَابِ ﴿١٩﴾

بھلا وہ شخص جو جانتا ہے کہ بیشک جو چیز اتاری گئی ہے آپکی طرف آپکے پروردگار کی جانب سے وہ حق ہے کیا وہ اسکی طرح ہوگا جو اندھا ہے؟ بیشک نصیحت پکڑتے ہیں عقلمند لوگ ﴿۱۹﴾

الَّذِينَ يُوفُونَ بِعَهْدِ اللَّهِ وَلَا يَنْقُضُونَ الْمِيثَاقَ ﴿٢٠﴾ وَالَّذِينَ يَصِلُونَ مَا أَمَرَ اللَّهُ بِهِ أَنْ

وہ لوگ جو پورا کرتے ہیں اللہ کے عہد کو اور نہیں توڑتے پختہ عہد و پیماں کو ﴿۲۰﴾ اور وہ لوگ جو ملاتے ہیں اس چیز کو جس کو اللہ نے ملانے کا حکم دیا ہے اور ڈرتے ہیں

يُوصَلَ وَيَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ وَيَخَافُونَ سُوءَ الْحِسَابِ ﴿٢١﴾ وَالَّذِينَ صَبَرُوا ابْتِغَاءَ وَجْهِ رَبِّهِمْ

اپنے پروردگار سے اور خوف کھاتے ہیں برے حساب سے ﴿۲۱﴾ اور وہ لوگ کہ جنہوں نے صبر کیا اپنے رب کی خوشنودی تلاش کرتے ہوئے اور

وَأَقَامُوا الصَّلَاةَ وَأَنْفَقُوا مِمَّا رَزَقْنَاهُمْ سِرًّا وَعَلَانِيَةً وَيَدْرَءُونَ بِالْحَسَنَةِ السَّيِّئَةَ

انہوں نے قائم رکھی نماز اور خرچ کیا انہوں نے اس میں سے جو ہم نے انکو روزی دی ہے پوشیدہ بھی اور ظاہر بھی اور مٹاتے ہیں وہ بھلائی کیساتھ برائی کو

أُولَٰئِكَ لَهُمْ عُقْبَى الدَّارِ ﴿٢٢﴾ جَنَّاتُ عَدْنٍ يَدْخُلُونَهَا وَمَنْ صَلَحَ مِنْ آبَائِهِمْ وَأَزْوَاجِهِمْ

یہی لوگ ہیں جن کیلئے آخرت کا گھر ہے ﴿۲۲﴾ وہ باغات ہیں رہنے کے داخل ہونگے ان میں اور جو بھی نیک ہوگا انکے آباؤ اجداد، انکی بیویوں اور انکی اولادوں

وَذُرِّيَّاتِهِمْ ۖ وَالْمَلَائِكَةُ يَدْخُلُونَ عَلَيْهِمْ مِنْ كُلِّ بَابٍ ﴿٢٣﴾ سَلَامٌ عَلَيْكُمْ بِمَا صَبَرْتُمْ

میں اور فرشتے داخل ہوں گے ان پر ہر دروازے سے ﴿۲۳﴾ اور کہیں گے وہ سلامتی ہو تم پر اس وجہ سے کہ تم نے صبر کیا

فَنِعْمَ عُقْبَى الدَّارِ ﴿٢٤﴾ وَالَّذِينَ يَنْقُضُونَ عَهْدَ اللَّهِ مِنْ بَعْدِ مِيثَاقِهِ وَيَقْطَعُونَ

پس اچھا ہے آخرت کا گھر ﴿۲۴﴾ اور جو لوگ توڑتے ہیں اللہ تعالیٰ کے عہد کو بعد اسکے مضبوط کرنے کے اور قطع کرتے ہیں اس چیز کو کہ اللہ نے حکم دیا ہے

مَا أَمَرَ اللَّهُ بِهِ أَنْ يُوصَلَ وَيُفْسِدُونَ فِي الْأَرْضِ ۙ أُولَٰئِكَ لَهُمُ اللَّعْنَةُ وَلَهُمْ

اسکو جوڑنے کا اور فساد کرتے ہیں زمین میں یہی لوگ ہیں جنکے لئے لعنت ہے اور ان کے لئے

سُوْٓءُ الدَّارِ ﴿۲۵﴾ اَللّٰهُ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيَقْدِرُ ۭ وَفَرِحُوْا بِالْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۭ وَمَا الْحَيٰوةُ

برا گھر ہے ﴿۲۵﴾ اللہ تعالیٰ کشادہ کرتا ہے روزی جس کیلئے چاہے اور تنگ کرتا ہے (جس کیلئے چاہے) اور خوش ہو گئے ہیں یہ لوگ دنیا کی زندگی پر، حالانکہ نہیں ہے دنیا کی زندگی

الدُّنْيَا فِي الْاٰخِرَةِ اِلَّا مَتَاعٌ ﴿۲۶﴾

آخرت کے مقابلے میں مگر ایک حقیر سامان ﴿۲۶﴾

﴿۱۹﴾ اَفَمَنْ يَّعْلَمُ ...الخ ربط آیات: اوپر حق و باطل کی کشمکش کی مثال تھی اب یہاں سے حق پرستوں اور باطل پرستوں کے انجام کا ذکر ہے۔

خلاصہ رکوع ❸ اہل حق اور اہل باطل کے درمیان تفاوت، عقلمندوں کے اوصاف و نتیجہ، نافرمانوں کے اوصاف ثلاثہ، نتیجہ، ازالہ شبہ۔ ماخذ آیات ۱۹: تا ۲۶ +

اہل حق اور اہل باطل کے درمیان تفاوت: کیا کتاب اللہ کو منزل من اللہ ماننے والے اور نہ ماننے والے برابر ہو سکتے ہیں؟ منکرین حق یعنی زندہ کافروں کو اعمیٰ فرمایا ہے اس امر حق کو فقط دور اندیش عقل والے ہی سمجھ سکتے ہیں۔ کیونکہ عقل تو دل کے اندر چھپی ہوتی ہے اس کا اندازہ صفات ہی سے ہو سکتا ہے کہ اندر عقل ہے یا نہیں اور اگر ہے تو کس درجہ کی ہے۔

﴿۲۰،۲۱،۲۲﴾ عقلمندوں کے اوصاف: تو ان آیات میں اہل عقل کے صفات کا ذکر ہے، اور یہ صفات تعلیم الٰہی سے ہی انسان کے اندر آ سکتے ہیں "وَيَدْرَءُوْنَ بِالْحَسَنَةِ السَّيِّئَةَ" اس کے دو مطلب ہیں ایک یہ ہے کہ پہلے گناہ کرتے تھے اب ان گناہوں کی جگہ نیکی کرتے ہیں تو انہوں نے بدی کو نیکی سے بدل ڈالا۔ دوسرا مطلب یہ ہے کہ اگر کسی نے ان سے بدی کی تو بدی کا بدلہ بدی سے نہیں دیتے بلکہ درگزر کرتے ہیں اور حسنہ کے ساتھ اس کا مقابلہ کرتے ہیں۔ واللہ اعلم۔

﴿۲۳،۲۴﴾ عقلمندوں کے لئے بشارت و نتائج۔ مَنْ صَلَحَ مِنْ اٰبَآئِهِمْ ...الخ اور اس سے صاف معلوم ہو گیا کہ خالی نسب و رشتہ کافی نہیں بلکہ اس کے ساتھ صلاحیت بھی ہونی چاہئے اور صلاحیت سے مراد اصطلاحی معنی نہیں ہے کیونکہ جو کوئی خود صالح ہو وہ بفضل الٰہی سبحانہ و تعالیٰ جنت میں داخل ہو گا اگرچہ بلند درجہ اپنے آباء و اجداد یا اولاد کے طفیل میں پائے۔ بلکہ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے اس کی تفسیر میں کہا کہ "مَنْ صَلَحَ" یعنی جس نے تصدیق کی اس سب کی جس کی "اُولُوا الْاَلْبَابِ" نے تصدیق کی ہے۔ صاحب مواہب الرحمٰن کہتے ہیں کہ شاید مراد یہ ہے کہ ایمان و یقین ٹھیک ہوا گرچہ اعمال ویسے نہ ہوں۔ اور اس کا حاصل یہ ہے کہ اھل کرامت کے ناطے و رشتہ والوں میں سے جو کوئی ظاہر و باطن میں مشرک نہ ہو اور اس کے مجموعی اعمال ایسے ہوں کہ اللہ تعالیٰ عفو فرمادے اور وہ لائق جنت قرار دیا جائے تو وہ ساتھ کر دیا جائے گا، لہٰذا جو لوگ کہ اپنے بزرگوں کی بزرگی کا فخر کرتے ہیں اور خود منافقوں اور مشرکوں میں شامل ہیں وہ محض احمق ہیں اور انکا قلب جب اس درجہ حماقت میں پڑا ہے جس کو ہر ادنیٰ عقل والا مذموم کہتا ہے تو وہ "اُولُوا الْاَلْبَاب" کے ساتھ کئے جانے کے لائق ہونے کا دعویٰ کیوں کرتا ہے اور جو لوگ منافق و مشرک نہیں مگر اپنے اعمال میں مخلوط ہیں اور بوجہ یقین آخرت کے ہر حال میں اللہ تعالیٰ سے استغفار کرتے رہتے ہیں امید ہے کہ اللہ تعالیٰ انکو بخش دے اور وہ "اُولُوا الْاَلْبَابِ" کے ساتھ کئے جانے کے لائق ہوں۔

مَسْئَلَہ: ❶ بیویاں بھی اپنے نیک خاوندوں کے ساتھ بلند درجہ پائیں گی اگر جنتی ہوں۔

مَسْئَلَہ: ❷ اگر ایک عورت نے کئی خاوندوں سے یکے بعد دیگرے نکاح کیا تو وہ کس کے ساتھ ہو گی؟ تو جواب دیا گیا کہ صریح اس کا حکم مذکور نہیں ہے لیکن استنباط کیا گیا کہ جس کے نکاح میں مری یا جس سے آخری نکاح تھا اس کے ساتھ ہو گی

اور اگر عورت خود اس سے بڑھ کر ہے تو کہا گیا کہ مرد جنتی اس کے طفیل میں ہو گا ورنہ اللہ تعالیٰ علیم ہے۔ اور اس مسئلہ کا حکم حضرت ام المؤمنین سودہ بنت زمعہ کے قصہ سے مستنبط ہوتا ہے کہ جب آنحضرت ﷺ نے انکو طلاق دینی چاہی تو انہوں نے عرض کیا کہ یارسول اللہ ﷺ مجھے رہنے دیجئے کہ میں بھی آپ کی بیویوں میں حشر کی جاؤں۔

اور واضح ہو کہ اس قصہ کے واقعہ سے فقط حضرت ام المؤمنین سودہ ؓ کو ثواب عظیم مل گیا ورنہ طلاق کا وقوع نہ ہوتا اور آنحضرت ﷺ کی بیویاں تمام مؤمنین کی مائیں اور دنیا و آخرت میں آنحضرت ﷺ کی بیویاں ہیں۔ اور اس سے یہ بھی نکلا کہ آخرت کیلئے آخری نکاح کی حالت کا اعتبار ہے کیونکہ حضرت ام المؤمنین ام سلمہ ؓ کے پہلے خاوند حضرت ابو سلمہ ؓ اکابر مہاجرین میں سے ہیں باوجود انشاء اللہ تعالیٰ ان کے جنتی ہونے کے حکم زوجیت کا آنحضرت ﷺ کے ساتھ ہے۔

(مواہب الرحمٰن: ص: ۲۲۰؛ ج۔ ۴)

﴿۲۵﴾ نافرمانوں کے اوصاف ثلاثہ ❶ عہد عبودیت اور اقرار توحید کے توڑنے والے۔ ❷ اور بداخلاقی کا مظاہرہ کرنے والے۔ ❸ اور زمین میں فساد پھیلاتے ہیں، سب سے بڑا فساد اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک و کفر ہے کیونکہ یہ عدل و انصاف کے خلاف ہے ایسے لوگ ظالم ہیں جو اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر مخلوق کو خالق بناتے ہیں۔

أُولٰئِكَ لَهُمْ ...الخ نتیجہ: ایسے لوگ اللہ کی لعنت کے مستحق ٹھہریں گے، اور ان کا ٹھکانہ برا ہے۔

﴿۲۶﴾ ازالہ شبہ: شبہ یہ ہے باوجود اس کے کہ اللہ تعالیٰ کی بغاوت کرتے ہیں پھر بھی خوشحالی کی زندگی گزار رہے ہیں؟ تو اس کا جواب دیا کہ رزق کی وسعت و تنگی سب کچھ اللہ کے اختیار میں ہے زندگی کی خوشحالی کا یہ معیار نہیں کہ یہ کافر لوگ دنیا کا ساز و سامان حاصل کر کے بڑے خوش ہو گئے ہیں حالانکہ دنیا کی نعمتیں آخرت کے مقابلہ میں عارضی ہیں اور کچھ حقیقت نہیں رکھتی، کیونکہ یہ دنیاوی زندگی آخرت کے مقابلہ میں متاع قلیل ہے۔

وَيَقُولُ الَّذِينَ كَفَرُوا لَوْلَا أُنْزِلَ عَلَيْهِ آيَةٌ مِنْ رَبِّهِ ۗ قُلْ إِنَّ اللَّهَ يُضِلُّ مَنْ

اور کہتے ہیں وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا کہ کیوں نہیں اتاری جاتی اس پر کوئی نشانی اس کے رب کی طرف سے (اے پیغمبر) آپ کہہ دیجئے بیشک اللہ تعالیٰ گمراہ کرتا ہے جسکو چاہے

يَشَاءُ وَيَهْدِي إِلَيْهِ مَنْ أَنَابَ ﴿٢٧﴾ الَّذِينَ آمَنُوا وَتَطْمَئِنُّ قُلُوبُهُمْ بِذِكْرِ اللَّهِ ۗ

اور ہدایت دیتا ہے اپنی طرف اس کو جو رجوع رکھتا ہے ﴿۲۷﴾ وہ لوگ جو ایمان لائے اور مطمئن ہوتے ہیں انکے دل اللہ کے ذکر سے آگاہ رہو کہ اللہ کے ذکر

أَلَا بِذِكْرِ اللَّهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوبُ ﴿٢٨﴾ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ طُوبَىٰ لَهُمْ وَحُسْنُ مَآبٍ ﴿٢٩﴾

کیساتھ ہی دل مطمئن ہوتے ہیں ﴿۲۸﴾ وہ لوگ جو ایمان لائے اور جنہوں نے اچھے کام کئے خوشخبری ہے ان کیلئے اور اچھا ٹھکانا ﴿۲۹﴾

كَذَٰلِكَ أَرْسَلْنَاكَ فِي أُمَّةٍ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهَا أُمَمٌ لِتَتْلُوَ عَلَيْهِمُ الَّذِي أَوْحَيْنَا

اسی طریقے سے ہم نے بھیجا ہے آپکو رسول بنا کر ایک امت میں تحقیق گزر چکی ہیں اس سے پہلے بہت سی امتیں تا کہ آپ تلاوت کریں ان پر وہ چیز جو ہم نے

إِلَيْكَ وَهُمْ يَكْفُرُونَ بِالرَّحْمَٰنِ ۚ قُلْ هُوَ رَبِّي لَا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَإِلَيْهِ مَتَابِ ﴿٣٠﴾

وحی کی ہے آپکی طرف اور یہ لوگ انکار کرتے ہیں رحمان کا آپ کہہ دیجئے وہ میرا رب ہے نہیں کوئی معبود اس کے سوا۔ اسی پر میں نے بھروسہ کیا ہے اور اسی کی طرف رجوع ہے ﴿۳۰﴾

وَلَوْ اَنَّ قُرْاٰنًا سُیِّرَتْ بِهِ الْجِبَالُ اَوْ قُطِّعَتْ بِهِ الْاَرْضُ اَوْ كُلِّمَ بِهِ الْمَوْتٰى بَلْ لِّلّٰهِ الْاَمْرُ

اور اگر کوئی قرآن ایسا ہوتا کہ اس کے ساتھ پہاڑوں کو چلایا جاتا یا اسکے ساتھ زمین کے ٹکڑے کئے جائے یا اسکے ساتھ مردوں سے کلام کیا جاتا (تو پھر بھی یہ لوگ نہ مانتے) بلکہ معاملہ

جَمِیْعًا ؕ اَفَلَمْ یَایْـَٔسِ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اَنْ لَّوْ یَشَآءُ اللّٰهُ لَهَدَى النَّاسَ جَمِیْعًا ؕ وَلَا یَزَالُ

سب کا سب اللہ کے ہاتھ میں ہے۔ کیا مایوس نہیں ہوئے وہ لوگ جو ایمان لائے ہیں کہ اگر اللہ تعالیٰ چاہے تو ہدایت دیدے سب لوگوں کو اور برابر رہیں گے وہ لوگ جنہوں نے

الَّذِیْنَ كَفَرُوْا تُصِیْبُهُمْ بِمَا صَنَعُوْا قَارِعَةٌ اَوْ تَحُلُّ قَرِیْبًا مِّنْ دَارِهِمْ حَتّٰى یَاْتِیَ

کفر کیا پہنچتی رہے گی انکو اس وجہ سے جو انہوں نے کیا کھٹکھٹانے والی چیز یا اتریگی وہ ان کے گھروں سے قریب یہاں تک کہ اللہ کا وعدہ آجائے بیشک اللہ تعالیٰ

وَعْدُ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا یُخْلِفُ الْمِیْعَادَ ﴿۳۱﴾

نہیں خلاف کرتا وعدہ کا ﴿۳۱﴾

ع۵ ۱۰

﴿۲۷﴾ وَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ...الخ ربط آیات : اوپر دو گروہوں کا ذکر تھا حق پرستوں اور باطل پرستوں کا آگے بھی انہیں دو گروہوں کا ذکر ہے، پہلے باطل پرستوں کا ذکر ہے۔

خلاصہ رکوع ❹ مشرکین کا شکوہ اور جواب شکوہ، مؤمنین کے اوصاف، ۱۔ ۲، نتیجہ مؤمنین، تذکیر بایام اللہ سے اثبات رسالت خاتم الانبیاء، حکمت ارسال رسل، مشرکین کی غلط فرمائشوں کا رد۔ ماخذ آیات ۲۷: تا ۳۱+

مشرکین کا شکوہ : کہ اس نبی پر کوئی نشانی ہماری فرمائشی کیوں نہیں اتری؟ جواب شکوہ : فرمایا فرمائشی معجزات میرے پاس نہیں ہیں بلکہ اللہ گمراہ کرتا ہے جس کو چاہتا ہے اور راہنمائی کرتا ہے جو اسکی طرف رجوع کرتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ جو شخص ضد اور ہٹ دھرمی کا مظاہرہ کرتا ہے اللہ تعالیٰ اسکو ہدایت کی راہ سے محروم کر دیتا ہے "خَتَمَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ" پھر اللہ تعالیٰ نے انکے دلوں پر ٹھپہ لگا دیا ہے۔

﴿۲۸﴾ مؤمنین کے اوصاف : ایمان والوں کو اس قرآن سے اطمینان قلب حاصل ہوتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ دل کو تسکین وحیات اللہ کے ذکر سے حاصل ہوتی ہے، علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ اس اطمینان کا سبب ایک نور الٰہی ہوتا ہے جو مؤمنین کے قلوب پر فائز ہوتا ہے جس سے پریشانی اور وحشت دور ہو جاتی ہے، اور یہ چیز دنیاوی مال و دولت سے حاصل نہیں ہوتی، اور اللہ کا سب سے بڑا ذکر قرآن کریم کی تلاوت ہے۔ اس سے گویا انسان اللہ تعالیٰ سے کلام کرنے کا شرف حاصل کرتا ہے۔

سؤال: اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ ذکر خدا سے دلوں کو تسکین ملتا ہے سورۃ انفال میں ہے "وَجِلَتْ قُلُوْبُهُمْ" دل ڈر جاتے ہیں تو اس کا جواب یہ ہے کہ دونوں جگہ الگ الگ مواقع کا ذکر ہے وعد و وعید کا ذکر ہو تو دل ڈر جاتے ہیں ثواب اور اطمینان کا بیان ہو تو دل کو ذکر خدا سے تسکین ملتی ہے۔

ذکر کی خاصیت

ذکر کی خاصیت اور اس کے درجات ہیں جس درجہ کا ذکر ہوتا ہے اسی درجہ کا اطمینان ہوتا ہے، اور ذاکر کا دل اللہ کی یاد سے آباد اور قناعت و غناء کی دولت سے ہمیشہ سرشار ہوتا ہے، سخت سے سخت گھڑی اور کٹھن سے کٹھن منزل پر جزع وفزع، گھبراہٹ اور بے چینی نہیں ہوتی، اس کا سکون و اطمینان برقرار رہتا، اس لئے کہ اس کا دل و زبان یاد الٰہی سے معمور ہوتا ہے، اور یاد الٰہی دل و دماغ میں ایسی

رچی بسی ہوتی ہے کہ اس کی کوئی حرکت اللہ کی یاد سے خالی نہیں ہوتی، حتی کہ وہ اپنی زندگی کو یاد الٰہی کا مقصد اور غایت بنالیتا ہے، کام کرے گا تو "بسم اللہ" پڑھ کر کرے گا اور ہر نعمت پر اس کا شکر ادا کرے گا ہر کوتاہی اور قصور پر اس کے آگے معافی مانگے گا۔ ہر حاجت وضرورت کے وقت اس کے حضور ہاتھ پھیلائے گا، ہر مشکل میں اس کو پکارے گا، ہر مصیبت میں "انا للہ" کہے گا کبریائی وعظمت کے موقع پر بے ساختہ اس کے منہ سے "اللہ اکبر" نکلے گا اگر کوئی بری بات اس کے کان میں پڑے گی تو "معاذ اللہ" اور "نعوذ باللہ" اور ہر نامناسب بات پر "لاحول ولا قوۃ" کے الفاظ زبان پر جاری ہوجائیں گے، اٹھتے بیٹھتے ہر کام اور ہر بات پر "الحمد للہ" ،سبحان اللہ، ما شاء اللہ، انشاء اللہ" جیسے بابرکات کلمات اس کی زبان سے ادا ہوتے رہیں گے۔ یہ اللہ سے اس کی محبت اور تعلق کا نہایت بین ثبوت ہوگا۔

ذاکر معاملات اور تجارت میں مصروف ہوگا مگر اس کا دل ودماغ غافل نہ ہوگا بلکہ اس کے دل پر جاری ہوں گے "بارك الله، يرحمك الله، يغفر الله، رحمة الله، والله، بالله، الا الله" یا اپنی زبان میں ان الفاظ کے معنی وغیرہ جملوں سے زبان تر رہتی ہے۔

فضائل ذکر اللہ

حدیث میں آیا ہے کہ "اللہ کا ذکر جہاد اور صدقات اور خیرات سب سے افضل ہے۔" حضرت امام غزالی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: ذکر الٰہی کیلئے ایک مغز اور تین پوست ہیں، اور مغز مقصود بالذات ہے مگر پوست تو اس لئے مقصود اور محبوب ہیں کہ وہ مغز تک پہنچنے کے ذرائع اور اسباب ہیں۔

❶ پہلا پوست صرف زبان سے ذکر کرنا ہے۔ ❷ دوسرا پوست قلب سے ذکر کرنا اور جبراً بہ تکلف اس کا خوگر ہونا ہے، یاد رکھو کہ قلب کو اپنی حالت پر چھوڑنا نہیں چاہئے کیونکہ اس سے تفکرات اور تخیلات میں پڑنے سے پریشانی ہوتی ہے لہٰذا مناسب ہے کہ اس کی مرغوب شئی یعنی ذکر الٰہی اس کے حوالے کردی جائے تا کہ اس کو اطمینان حاصل ہوجائے۔ ❸ تیسرا پوست یہ ہے کہ ذکر الٰہی قلب میں جگہ کرلے اور ایسا پیوست ہوجائے کہ اس کا چھڑانا دشوار ہوجائے، اس کا مطلب یہ ہے کہ دوسرے درجے میں جس طرح قلب کو ذکر کی عادت ڈالنے کی دقت پیش آئی تھی۔ اس تیسرے درجے میں قلب سے ذکر اللہ کی عادت چھڑانا اس سے زیادہ دشوار ہو۔ (تبلیغ دین الامام غزالی، ص۔ ۵۰)

کلمہ طیبہ کی فضیلت: امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ السامی نے فرمایا ہے کہ لوگ کلمہ طیبہ کی برکتوں سے واقف نہیں ہیں۔ اگر حق تعالیٰ تمام دنیا کو ایک بار کلمہ پڑھنے پر بخش دیں اور بہشت میں بھیج دیں تو گنجائش رکھتا ہے اور ظاہر ہوجاتا ہے کہ کلمہ طیبہ کی برکتیں اگر تمام جہان میں بانٹ دی جائیں تو ہمیشہ سب کو کفایت کریں اور تروتازہ رکھیں اور انسان جان لے کہ کفر اور کدورت کے دور کرنے کے لئے کلمہ طیبہ سے بہتر اور کوئی شفاعت کرنے والا عمل نہیں ہے اس لئے ہمیشہ کی نیک بختی اور دولت کا راز یہی کلمہ طیبہ ہے یعنی "لا الٰہ الا اللہ" کیا ہی اچھی نعمت ہے کہ جو فتح ہے اس سے حاصل ہے اور جو بھید ہے اس سے حل ہوجاتا ہے اور طالب کا مطلب بھی اس سے ظاہر ہوجاتا ہے۔ یہی کلمہ ہے جو دردمندوں کے زخم کا مرہم ہے، اور مسکینوں کے دکھ کی دوا ہے، یہی کلمہ ہے جو عاشقوں کا وظیفہ اور مشتاقوں کی جان کا غم خوار ہے، یہی کلمہ ہے جو اس راستے کے چلنے والوں کو اپنے آپ سے دور اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک کرتا ہے، یہی کلمہ ہے جو انسان کے دل کو "لا" کے ذریعے پاک وصاف کرتا ہے اور سالک کو غیروں کی پکڑ سے چھڑا کر اپنے آپ سے بھی بے خبر کردیتا ہے چنانچہ بزرگوں نے الفاظ اور معانی دونوں کے ساتھ فرمایا ہے اور لکھ دیا ہے کہ حق تعالیٰ کے طالب کے لئے تمام اذکار سے کلمہ طیبہ کا ذکر بہت بہتر ہے۔

اشعار:

عاشقاں جان و دل نثار کنند بر سر لا الٰہ الا اللہ
افضل و بہترین ذکر خدا کلمہ لا الٰہ الا اللہ

جو لوگ اللہ تعالیٰ کے سچے عاشق ہیں وہ اپنی جان و دل کو "لا الٰہ الا اللہ" پر قربان کر دیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا افضل اور سب سے بہتر ذکر کلمہ "لا الٰہ الا اللہ" ہے۔ اور یہ جاننا چاہئے کہ اس کلمہ طیبہ کا مغز اسم ذات لفظ اللہ ہے اور اس کو اسم ذات اس لئے کہا گیا ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کا ذاتی نام ہے باقی نام صفاتی ہیں۔ پس اسم ذات کو اسمائے صفات پر وہی فضیلت ہے جو ذات کو صفات پر ہوتی ہے۔ (عمدۃ السلوک: ص ۲۴، ۲۵، ۲۶)

کلمہ طیبہ کا فیضان

❶ نور ہدایت۔ ❷ نور کفایت۔ ❸ نور عنایت، نور ہدایت کے نصیبہ کی وجہ سے شرک کی ظلمت و تاریکی کو نکال دیا جاتا ہے جس پر نور کفایت کا فیضان ہوا وہ ہر قسم کے گناہ کبیرہ سے فحش باتوں سے محفوظ ہو جاتا ہے اور جو نور عنایت سے نوازا گیا وہ فاسد خطروں اور اھل غفلت جیسی حرکتوں سے مامون ہو جاتا ہے۔ پہلے نور کے نصیبے والے وہ ہیں جو ذاکر لسانی ہیں۔ قلب متاثر و حاضر نہیں دوسرا نور ذاکر کے قلب کا حصہ ہے۔ تیسرا نور ان کے لئے ہے جو کسی وقت بھی اپنے رب کو نہیں بھولتے اس کی طرف اس آیت میں اشارہ ہے "فَمِنْهُمْ ظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ وَمِنْهُمْ مُّقْتَصِدٌ وَمِنْهُمْ سَابِقٌۢ بِالْخَيْرٰتِ" پھر بعضے تو ان میں اپنی جانوں پر ظلم کرنے والے ہیں اور بعضے متوسط درجے کے ہیں اور بعضے ان میں ایسے ہیں جو خدا کی توفیق سے نیکیوں میں ترقی کئے چلے جاتے ہیں۔

کلمہ طیبہ کے نکات: اس کلمہ میں بے شمار عجیب عجیب نکات ہیں ا**ایک**: یہ ہے کہ کلمہ شریف کو جوف دھن سے تعلق ہے لبوں سے کوئی لگاؤ نہیں یہ اشارہ ہے کہ اس کلمہ کا پڑھنا خالص جوف یعنی قلب سے چاہئے۔ **دوسرے**: یہ کہ تمام حروف اس کے بے نقطہ ہیں اس میں اشارہ ہے کہ خدا تعالیٰ کے سوا ہر ایک سے تجرد کرنا چاہئے اس کے ذکر میں ہر ماسوا کے خیال سے قطع تعلق کرنا چاہئے۔ ماسوا اللہ کی گرفتاری اور تعلق سے دل نے صاف کرنا چاہئے۔ **تیسرا**: یہ کہ ایک برس کے بارہ مہینے ہیں اسی طرح کلمہ شریف میں بارہ حروف ہیں۔ اس میں یہ بھید ہے کہ جو شخص دلی عقیدت مندی سے اس کو پڑھے گا اس کے ایک سال کے گناہ معاف ہو جائیں گے۔

چوتھے: یہ کہ رات دن کے چوبیس گھنٹے ہیں اس کلمہ کے حروف بھی "مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ" کو ملا کر چوبیس ہیں تو اس میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ جو شخص اس متبرک کلمہ کو دن رات میں ایک دفعہ پڑھے گا اس کا ہر ہر حرف رات اور دن کے ہر ہر گھنٹہ کے گناہ کا کفارہ ہو جائے گا۔ **پانچویں**: یہ کہ اس میں سات کلمہ ہیں اور دوزخ کے بھی سات دروازے ہیں اس میں اشارہ ہے کہ اس کا ہر ہر کلمہ دوزخ کے ہر دروازہ کو اس کے پڑھنے والے کیلئے بند کر دیگا۔

اہل تشیع کی غلط تفسیر

تفسیر قمی میں ہے کہ اس آیت میں "اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا" سے مراد تو شیعہ ہیں اور "بِذِكْرِ اللّٰهِ" سے معصومین اور ائمہ کرام ہیں۔
(ترجمہ مقبول: ص ۵۰۲، تفسیر قمی: ص ۳۴۰)

جواب: یہ سورۃ مکی ہے اس وقت نہ شیعہ کا وجود تھا اور نہ ہی ائمہ معصومین تھے تو یہ قرآن کریم کی اس آیت کا مصداق کیسے ہو سکتے ہیں؟

﴿۲۹﴾ **نتیجہ مؤمنین**: خوشحالی ہے ان کے واسطے اور اچھا ٹھکانا، دنیا میں خوشحالی سکون قلب سے اور آخرت میں سایہ دار

درخت، طوبیٰ اور رب تعالیٰ کی رضا و زیارت وقرب سے۔ لغت عرب میں "طُوْبیٰ" کے معنی نہایت درجہ کی خوشی اور شادمانی کے ہیں اور بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے "طُوْبیٰ" جنت میں ایک درخت ہے۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ حضور ﷺ کے سامنے "طُوْبیٰ" کے درخت کا ذکر آیا تو فرمایا ابوبکر رضی اللہ عنہ کیا تم کو معلوم ہے کہ "طُوْبیٰ" کیا ہے؟ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا اللہ اور اس کا رسول ﷺ ہی خوب جانتے ہیں فرمایا! "طُوْبیٰ" جنت میں ایک درخت ہے جسکی لمبائی سے اللہ ہی واقف ہے اسکی ایک شاخ کے نیچے ستر برس تک گھوڑا سوار چلتا رہے (تو اسکو طے نہ کر پائے)...الخ (ازالۃ الخفاء وحاشیہ مظہری اردو)

اہل تشیع کا طوبیٰ کے بارے میں عقیدہ

چنانچہ ابوالحسن علی بن ابراہیم القمی ...الخ تفسیر قمی میں لکھتے ہیں کہ: شیعوں کے علاوہ کسی کو اس درخت کا سایہ نصیب نہ ہوگا۔ (قمی: ص۔ ۳۴۰) مگر یاد رکھیں یہ تفسیر من گھڑت ہے۔

﴿۳۰﴾ **تذکیر بایام اللہ سے اثبات رسالت خاتم الانبیاء** : چنانچہ فرماتے ہیں اے نبی: جس طرح ہم نے آپ سے پہلے پیغمبروں کو انکی امتوں کی طرف بھیجا اسی طرح ہم نے آپ کو ایک امت میں بھیجا۔ تَتْلُوَا ...الخ **حکمت ارسال رسل**: تا کہ آپ ان کو وہ کتاب پڑھ کر سنادیں جو ہم نے آپ کے پاس وحی کے ذریعے بھیجی ہے اور انکو اس نعمت عظمیٰ کی قدر کرنی چاہئے۔

وَهُمْ يَكْفُرُوْنَ بِالرَّحْمٰنِ :علامہ بغوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: کہ قتادہ رحمۃ اللہ علیہ مقاتل رحمۃ اللہ علیہ اور ابن جریج رحمۃ اللہ علیہ کا یہ بیان نقل کیا ہے اسکی توضیح اس طرح ہے کہ جب قریش اور صحابہ رضی اللہ عنہم کا صلح نامہ لکھنے پر اتفاق ہو گیا اور سہل بن عمرو قریش کی طرف سے نمائندہ کی حیثیت سے آیا تو رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا لکھو "بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ" قریش بولے ہم تو "رَحْمٰن" کو نہیں جانتے ہم تو صرف یمامہ والے رحمٰن (یعنی مسیلمۃ الکذاب) کو جانتے ہیں (ہم اللہ کو رحمٰن نہیں کہتے) تم وہی لکھو جو پہلے لکھتے تھے یعنی "باسمك اللهم" (سے تحریر شروع کرو) "وَهُمْ يَكْفُرُوْنَ بِالرَّحْمٰنِ" کا یہی مطلب ہے (یعنی یہ لوگ اللہ کے رحمٰن ہونے کا انکار کرتے ہیں)۔

علامہ بغوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ (عام اہل تفسیر میں) مشہور ہے کہ یہ آیت مکی ہے ابوجہل وغیرہ کے حق میں نازل ہوئی حجر اسود کے پاس رسول اللہ ﷺ دعا میں "یا اللہ یا رحمن" فرما رہے تھے ابوجہل نے یہ لفظ سنا فوراً مشرکوں کے پاس آکر کہا کہ محمد دو معبودوں کو پکار رہے تھے اللہ کو اور رحمٰن کو اور ہم تو یمامہ والے رحمٰن کے علاوہ کسی اور رحمٰن سے واقف نہیں (پھر وہ رحمٰن کونسا ہے جسکو محمد ﷺ پکار رہے تھے) اس پر یہ آیت نازل ہوئی "قُلِ ادْعُوا اللّٰهَ اَوِ ادْعُوا الرَّحْمٰنَ اَيًّا مَّا تَدْعُوْا فَلَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى" ضحاک رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا قول نقل کیا ہے کہ یہ آیت کفار قریش کے حق میں نازل ہوئی جبکہ رسول اللہ نے ان سے فرمایا تھا کہ رحمٰن کو سجدہ کرو کافروں نے جواب میں کہا رحمٰن کیا چیز ہے؟

﴿۳۱﴾ **مشرکین کی غلط فرمائش کا رد** : ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ نے عطیہ عوفی کا بیان نقل کیا ہے کہ قریش نے رسول اللہ سے عرض کیا کہ اگر مکہ کے پہاڑوں کو یہاں سے چلا دیں کہ میدان نکل آئے اور ہم اس میں کھیتی کریں یا جس طرح ہوا کے ذریعے سے سلیمان علیہ السلام قطع مسافت کرتے تھے اور قوم کو ہوا کے دوش پر قطع مسافت کراتے تھے۔ آپ (ﷺ) بھی ہمارے لئے ایسا ہی کر دیتے یا جس طرح عیسیٰ علیہ السلام مردوں کو زندہ کر دیتے تھے آپ ﷺ بھی ہمارے مردوں کو زندہ کر دیتے۔ (تو ہم ایمان لے آتے) اس پر آیت مذکورہ نازل ہوئی۔ (مظہری ص ۳۹۰ ج۔ ۵)

يَايْـَٔسِ : کا عام فہم معنیٰ تو مایوسی ہے مطلب یہ ہے کہ اہل ایمان ان مشرکوں کی حیلا جوئی اور معاندانہ بحثوں کو دیکھنے اور جاننے کے باوجود ابتک ان کے ایمان لانے سے مایوس نہیں ہوئے تھے اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو سب کو ہدایت دے دیتا۔ تاہم بعض مفسرین فرماتے ہیں "يَايْـَٔسِ" کا معنیٰ یقینی بات ہے اور اس طرح جملہ کا مفہوم یہ ہوگا کہ اہل ایمان کیلئے یہ یقینی بات نہیں ہے کہ

اللہ تعالیٰ چاہے تو سب کو ہدایت دے دے مگر وہ ایسا نہیں کرے گا۔ اہل ایمان کو مشرکین سے ایمان کی توقع نہیں رکھنی چاہئے۔ اور اس کا ایک معنیٰ "یَعۡلَمُ" بمعنیٰ جاننا بھی آتا ہے مطلب یہ ہے کہ کیا اہل ایمان نے اس بات کو نہیں جانا کہ اگر اللہ چاہے تو سب کو راہ راست پر لے آئے مگر یہ اس کی حکمت کے منافی ہے۔ (معالم العرفان: ص ۱۲۸:: ۱۲۹ ج ۱۱)

حَتّٰى يَاْتِيَ وَعۡدُ اللّٰهِ: اس وعدہ سے مراد فتح مکہ یا قیامت کا دن ہے چونکہ اس دن کا وعدہ سب پیغمبروں نے کیا ہے۔

وَلَقَدِ اسۡتُهۡزِئَ بِرُسُلٍ مِّنۡ قَبۡلِكَ فَاَمۡلَيۡتُ لِلَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا ثُمَّ اَخَذۡتُهُمۡ فَكَيۡفَ

اور البتہ ٹھٹا کیا گیا رسولوں کے ساتھ آپ سے پہلے۔ پس میں نے مہلت دی ان لوگوں کو جنہوں نے کفر کیا۔ پھر میں نے پکڑا ان کو پس

كَانَ عِقَابِ ﴿۳۲﴾ اَفَمَنۡ هُوَ قَآئِمٌ عَلٰى كُلِّ نَفۡسٍۢ بِمَا كَسَبَتۡ ۚ وَجَعَلُوۡا لِلّٰهِ شُرَكَآءَ ؕ قُلۡ

کیسی تھی سزا ﴿۳۲﴾ بھلا وہ ذات جو قائم ہے ہر ایک نفس پر جو اس نے کمایا ہے اور ٹھہرائے ہیں ان لوگوں نے اللہ کے لئے شریک آپ کہہ دیجئے ان کے نام لو۔

سَمُّوۡهُمۡ ؕ اَمۡ تُنَبِّـئُوۡنَهٗ بِمَا لَا يَعۡلَمُ فِى الۡاَرۡضِ اَمۡ بِظَاهِرٍ مِّنَ الۡقَوۡلِ ؕ بَلۡ زُيِّنَ لِلَّذِيۡنَ

کیا تم بتلاتے ہو اسکو وہ جو نہیں جانتا وہ زمین میں یا سرسری بات۔ بلکہ مزین کیا گیا ہے ان لوگوں کیلئے جنہوں نے کفر کیا ان کا مکر۔

كَفَرُوۡا مَكۡرُهُمۡ وَصُدُّوۡا عَنِ السَّبِيۡلِ ؕ وَمَنۡ يُّضۡلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنۡ هَادٍ ﴿۳۳﴾

اور روکے گئے ہیں وہ راستے سے اور جس کو اللہ تعالیٰ گمراہ کر دے پس نہیں ہے اسکو کوئی ہدایت دینے والا ﴿۳۳﴾

لَهُمۡ عَذَابٌ فِى الۡحَيٰوةِ الدُّنۡيَا وَلَعَذَابُ الۡاٰخِرَةِ اَشَقُّ ۚ وَمَا لَهُمۡ مِّنَ اللّٰهِ مِنۡ وَّاقٍ ﴿۳۴﴾

ان لوگوں کیلئے عذاب ہے دنیا کی زندگی میں اور آخرت کا عذاب بہت سخت ہے اور نہیں ہوگا انکے لئے اللہ سے کوئی بھی بچانے والا۔ ﴿۳۴﴾

مَثَلُ الۡجَنَّةِ الَّتِىۡ وُعِدَ الۡمُتَّقُوۡنَ ؕ تَجۡرِىۡ مِنۡ تَحۡتِهَا الۡاَنۡهٰرُ ؕ اُكُلُهَا دَآئِمٌ وَّظِلُّهَا ؕ تِلۡكَ

مثال اور (حال) اس جنت کا جسکا وعدہ کیا گیا ہے متقیوں کے ساتھ جاری ہیں اس کے سامنے نہریں اور پھل اس کے ہمیشہ رہنے والے ہیں اور اس کا سایہ بھی۔ یہ ہے

عُقۡبَى الَّذِيۡنَ اتَّقَوا ‌ۖ وَّعُقۡبَى الۡكٰفِرِيۡنَ النَّارُ ﴿۳۵﴾ وَالَّذِيۡنَ اٰتَيۡنٰهُمُ الۡكِتٰبَ يَفۡرَحُوۡنَ

انجام ان لوگوں کا جو ڈرتے رہے اور انجام کفر کرنیوالوں کا جہنم کی آگ ہے ﴿۳۵﴾ اور وہ لوگ جنکو دی ہے ہم نے کتاب خوش ہوتے ہیں اس چیز پر جو اتاری گئی ہے

بِمَاۤ اُنۡزِلَ اِلَيۡكَ وَمِنَ الۡاَحۡزَابِ مَنۡ يُّنۡكِرُ بَعۡضَهٗ ؕ قُلۡ اِنَّمَاۤ اُمِرۡتُ اَنۡ اَعۡبُدَ اللّٰهَ

آپکی طرف اور بعض فرقوں میں سے وہ ہیں جو اس کی بعض باتوں میں سے انکار کرتے ہیں آپ کہہ دیجئے بیشک مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں عبادت کروں اللہ کی اور اسکے

وَلَاۤ اُشۡرِكَ بِهٖ ؕ اِلَيۡهِ اَدۡعُوۡا وَاِلَيۡهِ مَاٰبِ ﴿۳۶﴾ وَكَذٰلِكَ اَنۡزَلۡنٰهُ حُكۡمًا عَرَبِيًّا ؕ وَلَئِنِ

ساتھ کسی کو شریک نہ بناؤں اسی کیطرف میں دعوت دیتا ہوں اور اسی کیطرف میرا لوٹ کر جانا ہے ﴿۳۶﴾ اور اسی طرح اتارا ہے ہم نے اسکو ایک فیصلہ عربی زبان میں اور اگر آپ

اتَّبَعۡتَ اَهۡوَآءَهُمۡ بَعۡدَ مَا جَآءَكَ مِنَ الۡعِلۡمِ ۙ مَا لَكَ مِنَ اللّٰهِ مِنۡ وَّلِىٍّ وَّلَا وَاقٍ ﴿۳۷﴾ ع ۱۱

پیروی کریں گے انکی خواہشات کی بعد اس کے کہ آپ کے پاس علم آچکا ہے تو نہیں ہوگا آپ کیلئے اللہ کے سامنے کوئی حمایت کرنیوالا اور نہ کوئی بچانے والا ﴿۳۷﴾

﴿۳۲﴾ وَلَقَدِ اسْتُهْزِئَ بِرُسُلٍ مِّنْ قَبْلِكَ ...الخ ربط آیات :اوپر فرائض خاتم الانبیاء کا ذکر تھا آگے تسلی خاتم الانبیاء کا ذکر ہے کہ اگر یہ لوگ آپ ﷺ سے استہزاء کریں تو گھبرائیں نہیں پہلے رسولوں کیساتھ بھی استہزاء ہوتے رہے ہیں۔

خلاصہ رکوع ۵ تسلی خاتم الانبیاء، مجرمین کیلئے مہلت، مجرمین کی گرفت، مجرمین سے احتجاج، مجرمین کیلئے نتیجہ دنیوی واخروی، مؤمنین کیلئے انعامات، نتیجہ، کفار کا نتیجہ، کیفیت اہل کتاب، فرائض خاتم الانبیاء، لسان قرآن، تنبیہ خاتم الانبیاء۔

ماخذ آیات ۳۲ تا ۴۳+

تسلی خاتم الانبیاء : جو کچھ آپ کیساتھ ہو رہا ہے یہ کوئی نئی چیز نہیں بلکہ آپ (ﷺ) سے پہلے جو رسول آئے انکی امتوں نے بھی ان کیساتھ استہزاء کیا۔ انہوں نے اسپر صبر کیا آپ بھی صبر کریں۔ فَأَمْلَيْتُ ...الخ مجرمین کیلئے مہلت :اس مہلت سے وہ اور زیادہ بغاوت پر اتر آئے۔ ثُمَّ أَخَذْتُهُمْ ...الخ مجرمین کی گرفت : پھر میں نے انکی گرفت کرلی، ایسی گرفت کی کہ ان کے بچنے کا کوئی ٹھکانہ نہ تھا۔ تو جب مشرکین مکہ کی گرفت ہوگی تو یہ بھی اپنی جانوں کو نہیں بچا سکیں گے۔

﴿۳۳﴾ مجرمین سے احتجاج :"أَفَمَنْ هُوَ قَائِمٌ عَلَىٰ كُلِّ نَفْسٍ" :اس میں مشرکین کی جہالت اور بے عقلی کو سامنے رکھتے ہوئے ان سے احتجاج کیا گیا ہے کہ تم کیسے بے وقوف ہو کہ بے جان اور بے شعور بتوں کو اللہ تعالیٰ کی ذات کے برابر ٹھہراتے ہو جو ہر نفس پر نگران اور اس کے اعمال و افعال کا محاسبہ کرنے والا ہے۔ "وَجَعَلُوا لِلَّهِ شُرَكَاءَ" اس میں مشرکین پر تنبیہ ہے کہ اللہ کی ذات اکیلی ہے تم اس کیلئے کیسے شریک تجویز کرتے ہو۔ لہٰذا ہر شخص کو خود ہی غور و فکر کرنا چاہئے تا کہ اپنی جہالت اور ضلالت کا فیصلہ کر سکے۔

قُلْ سَمُّوهُمْ :دلیل برہانی کے طریقے پر شرک کا رد فرمایا۔ اگر اس کا کوئی شریک ہے تو اس کا نام بتاؤ وہ کون ہے؟ اور اس کی کیا حیثیت ہے؟ علامہ آلوسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں جن کو تم اللہ کا شریک ٹھہراتے ہو وہ ایسے حقیر ہیں کہ قابل ذکر بھی نہیں۔

أَمْ تُنَبِّئُونَهُ : کنایۃً احتجاج : یعنی معلوم کی نفی سے علم کی نفی ہو رہی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ تم اللہ تعالیٰ کو یہ بتا رہے ہو کہ آپ کے شریک بھی ہیں جن کا آپ کو پتہ نہیں ہے ہم آپ کو بتا رہے ہیں۔ (العیاذ باللہ) أَمْ بِظَاهِرٍ مِّنَ الْقَوْلِ ...الخ استدراجاً احتجاج : مطلب یہ ہے کہ ذرا تعصب سے خالی ہو کر اپنے ضمیر کی طرف رجوع کریں تو خود ان کا ضمیر بھی ان لغویات سے اعراض کرے گا اس لیے کہنا چاہئے جن کو تم خدا کا شریک ٹھہراتے ہو محض خالی الفاظ ہیں جس کے نیچے کوئی حقیقت نہیں ہے اس لئے کہنا چاہئے کہ یہ سب اوپر اوپر کی باتیں ہیں جن کو انسانی ضمیر اور انسانی فطرت دونوں مردود ٹھہرا چکے ہیں۔

بَلْ زُيِّنَ ...الخ اصل سبب : پھر فرمایا کہ اصل سبب اس کا یہ ہے کہ شیطان نے ان کی اس جہالت ہی کو ان کی نظر میں مزین کر رکھا ہے اور وہ اسی کو بڑا کمال اور کامیابی سمجھتے ہیں۔ ﴿۳۴﴾ مجرمین کیلئے دنیوی اور اخروی نتیجہ : جس سے سوائے اللہ کے کوئی بچانے والا نہیں۔

﴿۳۵﴾ مؤمنین کیلئے انعامات اور ان کا انجام اور کفار کا انجام : جنت کے پھل ہمیشہ رہیں گے مطلب یہ ہے کہ جب ایک بار پھل کھا لیا ہے تو دوسرا اس کی جگہ پر لگ جائے گا، اور اس کا سایہ بھی ہمیشہ رہے گا دونوں چیزیں کبھی بھی ختم نہیں ہونگیں، اور کفار کا ٹھکانہ دوزخ ہے جو دائمی مقام ہے۔

﴿۳۶﴾ کیفیت اہل کتاب : علامہ آلوسی رحمہ اللہ لکھتے ہیں اہل کتاب سے یہود و نصاریٰ مراد ہیں جنہوں نے اسلام قبول کر لیا تھا وہ اسی سے مشہور تھے۔ ان میں سے چالیس اشخاص نصاریٰ نجران میں سے تھے، اور آٹھ یمن کے تھے، اور (۳۲) حبشہ کے تھے۔ اسی طرح کچھ لوگ یہودیوں سے بھی مسلمان ہو گئے تھے جیسے حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ اور بعض احکام کے منکر بن جاتے تھے

جوان کے مزاج اور طبیعت کے مخالف ہوتے جیسے قصہ رجم ہے۔ (روح المعانی، ص:۲۰۷، ج ۱۳)

قُلْ اِنَّمَآ اُمِرْتُ ...الخ فرائض خاتم الانبیاء :احکام دو قسم پر ہیں۔ ① اصول۔ ② فروع اگر تم اصول میں مخالفت کرتے ہو تو وہ تو سب شرائع میں مشترک ہیں چنانچہ مجھ کو تو توحید الٰہی کے متعلق صرف یہی حکم ہوا ہے میں اللہ تعالیٰ کی عبادت کروں اور کسی کو شریک نہ ٹھہراؤں اور نبوت کے سلسلہ میں تو میں صرف داعی الی اللہ ہوں اور قیامت کے متعلق میرا عقیدہ اور نظریہ یہ ہے کہ مجھے صرف اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔ یہ تینوں بنیادی اصول ہیں توحید کا اسی آیت میں ذکر ہے نبوت کا ذکر داعی ہونے کے اعتبار سے دوسرے مقام پر ذکر ہے "مَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ يُّؤْتِيَهُ اللّٰهُ الْكِتٰبَ ...الخ اسی طرح قیامت کا عقیدہ بھی مشترک ہے جو قابل انکار نہیں اور اگر فروع میں مخالفت ہو تو اس کا جواب اگلی آیت میں موجود ہے۔

﴿۳۷﴾ لسان قرآن : قرآن کریم عربی زبان میں نازل ہوا ہے جس طرح پہلے انبیاء علیہم السلام پر ان کی قوموں کی زبان میں کتابیں نازل ہوئیں تھیں حاصل جواب یہ ہے کہ فروع کا اختلاف امم کے اختلاف کی وجہ سے ہوا ہے کیونکہ مصالح امم کے ہر زمانہ میں جدا تھے بس یہ اختلاف شرائع کی مخالفت کا تقاضا نہیں کرتا۔ وَلَئِنِ اتَّبَعْتَ اَهْوَآءَهُمْ ...الخ تنبیہ خاتم الانبیاء : بظاہر خطاب آنحضرت ﷺ کو ہے اور حقیقت میں اہل ایمان کو دین پر ثابت قدم رکھنے کی تلقین ہے۔

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلًا مِّنْ قَبْلِكَ وَجَعَلْنَا لَهُمْ اَزْوَاجًا وَّذُرِّيَّةً ۭ وَمَا كَانَ لِرَسُوْلٍ

البتہ تحقیق بھیجے ہم نے رسول آپ سے پہلے اور جنے بنائیں ان کیلئے بیویاں اور اولاد اور نہیں تھا کسی رسول کیلئے کہ وہ لائے کوئی نشانی مگر اللہ کے حکم سے۔

اَنْ يَّاْتِيَ بِاٰيَةٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ۭ لِكُلِّ اَجَلٍ كِتَابٌ ﴿۳۸﴾ يَمْحُوا اللّٰهُ مَا يَشَاۗءُ وَيُثْبِتُ ښ وَعِنْدَهٗٓ

ہر ایک وعدے کیلئے ایک لکھا ہوا نوشتہ ہے ﴿۳۸﴾ اللہ مٹاتا ہے جو چاہے اور ثابت رکھتا ہے (جسکو چاہے) اور اسی کے پاس

اُمُّ الْكِتٰبِ ﴿۳۹﴾ وَاِنْ مَّا نُرِيَنَّكَ بَعْضَ الَّذِيْ نَعِدُهُمْ اَوْ نَتَوَفَّيَنَّكَ فَاِنَّمَا عَلَيْكَ الْبَلٰغُ

ہے اصل کتاب ﴿۳۹﴾ اور اگر دکھلا دیں ہم آپکو وہ چیز جسکا ہم ان سے وعدہ کرتے ہیں یا ہم آپکو وفات دے دیں گے پس بیشک آپکے اوپر ہے پہنچا دینا اور ہمارے

وَعَلَيْنَا الْحِسَابُ ﴿۴۰﴾ اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّا نَاْتِي الْاَرْضَ نَنْقُصُهَا مِنْ اَطْرَافِهَا ۭ وَاللّٰهُ

ذمے ہے حساب لینا۔ ﴿۴۰﴾ کیا نہیں دیکھا ان لوگوں نے کہ بیشک ہم آتے ہیں زمین پر ہٹاتے ہیں اسکو اسکے اطراف سے اور اللہ تعالیٰ حکم کرتا ہے

يَحْكُمُ لَا مُعَقِّبَ لِحُكْمِهٖ ۭ وَهُوَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ﴿۴۱﴾ وَقَدْ مَكَرَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَلِلّٰهِ

کوئی نہیں ہے پیچھے ہٹانے والا اسکے حکم کو اور وہ جلد حساب لینے والا ہے ﴿۴۱﴾ اور تحقیق مخفی چالیں چلیں ان لوگوں نے جو ان سے پہلے تھے پس تمام تدبیر

الْمَكْرُ جَمِيْعًا ۭ يَعْلَمُ مَا تَكْسِبُ كُلُّ نَفْسٍ ۭ وَسَيَعْلَمُ الْكُفّٰرُ لِمَنْ عُقْبَى الدَّارِ ﴿۴۲﴾

اللہ کے قبضے میں ہے وہ جانتا ہے جو کچھ کماتا ہے ہر نفس اور عنقریب جان لیں گے کفر کرنے والے کہ کس کیلئے ہے آخرت کا گھر ﴿۴۲﴾

وَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَسْتَ مُرْسَلًا ۭ قُلْ كَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًاۢ بَيْنِيْ وَبَيْنَكُمْ ۙ

اور کہتے ہیں وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا کہ نہیں ہے تو بھیجا ہوا رسول آپ کہہ دیجئے کہ کافی ہے اللہ تعالیٰ میرے درمیان اور تمہارے درمیان گواہ

وَمَنْ عِنْدَهٗ عِلْمُ الْكِتٰبِ ﴿۴۳﴾

اور وہ جسکے پاس کتاب کا علم ہے ﴿۴۳﴾

مشرکین کے شبہات اور ان کے جوابات

﴿۳۸﴾ وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلًا مِّنْ قَبْلِكَ ...الخ ربط آیات : اوپر بھی آپ ﷺ کیلئے تسلی کا مضمون تھا اب بھی تسلی کا مضمون ہے۔

خلاصہ رکوع ❻ تذکیر بایام اللہ سے اثبات رسالت خاتم الانبیاء، منکرین رسالت کے شبہات و جوابات، احکام خداوندی میں ترمیم و تنسیخ کا بیان، تخویف مشرکین، تسلی خاتم الانبیاء، منکرین کی تدبیر، منکرین رسالت کا شکوہ اور جواب شکوہ۔

ماخذ آیات ۳۸ تا ۴۳+

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا ...الخ تذکیر بایام اللہ سے اثبات رسالت خاتم الانبیاء۔ وَجَعَلْنَا لَهُمْ : شبہ اول : کہ آپ ﷺ کی نبوت پر طعن کرتے ہوئے کہتے ہیں آپ کی بیویاں زیادہ کیوں ہیں؟ جواب: آپ سے پہلے جو انبیاء تھے ان کی ازواج و اولاد تھی۔ چنانچہ حضرت داؤد علیہ السلام کی ایک سو بیویاں تھیں۔ (خازن: ص: ۶۹، ج: ۳)

اور حضرت سلیمان علیہ السلام کی تین سو آزاد بیویاں اور سات سو باندیاں تھیں (خازن حوالہ بالا) اور آنحضرت ﷺ کی تو صرف نو یا گیارہ ازواج اور حرم تھیں، اسی طرح حضرت یعقوب علیہ السلام کے بارہ بیٹے تھے۔ اور آنحضرت ﷺ کے تو صرف تین بیٹے اور چار بیٹیاں تھیں۔ (ترتیب اس طرح ہے، قاسم رضی اللہ عنہ، زینب رضی اللہ عنہا، رقیہ رضی اللہ عنہا، ام کلثوم رضی اللہ عنہا، فاطمہ رضی اللہ عنہا، عبداللہ رضی اللہ عنہ یعنی طیب طاہر ابراہیم) ان میں صرف حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا سے تھے۔ باقی تمام اولاد حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے تھی، سب کا انتقال آپ کے سامنے ہوا آپ ﷺ کی وفات کے چھ ماہ بعد حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا انتقال ہوا اور جنت البقیع میں مدفون ہیں۔

وَمَا كَانَ لِرَسُوْلٍ ...الخ دوسرا شبہ : ہمیں کوئی معجزہ کیوں نہیں دکھایا گیا؟ جواب: اگر معجزات طلب کرتے ہو تو یہ اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے۔ لِكُلِّ اَجَلٍ كِتَابٌ ...الخ تیسرے شبہ کا جواب : کہ اگر عذاب کیلئے جلدی کرتے ہو تو اس کے متعلق فیصلہ الٰہی میں جو وقت معین ہو چکا ہے اس سے پہلے نہیں آسکتا۔

﴿۳۹﴾ احکام خداوندی میں ترمیم و تنسیخ کا بیان : اللہ تعالیٰ اپنے فیصلوں میں ترمیم و تنسیخ کا اختیار تام رکھتا ہے۔ اس آیت کی ایک تفسیر یہ ہے۔ ① مطلب یہ ہے کہ اس سے تشریعی احکام مراد ہیں کہ اللہ تعالیٰ مٹاتا ہے منسوخ کرتا ہے اور جن احکام کو وہ چاہتا ہے برقرار اور ثابت رکھتا ہے مثلاً پہلے مشرکین کے ساتھ نکاح جائز تھا اب ناجائز ہے کیونکہ وہ حکیم مطلق ہے۔

تفسیر ② : تقدیر دو قسم پر ہے ایک مبرم۔ دوسری معلق۔ تقدیر مبرم کا مطلب یہ ہے کہ جو نہیں ٹلتی، یہ "یثبت" کی مد میں ہے اور تقدیر معلق وہ ہے جسکو اللہ تعالیٰ مٹا دیتا ہے، مثلاً اللہ تعالیٰ کی طرف سے پہلے سے یہ طے شدہ ہے کہ یہ آدمی بیمار ہوگا یہ علاج کرے گا یا اس کے لئے یہ دعا ہوگی تو اس دعا یا دوا کی وجہ سے اسکی بیماری ٹل جائے گی یہ تقدیر معلق ہے۔ اور تقدیر مبرم مثلاً موت کہ یہ نہ دعا سے ٹلتی ہے اور نہ دوا سے غرض تقدیر معلق "یمحوا" کی مد میں ہے اور تقدیر مبرم "یثبت" کی مد میں ہے۔ حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ لکھتے ہیں، دنیا میں ہر چیز اسباب سے ہے بعضے اسباب ظاہر ہیں بعضے چھپے ہیں اسباب کی تاثیر کا ایک اندازہ ہے جب اللہ چاہے اسکی تاثیر اندازے سے کم زیادہ کردے جب چاہے ویسی ہی رکھے آدمی کبھی کنکر سے مرتا ہے اور گولی سے بچتا ہے اور ایک

اندازہ ہر چیز کا اللہ کے علم میں ہے وہ ہرگز نہیں بدلتا اندازے کو تقدیر کہتے ہیں یہ دو تقدیر ہیں ایک بدلتی ہے اور ایک نہیں بدلتی۔ (موضح القرآن)

﴿۴۰﴾ تخویف مشرکین سے تسلی خاتم الانبیاء : ان پر عذاب آپ کے سامنے آئے یا بعد میں آئے آپ کے ذمہ فقط تبلیغ تھی اس کے بعد حساب و کتاب لینا ہمارا کام ہے۔

﴿۴۱﴾ اَوَلَمۡ یَرَوۡا اَنَّا نَاۡتِی الۡاَرۡضَ ...الخ کفر کا خاتمہ اور اسلام کا عروج : حضرات متقدمین کے نزدیک اللہ تعالیٰ کی جو صفات ہیں وہ اپنی حقیقت پر مبنی ہیں جیسا کہ اس سورۃ کی دوسری آیت کے ذیل میں گزر چکا ہے۔"نزول" کے معنیٰ 'نزول' ہی مراد ہیں 'یں' سے 'یں' اور اللہ تعالیٰ کے آنے سے آنا ہی مراد ہے لیکن ہم کیفیت نہیں جانتے۔ جبکہ متاخرین ایسی آیات کی تاویل کرتے ہیں وہ 'نَاۡتِی' کا معنیٰ 'نقصد' کرتے ہیں۔ (تفسیر مظہری: ص:۲۴۸؛ ج۔۵)

تو معنیٰ ہوگا کہ ہم کافروں کی زمینوں کو ہر طرف سے گھٹاتے ہیں کہ پہلے مدینہ منورہ میں اللہ تعالیٰ نے آپ کو اقتدار دیا پھر آس پاس کی زمینوں پر پھر خیبر والوں کو وہاں سے نکالا پھر مکہ مکرمہ پر آپ کو اقتدار حاصل ہوا، اس طرح اللہ تعالیٰ نے کافروں کی زمینوں کو گھٹایا اور اسلام کے علاقوں کو بڑھایا۔ حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ فرماتے ہیں ہم چلے آتے ہیں زمین پر گھٹاتے یعنی اسلام پھیلتا جاتا ہے عرب کے ملک میں اور کفر گھٹتا ہے۔

﴿۴۲﴾ منکرین کی تدبیر : ان سے پہلے لوگوں نے بھی کلمہ حق کے مٹانے کی تدابیر کیں۔

فَلِلّٰہِ الۡمَکۡرُ ...الخ تدبیر خداوندی : اللہ تعالیٰ نے انکی ایسی کاٹ کی کہ وہ کامیاب نہ ہو سکے۔ اب بھی اسی طرح ہوگا کہ ان کافروں کو پتہ چل جائے گا کہ نیک انجام کس کا حصہ ہے۔

﴿۴۳﴾ کفار کا شکوہ : کافر ضد کی بنا پر یہی کہتے ہیں کہ آپ اللہ تعالیٰ کے رسول نہیں ہیں۔

قُلۡ کَفٰی ...الخ جواب شکوہ : آپ ان سے کہہ دیجئے کہ میرے تمہارے درمیان اللہ تعالیٰ گواہ کافی ہے اسکی حمایت سے پتہ چل جائے گا وہ کس کا مددگار ہے اور اہل کتاب میں سے علماء ربانی جیسے عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ وغیرہ بھی آپ کی رسالت کی تصدیق کرتے ہیں۔ اس تفسیر کی بناء پر بعض علماء نے کہا ہے اگرچہ پوری سورۃ مکی ہے مگر یہ آیت مدنی ہے۔

صاحب تفسیر مظہری: ص:۲۴۹ ج:۵: پر فرماتے ہیں اگر اس آیت کو مکی بھی قرار دیں تب بھی درست ہے، مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے کفار مکہ اگر تم محمد ﷺ کی رسالت کا یقین کرتے تو پھر اہل کتاب سے دریافت کرلو۔ اہل کتاب میں معتبر حضرات آنحضرت ﷺ کی نبوت و رسالت کی گواہی دیں گے۔

الحمدللہ سورۃ الرعد کی تفسیر ختم ہوئی اور نظر ثانی مسجد نبوی شریف میں بعد نماز ظہر ہوئی۔ عبدالقیوم قاسمی ۲۰۱۴۔۵۔۱۵

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ محمد وآلہ واصحابہ اجمعین

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

سورۃ ابراہیم

نام اور کوائف : اس سورۃ کا نام سورۃ ابراہیم ہے یہی نام اس سورۃ کی آیت: ۳۵ میں موجود ہے اسی سے یہ نام ماخوذ ہے۔ ترتیب تلاوت میں یہ چودھویں سورۃ ہے اور ترتیب نزول میں: ۷۲: نمبر پر ہے اس سورۃ میں کل: ۷: رکوع : ۵۲: آیات: ہیں، یہ سورۃ مکی دور میں نازل ہوئی ہے۔

وجہ تسمیہ : چونکہ اس سورۃ میں بیت اللہ اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعاؤں کا ذکر ہے اس لئے یہ نام رکھا گیا ہے اور یہ دعائیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ظہور سراپا نور سے پوری ہوئیں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی واضح دلیل ہیں۔

ربط آیات ❶ گزشتہ سورۃ کی طرح اس سورۃ میں بھی تینوں مضامین توحید، رسالت اور قیامت کا ذکر ہے۔ کما لا یخفی،

❷ گزشتہ سورۃ کے شروع میں نزول قرآن کا ذکر تھا۔ کما لا یخفی۔ اب اسکی حکمت کا ذکر ہے کہ لوگوں کو اس قرآن کے ذریعہ ظلمتوں سے نور کی طرف نکالیں۔ "کما قال تعالیٰ لِتُخۡرِجَ النَّاسَ ...الخ

❸ گزشتہ سورۃ کے آخر میں تھا کہ تمام معجزات اللہ کے اختیار میں ہیں" کما قال تعالیٰ وَمَا كَانَ لِرَسُوۡلٍ اَنۡ يَّاۡتِىَ بِاٰيَةٍ ....الخ (آیت۔ ۳۸) اور اس سورۃ میں بھی انبیاء کی طرف سے جواب ہے کہ تمام معجزات اللہ کے اختیار میں ہیں" کما قال تعالیٰ وَمَا كَانَ لَنَاۤ اَنۡ نَّاۡتِيَكُمۡ بِسُلۡطٰنٍ ...الخ (آیت۔ ۱۱)

❹ گزشتہ سورۃ کے آخر میں کفار کے مکر وفریب کا ذکر تھا "وَقَدۡ مَكَرَ الَّذِيۡنَ ...الخ (آیت۔ ۴۲) اس سورۃ کے آخر میں بھی کفار کے مکر وفریب کا ذکر ہے۔" کما قال تعالیٰ وَقَدۡ مَكَرُوۡا مَكۡرَهُمۡ ...الخ (۴۶)

❺ گزشتہ سورۃ کے آخر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کا ذکر تھا کفار آپ کی رسالت کا انکار کرتے تھے " کما قال اللہ تعالیٰ لَسۡتَ مُرۡسَلًا ...الخ (آیت۔ ۴۳) اور اس سورۃ کے شروع میں آپکی رسالت کا ذکر ہے کہ ہم نے یہ کتاب آپکی طرف اتاری ہے تا کہ آپ لوگوں کو اندھیروں سے روشنی کی طرف لائیں۔" کما قال تعالیٰ : كِتٰبٌ اَنۡزَلۡنٰهُ ...الخ

❻ گزشتہ سورۃ کے آخر میں صداقت قرآن کا ذکر تھا" کما قال تعالیٰ اُنۡزِلَ اِلَيۡكَ ...الخ (آیت ۳۶) اور اس سورۃ کے آخر میں بھی صداقت قرآن کا ذکر ہے۔" کما قال تعالیٰ هٰذَا بَلٰغٌ لِّلنَّاسِ ...الخ (آیت۔ ۵۲)

موضوع سورۃ : مقصد بعثت انبیاء علیہم السلام۔

خلاصہ سورۃ : ❶ آغاز سورۃ میں مسئلہ رسالت ❷ "مِنۡ وَّرَآئِهٖ جَهَنَّمُ" سے کفار کی سزا۔ ❸ "وَاُدۡخِلَ الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا" سے مؤمنین کی جزا یہ دونوں مضمون معاد سے متعلق ہیں۔

❹ "اَلَمۡ تَرَ كَيۡفَ ضَرَبَ اللّٰهُ" سے توحید خداوندی کا بیان ہے جس میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کا قصہ مذکور ہے۔

❺ "لَا تَحۡسَبَنَّ اللّٰهَ غَافِلًا" سے پھر مسئلہ قیامت کا ذکر ہے۔ سورۃ کی آخری آیت سب مضامین کی جامع ہے۔ واللہ اعلم

سورۃ ابراہیم مکیۃ وہی اثنتان وخمسون آیۃ وسبع رکوعات

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع کرتا ہوں اللہ تعالیٰ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم کرنے والا ہے

الٓرٰ كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ اِلَيْكَ لِتُخْرِجَ النَّاسَ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ۙ بِاِذْنِ رَبِّهِمْ اِلٰى

الرٰ قف یہ ایک کتاب ہے جس کو ہم نے اتارا ہے آپ کی طرف تاکہ آپ نکالیں لوگوں کو اندھیروں سے روشنی کی طرف انکے رب کے عزیز اور حمید

صِرَاطِ الْعَزِيْزِ الْحَمِيْدِ ۙ﴿۱﴾ اللّٰهِ الَّذِيْ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۭ وَوَيْلٌ

کے راستے کی طرف ﴿۱﴾ وہ اللہ جس کیلئے ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے اور ہلاکت ہے کفر کرنے والوں

لِّلْكٰفِرِيْنَ مِنْ عَذَابٍ شَدِيْدِ ۙ﴿۲﴾ الَّذِيْنَ يَسْتَحِبُّوْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا عَلَى الْاٰخِرَةِ وَيَصُدُّوْنَ

کیلئے سخت عذاب سے ﴿۲﴾ وہ لوگ جو پسند کرتے ہیں دنیا کی زندگی کو آخرت کے مقابلے میں اور وہ روکتے ہیں اللہ کے راستے سے

عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَيَبْغُوْنَهَا عِوَجًا ۭ اُولٰۗىِٕكَ فِيْ ضَلٰلٍۢ بَعِيْدٍ ﴿۳﴾ وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ

اور تلاش کرتے ہیں (اس راستے میں) کجی۔ یہی لوگ ہیں جو گمراہی میں دور پڑے ہوئے ہیں ﴿۳﴾ اور نہیں بھیجا ہم نے کوئی رسول مگر

رَّسُوْلٍ اِلَّا بِلِسَانِ قَوْمِهٖ لِيُبَيِّنَ لَهُمْ ۭ فَيُضِلُّ اللّٰهُ مَنْ يَّشَاۗءُ وَيَهْدِيْ مَنْ يَّشَاۗءُ ۭ

اسکی قوم کی زبان میں تاکہ وہ بیان کرے ان کیلئے۔ پھر گمراہ کرتا ہے اللہ تعالیٰ جس کو چاہے اور راستہ دکھاتا ہے جس کو چاہے اور وہ

وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿۴﴾ وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مُوْسٰى بِاٰيٰتِنَآ اَنْ اَخْرِجْ قَوْمَكَ مِنَ الظُّلُمٰتِ

غالب اور حکمت والا ہے ﴿۴﴾ اور البتہ تحقیق بھیجا ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو اپنی نشانیوں کیساتھ (پھر ان سے کہا) کہ نکالو اپنی قوم کو اندھیروں سے روشنی کیطرف

اِلَى النُّوْرِ ڏ وَذَكِّرْهُمْ بِاَيّٰىمِ اللّٰهِ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُوْرٍ ﴿۵﴾ وَاِذْ قَالَ

اور یاد دلاؤ انکو اللہ کے دن بیشک اس میں نشانیاں ہیں ہر اس شخص کیلئے جو صبر کرنیوالا اور شکر گزار ہے۔ ﴿۵﴾ اور (وہ بات قابل ذکر ہے)

مُوْسٰى لِقَوْمِهِ اذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ اَنْجٰىكُمْ مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ يَسُوْمُوْنَكُمْ

جب کہا موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم سے کہ یاد کرو اللہ کی نعمت کو تم پر جبکہ اس نے تمہیں نجات دی فرعون والوں سے وہ پہنچاتے تھے

سُوْۗءَ الْعَذَابِ وَيُذَبِّحُوْنَ اَبْنَاۗءَكُمْ وَيَسْتَحْيُوْنَ نِسَاۗءَكُمْ ۭ وَفِيْ ذٰلِكُمْ بَلَاۗءٌ مِّنْ

تم کو برا عذاب اور ذبح کرتے تھے تمہارے بیٹوں کو اور زندہ چھوڑتے تھے تمہاری عورتوں کو اور اس میں آزمائش تھی تمہارے رب کی

رَّبِّكُمْ عَظِيْمٌ ﴿۶﴾

طرف سے بہت بڑی ﴿۶﴾

ع ۱۶ / ۱۲

خلاصہ رکوع ❶ صداقت قرآن، حکمت نزول قرآن اور مقصد بعثت محمدی، حصر المالکیت باری تعالیٰ، منکرین توحید کا نتیجہ، منکرین توحید کے اوصاف اور دنیوی ثمرہ، ازالہ شبہ، شفقت خداوندی، مقصد بعثت موسوی، فرائض حضرت موسیٰ علیہ السلام، حضرت موسیٰ علیہ السلام کا مکالمہ برائے یاددہانی انعامات۔ ماخذ آیات ۱: تا ۶+

﴿۱﴾ صداقت قرآن :اس کتاب کی عظمت شان اور صداقت کا اندازہ اس بات سے کرنا چاہئے کہ ہم اس کے اتارنے والے اور آپ جیسی عظیم الشان شخصیت اسکی اٹھانے والی ہے۔ لِتُخۡرِجَ النَّاسَ ...الخ حکمت نزول قرآن ومقصد بعثت محمدی :"النَّاسَ" پر"الف لام" استغراق کیلئے ہے حاصل یہ ہے کہ آپ اس کے ذریعے سے تمام لوگوں کو کفر کی تاریکیوں سے ایمان وھدایت کی روشنی کی طرف اللہ تعالیٰ کے حکم سے بلائیں مطلب یہ ہے کہ یہ لوگ کفر وشرک کے اندھیروں سے نکل کر اسلام کی روشنی کی طرف آجائیں تاکہ قیامت کی اور آخرت کی ہمیشہ کی زندگی کی رسوائی سے بچ جائیں۔

﴿۲﴾ حصر المالکیت باری تعالیٰ :اللہ تعالیٰ کے راستے کی طرف آجائیں جو زمین وآسمان کا مالک ہے۔ وَوَيۡلٌ ...الخ نتیجہ :اس راستے سے انکار کرنے والوں کے لئے سخت عذاب ہے، جنہوں نے آخرت کی زندگی چھوڑ کر دنیا کی زندگی پسند کرلی۔

﴿۳﴾ منکرین توحید کے اوصاف : سیدھے راستے سے انکار کرنے والے کفار کا مقصد زندگی یہی ہے کہ دین اسلام میں طرح طرح کے عیب نکالتے رہتے ہیں تاکہ اسی سیدھے راستے کو ٹیڑھا ثابت کرسکیں۔

أُولَٰٓئِكَ فِي ضَلَٰلٍۭ بَعِيدٍ : ثمرہ دنیوی :اب ایسے لوگوں کے لئے بظاہر راہ ہدایت کی طرف آنے کی کوئی امید باقی نہیں رہتی یہ دور کی گمراہی میں جاپڑے۔

﴿۴﴾ منکرین نبوت کے شبہ کا ازالہ : کفار کہتے تھے قرآن کریم اگر کسی اور زبان میں نازل ہوتا تو ہم یقین کرلیتے چونکہ قرآن آپ کی زبان پر نازل ہوا ہے اس میں قوی احتمال ہے کہ شاید آپ نے اپنی طرف سے خود ہی بنالیا ہو؟ تو اس کا جواب دیا کہ ہم نے ہر پیغمبر کو اس قوم کی زبان میں پیغمبر بنا کر بھیجا ہے تاکہ انہیں کی زبان میں سمجھا سکے اور وہ نبی انکو خدا کا راستہ بتائے اور ظلمت سے انکو نور کی طرف نکالے۔ لِيُبَيِّنَ لَهُمۡ :شفقت خداوندی : جب اسکی طرف سے محبت الٰہیہ تمام ہوجاتی ہے پھر جسے چاہتا ہے گمراہ کرتا ہے پھر ہدایت کا نور اس کے دل تک نہیں پہنچتا اور پھر جسے چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے اس کے دل میں نور ہدایت پیدا کردیتا ہے۔

﴿۵﴾ وَلَقَدۡ أَرۡسَلۡنَا مُوسَىٰ ...الخ ربط آیات گزشتہ آیات میں آنحضرت ﷺ کی بعثت کے مقصد کا ذکر تھا۔ اب آگے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بعثت کے مقصد کو بیان فرماتے ہیں کہ ان کا مقصود بھی لوگوں کو اندھیروں سے نکال کر روشنی میں لانے کا تھا۔

وَذَكِّرۡهُم بِأَيَّىٰمِ ٱللَّهِ :فرائض حضرت موسیٰ علیہ السلام :اور انہیں اللہ کے دن یاد دلاؤ۔ اس کی ایک تفسیر یہ ہے کہ اس سے مراد وہ دن ہیں جن میں اللہ تعالیٰ نے سابقہ قوموں کو تباہ کیا تھا قوم نوح، عاد وثمود۔ دوسری تفسیر یہ ہے کہ اس سے مراد وہ دن ہیں جن میں اللہ تعالیٰ نے لوگوں پر رحمت اور نعمتیں نازل کی۔ (مظہری: ص: ۲۵۴؛ ج: ۵؛ معالم التنزیل: ص: ۶۲؛ ج۔ ۳)

تو گویا یہ ترغیب ہوئی۔ اور اگر عذاب کے دن مرادلیں تو پھر ترہیب ہوگی، اور دونوں کے قرینے آگے موجود ہیں۔ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَأٓيَٰتٖ لِّكُلِّ صَبَّارٖ شَكُورٖ" اس میں "صَبَّار" کا لفظ ترہیب کو چاہتا ہے کیونکہ سختی کے موقعہ پر صبر کیا جاتا ہے اور "شَكُور" کا لفظ ترغیب کو چاہتا ہے کیونکہ نعمتوں کے بعد شکر یہ ادا کیا جاتا ہے۔

﴿۶﴾ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا قوم سے مکالمہ برائے یاددہانی انعامات : چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم کو

احسانات وانعامات الٰہی یاد دلائے اور اتباع حق کی ترغیب دی۔

وَاِذْ تَاَذَّنَ رَبُّكُمْ لَىِٕنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِیْدَنَّكُمْ وَلَىِٕنْ كَفَرْتُمْ اِنَّ عَذَابِیْ

اور جب خبر دار کیا تمہارے پروردگار نے کہ اگر تم شکر کرو گے تو میں ضرور زیادہ دونگا تمہیں اور اگر تم ناشکری کرو گے تو بیشک

لَشَدِیْدٌ ﴿۷﴾ وَقَالَ مُوْسٰۤى اِنْ تَكْفُرُوْۤا اَنْتُمْ وَمَنْ فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا ۙ

میرا عذاب بہت سخت ہے ﴿۷﴾ اور کہا موسیٰ علیہ السلام نے اگر تم کفر کرو گے تم اور جو بھی زمین میں ہیں سب کے سب تو بیشک اللہ تعالیٰ غنی ہے

فَاِنَّ اللّٰهَ لَغَنِیٌّ حَمِیْدٌ ﴿۸﴾ اَلَمْ یَاْتِكُمْ نَبَؤُا الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ قَوْمِ نُوْحٍ وَّعَادٍ

اور تعریفوں والا ہے ﴿۸﴾ کیا نہیں آئی تمہارے پاس خبران لوگوں کی جو تم سے پہلے گزرے ہیں قوم نوح، عاد اور ثمود اور وہ لوگ جو ان کے بعد آئے نہیں جانتا

وَّثَمُوْدَ ۛؕ وَالَّذِیْنَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ ۛؕ لَا یَعْلَمُهُمْ اِلَّا اللّٰهُ ؕ جَآءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَیِّنٰتِ

انکو کوئی بھی سوائے اللہ تعالیٰ کے۔ آئے انکے پاس انکے رسول کھلی نشانیاں لیکر پس لوٹائے انہوں نے انکے ہاتھ انکے مونہوں میں اور کہنے لگے

فَرَدُّوْۤا اَیْدِیَهُمْ فِیْۤ اَفْوَاهِهِمْ وَقَالُوْۤا اِنَّا كَفَرْنَا بِمَاۤ اُرْسِلْتُمْ بِهٖ وَاِنَّا لَفِیْ شَكٍّ مِّمَّا

بیشک ہم انکار کرتے ہیں اس چیز کا جسکو تم لے کر آئے ہو اور بیشک البتہ ہم شک میں ہیں اس چیز سے جسکی طرف تم ہمیں بلاتے ہو۔

تَدْعُوْنَنَاۤ اِلَیْهِ مُرِیْبٍ ﴿۹﴾ قَالَتْ رُسُلُهُمْ اَفِی اللّٰهِ شَكٌّ فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ یَدْعُوْكُمْ

تردد انگیز شک میں ﴿۹﴾ کہا انکے رسولوں نے کیا اللہ کے بارے میں شک ہے جو پیدا کرنیوالا ہے آسمانوں اور زمین کا وہ تمکو بلاتا ہے

لِیَغْفِرَ لَكُمْ مِّنْ ذُنُوْبِكُمْ وَیُؤَخِّرَكُمْ اِلٰۤى اَجَلٍ مُّسَمًّى ؕ قَالُوْۤا اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا ؕ

تا کہ معاف کرے تمہارے کچھ گناہ اور مہلت دے تم کو ایک مقررہ وقت تک تو کہا ان (کافر) لوگوں نے نہیں ہو تم مگر انسان ہمارے جیسے۔ تم چاہتے ہو کہ

تُرِیْدُوْنَ اَنْ تَصُدُّوْنَا عَمَّا كَانَ یَعْبُدُ اٰبَآؤُنَا فَاْتُوْنَا بِسُلْطٰنٍ مُّبِیْنٍ ﴿۱۰﴾ قَالَتْ

ہمیں روک دو اس چیز سے کہ ہمارے آباؤ اجداد عبادت کرتے تھے پس لاؤ ہمارے پاس کوئی کھلی دلیل ﴿۱۰﴾ کہا انکے لئے انکے رسولوں نے

لَهُمْ رُسُلُهُمْ اِنْ نَّحْنُ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ یَمُنُّ عَلٰى مَنْ یَّشَآءُ مِنْ

نہیں ہیں مگر ہم انسان تمہارے جیسے لیکن اللہ تعالیٰ احسان فرماتا ہے جس پر چاہے اپنے بندوں میں سے اور نہیں ہے

عِبَادِهٖ ؕ وَمَا كَانَ لَنَاۤ اَنْ نَّاْتِیَكُمْ بِسُلْطٰنٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْیَتَوَكَّلِ

ہمارے اختیار میں کہ لائیں ہم تمہارے پاس کوئی سند مگر اللہ کے حکم سے اور اللہ کی ذات پر ہی چاہئے کہ بھروسہ

الْمُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۱﴾ وَمَا لَنَآ اَلَّا نَتَوَكَّلَ عَلَى اللّٰهِ وَقَدْ هَدٰىنَا سُبُلَنَا ؕ وَلَنَصْبِرَنَّ عَلٰى مَآ

رکھیں ایمان والے ﴿۱۱﴾ اور کیا ہے ہمارے لئے کہ ہم نہ بھروسہ رکھیں اللہ پر حالانکہ اس نے ہمیں ہدایت دی ہمارے راستوں کی اور ہم ضرور صبر کریں گے اس چیز پر کہ

اٰذَيْتُمُوْنَا ؕ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُتَوَكِّلُوْنَ ﴿۱۲﴾ ع

تم ہمیں تکلیفیں پہنچاتے ہو اور اللہ کی ذات پر ہی چاہئے کہ بھروسہ کریں بھروسہ کرنیوالے ﴿۱۲﴾

مقصد انبیاء علیہم السلام

﴿۷﴾ وَاِذْ تَاَذَّنَ رَبُّكُمْ ...الخ ربط آیات : پہلے بھی مقصد انبیاء کا ذکر تھا اب بھی مقصد انبیاء کا ذکر ہے۔

خلاصہ رکوع ❷ اعلان خداوندی، موسیٰ علیہ السلام کی نصیحت، تذکیر بایام اللہ سے تخویف، آمد انبیاء، انبیاء کی تبلیغ کے وقت کیفیت کفار، منکرین توحید و رسالت کا شکوہ۔ ۱۔ جواب شکوہ، شکوہ۔ ۲۔ مطالبہ دلیل، جواب شکوہ۔ ۲۔ جواب مطالبہ دلیل، انبیاء کا مشن۔ ماخذ آیات ۷ : تا ۱۲+

اعلان خداوندی : مطلب یہ ہے کہ اللہ پاک نے اعلان فرمایا موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ سے پہلے بھی اور اس کے بعد بھی کہ شکر یہ ادا کرو گے دنیا و آخرت میں مزید نعمتوں سے نوازوں گا۔ اور نافرمانوں کے لئے اللہ تعالیٰ کا سخت عذاب ہوگا۔

﴿۸﴾ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی نصیحت : کہا کہ اگر تم اور زمین کے سارے بسنے والے مخالف ہو جائیں تو بھی اللہ تعالیٰ کو کوئی پرواہ نہیں ہے۔

﴿۹﴾ تذکیر بایام اللہ سے تخویف : مشرکین مکہ کو خطاب کیا جارہا ہے کہ کیا تم نے پہلے برباد شدہ قوموں کے حالات اجمالاً نہیں سنے ان کے پاس انبیاء علیہم السلام روشن احکام لائے؟ اور انہوں نے تسلیم کرنے سے انکار کیا، اور دعوت توحید میں شک ظاہر کیا "لَا يَعْلَمُهُمْ ...الخ ان کے تفصیلاً حالات صرف اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے کیونکہ ان کے حالات منضبط و منقول نہیں پس "لَا يَعْلَمُهُمْ" کا مضمون متصل آیت "وَمِنْهُمْ مَّنْ لَّمْ نَقْصُصْ" کے ہوا۔ (کذا فی الکبیر) اس جملہ سے واضح ثابت ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم غیب کلی نہیں جانتے تھے۔ جَآءَتْهُمْ ...الخ آمد انبیاء : آئے انکے پاس ان کے رسول نشانیاں لے کر۔ فَرَدُّوْٓا اَيْدِيَهُمْ فِيْٓ اَفْوَاهِهِمْ : انبیاء کی تبلیغ کے وقت کیفیت کفار : تو انہوں نے اپنے ہاتھ اپنے منہ میں دے دیئے۔ اسکی کئی تفسیریں ہیں۔

❶ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، کفار نے غصے سے اپنے ہاتھ اپنے دانتوں سے کاٹے۔ (مقصد یہ تھا کہ تم لوگوں کو تبلیغ مت کرو) اسی طرح دوسری آیت میں آیا ہے "عَضُّوْا عَلَيْكُمُ الْاَنَامِلَ مِنَ الْغَيْظِ"۔ ❷ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ کفار نے جب اللہ تعالیٰ کی کتاب سنی تو تعجب یا استہزاء سے اپنے ہاتھ اپنے منہ میں دے دیئے جیسے ہنسی سے بندہ مغلوب ہو کر اپنے منہ پر ہاتھ رکھ لیتا ہے کہ یہ بھی کوئی بات ہے جو تم کرتے ہو۔ ❸ کلبی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ کفار نے اپنے منہ پر ہاتھ رکھ کر پیغمبروں کو خاموش رہنے کا اشارہ کیا کہ منہ بند رکھیں ایسی باتیں مت کرو۔ ❹ مقاتل رحمہ اللہ نے کہا کہ کفار نے اپنے ہاتھ پیغمبروں کے منہ پر رکھ کر کہا کہ خاموش ہو جاؤ (اس صورت میں "اَفْوَاهِهِمْ" کی ضمیر پیغمبروں کی طرف راجع ہوگی)

❺ اور بعض علماء کے نزدیک "ایدی" کا معنیٰ ہے "ایادی" نعمتیں یعنی پیغمبروں کی نصیحتیں اور احکام شریعت وحی، یعنی انہوں نے پیغمبروں کے احکام اور شریعت کو پیغمبروں کے منہ پر لوٹا کر دے مارا اور انکار کیا۔ مجاہد رحمہ اللہ و قتادہ رحمہ اللہ نے یہی مطلب

بیان کیا ہے۔

❻ بعض حضرات نے کہا "فِيْٓ اَفْوَاهِهِمْ" کا معنیٰ ہے "بافواھھم" یعنی اپنی زبانوں سے انہوں نے احکام انبیاء کا انکار کیا اور پیغمبروں کی نصیحتوں کو لوٹا دیا۔ (تفسیر مظہری: ص: ۲۵۷، ج۔۵)

وَقَالُوْٓا اِنَّا كَفَرْنَا ...الخ منکرین توحید ورسالت کا شکوہ ❶ اور بولے ہم نہیں مانتے جو تم کو دے کر بھیجا گیا ہے، اور جس امر کی طرف تم ہم کو بلاتے ہو (یعنی وہی توحید وایمان) ہم تو اس کی جانب سے بہت بڑے شبہ میں ہیں جو ہمیں تردد میں ڈالے ہوئے ہے، مقصود اس سے توحید ورسالت دونوں کا انکار ہے توحید کا تو ظاہر ہے، اور رسالت کا "تَدْعُوْنَنَآ" میں جس کا حاصل یہ ہے کہ تم خود اپنی رائے سے دعوت توحید دے رہے ہو اللہ تعالیٰ کی طرف سے نہیں۔

﴿۱۰﴾ جواب شکوہ: "قَالَتْ رُسُلُهُمْ اَفِي اللّٰهِ شَكٌّ" یہاں ہمزہ استفہام انکاری کا ہے، مطلب یہ ہے کہ ہم تو تم کو اللہ تعالیٰ کی توحید کی طرف بلا رہے ہیں اور اللہ کی توحید قابل شک نہیں ہے تمام محسوسات اور ذہنی موجودات اللہ کی توحید کو پکار پکار کر ظاہر کر رہی ہیں۔ بعض حضرات کے نزدیک "مِنْ ذُنُوْبِكُمْ" میں "مِنْ" تبعیضیہ ہے کیونکہ اسلام سے وہ گناہ معاف ہوتے ہیں جن کا تعلق حقوق اللہ سے ہو۔ حقوق العباد سے نہ ہو۔

مؤمن اور کافر کو خطاب میں فرق

بعض علماء کا قول ہے کہ قرآن کریم میں جہاں جہاں کافروں کو خطاب ہے وہاں "مِنْ" ضرور آیا ہے، اور جہاں مؤمنوں کو خطاب ہے وہاں "مِنْ" نہیں ہے اس تفریق کی وجہ یہی معلوم ہوتی ہے کہ کافروں کے خطاب میں جو مغفرت کا اظہار کیا گیا ہے وہ شرط ایمان پر مبنی ہے۔ اور مسلمانوں کے خطاب میں جو مغفرت کا وعدہ کیا گیا ہے اس کا جوڑ طاعت اور اجتناب عن المعصیۃ کے ساتھ ہے بس ادائے طاعت اور گناہ سے اجتناب کے ذیل میں حقوق انسانی کی ادائیگی اور معاملات باہمی میں حق تلفی سے اجتناب بھی داخل ہے۔ اسلئے خطاب حقوق اللہ اور حقوق العباد دونوں کو شامل ہے۔ (مظہری: ص: ۲۵۸، ج۵:)

قَالُوْٓا اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا ...الخ منکرین توحید ورسالت کا شکوہ ۲: کافروں نے (پیغمبروں) سے کہا کہ تم تو بس ہماری طرح آدمی ہو۔ یعنی تمہاری حقیقت اور صورت دوسرے انسانوں جیسی ہے تم کو ہم پر کوئی (خلقی) برتری حاصل نہیں پھر خصوصیت کے ساتھ تمہارے پیغمبر ہونے کی کوئی وجہ نہیں اگر انسانوں کی ہدایت کیلئے اللہ کو کوئی نبی اور رسول بھیجنا ہی تھا تو اس نوع میں سے بھیجتا جو نوع انسان سے افضل ہوتی دوسری جگہ میں کافروں کا اسی مضمون کا قول نقل کیا ہے فرمایا "وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَاَنْزَلَ مَلٰٓئِكَةً"۔ فَاْتُوْنَا بِسُلْطٰنٍ ...الخ مطالبہ دلیل: اب تم ہمیں باپ دادوں کے راستے سے روکنا چاہتے ہو، لہٰذا کوئی واضح کھلی ہوئی دلیل یعنی معجزہ دکھاؤ کہ ہم اسے دیکھ کر تمہاری بات مان لیں اور اپنے باپ دادوں کا طریقہ چھوڑ دیں۔

﴿۱۱﴾ قَالَتْ لَهُمْ رُسُلُهُمْ ...الخ جواب شکوہ: ۲: از رسل: انبیاء علیہم السلام نے جواب دیا کہا انبیاء بلاشبہ شکل وصورت انسان ہوتے ہیں تمہاری طرح مگر انکو اللہ تعالیٰ نے نبوت ورسالت کے منصب پر فائز کیا ہے جنسیت میں شریک ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ تم ان کے تمام فضائل وکمالات میں بھی شریک ہو۔ تو ان جاہلوں نے شکل وصورت کو اپنے جیسا دیکھ کر اعتراض کر ڈالا۔ حالانکہ ان میں اور انبیاء میں آسمان وزمین کا فرق ہے۔ دلیل مطالبہ یہ تھا کہ ہمارے پاس معجزات قاہرہ لاؤ تاکہ ہم دیکھ کر مجبوراً ایمان لائیں۔ وَمَا كَانَ لَنَآ ...الخ سے اس مطالبہ کا جواب دیا تمہاری فرمائش پوری کرنا ہماری قدرت اور اختیار میں نہیں۔ باقی ہم اپنی نبوت کی روشن دلیل پہلے دکھلا چکے ہیں وہ اطمینان کے لئے کافی ہیں۔ ضد اور عناد کا کوئی علاج نہیں ہے۔

ان دو آیات کے ذیل میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نورانیت اور بشریت کے عقیدہ کو سمجھنا بھی ضروری ہے۔

۳) نورانیت پر فیضی کا استدلال: یاد رکھیں اس عقیدہ اور نظریہ پر ہم سورۃ بقرہ، سورۃ مائدہ، میں کچھ گزارش کر چکے ہیں۔ آگے سورۃ کہف اور مریم اور دیگر کئی مقامات پر کچھ گزارشات پیش کریں گے دیکھیں تاہم فیضی صاحب کے اشکال کے پیش نظر یہاں کچھ گزارشات یاد رکھنا ضروری ہیں۔ ممکن ہے کہ کسی مقام پر بھی مسئلہ سمجھ آ گیا تو ہماری آخرت بن جائے گی۔ بہر حال اس عقیدہ کی نزاکت کو سمجھیں۔

علامہ صاحب نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے اشعار سے تیسرا مسئلہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نورانیت کا بیان کیا ہے، ''ولا بشر انت ولا مضغة نہ بشر تھے اور نہ مضغہ اور نہ علق یہ مکمل اشعار حضرت ابن عباسؓ سے منقول'' ص ۹۴ ۳ میں گزر چکے ہیں وہاں ملاحظہ فرمالیں مگر تفصیلاً حقیقت یہاں بیان ہوگی۔ علامہ صاحب سادہ عوام کو دھوکہ دے رہے ہم اس کی حقیقت آگے واضح کرتے ہیں۔ اس سے پہلے ہمارا عقیدہ بھی یاد رکھیں۔ علامہ صاحب اور ان کی مذہبی برادری کو یہ معلوم ہونا چاہیے کہ الحمدللہ ثم الحمدللہ علمائے دیوبند کثر اللہ جماعتہم حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نورانیت کے قائل ہیں، وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو نور بلکہ نور علیٰ نور، اور انور الانوار سمجھتے ہیں۔ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو منبع نور اور مصدر نور سمجھتے ہیں اور آپ کو حضور پُرنور کہتے ہیں، ہمارے علماء تو حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم کے آل واصحاب کو بھی نور سمجھتے ہیں، اسی لیے تو ہمارے علماء حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو ''ذوالنورین''، اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ''ذی النور'' کہتے ہیں، کیونکہ یہ دونوں صحابی داماد رسول ہیں، لیکن حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم کے نور ہونے کا یہ مطلب ہرگز ہرگز نہیں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے نور کے جز ہیں یا اللہ تعالیٰ کے نور میں سے ہیں، نہیں! نہیں! بالکل نہیں! اللہ تعالیٰ بے مثل بے مثال ہے، اور ''لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُولَدْ'' اس کی صفت ہے، اور ''لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ'' اس کی شان ہے، حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم تو نور ہدایت ہیں جیسا کہ قرآن مجید کو بھی نور ہدایت کہا گیا ہے، کیونکہ نور کی تعریف علماء نے یہ لکھی ہے: ''الظاهر بنفسه والمظهر لغيره'' یعنی نور وہ ہے جو خود ظاہر ہو اور دوسروں کو بھی ظاہر کرنے والا ہو، حضور پُرنور اور آپ کے آل واصحاب کو نور ہدایت اسی لیے کہا جاتا ہے کہ خود بھی ہدایت پر ہیں اور دوسروں کو ہدایت کی راہ دکھانے والے ہیں۔

دوسرے لفظوں میں جس طرح لوگ چاند، سورج اور ستاروں کے نور سے کسب فیض کرتے ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے آل واصحاب سے بھی لوگ ہدایت کا فیض حاصل کرتے ہیں، بلکہ پوری دنیا میں ان حضرات کا نور ہدایت پھیلا ہوا ہے، اس کے باوجود آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پاک ومطہر بشریت کا انکار بھی نہیں کیا جاسکتا، کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بشر ہیں، بلکہ سید البشر ہیں، آپ انسان ہیں اور اولاد آدم میں سے ہیں، لہٰذا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات جنس بشر ہے اور نور آپ کی صفت ہے، بہر حال آپ صلی اللہ علیہ وسلم نور ہدایت ہیں اور یقیناً نور ہدایت ہیں، لیکن آپ کی پاک بشریت پر بھی ایمان لانا ضروری ہے، اور اس کے بغیر کوئی چارہ کار نہیں ہے، کیونکہ علمائے اہل سنت والجماعت نے لکھا ہے کہ: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بشریت کے انکار سے آدمی کا ایمان سے خارج ہو جاتا ہے، تفصیل کے لیے سورۃ کہف کی آخری آیت کی تفسیر ''روح المعانی'' کے حوالہ اور عالمگیریہ کے حوالہ کا مطالعہ ضرور کریں۔

علامہ صاحب نے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی نورانیت کو ایسے طریقہ سے بیان کیا کہ عام پڑھنے والے کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پاکیزہ بشریت کے انکار کا تاثر حاصل ہوتا ہے اس لیے یہاں بقدر تفصیل سے عقیدہ بشریت انبیاء کرام علیہم السلام کو قرآن و حدیث کی روشنی میں اجاگر کیا جائے گا۔

بشریت انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام: چونکہ اللہ تعالیٰ کی زمین پر انسان آباد ہیں، اسی لیے ان کی ہدایت وراہ نمائی کے لیے اللہ تعالیٰ نے نبی بھی انسانوں کی جنس سے بھیجے ہیں، اور مناسب بھی اسی میں ہے کہ ایک جنس کی اصلاح کے لیے ان کا ہم جنس ہی موزوں اور مناسب ہے، کیونکہ ''الجنس يميل الى جنسه'' یعنی ہم جنسوں کا آپس میں میلان اور جوڑ ہوتا ہے، کسی شاعر نے

خوب کہا:

کند ہم جنس باہم جنس پرواز کبوتر با کبوتر، باز با باز!

مشرکین مکہ بار بار یہ سوال کرتے تھے کہ ہماری طرف فرشتے کو نبی بنا کر کیوں نہیں بھیجا گیا؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ: اگر زمین میں فرشتے آباد ہوتے تو ہم ان کی ہدایت کے لیے بھی فرشتے رسول بنا کر بھیجتے، لیکن جب زمین میں انسان آباد ہیں تو انسانوں کی ہدایت واصلاح کے لیے انسان ہی مناسب ہے۔ تفصیل کے لیے سورۂ بنی اسرائیل آیت ۹۳ : تا ۹۵ کا مطالعہ ضرور کریں۔

انبیاء انسان، بشر، نبی اور آدمی تھے اس پر دلائل: کلام اللہ شریف کی آیاتِ کثیرہ سے ثابت ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نبی، انسان، بشر اور آدمی ہوتے ہیں، لیکن ہم صرف چند آیات پر اکتفا کرتے ہیں:

۱) "قَالُوۡۤا اِنۡ اَنۡتُمۡ اِلَّا بَشَرٌ مِّثۡلُنَا ؕ تُرِيۡدُوۡنَ اَنۡ تَصُدُّوۡنَا عَمَّا كَانَ يَعۡبُدُ اٰبَآؤُنَا فَاۡتُوۡنَا بِسُلۡطٰنٍ مُّبِيۡنٍ ۔ قَالَتۡ لَهُمۡ رُسُلُهُمۡ اِنۡ نَّحۡنُ اِلَّا بَشَرٌ مِّثۡلُكُمۡ وَلٰـكِنَّ اللّٰهَ يَمُنُّ عَلٰى مَنۡ يَّشَآءُ مِنۡ عِبَادِهٖ ۔" (ابراھیم ۱۰،۱۱)

ترجمہ: "انہوں (کفار) نے (رسولوں سے) کہا کہ تم محض بشر ہو جیسے ہم ہیں، (یعنی ان کو کمالات وفضائل سے خالی سمجھا) تم یوں چاہتے ہو کہ ہمارے آباء واجداد جس چیز کی عبادت کرتے تھے اس سے ہم کو روک دو، سو کوئی صاف معجزہ دکھلاؤ۔ ان کے رسولوں نے کہا کہ: ہم بھی تمہارے جیسے بشر ہی ہیں لیکن اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے جس پر چاہتے ہیں احسان فرماتے ہیں۔"

فائدہ: کفار سمجھتے تھے کہ نبوت اور بشریت ایک دوسرے کے منافی ہیں، یعنی بشر نبی نہیں بن سکتا، اسی لیے اللہ کے رسولوں کو یہ طعنہ دیا کہ تم تو ہماری طرح بشر ہو، لہٰذا تم نبی نہیں بن سکتے۔ اللہ کے نبیوں کے جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ واقعی ہم تمہاری طرح بشر ہیں اور بشر ہونا کوئی عیب کی بات نہیں ہے، اور نہ ہی بشریت اور نبوت میں کسی قسم کی تنافی پائی جاتی ہے، لیکن اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے جس پر چاہتے ہیں احسان فرما کر نبوت عطا فرماتے ہیں، پس ثابت ہوا کہ اللہ کے نبی بشر ہوتے ہیں، خود قرآن کریم میں نبیوں کا اقرار موجود ہے کہ ہم تمہاری طرح بشر ہیں، لیکن اللہ تعالیٰ نے ہمیں نبوت عطا فرما کر ہم پر احسان کیا ہے۔

اسی آیت کے تحت "کنز الایمان" کے حاشیہ پر مفتی نعیم الدین مراد آبادی لکھتے ہیں: "اچھا یہی مانو کہ ہم واقعی انسان ہیں۔"

اس آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نبی واقعی انسان، بشر ہوتے ہیں۔

۲) "مَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنۡ يُّؤۡتِيَهُ اللّٰهُ الۡـكِتٰبَ وَالۡحُكۡمَ وَالنُّبُوَّةَ ثُمَّ يَقُوۡلَ لِلنَّاسِ كُوۡنُوۡا عِبَادًا لِّىۡ مِنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ وَلٰـكِنۡ كُوۡنُوۡا رَبَّانِيّٖنَ ۔" (آل عمران ۷۹) ترجمہ: "کسی بشر سے یہ بات نہیں ہو سکتی کہ اللہ تعالیٰ اس کو کتاب اور فہم اور نبوت عطا فرما دیں، پھر وہ لوگوں سے کہنے لگے کہ میرے بندے بن جاؤ خدا تعالیٰ کو چھوڑ کر لیکن کہے گا کہ اللہ والے بن جاؤ۔"

فائدہ: اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ بشر کو کتاب، حکمت اور نبوت عطا فرماتے ہیں۔

انبیاء کرام علیہم السلام آدمی ہوتے ہیں: اللہ تعالیٰ کے تمام پیغمبر آدمی اور مرد ہوتے ہیں، چنانچہ ارشاد خداوندی ہے:

"وَمَاۤ اَرۡسَلۡنَا مِنۡ قَبۡلِكَ اِلَّا رِجَالًا نُّوۡحِىۡۤ اِلَيۡهِمۡ فَسۡـئَلُوۡۤا اَهۡلَ الذِّكۡرِ اِنۡ كُنۡتُمۡ لَا تَعۡلَمُوۡنَ ۔" (النحل۔ ۴۳)

ترجمہ: "اور ہم نے آپ سے قبل صرف آدمی ہی رسول بنا کر بھیجے ہیں کہ ان پر وحی بھیجا کرتے تھے، سو اگر تم کو علم نہیں ہے تو اہل علم سے پوچھ کر دیکھو۔"

فائدہ: اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ سب نبی آدمی اور مرد ہوتے ہیں، یعنی کوئی غیر آدمی اور غیر مرد نبی نہیں ہوا، چنانچہ اسی آیت کے تحت مفتی نعیم الدین صاحب مراد آبادی "کنز الایمان" کے حاشیہ پر لکھتے ہیں:

"یہ آیت مشرکین مکہ کے جواب میں نازل ہوئی، جنہوں نے سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا اس طرح انکار کیا تھا کہ اللہ

تعالیٰ کی شان اس سے برتر ہے کہ وہ کسی بشر کو رسول بنائے، انہیں بتایا گیا کہ سنت الٰہی اسی طرح جاری ہے، ہمیشہ اس نے انسانوں میں سے مردوں ہی کو رسول بنا کر بھیجا ہے۔" (حاشیہ "کنزالایمان" کے تحت آیت مذکورہ)

ماشاءاللہ! مفتی صاحب نے واضح کر دیا کہ نبی انسان، مرد اور بشر ہوتے ہیں اور یہی سنت الٰہی ہے۔

نیز یہ بات بھی یاد رکھیں : قرآن مجید میں متعدد مقامات پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بشریت کا اعلان کیا گیا ہے، چنانچہ ہم نے معارف التبیان میں ۲۲ آیات کی نشاندھی کی ہے مگر ان آیات میں سے چند آیات اختصار کے پیش نظر آپ کی خدمت میں یہاں بھی پیش کی جاتی ہیں۔ (۱) "قُلْ سُبْحَانَ رَبِّیْ هَلْ كُنْتُ اِلَّا بَشَرًا رَّسُوْلًا (بنی اسرائیل ۹۳)

ترجمہ: "(اے پیغمبر!) آپ فرما دیجئے کہ سبحان میں بجز اس کے کہ آدمی ہوں، پیغمبر ہوں اور کیا ہوں۔"

فائدہ : مشرکین مکہ کا نظریہ تھا کہ کوئی بشر اللہ کا نبی و رسول نہیں بن سکتا، چنانچہ جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت و رسالت کا انکار کر دیا اور قسم قسم کے غلط مطالبات آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے شروع کر دیئے، اگر آپ اللہ کے رسول ہیں تو سرزمین مکہ کے پہاڑ ہٹ جائیں اور نہریں بہنے لگیں، کھجوروں اور انگوروں کے باغات اگ آئیں یا آسمان کا ٹکڑا ہم پر ساقط ہو جائے یا فرشتے ہمارے سامنے آ کر آپ کی نبوت کی شہادت دیں یا آپ کا گھر سونے کا ہونا چاہیے یا پھر آپ ہمارے سامنے آسمان پر چڑھ جائیں، لیکن صرف آسمان پر چڑھنا کافی نہیں، بلکہ وہاں سے ہماری طرف ایک خط لے کر آئیں اور ہم اس کو پڑھیں، تب ہم ایمان لائیں گے۔ ان سب مطالبات کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے سورۂ بنی اسرائیل کی آیات ۹۰ تا ۹۳ نازل فرمائیں کہ تم نے جو اتنے سارے مطالبات مجھ سے کیے ہیں یہ سب کام میرے بس میں نہیں ہیں، ان کاموں کو کرنے والا تو میرا اللہ ہے، اور وہ اپنے کاموں میں وحدہٗ لا شریک ہے، میں تو بشر رسول ہوں، تمہارے مطالبات پورے کرنا میرے اختیار میں نہیں ہے، میں تو اللہ کی طرف سے پیغام پہنچانے والا ہوں، تبلیغ کرنے والا ہوں، اور دعوت الی اللہ دینے والا ہوں، میں صرف بشر رسول ہوں، خدا نہیں ہوں کہ تمہارے مطالبات پورے کر سکوں۔ پس ثابت ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم حقیقی بشر اور حقیقی رسول ہیں۔

۲) "قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوْحٰٓى اِلَیَّ اَنَّمَآ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ۔" (الکہف۔ ۱۱۰)

ترجمہ: (اے پیغمبر!) آپ کہہ دیجئے کہ میں تو تم ہی جیسا بشر ہوں میرے پاس بس یہ وحی آتی ہے کہ تمہارا معبود ایک ہی معبود ہے۔

فائدہ : اس آیت میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانِ مبارک سے آپ کی مقدس بشریت کا اعلان کیا گیا۔

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم اعلیٰ درجہ کے انسان ہیں: اللہ تعالیٰ اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی قرآن حکیم میں شان بیان فرماتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں : (۱) "لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ" (التوبۃ ۱۲۸) ترجمہ: "تمہارے پاس ایسے پیغمبر تشریف لائے جو تمہاری جنس سے ہیں، جن کو تمہاری مضرت کی بات نہایت گراں گزرتی ہے، جو تمہاری منفعت کے بڑے خواہشمند رہتے ہیں، ایمانداروں کے ساتھ بڑے ہی شفیق و مہربان ہیں۔"

فائدہ : اس آیت پاک سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم انسانوں کی جنس سے ہیں، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اعلیٰ و اشرف درجہ کے عظیم انسان ہیں۔

۲) "اَلرَّحْمٰنُ۔ عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ۔ خَلَقَ الْاِنْسَانَ۔" (الرحمٰن ۱ تا ۳) ترجمہ: "رحمٰن نے قرآن کی تعلیم دی، اس نے انسان کو پیدا کیا۔" "کنزالایمان" میں اس آیت کا ترجمہ یوں لکھا ہے: "رحمٰن نے اپنے محبوب کو قرآن سکھایا، انسانیت کی جان محمد کو پیدا کیا۔" مفتی نعیم الدین صاحب مرادآبادی "کنزالایمان" کے حاشیہ پر لکھتے ہیں کہ: "انسان سے اس آیت میں سیدِ عالم محمد

مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔"

حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم رَجُل (آدمی) ہیں: اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں : "اَكَانَ لِلنَّاسِ عَجَبًا اَنْ اَوْحَيْنَآ اِلٰى رَجُلٍ مِّنْهُمْ ۔" (یونس ۔ ۲) ترجمہ : "کیا لوگوں کو اس بات سے تعجب ہوا کہ ہم نے ان میں سے ایک شخص کے پاس وحی بھیجی ۔"

"کنزالایمان" میں اس کا ترجمہ یوں کیا گیا ہے : "کیا لوگوں کو اس کا اچنبھا ہوا کہ ہم نے ان میں سے ایک مرد کو وحی بھیجی ۔"

فائدہ : اس آیت میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو "رَجُل" یعنی آدمی، مرد کہا گیا ہے ۔

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم عبد ہیں: قرآنِ حکیم میں آیاتِ کثیرہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو "عبد" یعنی اللہ تعالیٰ کا بندہ کہا گیا ہے، چند آیات ملاحظہ فرمائیں : (۱) "وَاِنْ كُنْتُمْ فِىْ رَيْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلٰى عَبْدِنَا ۔" (البقرۃ ۲۳ :)

۲) "سُبْحٰنَ الَّذِىْٓ اَسْرٰى بِعَبْدِهٖ" (بنی اسرائیل ۱ :) (۳) "فَاَوْحٰٓى اِلٰى عَبْدِهٖ مَآ اَوْحٰى ۔" (النجم ۔ ۱۰)

۴) "تَبٰرَكَ الَّذِىْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰى عَبْدِهٖ ۔" (الفرقان ۔ ۱)

بلکہ ہر مسلمان کلمہ شہادت پڑھ کر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عبدیت کی شہادت دیتا ہے ۔

"اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ ۔"

- بشریت النبی صلی اللہ علیہ وسلم پر نظریاتِ صحابہؓ:

اس بحث کو ختم کرنے سے پہلے ذرا حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی مقدس بشریت کے متعلق نظریاتِ صحابہ کرامؓ بھی معلوم کر لیں ۔

۱) "حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں : حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : "انما انا بشر" میں یقیناً بشر ہوں ۔" (مسند احمد، ابن ماجہ، بحوالہ جامع صغیر ج ۱ : ص ۔ ۱۰۱)

۲) "ام المومنین حضرت اُمِ سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں : حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ : میں بشر ہوں ۔" (موطا امام مالک، جامع صغیر ج ۱ : ص ۱۰۱ :) (۳) "حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں : حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ : میں بشر ہوں ۔" (مسند احمد، مسلم شریف جامع صغیر ۱ : ص ۔ ۱۰۱)

۴) "حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں : حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ : میں بشر ہوں ۔" (مسلم، نسائی، جامع صغیر ج ۱ : ص ۱۰۱ :) (۵) "حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں : حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ : میں بشر ہوں ۔" (مسند احمد، ابن ماجہ، جامع صغیر ج ۱ : ص ۱۰۱ :) (۶) ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں : حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ : میں بشر ہوں ۔" (مسلم شریف ج ۔ ۲ ص ۳۲۳)

۷) "حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں : حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ : میں بشر ہوں ۔" (مسلم شریف ج ۲ : ص ۳۲۴) (۸) "حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں : حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : میں بشر ہوں ۔" (مسلم شریف : ج ۲ ص ۳۲۴ :) (۹) "حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں : حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : میں بشر ہوں ۔"

(رواہ مسلم، مشکوٰۃ شریف ص ۔ ۵۶۸)

قارئین کرام ! آپ نے دیکھ لیا کہ صحابہ کرامؓ کا نظریہ یہ ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم افضل بشر، اشرف بشر اور سید البشر اور سید ولد آدم ہیں، لیکن خدا کو معلوم کہ علامہ صاحب نے بشریت النبی صلی اللہ علیہ وسلم کو نظریات صحابہ میں کیوں شمار نہیں کیا؟ اگر علامہ صاحب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مقدس و مطہر بشریت کا انکار کرتے ہیں، تو واضح فرمائیں تاکہ معلوم ہو جائے کہ علامہ صاحب

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بشریت کا انکار کر کے منکر و گستاخ صحابہ ہیں، اور اگر علامہ صاحب صحابہ کرامؓ کے نظریہ کے مطابق آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بشر مانتے ہیں تو پھر یہ بتائیں کہ اس کو نظریاتِ صحابہ میں شمار کیوں نہیں کیا؟ علامہ صاحب کی ذمہ داری ہے کہ وہ اپنی پوزیشن واضح فرمائیں، سمجھ نہیں آتا کہ غلط نظریات کی نسبت تو صحابہ کرامؓ کی طرف کر دی، لیکن جو صحیح نظریہ صحابہ ہے اس کو چھوڑ دیا۔

بشریت النبی صلی اللہ علیہ وسلم پر بریلوی عقائد:

بشریت النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق اعلیٰ حضرت احمد رضا خان صاحب کا نظریہ:

(۱) علامہ صاحب کے پیشوا احمد رضا خان صاحب بریلوی لکھتے ہیں: ''نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا جسمِ اقدس جس خاک پاک سے بنا، صدیق و فاروق اسی مٹی سے بنے۔'' (السنیۃ الانیقہ فی فتاویٰ افریقہ ص۔۸۵)

(۲) بشریت النبی صلی اللہ علیہ وسلم اور ''بہارِ شریعت'': ''بہارِ شریعت'' کے مؤلف ابوالعلی حکیم امجد علی صاحب رضوی قادری، عقائد کے باب میں لکھتے ہیں: ''عقیدہ: نبی اس بشر کو کہتے ہیں جسے اللہ تعالیٰ نے ہدایت کے لیے وحی بھیجی ہو۔ عقیدہ: انبیاء سب بشر تھے اور مرد، نہ کوئی جن نبی ہوا نہ عورت''۔ (بہارِ شریعت حصہ اول ص۔۹)

''بہارِ شریعت'' اعلیٰ حضرت احمد رضا خان صاحب کی مصدقہ کتاب ہے، اور اسی میں لکھا ہے کہ انبیاء سب بشر تھے۔ ص ۱۱۔

(۳) مولوی نعیم الدین مراد آبادی کا عقیدہ: انبیاء وہ بشر ہیں جن کے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی (پیغام الٰہی) آتی ہے (کتاب العقائد ص ۷: طبع مکتبہ مہریہ رضویہ سیالکوٹ)

اب علامہ صاحب بتائیں گے کہ ان کے پیشوا، وراہ نما سچ کہہ گئے ہیں یا جھوٹ؟ اگر سچ کہہ گئے ہیں تو علامہ صاحب کو ''نظریات صحابہ'' میں شامل کریں، اور اگر جھوٹ بول گئے تو کم از کم ان سے برأت کا اعلان تو کر دیں!

حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات بابرکات کے اندر انسانوں والے خواص و علامات اور لوازمات پائے جاتے تھے، جن سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بشر ہیں بلکہ افضل البشر ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے والد کا نام ''عبداللہ'' ہے، دادا کا نام ''عبدالمطلب'' ہے، آپ کا سلسلۂ نسب حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت نوح علیہ السلام سے ہوتا ہوا حضرت آدم علیہ السلام سے جاملتا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ کا نام ''آمنہ بنت وہب'' ہے، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ماں کی طرف سے سلسلۂ نسب حضرت حوا علیہا السلام سے جاملتا ہے۔ اب فیضی کے استدلال کا جواب سمجھیں۔

جواب: چنانچہ اسی حقیقت کو حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے اپنے مذکورہ بالا اشعار میں بیان فرمایا ہے کہ آپ اپنے آباء کی اصلاب سے اور امہات کے ارحام سے نسلاً بعد نسلٍ منتقل ہوتے ہوئے دنیا میں تشریف لائے، اور اسی حالت کے متعلق حضرت عباسؓ فرماتے ہیں: ''ولا بشر انت ولا مضغة ولا علق'' یعنی اس وقت اور اس حالت میں آپ نہ بشر تھے، اور نہ مضغہ اور نہ علقہ، بلکہ آپ اپنے آباء کے اصلاب میں مادۂ مائیہ تھے، یعنی مضغہ اور علقہ کے مراحل سے پہلے کی یہ بات ہے، اور جب آپ ان مراحل سے گزر کر دنیا میں تشریف لائے تو آپ کی ذات بابرکات کو انسان اور بشر بھی کہا گیا، آدمی، مرد اور اولادِ آدم بھی کہا گیا۔ اسی حقیقت کو خود علامہ صاحب نے بھی تسلیم کیا ہے، کیونکہ ''ولا بشر انت ولا مضغة ولا علق'' ترجمہ یوں نقل کیا ہے کہ: ''آپ اس وقت نہ بشر تھے اور نہ مضغہ اور نہ علق''۔

پس ثابت ہوا کہ یہ بات آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری سے پہلے، بلکہ مضغہ اور علق کے مراحل سے بھی پہلے کی ہے، بہر حال ثابت ہوا کہ آپ حسب و نسب والے ہیں اور یہ سلسلۂ نسب دلالت کرتا ہے کہ آپ اولادِ آدم میں سے ہیں۔ اسی حقیقت کو ''کنزالایمان'' کے محشی صاحب نے تسلیم کیا ہے، چنانچہ لکھتے ہیں:

''محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم عربی قریشی جن کے حسب و نسب کو تم خوب جانتے ہو کہ تم سب سے عالی نسب ہیں'' (حاشیہ ''کنزالایمان''

آیت بلقد جاء کم رسول من انفسکم)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بی بی حلیمہ اور چند دیگر عورتوں کا دودھ پیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم بچپن کے مراحل سے گزرے، آپ نے بچپن میں بکریاں چرائیں، آپ بچوں سے کھیلے، آپ یتیم ہوئے، آپ کو بھوک و پیاس کا تقاضا ہوتا تھا، اور آپ کھاتے اور پیتے تھے، آپ کو بیت الخلا جانے کی حاجت ہوتی تھی، اور آپ طہارت فرماتے تھے، آپ کو خوشی وغمی کے عوارضات لاحق ہوتے تھے، آپ سردی اور گرمی سے متاثر ہوتے تھے، آپ اونٹ، گدھے، گھوڑے اور خچر کی سواری کرتے تھے، آپ کو پسینہ آتا تھا، اور آپ تھک بھی جاتے تھے، آپ کو نیند بھی آتی تھی، آپ کو مرض و درد کا عارضہ بھی لاحق ہوتا تھا، آپ کی داڑھی مبارک آپ کے سینے کو بھرنے والی تھی، آپ کی آخری عمر میں داڑھی کے چند بال سفید بھی ہو گئے، آپ کا دار فانی سے انتقال ہوا، آپ کو غسل دیا گیا اور کفن پہنایا گیا، آپ کی نماز جنازہ ادا کی گئی، اور آپ کی قبر کھودی گئی، اور باقاعدہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دفن کیا گیا، لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک جنت کے اعلیٰ ترین باغوں میں سے ایک باغ ہے۔

"المہند علی المفند" یعنی عقائدِ علمائے دیوبند میں لکھا ہے کہ :جس بقعہ مبارکہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم آرام فرما ہیں، اس کی شان وعظمت کا مقابلہ بیت اللہ بھی نہیں کرسکتا اور عرش معلی بھی نہیں کرسکتا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قبر مبارک میں زندہ ہیں، صلوۃ و سلام پڑھنے والوں کا صلوۃ وسلام سنتے ہیں اور جواب دیتے ہیں، اور دُور سے جو دُرود شریف پڑھا جاتا ہے وہ فرشتوں کے ذریعہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچایا جاتا ہے، ستر ہزار فرشتے صبح وشام آپ کے مزار اطہر پر سلام پڑھتے ہیں۔(سنن دارمی)

نیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی گیارہ گھر والیاں تھیں، آپ کی چار بیٹیاں ہیں اور تین یا چار باختلاف روایات بیٹے ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم صاحب اولاد ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا سلسلۂ نسب جاری ہے، ان سب باتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم انسان اور آدمی ہیں، کیا ہی خوب فرمایا مفتی نعیم الدین صاحب مراد آبادی نے :

"کہ مجھ پر بشری اعراض وامراض طاری ہوتے ہیں۔" (حاشیہ "کنز الایمان" تحت آیت :انما انا بشر مثلکم)

لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا مقام اور شان ساری مخلوق سے اعلی وارفع ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان تو دوسرے انبیاء سے بھی اونچی ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم تو سید الانس والجن ہیں، بلکہ سید الانبیاء والمرسلین اور امام النبیین وخاتم النبیین ہیں، اور آپ سید ولد آدم ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم یقیناً نورِ ہدایت بھی ہیں اور سید البشر بھی ہیں، ان میں سے کسی کا انکار نہیں کیا جاسکتا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا نورِ ہدایت ہونا بسر وچشم اور آپ کی مقدس بشریت بدل وجان تسلیم، صلی اللہ علیہ وسلم۔ اکابرین علمائے دیوبند کی تعلیم یہ ہے کہ :

بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

﴿۱۲﴾ انبیاء کا مشن : اللہ تعالیٰ کے ہم بڑے ممنون واحسان مند ہیں کہ اس نے ہمیں ہمارے منافع دارین کے رستے بتلا دیئے لہٰذا ہم اس پر بھروسہ نہ کریں تو کس پر کریں اور اسی کی خاطر تمہاری ایذائیں صبر کرینگے۔

وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِرُسُلِهِمْ لَنُخْرِجَنَّكُمْ مِّنْ اَرْضِنَآ اَوْ لَتَعُوْدُنَّ فِيْ مِلَّتِنَا ۭ

اور کہا ان لوگوں نے جنہوں نے کفر کیا اپنے رسولوں سے کہ ہم ضرور نکال دیں گے تمہیں اپنی سرزمین سے یا تم پلٹ آؤ ہماری ملت میں پس وحی کی

فَاَوْحٰٓى اِلَيْهِمْ رَبُّهُمْ لَنُهْلِكَنَّ الظّٰلِمِيْنَ ۝ۙ وَلَنُسْكِنَنَّكُمُ الْاَرْضَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ ۭ

ان (رسولوں) کی طرف انکے پروردگار نے کہ بیشک ہم ضرور ہلاک کریں گے ظلم کرنیوالوں کو ﴿۱۳﴾ اور ہم ضرور بسائیں گے تم کو زمین میں انکے بعد اور یہ بات اس شخص کیلئے ہے

ذٰلِكَ لِمَنْ خَافَ مَقَامِيْ وَخَافَ وَعِيْدِ ﴿۱۴﴾ وَاسْتَفْتَحُوْا وَخَابَ كُلُّ جَبَّارٍ عَنِيْدٍ ﴿۱۵﴾

جو خوف کھاتا ہے میرے روبرو کھڑا ہونے سے اور خوف کھاتا ہے میری وعید سے ﴿۱۴﴾ اور فیصلہ طلب کیا انہوں نے اور ناکام ہوا ہر متکبر اور عناد کرنے والا ﴿۱۵﴾

مِّنْ وَّرَآئِهٖ جَهَنَّمُ وَيُسْقٰى مِنْ مَّآءٍ صَدِيْدٍ ﴿۱۶﴾ يَّتَجَرَّعُهٗ وَلَا يَكَادُ يُسِيْغُهٗ وَيَاْتِيْهِ الْمَوْتُ

اسکے آگے جہنم ہے اور پلایا جائیگا اسکو پیپ والا پانی ﴿۱۶﴾ اس کو گھونٹ گھونٹ کر کے اتاریگا اور قریب نہیں کہ اسکو حلق سے اتار سکے اور آئے گی اس کے پاس موت

مِنْ كُلِّ مَكَانٍ وَّمَا هُوَ بِمَيِّتٍ ۭ وَمِنْ وَّرَآئِهٖ عَذَابٌ غَلِيْظٌ ﴿۱۷﴾ مَثَلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا

ہر طرف سے اور وہ مرنے والا نہیں ہوگا اور اسکے آگے سخت قسم کا عذاب ہوگا ﴿۱۷﴾ مثال ان لوگوں کی جنہوں نے کفر کیا ہے اپنے رب

بِرَبِّهِمْ اَعْمَالُهُمْ كَرَمَادِ اشْتَدَّتْ بِهِ الرِّيْحُ فِيْ يَوْمٍ عَاصِفٍ ۭ لَا يَقْدِرُوْنَ مِمَّا كَسَبُوْا

کیساتھ ان کے اعمال مثل راکھ کے ہیں کہ سخت ہو گئی ہے اسکے ساتھ ہوا شدید آندھی کے دن نہیں قادر ہوں گے وہ اس چیز میں سے کسی شے پر بھی جسکو انہوں

عَلٰي شَيْءٍ ۭ ذٰلِكَ هُوَ الضَّلٰلُ الْبَعِيْدُ ﴿۱۸﴾ اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ ۭ

نے کمایا اور یہ گمراہی ہے دور کی ﴿۱۸﴾ (اے مخاطب) کیا تو نے نہیں دیکھا کہ بیشک اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا ہے آسمانوں اور زمین کو حق کیساتھ

اِنْ يَّشَاْ يُذْهِبْكُمْ وَيَاْتِ بِخَلْقٍ جَدِيْدٍ ﴿۱۹﴾ وَّمَا ذٰلِكَ عَلَي اللّٰهِ بِعَزِيْزٍ ﴿۲۰﴾ وَبَرَزُوْا لِلّٰهِ

اگر وہ چاہے تو تم کو لیجائے اور لائے وہ نئی مخلوق ﴿۱۹﴾ اور نہیں ہے یہ اللہ تعالیٰ پر کوئی دشوار ﴿۲۰﴾ اور ظاہر ہوں گے یہ لوگ سب کے سب اللہ کے سامنے

جَمِيْعًا فَقَالَ الضُّعَفٰۗؤُا لِلَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْٓا اِنَّا كُنَّا لَكُمْ تَبَعًا فَهَلْ اَنْتُمْ مُّغْنُوْنَ

پس کہیں گے کمزور لوگ ان لوگوں سے جنہوں نے تکبر کیا بیشک ہم تھے تمہارے تابع پس کیا ہو تم بچانیوالے ہم سے اللہ کے عذاب میں سے کچھ وہ کہیں گے

عَنَّا مِنْ عَذَابِ اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ ۭ قَالُوْا لَوْ هَدٰىنَا اللّٰهُ لَهَدَيْنٰكُمْ ۭ سَوَاۗءٌ عَلَيْنَآ اَجَزِعْنَآ

کہ اگر اللہ ہمیں ہدایت دیتا تو ہم تمکو ہدایت کرتے برابر ہے ہمارے اوپر کہ ہم بے قراری کا اظہار کریں یا ہم صبر کریں۔ نہیں ہے ہمارے لئے

اَمْ صَبَرْنَا مَا لَنَا مِنْ مَّحِيْصٍ ﴿۲۱﴾

خلاصی کی کوئی صورت ﴿۲۱﴾

﴿۱۳﴾ وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِرُسُلِهِمْ ... الخ ربط آیات : اوپر کفار کے شکوک وشبہات کا ذکر تھا اب انکے انبیاء علیہم السلام کو ڈرانے اور دھمکانے کا ذکر ہے کہ وہ رسولوں سے کہنے لگے اپنے توکل کو رہنے دو اور سن لو کہ ہم تم کو اپنے ملک سے نکال دیں گے۔

خلاصہ رکوع ۳ کفار کی دھمکی، جواب دھمکی، تسلی، فیصلہ، معاندین کا نتیجہ، کفار کے حبط اعمال کی مثال، توحید خداوندی پر عقلی دلیل، تابعین اور متبوعین کا باہمی مکالمہ۔ ماخذ آیات ۱۳ تا ۲۱ +

کفار کی دھمکی : جاننا چاہئے کہ انبیاء کرام نبوت سے پہلے کبھی اپنی قوم کے دین پر قائم نہیں ہوئے جن کو یہ کہا جا سکے کہ تم ہمارے مذہب میں واپس آجاؤ انبیاء کرام شروع ولادت سے لیکر شرک اور کفر کی آلودگی سے ہمیشہ پاک رہے ہیں بلکہ اصل یہ ہے کہ انبیاء کرام نبوت سے پہلے انہی کے ساتھ رہتے تھے اور قبل از بعثت انکو تبلیغ ودعوت نہیں کرتے تھے اسلئے وہ لوگ انبیاء کو اپنا ہم

ع ۱۵ ۹

مذہب جانتے تھے، اور بعثت کے بعد جب انبیاء قوم کو اللہ کے احکام سناتے، تو وہ لوگ یہ سمجھتے کہ اب یہ ہمارے دین سے پھر گئے، اور انکو دھمکی دیتے کہ یا تو ہمارے مذہب میں آجاؤ ورنہ ہم تم کو اپنے ملک سے نکال دیں گے۔

جس طرح قوم شعیب علیہ السلام نے کہا تھا "لَنُخْرِجَنَّكَ يٰشُعَيْبُ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَكَ مِنْ قَرْيَتِنَآ" (اعراف۔۸۸)

اور جس طرح قوم لوط علیہ السلام نے کہا تھا "اَخْرِجُوْٓا اٰلَ لُوْطٍ مِّنْ قَرْيَتِكُمْ" (النمل ۵۶)

اور جس طرح اللہ نے قریش مکہ کے حال سے خبر دی ہے "وَاِنْ كَادُوْا لَيَسْتَفِزُّوْنَكَ مِنَ الْاَرْضِ لِيُخْرِجُوْكَ مِنْهَا وَاِذًا لَّا يَلْبَثُوْنَ خِلٰفَكَ اِلَّا قَلِيْلًا" (الاسراء ۷۶)

"وَاِذْ يَمْكُرُ بِكَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِيُثْبِتُوْكَ اَوْ يَقْتُلُوْكَ اَوْ يُخْرِجُوْكَ وَيَمْكُرُوْنَ وَيَمْكُرُ اللّٰهُ وَاللّٰهُ خَيْرُ الْمٰكِرِيْنَ"۔ (الانفال۔۳۰)

کفار مکہ آنحضرت ﷺ کو قبل از بعثت اپنی ملت پر سمجھتے تھے اسی وجہ سے آپ ﷺ کو، صابی، کہتے تھے یعنی آبائی دین سے پھر جانے والا اور آپ ﷺ کے قتل کے درپے تھے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ قتل مرتد کا مسئلہ کافروں کے نزدیک بھی مسلم ہے۔ کافر جب خدا کے پیغمبروں کو اس طرح کی دھمکیاں دینے لگے۔ **فَاَوْحٰى : جواب دھمکی** : اللہ تعالیٰ نے انبیاء کی طرف وحی بھیجی کہ تم کافروں کے اس کہنے سے کہ ہم تم کو اپنی زمین سے نکال دیں گے خوف مت کرو البتہ تحقیق ہم انہیں ظالموں کو ہلاک اور تباہ کریں گے اور انکے ہلاک کرنے کے بعد تمہارے متبعین کو اس زمین میں بسائیں گے۔ (معارف القرآن کاندھلوی رحمہ اللہ)

﴿۱۴﴾ **تسلی** : اور ان کفار کی جگہ پر تمہیں اور تمہارے مخلص وفاداروں کو آباد رکھیں گے یہ کامیابی اور نجات کا وعدہ ان حضرات کے لئے ہے جو اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہیں اور ان کے خیال میں ہے کہ اللہ تعالیٰ انکی تمام حرکات سے واقف ہے۔

﴿۱۵﴾ **فیصلہ** : انبیاء علیہم السلام نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی اے اللہ ہم میں اور ہماری قوم میں فیصلہ فرمادے۔ جیسے حضرت نوح علیہ السلام نے کہا "فَافْتَحْ بَيْنِيْ وَبَيْنَهُمْ فَتْحًا وَّنَجِّنِيْ ...الخ (الشعراء ۱۱۸) حضرت لوط علیہ السلام نے کہا "رَبِّ نَجِّنِيْ وَاَهْلِيْ مِمَّا يَعْمَلُوْنَ" (الشعراء۔۱۶۹) حضرت شعیب علیہ السلام نے عرض کیا "رَبَّنَا افْتَحْ بَيْنَنَا وَبَيْنَ قَوْمِنَا بِالْحَقِّ" (اعراف ۸۹) حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دعا کی اور کفار مکہ نے بھی جب دیکھا کہ اتنی طویل مدت سے عذاب کی دھمکیاں دی جارہی ہیں لیکن کچھ آثار نظر نہیں آتے تو استہزاء تمسخر سے کہنے لگے "رَبَّنَا عَجِّلْ لَّنَا قِطَّنَا قَبْلَ يَوْمِ الْحِسَابِ" (ص ۱۶) نتیجہ یہ نکلا کہ عذاب الٰہی آیا جس نے جابروں اور ضدیوں کو تباہ کردیا۔

﴿۱۶،۱۷﴾ **مِنْ وَّرَآئِهٖ ...الخ معاندین کا نتیجہ** : جہنمیوں کے لئے ماء صدید ہوگا، حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ نے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے "يُسْقٰى مِنْ مَّآءٍ صَدِيْدٍ يَّتَجَرَّعُهٗ" کے بارے میں فرمایا کہ "ماء صدید" (پیپ کا پانی) جب دوزخی کے منہ کے قریب کیا جائے گا، تو وہ اس سے نفرت کرے گا، پھر اور قریب کیا جائے گا، تو چہرے کو بھون ڈالے گا، اور اس کے سر کی کھال گر پڑے گی، پھر جب اسے پیئے گا، تو انتڑیاں کاٹ ڈالے گا، اور پاخانے کے مقام سے باہر نکل جائے گا۔ (مشکوۃ ص ۵۰۳ ج ۲)

وَمَا هُوَ بِمَيِّتٍ : احوال دوزخ : وہ مرنے والا نہیں ہوگا، اور اس دوزخ میں طرح طرح کا عذاب ہوگا اور وہ سمجھے گا کہ اب مرا اب مرا لیکن پھر بھی وہ نہ مرے گا کیونکہ اس کو دائمی عذاب ہوگا "وَمِنْ وَّرَآئِهٖ اور اس کے آگے سخت عذاب ہے، اس عذاب میں اضافہ ہوتا رہے گا کبھی بھی ہلکا نہ ہوگا۔

﴿۱۸﴾ کفار کے حبط اعمال کی مثال : کفار کے دنیاوی اعمال ضائع ہوجائیں گے جس طرح آندھی کے وقت جب زور کی ہوا چلے تو راکھ کے ذرات اڑ جاتے ہیں، اس وقت کفار خالی ہاتھ ہونگے، حسرت کے علاوہ کچھ بھی نہ ہوگا جبکہ اہل ایمان ثمر شیریں سے لذت اندوز ہورہے ہونگے۔

﴿۱۹، ۲۰﴾ اَلَمْ تَرَ ...الخ بعث بعد الموت پر دلیل : اگر ان کو وہم ہو کہ قیامت کا وجود محال ہے پس عذاب کا احتمال ہی نہیں تو فرمایا جس خدا نے آسمان وزمین کامل قدرت وحکمت سے پیدا کئے اسے تمہارا از سرنو پیدا کرنا کیا محال ہے" یعنی جس خدا تعالیٰ نے زمین وآسمان کو از سرنو پیدا کیا تھا وہ اس بات پر بھی قادر ہے کہ تمہیں فنا کرکے دوسرے لوگ پیدا کردے۔

﴿۲۱﴾ عدالت عالیہ میں حاضر ہونگے۔ فَقَالَ الضُّعَفٰٓؤُا ...الخ تابعین کا مکالمہ : قیامت کے دن میدان محشر میں باطل پرست تابع اور متبوع میں یہ جھگڑا ہوگا وہ اپنے سرداروں پیشواؤں سے کہیں گے کہ تم دنیا میں بڑے بن کے بیٹھتے تھے ہم تمہارے تابع دار تھے تو کیا بچاؤ گے ہم کو اللہ کے عذاب سے؟

قَالُوْا لَوْ هَدٰىنَا اللّٰهُ ...الخ جواب متبوعین : کہیں گے کہ ہم تم کو کیا بچائیں خود ہی نہیں بچ سکتے، البتہ اگر اللہ تعالیٰ ہمیں راہ بتاتا تو ہم بھی تمہیں وہ راہ بتاتے اب تو ہم اور تم دونوں برابر ہیں تمہاری پریشانی "فَهَلْ اَنْتُمْ مُّغْنُوْنَ" سے ظاہر ہے اور ہماری پریشانی تو "هَدٰىنَا اللّٰهُ" سے ظاہر ہی ہے۔ سَوَآءٌ عَلَيْنَآ ...الخ اب برابر ہے ہمارے حق میں بیقراری کریں یا صبر کریں ہم کو خلاصی نہیں، مطلب یہ ہے کہ اب چھٹکارے کی کوئی صورت نہیں نہ صبر کرنے اور خاموش رہنے سے فائدہ نہ گھبرانے والے چلانے سے کچھ حاصل۔

وَقَالَ الشَّيْطٰنُ لَمَّا قُضِيَ الْاَمْرُ اِنَّ اللّٰهَ وَعَدَكُمْ وَعْدَ الْحَقِّ وَوَعَدْتُّكُمْ فَاَخْلَفْتُكُمْ ؕ

اور کہے گا شیطان جبکہ فیصلہ کردیا جائے گا معاملے کا بیشک اللہ نے وعدہ کیا تھا تمہارے ساتھ سچا وعدہ اور میں نے وعدہ کیا تھا تمہارے ساتھ پس میں نے اسکی خلاف ورزی کی

وَمَا كَانَ لِيَ عَلَيْكُمْ مِّنْ سُلْطٰنٍ اِلَّآ اَنْ دَعَوْتُكُمْ فَاسْتَجَبْتُمْ لِيْ ۚ فَلَا تَلُوْمُوْنِيْ وَلُوْمُوْٓا

اور نہیں تھا میرے لئے تمہارے اوپر کوئی غلبہ مگر یہ کہ میں نے تمکو دعوت دی تو تمنے میری بات قبول کرلی پس نہ ملامت کرو مجھ کو اور ملامت کرو

اَنْفُسَكُمْ ؕ مَآ اَنَا بِمُصْرِخِكُمْ وَمَآ اَنْتُمْ بِمُصْرِخِيَّ ۭ اِنِّيْ كَفَرْتُ بِمَآ اَشْرَكْتُمُوْنِ مِنْ قَبْلُ ؕ

اپنی جانوں کو۔ میں نہیں فریاد رسی کرنیوالا تمہاری اور نہ تم میری فریاد رسی کرنیوالے ہو۔ بیشک میں نے انکار کیا اس چیز کا کہ تمنے مجھے شریک بنایا اس سے پہلے بیشک ظالموں

اِنَّ الظّٰلِمِيْنَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۲۲﴾ وَاُدْخِلَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ

کیلئے عذاب الیم ہے ﴿۲۲﴾ اور داخل کئے جائیں گے وہ لوگ جو ایمان لائے اور جنہوں نے اچھے کام کئے بہشتوں میں۔ بہتی ہیں

جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا بِاِذْنِ رَبِّهِمْ ۭ تَحِيَّتُهُمْ فِيْهَا سَلٰمٌ ﴿۲۳﴾ اَلَمْ تَرَ كَيْفَ

انکے نیچے نہریں۔ ہمیشہ رہنے والے ہوں گے ان میں اپنے رب کے حکم سے انکی ملاقات ان (بہشتوں) میں سلام سے ہوگی ﴿۲۳﴾ کیا تمنے نہیں دیکھا کہ کیسے

ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا كَلِمَةً طَيِّبَةً كَشَجَرَةٍ طَيِّبَةٍ اَصْلُهَا ثَابِتٌ وَّفَرْعُهَا فِي السَّمَآءِ ﴿۲۴﴾

اللہ نے بیان کی ہے مثال پاک کلمے کی جیسا کہ ایک پاکیزہ درخت ہوتا ہے اس کی جڑ بہت مضبوط اور اسکی شاخیں فضائے آسمانی میں ہوتی ہیں ﴿۲۴﴾

تُؤْتِیْٓ اُکُلَهَا کُلَّ حِیْنٍۢ بِاِذْنِ رَبِّهَا ؕ وَیَضْرِبُ اللّٰهُ الْاَمْثَالَ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ یَتَذَكَّرُوْنَ ﴿۲۵﴾

دہ لیتا ہے اپنے پھل ہر وقت اپنے رب کے حکم سے اور بیان کرتا ہے اللہ تعالیٰ مثالیں لوگوں کیلئے تاکہ وہ نصیحت حاصل کریں ﴿۲۵﴾

وَمَثَلُ كَلِمَةٍ خَبِیْثَةٍ كَشَجَرَةٍ خَبِیْثَةِ ِۨاجْتُثَّتْ مِنْ فَوْقِ الْاَرْضِ مَا لَهَا مِنْ قَرَارٍ ﴿۲۶﴾

اور مثال گندے کلمے کی جیسا کہ ایک گندا درخت ہوتا ہے جسکو اکھاڑ دیا گیا ہے زمین کے اوپر سے نہیں اسکے لئے ٹھہراؤ ﴿۲۶﴾

یُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا وَفِی الْاٰخِرَةِ ۚ وَیُضِلُّ اللّٰهُ

اللہ تعالیٰ ثابت قدم رکھتا ہے ان لوگوں کو جو ایمان لائے مضبوط بات کے ساتھ دنیا کی زندگی میں اور آخرت میں اور گمراہ کرتا ہے اللہ تعالیٰ

الظّٰلِمِیْنَ ۙ۟ وَیَفْعَلُ اللّٰهُ مَا یَشَآءُ ﴿۲۷﴾

ظلم کرنے والوں کو اور کرتا ہے اللہ تعالیٰ جو چاہے ﴿۲۷﴾

مقتدیٰ اعظم کا قیامت کے دن اعلان

﴿۲۲﴾ وَقَالَ الشَّیْطٰنُ ....الخ ربط آیات: اوپر مشرکین کے مکالمہ کا ذکر تھا اب ان کے گمراہی کے اسباب کا ذکر ہے۔

خلاصہ رکوع ❹ شیطان کا مکالمہ، تشریح مکالمہ، اعلان بیزاری، اہل ایمان کے لئے بشارت، اہل ایمان کے لئے تسلی، کلمہ ایمان کی مثال، شفقت خداوندی، کلمہ کفر کی مثال، کلمہ توحید کے ابقاء کے اثرات۔ ماخذ آیات ۲۲: تا ۲۷ +

وَقَالَ الشَّیْطٰنُ ....الخ شیطان کا مکالمہ: قیامت کے دن جب تمام مقدمات کے فیصلے ہو جائیں گے۔ اہل ایمان جنت میں اور کفار دوزخ میں بھیج دیئے جائیں گے تو دوزخی اپنے مقتدیٰ اعظم شیطان کے پاس جائیں گے اسکو ملامت کریں گے کمبخت تو خود بھی ڈوبا اور ہمیں بھی ڈبو دیا۔ اِنَّ اللّٰهَ وَعَدَكُمْ ....الخ تشریح مکالمہ: تو شیطان ان کے سامنے لیکچر دے گا کہ مجھ پر تمہاری ملامت ناحق ہے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کے سب وعدے انبیاء کرام علیہم السلام کے ذریعہ سے تمہیں پہنچے تھے وہ سب برحق تھے جن کا تم نے آج آنکھوں سے مشاہدہ کر لیا ہے۔ میں نے صرف دعوت دی تھی تم نے تھوڑی سی بھی غور و فکر نہ کی میری تحریک کو تم نے بغیر سوچے سمجھے قبول کر لیا تھا کم از کم ادنیٰ غور و فکر اور تامل سے میرے دعوے کو پرکھ لیتے بس تم نے آنکھیں بند کر کے میری پیروی کی تھی۔

فَلَا تَلُوْمُوْنِیْ ....الخ اعلان بیزاری: آج مجھے ملامت نہ کرو بلکہ اپنے نفسوں پر ملامت کرو۔ کیونکہ تم مجبور محض نہ تھے۔

﴿۲۳﴾ بشارت: صراط مستقیم پر استقامت اختیار کرنے والوں کو یہ جزائے خیر ملے گی۔

﴿۲۴﴾ کلمہ ایمان کی مثال: اس آیت میں کلمہ طیبہ کو شجرہ طیبہ سے تشبیہ دی ہے، اور (آیت۔ ۲۶) میں کلمہ خبیثہ کو شجرہ خبیثہ سے تشبیہ دی ہے۔ حضرات مفسرین فرماتے ہیں کلمہ طیبہ سے مراد "لا الٰہ الا اللہ" ہے اور کلمہ خبیثہ سے مراد کلمہ کفر ہے، کلمہ طیبہ کو پاکیزہ درخت سے تشبیہ دی ہے جسکی جڑ خوب مضبوطی کے ساتھ زمین میں جمی ہوئی ہے اور اس کی شاخیں اونچائی میں اوپر جا رہی ہیں اور ہمیشہ پھل دیتا ہے، جب بھی اسکی فصل آئے تو فصل ضائع نہیں ہوتی۔

ترمذی شریف میں ہے کہ اس سے مراد کھجور کا درخت ہے۔ گویا کہ مؤمن کا دل بمنزلہ زمین کے ہے۔ کلمہ طیبہ کی جڑ یعنی توحید، ایمان اور اعتقاد جو اس کے دل میں راسخ ہے وہ بمنزلہ جڑ کے ہے، اور اعمال صالحہ گویا کہ اس درخت کی شاخیں ہیں جو آسمان

کی طرف قبولیت کے ساتھ عروج کرتی ہیں، اور اس درخت کی فصل کبھی ضائع نہیں ہوتی گویا کہ مؤمن کے عمل کی قبولیت کے طفیل ہر وقت اسکی برکتیں حاصل ہوتی رہتی ہیں، اور اس کا ثواب کبھی ختم نہیں ہوتا، آنحضرت ﷺ نے اس شجرہ طیبہ کی جڑ جزیرۃ العرب کی زمین میں لگائی اس نے خوب ترقی کے مراحل طے کئے خواہ ان کا تعلق سیاسی ہو، یا فکری ہو یا علمی ہو یا مالی اعتبار سے ہو، اس نے ایسی ترقی کی راہ اختیار کی کہ "اَصْلُهَا ثَابِتٌ وَّفَرْعُهَا فِي السَّمَآءِ" اسکی شاخیں آسمان تک پہنچی، یعنی جس کلمہ طیبہ کی آبیاری جزیرۃ العرب سے ہوئی تھی آج وہ دنیا کے کونے کونے تک پہنچ چکا ہے۔ اور اہل ایمان اس شجرہ طیبہ سے مستفید ہو رہے ہیں۔

﴿۲۵﴾ تُؤْتِيْٓ اُكُلَهَا كُلَّ حِيْنٍ بِاِذْنِ رَبِّهَا : اہل ایمان کے لئے تسلی : وہ درخت اپنے رب کے حکم سے ہر زمانہ میں پھل دیتا رہے گا۔ یہ درخت زمانہ کے تغیرات کا تابع نہیں کہ زمانہ کے تغیرات سے متاثر ہو کر اپنا پھل دینا چھوڑ دے۔ اس میں اہل ایمان کو تسلی دی کہ اسکی دعوت کا کوئی زمانہ و وقت متعین اور محدود نہیں ہے "كُلَّ حِيْنٍ" سے تحدید زمانہ کو ختم کر دیا ہے۔ "بِاِذْنِ رَبِّهَا" میں حق تعالیٰ نے اپنے قدرت کاملہ کی طرف اشارہ کر دیا ہے کہ اپنی ذہانت پر اپنی زبان کی لطافت اور مہارت پر اعتماد نہ کرنا دعوت میں اثر پیدا کرنے والا اللہ ہی ہے۔ يَضْرِبُ اللّٰهُ ... الخ شفقت خداوندی : اور اللہ تعالیٰ مثالیں لوگوں کے واسطے اس لئے بیان فرماتے ہیں تا کہ وہ خوب سمجھ لیں۔

﴿۲۶﴾ کلمہ کفر کی مثال : اس آیت میں کلمہ کفر کو شجرہ خبیثہ (حنظل) کے ساتھ تشبیہ دینے میں اس طرف اشارہ ہے کہ کفر کا وجود تو ہے مگر پائیداری نہیں اس لئے کہ کفر کا دعویٰ کسی صحیح دلیل سے ثابت نہیں دعویٰ بے دلیل ہے۔ اس کی جڑ اور بنیاد کوئی نہیں ہے۔ اس لئے اسکی شاخوں اور پھلوں کا ذکر نہیں کیا ذرا سی غور و فکر کرو تو نظریہ کفر کا بطلان واضح ہو جاتا ہے۔ نیز کافر کے اعمال قبول نہیں ہوتے اس لئے بھی اس کے تذکرہ میں شاخوں کا ذکر نہیں کیا۔ واللہ اعلم

فائدہ : حنظل تنہ دار نہیں ہوتا اس کو شجرہ مجازاً فرما دیا گیا کھجور کا طیب ہونا ظاہر ہے اور حنظل کا خبیث ہونا بھی ظاہر ہے کہ اس کی بو اور مزہ اور دیگر مضرتیں کتب اطباء میں دیکھیں جاسکتی ہیں۔

﴿۲۷﴾ کلمہ طیبہ کے ابقاء کے اثرات : اللہ تعالیٰ کلمہ طیبہ توحید کی برکت اور اثر سے اہل ایمان کو دنیا میں شیاطین الانس والجن کے اغواء سے ثابت قدم رکھے گا، اور قبر کی زندگی میں جو آخرت کی پہلی منزل ہے منکر نکیر کے سوالات کے صحیح جوابات دینے کی توفیق مرحمت فرمائے گا، جسکی وجہ سے قبر اور عالم برزخ اور آخرت کے دن کے حساب کے وقت کوئی اندیشہ نہیں ہوگا۔ غرض دنیا و آخرت دونوں جگہ اللہ پاک اہل ایمان کو ثابت قدم رکھے گا۔ فِي الْاٰخِرَةِ : سے قبر اور عالم برزخ مراد ہے۔ جیسا کہ احادیث مرفوعہ اور اقوال صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے ثابت ہے۔ يُثَبِّتُ اللّٰهُ : اللہ ثابت قدم رکھتا ہے اس طرف اشارہ ہے کہ یہ قیامت اور استقامت اللہ کی توفیق اور تثبیت اور اس کے فضل و عنایت سے ہے۔ قول ثابت کا مصداق کلمہ ایمان اور اس کے لوازمات مراد ہیں۔

وَيُضِلُّ اللّٰهُ الظّٰلِمِيْنَ : اہل کفر کا نتیجہ : علامہ آلوسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں اس سے مراد کافر ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ جب انہوں نے اللہ تعالیٰ کی فطرت کو بدل دیا اور قول ثابت یعنی ایمان کی طرف راہ نہ پائی اور گمراہوں کی اتباع کر لی واضح اور روشن دلائل کا اثر بھی قبول نہ کیا تو اللہ تعالیٰ نے انہیں دنیا میں راہ حق سے دور رکھا اور آخرت (یعنی قبر) میں بھی کلمہ ایمان زبان سے ادا نہ کر سکیں گے، اس پر فرشتے گرز ماریں گے اور کہیں گے "لادریت ولا تلیت" کہ نہ تو نے خود سمجھا تھا اور نہ کسی سمجھنے والے کی اتباع کی تھی۔ اس سے معلوم ہوا ایمان کی دو قسمیں ہیں ایک تحقیقی اور ایک تقلیدی اور یہ بھی معلوم ہوا کہ ایمان تحقیقی کی طرح ایمان تقلیدی بھی معتبر ہے۔ جیسے عوام کو ایمان کی پوری حقیقت معلوم نہیں ہوتی صرف اتنا جانتے ہیں کہ ہم مسلمان ہیں اور دین ہمارا اسلام ہے یہ ایمان تقلیدی ہے

اور عند اللہ یہ بھی معتبر ہے۔ اللہ پاک سچے لوگوں کی تقلید نصیب فرمائے اور غیر مقلدین سے محفوظ فرمائے۔ ﴿آمین ثم آمین﴾

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ بَدَّلُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ كُفْرًا وَّاَحَلُّوْا قَوْمَهُمْ دَارَ الْبَوَارِ ﴿۲۸﴾ جَهَنَّمَ يَصْلَوْنَهَا

کیا تو نے نہیں دیکھا ان لوگوں کی طرف جنہوں نے تبدیل کیا اللہ کی نعمت کو کفر کیساتھ اور اتارا اپنی قوم کو ہلاکت کے گھر ﴿۲۸﴾ جہنم میں جس میں داخل

وَبِئْسَ الْقَرَارُ ﴿۲۹﴾ وَجَعَلُوْا لِلّٰهِ اَنْدَادًا لِّيُضِلُّوْا عَنْ سَبِيْلِهٖ قُلْ تَمَتَّعُوْا فَاِنَّ مَصِيْرَكُمْ

ہوں گے اور وہ بہت برا ٹھکانا ہے ﴿۲۹﴾ اور ٹھہرائے انہوں نے اللہ کیلئے شریک تاکہ گمراہ کریں وہ اسکے راستے سے (اے پیغمبر!) آپ کہہ دیجئے کہ فائدہ اٹھالو پس بیشک تمہارا

اِلَى النَّارِ ﴿۳۰﴾ قُلْ لِّعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَيُنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ سِرًّا وَّعَلَانِيَةً

لوٹنا دوزخ کی طرف ہے ﴿۳۰﴾ (اے پیغمبر) آپ کہہ دیجئے میرے بندوں سے جو ایمان لائے کہ وہ قائم کریں نماز اور خرچ کریں اسمیں سے جو ہم نے انکو رزق دیا ہے پوشیدہ طور

مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ يَوْمٌ لَّا بَيْعٌ فِيْهِ وَلَا خِلٰلٌ ﴿۳۱﴾ اَللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ

پر اور ظاہری طور پر پہلے اسکے کہ آجائے ایسا دن کہ جس میں نہ سوداگری ہوگی اور نہ دوستی ﴿۳۱﴾ اللہ جس نے پیدا کیا ہے آسمانوں اور زمین کو اور اتارا ہے آسمان کی

وَاَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَخْرَجَ بِهٖ مِنَ الثَّمَرٰتِ رِزْقًا لَّكُمْ وَسَخَّرَ لَكُمُ الْفُلْكَ لِتَجْرِيَ فِي الْبَحْرِ

طرف سے پانی پس نکالا ہے اس کے ذریعے پھلوں سے رزق تمہارے لئے اور اس نے مسخر کیا ہے تمہارے لئے کشتیوں کو تاکہ چلیں وہ دریا میں اس کے حکم سے اور

بِاَمْرِهٖ وَسَخَّرَ لَكُمُ الْاَنْهٰرَ ﴿۳۲﴾ وَسَخَّرَ لَكُمُ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ دَآئِبَيْنِ وَسَخَّرَ لَكُمُ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ ﴿۳۳﴾

مسخر کیا ہے تمہارے لئے نہروں کو ﴿۳۲﴾ اور مسخر کیا ہے اس نے تمہارے لئے سورج اور چاند کو جو مسلسل چلتے ہیں اور اس نے مسخر کیا ہے تمہارے لئے رات اور دن کو ﴿۳۳﴾

وَاٰتٰىكُمْ مِّنْ كُلِّ مَا سَاَلْتُمُوْهُ وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا اِنَّ الْاِنْسَانَ لَظَلُوْمٌ كَفَّارٌ ﴿۳۴﴾

اور دی ہیں اس نے تمہیں تمام ان چیزوں میں سے جو تم نے اس سے مانگی ہیں اور اگر تم شمار کرو اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو تو اس کو پورے طریقے سے شمار نہیں کر سکتے بیشک انسان بہت بے انصافی کرنے والا اور ناشکر گزار ہے ﴿۳۴﴾

﴿۲۸﴾ اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ ... الخ ربط آیات: اوپر توحید و شرک کی مثال کا ذکر تھا اب یہاں سے کفار و مشرکین کی مذمت اور مؤمنین کی مدح اور دلائل عقلی سے توحید خداوندی کا ذکر ہے۔

خلاصہ رکوع ۵ مشرکین کی کفران نعمت، نتیجہ، مشرکین کی خباثت، نتیجہ، فرائض خاتم الانبیاء سے امہال مجرمین، توحید خداوندی پر عقلی آفاقی و سماوی دلائل، تذکیر بالآء اللہ۔ ماخذ آیات ۲۸: تا ۳۴+

مشرکین کی کفران نعمت: "نِعْمَتَ" سے مراد آنحضرت ﷺ ہیں مطلب یہ ہے کہ اللہ پاک نے لوگوں کے اوپر احسان فرمایا کہ ان کی ہدایت کے لئے ایک عظیم الشان رسول مبعوث فرمایا جس نے ان لوگوں کو شجرہ طیبہ قبول کرنے کی دعوت دی اور شجرہ خبیثہ کے استعمال سے منع فرمایا مگر ان ظالموں نے نعمت کے بدلے مصیبت اور شجرہ طیبہ کے بدلے شجرہ خبیثہ کو اختیار کیا۔

﴿۲۹﴾ نتیجہ: جسکی وجہ سے خود بھی تباہ ہوئے اور اپنی قوم کو بھی تباہی کے گھر جہنم میں اتار دیا۔

﴿۳۰﴾ مشرکین کی خباثت: ان لوگوں نے اللہ کیلئے "اَنْدَادًا" یعنی برابر والے تجویز کر لئے یعنی اللہ تعالیٰ کی عبادت میں غیر اللہ کو شریک کر دیا اور باطل معبودوں کو صفت الوہیت میں اللہ کی طرح مان لیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ خود بھی گمراہ ہوئے اور دوسروں کو بھی

ع ۵ / ۱۷

گمراہ کیا۔ قُلْ تَمَتَّعُوْا ...الخ فریضہ خاتم الانبیاء سے امہال مجرمین : آپ ان سے کہہ دیں دنیا کی چیزوں سے فائدہ اٹھالو اور خوب مزے اڑالو بالآخر تمہارا ٹھکانا دوزخ ہوگا۔

﴿۳۱﴾ فرائض خاتم الانبیاء : کفار وفجار کی تہدید ووعید کے بعد اپنے خاص بندوں کو ہدایت فرماتے ہیں اے نبی! مؤمنوں کو یہ پیغام پہنچادیجئے کہ قیامت کے آنے سے پہلے عبادات بدنیہ اور مالیہ جتنی ہوسکتی ہیں کرلیں کیونکہ اس دن نہ کوئی فدیہ قبول ہوگا اور نہ کسی کی دوستی چلے گی۔ مطلب یہ ہے کہ بیع وشراء یا محض دوستانہ تعلقات سے کام نہ نکلے گا یعنی نہ وہاں نیک عمل کہیں سے خرید کرلاسکو گے نہ کوئی ایسا دوست بیٹھا ہے جو بدون ایمان وعمل صالح کے محض دوستانہ تعلقات کی بناء پر نجات کی ذمہ داری کرلے۔ (عثمانی)

فَائِدَہ : قُلْ لِّعِبَادِیَ ...الخ اس میں مؤمنین کی کئی طرح سے مدح ہوگئی ایک "الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا" سے تعبیر فرمایا پھر ان کو "عبادی" تشریفاً فرمایا پھر انکو براہ عنایت شکر کی ترغیب دیکر کفران کی ایک آفت عظیمہ سے بچایا، اور مقصود نفی دوستی سے یہ ہے کہ یہ مستقلاً نافع نہیں ہے نہ یہ کہ ایمان کے ہوتے ہوئے بھی "حب فی اللہ" ہونا نافع ہے۔ یُقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ وَیُنْفِقُوْا : بیضاوی اور روح المعانی میں ہے کہ "یُقِیْمُوْا وَیُنْفِقُوْا" مجزوم ہے لام امر سے لام کا حذف کرنا کثیر ہے۔ (کذا فی روح المعانی ص:۱۹۸: ج۔۱۳)

﴿۳۲،۳۳﴾ توحید خداوندی پر دلیل عقلی آفاقی وسماوی : منعم حقیقی کے اوصاف بیان کئے گئے ہیں۔

﴿۳۴﴾ وَاٰتٰکُمْ مِّنْ کُلِّ مَا سَاَلْتُمُوْہُ : تذکیر بالآء اللہ : اور جو چیز تم نے اس سے مانگی اس نے تمہیں دی، اس پر سوال ہوتا ہے کہ بہت سی چیزیں انسان مانگتا ہے وہ نہیں ملتیں تو یہ آیت قاعدے کے خلاف ہے؟ علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے اسکا جواب دیا ہے کہ یہاں "مِن" تبعیض کیلئے ہے "عَلٰی حَسَبِ مَصْلِحَتِکُمْ" مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سے جو چیزیں بھی تم مانگتے ہو اس میں سے بعض عطاء کرتا ہے جو تمہاری مصلحت کے مطابق ہوں۔ (جلالین: ص:۲۰۹: ج:۱)

اِنَّ الْاِنْسَانَ لَظَلُوْمٌ کَفَّارٌ : بیشک انسان بڑا ہی ظالم اور بڑا ہی ناشکرا ہے کہ اللہ کی دی ہوئی نعمتوں کے بے محل استعمال کرتا ہے۔ نعمت دینے والے کے حق کو ادا نہیں کرتا بلکہ اس کے ساتھ دشمنی کا معاملہ کرتا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا وجود اقدس کمال درجہ کی نعمت تھا اسکی دشمنی میں لگے ہوئے ہیں۔

مواعظ ونصائح

اپنے مصائب کو گننے کی بجائے انعامات کو دیکھیں: جو شخص بھی کسی مصیبت میں گرفتار ہوا اس کو اپنے مصائب گننے سے پہلے ان انعامات کو دیکھنا چاہیے جو اللہ تعالیٰ نے اس پر کیے ہیں۔ اگر اللہ تعالیٰ نے آپ کو مال ودولت سے محروم رکھا ہے تو صحت عطا فرمائی ہے، اگر صحت سے محروم رکھا ہے تو عقل سے نوازا ہے، اور اگر عقل کم عطا کی ہے تو دین اسلام کی نعمت سے نوازا ہے۔ اگر آپ اسی حالت میں جئیں اور اسی حالت میں موت آئے تو آپ مبارکباد کے مستحق ہیں۔ لہٰذا آپ کو چاہیے کہ دل کھول کر باآواز بلند اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ کہہ کر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کریں۔ یہی طریقہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا تھا۔

ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کو غزوۂ ذات السلاسل کے لیے شام کی طرف بھیجا۔ جب وہ وہاں پہنچے تو دیکھا کہ دشمن کی فوج تعداد میں زیادہ ہے۔ لہٰذا انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مزید کمک طلب کی۔ آپ نے حضرت ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ کی سرکردگی میں مزید فوج بھیجی جس میں حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ سمیت بہت سے مہاجرین اولین بھی شامل تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب ان کو روانہ کیا تو حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا: "وہاں تم اور عمرو بن العاص باہم اتفاق رکھنا، اختلاف نہ کرنا۔"

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ وہاں جاکر جب حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے ملے تو ان سے حضرت عمرو رضی اللہ عنہ نے کہا: "تم میری مدد کو آئے ہو،

فوج کا سردار میں ہی ہوں۔" حضرت ابوعبیدہ ؓ نے کہا: "نہیں، میں اپنی فوج کا سردار ہوں، اور تم اپنی فوج کے سردار ہو"۔ یعنی جو اصحاب میرے ساتھ آئے ہیں میں ان کا امیر ہوں، جو لوگ تمہارے ساتھ ہیں تم ان کے امیر ہو۔

حضرت ابوعبیدہ ؓ ایک نرم طبیعت کے انسان تھے اور وہ دنیوی باتوں کو زیادہ اہمیت نہیں دیتے تھے۔

حضرت عمرو ؓ نے کہا: "نہیں بلکہ تم میری مدد کو آئے ہو"۔ (کسی کے سردار نہیں ہو)۔

حضرت ابوعبیدہ ؓ نے کہا کہ: "اے عمرو! مجھ سے رسول اللہ ﷺ نے روانگی کے وقت فرمایا تھا کہ تم دونوں وہاں باہم اختلاف نہ کرنا۔ لہٰذا اگر تم میری بات نہیں مانتے تو میں تمہاری بات مان لیتا ہوں۔"

حضرت عمرو ؓ نے کہا: "بس اب میں تمہارا امیر ہوں اور تم میرے مددگار ہو"۔ حضرت ابوعبیدہ ؓ اس بات کو مان گئے اور حضرت عمرو ؓ کی امامت میں لوگوں کے ساتھ نماز پڑھی۔ یہ غزوہ جب ختم ہوا تو سب سے پہلے مدینہ پہنچنے والے حضرت عوف بن مالک ؓ تھے۔ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ نے جب ان کو دیکھا تو فرمایا: "اس غزوہ کی کچھ خبریں سناؤ۔" انہوں نے جنگ کی خبریں بتائیں تو ان باتوں کا بھی ذکر کیا جو حضرت ابوعبیدہ اور حضرت عمرو بن العاص ؓ کے درمیان ہوئی تھیں۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ ابوعبیدہ بن الجراح پر رحمت فرمائے۔" ہاں بے شک اللہ تعالیٰ حضرت ابوعبیدہ ؓ پر اپنی رحمت فرمائے۔" اس واقعہ سے ثابت ہوا اختلاف میں خیر نہیں ہے بلکہ اتفاق میں خیر ہے اس لیے ابوعبیدہ ؓ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رحمت کی دعا کے مستحق ہیں۔

وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهِيْمُ رَبِّ اجْعَلْ هٰذَا الْبَلَدَ اٰمِنًا وَّاجْنُبْنِيْ وَبَنِيَّ اَنْ نَّعْبُدَ الْاَصْنَامَ ﴿۳۵﴾

اور (اس بات کا خیال کرو) جبکہ کہا ابراہیم علیہ السلام نے اے پروردگار بنادے اس شہر کو امن والا اور دور رکھ مجھ کو اور میری اولاد کو اس بات سے کہ ہم بتوں کی عبادت کریں ﴿۳۵﴾

رَبِّ اِنَّهُنَّ اَضْلَلْنَ كَثِيْرًا مِّنَ النَّاسِ ۚ فَمَنْ تَبِعَنِيْ فَاِنَّهٗ مِنِّيْ ۚ وَمَنْ عَصَانِيْ

اے پروردگار! بیشک انہوں نے گمراہ کیا ہے بہت سے لوگوں کو پس جس نے میری پیروری کی بیشک وہ مجھ سے ہے اور جس نے میری نافرمانی کی پس بیشک

فَاِنَّكَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۳۶﴾ رَبَّنَآ اِنِّيْٓ اَسْكَنْتُ مِنْ ذُرِّيَّتِيْ بِوَادٍ غَيْرِ ذِيْ زَرْعٍ عِنْدَ بَيْتِكَ

تو بخشش کرنیوالا مہربان ہے ﴿۳۶﴾ اے ہمارے پروردگار! بیشک میں نے بسایا ہے اپنی اولاد میں سے ایسی وادی میں جو کھیتی باڑی والی نہیں ہے تیرے محترم گھر کے پاس

الْمُحَرَّمِ ۙ رَبَّنَا لِيُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ فَاجْعَلْ اَفْئِدَةً مِّنَ النَّاسِ تَهْوِيْٓ اِلَيْهِمْ وَارْزُقْهُمْ مِّنَ

اے ہمارے پروردگار تاکہ یہ نماز قائم کریں۔ پس بنادے لوگوں کے دلوں کو کہ ہوں انکی طرف اور روزی دے انکو پھلوں سے

الثَّمَرٰتِ لَعَلَّهُمْ يَشْكُرُوْنَ ﴿۳۷﴾ رَبَّنَآ اِنَّكَ تَعْلَمُ مَا نُخْفِيْ وَمَا نُعْلِنُ ۭ وَمَا يَخْفٰى عَلَى اللّٰهِ مِنْ

شاید یہ شکر ادا کریں ﴿۳۷﴾ اے ہمارے پروردگار! بے شک تو جانتا ہے جس چیز کو ہم چھپاتے ہیں اور جس کو ہم ظاہر کرتے ہیں اور نہیں ہے

شَيْءٍ فِي الْاَرْضِ وَلَا فِي السَّمَاۗءِ ﴿۳۸﴾ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ وَهَبَ لِيْ عَلَى الْكِبَرِ اِسْمٰعِيْلَ

مخفی اللہ تعالیٰ پر کوئی چیز زمین میں اور نہ آسمان میں ﴿۳۸﴾ سب تعریفیں اللہ تعالیٰ کیلئے ہیں جس نے مجھے بڑھاپے میں اسماعیل اور اسحاق (علیہما السلام)

وَاِسۡحٰقَ ؕ اِنَّ رَبِّیۡ لَسَمِیۡعُ الدُّعَآءِ ﴿۳۹﴾ رَبِّ اجۡعَلۡنِیۡ مُقِیۡمَ الصَّلٰوۃِ وَمِنۡ ذُرِّیَّتِیۡ ٭ۖ رَبَّنَا وَتَقَبَّلۡ

بخشے بیشک میرا پروردگار البتہ دعاؤں کو سننے والا ہے ﴿۳۹﴾ اے میرے پروردگار! بنادے مجھے نماز قائم کرنے والا اور میری اولاد میں سے بھی۔ اے ہمارے پروردگار! اور

دُعَآءِ ﴿۴۰﴾ رَبَّنَا اغۡفِرۡ لِیۡ وَلِوَالِدَیَّ وَلِلۡمُؤۡمِنِیۡنَ یَوۡمَ یَقُوۡمُ الۡحِسَابُ ﴿۴۱﴾

ہماری دعا قبول فرما ﴿۴۰﴾ اے ہمارے پروردگار! بخش دے مجھے اور میرے والدین کو اور مومنوں کو کہ جسدن حساب قائم ہوگا ﴿۴۱﴾

ع ۱۸ / ۷

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ادعیہ

﴿۳۵﴾ وَاِذۡ قَالَ اِبۡرٰہِیۡمُ رَبِّ اجۡعَلۡ ... الخ ربط آیات : اوپر دلائل عقلی سے توحید خداوندی کا ذکر تھا اب یہاں سے دلائل نقلی سے توحید خداوندی کا ذکر ہے چونکہ اہل مکہ کو زعم تھا کہ ہم ابراہیم علیہ السلام کی اولاد ہیں اور ان کے طریقہ پر ہیں یہاں سے انکی دعا نقل کر کے ان کا عقیدہ واضح کر دیا کہ وہ بڑے موحد اور شرک سے متنفر تھے اور اپنی اولاد کے لئے بھی یہی دعا کرتے تھے۔

خلاصہ رکوع ❻ حضرت ابرہیم علیہ السلام کی ادعیہ، سبب گمراہی، وسعت علم باری تعالیٰ، شکر خداوندی۔

ماخذ آیات ۳۵تا۴۱+

حضرت ابرہیم علیہ السلام کی ادعیہ : حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بامر الٰہی خدا پرستوں کیلئے ایک مرکز بنایا اور دعا فرمائی یہاں سے چھ دعاؤں کا ذکر ہے۔ ❶ اے اللہ! اسے امن گاہ بنا۔ ❷ اور مجھے اور میری صلبی اولاد کو بت پرستی سے بچا۔ حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ کے نزدیک ابراہیم علیہ السلام نے یہ دعائیں مکہ کی آبادی اور تعمیر کعبہ کے بعد کی ہیں۔ سورۃ البقرہ میں اول پارہ کے ختم پر جس دعا کا ذکر ہے وہ البتہ بنائے کعبہ کے وقت حضرت اسماعیل علیہ السلام کی معیت میں ہوئیں۔ یہ دعائیں اس کے بہت زمانہ بعد پیرانہ سالی میں کی گئیں۔

﴿۳۶﴾ سبب گمراہی : اے اللہ بت پرستی کے سبب سے بہت سے لوگ گمراہ ہو گئے ہیں میں اپنا اسے سمجھوں گا جو میری طرح توحید پرست ہوگا۔ جس نے کہنا نہ مانا اور ہمارے راستے سے علیحدہ ہو گیا تو آپ اپنی بخشش اور مہربانی سے اس کو توبہ کی توفیق دے سکتے ہیں آپ کی مہربانی ہو تو وہ ایمان لا کر آپ کی رحمت خصوصی سے نجات ابدی کا مستحق بن سکتا ہے، یا یہ مطلب ہے کہ آپ کو قدرت ہے کہ اسے بھی بحالت موجودہ بخش دیں گو آپکی حکمت سے اسکا وقوع ہوگا نہیں۔

﴿۳۷﴾ ❸ حضرت ہاجرہ اور اسماعیل کو جب بیت اللہ کے پاس ٹھہرا گئے تھے اس وقت یہ دعا فرمائی تھی اور دوسری اولاد حضرت اسحٰق وغیرہ شام میں تھے بعدۂ قبیلہ جرہم کے کچھ لوگ وہاں پہنچے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے حضرت اسماعیل علیہ السلام کی تشنگی اور حضرت ہاجرہ کی بیتابی کو دیکھ کر فرشتے کے ذریعے سے وہاں زمزم کا چشمہ جاری کر دیا، جرہم کے خانہ بدوش لوگ پانی دیکھ کر اتر پڑے اور حضرت ہاجرہ کی اجازت سے وہیں بسنے لگے۔ اسماعیل علیہ السلام جب بڑے ہوئے تو اس قبیلے میں ان کی شادی ہوئی اس طرح جہاں آج مکہ ہے ایک بستی آباد ہو گئی۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام گاہ بگاہ ملک شام سے تشریف لایا کرتے تھے اور اس شہر اور شہر کے باشندوں کیلئے دعا فرماتے، خداوندا میں نے اپنی ایک اولاد کو اس بنجر اور چٹیل آبادی میں تیرے حکم سے تیرے معظم و محترم گھر کے پاس لا کر بسایا ہے تا کہ یہ اور اسکی نسل تیرا اور تیرے گھر کا حق ادا کریں تو اپنے فضل سے کچھ لوگوں کے دل ادھر متوجہ کر دے کہ وہ یہاں آئیں جس سے تیری عبادت ہو اور شہر کی رونق بڑھے نیز ان کی روزی اور دل جمعی کیلئے غیب سے ایسا سامان فرما دے عمدہ میوے اور پھلوں کی یہاں افراط ہو جائے تا کہ یہ لوگ اطمینان قلب کے ساتھ تیری عبادت اور شکر گزاری میں لگے رہیں۔ حق تعالیٰ نے یہ سب دعائیں قبول فرمائیں آج تک ہر سال ہزاروں لاکھوں آدمی مشرق و مغرب سے کھنچ کھنچ کر وہاں جاتے ہیں۔ اعلیٰ قسم کے میوے اور پھلوں کی مکہ میں

وہ افراط ہے جو شاید دنیا کے کسی حصہ میں ہو حالانکہ خود مکہ میں ایک بھی ثمر دار درخت موجود نہیں ہوگا بعض سلف سے منقول ہے کہ ابراہیم علیہ السلام نے دعا میں "اَفْئِدَةً مِّنَ النَّاسِ" (کچھ آدمیوں کے دل) کہا تھا ورنہ سارا جہان ٹوٹ پڑتا۔

﴿۳۸﴾ ❹ : وسعت علم باری تعالیٰ : اے اللہ تو ہمارے ظاہر اور باطن کو جانتا ہے۔

﴿۳۹﴾ شکر خداوندی : اللہ تعالیٰ کا شکر کرتا ہوں کہ اس نے مجھے بڑھاپے میں بیٹے عطاء فرمائے۔

﴿۴۰﴾ ❺ : اے اللہ مجھے اور میری اولاد کو اپنی یاد کی توفیق عطاء فرما۔ ﴿۴۱﴾ ❻ : اے اللہ مجھے اور میرے والدین کو بلکہ سارے مؤمنوں کو بخش دے۔ یہاں یہ اشکال ہوتا ہے کہ حضرت ابراہیم کا باپ تو کافر اور مشرک تھا مشرک کے لیے کیسے مغفرت کی دعا کی جبکہ کافروں کی بخشش نہ ہوگی؟ اس کا جواب سورۃ توبہ کی آیت "وَمَا كَانَ اسْتِغْفَارُ اِبْرٰهِيْمَ لِاَبِيْهِ اِلَّا عَنْ مَّوْعِدَةٍ وَّعَدَهَآ اِيَّاهُ" (آیت ۱۱۴) کی تفسیر میں گزر چکا ہے۔ جسکا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت ابراہیم نے اپنے باپ سے وعدہ کرلیا تھا کہ اللہ تعالیٰ سے تمہارے لیے استغفار کروں گا انہیں اپنے والد کے مسلمان ہونے کی امید تھی، پھر جب انہیں اس بات کا یقین ہوگیا کہ اسکی موت کفر پر ہوگی، تو اس سے بیزار ہوگئے یہ دعا بیزار ہونے سے پہلے کی ہے جب تک والد کی موت "عَلَى الْكُفْر" کا علم نہ ہوا تھا اور مسلمان ہونے کی امید بندھی ہوئی تھی اس وقت تک باپ کے لئے مغفرت کی دعا کی بعد میں چھوڑ دی۔ آیت بالا میں والدہ کیلئے بھی دعا کرنے کا تذکرہ ہے اگر وہ ایمان لے آئیں تھیں تب تو اشکال نہیں اور اگر وہ ایمان نہیں لائیں تھی تو اس کے بارے میں وہی بات کہی جائے گی جو والد کے بارے میں عرض کی گئی۔

وَلَا تَحْسَبَنَّ اللّٰهَ غَافِلًا عَمَّا يَعْمَلُ الظّٰلِمُوْنَ ۥ اِنَّمَا يُؤَخِّرُهُمْ لِيَوْمٍ تَشْخَصُ فِيْهِ الْاَبْصَارُ ۝

اور نہ خیال کرو اللہ تعالیٰ کے بارے میں کہ وہ غافل ہے ان کاموں سے جو ظالم لوگ کرتے ہیں بیشک وہ انکو مہلت دیتا ہے اس دن کیلئے کہ جس دن اوپر اٹھی رہیں گی آنکھیں ﴿۴۲﴾

مُهْطِعِيْنَ مُقْنِعِيْ رُءُوْسِهِمْ لَا يَرْتَدُّ اِلَيْهِمْ طَرْفُهُمْ ۚ وَاَفْـِٕدَتُهُمْ هَوَآءٌ ۝ وَاَنْذِرِ

دوڑنے والے ہوں گے اور سر اوپر اٹھائے ہوئے ہوں گے نہیں پلٹیں گی انکی طرف انکی نگاہیں اور دل انکے اڑ رہے ہوں گے ﴿۴۳﴾ اور آپ ڈرا دیں لوگوں کو

النَّاسَ يَوْمَ يَاْتِيْهِمُ الْعَذَابُ فَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا رَبَّنَآ اَخِّرْنَآ اِلٰٓى اَجَلٍ قَرِيْبٍ ۙ نُّجِبْ

اس دن سے کہ آئے گا انکے پاس عذاب پس کہیں گے وہ لوگ جنہوں نے ظلم کیا اے ہمارے پروردگار ہمیں مہلت دیدے تھوڑی مدت کیلئے تا کہ ہم قبول کریں تیری دعوت

دَعْوَتَكَ وَنَتَّبِعِ الرُّسُلَ ۗ اَوَلَمْ تَكُوْنُوْٓا اَقْسَمْتُمْ مِّنْ قَبْلُ مَا لَكُمْ مِّنْ زَوَالٍ ۝ وَّسَكَنْتُمْ

کو اور ہم پیروی کریں رسولوں کی (ادھر سے جواب آئیگا) کیا نہیں تھے تم قسمیں اٹھاتے اس سے پہلے کہ تمہارے لئے کوئی زوال نہیں ہے ﴿۴۴﴾ اور ٹھہرے تم ان

فِيْ مَسٰكِنِ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ وَتَبَيَّنَ لَكُمْ كَيْفَ فَعَلْنَا بِهِمْ وَضَرَبْنَا لَكُمُ الْاَمْثَالَ ۝

لوگوں کے گھروں میں جنہوں نے ظلم کیا اپنی جانوں پر اور واضح ہوگیا تمہارے لئے کہ ہم نے کیسا سلوک کیا انکے ساتھ اور بیان کیں ہم نے تمہارے سامنے مثالیں ﴿۴۵﴾

وَقَدْ مَكَرُوْا مَكْرَهُمْ وَعِنْدَ اللّٰهِ مَكْرُهُمْ ۭ وَاِنْ كَانَ مَكْرُهُمْ لِتَزُوْلَ مِنْهُ الْجِبَالُ ۝ فَلَا

اور تحقیق ان لوگوں نے تدبیر کی اپنی تدبیر اور اللہ کے پاس تھی انکی تدبیر اگرچہ انکی تدبیر ایسی تھی کہ اس سے پہاڑ ٹل جائیں اپنی جگہ سے ﴿۴۶﴾ آپ نہ خیال کریں

تَحْسَبَنَّ اللّٰهَ مُخْلِفَ وَعْدِهٖ رُسُلَهٗ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ ذُو انْتِقَامٍ ؕ﴿۴۷﴾ يَوْمَ تُبَدَّلُ الْاَرْضُ غَيْرَ الْاَرْضِ

اللہ تعالیٰ کے بارے میں کہ وہ وعدے کی خلاف ورزی کرے گا جو اپنے رسولوں کیساتھ کیا ہے بیشک اللہ تعالیٰ غالب ہے اور انتقام لینے والا ہے جس دن تبدیلی کی جائے گی زمین اس زمین کے علاوہ دوسری

وَالسَّمٰوٰتُ وَبَرَزُوْا لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ ﴿۴۸﴾ وَتَرَى الْمُجْرِمِيْنَ يَوْمَئِذٍ مُّقَرَّنِيْنَ فِي

زمین کیساتھ اور اسی طرح تبدیل کئے جائیں گے آسمان دوسرے آسمانوں کے ساتھ اور لوگ ظاہر ہوں گے اللہ کے سامنے جو اکیلا اور زبردست ہے ﴿۴۸﴾ اور دیکھے گا تو مجرموں کو اس دن کہ جکڑے ہوئے

الْاَصْفَادِ ﴿۴۹﴾ سَرَابِيْلُهُمْ مِّنْ قَطِرَانٍ وَّتَغْشٰى وُجُوْهَهُمُ النَّارُ ﴿۵۰﴾ لِيَجْزِيَ اللّٰهُ كُلَّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ ؕ

ہونگے زنجیروں میں ﴿۴۹﴾ انکے کرتے گندھک کے مادے سے ہونگے اور ڈھانپے گی انکے چہروں کو آگ ﴿۵۰﴾ تاکہ بدلہ دے اللہ تعالیٰ ہر نفس کو جو اس نے کمایا بیشک اللہ تعالیٰ

اِنَّ اللّٰهَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ﴿۵۱﴾ هٰذَا بَلٰغٌ لِّلنَّاسِ وَلِيُنْذَرُوْا بِهٖ وَلِيَعْلَمُوْٓا اَنَّمَا هُوَ اِلٰهٌ

جلد حساب لینے والا ہے ﴿۵۱﴾ یہ پیغام ہے لوگوں کیلئے تاکہ انکو ڈرایا جائے اس کے ساتھ اور تاکہ وہ جان لیں کہ بیشک وہ ایک ہی معبود ہے

وَّاحِدٌ وَّلِيَذَّكَّرَ اُولُوا الْاَلْبَابِ ﴿۵۲﴾ ع

اور تاکہ نصیحت حاصل کریں عقلمند لوگ ﴿۵۲﴾

﴿۴۲﴾ وَلَا تَحْسَبَنَّ اللّٰهَ ... الخ ربط آیات ❶ اوپر دلائل نقلی کے ساتھ توحید خداوندی کا ذکر تھا۔ اب حصر الالوہیت فی ذات اللہ تعالیٰ کا ذکر ہے۔ ❷ اوپر قیامت کا ذکر تھا آگے بھی قیامت کا ذکر ہے۔

خلاصہ رکوع ❼ خطاب عام وتنبیہ، کیفیت کفار میدان حشر، فرائض خاتم الانبیاء، مجرمین کی درخواست، جواب درخواست وتنبیہ، وعدہ الٰہی برائے اولیاء ومنکرین وتنبیہ کفار، کفار کے مکروفریب، قیامت کے دن آسمان وزمین کی تبدیلی مجرمین کی رسوائی وکیفیت، کیفیت لباس، نتیجہ۔ ماخذ آیات ۴۲ تا ۵۲+

خطاب عام وتنبیہ علامہ آلوسی رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ "وَلَا تَحْسَبَنَّ اللّٰهَ" سے خطاب ہر اس شخص کی طرف ہے جس کے خیال میں یہ آسکتا ہو کہ اللہ تعالیٰ ظالموں کے اعمال سے غافل ہے، پھر فرماتے ہیں کہ یہ خطاب آنحضرت ﷺ کو بھی ہوسکتا ہے، آپ سے ایسے گمان کا صادر ہونا تو محال ہے، لہٰذا معنی یہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ کے علیم اور خبیر ہونے کے بارے میں جو آپ یقین رکھتے ہیں اسی پر دائم وقائم رہیں۔ اور بعض حضرات نے فرمایا ہے کہ بظاہر خطاب آنحضرت ﷺ کو ہے مگر اس سے مقصود دوسروں کو تنبیہ کرنا ہے تو جس ذات سے ایسا گمان ہو ہی نہیں سکتا تو دوسرے اشخاص کو بطریق اولیٰ زیادہ دور رہنا چاہئے، غرض اللہ تعالیٰ ظالموں کے اعمال سے غافل نہیں انکی سزا قیامت کے لئے مؤخر کر رکھی ہے جو انکو ول کے رہے گی۔ بعض علماء کا قول ہے کہ اس آیت میں مظلوم کے لئے تسلی کا پیام ہے اور ظالم کے لیے عذاب کی دھمکی ہے۔ (مظہری، ص ۲۸۰، ج ۵) لِيَوْمٍ تَشْخَصُ ... الخ کیفیت کفار : اس دن کے ہول سے کفار ومشرکین اور سرکشوں کی آنکھیں حیرت سے کھلی کی کھلی رہ جائیں گی پلکیں نہ جھپکے گی۔

﴿۴۳﴾ کیفیت کفار میدان حشر : تیزی کے ساتھ بھاگ رہے ہوں گے ادھر ادھر منہ پھیر کر انکی نظر میں انکی طرف ہٹ کر واپس نہیں آئیں گی کہ اپنے آپ کو دیکھ سکیں بلکہ ٹکٹکی باندھے اوپر ہی کی طرف تکتے رہیں گے۔ انتہائی دہشت اور حیرت کی وجہ سے ان کے دل فہم وعقل سے خالی ہو جائیں گے۔ (مظہری، ص ۲۸۰، ج ۵)

﴿۴۴﴾ فرائض خاتم الانبیاء : آپ لوگوں کو اس دن سے ڈرائیں جس دن عذاب آئے گا اس سے مراد قیامت کا دن یا موت کا پہلا دن ہے چونکہ اس دن سے عذاب شروع ہوگا۔ (مظہری: ص: ۲۸۰: ج۔ ۵)

فَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ ...الخ معاندین کی درخواست : یہ معاند اور ظالم درخواست کریں گے اس سے مراد مشرک اور تکذیب رسول کرنے والے جنہوں نے یہ ارتکاب کر کے اپنے اوپر ظلم کیا۔ اے ہمارے رب ہمیں تھوڑی سی مدت تک مہلت دے تا کہ دنیا میں جا کر تیرے رسول کی دعوت قبول کریں اور ایمان لے آئیں۔ اَوَلَمْ تَكُوْنُوْٓا اَقْسَمْتُمْ ...الخ جواب درخواست وتنبیہ : کیا تم نے اس سے پہلے دنیا میں قسمیں نہیں کھائی تھیں۔ ہم نے دنیا میں ہمیشہ رہنا ہے مرنا ہی نہیں ہے۔ "زَوَالٍ" سے مراد یہ ہے کہ دار آخرت کی طرف منتقل ہو جانا۔ مطلب یہ ہے کہ انہوں نے کہا کہ ہم نے آخرت کی طرف پہنچنا ہی نہیں دوسرے مقام پر یہ ارشاد فرمایا "وَاَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ لَا يَبْعَثُ اللّٰهُ مَنْ يَّمُوْتُ" (النحل۔ ۳۸) انہوں نے پختہ قسمیں کھا کر کہا جو مر جائے گا اس کو اللہ دوبارہ زندہ نہیں کرے گا۔ ﴿۴۵﴾ کفار کے لئے تنبیہ: حالانکہ تم پہلی تباہ شدہ بستیوں ہی میں رہتے تھے اور تمہیں معلوم تھا کہ ان کے ساتھ کیا سلوک کیا گیا اور ہم نے تمہیں ان کی مثالیں بھی سنادی تھیں۔

﴿۴۶﴾ کفار کے مکروفریب : ان تباہ شدہ قوموں نے حق کو مٹانے کے لئے ایسے زبردست مکر کئے تھے کہ پہاڑ بھی اپنی جگہ سے ہٹ جائیں لیکن اللہ تعالیٰ کے ہاں ان کے مکروں کی کاٹ کے لئے تدابیر محکم تھیں۔

مکر کا معنی : پنجابی زبان میں مکر کا معنی فریب اور دھوکہ ہوتا ہے جب کہ عربی زبان میں یہ لفظ پوشیدہ تدبیر کے لئے استعمال ہوتا ہے اور اس کا اطلاق اللہ تعالیٰ پر بھی ہوتا ہے جیسے فرمایا "وَيَمْكُرُوْنَ وَيَمْكُرُ اللّٰهُ" وہ بھی مخفی تدبیر اختیار کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ بھی ایسی ہی تدبیر کرتا ہے کفار کی مخفی تدبیریں ہمیشہ انبیاء کرام علیہم السلام اور ان کی پیروی کرنے والوں کے خلاف رہی ہیں اور رہیں گی مگر کامیاب کبھی بھی نہیں ہوسکیں گے۔ یہ بھی کتنے افسوس کا مقام ہے کہ ادھر ہندو، عیسائی اور یہودی اپنے دین پر کاربند ہیں مگر مسلمان اپنے سچے دین سے غافل ہے۔ جس کی وجہ آج ساری دنیا میں مسلمان انحطاطی کا شکار ہیں یہ سب کفار کی مخفی تدبیر کا نتیجہ ہے۔

﴿۴۷﴾ وعدہ الٰہی برائے اولیاء ومنکرین وتنبیہ کفار : اے مخاطب تو اللہ کے بارے میں یہ خیال نہ کر کہ وہ وعدہ خلافی کرنے والا ہے، بلکہ اللہ پاک نے تو اپنے نبیوں سے نصرت اور مدد کا وعدہ فرمایا ہے۔ وہ ضرور پورا ہوگا۔ جس طرح کہ سورۃ غافر (آیت ۵۱:) میں ہے "اِنَّا لَنَنْصُرُ رُسُلَنَا وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَيَوْمَ يَقُوْمُ الْاَشْهَادُ" اپنے پیغمبروں کی اور ایمان والوں کی دنیاوی زندگی میں بھی مدد کرتے ہیں اور اس میں بھی جس میں گواہی دینے والے کھڑے ہونگے۔

﴿۴۸﴾ قیامت کے دن آسمان وزمین کی تبدیلی : تبدیلی دو طرح کی ہوتی ہے ایک تبدیلی ذاتی یعنی ایک چیز کی بجائے دوسری چیز لے لی جائے پہلی چیز کو بالکل ختم کر دیا جائے جیسے میں نے درہم کے بدلے دینار لے لیا۔ دوسری تبدیلی وصف میں ہوتی ہے یعنی نفس چیز کو باقی رکھا جائے مگر اس کی حالت وشکل کو تبدیل کر دیا جائے جیسے میں نے چھلا سے انگوٹھی بنالی وغیرہ، اس آیت میں آسمان وزمین کی تبدیلی کے بارے میں دو قول ہیں: پہلا قول : یہ ہے کہ اس سے مراد تبدیلی صفات ہے مطلب یہ ہے کہ زمین وآسمان تو اصل یہی رہیں گے مگر انکی حالت وصفت تبدیل کردی جائے گی مثلاً زمین کے ٹیلے اور پہاڑ وغیرہ سب برابر کر کے زمین کو بالکل ہموار کر دیا جائے گا یہ قول حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا ہے۔

دوسرا قول : یہ ہے کہ زمین وآسمان کی ذات میں تبدیلی لائی جائے گی۔ مطلب یہ ہے کہ اس آسمان اور زمین کو بدل دیا جائے گا، اور دوسرا آسمان اور زمین پیدا کیا جائے گا، اور وہ نئی زمین چاند کی طرح سفید ہوگی۔ اور اس پر کسی کے خون کا قطرہ نہ گرا ہوگا، اور نہ

اس پر اللہ کی نافرمائی کی گئی ہوگی، یہ قول عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا ہے۔
الغرض بعض حضرات کہتے ہیں کہ تبدیلی اوصاف میں ہوگی اور بعض حضرات کہتے ہیں کہ تبدیلی ذات میں ہوگی۔ علامہ قرطبی رحمۃ اللہ علیہ نے دونوں اقوال میں تطبیق یوں دی کہ تبدیلی کئی بار ہوگی ایک نفحہ اولیٰ کے وقت اس وقت اوصاف میں ہوگی اور زمین کو بالکل ہموار کر دیا جائے گا وغیرہ، دوسری تبدیلی نفحہ اولیٰ اور نفحۂ ثانیہ کے درمیان ہوگی، اس وقت نئی زمین اور آسمان کو پیدا کیا جائے گا، اور بعض حضرات کہتے ہیں کہ ایک تبدیلی اس وقت ہوگی جب لوگ پل صراط پر ہوں گے۔ واللہ اعلم
﴿۴۹﴾ مجرمین کے لئے رسوائی اور کیفیت: مجرموں کو اس دن زنجیروں میں باہم جکڑا ہوا پائیں گے۔
﴿۵۰﴾ کیفیت لباس: ایک خاص قسم کے سخت تیل کی مالش ان کے بدنوں پر کردی جائے گی ایسا معلوم ہوگا گویا ان کو سیاہ تیل کا کرتہ پہنایا گیا ہے۔ یہ تیل آگ کو جلد پکڑتا ہے اس لئے ان کے بدن کی مالش کر کے دوزخ میں بھیج دیا جائے گا۔ اور آگ ان کے چہروں پر لپٹی ہوگی ظاہری اعضاء میں چہرہ ممتاز حیثیت رکھتا ہے، اس لئے خصوصیت کے ساتھ چہروں کا ذکر کیا جس طرح باطنی اعضاء میں دل کی حیثیت ممتاز ہے۔ ﴿۵۱﴾ نتیجہ: یہ سزا انکی بداعمالی کی وجہ سے ہوگی۔
﴿۵۲﴾ هٰذَا بَلٰغٌ لِّلنَّاسِ: میں صداقت و رسالت کا ذکر ہے "وَلِيُنْذَرُوْا" میں معاد کا ذکر ہے "وَلِيَعْلَمُوْا" میں تصدیق و توحید خداوندی کا ذکر ہے اور یہی اسی سورۃ کے اہم مضامین تھے، فرمایا یہ واقعات مستقبل میں پیش آنے والے لوگوں کو تنبیہ کے طور پر بتلا دیئے گئے ہیں تاکہ اپنی اصلاح کرلیں، اور خواب غفلت سے بیدار ہوجائیں، اور انہیں معلوم ہوجائے کہ اس قسم کے عذاب سے نجات کا ذریعہ صرف ایک ہے وہ یہی ہے، کہ اللہ تعالیٰ کو وحدہ لاشریک مان لیں، اور تسلیم توحید کے بعد اللہ کی نافرمانی سے رک جائیں، اور عقل و فکر کو اسکی معبودیت میں مرکوز کر کے اس کو راضی کرنے والے بن جائیں۔
جہنم: اگرچہ ہم جہنم اور میزان کا ذکر پہلے کر چکے ہیں اب دوبارہ اس کا ذکر اس لیے کر رہے ہیں کہ شاید غافل و بیکار دل اس دوبارہ ذکر سے کچھ استفادہ کرسکیں اور بار بار ذکر کرنے کی ضرورت اس لیے بھی پیش آتی ہے کہ اللہ رب العزت کے فرمان کی اتباع ہوجائے کیونکہ اللہ رب العزت نے بھی قرآن مجید میں متعدد آیات میں اس کا ذکر فرمایا ہے اور جہنم اور میزان کے احوال کے ہولناکیوں کو بہت عظیم قرار دیا ہے تاکہ عقل مندوں کے دل اس کے ذکر سے عبرت حاصل کریں اور جان لیں کہ دنیا کا کوئی دکھ درد جہنم کے مقابلے میں کوئی حیثیت نہیں رکھتا اور آخرت ہی عمدہ اور ہمیشہ رہنے والی ہے۔
حدیث شریف میں ہے کہ جہنم سخت تاریک ہے جس میں کوئی روشنی اور شعلہ نہیں ہے۔ اس کے سات دروازے ہیں، ہر دروازہ پر ستر ہزار پہاڑ ہیں، ہر پہاڑ پر ستر ہزار وادیاں ہیں، ہر وادی میں آگ کے ستر ہزار مکانات ہیں، ہر مکان میں ستر ہزار آگ کے گھر ہیں، ہر گھر میں ستر ہزار سانپ اور ستر ہزار بچھو کی ستر ہزار دمیں ہیں، ہر دم میں ستر ہزار مہرے ہیں، ہر مہرے میں زہر کے ستر ہزار مٹکے ہیں، جب قیامت کا دن ہوگا ان پر سے پردہ اٹھا لیا جائے گا تب جن وانس کے دائیں بائیں غبار کا خیمہ بن جائے گا۔ آگے بھی غبار پیچھے بھی غبار اور ان کے اوپر بھی جہنم کا دھواں اور غبار ہوگا، جب وہ اسے دیکھیں گے تو گھٹنوں کے بل گر کر پکاریں گے کہ اب رب ذوالجلال ہمیں اس سے بچا۔
حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کے دن جہنم کو ستر ہزار لگام ڈال کر لایا جائے گا اور ہر لگام کو ستر ہزار فرشتے پکڑ کر کھینچ رہے ہوں گے (مسلم ج ۳۔ ص ۱۱۷۱، طبع مکتبۃ البشریٰ)
حدیث شریف میں ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جہنم کے فرشتوں کی عظمت کو بیان کرتے ہوئے جن کے متعلق ارشاد الٰہی

ہے۔ غِلَاظٌ شِدَادٌ (التحریم : ٦) ''وہ سخت اور انتہائی مضبوط ہوں گے''۔

فرمایا ہر فرشتے کے دو کندھوں کا درمیانی فاصلہ ایک سال کا سفر ہوگا اور ان میں اتنی طاقت ہوگی کہ اگر وہ اس ہتھوڑے سے جو ان کے ہاتھوں میں ہوگا کسی پہاڑ پر ایک ضرب لگائیں تو وہ ریزہ ریزہ ہو جائے اور وہ ہر ضرب سے ستر ہزار جہنمیوں کو جہنم کی گہرائیوں میں گرائیں گے۔ فرمان الٰہی ہے عَلَيْهَا تِسْعَةَ عَشَرَ (المدثر ۳۰)

''اس پر انیس داروغہ ہیں''۔ اللہ رب العزت کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ فرمان الٰہی ہے :

وَمَا يَعْلَمُ جُنُوْدَ رَبِّكَ (المدثر ۳۱) ''اور تمہارے رب کے لشکروں کو اس کے سوا کوئی نہیں جانتا''۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے جہنم کی وسعت کے متعلق سوال کیا گیا تو انہوں نے فرمایا بخدا میں نہیں جانتا کہ جہنم کتنا وسیع وعریض ہے لیکن ہم اتنا جانتے ہیں کہ جہنم پر متعین فرشتوں میں سے ہر ایک اتنا عظیم ہے کہ ان کے کان کی لو اور کندھے کا درمیانی فاصلہ ستر سال کے سفر کے برابر ہے اور جہنم میں پیپ اور خون کی وادیاں بہتی ہیں۔

ترمذی شریف کی حدیث ہے کہ جہنم کی دیواروں کی چوڑائی چالیس سال کے سفر کے برابر ہے۔ مسلم شریف کی روایت ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہاری یہ آگ کے سترویں حصہ کی گرمی کے برابر گرم ہے۔ صحابہ کرام نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! یہ بھی کافی گرم ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جہنم کی آگ اس گرمی سے انہتر حصہ زیادہ گرم ہے۔

فرمان نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے کہ اگر جہنمیوں میں سے کوئی جہنمی اپنی ہتھیلی دنیا میں نکال دے تو اس کی گرمی سے دنیا جل جائے اور اگر جہنم کے فرشتوں میں سے کوئی فرشتہ دنیا میں ظاہر ہو اور لوگ اسے دیکھ لیں تو اس کے جسم پر غضب الٰہی کے بے انتہا آثار دیکھ کر دنیا کے سب لوگ ہلاک ہو جائیں۔

مسلم وغیرہ کی حدیث ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے کہ آپ نے دھماکہ سنا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جانتے ہو یہ کیا ہے؟ ہم نے عرض کیا اللہ اور اس کا رسول بہتر جانتا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ اس پتھر کے جہنم کی گہرائی میں گرنے کی آواز ہے جو آج سے ستر سال پہلے جہنم میں گرایا تھا اور وہ اب اس کی گہرائی تک پہنچا ہے۔

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ جہنم کو بہت یاد کیا کرو کیونکہ اس کی گرمی شدید، اس کی گہرائی بہت بعید اور اس کے ہتھوڑے لوہے کے ہیں (ترمذی ج ۲، ص۔ ۳۸ ۵ باب ما جاء فی صفة قعر جهنم)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ جہنم اپنے رہنے والوں کو اس طرح اچک لے گی جیسے پرندے دانوں کو اچک لیتے ہیں اور آپ سے اس فرمان الٰہی۔ إِذَا رَأَتْهُم مِّن مَّكَانٍ بَعِيدٍ سَمِعُوا لَهَا تَغَيُّظًا وَزَفِيرًا (الفرقان ۱۲)

''جب وہ انہیں دور جگہ سے دیکھے گی تو سنیں گے اس کا جوش مارنا اور چنگھاڑنا''۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے اس آیت کے معنی دریافت کیے گئے کہ کیا جہنم کی بھی آنکھیں ہیں؟ تو آپ نے فرمایا ہاں، تم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نہیں سنا کہ جو عمداً کسی جھوٹی بات کو میری طرف منسوب کرتا ہے وہ اپنا ٹھکانہ جہنم کی دو آنکھوں کے درمیان سمجھے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا گیا کہ کیا جہنم کی بھی آنکھیں ہیں؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تم نے یہ فرمان الٰہی نہیں سنا۔

إِذَا رَأَتْهُم مِّن مَّكَانٍ بَعِيدٍ (الفرقان ۱۲) ''جب وہ انہیں دور جگہ سے دیکھے گی''۔

اس آیت سے اس حدیث کی بھی تائید ہوتی ہے جس میں ہے کہ جہنم سے گردن نکلے گی، جس کی دو آنکھیں دیکھنے کے لیے اور

بولنے کے لیے زبان ہوگی۔ وہ کہے گی کہ آج میں اس شخص پر مقرر کی گئی ہوں جو اللہ رب العزت کے ساتھ شریک ٹھہراتا تھا اور وہ انہیں اس پرندے سے بھی زیادہ تیزی سے دیکھ لے گی جو تل پسند کرتا ہے اور زمین پر اسے ڈھونڈ لیتا ہے۔

میزان : میزان جس میں لوگوں کے اعمال تولے جائیں گے اس کے متعلق نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس کا نیکیوں کا پلہ نور کا اور برائیوں والا پلہ ظلمت کا ہے۔

ترمذی کی روایت ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جنت عرش الٰہی کے دائیں اور جہنم بائیں جانب رکھی جائے گی، نیکیوں کا پلڑا دائیں اور برائیوں کا پلڑا اس کے بائیں طرف ہوگا لہٰذا نیکیوں کا پلڑا جنت کی مقابل سمت میں اور برائیوں کا پلڑا جہنم کے مقابل ہوگا۔

حضرت ابن عباسؓ فرمایا کرتے تھے کہ نیکیاں اور برائیاں ایسے ترازو میں تولی جائیں گی جس کے دو پلڑے اور زبان ہوگی، آپؓ فرمایا کرتے، جب اللہ رب العزت بندوں کے اعمال تولنے کا ارادہ فرمائے گا تو انہیں جسموں میں تبدیل فرما دے گا اور پھر قیامت کے دن انہیں تولا جائے گا۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ارشاد ہے کہ کتنے تندرست جسم، خوبصورت چہرے اور شیریں کلام کرنے والی زبانیں، کل جہنم کے طبقات میں پڑے چیخ رہے ہوں گے۔

حضرت داؤد علیہ السلام نے بارگاہ الٰہی میں عرض کی الٰہی! جب میں سورج کی تپش پر صبر نہیں کرسکتا تو تیرے جہنم کی آگ پر کیسے صبر کروں گا میں تیری رحمت کی آواز سننے کا حوصلہ نہیں رکھتا تیرے عذاب کی آواز کیسے سنوں گا؟

اے ناتواں! ان ہولناکیوں پر غور کر اور سمجھ لے کہ اللہ رب العزت نے آگ کو اس کے تمام تر ہولناکیوں کے ساتھ پیدا کیا ہے اور اس میں رہنے والوں کو پیدا کر دیا ہے جو نہ کم ہوں گے اور نہ زیادہ۔

تجھ پر تعجب ہے کہ اس بات کو جانتے ہوئے بھی کہ جانے میرے حق میں کیا فیصلہ ہو چکا ہے تو دنیاوی برائیوں اور لہو ولعب میں مشغول ہے اور غفلت میں پڑا ہے اگر تیری تمنا یہ ہے کہ کاش تجھے اپنے ٹھکانے اور انجام کا پتہ چل جائے تو اس کی چند علامتیں ہیں، ان پر نظر کر و اور پھر اپنی امیدیں قائم رکھ، پہلے تو اپنے احوال واعمال کو دیکھ، اگر تو اس عمل پر کاربند ہے جس کے لیے اللہ رب العزت نے تجھے دنیا میں بھیجا ہے اور تجھے نیکیوں سے محبت ہے تو سمجھ لے کہ تو جہنم سے دور ہے اور اگر تو نیکی کا ارادہ کرتا ہے مگر اسے موانع حائل ہو جاتے ہیں کہ تو نیکی نہیں کر پاتا لیکن جب برائی کا ارادہ کرتا ہے تو اسے آسانی سے کر لیتا ہے تو سمجھ لے تیرے لیے فیصلہ ہو چکا ہے کیونکہ جیسے بارش کا وجود سبزے کی نشوونما اور دھواں آگ پر دلالت کرتا ہے تو اسی طرح یہ فعل بھی برے انجام کا پتہ دیتا ہے۔

فرمان الٰہی ہے اِنَّ الْاَبْرَارَ لَفِیْ نَعِیْمٍ ۔ وَاِنَّ الْفُجَّارَ لَفِیْ جَحِیْمٍ (الانفطار ۱۳۔ ۱۴)

''بے شک نیکوکار ضرور چین میں ہیں اور بے شک بدکار جہنم میں ہوں گے''۔

اپنے اعمال کو ان آیات کے آئینہ میں دیکھ لے تب تو اپنا مقام پہچان لے گا۔ واللہ علم بالصواب۔

الحمد للہ تیسری جلد سورۃ ابراہیم پر اختتام پذیر ہوئی

نظر ثانی مسجد نبوی شریف میں ہوئی،

عبدالقیوم قاسمی ۲۰۱۴ـ ۵ـ ۱۵

وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ محمد وآلہ واصحابہ اجمعین